به عون صناع مکین و مکان فضل خلاق زمین و آسمان

بحر حقیقت و عرفان اصول دین مذہب حقہ اثنا عشری کا پورا بیان کتاب لاجواب ہدایت و ارشاد ذخائر مسمی بہ

افادة الابصار و کشف الاسرار

ہر دو جلد

مصنفہ عالم المعی فاضل لوذعی جناب شفاء الدولہ ذکاء الملک حکیم سید فضل علیخان بہادر دبیر جنگ حسب فرمائش و تصحیح جناب مصنف عالیمقام

بہ مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ مین بہزار اہتمام چھپی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب سوم بیچ نبوت کے ہی

اور وہ عبارت ہی مبعوث ہونے سے کسی شخص کے جو انسان کے نوع سے ہو خدا کی طرف سے مخلوقات پر اسلیے
واسطے اُنکی ہدایت کرنے کے بے واسطہ انسان اور اس مبعوث کو نبی اور رسول کہتے ہین اور ہر چند کہ یہ دونون لفظ
باعتبار لغت معنی مین قریب ہین لیکن بحسب اصطلاح اُسمین فرق ہی ایک یہ کہ نبی اعم ہی اس سے کہ شریعت تازہ لایا ہو
مثل ہمارے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے یا نہ لایا ہو مثل حضرت یحیی علیہ السلام کے اور رسول وہ ہی جو تازہ شریعت
لایا ہو خواہ اُسکی شریعت ابتدائی ہو مثل آدم علیہ السلام کے یا شریعت اُسکی ناسخ شرائع سابقہ ہو جیسے کہ ہمارے حضرت
کی شریعت ہی دوسرے یہ کہ نبی خواب مین دیکھتا ہی اُس چیز کو کہ جسے حق تعالی اُسے اعلام فرماتا ہی اور فرشتہ کی آواز کو
سُنتا ہی اُسے دیکھتا نہین اور رسول وہ ہی جو فرشتہ کو بھی دیکھتا ہی تیسرے یہ کہ کبھی رسول کا اطلاق فرشتہ پر بھی ہوتا ہی بخلاف
نبی کے اور اِس باب مین بھی چند فصلین ہین۔ **فصل پہلی بیان مین اِس بات کے کہ بعثت حسن ہی** اور واجب ہی
مگر حسن ہونا پس بیان اُسکا یہ ہی کہ جو محقق طوسی علیہ الرحمہ نے کتاب تجرید مین فرمایا ہی کہ حاصل اُسکا یہ ہی کہ بعثت انبیا کی
مستحسن ہی بسبب اِسکے کہ وہ مشتمل ہی اوپر چند فوائد کے اول یہ کہ پیغمبرون کی باتین تقویت دیتی ہین اُن خبرون مین جو بذریعہ
عقل کے معلوم ہوتی ہین اور عقل اُن تک پہونچتی ہی اور پیغمبرون سے وہ باتین معلوم ہوتی ہین کہ جسمین عقل کی رسائی نہین ہی

دوسرے یہ کہ پیغمبرون کے باعث سے مکلفین کا خوف دفع ہوتا ہی جبکہ وہ قصد کرتے ہین تصرف کرنیکا مملوکات و مخلوقات خدا مین کیونکہ مکلفین ہنوز نہین جانتے کہ کس چیز کے واسطے خدا کا حکم ہی اور کسکے لیے نہین ہی اور وہ تفرقہ نہین کر سکتے درمیان مین اسکے کہ اہین کیا مفید ہی اور کیا مضر ہی تیسرے یہ کہ بعثت مستحسن ہی نوع انسانی کے حفظ کی راہ سے اور نجات اصل انسانی کی تکمیل کی راہ سے جو بذریعہ نبی کے انکی لیاقت استعداد کے موافق علم و عمل کی تکمیل حاصل ہوتی ہی اور وہ صنعتہاے پوشیدہ و باریک کو اور اخلاق مستحسنہ کو اور ریاست ہاے شہری اور خانگی کو پہچنواتے ہین اور ترغیب دیتے ہین نیکیون کیطرف ساتھ وعدہ ثواب کے اور ڈراتے ہین برائیون سے ساتھ وعید عذاب کے پس اس جہت سے مکلف کو لطف حاصل ہوتا ہی یعنے طاعت الٰہی سے قریب ہوتا ہی اور معصیت سے دور ہوتا ہی اور بعد اسکے فرمایا ہی کہ وہ بعثت واجب ہی بسبب مشتمل ہونے اسکے لطف پر تکالیف عقلیہ مین اور شرح تجرید مین علامہ حلی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہی کہ سب مسلمان اور ارباب ملتہاے مختلف اور ایک جماعت فلاسفہ سے اس امر کے قائل بلا اختلاف ہین کہ بعثت حسن ہی مگر براہمہ کہ حکماے ہند ہین تو البتہ انکار کرتے ہین اور کہتے ہین کہ پیغمبرونکا بھیجنا دو حال سے باہر نہین ہی یا اسلیے ہی کہ جو کچھ عقل کے موافق ہی وہ بیان کرین یا مخالف عقل کہین پہلی صورت مین نبی کی کیا ضرورت ہی جو کچھ موافق عقل ہی اسے انسان خود جانتا ہی اور کرتا ہی پس عبث ہوگا اور دوسری صورت مین قبول کرنے کے قابل نہین ہی اور جواب اسکا یہ ہی کہ پہلی صورت مین عبث نہین لازم آتا کیونکہ حجت کی تبدکرنا زیادہ اہتمام کے باعث سے ہوگا اور وہ امر مطلوب ہی اور فائدہ اسکا واضح ہی اور بر تقدیر ثانی مراد مخالف عقل سے کیا ہی اگر یہ مراد ہی کہ پیغمبر کا بیان دلیل عقلی سے یقیناً خلاف ہوتا ہی تو یہ لائق تسلیم نہین ہی کہ نبی کا بیان اس قبیل سے ہوتا اور حصر ان دونو صورتون مین ممنوع ہی اور اگر مراد اس سے یہ ہی کہ وہ ایسی چیزین بیان کرتے ہین کہ عقل انکی کنہ کو نہین دریافت کر سکتی تو اسکا سبب یہ ہی کہ عقل کو اس مادہ مین علم و آگاہی نہین ہی پس انبیا کا بیان مخالف نہین ہی بلکہ قصور عقل ہی اور اس جہت سے بیان نبی کو قبول کرنے کے قابل نہونا باطل ہی بلکہ نبی کا حکم جو خدا کی طرف سے خبر دیتا ہی واجب القبول ہی اور ایسے مقام مین خداوند عالم کو جو جملہ امور کے باطن سے عالم ہی اور کسی کی برائی پر راضی نہین ہی اپنے بندون کو آگاہ فرمانا اور اعلام کرنا انکا واجب ہی اور شبہہ انکا باطل ہی اب ہاں واجب ہونا بعثت کا پس شیعہ اور معتزلہ اسکے بالاتفاق قاطبتہً قائل ہین اور اشاعرہ اہل سنت انکار اس وجوب سے کرتے ہین اور قول اشاعرہ باطل ہی اور حق یہ ہی کہ پیغمبرونکا بھیجنا اور مبعوث فرمانا انبیا کا ہدایت کے لیے سب مخلوقات کے اور انکا باز رکھنا زیان کاری ابدی اور ہلاکت ابدی سے خالق حلیم علیم پر نظر بحکمت و مصلحت اسکی لازم ہی اور عقل و نقل اس مدعی پر شاہد ہین اور اسکا بیان چند وجہ سے کیا جاتا ہی پہلی دلیل متکلمین کی ہی اور وہ دلیل لطف ہی جیسا کہ محقق اور علامہ حلی علیہم الرحمہ نے فرمایا لیکن ان دو صاحبون نے تقریر لطف کو معنی خاص پر اسکے بیان کیا ہی کہ اسمین قید عدم مداخلت تمکین کی بھی ماخوذ ہی کیونکہ صاحبون نے فرمایا ہی وَهِيَ وَاجِبَةٌ لِاشْتِمَالِهَا عَلَى اللُّطْفِ فِي التَّكَالِيفِ الْعَقْلِيَّةِ

اور بنا بر اسکے وہ لطف مقرب ہوگا نہ لطف ممکن یعنے تمکین اختیار دینے والا بندے کا لیکن حق یہ ہو کہ بعثت انبیا کے
بیان کرنیکو تکالیف سمعیہ کے فی نفسہا بھی ایسا لطف ہو جو ممکن ہو اور حاجت اُسکے بیان کی بہت ہو پس مداخلت اُسکے
بعثت کی موجب ہونے مین بہت ہوگی نہ محض لطف ہونا عقلیات مین ساتھ اطلاق کرنے لطف کے آلات و قویٰ اور
بعثت انبیا پر کہ خاص احکام سمعیہ مین موقوف علیہ تمکین کا ہو پس اولی یہ ہو کہ کہا جائے کہ بعثت انبیا کے لطف ہو اور لطف
خداوند عالم پر بنظر مصالح و حکمت کے واجب و لازم ہو لیکن اُسکا لطف ہونا پس سمعیات مین تو بخوبی ظاہر ہو کیونکہ انسانون
کی عقلین دریافت کرنے سے اکثر سمعیات کے وجوہ خیر و شر اور شرائط و موانع کے عاجز ہین اور خداوند لطیف و خبیر نیک کام سے
راضی اور بد کام کے ارتکاب سے ناراض ہو بلکہ کارہ اور غضبناک ہو پس اُسکی حکمت و مصلحت مین اعلام حال اور تکلیف کرنے
ساتھ عمل مین لانے افعال حسنہ کے اور ترک کرنے خصلتہاے بد کے لازم و واجب ہو اور وہ حاصل نہین ہوتی مگر ساتھ
بھیجنے اور مبعوث فرمانے پیغمبرون کے پس بعثت اُنکی تمکین دینے والے لطف ہو اور عقلیات مین اس جہت سے کہ آدمی کی
عقل شہوات کے باعث سے مغلوب ہو پس کوئی ہشیار اور آگاہ کرنے والا چاہیے کہ انھین تنبیہ کرے تا کہ وہ بذریعہ اُسکے
غلبہ شہوات سے رہائی پائین اور اسکا بیان بطور مفصل یہ ہو کہ حسن و قبح سب چیزون کا ہرچند عقلاً ثابت ہو جیسا کہ مبحث
عدل مین مذکور ہوا لیکن اُنکی تفصیلون کو عقل بشری نہین پا سکتی اور باریکیان اور حقیقتین اکثر باتون کا حسن و قبح کی سمجھ مین
نہین آتین پس جبتک کہ شارع اُسے بیان نفرمائے دریافت نہین ہوتین پس اُسکا جاننا اور دریافت کرنا سمع پر موقوف ہو
اور جو کچھ کہ عقل سے بھی دریافت ہوتا ہو اُسکا حال بھی یہ ہو کہ بسبب غالب ہونے خواہشہاے نفس امارہ کے اور مغلوب
ہو جانے عقل کے اُن خواہشون سے جبتک تاکید شدید نہو تو اُسکے موافق راہ نہین چل سکتے اس صورت مین پیغمبرون کو
بھجوانا عقلیات مین لطف مقرب ہوگا اور سمعیات مین لطف ایسا ہو کہ طاعت سے قریب کیا ہو اور تمکین طاعت پر
دیتا ہو کیونکہ بغیر نبی کے بتائے ہوئے واجبات کے بجا لانے پر اور محرمات سے دوری کرنے کی کسی طرح تمکن حاصل نہین
ہو سکتا پس حکمت حکیم علی الاطلاق مین حجت کا اپنے بندون پر تمام کرنا اور طاعت سے انکا قریب اور متمکن کرنا اور گناہون سے
دور کرنا لازم ہو اور دوسری وجہ سے اس مضمون کے تقریر یہی ہو سکتی ہو کہ کہا جائے کہ بندون کو تکلیف دینا ساتھ امر و نہی کے اور
دور کرنا اُنکا برائیون سے حق تعالیٰ کے ذمہ مین جیسا کہ مبحث عدل مین مذکور ہوا واجب ہو اور یہ سمعیات مین نہین ہو سکتا
جبتک کہ پیغمبرون کو خلق کی ہدایت فرمانے کو نہ بھجوائے کہ اُنکے واسطہ سے مخلوقات ہدایت دین پس بعثت نبی کے واجب ہوگی
وَ هُوَ الْمَقْصُوْدُ اشاعرہ نے جو اس وجوب سے انکار کیا ہو تقریر اُسکے موافق کلام شاہ عبد العزیز دہلوی پیشواے اہل سنت کے
یہ ہو کہ جو کچھ اس عقیدہ مین خلل و فساد ہو وہ ظاہر ہو کیونکہ کوئی چیز ذمہ باریتعالیٰ مین واجب نہین ہو اور مرتبہ الوہیت و ربوبیت اُسکے
شایان نہین ہو ہان پیغمبرون کا بھجوانا اور تکلیف دینا جو واقع ہوتا ہو وہ محض فضل و کرم ہو اگر کرے عین عنایت ہو ورنہ جاے
شکایت نہین ہو اور یہی مذہب اہل سنت کا ہو اور اگر بعثت پیغمبرون کے واجب ہو تو اللہ تعالیٰ آیات قرآنیہ مین اکثر مقام

امتنان و بیان انعام و احسان بیان نفرماتا کیونکہ ادائے واجب مین کوئی احسان نہین ہی جیسا کہ فرماتا ہی لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی
الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلًا یعنے خدا نے مومنین پر احسان فرمایا اسواسطے کہ انمین پیغمبر کو مبعوث فرمایا دوسرے
یہ کہ اگر پیغمبر کا بھیجوانا واجب ہوتا تو حضرت ابراہیم اپنی ذریت کے لیے خدا سے دعا نکرتے اسطرح کہ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْھِمْ
رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یعنے خداوندا بھیج انمین پیغمبر انہین سے کیونکہ دعا کرنا اُس بات کے لیے جسکا ہونا واجب ہی معنی نہین رکھتا فقط
اور یہ کلام جیسا ہی ظاہر ہی اور ابطال ہین اُسکے جواب اسطرح دیا گیا ہی کہ یہ بات کہ خدا پر کچھ واجب نہین ہی ایسی بات ہی کہ
اُسکے کہنے والے کا دل اُسکی زبان کو جھوٹا کرتا ہوگا کیونکہ ایفاے وعدہ خدا پر اُنکے نزدیک بھی واجب ہوگا والا جواز کذب
معاذ اللہ اصدق الصادقین پر لازم آئے اور وہ صفت نقص ہی پھر کیونکر صحیح ہوا کہ خدا پر کچھ واجب نہین ہی اور یہ بھی ضرور ہی
کہ افعال خدا کے مطابق اُسکے علم کے اُس سے واجب الصدور ہون الا جہل لازم آئیگا اور بھی بنظر ارادۂ قدیم کے حق تعالے
پر واجب ہی کہ مراد کو واقع کرے اور روزیکا دینا اپنے مخلوقات کی اُسنے اپنے اوپر واجب کیا ہی یا نہین اگر کہو ہان تو خدا پر
واجب ہو چکا اور ہم سچے ہین ورا اگر کہو نہین تو تمھاری تکذیب کو آیہ وافی ہی یا وَمَا مِنْ دَابَّةٍ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا کافی ہی
اور یہ جو جنھون نے کہا کہ اہل سنت کا مذہب یہی ہی تو شاید امام اہل سنت فخر الدین رازی اہل سنت سے نہین ہین کیونکہ
انھون نے بعثت انبیا کے واجب ہونے کے خدا پر تصریح کی ہی جیسا کہ جناب سید سند نے اُنسے نقل کیا ہی وَلَمَّا کَانَ الْخَلْقُ
مُحْتَاجِیْنَ اِلَی الْبَعْثَةِ وَالرَّحِیْمُ الْکَرِیْمُ قَادِرًا عَلَی الْبَعْثَةِ وَجَبَ عَلٰی کَرَمِہٖ وَرَحْمَتِہٖ اَنْ یَّبْعَثَ الرُّسُلَ اِلَیْھِمْ یعنے جبکہ
خلق محتاج تھی طرف بعثت کے اور رحیم کریم قادر نبی کے بھیجنے پر تھا تو واجب ہوا اُسکے کرم و رحمت پر کہ پیغمبرون کو انکی طرف
بھیجے فقط پھر اب دعا شاہ صاحب کا کہان صحیح ہوا اور یہ جو جنھون نے کہا ہی کہ ادائے واجب مین کچھ احسان نہین ہی تو صحت
امتنان کو ادائے واجب مین یہ کافی ہی کہ بعثت انبیا کی بنظر ذات اپنے واجب نہین ہی اور ہم بھی ایسا ہی سمجھتے ہین لیکن وجوب
مطلق اُسکا منافی امتنان نہین ہی مثل اسکے کہ وجوب اُسکا بنظر اُسکے ہو کہ مطابقت علم الٰہی کے لیے واجب ہووے یا وجوب اسلیے
ہو کہ حق تعالیٰ کے ایفاے وعدہ کی راہ سے واجب ہو تو اب یہ وجوب منافی احسان و امتنان نہین الا چاہیے کہ موافق قول
شاہ صاحب کسی فعل کو خدا کے افعال سے خصوصًا حور و قصور کا پرہیزگارون کو دینا لائق امتنان نہو اور نہ حق تعالیٰ اس
عطا پر مستحق شکر و مدح کا ہو حالانکہ یہ قرآن سے ثابت ہی کہ اہل بہشت متنعم ہو کر ادائے شکر کرینگے کما قال جل و عز و قیل
الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ اور اسی جگہ سے ہی جو امام اہل سنت فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر مین کہا ہی اِنَّ اِمْتِنَاعَ التَّرْکِ
لَا یَقْدَحُ فِیْ حُصُوْلِ الْمَدْحِ یعنے جس چیز کا ترک کرنا ممتنع ہو اُسکا کرنا مانع مدح کرنے سے نہین ہوتا پھر کیونکر ہوسکے
کہ ادائے واجب خالی انعام و امتنان سے ہو اور جو جنھون نے کہا ہی کہ اگر بعثت نبی کی واجب ہوتی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام دعا
نکرتے اُسکا جواب یہ ہی کہ اگر دعا کرنا اُس چیز کے لیے جائز ہوتا جو مطلقًا واجب نہو تو کوئی دعا اہل مشیت سے کہ حق تعالیٰ
کو اپنے علم کے مطابق فرمانا اور موافق وعدہ کے قول کا ایفا کرنا واجب ہی صحیح نہو تے اور بھی وجوب بعثت قبل سے یہ کہان

ضرور تھا کہ ذریت ابراہیم سے پیغمبر ہون اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بعثت کی عموماً دعا نہین کی بلکہ دعا اسکی
کی تھی کہ اُنکی ذریت سے نبی مبعوث فرما پھر یہ استدلال کہان صحیح ہوا اور حقیقت یہ ہی کہ تفضل کے مراتب ہین بعض مدارج
مین تفضل کا پہلو غالب ہی اور بعض مین پہلو واجب ہونیکا غالب ہوتا ہی مثلاً افاضۂ وجود مین اُسکا تفضل ہونا واضح تر ہی
وجوب سے کیونکہ کوئی جہت پہلے نہ تھی کہ اُسکے سبب سے پیدا کرنا ضرور ہوا اور استحقاق حاصل ہوا اور لیکن اُسکا وجوب بنا
پس اگرچہ عقل پہلی نظر مین تو اُسے نہین سمجھ سکتی لیکن بنظر تامل دیکھا جاے تو خالی واجب ہونے کی جہت سے نہین ہی کیونکہ
فعل حکیم خالی حکمت سے نہین ہی اور ممتنع ہی کہ حکیم مخالفت حکمت کی کرے اور انسان کے موجود کرنے مین کہ اشرف موجودات
ہی بہ نسبت اور مخلوقات کے پیدا کرنے کے اظہار حکمت زیادہ ہی پس وہ احق بالوجود ہی اور جب ایسا ہوا تو ایسے موجودات کا
پیدا کرنا لازم ہوا کہ اس عالم کے پیدا کرنے سے مقصود اصل خلق فرمانا انسان کا ہی اور بعد پیدا کرنے کے ایسے مخلوق کو مہمل چھوڑنا
اور غفلت کرنا اُسکی اصلاح امور معاش و معاد سے نظر بحکمت خدا قبیح ہی اور اصلاح امور کے اُسکی بنظر اُسکی حکمت و کرم کے
واجب تر اور لازم تر ہی پس اس حال مین وجوب کا پہلو تفضل سے غالب ہی اور عمدہ اصلاح حال اُسکے منحصر امر و نہی مین اور
معین کرنے قوانین شریعت کے اور تکلیف دینے کے ساتھ اُن خیرون کی جو دنیا و آخرت مین اُسکے لیے فائدہ پہونچانے والی
ہون ہی کہ وہ نہین حاصل ہوتی مگر ساتھ بھجوانے پیغمبرون کے پس بنظر حکمت وجوب بعثت ثابت ہی گو یہ سب بسبب اسکے کہ
پہلے سے کسی چیز کا استحقاق بندون کی طرف سے ظاہر نہین ہوا بسبب عدم ظہور طاعات کے تفضل کے شمار مین محسوب
ہو سکتے ہین اور امتنان ان مستحسنات کے ساتھ صحیح ہوتا ہی پس بنظر کرم و حکمت کے واجب ہونا منافی امتنان کا نہین ہی
اور اس سے زیادہ یہ ہی کہ بعد فرمان برداری و طاعت گذاری اور اجتناب کرنے مناہی سے جو استحقاق ثواب ابداً وان کا
حاصل ہوتا ہی اس صورت مین وہ ظاہر ہی اور بمقابل اُسکے بہشت مین داخل کرنا موافق وعدے کے ضرور ہی لیکن بمقابل عظمت و
بزرگی خداوند عالم اور کم ہونے طاعتون کے اُس درجہ کمال کبریائی کے کہہ سکتے ہین کہ سب کی عبادت ہیچ ہی اور کچھ
نہین ہی اُسکا قبول فرمانا محض تفضل ہی خصوصاً جبکہ اچھے عمل بُرے عملون کے ساتھ ملے ہوے ہون جیسا کہ وہی اکثر ہی
اسوقت مین زیادہ تر یہ مقام ہوتا ہی کہ کہین کہ اگر بخشے یا عمل طاعت کو قبول کرے تو وہ محض تفضل ہی بالجملہ بلحاظ ان
اُمور کے تفضل ہر امر مین جناب اقدس الٰہی کے افعال سے کہنا اور جاننا چاہیے اور نفی تفضل کی کسی مرتبہ مین مراتب وجوب سے
نہین کرنی چاہیے کہ مرتبہ وجوب کا افعال عباد مین اور ہی اور افعال خالق مین اور ہی کیونکہ جس چیز کو اُسنے اپنی ذات اقدس پر
لازم فرمایا ہی وہ بنظر حکمت و کرم کے ہی نہ بمقابل کسی استحقاق سابق کے اسیلیے اُسکا مرتبہ اُسکے افعال مین یہ ہی کہ لا یسئل
عما یفعل پس جو وہ ہمارے لیے فائدہ پہونچاے خواہ اپنے ذمہ مین واجب و لازم فرما کر یا بدون اُسکے سب تفضل و کرم سے خالی
نہین ہی کیونکہ ہمارے کسی استحقاق کا عوض نہین اور اُسکا شکر ضرور ہی اور بندون پر جو واجب ہی وہ اس طرح ہی کہ اُسنے ہمکو
پیدا کیا ہی جان و عقل و حواس و آلات و قوی دیے ہین روزی دیتا ہی قادر ہی جو چاہے جسوقت وہ کرے اور جب جو چاہتا ہی وہ کرتا ہی

حیات وموت ہماری وابستہ اُسکی قدرت اور ارادے کی ہی ہم اُسکے مملوک ہین وہ ہمارا مالک ہی بمقابل اِس استحقاق کے
ہم پر حکم فرماتا ہی اور جو حکم اُسکا ہی اُسکا امتثال و فرمان برداری ہمارے لیے مفید اور نافرمانی مضر اور باعث زیان کاری
دنیا وآخرت ہی اور اسیلیے ہم اپنے کامون مین اِس مرتبہ مین ہین جو فرمایا ہی وھم یُسئلُون اور جو کچھ ہم سے فرمان برداری
اور طاعت ہو اُسمین کچھ ہمکو دعویٰ نہین ہی کیونکہ سبق استحقاق ہماری طرف نہین ہی جب اُسنے پیدا کیا اور آلات و
قویٰ وعقل دی اور نبی کو بھیجا کہ جنسے ہمین سب کچھ تعلیم کیا اُسوقت ہمنے بذریعہ اُن آلات کے جو اُسکے عطا کیے ہوے تھے
جو کچھ کیا تو ہمارا اُسمین کیا فعل ہی اگر اسے قبول کرے تو تفضل ہی نہ وہ واجب ہمارے کرنے مین ہی ہان معصیت البتہ
ہمارا استحقاق ہی کیونکہ بعد اتمام حجت ہمارے سوء اختیار سے ہوا ہی کہ جو آلات طاعت کے لیے دیے تھے اور اسکے لیے الہام
فرمایا تھا اُسکے خلاف جسکے لیے منع فرمایا تھا اُسمین اُسکا صرف کیا فافہم **دلیل دوسری** اور وہ دلیل حکما کی ہی اور وہ
یہ ہی کہ انسان مدنی الطبع ہی کہ اُسکے کام بدون اجتماع کے اور ایک کی دوسرے کو اعانت کیے منتظم نہین ہوتے کیونکہ وہ محتاج
ہی طرف کھانے کے کپڑے کے رہنے کی جگہ کے اپنے واسطے عیال کا محتاج ہی انکی ضرورتون کے برلانے کے لیے اعانت
چاہتا ہی دفع دشمن کے واسطے سلاح چاہتا ہی بالجملہ ہر چیز کے لیے اِن چیزون سے ایک کا رکن چاہیے ایسا کہ جو اپنی عمر صرف
کرے اُسمین کیونکہ غذا کے بہم پہونچنے کو پہلے زراعت وکاشتکاری مع اُسکے مقدمات کی ضرور ہی اور جب دانہ کھیت سے
گھر مین آے تو جو لائق پیسنے کے ہی اُسکا پیسنا جو صاف کرنے کے لایق ہی اُسکا صاف کرنا چاہیے بعد اُسکے اُسکا پکانا جب اتنے
کام ہو لین تب غذا کھانے کے قابل ہوتی ہی اسی طرح لباس مین روئی کا بونا یا کرم ابریشمی کا پالنا اور اُس سے روئی یا ابریشم کا
حاصل کرنا بعد اُسکے اُسے کاتنا اور اُس سے سوت یا ریشم بنانا پھر اُسے بُننا جب کپڑا تیار ہو چکا تو اُسے قطع کرنا سینا جب یہ سب کام
ہو چکین تو لایق پہننے کے ہوتا ہی اور گھر ہاتھ نہین آسکتا مگر ساتھ عمارت کے اور جو اسباب خانگی اُسکے لیے ضرور ہین پس اگر
ایک آدمی اپنی ضروریات اور اپنے عیال کی ضروریات مین مصروف ہو تو بعضی ہی چیزون مین عمر بسر ہو جاے اور انجام اُسکا
دشوار ہو کہ متعذر ہو جاے پس اُسکا تعیش مربوط ہی معالجہ اور معاونت کے ساتھ کہ جو بمشارکت حاصل ہوتی ہی مثل
اسکے کہ کوئی زراعت کرتا ہی کوئی کپڑا بنتا ہی کوئی درزی ہی سیتا ہی کوئی گوشت بناتا ہی کوئی پکاتا ہی بالجملہ سب ملکر جو کام
کرتے ہین اِس سے سبکو آسانی ہوتی ہی خیاط طباخ سے روٹی لیتا ہی طباخ خیاط سے سلواتا ہی اور یہ بدون اجتماع کے
صورت نہین پکڑ سکتا اور اجتماع مظنہ فساد ہی پس واجب ہی یہ کہ درمیان مین انکے معاملہ عدل وانصاف ایسا ہو کہ ایک
دوسرے پر تعدی وزیادتی نکرے اور ضابطہ عدل منحفظ نہین ہوتے مگر ساتھ شرع کے اور ضابط قوانین شرع نہین ہی
مگر شارع ایسا شارع کہ تمام خلق سے متمایز ہو باستحقاق اطاعت کہ موئد ہو خدا کی طرف سے ساتھ آیات ومعجزات کے
جو دلالت کرتے ہون اِس بات پر کہ وہ خدا کی طرف سے بھیجا آیا ہی اور قول اُسکا حجت ہی **دلیل تیسری** اصحاب عارفین اور
مقتبسین انوار ہدایات ائمہ معصومین علیہم السلام کی ہی جو حاوی وجامع تر ہی بنسبت اور تقریرون کے اور تائید وتقویت

کرنیوالی اسکی روایت محمد بن یعقوب کلینی کی ہی منصور بن حازم سے کہ کہا اُسنے عرض کیا مین نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت مین کہ جسنے خدا کو پہچانا اور اُسکی معرفت حاصل کی وہ البتہ یہ جانتا ہی کہ پروردگار رضا و غضب رکھتا ہی اور اُسکی رضا و غضب نہین پہچانی جاسکتی مگر جبکہ اُسپر وحی نازل ہو ہرگاہ خود پیغمبر ہو یا پیغمبر کے بھجوانے سے اُنکے واسطے جنپر وحی نہین نازل ہوسکتی پس جسپر کہ وحی نہین آسکتی اُسکے واسطے ضرور ہی کہ پیغمبر کی تلاش کرے اور جب اُنکی ملاقات سے مشرف ہو تو جانے کہ یہ حجت خدا ہین اور فرمان برداری اُنکی واجب ہی حدیث یہ بڑی ہی آخر مین اسکے حضرت نے یہ کلام منصور بن حازم کا سنکر فرمایا کہ حق تعالیٰ تجھپر رحم فرماے اور اُسکی کتاب مین ہشام بن حکم سے مروی ہی کہ کہا انھون نے کہ ایک زندیق نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا کہ تمنے نبوت انبیا کو کہان سے ثابت کیا حضرت نے فرمایا کہ جب ہمنے ثابت کیا کہ ہمارے لیے کوئی خالق ہی صاحب صنعت اور وہ برتر جملہ مخلوقات سے ہی اور صاحب حکمت ایسا صانع ہی کہ خلق کو اُسکا مشاہدہ کرنا اور اُس سے معاشرت روا نہین ہی اسی طرح اُس سے کلام بھی نہین کرسکتے اور جو کوئی اپنی حجت کو دوسرے پر تمام کریگا تو بالضرور اسکے واسطے ثابت ہونگے اور سفیر کہ اُسکے کلام کی حکایت کرین اور اُسکے پیام کو اُسکے بندون تک پہونچائین اور رہنمائی کرین انھین اُن باتون مین کہ جس مین منفعت و مصلحت اُنکی ہو اور اُسکا کرنا وسیلہ اُنکے دنیا مین باقی رہنے کا بحیثیت انتظام عالم کے یا آخرت مین باقی رہنے کا وسیلہ ہوگا بحیثیت ایمان قبول کرنے کے اور ترک اُنکا اُنکی ہلاکت کا موجب ہوگا پس ثابت ہوئی حاجت ساتھ حکم کرنے والون کے اور منع کرنے والون کے جو خدا کی طرف سے ہون جو دانا تر مخلوقات سے ہون چوتھی دلیل یہ ہی کہ چونکہ بندے جناب اقدس الٰہی سے بہت دور ہین اور بسبب اپنے نقص ذات و صفات کے جناب احدیت کے ساتھ اور کوئی ربط اُسکی عزت و جلال سے نہین رکھتے پس ضرور ہوا کہ بندون کے اور پروردگار کے بیچ مین ایسے واسطے اور رابطے ہون کہ وہ مراتب تقدس و روحانیت اور حالات جسمانی اور لوازم بشری کے جامع ہون اور اس وجہ سے پہلے ارتباط ساتھ ذات پاک احدیت کے رکھتے ہون تاکہ اُسکے باعث سے انھین احکام اور معارف و علوم شرعی کا لینا ممکن ہو اور جہتہ بشریت کے ذریعہ سے مناسبت مخلوقات سے رکھتے ہون کہ احکام الٰہی کو رعایا پر القا کرین اور اسی وجہ سے حق تعالیٰ نے اپنے پیغمبرون کو جنس انسان سے ظاہر مین پیدا فرمایا اور باطن مین بذریعہ نفس قدسی کمال ذات و محاسن اخلاق و صفات مین انھین اُنکے غیر گردانا پس ہر ایک اُنمین سے جو جو برائیان اور خرابیان آدمیون پر بسبب مقتضائے نفس امارہ بشری اور دواعی شہوات کے جو جسد عنصری کے ذریعہ سے وارد ہوتے ہین اُن سب سے منزہ اور دور ہی موانست خلق کے واسطے مثل کلمہ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ لسان مقال سے یا زبان حال سے کہتے ہین یعنے نہین ہون مین مگر ایک آدمی مثل تمھارے کہ مجھپر وحی نازل ہوتی ہی تا رعایا متوحش نہون اپنے حاکمون سے جبکہ جانین کہ یہ بھی ہمارے بنی نوع سے ہین اور اسلیے جب کفار نے درخواست کی کہ فرشتہ رسالت کو خدا کی طرف سے ہم پر کیون نہ آیا تو جواب مین ارشاد فرمایا کہ اگر مین فرشتہ کو پیغمبر کرتا تو جب بھی اُسے کسی آدمی کی صورت پر ظاہر کرتا اور ہر آئینہ مشتبہ کرتا اُنپر اُس چیز کو جسے

وہ شبہہ کیے ہین یعنے رفع توحش کے لئے آدمیون کے اور آزمایش کے لیے خلق کے فرشتہ کو بھی بصورت انسان متصور کرتا جاننا چاہیے کہ شیعون کے جملہ معتقدات سے یہ بھی بات ہے کہ کبھی زمین ابتداے خلقت ذوی العقول سے خالی حجت خدا سے نہین ہے اور نہ ہوگی خواہ وہ حجت نبی ہو یا امام اور وہ زمانہ جو دو پیغمبرن کے بیچ مین گذرتا ہے کہ اُسوقت نبی نہین ہوتا اور اُسے زمان فترت کہتے ہین وہ اگرچہ پیغمبر سے خالی ہوتا ہے لیکن اُنکے وصیاؤن سے نہین خالی ہوتا اسی طرح بعد جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ کے بھی زمانہ خالی حجت خدا سے نہین ہا اور نہ ہے مگر ایسے زمان فترت نہین کہتے کیونکہ زمان فترت وہ ہے کہ جو دو پیغمبرن کے بیچ مین ہو اور بعد حضرت کے نبی نہوگا تو وہ اصطلاح کیونکر اطلاق کیجاے لیکن حجت خدا کا تمام ہونا ہر وقت خلق پر ضرور ہے جیسا کہ جناب امیر علیہ السلام سے ماثور ہے کا تخلو الارض من قائم للہ بحجۃ ظاہر مشہور اُستتر مغمور یعنے زمین خالی نہین ہستی اِس سے کہ کوئی خدا کی طرف سے قائم ہو خواہ وہ حجت ظاہر و مشہور ہو یا پوشیدہ و غیر معلوم ہو لیکن بعض نے شبہہ کیا ہے کہ بعض بلاد جو معظم معمورات سے زمین کی دور مین جیسا امریکا ہے یا قطب جنوبی کے نیچے آبادیان اب ظاہر ہوئی ہین یا آیندہ ہون کہ اکثر اُنکے تصرف والیان فرنگ مین ہین وہان کوئی پیغمبر اور حجت نہین ہوا اور نہ اُن تک کسی نبی کی دعوت کا پہونچا ہے پس حجت خدا کی اُنپر تمام نہین ہوئی اور فائدہ ارسال نبی کا ایسے مقامات مین متحقق نہین ہوا تو اس شبہہ کے جواب مین کہنا چاہیے کہ اول اُنکا حال اچھی طرح معلوم نہین کہ اُنکی ہدایت کس کس طرح فرمائی گئی اور کب سے وہ مقامات آباد ہوے اور کس حجت خدا کے زیر حکم رہے علاوہ اسکے حدیث علوی کا مطلب تو یہ ہے کہ زمین خالی حجت خدا سے نہین ہستی نہ یہ کہ کوئی جگہ خالی نہین ہستی ہر پہاڑ پر اور ہر گاؤن مین اور جزیرہ مین اور ہر بندر پر حجت کا رہنا ضرور ہے یہ ہرگز نہین فرمایا جو تمھارا شبہہ موثر ہو اور فائدہ ارسال حجت کا خلق کی تمکین ہے اور جب ایک مقام پر زمین سے حجت خدا موجود ہوا تو خدا کی طرف سے تمکین حاصل ہو چکی کیونکہ اب ممکن ہے کہ آدمی اُسے تلاش کر کے اپنے تئین اُس تک پہونچائین خدا پر ارسال پیغمبر واجب ہے اور اُسکے ہاتھ پر اُن چیزون کا ظاہر کر دینا ضرور ہے کہ جو اُسکی تصدیق نبوت کرین بعد اسکے آدمیون پر واجب ہے کہ اپنے تئین اُس حاکم پاس جو خدا کی طرف سے آیا ہے پہونچائین جیسا کہ اُس حدیث سے جو دلیل سوم مین مذکور ہوئی واضح ہوا اب اگر نہ پہونچین تو یہ قصور خلق کا ہے کہ باوجود فہم و عقل تجسس حجت خدا کی کیون نکی مگر یہ کہ محض غافل ہون تو اس صورت مین اُنسے مواخذہ سمعیات مین ساقط ہوگا **فصل دوم بیان مین شرائط نبوت کے** پس جاننا چاہیے کہ عمدہ شرط عصمت ہے اور وہ عبارت ہے اُس لطف سے کہ جسے حق تعالی بہ نسبت کسی بندے کے اپنے بندون مین سے اُسے عمل مین لاتا ہے پس وہ بندہ اپنے تئین بُرائیون سے باز رکھتا ہے اور اسکی تفصیل یہ ہے کہ عصمت ایک لطف خاص ہے کہ جسکی نسبت وہ متحقق ہو جاے تو سب باتون مین اُسے طاعت سے قریب کرتا ہے اور معصیت سے دور کرتا ہے یہان تک کہ کسی وقت اُس سے خلاف مرضی الہی سرزد نہین ہوتا ہے لیکن اسکے کہ لطف حد اضطرار کو پہونچے جیسا کہ شان الطاف الہی کی ہے اور اگرچہ حق تعالی کے الطاف فی الجملہ سب مکلفین پر جو مستحق لطف ہین مبذول

ہوتے ہین لیکن پیغمبر و امام کہ معصوم مطلق ہین بسبب اُنکے حسن باطن اور پاکیزگی طینت کے وہ اختصاص زیادہ اُسکے ساتھ رکھتے ہین جیسا کہ ضمن شرائط لطف مین مذکور ہو چکا ہی شیخ مفید علیہ الرحمہ نے لکھا ہی کہ عصمت مانع تمام اُس سے نہین ہی کہ قدرت ارتکاب قبیح پر نہ رکھتے ہون اور اسی طرح سبب اضطرار کا صاحب عصمت کے افعال حسنہ اور طاعات کے بجالانے مین نہین ہی بلکہ وہ ایک ایسی بات ہی کہ جسے خداوند عالم جانتا ہی کہ جب اس بات کو مین فلان بندے کی نسبت عمل مین لاؤن گا تو وہ کبھی گناہ نکرے گا اور یہ بھی از جملہ شرائط وجوب لطف الٰہی سے ہی کہ حق تعالی جانے کہ فعل لطف کے وقت مین کہ بندہ اختیار کرے گا طاعت کو و لیکن یہ جملہ مخلوقات مین مترتب نہین اور اسی جہت سے اس لطف کو عام نہین فرمایا بلکہ بصفوۃ اخیار مین اور اُنکی تعریف مین قرآن مین فرمایا ہی۔ اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَّا الْحُسْنٰی یعنے وہ اشخاص کہ جنکے لیے میری طرف سے نیکی نے سبقت کی ہی اور فرمایا ہی وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَیْنَ الْاَخْیَار یعنے بتحقیق کہ وہ اشخاص میرے نزدیک پاکیزگان اور نیکوکاران سے ہین پس ایسا لطف مخصوص اُن اشخاص کے ساتھ ہی کہ جنھون نے قوت عقل و فطنت اور پاکیزگی طینت اور حسن سیرت اور محاسن صفات و اخلاق کریمہ و صدق نیت اور خلوص محبت سے اپنے پروردگار کے ساتھ ہی سب سے ممتاز ہین پس حق تعالی نے اپنی بزرگی کو انکی نظر مین جلوہ گر فرمایا ہی کہ ہر وقت پروردگار جبار غفار کو حاضر و ناظر جانتے ہین اور گویا اُسے دیکھتے ہین پس کوئی حرکت و سکون اور فعل و ترک اُنسے سوا اسکے کہ موافق رضاے الٰہی ہو صادر نہین ہوتا اور اس جگہ سے واضح ہوا کہ عصمت ایسی چیز نہین ہی کہ خدا جبر سے کسی کو مطیع کرے اور معصیت سے باز رکھے ورنہ معصوم مجبور ہوتے اور مستحق اجر و ثواب کے نہوتے باوجود اسکے کہ وہی مخصوص ہین ساتھ اعلی مدارج قرب کے اور مقام محمود کے اور شفاعت کبری کے اور جب یہ معلوم ہو چکا تو جاننا چاہیے کہ مذہب امامیہ کا بالاتفاق یہ ہی کہ سب پیغمبر معصوم ہین گناہان کبیرہ و صغیرہ سے اور منزہ ہین گناہون سے قبل نبی ہونے کے اور بعد پیغمبر ہونے کے پس کسی وقت مین اُنسے گناہ سرزد نہین ہوتا نہ از روے عمد نہ از روے سہو و خطا جیسا کہ علامہ حلی علیہ الرحمہ نے کشف الحق مین اسکی تصریح فرمائی ہی اور اہل سنت مطلق عصمت سے انکار کرتے ہین اور اجتہاد و خطا بلکہ صدور کبائر کا بھی انبیا سے جایز جانتے ہین پس ایک جماعت معتزلہ تجویز صدور گناہان صغیرہ کی پیغمبرون سے کرتی ہی اس جہت سے کہ کثرت اعمال خیر سے مضمحل ہو جاتے ہین اور بعض اُنسے کہتے ہین کہ گناہان صغیرہ از روے سہو انبیا سے سرزد ہوتے ہین چنانکہ عمداً اور اشعریہ اور حشویہ اہل سنت نے کہا ہی کہ گناہان صغیرہ و کبیرہ کا صادر ہونا اُنسے جائز ہی سوا دو گناہون کے ایک کفر دوسرا دروغ اور بعض نے کہا ہی کہ صدور کفر کا بھی جائز ہی لیکن قبل نبی ہونے کے اور علامہ حلی علیہ الرحمہ نے کشف الحق مین لکھا ہی کہ بعضے اُنکے بعد نبوت کے بھی جواز کفر کے قائل ہوے ہین اور فاضل قوشجی نے کہا ہی کہ جمہور اہل سنت اسپر گئے ہین کہ پیغمبرون سے ہر گناہ معجزے کے منافی ہی اور اُسکے کرنے مین کفر سے محفوظ رہین اور وہ بظاہر منحصر ہی تبلیغ رسالت مین جھوٹ بولنے سے پیغمبرون پر جائز ہی اور پھر کہا ہی اُسنے کہ اُنکے قاضی نے منافی معجزہ کو بھی سہواً پیغمبرون پر روا رکھا ہی اس صورت مین

کذب تبلیغ رسالت مین بھی سہواً اُنکے نزدیک جائز ہوجائیگا اور ازارقہ خوارج نے کفر کو بھی روا رکھا ہی کیونکہ وہ ہر گناہ کو
مستلزم کفر کا جانتے ہین بالجملہ امامیہ کے نزدیک سب مخالفین کے اقوال باطل ہین اور دلیلین عصمت کے واجب ہونے کی
انبیا اور ائمہ معصومین علیہم السّلام کی بہت ہین اور محقق طوسی علیہ الرّحمہ نے تجرید مین تین دلیلین ذکر فرمائین ہین پہلی
یہ کہ غرض انبیا کے مبعوث کرنے سے جو ہی وہ نہین حاصل ہوتی مگر عصمت کے ساتھ پس انبیا کی عصمت واجب ہی
غرض مطلوب کے حاصل کرنے کو کیونکہ اگر پیغمبرون سے گناہون کا صادر ہونا روا ہو تو کذب دروغ کا صادر ہونا اُنسے
ممتنع نہو پس جو کچھ کہ وہ حکم اور نہی اور وعدے اور وعید خدا کی طرف سے بیان کرتے ہین بسبب اِسکے کہ جھوٹ کا
ہونا اُسمین محتمل ہی اُن باتون کا اعتماد باقی نہ رہے اور آدمی اطاعت اور فرمان برداری اُنکی بسبب عدم اعتماد کے اُنکے احکام
کے ساتھ نکرین اور یہ خلاف غرض مطلوب ہی دوسری یہ کہ اگر اُنسے گناہ صادر ہون تو دو ضدون کا واجب ہونا
لازم آتا ہی ایک اُنکی متابعت کا واجب ہونا اِس گناہ مین اِسلیے کہ متابعت نبی کی ہر امر مین واجب ہی دوسرے اِس
گناہ مین اُنکی مخالفت کا واجب ہونا اِسلیے کہ گناہ سے اجتناب کرنا واجب ہی دلیل امر اول یعنے واجب ہونے کی قول
خدا ہی۔ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ یعنے کہو اے محمد صلی اللہ علیہ و الہ کہ اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو
تو میرے تابع ہو تا کہ خدا تعالی تمھین دوست رکھے اور دلیل دوسری بات کے واجب ہونے کی یہی قول خدا ہی۔ وَلَا
تَرْکَنُوْا اِلَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا یعنے میل نکرو اُنکی طرف جو ظلم و گناہ کرتے ہین اور قول عز اسمہ کا۔ وَیَنْہٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ
وَالْمُنْکَرِ یعنے حق تعالی نہی فرماتا ہی فحشا و منکر سے اور دو ضدون کا واجب ہونا محال ہی پس عصمت واجب ہی تا کہ محال
لازم نہ آے اور شاہ عبدالعزیز دہلوی نے اِس دلیل کو عصمت نبی کے لیے اِس طرح بیان کیا ہی کہ اگر پیغمبرون سے عمداً گناہ
صادر ہون تو چونکہ اُمت مامور ہی اُنکے اتباع کے ساتھ موافق آیہ اولی کے جو مذکور ہوا قُلْ اِنْ کُنْتُمْ الخ اور خود یہ گناہون سے
آدمیون کو باز رکھتے ہین تو تناقض دعوت قولی اور فعلی مین لازم آتا ہی بالجملہ شاہ صاحب نے اِس دلیل کو
عمداً گناہ کے صادر ہونے کے ساتھ تخصیص کیا ہی تا کہ منافی مطلب اہل سنت کے جو گناہان کبیرہ کا نبی سے سہواً صادر ہونا
تجویز کرتے ہین لازم نہ آے لیکن جب خود اُنھون نے گناہان صغیرہ کا صادر ہونا سہواً تجویز کیا تو اب حجت اُنکے گناہان
کبیرہ کے نہ صادر ہونے پر اگرچہ سہواً کیون نہو ناتمام ہوگی اور واقع مین یہ ہی کہ دلیل عصمت عام ہی اور تخصیص اِسکی
بیجا ہی جیسا کہ مقدمات دلیل کے اُسپر خود شاہد ہین تیسری یہ کہ اگر گناہ پیغمبرون سے صادر ہون تو نبی کو زجر و منع
کرنا بھی گناہ سے اُمت پر واجب ہو کیونکہ دلیلین امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی عام ہین جس سے منکر صادر ہوا ہی اُسے
زجر و منع کرنا واجب ہوگا اور وہ بدون ایذا رسانی کے ممکن نہین ہی اور پیغمبر کو زجر کرنا اور اذیت کا پہونچانا
باجماع اُمت حرام ہی جیسا کہ حق تعالی فرماتا ہی۔ وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ
یعنے جو شخص کہ اذیت دیتے ہین خدا کو اور اُسکے پیغمبر کو حق تعالی لعنت کرتا ہی اُنپر دنیا اور آخرت مین اور شارح قوشجی نے

پہلے چند مفاسد عصمت نہونے پر مبنی کے لیے بیان کیے ہین ایک یہ کہ اگر پیغمبر سے گناہ سرزد ہوون تو اِس تقدیر مین
گواہی اُنکی مقبول نہوگی کیونکہ فاسق کی گواہی لائق قبول نہین ہے۔ اور جبکہ گواہی اُنکی اُمور خسیسہ دنیاوی مین
قبول کے لائق نہوئی تو اُمور جلیلہ آخرت مین کب لائق سننے کے ہوگی دوسرے جب اُنھین عصمت نہوئی اور
گنہگار ہوے تو مستحق عذاب و ملامت کے ہونگے کیونکہ خدا کے اِس قول کے نیچے داخل ہونگے جو فرمایا ہے
وَمَنْ يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَاِنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ یعنے جو شخص کہ نافرمانی خدا و رسول کی کرے گا اُسکے لیے آتش جہنم
آمادہ ہے۔ اور فرمایا اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ آگاہ ہو کہ خدا کی لعنت واسطے ظلم کرنے والون کے ہے۔ اور قول اُسکا
لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ یعنے کیون وہ بات کہتے ہو جسے خود نہین کرتے اور قول اُسکا اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ
اَنْفُسَكُمْ یعنے آیا حکم کرتے ہو آدمیون کو نیکی کرنے سے اور اپنے واسطے اُسے بھولاتے ہو لیکن یہ سب باتین با جماع
نبی کے واسطے ثابت نہین منتفی ہین اور بہت بُرے لایق تنفر کے ہین تیسرے یہ کہ گنہگار صلاحیت مرتبہ نبوت
تک پہونچنے کی نہین رکھتا موافق قول خدا کے لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ چوتھے یہ کہ بندگان مخلصین سے نبی ہوگا
اسلیے کہ جسے شیطان اغوا کرے وہ مخلص نہین ہے غیر مخلص ہے بسبب اِسکے کہ حق تعالی نے اُسکی حکایت فرمائی کہ کہا اُسنے
لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ یعنے مین سب بنی آدم کو اغوا کرونگا مگر اُنکو جو تیرے بندگان
مخلص ہین پانچوین یہ کہ اگر گنہگار ہو تو جلدی کرنے والا طرف نیکی کے نہوا اور نہ برگزیدون مین شمار کیا گیا ہو لیکن لازم
اُس سے نہین پایا جاتا کیونکہ حق تعالی بعض پیغمبرون کے حق مین فرماتا ہے کہ۔ اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرَاتِ یعنے
تحقیق کہ تھے وہ جلدی کرنے والے نیکیون مین اور قول اُسکا وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ یعنے تحقیق کہ
وہ نزدیک میرے برگزیدگان و نیکو کاران مین ہین اور بعد اِسکے فاضل مذکور نے اِسکے جواب دیے ہین اِس طرح کہ یہ دلیلین
مطلق گناہ کے نفی پر خصوصًا جبکہ گناہان صغیرہ سہوًا صادر ہوون دلالت نہین کرتین کیونکہ اُس طرح گناہ کا صادر ہونا مخل
اعتماد کو قول و فعل نبی کے نہین ہوتا اور معہذا متابعت نبی کی قبل بعثت واجب نہین ہے اور بعد بعثت بھی واجب
نہین ہے مگر اُن اُمور مین جو متعلق بشریعت و تبلیغ احکام ہوون اور جو کچھ اُنسے سہوًا سرزد ہو اُس سے انکار جائز نہین ہے
اور گواہی نبی کی گناہ کرنے سے اُسوقت لایق رد کرنے کے ہوگی جبکہ وہ گناہ کبیرہ ہو یا صغیرہ پر اصرار ہوا اور اُس سے توبہ نکرے
اور زجر و منع اور استحقاق ملامت کا اور عذاب و لعن کا نہین ہوتا مگر جب عمدًا گناہ کرے اور توبہ نکرے اور باینہمہ پیغمبر
نہی کرنے سے منکر کے متاذی نہین ہوتا بلکہ مسرور ہوتا ہے اور کہا ہے اُسنے کہ بالجملہ دلالت کرنا وجوہ مذکورہ کا اوپر نفی کبیرہ کے
سہوًا اور اُس صغیرہ کے جو لایق نفرت نہو اور اُسے عمدًا نبی واقع کرے محل نظر ہے فقط اور ظاہر ہے کہ اِس کلام سے یہ امر
بخوبی واضح ہوا کہ اِنکے محققین دلیل نقض غرض بعثت کو مختص کرتے ہین اُن معاصی سے جو بعثت کے بعد نبی سے سرزد
ہوون اور وہ بھی مخصوص ہین اُس حالت کے ساتھ کہ جب کبائر کو عمدًا کرے یا کر کے توبہ نکرے یا اُن صغائر مین جو منفرہ

ہوا اور انھین عمداً کیا ہو پس بعثت کے پیشتر جو کچھ ہوا ہو وہ ہوا اور بعد نبی ہونے کے کبیرہ عمداً انسے صادر نہین ہوتا
بنا بر قول جمہور حضرات اہل سنت کے اگرچہ قاضی ابو بکر نے انکے طائفہ سے کفر و کذب کو بھی تبلیغ رسالت مین تجویز
کیا ہی اور اشاعرہ اصلا دلیل نقض غرض سے جو عقلی ہی کام نہین رکھتے جیسا کہ شارح مواقف نے کہا ہی کہ لیکن کبائر کا
انبیا سے صادر ہونا عمداً بعثت کے بعد پس جمہور محققین نے اُسے فرمایا ہی مگر فرقہ حشویہ ب کلام اسمین ہی کہ آیا یہ
عدم جواز صدور گناہ کا عقلی ہی یا شرعی معتزلہ پہلے کے یعنے عقلی ہونے عدم جواز کے قائل ہوے ہین اور اشاعرہ
دوسرے کے یعنے وہ کہتے ہین کہ عدم جواز شرعی ہی لیکن صادر ہونا کبائر کا نبی سے سہواً یا بنا بر خطا کرنے کے
تاویل مین پس اکثر علما اُسے تجویز کرتے ہین اور مختار اسکے خلاف ہی یعنے بعد بعثت کے گناہ صادر نہین ہوتا فقط
اور ان بیانات سے بخوبی واضح ہوتا ہی کہ حضرات اہل سنت کو عموماً اور فرقہ اشاعرہ کو خاصتہً کہ مذہب و مختار
شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی کا ہی وہی ہی ادعا عصمت مطلق کا پیغمبرن کی اور ادعاے نقض غرض بعثت مطلقاً
زیبا نہین ہی اور جو شخص کہ اُن حضرات سے بعد تصریحات مذکورہ کے ایسا ادعا کرے وہ خلاف اُن تصریحات کے
ہوگا اور عقل سے احتجاج اُنکے مذہب کے موافق درست نہ آئیگا اور جب حضرات اشاعرہ عصمت جنمیہ مین جسکی مراد
یہ ہی کہ نبی سے بعد بعثت کے گناہ عمداً نہین ہوتا اور اُسکا ادعا رکھتے ہین دلیل سمعی کی طرف رجوع کرتے ہین اور اس
رجوع مین دور کے لازم آنے کا اندیشہ جو ظاہر ہی نہین کرتے تو اگر فرقہ امامیہ بعد اثبات عصمت فی الجملہ کے بطور عقل
اگرچہ بیچ اُن چیزون کے ہی جو متعلق بہ تبلیغ احکام ہین تکمیل و تتمیم دعوی عصمت مطلقہ کی رسول پروردگار کے لیے
دور کے لازم آنے کے خوف سے احتراز کرنے کے لیے کرین تو کچھ استغراب کا محل ہوگا اور بعض ادلہ عقلیہ اگر عام ہون
تو وہ فرقۂ امامیہ کے ثبوت مرام مین قادح نہین بلکہ فرقہ حشویہ کے دفع اقوال مین کام آئینگی پس باجماع علماے فرقۂ
حقہ بلکہ باجماع آل رسول کہ وہ ثقلین مین سے ایک وہی ہین اور متمسک اُنکے ساتھ موافق نص متفق علیہ بین الفریقین ناجی ہی
اور وہی حجت بھی چاہیے کہ دعوی عصمت مطلقہ بے چون و چرا مقبول ہو اور یہ کیا ضرور ہی کہ غرض بعثت سے محض
تبلیغ احکام ہو بلکہ جیسا کہ جناب سید سند نے حدیقہ سلطانیہ مین فرمایا ہی اُسے سمجھنا اور جاننا چاہیے کہ غرض بعثت سے
تبلیغ احکام ساتھ ظاہر ہونے عظمت و بزرگی اور رفعت کلام انبیا علیہم السلام کے جملہ مخلوقات کی نظر مین تحصیل
انقیاد تام کے لیے اور تا کہ سب تاسی اور پیروی اہل عصمت علیہم السلام کی اقوال و افعال مین کرین ہو اور یہ ایسی بات ہی
کہ بلا تامل ذہن سلیم اُسے قبول کرتا ہی اور لطف تام جناب باریتعالی کا یہ ہی کہ ہماری ہدایت کو ایک راہنما ایسا بھیجے جو
احکام الٰہی ہم تک پہونچاے اور اُسکی تعمیل و امتثال مرہجا لا کر قولاً و فعلاً ہمین دکھاے کہ ہم اُسے کرسکین و الا فقط تبلیغ احکام
تو اس طرح بھی ممکن تھا کہ فرشتہ پکار کر کہہ دیتا یا لکھے ہوے احکام آسمان سے گرتے کہ اہل زبان اُسے سمجھ سکتے لیکن سہولت
اسمین کیونکر ممکن ہوتی جیسا کہ ارشاد ہدایت بنیاد صلوا کما صلیت یعنے نماز اُس طرح پڑھو جیسا کہ مین پڑھتا ہون

فائدہ حاصل ہوا اور یہ اغراض حاصل نہین ہو سکتے مگر جبکہ نبی سے مطلق گناہ صادر ہونے کی نفی کیجائے قبل نبی
ہونے کے اور بعد نبی و مبعوث ہونے کے اور عمداً ہو یا سہواً متعلق باحکام شریعت ہو یا نہو کیونکہ یہ بات ظاہر ہو کہ
گناہ کرنے سے اعتماد جاتا ہی پھر جسطرح نبی سے گناہ سرزد ہوگا اُسکے اعتماد کو زائل کرے گا اور پھر انقیاد تام و رتاسّی
کی لیاقت باقی نرہیگی اسے شاہ صاحب نے بھی ادلۂ عصمت جزئیہ کے اثبات مین کہا ہی کہ پانچوین یہ ہی کہ اگر گناہ کرنا
انبیا کا اُمت پر ظاہر ہو تو اُنکی اطاعت سے استنکاف کرینگے اور انبیا نظر اُمت سے گر جائینگے بلکہ پھر تصدیق نہ کرینگے
اور تکذیب کرینگے اور کہینگے کہ اگر یہ اپنی خبر دینے اور مواعید مین صادق ہوتے تو خود مرتکب ایسے کامون کے نہوتے
انتہی کلامہ پس بنظر تامل دیکھنا چاہیے کہ آیا اس کلام سے عموم عصمت کا سمجھا جاتا ہی یا نہین اور اگر ایسا نہو تو
کسطرح صغائر متنفرہ مین حجت اُنکی تمام ہو گی اور یہ خوب ظاہر ہی کہ احتمال جھوٹ بولنے کا خصوصاً اُن اُمور مین
جو متعلق تبلیغ ہین اگرچہ یہ صدور سہواً کیون نہو وثوق و اعتماد کو برباد دیتا ہی اور اسی طرح کفر و معاصی کا صادر ہونا
قبل نبوت کے بھی ہی اسی جگہ سے ہی کہ جب حضرت ابراہیم خلیل نے پروردگار جلیل سے عہد امامت کو اپنی ذریت کے
واسطے طلب کیا بقولہ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا تو یہ عرض بدرگاہ باری مقبول ہوئی اور جب اسکے بعد عرض کیا
وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ اسکے بعد بخطاب بر جواب لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِيْنَ سے ممتاز ہوئے اور اُس سے ہویدا ہی کہ تعلق
حکم کی وصف پر مشعر علت ہونے کی اُسکے ہی پس ظالم علت نہ پہنچنے کے اس کرامت تک ہوگا اور علت معلول پر
متقدم ہوتی ہی پس ظلم سابق مانع حصول کرامت لاحق سے نہوگا اور چونکہ ظلم عام ہی کفر و فسق سے اسلیے کہ کافر و
فاسق دونون اپنے نفس پر ظالم ہین پس عقل و نقل دونون پیغمبرون کی برات پر معاصی سے باہم دلالت کرتے ہین اور
کوئی شبہہ اسمین نہین ہی کہ عموماً انبیا معاصی سے مبرا ہین جیسا کہ نفی تعمد ظاہر کریمہ سے بخوبی واضح ہوئی کہ صدور
معاصی کا انبیا سے عمداً نہ قبل نبوت نہ بعد بعثت ہو سکتا ہی والا بالضرور ظالم ہون اب رہا نسیان سے بھی گناہ کا
نہ صادر ہونا پس یہ بھی ثابت ہوتا ہی کہ اگر سہواً معصیت انبیا سے سرزد ہو تو امان نہین باقی رہتی اور اطمینان
کسی طرح نہین حاصل ہوتا بلکہ ہر قول و فعل مین اُنکے اُمت کو یہ ممکن ہی کہ کہین یہ بات سہواً شاید کہی ہو اور اس صورت مین
کسی حکم پر اطمینان نہین ہو سکتا اور وہ منافی تصدیق ہی علاوہ اسکے حق تعالی نے انبیا کو تمامی خلق سے برگزیدہ
فرمایا ہی اور یقینی اُنکی شان رفیع اس سے برتر ہی کہ کسی قسم سے معصیت سہواً بھی اُنسے صادر ہو کیونکہ کفر و معصیت سابقہ بھی
استحقاق الطاف ربانی کی رافع ہوگی اور یہ بات ایسی ہی کہ جسے عقل سلیم فوراً قبول کرتی ہی اور نزاع کے قابل نہ بھی
لیکن حقیقت یہ ہی کہ جب امر خلافت مین اختلاف ہوا اور امامیہ نے عصمت اپنے خلفا کی مثل انبیا اور کفر سابق اور
صدور معاصی خلفاے حضرات اہل سنت کا اُنکی کتابون سے ثابت کر کے فضیلت شیخین اور اُنکے استحقاق خلافت سے
انکار کیا تو اُن حضرت نے بھی صلاح خلافت کو اپنے خلفا کی اسمین منحصر پایا کہ پہلے عصمت انبیا کو باطل کرنا چاہیے و

جب انبیا سے صدور معاصی کا ثابت ہو جاے اور مخل انکی پیغمبری کے نہو تو جو الزامات فرقہ امامیہ کے نسبت خلفا
وارد ہوتے ہین وہ برطرف ہو جائینگے اسیلیے اس مسئلہ مین بہت اُس طرف سے کوشش ہوئی والا حقیقت مین
یہ امر طول دینے کے لائق نہ تھا بلکہ اگر فی الواقع صدور معاصی کا اُنسے ممکن ہوتا جب بھی اُسے ظاہر کرتا و کتب
اعتقادات مین لائق ذکر کرنے کے نہ تھا کیونکہ حاضرین خدمت معجزات کو بھی دیکھکر یقین نبوت حاصل کرتے تھے
اور وہ سبب انکی تصدیق کا ہوتا تھا اور زمان غیبت نبی مین کہ کوئی معجزہ اب ظاہر نہین ہوسکتا فقط کلام نبی
منقول ہو ایسے حال مین انکی ایسی سیرت کا یقین دلانا اور ذکر کرنا جو تصدیق مین شبہہ پیدا کرے لوگون کے
اعتقاد کا خراب کرنا ہو اور دین خدا مین سستی پیدا کرنا ہو تعجب کی بات ہو کہ علماے اُمت کے بھی حالات کو
جو تذکرون مین انکے بعد لکھتے مین ہمین فضائل لکھتے ہین اور ایسے امور لکھتے ہین جس سے انکی رفعت شان اور زہد
و ورع اور صداقت ظاہر ہوتا کہ لوگ اُنسے حسن ظن پیدا کرین اور انکی کتابون پر عمل کرین نبی کے لیے جو صاحب
شریعت ہو ایسا امر پیدا کیا جاے جو مخل اُسکے تصدیق کا ہو اور خلائق کو انکے ساتھ حسن ظن رکھنے سے مانع ہو اور جیسا
یہود اپنے نبی کے ساتھ اعتقاد رکھتے مین وہ اعتقاد سب کو سکھایا جاے اور اُسے یقین کرایا جاے حالانکہ وہ گو خبر
صحیح ہو اور کتاب اللہ کی خلاف ہو مگر یہ بات راقم رسالہ کے نزدیک محض نزاع سے اختیار کی گئی اور کچھ لحاظ
اُسمین اپنے طریقۂ مختار کا بھی نہ رہا جیسا کہ شارح مواقف نے کہا ہو کہ حاصل اُسکا یہ ہو کہ لیکن قبل نبوت پس اکثر اصحاب
ہمارے اور ایک جماعت معتزلہ سے اسکے قائل ہوے ہین کہ انبیا سے گناہ کبیرہ کا صادر ہونا جائز ہو اسلیے کہ معجزہ اس
بات پر دلالت نہین کرتا کہ بعثت کے پیشتر بھی انبیا سے کبائر کا صادر ہونا ممتنع ہو اور عقل بھی اسے ممتنع نہین
جانتی اور ادلہ سمعیہ بھی دلالت اسی امر پر کرتے ہین فقط انتہی کلامہ اب محل غور ہو کہ شارح مواقف اشعری المذہب
ہین اور اشاعرہ قاطبتہً عقل کو امور دین مین دخیل نہین جانتے لیکن یہان اسکا بھی لحاظ نہوا اور ابطال عصمت
کے لیے عقل ناقص کو بیجا امر نبیے مین دخل دیا اور جو مطلب ادلہ سمعیہ کا تھا اُسکے بھی سمجھنے کی طرف توجہ نہ کی سبحان اللہ
کیا حضرات اشاعرہ کے نزدیک اگر عقلاً صدور معصیت نبی سے قبل بعثت ممتنع نہین ہو تو آیا یہ جائز ہو کہ اکثر یا تمام
انبیا مدت ہاے مدید بانواع فسوق و فجور متصف ہون مثل اسکے کہ زنا امہات و بنات کے ساتھ یا لواطہ آبا و ابنا کے
ساتھ اپنے کرتے ہون یا خون ناحق زمین پر گراتے ہون اور مسکرات کو پیتے ہون اور بعد اُسکے مرتبہ نبوت اور منصب
جلیل بعثت سے فائز ہون اور جبرئیل اُنپر نازل ہون اور بہر مرتبہ مین وہ ملائکہ مقربین سے جنھون نے چشم زدن
بھی معصیت الٰہی نہین کی افضل ہو جائین تو اگر یہ تجویز کرین تو حال اس تجویز کا پیش عقلا خود ظاہر ہو گا اور اگر تجویز
نہ کرین تو امتناع صدور کبائر کا قبل بعثت بھی واجب ہو گا علاوہ اسکے عصمت ملائکہ کی بشہادت کریمہ لا یعصون اللہ
ما امرہم نحوبی ثابت ہو اور انبیا کا افضل ہونا بھی ملائکہ سے ظاہر ہو پس چاہیے کہ بطریق اولیٰ معصوم ہون والا

کس طرح ممکن ہوگا کہ عاصی معصوم سے افضل ہو جاے دوسری وجہ یہ ہی کہ عصمت فقط ترک معصیت نہین ہی
بلکہ وہ عبارت ہی طینت کے پاک ہونے سے اور کمال فطنت اور مزید معرفت سے ساتھ بزرگی پروردگار کے اور
اسکے ساتھ موید ہونا اسکے صاحب کا ہر وقت الطاف خفیہ بانیہ سے تہدید و تائید تاکہ ہر وقت وہ شخص مراقب
اطاعت پروردگار کا بنے رہے اور امر و نہی سے تجاوز نکرے پس واقع مین وہ حالت مثل ملکہ راسخہ کے صاحب
عصمت مین ہوتی ہی کہ اول فطرت سے آخر عمر تک وہ اُس سے جدا نہین ہو سکتی پس اِس صورت مین بتفرقہ
معصیت کا کہ یہ صادر نہین ہو سکتا اور وہ صادر ہو سکتا ہی اور اسی طرح سہو و غفلت کی راہ سے مظنہ گناہ کے
سرزد ہونے کا اُنسے بیکار ہی کیونکہ جو خدا کو آٹھ پہر بچشم یقین دیکھتے ہین وہ کبھی چشم زدن نہ اُسکی نافرمانی کرتے
ہین نہ اُس سے غافل ہوتے ہین اور جب پیغمبر کو سن طفولیت سے عقل کامل حاصل ہوئی اور ہر وقت عظمت
الٰہی کا مشاہدہ اُنکی نظر مین ہوتا ہی اور ہر آن محبت خدا اور اطاعت الٰہی کا انھین شوق ہوا تو اس حالت کے
ساتھ معصیت اُنسے کیونکر صادر ہو سکتی ہی واضح ہو کہ یہ دلیل عصمت انبیا کی بطور برہان لمی ہی جو مادہ اشکال کو
قطع کرتی ہی لیکن تعجب ہی کہ حضرات اشاعرہ اسپر خیال نہین فرماتے اور گویا زمام حفظ نبی کی معاصی سے اپنے
دست اختیار مین رکھتے ہین جس معصیت کو چاہتے ہین اُسکا صدور اُنسے جائز کر دیتے ہین جسے چاہتے ہین
بری کر دیتے ہین اور سفراے الٰہی اور مقربان صمدی کو نافرمانی خدا مین متصف بسہو و نسیان ہونا ایسا
تجویز کرتے ہین کہ جس سے احاد افراد انسان سے اُنکی مشابہت تام لازم آتی ہی اور اِسمین اُنکے اقوال و افعال سے
یقینی امان مرتفع ہوتی ہی کیونکہ جسنے عظمت خدا کو نظر سے گرایا اگرچہ بسہو و غفلت کیون نہو پھر اُس سے کچھ دور
نہین ہی جو چاہے وہ کرے اور جو چاہے اُس سے واقع ہو اور اُسکے عیب و عار ہونے مین کوئی شبہہ نہین ہی لیکن
اِس مقام پر یہ ہو سکتا ہی کہ اُن حضرات کی طرف سے کہا جاے کہ یہ معنی عصمت کے ہمارے نزدیک مسلم نہین ہین
ہم اتنا جانتے ہین کہ خدا پر واجب ہی کہ جب نبی تبلیغ احکام مین مخالفت چاہے تو حق تعالی اُس سے مانع آئے پس
خدا کا مانع آنا باعث اسکا ہوتا ہی کہ منافی تبلیغ کو وہ ترک کرتا ہی اور غیر تبلیغ مین چونکہ حق تعالی کو منع کرنے کی
ضرورت نہین ہی تو خدا مانع نہین ہوتا اور نبی سے گناہ سرزد ہوتا ہی تو ہم اُسکے جواب مین کہینگے کہ حق تعالی حکیم ہی
نبوت کے لیے برگزیدہ نہین کرتا مگر ایسے اشخاص کو جو سزاوار اُسکے ہون اور ممانعت معاصی سے بقہر و غلبہ نہین
فرماتا و الا جبر لازم آے پس نفی تعلق عصمت کا حسن سیرت اور طینت پاک اور کیفیت راسخہ کے ساتھ ہوگا نہ یہ
کہ ہر کس و ناکس کو درجہ بلند پیغمبری کے لیے اختیار فرماے اور وقت خاص مین کہ تبلیغ احکام ہی حیلولہ معصیت سے
واقع کرے اور دوسرے وقت مین اُس حیلولیت کو واقع نکرے اور یہ معنی متتبع نصوص پر پوشیدہ نہین اور اِسمین کسیکو
گنجایش نہین ہی کہ انکار کرے اور تعجب کی بات زیادہ یہ ہی کہ اولیاء اللہ کے واسطے مراقبہ عظمت الٰہی اور درجات عالیہ

معرفت کے کہ جس سے سوا متابعت اور محبت محجوب کے اور کوئی بات نظر مین آسے ثابت کرتے ہین اور کہتے ہین کہ
فلان ولی کسی وقت فکر و ذکر الہی سے خالی نہین رہتا اور انبیا مین اسکی رعایت نہین کرتے بلکہ غفلت و ذہول
انکا عظمت الہی سے ثابت کرتے ہین یہان تک کہ صدور معصیت کو انسے تجویز کرتے ہین ماھذا الا شئ عجاب ولہ الحمد
بیتہ ظاہراً و باطناً اب اِس جگہ سے ظاہر و واضح ہوتا ہے کہ جو فاضل قوشجی نے کہا تھا کہ یہ دلیلین دلالت نفی
مطلق گناہ پر خصوصاً صغیرہ کہ سہواً صادر ہون نہین کرتین کیونکہ وہ مخل وثوق و اعتماد کو نہین کلام ظاہری ہے کیونکہ
فاضل مذکور نے غرض خدا کو بعثت انبیا سے منحصر وثوق عرفی مین جو عادل کے مرتبہ مین ہے سمجھا ہے اور یہ نہین
جانا کہ اگر اسی قدر خدا کو نبی سے مطلوب ہوتا تو فرق انبیا اور غیر انبیا مین حاصل نہوتا اور ہر عادل بعثت کی صلاحیت
رکھتا حالانکہ خود بھی نبی مین ایسی چند باتون کا اعتبار کیا ہے جسسے غیر پیغمبر مین معتبر نہین جانتے اگرچہ وہ عادل ہو
پس معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کی غرض انبیا کے محفوظ رکھنے مین معاصی سے عمدہ امر ہے اور مقابل اُسکے معصیت کا
صادر ہونا عمداً اور سہواً جائز نہوگا اور جو فاضل مذکور نے کہا ہے کہ معہذا متابعت قبل بعثت کے واجب نہین ہے
اسے ہم تسلیم کرتے ہین لیکن گناہ کا سرزد ہونا انبیا سے قبل بعثت نہین مانتے بلکہ دو وجہ سے اُسے مخل جانتے ہین ایک
یہ کہ اِس سے جو بعد بعثت متابعت خلق کے مقصود ہے اُسمین اختلال راہ پاتا ہے کیونکہ پیغمبر نظر سے گر جاتے ہین کیونکہ
لوگ کہینگے کہ یہ وہی ہے کہ جسنے مدت تک گمرہی اور معصیت مین عمر اپنی بسر کی ہے اب ہم اُسکے کہنے پر اعتماد نہین کرتے
اور اُس سے متوحش اور متنفر ہونگے پس مراد انقیاد بہم نہ پہونچے گی دوسرے یہ کہ ہر فاسق و گنہگار لائق حفظ و حراست و
صالح درجہ جلیلہ بعثت کے نہین ہوتا پس جس نے کہ ہمیشہ کفر مین یا معصیت مین بسر کی تو وہ شخص کسطرح مورد الطاف
سبحانیہ اور عنایات ربانیہ ہو سکتا ہے اور جو فاضل مذکور نے کہا ہے کہ بعد بعثت کے بھی واجب نہین ہے مگر اُن امور
مین جو شریعت اور تبلیغ احکام کے ساتھ متعلق ہین فقط یہ بات ایسی ہے کہ جس سے یہ جائز ہوتا ہے کہ کذب نبی سے
اُن امور مین جو متعلق بہ تبلیغ احکام نہین ہین اور ارتکاب کبائر موبقہ کا جو تعلق تبلیغ احکام سے نہ رکھتے ہون عمداً وا
ہو اور گویا بنا بر اسی مذہب کے نسبت تین کذب کے حضرت خلیل رب جلیل کی طرف دی گئی اور ایسی روایات کی
تصحیح کی گئی اور اِس صورت مین نہ حکمت تاویل عبث ہے نبی کے لیے تفرقہ غیر نبی سے اسیقدر رہا کہ تبلیغ مین اُن مین خدا
مخالفت نہین کرنے دیتا باقی جملہ اُمور مین کافہ رعایا سے مشابہ ہین اور سب کچھ اُنسے سرزد ہوتا ہے لیکن حق یہ ہے کہ
صدور معاصی موبقہ کا جس شخص سے کہ ہو دلالت کرتا ہے اس بات پر کہ اُسے کچھ مبالات اور خوف مخالفت الہی مین
نہین ہے اور ارتکاب مناہی اور عدم امتثال اوامر الہی اُسکے نزدیک کچھ حقیقت اور وقعت نہین رکھتا اور اُسے ہرگز
امن نہین ہے کہ حکم کرنے والے کا اور نہی کرنے والے کا کسی وقت اور کسی حال مین خوف کرے گا اور جو شخص کہ
ایسا ہو وہ لائق اعتماد کے نہین ہے اور اُسکے حکم کی بزرگی سب کی نظر سے ساقط ہے اور کیونکر اطمینان حاصل ہو کہ

جو شخص کہ غیر احکام الٰہی مین جرات و جسارت مخالفت خدا پر کرتا ہو وہ شخص نفس احکام مین مخالفت پر اقدام نکرے گا
اور اپنے فائدے اور خواہش کے موافق نہ کہے گا اور جو فاضل مذکور نے کہا ہی کہ جو کچھ انبیا سے سہواً صادر ہو جاسکے اُس سے
انکار روا نہین ہی فقط یہ بھی عجب بات ہی کیونکہ جب یہ مسلم ہوا تو پھر صدور کبائر کا بھی سہواً اور سہو تبلیغ مین بھی روا ہوا اور
اُن دونون سے انکار فاضل مذکور کا کوئی معنی نہین رکھتا بالجملہ سبب عدم تجویز عمد کا اور عدم تجویز سہو کا اور دلیلین ہر
واحد کی ضرور نہین ہی کہ متحد ہون اور اگر بعض دلیلین دلالت کرنے مین استحالہ عمد پر اختصاص رکھتی ہون اور بعض
دوسرے استحالہ سہو کے ساتھ مختص ہون تو کوئی عیب نہین ہی پس اگر دلیل انکار سے منکر پر سہو کی نفی ثابت نہو تو ہمکو
اُس سے کوئی ضرر نہین ہی کیونکہ یہ دلیل ابطال قول حشویہ کے لیے ہی اور جو آوینگی امثال مین کام آئیگی اور جو استحالہ سہو کے
ساتھ مختص ہون وہ جواب مین اشاعرہ اور قاضی کے کہے جائینگے حاصل کلام یہ ہی کہ سہو تبلیغ احکام مین صریحاً
متناقض غرض بعثت ہی اور سہو اُسکی غیر مین قبایح سے ہی باعث رفع امان اور ارتفاع اطمینان ہی پس وہ بھی ناخذ بعضے کے
نزدیک منتہی بتناقضہ غرض کے ساتھ ہوگا اور اسی طرح جو کچھ دلیل رد شہادت و رطعن مین کہا ہی کہ یہ اُس صورت
مین ہی کہ گناہ کبیرہ کیا ہو یا صغیرہ پر اصرار کیا ہو اور توبہ نکی ہو فقط کیونکہ پہلے جس سے گناہ کبیرہ واقع ہوتا ہی صغیرہ پر
اصرار کرتا ہی بمجرد اُسکے پایۂ قبول شہادت سے گرجاتا ہی جبتک کہ توبہ کو نوبت پہونچے یا نہ پہونچے کیونکہ در صورت ترک
توبہ مفاسد مذکورہ کا لازم آنا واضح ہی و در صورت توبہ کے عمل مین لانے کے تدارک محل نظر ہی کیونکہ عدالت
عند التحقیق موقوف رسوخ طاعت و ملکۂ ارتفاع معصیت پر ہی اور وہ نہین حاصل ہوتا مگر بامتداد زمان پس
اُسوقت چاہیے کہ العیاذ باللہ پیغمبر غیر مقبول الشہادت اور مورد طعن و ملامت رہے علاوہ اِسکے جو شخص کہ معصیت کبیرہ
یا اصرار صغیرہ پر جسارت کرے اُسکی رجوع توبہ کی طرف کہان سے ثابت ہو سکتی ہی اور اگر کہین کہ حفظ الٰہی گناہ
کرنے سے باز رکھتا ہی تو حق تعالیٰ اول امر سے قادر ہی کہ حفظ فرماے اور پیغمبر سے گناہ نہونے دے تاکہ انسان اطمینان
خاطر سے اقتدا کرین نہ یہ کہ بعد خرابی و حصول تنفر خلائق فکر تدارک مافات کے لیے توفیق توبہ کے واسطے دے
اور یہ دلیل اگر بالفرض عام نہو تو دفع کرنے کو قول حشویہ کے اور جو اُنکے امثال ہون کافی ہوتی ہی بالجملہ دلیل
عصمت انبیا کی کئی وجہ سے ہوتی ہی ایک ابطال قول اشاعرہ کے واسطے ہی اور وہ عموم نفی چاہتی ہی دوسری
وہ ہی جس سے مقصود ابطال قول حضرات حشویہ اہل سنت ہی اور اِس قسم مین ادلہ عموم کی نفی درکار نہین ہی اور حق یہ ہی
کہ ایسا ہی حضرات اشاعرہ کو بھی چاہیے کہ وہ بھی ہمارے ساتھ ادلہ مین موافقت کرین جیساکہ ایک جماعت نے
اُن مین سے جو منصف ہین داد انصاف دی ہی گو اُنکے اصول کے موافق اُسکا تمام ہونا دشوار ہی نہ یہ کہ تجویز صدور
کبیرہ اور اصرار صغیرہ پر بوسیلہ تجویز توبہ کوشش کرین جیساکہ اُن حضرات نے کہ یہ جو تجویز کرتے ہین کہ انبیا سے اُنکا
معاصی کا واقع ہوتا ہی کیا کیا جسارتین جو خلاف مرتبہ مقربان و سفیران الٰہی ہین کی ہین اور کیونکر یہ نکرتے جب قاضی

انکے یہ کہین کہ واجب نہین ہی عصمت انبیا کی نہ عقلاً نہ نقلاً اسلیے کہ استحالہ وقوع معصیت کا نہ بضرورت عقل اور نہ
بنظر عقل ظاہر ہوتا ہی اور نہ وہ منافی مدلول معجزہ ہی اسلیے کہ معجزے کا مدلول صدق لہجہ کا ہوتا ہی اُس خبر مین جو
خدا کی طرف سے دے عمداً نہ سہواً اور تنفیر کے معنی باطل ہین پس تحقیق کہ ہم تجویز کرتے ہین کہ حق تعالیٰ کافر کو
پیغمبر کر کے مؤید بمعجزات فرمائے انتہی کلامہ سبحان اللہ یہ تجویز کہ حق تعالیٰ کافر کو مؤید بمعجزات کر کے جب وہ
صادق اللہجہ ہو پیغمبری پر بھیجے لایق غور ہی کہ جب کفر ذاتی پیغمبر سے روا ہوا تو اور کبایر مثل زنا بمحرمات و شرب
مسکرات مین بھی کیا قباحت ہو گی کہ یہ سب صدق لہجہ کو ضرر نہین پہونچاتے اسلیے منکرین عصمت نے کیا کیا امور
قبیح کو بہ نسبت انبیا ثابت نہین کیا ہی چنانچہ تفسیر آیہ لَقَدْ هَمَّتْ بِهِ وَهَمَّ بِهَا مین کہا ہی کہ یوسف علیہ السلام نے
بند زیر جامہ زلیخا کو کھولا اور اُس جگہ زلیخا کے بیٹھے کہ جہان مرد وقت مجامعت بارادۂ ایلاج عورت کے پاس
بیٹھتے ہین و برہان ربہ کی تفسیر مین کہتے ہین کہ ایک آواز آئی کہ خبردار پیرامون مباشرت زلیخا نہونا وغیرہ متنبہ
نہوئی اور اُسی طرح اپنے قصد پر اصرار کرتی رہی یہان تک کہ دوبارہ پھر آواز آئی اور مفید نہوئی پھر سہ بارہ
بہ تبدیل عبارت آواز آئی أَعْرِضْ عَنْهَا یعنے دوری کر اُس سے اُسپر بھی اُنکا رسوخ ویسا ہی رہا تا اینکہ حضرت
یعقوب کو دیکھا کہ برابر اُن حضرت کے آئے اس طرح کہ انگشت ملامت دندان ممانعت مین رکھے تھے اور
پھر آواز آئی کہ ای یوسف نہو جا مثل اُس مرغ کے جو پر رکھتا تھا کہ اُس سے اُڑتا تھا ناگاہ ارادہ زنا کا کیا اور
جب اُس کام کے ساتھ اقدام کیا تو پر اُسکے گر پڑے اور اُڑنے سے باز رہا اور بعضے کہتے ہین کہ ایک ہاتھ پیدا
ہوا حضرت یوسف و زلیخا کے بیچ مین کہ اُسپر لکھا تھا فَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ كِرَامًا كَاتِبِينَ لیکن باوجود اسکے بھی اُس
ارادے سے باز نہ آئے یہان تک کہ پھر اُس ہاتھ پر لکھا دیکھا کہ لَا تَقْرَبُوا الزِّنَا إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا
یعنے نزدیکی نکرو ساتھ زنا کاری کے کہ زنا بہت بُرا فاحشہ قبیح ہی اور اقدام ساتھ اُسکے بہت بُری راہ ہی پھر
فائدہ نہوا پھر اُس ہاتھ مین لکھا دیکھا کہ وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ یعنے ڈرو اور خوف کرو اُس روز سے کہ
جسدن بازگشت تمھاری خدا کی طرف ہو گی اسپر بھی کچھ اثر مترتب نہوا یہان تک کہ خطاب الٰہی حضرت جبرئیل
کو پہونچا کہ جلد لے میرے بندہ کو پیشتر اِس سے کہ اُس سے کوئی خطا سرزد ہو پس جبرئیل بحکم رب جلیل اُنپر نازل
ہوے اور کہا کہ ای یوسف آیا مباشرت عمل سفہا کی ہو گی حالانکہ نام تمھارا دیوان انبیا اور ارباب وحی مین لکھا ہی
فقط اب اِن اقوال کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہی کہ کسقدر بے باکی اور بد اعتقادی قبایح و معاصی کے صادر ہونے مین
بہ نسبت رسولان خدا کے ہی کہ کیسی کیسی تنبیہ اور سرزنش اور ملامت ہاے بزرگ حق تعالیٰ نے فرمائی اور کسی طرح
باز نہ آے یہان تک کہ حضرت جبرئیل نے آکر باز رکھا حالانکہ اگر جری تعیس ترین شخص زنا کاری مین و دلیر تر ہو اس کام کا
بہت تھوڑا امر بھی اُس سے جیسے حضرت یوسف کے مشاہدہ کی طرف منسوب کرتے ہین دیکھے تو کبھی ممکن نہین ہی

کہ اُسکی قوت و رغبت باقی رہے اور خوف خدا اُسوقت غالب نہ آئے لیکن مُنکے اعتقاد مین نبی کے لیے کچھ موثر نہوا اِسیلیے
بعض فضلا و مفسرین نے اِنکے مثل صاحب کشاف و فخر الدین رازی نے اِن اقوال سے انکار کیا اور اِس جگہ داد
انصاف دی ہی مَن شَاءَ فَلْيَرجِعْ اِلَى التَّفْسِيرَينِ اور حق تعالیٰ نے جیسا برات نبی مخلص کے لیے اپنی زلیخا کے چچا کے
بیٹے کو جو شیر خوار تھا گواہی دینے کو عفت حضرت یوسف کے لیے گویائی عطا فرمائی تھی اور اُسنے گواہی دی تھی
اُسی طرح اِن دونون مفسرون سے بھی کلمہ حق کہوایا تاکہ دعوی عصمت انبیا جسکے فرقہ امامیہ اثنا عشریہ مدعی ہین
قوی اور بینہ کے ساتھ ہو لیکن راقم رسالہ کو بہت تعجب ہی کہ جب یہ حضرات بہ نسبت انبیا کے صدور معاصی کو تجویز
کرتے ہین خواہ عموماً یا قبل بعثت تو ان اقوال کو بہ نسبت حضرت یوسف علیہ السلام کے کیون ذکر کیا حالانکہ اِس سے
زیادہ اُنکے اعتقاد کے ابطال اور اثبات دعوی عصمت کو کیا معین ہو سکتا ہی کیونکہ جب قبل نبی ہونے کے بھی
موافق اُنکے بیان کے حق تعالیٰ نے حضرت یوسف کو مرتکب زنا کا نہونے دیا تو اب اِسے کیسا صاف جانا گیا
کہ جس طرح خدا نے زنا حضرت یوسف سے نہونے دیا اِسی طرح جمیع معاصی کا صادر ہونا انبیا سے کسی طرح ممکن نہین ہی
نہ قبل بعثت نہ بعد بعثت بلکہ خدا اپنے پیغمبرون کو ہمیشہ بچاتا ہی اِس سے کہ اُنسے معاصی اور افعال مثل سفہا اور
نافرمانون کے صادر ہون اور اِسمین تخصیص اِسی کی نہین ہی کہ یہ حفظ خدا کی طرف سے بعد بعثت تبلیغ احکام مین فقط ہوتا ہی
کیونکہ زنا کو کچھ دخل صدق لہجہ و تبلیغ مین نہ تھا مگر خدا نے نہونے دیا اِسی طرح سب پیغمبرون کو جمیع معاصی سے
بچایا ہوگا تاکہ اُنکی برگزیدگی مین نقصان نہ آنے پاوے اور خلق کو اُنکے اقوال و افعال پر اطمینان ہو اور بصدق دل
اُنکی اطاعت کرین تو غرض بعثت حاصل ہو اور اِس بیان سے عصمت انبیا کی باقرار منکرین عصمت ثابت و ظاہر
ہوئی وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ ظَاهِرًا وَ بَاطِنًا وَ اَوَّلًا وَ آخِرًا بالجملہ چونکہ ذکر تفسیر آیہ وافی ہدایہ لَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا اِس مقام پر
موافق تفسیر حضرات اہل سنت بضرورت مقام ہوا لہٰذا ضرور ہوا کہ تفسیر حقیقی اُسکی جو موافق نص صریح امامیہ ہی
لکھی جاوے اور وہ یہ ہی کہ قَالَ الْمَامُونُ لِلرِّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا اَنْ رَاٰى بُرْهَانَ رَبِّهٖ فَقَالَ عَلَيْهِ
السَّلَامُ لَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَلَوْلَا اَنْ رَاٰى بُرْهَانَ رَبِّهٖ لَهَمَّ بِهَا كَمَا هَمَّتْ بِهٖ لٰكِنَّهٗ كَانَ مَعْصُومًا وَالْمَعْصُومُ لَا يَهُمُّ بِذَنْبٍ وَلَا يَاْتِيْهِ
فَقَالَ الْمَامُونُ لِلّٰهِ دَرُّكَ يَا اَبَا الْحَسَنِ اِس تفسیر سے معلوم ہوتا ہی کہ آیہ کریمہ قضیہ شرطیہ ہی اور محصل اُسکا قیاس استثنائی کے
کی طرف رجوع کرتا ہی اور خلاصہ معنی اُسکے جیسا کہ ابن خاتون علیہ الرحمہ نے لکھا ہی یہ ہی کہ مامون نے اپنے سوالات کی
ذیل مین حضرت امام رضا علیہ السلام سے پوچھا کہ مجھے خبردار فرمائیے قول خدا تعالیٰ سے جو زلیخا اور یوسفؑ کے حال کی
خبر دینے مین فرماتا ہی وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ الخ اور اُٹھا دیجیے میرے دل سے اِس اشکال کو کہ کس طرح ہو سکتا ہی کہ یوسف
صدیق باوجود مرتبہ نبوت و بزرگی و عصمت قصد مخالطت کا زلیخا کے ساتھ کرین اور عزم اُسکے ساتھ مباشرت کا
یوسف علیہ السلام سے واقع ہو حالانکہ یہ فعل آن حضرت پر جائز نہ تھا امام علیہ السلام نے تفسیر آیہ نہ کور کی اِس

وجہ سے فرمائی کہ وہ اشکال اُس ضمن تفسیر مین برطرف ہوجاے یعنے فرمایا کہ معنی آیہ کے یہ ہین کہ زلیخا نے قصد کیا مخالطت اور صحبت کا حضرت یوسف علیہ السلام کی اور اگر ایسا نہوتا کہ یوسف علیہ السلام نے مشاہدہ برہان پروردگار اپنے کا کیا ہوتا جو عبارت ہی نور عظمت و رلمعہ عصمت اور نبوت سے و رپاک ہونا اُنکی امان عفت کا آلایش معاصی سے تو یہ بھی قصد مخالطت زلیخا کا اُسی طرح کرتے کہ جیسا اُسنے کیا تھا و لیکن یوسف علیہ السلام مرتبہ عصمت سے فائز تھے اور معصوم علیہ السلام معصیت کے ساتھ قصد واقع نہین کرتا اور گناہ عمل مین نہین لاتا مامون نے کہا کہ جزاے خیر دے خدا تمھین ای ابوالحسن انتہی اور جب یہ معلوم ہوچکا تو جاننا چاہیے کہ جو کچھ جناب آدم ابوالبشر اور دیگر انبیا سے بعض اُمور ظہور مین آے کہ قرآن مجید مین اُسے تعبیر معصیت اور ظلم فرمایا ہی یا کوئی عتاب اُسکے مقابل مین وارد ہوا ہی کہ اہل سنت اُسے معنی حقیقی معصیت اور زلت قدم پر حمل کرتے ہین اعتقاد علماے امامیہ کا بہ نسبت اُسکے یہ ہی کہ تعبیرات مبنی ہین مجاز و استعارہ پر اور محمول ترک اولی پر ہین جیسا کہ اکثر علمانے تصریح فرمائے ہین اور مولانا محمد باقر مجلسی نے کتاب ثالث بحار مین اور حق الیقین مین اسے ذکر کیا ہی کہ محصل اسکا یہ ہی کہ جو آیات و اخبار کہ موہم صدور معصیت کے انبیا علیہم السلام سے ہین یہ تاویل کیے جاتے ہین ساتھ ارتکاب مکروہ اور ترک اولی کے لیکن چونکہ بہ نسبت اُنکے مرتبہ بزرگ کے یہ بھی عظیم ہی اسلیے تعبیر اُس سے بمعصیت کیا گیا ہی انتہی کلامہ اعلی اللہ مقامہ و لیکن جو مضمون کہ روایت عیون اخبار الرضا علیہ السلام مین وارد ہی جبکہ مامون رشید نے اُن حضرت سے پوچھا کہ آیا تم قائل نہین ہو اس بات کے کہ پیغمبر معصوم ہین حضرت نے فرمایا کہ ہان ہم اسکے قائل ہین اسوقت کہا اُسنے کہ کیا معنی ہین قول خدا کے وَعَصیٰ آدَمُ رَبَّہٗ فَغَویٰ حضرت نے فرمایا کہ حق تعالی نے فرمایا یَا آدَمُ اسْکُنْ الخ یعنے ای آدم تم اور زوجہ تمھاری بہشت مین ٹھہرو اور کھاو بہشت کشادہ سے جس جگہ کہ چاہو اور نزدیک اس درخت کے نجاو اور اُنکے لیے اشارہ فرمایا درخت گندم کے لیے پس اگر کھاوگے تو ستمگارون سے ہوگے اور کہا تھا اُسنے کہ نہ کھانا اس درخت سے یہ نہین فرمایا تھا کہ نہ کھانا اُس سے جو جنس سے اس درخت کی ہو اور یہ نزدیک اُس درخت کے نہین گئے بلکہ اُس درخت کی جنس سے جو اُسکے غیر تھا کھایا تھا جبکہ شیطان نے اُنھین وسوسہ دلایا اور کہا کہ خدا نے بہتر کیا ہی اس درخت کو اور درختون سے اور اگر اس سے کھاوگے تو صاحب ملک ہوگے اور ہمیشہ بہشت مین رہوگے اور خدا کی قسم کھا کر کہا کہ مین تمھارا خیرخواہ ہون اور اُنھون نے اس سے پہلے یہ نہ دیکھا تھا کہ کوئی جھوٹ قسم خدا کی کھاے یہ فریب مین اُسکے آگئے اور خدا کی قسم کھانے پر اعتماد کرکے کھالیا اور یہ امر آدم سے قبل پیغمبر ہونے کے صادر ہوا تھا اور ایسا نہ تھا کہ جس سے مستحق دخول آتش جہنم کے ہوتے بلکہ اُن گناہان صغیرہ سے تھا کہ جو بخشیدہ ہین اور قبل نزول وحی اُسکا صدور انبیا پر جائز ہی پس جسوقت کہ خدا نے اُنھین برگزیدہ فرمایا اور پیغمبر کیا تو معصوم تھے کوئی گناہ چھوٹا یا بڑا اُنسے صادر نہین ہوا تھا اور نہ ہوتا تھا حق تعالی

نے فرمایا کہ نافرمانی کی آدم نے اپنے پروردگار کی پس گمراہ ہوا پھر برگزیدہ کیا خدا نے انکو بعد توبہ وانابت کے اور ہدایت پائی انتہا پس یہ تاویل جو اس روایت مین مذکور ہوئی مذہب مخالفین سے بہت چسپیدہ ہے اور کلام مفصل اس جگہ یہ ہے کہ ایسی آیات مین شیعہ تنہا محتاج تاویل کے نہین بلکہ حضرات اہل سنت بھی سوائے فرقہ حشویہ کے تاویل کی طرف حاجت رکھتے ہین اور بعض تاویلات انکے ساتھ مخصوص ہین اور بعض مشترک درمیان فریقین کے ہین اور جو کچھ کہ جناب امام رضا علیہ السلام نے جواب مامون رشید مین فرمایا مشتمل ہے اوپر رد اقوال حشویہ کے اور خالی مماشاۃ وتقیہ سے نہین کیونکہ مطابق تاویل سے انکے محققین کے ہے قاضی بیضاوی نے اپنی تفسیر مین کہا ہے کہ حشویہ نے ان آیات قرآن سے وَقُلْنَا یَا آدَمُ اسْکُنْ أَنْتَ وَزَوْجُکَ الْجَنَّةَ وَکُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَیْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَکُونَا مِنَ الظَّالِمِینَ فَأَزَلَّهُمَا الشَّیْطَانُ عَنْهَا استدلال وتمسک کیا ہے اس امر پر کہ انبیا معصوم نہین ہوتے بہ چند وجہ اول یہ کہ آدم علیہ السلام نے بنص قرآن منہی عنہ کو عمل مین لائے اور مرتکب منہی عنہ کا گنہگار ہے دوسرے یہ کہ حق تعالی نے انھین بلفظ ظالم یاد فرمایا اور ظالم ملعون ہے جیسا کہ حق تعالی فرماتا ہے۔ أَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظَّالِمِینَ تیسرے یہ کہ حق تعالی نے عصیان وغوایتہ کی نسبت انکی طرف کی ہے چوتھے یہ کہ توبہ کو انھین سمجھایا اور وہ عبارت ہے رجوع کرنا گناہ سے اور نادم ہونا اسپر پانچوین یہ کہ اعتراف کیا حضرت آدم نے کہ اگر حق تعالی انھین نہ بخشے تو زیان کار ہونگے اور خاسر نہین ہوتا مگر صاحب کبیرہ چھٹے یہ کہ جاری ہوا انپر وبال سے وہ کچھ جو جاری ہوا اور اگر گناہ نکرتے تو اسکے مستحق نہوتے اور بعد اسکے خود صاحب تفسیر مذکور نے اسکے جواب مین کہا ہے کہ چند وجوہ سے اسکا جواب ممکن ہے پہلے یہ کہ اسوقت آدم علیہ السلام پیغمبر نہ تھے اور جو کوئی کہ ادعا نبوت کا انکی بہشت مین کرے تو اسکی دلیل وبیان کا مطالبہ اس سے کیا جائیگا انتہی اب اسی مقام سے ظاہر ہوتا ہے کہ کلام جناب امام رضا علیہ السلام کا اسی وجہ کے ساتھ ناظر ہے اور یہ اصول امامیہ کے موافق راست نہین آتا پس یا محمول تقیہ پر اور مماشاۃ کے ساتھ اکثر اہل سنت کے ہوگا اور یا محمول ہوگا اس امر پر کہ بعض مکروہات کا بھی بعد نبوت کے سرزد ہونا نبی سے جائز نہین ہے نہ پیشتر بعثت سے کیونکہ حضرت کے اس قول کو جو فرمایا کہ بلکہ چھوٹے گناہون سے جو بخشیدہ تھے حمل کرنا ترک اولی اور فعل مکروہ پر کوئی استبعاد نہین رکھتا کیونکہ وہ مکروہ جو منہی عنہ ہو اور محل مواخذہ ہو تو موافق سننے والون کی فہم کے بر وجہ تشبیہ واستعارہ ایسی عبارت کے ساتھ جو مذکور ہوئی تعبیر کر سکتے ہین جیسا کہ جناب آخوند مجلسی علیہ الرحمہ نے بعد ذکر کرنے اس حدیث کے حیات القلوب مین فرمایا ہے کہ محصل اسکا یہ ہے کہ بعد اسکے کہ اس حدیث مین وارد ہوا ہے کہ یہ گناہ صغیرہ تھا اور پیغمبر ہونے کے پہلے صادر ہوا ہے اور نہی انواع شجرہ سے معلوم نہ تھی یہ سب ظاہرا موافق مذہب مخالفین کے ہے اور موافق شیعون کے اصول کے نہین اور ممکن ہے کہ بر وجہ تقیہ مذکور ہوا ہے یا بر سبیل تنزل ہو یا مراد صغیرہ سے

فعل مکروہ ہوا ور یہ قسم مکروہ کا بعد پیغمبر ہونے کے اُنپر جائز ہو اور مرتکب ہونا اِس قسم مکروہ سے بہ تسویل شیطان ہوا ہو کہ پیغمبر سے باوجود قائم ہونے قرینہ کے اِس بات پر کہ مراد نوع اُس درخت کی تھی باحتمال اِسکے کہ شائد نہی مخصوص اُس درخت سے تھی مرتکب اُس مکروہ کے ہوئے اور بسط کلام اِس مقام پر بحارالانوار مین ہی جو چاہے اُس سے رجوع کرے انتہی کلامہ اعلی اللہ مقامہ لیکن پوشیدہ نہ رہے کہ تاویل آخیر اِس کلام کی بھی خطائے اجتہادی بلکہ اُس سے بھی کم کی طرف رجوع کرتی ہی اور اُصول امامیہ کے ساتھ مطابقت نہین رکھتی انشاء اللہ تعالے ایسی توجیہ اِس روایت کی جو صاف ہو کدورتون سے مذکور ہوگی دوسرا جواب از جانب تفسیر یہ ہی کہ یہ عمل حضرت آدم سے بسبب نسیان کے عمل مین آیا تھا موافق قولہ تعالی فنسی ولم نجد لہ عزما لیکن اِس تقدیر مین عتاب باعتبار اِسکے ہوگا کہ اسباب نسیان سے اپنا تحفظ کیون نکیا اور شائد کہ نسیان اگرچہ اُمت سے نوع کلام کی لیکن انبیا سے مرفوع نہو جیسا کہ اُن حضرت علیہ السلام نے فرمایا ہی اَشَدُّ النَّاسِ بَلَاءً الْاَنْبِیَاءُ ثُمَّ الْاَوْلِیَاءُ ثُمَّ الْاَمْثَلُ فَالْاَمْثَلُ یا جاری ہوا اُنپر جو کچھ کہ جاری ہوا جس طرح کہ مقرر تھا نہ مواخذہ کی راہ سے مثل اِسکے کہ کوئی کسی زہر کو کھاے پس اُسکی اذیت و رنکایت مین مبتلا ہوا اور اِس معنی پر بھی حمل کرنے کو کوئی نہین کہہ سکتا کہ منافی ہی کیونکہ حق تعالی فرماتا ہی۔ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ تِلْكَ الشَّجَرَةِ پس شیطان خود نہی کا یاد دہ ہوا تھا اب کیا معنی کہ نسیان ہوا بسبب اِسکے کہ اِس کلام سے یہ نہین سمجھا جاتا کہ اُسی وقت کہ شیطان نے اُنکے دل مین وسوسہ ڈالا مرتکب اِس عمل کے ہوئے پس شاید ایسا ہوا ہو کہ میل خاطر حضرت آدم کو اُسوقت بسبب وسوسہ کے پیدا ہوئی ہو اور بنابر حلم الہی کے جسارت اُسپر نکی ہو یہان تک کہ خدا کے منع فرمانے کو بھولے اور میل طبع باعث بجالانے اُس وسوسہ کا ہوئی ہو تیسرے یہ کہ اقدام حضرت آدم کا اِس امر پر بسبب خطاے اجتہادی کے ہو فقط اور پوشیدہ نہ رہے کہ یہ دونون وجہین جو شارح بیضاوی نے جواب مین کہین ہین بنابر اصول شیعہ کے درست نہین آتین اگرچہ کلام جناب امام رضا علیہ السلام مشعر بعض کا اِسکے ہوتا ہی کیونکہ پہلے لکھا جا چکا ہی کہ حضرت نے یہ کلام بطور مماشاۃ اہل سنت کے ساتھ فرمایا ہی اور چونکہ حشویہ کا قول افحش اور اہل سنت مین بھی معروف بہ بطلان تھا اِسلیے حضرت نے اُسکے جواب کو موافق قول اہل سنت فرمایا بعض اخبار مین وارد ہی کہ اِنَّ التَّقِیَّةَ بِقَالِی مَا تَحْکُمُ بِہِمْ اِلَیْہِ اَمْیَلُ اور یہ خبر مصدق ہی اُس چیز کی جسکا اِس خبر مین ہم دعوی کرتے ہین اور لفظ نسیان جو آیہ قرآن مین فَنَسِیَ وَلَمْ نَجِدْ لَہُ الخ وارد ہی اِسکے معنی شیعون مین ترک کے ہین نہ نسیان حقیقی جیسا کہ مولانا مجلسی علیہ الرحمہ نے اُسکی تصریح کی ہی چوتھا جواب صاحب تفسیر کا یہ ہی کہ نہی الہی اِس جگہ پر تنزیہ کے لیے ہوا ور ظالمین سے نہین کہا مگر اِسلیے کہ اپنے نفس پر ظلم کیا اور جو ثواب اپنے نصیب مین تھا اُسے ضایع کیا بسبب اِسکے کہ ترک اولی عمل مین لاے اور غوایت کے معنی اِس صورت مین یہ ہونگے کہ جو کچھ شجرہ کے کھانے سے ارادہ کیا تھا کہ بہشت مین ہمیشہ رہین

اُس سے محروم رہے یا اُن منفعتون سے جسکے لیے حکم ہوا تھا یا اُس رشد و بزرگی سے محروم رہے کہ قریب مین اپنے
دشمن کے خود آ گئیے یا زلت و لغزش اُنکی صغیرہ تھی کہ اُسے معصیت مین ہم شمار نہین کر سکتے اور قرآن مجید مین
جو اُس سے تعبیر معصیت و غوایت واقع ہوئی ہی اُسکی منفعت تعظیم زلت ہی اور زیادہ سرزنش اُنکی اولاد اور اُمّت
کی ہی اور توبہ کا حکم اُنھین نہین ہوا مگر اسلیے کہ ترک اولی کا تدارک کرین ور جاری نہین ہوا اُنپر جو کچھ کہ جاری ہوا
مگر عتاب کی راہ سے انتہی مُلخّصاً کلام ابیعناد اور واضح ہو کہ یہ وجہ مشترک فریقین مین ہی سوا اسکے کہ زلت
بمعنی معصیت صغیرہ فرقہ امامیہ اثنا عشریہ کے نزدیک اس عمل کو نہین کہہ سکتے اُنکے نزدیک قول ترک اولی ہی
اور حمل کرنا معصیت کا ترک اولی پر اور حمل کرنا نہی کا تنزیہ پر وہ جواب سید مرتضی علم الہدی کا ہی جسے اپنی
کتاب مسمی بہ تنزیہ الانبیا مین بہت بسط و تفصیل کے ساتھ لکھا ہی اور خلاصہ اُنکی تقریر کا یہ ہی کہ شریعت مین نہی
دو طرح وارد ہوتی ہی ایک بطور تحریم دوسرے تنزیہ کے واسطے اور یہان مراد دوسری قسم ہی بالجملہ اس بیان سے
یہ ثابت ہوا کہ ان آیات مین محققین فریقین نے تاویل کی ہی جیسا کہ آیات قرآنی مین جو مستلزم اپنے معنی ظاہری سے
تشبیہ خالق کو مخلوقات کے ساتھ مین تاویل کیجاتی ہی اور جیسا وہ اپنے معنی ظاہری پر مراد نہین ہو سکتی ہی طرح
یہ آیات بھی معنی ظاہری کے موافق لائق استدلال و تمسک کے نہین ہین جیسا کہ ضابطہ ہی کہ جب نقلیات مخالف
ادلہ قطعیہ ہون تو اُنکی تاویل ضرور ہوتی ہی اور اسی لیے جناب آخوند مجلسی علیہ الرحمہ نے حیات القلوب مین فرمایا ہی
جو پہلے بدلائل عقلیہ و نقلیہ و اجماع فرقہ امامیہ معلوم ہو چکا ہی کہ انبیا سب نبوت سے پہلے بھی اور بعد نبوت بھی جملہ
گناہان کبیرہ و صغیرہ سے معصوم ہین پس وہ آیات و اخبار جو موہم گناہون کے صادر ہونے کے انبیا سے ہین
تاویل کیے جائینگے ساتھ ترک مستحب اور فعل مکروہ کے کیونکہ معصیت نافرمانی ہی اور نافرمانی ترک مستحب اور فعل
مکروہ مین بھی آسکتی ہی اور غوایت گمرہی ہی یا محرومی ہی اور جو کوئی اُس فعل کو جسکا کرنا اُسکے لیے بہتر ہی ترک کرے تو
اُسنے اپنے فائدے کو گم کیا اور اُس فائدہ سے محروم رہا اور ظلم کے معنی رکھنا کسی چیز کا اُسکے غیر مقام پر اور راہ سے
عدول کرنے کے بھی معنی پر آیا ہی اور معنی کم کرنے کسی چیز کے بھی آیا ہی اور ستم کرنے کے بھی معنون مین آتا ہی اور فعل
مکروہ اور ترک مستحب مین یہ بات صادق ہی کہ فعل کو غیر محل مناسب مین اپنے قرار دیا اور راہ بندگی کامل سے
اپنے پروردگار کی عدول کیا کہ اپنے تئین ثواب سے محروم رکھا اور جیسا کہ نہی حرام سے ہوتی ہی اُسی طرح مکروہ سے
ہوتی ہی اور جیسا حکم واجب کے لیے ہوتا ہی ویسا ہی مستحب کے ساتھ ہوتا ہی ولیکن توبہ پس وہ تدارک کے واسطے
اُس منفعت کے ہی جو اُس سے فوت ہوئی ہی اور فعل مکروہ اور ترک مستحب دونون مین ہوتا ہی بلکہ وہ ایک قسم تذلل کی خدا
کے سامنے ہی کہ اُسکے باعث سے حق تعالی کو لطف کے ساتھ متوجہ کراتے ہین گو اُسمین گناہ نہو جیسا کہ احادیث عامہ
و خاصہ مین وارد ہی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ ہر روز ستر بار استغفار فرماتے تھے بے اسکے کہ کوئی گناہ سرزد نہوا ہو

اور برتقدیر یکہ بعضے ان کلمات سے حقیقت مین ارتکاب گناہ کے معنی ہون تو یہان محمول معنی مجازی پہ ہونگے
کیونکہ یہ امر اکثری ہی کہ ایک لفظ کو قرینہ ضعیف کے باعث سے معنی مجازی پر حمل کرتے ہین نہ یہ کہ جہان عقلی ادلہ
قطعیہ بہت سی قائم ہون پھر وہان معنی مجازی پر کیونکر نہ حمل کیا جاے اور وجہ تعبیر الٰہی کی ان عبارات کے
ساتھ یہ ہی کہ جیسا کہ اُنکے درجے بلند ہین اور کمالات اُنکے زیادہ ہین اور فہم اُنکے بڑھے ہوے ہین اسلیے مکروہات بلکہ
وہ اُمور جو مباح ہین یا متوجہ ہونا انکا طرف غیر خدا کے بہت بزرگ ہی اسلیے حق تعالیٰ نے ان عبارات کو انکے عماب پر
اطلاق فرمایا اور خود بھی وہ مقام تذلل اور تضرع مین ایسی عبارتین استعمال کرتے ہین بلکہ ممکن ہی کہ جسوقت وہ متوجہ
بعض عبادات کی طرف ہوتے ہون جواز قسم معاشرت یا ہدایت خلق وغیرہ ہون اور بعد اسکے پھر اپنے محل قرب تک
پہونچین جسکا نام لِیْ مَعَ اللّٰهِ ہی اور اُسکے معنی یہ ہین کہ خاص میرے لیے خدا کے ساتھ وقت ہی تو عبادت اول کو
اس مرتبہ قرب کے پہلو مین حقیر سمجھتے ہون اور خود خطا و گناہ تقصیر کی طرف اپنے تئین منسوب کرتے ہون جیسا کہ
کہا گیا ہی کہ حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ اور بھی جسقدر کہ عظمت و جلال الٰہی بندے کی نظر مین زیادہ ظاہر
ہوگا عجز و ضعف اپنا اور اپنے عمل کا زیادہ معلوم ہوتا ہی اور جسقدر کہ عبادت زیادہ کرتا ہی اعتراف تقصیر کے ساتھ
زیادہ ہوتا ہی اور جانتا ہی کہ اعمال ممکنات کے قابل درگاہ واجب بالذات کے نہین ہین اور کسی نعمت کی برابری
نعمتون کی اُسکی نہین ہوسکتی اور بھی جبکہ دیدہ بصیرت سے دیکھتے ہین اور جانتے ہین کہ طاعات اور صفات حسنہ
اور ترک معاصی اُنکے توفیق اور عصمت پروردگار سے ہین اور بدون اُسکی عصمت کے ممکن ہی کہ ہر گناہ صادر ہون
پس اگر کہین کہ مین ہون وہ کہ گناہ کیا مین ہون وہ کہ خطا کی تو ممکن ہی کہ مراد اُس سے یہ ہو کہ مین وہ ہون کہ یہ سب
مجھسے صادر ہوسکتے ہین اگر تیری توفیق و عصمت نہو اور ان مراتب کی نظیر تفکر کرنے سے بادشاہون کے حال مین
اور امرا و خادمہ و رعایا کے حال مین ظاہر ہوتی ہی کیونکہ بادشاہ رعایا و ملازمین سے بقدر اُنکے قرب و منزلت کے
اور اُنکی معرفت کے بادشاہ کی بزرگی کے ساتھ اُنسے خدمت لیتے ہین اور اسی کی نسبت سے اُنسے مواخذہ
کرتے ہین یہان تک اگر چشم زدن بھی بادشاہ کے سوا اور کی طرف متوجہ ہوا ہی تو اُسے معرض تنبیہات و تادیبات مین
ڈالتے ہین تا پھر ایسا اُس سے ظہور مین نہ آے اور یہ بھی اکثر ہی ہین کہ بادشاہ کسی مقرب کو اپنی کسی خدمت پر مامور
فرماکر بھیجے اور وہ جب پھر آے تو بادشاہ کے آگے روے اور معذرت کرے اور جو بحکم بادشاہ دور ہی اور حرمان ہی اُسکو بھی
اپنی طرف منسوب کر کے اپنے تئین مقصر کہتا ہی بالجملہ ترک اولیٰ کو بعبارت ظاہر یا مشعر بوقوع معصیت تعبیر کرنا علماے
امامیہ کے نزدیک ویسا ہی جو جناب آخوند علیہ الرحمہ نے لکھا ہی مگر اُسکے سوا ایک وجہ اور بھی ہی جو پوشیدہ ہی اور وہ یہ ہی کہ
اسطرح خطاب عتاب جو حق تعالیٰ نے فرمایا ہی دلالت اس امر پر کرتا ہی کہ خالق بزرگ ہی اور سب بندے بندگی
مین اور مجبور ہونے مین اوامر و نواہی کے برابر ہین اگرچہ پیغمبر کیون نہو تاکہ مردم یہ گمان نکرین کہ زمرہ پیغمبرون کا خود خدا ہی

یا خالق مدبر و عالم ہی اور اسلیے کہ وہ حضرات ہمیشہ خضوع و خشوع و انابت و رجوع مین خدا کی طرف کوشش کرین
اور اپنی طاعت پر وثوق و اعتماد نکرین اور جانین کہ طاعت جو حق طاعت ہی وہ بندون سے ادا نہین ہو سکتی اور
یہ جاننا سبب انکی عصمت کا ہوگا لغزش سے قول و فعل مین اور بھی مقربین کو سرزنش کرنا ترک اوامر مستحبہ اور
احکام تنزیہہ مین بھی از قبیل الطاف خفیہ ہی انکی عفت کے لیے معاصی حقیقیہ سے جیسا کہ کہا ہو مَن تَرَكَ الشُّبُهَاتِ
نَجَا عَنِ المُحَرَّمَاتِ اور انکی سرزنش کو امت کی زجر کے لیے بہت دخل ہی تاکہ یہ جانین کہ جب انبیا اس تقرب کے ساتھ
جو خدا کی درگاہ مین رکھتے تھے ذرا سی بات مین ایک حکم خفیف کی مخالفت سے مواخذ اور مخاطب بعتاب ہوے
تو ہم گنہگارون کا کیا حال ہوگا اور جو دعا مین وارد ہی کہ اَنْتَ اَهْلٌ اَنْ لَا يُغَادِرَكَ الصِّدِّيقُونَ سے ہمیشہ اپنی
آنکھون کے سامنے رکھکر امتثال امر و نواہی مین کوشش کرین اور در توبہ و انابت سے سامنے خالق کے حاضر ہون
اور بھی آیات متشابہات سے خواہ وہ موہم تشبیہ خالق کے حق مین ہون یا موہم صدور معصیت کی انبیا سے ہون
غرض خدا کی آزمایش اور ابتلا مخلوقات کی ہی کہ آیا یہ بمقتضاے دلیل عقل و نصوص محکمہ متشابہات کو معانی صحیحہ پر
حمل کرتے ہین اور اعتقاد صحیح پر ثابت قدم رہتے ہین یا موافق مقتضاے زیغ قلبی ادلہ عقلیہ و قطعیہ کو پس پشت
ڈالکر معانی غیر صحیحہ پر رغبت کرینگے اور اسی معرکہ مرد آزما مین کوربا طنون کے دل باطل کی طرف مائل ہوگئے اور معانی
فاسدہ ان آیات و روایات کے لیے قرار دیکر بے راہ چلنے لگے اور جب اسے جان چکے تو اب وہ توجیہ جسکا وعدہ
کر آیا ہون آیہ مذکورہ کی لکھتا ہون اور کہتا ہون کہ اسمین اختلاف ہوا ہی کہ وہ درخت جسے حضرت آدم و حوا کو حق تعالے
نے نہی فرمائی تھی اور انسے اسکی نسبت ترک اولی ظہور مین آیا کیا درخت تھا اور درخت کس چیز کا تھا چنانچہ جو تفسیر
جناب امام حسن عسکری کی طرف منسوب ہی اسمین وارد ہی کہ وہ درخت شجرہ علم محمد و آل محمد ہی کہ حق تعالی نے اس درخت
کی تخصیص انکے ساتھ فرمائی ہی اور وہ ایسا درخت ہی کہ درختان بہشت مین ممتاز ہی اس طرح سے کہ جتنے اور درخت ہین
انسے ایک ایک قسم کا ثمر حاصل ہوتا ہی اور یہ درخت ایسا ہی کہ اس ایک سے گندم و انگور و انجیر و عناب اور سب میوے
اور فواکہ اور کھانے حاصل ہوتے ہین اسی جہت سے روایات اس درخت کے بیان حال مین مختلف وارد ہوئی ہین
اور وہ ایسا درخت ہی کہ جو کوئی بحکم خدا اسکے کھانے کے لیے الہام فرمایا جاتا ہی وہ بے پڑھے ہوے علم اولین و آخرین سے
فائز ہو جاتا ہی اور جو بغیر اجازت الہی اسے کھاتا ہی اپنے مطلب سے محروم رہتا ہی اور نافرمان خدا ہوتا ہی اور پھر
اختلاف اسمین ہوا ہی کہ وہ بہشت کہ جس سے آدم و حوا باہر نکل کر زمین پر آئے آیا یہ وہ بہشت ہی کہ جو آسمان پر ہی اور
مومنین آخرت مین اسمین داخل ہونگے یا اسکے سوا ہی چنانچہ ملا محسن کاشانی نے تفسیر صافی مین علی ابن ابرہیم قمی و
علل الشرایع و کافی سے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہی کہ وہ بہشت دنیا کے بہشتون سے تھا
جسمین آفتاب و ماہتاب طالع ہوتے ہین اور اگر حضرت آدم جنت الخلد مین ہوتے تو ہرگز اس سے باہر نہ آتے اور

روایت تھی مین اِس مضمون سے یہی زیادہ کہ شیطان آسمین داخل ہوتا تھا اور جناب مولانا ے مجلسی نے کتاب
حیات القلوب مین لکھا ہی کہ اکثر مفسرین کا اعتقاد یہ ہی کہ وہ بہشت وہی بہشت تھا کہ خلد آخرت ہی اور مومنین ایمان
و عمل کی جزا مین داخل ہونگے اور فرمایا ہی کہ یہ قول نادر ہی کہ وہ ایک باغ تھا باغہاے آسمان سے جو بہشت خلد کے
سوا تھا اور ایک جماعت نے کہا ہی کہ وہ باغ تھا باغہاے زمین سے جیسا کہ بعض احادیث مین وارد ہوا ہی
اور استدلال کیا ہی اُس جماعت نے اِس قول کی صحت پر اُس بات کے ساتھ کہ جو کوئی بہشت خلد مین داخل
ہوتا ہی باہر نہین آتا اور اسکے جواب مین کہا ہی کہ جو کچھ معلوم ہی یہ ہی کہ جو کوئی بعد مرنے کے اور محشور ہونے کے جزاے
عمل مین داخل ہوگا باہر نہ آئیگا لیکن اگر کوئی کسی اور تقریب سے داخل بہشت ہو وہ بھی باہر نہین آسکتا یہ معلوم
نہین ہوتا بلکہ اُسکا خلاف اخبار سے ثابت ہوتا ہی جیسا کہ شب معراج پیغمبر خداؐ کا بہشت مین تشریف لے جانا اور
پھر اُس سے باہر آنا اور فرشتون کا جانا اور آنا بکثرت روایات مین وارد ہی اور اِس حدیث کے معارض بہت سی
احادیث وارد ہین جنسے یہ نکلتا ہی کہ بہشت آدم و حوا کا بہشت جاوید تھا اور آسمان پر تھا اور ایسے امور مین توقف
کرنا اولی ہی انتہی کلامہ اعلی اللہ مقامہٗ اور جناب سید سند نے حدیقہ سلطانیہ مین فرمایا ہی کہ حدیث
معتبر مین حضرت صادق علیہ السلام سے مروی ہی کہ آدم علیہ السلام نے بارہ دانے کھاے تھے اور حوا نے چھ دانے
کھاے تھے سب اٹھارہ دانے تھے جو کھاے گئے اور دوسری روایت مین جو جناب امیر علیہ السلام سے منقول ہی
ظاہر ہوتا ہی کہ آدم نے دو دانے کھاے اور حوا نے ایک انہ بالجملہ جس طرح ہو اسی سبب سے میراث مرد کی دونا
عورت کی میراث سے قرار پائی اور پھر اسمین بھی اختلاف ہوا ہی کہ شیطان کیونکر بہشت مین داخل ہوا اور کیونکر
وسوسہ آدم صفی اللہ کو دیا حالانکہ شیطان کو بہشت سے باہر نکال دیا تھا اور آدم اور حوا بہشت مین تھے چنانچہ
بعض نے کہا ہی کہ شیطان نے زمین سے بات کی اور آدم و حوا بہشت مین اُسے سمجھگئے اور بعض نے کہا ہی کہ غائبانہ
مراسلہ کیا اُنکے ساتھ اور بعض نے کہا کہ شیطان اُسوقت تک بہشت مین رہنے سے ممنوع تھا اُنکے پاس جانے سے
ممنوع نہ تھا اور بعض نے کہا ہی کہ جب شیطان نے چاہا کہ داخل بہشت ہو تو خازنان بہشت اُسے مانع آے پس
ہر حیوان کے پاس حیوانات بہشت سے جاکر التماس کیا لیکن کسی نے قبول نہ کیا یہان تک کہ سانپ کے پاس
آیا اور کہا کہ تجھسے متعہد ہوتا ہون کہ ضرر فرزندان آدم کو تجھسے منع کرون گا اگر مجھے بہشت مین پہونچا دے پس
سانپ نے شیطان کو اپنے منھ مین دونون نیشون مین دباکر بہشت مین پہونچا دیا اور اُسوقت سانپ کا بدن
پوشیدہ تھا اور چار ہاتھ پاؤن رکھتا تھا اور سب جانورون سے اچھی صورت رکھتا تھا اور اونٹ کی طرح بلند تھا
پس خدا نے اُسے برہنہ فرمایا اور بعض روایات مین وارد ہی کہ اُسوقت شیطان جبکہ سانپ کے منھ کے اندر تھا تو حضرت
آدم یہ گمان کرتے تھے کہ سانپ اُنکے ساتھ باتین کرتا ہی یہ جانتے تھے کہ اُسکے منھ مین شیطان چھپا ہوا کلام کرتا ہی

اسوقت شیطان نے کہا کہ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ وَقَاسَمَهُمَآ
اِنِّیْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ یعنے منع نہین کیا تمکو تمھارے پروردگار نے اس درخت سے مگر اسلیے کہ تم دونون دو فرشتے
ہوجاؤگے امام علیہ السلام نے فرمایا کہ یعنے اگر کھاؤگے اس درخت سے تو غیب کو جانوگے اور قادر ہوجاؤگے ایسے
کہ جسپر وہ قادر ہی کہ جسے خدا نے مخصوص گردانا ہی اپنی قدرت سے یا ان اشخاص سے ہوجاؤگے جو ہمیشہ زندہ رہتے ہین
اور ہرگز نہین مرتے اور قسم کھائی کہ مین تمھارے لیے بہتری چاہنے والا ہون پس حضرت آدم نے سانپ کی طرف
رو کر کے کہا کہ ای سانپ یہ فریب شیطان کا ہی یہ کیونکر ہوسکتا ہی کہ میرا پروردگار خیانت کرے حالانکہ وہ سب کریمون سے
زیادہ کریم ہی اور کیونکر ہوسکتا ہی کہ مین اُس بات کا مرتکب ہون جسکے لیے میرے پروردگار نے منع فرمایا ہی جب تک
کہ اُسکا حکم نہولے پس جب شیطان مایوس ہوا کہ آدم فریب مین نہ آئینگے مایوس ہوکر حوا کے پاس گیا اور فریب دیا
انکو اور حوا نے کھایا اُس درخت سے اور ملائکہ نے منع نکیا اور علت اس عدم منع کی یہ تھی کہ حق تعالی نے فرمایا ہی کہ
جسکو مین نے عقل و قدرت دی ہی اُسے اُسکے حال پر چھوڑ دو کہ عقل میری حجت ہی پس حوا آدم کے پاس آئین اور
کہا کہ آیا تم نہین جانتے کہ جو درخت ہمپر حرام ہوا تھا وہ مباح اور حلال ہوگیا کیونکہ مین نے اُسے کھایا اور ملائکہ نے
مجھے منع نہین فرمایا اور مین نے اپنے حال مین کچھ تغیر نہین پایا پس اس جہت سے ابلیس ملعون کا آسیب فریب حضرت آدم
کو پہونچا فقط مخفی نہ رہے کہ اس روایت کا محصل اُس طریقے پر کہ منافی عصمت کی نہو وہی ہی کہ یہ منع او نہی تنزیہ
کے لیے تھی اور حضرت آدم علیہ السلام اُسکی بھی مخالفت پر جسارت نکرتے تھے لیکن یا بمقتضاے بشریت بعض
جہتون سے خواہ بواسطہ اسکے کہ حتماً منع نہین فرمایا تھا یا اسلیے کہ شیطان نے وسوسہ دلایا اور اصرار کیا اور قسم
کھائی خداے عزوجل کے نام سے یا مظنہ اسکا تھا کہ نہی میرے لیے ایک درخت خاص سے فرمائی ہی نوع درخت سے
منع نہین فرمایا یا اس جہت سے کہ ملائکہ نے حوا کو منع نہین کیا اس مخالفت مین واقع ہوئی اور منع حتمی کا
خدا کی طرف سے نہونا ظاہر ہی کیونکہ خود ملائکہ سے فرمایا تھا کہ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً پس مصلحت خدا کی
آدم علیہ السلام کے زمین پر پہونچنے سے متعلق تھی اور چونکہ نعیم بہشت سے آدم علیہ السلام کا بلا حجت نکالنا حق تعالے
کو پسند نہ تھا اسلیے چاہا کہ کوئی آزمایش انکے لیے عمل مین آے اگر اُسکے بعد ثبات قدم اُنسے ظاہر ہو تو ہمیشہ انھین
جنت مین رکھے اور اگر مراعات مراقبہ عظمت و امر الٰہی سے اگرچہ وہ مستحب کیون نہو پاؤن انکا لغزش کھا جاے
تو بعد اتمام حجت زمین نیاز پر انھین اُتارے اور اس ضمن مین اہل زمین کی صلاح فرماوے اور اپنے نبی برگزیدہ کے
مدارج بسبب انکی انابت کے اور رجوع کرینگے طرف اسکے جناب اقدس کے بڑہاوے اور اگرچہ ظاہر مین کچھ کمی مرتبہ
سابق سے ظاہر ہوگی لیکن حقیقت مین اپنے قرب کے درجہ اعلی تک پہونچاوے گا حاصل یہ ہی کہ ہر صورت مین مصالح
پیش نظر تھے اور انواع منافع و حکمت کے حصول و ترتب کے لیے فرمایا جو کچھ کہ فرمایا اور چونکہ خداوند عالم جانتا تھا کہ

انجام کار اِس آزمائش کا کیا ہوگا آبادی دنیا کا مدار اور ہدایت خلق کا انحصار حضرت آدم کے زمین پر اترنے کے ساتھ
قرار دیا پس جو کچھ کہ چند دانون کے درخت مذکور سے کھانے پر مترتب ہوا محض عتاب نہ تھا بلکہ مصالح خفیہ و جلیہ بھی
اِس بات مین ملحوظ تھے اور اِس سبب سے ملائکہ سے فرمایا تھا اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً لیکن یہ بات کہ آدم علیہ السلام
جو محل شکایت و عتاب مین آئے جیسا کہ ظاہر آیات اُسپر والالت کرتا ہے از راہ معصیت نہ تھا بلکہ بسبب عدم مراقبہ
عظمت اوامر الٰہی تھا اُسپر دلیل یہ ہے کہ روایت مامون رشید مین گذرا کہ اُن حضرت نے جس درخت سے کھایا وہ درخت
غیر اُسکے تھا جسکے لیے خدا نے منع فرمایا تھا کیونکہ منتہی عنہ سے نہین کھایا بلکہ جو اُسکے مماثل تھا اُس سے کھایا تھا اور
قطع نظر اِس سے کہ نہی الٰہی جو اُنسے متعلق ہوئی تھی وہ بطور استحباب و تنزیہ تھی صریح ممانعت اُس سے نہوئی تھی اور
قیاس کرنا شریعت مین محظور ہے اسلیے اجتناب بھی اُن حضرت پر واجب نہ تھا لیکن بمفاد مَنْ تَرَکَ الشُّبُهَاتِ نَجٰی
عَنِ الْمُحَرَّمَاتِ مراقبہ بزرگی حکم خدا اور محتمل ہونا اِس بات کا کہ شائد دوسرے درخت سے بھی کھانے مین رضاے الٰہی
نہ جانتا تھا کہ اُس سے احتراز و اجتناب فرماتے لیکن بسبب وسوسہ شیطانی کے اگرچہ وہ سبب بعید تھا جرأت و جسارت
کھانے پر فرمائی اور ایسی جسارت ارباب صفوۃ کے واسطے بمفاد حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ مورث عتاب
رب الارباب کی ہوتی ہے چنانچہ یہ ضرور ہے کہ معاتب ہوے اور بعد اُسکے یہ توبہ و رجوع کرنے خدا کی طرف درجہ قبول
توبہ کو بوسیلہ ہمارے مقدسہ ائمہ طاہرین علیہم السلام ہوپنچے چنانچہ ذکر توبہ آدم علیہ السلام مین منقول ہے کہ حق تعالیٰ نے
وحی آدم علیہ السلام کی طرف بھیجی کہ اگر قبل صدور معصیت تو مجھسے سوال کرتا کہ تیرے پاؤن کو اِس آزمائش مین
ثابت رکھون اور تجھے تیرے دشمن کے مکر پر آگاہی کردون تو ہر آئینہ عطا کرتا لیکن جو کچھ میرے علم مین تھا وہ واقع ہوا
اب تجھے چاہیے کہ مجھسے بذریعہ محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ علیہم السلام دعا کرتا تیری دعا کو قبول کرون پس اُسوقت
آدم علیہ السلام نے کہا کہ خداوندا بجاہ محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ و ان طیبین و طاہرین کے جو انکی اولاد سے ہونگے
تفضل کر مجھپر ساتھ قبول فرمانے میری توبہ کے اور بخشنے میری معصیت و لغزش اور پھیرنے کے مجھے اُس مرتبہ
کرامت پر جو پہلے مین رکھتا تھا پس حق تعالیٰ نے فرمایا کہ تیری توبہ کو قبول کیا اور روے رضا و خوشنودی کو تیری
طرف لایا مین اور اپنی رحمتون کو اور نعمتون کو تیرے اوپر پھیرا اور جو مرتبہ کہ تو پہلے میرے مراتب کرامت سے رکھتا تھا
اُس سے زیادہ مراتب تک تجھے پہونچایا فقط - اب اِس بیان سے بخوبی ثابت ہوا کہ اصل ارادہ حق تعالیٰ کا آدم علیہ السلام
کے پیدا کرنے سے زمین دنیا کا آباد کرنا تھا اور ہدایت فرمانا تھا اور بہشت مین لے جانا اِسلیے تھا کہ انھین مدارج بہشت
و نعمات ابدی کو دکھاے تاکہ انکا مشاہدہ اور اقرار و شہادت اُنکی اولاد کی تصدیق کو اور رغبت کو اعمال خیر کے کرنے مین
کافی و معین ہو اور باہر لانا زمین پر بہشت سے بذریعہ آزمائش خاص بنا بر مصالح و حکمتہاے بیشمار کے تھا کہ بعض
ظاہر مین اور کچھ پوشیدہ خصوصاً اظہار علو مراتب محمدؐ و آل محمد صلوات اللہ علیہم اجمعین کہ اشرف و عمدہ مخلوقات الٰہی مین

اور خاص اُنکے پیدا کرنے کے لیے سب آسمان و زمین اور جو کچھ انمین ہین پیدا ہوے اور نہی قرب شجرہ سے بطور
استحباب تھی نہ بطور تحریم اور بطور اجمال تھی نہ بتصریح اور جو حضرت آدم علیہ السلام سے صادر ہوا وہ ہرگز از راہ معصیت
نہ تھا بلکہ ترک اولی تھا اور وہ منافی عصمت نہین ہی فَثَبَتَ المَقصُود لیکن جو کچھ روایات اخیرہ مین وارد ہوا ہی
اور اسکا موہم ہی کہ پہلے حضرت آدم کو توسل حضرات کے ساتھ گران گذرا بلکہ بعض روایات مین تعبیر بلفظ حسد واقع
ہوئی ہی اور اُسے شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی نے بطعن شیعون پر ذکر بھی کیا ہی پس جواب اُسکا یہ ہی کہ اولا
اخبار احاد مفید علم و مدار اعتقاد نہین دوسرے ممکن یہ ہی کہ برفرض تسلیم مراد حسد سے غبطہ ہو اور وہ محل مواخذہ کا
نہین ہی یا یہ کہ لفظ حسد یہان معنی حقیقی پر اپنے نہین ہی اور محض تخیل پر جبتک کہ آثار محاسدہ اُسپر مترتب نہون
مواخذہ کرنے کی جگہ نہین ہی جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب اپنے علم کی زیادتی کا خیال آیا تو اُس تخیل
کے رفع فرمانے کو تاکہ بمرتبہ استکبار نہ پہونچ جاے مامور ہوے کہ حضرت خضر سے ہمنشینی اور استصحاب کرین پھر اگر
حضرت آدم علیہ السلام کو بھی اپنی بزرگی کا خیال آیا اور اُسکی رخنہ بندی کے لیے قبل وقوع خدا کی طرف سے
اُنکے حفظ کو یہ امر واقع ہوا ہو تو محل تعجب نہین ہی علاوہ اسکے جب یہ بذریعہ اخبار متواترہ ثابت ہی کہ حق تعالی نے
عہد ولایت محمدؐ و آل محمدؐ کو سب سے لیا اور ایک فرشتہ کو کہ عہد اُسکا نام تھا بہشت مین خلق فرمایا کہ اُسنے حضرت
آدم سے اِس عہد کو لیا تھا اور اصل حجر اسود وہی ملک ہی کہ تا قیامت اولاد آدم پر شاہد عہد مقرر کیا گیا اور اسی لیے
حج واجب ہوا کہ ایکبار اُسکے سامنے ہر مسلمان کو ضرور ہی کہ حاضر ہو کر اپنے عہد کا شاہد کراے بالجملہ جب یہ ولایت
حق تعالی کے نزدیک لائق اہتمام تھی تو اس سے بہتر تکمیل ولایت کے لیے کیا بات تھی کہ جب اُنکے ذریعہ سے
آدم علیہ السلام فائز المرام ہونگے تو کسقدر حسن ظن اُنکو اُنکی اور اولاد کو اُنکے ساتھ بہم پہونچیگا اور کیا محبت صادق
اُنسے ہوگی جو خدا کو پسند ہی اور اُسکے لیے مامور فرمایا ہی ولیکن جو قرآن مجید مین وارد ہوا ہی فَلَمَّا آتَاهُمَا صَالِحًا جَعَلَا
لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا آتَاهُمَا اُسکی شان نزول مین بھی روایات عدیدہ حضرات اہل سنت نقل فرماتے ہین کہ جس سے نسبت شرک کی
العیاذ باللہ حضرت آدم کی طرف لازم آتی ہی جیسا کہ جناب اخوند مجلسی علیہ الرحمہ نے کتاب اربعین مین فرمایا ہی کہ
فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر مین کہا ہی کہ ابن عباس سے تفسیر آیہ هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ مین مروی ہی
کہ مراد اُس سے نفس آدم ہی اور وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا کے معنی یہ ہین کہ حوا کو پہلو کی ہڈی سے حضرت آدم کی پیدا کیا
بدون اسکے کہ حضرت آدم کو کچھ اذیت پہونچے فَلَمَّا تَغَشَّاهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيفًا فَمَرَّتْ بِهِ فَلَمَّا أَثْقَلَتْ دَعَوَا اللَّهَ لَئِنْ آتَيْتَنَا
صَالِحًا لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ یعنے جبکہ حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت حوا کے ساتھ نزدیکی کی تو حاملہ ہوا اور
ابتداے حمل مین سبکبار تھی اور بعد اُسکے زیادہ بار بہم پہونچا اُسوقت دونون نے دعا کی کہ خداوندا اگر فرزند صالح
و مستوی الخلقہ ہمکو عطا فرمایا تو ہم تیرے شکر گذارون مین ہونگے اور اسی روایت مین ابن عباس اس جملہ کی تفسیر مین

کہتے ہین کہ جب مان کے پیٹ مین بچے نے گرانی بہم پہونچائی تو شیطان حوا کے پاس صورت انسانی مین آیا اور کہا
کہ یہ بار جو تیرے پیٹ مین ہی کیا چیز ہی مین ڈرتا ہون کہ تیرے پیٹ مین کتا یا کوئی اور چارپایہ نہو اور مین نہین جانتا کہ
یہ بار کس طرح تیرے پیٹ سے باہر آئیگا آیا تیرے پیٹ کو پھاڑ نکلے یا کوئی اور راہ دوسری ایسی بنائی جائیگی جسکے سبب سے
تیری ہلاکت ہو سو وقت حوا ڈرگئین اور حضرت آدم سے بیان کیا پس دونون بزرگوار اس جہت سے مغموم و مہموم و متفکر
ہوے اسکے بعد پھر آیا اور کہا کہ اگر خداوند عالم سے دعا کرو کہ فرزند نیک صحیح الخلقۃ تمکو کرامت فرماے کہ مثل تمہارے
اعضا و صورت مین ہو اور پیٹ سے باہر آنا اُسکا بسہولت ہو تو عبد الحارث اُسکا نام رکھو تو بہتر ہوگا اور شیطان
کا نام آسمان پر ملائکہ مین بنام حارث مشہور تھا پس جب حق تعالی نے فرزند اُنھین عنایت فرمایا تو اُسکا نام
عبد الحارث رکھا اور یہ معنی ہین قول حق سبحانہ تعالی کے فَلَمَّآ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا
يُشْرِكُوْنَ اور واقع مین یہ ہی کہ یہ تفسیر باطل ہی اور جو کچھ اسکے موافق اخبار طریقہ امامیہ سے بھی وارد ہوے ہین وہ بھی
از روے تقیہ ہین تفسیر صحیح اسکی وہ ہی جو جناب امام رضا علیہ السلام نے مامون رشید کے جواب مین فرمایا جبکہ اُسنے
اس آیہ کی تفسیر کو پوچھا اور وہ یہ ہی کہ حوا پانچ سو بار حضرت آدم سے صاحب حمل ہوئین اور جنین اور ہر بار ایک بیٹا
اور ایک بیٹی پیدا ہوتی تھی اور حضرت آدم و حوا نے خدا سے عہد کیا تھا کہ اگر نسل صحیح و سالم اُنھین کرامت فرمانے
تو از جملہ شکرگذاران وہ ہون پس جب حق تعالی نے اُنھین نسل صحیح و سالم امراض اعاہات سے دونون صنفون سے
یعنے بیٹا اور بیٹی کرامت فرمائی تو اُن دونون صنفون نے جو کچھ کہ خدا نے اُنھین عطا فرمایا تھا اُسمین اور شریک
قرار دیے اور خدا کی شکرگذار مثل اپنے مان باپ کے نہوے اور حق تعالی برتر ہی اُس سے جو شرک لاتے ہین شرک
لانے والے اور یہ تاویل بہت صحیح ہی اور اس آیہ مین تاویل کرنے کے سوا کچھ چارہ نہین ہی کیونکہ باتفاق فریقین
انبیاء وقت نبوت کفر و شرک سے بری ہین اور ایک وجہ لطیف اور بھی بعضے مفسرین نے لکھی ہی اور وہ یہ ہی کہ بت
پرست بت پرستی کو حضرت آدم کی طرف منسوب کرتے ہین پس حق تعالی نے مقام انکار مین فرمایا کہ حضرت آدم
و حوا ایسے تھے کہ خدا ئیتعالی سے دعا کرتے تھے کہ اگر اُنھین فرزند صالح سلیم الخلقۃ کرامت فرماے تو یقیناً شکرگذارون
سے ہونگے پھر کیونکر ہو سکے کہ بعد اسکے کہ حق تعالی انکی آرزو بر لاے شریک خدا کے لیے وہ دونون قرار دین تو
گویا اس مفسر نے جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ کو استفہام انکاری قرار دیا ہی اور سوا اسکے اور بھی یہ احتمال ہی کہ یہ آیہ حضرت آدم و
حوا کی شان مین نہو جیسا کہ قفال نے اس جواب کو اس طرح بیان کیا ہی کہ مراد اُس سے یہ ہی کہ حق تعالی نے ہر ایک کو
تم مین سے نفس واحد سے پیدا کیا ہی اور اُسی کی جنس سے ایک ایک عورت اُسے کرامت فرمائی ہی پس جب
شوہر اپنی زوجہ کے ساتھ نزدیکی کرتا ہی اور وہ باردار ہوتی ہی تو دونون آرزو کرتے ہین کہ اگر خدا ئیتعالی اُنھین
فرزند صحیح و سالم عطا فرماے تو شکرگذار ہونگے پھر جب خدا اُنھین آرزو کے موافق اُنکے دیتا ہی تو اس عطا مین اوسمین دونون

شریک کرتے ہین جیسا کہ حکماے طبیعی کہتے ہین کہ یہ فعل طبیعت کا ہی اور منجمین ستارون کی طرف اور بت پرست
اصنام کی طرف نسبت دیتے ہین پس گویا یہ ضرب المثل ہی مشرکین کے لیے تعالی اللہ عما یشرکون علاوہ اِسکے
بنا بر تفسیر اول کے جو ابن عباس سے منقول ہوئی بالفرض اگر حضرت آدم نے اپنے بیٹے کا نام عبد الحارث رکھا تھا
تو دو حال سے خالی نہین ہی یا محض علم قرار دیا تھا تو قباحت مستلزم کی لازم نہین آتی یا معنی اضافی کو اعتقاد
کرتے ہین یعنے بندہ شیطان تو یہ کفر محض وصریح ہی کہ کوئی عاقل اُسے تجویز نہ کرے گا اور اسی لیے مفسرین متقدمین نے
اِس آیہ کے معنی مین تاویلات ذکر کیے ہین بذیل ذکر تقیہ مین اور یہ کہ پیغمبرون پر اور اُنکے وصیاؤن پر تقیہ
کیا جائز ہی اور کیا جائز نہین ہی چونکہ یہ فصل مذکور عصمت انبیا کے اثبات مین تھی اِسلیے بیان ضرور ہوا کہ اگر
کوئی امر اُنسے خلاف عصمت کے کسی حال مین ظاہر ہو تو اُسے محمول تقیہ پر کرنا چاہیے اب یہ جاننا چاہیے
کہ علامہ قوشجی نے شرح تجرید مین کہا ہی کہ کفر پیغمبر پر جائز نہین ہی لیکن بعض خوارج نے اِسے تجویز کیا ہی اسلیے کہ اُنکے
نزدیک ہر گناہ کا ارتکاب مستلزم کفر ہی اور گناہ کو پیغمبر کی نسبت تجویز کرتے ہین اور شیعون نے تجویز کیا ہی کہ اظہار
کفر کا پیغمبرون کے لیے تقیہ کی راہ سے اور حفظ جان کے لیے ہلاکت سے جائز ہی اور یہ رد کیا گیا ہی ساتھ اِس بات
کے کہ احق اوقات تقیہ کے لیے ابتداے دعوت ہی بسبب اسلام کے ضعیف ہونے کی اور شوکت مخالف کے
قوی ہونے کی اور شاہ عبد العزیز دہلوی نے قول خوارج کی طرف اشارہ کرکے کہا ہی اُسکا حاصل یہ ہی کہ جو کچھ فرقہ خوارج
بصراحت کہتے ہین تقیہ کو وہ فرقہ امامیہ در پردہ کہتے ہین اور پھر دوسرے مقام پر کہا ہی کہ انبیا جھوٹ کہنے سے
معصوم ہین اور امامیہ کہتے ہین کہ انبیا کو جھوٹ بولنا جائز ہی بلکہ واجب ہی پیغمبرون پر کہ تقیہ کی راہ سے جھوٹ
بولین اور قول ابراہیم علیہ السلام کو جو اُنھون نے فرمایا تھا اِنِّي سَقِيمٌ اِسی معنی پر حمل کرتے ہین حالانکہ اگر
کذب جائز ہو پیغمبرون پر اگرچہ از روے تقیہ کیون نہو تو اعتماد و وثوق اُنکے کلام پر باقی نہین رہتا اور بعثت کی غرض
ٹوٹ جاتی ہی اور تقیہ پیغمبرون پر جائز نہین ہی والا تبلیغ احکام الٰہی کبھی نہو سکے کیونکہ اول امر مین جب کوئی مددگار
انکا نہو تقیہ کی حاجت بہت ہی لیکن اگر اُسوقت وہ خلاف حکم الٰہی بجا لائین اور آدمیون کے ایذا پہونچانے سے
ڈر جائین پھر حکم الٰہی کس طرح معلوم ہو فقط انتہی کلامہ لیکن اِس کلام پر چند ایراد وارد کیے گئے ہین پہلے یہ کہ پیغمبرون
کا عمل کرنا تقیہ پر حضرات اہل سنت کی بھی کتابون سے ثابت ہوتا ہی پس جو کچھ اُنھون نے فرقہ امامیہ پر وارد کیا
وہ مشترک الورود ہوگا اور وہ تشنیع ایسی ہوگی جو کوئی اپنے نفس پر اور اپنے مذہب کے علما پر کرے کیونکہ قاضی
بیضاوی نے تصریح کی ہی کہ حضرت موسی علیہ السلام نے مدت مدید تقیہ مین بسر کی ہی جہان کہ تفسیر کی ہی قول خداوند تعالی
کی جو خطاب حضرت موسی علیہ السلام کی طرف فرماکر ارشاد کیا ہی وَلَبِثْتَ فِينَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِينَ وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ
الَّتِي فَعَلْتَ وَأَنْتَ مِنَ الْكَافِرِينَ اور یہ لفظ قاضی بیضاوی بعینہ فَإِنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ كَانَ يُعَايِشُهُمْ بِالتَّقِيَّةِ انتہی

دوسرے یہ کہ تقیہ کا مطلقاً ثبوت بنص قرآنی ظاہر ہے اس صورت مین بعض تقیہ پر حکم الٰہی پر طعن ہوتی ہے حیث
قال تعالیٰ لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ إِلَّا أَنْ
تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاةً وَيُحَذِّرُكُمُ اللَّهُ نَفْسَهُ وَإِلَى اللَّهِ الْمَصِيرُ یعنے مومنین قرار دین کافرون کو دوستدار اپنے سوا مومنین کے
اور جو کوئی کہ ایسا کرے گا وہ نہین ہے درجہ اطاعت مین خدا کے مگر یہ کہ پرہیز کرین انسے از روے تقیہ کے پس اب
کوئی وجہ انکار مطلق کی اسکے بعد نہین ہے اور حضرات اہل سنت بھی اگرچہ بظاہر حال تقیہ سے انکار کرتے ہین
اور اپنے قیاس مین اُسے حکم نفاق مین قرار دیتے ہین کیونکہ تقیہ نفاق کو کہتے ہین کہ دونون مین امر کا پوشیدہ کرنا
اور اُسکے خلاف کا ظاہر کرنا اور نفاق حرام ہے تو تقیہ بھی حرام ہوگا حالانکہ فرق ظاہر ہے کیونکہ نفاق یہ ہے کہ کفر کا
اعتقاد رکھے اور اُسے پوشیدہ کرے اور تقیہ یہ ہے کہ حق کا اعتقاد رکھے اور اُسے دل مین اہل باطل کے خوف سے
چھپاوے خواہ وہ اہل باطل کفار ہون یا فجار ہون لیکن جابجا اعتراف جواز تقیہ کا اُن حضرات کے بھی علما کی
زبان سے ثابت ہے جیسا کہ قاضی بیضاوی نے بھی اسی آیہ کی تفسیر مین کہا ہے إِلَّا أَنْ تَخَافُوا مِنْ جِهَتِهِمْ مَا يَجِبُ اتِّقَاؤُهُ
یعنے موالات و دوستی کفار کی حرام ہے مگر یہ کہ اُنکی جانب سے ڈرو کسی بات مین کہ تقیہ اور احتراز اسمین واجب و
لازم ہو جائیگا اور مفسر بیضاوی نے نقل کی ہے کہ قرا سبعہ سے یعقوب نے تقاۃ کی لفظ کو صحیح تقیہ بلفظ تقیہ
پڑھا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ خداوند عالم نے کفار کی دوستی سے ظاہراً و باطناً منع کیا ہے ہر وقت مین مگر وقت خوف مین
اسلیے کہ اظہار موالات اس وقت مین جائز ہے اور مفسر تفسیر کبیر نے بھی اپنی تفسیر مین اسی آیہ کے بیان مین لکھا ہے
کہ تقیہ اپنے حفظ نفس کے لیے جائز ہے اور آیا حفظ مال کے لیے بھی جائز ہے پس محتمل یہ ہے کہ جائز ہو کیونکہ پیغمبر خدا
صلی اللہ علیہ وآلہ سے منقول ہے کہ مَنْ قُتِلَ دُونَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ اور اسلیے کہ حاجت مال کی طرف بہت شدید ہے
اور اس جہت سے کہ جب پانی سونے کی قیمت کے موافق فروخت ہو تو وضو کا واجب ہونا ساقط ہوتا ہے
اور تیمم پر اکتفا روا ہوتا ہے تاکہ اسقدر مضرت مال کی مکلف پر عائد نہو پھر کس طرح تقیہ ایسے مقام پر جائز نہو
اب لائق ملاحظہ ہے کہ جب اعاظم علما یہ فتوی دین تو جن حضرات نے کہ تقیہ کا نام نفاق رکھکر حرام قرار دیا
وہ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے اور سوا اضطراب کے اسے کیا کہہ سکتے ہین لیکن بعض حضرات نے اُنمین سے کہا ہے کہ یہ حکم
صدر اسلام مین ثابت تھا بسبب اسکے کہ مومنین ضعیف تھے لیکن بعد قوت اسلام یہ حکم باقی نہ رہا اور
اس کلام کا بھی حال ظاہر ہے کیونکہ جب ضعف اسلام بقوت مبدل ہو تو البتہ جماعت مسلمین کے لیے مقام
تقیہ باقی نہین رہا کیونکہ خوف زائل ہوا اور تقیہ خوف کے ساتھ منوط ہے لیکن یہ بات اس سے کہان لازم آتی ہے
کہ تقیہ کا حکم ساتھ متحقق ہونے شرائط کے بھی منسوخ و منقطع ہوا ہے کیونکہ جب تقیہ کی علت ضعف ہوا اور
ضعف مرتفع نہین ہوا مگر مجموع سے جبکہ وہ مجموع ہون اور ایک دو مسلمان اگر کفار کے ہاتھ گرفتار ہو جائین تو

ہر وقت موجود ہی اگرچہ وقت شوکت اسلام کیون نہو پس کیا حال ہی جبکہ اسلام پھر ضعیف ہو جاے جیسا ابتدا مین تھا اور اُسکی طرف اشارہ ہی خبر مین جو پیغمبر کی طرف منسوب ہی موجود ہی جو فرمایا ہی کہ سَیَعُودُ الدِّینُ غَرِیبًا کَمَا بَدَی پس اور اُسوقت مین کیونکر کہہ سکتے ہین کہ تقیہ صدر اسلام مین جائز تھا بعد کہینگے اسلام غیر جائز ہی بلکہ حکم تقیہ بالمرہ منقطع نہین ہوا اور نہین ہو سکتا بلکہ وقت حاجت تقیہ تا روز قیامت باقی ہی اور اسی جگہ سے ہی کہ حسن بصری سے موافق روایت بخاری باب اکراہ مین منقول ہی اَلتَّقِیَّةُ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ اَیْ اِنَّہَا بَاقِیَةٌ وَجَائِزَةٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ جیسا کہ کنز العرفان مین اسکے ساتھ تصریح کی گئی ہی اور مفسر تفسیر کبیر نے بھی بعد نقل کرنے اس قول کے کہا ہی کہ یہ قول اولی ہی اسلیے کہ دفع ضرر نفس سے بقدر امکان واجب ہی انتہی اور یہ دلیل عقلی جواز بلکہ وجوب تقیہ ہی جیسا کہ ہمارے علمانے ذکر کیا ہی لیکن البتہ بظاہر محل تعجب یہ ہی کہ شاہ صاحب نے دلیل عقلی و نقلی کسی پر لحاظ نہین کیا اور یکبیر حکم انقطاع تقیہ دیا اور حال خوف و امن کو جدا نہ کیا اور معنی تقیہ اور شرائط پر اسکے توجہ نہ کی بلکہ جو ضرر ابیان تقیہ کے ترک سے بعض اصحاب کبار کو پہونچین کہ وہ تجربہ اہل اسلام کو کافی ہین اُسے بھی یاد نکیا جیسا کہ کتاب حمیدی و منتقی مین بتصریح منقول ہی تیسرا ایراد جو پیش ہوتا ہی وہ یہ ہی کہ فریقین بمقام تبلیغ قائل جواز تقیہ انبیا کے نہین ہین اور تقیہ کا فی الجملہ جائز ہونا باعث اُسکے تجویز کا ہر جگہ نہین ہوتا یہان تک کہ کارخانہ تبلیغ معطل ہو جاے اور ساتھ اسکے یہ بات ہی کہ شیعون کے علما کے کلام مین یہ بھی واقع نہین ہی کہ پیغمبرون نے جھوٹ یا کلمہ کفر کہین خود کہا ہو اور بسبیل تنزل یہ بات کہی جاتی ہی کہ کلام تقیہ کا حقیقت کفر و کذب سے باہر ہی پس اُنہین کسی کو ملامت کرنے کا مقام نہین ہی اور دلیل اسپر قول خداوند علیم جو فرمایا ہی کہ اِنَّمَا یَفْتَرِی الْکَذِبَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰذِبُوْنَ مَنْ کَفَرَ بِاللّٰہِ مِنْۢ بَعْدِ اِیْمَانِہٖٓ اِلَّا مَنْ اُکْرِہَ وَقَلْبُہٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِیْمَانِ وَلٰکِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْکُفْرِ صَدْرًا فَعَلَیْھِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰہِ وَلَھُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ فاضل زمخشری نے کشاف مین کہا ہی کہ معنی آیہ یہ ہین کہ مفتری کذب نہین ہین مگر وہ اشخاص جو کافر ہو جائین بعد ایمان کے اور حق تعالی نے استثنا فرمایا اُس شخص کو جو اکراہ کیا گیا ہو اور جبر سے اُسنے کہا ہو پس وہ حکم افترا سے خارج ہی بعد اسکے حق تعالی فرماتا ہی کہ لیکن وہ اشخاص کہ بخوشی خاطر اور دل سے اور انشراح صدر سے کلمہ کفر زبان پر لائین پس اُنپر خدا کی طرف سے غضب نازل ہوگا لفظ فاضل زمخشری مَنْ شَرَحَ بِالْکُفْرِ صَدْرًا مین یہ ہی کہ اَیْ طَابَ بِہٖ نَفْسًا وَاعْتَقَدَہٗ یعنی جو کہ بطیب خاطر اور باعتقاد باطن تکلم بکلمہ کفر کرین وہ مورد غضب ربانی ہوتے ہین اور پھر روایت کی ہی فاضل زمخشری اور قاضی بیضاوی اور دیگر مفسرین حضرات اہل سنت نے شان نزول مین ہی آیہ کی بتفاوت قلیل منجملہ اسکے روایت قاضی بیضاوی لکھی جاتی ہی کہ کفار قریش نے عمار صحابی رسول پر اور اُنکے باپ یاسر اور مان اُنکی سمیہ پر اجبار کیا اِسلیے کہ اسلام کو ترک کرو پس سمیہ کو دو اونٹون کے بیچ مین باندھا اور حربہ اُنکے

جب

قتل مین وہ شخص کیا اور کہا کہ تو اپنے مردون کی محبت مین مسلمان ہوئی تھی اور مار ڈالا انہین بعد اسکے انکے باپ یاسر کو قتل کیا اور یہ دونون اول کشتگان اسلام ہین اور عمار نے جو جو کچھ وہ کہنا چاہتے تھے کلمات کفر کا از روے اکراہ وجبر اپنی زبان سے کہا بعد اسکے یہ سرگذشت پیغمبر خدا کی خدمت مین عرض کی گئی اس طرح کہ عمار کافر ہو گئے حضرت نے فرمایا کہ ایسا نہین ہی عمار بھر گیا ہی ایمان سے از سر تا قدم اور ایمان عمار کے گوشت وخون مین آیا ہی بعد اسکے عمار حضرت کی خدمت مین آئے درحالیکہ روتے تھے حضرت انکی آنکھ سے آنسو پوچھتے جاتے تھے اور فرماتے تھے کہ تیرے لیے کیا قباحت ہی اگر پھر آئین اور اسی طرح چاہین تو جو کچھ کہا ہی پھر بھی کہنا اسکے بعد قاضی بیضاوی نے کہا ہی کہ یہ قول اسکی دلیل ہی کہ بروقت اکراہ کلمہ کفر کا کہنا جائز ہی پس محض تکلم بکلمہ کفر مقام خوف ہلاکت مین بنص قرآن وروایات واقوال فریق ثانی بھی نہ کفر ہی جیسا کہ مفسر بیضاوی نے کہا ہی وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ فيه دليل على اِنَّ الْاِيمَانَ هُوَ التَّصْدِيقُ بِالْقَلْبِ اور نہ افترا ہی بسبب قول فاضل زمخشری کے جو انھون نے کشاف مین کہا ہی وَاسْتَثْنٰی مِنْهُ الْمُكْرَهَ فَلَمْ يَدْخُلْ تَحْتَ حُكْمِ الْاِفْتِرَاءِ اور تفسیر مَنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا مین کہا ہی کہ اَی طَابَ بِهٖ نَفْسًا وَاعْتَقَدَهٗ پس جبتک کہ اعتقاد کفر کا نہو صادق نہین آتا اور کذب وکفر عند الضرورت اسکے حکم سے مستثنیٰ ہین اور قباحت سے معرا ہین اور جو طعن کہ فاضل قوشجی اور شاہ صاحب دہلوی نے کی ہی بنا بر اس تقریر کے بیجا ہی کیونکہ فریقین کے درمیان مین کفر وکذب کی تجویز مین عند الاکراہ کچھ فرق باقی نہین ہی مگر اسی قدر کہ اہل سنت تقیہ کے رخصت دیتے ہین اور اسکے ترک کو سنت اور افضل جانتے ہین بنا بر اسکے جو مروی ہی کہ مسیلمہ کذاب نے دو شخصون کو اصحاب پیغمبر سے گرفتار کیا پس ایک سے پوچھا کہ محمد کو کیا جانتا ہی اسنے کہا رسول خدا مسیلمہ نے کہا کہ مجھے کیا جانتا ہی اسنے کہا اسی طرح اسے چھوڑ دیا بعد اسکے دوسرے سے پوچھا کہ محمد کون ہین کہا رسول خدا کہا میرے حق مین کیا کہتا ہی اسنے کہا مین بہرا ہون سنتا نہین پھر اسے وہی کہا اسنے کہا کہ مین بہرا ہون پھر تیسری بار اسی طرح کہا اور اسنے وہی جواب دیا یہان تک کہ اسنے قتل کیا پس جب یہ خبر جناب سید البشر کو پہونچی تو فرمایا کہ پہلے شخص نے عمل کیا رخصت اور اجازت پر خدا تعالیٰ کی اور جسنے اظہار حق کیا اسے مبارک ہو فقط لیکن واضح ہو کہ یہ قول ہی اور فعل علما کا انکے جو سنا اور دیکھا گیا وہ محض تقیہ ہی چنانچہ شیخ علی حزین نے شیخ جلال الدین سیوطی سے نقل کیا ہی کہ انھون نے تاریخ الخلفا مین ذکر کیا ہی کہ مامون عباسی نے اپنے نائب کو لکھا کہ سات شخصون کو میرے پاس بھیجدے اور انکے نام لکھے منجملہ انکے محمد بن سعد کاتب واقدی تھا اور یحیی بن معین اور اسمعیل بن ابی مسعود تھے جب وہ ساتون نفر مامون کے پاس حاضر آئے تو اسنے امتحانا قول قرآن کے مخلوق ہونے کا پوچھا انھون نے تصدیق کی یہ کہکر فاضل سیوطی نے کہا ہی کہ ان سب کے طلب کرنے کا سبب یہ تھا کہ پہلے انھون نے جواب دینے مین توقف کیا تھا جب بلایا تو تقیہ کی راہ سے اسکے جواب مین کہدیا اور قاضی خان کے فتاوے مین مذکور ہی کہ ابراہیم نخعی خطبہ جمعہ کے سننے کے بیچ مین کلام

کرتا تھا جب اُس سے کہا کہ یہ تو کیا کرتا ہی تو اُسنے کہا اِنِّي صَلَّيْتُ الظُّهْرَ فِي دَارِي ثُمَّ اَتَيْتُ اِلَى الْجُمُعَةِ تَقِيَّةً یعنے مین
گھر مین نماز ظہر پڑھ چکا ہون تقیہ کی راہ سے نماز جمعہ مین آیا ہون اور جمہور نے ابن عباس سے روایت کی ہی کہ وہ
میراث مین عول کو باطل جانتے تھے جب اُنسے کہا گیا کہ زمان عمر مین کیون اس ابطال کا ذکر نکیا تو انھون نے
کہا کہ کَانَ رَجُلًا مَهِيبًا خِفْتُهُ یعنے اُسکے ڈر سے مین نے نہ کہا تھا اور بخاری نے باب المداراة مع الناس مین
ابو درداء سے نقل کیا ہی کہ وہ کہتا تھا کہ ہم ایک جماعت کے منھ پر ہنستے تھے اور دل ہمارے اُنھین لعنت کرتے
اب اِس سے صاف ظاہر ہی کہ تقیہ اسلاف کا شعار تھا اور راقم رسالہ نے بادشاہ ملک اودھ کی صحبت مین جسقدر
حضرات اہل سنت کو تقیہ کرتے دیکھا ہی اگر لکھون تو اُن حکایات سے بڑا سا ایک کتاب ہو پس حقیقت مین
اُنکے افعال سے بھی ظاہر ہی کہ رجحان محل خوف وضرر مین اختیار تقیہ کو ہی لیکن یہ کہہ دیتے ہین کہ محل خوف مین بھی
ترک تقیہ راجح ہی اور علماے امامیہ کے نزدیک حکم رجحان تقیہ اور عدم رجحان تقیہ مین ایسے مقامات مین اختلاف
ہی کہ انشاء اللہ تعالی اُسکی تفصیل لکھی جاوے گی بالجملہ بعض روایات سے اہل عصمت کے اولویت تقیہ کی اِن مقامات مین
ظاہر ہوتی ہی جیسا کہ تفسیر صافی مین حضرت صادق علیہ السلام سے مروی ہی کہ پوچھا اُن حضرت سے کہ گردن کا بڑھانا
اور مہیاے مرگ ہونا محبت مین جناب امیر علیہ السلام کے جبکہ ناصبین عداوت کا غلبہ ہو آپکے نزدیک محبوب تر ہی
یا تقیہ اُن حضرت نے فرمایا کہ رخصت تقیہ محبوب تر ہی آیا نہین سنا قول حق تعالی کو اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ
بِالْاِيمَانِ اور ظاہر تقریب استدلال باوصف اسکے کہ آیہ کریمہ مین سوا استثنا کے کوئی اور بات جو دلالت رجحان
تقیہ پر رکھتی ہو نہین ہی یہ ہو کہ جب تقیہ بمقتضاے استثنا کے ایسے مواضع مین منظور ہو پس مصالح ملحوظہ تکمیل تقیہ مین
بے معارض کے موثر ہونگے اور کافی کلینی مین حبیب ابن بشیر سے جناب صادق علیہ السلام سے مروی ہی کہ فرمایا
کہ میرے والد بزرگوار فرماتے تھے لَا وَاللهِ مَا عَلَى وَجْهِ الْاَرْضِ شَيْءٌ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنَ التَّقِيَّةِ اور اسی معنی مین اور بھی
روایات وارد ہوئی ہین اور بعض علماء نے کہا ہی کہ شاید اس ارشاد کی وجہ ابقاے نسل مومنین ہو اور فی الحقیقت
اگر زمانہ بنی امیہ و بنی عباس مین شیعہ کاربند تقیہ نہوتے تو یقینی بالمرہ استیصال ہو جاتا اور تعجب نہین ہی
کہ منشاء زیادہ طعن وتشنیع کا اب ہی تقیہ پر باوصف اسکے کہ علماے حضرات اہل سنت قائل اور مجوز تقیہ ہین
بلکہ عامل تقیہ ہین جیسا کہ گذرا اسی لیے ہو کہ تا عوام شیعہ اس دار وگیر وافترا سے بسبب غیرت کے دل تنگ ہو کر جہان
تقیہ چاہیے وہان غرض اخفا کی ظاہر کرین اور اپنے تئین ہلاکت مین ڈالین کہ جس سے دشمنون کی آنکھین اور دل سرد
ہون اور چند خصوصیات اذن کو کہتے ہین اور اذن تقیہ کے مباح ہونے کے جو معنی اعم ہی ظاہر ہی اور محبوب تر ہونا شعر
استحباب کے واسطے ہی لیکن اذن کا مشتمل ہونا اپنے معنی اعم مین جواز و لزوم کو بھی بہت آیا ہی اور اسی طرح محبوب تر
ہونا بھی استحباب و وجوب کو عام ہی پس تقیہ کے واجب ہونے کے ساتھ جو بقول حق تعالی وَلَا تُلْقُوا بِاَيْدِيكُمْ

سے

اِلَى التَّهْلُكَةِ ثابت ہو مگر اُس جگہ کہ استثنا کیا گیا ہی کوئی منافات نہین ہی اور واقع مین یہ ہی کہ تقیہ ایک حکم ہی
احکام الٰہی سے اور وہ بحسب شرائط مختلف بافراد مکلفین ہی اور اسی طرح بحسب مصالح اوقات اور اختلاف انواع
حالات اور ضرورات مثل شدت خوف اور خفیف ہونا اُسکا اور پایا جانا مصلحت کا اُسکے کرنے مین اور ترک کرنا
اُسکا بخصوص تکالیف انبیا اور اوصیا کا ایک طریقہ پر نہین ہی اور ہر ایک جس طرح مامور ہوا اُس طرح وہ عمل مین لایا
اور اپنے نفس کو ہلاکت مین ڈالنا مطلقاً ممنوع نہین ہی والا راہ خدا اور جہاد اعدا مین مارے جانے کا دروازہ بند
ہو جاتا اور جو عمدہ اور بزرگترین قربات ہی وہ ترک ہو جاتے اس صورت مین مراد نہی سے جو کلام الٰہی مین وارد ہی
یہ ہی کہ بدون جہت شرعی اور حکم الٰہی کے اپنے تئین ہلاکت مین نہ ڈالے اور یقینی ہلاکت اُسی کا نام ہی کہ جو بیج شرعی
پر ہو اور مصداق خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ کا ہو نہ وہ موت کہ موافق حکم الٰہی ہو کیونکہ یہ موت سعادت ابدی اور
حیات ہی جیسا کہ حق تعالیٰ قرآن مین فرماتا ہی وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ
فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ یعنے گمان نکرو اُن اشخاص کو کہ جو راہ خدا مین مارے گئے کہ وہ مردہ ہین بلکہ
زندہ ہین اپنے پروردگار کے پاس کہ روزی دیے جاتے ہین نعمتہاے الٰہی سے اور خوش و خورم ہین اُس چیز سے جو
حق تعالیٰ نے اُنھین کرامت فرمائی ہی اور جب یہ سب کچھ سمجھا گیا تو اس سے معلوم ہوا کہ حضرات اہل سنت بھی
بمفاد آیہ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ کلمہ کفر و کذب کے ساتھ کلام کرنا تجویز کرتے ہین اور اُسے کفر اعتقادی
اور اُس جھوٹ بولنے سے جو بُرا ہی مستثنی کرتے ہین جیسا کہ تصریحات کلام فضلاے اُنکے مذکور ہوے اب محل غور
و انصاف ہی کہ آیا انبیا جس وقت کہ حکم حتمی تبلیغ کا نہو اس کلیہ مین داخل ہین یا خارج اگر داخل سمجھین جائین تو طعن
مشترک ہوتی ہی اور پیغمبرون کی شان اُس سے بزرگ و بلند جانین تو معلوم ہوا کہ تجویز تقیہ مطلق کی مستلزم تجویز
تقیہ پیغمبران کی بر وجہ خاص نہین ہی اور جب یہ ہوا تو یہ کیونکر کہا جا سکتا ہی کہ شیعون کے نزدیک بھی تقیہ پیغمبران
پر اِسی طرح خارج از بحث نہین ہی اور یہ کب شیعون نے کہا ہی کہ تقیہ ہر صورت مین اور ہر مقام پر جائز یا واجب بالعکس
ہی اور اگر شیعون کا اعتقاد عموماً ایسا ہی ہوتا تو معرکہ حسینیہ مین جو روز عاشورا کربلا مین واقع ہوا کس طرح
ترک تقیہ کے قائل ہو جاتے اور اُسے جائز و روا رکھتے بالجملہ اب مناسب مقام یہ ہی کہ کچھ تفصیل تقیہ انبیا اور
اوصیا کی لکھی جاے کہ جس سے حقیقت امر ظاہر ہو اور کسی کو شبہہ مین ڈالنے کا اور بہکانے کا موقع باقی نہ
رہے ان شاء اللہ تعالیٰ چوتھے یہ کہ جو شاہ صاحب نے تقیہ پیغمبران کو منع کیا ہی بظاہر اُسکے معنی کچھ حاصل نہین ہوتے
کیونکہ حضرات اہل سنت ظاہر حال مین تو مطلق تقیہ سے انکار کرتے ہین اور نبی اور غیر نبی کسی کے لیے تقیہ کو
جائز نہین کہتے گو ہمارے کلام مین تصریح بجواز و وجوب کر جائین لیکن وقت فتوی دینے کے انکار ظاہر فرماتے ہین اور
علماے شیعہ تقیہ کو پیغمبرون پر فی الجملہ اور غیر نبی کے واسطے سوا اُن مقامون کے جو مستثنی کیے گئے ہین بمعنی اعم

جائز جانتے ہین جیسا کہ ابن بابویہ علیہ الرحمہ نے کتاب اکمال الدین و اتمام النعمۃ مین لکھا ہی کہ ایک قوم
اہل حق سے تقیہ نبی اور تقیہ امام مین تفرقہ کرتی ہی اس طرح سے کہ چونکہ نبی خود داعی ہوتا ہی اپنی نبوت کی طرف
پس اگر اُسکو جائز ہو کہ تقیہ کی راہ سے اپنی نبوت کو پوشیدہ کرے تو حجت خدا کی باطل ہو جاے گی بخلاف امام کے
کہ اُسکی امامت کا بیان پیغمبر کا عہدہ ہی پس اگر خوف سے دشمنون کے اپنی امامت کو پوشیدہ کرے تو کچھ نقصان
نہین ہی اور بعد اسکے ابن بابویہ علیہ الرحمہ نے فرمایا ہی کہ یہ کلام مجھے پسند نہین ہی بلکہ مین کہتا ہون کہ پیغمبر و امام کا
حال تقیہ کے بارے مین یکسان ہی پس جبکہ پیغمبر نے اپنی نبوت کو ظاہر کر کے موافق اپنے دعوے کے معجزہ ظاہر
کیا ہو اور اُسکے بعد پھر دشمنون کے خوف و غلبہ سے اگر اپنے پیغمبر ہونے کو پوشیدہ کیا ہو تو کوئی ضرر نہین ہی اور
اس سے مؤید وہ ہی جو صاحب مواہب نے روایت کی ہی قال ابو عبیدۃ بن عبد اللہ بن مسعود ما زال النبی مستخفیا
حتی نزلت فاصدع بما تؤمر فخرج ھو واصحابہ قال بعد کلام [illegible] وکان ذلک بعد ثلث سنین
من النبوۃ وھی المدۃ التی اخفی رسول اللہ امرہ فقط اور جناب سید مرتضی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہی کہ پیغمبر کو جائز
نہین ہی کہ جسکے ساتھ مرسل ہوا ہی اُسے چھپاے گو خوف قتل کا کیون نہو کیونکہ اُسے یقین حاصل ہی ساتھ اس
بات کے کہ حق تعالی نے اُسے پیغمبری پر اپنی مبعوث فرمایا ہی اور وہ اُسے بچانے والا ہی قتل سے اُسوقت تک
رسالت ادا کی جاے اور دعوت سنائی جاے نہین تو غرض بعثت ناقص ہو جاے گی بالجملہ پوشیدہ نہ رہے
کہ کلام اعلام اس مقام پر خالی از اجمال نہین ہی پس جو کچھ کہ صدوق علیہ الرحمہ نے بعض اہل حق سے نقل کیا ہی
اگرچہ بحسب ظاہر اُس سے نفی تقیہ کی مطلقاً پیغمبرون سے سمجھی جاتی ہی لیکن اُنکی حجت جو ہی یعنی بطلان حجت خدا
کا اُس صورت مین کہ بسبب تقیہ کے ترک دعوت کرے اُسکی دلالت اسپر ہی کہ اظہار دعوت فی الجملہ واجب ہی
نہ ہر حال مین اور جبکہ اظہار دعوت قبل تقیہ کے پیغمبر کی طرف سے ہو چکی تو اظہار فی الجملہ جو واجب تھا ادا ہو چکا
پس کلام مطلق اُنکا محمول مقید پر ہوگا اور جناب علم الہدی نے جو فرمایا ہی وہ بھی خالی اجمال اور تسامح سے نہین ہی
بدو وجہ پہلے یہ کہ مارے جانے سے ڈرنا اور محفوظ رہنے کا قتل سے یقین کرنا ان دونون امرون مین بظاہر
منافات ہی دوسرے یہ کہ جو مقام اظہار دعوت کے واجب ہونے کا ہی وہان خوف قتل اور مارے جانے سے
محفوظ رہنے کے یقین کو کیا دخل ہی کیونکہ خوف قتل خواہ حال دعوت مین ہو یا بعد دعوت کے ہو اگر مجوز تقیہ کا ہی
تو اظہار دعوت سے مانع ہوگا اور اگر مجوز تقیہ کا نہو گا تو یقین محفوظ رہنے کا وقت دعوت بھی درکار نہین ہی
اور جو کچھ کہ سمجھا جاتا ہی یہ ہی کہ جس مقام پر اظہار دعوت نبی پر واجب ہی وہان خوف ہرگز مانع نہین ہی اگرچہ
مودی بقتل کیون نہو جیسا کہ حضرت جرجیس پیغمبر کی حکایت مشہور ہی اور وہان تقیہ مرتفع ہی خواہ اپنے محفوظ
رہنے کا نبی کو یقین ہو یا نہو اور جس جگہ کہ مقام جواز تقیہ کا ہی وہان خوف فی الجملہ کافی ہی خواہ وقت حاضر مین ہو

۱۲ منہ

یا آئندہ کے لیے متصور ہو اور اسوقت کی عصمت کام نہ آئیگی تو گویا مراد علم الہدی رحمہ اللہ کی یہ ہی کہ ایسے مقام پر
کہ اتمام حجت واجب ہی مہلت اتمام کی دینا حق تعالی کے ذمہ مین لازم ہی گو رفع تقیہ مین اُسے دخل نہو کیونکہ یہ امور معدود
ہی اور ثواب شہدا کا ہمیشہ باقی رہتا ہی اور مولانا سے طبرسی علیہ الرحمہ نے ذیل تفسیر یہ وافی ہر اِیۡ وَاِمَّا یُنۡسِیَنَّکَ
الشَّیۡطٰنُ فَلَا تَقۡعُدۡ بَعۡدَ الذِّکۡرٰی مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ لکھا ہی کہ جُبائی نے کہا ہی کہ یہ آیہ شیعیان امامیہ کے قول کے
باطل ہونے پر دلالت کرتا ہی جو وہ انبیا و ائمہ علیہم السلام پر تقیہ جائز رکھتے ہین اور یہ کلام جبائی کا خود باطل ہی
کیونکہ امامیہ امام پر تقیہ جائز نہین بتاتے مگر اُس مادہ مین کہ جب دلیل قاطع جو علم کو مفید ہو قائم ہو اور خدا کی حجت
خلائق پر تمام ہو چکی ہو کہ کسی کو عذر و علت باقی نہو سب برطرف ہو چکے ہون اور اگر اِس مرتبہ مین نہو اور بدون
امام کے اُنکی معرفت حاصل نہو سکے اور کوئی حجت قطعی نہ قائم ہو تو ایسے مقام پر امام کو تقیہ کرنا جائز نہین ہی اسی طرح
پیغمبر کے واسطے بھی ہی کہ جب حجت اور تبلیغ رسالت کو کسی حکم مین احکام شریعت سے بیان کر چکا ہو تو اُسوقت
مین جائز ہی کہ اگر مصلحت کا مقتضی دوسرے وقت مین ترک بیان اُسکا ہو تو کرے اور مولانا احمد اردبیلی علیہ الرحمہ نے
فرمایا ہی کہ اِس عبارت سے صاف واضح ہوتا ہی کہ اِس امر مین علماے امامیہ کے درمیان مین اختلاف نہین ہی اور
جو احتجاج جُبائی نے کیا ہی اُسکے جواب مین کہا ہی کہ تو یہ جانتا ہی کہ یہ آیہ دلالت نفی تقیہ پر نہین کرتا کیونکہ اِس سے
زیادہ نہین ہی کہ یہ نفی بھی ایک مطلق ہی اور اِس مطلق کو ممکن ہی کہ جب خوف و ضرر نہو تو اُسکے ساتھ مقید ہو جو خاص طور پر
عموم کا ہی اور اِسکے ساتھ یہ بات ہی کہ شیعہ انبیا پر تقیہ تجویز نہین کرتے فقط لیکن اِس عدم تجویز سے مراد اُنکی یہ ہی کہ
فی الجملہ تقیہ پیغمبرون پر جائز نہین ہی نہ مطلقاً اور کیونکر یہ نہو حالانکہ خود انھون نے کلام مولانا سے طبرسی کو جسمین
تجویز تقیہ کی فی الجملہ بہ نسبت انبیا کی تصریح کے ساتھ ذکر فرمائی ہی اور بعد اُسکے کہا ہی کہ اِسمین کوئی خلاف درمیان
امامیہ کے نہین ہی اگر کوئی شخص کہے کہ شیخ مقداد نے کنز العرفان مین یہ جواب احتجاج حضرات اہل سنت جو وہ تحریم
تقیہ کے لیے کہتے ہین کہ اگر تقیہ جائز ہو تو چاہیے کہ پیغمبرون پر اظہار کلمہ کفر کا بھی جائز ہو کہا ہی کہ خارج ہے بالاجماع
اور اِس عبارت سے ظاہر ہوتا ہی کہ تقیہ پیغمبرون پر بالاتفاق جائز نہین ہی تو پھر کیونکر علماے امامیہ اِسکے خلاف
کہتے ہین تو جواب مین کہینگے کہ اِس کلام مین گفتگو اظہار کلمہ کفر مین ہی اور نفی خاص دلالت نفی عام پر نہین کر سکتی
پس متفق علیہ یہ ہی کہ کلمہ کفر کا کہنا پیغمبر کو جائز نہین ہی نہ مطلق تقیہ اور کیونکر یہ نہو حالانکہ ادلہ جواز تقیہ مین بعد ذکر
کرنے دلیل وجوب دفع ضرر کے خود مقداد مرحوم نے کہا ہی لفظ اُنکا یہ ہی کہ قَدۡ کَانَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ
یُحَیِّ انۡسَمَہٗ یَوۡمَ الۡخَنۡدَقِ بِیَمِیۡنِہٖ وَاَعۡطَاھُمۡ اُمُوۡرًا ھُوَ مُحَارِبٌ عَلَیۡھَا فِی الۡبَاطِنِ وَھُوَ قَرِیۡبٌ مِنَ التَّقِیَّۃِ اور جو کچھ کہ اِس عبارت مین شیخ
مرحوم نے افادہ فرمایا ہی وہ سچ ہی اور جواز تقیہ کے موید ات سے ہی کیونکہ تقیہ مین جو کچھ کہ ظاہر مین مخالف شرع ہی اور
لازم شرعی نہین ہی اُسے بنظر ضرورت و مصلحت کے عمل مین لایا جاتا ہی اور اِس مصالحہ مین بھی جو جنگ حدیبیہ مین

واقع ہوئی اسی طرح وہ شرطے جو شرعی نہ تھے مرعی ہوے کہ اُسکے لیے تاویل کی ضرورت پڑی جیساکہ فاضل قسطلانی نے مواہب مین کہا ہی کہ اگر کہین کہ کیا مصلحت تھی جو پیغمبر خدا نے صلح حدیبیہ مین سہیل سے یہ شرط قبول کی کہ اگر کوئی مسلمان ملک کفار سے بھاگ کر حضرت کے پاس آے تو اُسے کفار پاس پھیر دین تو ہم کہینگے کہ جو مصلحت اس صلح مین ملحوظ تھی اسی کے ثمرات ظاہرہ سے یہ ہی کہ آخر کو مکہ کی فتح اور اہل مکہ کا مسلمان ہونا احسن وجہ جلوہ گر ہوا اور کس کثرت سے فوج فوج کفار کی آکر مسلمان ہوئی اور بخاری مین نقل کی ہی کہ جس وقت مصالحے کے شرائط طے ہوتے تھے ابو جندل سہیل کا بیٹا جو کفار کے ہاتھ مین گرفتار تھا طوق و زنجیر کے ساتھ اسفل مکہ سے بھاگ کر مسلمانون مین آیا اُسوقت سہیل نے جو قریش کی طرف سے وکیل تھا حضرت سے کہا کہ یہ پہلی چیز ہمین سے ہی جسکے لیے ہم گفتگو کرتے ہین آپکو چاہیے کہ اسی شرط کے موافق ہمین پھیر دیجیے حضرت نے فرمایا کہ ابھی صلحنامہ لکھا نہین گیا بعد اُسکے رعایت شروط کی ضرور ہوگی اُسنے کہا کہ خدا کی قسم اس صورت مین مصالحہ کو بگاڑ دونگا اور ہرگز مین نہین کرتا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا کہ میری خاطر سے اِسے چھوڑ دے اُسنے کہا ہرگز یہ بات ہو گی پھر مکرر حضرت یہ فرماتے تھے اور وہ انکار کرتا تھا جبکہ ابو جندل مایوس ہوا تو اُسنے کہا کہ اے معشر مسلمین مین مشرکون کی طرف پھرا جاتا ہون حالانکہ مسلمان ہو چکا ہون آیا تم نہین دیکھتے کہ کسقدر صعوبت و سختی مین نے انکے ظلم سے کھینچی ہی ابن اسحٰق کہتا ہی کہ اُسوقت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے اُسے فرمایا کہ اِصْبِرْ وَاحْتَسِبْ فَاِنَّا لَا نَغْدِرُ وَاِنَّ اللّٰهَ جَاعِلٌ لَكَ فَرَجًا وَمَخْرَجًا یعنے صبر کر اور خاطر جمع رکھہ پس تحقیق کہ ہم قادر نہین ہین اور تحقیق کہ اللہ تجھے خوش کریگا اور اس سختی سے نکالے گا بعد اُسکے صاحب مواہب نے کہا ہی کہ علما اِس واقعہ ابو جندل کو دو امرون پر حمل کرتے ہین ایک یہ کہ حق تعالی نے تقیہ کو مسلمانون کے واسطے جبکہ وقت خوف ہلاکت کا ہو مباح کیا ہی اور رخصت دی ہی کہ دلمین ایمان کو چھپائین اور منھ سے کلمہ کفر کو کہین جبکہ توریہ اُس سے ممکن نہو پس ابو جندل کا پھیرنا باوصف اذن تقیہ اُسے مرنے کو سپرد کرنا نہ تھا کیونکہ وہ اپنا کام تقیہ کی راہ سے نکال سکتا تھا دوسرے یہ کہ اُسے اُسکے باپ کو سپرد کیا تھا اور غالب یہ بات ہی کہ باپ بیٹے کو اپنے مار نہین ڈالتا اور پھر اِسکے ساتھ بھی یہ بات ہی کہ تقیہ اُسے جائز تھا اور لیکن فتنہ پس دنیا محل آزمائش ہی اور حق تعالی اپنے بندون کو صبر مین آزماتا ہی انتھی اور یہ کلام صاحب مواہب کا اِس مقام پر دو وجہ سے مؤید ہی پہلے یہ کہ تجویز تقیہ کی جہان کہین کہ خوف ہو مطلقا اُس سے سمجھی جاتی ہی دوسرے یہ کہ اِس سے بالخصوص یہ امر ثابت ہوتا ہی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے بسبب دشمنون کے خوف کے اُن باتون کا التزام فرمایا جو شریعت مین جبکہ خوف نہو جائز نہین ہی اُسے عمل مین لاے اور وہ تقیہ کے معنی مین صاف ہین اور بھی شیخ علی خبرین نے بخاری سے کہ اُسنے عائشہ سے روایت کی ہی کہ کسی نے اجازت طلب کی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے پاس حاضر ہو حضرت نے فرمایا اِئْذَنُوْا لَهٗ فَبِئْسَ ابْنُ الْعَشِيْرَةِ

وَقَالَ اٰخَرُ الْعَشِیْرَۃِ فَلَمَّا دَخَلَ اِلَّا اَنْ لَہُ الْقَوْلَ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَدْ قُلْتَ مَا قُلْتَ ثُمَّ اَلَنْتَ لَہُ الْقَوْلَ فَقَالَ اِنَّ شَرَّ النَّاسِ مَنْزِلَۃً یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ مَنْ یُکْرِمُہُ النَّاسُ اِتِّقَاءَ فُحْشِہٖ یعنے پیغمبر خدا نے فرمایا کہ اجازت دو اُسے کہ وہ بُرا بین قوم ہی پھر جب وہ آیا تو اُس سے حضرت نے باتین بہت ملایمت سے فرمائین جس سے توجہ ظاہر ہوتی تھی اُسکے بعد مین نے کہا کہ پیغمبر خدا پہلے آپ نے کیا فرمایا تھا اور جب آیا تو پھر کلام کس طرح اُسکے ساتھ کیا یہ سنکر حضرت نے فرمایا بدترین ناس روز قیامت کو اپنے مرتبہ کی راہ سے وہ ہوگا جسکا اکرام کرین آدمی بسبب احتراز کے اُسکی برائیون سے اب اِس سے صاف ظاہر ہی کہ وہ مستحق اکرام نہ تھا مگر تقیہ کی راہ سے اکرام اُسکا اتقا اور احتراز فرمایا اور اگر تقیہ کرنا پیغمبرون پر جائز نہوتا تو حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وآلہ وعلیہ السلام کیونکر فرعون پاس تقیہ مین مدت دراز تک بسر فرماتے جیسا کہ تصریح قاضی بیضاوی نے اُسے لکھا ہی اور جیسا کہ جب برادران یوسف نے حضرت یوسف کو فروخت کیا اور وقت فروخت کہا کہ یہ ہمارا غلام ہی اُسوقت حضرت یوسف نے اِس خوف سے اپنی آزادی کو نظاہر کیا کہ مبادا مجھے مارڈالین پھر یہ کیا تھا تقیہ ہی یا حقیقت امر ایسی ہی تھی فقط اور اکثر اوقات مین وہ پیغمبران سلف بھی فرصت ومہلت کو دیکھتے اور انتظار کرتے رہے ہین اور بہر حال ابتداے دعوت مین جسارت اظہار نبوت مین نہین کی یہانتک کہ اعوان وانصار جب بہم پہونچے اُسوقت اعلان کیا ہی یا کوئی حکم حتمی اور صادر ہوا ہو پس اِس سے خوب ظاہر ہوتا ہی کہ یہ بات کہ ابتداے دعوت مین تقیہ کی حاجت زیادہ ہی اور یہ بات کہ اگر پیغمبرون پر تقیہ جائز ہو تو ہدایت کا دروازہ بند ہو جاے مبنی اس امر پر معلوم ہوتی ہی کہ اچھی طرح غور نہین کیا گیا کیونکہ تقیہ کا لازم ہونا البتہ موقوف ہی عموم تقیہ پر اور علماے امامیہ یہ کب کہتے ہین کہ تقیہ ہر جگہ اور ہر حال مین لازم ہی پس ابتداے دعوت مین بھی انتظار فرصت اور مراقبہ بعثت پیغمبران اولوالعزم کا ثابت ہی اور اِسی جگہ سے یہ بات ہی کہ جہان مجامع اہل کفر وعدوان اور مظنہ ضرر اُنکے سرکشان سے تھا وہان اظہار دعوے سے احتراز واتقا فرماتے تھے جیسا کہ سیرت کلیم اللہ علیہ السلام سے یہ امر بخوبی واضح ہوتا ہی اور وہ بیان جناب سالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ ثابت ہی جیسا کہ کتاب حسام الاسلام مین جناب غفران مآب نے بہت تصریح وتفصیل سے لکھا ہی اور اِس امر سے در ہدایت کا بند ہونا بالمرہ لازم نہین آتا کیونکہ افعال واقوال پیغمبرون کے بھی مثل افعال اقوال جناب حکیم علی الاطلاق منوط بمصلحت ومربوط بحکمت ہین کبھی پوشیدہ فرماتے ہین کسی وقت جب اعلان کا موقع ہوتا ہی اظہار فرماتے ہین اور ہر بات مین رعایت مصلحتون کی اور حکمتون کی فرماتے ہین اور پھر ثمرات جلیلہ مترتب ہوتے ہین جیسا کہ کلام صاحب مواہب سے بخوبی واضح ہوا اور مؤید ہی اُس سے جو کچھ کہ ثقۃ الاسلام نے کافی مین اپنی سند کے ذریعہ سے ابوبصیر سے روایت کی ہی کہ مین نے خدمت مین جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کی عرض کیا کہ تقیہ دین خدا ہی فرمایا کہ ہان قسم ہی خدا کی کہ دین خدا سے ہی اور حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا تھا

أَيَّتُهَا الْعِيْرُ إِنَّكُمْ لَسَارِقُوْنَ اور قسم خدا کی انھون نے چوری نہین کی تھی اور حضرت ابراہیم نے کہا تھا إِنِّي
سَقِيْمٌ اور بخدا قسم کہ وہ کبھی بیمار نہ تھے اور عیون اخبار الرضا مین ایک روایت اس مطلب کی مؤید ہے کہا سہیل
بن قاسم نے کہ ایک شخص نے جناب امام رضا علیہ السلام سے پوچھا کہ عروہ بن زبیر سے روایت کرتے ہین کہ
اُسنے کہا کہ پیغمبر خدا نے وفات فرمائی درحالیکہ تقیہ مین تھے یہ سنکر اُن حضرت نے فرمایا کہ لیکن بعد نزول آیہ يَا أَيُّهَا
الرَّسُوْلُ بَلِّغْ الخ کے پس بسبب ضمانت خداوند عالم کے ہر تقیہ زائل ہو گیا تھا اور اشارہ فرمایا وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ
مِنَ النَّاسِ کی طرف لیکن چونکہ یہ آیہ موافق نصوص فریقین مخصوص تفویض عہد امامت جناب علی بن ابیطالب
علیہ السلام کے اور اُسکے باعلان اظہار فرمانے کو صادر ہوا ہے لہذا حضرت امام رضا علیہ السلام نے بعد اُس آیہ کی طرف
اشارہ فرمانے کے فرمایا لیکن قریش نے بعد جناب رسالتمآب جو کچھ چاہا کیا یعنے اُس عہد کی جو پیغمبر نے بحکم
الٰہی لیا تھا مخالفت کی اور اُس بیعت کو توڑا اور جو حق وصی مطلق کا تھا وہ اُنسے چھین لیا اور پہلے اُسکے پس احتمال
تقیہ کا ہے اور اس حکم کو بطور یقین نہ فرمانا اور اُسمین اجمال کرنا بھی از روے تقیہ معلوم ہوتا ہے لیکن احادیث
حضرات اہل سنت پیغمبر کے تقیہ فرمانے پر بلکہ باقی رہنا حضرت کا تا وفات بحال تقیہ صاف گواہی دیتے ہین
جیسا کہ ملا علاء الدین گلستانہ نے کتاب منہج الیقین مین لکھا ہے کہ عجب تر یہ امر ہے کہ اہل سنت شیعون کو تشنیع
کرتے ہین کہ یہ اپنے ائمہ علیہم السلام پر تقیہ کی تجویز کرتے ہین حالانکہ خود صحاح مین اپنے پیغمبر خدا کے تقیہ کی روایت
ذکر کرتے ہین جیسا کہ صحیح بخاری مین باب فضیلت مکہ معظمہ مین چار سند سے اور صحیح مسلم و ترمذی اور نسائی
اور موطاے مالک و جامع الاصول مین ابن اثیر سے منقول ہے کہ عبد اللہ بن محمد بن ابو بکر بن عبد اللہ بن عمر سے
کہا کہ عائشہ روایت کرتی ہین کہ حضرت پیغمبر نے اُنسے خطاب کیا کہ آیا نہین دیکھتی ہے کہ تیری قوم نے جب خانہ کعبہ کو
نئے سرے بنایا تو جن قواعد کے موافق حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بنایا تھا اُس سے کم کر دیا اُسوقت عائشہ نے
عرض کی کہ کیا سبب ہے کہ جس طرح حضرت ابراہیم نے بنایا تھا آپ پھر نہین بناتے حضرت نے فرمایا کہ اگر تیری
قوم قریب العہد بکفر نہوتی تو بناتا یعنے اندیشہ ہے اُنسے کہ مبادا کعبہ کے کھودنے سے اور از سر نو بنانے سے چونکہ
ابھی کامل الاسلام نہین ہوے منحرف ہو جائین اور فساد پیدا کرین اور اسی مضمون کو دوسری روایت سے
صحیح مسلم و بخاری سے نقل کیا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے جواب عائشہ مین فرمایا کہ اگر ایسا نہوتا کہ قوم
تیری قریب العہد بہ جاہلیت ہے اور مین ڈرتا ہون کہ اُنکے دل انکار کر جائین تو ہر آئینہ دیوار خانہ کو داخل خانہ کعبہ
کرتا اور دروازہ خانہ کعبہ کو زمین کے برابر کرتا اور روایت مین بخاری سے منقول ہے کہ اگر تیری قوم قریب العہد
بہ جاہلیت نہوتی تو حکم کرتا کہ خانہ کعبہ کو گرا دیتے اور داخل کر دیتا مین خانہ کعبہ مین اُسے جسے انھون نے خارج
کر دیا ہے اور دروازہ خانہ کو زمین سے ملا دیتا اور دو دروازہ خانہ کعبہ کے لیے مقرر کرتا ایک شرقی اور دوسرا

غربی اور پہچانا خانہ کعبہ کو اُس اساس تک جو حضرت ابراہیم نے قرار دی تھی فقط اِسکے بعد فرمایا ہی ملا مرحوم نے کہ اِن روایات سے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ ایک جماعت قریش سے جو ظاہر میں مسلمان تھی تقیہ فرماتے تھے انتہی کلامہ اور اِسی جگہ سے جاننا چاہیے کہ اعلان وصایت مین جناب امیر المومنین علیہ السلام کی جسارت نفرماتے تھے اور اپنے نفس پر خائف تھے یہان تک کہ تاکید شدید اور وعدہ عصمت نازل ہوا اُسوقت غدیر خم مین اعلان اِس امر ضروری کا فرمایا اور جس طرح سے کہ ہو بخاری نے اپنے صحیح مین بعد آیہ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ اور بعد آیہ اِلَّا اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً کے کہا ہی وَهِيَ تَقِيَّةٌ اور قول حسن بصری کو کتاب الاکراہ مین اِس طرح نقل کیا ہی اَلتَّقِيَّةُ بَاقِيَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَاِنَّهٗ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اَلْاَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ اور اس جگہ سے لائح ہوتا ہی کہ وقت اکراہ مین جب کوئی بقصد دفع ضرر بنیت کفر بانشراح صدر کفر کا اظہار کرے تو محل مواخذہ کا اُسے نہوگا اور جبکہ اِن مشائخ نے حکم تقیہ واکراہ کو پیغمبر کے ضرر سے مقید نہ کیا اور عام رکھا تو جیسا شیعون کے بعض عموم پر لازم آتا ہی اُسی طرح اُسپر بھی لازم آئیگا اور الزام مشترک الورود ہوگا یعنے اِس سے بھی لازم آتا ہی کہ پیغمبرون بھی کلمہ کفر کو وقت اکراہ مین کہنا جائز ہوگا اور اگر کلام مین اپنے مشائخ کے پیغمبرون کو مستثنیٰ جانتے ہین تو شیعہ بھی کہہ سکتے ہین کہ انبیا تبلیغ کے لیے مامور ہین اُنکے واسطے اِس بات کے لیے اجازت نہین ہی کیونکہ بہت سی خصوصیات اُنکے واسطے ہین اور اگر ہو بھی تو دعوت کے وقت کے سوا ہوگا اور بطور توریہ ہوگا کہ وہ بھی ایک قسم تقیہ کی ہی اور وہ کسی وقت مین مامور اِسکے ہونگے کہ اعلان وافصاح کرین اور کسی وقت مین پوشیدہ کرین کیونکہ کوئی ہمارے علما سے یہ تجویز نہین کرتا کہ پیغمبرون کو جھوٹ بولنا یا کلمہ کفر کا کہنا جائز ہی بلکہ مقداد علیہ الرحمہ نے کنز العرفان مین تصریح ساتھ اِس امر کے فرمائی ہی کہ پیغمبر اِس حکم سے بالاجماع خارج ہین اور جو حدیث حضرت صادق علیہ السلام پیشتر گذری وہ بھی دلالت اِس بات پر نہین کرتی کہ انبیا جھوٹ بول سکتے ہین کیونکہ توریہ ایک قسم تقیہ کی ہی اور وہ استعمال کرنا ہی اُس لفظ کا جسکے معانی متعدد ہون اور تمہید ابہام اور ایہام بخوف اعدا ہو نہ اِس راہ سے کہ جھوٹ بولین بعض فضلاے حضرات اہل سنت نے اِس بات سے جو مشہور ہی کہ سب خوف معدوم ہین کسی سے نڈرے سوا خدا کے یہ خیال کیا ہی کہ یہ منافی تقیہ کے ہی اور حدیث جو کافی مین ہی وَقُلِ الْحَقَّ فِي الْاَمْنِ وَالْخَوْفِ وَلَا تَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ یعنے جو کچھ حق ہی اُسے کہہ حال امن مین اور خوف دونون مین اور نہ ڈر کسی سے بجز خدا کے اپنا مستند گردانا ہی اور کہا ہی کہ پیغمبر اور امام کیونکر تقیہ کے کاربند ہو سکتے ہین فقط اور واقع مین یہ ہی کہ یہ گمان از قبیل بعض الظن اثم ہی کیونکہ عدم خوف الا من اللہ کے معنی یہ ہین کہ مکلف کو چاہیے کہ ہر طرح مطیع فرمان پروردگار ہو شدت ورخا اور خوف ورجا سب مین خدا کے حکم کو مقدم جانین اگر خدا فرماوے کہ اپنے تئین آتش سوزندہ مین ڈال دے جیسا کہ ہر جبیں پیغمبر نے کیا اور جناب ابراہیم خلیل اور سبط رسول نبیل اعنے حسین مظلوم

فتیل نے فرمایا آگ مین اپنے تئین ڈال دے اور اگر خدا احکام فرمائے کہ راہ تقیہ و مدارا کو اختیار کرے اور سنگ صبر و
تحمل کو برخلاف مقتضائے طبیعت اپنے سینہ پر رکھے اور ملامت قوم اور طعن و تشنیع سے کسی کے مبالات
نکرے بمفاد لا یخافون لومۃ لائم جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور قبطیون کے غلبہ کے زمانہ مین
اور جناب امیر المومنین علی بن ابیطالب علیہ السلام نے خلفائے سابق کے عہد مین اور دیگر ائمہ علیہم السلام نے
کیا جیسا کہ مولانائے طبرسی علیہ الرحمہ نے کتاب احتجاج وغیرہ مین روایت کی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ فرمایا جناب
امیر علیہ السلام نے جبکہ حضرت کی قوم نے اُن حضرت کو طعن کی کہ مجھے سات پیغمبرون کی پیروی ہے پہلے نوح
علیہ السلام سے کیونکہ حق تعالیٰ نے اُنکے حال سے خبر دی کہ فرمایا ہے انّی مغلوبٌ فانتصر دوسرے ابراہیم
خلیل علیہ السلام سے جبکہ کہا انھون نے واعتزلکم وما تدعون من دون اللہ تیسرے اُنکی خالہ کے بیٹے
لوط پیغمبر علیہ السلام سے جب انھون نے اپنی قوم کے واسطے کہا لو انّ لی بکم قوۃ چوتھے حضرت یوسف علیہ السلام
سے جب کہا انھون نے ربّ السجن احبّ الیّ پانچوین موسیٰ بن عمران علیہ السلام سے جس وقت کہا تھا انھون نے
ففررت منکم لمّا خفتکم چھٹے بھائی اُنکے ہارون سے جبکہ کہا انھون نے یا ابن امّ انّ القوم استضعفونی
وکادوا یقتلوننی ساتوین بھائی میرے پیغمبر خدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ سے جبکہ اُن حضرت نے غار کی طرف
دشمنون کے خوف سے تشریف لیگئے اور بعد ذکر کرنے ہر پیغمبر کے فرمایا کہ اگر یہ کلمات اور حالات خوف سے
نہ تھے تو قرآن شریف اور جوابات ظاہر ہین انکار کرتے ہو اور اگر کہو کہ ہان اُن پیغمبرون کو ان امور کی طرف حاجت
بسبب خوف کے پڑی تھی تو جب نبی نے برعایت خوف وہ کیا تو وصی معذور تر ہے اُسکی رعایت کے لیے فقط
اور اس مقام مین کوئی شک نہین ہے کہ جو شخص کہ اپنے فائدے اور نقصان کو نظر سے گراوے گا وہ حکم خدا کو مقدم
کریگا اور جہان ظاہر کرنے کا محل ہے وہان ظاہر کرے گا اور جہان بحکم خدا چھپانا ضرور ہوگا وہان چھپاوے گا اور
صادق آئیگا کہ سوا خدا کے کسی سے نہین ڈرتا اور خود قاضی بیضاوی نے تفسیر آیہ الّا ان تتقوا منہم تقیۃ مین کہا ہے
الّا ان تخافوا من جہتہم ما یجب اتقائہ یعنے مگر یہ کہ ڈرو انکی طرف سے اس بات کو کہ چھپانا اُسکا واجب ہو یہان تک
کہ کہا ہے منع عن موالاتہم ظاہرا او باطنا فی الاوقات کلّہا الّا وقت المخافۃ فانّ اظہار الموالاۃ حینئذ جائز کما قال عیسیٰ کن
وسطا وامش جانبا ویحذّرکم اللہ نفسہ والی اللہ المصیر فلا تتعرّضوا لسخطہ بمخالفۃ احکامہ وموالاۃ اعدائہ وہو تہدید عظیم
مشعر بتناہی المنہی فی القبح اب بغور دیکھنے سے اسکے کیسا یقین ہوتا ہے کہ کریمہ مذکور بتصریح قاضی بیضاوی
تقیہ کے جائز ہونے مین نص ہے اور یحذّرکم اللہ نفسہ کہ دلالت اوپر مزید اہتمام کے خوف کے ساتھ خدائے علام کے
رکھتا ہے مقارن اسکے واقع ہے لیکن منافات نہین ہے کہ صاف اسکے معنی جو مفسر مذکور نے لکھے ہین یہ ہین کہ منع
واسطے سخط پروردگار کے اُسکے احکام سے مخالفت کرنے کی راہ سے ہو اور جو شخص کہ تقیہ کے جائز ہونے کے

مقام پر تقیہ کرے اُسنے ہرگز مخالفت حکم خدا کی اور تعرض اُسکے سخط و بیزاری کے ساتھ نہین کی پس اگر خوف خدا
تقیہ سے مانع ہوتا تو لازم آتا کہ حق تعالی نے دو حکم متناقض کو جمع فرمایا اور وہ محال ہی اور اسکے علاوہ دوسری طرح بھی
جواب دینا ممکن ہی کہ کہین کہ خداوند عالم کے احکام مصالح اور حکمتون پر مبنی ہین اور بنی آدم کو طرح طرح سے آزماتا ہی
چنانچہ ارشاد القلوب مین مروی ہی کہ حق تعالی نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کو زمان حیات پیغمبر خدا مین سات مقام پر
امتحان فرمایا اور وہ امتحانات متعلق شجاعت و دلیری سے تھے کہ غزوات و معرکہ ہاے مرد آزما مین حضرت کا پاے ثبات
قائم رہا اور دین کا اسی طرح بعد وفات جناب رسالتمآب بھی سات مقام پر حضرت کا امتحان فرمایا اور یہ آزمائش متعلق
بصبر و تحمل تھی فَصَبْرٌ وَفِي الْخَلْقِ شَجِيٌّ وَفِي الْعَيْنِ قَذِيٌّ اور یہ بات جو جانتے ہین اُنپر مخفی نہین ہی کہ جو دلیر و بہادر ہی
اُس سے بار صبر کا متحمل ہونا بہت دشوار ہوتا ہی بہ نسبت اسکے کہ بمقابلہ اشرار مین لڑکر جان دیدے لیکن حضرت نے دونون
حالتون مین جان بازی اور تحمل و بردباری کو خوف باریمین اور امتثال اوامر و نواہی الٰہی مین اختیار کیا لَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ
لَائِمٍ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ بس ایسے بندگان مطیع کا خوف نہین ہی مگر خدا سے اور راہ خدا مین اگرچہ ضرر خوف کا
مجاہدہ کے اختیار کرنے مین زیادہ ہی لیکن مجاہدہ نفس کے ساتھ جہاد اکبر ہی اور کبھی یہ بعض فضلا تمسک کرتے ہین بعض
صحف قدسیہ سے جو از قسم احادیث اخبار کتاب امالی اور بحار مین منقول ہین اور اُنمین خطاب طرف جناب امام محمد باقر
علیہ السلام کی طرف فرمایا ہی حَدِّثِ النَّاسَ وَافْتِهِمْ وَانْشُرْ عُلُومَ اَهْلِ بَيْتِكَ وَصَدِّقْ آبَائَكَ الصَّالِحِينَ
وَلَا تَخَافَنَّ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ فَاِنَّهُ لَا سَبِيلَ لِاَحَدٍ عَلَيْكَ اور اسی مین خطاب طرف امام جعفر صادق علیہ السلام کے ہی
حَدِّثِ النَّاسَ وَافْتِهِمْ وَلَا تَخَافَنَّ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ وَانْشُرْ عُلُومَ اَهْلِ بَيْتِكَ وَصَدِّقْ بِآبَائِكَ
الصَّالِحِينَ فَاِنَّكَ فِي حِرْزٍ وَاَمَانٍ جسکے معنی لفظی یہ ہین کہ آدمیون سے حدیث بیان کر اور فتوے دے اور اپنے
اہلبیت کے علمون کو پھیلا اور اپنے پدران نیکوکارون کی تصدیق کر اور سوا خدا کے اور کسی سے نہ ڈر کہ کوئی تجھپر
راہ نہ پائیگا اور دوسرے خطاب مین علاوہ فقرات سابقہ کے ہی کہ تو امان مین ہی دشمنون کے ہاتھ سے پس اس جگہ پر
بعض فضلاے مذکور نے کہا ہی کہ اس عبارت سے صاف ظاہر ہی کہ حضرت ملک علام نے اُن دونون امامون کو تقیہ سے
باز رکھا اور اپنی نظر رحمت کو انکی حفاظت و صیانت کے لیے شر کفار و منافقین سے خلافت بنی امیہ اور حکومت
بنی عباس دونون کے وقت مین معین فرمایا پس جو کچھ کہ بعض مدعیان علم و دانش جان کا غذ و قلم پر یہ لکھکر ستم کرتے ہین
کہ فتاوے جعفریہ بہ نسبت اور فتاوے ائمہ علیہم السلام کے زیادہ تر محمول بہ تقیہ ہین اس سے چاہیے کہ مہمل ہو اور شاید
شعر بھی انھون نے کتاب بعد حمد کا نہین سُنا جعفری باش گر خدا خواہی - ورنہ در ہر طریق گمراہی - اور اگر پڑھتے تو جانتے
کہ مذہب تشیع کی نسبت جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف زیادہ ہی اور اور ائمہ کی طرف نہین ہی فقط وہ لیکن
یہ بات بھی سوا ظاہر بینون کے اور نافہمون کے اہل حقیقت کی نظر مین بے حقیقت ہی کیونکہ یہ سمجھنا ایسا ہی کہ جیسا کوئی کہے

کہ حق تعالیٰ جو قرآن مین فرماتا ہی کہ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ اِس سے صاف ظاہر ہی کہ روز قیامت ملک کا حصر خدا کے واسطے ہی اور روز قیامت کے سوا بادشاہ قہار کے واسطے ملک نہین ہی یا کوئی کہے کہ حق تعالیٰ جو فرماتا ہی قُلْ لَا أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَىٰ طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ خِنْزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ أَوْ فِسْقًا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ اِس سے صاف ظاہر ہوتا ہی کہ اشیاے مذکورہ مین محرم محصور ہی اور جو اُسکے سوا ہو وہ مباح ہی یا جو خبر مستفیض قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ مین ہی اُس سے پیدا ہوتا ہی کہ جو اس کلمہ طیبہ کو کہے اگرچہ جملہ ضروریات اسلام کا منکر ہو لیکن داخل بہشت ہوگا مگر ایسا نہین ہی بالجملہ عمومات سے استدلال صحیح نہین ہو سکتا کیونکہ حصر ان مقامات مین اضافی ہی اور نصوص و ادلہ انکے سوا جو ہین وہ تخصیص گو ان عمومات کے کافی ہوتے ہین بالجملہ اسکے تعلیل مین یہ کہنا کافی ہی کہ مقام وجوب اعلان مین انتفاے سبیل مراد ہو نہ غیر اُسکے خصوصاً جبکہ ہوا اعلان اِن دونون بزرگوارون کے لیے اور حضرات کی بہ نسبت زیادہ تھا فقط اور کوئی شک نہین ہی اِس بات مین کہ زمانہ ان دونون اماموں علیہم السلام کا خصوصاً زمان حضرت صادق علیہ السلام مین احکام حقہ بہت منتشر اور مشہور ہوے اور ہزارہا روایات اور چارسو رسالہ احادیث کا جنھین اُصول احادیث کہتے ہین اور انھین چارسو شخص نے کہ سب اصحاب امام تھے امام سے سنکر جمع و تصنیف کیا ہی اُسی زمانہ مین مشتہر و ظاہر ہوے اور اِسی جہت سے لقب آنحضرت کا فقیہ اہل البیت علیہم السلام ہی اور بہت جد و جہد ہدایت خلق اور اظہار حق مین فرمایا ارْوَاحُنَا فِدَاهُ وَ قَلْبِي أَوْلَاهُ لیکن بعض موادمین اگر بحکم خدا پوشیدگی فرمائی ہو اور کاربند تقیہ و توریہ رہے ہون تو یہ حکم نشر احکام کو قادح نہین ہو سکتا اور بادشاہ علام کی بھی مراعات خوف کی منافی نہین ہی خصوصاً اگر آیندہ زمانہ کے خیال سے کہ جو اور ائمہ اور شیعون پر سخت آنے والا تھا بحکم خدا احتیاط فرمائی ہو تو محل تعجب نہین ہی علاوہ اِسکے اُسی صحیفہ مین ہی کہ تصدیق کر اپنے آباے صالحین کی اور کلام مین آنحضرات کے یقینی تقیہ بجا بجا ہی پھر اگر اُسکی تکذیب فرماتے تو منافی تصدیق ہوتا اور جب یہ ہوا تو اُنکے بھی کلام کا مشتمل ہونا تقیہ پر خوبی ثابت ہی اور جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ کا بحکم خدا خوف کفار سے تقیہ فرمانا اور حکم تقیہ کرنے کو دینا ثابت ہو چکا تو اب تعجب بہ نسبت ائمہ ہدیٰ علیہم السلام کے بیکار ہی بلکہ حقیقت یہ ہی کہ جیسا پیغمبر مطیع خدا تھے اور جو بحکم خدا مصلحت کے موافق ہوتا تھا وہ کرتے تھے اِسی طرح یہ بھی بزرگوار وقتاً فوقتاً کرتے رہے ہین جب عہد بنی اُمیہ مین بحکم خدا مصلحت اتمام حجت مناسب ہوا جناب امام حسین علیہ السلام نے تقیہ اُٹھا دیا اور بظاہر جہاد فرما کر بدرجہ شہادت فائز ہوے تا حجت خدا تمام ہو اور دین خدا بالمرہ پوشیدہ نہو جاے اور یہ کوئی نہ کہے کہ اگر دین حق کی طرف دعوت کرتے تو ہم آنحضرت کی مدد کرتے اور جو عہد کرامت عہد امام حسن علیہ السلام مین کلمات استحقاق دین کے کہتے تھے اور اطاعت کا دم مارتے تھے اُنکا بھی حال ظاہر ہو جاے اور جب حضرت کے رفع تقیہ اور شہادت سے حق ظاہر ہو گیا اور حجت قائم ہو گئی اور غدر و شقاوت اِس اُمت کے اشقیا کی کھل چکی اُسوقت پھر جناب امام زین العابدین علیہ السلام کو اس سے چارہ نہ تھا کہ مقامات جزئیہ مین

تقیہ فرماتے تھے یہان تک کہ رفتہ رفتہ حکومت بنی امیہ ضعیف ہوئی اور زمانہ جناب امام محمد باقر علیہ السلام کا اور جناب
امام جعفر صادق علیہ السلام کا ہوا تو وقت ان دونون بزرگوارون کو مثل اور حضرات کے تقیہ کی حاجت نہ رہی پس وہ
قول جو عبارت بعض صحف کی طرف منسوب ہے فَاِنَّهُ لَا سَبِیْلَ لِاَحَدٍ عَلَیْكَ وَاَنْتَ فِیْ حِرْزٍ وَاَمَانٍ اضافی ہوگا جیسا
کہ آیہ حُرِّمَتْ عَلَیْكُمُ الْمَیْتَةُ الخ و لِمَنِ الْمُلْكُ الْیَوْمَ الخ مین ہے اور مذکور ہوا کیونکہ ملک کا خدا کے ساتھ مخصوص ہونا
کسی وقت کی تخصیص نہین رکھتا لیکن بطلان ملکیت وسطوت بندگان سرکشان روز قیامت کو ظاہر ہوگا ورنہ سوا خدا کے
ہر وقت مالک ملک کوئی نہین ہے پس قصر باعتبار وضوح قصر ہے نہ باعتبار اصل ملک کے ساتھ متفرد ہونے کے اسی طرح
یہان بھی حرز و امان قصر اضافی ہے اور اسمین شبہہ نہین ہے کہ یہ بات کہ سوا خدا کے کسی سے نہین ڈرتے اعلان وکتمان دونون مین
جب بحکم خدا ہو صادق آتا ہے لیکن ظہور اسکا مقام اعلان مین زیادہ ہوتا ہے پس اس نص مین جو لَا تَخَافُ ان بزرگوارون کو
خطاب ہے اس سے اگر قصر کی طرف جو باعتبار وضوح ہوتا ہے حمل کرین تو جو تعلیل مذکور ہوئی اسسے منافی نہوگا یا یہ کہ
لَا تَخَافُ مقام اعلان کے لیے وارد سمجھا جاے اور شروط شروط کے ساتھ ہو جیسا کہ قال لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ
مین ہے ولیکن اتفاق ان شروط کا ان دونون امامون کے زمانہ مین بہ نسبت اور ائمہ کے زیادہ ہوا اور علم اہلبیت کا نشر بھی
عام ہے اس سے کہ نشر حکم تقیہ کا ہو یا بغیر تقیہ کا ہو بسبب فرمانے حضرت کے کہ اِنَّ التَّقِیَّةَ دِیْنِیْ وَدِیْنُ آبَائِیْ پس اس
صورت مین حمل کرنا بعض روایات کا ان بزرگوارون کے بھی تقیہ پر منافی نشر احکام اہلبیت علیہم السلام کے نہوگا اور
جس شخص نے کہ ادعا نشر علوم کی کثرت کا ان بزرگوارون کے زمانہ مین کیا ہے تو ممکن ہے اسکا قول حمل کیا جاے اس کثرت پر جو
فی حد نفسہا ہو نہ بہ نسبت طرف ان مواضع کے جو رفع تقیہ کے ہین ساتھ اس بات کے کہ فی الواقع اور ائمہ علیہم السلام سے
اسقدر احکام کہ جو ان دونون بزرگوارون سے یا جو انکے امثال ہین ظاہر ہوے بسبب نہ ممتد ہونے زمانہ امامت کے اور مانع
ہونے دہر خوان کے ظاہر نہین ہوے پس رفع تقیہ ان دونون بزرگوارون کے کلام مین بہ نسبت اور ائمہ علیہم السلام کے
زیادہ ہے اور تقیہ اس زمانہ مین اگرچہ بہ نسبت کثرت کے قلیل ہے لیکن بہ نسبت اور ائمہ کے تقیہ کے زیادہ ہے کیونکہ اور حضرات بہت
کم مہلت پاتے تھے اور بسبب اسکے کہ انکے پاس حاضر ہونے مین بہت شدت اور سختی ہوتی تھی اسلیے آدمی رجوع بہت کم
کرتے تھے اور بہرحال ائمہ علیہم السلام رحمت کا انتظار و انتہاز فرماتے تھے اور تقیہ فرمانا انبیا اور ائمہ علیہم السلام کا فی الجملہ فریقین کی کتابون سے
ثابت ہوتا ہے بعد اسکے انبیا اور ائمہ کے تقیہ کی نفی مطلق کرنا ایسی بات ہے جسکے کچھ معنی نہین ہین فتدبر اب واضح ہو کہ
کنز العرفان مین ہمارے اصحاب نے تقیہ کو تین قسمون پر تقسیم کیا ہے اور جناب سید سند اعلی اللہ مقامہ نے حدیقہ سلطانیہ مین فرمایا ہے
کہ بعض فقہا نے تقیہ کو پانچ حکمتون کے ساتھ تقسیم کیا ہے لیکن وہ تین قسمین جو اصحاب کی تقسیم کے موافق ہین ایک وہ ہے
جو حرام ہے اور کہا ہے کہ وہ قتل نفس محترم ہے بدون استحقاق کے پس تقیہ ایسے مقام پر حرام ہے اور جناب سید سند نے فرمایا ہے کہ بعض
روایت مین مثل شراب پینے کے اور موزون پر مسح کرنے مین بھی حکم وارد ہے کہ تقیہ نہ کرے ولیکن تاویل کو محتمل ہے دوسرے وہ

تقیہ کہ مباح ہے وہ اظہار کلمہ کفر مین ہے کیونکہ ایسی جگہ پر تقیہ کرنا اور اُسے ترک کرنا دونون جائز ہین باستدلال قصہ عمار یاسر اور انکے والدین کے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ نے دونون کو اچھا فرمایا تیسرے وہ تقیہ جو واجب ہے اور وہ سوا ان دونون قسمون کے ہے اور پھر خاص قسم ثانی کے بارہ مین کہا ہے کہ اسمین اختلاف ہے کہ دونون باتون سے افضل کیا ہے تقیہ کرنا یا اسے ترک کرنا چنانچہ بعض نے کہا ہے کہ عمار کے والدین کا فعل بہتر تھا کیونکہ ترک تقیہ مین دین کا اعزاز ہے اور اُسکی مضبوطی ہے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ نے اُنکے حق مین جو مسیلمہ کے ہاتھ پر مقید ہو گئے تھے اور جسنے تقیہ کیا اور مارا گیا فرمایا تھا کہ جو مارا گیا اسنے اظہار حق کیا پس اسے مبارک ہو اور جسنے تقیہ کیا تھا اُسکے لیے فرمایا تھا فَقَدْ اَخَذَ بِرُخْصَۃِ اللّٰہِ اور بعض علما کہتے ہین کہ فعل عمار یاسر کا اچھا تھا اسلیے کہ قتل نفس معصومہ کا اچھا نہین ہے اور موید ہے اسکے قول جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ کا جو عمار علیہ الرحمہ کی حدیث مین ہے کہ اِنْ عَادُوْا لَکَ فَعُدْ لَھُمْ بِمَا قُلْتَ کیونکہ اقل مرتبہ امر کا استحباب ہے اور سوا اسکے حضرت نے اس ارشاد کے بعد عمار کے حال پر مہربانی بھی فرمائی یعنی انکی آنکھون کو بوسہ دیا اور شیخ مفید علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ موید ہے فضیلت اختیار تقیہ کو کریمہ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ اور خبر کی روایت واحد ہے کہ اس سے معارض نہین ہو سکتے فقط اور اس اختلاف کی رو سے جناب سید سند نے فرمایا ہے کہ بنا بر قول اول کے تقیہ مرجوح ہوگا تو مکروہ ہوگا اور بنا بر مذہب ثانی کے راجح ہوگا تو مندوب ہوگا پس احکام خمسہ متحقق ہو گئے اور اس جگہ پر ایک اشکال وارد ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ جو خبر کہ شرعاً محظور ہے وہ تحلیل کی صورت کی محتاج ہے پس یہ کیونکر ہو سکے کہ کلمہ کفر کا کہنا جو سب سے زیادہ حرام ہے بدلے اسکے کہ تقیہ کے واجب ہونیکا مقام ہو جائز ہو اور جب یہ ہوا تو اب مکروہ و مندوب کیسا اور حل اسکا یہ ہے کہ احکام شرعیہ سب مصالح کے ساتھ منوط ہین پس جبکہ مصلحت حفظ نفس محترم کا یا اہلاک نفس محترم کا کہ وہ حرام کیا گیا ہے اور کلمہ کفر کا کہنا موافق اجازت شرعی کے جائز ہے اور مصلحت کلمہ طیبہ کے احترام کے یا جو ہمرتبہ کلمہ طیبہ ہے آپس مین متعارض ہو جائین پس اگر تعارض اس مرتبہ کا ہو کہ دونون برابر ہون تو اباحت متصور ہوتی ہے اور جب ایک دوسرے سے فی الجملہ رجحان رکھتا ہو کہ اُسکے مقابل مین طرف ثانی کی مصلحت مضمحل نہو تو اُسکا مندوب ہونا کراہت کے ساتھ ہوگا اور اگر مصلحت اُس دوسرے کی مضمحل ہو جاے تو اُسکا واقع کرنا راجح و واجب ہوگا جیساکہ پیغمبر و امام سے وقت واجب ہونے دعوت کے ترک تقیہ کا واجب ہے یا اختیار کرنا تقیہ کا اگر انھین مقامات مین بہ نسبت سائر خلق کے واجب ہے اور ان سب باتون مین استبعاد نہین ہے اور یہ بھی جاننا ضروری ہے کہ پیغمبر وجوب و جواز اظہار کلمہ کفر سے مستثنی ہین کیونکہ یہ مسئلہ اجماعی ہے اور منافی غرض بعثت ہے پس بہ نسبت پیغمبرون کے تقیہ ایسے مقام پر قسم حرام مین داخل ہوگا اور اسی طرح تقیہ کے واجب اور جائز ہونے سے مقام وجوب دعوت اور اظہار نبوت مین انبیا مستثنی ہین اور یونہین یہ بزرگوار اس حکم سے کہ کلمہ کذب کا کہنا واجب اور جائز ہوتا ہے مستثنی ہین بلکہ دور نہین ہے کہ انکا اتقا منحصر توریہ مین ہو جو ایک قسم تقیہ کی ہے نہ تقیہ کرنا ایسے کلمہ سے جو محمل صحیح نہ رکھتا ہو اگر کوئی کہے کہ توریہ کو تقیہ نہین کہہ سکتے کیونکہ تقیہ اظہار خلاف حق کا نام ہے خواہ قولاً ہو یا فعلاً ہو اور توریہ مین خلاف حق اظہار نہین ہے تو اُسکے جواب مین کہنا چاہیے کہ تقیہ حقیقت مین

یہ ہی کہ حق کو پوشیدہ کرے عام اس سے ہی کہ خلاف حق کو ظاہر کرے یا نہ کرے اور جس صورت مین کہ اظہار خلاف واقع کو
اُسمین معتبر رکھین تقیہ اظہار بھی عام ہوگا اس سے کہ مخالفت مین نص ہو یا ظاہر اور دونون وجہون کا محتمل ہو اور جو مخدور کہ
تقیہ مین متوہم ہوتا ہی اور جو ضرورت کہ اُسکے کرنے کو داعی ہوتی ہی وہ توریہ کے بھی جملہ افراد مین جاری ہوتی ہی لیکن ہر ایک کے لیے
مقام لائق اُسکے ہوتا ہی اور ازبسکہ انبیا بسبب اپنی شان بزرگ اور ذکاے فطنت کے ایسے مقامات مین قادر توریہ پر ہوتے ہین
تو وہ کر جاتے ہین لیکن اوراشخاص امت مین سے پس اُنپر ہر وقت مین یہ امر دشوار ہوتا ہی پس اِسی واسطے خدا کی طرف سے سائر
خلق کو بسبب اُنکے عجز کے رخصت اِس بات کی دی گئی جسکی رخصت انبیا کو بسبب اُنکی قدرت کے نہین دی گئی اور اِسی جگہ
واضح ہوتا ہی کہ غیر نبی کو بھی جب تک اقتدار توریہ پر ہو تو تقیہ کو توریہ کے ساتھ مقدم کرے اُس تقیہ پر جو بغیر توریہ ہوتا ہی اور
بر تقدیر تنزل اگر تقیہ مطلق کی تجویز کا بھی ادعا کیا جاے جب بھی تو حضرات اہلسنت کو قدح فرمانا روا نہین ہی بسبب اُن نصوص کے
جو گذر گئین اور جب یہ سب معلوم ہو چکا تو جاننا چاہیے کہ پیغمبر و امام سے بیزاری کرنا بجز اسکے کہ تقیہ کا مقام ہو حرام ہی لیکن مقام
تقیہ مین پس بنا شیخ مفید علیہ الرحمہ کی تصریح کے مباح ہی اور افضل ترک ہی اور شیخ مرحوم نے اِس ہدایت پر استدلال کی ہی جناب
علی بن ابیطالب کے قول سے کہ فرمایا آنحضرت نے اَمَّا السَّبُّ فَسُبُّوْا فَاِنَّہٗ لِیْ زَکٰوۃٌ وَلَکُمْ نَجَاۃٌ وَاَمَّا الْبَرَاءَۃُ فَلَا تَبَرَّؤُا
مِنِّیْ فَاِنِّیْ وُلِدْتُ عَلَی الْفِطْرَۃِ اور دوسری روایت مین ہی وَاَمَّا الْبَرَاءَۃُ فَمُدُّوْا دُوْنَہَا الْاَعْنَاقَ وَذٰلِکَ دَلِیْلُ الْاَفْضَلِیَّۃِ
خُصُوْصًا اِذَا کَانَ مَنْ یُقْتَدٰی بِہٖ اور اِس روایت سے سب کا جواب واضح ہوتا ہی بسبب اِسکے کہ ترک مین اُسکی فضیلت ہو بخلاف
تبرے کے کہ اُسکا ترک افضل ہی و لیکن روایت اِسمین مختلف ہی اور یعقوب ابن سکیت علیہ الرحمہ نے جو متوکل کے ساتھ کیا کہ اُسکے
بیٹون کو حسنین علیہم السلام پر تفضل نہ دے اِسی قبیل سے ہی کیونکہ تفضیل فاسق کی اُن بزرگوارون پر موجب بیزاری اور تبرے
مین تھی بلکہ پیغمبر کی تکذیب ہوتی تھی کہ حضرت نے فرمایا تھا ہُمَا سَیِّدَا شَبَابِ اَہْلِ الْجَنَّۃِ اور حکایت یعقوب بن سکیت
نحوی کی جیسکہ قاضی نور اللہ مرقدہٗ نے مجالس المومنین مین لکھا ہی یہ ہی کہ جب فضائل یعقوب علیہ الرحمہ کے مشہور ہوے
تو غداب صحبت متوکل عباسی مین کہ ناصبی و معین عداوت اہلبیت علیہم السلام تھا گرفتار ہوے اور جن دنون مین کہ
اُسکی مصاحبت مین تھے اور اُسکے مشمول عواطف ظاہری تھے اتفاقاً ایک دن اُس ملعون کے دونون بیٹے ایک کا نام
معتز اور دوسرے کا نام مؤید تھا اُسکے پاس آے اُسوقت متوکل نے یعقوب سے پوچھا یَا یَعْقُوْبُ اَیُّمَا اَحَبُّ اِلَیْکَ
اِبْنَایَ ہٰذَانِ اَمِ الْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ اُسوقت یعقوب علیہ الرحمہ مین دین کی غیرت نے حرکت کی اور کہا وَاللّٰہِ اِنَّ قَنْبَرَ خَادِمَ
اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْکَ وَمِنْ اِبْنَیْکَ اُسوقت متوکل نے حکم دیا کہ زبان اُنکی پس پشت سر سے نکال کر کاٹ ڈالے
اور اُنکو شہید کیا اور بعضون نے کہا ہی کہ متوکل نے اپنے غلامان ترکی کو حکم دیا کہ اُنکی پیٹ پر لاتین ماریں جب اُنھین گھر اُٹھا کر
لیگئے تو دوسرے دن اُنہون نے انتقال فرمایا پس ان دینداران کا فرزندان متوکل کو حسنین علیہما السلام پر ازروے تقیہ تفضل نہ کرنا
اِس جہت سے تھا کہ یہ تفضیل اِس حکم مین تھی کہ ائمہ علیہم السلام سے بیزاری و پیغمبر خدا کی تکذیب اس سے لازم آتی ہی کیونکہ آنحضرت نے

فرمایا تھا الحسن و الحسین سیدا شباب اهل الجنة انتہی المحصل کلامه رحمه الله لیکن حاصل اسکا یہ ہو کہ بیزاری ائمہ
علیہم السلام سے اور تکذیب بھی کفر ہو پھر جب تکلم بکلمۂ کفر مع کتمان ایمان وقت ضرورت جائز ہوا تو کیا وجہ ہو کہ یعقوب علیہ الرحمہ نے
ہلاکت نفس کو اپنے تقیہ پر اختیار کیا اور جواب اسکا دو طرح سے ہو ایک یہ کہ انھین یہ گمان ہو کہ جیسا اور مقامات مین بھی ان ملاعین کا
یہ حال تھا کہ بعد اطلاع پانے اسکے کہ فلان شخص اہلبیت علیہم السلام سے دوستی رکھتا ہو تو اکثر اغماض عین و پہلو تہی بھی قتل سے
اسکے کر جاتے تھے اسی طرح اگر مین بھی اظہار صداقت کرونگا تو مجھسے بدرجۂ اولی اس طرح پیش آئیگا کیونکہ میرے کمالات و فضائل کو
جانتا ہی اور قدردان علم ہی اور ہمیشہ اپنی مصاحبت مین رکھتا ہی مورد مراحم و اشفاق اسکا ہون ان امور کی رعایت سے مجھسے
درگذر کریگا بلکہ کبھی بھی ایسا میرے سامنے بے ادبی پیش نہ آئیگا جیسا کہ مقربان بادشاہ اپنے تقرب کے اعتماد پر اکثر وہ باتین
کر جاتے ہین جو غیر مقرب نہین کر سکتے جیسا کہ راقم رسالہ کو اکثر ایسا اتفاق ہوا کہ بہت سے امور مین خلاف ادب اور خلاف
مقصود شاہی جوابات دیے لیکن چونکہ بادشاہ وقت قدردان علم و کمال تھے سوائے اغماض عین اور درگذر کے درپی انتقام
نہین ہوے یا یہ کہ ہر وجوب و حرمت کے لیے بھی حد ہی مثلاً عبادات واجبہ کے لیے مثل صوم و حج حد و شرط قدرت و
استطاعت ہی اور اجتناب کو حرام کھانے سے یہ حد ہی کہ بھوک کا اپنی ضبط کر سکے اور جب دیکھیگا کہ اب ضبط مین خوف
ہلاکت ہی تو اسوقت اجتناب ساقط ہی اسی طرح تقیہ بھی بشرط امکان کر سکتا ہی نہ اسوقت کہ تاب ضبط و صبر بسبب ولولۂ محبت و
صداقت کے جاتی رہے پس ایسا ہی ان بزرگ کا حال ہوا کہ جب انسنے وہ سوال کیا جسمین حسنین علیہما السلام کا نام
جو زبان نبی سرداران اہل بہشت مین آیا اسوقت دل دردمند ہوا اور آتش ولایت و محبت اہلبیت علیہم السلام کی
مشتعل ہوئی ضبط و صبر اختیار سے جاتا رہا کلمۂ حق کو مثل والدین عمار یاسر جاری کیا اور کچھ خوف ہلاکت نفس کا
بمقام نہی حمایت حرمت و احترام دوستان خدا و اپنے سردارون کے نہ کیا اسلیے کہ قدرت ضبط اسوقت باقی نہ رہی تھی
اور اس ملعون کی بھی رگ حمیت کو شیطان نے حرکت دی اور مرتکب ہوا اس امر کا جسکے کفار قریش مرتکب ہوے تھے
پس حال یعقوب بن سکیت کا مثل حال والدین عمار اور حال متوکل کا مثل حال کفار قریش جنھون نے والدین عمار کو
مارا یا مثل مسیلمہ کذاب جسنے مسلمان کو مارا تھا تصور کرنا چاہیے الحمد لله الذی هدانا الی الصراط المستقیم

فصل تیسری بیچ بیان بقیہ صفات پیغمبرون کے ہی پہلے انمین سے کمال عقل و فطنت ہی محمد بن یعقوب
کلینی علیہ الرحمہ نے کتاب کافی مین پیغمبر خدا سے روایت نقل کی ہی جسکا حاصل یہ ہو کہ حق تعالی نے اپنے بندون کو کوئی چیز
عطا نہین فرمائی جو عقل سے بہتر ہو یہان تک کہ فرمایا کہ نہین بھیجا اس خدائے بزرگ نے کسی پیغمبر و رسول کو جب تک کہ
کمال عقل کو نہین پہونچ لیا اور عقل اسکی امت کی عقل سے کامل تر ہوتی ہی او محقق علیہ الرحمہ نے کتاب تجرید مین کہا ہی
جسکا حاصل یہ ہی کہ اور بھی واجب ہی پیغمبرون مین کمال عقل اور زیرک ہونا فہم کا اور تدبیر و رائے کا قوی ہونا اور تشخیص
اسکی شرح مین کہا ہی کہ اس جہت سے ہی کہ جو کوئی ان صفات سے متصف نہو گا اسکی پیروی مین امت میل و رغبت نہ کریگی

فصل تیسری بیان بقیہ صفات پیغمبران

۱۶۱

اور اوامر و نواہی مین اُسکے مطیع و منقاد نہونگے تو فائدہ بعثت کا حاصل نہوگا اور خواجہ محقق نے فرمایا ہے کہ پیغمبر مین واجب ہے
کہ ایسی کوئی بات نہو جس سے آدمیون کی طبیعت کراہت و نفرت کرے مثل اسکے کہ باپ دادا اُون کی قوم رذیل سے ہون
اور خسیس جنکا عیب کرتے ہون مثل حجام کے یا جولاہے کے اور امہات اُنکے پاک دامن ہون متصف ساتھ عصمت و
عفت کے ہون اور کسی بطن مین زنا سے نہ پیدا ہوے ہون اور آبا و امہات اُنکے جس سے کہ پیدا ہوے ہون وہ
مومنین و مومنات ہون اور درشت خوئی اور تند طبعی اور غضبناکی اور قساوت قلب و بدخلقی اور کینہ اور حسد رکھتے ہون
اور خلقت کے عیبون سے مثل اندھے اور گنگ ہونے کے اور جو اسکے مانند ہین پاک ہون اور علت اُبنہ کہ وہ بضم الف و
سکون باے یک نقطہ مرض ہے امراض مقعد سے اور عبارت پشت و دبر دینے سے ہے نہ رکھتے ہون کیونکہ یہ بھی
بسبب سبب تنفر خلق کا ہے کہ مرد عورت کا کام دے اور مردون کی جورو بنے اور اسی طرح چاہیے کہ نبی وہ بیماریان
جسے دیکھنے سے اورون کو تنفر ہو مثل برص و جذام کے یا سلس ریح کا ان سے بھی مبرا ہو اور واضح ہو کہ علمائے امامیہ
ان جملہ امور مین بھی امام علیہ السلام کو حکم پیغمبر مین جانتے ہین اور اسی طرح واجب ہے کہ امور مکروہہ مثل اسکے کہ راہ مین
کھانا کھانا یا جو اسکے مثل ہو وہ بھی نبی سے صادر نہو تاکہ منفعت مبعوث ہونے کی حاصل ہو اور سب آدمی انکی بات پر
عمل کرین اور سب کی نظر مین اُنکی عزت و وقار جاگزین ہو انتہی کلامہ بالجملہ اصل ضابطہ انبیا کے منزہ ہونے کا
صفات ذمیمہ اور امور خسیسہ سے اور ثابت کرانا انکے لیے اخلاق کریمہ و امور شریفہ کا یہ ہے کہ جو چیز لائق تنفر ہو جاے
یہ حضرات اُس سے بری ہون اور جو بات از قسم کرامت و شرافت ہو اُس سے موصوف و منجلی ہون تاکہ بعثت کا فائدہ مترتب
بر وجہ کامل ہو جیسا کہ عصمت مین محفوظ رہنا جمیع گناہان کبیرہ و صغیرہ سے عمداً و سہواً قبل بعثت و بعد بعثت اسی
بنا پر ہے کہ دیکھنے والون کو اعتماد اُنکے کلام پر ہو اور متنفر نہون تا خلاف غرض بعثت نہونے پاے اسی طرح جملہ امور مین
اُنکے ایسی بات چاہیے کہ کسی کو اُنسے تنفر نہو اور جناب سید سند نے حدیقہ سلطانیہ مین فرمایا ہے کہ اگر یہ دلیل تنفر کی علی العموم
تمام ہو جاے تو ادلہ عقلیہ مین اعم و اشمل ادلہ ہو اور سید مرتضی علم الہدی علیہ الرحمہ نے مصرح بیان کیا ہے کہ نبی مین منفرات
علی العموم سب ممتنع ہین و لیکن بعض اعلام نے ثبوت امر عام مین بحث و کلام کیا ہے اور بناے کار کو تعمیم مین ادلہ سمعیہ اور
اجماع شیعہ پر رکھا ہے جناب اخوند مجلسی علیہ الرحمہ حق الیقین مین جو فرماتے ہین اُسکا حاصل یہ ہے کہ پیغمبر کو چاہیے کہ اپنی
اُمت سے افضل اور اعلم ہو کیونکہ مفضول کی تفضیل عقل کی رو سے قبیح ہے اور چاہیے کہ اُن سب علمون کا جسکی طرف
اُسکی محتاج ہے عالم ہو جاے اور صفات کمال سے چاہیے متصف ہو مثل کمال عقل اور زیرکی اور فطانت و قوت راے اور
عفت اور شجاعت اور کرم اور سخاوت اور اورون کی حاجت کو اپنے اوپر وقت احتیاج اختیار کرنا اور دین مین باغیرت ہونا
اور رافت اور رحم اور مروت اور تواضع اور نرمی اور مدارا اور ترک دنیا اور رعایت علما و صلحا و اہل دین کی اور منزہ ہونا
صفات ذمیمہ سے مثل کینہ و حسد و حرص و محبت دنیا اور حب مال و جاہ اور کج خلقی و نامردی اور اُن بیماریون سے مبرا ہونا

جو نفرت خلق کا سبب ہوتی ہین مثل اسکے کہ جذام رکھتا ہو یا سفید داغ بدن پر ہون یا اندھا ہو یا بہرا ہو یا گونگا ہو کہ مطلب نہ ادا کر سکتا ہو اور اسی طرح اُنکے آبا و اجداد مین بھی کوئی قدح نہ کرسکے مثل اسکے کہ اولاد زنا سے یا شبیہ زنان سے ہون اور باپ اُنکے خسیس و دنی نہون بلکہ صناعتہاے خسیسہ بھی نہ کرتے ہون مثل اسکے کہ کپڑا نہ بناتے ہون یا حجامی نہ کرتے ہون حمامی و بیطاری اور جو کہ صناعتہاے خسیسہ ہین اُسے نہ کرتے ہون اور جو باتین کہ مروت کے خلاف ہین جیسا کہ بازارون مین راہ چلتے ہوے کھانا کھانا ہے اور جو اُسکے مثل ہے اُنسے صادر نہ ہوتا ہو اور فرمایا ہے کہ یہ باتین بعض علمانے ذکر کی ہین لیکن اسکے بعض مین کلام ہے اور اُن پیغمبرون کے باپ جو اجداد جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ سے ہین ہمیشہ مسلمان رہے ہین جیسا کہ بعد اسکے مذکور ہوگا لیکن سب پیغمبرون کے باپ کا مسلمان ہونا جیسا کہ بعض کے کلام سے ثابت ہوتا ہے کہ چاہیے سب مسلمان ہون مگر میرے نزدیک ثابت نہین ہے اور دلیل عقلی و نقلی اسپر قائم نہین ہے اور بعضے اخبار کہ درباب خضر اور غیر اُنکے وارد ہوے ہین وہ اسکے خلاف پر دلالت کرتے ہین اور اس جگہ توقف اولی ہے انتہی کلامہ اور ظاہر ہے کہ اس کلام سے دلیل نفیاً و اثباتاً تمام نہین ہوتی بالجملہ باجماع فرقہ امامیہ یہ امر محقق ہے کہ ہمارے پیغمبر خدا کے آبا و طاہرین ان سب امور سے بری تھے لیکن آیہ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ اٰزَرَ الخ دلالت ظاہری کفر بعض آبا کے کرتا ہے کیونکہ ابراہیم جب دادا ہوے اور آذر انکا باپ ہوا جسکا کفر بقرآن ثابت ہے تو دلالت ظاہر سے اسکے وہ اجماع امامیہ کا منتقض ہوتا ہے لیکن واقع مین یہ آیہ ماول ہے اور تاویل اُسکی یہ ہے کہ حق تعالی امر مشہور کی حکایت فرماتا ہے نہ امر حقیقی کی کیونکہ حقیقت مین حضرت ابراہیم کے باپ تارخ تھے جو مسلمان تھے نہ آذر لیکن چونکہ مشہور ابراہیم ہی آذر تھے اور اُنہین باپ کہتے تھے اسلیے موافق شہرت کے اور حضرت ابراہیم کے کہنے کے نقل فرمایا یا یہ کہ کلام عرب مین لفظ اب کا اطلاق چچا پر ہوتا ہے اسلیے موافق اُنکے اطلاق کے فرمایا اور یہ بات باقوال حضرات اہل سنت بھی ثابت ہے اگرچہ اُنکے یہان اسلام آباے نبی کا ضرور نہین ہے کیونکہ حضرت ابیطالب اور جناب عبدالمطلب کو کہ جد قریب پیغمبر خدا کے ہین کافر جانتے ہین لیکن پدر ابراہیم علیہ السلام مین مخالفت نہین کرتے اور یہ اعتراف اُنحضرت کا جو کچھ شیعہ کہتے ہین اُسکی قوت کو دلیل کافی ہے چنانچہ فخر رازی نے زجاج سے نقل کیا ہے کہ نسب کے لکھنے والون مین خلاف اس امر مین نہین ہے کہ حضرت ابراہیم کے باپ کا نام تارخ تھا اور وہ شخص ملاحدہ سے ہے جو آذر کو پدر ابراہیم لکھتا ہے اور حاصل غرض اُسکی محل تحقیق نسبت مین لکھنے کی یہی تا کہ قرآن مین طعن کرے اور توجیہ مین کئی وجہ ذکر کی ہین ایک اُنمین سے یہ ہے کہ اطلاق آب کا چچا پر محاورہ عرب مین آیا ہے جیسا کہ حق تعالی حکایت مین اولاد یعقوب کی فرماتا ہے اِنَّهُمْ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ اور یہ معلوم ہے کہ اسمٰعیل یعقوب کے چچا تھے اور ساتھ اسی کی تصریح کی ہے فاضل نسفی نے بھی مدارک مین اور دلالت کرتا ہے اسپر قول حق سبحانہ تعالی کا اَلَّذِیْ یَرٰىكَ حِیْنَ تَقُوْمُ وَتَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیْنَ بنا بر اس تفسیر کے جو بعض مفسرین نے کہا ہے کہ مراد اس سے یہ ہے کہ نقل کرایا جاتا تھا نور پیغمبر خدا کا سجدہ کرنے والون سے سجدہ کرنے والون کی طرف پس چاہیے کہ جملہ آبا حضرت کے مسلمان ہون اور اب ضرور رہا کہ حضرت ابراہیم کے باپ بھی جو سلک اجداد مین آنحضرت کے منسلک تھے

مسلمان ہون اور تائید کو کافی ہی ہمارے اس کہنے کے وہ روایت جو کتب حضرات اہل سنت مین پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ سے
منقول ہی اور محصل اسکا یہ ہی کہ فرمایا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے کہ ہمیشہ حق تعالی میرے نور کو یا روح کو اصلاب طاہرہ سے
ارحام طاہرہ کی طرف نقل فرماتا رہا یہان تک کہ لایا مجکو تمھارے عالم مین فقط ۔ ولیکن جمیع انبیا کے آبا کا برے ہونا پس چند
کہ ابو علی طبرسی نے مجمع البیان مین تفسیر کریمہ یَا أَبَتِ إِنِّي أَخَافُ أَن يَمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمَٰنِ فَتَكُونَ لِلشَّيْطَانِ وَلِيًّا
مین کہا ہی کہ مراد باپ سے اس جگہ آذر ہی جو کہ جد مادری یا چچا حضرت ابراہیم کا تھا نہ تارخ جو حقیقی باپ آنحضرت کے تھے
کیونکہ اجماع طائفہ امامیہ کا اس بات پر ہی کہ جملہ انبیا کے آبا حضرت آدم علیہ السلام تک مسلمان و موحد رہے ہین لیکن بنظر
ان اخبار کی دلالت کے جسکا ذکر اخوند علیہ الرحمہ نے فرمایا توقف کو حکم دیا ہی اور جناب غفران مآب نے عماد الاسلام مین
یہی کہا ہی یہ قول منقوض ہوتا ہی اور اگر اجماع طائفہ ثابت ہو جاے تو جیسا ضرورت آیہ کی تاویل کی ہوئی اسی طرح
ان اخبار کو بھی تاویل کرنا ہوگا یا بمقابل اجماع کے وہ اخبار مطروح ہو جائینگے پھر محقق علیہ الرحمہ نے تجرید مین فرمایا ہی
جسکا حاصل یہ ہی کہ واجب ہی کہ پیغمبر منقصت سہو و نسیان سے مبری ہون اور قوشجی نے اسکی شرح مین کہا ہی کہ یہ اسلیے ہی کہ
تا وہ سہو نہ کرین اس امر مین جسکی تبلیغ کے لیے مامور ہوتے ہین اور شاید کہ مراد اس سے یہ ہوگی کہ ہر بات مین سہو کی عادت
نہ ہو جاے انتہی اور یہ تخصیص فاضل قوشجی کی اور استبعاد کرنا بنظر اپنے مذہب کے ہی والا معروف اصحاب امامیہ مین یہی ہی
جو محقق علیہ الرحمہ نے فرمایا ہی کہ پیغمبرون پر مطلقا سہو جائز نہین ہی اور تاویل فاضل قوشجی کی فرقہ امامیہ کے نزدیک ایسی
تاویل قول کی ہی جسکا کہنے والا اس سے انکار کرے کیونکہ باجماع فرقہ امامیہ پیغمبران گناہان کبیرہ و صغیرہ سے از روے
عمد و خطا و نسیان کے نبوت سے پہلے بھی اور بعد نبوت بھی منزہ ہین اور واجبات و محرمات و مکروہات کے سوا اور باتون مین
سہو کرنا انکا پس ظاہر اصحاب یہ ہی کہ اس سے بھی انہین منزہ جاننا امامیہ کے نزدیک اجماعی ہی مگر صدوق علیہ الرحمہ نے البتہ
سہو کی دو قسمین کی ہین ایک سہاے شیطانی اس سے یقینی انکار کیا ہی دوسرے سہاے رحمانی یعنی وہ سہو کہ خدا تعالی نے
اسے بنظر کسی مصلحت کے پیغمبرون پر مسلط کرے جائز سمجھا ہی بخلاف حضرات اہلسنت کہ انکے یہان بعثت کے پہلے تو اصلا
ممتنع نہین جانتے اور بعد بعثت بعضے تبلیغ کے سوا صدور کبیرہ و صغیرہ دونون کو جائز کرتے ہین اور بعضے تخصیص
صغیرہ کی کرتے ہین باقی رہے وہ امور جو مباح ہین یا از روے عادت کے صادر ہوتے ہین انہین نبی سے سہو کا ہونا اصلا
ممتنع نہین جانتے اور ایسے علما نے ہمارے ادلہ و براہین سے باطل کیا ہی اور قول صدوق علیہ الرحمہ کی تصدیق بھی
مختلف ہی چنانچہ بعض علما نے تصدیق کی ہی انکی اور اکثر علما ہمارے تصدیق نہین کرتے اور حق بھی ہی جیسا کہ انشاء اللہ
واضح ہوگا اور منشا قول صدوق علیہ الرحمہ کا بعض آیات و روایات ہین لیکن آیات پس وہ قول ہی خدا کا وَمَا
أَنسَانِيهُ إِلَّا الشَّيْطَانُ اور سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنسَىٰ ولیکن فاضل بیضاوی نے اسکی تفسیر مین کہا ہی إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ
أَن يُنسِيَكَهُ بنسخ تلاوته اور مفسر تفسیر کبیر نے چند احتمال اس آیہ مین ذکر کیے ہین ایک یہ کہ مشیت کا ذکر تبرک کے لیے ہی

نہ استثنائے حقیقی کے واسطے دوسرے یہ کہ استثنا اس بیان کے لیے ہو کہ اگر خدا چاہے تو اُسے اسکے نسیان پر
رکھے کہ وہ قادر ہو اسپر تاکہ وہ حضرت یہ جانین کہ نسیان کا نہونا خدا کے فضل سے ہی یا یہ جانین کہ بیدار رہنے مین اور
ثابت رہنے مین اپنے محتاج ہین اور یہ کہ استثنائے حقیقی ہو جیسا کہ ایک روایت مین آیا ہو کہ ایک آیت کا پڑھنا نماز مین
بھول گئے تھے یا اس بیان کے لیے ہو کہ تیرا نسیان تھوڑا ہو زیادہ نہین ہو اور وہ بھی سوا واجبات کے آداب و سنن مین ہو
بالجملہ احتمالات اول جنین استثنا غیر حقیقی پر محمول ہوا ہو موافق مذہب اکثر امامیہ کے ہو اور لیکن روایات جو منشا قول صدوق
علیہ الرحمہ کے واقع ہوئی ہین اُنہی جملہ سے وہ ہو جو شیخ نے تہذیب الاحکام مین اپنی سند سے ابو بصیر سے روایت کی ہو
کہ حضرت صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ ایک شخص نے دو رکعت نماز کی پڑھی اور بعد اُسکے اُٹھ کھڑا ہوا اپنے کام کو
چلا گیا حضرت نے فرمایا کہ چاہیے وہ نماز کو نئے سر سے پڑھے عرض کی کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ نے نماز
نئے سر سے کیون نہین پڑھی حضرت نے فرمایا کہ اسکی وجہ یہ تھی کہ حضرت نے اپنی جگہ سے حرکت نہین فرمائی تھی پس جسقدر
نماز باقی تھی اُسے پڑھ لیا اور جمیل سے روایت کی ہو کہ کہا اُسنے پوچھا مین نے جناب ابا عبد اللہ علیہ السلام سے اُس شخص کے
حال سے کہ اُسنے دو رکعت نماز کی پڑھی بعد اُسکے اپنی حاجت کو چلا گیا حضرت نے فرمایا کہ استقبال صلوٰۃ کریگا یعنی نماز کو
از سر نو ادا کریگا مین نے عرض کیا کہ پھر لوگ روایت کیا کرتے ہین اور اسکے بعد راوی نے حضرت کے سامنے حدیث ذی الشمالین
کو بیان کیا یہ سنکر فرمایا کہ پیغمبر خدا اپنی جگہ سے نہین گئے تھے اور اگر بعد سہو اُس جگہ سے اور کہین جاتے تو حضرت بھی استقبال
صلوٰۃ فرماتے اور اس روایت سے صاف بوے تقیہ ظاہر ہوتی ہو کیونکہ بحوالہ روایت اہل خلاف سوال کیا تھا پس
کلام حضرت کا بر فرض تسلیم روایت ہو نہ بموافق اُسکی تصدیق کے اور اُسکے ساتھ ممکن ہو کہ مراد اُس سے یہ ہو کہ پیغمبر خدا اپنے
درجہ سے کہ عدم سہو ہو باہر نہین گئے تھے اور اگر معاذ اللہ سہو فرماتے اور تجاوز اپنے درجہ سے کرتے تو ضرور اعادہ فرماتے پس
گویا یہ کلام حضرت کا ایک قسم توریہ کی ہو نہ حقیقی حالانکہ روایت ذی الشمالین مین جیسا کہ زید شحام نے روایت کی ہو یہ واقع ہو
کہ پیغمبر خدا نے فرمایا صَدَقَ ذُو الشِّمَالَیْنِ فَقَالُوا نَعَمْ لَمْ تُصَلِّ اِلَّا رَکْعَتَیْنِ فَقَامَ مَا بَقِیَ مِنْ صَلٰوتِہٖ یعنی آنحضرت نے جماعت
اصحاب ماموین سے پوچھا کہ سچ کہتا ہو ذو الشمالین سب نے عرض کی کہ ہان آپنے نہین پڑھین مگر دو رکعتین یہ سنکر حضرت کھڑے ہوے
اور نماز کو تمام کیا تو اس سے ظاہر ہوتا ہو کہ حضرت نے عمداً کلام کیا اور بعد اُسکے تتمہ نماز کو بجا لائے و ظاہر ہو کہ کلام اجنبی مفسد
نماز ہو اور یہ دوسرا قرینہ ہو اسپر کہ یہ کلام محل تقیہ مین جناب صادق علیہ السلام نے فرمایا ہو اور ایک روایت تہذیب مین
وارد ہو کہ آنحضرت نے پانچ رکعتین نماز کی بسبب سہو کے پڑھین اور جب بعد نماز ماموین نے حضرت کو آگاہ کیا تو حضرت نے
دو سجدے سہو کے ادا کیے اور بعد اسکے فرمایا کہ انھین مرغمتان کہتے ہین بالجملہ ایسی روایات مستند صدوق علیہ الرحمہ کی ہین
اور یہ اگرچہ متعدد ہین لیکن مخالف احادیث مشہورہ ہین جسپر اجماع فرقہ امامیہ ہو اور اسکے معارض بھی جو موافق مشہور ہین وارد ہین
اور وہ بھی مروی ہین جیسا کہ شیخ نے باسناد اپنے زرارہ سے نقل کیا ہو کہ کہا انھون نے کہ مین نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے

پوچھا کہ آیا پیغمبر خدا نے سجدہ سہو کیا ہی حضرت نے فرمایا کہ نہین اور یقینی اسے حضرت عمل مین نہین لاے اور خود شیخ نے
کہا ہی کہ یہ وہ حدیث ہی کہ مین اُسکے مضمون سے فتویٰ دیتا ہون اور وہ حدیثین کہ جنھین زیادہ مین نے کتاب مین نقل کیا ہی
وہ موافق مذہب اہلسنت ہین اور سوا اسکے نہین ہی کہ غرض اُسکے نقل کرنے کی یہ ہی کہ جو حکم کہ اُن احادیث مین وارد ہی وہ
معمول غیر نبی کے لیے ہی اور پھر کہا ہی کہ حدیث ذی شمالین کی مشتمل اوپر سہو نبی کے ہی اور وہ ایسی خبر ہی کہ عقل اُسے
ممتنع جانتی ہی انتہی محصّل کلامہ اور جناب سید سند نے تفسیر نعمانی سے روایت کی ہی اسمٰعیل بن جابر سے کہ امام معصوم ہی
گناہون سے اور خطا و سہو نہین کرتا اور بھولتا نہین اور یہ احادیث مخالف مذہب حضرات اہلسنت اور معتقد بدلیل
عقل و نقل و اجماع علماے شیعہ ہین پس اُنھین اصح و اقوی ہونا چاہیے اور صدوق علیہ الرحمہ نے جو اس امر مین مبالغہ کیا ہی
یہان تک کہ کہا ہی کہ جو کوئی سہو کی پیغمبر و امام سے نفی کرے پس حد افراط و غلو مین داخل ہوگا یہ کوئی حدیث نہین ہی بلکہ
یا اُنکے خیال کی بات ہی یا حسن ظن اپنے استاد کے ساتھ جو تھا اُس باعث سے اُنھین میلان اسطرف ہوا چنانچہ معین اس قول
اپنے وہ کلام ابن ولید کو جو اُنکے شیخ ہین لاے ہین کہ اُنھون نے کہا ہی اوّل درجہ من الغلو نفی السہو عن النبی و الامام
اور یہ قول شاذ و متروک ہی اور بلکہ مشتمل اوپر تفریط و تقصیر کے ہی جیسا کہ اور علما نے کہا ہی چنانچہ مفید علیہ الرحمہ نے فرمایا ہی کہ
اگر یہ حکایت صحیح ہو تو جو تجویز سہو کرتے ہین وہ پیغمبر و امام کی معرفت مین مقصر ہین اور جناب سید مرتضیٰ علم الہدیٰ نے اس کلام
صدوق کو نقل کرکے جو فرمایا ہی کہ اسے فاضل نعمانی نے نقل کیا ہی محصل اسکا یہ ہی کہ جان تو کہ جو کچھ مین نے جسے حکایت
کی ہی اُس خبر سے ہی کہ مین نے اُسے ثابت کیا ہی کہ اُسنے ایسا تکلف کیا جو اُسکی شان کے خلاف تھا اور رد یہ بھیجا اُسنے بسبب
اس اظہار کے اپنے نقص و عجز کا جو اُسے علم نہین تھا اور اگر وہ اُن علما سے ہوتا جنھین خدا نے رشد کی توفیق دی تو ہرگز
ایسی بات کا متعرض نہوتا اُس بات کے لیے جو اُسے اچھی نہ معلوم ہوتی اور اُسکی صناعت کی نہین ہی اور ہرگز مہتدی
ایسی معرفت کے ساتھ نہوتا لیکن نفسانیت اپنے صاحب کو حق سے پھیرتی ہی پناہ مانگتے ہین ہم خدا سے اس بات سے
کہ توفیق کو سلب کرے اور مانگتے ہین اُسی عصمت کو گمرہی سے اور طلب ہدایت کرتے ہین راہ چلنا راہ حق اور واضح مین
فقط۔ اور خبر ذی شمالین کی نقل فرمانے کے بعد فرمایا ہی کہ یہ خبر اخبار احاد سے ہی جو ثمر علم کو اور موجب عمل کرنے کے نہین ہوتی
اور جو شخص ایسے اخبار پر عمل کرے تو اپنے عمل مین اعتماد اپنے گمان پر کرتا ہی نہ یقین پر کیونکہ اخبار احاد سے یقین نہین
حاصل ہوتا ہی گمان ہوتا ہی کہ شائد ہو اور حق تعالیٰ نے اتباع ظن سے منع فرمایا ہی اور بعد اسی کلام طویل کے کہا ہی کہ ہم
انکار اس سے نہین کرتے کہ پیغمبرن پر غلبہ خواب کا نماز کے وقت ایسا ہوا ہی کہ وقت گذر گیا اور بعد اسکے اُنھون نے
قضا پڑھی ہی اور اسمین اُنکے لیے عیب و نقص نہین ہی اسواسطے کہ کوئی انسان نہین ہی کہ جسپر خواب غلبہ نہ کرتا ہو اور اسلیے
کہ سونے والے پر کوئی عیب کی نسبت نہین کرتا اور ایسا حال سہو کا نہین ہی کیونکہ وہ نقص کمال انسان ہی اور وہ عیب ہی
اُس شخص کے لیے جسپر وہ طاری ہوتا ہی اور جیسا کہ وہ دوسرے کے فعل سے ہوتا ہی اسی طرح کبھی خود بھولنے والے کا

فعل ہوتا ہی اور خواب کبھی غیر فعل الٰہی نہین ہو سکتا پس وہ مقدورات عباد سے کسی وقت مین نہین ہو سکتا اور
اگر خواب مقدور عباد سے بھی ہوتا جب بھی عیب و نقص اُس سے متعلق نہوتا کیونکہ وہ سب آدمیون کے لیے عام ہی اور
سہو کا ایسا حال نہین ہی کیونکہ اُس سے تحرز ممکن ہی اور ہم حکما کی سیرت پاتے ہین کہ وہ کبھی اپنے احوال و اسرار کو جس کسی کو
سہو و نسیان سے متصف پاتے ہین سپرد نہین کرتے اور جیسے سوا اسکے اور امراض و سقام عارض ہوتے ہین اُسے
سپرد کرتے ہین اور فقہا کو بھی پاتے ہین ہم کہ وہ ایسے شخص کی روایات کو جو صاحب سہو ہو طرح کرتے ہین مگر اُس حالت مین
کہ جب ناقل روایت مذکور اور بھی ایسا اُس نقل مین شریک ہو کہ جو صاحب تیقظ و فطنہ اور ذکاء و حذاقت ہو پس اس بات سے
جانا گیا کہ سہو اور خواب مین فرق ہی اور جب یہ جائز ہوا کہ پیغمبر نماز مین سہو کرتے ہین تو یہ بھی جائز ہوگا کہ روزہ مین بھی
سہو ہوتا ہوگا یہان تک ممکن ہی کہ دن کو ماہ مبارک رمضان مین حلقہ اصحاب مین بیٹھکر کھاتے پیتے ہون اور وہ منع کیا
کرتے ہون اور استدراک غلط کا آنحضرت پر کرتے ہون اور حضرت کو سہو پر متنبہ اور آگاہ کرتے ہون کہ تمسے یہ گناہ ہوا اور
جائز ہو کہ ماہ رمضان کے دن کو عورات کے ساتھ مقاربت کرتے ہون اسی طرح بہت سے امور ذکر کرکے کہا ہی کہ یہ
باتین ایسی ہین کہ جسکی طرف نہ کوئی مسلمان نہ غالی نہ موحد گیا ہی نہ کسی ملحد نے اُسے جائز کیا ہی اور وہ لازم آتی ہین
اُس شخص کے واسطے جس سے مین نے حکایت کی ہی اُس بات کی جو اُسنے فتویٰ دیا ہی کہ سہو پیغمبر کا خدا کی طرف سے ہی
اور نبی کے سوا اُنکی امت کا سہو اور سب آدمیون کا اُسکے غیر سے ہی اور یہ ادعا ایسے شخص کا ہی کہ جسپر کوئی حجت نہین ہی کہ کوئی
شخص عقلا مین سے اُسے سمجھے مگر یہ کہ بدعاے وحی کیا جاے اس بارہ مین اور اس سے ضعف عقل اُسکا ہر بات مین ظاہر ہوتا ہی
اور اُسکے بعد زیادہ لائق تعجب یہ کلام اُنکا ہی کہ سہو نبی خدا کی طرف سے ہی نہ شیطان کی طرف سے کیونکہ شیطان کو پیغمبر پر
تسلط نہین ہی اور زعم مین اُنکے شیطان کا تسلط نہین ہی مگر اُنپر جو اُسکے مطیع ہین اور اُنپر جو مشرک ہین اور اتباع اُسکے
جو غاوین سے ہین بعد اُسکے کہا ہی کہ یہ سہو جو شیطان کی طرف سے ہی وہ سب آدمیون کے لیے عام ہی سوا انبیا اور ائمہ
علیہم السلام کے پس اس سے معلوم ہوا کہ سب انسان اولیاے شیطان ہین اور وہ سب غاوین سے ہین اگر شیطان کو
اُنپر سلطان ہو اور سہو اُنکا بسبب شیطان کے ہو خدا کی طرف سے نہو اور جو ایسی باتین اس بارہ مین اپنے جہل سے کرے
وہ شمار اموات مین ہی انتہی کلامہ بعد اسکے فاضل مذکور نے کہا ہی کہ اگرچہ سید مرتضیٰ علم الہدیٰ نے مبالغہ تشنیع مین
صدوق علیہ الرحمہ کے کیا ہی لیکن اس سے یہ بات نہین ہو کہ یہ جلالت قدر صدوق کو نہ جانتے تھے یا وہ اسے سمجھتے تھے یا
جانتے تھے کہ جو کچھ مین نے کہا ہی وہ واقع مین صدوق کے حق مین ہی ہان طریقہ علما کا ہمارے یہ ہی کہ مسائل اجتہاد مین
بعض بعض کی تغلیط کرتے ہین اور جو انمین سے کسی حکم کی طرف گیا اور اُسمین کلام کیا تو اُسکی مخالفت کرتے ہین اور اُسپر
طعن کرتے ہین اور مجروح کرتے ہین اور منسوب طرف تخبط عقل و غفلت کی کرتے ہین تاکہ کوئی اس حکم مین اُسکی متابعت
نکرے اور اُسے واجب جانتے ہین اور اس مسئلہ کو علما نے مسائل غیب سے استثنا کیا ہی ساتھ اس بات کے کہ یہ مسئلہ

اصول سے ہی تا ہو نکو طعن نہ کرین اس شخص پر جو انکے خلاف اس مسئلہ مین ہو والا سید مرتضیٰ اور شیخ مفید علیہما الرحمہ نے اخبار
و احکام مین صدوق علیہ الرحمہ پر اعتماد کیا ہی اور اُنہوں نے نقل کی ہی اور انکی نقل پر اعتماد کیا ہی پھر کیونکر ہوسکتا ہی کہ اُنسے اخبار کو
قبول کرین اور انھین دین سے خارج ہونے کی طرف منسوب کرین پس اور کوئی وجہ اسمین نہین ہی مگر جو ہمنے کہی اور مثل اسکے
ہمنے مشاہدہ کیا ہی اپنے اوثق مشایخ اور اورع و اتقا اور بعد انکے اغراض و منافیات سے انتہیٰ اور شاید کہ مراد اُنسے جناب
اخوند مجلسی علیہ الرحمہ ہون اور یہ توجیہ فاضل نعمانی کی اور جو کچھ کہ آیندہ جواب مین سید مرتضیٰ علم الہدیٰ کے کہا ہی مطابق واقع
نہین ہی جیسا کہ واضح ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ بالجملہ جوابات فاضل نعمانی نے جو سید کے کلام کے دیے ہین محصل اُسکا یہ ہی کہ
بہ نسبت ان روایات کے احاد ہونے کے جو علم الہدیٰ نے احاد قرار دیکر فرمایا ہی کہ یہ موجب علم و عمل کی نہین ہوتین اُسکا
جواب پہلے یہ ہی کہ مدار اثبات احکام کا ان زمانون مین اور جو پیشتر اس سے تھا اسی احاد پر ہی اور یہ اسواسطے کہ سید مرتضیٰ رحمہ اللہ
قریب العہد اپنے اجداد طاہرین علیہم السلام کے اعصار سے تھے اور اصول اربعمأتہ اور کتب خمسہ کے ہزارون نسخے تھے
اور وہ سب اُنکے پاس موجود تھے اور اُنکے اور جناب امام موسیٰ ابن جعفر علیہما السلام کے بیچ مین اُسی قدر زمانہ گذرا جو زمانہ
جناب صاحب العصر علیہ السلام کے اور جناب موسیٰ ابن جعفر علیہما السلام کے بیچ مین گذرا اور سید رحمہ اللہ کو ممکن تھا کہ احاد
و متواتر کو پہچانتے تھے اور یہ کتب و اصول اسی حال پر زمانہ ابن ادریس علیہ الرحمہ تک باقی رہے جب انکا زمانہ ہوا تو وہ کتب
و اصول باسباب مختلفہ برباد و ضائع ہوے چنانچہ بعض اسباب ضیاع سے اُسکے یہ ہی کہ بعض کتب تو بادشاہون کے خزانے مین
داخل ہو کر پھر باہر نہ نکلے اور بعض انھین اسباب سے یہ ہی کہ بعض سلاطین اور ائمہ جور نے بعض کو اُنکے جلا دیا اور بعض اُن
اسباب سے یہ ہی کہ جب شیعون نے دیکھا کہ یہ اصول اربعہ انھین کتب و اصول سے مدون و مرتب ہین اور بہ نسبت ان کتب
و اصول کے مطلب اُس سے بسہولت حاصل ہوتا ہی تو اُن کتب و اصول کا استعمال اور کتابت کو ترک کیا جو انکی بقا و استمرار کا
سبب تھا یہانتک کہ ہمارا زمانہ ہوا پس ہم اب اپنے زمانے مین تقریباً تیس نسخہ سے زیادہ اُن اصول کے نہین پاتے پس ہمارا
تو تمام اعتماد اخبار احاد پر ہی اور ہمنے تو سکونی اور نوفلی اور جو اُنکے امثال تھے انکی بھی خبر کو قبول کیا ولیکن دوسرا جواب یہ ہی
کہ پیغمبر کے سہو فرمانے کی حکایت قریب بیس سند کے مروی ہی اور اسی مین مبالغہ و انکار ہی اُس شخص پر جو اسکا انکار کرے
جیسا کہ ابو صلت ہروی سے منقول ہی کہ مین نے عرض کیا جناب امام رضا سے کہ یا ابن رسول اللہ سواد کوفہ مین ایک
قوم ہین کہ وہ اسکا گمان کرتے ہین کہ پیغمبر سے سہو واقع نہین ہوا فرمایا کہ جھوٹ کہتے ہین خدا انپر لعنت کرے جو سہو نہین کرتا
وہ خدا ہی ایسا خدا کہ معبود بحق سوا اُسکے کوئی نہین ہی اور بالجملہ یہ مضمون بطرق صحیحہ اور حسان اور موثقات اور مجاہیل اور
ضعاف مروی ہی اور انکار اُس سے مشکل ہی فقط راقم رسالہ یہ کہتا ہی کہ جو فاضل نعمانی نے اس مقام مین طول و بسط دیا ہی
سب کا سب ما نحن فیہ مین بے محل ہی اسواسطے کہ اعتقادات مین تحصیل الیقین شرط ہی اور یہ مسئلہ سہو نبی اور ائمہ علیہم السلام مسئلہ اصول
اعتقاد سے ہی اسمین تمسک باخبار احاد نہین چاہیے بلکہ دلائل عقلیہ و قطعیہ چاہیین اور بدلائل عقلیہ و نقلیہ اجماع فرقہ حقہ

جواز سہو و خطا نبی اور ائمہ علیہم السلام کا ثابت ہوا ہی پس جو خبر کہ اسکے خلاف ہو تاویل اسکی واجب ہی و ہر گاہ جو آیت کہ
کتاب اللہ مین مخالف دلیل عقلی ہو تو اسکی تاویل واجب ہی اسی طرح سے جو اخبار مخالف دلیل عقلی کے ہون اُنکی تاویل
ضروری اور واجب ہی پر ظاہر ہی کہ کتاب اللہ مین لفظ ید کی اور وجہ اور ساق کی جناب باری تعالیٰ کے واسطے وارد ہی
اور بالاتفاق سب علمای شیعہ اسکی تاویل کرتے ہین اسواسطے کہ حق تعالیٰ بدلائل عقلیہ جسم و جسمانی ہونے سے منزہ ہی
باوصف اسکے کہ کتاب اللہ متواتر ہی اور اخبار اصول اربعمأتہ اور کتب اربعہ یا خمسہ مین سے اکثر و اغلب قسم احاد سے ہین
اور صحیح و حسن و موثق و ضعیف یہ سب قسمین اخبار احاد کی ہین اور اخبار احاد بنفسہا مفید یقین کے نہین ہوتے ہین پس قیاس
کرنا فاضل نعمانی رحمہ اللہ کا مسئلہ اصولیہ کو اوپر مسئلہ فروعیہ کے قیاس مع الفارق ہی اور اُنکو بڑا اشتباہ ہوا ہی کہ انھون نے
یہ کہا کہ استنباط احکام شرعیہ مین انھین اصول اربعمأتہ پر علما اعتماد کرتے تھے یہ انھون نے سچ کہا مگر اعتماد مسائل فروعیہ پر
کرتے تھے کسواسطے کہ مسائل اصولیہ مین تو یقین چاہیے اور وہ یقین حاصل نہین ہوتا مگر بدلائل عقلیہ یا خبر متواتر
یا غیر متواتر مقترن بقرائن مفیدہ یقین پس جو کچھ کہ فاضل نعمانی رحمہ نے جواب دلائل سید مرتضی رحمہ اللہ مین کہا ہی
سب ناتمام ہی اور نسبت سہو و خطا کی طرف ابن بابویہ رحمہ اللہ کی جیسا کہ اکثر علما نے کیا ہی اسہل ہی بہ نسبت اسکے
کہ نسبت سہو کی طرف جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ و ائمہ علیہم السلام کے کیجاے اور اخبار جو اس باب مین وارد ہوے ہین
دونون یعنی اثبات جواز خطا علی النبی کے ہی اور نفی جواز خطا کے بھی ہین اور جب دونون متعارض ہوے تو لابد ہی ہمین
کہ جو اخبار کہ متضمن جواز خطا ہین اُنکی ہم تاویل کرین اور اقل تاویل یہ ہی کہ ہم کہین وہ سب اخبار محل تقیہ مین وارد ہوے ہین
یہ درست ہی فلا تذہب یمینا و شمالا اور جو روایت ابو صلت ہروی سے جواب ثانی مین اپنے لکھی اس سے تو رائحہ تقیہ بخوبی
ظاہر ہی کیونکہ اسنے اُس جماعت سے سوال کیا جو سہو نبی کا انکار کرتے ہین اور ظاہر ہی کہ یہ شیعون کے سوا نہین ہو سکتے
کیونکہ حضرات اہلسنت مین کوئی انکار سہو نہین کرتا اور حضرت کا جواب مین یہ فرمانا بھی کہ اِنَّ الَّذِیْ لَا یَسْھُوْ ھُوَ
اللہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ یہ بعینہ نقل اُنکے قول کی ہی والا ملائکہ کا سہو و نسیان کب احادیث خاصہ مین وارد ہی پھر
وہ بھی تو غیر اللہ ہین چاہیے سہو و نسیان کرین اور اُنکے سہو و نسیان کا کوئی شاہد نہین ہی اور یہ بات بھی لائق تعجب ہی
کہ ملائکہ کا سہو و نسیان کوئی تجویز نہین کرتا حالانکہ وہ مفضول ہین اور انبیا کے لیے سہو و نسیان کی تجویز ہوتی ہی
باوصف اسکے کہ وہ افضل ہین اُنسے اور یہ جو فاضل مرحوم نے فرمایا ہی کہ انکار اُس سے مشکل ہی تو انکار اُسوقت مشکل تھا جبکہ
روایات معارض اسکی نہوتین اور جب اسکے معارض بھی روایات ہین اور وہ موافق اجماع فرقہ حقہ کی اور اس سے متعضد ہین
تو اب انکار کیون دشوار ہوا اور اگر انکار خبر سے جو باوجود مخالف عقل و اجماع ہونے کے اور اُسکے معارض خبر کے پاے جانے کے
مشکل ہی اور لائق طرح اور تاویل کے نہین تو وُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَۃٌ اِلٰی رَبِّھَا نَاظِرَۃٌ کے برابر تو کسی کی سند صحیح و قوی
و متواتر و موثق نہین ہی کہ کتاب اللہ ہی پھر اُس سے انکار تو زیادہ تر مشکل ہوگا فافہم اور جو سید رہ نے فرمایا ہی کہ ہم

اس سے انکار نہین کرتے کہ پیغمبرون پر وقت نماز مین خواب غالب ہوتا ہے الخ اسکے جواب مین فاضل مذکور نے
لکھا ہے کہ اس قول پر وارد ہوتا ہے کہ جب غلبہ نوم کا اعتراف کیا تو متنازع فیہ کا اعتراف ہوچکا لیکن نقل کی راہ سے پس اسلیے
کہ وہ اخبار صحیحہ کا جو سہو نبی پر دلالت کرتے ہین وہ اُن اخبار سے زیادہ ہین جو حکایت نوم اور قضاے صلوۃ پر دلالت
کرتے ہین اور راقم رسالہ کے نزدیک یہ ایراد بھی انکا صحیح نہین ہے کیونکہ انھون نے اسمین یہ قیاس کیا کہ احادیث سہو
نبی کی اور غالب آنے خواب کی آنحضرت پر دونون وارد ہوتی ہین لیکن احادیث سہو کی کثیر ہین اور احادیث خواب کی
قلیل ہین لیکن فارق کو اسکے نہ دیکھا اور وہ یہ ہے کہ احادیث سہو مخالف اجماع فرقہ امامیہ ہین اور اسکے معارض بھی روایات
وارد ہوئی ہین لیکن احادیث غلبہ نوم پس نہ وہ مخالف اجماع فرقہ ہے نہ حدیث اسکے معارض ہے پھر کیونکر یہ ترجیح درست
ہوگی پس اس سے معلوم ہوا کہ فاضل موصوف کا قیاس کرنا قیاس فاسد ہے پھر کہا ہے فاضل ممدوح نے کہ لیکن عقل کی
راہ سے پس اسواسطے کہ جو سید رہ نے غلبہ نوم سے نقص کی نفی کی ہے اور سہو کے لیے عیب ہونے کا اثبات کیا ہے وہ خلاف
طور عقل و عادت ہے کیونکہ جب تحرز غلبہ سہو سے ممکن ہے اسی طرح تحرز زیادہ سونے سے بھی جو نماز کی قضا ہوجانے کا سبب
واقع ہو ممکن ہے بلکہ خواب مین یہ تحرز امکن ہے کیونکہ وہ مقامات کہ جہان انسان کو گمان ہوتا ہے کہ اسمین نماز کے وقت خواب
غالب ہوجائیگا مثل تعب شدید کے یا اس بیداری کے جو آخر شب تک رہے ممکن ہے کہ کسی کو بٹھادے کہ اُسے نماز کے وقت پر
جگادے مثل پیغمبر خدا کے کہ آپ کے اعوان لشکر مین بہت تھے جبکہ اُس صحرا مین آرام فرمایا جہان حاجت نماز کی قضا کی طرف
ہوئی بخلاف سہو کے کہ اسکے لیے کوئی وقت خاص نہین ہے کہ اسمین احتراز کرسکے اور یہ ظاہر ہے پوشیدہ نہین ساتھ اس بات کے
کہ کلام صدوق تابع اخبار ہے اس بات مین کہ جسنے نبی سے سہو کرایا وہ خدا ہے اور اسوقت مین فرق خواب مین اور سہو مین ہوگا
اس بات مین کہ دونون کو خدا نے اپنے پیغمبر مین پیدا کردیا ایک جاے سہو کو پیدا کیا دوسری جگہ خواب کو غالب کیا فقط اور راقم
کہتا ہے کہ یہ بھی تقریر اسکی اچھی نہین ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مغز کلام سید کو نہین پہونچے کیونکہ مطلب علم الہدی کا یہ ہے کہ
نوم ایک حالت طبیعی ستہ ضروریہ سے انسان کے لیے ہے جسپر حیات و صحت انسانی منوط و مربوط ہے خواہ نفوس بشریہ ہون
یا نفوس قدسیہ لیکن جب اس عالم ہیکل جسدانی و بشری مین ہونگے تو بسبب اس جسم کے محتاج اسکی طرف ہونا ضرور ہوگا جیسا
اور ماکل و مشارب ضروری ہین ہے اور جب انسان کچھ کھائیگا اور پیئے گا اور بخارات اسکے معدے سے رطب اٹھکر دماغ کی طرف
جائینگے اور تسدید مسالک روح کرینگے اسوقت نوم غالب ہوگا اور کسی کو اس غلبہ سے نجات و انفکاک زندگی مین ممکن نہین ہے
کیونکہ جب یہ حالت بیداری کی حال پر غالب آتی ہے اسوقت انسان سوتا ہے تو واقع مین یہ ہے کہ اس سے ذی حیات کو تحرز محال ہے
نہ وہ کہ جو فاضل نعمانی فرماتے ہین کہ امکن ہے شاید فاضل مذکور غلبہ نوم سے نوم ثقیل جو بمعنی سبات ہے سمجھے ہین اور یہ مراد جناب
سید سند کی نہین ہے کیونکہ عدم انفکاک امر ضروری سے متعلق ہوتا ہے اور وہ نوم طبیعی ہے نہ غیر ضروری کہ مرض ہے اور وہ اتفاقات
سے کسی کو عارض ہوتا ہے اور بعلاج اُس سے انفکاک ممکن ہے اور جو فاضل مذکور نے فرمایا ہے کہ اس سے تحرز نبی کو سہل تھا کہ لشکر ساتھ تھا

کسی کو حکم فرماتے کہ ہشیار رہے وقت نماز پر جگادے پھر کیون نہ کیا تو اول یہ کہان سے معلوم ہوسکتا ہے کہ ہم ایسا سوئینگے
کہ وقت نماز پر بیدار نہ ہونگے علاوہ اسکے یہ بھی محتمل ہے کہ بارادہ سونے کے نہ لیٹے ہون بلکہ شدت تعب سے ارادہ یہ ہو کہ
تھوڑی دیر تعب کو دفع کرینگے مگر حق تعالی نے راحت پہونچانے کو اپنے محبوب پر خواب کو مسلط فرمایا ہو اور پھر اس حالت مین
کہ جب خواب کا ارادہ ہی نہ تھا تو کیونکر تحرز اُس سے ممکن نہو سکتا ہے اور جو سید نے فرمایا کہ خواب عیب نہین ہے اور سہو نقص ہے یہ بات
بہت ظاہر ہے کیونکہ خواب امر طبیعی ہے اور نسیان امر غیر طبیعی از قسم امراض ہے اور امراض اگرچہ سب غیر طبیعی اور منافی کمال انسانی ہین
لیکن بعض اُنمین سے مشہور بعیب ہین جیسا کہ بعض اُنکے جو مورث قبیح منظر ہین مثل برص وجذام وغیرہ کے کہ دیکھنے والے کے
تنفر کا سبب ہوتا ہے اور بعض اُنکے مضر حواس کو ہین جیسا کہ اندھا ہونا اور بہرا ہونا اور گنگ ہونا اور بے عقل ہونا اور
ان سب سے انبیا کا منزہ ہونا ضرور ہے اسی طرح سہو ونسیان بھی آفت حافظہ کی ہے اور سلامتی اُسکی کمال انسان ہے کیونکہ
وہ خزانہ ہے کہ جسمین مدرکات جمیع حواس کے جمع رہتے ہین اور اُسکی صحت سے سب حواس اور اُنکے مدرکات کی غایت بطور
صحیح تمام ہوتی ہے اور اُسکا صاحب لائق اعتماد ہوتا ہے اور اپنے تئین ہوَن سے بچا سکتا ہے اور ماؤف ہونا اُسکا مرض وعیب ہے
کہ پھر اُسکے صاحب کے اقوال وافعال پر اعتماد نہین ہوسکتا اور نبی کو ایسا ہونا چاہیے جو جمیع اُمت سے فضل اور جملہ
نقائص سے پاک ہو اور اس نقصان کے ساتھ یہ صادق نہین آسکتا فقد بر بعد اُسکے پھر فاضل مذکور نے کہا ہے کہ اور
وہ قول سید کا کہ ہمنے حکما وفقہا کو اِس طرح پایا ہے الخ پس اُسکا جواب یہ ہے کہ حکما امانات واسرار کو اپنے اُسے نہین سپرد کرتے
جو کثیر السہو ہو اور اسی طرح فقہا بھی اجتناب اُسکی روایت سے کرتے ہین جبپر سہو غالب ہو نہ یہ کہ جسسے مورد خاص مین
سہو ہوا ہو اور اُسکے سہو کا باعث اس مورد مین وہ حکم ہوا ہو جسنے اُسے نبوت کو سپرد کیا فقط انتہی اور راقم رسالہ کے نزدیک
یہان بھی مطلب پر سید کے یا نہین پہونچے یا اغماض عین کیا ہے کیونکہ غرض سید کی یہ تھی کہ سہو ونسیان کا عیب ہونا ظاہر کیجیے
اور وہ بقول حکما وفقہا اُنھون نے ثابت کردیا کہ دونون طائفے اِس سے اجتناب کرتے ہین اب رہا یہ کہ وہ جب حد کثرت کو
پہونچے تو عیب ہے اور لائق اجتناب ہے والّا عیب نہین ہے اور نہ کوئی اجتناب کرتا ہے اِس کہنے سے اُسکا فی الجملہ عیب ہونا اور
لائق اجتناب واحتیاط کے ہونا برطرف نہین ہوتا بلکہ اِس جواب مین بھی جو سید نے فرمایا تھا اُسکا اقرار ہوچکا مگر اس شرط کے
ساتھ کہ جب زیادہ ہو لیکن کہنے والے کو یہان پہونچتا ہے کہ کہے کہ جیسا سہو ونسیان عیب ونقص صاحب کا اپنے اور لائق
اجتناب وقابل احتیاط سپرد امانت اور نقل روایت کے لیے باعتبار کثرت عروض باعتراف فاضل نعمانی ہوتا ہے اسی طرح
وہ مورث عیب ونقص کا باعتبار مورد اپنے اور صاحب کے بھی ہوسکتا ہے مثلاً وہ شخص کہ عوام سے ہے اور منہمک امور دنیا
یا پرورش عیال واطفال مین اپنی ہے اگر کسی سے وعدہ کرے اور اُسے کبھی بھول کر مخالف وعدہ کرے تو کوئی اُسپر تعجب اور سرزنش
نہین کرتا بخلاف اِسکے کہ اہل علم وصلاح سے اور فارغ علائق دنیا سے اور ضابط اپنے اوقات وعادات کا ہو اُس سے خلف وعدہ
ظہور مین آے تو سب کو محل تعجب ہوتا ہے بلکہ موردی بشکایت اور ذہاب اعتماد کا اُسکے سبب ہوتا ہے پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ سے کہ

جو ہمیشہ مراقب عظمت الٰہی رہتا ہو حالت نماز مین کہ جو خاص وہ عبادت ہی جسمین حضور قلب کے لیے تمام امت کو
نہی ہا ہو فرمایا سہو ونسیان کا صادر ہونا ایسی بات نہین ہی کہ اسکے تعجب نہو خصوصًا عوام کے دل مین یہ بات
نہ آئے کہ جیسا یہ نماز مین بھول گئے ایسا طرح اُن باتون مین بھی کہ جسکا ہمین علم نہین ہی بھولتے ہونگے اور ساتھ اسکے پیغمبر خاتم
بعثت کو خیال کرنا چاہیے کہ کسقدر نقصا پہونچتا ہی فتدبر بعد اسکے پھر فاضل مذکور نے کہا ہی کہ جو علم الہدیٰ نے فرمایا ہی
کہ اگر سہو نماز مین جائز ہو تو صوم مین بھی جائز ہو الخ اُسکا جواب یہ ہی کہ تجویز سہو کی پیمبر پر صوم مین اور جو مثالین اور
کہی ہین انمین اگر امت پر رحم کرنے کے لیے ہو تو ہم انمین بھی تجویز کرینگے لیکن یہ جائز ہی واقع نہین ہوا اگر امت پر رحمت کے لیے
نہو بلکہ مشتمل اوپر ایک قسم کے نقص پر ہو تو ہم اُسے تجویز نہین کرتے خصوصًا تبلیغ مین کیونکہ سہو کا نقص اسمین ظاہر ہی
اور وہ بے اعتمادی نبی کے وعدہ وعید سے ہوتا ہی فقط راقم رسالہ کہتا ہی کہ اس جواب کا حال بھی ظاہر ہی کیونکہ سید کی مراد تو یہ ہی
کہ اگر سہو نماز مین جائز ہو تو صوم مین بھی جائز ہو اور اگر صوم مین جائز ہو تو اس جواز سہو سے یہ نقص لازم آتے ہین
جسمین رحمت امت کے لیے ہونے کے احتمال کی گنجایش ہی نہین بلکہ بے اعتماد ہونا امت کا جس سے انکی بربادی دنیا
و آخرت کی ہی اور گنجایش نساق کو نظر دینے کے لیے اور سراپا نقص پر مشتمل ہونا اُسکا ظاہر ہی اب ہم اُسے تجویز کرتے ہین
کہنے کا محل باقی ہی نہین سوا اسکے جو آخر مین کہا کہ پس نہین تجویز کرتے ہم اور جب اس کہنے کے سوا چارہ نہوا تو سید کا
کیا جواب دیا گیا سوا التسلیم کے فقط پھر فاضل نعمانی نے فرمایا ہی کہ لیکن قول جناب علم الہدیٰ ثم العجب الخ اسکا جواب
یہ ہی کہ کچھ مقام تعجب کا نہین ہی بعد اسکے کہ یہ بات اخبار صحیحہ مین وارد ہو چکی ہی اور حاشا کہ صدوق علیہ الرحمہ کبھی ایسی عظیم
بات پر جرئت نہ کرتے جب تک کہ کوئی اثر روایت نہ پاتے فقط راقم رسالہ کے نزدیک یہ جواب بھی یا قلت تدبر سے کلام
جناب سید مین دیا گیا ہی یا دانستہ بعض کو لیا ہی اور بعض کو ترک کیا ہی کیونکہ کلام اور مراد کلام جناب علم الہدیٰ یہ ہی کہ
صدوق علیہ الرحمہ نے جو فتویٰ دیا ہی کہ نبی کا سہو خدا کی طرف سے ہی اور سوا آنحضرت کے انکی امت کا اور سب آدمیون کا
سہو غیر خدا کی طرف سے ہی اس ادعا پر کوئی حجت نہین ہی کہ جس سے دلالت صریح اسپر واضح ہو خبر جو وارد ہی اس سے یہ معلوم
ہو سکتا ہی کہ نبی پر خدا نے سہو کو وارد کیا تھا لیکن یہ کہ انکے سوا سب امت نبی پر اور کافہ بشر پر کبھی خدا اثر سہو ظاہر
نہین فرماتا جسکو سہو ونسیان ہوتا ہی وہ فعل غیر خدا ہی لہٰذا اس مجموع پر کیا حجت ہی اور غیر نبی مین کون کون نہین ثمر یک ہو جاتے
اسکا کیا اثبات فاضل نعمانی دیتے ہین علاوہ اسکے وہ یہ فرماتے ہین کہ اسپر حجت نہین ہی اور فاضل نعمانی انھین روایات
کی طرف اشارہ فرماتے ہین جنھین وہ حجت نہین جانتے بلکہ اخبار احاد اور مخالف اجماع سمجھتے ہین جو قابلیت حجت ہونے کی
انکے نزدیک نہین رکھتین پھر کیونکر اُسکا تعجب اس تصریح سے رفع ہو سکتا ہی فتامل بعد اُسکے کہا ہی کہ لیکن دوسرا تعجب
علم الہدیٰ کا جو ہی اُسکا نقص بھی پوشیدہ نہین ہی کیونکہ صدوق علیہ الرحمہ نے اقتباس آیتہ کا ارادہ کیا ہی یا وہ خبر ہی کہ
اُسکے لفظ کو نقل کیا ہی بدون اسکے کہ ارادہ تفسیر معنی کا اُسکے کیا ہو اور معنی اسکے شیطان کی اطاعت ہی اُس امر مین جو وہ القا کرتا ہی

وسواس کا اور سوا ائمہ علیہم السلام کے اس سے کون خالی ہے مگر جنکے لیے اَلَّذِیْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ وَالْغَاوُوْنَ وارد ہوا ہے وہ
مومنین کے سوا اور فرقہ میں پس گویا کہ صدوق علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ شیطان کا سلطان مومنین اور غیر مومنین سب پر ہے
لیکن مومنین میں تو سلطان اسکا اتنا ہے کہ وسواس یا جو اسکے مشابہ ہے اسکا القا کرتا ہے اور غیر مومنین میں نور سے ظلمت
کی طرف نکالتا ہے ساتھ اس بات کے کہ ہم موافقت صدوق علیہ الرحمہ کی نہیں کرتے مگر اس بارے میں جسمیں نص صحیح
صریح ناطق ہے اور وہ اسقدر ہے کہ حق تعالیٰ نے نماز میں پیغمبر کو بھلا دیا تھا فقط راقم رسالہ کے نزدیک یہ جو فاضل نعمانی نے
کلام سید پر بہ نسبت انکے تعجب ثانی کے وارد کیا ہے اور تفسیر و تاویل خاطر خواہ کر کے بنایا اسکا عیب بھی ظاہر ہے کیونکہ کلام کا
مرتبہ اور طرز بیان اور ہے اور کلام انسان کی شان اور منزلت اور ہے اقتباس کے واسطے مقام مناسب محل ضرور ہے علما کو
ایسی بات کہنی چاہیے کہ جو لائق دخل ایراد کے ہو اور یہ کلام صدوق علیہ الرحمہ اس مقام پر تھا جب تو سید نے اسے کہا اور
پھر فاضل نعمانی کو حاجت اسکی اصلاح کے لیے تاویل بعید کی پڑی کیونکہ مراد سید کی تعجب سے یہ ہے کہ جب انھون نے کہا
فتویٰ دیتے ہیں کہ سہو نبی کا خدا کی طرف سے ہے شیطان کی طرف سے نہیں ہے اسلیے کہ شیطان کو نبی پر سلطان نہیں ہے اور
یہ زعم کیا کہ سلطان اسکا انھیں پر ہے جو اسکے اولیا ہیں اور اسکے ساتھ مشرک ہیں اور غاوین سے اسکے اتباع ہیں اور اسکے بعد
کہا کہ یہ سہو جو شیطان کی طرف سے ہے یہ ہر بشر کے لیے باستثنائے انبیا و ائمہ علیہم السلام عام ہے تو اس سے نتیجہ یہ پیدا ہوا
کہ کل بشر اولیا شیطان ہیں اور غاوون ہیں اگر شیطان کو انپر سلطان ہو اور سہو انکا خدا کی طرف سے نہو تو اعتراض جو
سید نے فرمایا وہ ترکیب کلامی پر تھا جس سے نقص عظیم پیدا ہوتا تھا اور اسی طرح آیۃ کا بیان کب ہے جس سے اقتباس کیا ہے
آیۃ میں بعض اس بیان کا ہے نہ کل اور اعتراض سید کا تمام بیان پر ہے اور آخر وہ بیان ایسا ہے اور اعتراض اتنا قوی ہے کہ جسکے لیے
فاضل نعمانی نے ایسی مراد کلام صدوق علیہ الرحمہ سے تاویل میں پیدا کی جو از قبیل اَلْمُرَادُ لَا یُرَادُ مِنَ اللَّفْظِ ہے کیونکہ کلام
صدوق بیان مفصل ہے مجمل نہیں ہے کہ حصول مراد میں تاویل کا محتاج ہو علاوہ اسکے جو فاضل نعمانی نے خود تاویل میں
کہا ہے وہ خود جیسا ہے ظاہر ہے کیونکہ فاضل مذکور نے کہا ہے کہ معنی اس خبر کے شیطان کی اطاعت ہے اس بات میں جو وہ وسواس
کا القا کرتا ہے اور سوا ائمہ علیہم السلام کے اس سے کون خالی ہے اور بعد تفسیر کی تمامی کے کہا ہے گویا کہ صدوق علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ
شیطان کا سلطان مومنین اور غیر مومنین سب پر ہے لیکن مومنین میں تو سلطان اسکا اتنا ہے کہ وسواس کو یا جو اسکے مشابہ ہے
اسکا القا کرتا ہے اور غیر مومنین میں اسکا سلطان یہ ہے کہ انھیں نور سے ظلمت کی طرف نکالتا ہے تو آیا القاے وسواس شیطانی سے
مومنین پر اولیاء الشیطان کا اطلاق صادق آسکتا ہے اور اگر ہو سکتا ہے تو غیر ائمہ میں جمیع اصحاب نبی اور احباب ائمہ علیہم السلام
اور جملہ شہدا اور علما اور صلحا آگئے پھر یہ سب اس لائق ہیں کہ مصداق اولیاء الشیطان ہوں اور جب پر اولیاء الشیطان کا اطلاق
ہو چکا پھر اسپر مومن کامل یا مومن کا اطلاق بھی ہوگا اور آیا اس دعا پر بھی کوئی حجت ہے کہ جس سے واضح ہو کہ پیغمبر نے
یا امام نے یہ فرمایا ہو کہ باستثنائے نبی اور ائمہ علیہم السلام طبقۂ اسلام یا فرقہ مومنین لیکن سب اولیا الشیطان ہیں بعد

اسلئے کہ حق تعالی فرماچکا سورۂ اعراف مین اِنَّا جَعَلْنَا الشَّیَاطِیْنَ اَوْلِیَآءَ لِلَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ اسکا اثبات اور جواب جبتک
بشہادت حجت از طرف فاضل نعمانی نہ گذرے اعتراض جناب علم الہدیٰ موافق کتاب اللہ اور مؤیدبہ حجت ہرگز لائق
دفع نہین اور کوئی عیب و نقص نہین ہی بعد اسکے فاضل مرحوم نے فرمایا ہی کہ جب یہ تو سمجھ چکا تو اب جان تو کہ عامۂ
انکار علما رضوان اللہ علیہم کی سہو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تین امر ہین پہلے اجماع جسے وہ نقل کرتے ہین دوسرے
اُنکا قول کہ جب عقل و نقل متعارض ہون تو عقل کو تقدیم دینگے اور نقل کی تاویل کرینگے اگر ممکن ہوگا و الا طرح کرینگے
تیسرے وہ روایت ہی جسے شیخ الطائفہ محمد بن حسن رحمۃ اللہ نے اپنی اسناد سے ابی بکیر سے کہ اُسنے زرارہ سے نقل کیا ہی
کہ کہا اُسنے کہ مین نے جناب ابوجعفر علیہ السلام سے پوچھا کہ آیا پیغمبر خدا نے دو سجدے سہو کے کبھی فرمائے ہین حضرت نے
فرمایا نہین اور اسکو کوئی فقیہ نہین کرتا اور جواب ان امور ثلثہ سے پہلی بات کا یہ ہی کہ اجماع ممنوع ہی اسواسطے کہ صدوق
علیہ الرحمہ اور انکے شیخ محمد بن حسن بن ولید نے اس انکار سہو سے صریحاً انکار کیا ہی اور بہت سے محدثین کا ظاہر یہ ہی کہ
اُسی طرف گئے ہین اسلیے کہ انھون نے ان اخبار کو جو شان سہو مین وارد ہوے ہین نقل کیا ہی اور نقل اس طرح کیا ہی کہ اسکے بعد
اسکے رد کرنے سے متعرض نہین ہوے اور ایسی نقل کرنے سے ثابت ہوتا ہی کہ گویا موافقت کرتے ہین جیسا کوئی کسی
بات پر سکوت کرکے موافقت کرتا ہی اور یہ حال زمان سابق کا تھا اور ان اوقات مین معاصرین سے محقق کاشانی
اور بعض مجتہدین عراق نے بھی اسی راہ کو اختیار کیا ہی فقط راقم رسالہ کہتا ہی کہ جو فاضل نعمانی نے فرمایا ہی کہ زمان سابق اور
حال مین بعض علما جنکا نام انھون نے لکھا ہی وہ مخالفت کرتے ہین تو اجماع ممنوع ہوگا یہ کیونکر ہو سکتا ہی کیونکہ مراد اجماع
منقول سے یہ ہی کہ ایک وقت خاص مین صحاب ایک امر پہ متفق ہو چکے ہین اور انمین تنازع و خلاف واقع نہین ہوا نہ یہ کہ
کسی وقت مین کسی نے خلاف نہ کیا ہو والا وہ تو ضروریات مذہب سے موسوم ہوگا اور ایسے اجماع سے استدلال مخالف نے نہین
فاضل محقق کاشانی کے کلام مین بھی موجود ہی کہ جا بجا نقل دعوی اجماع بھی ہی اور ذکر اسکے خلاف کا بھی ہی علاوہ اسکے یہ شبہہ
فاضل نعمانی کا بیکار ہی کیونکہ اہل اصول اجماع منقول کو جو کاشف قول معصوم کا ہی حجت احکام شرعیہ فرعیہ مین جانتے ہین
نہ اصول اعتقاد مین یہان ادلہ قطعیہ کو جو مفید یقین کو ہین حجت جانتے ہین اور وہ جملہ عقلا کا جو اولو الالباب علماے کلام سے ہین
متفق ہونا ایک امر بدیہی ساتھ تائید ادلۂ عقلیہ و نقلیہ کے اور یہان یہ بات حاصل ہی کہ اخبار بھی عدم جواز سہو پر دلالت کرنے والے
موجود ہین اور عقلاً بھی سہو ممنوع ہی اور اکثر علماے فحول کا بھی مختار یہی ہی کہ ہرگز سہو و نسیان نبی پر جائز نہین ہی اور مراد جناب
سید کی یہان یہ اجماع ہی نہ وہ اجماع منقول جو مفید ظن کو اور مستعمل احکام فرعیہ کے استدلال مین ہوتا ہی و ایضاً ندا میں کی
اور فی الواقع ایسی کثرت علماے اعلام کی اس اتفاق مین ہی کہ اب جو کوئی خلاف اسکے کہتا ہی تو وہ کالعدم کے مرتبہ مین ہی کیونکہ
جنکے نام فاضل مرحوم نے لیے وہ بمقابل علماے منکرین سہو کے معدود اور معلوم النسب ہین اور یہ جو انھون نے کہا
کہ بہت محدثین نے ان اخبار کو نقل کیا ہی بے اسکے کہ اُنکی رد کی طرف متعرض ہوے ہون تو وہ شیخ الطائفہ ہین گو انھون نے

تہذیب مین یہ اخبار نقل کیے ہین لیکن پھر یہ بھی لکھ دیا ہی کہ مین اسلیے نقل کرتا ہون کہ جو کچھ اسمین ہی اُسکا حکم معلوم ہو جیسے نہی کے لیے ہی پھر اس سے صاف ظاہر ہوتا ہی کہ نقل موافقت صدوق علیہ الرحمہ کے لیے نہین ہی جس سے کالموافقۃ السکوتیہ نام رکھین اور اگر محقق کاشانی کا اور بعض مجتہدین عراق کی موافقت اجماع کے منع پر حجت لاتے ہین تو شیخ بہائی علیہ الرحمہ کو دیکھنا چاہیے اور مصنف بحار الانوار اخوند مجلسی علیہ الرحمہ کے قول کو دیکھین جو اُنکے استاد ہین کیونکہ جناب شیخ بہائی علیہ الرحمہ کے قول کو جو اُنھون نے لکھا ہی کہ وہ فرماتے ہین جسکا محصل یہ ہی کہ سہو کی نسبت کو ابن بابویہ علیہ الرحمہ کی طرف منسوب کرنا اولیٰ ہی اس سے کہ نبی کی طرف منسوب کرین اور رجحان کہین کہ قول صدوق علیہ الرحمہ کو جو اُنھون نے فرمایا تھا کہ اگر خدا نے مجھے توفیق دی تو ایک کتاب مستقل کیفیت سہو نبی مین لکھونگا نقل کیا ہی کہا ہی الحمد للہ الذی لم یتفق لہ تصنیف ذلک الکتاب فقط اور طرفہ مضمون یہ ہی کہ اس کلام شیخ بہائی علیہ الرحمہ کو فاضل نعمانی اُنکے ظرائف پر حمل کرتے ہین اور جناب اخوند مجلسی نے حیات القلوب مین جو فرمایا ہی اُسکا محصل یہ ہی کہ ابن بابویہ علیہ الرحمہ نے اور بعضے محدثین نے اگرچہ تجویز کیا ہی کہ حق تعالیٰ نے بنظر مصلحت آنحضرت پر سہو وارد کیا تھا کہ نماز مین یا غیر اُسکے مین سوا اُسکے جو متعلق بہ تبلیغ رسالت ہی کہ اسمین سہو کسی طرح جائز نہین ہی سہو فرمایا ہی لیکن معظم علماے امامیہ رضوان اللہ علیہم اسکے قائل نہین ہوے ہین اور وہ کسی طرح سہو ونسیان کو نبی پر جائز نہین جانتے اور وہ احادیث جو سہو کے واقع ہونے پر دلالت کرتی ہین اُسے تقیہ پر حمل کرتے ہین والامر کذلک کما عرفت اب بانصاف دیکھنا چاہیے کہ مجتہدین عراق وغیرہ مین بہتر شیخ بہائی علیہ الرحمہ اور اخوند مجلسی علیہ الرحمہ سے کون ہوا ہی جیسا کہ مشہور اور کتب اور تحقیقات اُنکی اُنکی جلالت قدر پر شاہد ہین علاوہ اسکے اس فتوے کا کہ نبی کو تبلیغ رسالت مین سہو جائز نہین ہی اور اسکے سوا جائز ہی قول عصمت انبیا کے مخالف ہونا ظاہر ہی کیونکہ جب سہو جائز ہوا تو کسی طرح یہ نہین ہو سکتا کہ عمداً اور سہواً قبل نبوت اور بعد نبوت اُنسے گناہ سرزد نہین ہو سکتا اور عصمت اُنکی مختار کا فرقہ شیعہ اثنا عشری ہی کہ جسمین صدوق علیہ الرحمہ اور اُنکے شیخ اور محقق کاشانی اور کل مجتہدین عراق وغیرہ متفق ہین پھر کس طرح ہو سکتا ہی کہ یہ دعوی اجماع منقول ممنوع ہو فتدبر پھر فاضل مذکور نے کہا ہی کہ لیکن دوسرا امر پس قول اسکا اسمین بتشنیر ہو چکا ہی اور یہ بات ہی کہ دلیل عقلی مطلقاً مقدم نہین ہوتی بلکہ کبھی مقدم ہوتی ہی جب کہ موئد بنقل ہو تو حقیقت مین وہ تعارض نقلین ہی والا مسائل خود اپنے نفس مین تام نہین ہین چہ جائیکہ اُنسے احکام شرعیہ کا اثبات کیا جاے فقط راقم رسالہ کہتا ہی کہ ضعف اس قول کا بھی ظاہر ہی کیونکہ دلیل عقلی ایسی چیز ہی کہ اُسی کے ذریعہ سے خدا کو اور رسول کو جو شارع ہی پہچانتے ہین اثبات احکام شرعیہ کیسا حق تعالیٰ نے اپنے لطف سے ایک حجت دلیل عقل کو پیدا کیا دوسرا حجت دلیل نبی و امام کو بھیجا اگر وہ نہوتے تو کبھی ہدایت نبی کی موثر نہوتی جیسا کہ مجانین وسفہا کو کچھ فائدہ بعثت سے حاصل نہین ہو سکتا لیکن شاید فاضل معظم الیہ دلیل عقلی سے مطلقاً ادلہ عقلیہ جو موافق ضوابط حکماے یونانین مین سمجھے ہین جب سے انکار کرتے ہین تو ایسا نہین ہی بلکہ دلیل عقلی جو کہتے ہین اُسکی دو قسمین ہین ایک وہ جو موافق قوانین منطق اور اُنکی اصطلاح مین موسوم بحجیت ہی

اور ایسے ابحاث احکام شرعیہ میں مداخلت چندان نہیں ہی اور دوسرے وہ کہ موافق ضوابط شرعیہ ہی اور کلام علماء ثبت
دلیل عقلی سے ہمیشہ یہ مراد ہی اور وہ لائق اسکے نہیں ہی اور ان ادلہ کو یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ اپنے مرتبہ میں خود غیر تام ہیں کیونکہ
اگر وہ غیر تام ہوں تو احکام شرعیہ غیر معتبر ہو جائیں اور اصول عقائد بے دلیل ہو جائیں بلکہ وہ معتبر تام فی انفسہا ہیں
اور انھیں سے اثبات و تنقیح احکام شرعیہ کی ہوتی ہی مثلاً بیان توحید میں جو ادلہ عقلیہ کہ جناب امیر علیہ السلام نے بیان اثبات
واجب میں اور اسکے یگانہ ہونے میں فرمائی ہیں کسکی مجال ہی کہ اُسے رد کر سکے یا اُسے کہہ سکے کہ غیر تام ہیں اسی طرح جمیع
احکام شرعیہ کے لیے دلیل عقلی قول معصوم علیہ السلام ہی جبکہ موافق ان ضوابط شرعیہ کے ہو جیسے انھوں نے ضابطہ قرار دیا ہی
اور ضابطہ اُسکا مثلاً وہی ہی کہ متشابہ کو محکم پر مجمل کو اُنکے کلام مفصل پر جو حال تقیہ میں کلام فرمایا ہو اُسے اُس کلام پر جو غیر
حال تقیہ میں فرمایا ہی عرض کریں شاذ کو مجمع علیہ سے ملائیں جسے موافق ضابطہ شرعی پائیں اُس پر عمل کریں و الا تاویل کریں
یا توقف کریں یا طرح کریں سوا اسکے اور کیا ہو سکتا ہی زمان غیبت میں اور یہ وابستہ بعقل ہی اسی سے اسکا نام دلیل عقلی ہی
اور جتنے احکام شرعیہ ہیں سب کے لیے قرآن اور کلام معصوم علیہ السلام جیسے فاضل نعمانی دلیل نقلی کہتے ہیں بعد اسکے کہ
مرتبہ یقین و صحت کو پہونچ جائے کہ یہ کلام خدا یا کلام معصوم ہی پس وہی دلیل عقلی ہی کہ جس سے انحراف جائز نہیں ہوتا
بسبب اُنکے واجب الاتباع ہونے کے لقولہ تعالی اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم اور فاضل مذکور نے
جو فرمایا کہ دلیل عقلی ہر جگہ مقدم نہیں ہوتی بلکہ کبھی ہوتی ہی جب مونہ نقل ہو یہ حکم اُس دلیل عقلی کا ہی کہ جو بطور حکما نظریات
صرفہ سے ہی فقط بعد اسکے فاضل نعمانی نے فرمایا ہی کہ لیکن تیسرا امر یعنی روایت شیخ الطائفہ پس اُسکا جواب یہ ہو کہ روایت
ابن بکیر کی اور اُسکے حال کی مشہور ہی اور روایت مشہور معارض اخبار صحیحہ کی نہیں ہوتی ساتھ اس بات کے کہ اُسکے
ظاہر سے قائل ہونا خلاف وجدان ہی یعنی اُسے دل نہیں مانتا اور اسکے ساتھ ہمیں بھی تو تاویل جاری ہو سکتی ہی اس طرح کہ
کہیں مراد حضرت کی یہ ہو کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ نے سجدے سہو کے مثل اپنے غیر کے زیادہ اور بسبب اسکے کہ
وساوس شیطانی اُنکی طرف منتہی ہوا ہو نہیں فرمائے کیونکہ وہ سہو ہمارے رحمن تھا فقط اور راقم رسالہ کے نزدیک یہ بھی
جواب خالی از ذہن نہیں ہی کیونکہ یہ جو وہ کہتے ہیں کہ روایت ابن بکیر مشہور ہی اُسے اخبار صحیحہ کے معارضہ کی قوت نہیں اور
اُسکے ظاہر کو دل قبول نہیں کرتا امر وجدانی کا دعوی ہر شخص کو پہونچتا ہی کہ کرے لیکن وہ بھی ایک قسم دلیل عقلی کی ہوگا
جیسے فاضل مرحوم ناتمام فرما آئے ہیں لیکن وہ حدیث ایسی مشہور ہی جسکے لیے شیخ الطائفہ نے فرمایا ہی کہ یہ وہ حدیث ہی
کہ جسکے مضمون سے فتوی دیتا ہوں اور وہ حدیثیں کہ جنھیں میں نے نقل کیا ہی کتاب میں وہ موافق مذہب اہلسنت ہیں
اس صورت میں کیا وجہ کہ یہ حدیث اُسکے معارض ہو علامہ حلی علیہ الرحمہ نے نہج الحق و کشف الصدق میں اسی خبر
وہی شمالہ میں کو اور جو اسکے امثال ہیں اُنکی سند سے بمقام الزام خصم نقل کیا ہی چنانچہ اس مشابہت کے بعد بھی ابھی اُن اخبار کو
قوت اخبار صحیحہ کی باقی ہی اور جو تاویل اُس حدیث کی فرماتے ہیں کہ شاید مراد یہ ہو کہ حضرت نے سجدے مثل اپنے غیر کے

زیادہ اور باسہاے شیطانی نہین فرماے اِسکی گنجایش کہان ہی کیونکہ اُسمین صاف یہ ہی کہ زرارہ نے جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے صاف یہ پوچھا کہ هَلْ سَجَدَ رَسُولُ اللّٰهِ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ قَطُّ قَالَ لَا وَلَا يَسْجُدُهُمَا فَقِيهٌ یعنی نہین سجدہ کیا اور نہ اُن سجدون کو کرتا ہی نہ کریگا کوئی فقیہ کیونکہ صیغہ مضارع کا ہی جو مشترک زمان حال و استقبال مین ہی اور یہ بھی ظاہر ہی کہ مراد فقیہ سے یہان امام علیہ السلام ہین والا اور علما و فقہا کے لیے اُس سے نفی تو ہو نہین سکتی اِس صورت مین اگر فاضل نعمانی کی تاویل صحیح ہو کہ سجدے سہو کے حضرت نے فرماے لیکن نہ لطور اپنے غیر کے تو ائمہ کے لیے بھی اِس سے ثابت ہو گا کہ سجدے سہو کے فرماتے تھے لیکن نہ مثل اپنے غیرون کے تو پیغمبر کے لیے نماز مین تو اسہاے رحمن اِسلیے تجویز کیا گیا کہ اُمت پر ترحم کی مصلحت ہی تو آیا وہ اسہا ترحم کے لیے کافی نہین ہوا جب سب اماموں سے سہو و نسیان نماز مین ہوتے تو رحم اُمت پر کامل ہو یہ خوب تاویل کی کہ جس سے سہو نبی تو ثابت کیا تھا لیکن ائمہ کا بھی سہو و نسیان ثابت کر دیا حالانکہ اِسکا اثر اخبار مین بھی نہ تھا فی الواقع ایسی تاویل ہی جسکے لیے یہ کہنا صحیح ہی کہ تاویل القول بما لا یرضی بہ قائلہ اور سوا اِسکے اُس روایت مین فاضل نعمانی کی اِس تاویل کو کہان گنجایش ہی جو تفسیر نعمانی سے منقول ہی جابر ابن اسمٰعیل سے کہ امام معصوم ہی گناہون سے اور خطا و سہو نہین کرتا اور نہین بھولتا پھر جب امام علیہ السلام کا یہ حال ہی تو نبی کے لیے یہ فضیلت بطریق اولیٰ ثابت ہونی ضرور چاہیے فتذکر بالجملہ حقیقت یہ ہی کہ جو کچھ فاضل نعمانی علیہ الرحمہ نے جواب جناب علم الہدیٰ مین زور دکھایا یہ فی الواقع بے اصل ہین اور اِسکی کچھ ضرورت نہین تھی کیونکہ تجویز و اسناد اُس نقص کے جناب سالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ کی طرف جس سے باب عصمت انبیا علیہم السلام مین خلل واقع ہوتا ہی اور اساس نبوت سُست ہوا جاتا ہی بہت عظیم ہی بہ نسبت اُس الزام کے جو اِس فتویٰ دینے سے جناب صدوق علیہ الرحمہ کی طرف عائد ہوتا ہی کیونکہ صدوق معصوم نہین ہین اور غیر معصوم خطا و زلل مین مبتلا ہوتے ہین پیش از ین نہین کہ یہ مثل خطاے اجتہادی ہو وَلِكُلِّ جَوَادٍ كَبْوَةٌ وَلِكُلِّ سَيْفٍ نَبْوَةٌ خصوصًا جبکہ وجہ بھی ظاہر ہو کہ اُنکے شیخ کا بھی یہی مسلک تھا اور اُس اعتماد و حسن ظن نے جو اُنکو اپنے شیخ کے ساتھ تھا اِسطرف مائل کیا اور کہا جو کچھ کہا اِس ایک بات سے اُنکی جلالت قدر اور جو منصب جلیل فقہ و حدیث مین اُنکو حاصل تھے کہ اُسپر اعتماد چاہیے وہ زائل نہین ہوتا اور جناب علم الہدیٰ نے جو اِسکی رد مین مبالغہ فرمایا اُسکا منشا اول حمایت امر حق اور رفع کرنا نقص کا تھا جو بہ نسبت نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اِس سے راجع ہوتا تھا دوسرے تنبیہ اورون کی تاکہ پھر کوئی علما سے موافق صدوق کے غفلت نہ کرے اور خائف ہو کہ جب باوصف اِس جلالت قدر صدوق علیہ الرحمہ کے علما نے یہ کچھ کہا اور راضی نہوے تو واے بر حال دیگران تیسرے جناب سید کو مقابلہ خصم کا رہتا تھا اور اُدھر سے شکست دعوی عصمت انبیا کے لیے اِس فتوے سے استدلال لایا جاتا تھا اِسلیے ضرورت اِسکی واقع ہوئی کہ اُسے اِسطرح دفع کیجیے کہ خصم جانے کہ وہ اُنکے مسلمات سے نہین ہی بلکہ مطروح و مردود ہی قابلیت اِسکی نہین رکھتا کہ اُسے اُنپر حجت تمام کرین پس ایسی میدان مین یہ چاہیے تھا کہ فکر کرتے اور مراد کلام اور مقام سخن کو سمجھتے اور عنان توسن بیان کو مضبوط پکڑتے نہ کہ چھوڑتے اور رد کرتے

اُسے جسکا صواب ظاہر ہے اور اُسکی تصحیح سے مذہب فرقہ کی تائید ہے اور بناتے ہُن بات کو جس سے کتنا بڑا ثلمہ واقع ہوتا ہے کہ
باب عصمت پڑتا ہے لائق انصاف ہے کہ جب سہو نسیان کو نبی کے لیے بھی تجویز کیا تو وہ دلیل عقلی جس سے تنزیہ انبیا و
ائمہ علیہم السلام کی اِس نقص سے کرتے تھے وہ تو بمقابل خبر ساقط ہی ہوئی ایک ضعف تو اس دعوے تنزیہ کو یہ عارض ہوا
اور تجویز سہو و نسیان کی اپنے عموم پر تبلیغ رسالت اور غیر تبلیغ رسالت دونون کو شامل ہوئی بعد اُسکے اب یہ بات
کہ تبلیغ مین نہین ہوتا غیر تبلیغ مین ہوتا ہے اِس تخصیص کے لیے روایت کے سوا اور کوئی مخصص نہین ہے اور خبر مخصص
بہ نسبت اُن اخبار کی جنسے فقط سہو و نسیان کا ہونا اُنسے ثابت ہوتا ہے بہت کم بلکہ بمنزلہ شاذ و نادر ہے پھر اُسکا کیا نتیجہ ہو
اور جب نسیان و سہو کے نبی سے صادر ہونے کے فی الجملہ قائل ہو چکے تو روایات حضرات اہلسنت سے جنمین
سہو نبی کا ذکر ہے انکار کی کیا وجہ اور کہان گنجائش باقی ہے سوا اِسکے کہ کہین کہ یہ خبر ہمارے یہان نہین ہے اور فقط اِس
کہنے سے تفصی اور نجات دست خصم سے ممکن نہین کیونکہ اُنھین گنجائش ہوگی کہ وہ کہین کہ گو تمھاری اسناد مین
سلسلہ اِس حدیث کا نہین ہے لیکن تمھارے اصول و ضوابط کے تو موافق ہے پھر کیون نہین تسلیم کرتے جیسا حال اور
اخبار مین ہے اور اگر اُنھین تسلیم کیا جاے تو وہ خرابیان اُس سے عائد ہوتی ہین جو علامہ حلی علیہ الرحمہ نے نہج الحق و
کشف الصدق مین کہا ہے اور اُسکا محصل یہ ہے کہ انبیا سب معصوم ہین اور امامیہ سب اِس طرف گئے ہین کہ انبیا معصوم ہین
صغائر و کبائر سے اور جمیع معاصی سے منزہ ہین پہلے نبی ہونے سے اور بعد مبعوث ہونے کے بطور عمد و نسیان
کسی طرح سے اُنسے معصیت نہین ہوتی اور ہر رذیلہ و نقص سے اور جو بات خساست پر مشتمل ہو اُس سے منزہ ہین اور اہلسنت نے
اِس سے مخالفت کی ہے اور انبیا پر تجویز سہو کی کی ہے اور بعض نے کفر کی تجویز اُنپر کی ہے قبل بعثت کے اور بعد بعثت کے اور
سہو و خطا کو اُنپر تجویز کیا ہے اور پیغمبر خدا کو نسبت دی ہے سہو کی طرف قرات مین ساتھ اُس بات کے جو موجب کفر ہے
پس کہا ہے کہ وہ حضرت نماز صبح پڑھتے تھے قراءۃ سورہ وَالنَّجم مین جب پڑھنے کا مقام اِس آیہ کے پہونچا اَفَرَأَیتُمُ اللّاتَ
وَالعُزّیٰ وَمَنَوۃَ الثَّالِثَۃَ الاُخریٰ تو وہان پر یہ پڑھا تِلکَ الغَرَانِیقُ العُلیٰ مِنہَا الشَّفَاعَۃُ تُرتَجیٰ پس آیا وہ
اِس لائق ہین جنسے شفاعت کی امید کی جاے پناہ بخدا اِس بات سے کہ ایسی بات کی طرف پیغمبر منسوب کیے جائین
اور وہ موجب شرک ہے پس کیا عذر ہوگا کل کے روز پیغمبر خدا کے سامنے اور پھر اُسی کتاب مین کہا ہے کہ روایت کی ہے
اُنھون نے کہ آنحضرت نے نماز ظہر کی دو رکعتین پڑھین پس اصحاب نے کہا کہ آیا نماز کو قصر فرمایا یا آپ بھول گئے اے پیغمبر خدا
حضرت نے فرمایا یہ کیون کہتے ہو عرض کیا کہ آپنے دو رکعتین پڑھین حضرت نے اِس بات پر دو آدمیون سے گواہی طلب
فرمائی جب اُنھون نے گواہی دی تو کھڑے ہوے اور نماز کو تمام کیا اور اُنھون نے صحیحین مین روایت کی ہے کہ آنحضرت نے
سب کے ساتھ عصر کی نماز کی دو رکعتین پڑھین اور اپنے حجرے مین داخل ہوے بعد اُسکے بعض حوائج کے لیے نکلے تو
بعضے صحابیون نے یاد دلایا بعد اُسکے نماز کو تمام کیا پس کون سی نسبت اِس سے زیادہ ناقص تر ہے اور دناءۃ مین زیادہ ہے

کیونکہ وہ دلالت کرتی ہو اس بات پر کہ پیغمبر خدا نے عبادت پروردگار سے اپنے اعراض و اہمال کیا اور نماز کو چھوڑ کر دوسرے کام مین مصروف و مشتغل ہوے اور اگر نعوذ باللہ ہوا بھی ہو تو خود اپنے سہو کا تدارک کیا اسی طرح بہت سے نقص پیغمبر خدا کی طرف منسوب کیے ہین چنانچہ صحیحین مین ابی ہریرہ سے روایت ہو کہ کہا اُسنے کہ ہمنے اقامت نماز کہی اور صفون کو نمازگذارون کی برابر کیا قبل اسکے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ تشریف لائین پس جب حضرت اپنے مصلے پر کھڑے ہوے تو یاد فرمایا کہ غسل جنابت نہین کیا پس ہمسے فرمایا کہ تم سب اسی جگہ اپنے مقام پر کھڑے رہو ہم سب کھڑے رہے اور حضرت تشریف لیگئے اور غسل فرمایا بعد اسکے ہماری طرف تشریف لاے درحالیکہ پانی کی بوندین سر سے ٹپکتی تھین پس تکبیر کہی اور ہمنے سب نے نماز پڑھی اب عاقل کے دیکھنے کا مقام ہو کہ آیا ادنی شخص کا بھی حال اگر یہ کہا جاے کہ اُسکی نماز کا وقت داخل ہوا اور وہ صف نمازگذاران مین آگر کھڑا ہوگیا باوصف اسکے کہ جنب سے تھا تو وہ اس کہنے کو اچھا نہ جانیگا اور واقع مین سبب اسکا اور کچھ سوا اسکے نہین ہو کہ وہ شخص اپنے پروردگار کی عبادت مین تقصیر کرتا ہو اور مسارعۃ عبادت کی طرف نہین کرتا حالانکہ حق تعالی نے حکم مسارعۃ فرمایا لقولہ تعالی سَارِعُوا اِلَی مَغْفِرَۃٍ مِّن رَّبِّکُم فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرَاتِ اور کون مکلف اس حکم کے قبول کرنے مین پیغمبر سے زیادہ تر لائق ہو اور روایت ذی شمالین کو اسطرح لکھا ہو کہ ایک بار نماز عشا کے لیے اور میرا اکثر گمان یہ ہو کہ نماز عصر کے لیے کہتے ہین کہ دو رکعتین پڑھین بعد اسکے وہ حضرت کھڑے ہو کر اُس اینٹ تک جو مقدم مسجد مین تھی تشریف لیگئے اور ہاتھ اپنا اُسکی طرف رکھا اور اس جماعت مین ابو بکر و عمر تھے پس اُن دونون صاحبون نے پیغمبر خدا سے خوف و شرم کرکے خود کچھ کلام نہ کیا اور جلدی چلے گئے پیشتر اس سے کہ اور لوگ اس عیب کو کھولین اور سب نے کہا کہ اے پیغمبر خدا آیا آپ نے نماز مین قصر فرمایا اور ایک شخص تھا کہ اُسے ذوالیدین کہتے تھے اُسنے کہا کہ اے نبی اللہ آیا بھول گئے آپ یا نماز مین قصر فرمایا حضرت نے اُسکے جواب مین فرمایا کہ نہ مین بھولا نہ قصر کیا اُسوقت اُسنے کہا کہ بلکہ آپ بھول گئے اُسوقت حضرت نے فرمایا کہ ذوالیدین نے سچ کہا پس کھڑے ہوے اور دو رکعتین پڑھین اور سلام ادا فرمایا اسکے بعد علامہ فرماتے ہین کہ اب صاحب عقل دیکھے کہ آیا ایسی بات کی نسبت پیغمبر کی طرف جائز ہو اور کیونکر فعل نبی سے جائز ہو کہ نسیان کے بعد پھر فرمائین کہ مین بھولا نہین کیونکہ یہ تو ایک سہو مین دوسرا سہو ہو الخ بالجملہ اُن وجوہ سے جناب سید اور اکثر علمانے اسکے رد کرنے کی طرف توجہ فرمائی اور اگر فاضل نعمانی بھی ایسا کرتے تو اول تائید و تقویت مسئلہ عصمت انبیا کے تھے اور ثانیا اکثر کی موافقت تھی اس حمایت سے قول شاذ کو قوت دی گئی اسلیے راقم رسالہ کو اسکے رد کرنے کی ضرورت پڑی والا جلالت قدر فاضل نعمانی علیہ الرحمہ کی بھی ایسی نہین کہ اُنکے کلام کی تردید کا یارا ہو کہ بالجملہ لائق اعتماد اس بارے مین جو مشتمل اوپر احتیاط کے ہو قول جناب غفران مآب علیہ الرحمہ ہو جسکا محصل یہ ہو کہ فرماتے ہین کہ میرے گمان مین یہ ہو کہ سہو حضرات پر جائز نہین لیکن چونکہ اعتقادیات مین کسی چیز کے ساتھ حکم کرنا بدون قطع و یقین کے حاصل کیے نہین ہوسکتا حکم حتمی مین توقف کرنا چاہیے اور اکتفا کیا جاے بیان مین اس بات پر کہ قول عدم جواز سہو کا رجحان اولی ہو

فقط اور جناب سید سند نے بھی حدیقہ سلطانیہ مین اس کلام کی نقل فرمانے کے بعد فرمایا ہی کہ والاظہر کما افاد ذ
لاریب فی فحۃ ھذا القول و علیہ الاعتماد بل یمکن دعوی القطع بذلک انتہی کلامہ اعلی اللہ مقامہ اور فی الواقع یہ ہی کہ
عاقل کو زبان غیبت مین اس جگہ سے بہتر نہین ہی اور راقم رسالہ کا بھی یہی مختار ہی واللہ الہادی الی سبیل الرشاد
باقی رہی تنزیہ پیغمبرون کی اُن امراض سے جنسے دیکھنے والون کو نفرت ہوتی ہی اور عدم جواز اُسکا تجرید وغیرہ سے مذکور
ہو چکا ہی کہ مشہور امامیہ مین یہ ہی کہ انبیا اس سے بھی بری ہون لیکن حضرت ایوب کا قصہ جسطرح سے کہ علی بن ابراہیم قمی
اور اُنکے سوا اور بھی علماؤن نے ذکر کیا ہی وہ دلالت اسکے خلاف پر کرتا ہی کیونکہ قمی نے حضرت امام جعفر صادق سے
جو روایت کی ہی اُسکا محصل یہ ہی کہ آنحضرت نے فرمایا کہ ایوب بسبب شکر نعمات جناب باری کے بلاؤن مین مبتلا ہوے کیونکہ
اس بات سے شیطان کو حسد ہوا پس درگاہ خدا مین عرض کیا کہ ایوب جو تیرا شکر کرتے ہین وہ اسلیے ہی کہ تو نے انھین
نعمتین دنیا کی دی ہین اگر انھین تو نعمات سے محروم فرماے تو پھر تیرا شکر نہ کرین پس مجھے انکی دنیا پر مسلط فرما دیکھ کہ
انکا کیا حال ہوتا ہی جب اجازت پائی خدا کی طرف سے تو اُنکے مال کو اور اولاد کو ہلاک کیا بعد اُسکے اپنے اعوان کو جمع کیا
اور اُنکی زراعتون کو جلا دیا پھر خدا سے خواہش کی کہ مجھے اُنکے بدن پر آنکھ اور عقل کے سوا مسلط کر اسکے بعد اُنکے جسم مین
پھونکا کہ تمام بدن انکا ایک قرحہ ہوگیا اور مدت تک اسی حالت پر رہے اور ہر حال مین شکر خدا سے غافل نہوتے تھے بلکہ انکا
شکر زیادہ ہوتا تھا یہان تک کہ جسم مین اُنکے کیڑے پیدا ہوے پس جو کیڑا کہ اُنکے جسم سے باہر آجاتا تھا اُسے اُسکے مقام پر
رکھ دیتے تھے یہان تک کہ بدبو اُنکے بدن مین پیدا ہوئی اور جس گانون مین رہتے تھے وہان والون نے انھین گانون سے
نکال کر ایک مزبلہ پر گانون سے باہر ڈال دیا بعد اُسکے حضرت یوسف کی بیٹی کہ انکا نام رحمت تھا وہ لوگون سے مانگ لاتی تھین
اور حضرت ایوب کو جو اُنکے شوہر تھے دیتی تھین جب یہ زمانہ بلا کا زیادہ گذرا اور شیطان نے قوت صبر ایوب کو دیکھا تو جو
اصحاب اُنکے کہ پہاڑون مین راہب تھے اُنکے پاس گیا اور کہا کہ اُس بندہ مبتلا سے پوچھین کہ وجہ ابتلا کی اُسکے کیا ہوئی وہ
لوگ اپنے اُشترون پر سوار ہوکر آے جب اُشتر اُنکے قریب آے تو بسبب بدبوئی کے بھاگ گئے اُسوقت وہ سب پیادہ پا ہوکر آے
اور آپسمین دیکھتے تھے اور کہتے تھے کہ اسقدر ابتلا نہین ہی مگر کسی ایسے گناہ سے کہ ایوب ہمسے اُسے چھپاتے تھے ایوب علیہ السلام نے
فرمایا کہ خداے عزوجل جانتا ہی کہ مین اُسکی خوشی و رضامندی چاہتا تھا اور جو عبادت کہ دشوار تر ہوتی تھی اُسے اختیار
کرتا تھا پس ایک جوان نے اُن مین سے اُس کہنے والے سے کہا کہ تو نے پیغمبر پر طعن کی یہان تک کہ اُسنے اپنی عبادت کو
ظاہر کیا اور کہا کہ خداوندا اگر مجلس عدل و حکومت مین اپنی بیٹھے تو اپنی حجت کو ظاہر کرون پس حق تعالی نے ایک ابر کو بھیجا
اور فرمایا کہ مین حاضر و ناظر ہون اپنی حجت کو کہو پس اپنی طاعت و مشقت کو جو راہ خدا مین کی تھی ذکر کیا حق تعالی نے
جواب مین فرمایا کہ طاقت اور توفیق اور اعانت کسے تھی اُسوقت اپنے کہے سے پشیمان ہوے اور خاک اپنے منھ مین ڈالی اور طلب عفو
خدا سے کیا پس حق تعالی نے سب نعمتین اپنے اموال و اولاد سے پھر ایوب کو عطا فرمائین لیکن کتاب خصال مین مروی ہی کہ

ایوب بے اسکے کہ کوئی عصمت اُنسے ہوتی سات برس مبتلا رہے بارے ستیکہ انبیا معصوم ہین کوئی گناہ چھوٹا اور بڑا نہین کرتے ہین اور ٹیڑھی راہ پر نہین جاتے اور اُن بلاؤن کے ساتھ بدبوئی اُن مین نتھی اور صورت انکی متغیر نہوئی تھی اور پیپ اور لہو اُنسے جاری نہوتا تھا اور نہ کوئی کثافت کی راہ سے اُنسے وحشت کرتا تھا نہ انکے بدن مین کیڑے پڑے تھے اور حق تعالی کی شان اپنے پیغمبرون کے اور دوستون کے مبتلا کرنے مین یہی ہے اور لوگ اُنسے جو دوری کرتے تھے اُسکا سبب اُنکی فقیری اور حاجتمندی تھی کہ بسبب اسکے انکی قدر نہ جانتے تھے اور یہ انھین نہ معلوم تھا کہ حق تعالی انکی مشکلین کھولنے مین پھر تائید فرمائیگا حالانکہ پیغمبر خدا نے فرمایا ہے جسکا محصل یہ ہے کہ سب سے زیادہ بلا پیغمبرون کی ہے بعد اُسکے اولیاؤن کی ہے پھر جو انکے مثل ہین پھر جو اُنکے مشابہ ہین اور اسکے سوا نہین ہے کہ مبتلا کرتا ہے خدا پیغمبر کو بلا سے بزرگ مین تاکہ لوگ زیادہ خدا کی نعمت کو اُنپر مشاہدہ کرکے انھین کو خدا نہ قرار دین اور جانین کہ ثواب دو قسم پر ہے ایک استحقاقی ہے اور دوسرے وہ جو بسبب اختصاص کے ملتا ہے اور اُنکے ضعیف ہونے کو بسبب اُنکے ضعف کے اور فقیری کو انکی بسبب فقر کے حقیر نجانین اور جانین کہ بیمار کرنے والا اور صحت کا دینے والا خدا ہے کبھی ایسا ہے کہ بیماری کو عبرت کے واسطے کبھی سعادت کے لیے کبھی شقاوت کے باعث سے جسپر چاہتا ہے مسلط کرتا ہے اور وہ ان سب احوال مین عدل و حکمت کو ہاتھ سے نہین دیتا اور جو اصلح ہے وہی کرتا ہے اور اس حدیث سے جو مؤید بدلیل عقل ہے ظاہر ہوتا ہے کہ پہلی روایت تقیہ کی راہ سے اہل خلاف کی روایت کے موافق وارد ہوئی ہے پس اُس سے غافل ہونا نہ چاہیے

فصل چوتھی بیان مین طریق اثبات نبوت انبیا کے ہے

جان تو کہ پیغمبر کے پہچاننے کے لیے اس سے بہتر بات نہین ہے کہ معجزات اور خوارق عادات اُنکے ہاتھ پر دعوی نبوت کے ساتھ جاری اور ظاہر ہون اور معجزہ کی تعریف مین جناب سید سند اعلی اللہ مقامہ فی الجنۃ نے حدیقہ سلطانیہ مین فرمایا ہے کہ معجزات اور خوارق عادات وہ امور ہین کہ بنظر طاقت بشری کے انکا وقوع محال عادی ہے اور بنظر قوت پروردگار کے وہ حیز امکان مین ہون بلکہ سہل و آسان ہون اور خدا کی غرض انکے اظہار سے پیغمبرون کے ہاتھ پر انکی تصدیق ہے تاکہ سب پر ظاہر ہو کہ یہ خدا کی طرف سے خلق کی ہدایت کرنے کو بھیجے گئے ہین اور یہ تعریف معجزے کی بہت صاف اور واضح اور محفوظ عن الاعتراضات ہے اور جناب محقق علیہ الرحمہ نے تجرید مین فرمایا ہے کہ طریقہ نبی کے صدق کے پہچاننے کا معجزے کا ظاہر ہونا اُنکے ہاتھ پر ہے اور وہ ثابت ہوتا ہے ایک چیز کا جسکا وقوع عادت کے موافق جاری نہو یا معدوم و مفقود ہو ایسی چیز کہ اُسکے مفقود ہو جانے کی عادت جاری نہو اور اس تعریف کے موافق حقیقت معجزہ کی نہین ہے مگر خارق عادت کیونکہ عادت وجودی اور عدمی دونون حالتون مین ماخوذ ہے پس محقق علیہ الرحمہ کا قول خرق عادت کے ساتھ اُس تعریف کے ضمن مین جو معجزے کے لیے ذکر فرمایا ہے اس طرح سے کہ وَهُوَ ثُبُوتُ مَا لَيْسَ بِمُعْتَادٍ وَنَفْيُ مَا هُوَ مُعْتَادٌ مَعَ خَرْقِ الْعَادَةِ وَمُطَابَقَةِ الدَّعْوَى مستدرک ہوگا اور اسی لیے فاضل قوشجی نے کہا ہے وَأَمَّا قَوْلُهُ مَعَ خَرْقِ الْعَادَةِ لَغْوٌ مَحْضٌ لَعَلَّهُ مِنْ طُغْيَانِ الْقَلَمِ اور شارح بدخشی نے بھی انکی تبعیت کی ہے اور ظاہر یہ بات ہے کہ انھون نے محقق کے کلام کی مراد سمجھی نہین کیونکہ ثبوت اُس چیز کا

جو معتاد نہو اور نفی اسکی جو معتاد ہی اگرچہ لغت کی راہ سے خرق عادت کے معنی مین ہو لیکن عرف خاص بلکہ عرف عام مین
خرق عادت سے اعم ہی کیونکہ معتاد یہ ہی کہ آدمی ہر روز کھانا کھاتا ہی لیکن اگر تین دن کھانا نہ کھاوے تو عادت کی نفی ہو جائیگی
اسی طرح پانی پینیکی سبکو عادت ہی اور بعضے آدمی پانی پینا زیادہ مدت تک ترک کر دیتے ہین لیکن اسکے ساتھ کوئی اسے خرق عادت
نہین کہتا اور کسی کو ماکولات مین حشرات ارض کے اور گھانس کے کھانے کی عادت نہین ہی لیکن اگر کوئی اسے کھاوے
تو نہین کہینگے کہ اسنے خرق عادت کیا اسی جگہ سے ہی کہ فقہ کی بحث صوم مین معتاد اور غیر معتاد کے کھانے سے بحث کرتے ہین
اسی واسطے محقق علیہ الرحمہ نے مع خرق العادت کے لفظ کو زیادہ کیا ہی کیونکہ خرق عادت عرف کے موافق مختص اس امر
ظاہر کے ساتھ ہوتا ہی جو بدون معاونت خدا کے واقع نہو سکے اور بندہ خود اسے نہ کر سکے ہان اگر پہلے سے یہ فرماتے
تعریف معجزے مین کہ وھو ثبوت ما لم یکن بقوۃ من العبد عادۃ تو قید سے خرق عادت کی مستغنی ہو جاتا اور
دوسری وجہ سے بھی کہنا ممکن ہی کہ عادت کی نفی کبھی معتاد ہوتی ہی اور کبھی غیر معتاد ہوتی ہی مثلاً ترک کرنا قدا کا بہ نسبت
کھانا کھانے کے اگرچہ نفی عادت کی ہی لیکن عادت سے باہر نہین ہی اور شعبدہ اگرچہ بہ نسبت عامہ خلق کی نفی عادت ہی
لیکن اہل شعبدہ کی بہ نسبت انکا معتاد پیشہ ہی پس اسکا واقع ہونا بحسب حاجت یا صنعت عادات بشری کے
خلاف نہین ہی اور جب خلاف نہوا تو اسے خرق عادت نہ کہینگے حاصل یہ ہی کہ جو کچھ کہ بندے سے اسکا واقع ہونا خواہ
عادت کی راہ سے یا اسکی مقتضاے طبیعت کے موافق ہو گو بطور نادر واقع ہوتا ہو لیکن خرق عادت مصطلح مین
داخل ہوگا اور جو چیز کہ اسکا وقوع بندے سے بحسب عادت بشری اور طبائع انسانیہ ممتنع بامتناع عادی ہو اگرچہ نظر
قدرت خدا کے حیطۂ امکان سے باہر نہو وہ معجزہ اور خرق عادت ہی مثل مردے کے زندہ کرنے کے اور آب روان پر
راہ چلنے کے یا جو اس طرح ہو جیسا کہ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا ہی کہ در خیبر کو جو مین نے اکھاڑا تو وہ بقوت باقیہ تھا
نہ بقوت جسمانیہ اور اسی طرح وہ چیز جو انسان کی قدرت کے موافق ہو لیکن بسبب اعجاز نبی کے اسکی غیر قدرت سے
باہر ہو جاوے مثل ہلنے کہ ہاتھ کا اپنے پھیلانا بندے کے اختیار مین ہی لیکن جسوقت بادشاہ جبار نے چاہا کہ حرم محترم جناب
خلیل اللہ کی طرف اپنا ہاتھ بڑھاوے تو اس سے نہو سکا اور اس قسم کو صرفہ کہتے ہین لیکن فائدہ قید مطابقت دعوے کا
پس وہ آمادہ تصدیق کے لیے ہی جیسا کہ علامہ حلی علیہ الرحمہ نے اپنی شرح مین افادہ فرمایا ہی اور اس سے مراد یہ ہی کہ جب مدعی
نبوت دعا کرے کہ میرے اعجاز سے یہ ہی کہ مین اندھے کی آنکھین روشن کر دیتا ہون تو اگر خرق عادت اسکے قول کے مطابق
واقع ہو تو اسکا مصدق ہوگا اور اگر بینائی کے عوض مین کسی اور حواس کو بھی آفت پہونچے مثلاً بہرا بھی ہو جاوے تو یہ
خرق عادت اسکی مکذب واقع ہوگی جیسا کہ مسیلمہ کذاب کے حال مین مشہور ہی کہ کسی نے اس سے کہا کہ رسول خدا صلی اللہ
علیہ وآلہ نے ایک شخص کے لیے جسکی ایک آنکھ اندھی تھی دعا فرمائی اسکی وہ آنکھ روشن ہو گئی پس مسیلمہ نے بھی ایسا ہی
ایک شخص تلاش کرکے بلایا اور دعا کی اسکی دوسری آنکھ بھی اندھی ہو گئی اور اسی طرح منقول ہی کہ جب حق تعالی نے حضرت

ابراہیم علیہ السلام پر آگ کو سرد و سلام فرمایا تو نمرود نے کہا کہ آگ میری ہیبت و خوف سے افسردہ ہوگئی ہو وقت ایک پارہ اس آگ سے آیا اور اسکی ڈاڑھی کو جلا کر چلا گیا اور اسے فاضل قوشجی یہ سمجھے ہین کہ چاہیے معجزہ موافق دعوی کے ہو پس قید کا فائدہ احتراز کرامات سے ہو کیونکہ وہ مطابق دعوے کے نہین ہوتی کیونکہ یہان دعوی ہوتا ہی نہین اور جب یہ معلوم ہوچکا تو جاننا چاہیے کہ فاضل قوشجی نے کہا ہو کہ لیکن یہ قید ارہاص اور معجزے کو نکالتی ہی باوجود اسکے کہ مصنف اُسے بھی معجزہ نام رکھتے ہین یعنی تعریف مطابق معجزہ سے یہ قید ارہاص معجزہ کاذب کو نکالتی ہو پس تعریف مذکور جامع افراد معرف کی نہوگی اور پوشیدہ نہ رہے کہ جناب محقق نے جیسا کہ ارہاص اور معجزہ کاذب کا نام اپنے کلام مین معجزہ رکھا ہو اسی طرح کرامات کو بھی معجزے مین داخل کیا ہو پس اگر ارہاص کا نکل جانا انکی تعریف کے نقص کا سبب ہوگا تو کرامات کا نکلنا دوسرا نقص تعریف کا ہوگا کیونکہ مصنف نے فرمایا ہو کہ قصہ مریم وغیرہ سے یہ بات حاصل ہوتی ہو کہ معجزات کا ظاہر ہونا صالحین کے ہاتھ پر جائز ہو اور جو معجزات کہ نبی سے قبل نبوت صادر ہوے اُنسے یہ حاصل ہوتا ہو کہ وہ ارہاص تھے اور قصہ مسیلمہ اور فرعون سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ ظہور معجزات کا بالعکس انپر جائز ہو یعنی جیسا کہ معجزہ تصدیق مدعی نبوت کو مفید ہوتا ہو ویسا ہی یہ معجزہ جسپر جاری ہوا مفید اسکی تکذیب کے لیے ہو اور جب یہ ہوا تو تفرقہ فاضل قوشجی کا تحکم ہوگا اور حق یہ ہو کہ معجزے کا اطلاق پیغمبر اور اُنکے وصی پر بطور حقیقت ہو اور معجزہ کاذب اور کرامات وغیرہ پر بطور مشاکلت اور مجاز ہو اور جب ثابت ہوچکا تو تعریف حقیقت کے لیے ہوتی ہو نہ مجاز کے لیے پس کوئی ایراد و نقص اُسپر وارد نہین ہوسکتا لیکن لفظ دعوی کو انکے کلام مین مع مطابقت الدعوی نبوت و امامت سے عام سمجھنا چاہیے جیسا کہ شراح نے کہا ہو لیکن جناب علامہ حلی علیہ الرحمہ اس کلام سے یہ سمجھے ہین کہ جو ائمہ علیہم السلام سے خوارق عادات صادر ہوں وہ کرامات ہین معجزات نہین ہین اور یہ تعجب کی بات ہو کیونکہ کلام محقق مین لفظ دعوی عام ہو اور تعمیم اسکی لائق تر ہو ہان یہ گنجایش ہو کہ کوئی کہے کہ یہ بات اصطلاح کی ہو گو حقیقت خوارق عادت کی نبی اور ائمہ کی واحد ہو لیکن انکے خوارق کو ہم اپنی اصطلاح مین معجزہ کہتے ہین اور انکے خوارق کو کرامات کہتے ہین اور بعد اصطلاح قرار دینے کے پھر کسی کو مقام اعتراض اصطلاح پر نہین ہو اور کسی طرح ہو لیکن ارہاص خوارق عادات کا ظاہر ہونا ہو بعثت کے پہلے خواہ نبی کے ہاتھ پر جاری ہو خواہ دوسرے کے ہاتھ پر ہو جبکہ ان خوارق کا ظہور ان دوسرے کی طرف منسوب بسبب اسکے ہو کہ وہ نبی کے باعث سے واقع ہوے اور کرامت ظاہر ہونا خوارق کا ہو دوستان خدا کے ہاتھ پر جو صلحا اور نیکوکار ہین درحالیکہ وہ مدعی نبوت یا امامت کے نہوں اور بعضے خوارق کے ظاہر ہونے کو عام اس سے کہ معجزے کا اطلاق اُسپر بطور حقیقت ہو یا مجاز غیر پیغمبر کے ہاتھ پر اور بعثت کے پہلے ممتنع جانتے ہین اس گمان سے کہ غیر کا شریک ہونا اس فعل مین منجر طرف عدم تمیز کے ہوتا ہو اور وہ اختصاص نبی کا معجزے کے ساتھ جو منشا معجزے کی دلالت کا ہو برطرف ہوتا ہو پس محقق رہ نے اسی لیے ان دونون امرون کے جواز اثبات کے لیے فرمایا کہ قصہ مریم اور غیرہ

اُنکے مثل آصف برخیا کے اِس بات پر دلالت کرتا ہی کہ خوارق عادت کا ظاہر ہونا غیر نبی کے ہاتھ پر اُسکے اظہار کرامت کے
واسطے جائز ہی اور اِس سے لازم نہین آتا کہ وہ معنی اعجاز سے خارج ہو جاے اور نہ تنفیر نہ عدم تمیز نہ ابطال دلالت کا
معجزے کے اور نہ اُسکا عام ہونا اِس سے لازم آتا ہی اور فرمایا ہی کہ معجزات ہمارے پیغمبر کے مثل ایوان کسریٰ کے پھٹ
جانے کے اور دریاچہ کے خشک ہو جانے کے اور سرد ہو جانے اُس آگ کے جو فارس کے آتش خانہ مین دو ہزار برس سے روشن تھی
اور کبھی خاموش نہوئی تھی وقت ولادت باسعادت جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ کے کہ یہ باتین سب ظاہر ہوئین اور
بھی قصہ اصحاب فیل کا اور اُس ابر کا جو آنحضرت پر سایہ ڈالتا تھا اور سنگریزون کا قبل نبوت کے آنحضرت پر سلام کرنا
یہ سب دلالت ارہاص پر رکھتے ہین اور بعضے علمانے جو کرامات کے معجزہ ہونے سے انکار کرتے ہین اُنھون نے قصہ ہاے
مریم اور آصف برخیا اور جو اُسکے مثل ہین اُنھین سلسلۂ ارہاص مین کھینچا ہی اسلیے کہ وہ از قبیل تمہیدات اور تاسیسات کے
نبی موعود کے لیے یا جو مبعوث ہو چکا ہی ہوتے ہین بہرکیف خارق عادت کا ظاہر ہونا غیر نبی سے لیکن نہ اُس حد
کثرت کو کہ عادت امکانی کی حد کو پہونچ جاے ممنوع نہین ہی کیونکہ جب یہ معلوم ہوا کہ معجزہ بفعل الٰہی اور تائید سماوی
واقع ہوتا ہی تو وہ دلیل مدعی کے صدق پر ہوگا لیکن چند شرط کے ساتھ کہ آیندہ مذکور ہونگی اور منجملہ اُنھین شرط کے یہ ہی کہ
باوصف طلب معارضہ کے کوئی معارض نہ پایا گیا ہو اور اسی مقام سے مشہور جو تعریف معجزے کی ہی وہ یہ ہی کہ معجزہ
وہ چیز ہی جو خارق عادت ہو اور مقرون ہو تحدی کے ساتھ یعنی معجزہ ظاہر کرنے والے نے اُسکے اظہار کے ساتھ
معارضہ بھی طلب کیا ہو اور پھر کوئی معارض نہ پیدا ہوا ہو اور مخفی نہ رہے کہ مراد خارق عادت سے وہ امر ہی جو
عادت کی راہ سے ممتنع ہو نہ یہ کہ مطلقاً مخالف عادت ہو کیونکہ اگرچہ باعتبار اصل لغت کے دونون کے معنی ایک ہین
لیکن عرف مین خارق مخصوص اُس امر سے ہی جسکا وقوع انسان سے عادت کی راہ سے ممتنع ہو نہ یہ مطلقاً مخالف عادت ہو
یا ممتنع عقلی ہو کیونکہ جو چیز کہ عقلاً ممتنع ہی وہ تو کسی طرح موجود ہو سکتی ہی نہین اور ممتنع عادی اگرچہ بنظر طبائع اور عادات
انسانی ممتنع ہی لیکن حیز امکان سے باہر نہین ہی پس بنظر قدرت کاملہ قادر مطلق کے اور اُسکی معاونت کے واقع ہوتا ہی اور
اُس سے غرض تصدیق پیغمبران حق کی ہوتی ہی اور تحدی کی تفسیر مین جو طلب معارضہ کیا گیا ہی اُسکی صورت اور مراد یہ ہی
کہ جو شخص کہ اُسکے ہاتھ پر معجزہ ظاہر ہو وہ معجزے کے دیکھنے والون سے کہنے کہ اگر تمھین میرے بارے مین کچھ شبہہ شک ہو
اور میرے دعوے کے لیے تصدیق نہ کرتے ہو پس جو کام مین نے ظاہر کیا ہی تم بھی ظاہر کرو پس اگر وہ مثل اُسکے نہ کر سکین
تو اب معارضہ متحقق نہوگا اور یہ جو کہا گیا کہ اِس صورت مین معجزے کا ظاہر ہونا حقیت و صدق مظہر پر دلیل ہوتا ہی اسکی وجہ
یہ ہی کہ جب ایسی بات کہ خارق عادات ہو مدعی نبوت و امامت سے خدا کی تائید سے ظاہر ہو تو یہ امر نبی و امام کے صدق کی
دلیل ہوتی ہی کیونکہ اگر وہ سچا نہو تو خداے علیم ایسے امر کو جو بے اُسکے اذن و معاونت کے کسی سے نہین ہو سکتا
اُسکے ہاتھ پر جاری نہ کرتا والّا لازم آتا کہ خدا نے برائی کی طرف برانگیختہ کیا کیونکہ دعوی کاذب کے موافق پر اسکا اظہار

فی تحقیق معنی تحدی

فی بیان دلالت معجزے کا حقیت اور صدق پیغمبر

گمراہی خلق کا باعث ہوتا ہی اور وہ حکیم علیم سے ممتنع ہی اور اگر بالفرض کوئی حیلہ کرنے والا اور مدعی کاذب کسی ایسے امر
غریب کو بطور مکر و فریب و بیخ خلق ظاہر کرے کہ اوروں سے ماتند اسکے ہو سکے اور اُسکا راز سب پر پوشیدہ ہو تو
حق تعالیٰ پر لازم ہی کہ کسی ایسے معارض کو بھیجے جس سے اُس مدعی کی تکذیب سب پر ظاہر ہو جاے والا دروازہ تصدیق کا
بند ہوتا ہی اور بعثت انبیا کا فائدہ معدوم ہوگا اور یہی وجہ ہی کہ پیغمبران برحق کے معجزے کے وقت باوصف طلب
معارضہ کوئی معارض ظاہر نہین ہوا اور کسی نے اسکی قدرت نہین پائی کہ مثل اُنکے وہ کام کرکے دکھاتا اور انکا مقابلہ
کرتا بخلاف شعبدہ و سحر کے کہ وہ معجزے کے مقابل مین باطل ہوجاتا ہی یا کوئی اسمین معارض پیدا ہوجاتا ہی جس سے
اُسکا اختصاص جاتا رہتا ہی اور اُسکی بے حقیقتی سب پر ظاہر ہوجاتی ہی جیسا کہ جب حضرت موسیٰ علی نبینا و آلہ علیہ السلام
بحکم خدا اپنے عصا کو اژدہا کیا اور اپنی سفیدی کو ہاتھ کی ظاہر فرمایا جسے ید بیضا کہتے ہین تو ہرچند فرعون و اُسکے اتباع
و اعوان نے سعی نامشکور تلاش و تجسس معارض مین بہت کچھ کی اور ساحرین کو جمع کیا لیکن کچھ نہو سکا اور انکا سحر
اعجاز موسوی کے مقابلہ مین مثل نقش بر آب کے ہو گیا اور حق تعالیٰ سے قرآن شریف مین نقل فرماتا ہی کہ حال اُس قصہ کا
یہ ہی کہ فرعون اور اُسکے جو اشراف قوم تھے اُنھون نے کہا کہ بیشک یہ موسیٰ جادوگر دانا ہی چاہتا ہی کہ تمھین ہمارے اس ملک سے
نکال دے پس کیا راے ہی تمھاری اسکے بارے مین سب نے کہا کہ موسیٰ اور اسکے بھائی کے کام کو تاخیر مین ڈال دے
اور آدمیون کو بھیجا کہ جاکر جادوگرون کو جو بڑے بڑے دانا ہے کار ہین اُنھین لائین جب جادوگر آئے تو اُنھون نے
عرض کیا فرعون سے کہ اگر ہم غالب آ جائین تو ہمارے لیے کچھ مزد و انعام ملیگا فرعون نے کہا کہ ہان ہر آئینہ تم میرے
مقرب ہوگے اُسوقت اُنھون نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ یا تم پہلے اپنے عصا کو چھوڑ دو یا ہم کچھ چھوڑین حضرت موسیٰ
علیہ السلام نے یا اپنی کرامت نفس سے یا اسلیے کہ حق تعالیٰ کی تائید پر اعتماد تھا فرمایا کہ تم چھوڑو پس جب اُنھون نے
چھوڑا تو جادو کیا آنکھون پر آدمیون کی اور آدمیون کو غلط مین واقع کیا اور خوف کو اُنکے دلون مین پیدا کیا اور ظاہر کیا
سحر بزرگ کو اور منقول ہی کہ موٹی موٹی رسیان اور لکڑیان لمبی لمبی ڈالی تھین گویا بڑے بڑے اژدہے تھے کہ صحرا کو
بھرے ہوے تھے اور بعضے بعضون پر سوار ہوگئے تھے اُسوقت فرماتا ہی کہ مین نے وحی کی موسیٰ کی طرف کہ تو بھی
اپنے عصا کو چھوڑ دے پس وہ ایک سانپ کی صورت جلوہ گر ہوا اور ناگہان اپنے منہ مین نگل گیا اُسے جسے
جادوگرون نے بنایا تھا منقول ہی کہ حضرت موسیٰ کے عصا کا اژدہا جتنی رسیان اور لکڑیان کہ ساحرون کی تھین
اُنھین نگل گیا اور بعد اُسکے جو وہان دیکھنے کو آئے تھے اور موجود تھے اُنکی طرف متوجہ ہوا پس سب کے سب بھاگے اور
ایک کے اوپر دوسرا گرا اور ایک جماعت اُنسے مر گئی پس ظاہر ہوا امر حق اور باطل ہوا جادو جادوگرون کا اور معارضہ
انکا پس جتنے فرعون والے تھے وہ مغلوب ہوے اور ذلیل و خوار ہو کر بھاگ گئے پس سجدے مین گرے جادوگر گویا کہ
کسی نے اُنھین بے اختیار سجدے مین گرا دیا اور کہا اُنھون نے کہ ہم ایمان لائے پروردگار عالم کی طرف جو پروردگار موسیٰ

بیان قصہ حضرت موسیٰ و ساحرون کے ساتھ فرعون کے سامنے اور غالب آنا حضرت موسیٰ کا

وہارون ہو مروی ہی کہ کہا انھون نے کہ اگر فعل موسی کا سحر ہی تو ہماری رسیان اور لکڑیان مفقود نہو جاتین اور یہی سبب ہی
کہ قطب الدین راوندی نے حیلہ اور معجزات کے تفرقہ مین اور ابطال شعبدہ و مخاریق مین فرمایا ہی کہ صاحب حیلہ ظاہر کرتا ہی
اُس امر کو جو برخلاف واقع کے ہی اور حیلہ نے اُسکے کُنہ کو چھپایا ہی جیسا کہ سامری نے حضرت موسی کے زمانہ مین جسوقت گوسالہ
بنایا تو اُسکے جسم مین جابجا شگاف قرار دیے تھے کہ بسبب ہوا کے آمد و رفت کے اُس سے آواز باہر آتی تھی رانتھی بعض کلامہ اور
جناب سید سند نے حدیقہ سلطانیہ مین فرمایا ہی کہ یہ بات اُس سے جو قرآن مین وارد ہی اور بعض روایات سے مستفاد ہوتا ہی معلوم
ہوتی ہی کہ سامری نے جبرئیل علیہ السلام کے قدم کے نیچے کی خاک لیکر گوسالہ مین داخل کی تھی کہ اُسکی تاثیر کے باعث سے آواز
اُس گوسالہ سے نکلتی تھی کیونکہ یہی محتمل ہی کہ اُس گوسالہ مین کئی آوازین ہوئی ہون بعضے اُن شگافون کے ذریعہ سے اور بعض خاک کی تاثیر سے
ہون لیکن راوندی علیہ الرحمہ نے تمثیل کے لیے ایک کو اُنمین سے ذکر کیا ہی پھر راوندی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہی اور مثل اُسکے ہی
شعبدہ کرنے والا دیکھنے والون کو دکھاتا ہی کہ کسی حیوان کو یا انسان کو اُسنے ذبح کر ڈالا اور حقیقت مین نہین مارتا لیکن
بسبب سبکی اور سرعت حرکات کے جو حقیقت امر ہی اُسے آدمیون پر پوشیدہ کرتا ہی پس ظاہر کے دیکھنے والے جو ہین وہ
گمان کرتے ہین کہ اُسنے ذبح کرنے کے بعد پھر زندہ کر لیا اور پیغمبرون کے معجزے ایسے نہین ہین کیونکہ وہ حقیقت واقعی
نہین رکھتے اور معجزات امور حقیقت واقعیہ ہین کہ صاحبان عقل و دانش علم ضروری سے جانتے ہین کہ اُسمین گنجائش
مکر و حیلہ کی نہین ہی اگرچہ اشرار مثل کفار کے انکار کرتے ہین لیکن دل اُنکے بھی یقین کرتے ہین اور جانتے ہین کہ یہ مطابق
واقع کے ہین جیسا کہ حق تعالی قرآن مجید مین فرماتا ہی جَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا اور اس بیان سے
فاضل مذکور کے صاف واضح ہی کہ سحر تخییل بحت ہی جیسا کہ قول سبحانہ تعالی يُخَيَّلُ إِلَيْهِ مِن سِحْرِهِمْ أَنَّهَا تَسْعَىٰ اُسپر معین ہی اور مویّد ہی اس سے
ظاہر قول معصوم علیہ السلام کا لَوْ كَانَ لِلسِّحْرِ حَقِيقَةٌ لَدَفَعُوا عَنْ أَنفُسِهِمُ الْمَوْتَ وَالْآلَامَ اور اگر بالفرض کچھ حقیقت بھی سحر کے لیے
ہوتی تو حق تعالی کو بنظر اپنی علم و حکمت کے لازم ہی کہ جسوقت معجزے کے ظاہر ہونے کا وقت آے تو جادوگرون کے جادو کو
باطل کردے اور اُنھین معارضہ سے باز رکھے اور اسی طرح جسوقت کسی امر کا جھوٹا ادعا کرین تو اُسے بھی باطل کرے تاکہ جھوٹ کو
فروغ نہونے پاے یا کسی ایسے معارض کو پیدا فرماے کہ اُسکا اختصاص اُس امر کے ساتھ باقی نہ رہے یا کسی اور راہ کے اشتباہ کو
دفع کردے اور اسی طرح اگر کوئی دوا جو اثر نادر رکھتی ہو اور ایک شخص اُسپر مطلع ہو کر کوئی بزرگ دعوی کرے تو اُسکے دفع کو بھی
اُنھین امر مذکورہ سے کسی بات کا فرمانا ضرور ہی اور فاضل راوندی نے فرمایا ہی کہ یہ کمان سے معلوم ہوا کہ معجزات بتاثیر
ادویہ ظاہر نہین ہوے کیونکہ ممکن ہی بعض دوائین ایسی ہون کہ جب جسم میت اُسے چھو جاے تو زندہ ہو جاے اور جب
عصا کے اندر اُسے داخل کردین تو وہ سانپ ہو جاے اور اگر کوئی حیوان بے زبان کو اُسے کھلادین تو اُسے گویا کردے
اور جب کوئی اُسے کھاے تو اُسکی فصاحت و بلاغت بڑے مرتبہ کو پہونچ جاے اور اس کلام مین یہ کہ کر قول ایسی ادویہ
کہ جس سے مردہ زندہ ہو جاے اور لکڑی حیوان ہو جاے اور بے زبان کھا کر ناطق ہو جاے دیکھی نہین گئین تو گویا جن ادویہ سے

کہ علاج کی عادت اطبا کو ہوئی انکی بہ نسبت اور اس مسئلہ حکمت کی بہ نسبت کہ تبدیل ماہیت ممکن ہے یا نہین محال
عادی ہے اور بر تقدیر تسلیم کہہ سکتے ہین کہ اس سے خالی نہین ہے کہ اسکی راہ بحسب مجری عادت سب آدمیون کو بتائی ہے کہ وہ بھی اس سے
دریافت کر سکتے ہین یا ایسی راہ اسکی نہین رکھی بر تقدیر اول چاہیے بلکہ لازم آتا ہے کہ اس سے اور بھی معارضہ مدعی اعجاز کا کرین اور
اسکے دعوے کو باطل کرین اور اسکا معجزہ بسبب معارض کے پائے جانے کے مصداق معجزے کا نہوگا اور بر تقدیر ثانی
جبکہ علم اس دوا کی تاثیر کا مدعی رسالت ہی کے ساتھ مخصوص ہو اور رسول کے سوا دوسرا اسے نہ جان سکے تو ایسی دوا انپر
ظفر یاب ہونا بھی معجزہ ہوگا پس دلیل صدق مدعی پر ہوگی حاصل یہ ہے کہ درصورت مدعی رسالت کے جھوٹے ہونے کے
حق تعالی پر لازم ہے مکلفین کو معارضہ پر اسکی تمکین عطا فرماے اور جب مدعی رسالت سچا ہو تو مکلفین کو تمکین معارضہ سے
نہ دے اور انھین باز رکھے جیسا کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ کے لیے ہوا کہ باوصف اسکے کہ حضرت نے اقصر سورہ
کے لیے بھی معارضہ اسوقت مین طلب کیا کہ جماعت کثیر کفار عرب کی فصاحت و بلاغت مین کامل تھی لیکن کسی سے معارضہ
نہو سکا پھر راوندی نے کہا ہے بیان مین کہ جادو اور حیلہ جو جادوگرون اور شعبدہ بازون کے بنائے ہوتے ہین جب
انکی تفتیش کامل کی جاے تو واضح ہوتا ہے اور انجام مین کھل جاتا ہے خصوصاً حالا اور راز کیا پر کہ یہ امر اسکا مخفی ہے اسی لیے
انمین تعلیم و تعلم کو گنجائش ہے اور اسکے لیے ایک مثل بھی ذکر کی ہے کہ حیلہ کرنے والے مرغی کے انڈے کو لیکر سرکہ مین تر کرتے ہین اور
جب دو تین روز اسپر گذر گئے تو اسکے اوپر کا پوست نرم ہو جاتا ہے اسی طرح کہ جتنا چاہین اسے طول مین زیادہ کرلین بعد اسکے
اسے ایسے شیشہ مین کہ سر اسکا تنگ ہو اتار دیتے ہین اور ٹھنڈا پانی اسپر ڈال کر حرکت دیتے ہین یہان تک کہ وہ انڈا اپنی ہیئت
اصلی پر چند ساعت کے بعد رجوع کرتا ہے اور سخت ہو جاتا ہے کہ توڑنا اسکا دشوار ہو جاتا ہے پس جو بے عقل و نادان ہین وہ اسے
دیکھکر جانتے ہین کہ معجزہ بھی ایسا ہی ہوگا حالانکہ معجزے کی شان اس سے بلند ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ جادوگر رسیون مین اور
لکڑیون مین پارے کو چھپا دیتے ہین کہ تابش آفتاب کے وقت جب پارہ گرم ہو تو اسمین حرکت پیدا ہو اور دیکھنے والون کی
نظر مین بسبب حرکات اور روشنیون کی حقیقت امر مشتبہ ہو جاتی ہے بخلاف پیغمبرون کے معجزے کے کہ انمین دشمنان دین
اور منکرین رسالت نے کیا کیا تجسس شناخت مین حیلہ کے نہ کیے اور کس کس طرح نہ چاہا کہ سر مخفی اسکا ظاہر ہو جس سے
معجزات کو حیلہ ٹھہرائین اور ناقص کرین لیکن کبھی کوئی ظفر یاب نہوا اور حقیقت کو اسکی دریافت نہ کر سکے انتہی کلامہ بلکہ بعض
احادیث سے ایسا مستفاد ہوتا ہے کہ حق تعالی نے جس زمانہ مین کسی پیغمبر کو مبعوث کیا ہے غالبا کوئی معجزہ اسے اسی جنس سے
کرامت فرمایا ہے کہ اسوقت مین اسکے جاننے والے زیادہ تھے اور وہ جنس اسوقت شایع و مشہور تھے تا کہ حجت تمام ہو جیسا کہ
حضرت موسی کے زمانہ مین مدار جادو پر تھا حق تعالی نے انھین عصا اور ید بیضا اور وہ معجزات جو اس سے مشابہ ہون کرامت فرمائے
اور جادوگرون نے اور جو فن شعبدہ و سحر کے آگاہ تھے ہمہ تن معارضہ کو پیغمبر برحق کے اور تفتیش حال مین کیا کیا فکر و سعی نکی
کہ تا خلط و غلط کی نسبت حضرت موسی علیہ السلام کی طرف کرین اور کوئی حیلہ و مکر پا جائین کہ اس سے سب کو آگاہ کرین لیکن کسی کو کچھ

بنایا یہان تک کہ سب سے زیادہ اور پہلے اُسی جماعت نے جانا اور اقرار کیا کہ جو کچھ موسیٰ معجزہ ظاہر کرتے ہین وہ سحر نہین ہی
اور سجدہ کیا اور ایمان لائے اور جب حضرت عیسیٰ ابن مریم مبعوث ہوئے تو کثرت بیماریان بہت تھین اور رواج علاج و معالجہ کا
زیادہ تھا اور کثیر طبیبان حاذق مثل جالینوس وغیرہ کے تھے پس حضرت کا معجزہ مردے کو جلانا اور اندھے کی آنکھ کا روشن
کر دینا اور مبروص کو صحت دینا قرار دیا تاکہ افعال اُمت کے اُنکے مشابہ ہو اور اُسی جنس سے ہو لیکن فعل بشر کے
نوع سے نہو اسی طرح ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ کے زمانے مین کہ عرب کا مدار فصاحت و بلاغت پر تھا اور
فنون فصاحت کے ماہر حد حصر سے زیادہ تھے تو ظاہر ترین معجزہ آنحضرت کا قرآن شریف کو قرار دیا کہ جسکی فصاحت
ایسی ہی کہ اُسکے چھوٹے سورے کے لیے بھی کوئی معارضہ مین مقابلہ نہ کر سکا اور علامۂ مذکور نے کہا ہی کہ شعبدہ اور جو
اُسکے مانند ہی وہ حیلہ جویان اراذل کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا ہی بخلاف معجزے کے کہ وہ اشرف عقلا اور اہل ورع اور
اہل دیانت سے ظاہر ہوتا ہی اور اُنکی بزرگی سب پر واضح ہوتی ہی اور جعل اور ساختگی کا احتمال ارباب انصاف کے
نزدیک اُنمین نہین ہوتا بلکہ علم ضروری تھوڑی فکر سے اُسکے ساتھ اُنھین بہم پہونچتا ہی اور کوئی اُس سے انکار نہین کرتا مگر
جو دیدہ و دانستہ انکار کرتا ہی اور تمام اس بیان و کلام سے یہ جانا گیا کہ خلاصہ اس سب کا یہ ہی کہ تصدیق انبیا کا مدار
معجزات بینہ اور بینات متیقنہ کے ظاہر ہونے پر ہی کہ انسان اُسپر قدرت نہین رکھتا اور سحر و شعبدہ اُس سے مناسبت
نہین ہی چنانچہ اخوند مجلسی علیہ الرحمہ نے حق الیقین مین فرمایا ہی اُسکا محصل یہ ہی کہ جو کوئی دعویٰ مرتبہ بلند کا کرے
تو محض اُسکے دعوے سے یقین کرنا نہین چاہیے جیسا کہ کہا ہی۔ ای بسا ابلیس آدم روے ہست + پس بہر دستے نباید داد دست
مثل اسکے کہ کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ مین بادشاہ کی طرف سے تمپر حاکم ہون تمھین چاہیے کہ میری اطاعت
کرو تو فقط اُسکے کہنے سے کوئی اُسے قبول نہین کرتا جب تک کہ وہ کوئی حجت بادشاہ کی طرف سے مثل فرمان سند خدمت
یا طمغاے خدمت کہ وہ مخصوص بادشاہ کی ہو نہ رکھتا ہو اور معجزہ اسی کے مثل ہی کیونکہ معجزہ وہ فعل ہی کہ انسان اُسکے
کرنے سے عاجز ہی اور اُسکے مجری عادت کے برخلاف ہوتا ہی اور دعویٰ پیغمبری کے مقارن ظاہر ہوتا ہی اور کوئی یہ
نہ سمجھے کہ جناب اخوند صاحب نے تخصیص معجزے کی پیغمبر کے ساتھ عموماً فرمائی ہی بلکہ سبب اس تخصیص کا خصوصیت
مقام ہی والّا امام علیہ السلام مین بھی یہی تقریر جاری ہی پھر فرمایا ہی جناب اخوند صاحب نے کہ پس اگر کوئی فعل ایسا ہو
کہ انسان سے صادر ہو سکے تو وہ معجزہ نہین ہی مثل صنائع غریبہ اور ارباب شعبدہ کے حیلون کے موافق کہ اُسے انسان کرتے ہین
اور ایک دوسرے سے سیکھ کر عمل مین لاتا ہی خاص فعل خدا نہین ہی اسی طرح اگر فعل خدا بھی ہو لیکن موافق عادت کے ہو
وہ بھی معجزہ نہین ہی مثل اسکے کہ کہے جیسے آفتاب کے طلوع کا وقت آئے کہ میرا معجزہ یہ ہی کہ مین اب آفتاب کو ظاہر طالع کرتا ہون
اور اگر دعویٰ پیغمبری کے ساتھ نہو تو اُسے کرامت کہتے ہین مثل حضرت مریم کے مانند کے اور جب کوئی شخص پیغمبری کا دعویٰ
کرے اور کہے کہ خدا نے مجھے ریاست دین و دنیا کے واسطے خلائق پر بھیجا ہی اور میرے تصدیق قول پر دلیل یہ ہی کہ مین چاند کو

ہو کرتا ہون یا یہ کہ مردے کو زندہ کرتا ہون اور اسی وقت وہ امر واقع ہو جاوے تو البتہ ہم جانینگے کہ وہ سچا ہے کیونکہ حق تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور علم اُسکا ہر چیز کو احاطہ کیے ہے جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہین پھر اگر یہ کہنے والا جھوٹا ہو تو دعوے اُسکا قبیح ہوگا اور ہمکو اُسکی اطاعت کرنا قبیح ہوگا پس خداے عزوجل نے سب کو قبیح کے ساتھ برانگیختہ کیا ہوگا اور فعل قبیح خدا پر محال ہے جیسا کہ بحث عدل مین معلوم ہو چکا اور چاہیے کہ معجزہ مطابق مدعی ہو تا کہ پیغمبر کی صداقت پر دلالت کرے اور اگر موافق نہو تو اُسکے کذب پر دلالت کریگا جیسا کہ مسیلمہ کذاب کا ایک قصہ اُس شخص کا جسکی ایک آنکھ روشن تھی اور ایک کور تھی اور مسیلمہ کی دعا سے جو روشن تھی وہ بھی کور ہو گئی نہ کور ہو چکا اور دوسرا قصہ یہ ہے کہ اُس سے کہا لوگون نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آب دہان مبارک کو اپنے خشک کنوئین مین ڈالا اور وہ پر آب ہو گیا یہ سنکر اُس ملعون نے بھی ایسے کنوئین مین جسمین پانی کم تھا آب دہن اپنا ڈالا وہ کنوان خشک ہو گیا اور اسے معجزہ مکذبہ کہتے ہین انتہی کلامہٗ اور واضح ہو کہ یہ دو قسمین معجزے کی ایک مصدقہ اور دوسرا مکذبہ جو ہوئین تو نہ باعتبار شخص مدعی صادق اور کاذب کے کیونکہ معجزہ نہ فعل صادق کا ہے نہ کاذب کا بلکہ وہ فعل خدا ہے کہ مدعی صادق کے ہاتھ پر ایسے فعل کو ظاہر فرماتا ہے جو اُسکی تصدیق کی دلیل ہوتا ہے اسی طرح مدعی کاذب کے ہاتھ سے ایسے فعل کو ظاہر کرتا ہے جیسے اُسکی تکذیب پر دلالت واضح کرتا ہے فقط ۔

فصل پانچوین ذکر نبوت جناب خاتم الانبیاء والمرسلین یعنے حضرت ابو القاسم محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم صلواۃ اللہ علیہ وآلہ المعصومین مین ہے

فصل پانچوین ذکر نبوت جناب خاتم الانبیاء والمرسلین

اور اسمین چند فائدے ہین فائدہ پہلا تعیین وتشخیص نفس نفیس آنحضرت کے ہے اور وہ دو راہون سے ہوتا ہے ایک نسب شریف کے ذکر سے دوسرے آنحضرت کے شمائل کے بیان سے پس جان تو کہ نسب شریف پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ہے کہ والد بزرگوار حضرت کے عبد اللہ ذبیح ہین جو بیٹے عبد المطلب کے ہین اور وہ ہاشم کے بیٹے ہین اور وہ عبد مناف کے بیٹے ہین جناب سید سند نے حدیقہ سلطانیہ مین صاحب مواہب سے کہ علماے حضرات اہلسنت سے ہین نقل کیا ہے کہ عالم مذکور نے لکھا ہے کہ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بفتح میم بن قصی بضم قاف وفتح صاد وتشدید یا بن کلاب بکسر کاف یا مصدر ہو یا جمع ہو بن مُرّہ بضم میم وتشدید راے مہملہ بن کعب بفتح کاف وسکون عین بن لوی بضم لام وفتح ہمزہ وتشدید یا بن غالب بن فہر بکسر فا وسکون ہا بن مالک بن نضر بفتح نون وسکون ضاد معجمہ بن کنانہ بکسر کاف ودو نون بن خزیمہ بخاے معجمہ وزاے منقوطہ لفظ تصغیر بن مدرکہ بضم میم وسکون دال مہملہ وکسر را وتا اور شائد کہ وہ مبالغہ کے لیے ہے یا نقل ہے بن الیاس بکسر ہمزہ بعض کے قول کے موافق اور بفتح ہمزہ موافق قول بعض کے یاس سے ہے جو عربی مین امید ورجا کی ضد ہے اور ہمزہ فصل کے واسطے ہے اور یہ قول صاحب مواہب کے نزدیک صحیح تر ہے بالجملہ وہ بیٹے مضر کے بفتح میم وفتح ضاد معجمہ بن نزار بکسر نون وزاے معجمہ بن معد بضم میم وفتح عین مہملہ اور بعضے تصحیح مین اُسکے میم کا فتح اور عین کا سکون کہتے ہین بن عدنان بفتح عین وسکون دال اور شاہ عبد الحق دہلوی سے نقل فرمایا ہے کہ وہ کہتے ہین کہ یہان تک حضرت کا نسب شریف ارباب سیر وتاریخ مین اور اصحاب علم انساب مین متفق علیہ ہے اور اُسکے اوپر

معلوم نہین ہو لیکن یہ بالاتفاق ہو کہ وہ حضرت اولاد اسمعیل پیغمبر مین ہین اور ابراہیم اور نوح اور ادریس اور شیث علیہم السلام حضرت کے اجداد صلواۃ اللہ علیہم اجمعین ہین ابن عباس سے روایت ہو کہ انھون نے کہا کہ جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ اپنے نسب شریف کا ذکر فرماتے تھے تو عدنان سے زیادہ نہ فرماتے تھے اور بعد اسکے توقف فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ نسابون نے جھوٹ کہا ہو انتہی کلامہ اور جناب اخوند مجلسی علیہ الرحمہ نے حیات القلوب مین فرمایا ہو کہ مشہور حضرت کے نسب مین عدنان تک ہو اور بعد اسکے فرمایا ہو کہ بن آدد بن اود بن الیع بن الیسع بن سلامان بن النبت بن حمل بن قیدار بن اسمعیل بن ابراہیم الخلیل علیہما السلام بن تارخ بن ناخور بن شروع بن ارغو بن فالغ بن عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح بن لمک بن متوشلخ بن اخنوخ بن البارذ بن مہلائیل بن قینان بن انوش بن شیث بن آدم اور روایت ام سلمہ مین عدنان بن آدد بن زید بن شری بن اعراق الثری ہو بعد اسکے ام سلمہ نے کہا کہ زید ہمیسع ہو اور ثری بنت ہو اور اعراق الثری اسمعیل ہین اور بنابر روایت ابن بابویہ کے عدنان بن اد بن اود بن زید بن یقدد بن یقدم بن ہمیسع بن بنت بن قیدار بن اسمعیل ہین اور سوا اسکے اور بھی روایتین ذکر کی ہین کہ بعضے کہتے ہین کہ عابر ہود علیہ السلام کا نام ہو اور اخنوخ ادریس علیہ السلام اور والدہ ماجدہ پیغمبر خدا محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ کی آمنہ ہین جو بیٹی وہب کی کہ وہ پسر عبد مناف پسر زہرہ پسر کلاب تھے تکمیل یہ جگہ اس بات کو چاہتی ہو کہ تھوڑا سا احوال حضرت کے نور کا اور اسی طرح کچھ حالات حضرت کے اُن اجداد کا جو مشہور ہین بیان کیا جاے پوشیدہ نہ رہے کہ بعض روایات فریقین مین وارد ہو کہ فرمایا آنحضرت نے کہ اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللہُ نُوْرِیْ یعنی پہلے سب سے جو پیدا کیا خدا نے وہ میرا نور تھا اور بعض روایات مین آیا ہو کہ اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللہُ العَقْلُ اور اسمین بھی احتمال کیا ہو کہ مراد عقل سے نور محمدی ہو جیسا کہ جناب اخوند مجلسی رہ نے اپنے رسالہ اعتقادیہ مین اور ملا صالح مازندرانی نے افادہ فرمایا ہو اور فاضل کاشانی نے اسکے ساتھ یقین کا اظہار کیا ہو اور بعض روایات مین اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللہُ القَلَمُ یعنی جسے پہلے خدا نے پیدا کیا وہ قلم تھا اور بعض مین اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللہُ المَاءَ یعنی پہلے جو خدا نے پیدا کیا وہ پانی تھا اور مثل اسکے وارد ہوا ہو اور شیخ عبد الحق دہلوی نے پہلی روایت کی تصحیح کی ہو چنانچہ خلاصہ کلام اسکا یہ ہو کہ جان تو کہ اول مخلوقات اور واسطہ صدور کائنات کا اور واسطہ پیدا ہونے عالم اور آدم کا نور محمد اور جوہر ذات اُنکی ہو صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ جیسا کہ حدیث صحیح مین وارد ہوا ہو کہ اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللہُ نُوْرِیْ اور سب مکونات علوی اور سفلی اُس نور سے اور اُس جوہر سے پیدا ہوے ہین اور ارواح واشباح اور عرش و کرسی اور لوح و قلم اور بہشت و دوزخ اور فرشتے اور آسمان اور انسان اور جنات اور آسمان و زمین اور دریا اور پہاڑ اور درخت اور جملہ مخلوقات اُس سے پیدا ہوے ہین اور کیفیت مین صادر ہونے کے اس کثرت کے اُس وحدت سے اور ظاہر ہونے مین ان مخلوقات کے اُس جوہر سے عبارات اور تعبیرات غریبہ لاے ہین اور یہ کہا ہو کہ محققین کے نزدیک اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللہُ العَقْلُ ثابت ہوا ہو اور حدیث اَوَّلُ مَاخَلَقَ القَلَمَ کو بھی کہا ہو کہ مراد اس اول سے یہ ہو کہ بعد عرش اور پانی کے جو پہلے پیدا ہوا وہ قلم تھا کیونکہ یہ قرآن مین وارد ہو کہ

کہ کَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ اور کہا ہی کہ عرش سے پہلے پانی کو خلق فرمایا ہی اور وارد ہوا ہی کہ جب قلم پیدا ہوا تو حق تعالیٰ نے اُس سے فرمایا کہ لکھ اُسنے عرض کیا کہ کیا لکھون فرمایا کہ لکھ جو کچھ پیدا ہو چکا ہی اور جو کہ ہونے والا ہی ابتک پس معلوم ہوا کہ قلم سے پہلے بھی کچھ پیدا ہو چکا تھا اور کہا ہی کہ وہ جو اُس سے پہلے پیدا ہوے عرش و کرسی اور ارواح ہین اور نور کی خلقت سب سے بھی پہلے ہی الخ اور شارح مواقف سے فاضل نعمانی نے اخبار ثلثہ کی وجہ جامع اس طرح نقل کی ہی کہ معلول اول اس حیثیت سے کہ وہ واسطہ ہوئی انوار کے افاضہ کا اسطرح کہ اُس سے یہ جاننا چاہیے کہ وہ مجرد ہی اور اس جاننے سے اُسکی ذات اور اُسکا مبدا کا تعقل ہو تو وہ نام رکھا جاتا ہی ساتھ عقل کے اور اس حیثیت سے کہ وہ واسطہ جملہ موجودات اور نقوش علوم کے صادر ہونے کا ہو نام رکھا جاتا ہی ساتھ قلم کے اور اس حیثیت سے کہ وہ متوسط افاضہ انوار نبوت کا ہو نور خطاب ساتھا ہی اِنْتَهَى كَلَامُهُ لیکن یہ توجیہ بنا بر مذاق حکما کے جاری ہوتی ہی کہ وہ سلسلہ تولید حوادث کو عقول عشرہ کے اور افلاک کے ساتھ منوط جانتے ہین فقط لیکن پوشیدہ نہ رہے کہ یہ مضامین ہمارے بھی روایات مین وارد ہین لیکن ایسمین اپنی روایات مین اختلاف ہی اور قدر مشترک ان امور کے لیے اضافی اور نسبت ہی اور کچھ منافات نہین ہی اور نور محمدی کا پیدا کرنا سب کائنات کے پیدا کرنے کے پیشتر سے یا سب سے برتر ہی اور جو خصوصیات کہ اخبار احاد مین منقول ہین اُنکا علم علیم خبیر کو ہی یا ائمہ علیہم السلام اُسے جانتے ہین کیونکہ بعض روایات سے حضرت کے نور کا تقدم جملہ مخلوقات سے لائح ہوتا ہی جیسا کہ کتاب کافی مین ہی کہ جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ ای جابر تحقیق کہ خدا نے پہلے جو خلق فرمایا تو محمد اور عترت کو اُنکی جو ہدایت کرنے والی تھی پیدا کیا ایس یہ سب اشباح نورانی خدا کے سامنے تھے اور مثل اُسکے ہی جو ابن بابویہ رہ نے بسند اپنی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہی کہ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے نور مقدس جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ کو خلق فرمایا پہلے اِسکے کہ آسمانون کو اور زمین اور عرش و کرسی اور لوح و قلم اور بہشت و دوزخ کو پیدا کرتا اور پہلے اِسکے کہ کسی اور پیغمبر کو پیغمبران سے پیدا کرتا اور مدت تقدم مذکور کی باعتبار سال مشہور کے چار لاکھ چوبیس ہزار برس تھی اور اُس نور کے ساتھ بارہ حجاب تھے حجاب قدرت و حجاب عظمت الخ الحدیث اور بعض روایات سے تاخر خلقت عرش سے مستفاد ہوتا ہی جیسا کہ کافی مین ہی قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى خَلَقَ الْعَقْلَ وَهُوَ اَوَّلُ خَلْقٍ مِنَ الرُّوْحَانِيِّيْنَ عَنْ يَمِيْنِ الْعَرْشِ ملا محسن نے کتاب وافی مین لکھا ہی کہ عقل جوہر ملکوتی نورانی ہی کہ خدا نے اُسے نور عظمت سے اپنے پیدا فرمایا ہی اور اُسی کے ساتھ آسمانون کو اور زمینون کو اور جو کچھ اُنکے جرم مین اور اُنکے درمیان مین ہی خیرات اور نیکیون سے قائم کیا ہی اور اُسی کی جہت سے سب کو جو اس عالم مین ہین خلعت ہستی اور وجود پہنایا ہی اور بواسطہ اُسی کے دروازے کرم و بخشش کے کھلے ہین اور اگر وہ نہوتے تو ہم سب عدم کی تاریکی مین ہوتے اور دروازے نعمتون کے ہم پر بند ہوتے اور وہ اول مخلوق ہی روحانیون سے جو عرش کے داہنے پر ہین اور وہ بعینہ نور ہی ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا اور روح ہی آنحضرت کی جس سے شاخین نکلی ہین اُنکی اوصیاے معصومین کے انوار کی اور ارواح پیغمبرن و مرسلین سلام اللہ علیہم اجمعین کی

بعد پیدا کی ہی انکی شعاع سے انکے شیعون کی ارواح جو شیعہ کہ پیدا ہو چکے ہین اول مین اور جو شیعہ پیدا ہون گے
آخر مین فرمایا ہی ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ نے کہ پہلے جو خدا نے پیدا کیا وہ میرا نور تھا اور دوسری روایت مین ہی
کہ میری روح تھی اور حدیث قدسی مین ہی کہ اگر تو نہوتا تو کبھی آسمانون کو پیدا نہ کرتا اور اس معنی مین بہت سی احادیث
وارد ہوئی ہین انتہی کلامہ لیکن پوشیدہ نرہے کہ اولیت مطلقہ کے لیے اس جگہ ایک معنی لطیف اور بھی ہی اور وہ یہ
کہ تقدم سے مراد علت غائی کا تقدم ہو کہ علم مین مقدم اور وجود مین بعد ہو فتدبر جناب آخوند علیہ الرحمہ نے فرمایا ہی
جسکا حاصل یہ ہی کہ وہ سب یعنی نبی اور ائمہ علیہم السلام مقصود ہین ایجاد عالم وجود مین اور مخصوص ہین ساتھ شفاعت کبرا اور
مقام محمود کے اور معنی شفاعت کبرا کے یہ ہین کہ وہ حضرات وسایط ہین فیوض الٰہی کے اس عالم مین اور آخرت کے عالم مین
کیونکہ وہی قابل ہین واسطے فیوضات الٰہیہ کے اور حمایت قدسیہ کے اور انھین کے طفیل سے رحمت خدا کی سب
موجودات پر فائض ہوتی ہی اور اس قول سے بھی علت غائی ہونا ان حضرات کا مستفاد ہوتا ہی جس سے تقدم
رتبی ظاہر ہوتا ہی اور وہ احادیث کہ جنمین تصریح اسکی ہی کہ اُس وجود مین عبادت الٰہی بھی کرتے تھے وہ اس احتمال کے
منافی نہین ہین کیونکہ وجود دو طرح پر ہی ایک وجود روحانی اور دوسرے وجود جسمانی اور علت کا وجود جسمانی متوخر ہوتا ہی
نہ روحانی جیسا کہ بطرق متعددہ عبد اللہ ابن عباس سے منقول ہی کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ نے فرمایا کہ
حق تعالی نے پیدا کیا میرے نور کو عرش کے نیچے بارہ ہزار سال پہلے خلقت آدم سے پس جب آدم کو پیدا کیا
اور اُس نور کو صلب آدم مین ڈالا پس وہ نور ایک صلب سے دوسرے صلب مین منتقل ہوتا تھا یہان تک کہ
ہم صلب عبد اللہ و ابو طالب مین جدا ہوے پس حق تعالی نے مجھے اُس نور سے پیدا فرمایا اور بسند ہاے دیگر
معاذ بن جبل سے منقول ہی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ نے فرمایا کہ بدرستیکہ حق تعالی نے پیدا کیا مجھے اور علی و فاطمہ و
حسن و حسین علیہم السلام کو سات ہزار سال پہلے دنیا کے پیدا کرنے کے معاذ نے عرض کیا کہ اے رسول خدا پھر آپ کہان تھے
فرمایا کہ عرش کے آگے ہم تھے تسبیح و تحمید و تقدیس و تمجید خدا کرتے تھے معاذ نے عرض کی کہ کسکے مثال تھے فرمایا کہ
چند اشباح نور کے تھے پھر جب حق تعالی نے چاہا کہ ہماری صورت کو پیدا کرے تو ہمین چند عمود نور کی طرح بنایا اور
آدم کے صلب مین جگہ دی پس باہر نکالا ہمین ہمارے آبا کے اصلاب اور امہات کے ارحام کی طرف اور نہین پہونچی ہمین
وہ نجاست شرک و زنا کی جو زمان کفر مین تھی اور بسند معتبر جناب امام جعفر صادقؑ سے منقول ہی کہ محمدؐ اور علیؑ دو نور تھے
قریب خداوند عالم کے دو ہزار برس پہلے اس سے کہ خداے تعالی خلائق کو پیدا فرماے پس جب فرشتون نے دیکھا تو ایک کو
اصل پایا اور اُس سے ایک شعاع روشن تھی کہ وہ اُس اصل کی شاخ تھی پس کہا انھون نے کہ خداوندا یہ نور کیا ہی پس وحی
نازل ہوئی کہ یہ ایک نور ہی میرے انوار سے کہ اصل اسکی پیغمبری ہی اور فرع اسکی امامت ہی الخ اور دوسری سند انھین
حضرت سے منقول ہی کہ حق تعالی نے حضرت رسالتمآب سے خطاب فرمایا کہ اے محمد بدرستیکہ پیدا کیا مین نے تجھے اور

علی کو ایک نور یعنی روح بے بدن پہلے اس سے کہ آسمانون کو اور زمین کو اور عرش و دریا کو پیدا کرتا پس ہمیشہ ہم تہلیل و تمجید کرتے تھے اور بسند معتبر جناب ابی ذر رہ سے منقول ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا کہ مین اور علی ایک نور سے پیدا ہوے اور عرش کی جانب راست ہم دونون تسبیح خدا کرتے تھے دو ہزار برس پہلے اس سے کہ حق تعالی آدم کو پیدا کیا پس جب آدم کو پیدا کیا تو ہمارے نور کو انکی پشت مین رکھا اور جب آدم بہشت مین ساکن ہوتے تو ہم انکی پشت مین تھے اور جب نوح کشتی پر سوار ہوے تو ہم انکی پشت مین تھے اور جب ابراہیم آگ مین ڈالے گئے تو ہم انکی پشت مین تھے اور ہمیشہ ہم پشتہاے پاکیزہ اور رحم ہاے مطہر مین حق تعالی جگہ دیتا آیا یہان تک کہ صلب عبد المطلب مین پہونچے اُس نور کے دو ٹکڑے کیے گئے مجھے صلب عبد اللہ مین اور علی کو صلب ابوطالب مین ڈالا الی آخر الحدیث اور اخبار فریقین مین وارد ہے کہ مین اُسوقت سے پیغمبر ہون کہ آدم مٹی اور پانی مین تھا اور بعض روایات مین اسطرح ہے کہ آدم روح و جسد کے درمیان تھے اور اس مضامین کی احادیث بہت ہین اور اس اختلافات مین جمع کی صورتین متعدد ہین مختصر یہ ہے کہ جیسا خلق ایجاد کے معنی پر آیا ہے اسی طرح بمعنی تقدیر بھی آیا ہے یہان تک کہ جناب سید نے حدیقہ سلطانیہ مین بعض شارحین شمائل ترمذی سے نقل فرمایا ہے کہ کہا ہے اُسنے کہ بعضون نے کہا ہے کہ خلق بمعنی تقدیر حقیقت ہے اور بمعنی ایجاد مجاز ہے اگرچہ استعمال اسکا دوسرے معنی مین بہت ہے اور ہرچند کہ حقیقت مین یہ بات نہوں لیکن لفظ خلق کے دونون معنون مین شائع ہونے مین تامل نہین ہے اور جب یہ ہوا تو محتمل ہے کہ بعض روایات مین خلق تقدیر کے معنی پر ہو اور تقدیر اعم ہے اس سے کہ تقدیر علمی ہو یا عبارت لوح محفوظ مین لکھنے سے اور فرشتون پر ظاہر کرنے سے ہو اور بعض روایات مین ایجاد نور اور ایجاد روح کے معنون پر ہو اور یہ لازم نہین ہے کہ نور و روح سے ایک معنی مراد ہون کیونکہ نور کو اصلاب و ارحام مین رکھنا دلالت کرتا ہے کہ غیر روح ہے اور جب یہ واضح ہو چکا تو جو اختلافات کہ مدت تقدم مین وارد ہے اُسمین ممکن ہے کہ بحسب مراتب تقدیر و ایجاد ہو اور پہلے ہونا جیسا محتمل ہے کہ حقیقی ہو اسی طرح محتمل ہے کہ پہلا ہونا بھی اضافی ہو اور شرف و فضیلت کے مقام پر ایسے بیان نادر نہین ہین اور بعض اعداد مثل سبعہ و سبعین کے محاورہ عرب مین مطلق کثرت کے واسطے بھی آتے ہین لیکن تقدیر کا حمل کرنا تقدیر علمی پر یقینی مستبعد ہے کیونکہ علم الہی ازلی اور غیر محدود ہے اور اسمین اختصاص ایک شخص کا دوسرے کی بہ نسبت نہین ہو سکتا پس کتابت لوح مین قلم نور سے مراد ہوگی یا خلق نوری مثل اشباح کے قبل عالم ارواح کے یا خود عالم مراد ہو یا حضرت کے نور کا وجود کسی اور عنوان سے مقصود ہوگا اور چونکہ شبح کے معنی اصل لغت مین کالبد کے ہین اس سبب سے مراد ایک جسم لطیف ہے جو مشابہ اجسام ظاہریہ کے ہے مثل اُنکے نمونے کے پس مناسب تعبیر کی خبیر بصیر پر پوشیدہ نہوگی اور یہ مراد بعض اخبار سے بھی مستفاد ہوتی ہے جیسا کہ وارد ہے خلق اللہ محمدا و عترتہ اشباح نور بین یدی اللہ قلت وما الاشباح قال ظل النور ابدان نورانیۃ بلا ارواح یعنی خدا نے پیغمبر اور ائمہ ہدی علیہم السلام کو بطور اشباح نور اپنے سامنے پیدا فرمایا راوی نے عرض کیا کہ اشباح کیا ہے فرمایا کہ نور کا سایہ اور ابدان نورانیہ بلا ارواح لطیفہ

اور ظاہر یہ ہے کہ منظور اُن کے سمجھانے کے جسم لطیف کو مختلف بیانوں سے اور کسی طرح مناسبات و ملائمات ارشاد فرمایا کیونکہ سایہ لطیف ہوتا ہے اُس شے کا جسکا سایہ ہے اور اسی جہت سے اُسے سایہ کہتے ہیں اور نور جسم لطیف شفاف ہے پس اس جہت سے اگر اُسے ابدان نور کہیں تو اچھا ہے اور روح ایک جزو شریف ہے اجسام ذوی العقول سے پس وہ انوار مقدسہ باین مناسبت حق میں ساتھ سکے کہ بلفظ ارواح تعبیر کیے جائیں ورنہ حقیقت اِن اشباح و انوار کی طاقت بشری سے باہر ہے جس کسی نے جو کچھ کہا ہے یا کہیگا بطور احتمال ہوگا اور علم حقیقی اسکا خدا کو ہے اور جناب سید سند نے شارح شمائل ترمذی سے نقل فرمایا ہے کہ انھوں نے کہا کہ ارواح اجساد کے پہلے پیدا کی گئی ہیں اس صورت میں قول حضرت کا کُنتُ نَبِیًّا وَآدَمُ بَینَ الْمَاءِ وَالطِّینِ اشارہ طرف حضرت کی روح کے ہوگا یا اُسی حقیقت کی طرف آنحضرت کی حقائق سے یہ ایما واقع ہوا ہے کیونکہ حضرت کی حقیقت کو سوائے خدا کے کوئی نہیں پہچان سکتا یا وہ پہچانے جسے اُسنے اسکا علم عطا فرماکر برگزیدہ کیا ہو اور حق تعالی جسوقت جیسی اور جو چاہتا ہے اور جسے چاہتا ہے ویسی حقیقت دیدیتا ہے پس حقیقت حضرت کی نبوت کے ساتھ فائز ہوئی اور اسم مبارک آپ کا عرش پر لکھا گیا تاکہ فرشتے اور جو مخلوقات وہاں اُنکے سوا تھیں وہ اس کرامت کو حضرت کی جو خدا کے سامنے ہے جانیں پس مراد یہ ہے کہ یہ روح اور وہ حقیقت جسکی کنہ معلوم نہیں ہو سکتی اُسی وقت سے کہ حضرت کا نور خلق ہوا موجود تھے اگرچہ جسم شریف وجود میں متاخر ہوا پس اوصاف کمالیہ آنحضرت کے ابتدائے پیدائش نور سے آپ کے پہلے ہیں انہیں تاخیر کو دخل نہیں ہے اور متاخر نہیں ہے مگر کیونکر نور وجود شریف کا حضرت کے انتقالات اصلاب و ارحام میں انتہی محصلہ اور فی الواقع یہ تقریر شارح مذکور کی بہت متین اور لائق مدح ہے اور ہمارے اخبار کے بھی منافی نہیں ہے بہرطور ثابت ہوا کہ فضیلت تقدم وجود نور کی یا روح دونوں کی حضرت کے واسطے ایسی مخصوص ہے اور پیغمبروں کے اور مخلوقات کے لیے نہیں ہے مگر اُنکے جنکو حق تعالی نے انکی فرع مقرر فرماکر شریک اصل تقدیم خلق میں کیا ہو لیکن اس سے یہ اعتقاد کرنا کہ پیغمبر اور ائمہ علیہم السلام موثر اور موجد اور مدبر ہیں اُنکے جو اس عالم میں پایا گیا ہے پس یہ کفر ہے اور فلاسفہ کے قول سے مشابہ ہے جو وہ کہتے ہیں کہ واحد سے سوا واحد کے اور کچھ صادر نہیں ہوتا پس اُس واحد کو واسطہ صدور کثرت کا جانتے ہیں جیسا کہ قریب اسکے قول شارح مواقف کا نقل کیا گیا ہے اور اسی طرح یہ قول مشابہ بقول صوفیہ ہے کہ وہ بھی مظہر واحد کو مظاہر انوار تطورات کا قرار دیتے ہیں اور مشابہ ہیں مفوضہ کے ساتھ جو خلق و رزق و تدبیر عالم کو کہتے ہیں کہ خدا نے محمد و علی اور سب ائمہ کو سپرد فرمایا ہے اور یہ سب کفر ہے خواہ آنحضرات کو مستقل فاعل جانیں یا فاعل مستقل خدا کو اور انھیں بمنزلہ آلات کے قرار دیں کیونکہ حق تعالی غنی بالذات اور محتاج طرف وسایط و آلات کے نہیں ہے اور یہ قایل تفویض کے ساتھ ہوں پس یہ باطل ہے اور یہ بطلان ضروریات دین سے ہے ہاں ان بزرگواروں کی برکات سے یہ عالم قائم ہے اور اسی جہت سے نسبت مجازی بعض نصوص میں کہ جو اخبار احاد سے ہیں وارد ہوئی ہے جیسا کہ باب اول میں مذکور ہوئیں اور قریب اسکے ہے وہ روایت کہ جو فاضل نعمانی نے عبداللہ بن مسعود سے کہ اُنہنے پیغمبر خدا سے نقل کیا ہے حاصل اُسکا یہ ہے کہ پوچھا مسعود نے

آنحضرت سے کہ مین نہین جانتا کہ آپ اور علی علیہ السلام دونون مین افضل کون ہے حضرت نے فرمایا کہ بیٹھ جا مین بیان کرتا ہون پس وہ بیٹھ گیا بعد اُسکے فرمایا کہ جان تو کہ حق تعالی نے مجھے اور علی بن ابیطالب کو اپنے نور عظمت سے پیدا کیا دو ہزار برس پہلے اور مخلوقات کے پیدا کرنے سے کہ اسوقت تسبیح و تقدیس و تہلیل کرنے والا کوئی نہ تھا اور جب چاہا کہ سب خلق کو پیدا فرمائے تو میرے نور کو پھاڑا اور اُس سے آسمانون کو اور زمین کو پیدا کیا اور مین قسم ہے خدا کی کہ آسمانون سے اور زمین سے بہتر و بزرگ ہون اور نور علی بن ابیطالب کو شگافتہ کیا پھر اُس سے عرش و کرسی کو پیدا کیا اور علی بن ابیطالب علیہ السلام بزرگ ہین عرش و کرسی سے اور شگافتہ کیا نور حسن کو اور خلق فرمایا اُس سے لوح و قلم کو اور قسم ہے خدا کی کہ حسن بزرگ ہے لوح و قلم سے اور شگافتہ کیا نور حسین کو اور اُس سے پیدا فرمایا بہشتون کو اور حور عین کو اور حسین قسم ہے خدا کی کہ بزرگ ہے بہشت و حوران عین سے بعد اُسکے تاریکی نے مشرق و مغرب کو سیاہ کیا اور فرشتون نے خدا سے شکایت کی اسلیے کہ اُنسے اِس تیرگی کو دفع کرے پس حق تعالی نے ایک کلمہ خلق فرمایا اور اُس کلمہ سے روح کو پیدا کیا بعد اُسکے دوسرا کلمہ فرمایا اور اُس دوسرے کلمہ سے نور کو پیدا کیا پس اُس نور کو اِس روح کے ساتھ ملا کر عرش کے آگے اپنے کھڑا کیا پس جمیع مشارق و مغارب روشن ہوے پس وہ فاطمہ زہرا ہے اور اِسی لیے زہرا کے ساتھ نام رکھی گئین الخ الحدیث اور اِسی مضمون کو بتفاوت یسیر جناب سید سند نے حدیقہ سلطانیہ مین اسطرح لکھا ہے کہ جب خدا نے چاہا کہ تمامی خلق کو پیدا کرے تو میرے نور کو شگافتہ فرمایا اور اُس سے عرش کو پیدا کیا پس عرش میرے نور سے ہے اور میرا نور خدا کے نور سے ہے اور میرا نور عرش سے افضل ہے بعد اُسکے میرے بھائی علی بن ابیطالب کے نور کو شگافتہ فرمایا اور اُس سے فرشتون کو پیدا کیا اور علی کا نور نور خدا سے ہے اور علی افضل ہین فرشتون سے بعد اُسکے میری بیٹی فاطمہ کے نور کو شگافتہ فرمایا اور اُس سے آسمانون کو اور زمین کو پیدا کیا پس آسمان و زمین میری بیٹی کے نور سے مخلوق ہین بعد اُسکے میرے فرزند حسن کے نور کو شگافتہ کیا اور اُس سے آفتاب و ماہتاب کو پیدا کیا پس آفتاب و ماہتاب میرے فرزند حسن کے نور سے پیدا ہوے ہین اور حسن کا نور نور خدا سے ہے اور حسن آفتاب و ماہتاب سے افضل ہین بعد اُسکے نور حسین کو شگافتہ فرمایا اور اُس سے بہشت اور حور العین کو پیدا کیا پس بہشت اور حور العین نور حسین سے ہین اور حسین کا نور نور خدا سے ہے اور حسین افضل و بہتر ہے بہشت اور حور عین سے الخ بالجملہ ان اخبار سے یہ ظاہر مین سمجھا جاتا ہے کہ انوار مقدسہ ان بزرگوارون کے اصل و سبب ہین خلق مخلوقات کے لیے جیساکہ حیوان سے بچہ یا انڈا یا نطفہ یا انسان سے آواز و کلام یا بلغم یا اور فضول پیدا ہوتے ہین کہ وہ بمنزلہ اصل کے اُسکے ہوتا ہے اور جو اُس سے نکلتا ہے اور خارج ہوتا ہے وہ بمنزلہ شاخ کے ہوتا ہے اور حقیقت مین اصل کے شریک ہوتا ہے لیکن واقع مین یہ اعتقاد بیان کرنا اور اِس سے مراد جانتا نہین چاہیے کیونکہ اول یہ اخبار احاد ہین جو مفید اعتقاد نہین دوسرے یہ کہ واقع مین جو یہ مضامین وارد ہوے ہین وہ از قسم استعارات اور مجازات ہین کہ دلالت مزید اختصاص اور علو مرتبہ پر اُنکے کرتے ہین نہ از راہ حقیقت اور اِس مقام مین

اگر کوئی قیاس کرے کہ جسطرح یہ اشیاے مذکورہ اُن حضرات کے انوار سے پیدا ہوئی ہین اسی طرح ان حضرات کے
انوار انور ذات خدا سے پیدا ہوے ہین تو یہ قیاس باطل ہی کیونکہ حق تعالیٰ مخصوص ہی ساتھ اس بات کے کہ نہ اُس سے
کچھ پیدا ہوا ہی اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا ہی کما قال عزّ من قائل لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ جناب سید سند نے ایک روایت حضرت امام حسین
علیہ السلام سے نقل کی ہی حاصل اُسکا یہ ہی کہ کوئی کثیف چیز خداے تعالیٰ سے پیدا نہین ہوتی مثل فرزند اور بول و غائط و منی
و بلغم اور جملہ کثافات کے جو مخلوقین سے پیدا ہوتی ہین اور نہ کوئی لطیف چیز مثل کلام و آواز و نور بصر کے اُس سے پیدا ہوتی ہین
اور نہ حوادث اُس سے اُٹھتے ہین مثل پسینے کے اور خواب اور خطورات قلبی اور غم و اندوہ و شادی کے اور نہ خود وہ کسی سے پیدا ہوا ہی
نہ کسی چیز سے باہر آیا ہی جیسا کہ سب اشیاے کثیفہ عناصر سے اپنے باہر آتی ہین مثل حیوانات کے اور گھانس کے اور نباتات کے
کہ زمین سے اُگتے ہین اور پانی کی طرح کہ چشمہ سے نکلتا ہی نہ مانند چیزہاے لطیف کے کہ اپنے مرکز سے نکلتی ہین جیسا کہ
بینائی آنکھ سے نکلتی ہی اور سُننا کان سے ظاہر ہوتا ہی الخ اور چاہئے تا کہ ترجمہ لفظ اشتقاق کا ہی اسپر دلالت نہین کرتا کہ حضرات
العیاذ باللہ مادہ و ہیولے اجسام کے ہین جیسا کہ متصوفہ پر لازم آتا ہی کیونکہ یہ سب ان سب مراتب کو تنزلات وجود مطلق
اور وجود حق پر حمل کرتے ہین اور مٹی اور کوزہ اور دریا اور امواج کی مثال لاتے ہین بالجملہ ایسے استعارات جنکی کنہ حقیقت
معلوم نہو جہان جہان کہین واقع ہون وہان اپنی طرف سے کسی معنی کی تعیین نہ کرنا بہتر ہی اور ایسی جرأت و جسارت سے
جو موجب خسارہ ہو احتیاط ضروری ہی بلکہ ایسی چیزون کے علم کو حوالہ بخدا و رسول کرنا باعث سلامتی دین و ایمان کا ہی
جیسا کہ آیات و احادیث مین وارد ہی تتمیم بیان مین اس امر کے کہ حضرت کے آباے طاہرین سب مومن

تتمیم بیان مین آنحضرت کے آباے طاہرین کے سب مومن

و موحد تھے اور کچھ کچھ احوال اُن حضرت کے آبا و اجداد کا جو مشہور ہین جاننا چاہیے کہ اجداد
حضرت کے سب موحد تھے دل انکے نور ایمان سے نورانی تھے اور نجاست کفر سے صاف و پاک تھے اور یہ مسئلہ
فرقۂ حقہ امامیہ مین اتفاقی ہی کسی نے اسمین اختلاف نہین کیا ہی مگر حضرات اہل سنت مین مختلف فیہ ہی چنانچہ جناب
سید سند نے فرمایا ہی کہ مواہب لدنیہ سے ظاہر ہوتا ہی کہ محققین اہل سنت قائل ہوے ہین کہ عبد اللہ باپ آنحضرت کے
کافر تھے اور اسی طرح عبد المطلب کے لیے جو جد عالی مقدار حضرت کے ہین تکفیر کرتے ہین اور مذہب منصور اسی کو کہتے ہین
اور انکے اثبات مین سعی کرتے ہین یہان تک کہ بعض فضلاے نے انکے لکھا ہی کہ اس مسئلہ مین بحث اس جہت سے کہ مشتمل
اوپر استخفاف و ایذاے پیغمبر خدا کے ہی ترک کے لائق ہی جیسا کہ قسطلانی نے بھی مواہب لدنیہ مین اُسکا اعتراف کیا ہی
کیونکہ پہلے تطویل کلام اس جگہ نقض و ابرام کی ساتھ بہت کے ہی اور اپنے زعم مین اثبات کفر حضرت کے آبا کا نعوذ باللہ
بمفاد بعض روایات مسلم کے کیا ہی اور متمسک اس روایت سے ہین کہ جو ایک شخص سے مروی ہی کہ اُسنے آنحضرت سے عرض کیا
کہ میرا باپ کہان ہی فرمایا آگ مین ہی جب وہ چلا تو اُسے طلب کیا اور فرمایا کہ بدرستیکہ میرا باپ اور تیرا باپ دونون آگ مین ہین
اور روایت بریدہ سے استدلال کرتے ہین کہ کہا اُسنے کہ ایک روز پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ حضرت آمنہ کی قبر پر تشریف لیگئے

اور رو دئے حاضرین نے وجہ گریہ پوچھی فرمایا کہ مین نے خدا سے اجازت مان کی قبر پر جانے کی چاہی حکم ہوا بعد اُسکے
اُنکی مغفرت کو طلب کیا اُسکی رخصت نہوئی اسلیے مین رویا پس سب حاضرین ایسا روئے کہ ایسا رونا کبھی کسی نے
نہین دیکھا تھا بعد اُسکے شیعہ جو استدلال مین آیات واحادیث آنحضرت کے آباے طاہرین کے بری ہونے پر کفر سے
نقل کرتے ہین اُنکا ایک جواب جو بہت بے حقیقت و رکیک ہو اپنے زعم باطل مین دے کر کہا ہو کہ ھذا اما تیسر لی
من البحث فی مسئلۃ والدیہ وکان الاولی ترک ذلک وانما جرنا الیہ ما وقع من المباحثۃ بین علماء العصر فالحذر
الحذر من ذکرھما بما فیہ نقص فان ذلک یوذی النبی ولا ریب ان اذاہ کفر یقتل فاعلہ لم یتب عندنا انتھی کلامہ
بعد اُسکے جناب سید سند نے فرمایا ہو کہ سبحان اللہ یہ شخص علی اکرم اثبات کفر آباے کرام مین آنحضرت کے تھا اور خود اونہانے یہی کی زبانی
اُسکا کفر ثابت کیا کون سا نقص ہے اس سے زیادہ ہو کہ کفر سے نسبت بلکہ اُسکا اثبات حضرت کے آبا کی طرف کیا جائے اثبات کفر سے
کچھ خوف نہین کرتے نقص کے اثبات مین ڈراتے ہین اور جب مطلق نقص کی نسبت حضرت کے آباے طاہرین کی طرف
باقرار زبانی فاضل مذکور کے مستلزم پیغمبر خدا کی اذیت رسانی کا سبب ہو اور اذیت کا پہونچانا پیغمبر کو مستلزم کفر ہو اور
اُسکے فاعل کا قتل کرنا واجب ہو تو نسبت کفر کے کرنا تو بطریق اولی اُسکا سبب ہوگا مگر یقین کہ اُنہے اب توبہ کی ہو سے
پھر یہ کہان ہو سکتا ہو انتہی کلامہ اعلی اللہ مقامہ حقیقت امر یہ ہو کہ ایسی بات مین ان فضلا کو یہ جرأت کرنی لائق
تعجب ہو کیونکہ اگر مخالفت علماے امامیہ کے لیے یہ طریقہ اختیار کیا ہو اور ظاہر ہو کہ یونہین ہو تو نبی کے بارہ مین تو کوئی وجہ
مخالفت کی نہین ہو سب مسلمان اقرار شہادتین مین جسطرح متحد ہین اسی طرح تنزیہ مین رذائل سے و اثبات فضائل مین جناب
رسالتمآب کے لیے یک دل و زبان ہونا چاہیے اور اگر بالفرض بعض روایات کے ذریعہ سے اثبات کفر کا بہ نسبت آباے
طاہرین پیغمبر خدا کے کرتے ہین تو اول یہ اخبار بہت شاذ اور اسکے معارض روایات اُنکے یہان بھی موجود پھر انھین اخبار کی
تاویل کیون نہین فرماتے جیسا کہ اسمین کلام کو طول دیا اسی طرح تاویل اخبار مذکورہ مین بھی زور علم دکھاتے کیا آباے نبی کا
اثبات ایمان جو بشہادت قرآن واحادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ ثابت اور ظاہر ہو اثبات ایمان فرعون سے بھی جو
مدعی الوہیت ہوا اور کتب سماویہ اُسکے ذکر کفر پر مشتمل ہین اور اہل ادیان سب بکثرت فرق اُسکے کفر پر گواہ مین زیادہ مشکل ہے
پھر تعجب افزا یہ بات ہو کہ اُسکے اثبات ایمان کے لیے بعض اہل سنت نے ایک مستقل کتاب لکھی اور آیات قرآنی کی تاویل کی
لفظ عذاب کو جو اُسکے حال مین واقع ہوا ہو مشتق عذوبت سے جو شیرینی کے معنون پر پڑھ گیا اور ایمان اُسکا بزور علم ثابت کیا
یہان نہ حمایت اسلام و دینی مسلمین کی ثواب کا شوق نہ تاذی پیغمبر کا اس نقص سے خوف مانع ہوا مباحثہ علماے عصر سے
اسقدر غصہ تیز ہوا کہ مطلق اخبار متفق علیہ بین الفریقین سے چشم پوشی اختیار کی آخر حضرات اہل سنت سے وہی تو علما
اور فضلا نامی ہین جنھون نے اس روایت کو نقل کیا ہو کہ پیغمبر نے فرمایا ینقلنی اللہ من اصلاب الطاھرین الی ارحام
المطہرات حتی اخرجنی فی عالمکم ھذا یعنی ہمیشہ حق تعالی مجھے نقل فرماتا رہا پشت ہاے پاکیزہ سے طرف رحم ہاے

یہان تک کہ ظاہر فرمایا مجھے تمھارے اس جہان مین امام رازی نے اس روایت کی نقل کرنے کے بعد اُسکے تقریب
ولادت مین جو کہا ہی محصل اُسکا یہ ہی کہ مشرکین نجس ہین پس اگر آنحضرت کے آباے طاہرین شرک رکھتے ہوتے تو طہارت کے
ساتھ موصوف نہوتے اور امامیہ کے طریقہ کے موافق روایات کثیرہ اسپر دلالت کرتی ہین جیسا کہ ابن بابویہ علیہ الرحمہ نے
اصبغ بن نباتہ سے روایت کی ہی کہ اُسنے کہا کہ سنا مین نے امیر المومنین علیؑ سے کہ فرماتے تھے کہ عبادت نہین کی میرے
باپ نے نہ میرے دادا عبد المطلب نے نہ ہاشم نے نہ عبد مناف نے کسی وقت مین کسی بت کی اور اصول کافی مین
انکی سند سے حضرت امام جعفر صادقؑ سے منقول ہی کہ حق تعالیٰ نے نور محمدؐ و علیؑ کو اُس وقت پیدا کیا کہ کسی اور چیز کو خلق
نہین فرمایا تھا اور پشت ہاے پاکیزہ مین انھین جاری کیا درحالیکہ وہ پاک و پاکیزہ تھے یہان تک کہ وہ علیحدہ ہوے
پاکیزہ ترون مین کہ وہ عبد اللہ اور ابو طالب علیہما السلام ہین اور حدیث معتبر مین حضرت صادقؑ سے منقول ہی کہ
جبرئیل پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ پر نازل ہوے اور کہا کہ حق تعالیٰ تمپر سلام بھیج کر فرماتا ہی کہ حرام کیا مین نے آگ کو
اُس پشت پر کہ جس سے تم زمین پر آئے یعنی عبد اللہ اور اسی طرح اس شکم پر کہ جسنے تمھین اُٹھایا یعنی آمنہ اور اُس کنار و
گود پر کہ جس نے تمھاری کفالت کی یعنی ابو طالب اور حضرات اہلسنت سے سوا اُن صاحبون کے جو تکفیر آباے نبی
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بناوجدا قائل ہوے ہین بعض ایسے بھی ہین مثل صاحب کتاب احکام کے کہ اُنھون نے حضرت کی
پاس خاطر سے کہا ہی محصل اُسکا یہ ہی کہ ہم امیدوار ہین کہ عبد المطلب بطوع و رغبت داخل بہشت ہونگے اور نجات پائینگے
ولیکن العیاذ باللہ ابو طالب نجات نہ پائینگے اسلیے کہ انھون نے زمان بعثت کو پایا اور ایمان نہ لاے انتہی کلامہ اور پوشیدہ
نہ رہے کہ یہ بھی خلاف واقع ہی کیونکہ جو روایت متفق علیہ مین الفریقین اس سے پہلے نقل کی گئی ہی اُسکے خلاف ہی اور انشاءاللہ
عنقریب تفصیل اسلام حضرت ابو طالب بیان ہوگی اور جو شخص کہ آنحضرت کے آباے طاہرین کے شمائل سے آگاہ ہو جاتا ہی
کہ نور محمدی انکی پیشانی سے ظاہر و درخشان تھا اور اُنکی سیرت و حالات کے دیکھنے سے بخوبی معلوم ہوتا ہی کہ ہر حال مین
وہ ہدایت کنندہ و باایمان تھے بالجملہ جاننا چاہیے کہ حضرت کے والد بزرگوار کو ذبیح اسلیے کہتے ہین کہ حضرت نے
فرمایا ہی کہ انا ابن الذبیحین یعنی مین ہون فرزند دو ذبیحون کا اور یہ فریقین کی روایت ہی اور عیون اخبار الرضا علیہ السلام مین
مروی ہی کہ حضرت رسول خداؐ نے فرمایا کہ مین بیٹا دو ذبیحون کا ہون ایک عبد اللہ اور ایک اسمعیل جو جد الاجداد آنحضرت کے تھے
لیکن اسمعیل پس وہ ایسے فرزند حلیم تھے کہ حق تعالیٰ نے انکے ساتھ بشارت دی ابراہیم کو اور جب ابراہیمؑ اُنکے ساتھ
مشغول اعمال حج ہوے تو کہا انھون نے کہ مین نے خواب مین دیکھا ہی کہ ذبح کرتا ہون مین تمھین پس نظر فکر کرو کیا
تمھاری راے مین آتا ہی اور کیا مصلحت دیکھتے ہو کہا اے باپ جسکا حکم آپ کو ہوا ہی سے بجا لائیے پاوے گا مجھے صبر
کرنے والون سے اگر خدا چاہے جب ابراہیمؑ نے اُنکے ذبح کرنے کا ارادہ کیا تو حق تعالیٰ نے فدیہ کیا اُسکا ایک گوسفند سیاہ کو
کہ سیاہی مین کھاتا تھا اور سیاہی مین پیتا تھا اور سیاہی مین نظر کرتا تھا یعنی دیکھتا تھا اور سیاہی مین راہ چلتا تھا اور سیاہی مین

پیشاب کرتا تھا اور سیاہی مین فضلہ امعا کا لینڈے گراتا تھا اور اس روایت کو تفسیر صافی مین محقق کاشانی نے نقل کیا ہے
اور جناب سید سند نے بھی حدیقہ سلطانیہ مین نقل کیا ہے اور اُسکی تاویل مین فرمایا ہے کہ مراد اس سے یہ ہے کہ ایسے سبزہ زار مین
اُسنے تربیت و پرورش پائی تھی کہ جہان وہ بیٹھتا تھا یا اُٹھتا تھا یا کھاتا تھا یا پیتا تھا اور اسی طرح جملہ افعال جہان اُس سے
سرزد ہوتے تھے وہ سب مقامات سرسبز و شاداب تھے اور جو سبزی کہ نہایت تیرگی ہو اُسے کبھی تعبیر مین سیاہ کہتے ہین اور
یا مراد اُس سے یہ ہے کہ یہ اعضا اُسکے یعنی منھ اور آنکھین اُسکی اور اسی طرح سب اعضا اُسکے سیاہ رنگ تھے انتہی کلامہ
اعلی اللہ مقامہ پھر محصل روایت سے یہ ہے کہ وہ گوسفند چالیس برس پیشتر اپنے فدیہ ہونے سے باغہاے بہشت مین
چرا تھا اور اُسکی خلقت رحم مادر سے نہین ہوئی بلکہ حق تعالی نے فرمایا کہ پیدا ہو جا وہ موجود ہو گیا اسلیے کہ فدیہ اسمعیل ہو
پس جو گوسفند کہ منی مین قربانی کیا جاتا ہے وہ روز قیامت تک فدیہ اسمعیل کا ہے فقط واضح ہو کہ جو مراد مذکور ہوئی شاید
ایسا ہی ہو کیونکہ احتمال ہے کہ الفاظ روایت کے قرینہ سے استنباط کیا گیا ہے کیونکہ بول و براز کا بہشت مین ہونا کیسا مگر یہ
بہشت دنیا مراد ہو غرض یہ صفت گوسفند مذکور کی روایت مین وارد ہوئی ہے اور معصوم اپنے کلام کی مراد خوب جانتے ہین
چاہے وہ حقیقی معنون مین ہو یا استعارہ ہو کسی حالت سے اس مقام پر ذبیحین کے بیان سے جو بطور اخبار خاصہ وارد ہوا ہے
مطلب تھا تو ایک ذبیح کا آباے حضرت سے حال بیان ہوا دوسرے ذبیح کہ عبد اللہ پدر قریب آنحضرت کے ہین انکا
قصہ جو جناب سید سند نے لکھا ہے یہ ہے کہ عبد المطلب نے حلقہ در کعبہ سے لپٹ کر دعا کی تھی کہ حق تعالی دس فرزند مجھے
کرامت فرماے اور نذر کی تھی کہ اگر خداوند تو یہ نعمت مجھے دے تو ایک کو مین قربانی کرونگا جب حق تعالی نے دس فرزند
اُنھین عطا فرماے تو انھون نے کہا کہ خدا نے اپنے وعدہ کو وفا فرمایا مین بھی اپنی نذر پر وفا کرونگا بعد اُسکے اپنے بیٹون کو
خانہ کعبہ مین داخل کیا اور تین بار قرعہ انکے نام پر ڈالا ہر بار قرعہ عبد اللہ کے نام پر نکلا جو والد بزرگوار آنحضرت کے تھے
اور اپنے باپ کے نزدیک اور اولاد مین اُنکی گرامی تر تھے اُسوقت عبد المطلب نے عبد اللہ کو اپنے ساتھ لیا اور انھین
زمین پر لٹایا اور اُنکے ذبح کا ارادہ کیا جب یہ خبر بزرگان قریش کو پہونچی تو سب مجتمع ہوے اور حضرت عبد المطلب کو اس سے
منع کرنے لگے اور زنان عبد المطلب نے جمع ہو کر رونا باواز بلند شروع کیا اُسوقت عاتکہ نے جو عبد المطلب کی بیٹی تھی اُسنے
عرض کیا کہ اے باپ تم اپنے عذر کو جو تمہارے اور خدا کے بیچ مین ہے تمام کرو عبد المطلب نے کہا کہ اے بیٹی کیونکر عذر کو
تمام کرون تو صاحب برکت ہے اپنی راے کو بیان کر عاتکہ نے کہا کہ اے باپ یہ اونٹ جو تمھارے ہین حرم مین چرتے ہین
اُنکے اور اپنے فرزندون کے بیچ مین قرعہ ڈالو اور زیادہ کرتے جاؤ یہان تک کہ حق تعالی راضی ہو جاے پس عبد المطلب نے
اپنے اونٹون کو حاضر کیا اور دس اونٹ انمین سے جدا کیے اور اُنکے اور عبد اللہ کے بیچ مین قرعہ ڈالا قرعہ عبد اللہ کے
نام پر آیا پھر دس اونٹ زیادہ کیے اور پھر قرعہ عبد اللہ کے نام پر آیا یہان تک کہ سو اونٹ تک جب ہوے تو قرعہ
اونٹون کے نام پر آیا اور سب قریشون نے آواز تکبیر کے ساتھ بلند کی یعنی باواز بلند اللہ اکبر کہنے لگے یہان تک کہ

پہاڑ ہلنے لگے انکی آوازون سے ہلنے لگے پھر عبد المطلب نے فرمایا کہ جب تک تین بار قرعہ اونٹون کے نام پر نہ آ گئے مین
عبد اللہ کے ذبح کرنے سے ہاتھ نہ اٹھاؤنگا اسکے بعد پھر دو بار قرعہ ڈالا گیا اور اونٹون کے نام پر نکلا اسوقت زبیر
اور ابو طالب نے اور انکی بہنون نے عبد اللہ کو عبد المطلب کے ہاتھ کے نیچے سے کھینچا اور اسوقت حال یہ تھا کہ جلد
روے نورانی کی انکے سبب گھسنے کے چھل گئی تھی پس اس گوہر یکتا کو ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ مین پھراتے
اور سونگھتے تھے اور انکی سلامتی کے سجدے درگاہ خدا مین ادا کرتے تھے اور خاک کو انکی روے مبارک سے انکے
پاک کرتے تھے اور عبد المطلب نے حکم دیا کہ اونٹون کو مقام خرورہ پر جو صفا و مروہ کے بیچ مین ہے ذبح کرین اور کسی کو منع
نہ کرین جسکا جی چاہے انکا گوشت لے اور یہ از جملہ سنتہاے عبد المطلب ہے جسے حق تعالے نے اسلام مین جاری فرمایا
کہ ہر مرد مسلمان کی دیت سو اونٹ ہوے بالجملہ حضرت کے ابن الذبیحین سے موسوم و مخصوص ہونیکی وجہ مین اکثر
روایات فریقین مین اسی مضمون سے قریب واقع ہوئی ہین اور چونکہ آوازہ حسن و جمال اور نور و ضیاء آن مقرب خدا کا
کمال مرتبہ پر مشہور تھا اور یہ بھی قصہ ذبح و فدا کا باعث زیادتی اشتہار کا ہوا تو زنان قریش آرزومند وصال کی انکے ہوتین
اور ازبسکہ اہل کتاب نے بادراک بعض علامتون کے جانا کہ پیغمبر آخر الزمان بپشت مبارک عبد اللہ سے پیدا ہونگے
اس جہت سے انکی عداوت و مخالفت مین سرگرم ہوے اور انکے ہلاک کرنے کی فکر مین بیٹھتے تھے اور ہمیشہ آثار غریبہ و امور
عجیبہ کا انسے مشاہدہ کرتے تھے اور خائب و خاسر ہوکر پھر آتے تھے ایک روز عبد اللہ شکار کو گئے تھے ایک جماعت کثیر
یہود کی شمشیر بدست شام کی طرف سے انکے قتل کرنے کے ارادے سے پہونچی وہب بن مناف جو باپ آمنہ کے تھے جو مادر گرامی
پیغمبر خدا کی ہین انھون نے اس صحرا مین دیکھا کہ بہت سے سوار جو اہل جہان سے یہان کی مشابہت نہین رکھتے وہ غیب سے
مددگاری کو آنحضرت کی ظاہر ہوے اور ان دشمنون کو حضرت کے دور کیا جب وہب نے یہ دیکھا اور اپنے گھر مین آئے
تو اپنی زوجہ سے کہا کہ مین چاہتا ہون کہ آمنہ کو عبد اللہ کے ساتھ تزویج کر دون عبد المطلب کو میرے بعضے دوستون کے
ذریعہ سے عبد المطلب کی جناب مین پہونچانا چاہیے چونکہ عبد المطلب بھی چاہتے تھے کہ عبد اللہ کی تزویج ہو اور تفحص
کرتے تھے کہ اگر کوئی عورت ایسی ہو کہ شرافت نسب و حسب و عفت کی اسے حاصل ہو تو اسکے ساتھ انکی تزویج ہو چونکہ
آمنہ کو ان صفات کے ساتھ متصف پایا راضی ہو کر انکے ساتھ تزویج کر دی منقول ہے کہ عبد اللہ ایک عورت پر بنی اسد کی
گذرے کہ نام اسکا رقیقہ جو صیغہ تصغیری تھا جب اسنے عبد اللہ کو دیکھا تو عاشق ہو گئی اور کہا کہ جو تمھارے سو اونٹ
نحر ہو گئے وہ میرے ذمہ ہین عبد اللہ نے اسکے احسان کو نہ قبول کیا دوسرے روز ایک عورت کے پاس سے کہ وہ
خثعمیہ سے تھی گذرے کہ اسے علم کہانت مین مہارت تام تھی اور مالدار تھی اسنے اپنے مال سے انھین بہت فریب دیا
لیکن عبد اللہ نے اس سے بھی دوری کی اور کہا کہ مین پہلے گھر پہونچون اور رمی جمرات کر لون پھر آؤنگا جب گھر مین گئے
اور جناب آمنہ سے ہم صحبت ہوے تو نور محمدی صلی اللہ علیہ و آلہ جناب آمنہ کے شکم مبارک کی طرف منتقل ہوا جب

دوسرے وقت عبد اللہ پھر اُس عورت کی طرف سے گذرے تو اُس عورت نے اُس نور کو نہ پایا عبد اللہ سے پوچھا کہ جب سے مجھسے ملاقات ہوئی تھی اسکے بعد تمنے کسی عورت سے صحبت کی تھی انھون نے کہا ہان خشیمہ نے کہا کہ اب مجھے تجھسے کچھ کام نہین ہی تیری پیشانی مین ایک نور دیکھا تھا اسلیے مین چاہتی تھی کہ وہ نور میرا ہو جاے اب وہ اور کی قسمت مین گیا لیکن عبد المطلب پس نام اُنکا شیبہ ہی اور یہ نام اُنکا اسلیے ہوا کہ پیدا ہونے کے وقت اُنکے سر مین سفید بال پیدا ہوے تھے اور بعضون نے وجہ اس تسمیہ کی یہ کہی ہی کہ شیبتہ الحمد سے ہی بسبب کثرت فعال جمیلہ کے جو اُنسے صادر ہوتے تھے اور اس سبب سے لوگ اُنکی تعریف و توصیف بہت کیا کرتے تھے اور بعض مورخین نے انکا نام عامر کہا ہی اور کنیت اُنکی ابو الحارث ہی کہ بڑے اولاد کے نام سے اُنکے کہ اُسکا نام حارث تھا لیکن عبد المطلب کا وجہ تسمیہ کیا ہی پس اسمین چند وجہین ذکر کی ہین مشہور تر اُن وجہہ یہ ہی کہ انکے والد ایک وقت مین مدینہ گئے تھے اور وہان متزوج ہوے تھے اور ایک بیٹا پیدا ہوا تھا جب مطلب ہاشم کے بھائی مدینہ مین گئے اور وہان اُس لڑکے کو انھون نے دیکھا کہ صورت و سیرت مین خوب اور بے نظیر ہی تو کہا انھون نے کہ یہ لڑکا مجھسے مشابہ ہی کسکا ہی تو جو جانتے تھے انھون نے کہا کہ ہاشم بن عبد مناف کا لڑکا ہی یہ سنکر مطلب نے اُسے اٹھالیا اور اونٹ پر اپنے پیچھے بٹھالیا لیکن بسبب اسکے کہ پوشاک انکی میلی تھی اور ہئیات شکستہ تھی تو جو پوچھتا تھا تو یہ کہہ دیتے تھے کہ میرا غلام ہی اس جہت سے انھین عبد المطلب کہنے لگے اسکے سوا اور بھی وجوہ ہین کہ جناب سید سند نے اُسے حدیقہ سلطانیہ مین لکھا ہی مین نے وجہ مشہور پر اکتفا کیا بالجملہ مروی ہی کہ جب حضرت ہاشم نے سلمی کی خواستگاری کی تو گوہر شاہوار نطفہ جناب سید المرسلین شکم طاہر سلمی مین منتقل ہوا جب اس نور کی حامل ہوئین تو انکی پیشانی نورانی سے شعاع اس نور کا ظاہر ہوتا تھا اور مدینہ کی عورتین اُنکے جمال کے مشاہدہ کو آیا کرتی تھین اور اُنکی روشنی اور چمک سے حیران ہوتی تھین اور سلمی جس درخت اور پتھر اور ڈھیلے کے پاس گذرتی تھین وہ اُنپر سلام بھیجتا تھا اور مبارکباد و اکرام کرتا تھا اور ہمیشہ جانب راست سے اپنے ایک آواز سنا کرتی تھین کہ السلام علیک یا خیر البشر اور ان اُمور عجیبہ کو ہاشم سے کہا کرتی تھین اور اپنی قوم سے چھپاتی تھین یہان تک کہ ایک رات کو سنا اُنھون نے کہ ایک منادی نے پکار کر کہا کہ بشارت ہو تجھے کہ حق تعالی نے تجھے ایسا فرزند عطا فرمایا ہی کہ جو اہل شہر اور اہل صحرا سب سے بہتر ہی اور بعد اُسکے ہاشم نے چند روز مدینہ مین رہکر پھر سلمی کو وداع کیا اور کہا کہ مین سپرد کرتا ہون تجھے وہ امانت جسے حق تعالی نے آدم کو سپرد کیا اور آدم نے شیث کو سپرد کیا اور بزرگان دین ہمیشہ اس نور کو ایک دوسرے کو سپرد کرتے آئے یہان تک کہ یہ نور بزرگوار مجھ تک پہونچا اور بزرگی ہماری بسبب اسکے زیادہ ہوئی اور اب مین اس نور کو بحکم خدا تیرے سپرد کرتا ہون اور تجھسے عہد و پیمان لیتا ہون کہ اس نور کی بہت حفاظت کرنا اور میری غیبت مین یہ فرزند پیدا ہو تو چاہیے کہ تیرے پاس آنکھ سے زیادہ بزرگ اور جان سے زیادہ عزیز ہو اور اگر ہو سکے تو ایسا کر کہ کسی کی آنکھ اُسپر نہ پڑ سکے کہ اسکے دشمن اور حاسد یہود وغیرہ سے بہت ہین اور اگر مین اس سفر سے زندہ نہ پھر وان اور میرے مرنے کی

خبر سُننا تو اُسکی محافظت اور خبر گذاشت مین تقصیر نہ کرنا اور جب سن شباب کو یہ پہونچے تو اُسے حرم خدا مین جو مکہ ہی
بھجوا دینا اور چچا سے اُسکے دور نہ کرنا کہ حرم خدا ہماری عزت و نصرت کا گھر ہی سلمی نے کہا کہ مین نے دل و جان سے قبول کیا
تو نے میرے دل کو اپنی جدائی سے درد مین ڈالا خداے تعالی تجھے جلد پھر آنا میرے پاس نصیب کرے بعد اُسکے ہاشم
باہر گئے اور اپنے اور دوسرے عزیزون سے کہا کہ موت ایسی راہ ہی کہ کسی کا اُسمین اختیار نہین ہی اور سب اُس سے لاچار ہین
مین تمسے غائب ہوتا ہون اور نہین جانتا کہ تمھاری طرف پھر آؤنگا یا نہین پس تمھین وصیت کرتا ہون بعد اُسکے وصیتین
اپنی بیان کین اور مطلب کو اپنا جانشین قرار دیا اور فرمایا کہ خانہ کعبہ کی کنجیان اور سقایت حاج و زمزم کی اور ہمارے
دادا نزار کا علم اُسے سپرد کرین اور اپنے فرزند کے لیے وصیت کی اور شام کی طرف متوجہ ہوے جب مقصد کو پہونچ چکے
اور شغل تجارت سے سلمی کے لیے اور ہدیون کے خریدنے سے فارغ ہوے چاہا کہ اب مدینہ کی طرف پھرین ناگاہ مرض اجل
پہونچی پس ایک کاغذ طلب کیا اور بعد نام خدا کے اُسپر لکھا کہ یہ نامہ ہی بندۂ ذلیل کی طرف سے اُس وقت مین کہ مولاے
جلیل نے اُسے فرمان طلب بھجوایا اور جان اُسکی کشاکش مرگ مین تھی اور لکھا اُسمین اور وصیت کی اُسمین اپنے فرزند کے
احترام کے لیے اور اُسکے حق کی رعایت کے لیے سلمی کے بارے مین بعد اُسکے کہا کہ مجھے لٹا دو پھر نظر آسمان کی طرف ڈالی
اور کہا کہ مدارا کرو اے میرے خدا اُسکے بھیجے ہو واسطے نور محمد مصطفی کے جسکا مین حامل تھا جب یہ کہا تو اس فانی سے
عالم بقا کو رحلت فرمائی جب یہ خبر سلمی کو مدینہ مین پہونچی اور حضرت کے جو عزیز مکہ معظمہ مین تھے اِس سے آگاہ ہوے تو
رسم تعزیت کو اُنکی بجالاے اور جب وقت وضع کا سلمی کے پہونچا تو جو درد عورتون کو ہوتا ہی وہ اُنھین پہونچا اور ایک آواز
ہاتف کی اُنھون نے سنی کہ اُسے دیکھنے والون کی آنکھ سے پوشیدہ رکھ تاکہ تمام روے زمین اُس سے سعادت مند ہو
پس موافق اُسکے وہ محل مین لائین دروازے بند کر دیے ناگاہ دیکھا کہ ایک پردہ نور کا آسمان سے لیکر زمین تک اُنکے آگے
ڈالا گیا تاکہ شیاطین اُنکے پاس نہ آئین بعد اُسکے شیبۃ الحمد پیدا ہوے اور نور محمدی اُنسے ساطع تھا اور اُسی وقت
ہنسے اور جب اُنھین اُٹھایا اور دیکھا تو ایک سفید بال اُنکے سر مین دیکھا اور اسی سبب سے شیبۃ الحمد اُنکا نام رکھا
اور سلمی نے اُنکے پیدا ہونے کو پوشیدہ کیا ایک مہینے کے بعد جو عورتین اُنکے رشتہ قرابت مین تھین وہ آگاہ ہوئین اور
مبارکباد کو اُنکی آئین اور اُس مولود کے احوال عجیبہ سے متعجب ہوئین جب دو مہینے کے ہوے اور راہ مین یہود نے
اُنھین دیکھا اور دیکھتے تھے تو اندوہ و کینہ سے بیتاب ہوتے تھے کیونکہ جانتے تھے کہ جو نور کہ اُس سے ساطع ہی وہ نور
محمدی ہی کہ عنقریب جلوہ گر ہوگا اور اُنکے دین کو زائل کریگا حاصل یہ کہ یوماً فیوماً قوت اور شوکت اور متانت و نعمت و حشمت
شیبۃ الحمد کی زیادہ ہوتی جاتی تھی یہان تک کہ سرحد جوانی کو پہونچے اپنے چچا کی خدمت مین پیام بھیجا اور بہت شکایتین
کہلا بھیجین کہ اے فرزندان عبد مناف اپنی عترت سے تمنے غفلت کی ہی اور اپنے گھر کے چراغ کو دوسرون کے گھر مین جلایا ہی
جب مطلب کو معلوم ہوا اُسی وقت سواری آپ نے طلب کی اور تنہا سوار ہو کر مدینہ کو روانہ ہوے جب مدینہ مین پہونچے

تو شیبۃ الحمد کو لڑکون مین مدینہ کے کھیلتے دیکھا پس بعلامت نور محمدی انھین پہچانا اونٹ کو اپنے بٹھایا اور کہا کہ ای
یادگار برادر میرے پاس آ پس شیبہ اُنکے پاس آئے اور کہا کہ مین گمان کرتا ہون کہ میرے چچا ہو اُنھون نے کہا کہ
مُطلب ہون یہ کہکر اُنھین گود مین لیا اور خود بھی سوار ہوے اور شیبہ کو بھی اپنے ساتھ سوار کر لیا اور مکہ کی طرف
روانہ ہوے پس شیبہ نے کہا کہ ای میرے چچا جلد چلو کہ مین ڈرتا ہون کہ میری مان کے قرابت دار مطلع ہو کر مجھے
نہ چھوڑین اور چھین لے جائین یا قوم یہود سے کہ ہمیشہ آزار رسانی کے میرے درپی پھرتے ہین کوئی آسیب و اذیت
پہونچائین مُطلب نے کہا کہ کچھ غم نہ کھاؤ کہ حق تعالی اُنکی شر سے بچائیگا جب یہود مطلع ہوے کہ تنہا شیبۃ الحمد کو لیکر
روانہ ہوے ہین تو اُنکے مارنے کی آرزو مین ستر آدمی اُنسے ہتھیار باندھکر اُنکے پیچھے سے روانہ ہوے جب گھوڑون کی
ٹاپون کی آواز کان مین آئی تو شیبہ نے کہا کہ ای چچا پرا پھیر دو مطلب نے کہا کہ تیری پیشانی راہنمائی کرتی ہی جہان
مین جاؤنگا اس نور کے نشان پر پہونچینگے شیبہ نے عرض کیا کہ اُس نور کو چھپا دیجیے تین تہ کرکے کپڑا پیشانی پر شیبہ کی
ڈالا لیکن اُس چمک مین کچھ فرق نہ آیا مطلب نے کہا کہ یہ نور نہین چھپ سکتا لیکن جسنے اس نور کو کرامت فرمایا ہی
وہ تجھسے خوف و خطر کو بھی دفع کریگا شیبہ نے چچا سے کہا کہ مجھے اونٹ سے اُتار دو کہ مین تمھین قدرت خدا
دکھاؤن جب زمین پر اُتارا خاک پر اُنھون نے سجدہ کیا اور اپنے منھ کو خاک پر ملا اور دعا کی جب یہود پہونچے تو ایسا خوف
عظیم و ہیبت شیبہ کی اور اُنکے چچا کی اُنپر طاری ہوئی کہ صف باندھکر کھڑے ہوگئے اور عرض کی کہ چاہتے ہین یہ برکت ہمارے
شہر سے باہر نہ جاے اور انکی مان سلمی تک ہم انھین پہونچا دین شیبہ نے کہا کہ تمسے سوا دشمنی کے مین کچھ نہین دیکھتا اب جو
قدرت خدا تمپر ظاہر ہوئی ہی تو تملق کرتے ہو پس ناامید ہو کر پھرے بعضون نے اُنمین سے کہا کہ جادو کیا انکا ہم کیا ارادہ رکھتے تھے
اور کس طرح پھرے پھر دوبارہ ننگی تلوارین کھینچ کر ان دونون بزرگوارون کی طرف پھر آئے مطلب نے کہا کہ تمھارا مطلب
ظاہر ہوا اور جہاد تمسے واجب ہوا یہ کہکر کمان اپنی پکڑی اور چند تیر اُنکی طرف مارے جس سے چند یہود دشمن سے واصل جہنم ہوگئے
پس جب اُنھون نے یہ دیکھا تو ایک بار سب نے ملکر حملہ کیا مطلب نے خدا کا نام لیکر اُنسے لڑنا شروع کیا اور شیبہ نے
تضرع و زاری درگاہ جناب باری مین آغاز کی ناگاہ دور سے ایک غبار پیدا ہوا اور گھوڑون کی ٹاپون کی صدا اور
ہتھیارون کی قعاقع پیدا ہوئی اور برادران اوس اور خزرج قوم سلمی سے شیبہ کے لینے کو پہونچے جب سلمی نے
دیکھا کہ مطلب یہود سے مشغول محاربہ ہین تو آواز دی انھین کہ واے ہو تجھپر یہ کیا کر رہا ہی آواز کو سنکر یہود بھاگے مطلب نے
جو منشاء فساد قوم یہود تھا کہ بلاطیہ جسکا نام تھا اُس سے کہا کہ ای دشمن خدا اب کہان جاتا ہی اور دونون قبیلون کے بہادر
یہودون پر گرے اور سب کو قتل کیا کوئی نکل کر جانے نہین پایا اُسوقت سلمی کو اپنے فرزند کی ہلاکت کا ڈر ہوا اور اپنی قوم کو
قتل سے منع کیا اور مطلب سے کہا کہ تو کون ہی جو میرے فرزند کو مجھسے جدا کرتا ہی مطلب نے کہا کہ مین اُسکا چچا ہون
امیدوار ہون کہ حق تعالی اُسے صاحب حرم اور پیشواے اُمم کرے اُسوقت سلمی نے کہا کہ ای فرزند اب تجھے اختیار ہی پس

شیبہ رونے لگے اور کہنے لگے کہ اے مان تمھاری جدائی سے ڈرتا ہون اور خانہ خدا کی مجاورت چاہتا ہون اُسوقت
سلمی روئین اور کہا کہ تیری خواہش کو اپنی خواہش پر اختیار کرتی ہون مجھے نہ بھولنا اور وداع کیا اور مُطلب سے
سفارش کی کہ اسکی تزویج جلد کر دینا اور آپسمین عہد و پیمان ہوا مُطلب نے کہا کہ اے کریمہ تو نے احسان کیا ہے ہم جب تک زندے
مین زندہ رہونگا تیرے حق کو نہ بھولونگا بعد اسکے مطلب نے شیبہ کو اپنے پیچھے بٹھایا اور مکہ معظمہ کی طرف متوجہ ہو
جسوقت مکہ مین داخل ہوے تو آفتاب جمال شیبہ سے پہاڑ تک مکہ کے منور ہو گئے اور اہل مکہ کو اس روشنی سے حیرت ہوئی
اور اپنے اپنے گھرون سے باہر نکلے اور مُطلب سے پوچھا کہ یہ کون ہے کہ جسے اپنے ہمراہ لائے ہو بمصلحت وقت انھون نے
کہا کہ یہ میرا غلام ہے اسی سبب سے شیبہ کا عبد المطلب نام ہو گیا بعد اسکے انھین اپنے گھر مین لائے ایک مدت تک
انکی حقیقت امر سے کسی کو مطلع نہ کیا لوگ دیکھتے تھے اور نور سے انکے تعجب کرتے تھے یہ نہ جانتے تھے کہ پیغمبر خدا کے
دادا ہونگے بعد اسکے انکا مرتبہ قریش مین بہت بڑھا اور ہر بات مین قریش اُنسے برکت طلب کرتے تھے اور ہر بلا و مصیبت مین
اُنسے پناہ چاہتے تھے اور ہر قحط و شدت مین حضرت کے نور سے توسل کرتے تھے اور حق تعالی اُس شدت کو اُنسے دفع فرماتا تھا
اور معجزات باہرہ اُس نور سے ظاہر ہوتے تھے یہان تک ملخص حیات القلوب کا ہے جو جناب آخوند مجلسی رہ نے بذریعہ اپنی اسناد و
تحقیقات کے لکھا ہے فقط اور کتب حضرات اہلسنت مین بھی اسکے شواہد موجود ہین جیسا کہ جناب سید سند نے حدیقہ مین
شاہ عبد الحق دہلوی سے نقل فرمایا ہے اور ملخص اُسکا یہ ہے کہ جب مطلب نے وفات پائی تو ریاست اہل مکہ کی عبد المطلب کے ساتھ
قرار پائی اور منصب کعبہ کے حج کرانیکا حجاج کو اور پانی پلانیکا انھین مفوض ہوا اور سب اہل مکہ انکے مطیع و منقاد ہوے اور
تعظیم و احترام انکا کرتے تھے اور عبد المطلب اس سے تھے کہ اُنسے بوے مشک اذفر ظاہر ہوتی تھی اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ
و آلہ کا نور پیشانی سے انکی روشن تھا اور جب اہل مکہ کو کوئی حادثہ پیش آتا تھا تو جبل ثبیرہ پر جو بفتح تاے مثلثہ و کسرہ موحدہ
و سکون تحتانیہ ایک پہاڑ کا نام کوہ ہاے مکہ سے ہے انھین لے جاتے تھے اور خدا سے انکا وسیلہ کرتے تھے اور جب گرانی
و قحط ہوتا تھا تو اُنسے پانی طلب کرتے تھے اور برکت نور محمدی سے حاجت انکی بر آتی تھی اور مہم سر ہو جاتی تھی یہان تک کہ
فاضل مذکور نے کہا کہ جب ابرہہ ملک یمن سے آیا اور سفید ہاتھی خانہ کعبہ کے گرانے کو لایا اور عبد المطلب کو اسکی خبر پہونچی تو
فرمایا کہ اے گروہ قریش کچھ نہ ڈرو کہ اس گھر کے لیے پروردگار ہے کہ اُسے محفوظ رکھتا ہے مین اسکا حافظ نہین ہون اور جب
ابرہہ مکہ مین آیا اور اُسنے عبد المطلب کے منھ کی طرف دیکھا تو بیہوش ہو کر گر پڑا اور جب ہوش مین آیا تو سجدہ کیا عبد المطلب کے واسطے
اور کہا کہ مین گواہی دیتا ہون کہ تو حقیقت مین سردار قریش ہے اور مروی ہے کہ جب عبد المطلب حاضر ہوے تو ابرہہ نے سفید
ہاتھی کو جو کعبہ کے گرانے کے لیے اپنے ساتھ لایا تھا طلب کیا جب اُس ہاتھی نے عبد المطلب کو دیکھا تو عبد المطلب کے لیے
سجدہ کیا اور یہ بات اُس سے جدید ظاہر ہوئی کیونکہ مثل اور ہاتھیون کے اسکی عادت سجدہ کرنے کی نہ تھی کبھی اُسنے ابرہہ کو بھی کہ
جو بظاہر بادشاہ تھا اُسکا سجدہ نہین کیا تھا اور حق تعالی نے اُس ہاتھی کو گویا کیا اور اُسنے کہا کہ سلام ہو اُس نور پر جو تیری

پشت مین ہی اسی عبد المطلب اور یہ کہکر وہ ہاتھی اُٹھ کھڑا ہوا ہر چند اُسکے سر مین مارا لیکن اُسنے اطاعت نہ کی پھر لاچار ہو کر
یمن کی طرف پھر گئے بعد اُسکے حق تعالیٰ نے بھیجا ابابیل کو جو مشابہ طائر خرد ہی دریا کی طرف سے اور ہر ایک کے پاس
تین تین سنگریزے تھے ایک چونچ مین اور دو دونون پاؤن مین اور ہر ایک بقدر دانہ عدس تھا اور یہ سنگریزہ پہونچتا تھا
کسی جگہ پر مگر یہ کہ وہ زمین پر گر پڑتا تھا اور ابرہہ کے بدن پر اور منہ پر یہ سنگریزہ پڑا تو اُس سے اُسکی انگلیان ٹکڑے ٹکڑے ہو کر
گر پڑین اور زرد آب اور چربی اور خون بدن سے اُسکے جاری ہوا اور دل اُسکا پھٹ گیا فنعوذ باللہ من غضب اللہ
اور یہ قصہ آنحضرت کے معجزات سے ہی جو نبوت کے پہلے ظاہر ہوا اور اس قسم کے معجزات کو ارہاصات کہتے ہین اور
علی بن ابراہیم قمی رحمہ نے کہا ہی کہ سورہ فیل حبشہ کے بارے مین نازل ہوا جبکہ وہ ہاتھی لائے تھے کہ اُس سے خانہ کعبہ کو
گرا دین پس اُسے جب دروازہ مسجد کے قریب لائے تو عبد المطلب نے کہا کہ آیا تو جانتا ہی کہ کیا کیا چاہتے ہین اُسنے
اپنے سر سے اشارہ کیا کہ مین نہین جانتا عبد المطلب نے کہا کہ تجھے اسلیے لائے ہین کہ تو خدا کے گھر کو گرا دے آیا تو
اس کام کو کرے گا اُسنے سر سے اشارہ کیا کہ کبھی نہ کرونگا پس ہر چند کوشش و پیروی انھون نے بہت کی کہ مسجد مین
وہ داخل ہو لیکن اُسنے نہ مانا پس اُسپر سب نے ملکر حملہ کیا اور تلوارون سے اُسے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا پس حق تعالیٰ نے
اُنپر بہت سے پرندے بھیجے کہ بعض بعض کے پیچھے تھے اور سنگریزے پتھر اور مٹی کے لیے ہوے تھے ہر طائر پاس تین کنکریان تھین
ایک ایک چونچ مین انکے تھی اور دو دو چنگل مین اُنکے تھین اور ہر چڑیا اُنپر اُسے پھینکتی تھی اسی طرح کہ سر پر اُنکے گرتی تھی اور
جائے براز سے اُنکے نکلتی تھی اور بدن کو اُنکے خراب کرتی تھی اور جناب اخوند مجلسی رہ نے حیات القلوب مین فرمایا ہی
کہ از جملہ معجزات متواترہ نور جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ کہ جو زمان حضرت عبد المطلب مین ظاہر ہوا قصہ اصحاب فیل ہی
چنانچہ بسند معتبر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہی کہ جب ابرہہ بن صباح نے کہ حبشہ کا بادشاہ تھا
ارادہ کیا کہ خانہ کعبہ کو خراب کرے اور مکہ معظمہ کے حوالی مین پہونچا تو اہل مکہ کے مال کو غارت و تاراج کیا منجملہ اُسکے
عبد المطلب کے بھی اونٹ غارت مین آئے بعد اُسکے عبد المطلب نے بادشاہ مذکور سے آنے کی اجازت لے کر
اُسکے پاس گئے اُسوقت وہ ایک تخت پر بیٹھا تھا کہ وہ دیبا کے قبہ مین رکھا تھا جب پہونچے تو اُسپر سلام کیا جب اُسکی نظر
عبد المطلب پر پڑی تو اُنکے حسن و نور و مہابت و وقار سے حیران ہوا اور پوچھا کہ آیا تمھارے باپ دادا مین بھی
یہ حسن و جمال تھا عبد المطلب نے کہا کہ ہان بعد اُسکے ابرہہ نے کہا کہ تم سب مخلوقات سے بہتر ہو سبب فخر و جمال کے
لائق ہی تمکو کہ اپنی قوم کے سردار ہو بعد اُسکے حضرت عبد المطلب کو اپنے تخت پر بٹھایا اور اُسکا ایک ہاتھی بہت بڑا
سفید تھا اُسکے دونون دانتون کو انواع جواہر سے مرصع کیا تھا اور اُس ہاتھی کے باعث سے وہ بادشاہون سے
مباہات کرتا تھا پس اُسکے حکم سے اُس ہاتھی کو طرح طرح کی زینت اور طرح طرح کے لباس و زیور سے آراستہ کر کے
عبد المطلب کے سامنے لائے جب وہ عبد المطلب کے قریب آیا تو اُسنے سجدہ کیا اور ہرگز کبھی اپنے بادشاہ کو سجدہ نہ کیا تھا

اور قدرت خدا اور اعجاز نور جناب رسالتمآب سے زبان عربی فصیح مین عبدالمطلب پر سلام کیا اور کہا کہ سلام ہو تجھپر
اے نور بہترین خلائق اور اے جد بہترین پیغمبران تیرے لیے عزت و شرف ہے اور ہرگز تو مغلوب نہوگا جب ابرہہ نے عجیب
حالتون کا مشاہدہ کیا تو ڈرا اور گمان کیا کہ یہ جادو ہے حکم کیا کہ ہاتھی کو پھیر لے جاؤ اور حضرت عبدالمطلب سے کہا کہ تم
کس کام کے لیے آے ہو مین نے تمھاری سخاوت اور شرف و بزرگی کا اوازہ سنا ہے اور جو کچھ تمھارا اجلال و ہیبت دیکھا
اسکی روسے مجھپر لازم ہے کہ جو حاجت کہ مجھسے طلب کرو وہ روا کرون عبدالمطلب نے کہا کہ تمھارے صحاب نے میرے
اونٹون کو لوٹ مین لے لیا ہے وہ مجھے پھیر دو ابرہہ کو یہ گمان تھا کہ یہ مجھسے کہینگے کہ خانہ کعبہ کو خراب نہ کرو جو میرا اصل
ارادہ ہے جب انکی زبانی اونٹون کا قصہ سنا تو غصہ مین آیا اور کہا کہ تم میری نظر سے گر گئے مین اسلیے آیا ہون کہ جو تمھارا
خانہ شرف و حرمت اور تمھاری قوم کا ہے کہ اس گھر کے باعث سے ساری دنیا پر فخر کرتے ہین اور ہر سال لوگ ہر طرف سے
حج کرنے کو آتے ہین اسے خراب کرون اسکے لیے تو کچھ نہین کہتے اپنے اونٹون کے لیے مجھسے کہتے ہو اور طلب کرتے ہو
عبدالمطلب نے کہا کہ مین اس گھر کا صاحب نہین ہون مین اپنے مال مین تجھسے کلام کرتا ہون وہ گھر ایسا صاحب
رکھتا ہے کہ سب سے زیادہ قادر ہے اور اپنے گھر کی حفاظت کے لیے وہ خود اولی ہے بعد اسکے ابرہہ نے حکم کیا کہ اونٹون کو
عبدالمطلب کو پھیر دو یہ اپنے اونٹون کو لیکر مکہ کو پھر گئے اور ابرہہ وہ بڑا ہاتھی اور بہت سا لشکر اپنے ہمراہ لیکر حرم
کی طرف متوجہ ہوا جب قریب حرم کے پہونچا وہ فیل سفید حرم مین داخل نہوسکا زمین پر لیٹ گیا اور جب ہاتھی کو مارتے تھے
اور جبر کرتے تھے وہ لیٹ جاتا تھا بعد اسکے عبدالمطلب نے اپنے غلامون کو حکم فرمایا کہ میرے بیٹے کو لاؤ جب عباس آے
تو کہا اسے نہین بلاتا یہان تک کہ عبداللہ آے کہا اے فرزند ابو قبیس جو پہاڑ ہے اسپر چڑھ جاؤ اور دیکھو دریا کی طرف اور
جو کچھ تمھین دکھائی دے اس سے مجھے خبر دو جب عبداللہ پہاڑ پر گئے تو دیکھا کہ جانوران پرند قسم ابابیل سے مثل سیلاب کے
یا شب تاریک کے اس طرف منہ کیے ہوے آتے ہین اور وہ سب کوہ ابو قبیس پر آنکر بیٹھین اور وہان سے اڑکر
سات شوط خانہ کعبہ کے گرد طواف کیا اور سات بار صفا و مروہ کے بیچ مین سعی کی بعد اسکے عبداللہ نے عبدالمطلب سے
خبر کی کہ اسکے بعد وہ چڑیان حبشہ کے لشکر کی طرف روانہ ہوئین بعد اسکے عبدالمطلب نے اہل مکہ سے فرمایا کہ جاؤ
انکی لشکرگاہ کی طرف اور مال غنیمت کو اٹھا لاؤ جب اہل مکہ انکے مقام لشکر پر گئے تو دیکھا کہ عذاب الہی سے بسبب
ان چڑیون کے وہ سب ہلاک ہوکر مثل بوسیدہ لکڑی کے پڑے ہین اور مثل ان چڑیون کے ایسے پہلے کسی نے نہین دیکھا تھا
اور بعد اسکے بھی نہین دیکھا حاصل کلام یہ ہے کہ کثیر روایات اسی مضمون کی اور اور مضامین کی جنسے یہ معلوم ہوتا ہے کہ
حضرت عبدالمطلب کو اطلاع امور مغیبہ کی ساتھ ہوتی تھی اور حال پیغمبر مبعوث سے آگاہ تھے اور اعتقاد نور نبوی کا
رکھتے تھے اور خوارق عادات ان سے ظاہر ہوتے تھے گو اسکی نسبت آنحضرت کے ساتھ ارہاصات کے قبیل سے ہوں لیکن
یہ ظہور دلالت اسپر ضرور کرتا ہے کہ مرتبہ انکا خدا کے نزدیک بلند ہے اور جناب سید سند نے حدیقہ مین فرمایا ہے کہ بلکہ انکا [illegible]

انبیاے سابق کے لیے بعض روایات سے لایح ہوتا ہی چہ جاے ایمان پس جو لوگ کہ انکے ایمان مین شک کرتے ہین انکا قول سننے کے قابل نہین ہی جیسا کہ جناب اخوند صاحب نے حیات القلوب مین بھی فرمایا ہی کہ علماے امامیہ کا اجماع اسپر منعقد ہی کہ باپ اور مان پیغمبر خدا کے اور سب دادا اور دادیان حضرت کی جناب ابو البشر آدم تک موحد و دیندار تھے اور کبھی حضرت کا نور پشت اور رحم مشرک مین نہین رہا اور حضرت کے نسب مین اور آبا و اُمہات حضرت کے نسب مین نہین ہوا اور ان مضامین پر احادیث متواترہ طرق خاصہ اور عامہ سے دلالت کرتی ہین بلکہ احادیث معتبرہ سے یہ بات ظاہر ہوتی ہی کہ حضرت کے اجداد سب پیغمبر اور حاملان دین خدا تھے اور فرزندان اسمعیل کہ حضرت کے اجداد تھے وہ اوصیاے ابراہیم تھے اور ہمیشہ بادشاہی مکہ کی اور حجابت کعبہ کی اور تعمیر اُسکی اُنسے متعلق رہی ہی اور تمام خلق کے مرجع تھے اور ابراہیم کی ملت اُنکے درمیان مین تھی اور شریعت حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ سے شریعت ابراہیم کی فرزندان اسمعیل مین منسوخ نہین ہوئی اور یہ اُس شریعت کے حافظ تھے اور ایک دوسرے کو وصیت کرتا تھا اور پیغمبرون کے آثار کو ایک دوسرے کو سپرد کرتا تھا یہان تک کہ عبد المطلب تک یہ سب پہونچے عبد المطلب نے ابو طالب کو اپنا وصی کیا ابو طالب نے کتابین اور آثار انبیا اور اُنکی امانتین بعثت کے بعد پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ کو سپرد کین جناب سید سند نے ایک حدیث معتبر جناب امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہی کہ فرمایا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ نے یا علی عبد المطلب نے ایام جاہلیت مین پانچ چیزین اپنا طریقہ و سنت قرار دی تھی کہ حق تعالی نے اُسے اسلام مین جاری فرمایا اور ظاہر مراد اُسکی یہ ہی کہ جب وقت شیوع جاہلیت خلق مین تھا اسوقت پانچ چیزون کو اُس شریعت سے جسکے موافق خود عمل کرتے تھے تازہ کیا تھا اس جہت سے وہ منسوب حضرت کی طرف ہوئین پہلی یہ کہ باپ کی ازواج کو فرزندون پر حرام کیا تھا پس حق تعالی نے قرآن مین موافق اُسکے حکم فرمایا وَلَا تَنکِحُوا مَا نَکَحَ آبَاؤُکُمْ مِنَ النِّسَاءِ دوسری یہ کہ ایک گنج پایا تھا اُسکے پانچوین حصہ کو راہ خدا مین دیا تھا پس خدا نے بھی وہی حکم بھیجا وَاعْلَمُوا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهُ تیسری یہ کہ جب چاہ زمزم کو کھودا تو کھودنے والے کو حاج کے پانی پلانے کی خدمت اُس کنوین سے سپرد کی پس حق تعالی نے بھی بھیجا کہ اَجَعَلْتُمْ سِقَایَةَ الْحَاجِّ چوتھی یہ کہ آدمی کے مارنے کی دیت سو اونٹ مقرر کیے تھے بعد اُسکے حق تعالی نے بھی اسی حکم کو بھیجا پانچوین یہ کہ طواف مین قریش کے نزدیک کوئی عدد معین نہ تھا عبد المطلب نے سات شوط مقرر کیے خدا نے بھی ایسا ہی فرمایا اے علی عبد المطلب ازلام سے قمار بازی نہ کرتے تھے اور بتون کو سجدہ نہ کرتے تھے اور جو جانور کہ بت کے نام سے یا بتون کے واسطے مارا جاتا تھا اُسے نہ کھاتے تھے اور کہتے تھے کہ مین اپنے باپ ابراہیم کے دین پر باقی ہون فقط جاننا چاہیے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ کا سن شریف بہت کم تھا کہ پہلے حضرت کے والد بزرگوار اور اُنکے بعد والدہ ماجدہ نے آنحضرت کی انتقال فرمایا اُنکے بعد تربیت کفالت حضرت کی جناب عبد المطلب سے جو دادا حضرت کے تھے

متعلق رہی جب ان بزرگوار نے بھی انتقال فرمایا تو انکے بعد جناب ابو طالب نے جو حضرت کے چچا تھے حضرت کی
تربیت اپنے ذمہ لی روایت ابن عباس مین وارد ہی کہ جب عبد اللہ نے انتقال فرمایا تو فرشتون نے بارگاہ احدیت مین
عرض کیا کہ الٰہنا و سیدنا بقی نبیک یتیماً فقال اللہ تعالیٰ انا لہ حافظ و نصیر یعنی ای آقا اور سردار ہمارے تیرا پیغمبر
تنہا اور یتیم باقی رہ گیا ہی اسکے جواب مین حق تعالیٰ نے فرمایا کہ مین اسکا حفاظت کرنے والا ہون اور مدد کرنے والا ہون
روایت مین وارد ہوا ہی کہ جناب صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ پیغمبر خدا سن طفولیت مین والدین کی طرف سے اپنے
یتیم کیون ہوے فرمایا اسلیے کہ تا کسی بشر کا حق حضرت پر نہو لیکن یہ روایت ایک شخص سے ہی کہ نام اسکا ابو حبان ہی
اور حضرات اہلسنت سے ہی بر تقدیر صحت روایت شاید مراد یہ ہو کہ چونکہ حق باپ مان کا حقوق بشری مین سب سے
زیادہ ہی اور اسکا مقتضی یہ ہی کہ اولاد انکی اطاعت و خدمت سے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرین اور یہ امر بنسبت جناب
پیغمبر خدا کے شایان نہ تھا اسلیے حق تعالیٰ نے نہ چاہا کہ ایسا حق حضرت کے ذمہ مین رہے فقط اور اسمین بھی اختلاف
علما نے کیا ہی حضرت عبد اللہ اور جناب آمنہ نے کسوقت وفات پائی چنانچہ تحقیق شاہ عبد الحق دہلوی سے کہ انھون نے
محمد بن اسحاق سے روایت کی ہی ایسا معلوم ہوتا ہی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ جناب آمنہ کے بطن شریف مین تھے جو عبد اللہ نے
وفات پائی اور صاحب مواہب نے کہا ہی کہ دو مہینے حمل کے مدت کو گذرے تھے حضرت کے جو عبد اللہ نے انتقال کیا
اور فاضل مذکور نے اس قول کو راجح جانا ہی اور کہا ہی کہ بعض کہتے ہین کہ حضرت جھولے مین تھے اور عمر شریف
اٹھائیس مہینے کی تھی اور بعض نے کہا ہی کہ سات مہینے کی عمر تھی اور بعض نے دو مہینے کہے ہین اور اس روایت کو
فاضل دہلوی نے قوی جانا ہی اور بنا بر روایت حیات القلوب کے جو جناب مجلسی رہ نے ابن شہر آشوب سے کی ہی
واضح ہوتا ہی کہ جب جناب آمنہ کی تزویج حضرت عبد اللہ کے ساتھ واقع ہوئی تو دو سو عورتین اس حسرت مین مر گئین
اور جب زمانہ انتقال نور کا شکم جناب آمنہ کی طرف قریب پہونچا تو اس مرتبہ زیادتی اشراق و اشتعال مین اس نور کی ہوئی تھی
کہ کسی کی طاقت نہ تھی کہ عبد اللہ کے منھ کی طرف اچھی طرح دیکھ سکے اور جس درخت اور پتھر کی طرف سے گذر جاتے تھے
وہ سجدہ کے لیے جھک جاتا تھا اور کہا ہی انھی نے کہ جب عبد اللہ بہشت کے راہی ہوے تو دو مہینے پیغمبر خدا کی عمر
شریف سے گذرے تھے اور ایک روایت مین سات مہینے اور ایک روایت کے بموجب یہ ہی کہ حضرت پیدا نہ ہوے تھے
کہ عبد اللہ نے مدینہ مین وفات پائی اور جب جناب آمنہ نے وفات پائی تو چار برس عمر شریف سے گذرے تھے اور
بعض روایات مین دو برس چار مہینے وارد ہوے ہین اور موضع وفات جناب آمنہ کا مقام ابوا ہی جو مکہ و مدینہ کے
بیچ مین منزل ہی اور حیات القلوب مین جو روایت بمقام رضاع پیغمبر خدا مین منقول ہوئی ہی اس سے ظاہر ہوتا ہی کہ جب
جناب آمنہ نے انتقال فرمایا تو چار مہینے عمر شریف سے گذرے تھے اور یہ روایت حضرت کے سن رضاع سے مناسب ہی
اور اسکے پہلے جو مذکور ہوا وہ ظاہر مین حلیمہ کے دودھ پلانے سے مخالف ہین کیونکہ چار برس یا دو برس چار مہینے کے بعد

پھر ضرورت دودھ پلانے کی نہین ہوئی مگر یہ کہ حیات مین جناب آمنہ کی کسی ضرورت کے باعث سے حلیمہ سے
دودھ پلوایا ہو جیسا کہ شہر کے لڑکون کی ماؤن کو موانع دودھ پلانے سے عارض ہو جاتے ہین اور قریب اسکے ہے جو حدیث گذری
معتبر جناب سیار سند نے حدیقہ مین جناب امام جعفر صادقؑ سے نقل کی ہے کہ جب حضرت رسولؐ پیدا ہوے چند روز گذرے
کہ آنحضرت کو دودھ میسر نہ آیا کہ نوش فرماوین اُسوقت ابوطالب اپنی چھاتی اُنکے منہ مین دیتے تھے اور حق تعالیٰ اُسمین دودھ
پیدا فرماتا تھا چند روز اسی طرح دودھ نوش فرمایا یہان تک ابوطالب نے حلیمہ کو تلاش کرکے بہم پہونچایا اور حضرت کو
اُنکے سپرد کیا اور ابن عباس سے منقول ہے کہ کعبہ معظمہ کے آگے کسی کے لیے مسند نہین بچھاتے تھے مگر عبدالمطلب کے لیے
اور کوئی اُنکی اولاد سے اُس مسند پر بلحاظ اُنکے جلال و اکرام کے نہ بیٹھتا تھا لیکن جسوقت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ تشریف
لاتے تھے اور چاہتے تھے کہ اُس مسند پر بیٹھین اور چچا آنحضرت کے چاہتے تھے کہ اُنھین منع کرین تو عبدالمطلب کہتے تھے
کہ چھوڑ دو میرے فرزند کو کہ اُسکی شان و مرتبت بڑی ہے اور قریب ہے کہ تمھارا سردار بزرگ ہوگا اور مین نور سعادت کو
اُسکی پیشانی مین مشاہدہ کرتا ہون اور تمام خلائق کا پیشوا ہوگا یہ کہکر حضرت کو اُٹھا لیتے تھے اور اپنی گود مین بٹھاتے تھے
اور ہاتھ کو پشت مبارک پر پھیرتے تھے اور مکرر بوسے لیتے تھے اور کہتے تھے کہ ہرگز اس سے بہتر اور پاکیزہ بو نہین سونگھی ہے
مین نے اور ایسا کسی کا بدن پاکیزہ و نرم تر مین نے نہین پایا ہے اور چونکہ عبداللہ اور ابوطالب دونون بھائی ایک مان کے
پیٹ سے تھے اسلیے ابوطالب کی طرف منہ کرکے فرمایا کرتے تھے کہ اے ابوطالب اس فرزند مین بزرگی کی شان ہے پس
اُسکے دامن مین چنگل مار اور اُسکی محافظت کر کہ یہ تنہا ہے اور اپنے باپ و مان سے جدا ہو گیا ہے اور اُسکے لیے مثل مہربان
بھائی کے ہو جاؤ کہ اُسے کوئی بُرائی نہ پہونچنے پاے پھر اُنھین اپنی گردن پر سوار کرتے تھے اور سات شوط کعبہ کے گرد
طواف کرتے تھے اور جب چھ برس عمر شریف سے آنحضرت کے گذرے تو آمنہ نے کہ مان تھین آنحضرت کی مقام ابوا مین
جو منزل درمیان مکہ و مدینہ کے ہے انتقال فرمایا اور یہ سفر مادر حضرت نے اسلیے کیا تھا کہ حضرت کو اُنکی خالاؤن پاس جو
قوم بنی عدی سے تھے لیے جاتی تھین پس جب حضرت باپ و مان دونون کی طرف سے یتیم ہو گئے تو شفقت
عبدالمطلب کی زیادہ از سابق بہ نسبت حضرت کے بڑھ گئی اور جب زمانہ وفات عبدالمطلب کا آیا تو پیغمبر خدا کو
اپنے سینہ پر بٹھایا اور بوسے لیے اور روے بعد اُسکے ابوطالب کی طرف منہ کرکے کہا کہ اے ابوطالب محافظت کر
اس تنہا کی کہ اُسنے باپ کی بو نہین سونگھی اور شفقت مادر کا ذائقہ نہین چکھا چاہیے کہ اسے اپنے کلیجہ کا ٹکڑا جانتا اور
مین نے اپنی سب اولاد مین اُسکی خدمت کرنے کو تجھے اختیار کیا ہے کیونکہ باپ اُسکا تجھسے ہم مادر تھا اے ابوطالب
اگر اُسکی جلالت و رفعت کے ظاہر ہونے کے ایام کو پائیگا تو جانیگا کہ مین نے اُسے پہچانا تھا اُسکی ناتوانی اور بیکسی کے
وقت مین کوشش اور مددگاری کرنا ہاتھ سے اور دل سے اور زبان سے قسم خدا کی وہ بہت جلد تمھارا سر گروہ ہوگا
اور بادشاہی اور بزرگی ایسی اُسے نصیب ہوگی جو ہمارے آبا و اجداد مین کسی کو میسر نہین ہوئی کیونکہ اے فرزند میرے

تحقیق عمر عبد المطلب

تحقیق اسم ابوطالب

وصیت کو تو نے قبول کیا ابوطالب نے عرض کی کہ ہان قبول کیا مین نے اور خدا کو اپنے اقرار پر گواہ لیتا ہون بعد
اسکے عبد المطلب نے ابوطالب کا ہاتھ پکڑا اور اقرار کو محکم کیا بعد اُسکے کہا کہ اب موت مجھپر آسان ہوئی بعد اُسکے برابر آنحضرت کے
پیغمبر خدا کے بوسے لیتے تھے اور کہتے تھے کہ گواہی دیتا ہون کہ مین نے اپنی اولاد مین کسی کا بوسہ نہین لیا جو تجھسے زیادہ
خوشرو اور خوشبو ہو اور کاش کہ مین تیرے زمانہ بزرگ کو پاتا بالجملہ اسی حالت پر عبد المطلب تھے کہ حضرت کی
روح مقدس بہشت کی طرف منتقل ہوئی حضرت عبد المطلب کی عمر مین اختلاف کیا ہے بعض کہتے ہین کہ ایک سو
دس برس کے سن مین وفات پائی اور بعض ایک سو چالیس برس کہتے ہین چنانچہ مواہب لدنیہ مین اسی قول کو
لکھا ہے اور اُسوقت آٹھ برس سے کچھ زیادہ عمر شریف سے حضرت پیغمبر خدا کے گذرے تھے اور بعضون نے کہا ہے کہ چھ برس
اور بعض نے نو برس اور بعضون نے دس برس کہے ہین بالجملہ بعد جناب عبد المطلب کے حسب وصیت ابوطالب نے
آنحضرت کو اپنی جان سے زیادہ عزیز کیا اور گھڑی بھر بھی رات دن مین اُنسے جدائی نہ کرتے تھے اور اپنے پہلو مین اپنے بچھونے پر
سلاتے تھے اور کسی کو اپنے سوا اُنپر امین نہ کرتے تھے پس ابوطالب کفیل و مددگار حضرت کے رہے صاحب [illegible] نے
کہا ہے کہ پیغمبر خدا کی کفالت ابوطالب نے کی اور اُنکا نام عبد مناف تھا اور عبد المطلب نے حضرت کی کفالت کے لیے
اُنہین وصیت کی تھی اسلیے کہ وہ عبد اللہ کے شفیق تھے اور صاحب عمدۃ الطالب نے لکھا ہے کہ بعضون نے کہا ہے کہ
ابوطالب کا نام عبد مناف تھا اور بعضون نے کہا ہے کہ عمران نام تھا اور ضعیف روایت عیسیٰ طرسوسی نسابہ کی ہے
اور بعض کی تحقیق یہ ہے کہ نام اُنکا کنیت اُنکی ہے لیکن قول اول کو صحیح جانا ہے اور بھی صاحب مواہب نے روایت کی ہے
ابن عساکر سے کہ اُسنے جلہمہ سے اور اُنھون نے عرفطہ سے کہ کہا اُسنے کہ میرا ورود مکہ مین ایک سال ہوا اور اہل مکہ قحط سے
بہت خستہ حال تھے پس ابوطالب سے سب نے خشک سالی کا حال اور قحط اور تباہی عیال کو اپنی عرض کر کے درخواست
کی کہ آپ پانی برسنے کے لیے دعا کیجیے پس ابوطالب گھر سے باہر نکلے اور ایک لڑکا آفتاب جمال اُنکے ساتھ تھا اور گرد غلام بچے
پس ابوطالب نے اُسے اپنی گود مین لیا اور اپنی پشت کو خانہ کعبہ سے لپٹایا اور پناہ لی اُس لڑکے کے ساتھ اور
اپنی انگلی سے اشارہ کیا اور اُسوقت تک آسمان مین ابر نہ تھا پس بمجرد اسکے ہر طرف سے ابر متوجہ ہوا اور پھیلا اور اسقدر
پانی برسا کہ نالے اور گڑھے بھر کر بہنے لگے اُسوقت مین ابوطالب نے قصیدہ کہا اور اُسمین یہ شعر تعریف مین کہا
وَابیَضَ یُستَسقَی الغَمَامُ بِوَجہِہٖ ثِمَالُ الیَتَامیٰ عِصمَۃٌ لِّلاَرَامِلِ اور ذکر کیا اُسمین قصہ کو کہ کفار چاہتے ہین کہ محمد کو مجھسے لے لین
اور خدا اِس امر سے غافل نہین ہے اور مین نہین دونگا اُسے جب تک کہ بہت سے سر جدا نہو جائینگے اور لاشین نہ گر پڑین
اپنی اولاد و ازواج کو بھول جائین اور صاحب مواہب نے کہا ہے کہ ابن التین نے کہا ہے کہ ان شعرون مین ابوطالب کے
استعارہ اِس امر کا ہے کہ وہ مسلمان تھے ورنہ یہ مفہوم ہوتا ہے کہ وہ پیغمبر کی پیغمبری کو پہچانتے تھے اور اس مضمون پر دلالت صریح
کرتی ہے وہ روایت جسے کافی مین جناب صادقؑ سے نقل کیا ہے اور حاصل اُسکا یہ ہے کہ فرمایا حضرت نے کہ ابوطالب کی مثال

اصحاب کہف کی ہو کہ ایمان کو پوشیدہ کرتے تھے اور شرک کو ظاہر کرتے تھے پس انھین حق تعالی نے انکا ثواب عطا فرمایا
دو بار یعنی دو چند ثواب دیا اور فاضل کاشانی نے کہا ہو تفسیر صافی مین کہ اسکے سوا نہین ہو کہ اظہار شرک و اخفای ایمان
ابو طالب اسلیے کرتے تھے کہ تا اس پر قادر ہون جیسا کہ اور روایات سے مستفاد ہوتا ہو
اور جو کچھ کہ اس مقام پر فریقین کے کلام سے ذکر کیا گیا ہو اس سے ایمان ابو طالب بخوبی ظاہر ہوتا ہو پس جو کچھ کہ بعض
حضرات اہلسنت آیہ انک لا تھدی من احببت کی تفسیر مین کہتے ہین کہ یہ آیہ شان ابو طالب مین نازل ہوا ہی بسبب
ایک روایت کے کہ اسکے وہ خود روایت کرنے والے ہین یہان تک کہ کتاب احکام مین کہا ہو کہ ہم امید رکھتے ہین کہ
عبد المطلب بہشت مین داخل ہونگے الا ابو طالب کہ انھون نے زمانہ بعثت کو بھی پایا اور معاذ اللہ ایمان نہ لاے
انتھی کلامہ ولیکن فی الواقع یہ ہو کہ بعد وارد ہونے ان اخبار و روایات کے جو مذکور ہوئین پھر ایسی بات کو کہنا نہین چاہیے
والا محمول اوپر تعصب اور خلاف واقع کے ہوتا ہو اور جو علی بن ابراہیم نے اسکے مثل کہا ہو وہ بھی یا محمول تقیہ پر ہو
یا خود روایات عامہ سے ہو اور اسپر صریح دلالت کرتا ہو جو جناب سید سند نے نقل فرمایا ہو جناب صادق ع سے کہ
آنحضرت سے عرض کیا گیا کہ وہ لوگ گمان کرتے ہین کہ ابو طالب کافر تھے فرمایا جھوٹ کہتے ہین ابو طالب کیونکر کافر
ہو سکتے ہین حالانکہ وہ کہتے تھے کہ شعر الم تعلموا انا وجدنا محمدا نبیا کموسی خط فی اول الکتب یعنی آیا نہین جانتے ہو کہ
مین نے پایا ہو محمد صلی اللہ علیہ و آلہ کو پیغمبر مثل موسی کے کہ لکھا تھا وہ اول مین کتابون کے کتاب مواہب مین حافظ ابو الفضل
بن حجر سے نقل کی ہو کہ اسنے ابن اسحاق سے کہا اسنے کہ ابو طالب کا ان اشعار کو کہنا اور معرفت انکی مبعوث کے ساتھ
اخبار کثیرہ مین وارد ہوئی ہو کہ وہ فرقہ شیعہ کا متمسک ہو اس امر مین کہ ابو طالب مسلمان تھے اور کہا ہو اسنے کہ علی بن حمزہ
بصری نے ایک جز تالیف کیا تھا کہ اسمین ابو طالب کے اشعار جمع کیے تھے اور وہ گمان کرتا تھا کہ وہ مسلمان تھے اور
اسلام کی حالت مین وفات پائی اور حشویہ کا فرقہ گمان کرتا ہو کہ وہ حال کفر مین مرے انتھی کلامہ اور خود حافظ نے
دلالت کو ان اشعار کی اپنے دعوے پر منع کیا ہو اور حقیقت یہ ہو کہ قطع نظر ان روایات و اشعار کے جو حضرت ابو طالب کے
ایمان پر دلالت کرتے ہین جو شخص کہ تتبع کرے گا انکے احوال مین کہ کفالت و تربیت جناب رسالتمآب کی کس طرح کی
حفاظت و حراست پیغمبر کی کس سیرت سے کرتے تھے اس سے یہی بات سے واضح ہو جائیگا کہ وہ جناب متصف
بایمان تھے اور نور ایمانی سے خانہ دل منور و مملو تھا اور کیونکر ہو سکتا ہو کہ جسکے نور کو حق تعالی نے ہمیشہ پشت ہاے
طاہر اور ارحام پاکیزہ کے سوا نہین رکھا خود اسکو کافر کے گھر مین رکھتا اور کس مدت دراز تک نجاسات ماکولہ و
مشروبہ و ملبوسہ مین اسے مبتلا اور آلودہ کرتا ما ذلک الظن بہ اور ساتھ اسکے یہ بات ہو کہ جناب صادق ع نے فرمایا
کہ جب ابو طالب نے وفات پائی تو جبرئیل پیغمبر جلیل پر نازل ہوے اور کہا کہ تمھارا پروردگار سلام تمپر نازل فرماتا ہو
اور حکم کرتا ہو کہ تم مکہ سے باہر جاؤ جون پہاڑ کی طرف کیونکہ اب کوئی تمھارا مددگار و کفیل مکہ مین باقی نہین ہو فقط

اور بھی انھین حضرت سے ماثور ہو کہ جبرئیل نے کہا کہ ای محمد خداوند عالم تمپر سلام بھیجتا ہو اور فرماتا ہو کہ مین نے حرام کیا
آتش جہنم کو اُس پشت پر جسنے تمھین زمین پر پہونچایا اور اُس رحم پر جسنے تمھین ایام حمل مین اُٹھایا اور اُس کنار پر جسنے
تمھاری کفالت و تربیت کی پس صلب عبد اللہ کا صلب ہو اور شکم جسنے تمھین اُٹھایا وہ آمنہ بنت وہب کا شکم ہو اور
وہ کنار جسنے تمھاری کفالت کی کنار ابوطالب ہو فقط۔ لیکن جب بعض علماے اہلسنت والدین نبی جلیل الشان کی تکفیر
کرتے ہین تو ابوطالب کی تکفیر کی شکایت بیکار ہو اور کچھ محل تعجب نہین ہو شاہ عبد الحق دہلوی نے فی الجملہ مقولہ سابق سے
تنزل کیا ہو اور کہا ہو کہ روضۃ الاحباب مین اخبار موت ابی طالب کے بحالت کفر نقل کی ہین اور یہ بھی کہا ہو کہ پیغمبر خدا
ابوطالب کے جنازے کے ساتھ چلے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ ای میرے چچا جو حق صلہ رحم تھا وہ تم بجالاے اور
میرے حق مین تقصیر نہین کی خداے تعالی تمھین جزاے خیر دے اور یہ بھی فرماتے جاتے تھے کہ غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ وَرَحِمَہٗ
بالجملہ قصہ ابوطالب غرابت سے خالی نہین ہو اور اسی طرح وہ جو وارد ہو کہ ابوطالب نے کہا کہ مین مرتا ہون ملت
عبد المطلب اور ہاشم اور عبد مناف پر اور پیغمبر نے فرمایا ہو کہ عبد المطلب اور اُنکی قوم سب آگ مین ہین اور متاخرین نے
اثبات کیا ہو کہ آنحضرت کے اجداد سب پاک اور صاف تھے نجاست شرک سے اور کمتر یہ بات کہ اس مسئلہ مین توقف
کرین انتہی کلامہ۔ اور جناب سید سند نے حدیقہ مین فرمایا ہو کہ فاضل دہلوی کا توقف اسلیے ہو کہ وہ راکب سفینہ
اہلبیت نہین ہین والا حق ظاہر و آشکار ہو اور مَا اَہْلُ الْبَیْتِ اَبْصَرُ بِمَا فِی الْبَیْتِ ہین اور اُن سب نے اسلام اور ایمان ابوطالب کو
ثابت کیا ہو جیسا کہ ابن اثیر نے اپنی کتاب جامع الاصول مین کہا ہو کہ اہلبیت علیہم السلام زعم کرتے ہین کہ ابوطالب
مسلمان مرے اور مصنف کتاب مقصد اقصی نے کہ کتاب مستقصی کا مترجم ہو کہا ہو کہ باتفاق ائمہ اہلبیت کا ابوطالب نے
بحالت اسلام وفات پائی اور کتاب بشارت المصطفی مین منقول ہو کہ ایک روز جناب امیر المومنین علی ابن ابی طالب
محلہ رحبہ مین بیٹھے تھے اور گرد حضرت کے اجماع مردم تھا پس ایک شخص معاندین سے اُٹھ کھڑا ہوا اور کہا اُسنے کہ آپ تو
اس مرتبہ پر ہون اور باپ آپ کے آتش دوزخ مین معذب ہون یہ سنکر آنحضرت نے فرمایا کہ خداے تعالی تیرے منھ کو
توڑے قسم اُس خدا کی کہ جسنے محمد کو برسالت مبعوث فرمایا باپ میرا ایسا ہو کہ اگر شفاعت کرے گنہگارون کی تو
حق تعالی اُنکی شفاعت کو قبول فرماے یہ کیونکر ہو سکتا ہو کہ باپ میرا آگ مین ہو اور مین بہشت و دوزخ کا تقسیم کرنے والا
ہون قسم خدا کی ابوطالب کا نور قیامت کے دن سب نورون کو پوشیدہ کرے گا مگر انوار خمسہ اہلبیت علیہم السلام کو بالجملہ
ابوطالب عبد المطلب کے وصی تھے اور اُنکے بعد خلق پر بمنزلہ حجت کے تھے لیکن نہ وہ حجت کہ پیغمبر پر بھی حجت ہون
جناب موسی کاظم علیہ السلام سے پوچھا کہ آیا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ ابوطالب سے محجوج تھے یعنی محکوم تھے فرمایا نہین
لیکن ابوطالب پاس وصایاے پیغمبران سابق بطور امانت سپرد تھین پس اُنھون نے اُنکو حضرت کے سپرد فرمایا الخ
بالجملہ فرقہ حقہ امامیہ باتباع ارشاد اہلبیت علیہم السلام سب اس امر مین متفق ہین کہ حضرت ابوطالب اول امر سے کفر و شک سے

ستترہ تھے اور ہنوز اسلام وایمان دل اُنکا منور تھا اور جانشین باتمکین جناب عبد المطلب کے تھے اور بحالت ایمان
اُنھون نے انتقال فرمایا اور وہ بہشت مین ہین اور اہل حق کو اُسکا اتباع ضروری ہی فقط اور اجداد سے حضرت کے ہاشم ہین
اُنکے حال مین شاہ عبد الحق دہلوی نے کہا ہی کہ نام اُنکا عمرو ہی اور ہاشم اُنھین اسلیے کہتے ہین کہ ہشم کے معنی روٹی کے
ٹکڑے کے ہین اور جنھنے پہلے اپنی قوم کو ایام گرانی مین شکستہ کہ غذا معروف ہی کھلائی وہ تھے اور انھین عمرو العلی بھی
کہتے تھے بسبب اسکے کہ صاحب مرتبہ بلند تھے اور وہ ایک مرد صاحب جمال اور صاحب جاہ و ثروت تھے چار بیٹے اُنکے تھے
ایک کا نام اسد تھا یہ مادر علی مرتضیٰ کے باپ ہین دوسرے نضلہ تیسرے صیفی چوتھے عبد المطلب کہ پیغمبر کے دادا ہین
اور اُنکی اولاد سوا عبد المطلب کے اور کسی سے نہ رہی بالجملہ ان حضرت کا حال اور مقامات و کیفیت انتقال جناب
عبد المطلب کے احوال مین مذکور ہو چکا ہی و لیکن عبد مناف پس شاہ عبد الحق نے کہا ہی کہ اُنکا نام مغیرہ ہی اور کنیت
اُنکی ابو عبد الشمس ہی اور اُنکے بھی چار بیٹے تھے ایک ہاشم جو پیغمبر کے دادا اور عبد اللہ کے باپ ہین جو والد بزرگوار جناب
رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ کے ہین دوسرے عبد شمس کہ جو بنی اُمیہ کے دادا تھے تیسرا نوفل جو جبیر بن مطعم کا دادا ہی
چوتھا مطلب جو جد اعلا ہے امام شافعی ہی اور کہا ہی کہ عبد شمس اور ہاشم توام پیدا ہوے تھے اور شانے ان
دونون کے آپس مین پلٹے ہوے تھے ہر چند سعی کی کہ آپس سے جدا ہون لیکن جدا نہوے یہان تک کہ انکے اولیاؤن نے
تلوار سے ایک کو دوسرے سے جدا کیا اسی جہت سے انکی اولاد کے بیچ مین عداوت اور تلوار چلی آتی ہی اسی طرح
روضۃ الاحباب مین مذکور ہی اور مشہور سب مین یہ بات ہی کہ اُن دونون کی پشتین آپس مین ملی ہوئی تھین اُنھین تلوار سے
جدا کیا انتہی کلامہ لیکن اس جگہ موافق مذہب حق امامیہ کے دو باتون مین جو مذکور ہوئین بحث و کلام ہی ایک
خاص کرکے اُنکی عبد مناف کے ساتھ موسوم ہونے کی وجہ مین کہ اس توجیہ سے امامیہ کے عقیدہ کے موافق جو وہ
ایمان آبائی حضرت کے قائل اور معتقد ہین موافق نہین ہوتا چنانچہ جناب سید سند نے حدیقہ مین فرمایا ہی کہ بعض
بعض افاضل نے اس تسمیہ مین استشکال کیا ہی اور کہا ہی کہ ہوسکتا ہی اہل جاہلیت سے مماشاۃ و تقیہ کی راہ سے ایسا
اتفاق ہوا ہوگا لیکن اس نام کا رکھنا قصے سے جو عبد مناف کے باب مین ممنوع ہی کیونکہ جائز ہی کسی غیر نے یہ نام
رکھا ہو اور قرینہ اسپر یہ ہی کہ اصل نام اُنکا مغیرہ ہی پس اگر کسی اور نے عبد مناف نام اُنکا رکھا ہو تو مستغرب نہین ہی بلکہ
مصنف کتاب عمدۃ الطالب نے تصریح کی ہی کہ یہ نام اُنکی مان نے رکھا تھا اور جب اس کتاب کے مصنف نے کہ
کہ وہ بھی علماے حضرات اہلسنت سے ہین اُنکے والد بزرگوار کو اس نام رکھنے سے بری کیا تو اب اُن صاحبون کو
اس تسمیہ سے یا جو اسکے مثل ہو حجت لانا نہین چاہیے اب رہا یہ کہ مان نے آنحضرت کی تو یہ نام رکھا تھا اسکا جواب یہ ہی کہ
یہ قول کتب متفق علیہ ہی کیونکہ فقط قول صاحب کتاب عمدۃ الطالب کا کچھ حجت نہین ہی بلکہ جیسا محتمل یہ ہی کہ مان نے یہ نام
رکھا اسی طرح یہ بھی محتمل ہی کہ اور کسی نے عزیزون سے یا غیرون سے یہ نام رکھا ہو اور ابن شہر آشوب نے کتاب مناقب مین

فرمایا ہو سمی بذلک لانہ علا واخاف واسمہ المغیرۃ اگرچہ آپ مین بھی کلام کو دخل ہو کیونکہ اس تقدیر پر بھی چاہیے کہ مناف
نام ہو نہ عبد مناف لیکن یقیناً یہ قول اسکا موید ہو کہ یہ نام اسم حقیقی نہین ہو بلکہ از قبیل القاب مستحدثہ ہو کہ بسبب جلالت
قدر کے اس سے پکارے گئے مگر یہ نہین ثابت ہوتا کہ یہ نام انکے والد بزرگوار نے رکھا ہو فقط دوسرا امر جسمین بحث ہو
یہ ہو کہ بنی امیہ کی نسبت عبد الشمس کی طرف کلام علماے حضرات اہل سنت سے ظاہر ہوتی ہو اور اسی جہت سے
بنی امیہ کو وہ قرشی جانتے ہین لیکن یہ امر تمھارے بیان ثابت نہین ہوا بلکہ مشہور یہ ہو کہ امیہ قریش سے نہ تھا عبد الشمس کا
غلام رومی تھا کہ اُسے اُمیہ کہتے تھے بعد اُسکے عبد الشمس کی طرف منسوب ہو گیا اسی لیے بنی امیہ کی نسبت قریش
کی طرف ہونے لگی والاصل اُنکی روم ہو اور یہ عرب مین جائز تھا کہ غلام منسوب طرف آقا کے ہوتا ہو اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ
وآلہ نے بھی ایسا فرمایا ہو جیسا کہ زید بن حارثہ کلبی کے بارے مین ہوا اور اسے صاحب مجمع البحرین نے کہا ہو اور
شیخ حسن بن علی بن حسین طبرسی نے کتاب کامل بہاے مین حکم یقین کا اسکے ساتھ دیا ہو اگرچہ مستند اپنا نہین لکھا لیکن
موید ہو اس سے وہ کلام جو جناب امیر علیہ السلام نے مکاتبہ معویہ کے جواب مین لکھا ہو اَمّا قَولُکَ اِنّا بَنُو عَبدِ مَنَافٍ
فَکَذٰلِکَ نَحنُ وَلٰکِن لَیسَ اُمَیّۃُ کَہَاشِمٍ وَلَا حَربٌ کَعَبدِ المُطَّلِبِ وَلَا اَبُو سُفیَانَ کَاَبِی طَالِبٍ وَلَا المُہَاجِرُ کَالطَّلِیقِ وَلَا الصَّرِیحُ
کَاللَّصِیقِ وَلَا المُحِقُّ کَالمُبطِلِ وَلَا المُؤمِنُ کَالمُدغِلِ یعنی یہ قول تیرا کہ ہم اولاد عبد مناف سے ہین پس ہم بھی اسی طرح ہین لیکن امیہ
مثل ہاشم کے نہین ہو اور حرب مثل عبد المطلب کے نہین ہو اور نہ ابو سفیان مثل ابو طالب کے ہو نہ مہاجر یعنی وہ شخص
جسنے غرض دینے کے واسطے اپنا وطن چھوڑا ہو مثل طلیق یعنی وہ شخص جو قید ہو کر آیا ہوا اور اُسے رہا کیا ہو ہو سکتا ہو اور
نہ صریح یعنی صحیح النسب مثل لصیق کے یعنی نسب خلقی نہو ہو سکتا ہو نہ محق مانند مبطل کے ہو نہ مومن برابر مدغل کے ہو شیخ میثم بن علی بن
میثم نے شرح نہج البلاغہ مین فرمایا ہو کہ صریح وہ شخص ہو کہ جسکا نسب خالص ہو اور لصیق وہ شخص ہو کہ جو اپنے باپ کے سوا اور کے
نسب مین مل گیا ہو جیسا کہ لے پالک اور متبنی کا حال ہو اور اسے زبان عرب مین دعی کہتے ہین اور ظاہر بھی ہو
اور ابن ابی الحدید نے اس مقام پر تاویل بعیدیہ کی ہو کہ صریح سے مراد صریح الاسلام ہو اور لصیق وہ ہو جو ایسا نہو لیکن بنا بر
اس تاویل کے تکرار بیکار لازم آتی ہو کیونکہ فقرہ آخر کا لا المؤمن کالمدغل کے بھی تو یہی معنی ہین علاوہ اسکے جو معنی کہ
میثم نے کہے ہین انمین قوت اس روایت سے زیادہ حاصل ہو جس سے میثم اور ابن ابی حدید دونون نے نقل کیا ہو کہ
معاویہ نے عمرو عاص سے مکاتبہ لکھنے کے بارے مین مشورہ کیا اور اثناے مشورہ مین کہا اَلَسنَا بَنِی عَبدِ مَنَافٍ قَالَ بَلیٰ
وَلٰکِن لَہُمُ النُّبُوَّۃُ دُونَکَ یعنی کیا ہم اولاد عبد مناف نہین ہین عمرو عاص نے کہا کہ ہان لیکن انکے لیے نبوت ہو یعنی فرزندی حقیقی مین
تجھمین نہین حاصل ہو غلط اور اگر کوئی کہے کہ یہ معنی اُسوقت صحیح ہوتے ہین کہ لفظ نبوت بتقدیم باے موحدہ تحتانی
نون پر پڑھا جاے اور جائز ہو کہ بتقدیم نون باے موحدہ پر پڑھین تو پھر یہ معنی کیونکر صحیح ہونگے بلکہ اُسوقت مین معنی
یہ ہونگے کہ عمرو عاص نے کہا کہ ہان سچ ہو کہ تم بھی اولاد عبد مناف ہو لیکن انکے واسطے پیغمبری ہو جو تمھارے لیے نہین ہو

تو جواب اُسکا یہ ہی کہ یہ اُسوقت مین معنی صحیح ہوتے کہ علی بن ابیطالب پیغمبر ہوتے والا نہیم النبوۃ صحیح ہوتا نہ لہم النبوۃ
پس مراد اِس جواب کی ظاہرہ وہی ہی کہ نبوت حقیقی اُنکے لیے ہی نہ تمہارے لیے فقط ولیکن اجداد مشہور مین آنحضرت سے
قصی ہے جو ہین اُنکا نام قصی کی تصغیر ہی جسکے معنی دور کے ہین اور یہ نام اسلیے ہوا کہ وہ بلاد قضاعہ مین اپنے گہر سے دور
پڑ گئے تھے جبکہ اُنکی مان فاطمہ اُنکے حمل سے باردار ہوئین اور اُنہین مجمع بھی کہتے ہین اسلیے کہ اُنھون نے قبائل
عرب کو جو وقت ہیتلا اور غلبہ خزاعہ کے مکہ معظمہ سے جدا اور متفرق ہو گئے تھے پھر جمع کیا جب کہ قصی پہلے مین آئے
اور مکہ کو خزاعہ کے ہاتھ سے نکالا تو پھر عرب کے قبائل کو اُنہین جمع اور آباد کیا اور کہتے ہین کہ قصی نے ایک گھر بنایا تھا
اور دار الندوۃ اُسکا نام رکھا تھا کہ جب قریش کو کوئی مہم درپیش ہوتی تھی تو اُس گھر مین جمع ہوتے تھے اور مشورہ کرتے تھے
اور ندوۃ لغت معنی بات کرنے کے ہی اور ندی اور نادیہ مجالس کے معنون پر بہی سے آیا ہی اور اصل نام قصی کا زید ہی
جیسا کہ عمدۃ الطالب مین وارد ہی فقط ولیکن کلاب پس یا وہ مصدر ہی مکالبت کے معنی پر جو ہم معنی منازعت اور
مخاصمت ہی عرب کہتے ہین کالبت العدو مکالبۃ نازعۃ وخاصمۃ یا کلب کی جمع ہی کہ اُسے نام رکھا جیسا کہ اور
فرزندون کے نام برے نام رکھتے ہین مثل اسد کے مشہور ہی کہ ایک اعرابی سے پوچھا کہ تم اپنے فرزندون کے برے نام مثل
کلب و ذیب کیون رکھتے ہو اور غلامون کے اپنے اچھے نام مثل مرزوق و رباح کیون رکھتے ہو کہا کہ فرزندون کے نام
بد دشمنون کے لیے رکھتے ہین اور غلامون کے نام اپنے پکارنے کو رکھتے ہین بالجملہ یہ واضح رہے کہ وجہ تسمیہ
عبد مناف مین بھی کہا گیا اور کہتا ہون کہ برے نام جو حضرت کے اجداد کے مشہور ہین اُنمین محتمل یہ ہی کہ یا وہ از راہ تقیہ
اور مماشاۃ کے انہی قوم کے ساتھ ہین اور یا یہ احتمال ہی کہ آنحضرت کے والدین نے اصل نام اچھے رکھے ہون لیکن دوسرون نے
جو نام بد رکھے وہ مشتہر ہو گئے ہون جیسا کہ یہ اکثر ہر جگہ ہوتا ہی کہ اصلی نام والدین کے رکھے نہین مشہور ہوتے بلکہ اُسے
کوئی نہین جانتا اور غیر والدین کے رکھے نام جنسے اکثر صغر سنی مین پکارتے ہین مشہور ہو جاتے ہین جیسا کہ اُنکے لیے بھی
بعضون نے کہا ہی کہ اصل نام کلاب کا عمرو تھا زہرہ کے ساتھ اور بعضون نے کہا ہی کہ حکیم نام تھا اور صاحب عمدۃ الطالب نے
کہا ہی کہ کلاب اُنکا نام نہین ہوا مگر اسلیے کہ وہ شکار کو بہت دوست رکھتے تھے اور کتے انھون نے بہت جمع کیے تھے
کہ اُنسے شکار کرتے تھے اور جب اُنکے کتے قریش پر سے گذرتے تھے تو وہ کہتے تھے هذا کلاب ابن مرة اور قصد کرتے تھے
حکیم کو پس یہ نام اُنپر غالب ہو گیا اور یہ مصدق ہی اُسکے جو کہا گیا کہ ایسے نام اجداد حضرت کے اُنکی والدین کے رکھے
نہین ہین فقط ولیکن مغیرہ بن کعب پس اُنکے حال مین شاہ عبد الحق دہلوی نے لکھا ہی کہ وہ پہلے شخص ہین جو روز
جمعہ قریش کو جمع کر کے خطبہ پڑھتے تھے اور بعثت پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ کو یاد دلاتے تھے اور اُنہین آگاہ کرتے تھے
کہ وہ میری اولاد سے ہونگے اور سب کو حکم کرتے تھے اُنکی اطاعت کے لیے اور حضرت کے ساتھ ایمان لانے کو اور
اِس مضمون کے اشعار کہا کرتے تھے از انجملہ ایک یہ شعر اُنکا ہی یا لیتنی شاهد فحواء دعوته اذا قریش تبغی الحق خذلانا

یعنی کاشکے مین اُسوقت موجود ہوتا جسوقت کہ وہ حضرت بحکم خدا دعوت فرمائینگے اور قریش انکار حق سے بسبب اُنکی
گمراہی کے کرینگے فقط اور لیکن لوئی بن غالب پس یہ نام تصغیر لاے کے ہی اور لاے کے معنی شدت و سختی کے ہین جوش مین
فقط اور لیکن فہر پس ایک جماعت نے مورخین سے لکھا ہی کہ انکا لقب قریش تھا اور قریش کو انھین کی طرف منسوب
کرتے ہین اور جو کہ فہر کا بیٹا ہوا اُسے قرشی نہین کہتے بلکہ کنانی کہتے اور کثر اہل تاریخ وسیر سے اس امر پر متفق ہین کہ قریش
نضر بن کنانہ کا لقب ہی اور اُنکی اولاد کو قرشی کہتے ہین اور قریش کے ساتھ نام رکھنے کی وجہین متعدد ذکر کرتے ہین لیکن جو
مشہور ہی وہ یہ ہی کہ قریش ایک دابہ یعنی جانور کا نام ہی کہ وہ زمین پر چلتا ہی اور بڑا جانور ہی مچھلیان بہت کھاتا ہی اور اُسکے
سوا دواب مین کوئی مچھلی نہین کھاتا اور وہ سب دواب پر غالب ہی کسی سے مغلوب نہین ہی اور بعضے کہتے ہین کہ لفظ
قریش مشتق قرش سے ہی جسکے معنی اجتماع کے ہین عربون کو قریش اسلیے کہا کہ وہ سب حرم مین مجتمع رہتے تھے یا اُس قرشی
مشتق ہی جو اکتساب کے معنون پر ہی کیونکہ اُنکی صناعت سوداگری تھی یا تقریش سے مشتق ہی جو تفحص و تلاش کے معنی پر ہی
اور اُسکا سبب یہ ہی کہ وہ لوگ حج کے وقت فقرا کے حال کی تفتیش کرتے تھے اور انھین کچھ دیتے تھے فقط اور لیکن مدرکہ
پس اُنکا نام عامر ہی یا عمرو ہوگا بعضون نے کہا ہی کہ ایک روز وہ ایک خرگوش کے پیچھے دوڑے اور اُسے پکڑ لیا
اسلیے اُنکے والد نے اُنکا نام مدرکہ رکھا اور بعضے کہتے ہین کہ جو عزت و شرف کہ اُنکے آبا و اجداد کو حاصل تھی وہ اُن سب کے
جامع تھی اسلیے انھین مدرکہ کہتے تھے اور تاے قرشت مبالغہ کے لیے ہی اور صاحب کتاب روضة الاحباب کا یہی مختار ہی
فقط- اور لیکن الیاس پس یہ اوّل وہ ہین جنھون نے اونٹون کو قربانی کے لیے بیت الحرام مین بھجوایا اور یہ حج مین اپنی
پشت سے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ کی تلبیہ فرمانے کی آواز سنا کرتے تھے فقط اور لیکن مضر پس وہ اول اُنکے ہین جنھون نے
اونٹون کے حدا کی بنا ڈالی اور سب سے زیادہ خوش آواز تھے اپنے زمانے مین اور دین اسلام پر موافق ملت ابراہیم کے تھے
جیسا کہ مدارج النبوت مین ہی لیکن یہ تعجب ہی کہ مصنف کتاب نے یہ نام کتاب کا رکھا اور درجات نبی کو نہ پہچانا تا جب
تو اسلام کی تخصیص ایک شخص کے ساتھ آباے نبی سے کی اور حقیقت یہ ہی کہ سب حضرت کے بزرگ مومن و موحد تھے
جیسا کہ اوپر مذکور ہوا جناب امیر المومنین علی بن ابیطالب سے منقول ہی کہ فرمایا قسم ہی خدا کی عبادت نہین کی میرے
باپ نے اور نہ میرے دادا عبد المطلب نے نہ میرے دادا ہاشم نے نہ عبد مناف نے کسی بت کی بلکہ سب نماز
کرتے تھے اور حضرت ابراہیم کے دین پر تھے اور لیکن نزار پس یہ نام ماخوذ ہی نزر سے جو کم کے معنی پر ہی اور اُسکا یہ سبب ہی
کہ جب یہ بزرگوار پیدا ہوے اور اُنکے والد نے نور محمدی کی طرف دیکھا کہ اُنکی دونون آنکھون کے بیچ مین تھا تو خوش ہوے
اور مساکین کو کھانا دیا اور کہا کہ یہ سب حق مین اس فرزند کے کم ہی اور کنیت اُنکی ابو ربیعہ ہی دسوین جلد مین کتاب بحار الانوار کی
مروی ہی کہ جب حجاج بن یوسف لعین نے سنا کہ امام زین العابدین اپنے جد بزرگوار امیر المومنین سے حدیث مشتمل برخبر
بشارت خروج مختار بن ابو عبیدہ ثقفی کی اور اُسکے قتل کرنے کو تراسی ہزار تین سو منافقین بنی اُمیہ اور اُنکے انصار کو

نقل کرتے ہین تو وہ لعین غصہ مین آیا اور مختار کے مارنے کے درپے ہوا اور بہت سے منافقین کو ایک کے بعد دوسرے کو مامور کیا کہ مختار کو قتل کرین اور وہ سب اُسکے مارنے سے عاجز ہوتے تھے تو اُسوقت مختار نے کہا کہ تو میرے مارنے پر قدرت نہین رکھتا ہی ای حجاج واے ہو تجھپر تجھے یاد نہین ہی کہ نزار بن معد بن عدنان نے شاپور ذی الاکتاف سے کیا کہا تھا جب کہ اُسنے عرب کے قتل پر کمر ہمت اپنی چست باندھی تھی اور چاہتا تھا کہ کوئی عرب کی قوم سے باقی نہ رہے چونکہ نزار بہت پیر و لاغر ہو گئے تھے دربار مین نہ جا سکتے تھے اسلیے اُنھون نے اپنے بیٹون سے کہا کہ مجھے ایک زنبیل مین کرکے شاپور کی راہ مین ڈالدو جب شاپور نے دیکھا تو پوچھا کہ کون ہی نزار نے کہا کہ مین ایک مرد عرب کی قوم سے ہون چاہتا ہون تجھ سے پوچھون کہ تو عرب کو کیون مارتا ہی حالانکہ کوئی تیرا گناہ انھون نے نہین کیا ہی تو نے گناہ گارون کو اسلیے مارا کہ تیری عملداری مین انھون نے فساد کیا تھا عرب کہ اس کام سے بری ہین اُنکے مارنے کی کیا وجہ ہی اُسنے کہا کہ مین نے کتابون مین دیکھا ہی کہ عرب سے ایک مرد پیدا ہوگا کہ اُسے محمدؐ کہتے ہونگے اور وہ ادعاے نبوت کریگا اور دولت بادشاہان عجم کو برباد کریگا اسلیے مین عرب کی قوم کو مارتا ہون کہ تا اُسکے پیدا ہونے کی نوبت نہ آے اُسوقت نزار نے کہا کہ جو کچھ تو نے کتابون مین پایا ہی دو حال سے خالی نہین ہی یا یہ کہ وہ کتابین جھوٹون کی ہین پھر اگر جھوٹی بات ہی تو بے گناہون کے مارنے پر کیون جسارت اور جرأت کرتا ہی یا وہ سچون کی کتابین ہین اور اگر ایسا ہی تو بہت جلد حق تعالی قادر ہی اُس شخص کی اصل کی حفاظت کریگا اور وہ اُس اصل سے پیدا ہوگا اور تو اُسکے ابطال پر قوت رکھیگا اور یقینی قضاے الٰہی نافذ ہوگی اور حکم اُسکا جاری ہوگا اگرچہ تمام عرب سے ایک بھی باقی رہ جاے پس شاپور نے کہا کہ تو سچ کہتا ہی ہذا نزار یہ مقالہ شاپور ہی یعنی یہ مرد لاغر ہی اور ایسا ایسا کہتا ہی بعد اُسکے قتل عرب سے باز آیا اور یہ دلایت بھی کمال عقل و فراست اور دین و دیانت نزار پر دلالت کرتی ہی اور لیکن معد بن عدنان پس اُنکے باپ کے دو بیٹے تھے ایک کا عد نام تھا اور دوسرے کا معد نام تھا حضرت کے اجداد مین معد ہین عد نہین ہین یہان تک حال جو حضرت کے اجداد مشہورین کا معلوم تھا وہ لکھا گیا اور ایسے جاننا چاہیے کہ اسی طرح سب اجداد طاہرین آنحضرت کے نجاست کفر و شرک سے منزہ اور نور ایمان و اسلام سے منور تھے گو حضرات اہلسنت اس سے مخالفت کرین لیکن اس مخالفت کو کبھی صحیح نہ جاننا چاہیے بلکہ اُسکی اصل وجہ یہ ہی کہ جب شیعون نے امامت کی شرائط کو مثل شرائط نبوت کے جانا اور یہ فضائل بجز ائمہ اثنا عشر کے جو ہم نسب اور حقیقی قائم مقام نبی ہین دوسرون مین جو اُنکے غیر ہین پاے نہ جا سکتے تھے اسلیے اُس طرف سے ان امور سے انکار ہوا بلکہ اسی لیے اثبات کفر مین آنحضرت کے آبا و اجداد کے بہت کچھ تلاش و سعی کی گئی و لیکن الحق یعلو و لا یعلی کسی طرح چھپ نہین سکتا اور جابجا خود اُنکے علما کی کتابون مین حق تعالی نے اپنے نبی کے اکرام و اعزاز کے لیے ایسا کچھ کہا اور لکھوا دیا کہ جس سے وہ تمام کوششین باطل ہو جاتی ہین اور اُسی سے اہل حق استدلال کرتے گئے چنانچہ خود فاضل عبد الحق دہلوی نے مدارج النبوت مین بیہقی سے روایت کی ہی کہ فرمایا

پیغمبر خدا نے کہین پیدا نہین ہوا مگر نکاح اسلام سے فقط اب کہان کسی بات کی گنجائش ہی سوا اسکے کہ سب اجداد وجدات کو آنحضرت کے مسلمان و منزہ شرک و کفر سے جانین اور اسی کا اعتقاد کرین اور جناب امیر المومنین علی بن ابیطالب سے مروی ہی کہ فرمایا کہ ہمیشہ خدا ہمکو پشت ہاے پاکیزہ سے ارحام طاہرہ مصفا و مہذب کی طرف نقل فرماتا رہا اور اسسے دو شاخین نکلتی تھین مگر یہ کہ جو شاخ بہتر ہوتی تھی ہم اوسین ہوتے تھے فقط اب اسکے بعد کسی مورخ کے قول پر یا عقیدہ گمراہ یا اخبار موضوعہ پر کان رکھنا نہین چاہیے اَهْلُ الْبَيْتِ اَدْرٰى بِمَا فِي الْبَيْتِ وَاِنَّ مَا جَاءَ بِهِ النَّبِيُّ وَآلِهِ الْمَعْصُوْمُوْنَ حَقٌّ لَا رَيْبَ فِيْهِ تَمَّ الْاَمْرُ الْاَوَّلُ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ ظَاهِرًا وَبَاطِنًا لیکین امر ثانی کہ تشخیص شخص آنحضرت کی بذریعہ شمائل شریف ہی پس پہلے اسکے احوال ولادت باسعادت کو آنحضرت کے جو مبدا ظہور شمائل ہی جاننا چاہیے اور بعد اسکے ذکر شمائل لکھونگا انشاء اللہ تعالی تاکہ ترتیب ذکر کے موافق ترتیب طبیعی کی ہو پس جان تو کہ ابن بابویہ علیہ الرحمہ نے لکھا ہی کہ جناب آمنہ والدہ شریفہ آنحضرت کی شب جمعہ ہیجدہم ماہ جمادی الاآخر کو حامل ہوئین اور آنحضرت کا نور پشت جناب عبد اللہ ذبیح سے کہ والد بزرگوار آنحضرت کے تھے شکم طاہر جناب آمنہ کی طرف منتقل ہوا اور بعض روایات مین آیا ہی کہ حاملہ ہوئین مادر شریفہ آنحضرت کی ایام تشریق مین قریب جمرہ وسطی کے عبد اللہ بن عبد المطلب کے گھر مین پس اوسوقت مین ابتدا جسم انور کے بننے کی ظاہر ہوئی اور ولادت باسعادت آنحضرت کی سترھوین کو ماہ ربیع الاول کے واقع ہوئی اور یہ امر باجماع علماے امامیہ ثابت ہی فقط محمد بن یعقوب کلینی علیہ الرحمہ نے اسمین خلاف کیا ہی اور اکثر اہلسنت بارھوین شہر مذکور کو حضرت کی ولادت نقل کرتے ہین اور بعض آٹھوین یا دسوین کو اسی مہینے کی کہتے ہین اور ماہ مبارک رمضان مین بھی ولادت کی نقل کرتے ہین مگر وہ نادر ہی ولیکین محمد بن یعقوب کلینی پس وہ کہتے ہین کہ ولادت آنحضرت کی اوسوقت واقع ہوئی کہ ماہ ربیع الاول سے بارہ راتین گذر چکین تھین اس سال مین کہ کفار ہاتھی خانہ کعبہ کے خراب کرنے کو لاے تھے اور معذب ہو چکے تھے سنگریزون کے عذاب سے روز جمعہ کا تھا اور وقت زوال تھا کہ آفتاب جمال باکمال دنیا مین تابندہ ہوا اور دوسری روایت سے قریب طلوع فجر کے ہی چالیس برس پہلے بعثت سے اور ولادت باسعادت مکہ معظمہ مین شعب ابیطالب مین واقع ہوئی اور مصنف کتاب عدد قویہ سے جناب سید سند نے نقل فرمایا ہی کہ لکھا اونسے کہ ولادت آنحضرت کی قریب طلوع صبح روز جمعہ ہفدہم ماہ ربیع الاول کو واقع ہوئی اور متفق علیہ امامیہ مین یہی ہی اور جناب اخوند صاحب نے خلاف کلینی علیہ الرحمہ کو تقیہ پر حمل کیا ہی بسبب موافق ہونے انکی روایت کے واسطے عامہ کے قول کے اور جناب سید سند نے فرمایا ہی کہ یہ مستبعد ہی کیونکہ کلینی زمان تقیہ مین نہ تھے اور نہی کتاب مین انھون نے جملہ احکام مین جب تقیہ نہین کیا تو خاص اس حکم مین تقیہ کے کیا معنی ہان یہ محتمل ہی کہ بعض روایات تقیہ پر بسبب اسکے کہ انکے راویون پر وثوق تھا انھین اعتماد کیا ہو اور ان روایات کو تقیہ پر حمل کرنے کو متنبہ نہوے اور اسکے مفاد کے موافق حکم دے دیا معہذا اہل سنت اکثر حضرت کی ولادت کو روز دوشنبہ مین کہتے ہین بعض نے جمعہ کو کہا ہی اور روایت

کلینی مین خاص یوم جمعہ ہی اور یہ مخالف اُنکے اکثر کے ہی مگر یہ کہہ سکتے ہین کہ اُسوقت وہی بعض کے انکی روایت جسمین
روز جمعہ ہی شائد مشہور ہوگئی فقط اور کہتے ہین کہ سات برس نوشیروان کی بادشاہی مین باقی تھے جب ولادت
حضرت کی واقع ہوئی اور بعضے کہتے ہین کہ نوشیروان کا بیٹا ہرمز بادشاہ تھا جب سرور کائنات پیدا ہوے اور
طبری نے لکھا ہی کہ نوشیروان کی بادشاہی کو بیالیس برس گذرے تھے اور مؤید ہی اس سے وہ روایت مشہور کہ
حضرت نے فرمایا کہ مین بادشاہ عادل کے زمانے مین پیدا ہوا ہون اور مورخین نے بحساب ماہ غیر عربی لکھا ہی کہ
شباط رومی کی بیسوین تھی اور بعضے کہتے ہین کہ غرہ یا بائیسوین یا اٹھائیسوین تاریخ نیسان رومی کی اور سترھوین
ماہ دی کی بحساب ماہ فارسیان تھی اور ساعت سعید بحساب منجمین ولادت باسعادت کی یہ تھی کہ غفر منازل قمر سے
طالع تھا اور وہ بفتح غین معجمہ و سکون فا تین تارے چھوٹے چھوٹے ہین منازل قمر سے اور مواہب لدنیہ مین لکھا ہی کہ
سب پیغمبرون کا مولد یہی منزل قمر ہی کہ طلوع مین پیغمبر پیدا ہوتے رہے ہین اور ابو معشر نے کہ اکبر منجم اور ریاضی دان تھے
زائچہ ولادت باسعادت کا اسطرح لکھا ہی کہ طالع ولادت آنحضرت کا بیسوان درجہ جدی کا تھا اور مشتری اور زحل
عقرب مین تھے اور مریخ اپنے گھر مین کہ حمل ہی تھا اور آفتاب شرف مین تھا برج حمل مین اور زہرہ حوت مین تھا اپنے
شرف مین اور عطارد بھی حوت مین تھا اور قمر اول میزان مین تھا اور راس جوزا مین تھا اور ذنب قوس مین تھا اور
ولادت باسعادت حضرت کی اپنے گھر مین واقع ہوئی اور اُس گھر کو حضرت نے عقیل ابن ابیطالب کو عطا فرمایا تھا
اور جناب سید سند نے لکھا ہی کہ بعض منجمین نے جو ماہر اِس فن کے ہین ساعت سعید ولادت کو حضرت کی بحساب
اپنے علم کے بہت نیک اور مبارک جانا ہی بعض ثقات نے احباب راقم رسالہ سے بیان کیا کہ انکے باپ نے کہ وہ بھی
مومن تھے اور مداخلت کچھ قواعد نجوم سے رکھتے تھے ایکبار ہفتدہم ماہ ربیع الاول کو ایک زائچہ لکھا اور اُسے لیکر
ایک عالم ہنود کے پاس شہر اودھ مین کہ اُسوقت وہ اس علم مین کامل مشہور تھا گئے اور کہا کہ شب کو ایک لڑکا پیدا ہوا ہی
کہ زائچہ ولادت اُسکا یہ ہی مین چاہتا ہون کہ اُسکے احکام تم لکھوا دو اُسنے دیکھا اور بہت تامل و غور کے بعد کہا کہ
یہ اجتماع کواکب کبھی نہین ہوا اور جب سے دنیا شروع ہوئی اور جب تک تمام ہوگی نہ ایسا اجتماع ہوا نہ ہوگا مگر
ایکبار یہ کہکر پھر حساب کیا اور وہ مدت بتائی کہ اُسوقت جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ کی ولادت باسعادت کو
اتنا ہی زمانہ ہوا تھا اور کہا کہ یہ ایک لڑکا اِس ساعت مین پیدا ہوا ہی اُنھون نے کہا کہ اگر پیدا ہو تو کیا ہو کہا کہ اس ساعت کا
مولود زندہ نہ رہیگا اور اگر رہیگا تو جمیع مخلوقات خدا کا مالک ہوگا اور برگزیدہ خلق اور مقرب بارگاہ خدا ہوگا اور
ہر بدی سے منزہ ہوگا چونکہ یہ بھی ایک اقرار فضیلت ہی کہ زبان غیر سے ہوا اسلیے اِسکا نقل کرنا مناسب جانا بالجملہ مروی ہی
کہ جس شب کو نور حضرت رسالت پناہ نے جناب آمنہ کے شکم مبارک کی طرف انتقال فرمایا جسقدر بت روے زمین پر تھے
وہ اُلٹ گئے اور کسی بادشاہ کا تخت باقی نہین رہا کہ سرنگون نہو جاے اور کوئی گھر اُس شب کو باقی نہین رہا کہ اُسمین

روشنی نہ معلوم ہوئی ہو اور اسی طرح ہر سرا کا حال اور کوئی حیوان زمین پر چلنے والا نہ تھا مگر یہ کہ گویا ہوا اور وحوش مشرق نے وحشیان مغرب کو بشارت دی ایک روایت مین وارد ہوا ہی کہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ جب مین حمل رسول خدا سے حاملہ ہوئی تو کچھ علامت حمل کی اپنے مین نہ پاتی تھی جیسا کہ عورات کو عارض ہوتی ہین اور وہ سبب انکے سستادی ہونیکا اور بے رونقی کا ہوتی ہین اور خواب مین دیکھا مین نے کہ ایک شخص میرے پاس آیا اور کہا اُسنے کہ تو حاملہ ہوئی ہے ایسے شخص کے ساتھ جو سب آدمیون سے بہتر ہو اور جب پیدا ہونیکا وقت آیا تو اِس آسانی سے پیدا ہوئے کہ مجھے کسی طرح کی اذیت نہین ہوئی اور پہلے اپنے دونون ہاتھ زمین پر رکھے بعد اُسکے تشریف فرما ہوے اُسکے بعد ایک ہاتف نے آواز دی کہ بہترین بشر تجھسے پیدا ہوا ہی اُسے خداوند یگانہ صمد کی حفظ و پناہ مین دے شر سے ظالم اور حاسد کی کعب الاحبار سے مروی ہی کہ کہا اُسنے کہ مین نے بہتر کتاب آسمانی پڑھی ہی اور صحف دانیال کو پڑھا ہی لیکن سب مین پیغمبر خدا کی ولادت کا ذکر اور اُنکی عترت کی ولادت کا ہی اور نام آنحضرت کا معروف ہی سب کتابون مین اور کسی پیغمبر کے پیدا ہونے کے وقت فرشتے آسمان سے نہین اُترے سوائے عیسیٰ و احمدؐ کے اور بہشت کے پردون کو کسی عورت کے لیے نہین گرایا مگر مریم اور آمنہ کے لیے اور فرشتے کسی عورت کے وقت حاملہ ہونے کے موکل نہین ہوے مگر مادر مسیح اور مادر احمدؐ کے لیے اور علامت حمل کی عالم بالا پر آنحضرت کی یہ تھی کہ جس شب کو آمنہ آنحضرت کے حمل سے حاملہ ہوئین تو منادی نے ساتون آسمانون مین ندا دی کہ تمھین بشارت ہو کہ در شاہوار نطفہ خاتم انبیا نے صدف عصمت و جلالت مین قرار پکڑا اور سب زمینون مین اور دریاؤن مین اِس خوشخبری کی ندا ہو پہنچائی گئی اور سب بہشتون کو شب ولادت مین آنحضرت کے زینت دی گئی اور یاقوت سرخ اور مروارید بے بہا کے قصر بنائے گئے اور مین نے سنا ہی کہ اُس روز کوئی پہاڑ دنیا مین نہین رہگیا مگر یہ کہ اُسنے کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ آواز بلند کی انتہی کلامہ جناب اخوند صاحب رہ نے حق الیقین مین فرمایا ہی کہ خاصہ و عامہ نے بہت سے طریقون سے روایت کی ہی کہ شب میلاد کثیر الاسعاد مین آنحضرت کے شیاطین کو آسمان پر جانے کی ممانعت ہوئی اور اِسی سے شہب آسمان پر ظاہر ہوے وہ اِس کثرت سے تھے کہ دیکھنے والون کو خوف ہوا کہ کہین قیامت برپا نہو جاے اور کاہنون کا علم برطرف ہوا اور جادوگرون کا سحر ضعیف ہو گیا اور جو بت کہ زمین پر تھا منہ کے بھل زمین پر گر پڑا اور طاق کسریٰ کہ جسے بادشاہ عجم نے بہت مضبوطی سے بنایا تھا اور اب تک باقی ہی کانپ گیا اور چودہ کنگرے اُسکے گر پڑے اور بیچ مین سے ٹوٹ کر زمین تک دو حصہ ہو گیا اور اب تک سوا اِس شکستگی کے کہین اور سے وہ نہین ٹوٹا اور جو قصر کہ دجلہ پر بنایا تھا وہ خراب ہو گیا اور پانی اُسمین جاری ہو گیا اور وہ دریاچہ ساوہ کہ جسے پوجتے تھے وہ اُسی رات کو خشک ہو گیا اور اب بجاے اُسکے نمکزار ہی کہ کاشان سے وہ قریب ہی اور وہ فارس کا آتشکدہ کہ جسکی ہزار برس سے پرستش ہوتی تھی اور آگ اُسکی کبھی نہ بجھی تھی اُسی رات کو بجھ گیا اور سماوہ کا رودخانہ کہ سالہاے سال سے خشک تھا اُسمین پانی جاری ہو گیا

ہو اُس رات کو ایک نور حجاز کی طرف سے ساطع ہوا اور اُسنے تمام عالم مین ظہور و انتشار پایا اور ہر بادشاہ کا تخت سرنگون ہوا اور سب بادشاہ اُسدن گنگ تھے کسی کی زبان سے بولا نجاتا تھا اور فرشتگان مقرب و ارواح پیغمبران وقت ولادت حضرت کے دولت سرا مین حاضر ہوئین اور رضوان خازن بہشت حورون کے ساتھ اُترے کہ سب کے ہاتھون مین آفتابے اور طشت بہشت کے سونے اور چاندی کے تھے اور جناب آمنہ کے لیے شربتہاے بہشتی لائے تھے اُنھین پلایا اور حضرت کو ولادت کے بعد بہشت کے پانی سے نہلایا اور بہشت کے عطر و خوشبوئیون سے معطر کیا اور مہر نبوت کو پشت مبارک پر حضرت کی چسپان کیا کہ اُسکا نقش ہو گیا اور پارچہ حریر سفید مین جو بہشت سے لائے تھے حضرت کو پیچیدہ کیا اور انھین سب روحانیون کو دکھایا اور انھین آگاہ کیا اور سب ملائکہ آسمانون کے حضرت کی خدمت مین حاضر ہوے اور سلام حضرت پر کیا اور حضرت کی ساعت ولادت مین چارون رکن کعبہ معظمہ کے جدا ہوے اور حجرہ مقدسہ کی طرف چارون نے سجدہ کیا اور اور غرائب و معجزات جو اُسوقت مین اور اُسکے بعد ایام نشو و نما مین حضرت سے ظاہر ہوے وہ اِس سے زیادہ ہین کہ کوئی شمار کر سکے تھوڑا اُسمین سے حیات القلوب مین مذکور ہو انتہی کلامہ اعلی اللہ مقامہ اور ملا معین نے معارج النبوت مین جو تاریخ لکھی ہو اُسمین صفیہ بنت عبدالمطلب سے نقل کیا ہو کہ وہ کہتی ہین کہ شب ولادت مین حضرت کی مین قابلہ کی جگہ کام کرتی تھی حضرت کی ولادت کے وقت ایک روشنی نور کی ایسی ظاہر ہوئی کہ چراغ کے نور پر بھی غالب ہو گئی اور اُس رات مین مین نے چھ علامتین مشاہدہ کین ایک جب یہ زمین پر تشریف لائے تو سجدہ کیا دوسری یہ کہ سر مبارک اُٹھایا اور بزبان فصیح اور عبارت صریح فرمایا کہ لا الٰہ الا اللّٰہ انی رسول اللّٰہ تیسری یہ کہ گھر کو اُنکے نور سے روشن دیکھا چوتھی جب مین نے موافق عادت کے چاہا کہ غسل دون تو ایک ہاتف نے آواز دی کہ اے صفیہ اپنے تئین مشقت مین نہ ڈال کہ مین نے اُسے غسل دیکر بھیجا ہی پانچوین یہ کہ ختنہ کیے ہوے پیدا ہوے تھے اور ناف کٹی ہوئی تھی چھٹی یہ کہ جب مین نے چاہا کہ اُنھین کپڑے مین موافق عادت کے لپیٹون تو پشت پر اُنکی خاتم نبوت کو دونون شانون کے بیچ مین دیکھا کہ اُسمین لکھا ہوا تھا لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم کتاب روضۃ الواعظین مین روایت کی ہی کہ شیطان نے وقت ولادت باسعادت آنحضرت کے اپنی اولاد کو پکارا کہ وہ سب اُس پاس جمع ہوے اور کہا کہ اے ہمارے سردار کیا سبب ہی کہ تو نے اپنے مقام سے حرکت کی اُسنے کہا کہ واے ہو تمپر اول شب سے اسوقت تک مین آسمان کا حال متغیر پاتا ہون ضرور کوئی حادثہ بزرگ واقع ہوا ہی کہ جب سے عیسی بن مریم آسمان پر گئے ایسا واقعہ نہین ہوا پس چاہیے کہ تم سب جاؤ اور دنیا مین پھرو اور تفحص کرو کہ کون سی نئی بات حادث ہوئی ہی جس سے یہ تغیر مین دیکھتا ہون پس یہ سنکر جملہ شیاطین متفرق ہوے اور دنیا مین خوب پھر کر آئے اور کہا کہ ہمنے کچھ نہین پایا اُسوقت اُس ملعون نے کہا کہ اِسکی خبر لانا میرا کام ہی یہ کہکر دنیا مین داخل ہوا اور بہت جلد حرم مکہ معظمہ تک پہونچا دیکھا اُسنے کہ فرشتے اطراف حرم کو گھیرے ہوے ہین چاہا

روایت صفیہ بنت عبدالمطلب

حکایت ابلیس لعین

کہ حرم کے اندر داخل ہوئے کہ فرشتون نے آواز دی پھر ابلیس اُسکے چڑیا کے برابر چھوٹا ہو گیا اور چھوٹا ہو کر کوہ حرا کی طرف سے
داخل ہوا جبرئیل نے فرمایا پھر جا ای ملعون اُسنے کہا کہ ای جبرئیل ایک حرف تمسے پوچھتا ہون یہ بتاؤ کہ آج کی شب مین پر کیا
واقع ہوا ہی جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ بہترین پیغمبران ہین آج پیدا ہوئے ہین اُسنے پوچھا کہ آیا میرا بھی کچھ
اُنمین ہی جبرئیل نے کہا کہ نہین کہا اُنکی امت مین میرا حصہ کچھ ہی کہا ہان شیطان نے کہا کہ اب مین بھی راضی اور خوش ہوا پس
واقعی یہ ہی کہ جسوقت آنحضرت نے رحلت اِس جہان سے فرمائی حصہ شیطان کا اِس اُمت سے ظاہر ہوا پہلا جلسہ
سقیفہ بنی ساعدہ مین جو ہوا وہی بنیاد فساد کی اِس اُمت مین اور ابتدا مخالفت خدا اور رسول کی تھی اور اب دیکھیے
کہ اُنکے ہاتھ سے اِس امت کو نجات کب حق تعالی عطا فرماتا ہی بسند معتبر جناب صادق علیہ السلام سے منقول ہی کہ
شیطان آگے سات آسمان تک جاتا تھا اور اخبار سماویہ کو سُن آیا کرتا تھا جب حضرت عیسی بن مریم پیدا ہوئے تو
تین آسمانون سے جانے کا ممنوع ہوا چار تک جاتا تھا جب جناب سالتماب صلی اللہ علیہ و آلہ پیدا ہوئے تو سب
آسمانون سے اُسے جانے کی ممانعت ہوئی اور شیاطین کو تیر شہاب سے دفع کرنا شروع ہو گیا بالجملہ بعد ولادت
موافق عادت اطفال دودھ سے غذا نوش فرمانے لگے موافق روایت جناب آخوند صاحب جو حیات القلوب مین
لکھا ہی جب عمر شریف چار مہینے کی ہوئی تو جناب آمنہ نے کہ حضرت کی والدہ شریفہ تھین انتقال فرمایا اور وہ سردار کائنات
بے مان اور باپ کے ہوئے تین روز تک شدت مصیبت مین انتقال مادر معظمہ کے آپ نے کچھ تناول نہین فرمایا برابر روتے تھے
اور دادا حضرت کے عبد المطلب بیتابی کرتے تھے بعد اُسکے اپنی صاحبزادیون کو کہ عاتکہ و صفیہ تھین بلایا اور کہا کہ
اِس میرے فرزند کو چپ کراؤ اور دودھ پلانے والیان اُنکے لیے ڈھونڈھو پس عاتکہ شہد حضرت کو کھلاتی تھین اور جتنی
عورتین بنی ہاشم کی کہ دودھ رکھتی تھین اور پلاتی تھین سب کو بلایا کہ شاید کسی کی چھاتی قبول کرین یہانتک کہ چار سو
ساٹھ عورت زنان اکابر قریش سے عبد المطلب کے گھر مین جمع ہوئی اور کسی کی چھاتی نہ لی بعد اضطراب فرماتے تھے
اُسوقت عبد المطلب بہت غمگین ہو کر گھر سے نکلے اور خانہ کعبہ مین گئے اور پناہ کعبہ مین بیٹھے کہ دفعتاً ایک آدمی بہت بوڑھا
قریش سے کہ اُسکا نام عقیل بن ابی وقاص تھا آیا اور آثار حزن و ملال کے عبد المطلب مین دیکھکر سبب پوچھا عبد المطلب نے
اپنے تردد و تشویش کی وجہ کو بیان کیا عقیل نے عبد اللہ بن حارث کی بیٹی کی کہ حلیمہ اُنکا نام تھا بہت تعریف کی
اور کہا کہ میرے گمان مین کوئی عورت عورات قریش سے عقل و فصاحت اور صباحت و شرافت مین اُسکے مثل نہین ہے
اور وہ دودھ رکھتی ہی جب عبد المطلب اُسکے اوصاف پر مطلع ہوئے تو اپنے غلام کو کہ شمردل اُسکا نام تھا ناقہ پر
سوار کر کے قبیلہ بنی سعد بن بکر کی طرف کہ چھ فرسخ پر مکہ سے تھا بھیجا اور فرمایا کہ عبد اللہ بن حارث سعدی کو جلد میرے پاس
لاوے غلام گیا اور بہت تھوڑی دیر مین لیکر پھرا کہ اُسوقت بزرگان قریش عبد المطلب کی خدمت مین حاضر تھے جب
عبد المطلب نے اُنھین آتے دیکھا تو اُنکے استقبال کے واسطے اُٹھے اور اُنھین گلے لگایا اور اپنے پہلو مین بٹھایا اور کہا کہ

بیان احوال رضاعت آنحضرت

اے عبد اللہ میں نے تمھیں اسواسطے بلایا ہے کہ محمد پوتا میرا چار مہینے کا ہے اور ماں اسکی مر گئی ہے اور اسکی مفارقت میں روتا ہے اور اضطراب کرتا ہے اور کسی کی چھاتی نہیں لیتا میں نے سنا ہے کہ تمھاری بیٹی ہے کہ دودھ رکھتی ہے اگر مصلحت جانو تو محمد کے دودھ پلانے کو اسے بلواؤ اگر اسکا دودھ قبول کر لے تو میں تمکو اور تمھارے کنبہ کو مالدار کر دونگا عبد اللہ اس مژدہ کو سنکر بہت خوش ہوے اور اپنے قبیلہ کی طرف پھر کر گئے اور حلیمہ کو بشارت دی حلیمہ نے غسل کیا اور اپنے تئین معطر کیا اور پوشاک فاخرہ پہنی اور اپنے باپ عبد اللہ کے ساتھ جناب عبد المطلب کی خدمت میں حاضر ہوئیں جب عبد المطلب حلیمہ کو لیکر عاتکہ کے گھر میں آے اور جناب رسالتمآب کو حلیمہ کی گود میں دیا حلیمہ نے اپنے پستان جب حضرت کے منھ میں دینے کو نکالے حضرت نے اسے قبول نہ فرمایا اور پستان راست کی طرف رغبت فرمائی چونکہ وہ چھاتی انکی خشک تھی کہ کبھی کسی لڑکے نے اس سے دودھ نہیں پیا تھا اسلیے حلیمہ وہ چھاتی نہ دیتی تھیں کہ اگر اس چھاتی میں دودھ نہونے سے رغبت نہ فرمائیں تو مطلب حاصل نہوگا اسلیے بار بار پستان چپ کو دیتی تھیں اور حضرت اضطراب فرماتے تھے اور پستان جانب راست کی طرف رغبت کرتے تھے یہاں تک کہ حلیمہ نے کہا کہ اے فرزند لو یہی چھاتی لو چوسکر دیکھ لو آپ ہی جانوگے کہ وہ خشک ہے یہ کہکر پستان راست حضرت کے دہن شریف میں دی بمجرد اسکے کہ آپ نے اسمیں منھ لگایا برکت دہن سے ایسا دودھ اس سے جاری ہوا کہ کنارہ دہن سے بہتا تھا اسوقت حلیمہ بھی متعجب ہوئیں اور کہا کہ اے میرے فرزند بہت تعجب ہے تمھارے حال سے مجھے میں خداوند آسمان کی قسم کھاتی ہوں کہ بارہ لڑکوں کو میں نے اسی پستان چپ سے دودھ پلایا ہے کبھی ایک بوند کسی نے اس چھاتی سے نہیں چکھی اب تیری برکت سے اسمیں سے دودھ ٹپک رہا ہے اسوقت عبد المطلب بہت خوش ہوے اور کہا کہ اے حلیمہ اگر تم میرے پاس رہو تو بڑا مکان دوں اور بہت انعام و اکرام کروں لیکن جب سمجھے کہ انھیں یہاں رہنے سے کراہت ہے تو کہا اے حلیمہ دو شرطوں کے ساتھ اپنے فرزند کو تمھارے سپرد کرتا ہوں ایک یہ کہ انکی تعظیم و تکریم میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرنا اور انکی حفاظت و حراست سے غافل نہونا حلیمہ نے کہا کہ جسوقت سے انکے نور پر نظر پڑی ہے ایسی محبت میرے دل میں پیدا ہوئی ہے کہ تمھاری سفارش کی حاجت نہیں ہے عبد المطلب نے فرمایا کہ دوسری شرط یہ ہے کہ ہر جمعہ کو انھیں میرے پاس لاکر دکھا جانا کہ مجھے اس سے جدائی کی طاقت نہیں ہے حلیمہ نے قبول کیا بعد اسکے حلیمہ ہمیشہ نئی نئی باتیں آنحضرت کی دیکھتی تھیں اور معجزات اس جناب کے روز بروز انپر ظاہر ہوتے جاتے تھے ایک روز حلیمہ کو معلوم ہوا کہ حضرت صحرا کی طرف تشریف لیجانا چاہتے ہیں پس پوشاک فاخرہ پہنائی اور اپنے بیٹوں کو وصیت کی کہ بہت حفاظت اور رعایت کے ساتھ ہمراہ حضرت کے جاکر صحرا کی سیر دکھلاؤ جب سید انبیا نے قدم صحرا میں رکھا میدان اور پہاڑ جمال باکمال سے حضرت کے روشن ہوے اور جس پتھر اور ڈھیلے پر سے گذرتے تھے وہ بآواز بلند ندا کرتا تھا کہ

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَحْمَدُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حَامِدُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا مَحْمُودُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا صَاحِبُ الْقَوْلِ الْعَدْلِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ خوشحال اسکا جو تیرے ساتھ ایمان لاے اور عذاب خدا اسپر نازل ہو جو تیرے ساتھ کفر و

انکار کرے یا کسی ایک حرف کو بھی اس سے رد کرے جو تو اپنے پروردگار کی طرف سے لائیگا اور حضرت انکے سلام کا جواب
فرماتے تھے فقط۔ روایت یہ بڑی ہے اور بہت سے معجزات پر مشتمل ہے لیکن بقدر حاجت و مقام کے اُسے نقل کیا گیا اور
اسی روایت مین قصہ بعد ولادت شکم مبارک کے شق کرنے کا بھی مفصل مذکور ہے اور اسی طرح وہ قصہ حضرات اہلسنت کی بھی
کتابون مین مصرح ہے جناب سید سند نے لکھا ہے کہ انکی بعض روایات سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ یہ امر بہ نسبت جمیع انبیا کے
واقع ہوا ہے چنانچہ کتاب مواہب سے روایت کو نقل فرمایا ہے کہ لکھا ہے اُسنے کہ خبر تابوت مین وارد ہے کہ اسمین ایک
طشت تھا کہ اسمین پیغمبرون کے دل دھوئے جاتے تھے لیکن راقم رسالہ کو تعجب ہے کہ اس روایت کی نقل و تصدیق کے بعد
پھر بھی عصمت انبیا مین آنحضرات کو انکار و تامل کا مقام باقی رہگیا اور ابن بابویہ نے کتاب امالی مین ابن عباس سے
کہ انھون نے اپنی والدہ سے اور انھون نے حضرت آمنہ سے حدیث بہت بڑی کہ جو مشتمل اوپر بیان ولادت باسعادت
آنحضرت کے ہے نقل کی ہے حاصل اُسکا یہ ہے کہ جناب آمنہ فرماتی ہین کہ جب وہ حضرت پیدا ہو چکے تو مین انھین اپنی گود مین
لیے بیٹھی تھی ناگاہ ایک جوان کشیدہ قامت بہت نورانی اور خوش لباس کو دیکھا مین نے گمان کرتی ہون مین
کہ عبدالمطلب تھے پس وہ میرے پاس آئے اور آنحضرت کو مجھسے لے لیا اور انکے ساتھ ایک طشت سونے کا مرصع
زمرد کے ساتھ تھا اور ایک کنگھی سونے کی تھی بعد اسکے شکم مبارک کو آنحضرت کے شق کیا اور دل حضرت کا باہر نکالا
اور اُس سے ایک سیاہ نقطہ کو نکال کر دور کیا بعد اسکے ایک کیسہ ریشمی سبز رنگ نکالا کہ اُس سے سفید زیرے کی
بو آتی تھی اُسے دل مین بھرا اور پھر دل کو اُسی جگہ پر رکھا اور اپنا ہاتھ شکم مبارک پر پھیرا اور آنحضرت سے باتین کرنی چاہین
پس آنحضرت نے باتین کین اور مین نہین سمجھی کہ اُس جوان نے کیا کہا مگر اسقدر سمجھی کہ کہا اُسنے کہ فِیْ اَمَانِ اللّٰہِ وَحِفْظِہٖ
وَکِلَائَتِہٖ فقط لیکن یہ قصہ ایسا ہے کہ جسمین اتفاق علما کا ہمارے نہین ہے بعضے اثبات و تصحیح کرتے ہین اور بعضے انکار کرتے ہین
چنانچہ جناب اخوند صاحب نے حیات القلوب مین کہا ہے کہ قصہ شکم مبارک کے شگافتہ کرنے کا ایسا ہے کہ بعض علمانے
ہمارے اُس سے انکار کیا ہے اور وہ اگرچہ صریحاً احادیث معتبرہ شیعہ مین وارد نہین ہوا لیکن اُسکی نفی بھی نظر سے
نہین گذری اور بعضے اخبار جلد اول مین گذرے کہ حقیقت پر اسکے دلالت کرتے ہین پس یقین کرنا اسمین کہ یہ
واقع ہوا یا نہین ہوا چاہیے احتمال کے مرتبہ مین اسے چھوڑنا بہتر ہے فقط اور لیکن شمائل با فضائل آنحضرت کے
پس جاننا چاہیے کہ ابو علی محمد بن احمد بن علی الفتال نیشاپوری نے کتاب روضۃ الواعظین مین حضرت امیرالمومنین
علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ایک شخص خدمت مین آنحضرت کی مسجد کوفہ مین اُسوقت حاضر ہوا کہ تلوار پر تکیہ فرمائے
بیٹھے تھے پس عرض کیا کہ حلیہ اور وصف حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ کا بیان فرمائیے لیکن اس طرح کہ گویا
صورت حضرت کی مین دیکھ لون حضرت نے فرمایا کہ اچھا رنگ مبارک حضرت کا سفید اور سرخی اُسپر غالب تھی
آنکھین سیاہ تھین اور بال سیدھے تھے سیاہی پتلے پتلے بالون کی سینہ کے بیچ مین سے ناف تک کھنچی ہوئی تھی

رخسار مبارک بہت ہموار و نرم تھے سینہ کے اور شکم مبارک کے بال جس طرح باریک شاخ درخت کی ہو ظاہر تھے
شکم مبارک مین اور سینہ مین حضرت کے اُن بالون کے سوا کچھ نہ تھا کف دست اور کف پا حضرت کے گوشت سے
بھرے ہوے تھے گڑھا اُنمین نہ تھا جب حضرت راہ چلتے تھے تو قدم کو زمین پر کھینچتے نہ تھے بلکہ پاؤن حضرت کے
زمین سے اسطرح جدا ہوتے تھے کہ گویا نیچے زمین پر چلتے ہین یا کسی پتھر سے پاؤن جدا ہوتا ہی اور جب دو جانبون مین سے
کسی ایک جانب کی طرف ملتفت ہوتے تھے تو سارا جسم شریف اُس طرف کو پھر جاتا تھا قامت شریف نہ چھوٹا تھا
نہ بڑا تھا متوسط تھا پسینے کی بوندین پیشانی مبارک پر موتی کی طرح ظاہر ہوتی تھین پسینے کی بو حضرت کی مشک اذفر سے
زیادہ خوشبو تھی مثل آنحضرت کا نہ پہلے دیکھا نہ بعد آنحضرت کے دیکھا یعنی جو پہلے حضرت کے پیدا ہوے تھے اور جو
بعد حضرت کے پیدا ہوے کسی کو مثل حضرت کے حسن و جمال مین نہ دیکھا اور حدیث معتبر مین حضرت امام حسنؑ اور
حضرت امام حسینؑ صلوات اللہ علیہما سے منقول ہی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کی بزرگی آنکھون مین اور مہابت و خوف
حضرت کا دلون مین دیکھنے والون کے معلوم ہوتا تھا اور روے مبارک سے حضرت کے مثل چودھوین رات کے
چاند کے نور چمکتا تھا قد شریف حضرت کا بہ نسبت قامت متوسط کے تھوڑا سا بلند تھا اور سر مبارک حضرت کا بزرگ تھا
اور بال حضرت کے نہ بہت گھونگر والے تھے اور نہ بہت سیدھے تھے اور کان کی لو سے اکثر اوقات مین زیادہ نیچے
نہوتے تھے و اگر زیادہ بڑھ جاتے تھے تو اُنکے بیچ مین سے شگافتہ فرما کر سر کے دونون طرف چھوڑ دیتے تھے اور رنگ مبارک
سفید و نورانی تھا کشادہ پیشانی تھے حضرت اور ابرو بہت باریک اور مقوس تھے یعنی مثل کمان تھے اور ملے ہوئے
نہ تھے لیکن یہ وصف اختلافی ہی اِس روایت مین ملنے کی نفی ہی اور بعض روایت مین وارد ہی کہ ملی ہوئی تھی اور پیشانی
اقدس مین ایک رگ تھی کہ وہ غصہ کے وقت مین بھر کر ظاہر ہو جاتی اور ابھر آتی تھی اور بینی مبارک باریک اور
کشیدہ تھی اور بیچ مین سے تھوڑی سی ابھری ہوئی تھی اور اُس سے نور چمکتا تھا ریش مبارک حضرت کی با انبوہ یعنی
گھنی تھی اور کنارے اُسکے سیدھے تھے اُلٹے ہوے نہ تھے دہن مبارک بہت چھوٹا نہ تھا اور دندان مبارک سفید و
براق و نازک و کشادہ تھے باریک باریک بال سینہ کے بیچ سے ناف تک اُگے تھے گردن حضرت کی صفائی اور نور
اور سیدھی ہونے مین ایسی تھی کہ جیسے اُن صورتون کی ہوتی ہی جنھین چاندی سے بنایا ہوا و صیقل کیا ہو اعضاے
بدن سب معتدل اور قوی اندام و خوشنما تھے سینہ اور شکم مبارک دونون برابر تھے آپسمین اور دونون استخوان کتف کے
بیچ مین گڑھا تھا اور ہڈیون کے سرے جو بندہاے بدن مین ظاہر ہوتے ہین وہ قوی اور موٹے تھے اور یہ علامت
از روے علم قیافہ شجاعت و قوت کی ہی اور عرب مین ممدوح ہی بدن حضرت کا سفید اور نورانی تھا اور سینہ کے بیچ مین سے
ناف تک باریک سیاہ خط تھا بالون کا مثل اُسکے کہ جب چاندی کو صیقل کرین اور اُسکے بیچ مین صفائی کی زیادتی سے
خط سیاہ دکھائی دے اور چھاتی پر اور اطراف سینہ پر اور شکم مبارک پر حضرت کے بال سے خالی تھا اور ہاتھون پر اور

وزاع پر حضرت کے بال تھے اور اور بناء دست حضرت کے دراز و بڑے تھے اور کف مبارک کشادہ تھے الخ اور جناب
سید سند نے حدیقہ سلطانیہ مین عبداللہ بن سلیمان سے روایت کی ہی کہ کہا اُنہے کہ مین نے کتاب انجیل مین جو حضرت
عیسیٰ پر وارد ہوئی تھی پڑھا ہی کہ حق تعالیٰ نے اُنکے ساتھ وحی فرمائی کہ ای عیسیٰ ای فرزند پاک بتول کے اہل سوریا کو
پہونچا کہ مین ہون وہ خداوند دائم جسکے لیے زوال نہین ہی اور تصدیق کرو اُس پیغمبر کی میرے جو صاحب شتر اور صاحب
زرہ اور عمامہ اور عصا ہی اور کشادہ چشم اور پہن پیشانی ہی اور واضح الخدین اور کشیدہ بینی اور کشادہ دندان ہوگا اور
گردن اُسکی ابریق نقرہ کی ہوگی اور بائین گردن سے اُسکے نور ایسا ساطع ہوگا کہ گویا سونا اُسپر ملا ہوا ہی اور باریک بال
اُسکے سینہ سے ناف تک اُگے ہونگے اور سب پیٹ اور سینہ پر اُسکے بال نہونگے اور گندم گون ہوگا اور جب جماعت کے ساتھ
نکلے گا تو سب پر زیادتی رکھتا ہوگا اور سب سے ظاہر ہوگا اور مُنھ پر اُسکے عرق مثل موتی کے جاری ہوگا اور مشک کی بو
ہمیشہ اُس سے آتی ہوگی اور اُسکا مثل کسی نے نہ اُسکے پہلے دیکھا ہوگا اور نہ پھر کوئی بعد اُسکے دیکھیگا بہت خوشبو ہوگا
اور بہت عورتون کے ساتھ نکاح کرے گا اُسکی نسل بہت کم ہوگی اور نسل اُسکی اُسکی بیٹی سے کہ وہ بابرکت ہی ہوگی
کہ اُسکا گھر ایسے بہشت مین ہوگا کہ جہان آزار و محنت نہین ہی اور وہ اُس بیٹی کو آخر زمان مین کفالت و پرورش کرے گا
جیسا کہ زکریا نے تری مان کی کفالت کی اور اُس سے دو فرزند پیدا ہونگے کہ شہید ہونگے اور بات اُس پیغمبر کی قرآن ہوگی
اور دین اُسکا اسلام ہوگا پس طوبیٰ ہی اُسکے لیے جو اُسکے زمانہ بعثت کو پاوے اور اُسکے زمانہ تک پہونچے اور اُسکے کلام کو سُنے
حضرت عیسیٰ نے عرض کی کہ خداوندا طوبیٰ کیا ہی خدا نے وحی فرمائی کہ ایک درخت ہی بہشت مین کہ مین نے اُسے اپنے
دست قدرت سے بویا ہی کہ وہ سب بہشتون پر سایہ ڈالتا ہی اور تخم اُسکی رضوان سے ہی اور پانی اُسکا چشمہ تسنیم ہی
اور ایک چشمے سے ہی کہ جو سردی مین کافور ہی اور ذائقہ مین زنجبیل ہی جو کوئی اُس چشمے سے ایک شربت پی لے پھر کبھی
پیاسا نہو حضرت عیسیٰ نے عرض کی کہ خداوندا مجھے اُس چشمے سے پانی دے حق تعالیٰ نے فرمایا کہ ای عیسیٰ پانی اُسکا سب
خلائق پر حرام ہی جب تک کہ وہ پیغمبر اور اُسکی اُمت اُس سے پانی نہ پی لین ای عیسیٰ تجھے آسمان پر بلاؤن گا اور پھر آخر زمان مین
تجھے زمین پر بھیجون گا تا کہ اُس پیغمبر کی اُمت سے عجائبات کا مشاہدہ کرے اور دجال ملعون کے مارنے پر مددگاری کرے
اور تجھے اُنکی نماز کے وقت پر بھیجونگا کہ اُنکے ساتھ تو نماز کرے بدرستیکہ وہ اُمت مرحومہ ہی فقط یہان تک کچھ تھوڑا سا
بیان شمائل با فضائل حضرت کا ہوا جس سے تعین تشخص حضرت کی ہو سکتی ہی اب مناسب مقام یہ ہی کہ معجزات بیان
شریف کے لکھون کہ وہ بھی مشخصات حضرت کے ہین بسبب مخصوص ہونے ساتھ جسم شریف حضرت کے اور وہ معجزات
اگرچہ بہت ہین لیکن جہان تک کہ دیکھنے والون کی سمجھ مین آئے اور اُنھون نے اُسکو بسبب تکرار سلسلہ کے شمار کیا اور
مندرج تاریخ و سیر مین ہوئے چوبیس ہین جیسا کہ جناب آخوند صاحب نے کتاب حق الیقین مین اُنھین مین محدود کیا ہی
اور بیان اُنکا یہ ہی پہلا معجزہ بدن کا حضرت کے یہ ہی کہ ہمیشہ پیشانی انور سے نور ساطع رہتا تھا مثل چاند کے

معجزات بیان شریف حضرت

پیشانی نورانی اُن معدن انور کی درودیوار کو روشن کرتی تھی اور جب دست مبارک کو بلند کرتے تھے تو دسون انگلیان شمع روشن کی طرح روشنی دیتی تھین اور حیات القلوب مین اخوند صاحب نے فرمایا ہی کہ حدیث معتبر مین حضرت امام جعفر صادقؑ سے منقول ہی کہ جو کوئی شب تاریک مین پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کو دیکھتا تھا تو روے انور سے حضرت کے ایسے نور کا مشاہدہ کرتا تھا کہ جیسا نور چاند سے ظاہر ہوتا ہی اور کہا ہی کہ ایک شب عائشہ کی سوئی جاتی رہی تھی جب حضرت دولتخانہ مین داخل ہوے تو حضرت کی روشنی مین اُنھون نے سوئی اپنی دیکھکر اُٹھالی اور فرمایا ہی کہ روایت کی ہی کہ ایک شب کو اندھیرا بہت تھا وہ حضرت راہ مین تشریف لیے جاتے تھے اور دست مبارک بلند فرماتے تھے اور انگشتان مبارک سے نور تابندہ ہوتا تھا اور اُسی کی روشنی مین راہ چلتے تھے دوسرے حضرت کے بدن سے بوے خوش آتی تھی اور وہ خوشبو ایسی تھی کہ جس راہ سے حضرت تشریف لیجاتے تھے تو سب پہچانتے تھے کہ وہ حضرت ادھر سے تشریف لیگئے ہین بسبب اُس خوشبو کے جو مخصوص حضرت کے بدن سے آتی تھی اور جو پسینا حضرت کا جمع کر رکھتے تھے وہ سب عطرون سے بہتر ہوتا تھا اور اُسے اور خوشبوئیون مین داخل کرتے تھے ایک دن پانی کا ڈول بھر کر حضرت کے پاس لاے ایک کف پانی کا اُسمین سے لے کر مضمضہ فرمایا اور اُس پانی مین ڈول کے ڈال دیا وہ سب پانی مشک سے زیادہ خوشبو ہوگیا تیسرے یہ کہ اگر آفتاب مین بیٹھتے تھے یا راہ چلتے تھے تو سایہ حضرت کا زمین پر نہ پڑتا تھا چوتھے یہ کہ جسکے ساتھ حضرت راہ چلتے تھے اگر وہ کیسا ہی بلند قامت ہو لیکن بقدر ایک گز کے حضرت اُس سے بلند تر معلوم ہوتے تھے پانچوین یہ کہ ہمیشہ آفتاب مین جب راہ چلتے تھے تو ابر سر اقدس پر سایہ کرتا تھا اور حضرت کے ساتھ ساتھ چلتا تھا اور مصنف مدارج النبوۃ نے بیان خصائص مین حضرت کے لکھا ہی کہ ابر کا سایہ کرنا حضرت پر ہمیشہ نہوتا تھا بلکہ اوقات متعددہ مین واقع ہوا ہی پہلے اُسوقت ہوا تھا کہ جب کم سنی مین اپنے چچا ابو طالبؑ کے ساتھ حضرت نے سفر شام فرمایا ہی تو راہب بحیرا نے پہچانا تھا اور بنا بر اِس قول کے وجہ سوم اور پنجم مین جو بظاہر منافات معلوم ہوتے تھے یعنی سایہ نہوتا تھا آفتاب مین بیٹھنے سے اور راہ چلنے مین اور ابر کا سایہ ہمیشہ رہتا تھا تو اب وہ منافات نہ رہے کیونکہ ابر کا سایہ ڈالنا اِس صورت مین دوامی نہوا بلکہ اکثر یہ ہوگا نہ دائمی اور اب منافات نہین ہو سکتے منافات اُسوقت ہوتے جو دونون عام ہوتے کیونکہ جب ابر کے سایہ مین رہے تو اب آفتاب مین بیٹھنا اور راہ چلنا اُسمین کیونکر ممکن ہی اور جب ابر کے نیچے ہوے تو سایہ کیونکر پڑے اور اگر یہ کہا جاے کہ نہین دونون وجہین عام ہین یعنی ہمیشہ آفتاب مین بیٹھنے اور راہ چلنے مین سایہ نہوتا تھا اور ہمیشہ ابر سر پر سایہ فگن رہتا تھا جیسا کہ اِس روایت مین وارد ہی اور اخوند صاحب نے اُسے بطور عام لکھا ہی تو اُسکی تاویل بظاہر بطریق تسلیم تعمیم یہ ممکن ہی کہ وہین مراد یہ ہی کہ ابر کا سایہ سر اقدس پر رہتا تھا تمام جسم شریف پر نہ رہتا تھا اور یہ خاصہ تمام جسم کا تھا کہ باوجود آفتاب کے نیچے بیٹھنے کے اور راہ چلنے کے سایہ نہ پڑتا تھا چھٹے یہ کہ کوئی پرند کبھی سر اقدس پر سے حضرت کے اُڑ کر نہ جاتا تھا اور کوئی جانور

پر

مثل مکھی اور مچھر وغیرہ کے جنکی عادت ہی کہ انسان کے بدن پر بیٹھتے ہین وہ حضرت کے بدن شریف پر نہ بیٹھتے تھے ساتوین یہ کہ حضرت پشت کی طرف سے اسطرح دیکھتے تھے کہ جیسا کوئی اپنے منھ کے سامنے کی چیز کو دیکھے یہان پر یوہم ہوتا ہی کہ رویت کی شرائط سے مقابلہ مرئی کا ہی پھر یہ کیونکر ہو سکتا ہی کہ خلاف شرط رویت دیکھا جاے لیکن اسکا جواب یہ ہی کہ ممکن ہی کہ حق تعالی قوت باصرہ کو جس جسم مین چاہے خلق فرماے اور جب بنظر قدرت خدا یہ ممکن ہوا تو ہو سکتا ہی کہ حق تعالی نے اِس قوت کو حضرت کے جسم شریف مین فائض فرمایا ہو کہ اُس جہت سے مشاہدہ فرماتے ہون اور اِسمین کچھ محال لازم نہین آتا البتہ محال یہ ہی کہ قوت باصرہ مختص ایک جانب کے ساتھ ہو اور پھر غیر مقابل کو دیکھین اور یہ دعوی کسی نے نہین کیا آٹھوین یہ کہ خواب وبیداری حضرت کی برابر تھی نیند کے باعث سے قوی اور حواس حضرت کے ادراک سے معطل نہوتے تھے فرشتون کی باتین حضرت سُنتے تھے اور لوگ نہ سُنتے تھے اِسی طرح فرشتون کو دیکھتے تھے اور لوگ نہ دیکھتے تھے اور جو کچھ لوگون کے دلون پر گذرتا تھا وہ سب حضرت پر ظاہر ہو جاتا تھا حضرت سب کے مافی الضمیر کو جان لیتے تھے نوین یہ کہ بوے بد حضرت کے مشام مبارک تک نہ پہونچتی تھی دسوین یہ کہ آب دہن جس کنوئین مین ڈال دیتے تھے اُسمین برکت پیدا ہو جاتی تھی اور پانی سے بھر جاتا تھا اور جس دردمند پر مل دیتے تھے اُسے شفا ہو جاتی تھی اور جس کھانے مین ہاتھ ڈال دیتے تھے اُسمین برکت اور زیادتی ہوتی تھی تھوڑے سے کھانے سے بہت سے آدمیون کا پیٹ بھر دیتے تھے چنانچہ جابر ابن عبد اللہ انصاری کے تھوڑے سے جو سے جو وزن مین ایک صاع تھا اور ایک بزغالہ سے سات سو آدمی کو سیر فرما دیا گیارھوین یہ کہ جتنی زبانین دنیا مین ہین سب کو سمجھتے تھے اور سب زبانون مین بات کرتے تھے بارھوین یہ کہ محاسن شریف مین سترہ بال سفید تھے کہ وہ آفتاب کی طرح چمکتے تھے تیرھوین یہ کہ مہر نبوت پشت مبارک پر منقوش کی تھی وہ اپنی روشنی مین آفتاب کے نور سے زیادہ تھی چودھوین یہ کہ انگلیون سے پانی اسطرح جاری ہوا کہ جماعت کثیر اُس سے سیراب ہوگئی پندرھوین یہ کہ اشارہ انگشت سے چاند کو دو ٹکڑے فرمایا اور وہ معجزہ انشاء اللہ عنقریب مفصل بیان ہوگا اِس جگہ پر ذکر اسکا اسلیے کہ معجزہ متعلق بہ بدن شریف تھا مجملاً لکھا گیا سولھوین یہ کہ سنگریزے حضرت کے ہاتھ مین خدا کی تسبیح کرتے تھے اور اُسے سب سنتے تھے سترھوین یہ کہ ختنہ کیے ہوے اور ناف بریدہ پاک وصاف الائش خون وغیرہ سے پیدا ہوے اور وقت ولادت پاؤن کی طرف سے ولادت ہوئی نہ سر کی طرف سے اور جب زمین پر تشریف لاے تو مشک کی بو ظاہر تھی اور تمام عالم کو معطر کیا اور کعبہ کی طرف منھ کر کے سجدہ کیا اور جب سجدے سے سر اُٹھایا تو ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیے اور اقرار خدا کی وحدانیت کا اور اپنی رسالت کا فرمایا بعد اُسکے جسم شریف سے ایک ایسا نور ساطع ہوا کہ جسنے مشرق ومغرب عالم کو روشن کیا اٹھارھوین یہ ہی کہ کبھی حضرت کو احتلام نہین ہوا اور نہ کبھی شیطانی خواب دیکھا انیسوین یہ کہ جو فضلہ کہ حضرت کے جسم مبارک سے جدا ہوتا تھا اُس سے مشک کی

بو آتی تھی اور کوئی اُسے نہ دیکھتا تھا بلکہ زمین بحکم خداے آسمان و زمین اُسے نگل جاتی تھی بیسوین یہ کہ جس چارپایے
پر حضرت سوار ہوتے تھے وہ قوی و راہوار ہوجاتا تھا ضعیف و پیر نہوتا تھا اکیسوین یہ کہ قوت مین کوئی حضرت کی
برابری نہ کرسکتا تھا بائیسوین یہ کہ سب مخلوقات خدا حضرت کی حرمت کی رعایت کرتی تھی اور جس درخت
اور پتھر پر کہ حضرت گذرتے تھے وہ جھک جاتا تھا حضرت کی تعظیم کے واسطے اور حضرت پر سلام کرتا تھا اور جب
سن شریف چھوٹا تھا تو چاند حضرت کا جھولا جھلاتا تھا تئیسوین یہ کہ زمین نرم پر راہ چلتے تھے تو پاؤن کا نشان
نہ بنتا تھا اور سخت پتھر پر راہ چلتے تھے اُسپر نشان قدم بن جاتا تھا چوبیسوین یہ کہ حق تعالیٰ نے ایسی مہابت حضرت کی
لوگون کے دلون مین ڈال دی تھی کہ باوجود اُس تواضع اور شکستگی اور شفقت و مرحمت کے جو حضرت مین تھی مجال
کسی کی نہ تھی کہ درشت نظر روے مبارک پر کرسکے اور جو کافر و منافق کہ حضرت کو دیکھتا تھا ڈر کے مارے کانپتا تھا
اور دو مہینے کی راہ سے حضرت کے رعب کا اثر کافرون کے دل مین پیدا ہوتا تھا فقط انتہیٰ کلامہ چونکہ ذکر معجزۂ
مہر نبوت کا آگیا تو اگر کوئی شخص کہے کہ جب معجزات اور بھی تھے تو یہ معجزہ کیون ہوا کیونکہ سب کا فائدہ تصدیق
نبوت ہی ہے پھر اِس تخصیص کی کیا ضرورت تھی تو جواب اسکا یہ ہے کہ اِس معجزے مین حق تعالیٰ کے اشارات و بشارتین
پوشیدہ تھین کہ وہ کتب سابقہ مین ہوچکی تھین چونکہ سب کے بعد حضرت کی بعثت کا زمانہ ہوا اور انبیاے سابقین نے
سب نے مختلف بشارات دیے تھے اِسلیے حق تعالیٰ نے سب معجزے حضرت کو عنایت فرماے کہ تا اُسکے ذریعہ سے
ہر نبی کی اُمت موافق اپنے نبی کے بشارت کے امتحان کرکے تصدیق کرے اور اجتماع معجزات کثیرہ کا حضرت کے علو مرتبت پر
بنسبت انبیاے سابق کے دلالت کرے اِسی طرح یہ مہر نبوت کا معجزہ بھی ایسا ہی تھا کہ اسکے لیے اشارتین و بشارتین پہلے
ہوچکی تھین جیساکہ قصہ راہب بحیرا مین مذکور ہے کہ قریش کا قافلہ جب مقام بحیرا مین پہونچا اور وہ حضرت ابوطالب کے ساتھ تھے
ایک درخت کے نیچے بیٹھے تھے اور ابر حضرت پر سایہ کیے تھا بحیرا جو بموجب بشارات سابقہ کے ہمیشہ منتظر خوشی کا
رہتا تھا اور آپکے حالات کو سب سے پوچھا کرتا تھا ابر کے سایہ کرنے کو دیکھکر متعجب ہوا اسنے اہل قافلہ کی دعوت کی
اور سب کو کھانا کھلانے کو بلایا ابوطالب حضرت کو گھر مین چھوڑ کر گئے بحیرا نے دیکھا کہ ابر کا ٹکڑا جہانتک تھا وہین رہگیا
اُس وقت اُسنے جانا کہ اِن قافلہ والون مین سے کوئی ایسا بھی ہے کہ جو اِس مجلس مین نہین آیا ہے بعد اُسکے حضرت کو بلایا تو
دیکھا کہ ابر کا ٹکڑا حضرت کے ساتھ آتا ہے اور سر مبارک پر حضرت کے سایہ کیے ہے جب قافلہ عقبہ جیل کے اوپر آیا تو بحیرا نے
ہر درخت و پتھر سے سنا کہ وہ کہتا ہے السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ اور شانے کے بیچ مین مہر نبوت کو اُسی ہیئت کے ساتھ
دیکھا جو آسمانی کتابون مین پڑھا تھا پس اُسپر بوسے دیے اور ایمان لایا جناب سید سند نے کتاب ارشاد القلوب دیلمی سے
نقل فرمایا ہے کہ مہر نبوت مین دو سطرین قلم قدرت سے لکھی تھین پہلی سطر مین تھا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ اور دوسری سطر مین تھا
مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ اور اِس سے بہتر تشخیص شخص کو آنحضرت کی از روے شمائل اور کیا ہوگا کہ حق تعالیٰ نے اپنے قلم قدرت سے

بیان مین وقت بعثت اور معجزات جو اسوقت ظاہر ہوے

پشت مبارک پر حضرت کی بغرض نبوت کا اختصاص بعد اظہار اپنی توحید کے نقش فرمایا تھا پس وہی ہمارے نبی آخر الزمان ہین یعنی حق تعالی نے اپنے بندون کے جاننے اور پہچاننے کو لکھا تھا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و اسی جگہہ مین ختم کرتا ہون بیان تشخیص شخص حضرت کو والحمد للہ اولا و آخرا فائدہ بیان وقت بعثت مین حضرت کے اور کیفیت اسکی اور کچھ بیان اُن معجزات کا جو اسوقت ظاہر ہوے ۔ جاننا چاہیے کہ اگرچہ موافق حدیث مشہور بین الفریقین کے جسکا حاصل یہ ہی کہ مین پیغمبر اُسوقت سے ہون کہ آدم مٹی اور پانی مین تھے نور اقدس حضرت کا جب سے پیدا ہوا فائز بمدارج نبوت تھا لیکن بعثت ظاہری اور حکم تبلیغ رسالت کا موافق مصلحت و حکمت الہی حضرت کے واسطے اُسوقت ہوا کہ جب چالیس برس سن شریف سے گذر چکے تھے جناب اخوند صاحب نے حیات القلوب مین فرمایا ہی کہ علمائے شیعہ کا اجماع اسپر ہی کہ ستائیسوین ماہ مبارک رجب کو حضرت مبعوث ہوے اور حضرات اہلسنت مین اختلاف بہت ہی چنانچہ بعضے سترھوین اور بعض اٹھارھوین اور بعض چوبیسوین ماہ رمضان کی کہتے ہین اور بعضے بارھوین ربیع الاول کی نقل کرتے ہین اور اسکے سوا اور بھی اقوال ہین اور فی الواقع یہ ہی کہ جو اخوند صاحب نے لکھا ہی اور جناب صادق علیہ السلام سے حدیث معتبر مین وارد ہی کہ نوروز کا دن تھا جبکہ جبرئیل پیغمبر خدا پر نازل ہوے اور مدارج النبوت مین ہی کہ جب چالیس برس کا سن شریف ہو چکا تو آفتاب نبوت نے مطلع عنایت سے طلوع کیا اور اس نور کا ظہور جب ہوا و بقول صحیح دوشنبہ کے دن آٹھوین یا تیسری تاریخ ربیع الاول کی تھی اور عام الفیل سے اکتالیسوان برس تھا اور خبر مین آیا ہی کہ جب زمانہ ظہور نبوت کا قریب پہونچا تو تنہائی اور گوشہ گزینی حضرت کو محبوب ہوئی تھی یعنی اکثر خلوت مین تنہا بیٹھے تھے اور اختلاف کیا ہی کہ اس خلوت مین حضرت کی عبادت فکر کے ساتھ تھی یا ذکر کے ساتھ تھی اور مختار یہ ہی کہ عبادت ذکر کی فرماتے تھے قلبی اور لسانی یعنی دل اور زبان مین دونون سے کہ خدا کرتے تھے اور شریعت ابراہیم پر عمل کرتے تھے یا جو کچھ کہ حضرت کے نزدیک کسی شریعت کا اچھا ہونا اور پیغمبرون کی شریعتون سے باستحسان عقل ثابت ہو جاتا تھا اسپر عمل فرماتے تھے انتہی کلامہ تنبیہ جاننا چاہیے کہ فرقہ امامیہ کے محققین مین یہ امر ثابت و مختار ہی کہ پیغمبر خدا ہمارے اپنی بعثت کے پہلے سے پیغمبر تھے تابع کسی نبی کے انبیائے سابق سے نہین رہے بلکہ اپنی شرع کے موافق کہ جو بالہام و تائید الہی اور رہنمائے فرشتگان مقرب صمدی اُسے جانتے تھے عمل فرماتے تھے اگرچہ اسکی تبلیغ کے اورون پر مامور نہ تھے اور بعد بعثت خود بھی عمل فرماتے تھے اور سب کو اسپر عمل کرنے کو بحکم خدا امر فرماتے تھے اور کبھی حضرت نے باستحسان عقل اور اجتہاد و رائے اور قیاس پر عمل نہین فرمایا یہ مذہب حضرات اہلسنت کا ہی جیسا کہ مدارج النبوت کے محصل عبارت سے واضح ہوا اور مؤید ہی اس سے وہ جو جناب اخوند صاحب نے حق الیقین مین افادہ کیا ہی کہ محصل اسکا یہ ہی کہ خلاف واقع ہی اس امر مین کہ قبل بعثت پیغمبر خدا عمل کسی نبی کی شریعت کے موافق فرماتے تھے یا نہین چنانچہ بعضے کہتے ہین کہ کسی کی شریعت کے پابند نہ تھے اور بعضے کہتے ہین کہ تھے

تنبیہ بیان مین اس بات کے کہ وہ حضرت قبل بعثت بھی پیغمبر تھے [illegible] تابع شرع کسی نبی کے نہین رہے

اور بعض نے توقف اِس مسئلہ مین کیا ہی اور جو یہ کہتے ہین کہ اور نبی کی شریعت کے پابند تھے اُنمین بھی اختلاف ہی
چنانچہ بعض اُنکے کہتے ہین کہ شریعت نوح کے پابند تھے اور بعضے کہتے ہین شریعت ابراہیم کے پابند تھے
اور بعض شریعت موسیٰ اور بعض شریعت عیسی اور بعض جملہ شرائع کے موافق کہتے ہین کہ عمل فرماتے تھے لیکن فقیر کے
نزدیک یہ ہی کہ بعد بعثت کے تو حضرت نے یقینی اپنی شریعت کے سوا دوسرے نبی کی شریعت کے موافق عبادت
نہین کی اور حضرت کی شریعت جملہ شریعتون کی ناسخ ہی اسی لیے جب کوئی سوال کرتا تھا تو جب تک وحی نہ آلے
جواب نہ فرماتے تھے اور ہرگز کسی بات مین کتابہاے سابق سے تمسک نہین فرمایا اور جو زنا کار کی حد مین سنگسار
کرنے کے حکم کی خبر توریت سے دی وہ یہود پر اتمام حجت کے لیے تھا اور اُنکے قول کی تکذیب کو فرمایا تھا اور تاکہ وہ جانین
کہ اُنھین ہماری بھی کتابون کا علم ہی نہ یہ کہ حکم باتباع توریت فرمایا تھا اور جن آیات قرآنی سے حضرت کی متابعت
اور انبیا کے ساتھ نکلتی ہی وہ محمول اِسپر ہین کہ مراد اُس سے اصول دین ہی کہ وہ جمیع ادیان کا متفق علیہ ہی اور موافقت
سب کے ساتھ تبلیغ رسالت مین اور اور مشقتون پر تحمل و صابر ہونے مین ہی نہ متابعت فروع مین اور لیکن بعثت سے پہلے
پس مدلول اخبار اور ادلہ عقلیہ کا زیادہ یہ ہی کہ وہ حضرت اہتمام عبادات مین اور تتبع مکارم اخلاق مین اور محرمات اور
بُرے آداب سے اجتناب سب سے زیادہ فرماتے تھے اور یہ کب ہو سکتا ہی کہ سب خلق تو سن حداثت سے مکلف
شریعتون کی ہو اور خدا کی عبادت کرے اور اشرف مخلوقات چالیس برس کے سن تک کسی عبادت کے ساتھ
مکلف نہو اور اپنے دین کی راہ نہ جانے اور یہ بھی نہین ہو سکتا کہ جو عبادات طرح طرح کی حضرت سے صادر ہوتی تھی وہ
اورون کی شریعت کی متابعت کے ساتھ ہون اور اِسکی کئی وجہین ہین اوّل یہ کہ اگر کسی اور پیغمبر کی شریعت کے
موافق عبادت کرین تو چاہیے کہ اُنکی رعیت ہو جائین اور چاہیے کہ وہ اُنسے افضل ہو اور یہ ضرورت دین کے خلاف ہی
کہ کوئی پیغمبر حضرت سے افضل ہو دوسرے یہ کہ چاہیے کہ اُس پیغمبر کی شریعت کو جانین تاکہ اُسکے احکام پر عمل کرین پھر
اگر یہ علم بوحی حاصل ہوا تو خود پیغمبر ہو چکے اور یہ عمل اپنی شریعت پر ہوگا جو موافق اور پیغمبر کی شریعت کے ہوگی
اور اگر بغیر نازل ہوے وحی کے جانا تو چاہیے کہ جو اُس ملت کے عالم ہون اُنسے سیکھا ہوگا حالانکہ حضرت کے
یہ بھی معجزات خاصہ سے ہی کہ لکھنا پڑھنا نہ آتا تھا اور اہل کتاب کے علماسے کبھی معاشرت نہین کی تھی اور پیغمبرون کے
قصون کو جس طرح کہ اُنکی کتابون مین تھے بیان فرمایا پس یہ کیونکر ہو سکتا ہی کہ اُنسے سیکھا ہوگا اور بھی اکثر علماے
اہل کتاب اُسوقت مین فاسق و فاجر تھے پھر کس طرح اعتماد اُنکے کہنے پر کیا ہوگا تیسرے یہ کہ اکثر احادیث مین وارد ہی کہ
کوئی زمانہ حجت خدا سے خالی نہین رہتا پھر اگر پیغمبر خدا ابتداے تکلیف مین خود پیغمبر نہوتے تو چاہیے کہ یا حضرت
عیسیٰ کے وصی کو یا حضرت ابراہیم کے وصی کی تلاش کرتے اور اُسکے ساتھ ایمان لاتے اور اُنکے تابع ہوتے اور یہ بات
ایسی ہی کہ اکثر اہل ملہ اِسے جانتے اور نقل کرتے حالانکہ یہ کسی نے کبھی نہین کہا اور پھر اس سے قطع نظر کرکے یہ بھی تو

لازم آتا ہی کہ مرتبہ آنحضرت کا اس وصی سے پست ہوا اور حضرت کا تمام مخلوقات سے افضل ہونا ضروری دین اسلام کا ہی
پس کہتا ہون مین کہ پیغمبر ہونا آنحضرت کا ہمیشہ سے ہی اور ہمیشہ وحی و الہام الٰہی سے اپنی شریعت پر عمل فرماتے تھے
اور چالیس برس کے بعد رسول ہوے اور خدا کی طرف سے حکم لاے کہ سب کو اپنی طرف دعوت کرین فقط انتہی کلامہ
اور حقیقت یہ ہی کہ اس مسئلہ مین جناب اخوند صاحب نے جو کچھ کہ حق تھا وہ فرمایا ہی اور کتاب حیات القلوب مین
جو اس مسئلہ مین فرمایا ہی اسکا حاصل یہ ہی کہ ظاہر احادیث معتبرہ سے یہ ہوتا ہی کہ وہ حضرت ہمیشہ سے پیغمبر تھے
جیساکہ خود فرمایا ہی کہ مین اسوقت پیغمبر تھا کہ جب آدم مٹی اور پانی مین تھے اور گمان فقیر کا یہ ہی کہ مبعوث ہونے سے پہلے
حضرت اپنی شریعت پر عمل کرتے تھے اور وحی اور الہام الٰہی حضرت کو پہونچتے تھے اور مؤید بروح القدس تھے اور
چالیس برس کے بعد اورون پر مبعوث ہوے اور رسالت کے مرتبے کو پہونچے جیساکہ نہج البلاغت مین حضرت
امیر المومنین علیہ السلام سے روایت کی گئی ہی کہ جب وہ حضرت دودہ پیتے تھے تو حق تعالی نے اپنے فرشتون سے
جو بزرگتر فرشتہ تھا اُسے حضرت پاس مقرر فرمایا تھا کہ وہ دن رات حضرت کو اخلاق نیک پر رکھتا تھا انتہی کلامہ
اعلی اللہ مقامہ اور اس سے بخوبی ظاہر و ثابت ہوتا ہی کہ حضرت نے کبھی کسی کی شریعت کی تبعیت نہین فرمائی اور ہمیشہ اپنی شریعت پر
عمل فرماتے تھے **فائدہ** وحی کی ابتداء کے بیان مین اور کیفیت اسکی۔ پہلے جاننا چاہیے کہ لفظ وحی سات
معنون پر لغت عرب مین مستعمل ہوتا ہی اول اشارہ دوم کنایہ سوم مکتوب چہارم رسالت پنجم الہام ششم
کلام خفی ساتوین جو کچھ کہ اپنے غیر کو القا کرین اور یہ سب معنی قاموس مین مذکور ہین اور عرف شرع مین اطلاق وحی کا
اس معنی پر غالب ہی کہ جو کچھ خدا کی طرف سے پیغمبرون پر القا فرمایا جاے اور وہ کئی طرح سے ہوتا ہی یہان تک کہ
جناب سید سند نے بعض علما سے نقل فرمایا ہی کہ وحی چودہ قسم پر منقسم ہوتی ہی پہلی سچا خواب جیساکہ حضرت ابراہیم نے
فرمایا تھا یا بُنَیَّ اِنِّی اَریٰ فِی الْمَنَامِ اَنِّی اَذْبَحُکَ اور جناب اسمٰعیل نے اسکی تصدیق فرمائی تھی اپنے اس قول سے یا اَبَتِ افْعَلْ
مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِی اِنْ شَاءَ اللّٰہُ مِنَ الصَّابِرِیْنَ اور فاضل بخاری نے اپنی صحیح مین ام المومنین عائشہ سے نقل کیا ہی حاصل
اسکا یہ ہی کہ پہلے جو پیغمبر پر ظاہر ہوا وحی سے وہ سوتے مین اچھے خوابون کا دیکھنا تھا پس حضرت کا یہ حال تھا کہ
کوئی خواب نہ دیکھتے تھے مگر یہ کہ صبح ہوتے وہ ظاہر ہوتا تھا اور تفسیر صافی مین جناب امیر المومنین علیہ السلام سے
ماثور ہی کہ خدا کا کلام کئی وجہ سے واقع ہوتا ہی اور اُسی سے خواب مین جو وہ دیکھتے ہین اور اہل اسلام کا اسپر اتفاق ہی کہ
پیغمبر کا خواب بعثت اور نبوت کے بعد قسم وحی سے ہی دوسری وہ چیز ہی جو نفس مقدس اور قلب مطہر مین آنحضرت کے
القا فرمائی جاتی ہی تیسری آواز ہی مثل صلصلہ جرس کے جیساکہ صحیح بخاری مین باب ابتداے وحی مین اپنی سند سے
حارث بن ہشام سے نقل کی ہی کہ پوچھا پیغمبر خدا سے کہ کیونکر وحی آپ پر نازل ہوتی ہی فرمایا حضرت نے کہ اَحْیَانًا
یَاْتِیْنِیْ مِثْلَ صَلْصَلَةِ الْجَرَسِ وَہُوَ اَشَدُّہٗ عَلَیَّ الخ اور بعض فاضل نے کہا ہی کہ یہ آواز اسلیے تھی کہ تا اسوقت حضرت مستجمع ہو جاوین

اور کسی اور طرف متوجہ نہون اور جو سنتے ہین انکی بڑی رعایت کرنے والے ہون اور ہمارے علما سے علی بن ابراہیم نے
حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہو کہ چونکہ اہل آسمان نے حضرت عیسیٰ کے بعد سے وحی نہ سُنی تھی تو جب اول
بعثت مین پیغمبر خدا کی بہت بڑی آواز وحی قرآن کی سنی کہ وہ آواز ایسی تھی کہ جس طرح لوہا سخت پتھر سے ٹکر کھاتے
اور اُسکے صدمے سے آواز نکلے تو سب خوف کے مارے بیہوش ہو گئے جب وحی تمام ہوئی اور جبرئیل نیچے اُترے
تو جس آسمان پر پہونچتے تھے انکی دہشت کم کرتے تھے چوتھی یہ کہ فرشتہ صورت انسانی سے متصور ہو کر پیغمبر پر ظاہر ہو
جیساکہ جبرئیل بصورت دحیہ کلبی حضرت کے لیے متمثل ہوتے تھے اور وجہ اُسکی یہ تھی کہ دحیہ بہت خوبصورت تھے
اور سب سے ممتاز تھے پانچوین یہ کہ جبرئیل اپنی صورت پر جو خدا نے اُنھین اُس صورت پر پیدا کیا ہی حضرت پاس
آتے تھے اور وہ صورت یہ ہو کہ چھ سو پر ہین اُنکے کہ اُس سے موتی اور یاقوت جھڑتا ہی چھٹی یہ کہ روشنی کی طرح حضرت پر
ظاہر ہوتے تھے اور حضرت ایک آواز سُنتے تھے اور صورت کو اُنکی نہ دیکھتے تھے ساتوین یہ کہ فرشتے کی آواز
سنتے تھے اور کچھ نہ دیکھتے تھے حضرت امام محمد باقرؑ سے حدیث صحیح مین منقول ہو کہ حضرت رسول جبرئیل علیہ السلام کے
نازل ہونے سے پہلے اسباب نبوت کو دیکھتے تھے اور ملائکہ کی باتین سنتے تھے یہان تک کہ جبرئیلؑ رسالت لیکر
حضرت پر اپنی صورت خاص مین نازل ہوے اور حدیث معتبر مین حضرت امام جعفر صادقؑ سے منقول ہو کہ پیغمبر خدا نے
فرمایا کہ مقام ابطح مین مین اپنے ہاتھ پر تکیہ کیے ہوے سوتا تھا اور علیؑ میرے جانب راست مین اور جعفر طیار جانب
چپ مین اور حمزہ میرے پاؤن کے پاس سوتے تھے ناگاہ آواز جبرئیل اور میکائیل اور اسرافیل کے پرون کی مین نے
سُنی اور اس آواز سے مجھے خوف عارض ہوا پھر سنا مین نے کہ اسرافیل نے جبرئیل سے کہا کہ ہم ان چارون مین سے
کس پر بھیجے گئے ہین جبرئیل نے میری طرف اشارہ کیا اور کہا کہ اُنکی طرف ہم مبعوث ہوے ہین جسکا محمد نام ہو اور
بہترین پیغمبران ہو اور جو اُنکی جانب راست مین لیٹا ہو وہ بھائی اُسکا اور وصی اُسکا بہترین اوصیاے پیغمبران ہو اور
جو جانب چپ مین اُسکے لیٹا ہو وہ جعفر ابوطالبؑ کا بیٹا ہی جو رنگین دو پرون کے ساتھ بہشت مین پرواز کریگا
اور وہ دوسرا حمزہ ہی جو سردار شہیدان ہوگا اور جناب امام جعفر صادقؑ سے منقول ہو کہ جب جبرئیل پیغمبر خدا کی
خدمت مین آتے تھے تو مثل غلامون کے حضرت کی خدمت مین بیٹھتے تھے اور جب نازل ہوتے تھے تو باہر
دولتخانہ حضرت کے بیٹھتے تھے جسکا اب نام مقام جبرئیل مشہور ہو اور جب تک رخصت نہ پاتے تھے دولتسرا کے اندر
نہ آتے تھے اور علی بن ابراہیم نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہو کہ جبرئیل نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ
وآلہ سے عرض کیا کہ اسرافیل خدا کا حاجب ہو اور سب خلق سے زیادہ محل صدور وحی سے قریب تر ہو اور ایک لوح
یاقوت سرخ کی اُنکی دونون آنکھون کے بیچ مین ہو جب وحی خدا کی طرف سے صادر ہوتی ہو تو وہ لوح اسرافیل کی
پیشانی سے لگ جاتی ہو پس وہ لوح کو دیکھتے ہین اور جو کچھ اُسمین ہو وہ مجھے پہونچاتے ہین اور مین زمین و آسمان کے اطراف مین

پہونچاتا ہون آٹھوین یہ کہ تین برس تک اسرافیل حضرت پاس موکل رہے اور کلمات وحی اور کچھ حدیث قدسی لاے بعد اسکے جبرئیل موکل ہوے جنھون نے وہ قرآن مجید کو لاے اور اس جگہ پر جناب سید سند نے فرمایا ہو کہ یہ حصر استقرائی ہو اور بر تقدیر ثابت ہونے اس تفصیل کے اور صحیح ہونے اس استقراء کے کہ یہی وہ فرشتے وحی لاے یہ وجہ وجوہ سابقہ سے ممتاز نہین ہو کیونکہ ملک کا آنا انھین ملائکہ سے جنکا ذکر وجوہ سابقہ مین ہو چکا ہو اسمین بھی ہو پھر کیا وجہ کہ اس سے جداگانہ وجہ قرار دیجاے نوین یہ کہ دل مین حضرت کے معانی حقہ سے کسی چیز کا القا ہوتا ہو جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہو اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی یعنی جو کچھ اُنکے دل مین گذرتا ہو وہ وحی ہو یعنی الہام ہو کذا قیل ولیکن ظاہر یہ ہو کہ یہان اس آیہ مین وحی عام ہو الہام سے اور سوا اسکے جب وجہ دوم مین یہ بیان ہو چکا ہو کہ جو کچھ دل مین گذرے اور خطور کرے پیغمبرون مین وہ بھی وحی ہو تو اب اسمین جو دل مین گذرا اور الہام مین کیا فرق ہو بلکہ دونون ایک چیز ہونگے پھر یہان تخصیص وحی کی بالہام نہین چاہیے بلکہ وحی کو اس رتبہ مین عام ہونا الہام سے بہتر ہو ورنہ یہ قسم ہی شمار سے گرجائیگی دسوین یہ ہو کہ کوئی حقیقت حقیقتون مین سے پیغمبر پر ظاہر ہو جاے اور اسے بذریعہ اپنی روح کے مشاہدہ فرمائین اور یہ بھی الہام سے قریب ہی مگر یہ کہ مراد یہ ہو کہ وہ حضرت اپنی قوت قدسیہ کے باعث سے جو امور کہ نظری تھے کہ علم اسکا اورون کے لیے بدون بحث و فکر اور قائم کرنے دلیل کے ممکن نہین ہو انھین مثل بدیہیات اولیہ پہچانتے تھے اور یہ کیفیت حضرت کے لیے ہمیشہ حاصل رہتی تھی اور الہام کا خدا کی طرف سے ہونا اسکے غیر ہو گیارھوین یہ کہ کسی آواز کو سنین لیکن وہ آواز جیسے شہد کی مکھی کی بھنبھناہٹ ہوتی ہو جیسا کہ روایت مین آیا ہو اور وہ حضرت اسکی مراد سمجھ لین بارھوین یہ کہ حق تعالیٰ بلا واسطہ کسی پردۂ غیب کے پیچھے سے کسی کلام کو کسی پیغمبر کے ساتھ اسکی حالت بیداری مین متوجہ فرماے جیسا کہ شب معراج مین واقع ہوا اور کبھی حضرت کو غشی یا وہ حالت جو مشابہ غشی کے ساتھ ہو عارض ہوتی تھی اور بدن مبارک سے پسینہ جاری ہوتا تھا اور یہ علامت تھی کہ حاضرین اس سے وحی کے نازل ہونے کو پہچانتے تھے جیسا کہ بعض احادیث سے مستفاد ہوتا ہو اور مروی ہو کہ حضرت صادقؑ سے پوچھا کہ یہ کیا حالت ہو اور کب ہوتی تھی فرمایا یہ حالت اسوقت ہوتی تھی کہ جب حق تعالیٰ بے واسطہ فرشتہ کے وحی اُن پر بھیجتا تھا تو خوف و دہشت کلام الٰہی اور بزرگی و جلال نامتناہی سے یہ کیفیت طاری ہوتی تھی اور جبرئیل کے آنے سے یہ بات نہوتی تھی بلکہ جبرئیل بدون رخصت دولت سرا مین نہ آتے تھے آخوند صاحب نے حیات القلوب مین فرمایا ہو کہ جناب امیر المومنینؑ سے حدیث معتبر مین وارد ہوا ہو کہ خدا کی وحی پیغمبرون پر بہت سی قسمون پر نازل ہوا کی ہو بعضون پر فرشتون کے بھیجنے سے تھی اور بعض سے اس طرح رہی کہ حق تعالیٰ نے واسطہ ملک کلام فرماتا تھا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ سے منقول ہو کہ جبرئیل سے پوچھا آپ نے کہ تم وحی کس سے لیتے ہو کہا اسرافیل سے لیتا ہون حضرت نے پوچھا کہ اسرافیل کہان سے لیتے ہین کہا ایک فرشتہ سے کہ وہ روحانیون مین سے ہو کہ اسرافیل سے بڑا ہو پوچھا حضرت نے کہ وہ کہان سے لیتا ہو کہا جبرئیل نے کہ اسکے دل مین پڑتا ہو فقط اب یہ بات کہ پیغمبر خدا کو

علم وحی کے ساتھہ یا انہی نبوت کے ساتھہ یا جبرئیل کا یا جو فرشتہ کہ نازل ہوئے اُسکا علم کیونکر ہوتا تھا اسکی دو صورتین ہین
ایک یہ کہ حق تعالیٰ علم ضروری اُنمین پیدا کرتا ہو اِس بات کا کہ وہ جانین کہ جبرئیل ایک فرشتہ خدا کا بھیجا ہوا ہو
جن کی جنس سے یا شیطان کی قسم سے نہین ہو اور یہ خلق علم ویسا ہو کہ جیسا خدا اُس علم کو جبرئیل مین پیدا فرماتا ہو کہ
وہ اُس سے یہ جانتے ہین کہ اُنسے متکلم خدا ہو اور کوئی نہین ہو دوسری یہ کہ جب خوارق عادت کی حجت اُنکے ہاتھہ پر ظاہر ہوئی
تو جیسا اِس حجت کے ذریعہ سے صدق پیغمبری اورون پر ظاہر ہوتا ہو اُسی طرح خود حضرت پر ظاہر ہوا اور جب نبوت کا
صدق اور علم ہو چکا تو اُسکے بعد یہی حجت مصدق وحی و معرفت جبرئیل و ملک کی بھی ہوگی اور یہ دونون راہین علم و
معرفت کی صحیح ہین بالجملہ بعض روایات مین آیا ہو کہ جب عمر شریف سات اوپر تیس برس کی ہوئی تو حضرت نے خواب مین
دیکھا کہ ایک فرشتہ پکارتا ہو یا رسول اللہ بعد اُسکے مکہ کے پہاڑون مین پھرتے تھے اور گوسفندان ابوطالبؑ کو چراتے تھے کہ
ایک شخص کو دیکھا کہ اُسنے کہا یا رسول اللہ حضرت نے فرمایا تو کون ہو اُسنے کہا مین جبرئیل ہون خدا نے مجھے تیری طرف
بھیجا ہو کہ تجھے مرتبہ پیغمبری پر پہونچاؤن بعد اُسکے ایک پانی آسمان پر سے حضرت کے واسطے لاے اور دوسری روایت مین ہو
کہ اپنے پاؤن کو زمین پر مارا اور ایک چشمہ پانی کا اُس سے ظاہر ہوا اور جبرئیل نے وضو کیا اور حضرت کو وضو تعلیم کیا اور اِس واسطے
خرق عادت کا ظاہر ہونا لایق ہوتا ہو حضرت امام حسن عسکری ؑ سے منقول ہو کہ جب چالیس برس عمر شریف سے پیغمبر خدا کی
گذرے تو حق تعالیٰ نے اُنکے دل کو سب دلون سے بہتر اور خاشع تر اور مطیع تر اور سب سے بڑا پایا پس حضرت کی آنکھون کو
ایک وسرا نور عطا فرمایا اور حکم فرمایا کہ آسمان کے دروازون کو کھولین اور فرشتے لشکر لشکر زمین پر آتے تھے اور حضرت انکو
دیکھتے تھے اور حق تعالیٰ نے ساق عرش سے اپنی رحمت کو حضرت کے سر اقدس تلک ملا دیا تھا جبرئیل نیچے آے اور
زمین و آسمان کے کنارون کو پکڑا اور حضرت کے بازو کو پکڑا اور حرکت دی اور کہا کہ اے محمدؐ پڑھو حضرت نے فرمایا
کیا پڑھون کہا اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ بعد اُسکے خدا کی وحیان حضرت پہونچائین اور دوسری
روایت مین وارد ہو کہ جبرئیل ستر ہزار فرشتے کے ساتھہ نازل ہوے اور عزت و کرامت کی کرسی حضرت کے واسطے لاے
اور تاج نبوت کو اُس بادشاہ تخت رسالت کے سر پر رکھا اور لواے حمد کو حضرت کے ہاتھ مین دیا اور سب نے عرض کیا
کہ اِس کرسی پر بیٹھیے اور اپنے خدا کی حمد کیجیے اور پہلے جسنے حضرت کے ساتھ ایمان قبول کیا عورات سے وہ جناب خدیجہ کبریٰ تھین
اور مردون مین سے امیر المومنین علی ابن ابیطالبؑ تھے کتاب نہج البلاغت مین حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہو کہ
فرمایا کہ ایک گھر نے جمع نہین کیا تھا سوا رسول خدا اور میرے اور خدیجہ کے یعنی پہلے خانہ رسالت مین پیغمبر کے ساتھ
دنیا مین میرے اور خدیجہ کبریٰ کے سوا کوئی اور نہ تھا اور مین نور وحی رسالت کو دیکھتا تھا اور بوے پیغمبری کو سونگھتا تھا
جبکہ وہ حضرت شرف اظہار نبوت اور درجہ عالیہ رسالت سے فائز و سرفراز ہوے تھے اور بعض روایات حضرات اہلسنت مین
آیا ہو کہ حضرت نے بار رسالت کو بزرگ جانکر براہ تواضع اور انکسار وقت صدور امر جلیل تبلیغ رسالت عذر بھی فرمایا تھا

لفظ امی کی تحقیق

چنانچہ کتاب مدارج النبوت مین وارد ہی کہ جب فرشتہ روح القدس وحی لیکر آئے اور کہا کہ مبارک ہو آپ کو مین جبرئیل ہون خدا نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہی اور تم رسول خدا ہو جن و انس پر دعوت کرو ساتھ قول لا اِلٰہ اِلّا اللّٰہ کے اور کہا کہ پڑھو ای محمد تو حضرت نے فرمایا کہ مین پڑھا ہوا نہین ہون یعنی امّی ہون کہ لکھنا پڑھنا مین نے نہین سیکھا حضرت فرماتے ہین کہ اسوقت جبرئیل نے مجھے اپنی گود مین لیا اور دبایا یہان تک کہ جبرئیل بڑی طاقت تک پہونچے یہ ترجمہ روایت ہی اور بظاہر اسکے معنی مین دو احتمال ہین ایک یہ کہ یعنی جبرئیل نے اتنا دبایا کہ میری طاقت طاق ہوگئی یا یہ جہان تک جبرئیل مین طاقت تھی اتنا دبایا بعد اسکے پھر کہا کہ ای محمد پڑھو پھر حضرت نے وہی عذر فرمایا کہ مین نے پڑھنا نہین سیکھا ہی پھر جبرئیل نے گود مین لیکر دبایا یہان تک کہ تین بار اسی طرح امر واقع ہوا بعد اسکے کہا کہ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ اور دوسری روایت مین وارد ہی کہ جبرئیل نے کہا کہ ای محمد استعاذہ کریں حضرت نے فرمایا کہ اَسْتَعِيذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ یعنی مین خدا سے پناہ مانگتا ہون شر شیطان رجیم سے بعد اسکے جبرئیل نے کہا کہ کہو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ بعد اسکے کہا اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الخ واضح ہو کہ حدیث مذکور ہمارے طریقہ پر نہین ہی لیکن چونکہ ابتدائے نزول وحی کا بیان تھا اسلیے روایات فریقین کا بیان مناسب تھا اور مقابلہ مین حال ہر چیز کے نیکی بدی کا کھلتا ہی اور جو کچھ کہ اسمین ہی وہ ظاہر ہی یہان تک کہ خود صاحب مدارج نے کہا ہی کہ اس روایت مین جو بیان ہی کہ حضرت نے فرمایا کہ مین خوانده نہین ہون اسمین کلام ہی کیونکہ امّی کو یعنی جو پڑھا لکھا نہو اسے از روے تعلم و تلقین وغیرہ کے پڑھ دینا دشوار نہین ہی خصوصًا اس فصاحت و بلاغت کے ساتھ جو خدا نے حضرت کو عنایت فرمائی تھی یہ کیا دشوار تھا کہ عبارت عربی کو تعلیم جبرئیل پڑھ دیتے امّی ہونا لکھنے کے منافی ہی پڑھنے کے منافی نہین ہی مگر یہ کہ دہشت و ہیبت مقام سے یہ عذر کیا ہو گا مگر حدیث کے شارحون نے اس سے حمل امّی ہونے پر کیا ہی اور بعض روایات مین آیا ہی کہ جبرئیل ایک نامہ جامہ حریر مین کہ موتی اور یاقوت سے وہ بنا ہوا تھا لائے اور کہا کہ پڑھو اسکے جواب مین حضرت نے فرمایا کہ مین خوانده نہین ہون اور یہ معنی امّی ہونے سے مناسب ہین انتھی کلامہ اور راقم رسالہ کو اس تاویل صاحب مدارج مین کلام ہی کیونکہ یہ جو انھون نے کہا ہی کہ دہشت مقام اور اسکی ہیبت سے یہ ہوا ہو گا تو آیا وقوع اس عذر کا مطابق واقع کے مقام دہشت و ہیبت مین ہوا یا خلاف واقع اگر مطابق واقع کے ہوا تو جو انھون نے اعتراض کیا ہی اسکا کیا فائدہ ہی اور اگر خلاف واقع العیاذ باللّٰہ فرمایا تو ابتدائے وحی کے وقت خلاف واقع ظہور مین آیا اور اسکا جو حال ہی وہ ظاہر ہی بالجملہ حضرت کے القاب مشہورہ سے امّی لقب ہی اور اکثر علمائے فریقین نے اسے بے سواد ہونے پر حمل کیا ہی لیکن ہمارے یہان روایات خاصہ سے واضح ہوتا ہی کہ حضرت کو امّی اسلیے کہتے تھے کہ حضرت منسوب طرف ام القریٰ کے تھے اور ام القریٰ نام مکہ کا ہی تو امّی اسطرح کہتے ہین جیسا کہ مکّی اور مدنی کہتے ہین نہ مراد اس سے یہ ہی کہ قدرت پڑھنے کی اور تعلیم کی نہ رکھتے تھے اور یہ معنی کتاب ہدے سے بھی

موافق معلوم ہوتے ہین کما قال عزّ من قائل هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ الخ اب اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اہل مکہ کو امی کہتے ہین اور حضرت کو قدرت تلاوت پر اور تعلیم پر تھی تفسیر صافی مین قمی سے منقول ہے کہ جناب صادق علیہ السلام سے امیین کی تفسیر کو پوچھا فرمایا کہ وہ اشخاص تھے کہ جنھین لکھنا آتا تھا لیکن خدا کی کتاب انکے پاس نہ تھی نہ کوئی پیغمبر انکی طرف مبعوث ہوا تھا پس حق تعالی نے انھین آ دمیون کی طرف منسوب فرمایا اور اسی کتاب مین علل الشرائع سے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے منقول ہے کہ پوچھا انحضرت سے کہ پیغمبر خدا کو امی کیون کہتے ہین فرمایا کہ لوگ سب کیا کہتے ہین راوی نے عرض کی کہ گمان کرتے ہین کہ حضرت کو لکھنا پڑھنا نہ آتا تھا حضرت نے فرمایا کہ جھوٹ کہتے ہین جنکا یہ قول ہے لعنت خدا انپر ہو خدا فرماتا ہے هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ الخ قسم ہے خدا کی کہ پیغمبر خدا پڑھتے تھے اور لکھتے تھے بہتر زبان مین یا بہتر زبان مین اور امی حضرت کا نام نہین ہوا مگر اسلیے کہ حضرت اہل مکہ سے تھے اور مکہ امہات قری سے ہے اور دلیل اسپر قول خدا ہے جو فرماتا ہے لِتُنْذِرَ أُمَّ الْقُرَىٰ وَمَنْ حَوْلَهَا اب اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اہل مکہ جنکو لکھنا پڑھنا آتا تھا لیکن کتاب خدا انکے پاس نہ تھی یہ سب امی مشہور تھے اور حضرت کا لقب امی بسبب منسوب ہونے کے ام القری کی طرف ہوا حق الیقین مین جناب اخوند صاحب نے فرمایا ہے کہ اسمین خلاف ہے کہ حضرت کو امی کیون کہتے ہین چنانچہ اکثر نے اسکی توجیہ مین یہ کہا ہے کہ حضرت کو لکھنا پڑھنا نہ آتا تھا اور اخبار مین وارد ہے کہ بسبب منسوب ہونے کے ام القری کی طرف کہ مکہ مشرفہ ہے امی کہتے ہین اور اسمین خلاف نہین ہے کہ انحضرت نے بعثت کے پہلے کسی سے لکھنا پڑھنا نہین سیکھا تھا اور نص قرآنی بھی اسپر شاہد ہے واضح ہو کہ یہ اشارہ طرف اس آیت کے ہے جو حق تعالی فرماتا ہے وَمَا كُنْتَ تَتْلُو مِنْ قَبْلِهِ مِنْ كِتَابٍ وَلَا تَخُطُّهُ بِيَمِينِكَ إِذًا لَارْتَابَ الْمُبْطِلُونَ پھر اخوند صاحب فرماتے ہین کہ اسمین خلاف البتہ ہے کہ بعد مبعوث ہونے کے وہ حضرت پڑھ سکتے تھے اور لکھ سکتے تھے یا نہین اور حق یہ ہے کہ قادر تھے پڑھنے اور لکھنے پر جیسا کہ بسبب وحی الہی کے سب چیزون کو جانتے تھے اور قدرت الہی سے جو کام کہ اور سب سے عاجز ہوتے تھے حضرت اسے کر سکتے تھے لیکن مصلحت کے واسطے خود نہ لکھتے تھے وحی کو اورون سے لکھواتے تھے اور کثر اوقات مین اورون سے حکم فرماتے تھے کہ ناموں کو پڑھ دو اور جناب صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت رسول خطوط کو پڑھ لیتے تھے لکھتے نہ تھے فقط۔ یہان تک بیان ابتدائے نزول وحی کا اور حضرت کے مامور بتبلیغ رسالت ساتھ ہونے کا اور جو اس سے متعلق ہو تھا اب جب مامور بہ تبلیغ ہو چکے تو ابن شہر آشوب اور راوندی اور جملہ محدثین خاصہ و عامہ نے روایت بطرق متعددہ کی ہے کہ جب آیہ نازل ہوا وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ اور روایت اہلبیت علیہم السلام مین ہے کہ وَرَهْطَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ یعنی ڈرا اور تخویف کر اپنے عزیزون کو اور جو انمین تیرے مخلص ہون پس حضرت نے جناب امیر المومنین علی کو بلایا اور فرمایا کہ ایک صاع وزن مین گیہون کی روٹی اور ایک پاون گوسفند کا پکاؤ اور ایک کاسہ دودھ کا حاضر کرو اور فرزندان عبد المطلب کو بلاؤ کہ شعب ابیطالب مین حاضر ہون جب حضرت نے انھین بلایا

تو وہ چالیس نفر تھے اور بعض روایت مین ہی کہ تیس نفر تھے اور بعض مین ہی کہ دس نفر تھے پس ابولہب نے کہا کہ محمدؐ
گمان کرتے ہین کہ ہمارا پیٹ بھر دینگے حالانکہ ہر ایک ہم مین سے ایک گوسفند کھاتا ہی اور سیر نہین ہوتا اور بڑے بڑے
کانسے دودھ کے پی جاتے ہین اور سیراب نہین ہوتے پھر جب صبح ہوئی اور سب ابوطالب کے گھر مین جمع ہوے
اور سب چچا حضرت کے کہ عباس اور حمزہ اور ابوطالب اور ابولہب تھے جمع ہوے تو جو طریقہ تحیۃ و سلام کا زمان
جاہلیت مین جاری تھا وہ اُنھون نے کہا لیکن حضرت نے کہا موافق اسلام کے جواب سلام اُنپر ادا فرمایا اور یہ بات
اُنپر بہت ناگوار ہوئی کہ مخالفت ہماری کی پس حضرت امیر علیہ السلام نے اُس روٹی اور گوشت کو ملا کر اور دودھ کو اُنکے
سامنے رکھا اور فرمایا کہ بسم اللہ کھاؤ ساتھ نام خدا کے یہ بات بھی اُنھین خوش نہ آئی لیکن چونکہ بہت بھوکے تھے
کھانا شروع کیا یہان تک کہ سب کے پیٹ بھر گئے اور کھانے سے کچھ کم نہوا اور اسی طرح دودھ بھی سب نے پیا اور وہ بھی
بدستور کانسہ بھرا رہا اور کچھ کم نہوا بعد اسکے حضرت نے چاہا کہ اُنسے کچھ کلام فرمائین کہ ابولہب نے سبقت کی اور کہا
کہ عجب طرح کا جادو تمھارے صاحب نے کیا ہی کہ تم سب کو اِس تھوڑے سے کھانے سے سیر کر دیا اور پھر وہ کھانا باقی ہی
چونکہ اُس ملعون نے پہلے آنحضرت کی تکذیب کی اسلیے حضرت نے اُس روز کچھ کلام نہ فرمایا یہان تک کہ وہ سب اُٹھکر
چلے گئے بعد اُسکے حضرت نے فرمایا کہ یا علی آج اِس مرد نے ایسی بات پر سبقت کی اور مین نے کچھ جواب نہین دیا پھر ایسا ہی
کھانا مہیا کرو اور کل کے روز اِن سب کو جمع کرو تاکہ مین اپنی رسالت کو اِن تک پہونچاؤن جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہین
کہ جب دوسرے روز بھی مین کھانا لایا اور کھلا چکا سب کو اور خوب سیر ہوکر سب کھا چکے تو حضرت نے فرمایا کہ اے فرزندان عبدالمطلب
مین گمان نہین رکھتا کہ کوئی شخص عرب کی قوم سے اپنی قوم کے لیے بہتر چیز اُس سے لایا ہو جو مین لایا ہون تم سب کے واسطے
بدرستیکہ دنیا و آخرت کی بہتری تمھارے واسطے لایا ہون اگر مین تمکو خبر دون کہ تمھارا دشمن صبح کو یا شام کو تمھارے سر پر
آیا چاہتا ہی تو میرے کہنے کو یقین کروگے سب نے کہا کہ ہان ہم تمکو سچا جانتے ہین فرمایا کہ خوب جانو کہ جو کسی کی
بہتری چاہتا ہی وہ اُسکے ساتھ جھوٹ نہین بولتا پس بدرستیکہ حق تعالیٰ نے مجھے تمام عالم پر منصب پیغمبری بھیجا ہی اور
مجھے حکم فرمایا ہی کہ سب سے پہلے اپنے عزیز و اقربا کو اِس بات کی طرف دعوت کرون اور عذاب آخرت سے ڈراؤن اور اُن
تم میرے یگانے و عزیز ہو اور اِس کھانے کو اور جو اِسمین مین نے معجزہ کیا ہی دیکھ چکے ہو کہ مثل مائدہ بنی اسرائیل کے ہی
اب جو کوئی اِس کھانا کھانے کے بعد ایمان میرے ساتھ نہ لائیگا اُسے حق تعالیٰ ایسے عذاب مین گرفتار کرے گا کہ کسی کو
دنیا مین ایسا معذب نہ فرمایا ہوگا اور اے فرزندان مطلب تم یہ جانو کہ خدا نے کسی پیغمبر کو نہین بھیجا مگر یہ کہ اُسکے اہل و یگانون سے
ایک بھائی اور وزیر و جانشین و وصی و وارث مقرر کیا ہی پس جو کوئی کہ تم مین سے پہلے میرے ساتھ ایمان لاے وہ میرا
بھائی اور وزیر و وارث و وصی و خلیفہ میرا ہوگا میری اُمت مین جیسا کہ ہارون وزیر موسی تھے پس کون ہی تم سے جو
سبقت کرے میرے ساتھ بیعت کرنے مین کہ میرا بھائی ہو اور میری مددگاری کرے اور میرے دشمنون پر میرے معین ہو

تاکہ اُسے وزیر و وصی و خلیفہ اپنا کرون کہ وہ میری طرف سے تبلیغ رسالت کرے اور میرے بعد میرے قرض کو ادا کرے
اور میرے وعدون کو عمل مین لاے اور اگر نہ کرے گا تو کوئی اور کرے گا کہ اُسکا حق ہوگا جب یہ کلام حضرت کا تمام ہوا
تو سب چپکے رہے اور کسی کے منھ سے بات نہ نکلی اُسوقت حضرت امیر المومنین علیہ السلام اٹھ کھڑے ہوے اور کہا کہ مین
بیعت کرتا ہون آپ کے ساتھ جس شرط سے فرمائیے اور جو حکم کیجیے اُسکی اطاعت کرون گا حضرت نے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ
شاید جو تمسے بڑے ہین وہ اُٹھین بعد اُسکے دوبارہ مضمون اول کو ادا فرمایا اور پھر یہ سب چپکے رہے اور پھر علی ابن ابیطالب
اُٹھے اور کلمات اطاعت و فرمانبرداری کے از روے حسن اعتقاد ادا فرماے پھر حضرت نے اُسی طرح اعادہ مضمون گذشتہ کا
فرمایا اور تیسری بار جناب امیر کو اپنے پاس بلایا اور بیعت واقع ہوئی اور پیغمبر خدا نے آب دہن اپنا جناب امیر کے منھ مین
ڈالا اور دونون بازوؤن کے اور سینہ کے بیچ مین ڈالا اُسوقت ابو لہب علیہ اللعن نے کہا خوب تمنے اپنے چچا کے بیٹے کو
جسنے تمھاری دعوت کو قبول کیا جنرادی کہ اُسکے منھ کو اپنے دہن سے بھرا حضرت نے فرمایا بلکہ اُسے بھرا مین نے
علم و حلم و فہم و دانش سے اُسکے بعد سب اُٹھے اور باہر نکلے اور ہنستے تھے اور ابو طالب سے کہا کہ تجھے حکم دینگے کہ اپنے
بیٹے کی اطاعت کر فصل چھٹی بیان مین معجزات مشہورہ حضرت کے جو موجب مزید تصدیق دعوت
نبوت کے اور تحقیق بعثت کے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے ہوتے ہین۔ اور یہ فصل مشتمل ہی اوپر چند فائدون کے
فائدہ پہلا کوئی شبہہ نہین ہی کہ آنحضرت نے ادعا نبوت کا فرمایا اور مطابق اُس دعوے کے بہت سے معجزات اور خوارق
عادات کہ مشہور ہین حضرت سے ظاہر ہوے لیکن ان باتون کا سمجھنا اور دریافت کرنا دیکھنے والون کو اور جو اُسوقت مین
حاضر تھے بطریق احساس بلاشبہہ قطع اور یقین کو مفید تھا لیکن بہ نسبت اُن اشخاص کے جو دور ملک کے رہنے والے ہین کہ
پہونچ نہین سکتے یا اِس زمانہ مین پیدا ہوے ہین کہ بعد حضرت کے ہوا ہی مثل ہم لوگون کے پس چونکہ غائب مطلع باخبار
مخبرین حاضرین و نقل و حکایت ناقلین ہوتے ہین اور نقل و خبر کی دو قسمین ہین متواتر اور احاد پس جتنے معجزات کہ منقول
ہین دو قسم پر ہونگے متواتر اور احاد متواتر وہ ہی کہ اُسکے ناقل کثرت مین اُس حد کو پہونچے ہون کہ اُنکا جھوٹ پر مجتمع ہونا
عقل کے نزدیک جائز نہو اور احاد وہ ہی کہ اُسکا روایت کرنے والا واحد ہو یا متعدد ہون لیکن وہ تعدد اِس مرتبہ کثرت کو
نہ پہونچا ہو کہ اُسکا قول یقین کے لیے مفید ہو اور متواتر بھی دو قسم پر ہی ایک متواتر لفظی دوسرے متواتر معنوی اور متواتر
معنوی کے دو معنی ہین ایک یہ کہ الفاظ مختلفہ ایک معنی رکھتے ہون دوسرے یہ کہ الفاظ مختلفہ مختلف معنی رکھتے ہون لیکن
ایک جامع معنی ہون کہ وہ اُنکے بیچ مین قدر مشترک ہون جیسا کہ اُن الفاظ مین کہ مشترک باشتراک معنوی ہوتے ہین
واقع ہوتا ہی لیکن پہلا پس وہ مثل قرآن مجید کے ہی کہ اُسکے الفاظ بعینہا متواتر ہین اور دوسرا پس مثل نماز کے واجب ہونے کے ہی
کہ بہت سی احادیث متواتر عبارات مختلفہ کے ساتھ اُسکے واجب ہونے کے بیان مین وارد ہوئی ہین مثلاً کسی حدیث مین
ہی کہ نماز فریضہ ہی کسی مین ہی کہ نماز واجب ہی کسی مین ہی کہ نماز مکتوبہ ہی لیکن حاصل سب کا ایک ہی اور لیکن تیسرا پس مثل شجاعت

فصل چھٹی بیان مین معجزات مشہورہ حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

امیرالمومنین علیہ السلام کے ہین جو لڑائیون مین اور جہادون مین فرمائی ہین کہ وہ بھی از جملہ متواترات ہین گو خصوصیات اُسکے
اخبار احاد سے منقول ہین اوسہی طرح اکثر معجزات جو باخبار احاد منقول ہین کہ قدر مشترک سبھون مین جو خرق عادت کا ظاہر ہوتا ہی
متواتر ہوگا اور اس قسم کو اکثر عبارت مین تواتر قدر مشترک کہتے ہین اور جب یہ معلوم ہوا کہ یہ نقل اس طرح مفید یقین کی ہوتی ہی
تو اُس سے جانا گیا کہ یہ دلیل عقلی ہی اور جب دلیل عقلی ہوئی تو چاہیے کہ سب عقلا اُسے قبول کرین اور خلاف باقی نہ رہے
حالانکہ منکرین بعثت بہت ہین اسلیے ضرور ہوا کہ وجہ انکار منکرین بھی لکھا جاے کہ اُس سے اُنکی حقیقت واضح ہو
بعد اُسکے اُسکا جواب بھی ذکر کیا جائیگا انشاءاللہ تعالی اگر اُسکے بعد بھی کوئی قبول نہ کرے تو وہ انکار اس دلیل عقلی کے یقین کو
مفید ہونے کے لیے مضر نہوگا اور نہ نقصان دلیل کا ہوگا بلکہ غلو کفر و نفاق مین اور تعصب انکار مین سمجھنا چاہیے و مثال
اُس انکار کی ویسی ہی ہی کہ ادلہ وجود باری کی کیسی عقلی اور کس کثرت کے ساتھ ہین کہ جنھین مادہ قابلہ حق تعالی نے عطا
فرمایا ہی وہ بمجرد اُنکے ایک دلیل کے سننے کے راہ حق پر آجاتے ہین اور جو شک و شبہہ دل مین ہو وہ نکل جاتا ہی بخلاف منکرین الٰہ کے
جنکے دل پتھر یا اُس سے بھی زیادہ سخت ہین نہ انھون نے ادلہ عقلیہ بھی سُنین اور نبی کو بھی دیکھا نزول وحی کا بھی مشاہدہ کیا
معجزات کو بھی دیکھتے تھے لیکن کچھ مفید نہوا بالجملہ بعضے منکرین بعثت اصل تواتر کو منع کرتے ہین اور کہتے ہین کہ تواتر سے
علم و یقین نہین حاصل ہوتا اور منشاء اُنکے توہم کا چند چیزین ہین اول یہ کہ جھوٹ بولنا ہر شخص کو جائز ہی پس اسی طرح جائز ہی
کہ مجموع جنھنے نقل کی ہی وہ بھی جھوٹ بولے ہون دوسرے یہ کہ اگر سو آدمی کا کہنا علم کو مفید ہو تو نوو نہ شخص کا کہنا کیون
مفید نہو اور اگر یہ بھی علم کو مفید ہو تو کیا سبب ہی کہ نوو ہشت کا کہنا مفید نہو اور اسی طرح کم کرتے کرتے پس اس سے
لازم آیا کہ یا تواتر علم کو مفید نہو یا خبر واحد بھی علم کو مفید ہو اور یہ دونون تمھارے زعم مین باطل ہین تیسرے یہ کہ شرط
تواتر مین یہ ہی کہ جب نقل چند طبقہ پر مشتمل ہو اور ہر طبقہ حد تواتر کو پہونچا ہو کیونکہ جس طبقہ کی کثرت کو اختلال عارض ہوگا وہ
عدم علم کی طرف منجر ہوگا اور علم کو مفید نہوگا مگر جبکہ طبقات مساوی کثرت مین ہون پس متواتر علم کو مفید نہوگی بعد اُسکے
کہ علم تساوی طبقات کا حاصل ہو اور تساوی طبقات کا علم حاصل نہوگا مگر تواتر کی جہت سے پس اس صورت مین دور
لازم آئیگا انتھی اور جواب امر اول سے یہ ہی کہ قیاس کل مجموعی کا کل افرادی پر نہین چاہیے ایک ایک کا حکم اور ہی اور
مجموع کا حال اور ہی دیکھو دس ملکر کیسا ہی بار ثقیل ہوئے اُٹھا لیتے ہین لیکن ایک ایک اُن مین سے نہین اُٹھا سکتا اور دیکھو
مکان ایک آدمی کے واسطے وسیع ہی لیکن جو تمام خلقت چاہے کہ جس طرح ایک آدمی ایک مکان مین رہتا ہی ہم سب بھی اُسی
ایک مین رہین تو اُنکے لیے وسعت مکان کی کافی نہین ہو سکتی اسی طرح ہر شخص پر اگرچہ کذب روا ہی لیکن جماعت کثیر پر روا نہین ہی
بلکہ اُنکی خبر علم و یقین کو مفید ہوتی ہی علاوہ اسکے اکثر افعال کا صدور ہر شخص سے حسب مقتضاے طبیعت اُسکے ہوتا ہی مثلاً بہادر
ہونا نامرد ہونا صادق اللہجہ ہونا کاذب ہونا پھر کس طرح ہو سکتا ہی کہ وقت واحد مین جماعت کثیر کی طبیعت یکسان ہو اور
سب سخن ساز ہون مطابق واقع کے نقل کرنے مین البتہ اجماع سب کا ممکن ہی کہ اسمین مقتضاے طبع کو دخل نہین ہی بلکہ وہ نقل

واقعات خارجیہ کی ہی سوا اسکے متواتر کا علم یقینی کو مفید ہونا نظری نہین ہی کہ محتاج دلیل ہوا ور محتاج اسکے مقدمات مین
غور و فکر کیے ہون بلکہ بدیہیات سے ہی اور سب پر ظاہر ہی منکر مکابر کو دیکھنا چاہیے کہ جو شہر کہ دور ہین مثلاً ولایت انگلستان
یا قسطنطنیہ ملک روم سے یا جو باتین کہ گذر گئی ہین انکا علم سب خلق کو بذریعہ اخبار مشاہدین حاصل ہی گو خود اُسنے نہین دیکھا
مثلاً سب کو یقین ہی کہ حضرت آدم پیدا ہوے تھے یا مکہ مشرفہ اور مدینہ موجود ہی گو اُسکا مشاہدہ نہین کیا ہو پھر جب متواتر ایسی چیز ہو
تو اُسمین گفتگو بیجا ہی اور بجز مکابرہ اور نہین ہی اور دوسری وجہ کا انکی جواب یہ ہی کہ تواتر مین کوئی عدد منحصر او نہین ہی جس سے
انکا قول درست آے بلکہ بعض اعداد مفید علم کو ہوتے ہین اور بعض نہین ہوتے اور ایک کا قیاس دوسرے پر باطل ہو
تیسری بات کا جواب یہ ہی کہ متواتر کا مفید علم کو ہونا متوقف اسپر ہی کہ وہ نفس الامر مین متواتر ہو نہ یہ کہ علم تفصیلی تواتر و شرائط
کا بھی تواتر ہوا ہو یہ جاننا کہ یہ خبر متواتر ہی اسکے اجتماع شرائط کے لیے کاشف ہی متوقف نہین ہی کہ دور لازم آے لیکن ایک
شبہہ البتہ ہوتا ہی کہ اگر تواتر مفید ہی تو روایات فرقہ ہاے باطلہ کی جو حد تواتر سے بھی زیادہ ہین کیون مفید علم کو نہین ہوتین
اور جب وہ مقبول نہوئین تو اہل حق کا تواتر کیون مقبول ہوا اور دوسری طرح تقریر اس شبہہ کی یہ ہی کہ اگر تواتر علم کو مفید ہو
تو کیا وجہ ہی کہ متواترات دینیہ کفار کو مفید علم کے نہین ہوتے اور جواب اسکا بھی اگرچہ مذکور ہوا اور پھر کہتا ہون کہ یہ شبہہ
بے حقیقت ہی کیونکہ اصل تواتر سے انکار اور اسمین تشکیک بہت ظاہر بدیہی ہی اور جو شخص کہ اپنے نفس کی طرف رجوع کریگا
جانے گا کہ اکثر چیزون کا جاننا مثل اسکے کہ حضرت آدم کا اور حضرت نوح اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کا جاننا یا شہر کا
جاننا جنھین نہین دیکھا اُسے حاصل ہی اور اسکو سوا اسکے کہ بتواتر جانا اور یقین کیا اور کوئی سبب نہین ہوا پس اگر اصل
تواتر علم کو مفید نہوتا تو چاہیے کہ اس سے علم ان چیزون کا حاصل نہوتا حالانکہ اسکا دل یقینی جانتا ہی کہ یہ شہر موجود ہین اور وہ
سب پیدا ہو چکے ہین لیکن تواتر کے لیے شرائط ہین کہ جب وہ پائے جاتے ہین تو مفید علم کو ہوتا ہی اور پہلے ان شرائط سے
یہ ہی کہ چاہیے مخبرین کا دعوی قسم محسوسات سے ہو نہ معقولات سے کیونکہ عقلیات مین معیار علم عقل ہی نہ نقل کرنا اسلاف
و گذشتگان سے دوسرے یہ کہ قول مخبرین کا محفوف بغرض نہو کیونکہ یہ ظاہر ہی کہ مخبرین کی خبر اگرچہ کثیر کیون نہو لیکن جب
کوئی غرض متعلق ہو اُس سے تو علم کو مفید نہین ہو سکتی اگرچہ کسی حد کثرت کو پہونچ جاے اسی طرح کہا گیا ہی کہ ظاہر یہ ہی کہ کثرت کے
مرتبے اور غرض کے مختلف ہوتے ہین بعض مرتبہ کثرت کا ایسا ہوتا ہی کہ اُسکے مقابل مین غرض کا مرتبہ مضمحل ہو جاتا ہی اور بعض
اغراض کا مرتبہ ایسا ہوتا ہی کہ اُسکے سامنے کثرت کچھ علم کے لیے موثر نہین ہوتی اور اسے عقل سلیم اور ذہن مستقیم خوب پہچانتا ہی
محتاج دلیل و برہان کی نہین ہی تیسرے یہ کہ سُننے والے کا ذہن شبہہ سے صاف ہو کیونکہ اگر کسی کے ذہن مین شبہہ
اُسکے خلاف کا مرتکز ہوگا جیسا کہ اہل کفر و نفاق کے دل مین جو شبہات اُنکے علما و رؤسا نے ڈال دیے ہین اور وہ انکا
اعتقاد کیے ہوے ہین اسی سے اہل حق کی باتین نہین سُنتے اور اُنکی دلیلون پر کان نہین رکھتے پہلے کلمۂ حق انکے دل مین اثر نہین کرتا
بلکہ اگر تعصب نے انکی آنکھین اور دل کو اندھا نہ کیا ہو تو مکرر سُننے کے بعد ممکن ہی کہ جب طبیعت انکی حمیت جاہلیت سے

خالی ہو تو روایات حقہ انکے آئینہ دل کو روشن کرین اور اہل باطل کے شبہے انکے خاطر سے جو لیوین پس اتبع اہل باطل عو
کرتے ہین یا تو وہ قسم اول سے ہین یعنی خلاف عقل ہین یا ہمراہ انکی نقل کو اہل حق کیونکہ یقین کرین کہ انکی بے حقیقتی عقلا پر ووہی باطل
ظاہر ہو جاتی ہی یا دوسرے قبیل سے ہین یعنی محفوف باغراض ہین اور اقتران اس قول کا باغراض فاسدہ لا یجوز ہی وجہ ایسا
اسکا علم کے لیے مفید ہونا ہو سکتا ہی جیسا کہ اہل حق کے متواترات مفید علم ہین ہرچند ان لوگون پر جو درپی تحقیق نہین ہے
جس طرف کے کہ ہون خواہ اہل حق سے یا اہل باطل سے حال انکا پوشیدہ ہوتا ہی کیونکہ متواترات کی شبہات سے اشخاص
مختلف ہوتی ہی پس انکار اہل باطل کا اہل حق کے متواترات سے یا اسلیے ہوتا ہی کہ انھون نے اسکا تفحص اور بحث نہین کی
یا اغماض عین اور چھپانے کے ارادے سے حق کے ہوتا ہی لیکن یہان پہنچتا ہی کہ کوئی کہے کہ جو تم بوجہ اہل باطل کے انکار
متواترات اہل حق سے کہتے ہو یہی وہ کہہ سکتے ہین تو اسکے جواب مین کہہ سکتے ہین کہ حق و باطل مین تمیز کرنا کام عقل سلیم
اور ذہن مستقیم کا ہی جیسا کہ حق تعالی فرماتا ہی وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا یعنے اگر وہ میرے امر مین کوشش و
جہاد کرین تو مین بھی اپنی راہین ہدایت کی انھین دکھاؤن منصف پر جو چشم انصاف رکھتا ہو اور درپی تحقیق ہو تو کبھی کوئی بات
مشتبہ نہین رہ سکتی لیکن جب انصاف نہو اور تعصب و عناد اور اغماض عین یا بے توجہی سے کام لیا جائے تو اسکا کیا
علاج ہی مکابر کی زبان تو کسی طرح بند نہین ہو سکتی دیکھنے والے کو اطلاع حقیقت امر ہوتی ہی اندھا نہین دیکھ سکتا ہی
جس طرح مغالطات سوفسطائیون کی اور انکار کرنا انکا محسوسات و مشاہدات مین توجہ کے قابل نہین ہین اسی طرح
حقیقت مین متواترات سے بھی انکار کرنا لائق کان رکھنے کے نہین ہی و لیکن کفار و منافقین کا انکار اخبار متواترہ
اہل حق سے پس ممکن ہی کہ بسبب نہونے شرط سوم کے بھی ہو فائدہ دوسرا جناب اخوند صاحب نے حق الیقین مین
فرمایا ہی کہ دلیل آنحضرت کے پیغمبر ہونے پر یہ ہی کہ حضرت نے دعوی نبوت کا کیا اور بہت سے معجزات باہر اپنے وجود کے
موافق اپنی ظاہر فرمائے اور یہ دونو امر متواترات سے ہین لیکن حضرت کا پیغمبر ہونے کا دعوی کرنا پس اسکے سب ارباب ملل و
نحل قائل ہین کہ آنحضرت نے دعوی پیغمبری کا کیا تھا اور معجزات دکھائے پس معجزات حضرت کے زیادہ حد حساب سے ہین
انکی گنتی نہین ہو سکتی بلکہ سب کلام اور افعال اور اخلاق آنحضرت کے معجزہ تھے اور معجزات حضرت کے دو قسم ہین پہلے
قرآن مجید ہی اور وہ سب سے زیادہ متواتر معجزہ ہی کہ روز قیامت تک باقی رہیگا الخ رحمہ اللہ تعالی اب جاننا چاہیے
کہ یہان کلام دو امرون مین واقع ہوتا ہی پہلے بیان اس امر کا کہ قرآن متواتر ہی دوسرے بیان اس امر کا کہ قرآن مجید
کس کس وجہ سے معجزہ ہی لیکن بیان اول پس جاننا چاہیے کہ جملہ اہل اسلام کے فرقے اس پر متفق ہین کہ جو کچھ دونون دفتیون کے اندر
سوائے عنوانات کے ہی وہ قرآن مجید ہی اور اسمین زیادتی واقع نہین ہوئی اور اکثر نے نقصان کے وقوع سے بھی انکار کیا ہی
اگرچہ وقوع نقصان مین بھی روایات فریقین وارد ہین اور ان روایات مین شیعون کی روایات بہ نسبت حضرات
اہلسنت کے زیادہ ہین جن سے نقصان کا واقع ہونا قرآن مین نکلتا ہی لیکن اکثر علما کا مذہب وہی ہی جو مذکور ہوا مع عنوان

اب جو کچھ کہ موجود ہی یہ وہ کلام ہی جو خدا کی طرف سے نازل فرمایا گیا ہی اور جملہ مسلمان طبقہ مین خلفا عن سلف اہتمام
بلیغ تام اسکی نقل مین اور حفظ مین اور ضبط مین اسکے بذریعہ کتابت اور حفظ کرنے مین دل سے کرتے آئے ہین اور وہ ایسا ہی
کہ کسی کو یہ ممکن نہین ہی کہ اسمین شک اور شبہہ کر سکے مگر صدر اول اسلام مین تواتر کا اثبات موافق طریقہ حضرات اہلسنت کے
البتہ مشکل ہی اور اثبات تواتر کا جب تک طبقات کی مساوات نہو متصور نہین ہو سکتا اور بنا بر طریقہ شیعہ کے سہل ہی
اور اسکا بیان یہ ہی کہ جناب سید سند نے حدیقہ مین لکھا ہی کہ کلام حضرات اہلسنت کے دیکھنے سے یہ مفہوم ہوتا ہی کہ صحابہ نے
اختلاف مصاحف مین بہت کیا ہی پس ایک دوسرے کی توہین کرتا تھا پھر اگر انکے مصاحف مین اختلاف نہوتا تو بعض
انکے بعض دوسرون کے مصاحف سے انکار نہ کرتے اور یہ بات بہت مشہور ہی کہ خلیفہ ثالث حضرت عثمان بن عفان نے
ابن مسعود کے مصحف کو جلایا اور ابن مسعود نے کہا کہ اگر مین بھی اسکا مالک ہو جاؤن جسکے یہ مالک ہین تو مین بھی انکے
مصحف کے ساتھ وہی کرون جو انھون نے میرے مصحف کے ساتھ کیا اور یہ بھی انھین کے علمانے روایت کی ہی
کہ خلیفہ ثانی حضرت عمر نے قرآن کو کسی مصحف مین وضع کیا تھا اور وہ انکے صاحبزادے حفصہ کے پاس تھا ابن
عمر نے اُسے خلیفہ ثالث پاس بھیجا انھون نے اُسکے جلانے کا حکم دیا باین اندیشہ کہ قرآن مین اختلاف راہ نہ پاوے اور قاضی
عبد الجبار معتزلی نے مصاحف کے جلانے کو تسلیم کرکے امامیہ کی طعن کے دفع کرنے کو کہا ہی کہ یہ بات مستلزم استخفاف کو
نہین ہو سکتی بلکہ قرآن کا جلانا بھی مثل تخریب مسجد کے ہی پس خود پیغمبر خدا نے ضرار کی مسجد کو خراب فرمانے کا حکم صادر فرمایا ہی
پھر جس طرح وہ تخریب مسجد استخفاف کو مستلزم نہوئی اسی طرح یہ قرآن کا جلانا بھی مورث استخفاف نہین ہو سکتا لیکن
واضح رہے کہ امامیہ نے اس قاضی صاحب کے دفع کرنے کو نہین مانا چنانچہ جناب سید مرتضی علم الہدی نے کتاب
شافی مین فرمایا ہی کہ دونون باتون مین بہت فرق ہی کیونکہ مسجد مسجد نہین ہوتی مگر جبکہ اسکے بنانے والے کا یہ ارادہ ثابت ہو
کہ رضائے الہی کے لیے بنایا ہی اور نماز پڑھنے والون پر اُسے وقف کیا ہی اور اگر ایسا نہو تو جس طرح اور املاک اُسکی تھی ویسا ہی وہ
مسجد بھی ہوگی اور وہ مسجد جسکی تخریب کو پیغمبر خدا نے حکم فرمایا اُسکے ارباب کا ارادہ قربت کا نہ تھا بلکہ غرض فاسد انکی
بنائے مسجد کا باعث ہوئی تھی پھر وہ شرعی مسجد نہ تھی اور اُسکے گرانے مین کچھ حرج نہ تھا اور کلام خدا کا جو صاحب وقار
واحترام ہی یہ ان صحفون کی دونون فیتون کے اندر جو جلائے گئے موجود تھا اسکی حفاظت نہ کرنا یقینی اسباب استخفاف
وابتذال سے ہی اور جب ایسا ہوا تو کیونکر یہ ہو سکتا ہی کہ قرآن کے جلانے کا قیاس اوپر تخریب مسجد ضرار کے کرنا صحیح ہوا اور جسطرح سے
کہ ہو انحضرات نے روایت کی ہی کہ جسوقت خلیفہ ثانی تالیف مصحف کرتے تھے تو لوگ ایک دو آیت انکے پاس لاتے تھے پھر اگر
وہ انھین پہچانتے تھے تو اپنی مصحف مین لکھتے تھے والا اگر روایت کرنے والا ثقہ اور معتمد ہوتا تھا تو قبول کرتے تھے اور اگر
ایسا نہوتا تھا تو گواہان عادل اُس سے طلب کرتے تھے جب وہ گواہ لاتا تھا تو اُسے قبول کرتے تھے فقط لیکن واضح ہو کہ یہ سب
باتین تواتر مین قرآن کی قدح کرنے والی ہین اور فریقین کے علمانے ان ایرادات کے دفع کرنے کو جو قرآن کے متواتر ہونے پر

وارد ہوتے ہین بہت توجیہین کی ہین اور کہا ہی کہ قرآن شریف عہد کرامت مہد جناب رسول خدا او زمان خلافت
خلیفہ اول او رخلیفہ ثانی اور خلیفہ ثالث مین مجتمع ہوا ہی اور یاد کرنے والون نے اُسے یاد کیا ہی اور ہمیشہ مسلمانون کی
ہمت کیا زمان پیغمبر مین اور کیا اُسکے غیر مین اُسکی حفظ او ضبط و نسخ و قرات و تلاوت مین مصروف رہی ہی اور عادت جاری نہین ہی
کہ جس بات کے ساتھ ایسا اہتمام تام سب کی طرف سے ہو وہ حد تواتر کو نہ پہونچے اور جو روایات کہ مذکور ہوئی انمین سے
بعض اخبار احاد ہین کہ وہ یقینیات کی معارض نہین ہو سکتین اور بعض انکی اسطرح تاویل کیجاتی ہین کہ جو اختلاف کہ مصاحف
مین تھا وہ سات حرفون کا اختلاف تھا نہ وہ اختلاف کہ قرآن مجید سے خارج ہوا اور بہت سی احادیث فریقین کی کتابون سے
اس بات پر دلالت کرتی ہین کہ حروف سبعہ کا اختلاف خدا کی طرف سے ہی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ نے فرمایا کہ قرآن
سات حرفون پر نازل کیا گیا کہ کل انکا کافی اور شافی ہی اور یہ روایت حضرات اہلسنت مین مشہور اور کثر کتابون مین
انکی مسطور ہی چنانچہ صاحب اتقان نے اکیس صحابی سے اس روایت کو نقل کر کے حکایت کی ہی کہ ابو عبیدہ نے تصریح کی ہی
کہ یہ روایت متواتر ہی اور ابو یعلی نے اپنی سند مین نقل کی ہی کہ خلیفہ ثالث نے منبر پر کہا کہ جس کسی نے حدیث شریف کو
پیغمبر سے اس معنی پر سنا ہو کہ قرآن سات حرفون پر وارد ہوا ہی وہ اُٹھ کھڑا ہوا اور گواہی دے پس جماعت کثیر کہ جسکا شمار نہ ہو سکتا ہی
اُٹھی اور گواہی اسکی ادی اور صحیحین مین حدیث ابن عباس کو ذکر کیا ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ جبرئیل نے مجھپر قرآن ایک حرف کے موافق
پڑھا پس مین پھرا اور دوبارہ مین نے عرض کیا اور زیادتی چاہی خداوند عالم زیادہ فرماتا تھا یہان تک کہ نوبت زیادتی کی
سات حرفون تک پہونچی اور فاضل کاشانی نے تفسیر صافی مین بطریق خاصہ کتاب خصال سے باسناد خود عیسی بن عبداللہ
ہاشمی سے کہ اُسنے اپنے باپ سے اور اُسنے پیغمبر خدا سے روایت کی ہی کہ جبرئیل پروردگار جلیل کی طرف سے مجھپر وحی لائے کہ خدا فرماتا ہی
کہ قرآن کو ایک حرف پر پڑھو مین نے عرض کی کہ پروردگارا میری امت پر وسعت دے بعد اُسکے حکم فرمایا کہ سات حرفون پر
پڑھو اور اُسکے بعد فاضل مذکور نے کہا ہی کہ ان روایات سے اختلاف لغات مستفاد ہوتا ہی جیسا کہ کتاب نہایہ مین ابن اثیر نے
کہا ہی کہ حرف سے مراد لغت ہی یعنی قرآن سات لغت پر لغات عرب سے نازل ہوا یعنی وہ لغات قرآن مجید مین متفرق ہین
پس بعض قرآن بلغت قریش ہی اور بعض اسکا بلغت ہذیل ہی اور بعض بلغت ہوازن ہی اور بعض بلغت یمن ہی فاضل سیوطی نے
کہا ہی کہ اس بارے مین ابن مسعود کا قول ہی جو اُنھون نے کہا ہی کہ مین نے قاریون کو سنا ہی اور ان سب کو قریب یک دوسرے کے
پایا پس پڑھو تم جیسا کہ جانتے ہو اختلاف انکا نہین ہی مگر جیسا کہ تمھاری باتون مین ہوتا ہی کہ ایک کہتا ہی اقبل ایک کہتا ہی
ھلم ایک کہتا ہی تعال لیکن حاصل سب کا ایک ہی اور مجمع البیان مین فرمایا ہی کہ مراد حروف سے اختلاف لغات ہی اسطرح کہ
کسی حکم کے حلال و حرام کو تغیر نہ دے مثل ھلم و تعال و اقبل کے اور کہا ہی کہ ابتدائے اسلام مین صحابہ مخیر تھے کہ جسطرح چاہین
انحائے سبعہ مین کسی نحو کے موافق پڑھین بعد اُسکے اجماع کیا ایک نحو پر اُسکے فصار ما اجمعوا علیہ مانعا عما اعرضوا عنہ انتھی
اور یہ اقوال بھی ظاہر مین جیسے ہین اور مجمع البحرین مین بعض حضرات نے نقل کی ہی کہ سات حروف وجوہ قرات سبعہ کا نام ہی

جیسے ساتوں قاریوں نے قرآن کے اختیار کیا ہی لیکن اکثر علمائنکے اِس مقولہ سے انکار کرتے ہین اور کہتے ہین کہ یہ اختلاف
قاریوں کا اختلاف نہین ہی چنانچہ اُنکے فضلاسے ابوشافہ نے کہا ہی کہ ایک قوم نے گمان کیا ہی کہ جو اِس زمانے مین قرائت سبعہ
موجود ہی سبعہ احرف سے یہی مراد ہی اور یہ خلاف اجماع اہل علم کے ہی اور یہ گمان نہین صادر ہوا مگر بعض اہل جہل سے اور
فاضل مکی نے کہا ہی کہ جسنے یہ گمان کیا ہی کہ اِن قاریوں کی قرائت جو مثل نافع اور عاصم کے ہین یہی مراد اُس سبعہ حرف سے ہی
جو حدیث مین وارد ہوا ہی اُسنے بڑی غلطی کی ہی فقط پس بنابراسکے سبعہ احرف سے مراد اختلاف لغات ہوگا جو بحسب تجویز
خدا و رسول کے بندوں کو قرآن مین توسعہ دیا گیا اور وہ منافی تواتر لغت مشہو موجود کے بھی نہین ہی لیکن بعض روایات مین
ہماری یہان سبعہ احرف کے مضمون سے انکار وارد ہوا ہی چنانچہ صحیحہ فضیل بن یسار مین آیا ہی کہ کہا اُسنے کہ جناب صادق کی
خدمت مین مین نے عرض کیا کہ لوگ کہتے ہین کہ قرآن سات حرف پر نازل ہوا فرمایا کہ جھوٹ کہتے ہین دشمنان خدا
ولیکن نازل ہوا ایک حرف پر اور زرارہ کی روایت مین حضرت امام محمد باقر سے آیا ہی کہ قرآن ایک ہی ایک پاس آیا ہی لیکن
اختلاف راویوں کی طرف سے ہوا ہی اور محدث کاشانی کے کلام سے سمجھا جاتا ہی کہ اِن دونوں حدیثوں کو قرائت سبعہ
حمل کیا ہی اور یہ حمل کرنا اُنکا یقینی بعید ہی اور بمرتبہ تنزل یہ کہا جاتا ہی کہ احرف کے معنی وہ نہین ہین جو لوگ سمجھے ہین
کیونکہ بعض اخبار مین تفسیر سبعہ کی احرف کی اور طرح وارد ہوئی ہی جیسا کہ حضرت امیرالمومنین علیہ الصلوۃ والسلام سے منقول ہی
کہ حق تعالی نے قرآن کو سات قسم پر نازل فرمایا ہی کہ ہر قسم اُس سے کافی وشافی ہی اور وہ اقسام یہ ہین پہلے امر دوسرے
زجر تیسرے ترغیب چوتھے ترہیب پانچوین مثل چھٹے جدل ساتوین قصص اور اسی تفسیر کے موافق کتب حضرات
اہلسنت مین بھی واقع ہی جیسا کہ بیہقی نے ابن مسعود سے روایت کی ہی کہ کتب آسمانی جو پہلے نازل ہوئی تھین وہ حرف
واحد پر تھین اور قرآن نازل ہوا سات حرفوں پر کہ وہ زجر ہی اور امر ہی اور حلال ہی اور حرام ہی اور محکم ہی اور متشابہ ہی اور
امثال ہین اور جناب امام جعفر صادق سے جو روایت منقول ہی اُس سے مستفاد ہوتا ہی کہ احرف اشارہ ہی طرف بطون
قرآن کے اور اُسکی تاویلات کی طرف ولیکن یہ معنی اگرچہ سیاق روایات مشہورہ سے جدا ہی ولیکن آپسمین کچھ منافات
نہین ہی کیونکہ جائز ہی کہ مراد احرف سے وجوہ قرآن اور تعدد معانی کا مراد ہو فاضل سیوطی نے کتاب تحبیر مین احرف کی
تفسیر مین پندرہ قول نقل کیے ہین پندرھوان قول اُنمین سے یہ ہی کہ مراد اُس سے سات علم ہین اور بعضے اہلسنت نے
احرف سبعہ کے معنی چالیس طرح تک پہونچا دیے ہین پھر جب ایسا ہوا تو جو کچھ روایت مذکور مین وارد ہوا ہی کہ مراد
سات حرفوں سے تاویلات و بطون قرآن ہی یہ بھی بہت مناسب ہی فقط اور جاننا چاہیے کہ چند روایات کے
ذریعہ سے یہ مفہوم ہوتا ہی کہ کچھ تحریف ونقصان قرآن مین واقع ہوا ہی ولیکن ابن بابویہ علیہ الرحمہ نے رسالہ اعتقادات مین اپنے
لکھا ہی کہ بدرستیکہ وہ قرآن جو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ پر نازل ہوا تھا وہ یہی قرآن ہی کہ جو دونوں دفتیوں مین لوگوں کے
ہاتھ مین موجود ہی اِس سے کچھ زیادہ نہ تھا اور اہل سنت کے نزدیک وہ ایک سو چودہ سورے ہین اور ہمارے نزدیک صحیح

اور الم نشرح ایک سورہ ہی اور لایلاف و الم ترکیف ایک سورہ ہی اور سورہ انفال اور توبہ ایک سورہ ہی اور جس شخص نے
نقصان قرآن کی نسبت ہماری طرف کی ہی اُسنے جھوٹ کہا ہی اور جو کچھ کہ سورہ ہاے قرآنیہ کے پڑھنے کا ثواب اور
ختم قرآن کا ثواب اور مثل اسکے ائمہ معصومین علیہم السلام سے مروی ہوا ہی وہ سب ہمارے قول کی تصدیق کرتا ہی یہ تلخیص
کلام ابن بابویہ مرحوم ہی اور مولانا طبرسی نے مجمع البیان مین فرمایا ہی حاصل اسکا یہ ہی کہ لیکن زیادتی قرآن مین پس اسکے بطلان پر
تو اجماع ہی اور لیکن نقصان کا واقع ہونا پس ایک قوم نے ہمارے صحاب سے اور ایک قوم نے حشویہ حضرات اہلسنت سے
روایت کی ہی کہ قرآن مین تغیر و نقصان ہوا ہی اور صحیح ہمارے صحاب کا مذہب اسکے خلاف ہی اور وہی وہ ہی کہ جسکی نصرت
کی ہی سید مرتضی قدس اللہ روحہ نے اور بہت استیفا کلام کا کیا ہی فقط و لیکن سید نعمت اللہ نے انوار نعمانیہ مین کہا ہی کہ
اخبار بطور مستفیضہ اس امر پر دلالت کرتے ہین کہ جسطرح قرآن نازل ہوا اسکی تالیف نہین کی مگر امیر المومنین علیؑ نے بسبب
وصیت فرمانے پیغمبر خدا کے پس چھ مہینے تک بعد وفات پیغمبر خدا اُسے جمع فرماتے رہے اور جب جمع کر چکے تو اُسے لیکر
آئے اور فرمایا کہ یہ کتاب خدا ہی جسطرح نازل ہوئی تھی خلیفہ ثانی نے کہا کہ ہمین نہ تمھاری طرف نہ تمھاری کتاب کی طرف
حاجت ہی ہمارے پاس قرآن ہی جسے عثمان نے جمع کیا ہی اور لکھا ہی حضرت نے فرمایا کہ آج کے دن کے بعد نہ تم دیکھوگے
اِسے نہ اور کوئی دیکھیگا یہان تک کہ میرا فرزند مہدی ظاہر ہوگا اور اس قرآن مین بہت زیادتیان تھین اور وہ تحریف سے
خالی تھا اور وجہ اسکی یہ ہی کہ عثمان بھی کتابت وحی کی کرتا ہی اس مصلحت کے لیے کہ پیغمبر اُسے جانتے تھے اور وہ یہ ہی کہ تا کہ
تکذیب نبی کی قرآن کے بارے مین بھی نہ کرین اور یہ نہ کہین کہ وہ افترا ہی یا جبرئیل اُسے نہین لاے اور اسی لیے معاویہ
کو بھی چھ مہینے اپنی وفات سے پہلے وحی کے لکھنے والون مین داخل فرمایا تھا لیکن عثمان اور اُنکے امثال حضرت کی خدمت مین
نہ حاضر ہوتے تھے مگر مسجد مین سب کے ساتھ یا اور مجمع عام مین اور نہ لکھتے تھے مگر اُسی کو جو جبرئیل سب کے سامنے اور
انبوہ خلق مین لاتے تھے لیکن جو گھر مین اور خلوت مین وحی آتی تھی اُسے سوا علیؑ کے کوئی نہین لکھتا تھا کیونکہ حضرت
عزیز قریب تھے ہر گھر مین جاتے آتے تھے پس اس وحی کو تنہا حضرت ہی لکھتے تھے اور یہ قرآن جو سب کے ہاتھ مین
اِسوقت موجود ہی وہ خط عثمان ہی نہ سوا اسکے کہ اُسکا نام سب نے امام رکھا تھا اور جو اسکے سوا تھے وہ جلا ڈالے یا
چھپا ڈالے اور اپنے زمانے مین اُسے شہرون مین اور قریون مین بھجوا کر مشہور کیا بعد اُسکے کہا ہی کہ اب وہ قرآن جناب
صاحب العصر کے پاس ہمراہ اور کتب سماویہ کے اور مواریث پیغمبران کے موجود ہی اور جب حضرت کی خلافت کا زمانہ
ہوا تو حضرت اس قرآن کے اظہار پر قادر نہوے اور اُسے پوشیدہ کیا کیونکہ اُسکے اظہار مین سابقین کے عیوب کا اظہار
ہوتا تھا اور اسیمین وہی مدینہ تھا جسکے لیے صلوۃ ضحی کو نہ منع کر سکے اور حکم تحلیل متعۃ النساء پر نہ قادر ہوے اور شریح قاضی کو
نہ معزول کر سکے اور معاویہ کو حکمرانی سے نہ منع کر سکے اور پھر کہا ہی فاضل مذکور نے کہ اگر تو یہ کہے کہ جب ایسا تغیر اسمین ہوا ہی
تو اسکا پڑھنا کس طرح جائز ہوا تو ہم کہینگے کہ اخبار وارد ہوے ہین کہ حضرات نے اپنے شیعون کو حکم دیا ہو کہ یہ جو قرآن موجود ہی

اسکی قرات کرین اور نمازون مین پڑھین اور اسکے احکام پر عمل کرین یہان تک کہ صاحب العصر ظاہر ہون اُسوقت یہ
قرآن سب کے پاس سے آسمان پر بلند ہو جائیگا اور وہ قرآن جسے امیر المومنین نے لکھا ہی نکلے گا اور اُسکے احکام جاری ہونگے
اور پڑھا جائیگا انتہی کلامہ پوشیدہ نرہے کہ اس بیان سے یہی ثابت ہوا کہ یہ مصحف موجود قرآن ہی اور اُسی کے پڑھنے کے
اور اُسکے احکام پر عمل کرنے کے لیے ہم مامور ہین اور اسکے قرآن ہونے پر سب حضرات نے اقرار اور حکم فرمایا ہی بالجملہ
مصحف جو اسوقت موجود ہی اسکے قرآن ہونے پر اجماع خاص و عام کا ہی اور زیادتی کا اسمین نہونا اہل اسلام کا
متفق علیہ ہی اور اسمین شک کو گنجائش نہین ہی کہ کمال وضوح مین وہ از جملہ ضروریات دین محسوب ہوتا ہی لیکن تغیر
یعنی اعراب مین اور تبدیل بعض حروف مین اور نقصان بعض کلمات و آیات کا اور مخالفت ترتیب کی جمع اور تالیف
آیات مین پس یہ امر روایات فریقین سے لایح ہوتا ہی اور بالمرہ اُس سے انکار مشکل ہی کیونکہ وہ روایات طرفین سے
متعدد و متواتر وارد ہوئی ہین پس یہ مسئلہ اختلافی ہی لیکن اکثر علما کا مذہب یہی ہی کہ نقصان قلیل و کثیر کچھ نہین ہوا
اور بعض قائل نقصان و تحریف فی الجملہ کے ہوے ہین اور اس اجمال کا بیان یہ ہی کہ جناب سید سند نے فرمایا ہی کہ
تغیر و نقصان قرآن کا منحصر چار چیزون مین ایک بدلنا ایک لفظ کا دوسرے لفظ کے ساتھ مثلاً یہ کہ کہا جائے
کہ کنتم خیر امۃ کی جگہ خیر ائمۃ تھا لیکن بعض نے دشمنون سے اُسے بدل ڈالا دوسرے یہ کہ قرآن دونون صورتون پر
نازل ہوا تھا لیکن مخالفین نے اپنے بعض اغراض فاسدہ کے لیے اُسے ایک وجہ مین پڑھنا منحصر کر دیا اور دوسری
وجہ کو جو انکے غرض کی منافی تھی پڑھنے سے منع کیا تیسرے یہ کہ زیادتی تھی لیکن مخالفین نے اُسے نکال ڈالا جیسا کہ
کہا ہی کہ حق تعالیٰ کا قول اس آیہ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک مین فی علیٍ تھا لیکن اسمین سے اس لفظ فی علیٍ کو گرا دیا
چوتھے یہ کہ جملہ احرف سبعہ سے کہ قرآن اُسپر نازل ہوا دو قسم پر تھا لیکن چونکہ زیادتی انکے لیے مضر تھی اُسے موقوف کر دیا
لیکن پہلی وجہ پس وہ بعید ہی اور اس صورت مین تغیر و تحریف اگر ہوا ہو تو تین صورتون مین اخیر کی ہوا ہوگا اور یہ
تحریف اس موجود کی متواتر ہونے مین بھی کچھ قدح نہین کرتی ہی تامل اور بیان دوسرے امر کا یعنی اثبات تواتر
قرآن کا سہل ہونا بنا بر طریقہ اہل حق یعنی امامیہ اثنا عشریہ کے پس وہ اس راہ سے ہی کہ زمانہ ائمہ اثنا عشر علیہم السلام کا
بہت طولانی ہوا اور سیرت و عمل حضرت کا اس مدت دراز مین سوا اسکے کہ جو کچھ دونون دفتیون مین موجود ہی
اُسکے قرآن ہونے کی تصدیق فرماتے رہے اور کچھ ظاہر نہین ہوا بلکہ لکھنا اُسکا اور تلاوت فرمانا اُسی کا اور فضل و کرامت کا
اسکی اظہار اور بیان فرمانا فضائل اور ثواب کا سورون کے اور آیات کے اور دشمن کے اوپر حجت لانا اور احکام شرعیہ کا
اُسپر استناد فرمانا ایک کے بعد دوسرے کے ساتھ مدار کار انھین مصاحف پر تھا اور اعتماد اسی پر فرماتے تھے اور ہمیشہ
راوی اور ناقل اخبار اُسکے نقل مین متفق اور مجتمع رہے ہین از انجملہ یہ ہی کہ جناب صادقؑ سے ماثور ہی کہ فرمایا ھذا القرآن
فیہ منار الھدیٰ و مصابیح الدجیٰ یعنی اس قرآن مین انوار ہدایت اور چراغ دور کرنے والے تاریکی گمراہی کے روشن ہین اور

جناب امام محمد باقرؑ سے منقول ہی کہ جسوقت تمپر مثل اندھیری رات کے فتنہ ہاے کثیر ملتبس ہون تو رجوع کرو طرف قرآن کے کہ وہ شفاعت کرنے والا ہی اور شفاعت اُسکی مقبول ہی جو کوئی کہ اُسے اپنے آگے رکھے گا وہ اُسے بہشت مین لیجائیگا اور جو رسالہ کہ حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے شیعون کی طرف بھیجا تھا اُسمین لکھا ہی قد اجتمعت الامۃ قاطبۃ علی ان القرآن حق لا ریب فیہ اُسکا حاصل یہ ہی کہ تحقیق کہ اس اُمت نے اجتماع کیا ہی اسپر کہ قرآن حق ہی اور کچھ شبہہ اسمین نہین ہی اور یہ بھی فرمایا ہی والقرآن حق لا اختلاف بینھم فی تنزیلہ وتصدیقہ فاذا شھد القرآن بتصدیق خبر وتحقیقہ فانکر الخبر طائفۃ من الامۃ لزمھم الاقرار بہ ضرورۃ حیث اجمعوا فی الاصل علی تصدیق الکتاب فی تنزیلہ وھم ان جحدت وانکرت لزمھا الخروج عن الملۃ حاصل معنی اُسکے یہ ہین کہ قرآن حق ہی اُمت مین خلاف نہین ہی اُسکی تنزیل و تصدیق مین پس جبکہ قرآن گواہی دے کسی خبر کے سچ اور درست ہونے پر اور بعد اُسکے کوئی جماعت اُمت سے اُس خبر کا انکار کرے تو اُنھین لازم ہی کہ بالضرورۃ اُسکا اقرار کرین کیونکہ سب نے اُسکی اصل پر جو قرآن ہی اجماع کیا ہی اس تصدیق پر کہ قرآن خدا کی طرف سے نازل ہوا ہی پس اگر اس تصدیق سے بھی وہ طائفہ انکار کرے تو اُنھین لازم آئیگا کہ ملت اسلام سے نکل جائین فقط اور اخبار احادیث مشکوکہ کے قرآن پر عرض کرنے کے بہت ہین اور اُنسے لایح ہوتا ہی کہ قرآن مجید اُن اخبار کے صدق و کذب کا معیار ہی پس اگر اُسمین بھی شک ہوتا تو اُسپر عرض کرنا بیکار ہوتا بالجملہ روایات اور کلمات ائمہ معصومین علیہم السلام کے اس معنی مین ایسے متواتر ہین کہ شک اور شبہہ کو اُسمین گنجائش نہین ہی اور جب یہ ثابت ہوا کہ آنحضرات کو اُسپر اعتبار تھا اور اُنکا ہر حکم مین استناد و اعتماد فرماتا اسی قرآن پر بالاتفاق ہی تو اب احتمال زیادتی اور الحاق کا اور توہم اختلاف کا جاتا رہا کیونکہ قول اور تقریر و فعل اُنکا بالاتفاق حجت ہی اور مثل ایسی تقریر کے اہلسنت کے لیے میسر نہین ہی لیکن بڑے تعجب کا مقام یہ ہی کہ بعض معاصرین شیخ حر عاملی نے کہ وہ بھی موالفین سے ہین تواتر قرآن سے انکار کیا ہی اور اُسے تسلیم نہین کیا بلکہ اپنی تفسیر مین پہلی فصل اثبات عدم تواتر قرآن مین قائم کی ہی اور ضروریات اسلام سے انکار کیا ہی اور اُسکا سبب اور وجہ نہین ہی سواے اسکے کہ چونکہ اُنکو اخباریون کی طرف رغبت بہت تھی اس جہت سے اجماعیات علماے دین سے روگردانی اختیار کی اور جو فضلاے کاملین محققین نے بنیادین درست کی تھین اُنسے چشم پوشی کی یہان تک کہ ایسی غلطی مین واقع ہوگئے کہ جسکا حال سب کی نظر مین ظاہر ہی یہان تک کہ باوصف اخباریت خود جناب شیخ حر عاملی نے اُسکی رد مین ایک رسالہ مفردہ لکھا بالجملہ اگرچہ یہ انکار از قبیل اقوال شاذہ اور خلاف اجماع ہی لیکن شاید کسی شخص کی نظر اُسپر پڑی اور اُسے شبہہ اُس سے پیدا ہو کہ عالم شیعہ نے عدم تواتر قرآن کو تسلیم کیا ہی اور اس سے وہ بھی اُدھر مائل ہو جاے جو رد بہت بڑی ہی اسلیے اُسکا لکھنا بھی اب ضرور ہوا تاکہ آگاہی حاصل ہو کہ اس مخالفت اجماع کو علما نے پسند نہین کیا یہان تک کہ شیخ مزبور نے بھی جو اخباری ہین رد کیا ہی اور باوجود اسکے کہ اُنھون نے بھی اجماع پر طعن کرنے مین مثل اخباریون کی عادت کے کوتاہی نہین کی لیکن یہان پر بسبب اسکے کہ امر بہت واضح تھا رد معاصر مین دامن اجماع کو مضبوط پکڑ کر کہا ہی کہ

پہلی دلیل یہ ہی کہ سب مسلمانون نے شیعہ و سنی سے اس قرآن کے متواتر ہونے پر اتفاق کیا ہی اور دخول معصومؑ کو
اُسمین پہچانتے ہین پس یہ حجت ہوگا بسبب وارد ہونے اکثر نصوص کے جو موافق اس اجماع کے ہین واضح ہو کہ
یہان تک اُنہے نے سب کی مراعات کے لیے صحت اجماع کو منسوب ورود احادیث کے ساتھ کیا ہی حالانکہ اس تقدیر پر
کہ احادیث کثیرہ وارد ہو چکین اجماع بیکار ہی جیسا کہ ردّ اہل اصول مین اُنھون نے خود کہا ہی اور حقیقت مین وہ ردّ
مردان معرکہ تحقیق کے آگے مردود ہی اور اجماع محقق خود حجت مستقلہ اور کاشف قول آل رسولؐ کے ہی لیکن اتنے پر اکتفا نہ کرکے
کہا ہی اور بیان پر بعینہ قول شیخ مرحوم مذکور ہوتا ہی تاکہ سب دیکھین وایضاً فان علماء الفریقین قد صرحوا بذلک ولم
یصرح احد منهم بخلافه فیما علمنا اصلاً سوی المعاصر وشیخه وقد انقرض الخلاف بموتهما ولم یکن معتبراً
فی زمانهما لکونهما معلومی النسب فتعین کون قول المعصوم مع اقوال الباقین لعدم انحصارهم وقد نقل الاجماع ههنا
جماعة من اجلاء الاعلام والاجماع المنقول بخبر الواحد حجة کما تقرر فی الاصول ولو تنزلنا من ثبوت الاجماع فان الشهرة کافیة فی وجوب المصیر
الیها وترک النادر الذی لیس بمشهور کما هو مامور به فی حدیث الجمع بین الاحادیث بل قد نقل هذا الاجماع المعصوم مولانا ابو محمد علی بن
محمد الهادی فی حکم بصحة کما یاتی فی رسالة رواها بعض ثقات علمائنا انشاء الله تعالی اور جس جگہ پر جو کچھ کہ ذکر کیا ہی وہ اُنھین کتب اصول سے
لکھا ہی جسکے منکر تھے اور بسبب نامانوس ہونے کے علم اصول سے اُس محل کو جہان یہ دلیلین جاری ہوتی ہین غیر محل سے
اسکے تمیز نہ دیا کیونکہ شہرت اور اجماع منقول کا حجت ہونا کتب اصول مین مقام ادلہ فقہیہ فرعیہ مین مذکور ہوتا ہی
اور بیان کلام ادلہ اصول اعتقادیہ مین ہی اور وہ بالاتفاق دلیل قطعی یقینی کو چاہتا ہی اور جب یہ ہوا تو یہ وجوہ ظنیہ کس
کام کے ہین اور یہی جگہ سے واضح ہوا کہ اخبار احاد بھی متمسک اس حکم کے نہین ہو سکتے پس جو استدلال اُنھون نے روایت
بعض ثقات سے کیا ہی یہ بھی یقین کے لیے مفید نہوگا مگر رد کرنے کو اُس شخص کے جو اُنکی طرح اخباری ہو ولیکن
چونکہ اخبار تحریف کے قرآن مین واقع ہونے کے بھی ہین اور عدم تحریف کے بھی ہین اور جن خبرون مین وارد ہی کہ
تحریف قرآن مین نہین ہوئی اُنمین احتمال تقیہ ہی جو مرجحات منصوصہ سے ہی پس شیخ حر کو ان اخبار مین کیا جواب بنانا ممکن ہوگا
اور ساتھ اسکے اس صورت مین حکایت اجماع منقول کی اور نہ لائق قدح ہونا اُس اجماع کے لیے اُس شخص کے
قول کو جسکا نسب معلوم ہی مجہول نہین بیکار ہوگا کیونکہ یہ استدلال کرنا اجماع منقول سے نہ اخباریون کے مقابل مین
زیبا ہی کہ وہ اِسے تسلیم ہی نہین کرتے اور نہ اصولیون کے مقابل مین یہ استدلال جائز ہی کیونکہ وہ اس دلیل کو
فروع مین جاری کرتے ہین نہ اصول اعتقادیہ مین پس استدلال کرنا اُسے ہر تقدیر مین اچھا نہین ہی اور فساد اُسکا ظاہر ہی
بالجملہ کلام شیخ محدث عاملی کا خلط و اضطراب مین واقع ہی جیسا کہ سمجھنے والون پر پوشیدہ نہوگا اور جس طرح حقیقت
یہ ہی کہ اس جگہ پر حجت اجماع قطعی اور تواتر یقینی ہی نہ یہ موہومات ظنیہ جنسے شیخ حر علیہ الرحمہ نے استدلال فرمایا ہی اور اسی جگہ سے ہی
کہ خود بھی اُنھون نے تواتر قرآن کا اعتراف کیا ہی اور اُسے ضروریات دین سے جانا ہی اور کیا عجب ہی کہ جو استدلال مین ہوئے ہین

یہ سب کہا ہی وہ موئیدات اپنے کلام کے ذکر کیے ہوون گو بظاہر عبارت اسکی مساعد نہو محدث کاشانی نے تفسیر صافی مین
سید مرتضیٰ علم الہدیٰ سے نقل کیا ہی کہ فرمایا انھون نے کہ صحت قرآن کا جاننا ایسا ہی کہ جیسا بڑے بڑے شہرون کو اور بڑے
حادثون کو اور بڑے بڑے واقعون کو جو مشہور ہین اور عرب کے اشعار کو جو لکھے ہوے ہین جانتے ہین کیونکہ اسمین عنایت
اہل اسلام کی شدید ہوئی اور دواعی اسکی نقل پر بہت زیادہ ہوئی اور ایسی حد کو پہونچا ہی کہ اس حد کو جو کچھ ہمنے
ذکر کیا ہی کوئی نہین پہونچا کیونکہ قرآن نبوت کا معجزہ ہی اور جملہ علوم شرعیہ اور احکام دینیہ کا ماخذ ہو اور علمائے اہل اسلام نے
اسکی حفظ مین اور حمایت نہایت مین بہت مبالغہ کیا ہی یہان تک کہ جو کچھ اسمین تھا اعراب اور قرأت اور حروف اور آیات
سب کو پہچانا ہی پھر کس طرح جائز ہی کہ اسمین تغیر یا نقصان واقع ہوا ہو باوجودیکہ تمام اہل اسلام کی طرف سے عنایت
صادقہ اور ضبط شدید ہوا ہو انتہیٰ کلامہ اور بعد نقل کرنے اس قول کے محدث مذکور نے اگرچہ جواب دیا ہی کہ جس طرح
دواعی حفظ زیادہ تھے اسی طرح دواعی تغیر و تحریف و نقصان کے بھی تو بہت زیادہ تھے اور عنایت اہل اسلام کی اسکے ضبط و
حفظ کو تو بعد تحریف کے ہوئی اور تحریف و نقصان تو وقت جمع و تالیف کے ہوا تھا اور اسکا زمانہ قبل اسکے ہی جن مین
مسلمانون نے کوشش حفظ و ضبط کی کی فقط لیکن اس جواب کو انھون نے قوت نہین دی بلکہ اسطرح کہا ہی کہ یہان
کہنے والے کو پہونچتا ہی کہ یون کہے اور فی الواقع یہ ایک طریقہ شبہہ کرنے کا ہی نہ انکار حقیقی اور پھر نقل اقوال اعلام سے تقویت
اسی کو دی ہی کہ جو قرآن ہی یہی اپنی اصل پر ہی اور شیخ حر نے اپنے رسالہ مین جسکا ذکر ہو چکا ہی لکھا ہی کہ جسنے تتبع اخبار کا اور تفحص
تواریخ و آثار کا کیا ہی وہ بعلم یقینی جانتا ہی کہ قرآن کمال مرتبہ شہرت اور اعلاے درجہ تواتر مین تھا اور ہزارون صحابہ نبی نے
اسے حفظ کیا تھا اور نقل کرتے تھے اور پیغمبر خدا کے زمانے مین اسکی جمع اور تالیف ہو چکی تھی انتہیٰ محصلہ کلامہ اور جو انکے
معاصر نے کہا ہی کہ بہت سی احادیث مین وارد ہوا ہی کہ جو کچھ اگلی امتون مین واقع ہوا ہی امہی کے مانند تم مین بھی واقع ہوگا
پس وہ اس سے زیادہ نہین کہ ایک عام حکم ہی اور کوئی عام نہین مگر یہ کہ وہ خاص کیا جاتا ہی پھر جب قرآن کا متواتر ہونا
باجماع اہل اسلام ثابت ہو چکا تو ایسے روایات سے اس اجماع مین قدح نہین ہو سکتا اور ساتھ اس بات کے بہت سی
جگہ یہ عموم متخلف ہوا ہی اور ہر وجہ سے مشابہت کا ممنوع ہونا ظاہر ہی پس اس عام سے انکا احتجاج بے وجہ ہی حاصل
یہ ہی کہ جو مصحف کہ موجود ہی اسکے قرآن ہونے مین ساتھ سورون کے اور جملون کے کچھ شک نہین ہی اور اسی طرح قرأت
ساتون قاریون کی جو مشہور ہی اسکے بھی متواتر ہونے مین شبہہ نہین ہی بلکہ وہ بھی یقینی متواترات سے ہی البتہ اور تین قاری
جو انکے سوا ہین کہ سب ملکر دس ہوتے ہین انکی قرأت ایسی متواتر نہین ہی اگرچہ اکثر انکے یہ کہتے ہین کہ ان تینون قاریون کی بھی
قرأت ایسی ہی ہی سوا چند آدمیون کے ولیکن کلام انکی قرأت کے متواتر ہونے مین پس اسلیے ہی کہ یہ تواتر کتابون مین بذریعہ
روایات اور اخبار احاد کے نقل کیا گیا ہی جیسا کہ جناب سید محمد باقر رشتی نے کتاب مطالع الانوار مین کہا ہی کہ ظاہر یہ ہی کہ اتصال
قاریون کی سند کا جناب رسالتمآب کے ساتھ ثابت نہین ہوتا بلکہ ظاہر یہ ہی کہ اختلاف انکا خود انکی طرف سے ہی کیونکہ

یہ سب اہل زبان تھے اپنی فہم کے موافق ہر ایک نے ایک قرأت اپنے لیے متعین کر لی اور اگر جیسا یہ کہتے ہین اُس طرح
سند انکی متصل حضرت تک ہوتی تو خلاف اُنکے درمیان مین نہ رہتا اور پھر کیونکر ایک دوسرے کی قرأت کے
صحیح ہونے مین قدح کرتا اور اسکے ساتھ راوی جو انکے ہین وہ بھی مجروح ہین لائق اعتماد کے نہین ہین اور اسکے سوا یہ بات ہے
کہ اکثر مقام پر اپنی قرأت کو اہلبیت علیہم السلام کی قرأت کے مقابل قرار دیتے ہین جیسا کہ سید نعمت اللہ جزایری نے
کہا ہے کہ کتابین قرأت و تفسیر کی اِس مضمون سے بھری ہوئی ہین کہ حفص و عاصم نے یون پڑھا ہے اور علی بن ابیطالب اور
اہلبیت علیہم السلام نے یون پڑھا ہے بلکہ کبھی یہ بھی کہتے ہین کہ پیغمبر خدا اسے یون پڑھتے تھے جیسا کہ اختلاف قرأت غیر
المغضوب علیہم و لا الضالین مین ہے کتاب اصول کافی کے اواخر مین اپنی سند کے ذریعہ سے معلی بن خنیس سے روایت کی ہے
کہا اُسنے کہ مین خدمت مین جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کی حاضر تھا اور ربیعۃ الرائے کہ علماے اہلسنت سے تھا
میرے ہمراہ تھا پس مین نے قرآن کا ذکر کیا پس آنحضرت نے فرمایا کہ اگر ابن مسعود ہماری قرأت کے موافق نہین پڑھتا تو وہ
گمراہ ہے ربیعہ نے کہا کہ وہ گمراہ ہے حضرت نے فرمایا کہ ہان وہ گمراہ ہے پس تحقیق یہ ہے کہ وہ روائتین کہ جنکا تعنعن بطریق احاد ہے
اگرچہ اُنکے ساتھ جب تک اور ضمیمے خارج سے نہ ملین علم و یقین کو مفید نہین ہوتین مگر کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ باوصف اسکے
کہ ایک خبر کی سند کا اتصال متواتر ہے اور نظم مستند بھی اُسے حاصل ہے لیکن باعتماد امر واضح اور خفت مشقت کے لیے
اخبار احاد پر اکتفا کرتے ہین اور وہ اتفاق و تواتر کو قدح نہین کرتا جیسا کہ اجازون مین اور مجیزون مین ہمیشہ ایسا ہی
کیا جاتا ہے پس اِس مقام پر عمدہ امر یہ ہے کہ تفحص و تتبع مخبرین کے حال کا کیا جاے کہ وہ کس کثرت سے ہین اور ہر طبقہ مین کس قدر
نقل کرنے والے تھے نہ یہ کہ خاص خاص مستند پر نظر کیجاے اور اسکے نظائر بہت ہین شیخ شہید ثانی سے منقول ہے کہ
بعض علماے محققین قرأت نے ایک مفرد کتاب ہمارے رجال مین واسطے اِن قرأتون کے نقل کرنے والون کی کہ جو طبقہ بطبقہ تھے
لکھی ہے کہ اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ حد تواتر سے وہ زیادہ ہین پس جناب سید رشتی کا یہ قول کہ موجودہ انکی کتابون کی روائتین
یہی ہے کہ راوی اصل قاری سے دو قسم ہین پس جبکہ تواتر کا حال یہ بنسبت قرأت سبعہ کے ایسا ہوا تو کیا گمان ہے تیرا بہ نسبت
تتمہ عشرہ کے یہ قول ناتمام ہے اور قاریون کے اختلاف کو اُنکے نفس کی طرف اِسطرح منسوب کرنا کہ وہ اسکے محدث و مبدع
ہین یہ بھی خلاف تصریحات اکثر علماے فریقین کے ہے جو جنھون نے قرأت سبعہ کے تواتر کو کہا ہے اور ہمارے علمانے اُسکے
قبول کرنے پر اتفاق و اعتماد کیا ہے چنانچہ مولانا ے طبرسی نے مجمع البیان مین کہا ہے کہ مذہب امامیہ سے ظاہر یہ بات ہے کہ
جو قرأت قاریون مین متداول ہے اُسکے جواز پر اجماع کیا ہے مگر یہ کہ جس قرأت کو قاریون نے جائز رکھا ہے سے اختیار کیا ہے
اور تجدید قرأت مفردہ سے کراہت کرتے ہین اور خود بھی سید ممدوح نے فرمایا ہے کہ کوئی فائدہ نہین ہے کہ قرأت سبعہ کے
تواتر اور عدم تواتر مین تفحص کیا جاے جبکہ یہ ثابت ہو چکا کہ علما متفق ہین اِس بات پر کہ جسکی قرأت کے موافق ساتون
قاریون مین سے چاہین پڑھین جائز ہے اور خلاف نہین ہے مگر تین قاریون کی قرأت مین جو ان سات کے سوا ہین اور اِس

اجماع کا حاصل کرنا تجویز بطور رخصت وغیرہ کے یعنی یہ کہیں کہ علمائے امامیہ نے جو اجماع کیا ہی وہ اجماع اس بات پر ہی کہ
موافق ساتون قاریون کے قراءت کے پڑھنا اسکے لیے بھی رخصت دی ہی جیساکہ فاضل کاشانی کے کلام سے مستفاد ہوتا ہی
یہ بھی بعید ہی کیونکہ بہت فقہا نے تصریح کی ہی ساتھ اس بات کے کہ سات قراءتون سے عدول کرنا نہین چاہیے کہ وہ متواتر ہین
اور اور جو قراءتین ہین وہ شاذ ہین اور اس مضمون کو خود فاضل کاشانی نے بحوالہ شہرت نقل کیا ہی اور اسی طرح قراءت اہلبیت
علیہم السلام کی تخصیص کرنا ساتھ قراءت اُبی کے جیساکہ فاضل کاشانی نے موافق روایت معلی بن خنیس کے قال ابو عبداللہ
اما نحن فنقراء علی قراءۃ اُبی کہا ہی کہ اس سے معلوم ہوتا ہی کہ اُبی کی قراءت موافق قراءت اہلبیت علیہم السلام کے تھی ورنہ وہ حضرات
کسی کا اتباع نہین فرماتے یہ بھی صحیح نہین کیونکہ یہ معارض ہی اس بات سے کہ بعض کلمات مین آنحضرت سے بھی اختلاف
مروی ہی اور بعض مقامات مین دونون قراءتون کو اچھا کہا ہی بلکہ اُنسے وارد ہوا ہی کہ کل اُسکا جسمین قاریون نے اختلاف
کیا ہی اُسکے موافق پڑھنا قرآن کا جائز ہی جیساکہ مجمع البیان مین اُسے ذکر کیا ہی اور ہر قاری کا قراءت کو اپنی فہم کے موافق
قرار دینا اسطرح ہوسکتا ہی کہ یہ از راہ ترجیح و اولویت ہو نہ یہ کہ ایک دوسرے کا ابطال قراءت کرے اور اگر ایسا ہوتا تو تواتر و
اجماع کا ادعا اُس سب کی تصحیح پر نہوسکتا اور اہلبیت علیہم السلام کی قراءت واجب الاتباع ہی اگر یقین ہو جاے کہ یہ اُنکی
قراءت ہی اور اُسکا مخالف یقینی گمراہ ہی لیکن جو کچھ بذریعہ اخبار احاد کے روایت کیا گیا ہو اُسپر یقین نہین ہوسکتا اور اُس سے
متواتر و اجماعی کا معارضہ نہین ہوسکتا کیونکہ اجماع محقق بھی مثل متواتر علم کو مفید ہی اب یہ امر باقی رہا کہ کوئی کہے کہ موافق
روایت علی بن ابراہیم کے جو جناب ابی عبداللہ سے اپنی تفسیر مین نقل کی ہی کہ محصل اُسکا یہ ہی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے
جناب علی بن ابیطالب علیہ السلام سے فرمایا کہ یا علی بہ تحقیق کہ قرآن میری خوابگاہ کے نیچے صحیفون مین اور حریرین اور
کاغذون مین ہی اُسے لو اور جمع کرو اور ضائع نہ کرو اُسے جیساکہ یہود نے توریت کو ضائع کیا پس حضرت اُس حکم کی تعمیل مین
مشغول ہوے اور جمع کیا اُسے پارچہ زرد مین بعد اُسکے اپنے گھر مین اُسپر مہر کی اور کہا کہ چادر نہ اوڑھونگا جب تک اُسے جمع
نہ کرلون اور جناب صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تک حضرت اُسے جمع نہین فرما چکے تو جو کوئی زیارت و ملازمت کو
حاضر ہوتا تھا اُسکی ملاقات کے لیے بے اسکے کہ چادر دوش مبارک پر ڈالین باہر تشریف لاتے تھے فقط اسی طرح روایت سے
یہ معلوم ہوتا ہی کہ اس قرآن کو جو حضرت نے جمع فرمایا تھا اہل خلاف نے نہ لیا اور وہ آنحضرت پاس اور اُنکی اولاد طاہرین
پاس محفوظ و مصئون اور اُنکی نظر سے باقی رہا پس اگر وہ قرآن اور یہ قرآن جمیع وجوہ سے موافق ہوتا تو چھپانا اُسکا بیکار تھا اور
اگر وہ مخالف اُسکے تھا تو تغیر کا واقع ہونا اس قرآن مین ثابت ہوا پھر تمہارا دعوی جو اس قرآن کی نسبت صحت و تواتر
کا ہی یہ کیونکر صحیح ہوگا تو جواب اُسکا یہ ہی کہ قطع نظر اس خبر کے تواتر و عدم تواتر کے پہلے ہم یہ کب یقین کرتے ہین کہ جو
قرآن سب کے ہاتھ مین ہی وہ وہی قرآن تمام ہی بلکہ نقصان فی الجملہ کا قرآن مین واقع ہونا بسبب اسکے کہ اقوال مین اختلاف ہی
اور بہت سی روائتین جو متواتر المعنی یا قریب متواتر ہون اُسپر دلالت کرتی ہین خالی رجحان سے نہین ہی لیکن ہمارے مطلب سے

منافی نہین ہی کیونکہ نقصان فی الجملہ اِسکا قرآن ہونا محتمل نہین ہوسکتا یہ جو کچھ ہو وہ کتاب اللہ ہی دوسرے یہ کہ قرآن
کئی بار جمع ہوا ایکبار زمان جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ مین جمع ہوا اور یہ کلام مخالف و موالف سے دونون سے
سمجھا جاتا ہی چنانچہ سیوطی نے کتاب تحبیر فی علم التفسیر مین لکھا ہی کہ بخاری نے قتادہ سے روایت کی ہی کہ پوچھا مین نے
انس بن مالک سے کہ کس کس نے عہد پیغمبر خدا مین قرآن کو جمع کیا تھا اُسنے کہا کہ چار شخص نے کہ وہ سب انصار سے تھے
اُبی بن کعب اور معاذ بن جبل اور زید بن ثابت اور ابو زید اور دوسری روایت سے اُسنے نقل کی ہی کہ آنحضرت نے فرمایا
کہ قرآن کو چار شخصون سے لو عبد اللہ بن مسعود اور سالم اور معاذ اور اُبی بن کعب سے اور دوسری روایت مین ثابت سے
کہ اُسنے انس سے نقل کیا ہی کہ پیغمبر خدا نے وفات پائی اور قرآن کو جمع نہین کیا تھا مگر چار شخصون نے ابو الدردا اور
معاذ بن جبل اور زید بن ثابت اور ابو زید نے بعد اُسکے کہا ہی کہ انس کے قول سے تمسک ڈھونڈھا ہی بعض ملاحدہ نے
حالانکہ مستمسک اُسمین اُنکے لیے نہین ہی کیونکہ انس کا حصر چار شخصون مین اپنے علم کے موافق تھا نہ بحسب واقع کے اور
اگر یہ بھی تسلیم کرین کہ چار ہی شخصون نے جمع کیا تھا اکثر نے نہین جمع کیا تو اُس سے یہ تو لازم نہین آتا کہ اگر پارہ پارہ کرکے
جماعت نے حفظ کیا ہو تو وہ بھی منتفی ہو جاے اور یہ شرط تواتر کی نہین ہی کہ ہر فرد سب حفظ کرے بلکہ جب سب نے
کل کو حفظ کیا اگرچہ پارہ پارہ کرکے ہو جب بھی تو سب کا حفظ کرنا متواتر ہوا اور قرطبی سے نقل کیا ہی کہ روز یمامہ ستر آدمی
قرا قران سے مارا گیا اور اتنے ہی قرا قران بیر معونہ کے دن مارے گئے اب چار آدمیون مین کیونکر حصر قرا ہو سکتا ہی
اِسکے سوا نہین ہی کہ انس نے جو چار شخصون کی تخصیص کی یا اِسکا سبب یہ ہی کہ انھین تعلق قرآن مجید کے ساتھ زیادہ تھا
یا انس کے ذہن مین وہی حاضر تھے اور قاضی باقلانی نے ملاحدہ کا جواب جو اُس روایت سے انھون نے کہا ہی اچھی
طرح پر دیا ہی جو دیکھنا چاہے وہ کتاب تحبیر مین رجوع کرے فقط دوسری بار وہ قرآن کا جمع کرنا جو وصی برحق نے
بحکم پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمع فرمایا کہ بیشتر روایت مذکور ہوئی تیسرے وہ قرآن کا جمع ہونا جو بعہد
خلفاے ثلثہ جمع کیا گیا چنانچہ بعض اِس جمع کی نسبت خلیفہ اول کی طرف اور بعضے خلیفہ ثانی کی طرف اور بعض
خلیفہ ثالث کی طرف کرتے ہین ولیکن انحصار جمع قرآن کا زمان خلیفہ ثالث مین تو کسی طرح نہین ہو سکتا کیونکہ اگر ایسا ہوتا
تو یہ کیونکر اور قرآن ہاے سابقہ کو جلاتے اور تلف کرتے اور اِس فعل کی نسبت اُنکی طرف ایسی ہی کہ اُسے علماے حضرات
اہلسنت بھی تسلیم کرتے ہین جیسا کہ بیان سابق سے واضح ہو چکا ہی پھر وہ کیسے قرآن تھے جو جلاے گئے اور نہین
انحصار جمع قرآن کا کیونکر صحیح ہو سکتا ہی بلکہ کہتے ہین کہ جب مسیلمہ کذاب کی لڑائی مین بارہ ہزار صحابہ کہ جو حافظ قرآن تھے
مارے گئے تو ایک جماعت نے اجتماع اِس امر پر کیا کہ خلیفہ ثالث قرآن کو جمع کرین پس حسب تحریک اُنکے اُنھون نے
جمع کیا اور فاضل سیوطی نے زید بن ثابت سے روایت کی ہی کہ مقتل یمامہ مین ستر آدمی حافظ قرآن مارے گئے تو
موافق تحریک خلیفہ ثانی کے خلیفہ اول نے قرآن جمع کیا اور شیخ حر محدث علیہ الرحمہ نے رسالہ اثبات تواتر قرآن مین کہا ہی

کہ روایات منقولہ اہلسنت کے طریقے پر خصوص جمع قرآن مین متہافت اور مختلف ہین بعضے اسپر دلالت کرتے ہین کہ قرآن مجید عہد پیغمبر خدا سے محفوظ و مصئون تھا اور بعض سے معلوم ہوتا ہی کہ علی ابن ابیطالب علیہ السلام نے قرآن کو جمع کیا اور وہ یہی ہی جو سب کے پاس موجود ہی اور بعض کی دلالت اسپر ہی کہ ابوبکر نے جمع کیا تھا اور بعض اسپر دلالت کرتے ہین کہ عمر ابن خطاب نے جمع کیا تھا اور بعض سے واضح ہی کہ عثمان نے جمع کیا تھا اور بعض مین ہی کہ قرآن مکرر جمع ہوا اور جسنے کہ جمع کیا نقل نہین کیا مگر پیغمبر خدا سے پس وہ منافی تواتر کے نہین ہوتا ساتھ اسکے کہ روایات عامہ محل اعتماد نہین ہین اور اُس تواتر متواتر ہین کہ جو دلائل کی طرف رجوع کرنے سے اور جو اخبار کہ اسوقت مشہور ہین انکی رو سے معلوم ہی قادح نہین ہوسکتین اور خلفا کا اعتماد کرنا بعض کی روایت پر دلالت نہین کرتا اس بات پر کہ اُسکا علم اُن گواہون مین منحصر تھا کیونکہ اُنکا اپنے جہل سے اکتفا کرنا اُن گواہون پر اسکی منافی نہین ہی کہ اور بھی اُن گواہون کے سوا علم قرآن رکھتے تھے حالانکہ مفسر تفسیر کبیر نے کہا ہی کہ جو کچھ خلیفہ ثانی کے قرآن جمع کرنے کی کیفیت لکھی ہی کہ گواہون کو طلب کرتے تھے پھر اگر عادل گواہون نے گواہی دی تو اُسے قبول کرتے تھے یہ کذب صریح ہی بلکہ پیغمبر خدا نے بنفس نفیس اپنے خود قرآن کو جمع کیا تھا اور اِن مصاحف مین اختلاف کئی وجہون سے محتمل ہی جیسا کہ اشارہ اُسکی طرف روایات السبعة احرف وغیرہ سے گذرا ساتھ اسکے کہ آیات اور سورون کی جمع اصحاب نے اپنی اجتہاد سے کی ہی ابن فارس نے کہا ہی کہ قرآن کی جمع دو طرح ہوئی ہی ایک سورون کی تالیف اُسکے متولی اصحاب ہوے ہین دوسرے آیات کا سورون مین جمع کرنا پس یہ توقیفی ہین پیغمبر خدا خود اسکے متولی ہوے ہین موافق اُسکے جو جبرئیل نے بحکم خدا پہونچایا اور سیوطی نے کہا ہی کہ اس بات پر دلیل اختلاف مصاحف کا ہی سورون کی ترتیب مین پس بعضون نے اُسے موافق نزول کے ترتیب سے جمع کیا اور وہ علی ابن ابیطالب کا مصحف تھا کہ اول اُسکا اقرأ باسم ربک تھا اور بعد اُسکے مدثر اور بعد اُسکے مزمل بعد اسکے تبت بعد اسکے تکویر اور اسی طرح اور مصحف ابن مسعود مین پہلے سورہ بقر تھا اور بعد اُسکے سورہ نسا تھا اور اسی طرح اور چونکہ اہم مقصود تواتر آیات کا ہی کہ جو موجود ہین اور مدلول اُن روایات کا جو مذکور ہوئین اور سوا اُسکے جو اور روایات کہ اُنسے یہ معلوم ہوتا ہی کہ تغیر واقع اسمین ہوا ہی اُن سب کا مدلول یہ ہی کہ یا تغیر اسطرح ہوا ہی کہ تبدیل ایک لفظ کی دوسرے کے ساتھ ہوئی ہی اسطرح کہ وہ دوسرا لفظ بھی لغات سبعہ احرف مین تھا جو قرآن سے خارج نہین ہی جیسا کہ سیوطی نے ابی عبید اور ثعلب اور زہری سے حکایت کی ہی کہ مراد سبع لغات مین بعض الفاظ کا اسقاط ہی یا اختلال ترتیب مین ہی اور ہرچند کہ اہلسنت ترتیب آیات کو توقیفی جانتے ہین اور پیغمبر خدا کی طرف منسوب کرتے ہین لیکن بعض روایات انکی اسکے خلاف پر دلالت کرتی ہین سیوطی نے کتاب تحبیر مین کہا ہی نعم یشکل علی ذلک ما اخرجه ابو داؤد فی المصاحف باسناده عن ابی عبد الله بن الزبیر عن ابیه کہا ہی اُسنے کہ حارث بن خزیمہ دو آیت آخر سورۂ برات کے لایا پس کہا اُسنے کہ مین گواہی دیتا ہون کہ مین نے اِن دونون کو پیغمبر خدا سے سنا ہی بعد اسکے خلیفہ ثانی نے کہا کہ مین گواہی دیتا ہون کہ مین نے اِن دونون آیتون کو سنا ہی اور پھر کہا کہ اگر تین آیتین ہوتین تو مین علحدہ اُس سے ایک مستقل سورہ

قرار دیتا پس اب جو سورۂ آخر قرآن مین ہو سکے آخر مین ان آیتون کو ملا دو اور ابن حجر نے کہا ہی کہ اس روایت سے ظاہر ہوتا ہی کہ اصحاب آیات کو سورون کی اپنے اجتہاد سے تالیف کرتے ہین اور سب اخبار اسپر دلالت کرتے ہین کہ انھون نے یہ تالیف باجتہاد خود نہین کی بلکہ موافق توقیف کے ہی اور فاضل سیوطی نے کہا ہی کہ اس روایت سے روایت ابن ابی داؤد کی جو طریقہ ابی عالیہ سے ابی بن کعب سے مروی ہی معارضہ کرتے ہین کیونکہ اسمین یہ ہی کہ اصحاب قرآن کو جمع کرتے تھے جب آیت تک پہونچے جو سورہ برات مین ہی ثُمَّ انْصَرَفُوا صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوبَهُمْ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ تو انھون نے گمان کیا کہ یہ آخر نازل ہی پس ابی نے کہا کہ بتحقیق پیغمبر خدا نے مجھے اسکے بعد اور دو آیتین پڑھائین تھین لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ الخ السورۃ تو انتہی کلامہ اور جملہ اس اختلاف سے کہ جو جمع قرآن مین واقع ہوا یہ نہین ثابت ہوتا کہ کوئی آیت آیات قرآنی سے کلام خدا نہین ہی اور جب یہ نہوا تو جو کچھ ہوا وہ ہو لیکن یہ سب کلام خدا ہی اور عمدہ دلیل ان دلائل سے جنسے یہ ثابت ہوتا ہی کہ قرآن مین زیادتی نہین ہوئی یہ ہی کہ آیات اور سورے قرآن کی فصاحت و بلاغت مین ہر کلام سے ممتاز ہین اور بلند ترین مرتبہ فصاحت کو پہونچے ہوے ہین کہ ماہران فنون عربیت اور علماے ادب اور جو کہ صاحبان فہم و سلیقہ لغت عرب مین ہین وہ یقینی جانتے ہین کہ ایسا کلام قوت بشری سے باہر ہی پھر اگر کوئی اور کلام اس سے ملتا تو جو نظم و نسق اور سلوک مرغوب اسکا ہی بالضرور اسمین خلل واقع ہوتا اور وہ فقرہ ملایا ہوا ایسا معلوم ہوتا ہی کہ جیسے انسان کے پہلو مین ایک پتھر رکھا ہوا ہی اور وجدان و ذوق سلیم گواہی اسکے خلاف کی دیتا ہی ساتھ اس بات کے کہ اسکا معجز نازل ہونا اور اسوقت تک معجز ہونا متواتر ہی پھر کیونکر یہ خیال ہو سکتا ہی کہ اسمین تغیر واقع ہوا ہان اگر کوئی خصوصیات جزئیہ مین مثل بعض عبارات و تراکیب کے کچھ کہے تو یہ کہنا قادح نہین کیونکہ ہم کہتے ہین کہ اسکا کل معجز ہی نہ یہ کہ ایک ایک فقرہ

فتذکر مقام ثانی بیان وجوہ اعجاز قرآن مین جان تو کہ قرآن شریف ایک کلام ہی کہ جسکی تالیف خدا کی طرف سے واقع ہوئی ہی اور مرکب ہی الفاظ سے اور حروف سے اور وہ نقوش جو اسپر دلالت کرتے ہین انکا نام بھی قرآن ہی جیسا کہ دلالت کرنے والے کو مدلول کے نام سے مسمی کرتے ہین اور اسی طرح حق تعالی نے فرمایا ہی بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَجِيدٌ فِي لَوْحٍ مَحْفُوظٍ اور یہ نام علم جنس سے ہی نہ علم شخصے اور اسکی تالیف بروجہ اعجاز واقع ہوئی ہی اور وہ خدا کی طرف سے پیغمبر خدا کی طرف نازل ہوا ہی اور متعدد روایات سے مفہوم ہوتا ہی کہ سب قرآن ایک مرتبہ لوح محفوظ سے بیت المعمور کی طرف ماہ مبارک رمضان مین شب قدر کو نازل ہوا اور وہان سے تیئیس برس کی مدت مین بتدریج جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ پر نازل ہوا اور جناب سید سند نے فرمایا ہی کہ بعض افاضل نے شیخ صدوق علیہ الرحمہ کے موافق کہا ہی کہ علم قرآن کا ایکبار حضرت کو عطا فرمایا اور اسی لیے حق تعالی فرماتا ہی وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْآنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُقْضَى اِلَيْكَ وَحْيُهُ اور اس آیت سے اس معنی کا ارادہ کرنا محل تامل ہی اور اسی جہت سے صاحب مجمع البحرین نے اس آیت کے معنی مین کہا ہی ای يُنْتَهَى اِلَيْكَ بَيَانُهُ اور شیخ مفید علیہ الرحمہ نے فرمایا ہی کہ اس آیت مین دو وجہ اور ہین سوا اسکے جو صدوق علیہ الرحمہ نے کہا ہی اور اسپر ایک حدیث شاذ کے موافق تکیہ کیا ہی

مقام ثانی بیان وجوہ اعجاز قرآن مین

ملے

تو اسکے مثل کلام لاؤ اور باوجود اسکے کہ اسوقت کثرت انکی بہت تھی اور فصاحت و بلاغت شائع تھی لیکن سب معارضہ قرآن سے
عاجز آئے اور کوئی جواب نہ لاسکا اور لڑائی اور مقاتلہ کو اسکے بعد اختیار کیا جیسا کہ حق تعالیٰ انکے عاجز آنے سے خبر دیتا ہی
جہان کہین کہ فرماتا ہو وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ اور پھر فرماتا ہی دوسرے آیہ مین کہ فَاْتُوْا
بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ اور دوسری آیت مین فرماتا ہی قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ
وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا یعنی اگر تمکو شک ہی اُس مین جو ہمنے اپنے بندے پر نازل کیا ہی پس لاؤ ایک سورہ مثل
اس قرآن کے اور یہ سب عاجز ہوگئے اور کسی سے نہو سکا کہ ایک چھوٹے سورہ کے برابر جو چار آیت سے زیادہ پر مشتمل
نہین ہی لاسکین اور ہر چند کہ حق تعالیٰ نے مبالغہ اس مثل کے لانے کے لیئے فرمایا اور کہا کہ اگر سب انسان اور بنی جان
جمع ہون اسطرح کہ ایک دوسرے کی معاونت کرے ہین کہ اسکا مثل لاسکین تو قدرت نہین ہی کہ اسکا مثل لائین مگر باوجود
اسکے بھی معارضہ نکرسکے اور اگر قادر ہوتے معارضہ پر تو ضرور معارضہ کرتے لیکن اگر کوئی اس جگہ پر یہ کہے کہ محتمل ہی کہ باوصف
قدرت معارضہ قلت التفات کے باعث سے یا بسبب انکی مہمات عظیمہ کے ساتھ مشغول ہونے کے درپے معارضہ کے
نہوئے یا معارضہ کیا ہو لیکن اسکی خبر ہمین نہین معلوم ہوئی تو اسکا جواب ہم یہ دینگے کہ یہ احتمال کسی کام کا نہین ہی کیونکہ
جب کوئی معارضہ طلب کرتا ہی تو اسوقت طبیعت بشری جو مخلوق اسی صفت پر ہی کہ ایسے وقت مین ہمت کو صرف کرتے ہین
اور جو اسکے ماہرین ہین انکی حمیت کا یہ مقتضی ہی کہ اسمین بہت اہتمام کرتے ہین اور دفع خصم کو کیسی ہی وجہ ضعیف کیون نہو
بڑی بات جانتے ہین اور اسکے ذریعہ سے دفع کرتے ہین نہ یہ کہ تھوڑی وجہ سے دفع خصم ممکن و سہل ہو اور اسے چھوڑ دین
اور متوجہ نہون یہ تو کسی عقلمند کا کام نہین ہی اور قرآن کے مثل کا نہ لاسکنا یہ دلیل عجز کی ہی اور یہ احتمال کہ معارضہ ہوا ہو
لیکن نقل نہوا باوصف اسکے کہ نقل کرنے کے اسباب بہت تھے اور اگر ایسی بات ہوئی ہوتی تو جسقدر منکرین نبوت کی
جماعت کثیر تھی وہ سب کسی طرح اس خبر کو مشہور و منتشر کرتے پس ایسے احتمال کے بیان کی طرف کان رکھنا عاقل کو جائز
نہین ہی اور چونکہ اسوقت جو زمانہ طلب معارضہ کا تھا فصاحت و بلاغت قوم عرب مین بہت شائع تھی اسلیئے حجت
انپر تمام تر ہوئی اور اسی جگہ سے یہ بات ہی کہ جس زمانے مین جو پیغمبر مبعوث ہوا غالب معجزہ اسکا جنس سے اس فن کے
ہوا ہی کہ جو اسوقت مین زیادہ شائع تھا تاکہ بسبب اسکے حجت انپر تمامتر اور لازم تر ہو ثقۃ الاسلام نے کافی مین ابی یعقوب
بغدادی سے روایت کی ہی کہ ابن سکیت نے حضرت امام موسیٰ کاظم سے پوچھا کہ کیا سبب ہی کہ حق تعالیٰ نے معجزہ کو
حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ اور جناب پیغمبر خدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ کے مختلف فرمایا حضرت نے فرمایا کہ جب
موسیٰ مبعوث ہوئے اس زمانے مین سحر انکی امت مین شائع تھا پس حق تعالیٰ نے اپنی طرف سے وہ چیز عنایت فرمائی
کہ مثل اسکا انکی طاقت سے باہر تھا اور انکے سحر و جادو کو باطل کرتا تھا تاکہ حجت انپر ثابت ہو جائے اور جب حضرت عیسیٰ کو
بھیجا وہ ایسا وقت تھا کہ کہنہ بیماریان زیادہ تھین اور لوگ طب کی طرف بہت محتاج ہوتے تھے پس انھین وہ چیز بخشی

کہ مثل اسکے اسوقت کے طبیبان حاذق وکامل سے نہوسکتی تھی پس انھون نے مردون کو زندہ کیا اور اندھے مادرزاد کی
آنکھین روشن کین اور مبروص کو بحکم خداوند عالم اچھا کیا اور اس سبب سے حجت اُنپر تمام ہوئی اور بعد اسکے بھیجا محمد صلی اللہ علیہ
و آلہ کو ایسے وقت مین کہ سب اہل عصر حضرت کے غالب خطبے اور شعار اور کلام تھا کہ اسے وہ اپنا افتخار جانتے تھے پس
حق تعالی نے آنحضرت کو قسم مواعظ و نصائح و احکام سے ایسی چیز عطا فرمائی کہ جسنے اُنکے قول کو باطل کیا اور حجت اُنپر
تمام کیا جناب آخوند صاحب نے اس حدیث کے مضمون کو نقل کرنے کے بعد کہا ہی کہ جس زمانے مین کہ پیغمبر خدا مبعوث ہوئے
عرب مین مدار کار فصاحت وبلاغت کے فن پر تھا اور اشعار اور سخنان فصیح وبلیغ لاتے تھے اور خانہ کعبہ پر لٹکاتے تھے
اور اسپر فخر کرتے تھے اسوقت حضرت قرآن مجید کو لائے اور فرمایا کہ اگر میرے پیغمبر ہونے مین شک رکھتے ہو مثل اس قرآن کے
لاؤ لیکن کسی کو قدرت نہوئی حالانکہ یہ سب متوجہ ہوے اور اتفاق باہم اس بات پر کیا کہ مثل اسکے لائین لیکن مثل چھوٹے
سورہ کے بھی نہ لاسکے حالانکہ بڑی حرص اور آرزو اس بات کی رکھتے تھے کہ حضرت کی تکذیب جسطرح ممکن ہو کرین اور
کیسی کیسی بڑی بڑی لڑائیان لڑے کہ جسمین ہزارہا آدمی مارے گئے اور قید ہوے لیکن جو انسے معارضہ طلب کیا گیا تھا
وہ نہ لاسکے اور اگر قادر ہوتے تو یقینی یہ امر ہی کہ ضرور لاتے حالانکہ بہت سے علما اور فصحا اور عقلا عرب مین اور اہل کتاب مین
اسوقت تھے اور اب تک بھی ہین اور ہر عصر مین دشمن حضرت کے بہ نسبت دوستون کے زیادہ رہے ہین لیکن کبھی مثل
قرآن کے نہ لاسکے اور نہ لاسکتے ہین پس معلوم ہوا کہ یہ جنس فعل بشر سے نہین ہی بلکہ خالق عالم کا فعل ہی اور اگر حضرت پیغمبر
نہوتے تو حق تعالی ایسی بات کو انکی زبان پر جاری نہ کرتا و الا برانگیختہ کرنا خلق کا کذب و دروغ و اضلال سے اور بہت
انواع کی قباحتین لازم آتین اور وہ قبیح ہی اور حق تعالی سے قبیح کا صادر ہونا محال ہی انتہی کلامہ اور وجہ اعجاز قرآن مین
اختلاف علماے اسلام مین ہی چنانچہ محقق نے تجرید مین فرمایا ہی کہ اعجاز قرآن کو تین طرح کہتے ہین ایک یہ کہ بسبب فصاحت کے
معجز ہی دوسرے یہ کہ اسلوب و فصاحت دونون طرح سے معجز ہی تیسرے یہ کہ بسبب صرفہ کے معجز ہی اور معنی اسکے یہ ہین کہ
حق تعالی نے اُن اشخاص کی ہمتون کو جنسے معارضہ طلب کیا گیا تھا باوصف اسکے کہ وہ صاحب قدرت تھے لیکن
حق تعالی نے انھین اس ارادے کی طرف متوجہ ہونے سے اور مثل قرآن کے لانے سے باز رکھا اور فرمایا ہی کہ یہ سب وجوہ
محتمل ہین اور اسکی شرح مین قوشجی نے کہا ہی کہ جمہور علما کا یہ مسلک ہی کہ قرآن معجز ہی بواسطہ اسکے اعلاے طبقہ فصاحت و اقصی
مرتبہ بلاغت مین ہونے کی اس وجہ سے کہ فصحاے عرب نے اُسے پہچانا ہی اپنے سلیقہ سے اور ممارست سے علما کے
عربیت کے فن معانی و بیان مین اور علم بدیع اور انواع قواعد نحو سے یقین کیا ہی کہ اگر تمام علماے دنیا متفق ہوجائین
جب بھی اسکے معارضہ پر قادر نہو سکینگے اور مراد مصنف کی فصاحت سے اسکے وہ معنی ہین جو فصاحت اصطلاحی اور
معنی بلاغت کو عام ہین اور فصاحت کا اطلاق اس معنی پر شائع ہی اور بعض معتزلہ کہتے ہین کہ اعجاز قرآن کا بجہت
اسکے اسلوب غریب اور نظم عجیب کے ہی کہ اہل ادب اور عرب کا کلام جو اشعار اور رسائل اور خطب مین ہی وہ ہرگز اُسے

نہین پہونچتا قاضی باقلانے اور امام بحرین نے کہا ہی کہ اعجاز کی وجہ اجتماع دونون وصفون کا ہی اور ہر واحد اعجاز مین تنہا کافی نہین ہی اور یہ اس شبہہ سے کہا ہی کہ بعض نے ادعا کیا ہی کہ اعظم بلغا کا کلام جو اشعار و خطب مین ہی وہ بھی فصاحت قرآن سے ظاہر مین قریب معلوم ہوتا ہی پھر کسطرح تو ہم معارضہ کا دروازہ بند ہوا اور بعض نے ادعا کیا ہی کہ بعض کلام رکیک کا نظم مشابہ کلام الہی سے ہی مثل مسیلمہ کذاب کے ترہات کے علیہ اللعنۃ والعذاب جو اُسنے کہا ہی اَلفِیلُ مَا الفِیلُ وَمَا اَدرٰکَ مَا الفِیلُ لَہٗ ذَنَبٌ وَبِیلٌ وَخُرطُومٌ طَوِیلٌ ولیکن واضح ہی کہ یہ سب اوہام فاسدہ اور وساوس کاسدہ ہین اَینَ الثُّرَیَّا مِنَ الثَّرٰی وَاَینَ النَّعَامَۃُ مِنَ الکُرٰی اور یہ بات جسے ذوق فصاحت ہی اور اہل براعت کے کلام سے مس ہی اُسپر پوشیدہ نہین ہی چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ اور نظام اور اکثر فرقہ معتزلہ سے اور سید مرتضی علم الہدی اعجاز قرآن کو صرفہ کی جہت سے قرار دیتے ہین اور صرفہ کے معنی اوپر مذکور ہو چکے ہین اور صرفہ تین طرح ممکن ہی ایک یہ کہ حق تعالی نے جسوقت معارضین نے قصد معارضہ کیا ہو اُسوقت اُنسے قدرت معارضہ کو سلب کیا ہو یا داعی اور معارضہ کے ارادے کو سلب فرمایا ہو یا اُن علوم کو سلب کیا ہو جو موقوف علیہ معارضہ کے ہین جیسا کہ جناب سید مرتضی کی تجویز ہی اور یہ اگرچہ اثبات اعجاز کو کافی ہی لیکن وجدان سلیم اسکے خلاف کا حاکم ہی اور سلب داعی اور ارادہ کا قول بھی رکیک ہی پس پہلا متعین ہوگا پس وجہ اول مستقل اعجاز کے لیے ہی اور وہی عمدہ وجہ ہی اگرچہ اور بھی وجوہ ہین جناب آخوند صاحب نے حق الیقین مین دو قول کو نقل کرکے چند وجہین اپنی تحقیق کے موافق لکھی ہین ملخص اُس کلام کا یہ ہی کہ وجہ اعجاز قرآن مین خلاف ہی کہ آیا وہ بسبب اسکے کہ کمال مرتبہ فصاحت و بلاغت مین ہی اس سے معجز ہی یا اس جہت سے کہ معارضین وقت طلب معارضہ جب ارادہ کرتے تھے کہ معارضہ کرین تو حق تعالی اُنکے دلون کو وزہنون کو اس ارادے سے پھیر دیتا تھا یہان تک وہ اس امر پر قادر نہو سکتے تھے کہ مثل اُسکا لاسکین اور اگرچہ اعجاز دونون جہتون سے حاصل ہو سکتا ہی لیکن حق یہ ہی کہ اعجاز کئی وجہون سے تھا پہلے یہ کہ اُسکی فصاحت و بلاغت ایسی ہی کہ جو کوئی غیر عربی سے قرآن کو سنتا ہی تو تمیاز اُسکا اور کلامون سے سمجھتا ہی اور جو فقرہ اُسکا کسی کلام فصیح کے بیچ مین واقع ہوتا ہی مثل یاقوت رمانی و لعل بدخشانی کے چمکتا ہی اور سب فصحاے عدنان اور بلغاے قحطان نے کہ فصاحت اُنکی اعلی درجہ کی تھی اُسکی فصاحت و بلاغت کا یقین کیا تھا اور روایت کی ہی کہ جو کوئی کچھ کلام فصیح و بلیغ یا شعر فصیح کہتا تھا مفاخرت کے لیے خانہ کعبہ پر لا کر لٹکاتا تھا جب یہ آیہ نازل ہوا وَقِیلَ یَا اَرضُ ابلَعِی مَاءَکِ وَیَا سَمَاءُ اَقلِعِی وَغِیضَ المَاءُ وَقُضِیَ الاَمرُ وَاستَوَت عَلَی الجُودِیِّ تو سب اس خوف سے کہ ہماری رسوائی ہوگی مقابل اس فصاحت کے رات کو آنکر اپنے اپنے لکھے ہوے کلام اُتار لیگئے اور چھپا رکھے انتہی التلخیص بعض کلامہ رحمۃ اللہ فاضل قوشجی نے کہا ہی کہ فصحاے عرب حسن نظم و بلاغت و سلاست اور جزالت قرآن سے تعجب کرتے تھے اور رقص مین آتے تھے اور بیخودی سے سر دھنتے تھے جب کہ اس آیہ کریمہ کو سنتے تھے بسبب مجتمع ہونے اُن صفات کے جو اس آیہ مین ہین اور جناب غفران مآب نے کتاب عماد الاسلام مین فرمایا ہی کہ اس معنی کی

تائید کرتی ہی خرائج کی روایت کہ ابن ابی العوجا اور تین شخصون کے ساتھ فرقہ دہریہ سے مکہ معظمہ مین آپسمین متعہد ہوے
کہ اس بات پر کہ ہر ایک انمین سے چوتھائی قرآن کا معارضہ کرے اور عہد کیا کہ سال آیندہ تک اس مہم سے فارغ ہون جب
سال گذر گیا اور آپسمین مجتمع ہوے تو ایک نے انمین سے کہا کہ مین اپنے ارادے سے باز رہا جب دیکھا مین نے قول خدا کو
یَا اَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكِ وَيَا سَمَاءُ اَقْلِعِي وَغِيضَ الْمَاءُ دوسرے نے کہا کہ جب مین نے یہ قول قرآن مین پایا فَلَمَّا اسْتَيْأَسُوا مِنْهُ خَلَصُوا نَجِيًّا
تو معارضہ کی ہوس جاتی رہی اور مایوس ہوا مین کہ اب معارضہ نہو سکے گا اور یہ باتین آپسمین آہستہ آہستہ کرتے تھے کہ
ناگہان حضرت صادقؑ انپر ہوکر گذرے پس انکی طرف منہ کرکے فرمایا قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰى اَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هٰذَا
الْقُرْاٰنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهٖ پس وہ سب مبہوت ہوگئے فقط پھر اخوند صاحب فرماتے ہین کہ دوسری وجہ جہت غرابت
اسلوب کی ہی کہ ہر چند کوئی فصیحون کے کلام اور اشعار و خطب کا تتبع کرے لیکن اس نظم عجیب کے قریب و در شبیہ اس اسلوب
غریب کے نہین پاسکتا اور جب قرآن نازل ہوا تو جتنے اس زمانے مین بلغا تھے وہ سب اسکی غرابت سے متعجب و حیران تھے
اور مؤید ہی اس سے وہ روایت جو کہ جناب امام رضاؑ سے عیون اخبار الرضا مین مروی ہی کہ ذَكَرَ الْقُرْاٰنَ يَوْمًا فَعَظَّمَ الْحُجَّةَ
فِيهِ وَالْاٰيَةَ وَالْمُعْجِزَةَ فِي نَظْمِهٖ جناب غفران مآب نے اس روایت کو عماد الاسلام مین نقل کرنے کے بعد فرمایا ہی کہ اس قول مین
آنحضرت کے اشارہ ہی اس بات کی طرف کہ اعجاز مین نظم قرآن کو بھی فی الجملہ مداخلت ہی تیسری وجہ جو اخوند صاحب نے
فرمائی ہی وہ یہ ہی کہ قرآن مین اختلاف نہین ہی جیسا کہ حق تعالی فرماتا ہی وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوا فِيهِ
اخْتِلَافًا كَثِيرًا یعنی اگر قرآن غیر خدا کی طرف سے ہوتا تو ہر آئینہ اسمین بہت اختلاف پاتے کیونکہ جب کوئی کلام انسان سے
ایسا طویل صادر ہوتا ہی تو ممکن نہین ہی کہ وہ تناقض و اختلاف پر مشتمل نہو بسبب دو وجہون کے ایک جہت اختلاف حکم و
مضمون سے خصوصاً جبکہ اسکا انشا کرنے والا خود لکھا پڑھا بھی نہو اورون سے ایک ایک آیت اور ایک ایک سورہ لکھواتا ہو
اور ان لکھنے والون مین بھی اکثر منافق اور دشمن اسکے ہون فقط واضح ہو کہ حقیقت مین کوئی اختلاف قرآن مین نہین ہی اگرچہ زنادقہ
اپنی بدفہمی سے اسمین شبہے کرتے ہین لیکن جب بتامل دیکھو تو سب کا جواب بہت واضح ہی احتجاج طبرسی علیہ الرحمہ مین ماثور ہی
کہ ایک زندیق حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت مین حاضر ہوا اور حضرت سے عرض کی کہ اگر قرآن مین اختلاف و تناقض
نہوتا تو مین یقینی آپ کے دین مین داخل ہو جاتا پس حضرت نے پوچھا کہ اختلاف کہان ہی اسنے کہا کہ ایک جگہ خدا فرماتا ہی کہ
نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ اور دوسری جگہ فرمایا ہی وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا حضرت نے فرمایا کہ نَسُوا اللّٰهَ کے معنی یہ ہین کہ فراموش کیا
انھون نے عمل خیر کو دنیا مین یعنی نیک کام نہ کیا پس حق تعالی نے انھین آخرت مین فراموش کیا یعنی انکے لیے ثواب کو مقرر
نہ کیا اور جو حق تعالی نے فرمایا ہی وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا اسکے معنی یہ ہین کہ پروردگار تیرا انمین سے نہین ہی کہ جنھین سہو و نسیان
و غفلت و صفات نقصان انھین عارض ہوتے ہین بلکہ وہ جاننے والا ہی سب امرون کا اور یاد رکھنے والا ہی سب چیزون کا
فقط حاصل کلام معجز نظام امام علیہ السلام یہ ہی کہ جو لفظ نسیان کہ آیہ وَمَا رَبُّكَ نَسِيًّا مین ہی وہ وہ نسیان ہی جو بمعنی سہو و غفلت ہی کہ

حق تعالی اس صفات سے منزہ ہی اور لفظ نسیان کہ جو قول خداوند تعالی فنسیھم مین وارد ہی وہ اس معنی پر نہین ہی بلکہ ترک
ثواب کے معنی پر ہی جیسا کہ نسیان جو کفار و فساق کی طرف نسوا اللہ مین ہی وہ بھی بمعنی ترک عمل خیر کے ہی اور اگر یہ نہوتا تو حق تعالی
نسیان حقیقی کے معنی پر کیونکر مواخذہ فرماتا اور یہ معنی نسیان کے لغت عرب مین واقع ہین جیسا کہ کبھی عرب کہتے ہین قد نسینا
فلان فلا یذکرنا ای انہ لا یامرھم بخیر و لا یذکرھم بہ اور یہ روایت احتجاج مین بہت بڑی ہی جو چاہے اسکی طرف
رجوع کرے فقط پھر اخوند صاحب فرماتے ہین کہ دوسرے اختلاف فصاحت مین ہی کیونکہ قصیدے اور خطبے افصح فصحا کے
جو دیکھے جاتے ہین تو اسکا حال یہ ہی کہ اگر ایک فقرہ اسکا فصیح ہی تو دوسرا فقرہ صحیح نہین ہی اور اگر ایک بیت اسکی عالی ہی تو
دوسری واہی ہی اور اگر ایک جزو اسکا تحقیق مین ہی تو دوسرا جزو لہو و باطل و تزریق ہی اور وہ کلام کہ جو اول سے آخر تک
سب اعلی درجہ بلاغت مین ہی اور سب حقائق و معارف پر مشتمل ہی صادر نہین ہوتا مگر اس سے کہ کوئی اختلاف اسکی ذات و
صفات و افعال و احوال مین نہو وجہ چہارم اسکا مشتمل ہونا معارف ربانی پر ہی کیونکہ جب قرآن کے نازل ہونے کا
وقت تھا اسوقت عرب مین خصوصاً اہل مکہ مین علم نہ تھا اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ امی بعثت سے پہلے کسی کے ساتھ
علمائے اہل کتاب سے یا غیر انکے سے صحبت و معاشرت نہ فرماتے تھے اور بہت سفر بھی اور بلاد کی طرف نہین فرمایا کہ
یہ احتمال ہو کہ اور بلاد مین جا کر علوم حاصل کیے باوجود اسکے جو کہ حکمانے ہزارون برس سے معارف الہی مین فکر کی ہی بیان
ہر سورے اور ہر آیہ مین باحسن وجوہ اس سے بیان فرمایا ہی اور وہ بات جو عقول سلیمہ اور افہام مستقیمہ کی مخالف ہو مطلقاً
انمین نہین ہی اور حضرت کی برکت سے طائفہ عرب جو بے علمی و بے فہمی و بے ادبی مین مشہور آفاق تھے اور وہ زیادتی علم
و محاسن آداب اور مکارم اخلاق مین تمام عالم کے محسوس ہو گئے اور ساری دنیا کے علما علم و ایمان کے اکتساب مین انکے محتاج
ہو گئے پانچوین وجہ یہ ہی کہ قرآن معجز ہی بسبب مشتمل ہونے اوپر اسکے آداب کریمہ اور شرائع قویمہ کے کیونکہ مکارم اخلاق مین
جو حکمانے سالہا فکر کی ہی اسکے وہ چند ہر سورے مین بیان موجود ہی اور چند قانون شریعت مین انتظام احوال عباد اور
رفع نزاع و فساد کے لیے معاملات اور مناکحات اور معاشرات اور حدود و احکام اور حلال و حرام مین ایسے مقرر فرمائے ہین
کہ ہر باب مین اسکے ہر چند علمائے زمان اور عقلائے جہان تفکر کرین مگر انمین خدشہ نہین پا سکتے اور کسی امر مین قاعدہ بہتر
اس سے جو کلام معجز نظام اور شریعت سید الانام مین مقرر ہوا ہی نہین بنا سکتے اور اگر کوئی اپنی عقل کی طرف رجوع کرے تو جانیگا
کہ اس سے زیادہ معجزہ نہین ہو سکتا چھٹے بجہت مشتمل ہونے اسکے پیغمبرون کے قصون پر جو زمان گذشتہ مین تھے اور اسکا علم
اس زمانے مین جب قرآن نازل ہوا مخصوص اہل کتاب کے ساتھ تھا اور سوا انکے اور لوگ خصوصاً اہل مکہ اس سے مطلع
نہ تھے اور انھین اس طرح بیان کیا کہ باوجود اسکے کہ معاندین کی کثرت بے حساب تھی خصوصاً اہل کتاب سے کہ ہر ایک
انمین تکذیب چاہتا تھا لیکن کسی سے نہو سکا کہ تکذیب کر سکے حضرت کی کسی خبر مین ان قصون کے اجزا سے اور جو کچھ کہ
انمین مشہور خلاف واقع تھا اسکی حقیقت کو بھی ظاہر فرمادیا مثل مارے گئے اور دار پر کھینچے حضرت عیسی علی نبینا و آلہ
علیہ السلام

علیہ السلام کے اور جو کچھ کہ انکی کتابون مین تھا اور اُسی مصلحت کے لیے چھپاتے تھے اُسے اُنپر ثابت کر دیا مثل قصہ سنگسار
اور حلال ہونے اونٹ کے گوشت کے اور سوا اُسکے جو مفصل کتاب حیات القلوب مین ایراد کیا ہی ساتوین جہت
سورون کے اور آیتون کے خواص کی ہی کہ شفا سب دردہاے جسمانی اور روحانی کے ہین اور بسبب اُنکے تسویلات نفسانی
اور وساوس شیطانی دفع ہوتے ہین اور مخاوف ظاہری اور باطنی اور دشمنان اندرونی و بیرونی سے امان ہوتی ہی اور یہ
بات تجربہ ہاے صادقہ سے معلوم ہوئی ہی اور قرآن مجید کی تاثیر جلاے قلوب اور شفاے صدور مین اور ربط ساتھ جناب
مقدس ربانی کے اور نجات مشتہیات نفسانی سے زیادہ اُس حد سے ہی کہ کوئی صاحب دل اُس سے انکار کر سکے یا کوئی
عاقل اُسمین تامل کرے فقط آٹھوین جہت قرآن مجید کا مشتمل ہونا ہی اوپر اُن اخبار مغیبہ کے کہ جن پر سوا حق تعالی کے
کسی اور کو اُسپر اطلاع نہ تھی اور وہ اخبار زیادہ از حد شمار ہین اور وہ دو قسم پر ہین پہلی قسم وہ ہی کہ اکثر آیات کریمہ مین خبر دی ہی اُن
امر سے جو کفار و منافقین اپنے گھرون مین کہتے تھے یا ایک دوسرے سے آپسمین چھپا کر ذکر کرتے تھے یا اپنے دلون مین
ٹھہراتے تھے اور خبر دینے کے بعد حضرت کی تکذیب نہ کرتے تھے بلکہ ندامت و پشیمانی کو ظاہر کرتے تھے اور جب کوئی بات
کرتے تھے تو ڈرتے تھے اور کہتے تھے کہ ابھی جبرئیل نے آنحضرت کو خبر دی ہوگی اور اس نوع سے بہت حیات القلوب مین
ذکر کیا ہی دوسری وہ قسم ہی کہ بہت سے آیات کریمہ مین اُن امور آیندہ کے ساتھ خبر دی ہی کہ خدا کے سوا کسی کو اُسپر اطلاع نہین ہی
اُسکے واقع ہونے سے پہلے مگر وحی و الہام کے ذریعہ سے مثل خبر دینے کے اس امر سے کہ ابولہب ایمان نہ لائیگا اور اُسی طرح
اور جماعت کے نہ ایمان قبول کرنے سے یا خبر دینا اس امر سے کہ یہود قیامت تک ذلیل رہینگے اور ایسا ہی ہوا کہ اب تک
اُنمین کوئی بادشاہ نہین ہوا اور شہر و دیار مین ذلیل ترین اہل روزگار ہین اور اُنکی مذلت کی لوگ مثال دیتے ہین اور خبر دینی
فتح بلاد کی مسلمانون کے واسطے اور خبر دینی مکہ معظمہ مین داخل ہونے کی عمری کے واسطے اور فتح مکہ مشرفہ کی اور پھر آنا حضرت کا
اُس بلدہ طیبہ کی طرف اور خبر دینا پیغمبر خدا کی عصمت کا شر دشمنان سے اور خبر دینا رومیون کی غالب آنے سے عجم کے اور خبر
اور خبر دینا سورہ کوثر مین کثرت اتباع اور اولاد پیغمبر خدا پر اور گرجانا بنی اُمیہ کا اور اُنکی نسل کا جو حضرت ابتر کہتے تھے اور
خبر دینی اس سے کہ یہود آرزوے مرگ نہ کرینگے اور ایسا ہی ہوا اور اکثر حیات القلوب مین مذکور ہی فقط تتمہ جاننا چاہیے کہ
قرآن مجید جو کلام لفظی ہی کہ مرکب ہی الفاظ اور حروف معجز اسلوب سے یہ مخلوق اور حادث ہی اور وہ صفات فعل سے ہی نہ صفات
ذات سے جیسا کہ اور لوگون نے جو کمال عقل تحقیق کو نہین پہونچے اُسے کلام نفسی کہا ہی اور یہ قول باطل ہی اور اسی جگہ سے ہی
کہ اُسے قدیم کہنا سفسطہ محض ہی لیکن حضرات اہلسنت سے حنابلہ نے اس مسئلہ مین بہت کچھ کہا ہی اور ادعاے باطل کیا ہی
کہ قرآن قدیم ہی حتی کہ نقوش اُسکے بھی قدیم ہین یہان تک کہ جلد و غلاف بھی اُسکا جو کثر ہر برس اور ہر مہینے بدلا جاتا ہی وہ بھی
قدیم ہی اور یہ قول جیسا کہ بیہودہ و باطل ہی ظاہر ہی اُسکی تردید کی ضرورت نہین ہی اور کتاب التوحید مین تفصیل و تنقیح صفت
کلام کی مذکور ہو چکی ہی اس جگہ ضرورت اعادہ کی نہین ہی فصل ساتوین بیان مین حضرت کے معجزات کے جو مشہور ہین

فصل ساتوین بیان مین معجزات آنحضرت کے مشہورہ

تتمہ

اور منجملہ اُسکے ہو حضرت کا غیب کی خبر دینا اور امور آیندہ کے لیے حکم فرمانا قطع نظر اُن خبرون کے جو قرآن مین مذکور ہین جناب
آخوند صاحب نے حق الیقین مین لکھا ہی کہ وہ حضرت خبر دینے کے ہو دولت بنی اُمیہ سے اور یہ کہ وہ ہزار مہینے تک بادشاہی کرینگے
اور خبر دینی دولت بنی عباس سے اور مظلوم ہونا اہلبیت رسالت صلواۃ اللہ علیہم کا اور شہید ہونا حضرت امیر المومنین اور
حسنین علیہما السلام کا اور کیفیت شہادت کی اُن بزرگوارون کی بیان فرمانا اور خبر دینا انقراض سے ملک بادشاہان عجم کی
اور باقی رہنے سے دولت نصاریٰ کی اور خبر دینا جناب امام رضا علیہ السلام کی شہادت سے اور مدفون ہونے سے
آنحضرت کے خراسان مین اور خبر دینی حضرت کی عمار کے شہید ہونے سے اور اورون کی شہادت سے اور کیفیت اُنکی
اور خبر دینی جناب امیر علیہ السلام کی لڑائی کی عائشہ و طلحہ و زبیر و معاویہ و خوارج کے ساتھ اور خبر دینی جناب ابی ذر کی مظلوم
ہونے سے اور اُنکے مدینہ سے نکالے جانے سے بلکہ جو کچھ اکثر اہلبیت و صحابہ پر واقع ہوا آنحضرت نے خبر دی تھی اور خبر دینا آنحضرت کا
نجاشی کے مرنے سے جو بادشاہ حبش تھا اُسی گھڑی جسوقت اُسکی وفات ہوئی اور خبر دینا شہادت جعفر طیار سے
اور شہادت عبد اللہ بن رواحہ سے اُسی گھڑی جب وہ شہید ہوے جنگ تبوک مین اور خبر دینی شہادت حبیب بن عدی سے
مکہ معظمہ مین اور اُس مال کی خبر دینی جو عباس نے مکہ مین چھپایا تھا اور خبر دینا حضرت کا اُس سے جو منافقین اپنے گھرون مین
کہتے تھے اور جو کچھ کہ صحابہ اپنے گھرون مین کرتے تھے اور اکثر اشخاص جو حضرت کی خدمت مین آتے تھے قبل اِسکے کہ وہ کچھ
بات کرین حضرت اُنکی حاجت بیان فرما دیتے تھے اور کم تھا کہ کوئی بات حضرت سے صادر ہو اور وہ معجزے سے خالی ہو
اور جو کوئی اِن معجزات کی تفصیل دیکھنا چاہے کتاب حیات القلوب کی طرف رجوع کرے اور جناب غفران مآب نے عماد الاسلام مین
فرمایا ہی کہ روایات آنحضرت کی خبر دینے کی امور آیندہ کے ساتھ اِس سے زیادہ ہین کہ کوئی اُسکا حصر کر سکے لیکن چند روایتین
اہل خلاف و نفاق کی ایسی لکھتا ہون کہ جسمین احتمال جھوٹ کا نہین ہی کیونکہ وہ اُنکے مطلب کی منافی ہین اور یہ ظاہر ہی
کہ نقل جب مطابق واقع کے ہو تو اُسمین مجبوری ہوتی ہی اور کوئی شخص اپنے مطلب کے خلاف جھوٹ نہین بولتا پس اگر
حق تعالیٰ کلمۂ حق کو اُنکی زبان پر جاری نہ فرماتا تو وہ کبھی ایسی روایات کے ذکر کرنے پر مبادرت نہ کرتے اور چونکہ غرض
فاسد کی اُنکی اُسمین گنجائش نہین ہی اِسلیے سواے صدق و راستی کے اُسمین کوئی احتمال نہین ہی بالجملہ اُسی سے ہی جو کچھ احمد بن
حنبل نے اپنی سند مین تیرہ طریقے سے زیادہ روایت کی ہی کہ اُنھین سے روایت ہی اُنکی عبد اللہ بن بریدہ سے کہ کہا اُسنے
سنا مین نے اپنے باپ سے کہ وہ کہتا تھا کہ ہمنے خیبر کا محاصرہ کیا پس ابو بکر نے نشان لشکر کو لیا اور بے اِسکے کہ لشکر اسلام کو
فتح نصیب ہو پھر آئے بعد اِسکے نشان لشکر عمر نے لیا اور یہ بھی پھر آئے اور فتحیاب نہوے پس اہل اسلام پر بہت دشواری ہوئی
اور حضرت پیغمبر خدا نے فرمایا کہ مین کل کے دن مین اپنا علم لشکر اُسے سپرد کرونگا جسے خدا اور رسول اُسکا دوست رکھتا ہی اور وہ
دوست رکھتا ہی خدا کو اور اُسکے رسول کو اور وہ نہین پھرتا لڑائی سے جب تک کہ خدا تعالیٰ اُسے فتح دے پس مسلمانون نے
یہ سنکر بہت آرام سے شب بسر کی اِس خیال سے کہ اب یقینی صبح کو فتح میسر ہو گی اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم مین ہی کہ جب حضرت نے

روز خیبر فرمایا کہ لاعطین ہذہ الرایۃ غدا رجلا یفتح اللہ علی یدیہ یحبہ اللہ و رسولہ رات کو سب مسلمان کہتے تھے کہ
دیکھیے صبح کو کون ہم مین سے اِس بشارت و خوشخبری سے شرفیاب ہوتا ہے اور صبح کو سب مسلمان امیدوار ہوکر حضرت کی
خدمت مین آئے پس حضرت نے فرمایا کہ کہان ہین علی ابن ابیطالب لوگون نے عرض کیا کہ آنکھین اُنکی دُکھتی ہین پس
کسی کو بھجوایا اور حضرت کو طلب کیا حضرت موافق طلب جناب سالتمآب کے حاضر ہوئے اور حضرت نے آب دہن مبارک
اپنے جناب امیر کی آنکھ مین ملا اور دعا فرمائی پس حضرت کو فوراً شفا اِس عرض سے ایسی ہوئی کہ گویا کچھ بیماری نہ تھی بعد اُسکے
اپنا نشان علی ابن ابیطالبؑ کے سپرد فرمایا اور موافق ارشاد صدق بنیاد آنحضرت فتح خیبر کرار غیر فرار کے ہاتھ پر حاصل ہوئی
فقط اب ظاہر ہے کہ یہ روایت خبر آئندہ پر مشتمل ہے کیونکہ آنحضرت نے اپنے لشکر کو یقین کے ساتھ خبر دی تھی کہ خیبر کی فتح
دست حق پرست علی ابن ابیطالبؑ پر کل کے دن کہ روز معین ہے ظاہر ہوگی اور یہ خبر موافق حضرت کے فرمانے کے وقوع مین
آئی اور اِن روایات مین احتمال وضع کا کسی طرح نہین ہے کیونکہ حقیقت مین اِن اخبار سے خدمت اور صحابہ کی اور فضیلت
علی ابن ابیطالبؑ کی بوجوہ چند ظاہر ہوتی ہے اور ہمیشہ سے طبقہ مخالف و بنی امیہ و بنی عباس جب تک کہ رہے کوشش
اُنکی اخفاے حق و فضائل علی ابن ابیطالبؑ کے رہے اور دنیا اُنسے موافق رہی پس کوئی غرض اُنھین ایسی داعی نہین ہے
کہ جس لیے ایسے اخبار بناتے بلکہ مراد اُنکی بالعکس تھی کہ مفاد الناس علی دین ملوکہم بہت آدمی اپنی پیش آمد کے لیے ظالمون کے پاس
اِس مضمون کی خلاف خبرین بناتے تھے پس علم بدیہی ایسی روایات کی صحت کے ساتھ حاصل ہوتا ہے اور اِسی جملہ سے ہے
کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ نے حضرت علی ابن ابیطالب کو خبر دی تھی کہ انک ستقاتل بعدی الناکثین والقاسطین
والمارقین اور یہ ظاہر ہوا کتاب فائق فی الاصول مین منقول ہے کہ آنحضرت نے علی ابن ابیطالبؑ سے فرمایا تھا کہ بہت جلد
تم بعد میرے مقاتلہ کروگے ساتھ ناکثین و قاسطین و مارقین کے پس حضرت کو پیش آئی لڑائی ساتھ طلحہ و زبیر کے جنھون نے
نکث بیعت آنحضرت سے کیا اور اِسی طرح جنگ معاویہ اور اُسکی قوم کا کہ وہ سب قاسط یعنی ظالم تھے اور جنگ خوارج کہ وہ سب
مارق تھے فقط یہ ترجمہ لفظ خوارزمی کا ہے اور حمیدی نے چوتھی حدیث متفق علیہ مین مسند ابو سعید خدری سے روایت کی ہے
کہ جناب رسول خدا نے فرمایا کہ ایک جماعت مسلمانون سے دین سے نکل جائیگی اور سرگروہ اُنکا ذی الثدیہ ہوگا اور
مارینگے اُنھین اولی الطائفتین بالحق کہا ہے اُسنے کہ اوزاعی کی روایت مین ذی الثدیہ کا وصف اِسطرح آیا ہے کہ ایک چھاتی
اُسکی دونون چھاتیون سے مانند مضغہ گوشت کے ہوگی کہ اُس سے دودھ باہر نکلتا ہوگا ابو سعید کہتا ہے کہ مین گواہی دیتا ہون
ساتھ اِس بات کے کہ مین نے پیغمبر خدا سے سُنا تھا اور گواہی دیتا ہون مین کہ علی ابن ابیطالبؑ نے جب اُنسے مقاتلہ کیا
تو مین اُنکے ساتھ تھا جب حضرت کو اُنکے قتل سے فرصت ہوئی تو مقتولین مین تلاش کرنے لگے پس ذی الثدیہ کی لاش کو
اُسی صفت کے ساتھ جو پیغمبر خدا نے اُسکا وصف فرمایا تھا پایا اور اُسی جملہ سے ہے وہ روایت جو حمیدی نے جمع بین الصحیحین مین
نقل کیا ہے کہ رسول خدا نے فرمایا تھا کہ عمار کو ایک جماعت باغیون سے مارے گی اُس حال مین عمار اُنھین بہشت کی طرف

طلب کرے گا اور وہ عمار کو جہنم کی طرف دعوت کرینگے پس معاویہ نے اُنھین مارا اور جب یہ خبر معاویہ کو پہونچی تو اُسنے عذر
بدتر از گناہ پیش کیا اور کہا کہ مین نے اُسے نہین مارا بلکہ اُسنے مارا جو اُسے اپنے ساتھ لایا تھا اُسوقت ابن عباس نے جواب دیا
کہ اگر ایسا ہی ہے تو بہ تحقیق کہ رسول خدا نے اپنے چچا حمزہ کو مارا کیونکہ وہی ساتھ اپنے اُنھین جنگ کفار مین لاے تھے اور خطیب نے
اپنی تاریخ مین ابو ایوب سے نقل کی ہے کہ کہا اُسنے کہ سنا مین نے پیغمبر خدا سے کہ عمار سے فرماتے تھے تَقْتُلُكَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ
یعنی قتل کرے گی تجھے جماعت باغیون کی اور تو اُس حال مین حق پر ہوگا اور حق تیرے ساتھ ہوگا اے عمار اگر دیکھنا
تو علی کو ایک اکیلا ایک میدان مین راہ چلتا ہے اور سب آدمی دوسرے میدان مین راہ چلتے ہین تو تجھے چاہیے کہ علی ابن
ابیطالب کے ساتھ ہو پس بدرستیکہ وہ تجھے ہلاکت مین نہ ڈالے گا اور راہ ہدایت سے باہر نہ لیجائیگا فقط اور یہ سب روایات و
احادیث ایسی مشہور ہین کہ اُنھین مخالف و مولف نے نقل کیا ہے اور اُنکے صحت و درست ہونے پر علم ضروری حاصل ہے اور
اُنھی جملہ سے ہے جو کہ حضرت نے فرمایا تھا کہ بارہ خلیفہ میرے بعد ہونگے اور یہ جملہ متواترات سے ہے کہ سُنّی اور شیعہ سب نے
اُسے نقل کیا ہے اور یہ بھی مشتمل خبر غیبی پر ہے جسکی اطلاع خدا کے سوا کسی کو نہ تھی اور بنا بر مذہب حق کے جیسا کہ فرمایا تھا ظاہر ہوا
لیکن حضرات اہلسنت البتہ اُسکے معنی مین حیران ہین اور جملہ معجزات مشہورہ سے معجزہ شق القمر ہے جیسے حق تعالیٰ قرآن مین فرماتا ہے
اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ حاصل معنی اُسکے یہ ہین کہ قیامت قریب آئی
اور چاند پھٹا اور اکثر مفسرین قرآن نے کہا ہے کہ یہ آیہ اُسوقت نازل ہوا جب قریش نے آنحضرت سے معجزہ طلب کیا پس
آنحضرت نے انگشت مبارک سے اشارہ فرمایا اور اشارہ کے ساتھ چاند قدرت خدا سے دو ٹکڑے ہو گیا اور جب اور
شہرون کے رہنے والون سے پوچھا تو اُنھون نے بھی خبر دی کہ ہمنے بھی چاند کو اُس رات کو اسی طرح دیکھا تھا کہ دو ٹکڑے ہو کر
پھر ملگیا اور بعضون نے روایت کی ہے کہ چاند دو ٹکڑے ہو کر آدھا پشت کعبہ پر گرا اور آدھا کوہ ابو قبیس پر گرا فقط اور بر تقدیر
ثبوت اِس روایت کے یہ دو ٹکڑون کا گرنا ویسا ہی ہوگا جیسا کہ حال حق تعالیٰ کے کریمہ تَغْرُبُ فِيْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ کا ہوگا کیونکہ
اُسکے بھی معنی یہ ہین کہ غروب کرتا ہے چشمہ سیاہ مین اور یہ بھی باعتبار روایت کے ارشاد فرمایا ہے والا یہ ظاہر ہے کہ طلوع و غروب مین
آسمان پر رہتا ہے لیکن جب افق حسی یا حقیقی سے نیچا ہوا اُسے غروب کہتے ہین اور جب اونچا ہوا تو وہ طلوع ہے اسی طرح یہ
چاند کا ٹکڑے ہو کر گرنا بھی دیکھنے مین ہوا ہوگا کہ طالبین معجزہ کو اسی طرح دکھائی دیا ہوا اور مولانا طبرسی نے تفسیر مجمع البیان مین
ابن عباس سے روایت کی ہے کہ مشرکین پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جمع ہوے اور کہا کہ اگر تم راست گو ہو تو ہمارے لیے
چاند کو دو ٹکڑے کرو پس حضرت نے فرمایا کہ اگر ایسا کرون تو ایمان لاؤ گے اُنھون نے کہا کہ ہان اور وہ رات کا وقت تھا
اور چاند پورا تھا پس حضرت نے حق سے سوال کیا کہ جو کچھ وہ چاہتے ہین اُسے عطا فرما پس چاند دو ٹکڑے ہو گیا اور اِس
روایت کو لکھ کے کہا ہے فقال ناس سحرنا محمد فقال رجل ان کان سحرکم فلم یسحر الناس کلہم اور فرمایا ہے کہ حدیث انشقاق قمر کو اکثر صحابہ نے
روایت کیا ہے اور اُسے جملہ روات سے عبداللہ ابن مسعود اور انس ابن مالک اور حذیفہ بن یمان اور جبیر بن مطعم اور عبداللہ ابن عمر

بیان معجزہ شق قمر

اور جملہ مفسرین قرآن نے اُسے اختیار کیا ہی مگر عثمان بن عطا سے منقول ہی کہ اُنھون نے کہا کہ معنی آیہ کے یہ ہین کہ قریب ہی کہ چاند
پھٹے اور اسی طرح حسن بصری نے اور بلخی نے اس سے انکار کیا ہی یعنی وقوع انشقاق قمر کو نہین مانا اور اُنکا انکار بیجا ہی کیونکہ
جب سب مسلمانون نے اسپر اتفاق کیا ہو تو کسی ایک کا خلاف کرنا بطور ندرت کے اس کثرت کا قدح نہین کر سکتا اور اکثر
صحابہ کی روایت کو اُنکے انکار سے دفع نہین کر سکتے اور جس کسی نے کہ انشقاق مین قدح بطور قیاس عقلی اسطرح کیا ہی کہ اگر یہ بات
عہد رسول خدا مین ہوتی تو اہل اقطار مین سے کسی پر یہ پوشیدہ نہ رہتا تو اُسکا بھی یہ قول باطل ہی کیونکہ ممکن ہی کہ حق تعالی نے
اورون سے اُسے پوشیدہ فرمایا ہو ابر کے باعث سے یا کسی اور وجہ سے اور دوسری بات یہ ہی کہ چونکہ شب کا وقت تھا
جب یہ واقع ہوا تو ممکن ہی کہ اُسوقت ہر ایک اپنے اپنے مقام پر سوتے ہون اس جہت سے مطلع نہوے علاوہ اسکے زمین کا
حادثہ نہین تھا مثل زلزلہ کے کہ اس سے سب مطلع ہوتے بلکہ حادثہ آسمانی تھا اور یہ لازم نہین ہی کہ ہر ایک حوادث آسمانی مین
تامل کیا کرے اور دیکھا کرے اسی جگہ سے ہی کہ اکثر ستارے ٹوٹتے ہین اور کسی کو اُسکی خبر نہین ہوتی اور ان محامل کی صورت
اس جگہ ہی کہ وہان چاند اُفق کے اوپر ہووالا جن شہرون مین کہ اُسوقت اُفق کے نیچے ہو وہان کے باشندے جو مطلع نہوے ہون
تو اُسکی وجہ خود ظاہر ہی محتاج تکلف و محل کا نہین ہی فقط مصنف تفسیر کبیر نے کہا ہی کہ سب مفسرین متفق ہین اسپر کہ شق قمر
باعجاز نبوی وقوع مین آیا اور احادیث اسپر دلالت کرتی ہین صحاح مین ہی کہ یہ خبر مشہور روایت کی ہی اُس سے ایک
جماعت صحابہ نے بعد اسکے کہا ہی کہ بعض مفسرین نے کہا ہی کہ مراد کہنے سے یہ ہی کہ قریب ہی کہ شق قمر واقع ہو اور یہ بعید ہی
بلکہ بے معنی ہی اسلیے کہ جو مانع شق قمر کا ہی مثل فلسفی کے خذلہ اللہ وہ اس سے جیسا انکار زمان گذشتہ مین کرتا ہی اسی طرح
زمان آیندہ مین بھی کرے گا اور جو اُسے بہ نسبت قدرت خدا کے تجویز کرتے ہین اُنکے لیے تاویل کی حاجت نہین ہی اور اسکے سوا
نہین ہی کہ اسکے کہنے والے نے یہ بات اس جہت سے کہی ہی کہ شق قمر ایک ہولناک بات ہی پس اگر واقع ہوتی تو اُسکی خبر
روے زمین مین منتشر ہوتی اور حد تواتر کو پہونچتی اور ہر ایک اس سے نقل کرتا اور جو مفسر معلوم نے اسکے جواب مین کہا ہی محصل
اُسکا یہ ہی کہ جب قرآن کا معجزہ قیامت تک باقی ہی تو حاجت دوسرے معجزون کے نقل کرنے کی طرف متعلق نہین ہی پس اگر ناقلین نے
اُسمین کمی کی ہو تو عجب نہین ہی اور مورخین نے اسکے ذکر کو جو ترک کیا تو اس جہت سے کہ اُسے مثل خسوف قمر سمجھے ہون اور
یہ گمان کیا ہو کہ آسمان و زمین کے بیچ مین آدھے چاند کی شکل پر کوئی امر ظاہر ہوا ہو اور اس گمان سے اُسکے حال کی طرف
متوجہ نہوے اور قرآن حمید اول اسکے واقع ہونے پر دلالت کرتا ہی اور اُسکے امکان مین شک نہین ہی اور مخبر صادق نے اُس سے خبر
دی ہی پس اعتقاد اُسکے واقع ہونے کے ساتھ واجب ہی اور یہ بات کہ خرق و التیام فلکیات پر ممتنع ہی یہ باتین بے دینون کی ہین
اور مین کئی بار اسکے باطل ہونے کو ذکر کر چکا ہون انتہی کلامہ اور تفسیر مجمع البیان مین کہا ہی کہ حدیث یونس مین جناب
صادق علیہ السلام سے منقول ہی کہ فرمایا چودہ آدمی اہل عقبہ سے شب چہاردہم ماہ ذی حجہ کو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم
کی خدمت مین جمع ہو کر آئے اور حضرت سے کہا کہ کوئی پیغمبر نہین ہی مگر یہ کہ اُسکے واسطے ایک آیت اور نشان پیغمبری ہوتا ہی

بیان تحقیق شق قمر

پس آپ کا اعجاز آج کی رات مین کیا حاضر و موجود ہی یہ سنکر حضرت نے پوچھا کہ تم کیا چاہتے ہو انھون نے کہا کہ اگر تمھارے
کچھ خدا کے نزدیک قدر و منزلت ہی تو اس چاند کو دو ٹکڑے کردو پس جبرئیل نازل ہوئے اور کہا کہ ای محمد بیشک خدا تعالی
تمھین سلام فرماتا ہی اور کہتا ہی کہ مین نے ہر چیز کو حکم دیا ہی کہ تیری اطاعت کرین پس سر مبارک کو بلند کیا اور چاند کو حکم فرمایا
کہ دو ٹکڑے ہو جا پس ایسا ہی ہوا پس پیغمبر خدا اسکے شکرانہ نعمت مین سجدے مین گئے اور ہمارے شیعون نے بھی سجدہ کیا
بعد اسکے حضرت نے سر کو سجدے سے اٹھایا اور شیعون نے بھی اپنے اپنے سر سجدے سے اٹھائے اور ان چودہ آدمیون نے
خواہش کی کہ چاند اصل صورت پر اپنی عود کرے پس اپنی اصل صورت پر اسنے رجوع کی بعد اسکے دوسری بار انھون نے
درخواست کی کہ ایک سر چاند کا پھٹے پھر حضرت نے حکم فرمایا اور جو انھون نے خواہش کی تھی وہ ظاہر ہوا بعد اسکے انھون نے
کہا کہ جب ہمارے مسافر جو شام و یمن کو گئے ہین پھر کر آئینگے تو ہم انسے پوچھینگے کہ آیا تمنے شق قمر کا معائنہ کیا ہی یا نہین
تو اسوقت ہم جانینگے کہ یہ امر تمھارے خداوند عالم کی طرف سے تھا اور اگر انھون نے نہین دیکھا تو ہم جانینگے کہ یہ جادو تھا
پس حق تعالی نے نازل فرمایا سورۂ اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ فقط اور اسی روایت کو اخوند صاحب نے حیات القلوب مین
بھی نقل کیا ہی بالجملہ اس معجزہ مین جو استبعاد کیا ہی وہ یہ قدر ہی کہ کیا وجہ ہی کہ اس حال کو سب نے نہ دیکھا اور جواب اسکا
مولانائے طبرسی اور مصنف تفسیر کبیر کے قول سے مذکور ہو چکا کہ سب کا اس واقعہ سے مطلع نہونا باوجود کثیر سے جواز وقوع
کی صورت رکھتا ہی کیونکہ یہ واقعہ رات کو ہوا تھا پس جو سوتے تھے وہ اپنے سونے کے باعث سے آگاہ نہوے اور جو
مشغول اور شغلون مین تھے اور اس طرف ملتفت نہ تھے وہ اس سے مطلع نہوئے علاوہ اسکے جو دیکھتے تھے چونکہ معتاد
اسکی نہ تھی کہ شق قمر بھی ہوتا ہی انھون نے گمان خسوف قمر کا یا متوسط ہو جانا کسی اور جسم کا کائنات جو کے اجسام سے گمان
کیا ہو اور یہ مستبعد نہین ہی اور اسکے ساتھ پھر یہ بھی تو ہی کہ جبیر نے روایت کی ہی کہ جب مسافران نکے پھر کر آئے اور پوچھا
تو سب نے کہا کہ ہمنے بھی اس رات کو چاند کو دو ٹکڑے ہوتے دیکھا ہی اور پھر وہ ملگیا اور ضحاک نے روایت کی ہی کہ اہل باطل نے
کہا کہ یہ بھی جادو ہی کسی کو بھیجوانا چاہیے کہ اور شہرون کے رہنے والون سے پوچھا جاے پس جو لوگ تحقیق کو گئے تھے خبر لائے
کہ اور شہر کے باشندے بھی کہتے ہین کہ چاند کو اس رات اسی طرح دیکھا ہی پس کافرون نے کہا کہ ایسا جادو ہی کہ جو سب شہرون مین
منتشر ہوا ہی اور انھین معجزات سے ہی کہ آنحضرت نے آفتاب کو پھیرا ہی جناب اخوند صاحب نے کتاب حق الیقین مین فرمایا ہی
کہ خاصہ و عامہ نے بہت سی سندون کے ذریعہ سے اسما بنت عمیس وغیرہ سے روایت کی ہی کہ ایک دن پیغمبر خدا نے حضرت
امیر المومنین کو کسی کام کے لیے بھیجا اور بعد اسکے کہ حضرت پیغمبر خدا نماز عصر سے فارغ ہو چکے جناب امیر پھر کر آئے حضرت
پیغمبر خدا نے اپنے سر مبارک کو علی ابن ابیطالب ع کے دامن مین رکھا اور آرام کیا یہان تک کہ اسوقت وحی آنحضرت پر نازل
ہوئی اور اتنی دیر ہوئی کہ قریب ہوا کہ آفتاب غروب کرے جب وحی منقطع ہوئی تو پیغمبر خدا نے فرمایا کہ یا علی نماز پڑھ چکے ہو
عرض کیا کہ نہین یا رسول اللہ مجھسے نہو سکا کہ آپ کے سر مبارک کو زمین پر رکھ دون یہ سنکر حضرت نے دعا کی کہ خداوندا

علی تیری طاعت مین اور تیرے رسول کی طاعت مین تھا آفتاب کو پھیرے رہا کیتے ہین کہ واللہ دیکھا مین نے کہ آفتاب پھر اور بلند ہوا اور اس جگہ پہونچا کہ زمینون پر چمک اسکی پڑنے لگی اور عصر کی فضیلت کا وقت پھر آیا اور علی ابن ابیطالب نے نماز ادا کی اور جب نماز پڑھ چکے تو فوراً آفتاب بیٹھ گیا اور واضح ہو کہ مثل اس معجزے کے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کی وفات کے بعد جناب امیر کے واسطے بھی واقع ہوا ہی جیسا کہ انشاء اللہ تعالی کتاب امامت مین حضرت کے فضائل کے بیان مین مذکور ہوگا اور جناب آخوند صاحب نے کتاب بحار الانوار کی نوین مجلد مین بعد نقل فرمانے روایت ابن مغازلی کے جو مشتمل او پر مضمون مذکور کے ہو لکھا ہی کہ یہ امر خدا کے نزدیک چند طریقون سے ممکن ہی اور منجملہ اُسکے ایک یہ ہی کہ مثل آفتاب کے اُس مقام پر آفتاب اعادہ کے بعد دکھائی دیتا بطور خلق ابتدائی پیدا کیا ہو اور نماز کے جائز ہونے کے لیے اسکا حکم آفتاب کا حکم ہو دوسرے یہ کہ زمین کو پست کر دیا ہو کہ بسبب اُسکے آفتاب غائب ہونے کے بعد ظاہر ہوا ہو یا قریب غروب ہونے کے زیادہ بلند معلوم ہوا ہو اور سوا اُسکے اور بھی وجوہ ہین کہ جو بہ نسبت قدرت خدا کے صحیح ہین اور یہ کلام بظاہر آخوند صاحب کا ہی اور یہ بھی محتمل ہی کہ ابن مغازلی کا ہو اور اُسکے بعد بہت کلام طویل دفع اوہام منافقین کے لیے جناب سید مرتضی علیہ الرحمہ سے نقل کیا ہی کہ مختصر اُسکا یہ ہی کہ اگر کوئی کہے کہ ایسی روایات سے یہ لازم آتا ہی کہ جناب امیر اس نماز کی تاخیر مین معاذ اللہ گنہگار ہوں تو یہ کوئی نہین کہہ سکتا کیونکہ ممکن ہی کہ ایسی حالت تاخیر نماز کی حضرت کے لیے جائز ہو پس حضرت ترک صلوٰۃ کے لیے معذور ہونگے یا نماز حضرت نے اشارون سے بیٹھے بیٹھے ادا فرمائی ہو اور ترک قیام اور دوسرے افعال نماز کے ترک مین عذر حضرت کا مقبول درگاہ حضرت باری ہو ساتھ اس بات کے کہ محتمل یہ ہی کہ وقت فضیلت سے تاخیر کا اتفاق ہوا ہو نہ اصل وقت سے اور بعض روایات سے یہ مضمون واضح بھی ہوتا ہی بہر صورت آفتاب کا پھیرنا اسلیے کہ حضرت نماز پڑھین اصل وقت مین یا جو نقصانات کہ افعال نماز مین ہوے اُنکی تلافی فرماوین یا اسلیے کہ فضیلت وقت کی اکتساب فرماوین تھا اسلیے نہ تھا کہ معصیت کی تلافی کرین کیونکہ اگر یہ ہوتا کہ حضرت سے گناہ ہوا ہوتا تو مورد عتاب ہوتے نہ مہبط فیض بلا انتہا کیونکہ آفتاب کا پھر آنا حضرت کے رتبون کی بلندی پر دلالت کرتا ہی نہ پستی پر پس اگر کہا جاے کہ کیونکر ہو سکتا ہی کہ روایت رد شمس کی صحیح ہو حالانکہ اصحاب ہیأت نے فلکیات مین ایسے تغیرات کو محال جانا ہی اور بر فرض تسلیم اگر ایسا اتفاق ہوتا کہ غروب کے بعد آفتاب حد زوال تک یا اُس حد تک کہ جہان سے نماز واجب ہوتی ہی پہونچتا تو چاہیے کہ سب اہل مشرق و مغرب اُسے جانتے کیونکہ بسبب اُسکے دن اور راتین بڑی ہو جاتین اور تواریخ مین یہ بات مذکور و مضبوط ہوتی تو ہم جواب دینگے کہ بدلائل صحیحہ واضح ظاہر ہوا ہی کہ افلاک اور جو کچھ کہ اُنمین ہین آفتاب و ماہتاب و ستارگان سے یہ سب خدا کی قدرت سے حرکت کرتے ہین نہ خود اور نہ بسبب اپنی طبیعت کے جیسا کہ فلاسفہ بے اسکے کہ کوئی برہان قائم کرین مثل ہذیان کے گاتے ہین اور کہتے ہین کہ فلکیات مین محرک اُنکی طبیعت ہی اور ہمنے اپنی کتابون مین اس بات کو اور ان سب کی تحریک بقدرت و اختیار قادر مختار ہی بخوبی براہین و حجتون کے ساتھ بیان کیا ہی اور یہ کب ہمنے کہا ہی کہ آفتاب غروب

ہونے کے بعد دائرۂ نصف النہار تک پھر آیا تاکہ اس سے دن رات کا گھٹنا لازم آئے بلکہ ہر گاہ یہ بات اسلیے ہوئی کہ جو فضیلت
فوت ہوئی اُسے پھر حاصل کرین و بمفاد افضل الوقت اوّلہ ہر جزو متقدم اپنے متاخر سے فضیلت اور زیادتی رکھتا ہی تو ہو سکتا ہی
کہ آفتاب کا پھیرنا اُس فضیلت کے حاصل کرنے کو بہت تھوڑی دیر کے لیے واقع ہوا ہو کہ سب خلق پر یہ بات مشتبہ رہے
جو نہ ملتفت ہوے انھون نے نقل نہ کیا اور جو آگاہ ہوے انھون نے روایت کی جیسا کہ عہد کرامت مہد پیغمبر خدا مین
آنحضرت کی دعا سے جناب امیر علیہ السلام کے لیے یہ فضیلت و خرق عادت میسر ہوئی تھی اُسی طرح زمانہ امامت و خلافت مین
حضرت کے زمین بابل مین بالاستقلال یہ اعجاز و کرامت بہم پہونچا اور یہ کرامت یا حضرت کے لیے واقع ہوئی یا یوشع
بن نون کے لیے زمانہ سابق مین ہوگی کذا قیل و لیکن بعض زیارات مین یہ فقرہ وارد ہی یا من ردت لہ الشمس فسامی
شمعون الصفا اور اس فقرے سے حضرت کی مشارکت شمعون سے ظاہر ہوتی ہی اور جناب آخوند صاحب نے بحار مین
فرمایا ہی کہ دور نہین ہی کہ جناب امیر دونون مقام پر ترک نماز کے لیے مرخص ہون حضرت کے اظہار کرامت کے لیے حق تعالیٰ
مرخص فرمایا ہو یا یہ کہا جاے کہ جو جناب کے پھیرنے پر قادر ہو تو اُسکے لیے ترک کرنا نماز کا ترک نہین ہی اور حمل کرنا وقت
فضیلت پر یا جو اُس سے مشابہ ہو اور کلام جناب سید مرتضیٰ علیہ الرحمہ مین گذرا وہ بہت موافق ضوابط اور اصول
اصحاب کے ہی کتاب علل الشرائع مین منقول ہی کہ پوچھا معصوم سے کہ کیونکر رد شمس حضرت کے واسطے ظاہر ہوا اور تمام عالم
اُس سے مطلع نہوا یہ سنکر جناب عالم علیہ السلام نے جواب مین فرمایا کہ اسی کا سبب یہ تھا کہ حق تعالیٰ نے ابر سے آسمان کو
پوشیدہ کیا تھا مگر جس جگہ جناب امیر اور اُنکے اصحاب تھے وہان پر ابر نہ تھا فقط راقم رسالہ کہتا ہی کہ خرق عادت کا واقع ہونا
انبیا اور ائمہ علیہم السلام سے کئی طرح صادر ہوتا ہی ایک یہ کہ اتمام حجت کے لیے بمقابل ایک فریق کے اُسکا وقوع عمل مین آئے
جیسا کہ شق القمر کا امر تھا یا حضرت موسیٰ کا عصا کو اژدہا بنانا تھا دوسرے یہ کہ انکی خاص ضرورتون کے لیے حق تعالیٰ
موافق اُنکے مراتب و اختصاص کے اُنکے ہاتھ پر وہ اُمور جاری فرمائے جو اورون سے نہو سکین جیسا شب معراج کو پیغمبر خدا کا
رفرف پر سوار ہوکر آسمان پر تشریف لیجانا کہ یہ سواری اور آسمان پر جانا ضرورت خاص ہی کسی کی درخواست کے موافق نہین ہی
قسم اول مین اطلاع طالب معجزے کی ضرور ہی تاکہ حجت اُسپر تمام ہو اور دوسری قسم مین ضرور نہین ہی کہ بطور عام سب دیکھین
کیونکہ واقع مین وہ ظہور خرق عادت از قبیل راز و نیاز و اعزاز خاص کے ہی جو فیما بین خالق اور مخلوق خاص واقع ہوتا ہی
اگر کسی کو اُسپر اطلاع حاصل ہو جاے تو اُسکی خوش طالعی ہی کہ حق تعالیٰ اپنے تفضل سے امور مخصوصہ کو اُسے دکھادے اور
صاحب معجزہ کے لیے اظہار کرامت ہی اور اگر اطلاع اُسکی عام نہو تو منافی مقصود نہین ہی کیونکہ وہ کسی کے فائدے کے لیے
نہین ہوتا پس اسی طرح رد شمس کے معجزے کو سمجھنا چاہیے کہ اُسکا کوئی طالب نہین ہوا تھا یا دعویٰ اُسکا نہین فرمایا تھا بلکہ
مخصوص مطلب اُسکا یہ تھا کہ حضرت نماز پڑھلین و کسی ثواب و فضیلت کا آپ کی نقصان نہونے پاے پھر جہان حضرت
تشریف رکھتے تھے وہان اسے ظاہر فرمایا اور جہان ضرورت نہ تھی اُسنے پوشیدہ کیا اور حق تعالیٰ قادر ہی جو چاہے ظاہر کرے

نکتۂ لطیف

اور جو چاہے پوشیدہ کرے اُسمین غور و فکر بکار ہے بلکہ ایسے مور کا اعلان منافی حکمت ہی کیونکہ اگر سب دیکھتے کہ آفتاب جہت مغرب سے آسمان پر بلند ہوتا ہی تو کسقدر خوف وہراس سب کے دلون پر طاری ہوتا گویا قیامت آئی اور یہ سب نہ جان سکتے کہ حضرت کے نماز کے ادا ہونے کو جو دل اُنکے ٹھہرتے کیونکہ سب خدمت معصوم علیہ السلام مین حاضر نہ تھے کہ یہ پوچھتے اور آگاہ ہوتے اور یہ ایسا خوف تھا کہ جس سے کثر بندگان خدا کے تلف ہونے کا اندیشہ تھا اسلیے حق تعالی نے بنظر حکمت و مرحمت اپنے بندون پر پوشیدہ فرمایا ہو اور عجب نہین ہی کہ اسی وجہ سے اکثر معجزات و خرق عادات جو بمقابل طالبین بھی ظاہر ہوے انکی اطلاع بھی عام سب کو نہوئی کہ تا خوف و ہراس مین واقع ہو کر ہلاک نہو جائین کیونکہ خرق عادت کا مشاہدہ کبھی تحیر کا باعث ہوتا ہی اور کبھی مورث خوف کا ہوتا ہی اور سب کے دل یکسان نہین ہین بہت سے اشخاص ایسے ہین کہ متحمل اسکے نہین ہوسکتے کہ رعد کی آواز جو قوی ہی اُسے سن سکین یا برق کی زیادہ چمک دیکھ سکین بلکہ فوراً انھین غش آجاتا ہی اور بعضے ہلاک ہوجاتے ہین تو اگر قمر کا پھٹنا یا آفتاب کا پھرنا ایسے اشخاص دیکھتے اور یہ نہ جانتے ہوتے کہ یہ سبب دعاے نبی یا امام کے واقع ہوا ہی تو کسطرح زندہ رہتے اور کیا اذیت اُنکے قلوب کو پہونچتی اب اگر کوئی کہے کہ جس صورت مین کہ سب مطلع ہوتے تو سب کو یقین ہوتا اور شبہہ برطرف ہوجاتا تو ہم کہتے ہین کہ اگر اطلاع اسکی عام ہوتی جب بھی تو وہی مطلع ہوتے جنھین دیکھنے کی لیاقت ہی والا اندھے یا خفتہ یا لڑکے یا اُنکے بعد جو پیدا ہونے والے تھے وہ پھر بذریعہ انکی خبر کے مطلع ہوتے پھر جب سب کا علم بدون خبر نہین حاصل ہوسکتا تو سب کی اطلاع کیا ضرور تھی بعض کی بھی آگاہی نقل روایت کو کافی ہی اور اگر دیکھنے ہی سے یقین ہوتا ہی تو جنھون نے شق القمر کو دیکھا اُنھون نے کب یقین کیا اور ایمان لاے ہدایت بغیر اعانت خدا کے نہین ہوتی ہمنے بحمد اللہ کچھ نہین دیکھا اور سب کا یقین کیا ابو جہل نے سب کچھ دیکھا اور کفر سے باز نہ آیا فتدبر اور شبہہ کرنے والے کیا شبہہ کرتے ہین اس معجزے کے واقع ہونے مین بہ نسبت اُس صاحب معجزات کے جسکے مداحون نے رد شمس کیا ہی جیسا کہ علامہ حلی علیہ الرحمہ نے کشف الیقین مین نقل کیا ہی کہ بعض واعظین فضائل جناب امیر کے بیان کرتے تھے کہ آفتاب قریب بہ غروب پہونچا اور اُفق مین سیاہی ظاہر ہونے لگی اور سید علی خان مدنی نے انوار الربیع مین لکھا ہی کہ مظفر مروزی واعظ ایک روز ناحیہ بغداد مین احادیث اور فضائل حضرت کے اور روایت رد شمس کی پڑھتے تھے پس ایک ابر پیدا ہوا اور اُسنے عالم کو سیاہ کر دیا یہان تک کہ حاضرین نے گمان کیا کہ آفتاب غروب کیا بالجملہ ان دونون روایتون کے موافق یہ ہی کہ اُس واعظ نے آفتاب کی طرف خطاب کیا اور کہا لا تغربی یا شمس حتی ینقضی مدحی لصنو المصطفی ولنجلہ واثنی عنانک ان اردت ثناءہ انسیت یومک اذ رددت لاجلہ ان کان للمولی وقوفک فلیکن ہذا الوقوف لخیلہ ولرجلہ بفور اس کلام کے آفتاب بلند ہوا اور اُفق روشن ہوا یہان تک کہ مدح آنحضرت کی واعظ پڑھ چکا خلاصہ یہ کہ علامہ فرماتے ہین کہ چونکہ اُسوقت سُننے والے بہت جمع تھے اس قصہ کو خواص و عوام نے نقل کیا ہی اور نقل حد تواتر کو پہونچی ہی اور سید مدنی نے لکھا ہی فطلعت الشمس من تحت الغیم عند انتہاء الابیات فلا یدری ما رمی علیہ من الاموال والثیاب یومئذ فقط انتہی

ذکر ظہور کرامت رد شمس کا بعض واعظین کے لیے جبکہ مشغول مدح جناب امیر علیہ السلام مین تھے

اُسی جملہ سے ہی زیادہ ستارون کا ٹوٹنا اور بہت سے شہاب ثاقب کا ظاہر ہونا وقت ولادت باسعادت حضرت کے
اور نجملہ اُسی کے ہی مائدہ کا نازل ہونا اور کھانون کا اور میوون کا بہشت کے آسمان سے آنا انحضرت کے لیے اور انکی عترت
طاہرہ کے واسطے بسند معتبر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہی کہ ایک روز جناب فاطمہ صلوۃ اللہ علیہا خدمت مین
پیغمبر خدا کی حاضر ہوئین اسطرح سے کہ امام حسن اور امام حسینؑ کو گود مین اٹھائے ہوئے تھین اور ہریسہ تیار کرکے اپنے ساتھ
لائین تھین جب داخل ہوئین تو حضرت نے جناب امیرؑ کو طلب فرمایا جب حضرت امیر المومنینؑ بھی حاضر ہوئے تو حضرت نے
امام حسن کو جانب راست اور امام حسین کو جانب چپ اور جناب امیر اور جناب سیدہ کو اپنے روبرو اور پس سر بٹھایا
اور ایک خیبری عبا اُنپر اڑہائی اور تین بار فرمایا کہ خداوندا یہ میرے اہلبیت ہین پس اِنسے دور کر شک اور گناہ کو اور پاک کر
انھین جو حق پاک فرمانے کا ہی اُم سلمہ کہتی ہین کہ مین چوکھٹ پر بیٹھی تھی مین نے کہا کہ یا پیغمبر خدا مین بھی انھین سے ہون
فرمایا کہ بازگشت تیری بھی اچھی ہوگی لیکن تو اِنسے نہین ہی بعد اسکے جبرئیل آئے اور ایک طبق انار اور انگور بہشت سے لائے
جب پیغمبر خدا نے انار و انگور کو اپنے دست مبارک مین لیا تو دونون نے خدا کی تسبیح کہی اور انحضرت نے تناول فرمایا
بعد اسکے حسنین علیہما السلام کے ہاتھ مین دیے اور انکے ہاتھون مین بھی انھون نے سبحان اللہ کہا اور انھون نے بھی تناول
فرمایا بعد اسکے علی ابن ابیطالب کے ہاتھ مین دیا اور اُن میوون نے تسبیح کی اور حضرت نے اُسے تناول فرمایا بعد اسکے ایک شخص
صحابیون سے داخل حجرہ ہوا اور چاہا کہ انار و انگور کو کھائے جبرئیل نے فرمایا کہ اس میوے کو نہین کھا سکتا مگر پیغمبر یا وصی
پیغمبر یا فرزند پیغمبر اور اسی حکایت کو اور سند سے ام المومنین عائشہ سے نقل کیا ہی کہ ایک دن پیغمبر خدا نے علی ابن ابیطالبؑ کو کسی
کام کے واسطے بھیجا تھا جب علی ابن ابیطالبؑ پھر کر آئے تو پیغمبر خدا میرے حجرے مین تھے بعد اسکے پیغمبر خدا اُٹھے اور
استقبال کو علی ابن ابیطالبؑ کے صحن خانہ تک تشریف لیگئے اور ہاتھ اپنا علی ابن ابیطالبؑ کی گردن مین ڈالا ناگاہ دیکھا مین نے
کہ ایک ابر آیا اور اُسنے دونون کو گھیر لیا اور میری آنکھ سے غائب ہو گئے جب ابر برطرف ہوا تو دیکھا مین نے کہ ایک خوشہ
انگور سفید کا حضرت کے ہاتھ مین ہی اور اُسے خود بھی کھاتے ہین اور علی ابن ابیطالبؑ کو کھلاتے ہین مین نے کہا کہ ای پیغمبر خدا
آپ کھاتے ہو اور علی ابن ابیطالبؑ کو کھلاتے ہو مجھے نہین دیتے فرمایا کہ میوہ بہشت کا ہی اسے دنیا مین نہین کھاتا
مگر پیغمبر یا وصی پیغمبر اور بہت سی سندون سے کتب خاصہ و عامہ مین انس سے روایت کی ہی کہ ایک دن پیغمبر خدا سوار ہو کر ایک
پہاڑ کے قریب تشریف لیگئے اور وہان اُتر کر پہاڑ کے اوپر پر رونق افروز ہوئے اور مجھسے فرمایا کہ فلان مقام پر جا کہ علی
ابن ابیطالبؑ بیٹھے ہوئے کنکریون کے ساتھ تسبیح خدا کی کرتے ہین اور میرا سلام اُنھین پہونچا اور انھین اِس استر پر سوار کر کے
میرے پاس لا انس کہتا ہی کہ مین اُس جگہ گیا اور علی علیہ السلام کو سوار کر کے پیغمبر خدا کی خدمت مین لایا جب جناب امیرؑ کی نظر
پیغمبر خدا پر پڑی تو حضرت نے کہا السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ انحضرت نے جواب مین فرمایا عَلَيْكَ السَّلَامُ ای ابو الحسن بیٹھو کہ
اس جگہ ستر پیغمبر بیٹھا ہی کہ مین اُن سب سے بہتر ہون اور ہر پیغمبر کی جگہ پر اُسکا بھائی بیٹھا ہی کہ تو اُن سب سے بہتر ہی انس کہتا ہی

ذکر معجزے کا جسمین ستارے آسمان سے گرے اور معجزہ نزول مائدہ کا اور کھانون کا میوون کا بہشت سے آنا - روایت عائشہ کی نزول مائدہ مین - روایت انس کی بباب نزول مائدہ

اسی حال میں ایک ابر کو میں نے دیکھا کہ انکے سر کے نزدیک آیا اور پیغمبر خدا نے اپنا ہاتھ ابر کی طرف بڑھا کر ایک خوشہ انگور کا
لیا اور اپنے اور علی ابن ابیطالب کے بیچ میں رکھا اور فرمایا کہ کھاؤ اے بھائی کہ یہ ہدیہ خدا کی طرف سے ہے میرے لیے اور تمھارے لیے
اور دوسری روایت میں ہے کہ جس میں بہت کھانا اور پانی دونوں نے تناول فرمایا اور پھر وہ ابر بلند ہو گیا اور حضرت نے
فرمایا کہ اس ابر سے سیصد و سیزدہ پیغمبر اور سیصد و سیزدہ وصی پیغمبر نے کھایا ہے اور پیا ہے اور میں سب پیغمبروں سے خدا کے
نزدیک گرامی ہوں اور علی ابن ابیطالب تمام اوصیاے پیغمبران سے خدا کے سامنے گرامی تر ہے اور حدیث معتبر میں
جناب صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت امیر المؤمنین نے فرمایا کہ تمھیں چاہیے کہ ہریسہ کھاؤ کہ چالیس روز تک نشاط
عبادت کی دیتا ہے اور جو خوان طعام کہ پیغمبر خدا پر آسمان سے اترا تھا اسمیں بھی ہریسہ داخل تھا اور منجملہ انکے وہ معجزات ہیں
کہ آنحضرت سے نباتات و جمادات میں ظاہر ہوے پہلے اُس سے وہ ہے جو خاصہ و عامہ کے محدثین نے جناب امام جعفر صادق سے
اور جابر سے اور اور اصحاب سے روایت کی ہے کہ جب پیغمبر خدا راہ ہاے مکہ میں راہ چلتے تھے تو جس پتھر اور درخت کے پاس سے
گذرتے تھے وہ خم ہو جاتا تھا اور سجدہ کرتا تھا حضرت کی تعظیم کے لیے اور کہتا تھا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُولَ اللّٰہِ دوسرے
وہ ہے جسے خاصہ و عامہ نے اپنی سند ہاے کثیر کے ذریعہ سے نقل کیا ہے کہ جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے مدینہ میں ہجرت
فرمائی اور مسجد بنائی تو جانب محراب مسجد میں ایک درخت خرما سوکھا ہوا تھا کہ وہ حضرت جب چاہتے تھے کہ خطبہ فرمائیں
تو اُسپر تکیہ فرما کر خطبہ پڑھتے تھے ایک مرد رومی حضرت کی خدمت میں آیا اور اُسنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ مجھے اجازت
فرماویں کہ میں آپ کے لیے منبر بناؤں کہ خطبہ کے پڑھنے کے وقت آپ اُسپر تشریف فرما ہوں جب اُسے حکم ملا تو اُسنے
ایک منبر تین زینے کا بنایا کہ حضرت اُسکے تیسرے زینے پر بیٹھتے تھے پہلی بار جب حضرت منبر پر تشریف لیگئے تو وہ درخت
رویا جیسا کہ اونٹنی مفارقت فرزند میں اپنے نالہ کرتی ہے جب حضرت نے یہ ملاحظہ فرمایا تو بکمال ترحم منبر پر سے اُترے اور اُس
درخت کو گلے لگایا جب نالہ اُسکا ٹھہرا بعد اُسکے حضرت نے فرمایا کہ اگر میں اُسے گود میں نہ لیتا تو وہ قیامت تک رویا کرتا اور
اُس درخت کو حنانہ کہتے تھے اور وہ موجود تھا یہانتک کہ بنی امیہ نے مسجد کو خراب کیا اور نئی طرح سے بنایا اور اُس درخت کو
کاٹا اور دوسری روایت میں منقول ہے کہ اُس درخت کو کاٹا اور منبر کے نیچے دفن کر دیا اور جناب سید سند نے حدیقہ
سلطانیہ میں ایک اور روایت سے نقل کیا ہے کہ جب وہ درخت رویا اور نالہ کیا تو حضرت منبر پر تھے اُسوقت حضرت نے اُسے بلایا
پس اُس درخت نے زمین کو پھاڑا اور حضرت کی طرف چلا جب قریب منبر کے پہونچا تو حضرت نے اُسے گود میں لیا اور تسکین
اُسکی فرمائی اور اُس سے سب رونے کی آواز سنتے تھے ایسی آتی تھی کہ جیسا لڑکا روتا ہے اور اُسکے رونے کو ٹھہراتے ہیں اور
آخوند صاحب نے فرمایا ہے کہ یہ معجزہ بھی متواترات سے ہے اور اب تک اُس درخت کی جگہ معروف ہے کہ اُسے اُسطوانہ حنانہ
کہتے ہیں تیسرے وہ کہ جسے علامہ حلی علیہ الرحمہ نے شرح تجرید میں کہا ہے اور حاصل اُسکا یہ ہے کہ آنحضرت نے درخت کو بلایا پس اُسنے
حکم کو قبول کر کے حضرت کے بلانے سے حضرت کی طرف زمین کو پھاڑ کر آیا بے اسکے کہ کوئی اُسے کھینچتا تھا یا پیچھے سے

ڈھکیلتا تھا اور پھر اسی طرح پھر گیا اور اس قصے کی تفصیل روایات مین کئی طرح سے وارد ہوئی ہے چنانچہ نہج البلاغہ مین بھی
وارد ہے اور محصل اسکا یہ ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک روز مین پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ کے ساتھ تھا کہ اشراف قریش
خدمت مین آنحضرت کی آئے اور کہا کہ ای محمد تم دعویٰ ایسا بزرگ کرتے ہو جیسے تمھارے آباو اقران نے نہ کیا تھا اور ہم تمسے
ایک سوال کرتے ہین کہ اگر اُسے تم قبول کرو تو ہم جانین کہ تم پیغمبر اور رسول ہو اور اگر وہ بات تم سے نہو سکی تو ہم جانینگے
کہ تم دروغ گو اور ساحر تھے یہ سنکر آنحضرت نے فرمایا کہ تمھارا کیا سوال ہے انھون نے کہا کہ ہمارے لیے اس درخت کو طلب کرو کہ
اپنی جڑ سے اکھڑ کر آئے اور تمھارے روبرو کھڑا ہو حضرت نے فرمایا کہ حق تعالیٰ سب امرون پر قادر ہے اگر یہ تمھارے واسطے
کردے تو ایمان لاؤ گے انھون نے کہا ہان اگر ایسا ہو تو ہم ایمان لائینگے حضرت نے فرمایا کہ مین تمھین دکھاتا ہون جو تم چاہتے ہو
اور جانتا ہون کہ تم ایمان نہ لاؤ گے اور تم مین ایک جماعت ہے کہ وہ جنگ بدر مین ماری جائیگی اور چاہ بدر مین گریگی اور
ایک جماعت ہے کہ وہ لشکر جمع کرکے مجھسے لڑنے کو آئے گی یہ فرماکر درخت کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ ای درخت اگر
تو ایمان ساتھ خدا اور رسول اور روز قیامت کے رکھتا ہے اور جانتا ہے کہ مین پیغمبر اور رسول خدا کا ہون تو اپنی جڑ سے اکھڑ کر
باذن خدا میرے سامنے آکر ٹھہر بعد اسکے جناب امیر فرماتے ہین کہ بحق اُس خداوند کے کہ جسنے نبی کو بحق بھیجا تھا کہ وہ درخت
اپنی جڑ سمیت زمین سے اکھڑا اور حضرت کی طرف روانہ ہوا اور اسکی آمد مین آواز سخت آتی تھی جسطرح پرندون کے پرون کی
آواز ہوتی ہے یہان تک کہ وہ آنکر حضرت کے قریب ایسا ٹھہرا کہ حضرت پر سایہ کیا اور اپنی بلند جو شاخین تھین وہ حضرت کے
سر اقدس پر پھیلا دین اور اسکے سوا جو اور شاخین تھین وہ میرے سر پر پھیلا دین اور اُسوقت مین جانب راست مین حضرت کے
بیٹھا تھا جب یہ معجزہ بزرگ دیکھا اُس جماعت قریش نے تو براہ علو و تکبر کہنے لگی کہ حکم کرو اُسے کہ پھر جائے اور دو ٹکڑے ہو
آدھا اپنی جگہ پر رہے اور آدھا تمھارے پاس آئے حضرت نے اسکے موافق اُسے حکم دیا پس وہ پھر گیا اور جب اپنی
جگہ پر پہونچ چکا تو بہت بڑی آواز سے پھٹا اور نصف اُسکا بہت سرعت سے حضرت کی طرف دوڑا یہان تک قریب حضرت کے
پہونچا بعد اسکے انھون نے عرض کیا کہ اس سے فرمائیے کہ یہ آدھا بھی پھر جائے اور اپنے نصف سے ملجائے حضرت نے اُسے
فرمایا اور وہ اُسی طرح جاکر مل گیا جناب امیر فرماتے ہین کہ مین نے کہا لا الٰہ الا اللہ اول وہ شخص جو آپکے ساتھ ایمان لایا
مین ہون اور اول اُسکا جو اقرار کرے اسکا کہ اس درخت نے جو کچھ کیا وہ حکم خدا سے تھا اور آپ کی تصدیق پیغمبری اور
تعظیم کے لیے آپ کی تھا مین ہون بعد اُسکے سب کافرون نے کہا کہ بلکہ ہم کہتے ہین کہ تم جادوگر اور جھوٹے ہو اور عجیب
عجیب جادو تمھارے پاس ہین اور تمھاری تصدیق نہ کرے گا مگر مثل اسکے جو تمھارے پہلو مین بیٹھا ہے حضرت نے
فرمایا کہ اس کلمہ سے انھون نے مجھے ارادہ کیا تھا اور بتحقیق کہ مین اُنمین سے ہون کہ جنھین راہ خدا مین ملامت ملامت کرنے
والون کی مانع و حاجز نہین ہوتی نشانی اُنکی سچ بولنے والون کی نشانی ہے کلام اُنکا اُن ابرارون کی باتین ہین جو
رات کے آباد کرنے والے ہین اور دن کو ہدایت کا نشان ہین ہاتھ انھون نے اپنا رسن قرآن کے ساتھ مارا ہے

اور طریقہ خدا و رسول کو زندہ رکھتے ہین تکبر نہین کرتے فساد نہین پیدا کرتے دل اُنکے بہشت مین ہین اور جسد اُنکے عمل
طاعات مین ہین فقط اور اخوند صاحب نے لکھا ہی کہ یہی معجزہ متواترات سے ہی اور بہت سے طریقون سے منقول ہی
چوتھے وہ کہ جو مروی ہی کہ ایک یہودی کا حق ایک مسلمان پر آتا تھا اور اُسنے مسلمان سے شرط کی تھی کہ ایک باغ اُسکے لیے
نخل کا ایسا درست کر دے کہ اُسمین بہت قسمین خرمے کی ہووین پس حضرت پیغمبر خدا نے جناب امیر کو حکم فرمایا کہ تخم خرما لاؤ
جب حضرت گٹھلیان خرمے کی لیکر خدمت مین آئے تو حضرت آہستہ خرمے کو اپنے دہن مبارک مین لیکر جناب امیر علیہ السلام کو
دینے لگے کہ تم بوتے جاؤ جناب امیر علیہ السلام گٹھلیان بوتے تھے اور آپ دہن مبارک سے دیتے جاتے تھے جب ایک
گٹھلی بوکر دوسری کی نوبت بونے کی پہونچتی تھی تو پہلی سبز ہو جاتی تھی اور جب تیسری گٹھلی کے بونے کی نوبت پہونچتی تھی
تو پہلا درخت بار لاتا تھا یہان تک کہ ایک ساعت مین اُس باغ کو تمام کیا کہ اُسمین رنگ برنگ کے خرمے سرخ و سفید و
سیاہ اور سب میوے تیار تھے پھر اُسی یہودی کو سپرد فرمایا اور اُس مسلمان کو اُسکے حق سے بری فرمایا اور اُسی کے قریب ہی
جو قصہ سلمان رضی اللہ عنہ مین مذکور ہی پانچوین وہ ہی جو تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام مین منقول ہی کہ جب حق مین یہودیون کے
اور دشمنان آل محمد صلوٰۃ اللہ علیہ و آلہ کے یہ آیہ نازل ہوا قُلُوبُهُمْ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً تو یہودی نے خدمت مین حضرت کی
آکر کہا کہ ای محمد تم دعوی کرتے ہو کہ ہمارے دلون مین ارادہ فقیرون سے مواساۃ کا اور ضعیفون کی اعانت کا اور راہ خدا مین
مال صرف کرنے کا نہین ہی اور تم کہتے ہو کہ پتھر ہمارے دلون سے زیادہ ملائم مین اور حق تعالیٰ کی اطاعت ہمسے زیادہ کرتے مین
پس اب پہاڑ قریب ہاین آؤ ہم تم کسی ایک پہاڑ کے پاس چلین اگر وہ تمھاری راست گوئی کی گواہی دے تو ہم کو ضرور ہی تمھاری
اطاعت کرین اور اگر تمھاری تکذیب کرین یا جواب دین تو ہم جانینگے کہ تمنے جھوٹ کہا تھا حضرت نے فرمایا کہ خوب ہی تم
جس پہاڑ کو اختیار کرو مین اُسکے پاس چلون پس اُنھون نے ایک پہاڑ کو اختیار کیا جو آبادی سے زیادہ دور تھا اور حضرت کو
اُسکے پاس لیگئے جب قریب پہاڑ کے حضرت تشریف لیگئے تو اُس سے خطاب فرمایا کہ مین تجھسے سوال کرتا ہون بجاہ محمد و آل پاک اُنکے
کہ جنکے نامون کے ذکر کرنے سے حضرت آدم کی توبہ کو حق تعالیٰ نے قبول فرمایا اور اُنکے نامون کی برکت سے عرش کو ایسا سبک و
خفیف کر دیا کہ آٹھ فرشتون کے کاندھون پر وہ ٹھہرا بعد اسکے کہ بہت فرشتے کہ جنکی گنتی خدا کے سوا کوئی نہین جانتا اُسے حرکت
نہ دے سکتے تھے اور سوال کرتا ہون بحق محمد و آل طیبین اُنکے کہ جنکے نامون کی برکت سے حق تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی
توبہ کو قبول کیا اور بہشت مین اُنھین مکان بلند تک پہونچایا کہ گواہی محمد کی واسطے ساتھ اُس چیز کے جو خدا نے تجھے
سپرد کیا ہی اُنکی تصدیق سے اِن یہودیون پر اور اُنکے دلون کی سختی کی دی پس وہ پہاڑ کانپا اور پانی اُس سے جاری ہوا
اور بزبان فصیح اور باواز بلند اُسنے کہا کہ ای محمد مین گواہی دیتا ہون کہ تو خدا کا رسول اور سب مخلوق کا اُسکی سردار ہی جو گذر گئے
اور جو مخلوق کہ پیدا ہونے والے ہین اور مین گواہی دیتا ہون کہ دل اُن یہود کے جیسا کہ تو نے وصف کیا ہی پتھر سے زیادہ
سخت ہین کہ اُنسے کچھ باہر نہین آتا اور پتھر سے کبھی پانی نکلتا ہی اور مین گواہی دیتا ہون کہ یہ جھوٹے ہین اُس بات مین جسکی نسبت

آپ کی طرف کرتے ہین اور خدا پر افترا کرتے ہین حضرت نے فرمایا کہ ای پہاڑ مین تجھسے سوال کرتا ہون کہ تو بیان کر کہ حق تعالی نے
تجھے کہا ہی کہ تو میری اطاعت کرے ہر بات مین جو کچھ مین تجھسے طلب کرون بجاہ محمد وآل طیب اُسکے کی جنکی برکت سے
خدا نے نجات دی نوح کو کرب بزرگ سے اور سرد کیا آگ کو ابراہیم پر اور اُسے ابراہیم پر سلامت گردانا اور ابراہیم کو
آگ مین متمکن اُس تخت پر کیا جو مرتب تھا اور فرش زنگار رنگ کے اُسپر بچھے تھے کہ جو اُس بادشاہ جابر نے اپنی سرکار مین
اور نہ اور بادشاہون کی سرکار مین ایسے دیکھے تھے نہ سنے تھے اور گرد تخت کے بہت سے درخت طرح طرح کے خوش آیند
اُگائے تھے کہ اُنسے ہر قسم کے پھول اور میوے ظاہر ہوے تھے کہ جو سال بھر مین ایک فصل پر ہوتے ہین پہاڑ نے کہا کہ
گواہی دیتا ہون کہ جو آپ نے فرمایا وہ حق ہی اور اگر آپ خدا سے سوال کرین کہ سب آدمی دنیا کے خوک و میمون ہو جائین
تو خدا ابھی موافق آپ کے سوال کے سب دنیا کو ایسا ہی کر دے اور اگر آپ سوال کرین کہ سب کو فرشتہ کر دے
تو فرشتہ کر دے اور اگر آپ دعا کرین کہ برف کو آگ اور آگ کو برف کر دے تو وہی کر دے اور اگر آپ سوال کرین کہ
آسمان کو زمین پر لاے اور زمین کو آسمان پر لیجائے تو ویسا ہی کرے اور گواہی دیتا ہون کہ خدا نے آسمانون کو و زمینون کو
اور دریاؤن کو اور پہاڑون کو سب کو آپکا فرمانبردار و مطیع کیا اور سب مخلوقات خدا کی آپ کی اطاعت مین ہین اور جو
آپ فرمایئے اُسے عمل مین لائینگے بعد مشاہدہ کرنے اِن معجزات ظاہرہ کے اُن یہودیون نے کہا کہ ای محمد تم ہمپر تلبیس کرتے ہو
اِس پہاڑ کے پتھرون کے نیچے جماعت اپنے اصحاب کی بٹھادی ہی کہ وہ باتین کرتے ہین اور ہمسے کہتے ہو کہ پہاڑ کلام کرتا ہی
اگر تم سچ کہتے ہو تو پہاڑ کے پاس سے خود دور ہٹ کر کھڑے ہو اور اُسے حکم کرو کہ جڑ سے اُکھڑ کر جہان تم کھڑے ہو وہان تک
وہ خود آئے اور کھڑا ہو اور بعد اُسکے پہاڑ کمر کے پاس سے اپنی دو حصے ہو اور اوپر کا حصہ نیچے آئے اور نیچے کا حصہ اوپر جائے
اگر ایسا کرو تو ہم جانین کہ تمنے سچ کہا ہی اور خدا کی طرف سے ہی جو کچھ کہ تم اُسکا دعوی کرتے ہو یہ سنکر حضرت نے ایک پتھر کو
کہ وہ پانچ رطل کی مقدار مین تھا اشارہ فرمایا کہ ای پتھر میرے پاس آ وہ پتھر پہاڑ سے جدا ہو کر حضرت کی خدمت مین آیا اور سامنے
ایستادہ ہوا حضرت نے اُس یہودی سے فرمایا کہ اِس پتھر کو اپنے کان کے نزدیک لیجا کر سن کہ جو کچھ پہاڑ نے گواہی دی ہی وہی
پتھر بھی گواہی دیگا جب اُسنے پتھر کو اپنے کان سے قریب کیا تو حکم خدا سے وہی آواز اُس پتھر سے آئی جو آواز اُس پہاڑ سے
آئی تھی اُسوقت حضرت نے فرمایا کہ کیا اِس پتھر کے نیچے بھی کوئی آدمی ہی کہ تجھسے بات کرتا ہی اُسنے کہا نہین لیکن جو مین نے
درخواست کی تھی اُسکے موافق آپ نے نہین کیا حضرت نے اُنپر اتمام حجت کے واسطے پہاڑ سے بہت دوری فرمائی اور
ایک صحرا کے بیچ مین جا کر کھڑے ہوے اور فرمایا کہ ای پہاڑ بحق محمد و آل طیبین اُنکے جنکی جاہ کے باعث سے اور اُنسے توسل
ڈھونڈھنے سے بندگان خدا کے حق تعالی نے قوم عاد پر ایسی سرد ہوا مسلط فرمائی کہ وہ آدمیون کو زمین سے اُٹھاتی تھی
اور ہوا مین بلند کرتی تھی اور جبرئیل کو حکم فرمایا کہ قوم صالح پر نعرہ مارا اور سبھین ہلاک کیا کہ تو بھی اپنی جگہ سے اُکھڑ اور
میرے پاس اِس مقام پر خدا کے حکم سے آ یہ فرما کر ہاتھ زمین کے اوپر رکھا بعد اُسکے وہ پہاڑ حرکت مین آیا اور سبک روا ہوا

کی طرح دوڑتا ہوا آیا اُس جگہ پر جہان کا حضرت نے نشان دیا تھا اور کھڑا ہوا اور کہا کہ مین سُننے والا اور فرمانبردار ہون آپ کا ای رسول خدا اگر چہ اِن معاندین کی ناکین خاک پر رگڑین جائین جو حکم آپ فرمانے کو ہون فرمایئے تاکہ مین اطاعت کرون حضرت نے فرمایا کہ یہ گروہ کہتے ہین کہ زمین سے اُکھڑ اور دو ٹکڑے ہو نیچے کا حصہ اوپر ہو جاے اور اوپر کا حصہ نیچے آئے پہاڑ نے عرض کیا کہ ای رسول رب العالمین آپ یہ حکم میرے واسطے فرماتے ہین حضرت نے فرمایا کہ ہان پس پھر واسطے اُنکی درخواست کے موافق ہوا بعد اُسکے پہاڑ نے اُن معاندین سے خطاب کیا کہ آیا جو کچھ کہ تمنے دیکھا یہ کم ہی موسیٰؑ کے معجزات سے جنکے ساتھ تم ایمان لاے ہو اُسوقت اُنھون نے آپسمین دیکھا بعضون نے کہا کہ اب ہکو محل گریز نہین ہی اور بعضون نے کہا کہ یہ شخص صاحب نصیب ہی جو ارادہ کرتا ہی وہ میسر ہو جاتا ہی اُسوقت پہاڑ نے کہا کہ ای دشمنان خدا جو کچھ کہ تمنے کہا اُس سے موسیٰؑ کی نبوت کو باطل کیا کیونکہ منکر نبوت موسیٰؑ کا جو ہوگا وہ کہیگا کہ اُنکے معجزے بھی بذریعہ صاحب نصیب ہونے کے تھے چھٹے وہ ہی جو شان نزول آیہ وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ مین موافق روایات عامہ و خاصہ کے وارد ہوا ہی کہ پیغمبر خدا نے علی ابن ابیطالبؑ سے فرمایا کہ بکرے کی ایک ران کو پکاؤ اور ایک بڑا کانسہ دودہ کا بھی میرے پاس لاؤ اور میری طرف سے اپنے باپ ہاشم کی اولاد کو طلب کرو پس جناب امیر علیہ السلام نے موافق حضرت کے ارشاد کے تعمیل فرما کر بنی ہاشم کو طلب کیا اور وہ چالیس آدمی تھے پس سب نے کھایا اور سیر ہوے اور کھانا جتنا تھا اُتنا ہی رہا سوا خدا کی شان کے کوئی نشان بھی کھانے کا اُسمین نہ معلوم ہوتا تھا اسی طرح دودہ بھی سب نے سیر ہو کر پیا اور وہ کانسہ پھر بھرا رہا پھر جب چاہا کہ اُنھین اسلام کی طرف دعوت کرین تو ابولہب نے کہا کہ محمدؐ نے تمپر جادو کیا ہی بعد اُسکے حضرت کھڑے ہوے اور دعوت کی مسلمان ہونے کی طرف اُسوقت کسی نے قبول نہ کیا مگر علی ابن ابیطالبؑ نے اور اسی طرح دوسرے دن و تیسرے روز بھی فرمایا اور ہر روز اُنکا اصرار انکار پر اور علی ابن ابیطالبؑ کا اقرار و قبول کرنا وصایت و خلافت کو بدستور رہا یہان تک کہ موافق وعدے کے پیغمبر خدا نے حضرت امیرؑ کو اپنا وصی فرمایا فقط واضح ہو کہ یہ حکایت پیشتر مفصل مذکور ہو چکی ہی اسلیے بیان بطور اجمال بسبب ضرورت مقام کے لکھا گیا ساتوین وہ ہی جو تفسیر صافی مین علی ابن ابراہیم قمی سے مروی ہی کہ پانچوین برس ہجرت سے قبائل قریش نے اجتماع کیا اور عرب کے قبیلون کو حرکت مین لائے اور دس ہزار آدمیون کو کہ افسر اُنکا ابوسفیان ملعون تھا پیغمبر خدا کے مقاتلہ کے لیے مستعد و آمادہ کیا اور پیغمبر خدا نے اِس خبر کو سُنکر اپنے اصحابون سے مشورہ فرمایا اور اُسوقت حضرت کے اصحاب سات سو آدمی تھے فقط اِس مشورے مین سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے حضرت سے عرض کیا کہ تھوڑے آدمی جماعت کثیر کا مقابلہ کبھی نہ کر سکینگے صلاح یہ امر ہی کہ خندق کھودی جاے کہ ہم عجمیون مین عادت ہی کہ جب مقابلہ دشمن قوی کا ہوتا ہی اُسوقت خندق لشکر کے گرد اپنے کھود لیتے ہین بعد اُسکے جبرئیل نازل ہوے اور حق تعالیٰ کی طرف سے سلمان فارسی کی راے کے موافق عمل مین لانے کو اجازت پہونچائی پس پیغمبر خدا نے حکم فرمایا کہ زمین کی پیمائش کرین وہ بیس قدم اور تیس قدم پر ایک ایک قوم کو مہاجرین

انصار سے خندق کے کھودنے کو مقرر فرمایا پھر حکم فرمایا کہ پھاوڑے لاؤ اور پہلے سب سے خندق کھودنے کی ابتدا خود جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمائی کہ ایک کلنگ اپنے ہاتھ مین لیا اور جہان پر کہ مہاجرین تھے تنہا خود مشغول کھودنے کے ہوئے حضرت خندق کھودتے تھے اور علی ابن ابیطالب علیہ السلام گڑھے سے مٹی اٹھا کر علیحدہ کنارے پر جمع فرماتے جاتے تھے یہان تک کہ جسم مبارک سے حضرت کے پسینہ جاری ہوا اور فرماتے تھے کہ لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشُ الْاٰخِرَۃِ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلْاَنْصَارِ وَالْمُھَاجِرِیْنَ جب صحابیون نے دیکھا کہ خود حضرت مشغول ہین اسوقت سب نے مستعد ہوکر خندق کے کھودنے مین اور مٹی کے اٹھانے مین بہت اہتمام کیا پس جب دوسرا دن ہوا تو صبح ہوتے ہی سب اصحاب بہت جلد خندق کے کھودنے کو گئے اور حضرت خود مسجد فتح مین بیٹھے پس اسی حالت مین کہ اصحاب خندق کھودرہے تھے ناگاہ ایک پہاڑ اُس زمین کے نیچے سے ایسا ظاہر ہوا کہ اسمین کلنگ تاثیر نہ کرتے تھے ہرچند سب نے زور بہت مارا لیکن وہ نہ کٹ سکا اسوقت لاچار ہوکر سب نے جابر ابن عبداللہ انصاری کو عرض حال کیلئے خدمت مین پیغمبر خدا کی روانہ کیا جابر کہتے ہین کہ مین مسجد مین آیا دیکھا مین نے کہ وہ حضرت پشت مبارک کو زمین پر اور ردائے مبارک کو سر کے نیچے رکھے ہوئے اور ایک پتھر کو اپنے شکم مبارک پر باندھے ہوئے لیٹے ہین مین نے حقیقت امر کو عرض کیا حضرت سنتے ہی اِس حال سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور جہان وہ پہاڑ ظاہر ہوا تھا تشریف لائے اور پانی طلب فرمایا جب پانی آیا تو روے مبارک کو اور ہاتھون کو کہنیون تک دھویا اور مسح سر اور پاے مبارک کا فرمایا بعد اُسکے تھوڑا سا پانی نوش فرمایا اور تھوڑا پانی دہن مبارک سے اُس پتھر پر ڈالا بعد اُسکے کلنگ کو اپنے دست مبارک مین لیا اور ایک ضربت اُسپر ماری کہ اُس ضربت سے روشنی مثل برق کے بلند ہوئی ایسی روشنی کہ جس سے شام کے بلند مکان ظاہر ہوے بعد اُسکے دوسری ضربت لگائی اور اُس سے بھی ایک برق چمکی کہ اُس سے شہر مدائن کے بلند مکانات مین نے دیکھے بعد اُسکے تیسری ضربت لگائی کہ اُسکی روشنی سے یمن کے مکانات دیکھے مین نے بعد اُسکے پیغمبر خدا نے فرمایا کہ آگاہ ہو کہ قریب ہے کہ مین اِن ملکون پر جو اسوقت اِس روشنی مین دکھائی دیئے فتحیاب ہونگا بعد اسکے وہ پتھر جو مثل پہاڑ کے تھا ریت کی طرح ٹکڑے ٹکڑے اور پراگندہ ہوگیا جابر کہتے ہین کہ بعد فراغت اِس امر کے مین سمجھا کہ پیغمبر خدا بھوکے ہین جو پتھر کو اپنے پیٹ پر باندھا ہے اِس خیال سے مین نے عرض کیا کہ آیا کچھ رغبت حضرت کو غذا کی طرف ہے فرمایا کہ کیا چیز تیرے پاس ہے مین نے عرض کیا کہ ایک صاع جو اور ایک بکری ہے فرمایا کہ آگے جا کر تیار کر جو کچھ کہ تیرے پاس حاضر ہے جابر کہتے ہین کہ مین گھر مین آیا اور اپنی بی بی سے کہا کہ جو کو پیس کر آٹا کرے اور بکری کو ذبح کرکے صاف کیا اور بی بی سے کہا کہ آٹے کی روٹی پکاے اور بکری کا سالن درست کرے جب اُسکی درستی سے فرصت ہوئی تو مین حضرت کی خدمت مین حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرے مان باپ آپ پر سے قربان ہون کھانا تیار ہے تشریف لیچلیے اور جسے منظور ہو اپنے ہمراہ لیچلیے یہ سنکر حضرت خندق کے کنارے پر کھڑے ہوئے اور باواز بلند ندا فرمائی کہ اے گروہ مہاجرین و

انصار جابر کی دعوت قبول کرو اور اسوقت سات سو آدمی مجتمع تھا حضرت کی آواز سنتے ہی اپنی اپنی جگہ سے سب نکل کر آئے جو آتا جاتا تھا اُس سے حضرت فرماتے جاتے تھے کہ دعوت جابر کو قبول کرو مین پہلے سب سے اپنے گھر آیا اور بی بی سے مین نے کہا کہ خدا کی قسم حضرت اسقدر زیادہ آدمی ساتھ لاتے ہین کہ ہرگز مجھے تاب و طاقت اُنکے کھلانے کی نہین ہے اُس زن عقلمند نے کہا کہ آیا مقدار طعام سے تو نے آگاہی اور اطلاع حضرت کی خدمت مین کردی تھی یا نہین جابر نے کہا کہ البتہ مقدار طعام کو عرض کر چکا ہون یہ سنکر اُنکی بی بی نے کہا کہ پھر ہمکو فکر کرنی کیا ضرور ہے وہ بہتر جانتے ہین جابر کہتے ہین کہ بعد اُسکے حضرت تشریف لائے اور دیگ کو دیکھا اور جابر کی بی بی سے فرمایا کہ آمین سے کچھ نکال اور کچھ دیگ مین رہنے دے اور پھر تنور پر نظر اقدس ڈالی اور فرمایا کہ کچھ روٹیان تنور سے باہر نکال اور کچھ اُسمین رہنے دے بعد اُسکے کاسہ طعام کو طلب کر کے شوربا اُسمین ڈالا اور روٹی کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے اُسمین بھگویا اور فرمایا کہ اے جابر دس دس آدمیون کو میرے پاس لا موافق حکم کے مین دس دس آدمیون کو بلالایا اور حضرت نے اُنھین کھلایا یہان تک کہ وہ سیر ہو گئے اور کاسہ سے کچھ کم نہوا سوا اسکے کہ انگلیون کا نشان اُسمین بنا تھا بعد اُسکے فرمایا کہ اے جابر ایک ہاتھ بکری کا لا مین نے حاضر کیا اُسے تناول فرمایا بعد اُسکے فرمایا کہ اور دس شخصون کو لا مین اُسی طرح پھر دس آدمیون کو بلایا وہ بھی کھاکر سیر ہوے اور پھر وہ کاسہ بھرا تھا دیکھنے مین سوائے نشان انگشتان کچھ نہ معلوم ہوتا تھا پھر فرمایا کہ بکری کا ہاتھ لا اور اُسے نوش فرمایا بعد اُسکے اُنھین رخصت کیا اور پھر دس شخصون کو طلب فرمایا مین نے حاضر کیا اُنھون نے بھی کھایا اور سیر ہوے جب وہ کھا چکے تو پھر فرمایا کہ علیّ بالذراع یعنی اور بکری کا ہاتھ لا مین نے بکری کا ہاتھ حاضر کر کے عرض کیا کہ بکری کے کتنے ہاتھ ہوتے ہین فرمایا دو ہوتے ہین مین نے عرض کیا کہ قسم ہے اُس خدا کی جسنے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ مین تین ہاتھ آپ کی خدمت مین گذران چکا ہون فرمایا کہ اے جابر اگر تو چپ رہتا تو سب ہی ایک ہاتھ کے ذراع سے کھاتے و سیر ہو جاتے بعد اُسکے دس دس آدمیون کو مین حکم کے موافق لاتا تھا اور وہ سیر ہو کر کھاتے تھے اور اُٹھ جاتے تھے یہان تک کہ سب اصحاب خوب سیر ہو کر کھا گئے اور پھر کھانا اتنا باقی رہ گیا کہ چند روز تک وہ میرے کام مین آیا فقط یہ حدیث بڑی ہے لیکن بقدر حاجت مقام اُس سے نقل کیا گیا از انجملہ وہ ہے جو آخوند صاحب نے حیات القلوب مین بسند ہائے معتبر جناب امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جناب ائمہ نے فرمایا کہ مین پیغمبر خدا کے ساتھ شہر سے باہر گیا اور ایک ایسی منزل پر پہونچے کہ پانی وہان نہ تھا اور ہمراہیون کو پیاس کی شدت ہوئی اُسوقت آنحضرت نے ایک ظرف کو طلب فرمایا کہ اُسمین تھوڑا سا پانی تھا اور اُسمین دست مبارک کو اپنے رکھا بعد اُسکے انگلیون کے بیچ مین سے حضرت کے پانی اسقدر جاری ہوا کہ آدمی اور گھوڑے اور اونٹ سب سیراب ہو گئے اور جسقدر ظروف تھے پانی کے وہ سب انے بھر لیے اور اُسوقت حضرت کے لشکر مین تیس ہزار آدمی اور بارہ ہزار اونٹ اور بارہ ہزار گھوڑا تھا اور دوسری روایت مین ہے کہ فرمایا کہ ایک گڑھا کھودا اور اُسمین ایک نطع بچھائی اور دست مبارک کو اُس نطع کے اوپر رکھا اور فرمایا کہ تھوڑا پانی لاؤ اُسے دست مبارک پر ڈالا اور حضرت نے خدا کا نام لیا بعد اُسکے انگلیون کے بیچ مین حضرت کے

بیان معجزے کا جسمین انگشتان مبارک سے پانی جاری ہوا

پانی جوش مارنے لگا اور یہ قصہ بھی متواترات سے ہی اور اسی قبیل سے ہی جو طبرسی علیہ الرحمہ نے خبر نقل کی ہی کہ ایک یہودی نے جناب امیرؑ سے کہا کہ فَاِنَّ مُوسیٰ قَدْ اَعْطَی الْحَجَرَ فَانْبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا یہ سنکر حضرت نے فرمایا کہ ایسا ہی ہی اور حق تعالیٰ نے ہمارے پیغمبر محمد مصطفےٰ کو جب حدیبیہ مین حضرت کا نزول ہوا ہی اور اہل مکہ نے آنحضرت کا محاصرہ کیا ہی تو اِس سے بہتر معجزہ کرامت فرمایا تھا اور اُسکا بیان یہ ہی کہ صحابون نے شدت تشنگی سے حضرت کی خدمت مین شکایت کی اور اُسوقت یہ حال تھا کہ گھوڑون کے پیٹ مین گڑھے پڑ گئے تھے پس ایک یمانی ڈول طلب فرمایا اور دست مبارک کو اپنے اُسمین نصب کیا اُسکے بعد انگشتان مبارک سے آنحضرت کے ایک پانی کا چشمہ جاری ہوا کہ جس سے سب آدمی سیر ہوے اور اپنے گھوڑون کو سیراب کیا اور جسقدر پانی کے ظروف اُن پاس تھے اُنھین بھر لیا اور بہ تحقیق کہ مین آنحضرت کے ہمراہ تھا حدیبیہ مین کہ ایک کنوان خشک ہمنے پایا پس ایک تیر کو اپنے ترکش سے نکال کر براء ابن عازب کو سپرد فرمایا اور حکم دیا کہ اِس تیر کو لیجا کر چاہ خشک مین گاڑ دے جب براء نے موافق ارشاد کے اُس تیر کو چاہ خشک مین زمین پر مارا تو اُس تیر کے نیچے سے بارہ چشمے جاری ہوے اور ایک قوم نے حضرت سے شکایت کی کہ ایک کنوان ہمارا ہی کہ گرمی مین اُسکا پانی سوکھ جاتا ہی یہ سنکر لعاب دہن اُسمین اپنا ڈالا بفور اُسکے آب صاف شیرین اُسمین جاری ہوا اور جب یہ خبر اہل یمامہ کو پہونچی تو اُنھون نے مسیلمہ کذاب سے کہا کہ ہمارے کنوئین مین بھی پانی کم ہی تو اُسے بڑھا دے جب اُسنے اپنا لعاب دہن اُس کنوئین مین ڈالا تو جسقدر پانی اُسمین تھا وہ بھی خشک ہو گیا اور اِس سے قریب ہی وہ خبر جو آخوند صاحب نے حیات القلوب مین نقل کی ہی کہ ایک جماعت نے حضرت کی خدمت مین شکایت کی کہ اُنکے کنوئین مین پانی شور اور کم ہی پس حضرت اُنکے کنوئین پر تشریف لائے اور آب دہن اپنا اُسمین ڈالا پس اُسی وقت اُسکا پانی شیرین ہو گیا اور جوش مار کر بلند ہوا اور وہ کنوان اب تک کے یاہر معروف ہی اور اُسے عیسلہ کہتے ہین اور اُس کنوئین والے اُسے اپنی بزرگترین مکرمت سے شمار کرتے ہین اور اُس سے فخر کرتے ہین اور جب مسیلمہ کذاب کی قوم نے سنا تو اُسکے پاس گئے اور کہا کہ تو بھی اِس معجزے کو ہمارے واسطے ظاہر کر وہ ایک کنوئین پر جسکا پانی بہت شیرین تھا گیا اور اپنا آب دہن نجس اُسمین ڈالا اُسکا پانی فوراً شور و تلخ ہو گیا اور بیٹھ گیا اور وہ بھی کنوان یمن مین معروف ہی اور قریب ہی اُس سے جو جناب علامہ علیہ الرحمہ نے نقل کیا ہی کہ گواہی دی ہی حضرت کی پیغمبری کی بھیڑیے نے اور اُسکا قصہ یہ ہی کہ وہنان بن اوس اپنے گلہ گوسفند کو چراتا تھا کہ بھیڑیا آیا اور ایک بکری کو اُسمین سے اُسنے پکڑا وہ بکری اُسکے ساتھ ساتھ روانہ ہوئی اُسوقت اُس بھیڑیے نے کہا کہ تعجب کی بات یہ ہی کہ بکری میرے ساتھ آتی ہی اور میری اطاعت کرتی ہی اور محمد مصطفےٰ حق کی طرف طلب کرتے ہین اور اُسے کوئی قبول نہین کرتا یہ سنکر وہنان حضرت کی خدمت مین آیا اور سلام قبول کیا اور اُسے سب مکلم الذئب کہکر پکارتے تھے اور قریب ہی اُس سے جو کلینی علیہ الرحمہ نے باسناد معتبرہ اپنی کیفیت جناب ابوذر کے مسلمان ہونے کی حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہی کہ آنحضرت نے کسی شخص سے اپنے صحابون مین سے فرمایا کہ چاہتے ہو کہ تمھین خبر دون مین کہ سلمان و ابوذر کیونکر مسلمان ہوے اُس شخص نے عرض کیا کہ سلمان

اسلام کی کیفیت تو مجھے معلوم ہے لیکن ابی ذر کے مسلمان ہونے کی کیفیت معلوم نہین ہے اس سے آگاہ فرمائیے ور واقع مین یہ
کہ اس شخص نے خطا کی کہ بعد حضرت کے اس فرمانے کے کہا کہ خبر سلمان کے اسلام کی جانتا ہون کیونکہ اگر واقع مین جانتا تو
خبر حقیقی کو تو جو فرمایا تھا یہ نہ فرماتے بلکہ فقط خبر اسلام ابی ذر کی ہی تعلیم کو فرماتے اس سے خطا ہوئی کہ دونون کو نہ پوچھا کہ علم حقیقی
دونون کا حاصل ہو جاتا القصہ یہ سنکر حضرت نے فرمایا کہ ابوذر بطن مر مین کہ ایک مقام کا نام ہے جو ایک منزل مکہ معظمہ سے
دور واقع ہے اپنے گوسفندون کو چراتے تھے ناگاہ جانب راست سے ایک بھیڑیا آنکے گوسفندون کی طرف متوجہ ہوا انھون نے
اپنے عصا سے اسے ہنکایا وہ جانب چپ سے آیا اسوقت ابوذر نے ایک عصا اسکے منھ پر مارا اور کہا کہ تجھسے بدتر اور زیادہ
خبیث بھیڑیا نہین دیکھا اسوقت وہ بھیڑیا حضرت کے اعجاز سے مثل انسان کے باتین کرنے لگا اور کہا اسنے کہ وہ اہل مکہ
مجھسے بدتر ہین کہ خداوند عالم نے پیغمبر انکی طرف بھیجا ہے اور وہ اسکی طرف دروغ گوئی کی نسبت دیتے ہین اور اسے
ناسزا کہتے ہین جب یہ بات ابی ذر نے سنی تو اپنی بی بی سے کہا کہ توشہ اور لنگی اور عصا میرا لا بس انھین لیکر مکہ معظمہ کی طرف
پیادہ پا روانہ ہوے کہ تا جو کچھ بھیڑیے سے سنا تھا اسے تحقیق کرین بالجملہ اسوقت کہ زیادہ گرمی تھی داخل مکہ ہوے اور
بہت اذیت و تعب اٹھا کر پہونچے اور اسوقت پیاس انپر غالب تھی چاہ زمزم کے پاس آئے اور ڈول اس سے اپنے واسطے
کھینچا جب وہ ڈول باہر آیا اور دیکھا تو وہ دودھ سے بھرا ہوا تھا دل مین انکے آیا کہ جو کچھ بھیڑیے نے کہا تھا یہ اسکا گواہ ہے
اور یہ بھی معجزات سے اس پیغمبرؐ کے ہے بعد اسکے اسے پیا اور سیراب ہو کر کنار مسجد مین آئے دیکھا کہ ایک جماعت قریش کی ایک
دوسرے کے گرد بیٹھے ہین انکے قریب آنکر بیٹھے دیکھا کہ یہ لوگ ناسزا پیغمبرؐ خدا کی نسبت مین کہہ رہے ہین جیسا کہ بھیڑیے نے
خبر دی تھی اور برابر اسی حال مین لوگ رہے یہان تک کہ آخر روز ہوا اور حضرت ابوطالبؑ داخل مسجد ہوے جب ان سب کی نظر
انپر پڑی تو آپسمین کہنے لگے کہ چپکے رہو کہ اسکا چچا آیا ہے یہ کہکر بدگوئی کو حضرت کی ترک کیا اور جب ابوطالبؑ آنکر بیٹھے تو انسے
باتین کرنے مین مشغول ہوے اور شام تک انسے باتین کیا کیے جناب ابی ذر کہتے ہین کہ جب ابوطالبؑ اٹھکر مکان پر چلنے لگے
تو مین انکے پیچھے پیچھے روانہ ہوا ابوطالبؑ نے میری طرف منھ کیا اور کہا کہ اپنی حاجت بیان کر مین نے کہا کہ اس پیغمبرؐ کی
تلاش مین آیا ہون جو تم مین مبعوث ہوا ہے ابوطالبؑ نے کہا کہ انسے کیا کام ہے ابوذر نے کہا کہ چاہتا ہون کہ انکے ساتھ
ایمان لاؤن اور جو فرمائین اسکا اقرار بصدق دل کرون اور اپنے تئین انکا مطیع و منقاد گردانون اور جس بات کا حکم کرین
اسمین اطاعت کرون ابوطالبؑ نے کہا کہ آیا یقیناً ایسا کرے گا ابی ذر نے عرض کیا کہ ہان ایسا ہی کرونگا ابوطالبؑ نے کہا
کہ کل اسی وقت میرے پاس آنا تو مین تمھین انکی خدمت مین پہونچا دونگا ابوذر کہتے ہین کہ مین رات کو پھر مسجد مین رہا
اور جب دن ہوا تو ان کافرون کی مجلس مین بیٹھا اور انھون نے موافق روز گذشتہ کے زبان اپنی آنحضرت کی نسبت ناسزا گوئی مین
دراز کی اور جب ابوطالبؑ آئے تو سب چپ ہو گئے اور انکے ساتھ باتین کرتے رہے یہان تک کہ جب ابوطالبؑ اٹھے
تو مین انکے پیچھے روانہ ہوا پھر مجھسے وہی پوچھا جو پہلے دن پوچھا تھا مین نے وہی جواب جو پہلے دیا تھا عرض کیا پھر

تاکید فرمائی کہ جو کہتے ہو وہی کرو گے مین نے عرض کیا کہ ہان وہی کرونگا پس مجھے اپنے ساتھ لیکر اُس گھر پر آئے جہان حمزہ تھے مین نے اُنپر سلام کیا انھون نے مجھسے حاجت کو پوچھا وہی جواب مین نے اُنسے بھی عرض کیا انھون نے کہا کہ تم گواہی دیتے ہو کہ خدا ایک ہی اور محمد اُسکا بھیجا ہی مین نے کہا اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ پھر وہانسے حمزہ مجھے اپنے ساتھ اُس گھر مین لیگئے جہان حضرت جعفر طیار تھے اُنپر بھی مین نے سلام کیا اور بیٹھا میرا مطلب انھون نے بھی پوچھا وہی جواب مین نے دیا جو ابو طالبؑ و حمزہ کو دیا تھا انھون نے شہادتین کی تکلیف دی مین نے زبان سے اقرار کیا وہ مجھے اپنے ہمراہ اُس گھر مین لیگئے جہان حضرت امیر المومنینؑ تھے آنحضرت نے سوال کے بعد اور شہادتین کے اقرار کے حکم فرمانے کے بعد مجھے اپنے ہمراہ لیا اور اُس گھر مین لیگئے جہان حضرت رسول تشریف رکھتے تھے مین نے سلام کیا اور بیٹھا حضرت نے میری حاجت کو پوچھا اور بعد اُسکے کلمہ شہادتین کو مجھے تلقین فرمایا جب مین شہادتین کا اقرار کر چکا تو فرمایا کہ ای ابو ذر اپنے وطن کو جاؤ اور جب تک تو گھر پہونچے گا تیرے چچا کا بیٹا مر جائیگا اور اُسکا تیرے سوا کوئی وارث نہوگا تو اُسکے مال کو لے اور اپنے اہل و عیال مین رہ یہان تک کہ میری نبوت کا امر ظاہر ہو آخر کو میرے پاس آنا ابو ذر اپنے وطن گئے پہونچ کر دیکھا کہ چچا کا بیٹا مر گیا تھا اُسکے مال کو لیا اور ٹھہرے رہے یہان تک کہ حضرت پیغمبر خدا نے مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی اور امر اسلام نے رواج پایا اُسوقت مدینہ مین حضرت کی خدمت باسعادت مین حاضر ہوے حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ خبر ہی ابو ذر کے مسلمان ہونے کی اور اسلام سلمان کی خبر کسنے سنے ہی اُسوقت وہ شخص پشیمان ہوا اُس کلام سے اپنے جو دعوی کیا تھا کہ خبر اسلام سلمان جانتا ہون و استدعا کی کہ اُسے بھی فرمایئے لیکن حضرت نے اُس وقت خبر کو نہ فرمایا اور حق تعالی نے بسبب شرف اسلام کے اور اُس اخلاص و اختصاص کے ذریعے سے جو جناب ابی ذر کو حضرت پیغمبر خدا سے تھا کرامات بزرگ جناب ابی ذر کو کرامت فرمائے و حقیقت مین وہ سب تاثیرات نفس قدسی نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ کے تھے چنانچہ راوندی اور ابن شہر آشوب نے جناب ابی ذر سے روایت کی ہی کہ کہا انھون نے کہ ایک روز مین پیغمبر خدا کی خدمت مین حاضر ہوا فرمایا کہ تمھارے گوسفند کیا ہوے مین نے عرض کی کہ اُنکا قصہ عجیب ہی مین ایک روز نماز پڑھتا تھا ناگاہ ایک بھیڑیا آیا اور اُسنے میرے گلہ گوسفند پر حملہ کیا اور ایک بچہ گوسفند کو اُسمین سے لیا مین نے نماز کو نہ توڑا اور ارشاد القلوب کی روایت مین ہی کہ مین نے نماز کو نہ توڑا ہر چند شیطان نے میرے دل مین وسوسہ کیا کہ تو مال دنیا سے کچھ نہین رکھتا اگر نماز کو نہ توڑے گا تو بھیڑیا کسی گوسفند کو نہ باقی رکھیگا اور پھر کچھ مال تیرے پاس نہ باقی رہیگا لیکن اُسکا جواب مین نے دل مین اپنے دیا کہ اگر مال دنیا میرے ہاتھ سے جاے جاے ایمان ساتھ نبی برحق کے اور محبت اُنکے اہلبیت کی جو اُس سے اشرف ہی بحمد اللہ میرے ہاتھ مین ہی اور اپنی نماز پر متوجہ رہا ناگاہ دیکھا مین نے کہ ایک شیر آیا اور اُسنے اُس بچہ گوسفند کو جسے بھیڑیے نے پکڑا تھا چھینا اور اُسے گلہ گوسفند مین میرے داخل کیا اور مجھے پکار کر کہا کہ ای ابو ذر اپنے دل کو نماز کے ساتھ رکھ کہ خدا نے مجھے تیرے گوسفندون پر موکل فرمایا ہی جب مین نماز پڑھ چکا تو شیر نے

حکایت سفینہ غلام آزاد کردہ پیغمبر خدا

کہا کہ محمدؐ کی خدمت مین جا اور عرض کر کہ حق تعالی نے تیرے مصاحب کو اور تیری شریعت کے حفظ کرنے والے کو بزرگی دی
اور شیر کو اُسکے گوسفندون پر موکل فرمایا پس اِس بات کے سُننے سے جو صحبت مین بیٹھے تھے اُنھون نے بہت تعجب کیا
اور اِسی کے قریب ہی وہ قصہ جو راوندی وغیرہ نے محمد ثانی خاصہ و عامہ سے روایت کی ہی کہ سفینہ غلام آزاد کردہ پیغمبر خدا
کہتا ہی کہ ایکبار حضرت نے مجھے کسی لڑائی پر بھیجا تھا مین کشتی پر سوار ہو کر روانہ ہوا اِرادہ مین کشتی ٹوٹی اور جتنے ہمراہی تھے اور
جو کچھ اسباب تھا وہ سب غرق ہوے اور مین ایک تختہ پر بند ہو کر رہ گیا اور موج نے مجھے ایک پہاڑ پر جو دریا کے بیچ مین تھا
پہونچایا اور جب پہاڑ کے اوپر پہونچ چکا تو ایک دوسری موج آئی کہ وہ پہاڑ سے دریا مین لے آئی اور پھر دریا سے پہاڑ پر
لیگئی اور اِسی طرح مکرر اُسنے میرے ساتھ کیا اور آخر کو مجھے دریا کے کنارے پہونچایا اُسوقت مین نے خدا کا شکر ادا کیا اور
دریا کے کنارے حیران پھرتا تھا ناگاہ دیکھا مین نے ایک شیر جنگل سے نکل کر میری طرف متوجہ ہوا اور میرے مارنے کا
اُسنے ارادہ کیا اُسوقت مین نے جان سے ہاتھ دھو کر آسمان کی طرف ہاتھون کو بلند کیا اور کہا کہ خداوندا مین تیرا بندہ
اور تیرے پیغمبر کا آزاد کردہ ہون مجھے پانی مین ڈوبنے سے تو نے نجات دی آیا شیر کو مجھپر مسلط کرتا ہی اُسوقت میرے
دل مین خود بخود یہ آیا کہ اُس شیر سے کہا کہ ای شیر مین سفینہ غلام ہون رسول خدا کا میرے آقا کی حرمت کو اُسکے غلام حق مین
محفوظ رکھ سفینہ کہتا ہی کہ واللہ جسوقت یہ مین نے کہا فورًا وہ جھک گیا اور بلی کی طرح میرے پاس آیا اور اپنے منھ کو کبھی
میرے پاے رست پر اور کبھی پاے چپ پر ملتا تھا اور میرے منھ کو دیکھتا تھا بعد اسکے زمین پر لیٹ گیا اور مجھسے اشارہ کیا
کہ سوار ہو جب مین سوار ہوا تو بہت جلد ایک جزیرے مین مجھے پہونچایا کہ وہان درخت اور میوے بہت تھے اور شیرین
پانی جا بجا تھا بعد اُسکے مجھسے اشارہ کیا مین اُسکی پیٹھ پر سے اُترا اور میرے برابر وہ کھڑا رہا یہان تک کہ مین نے میٹھا پانی
پیا اور میوے توڑ کر اُٹھا لیے اور درختون سے پتّے لیے اور اُس سے اپنے بدن کو اور عورتین کو چھپایا اور جو کپڑے میرے پاس تھے
اُنھین پانی مین ڈبو لیا کہ آئندہ جب پیاسا ہونگا تو اُنھین نچوڑ کر پی لونگا جب اِن کامون سے مجھے فراغت ملی تو پھر وہ شیر
لیٹ گیا اور سوار ہونے کو مجھسے اشارہ کیا اور مین اُسپر سوار ہوا جب مین سوار ہو چکا تو مجھے ایک اور راہ سے دریا کے کنارے
پہونچایا دیکھا مین نے کہ دریا کے بیچ مین جہاز جاتا ہی بعد اُسکے مین نے اپنے کپڑے کو ہلایا کہ اُن جہاز والون نے دیکھا اور
جب وہ میرے قریب آئے اور مجھے شیر پر سوار دیکھا تو بہت متعجب ہوے اور حق تعالی کی تسبیح و تہلیل کرنے لگے اور کہنے لگے
کہ تو کون ہی جن ہی یا انسان ہی مین نے کہا کہ مین سفینہ غلام ہون پیغمبر خدا کا اور یہ شیر برعایت حق میرے آقا کے جسے خدا نے
ملقب بشیر و نذیر کے ساتھ فرمایا ہی میرا مطیع و مسخر ہوا ہی جب نام مبارک حضرت کا سنا تو جہاز کا بادبان اُتارا اور لنگر ڈالا
اور دو شخصون کو چھوٹی کشتی پر سوار کر کے میرے پاس بھیجا اور کپڑے میرے پہننے کے واسطے بھیجے اُسوقت مین شیر پر سے اُترا
اور وہ ایک کنارے پر کھڑا ہوا مجھے دیکھتا تھا کہ مین کیا کرتا ہون پھر اُن کشتی والون نے کپڑے میرے پاس رکھے اور مین نے
اُنھین پہنا اور ایک نے اُنمین سے کہا کہ آؤ میرے کاندھے پر سوار ہو تا کہ تمھین کشتی تک پہونچا دین نہین چاہیے کہ شیر پیغمبر خدا کی

امت سے زیادہ انکے حق کی رعایت کرے اسوقت مین شیر کے پاس گیا اور کہا مین نے کہ خدا تجھے رسول خدا کی طرف سے
اسکا عوض اور جزا دے جب یہ مین نے کہا تو واللہ دیکھا مین نے کہ اسکی آنکھون سے آنسو جاری ہوے اور وہ اپنی جگہ
نہین ہٹا جب تک مین جہاز پر سوار نہین ہولیا اور وہ برابر مجھے دیکھے جاتا تھا جب تک کہ جہاز سامنے رہا اور دوسری
روایت سے منقول ہی کہ حضرت نے سفینہ کو نامہ دیا کہ اسے یمن مین لیجا کر معاذ کو دینا اثنائے راہ مین انھون نے شیر کو
دیکھا کہ راستے پر بیٹھا ہی یہ ڈرے اور کہا کہ مین پیغمبر خدا کی طرف سے پیغامبر ہون معاذ کی طرف حضرت نے بھیجا ہی اور
یہ نامہ ہی آنحضرت کا یہ سنکر بقدر ایک پرتاب تیر کے وہ شیر منہ کے سامنے سے دوڑا اور بعد اسکے ایک آواز کی اور راہ سے دور
ہو گیا یہان تک کہ سفینہ نکل گیا اور جب پھر کر معاذ پاس سے آنے لگا تو پھر اس شیر نے اسی طرح کیا جب سفینہ نے حضرت کی
خدمت مین حاضر ہو کر شیر کا قصہ نقل کیا تو حضرت نے فرمایا کہ جب پہلے آواز شیر نے تیرے جانے کے وقت پر کی تھی تو وہ
پوچھا تھا اسنے کہ رسول خدا کیسے ہین اور جو پھیرنے کے وقت آواز دی تھی وہ کہا تھا کہ رسول خدا کو میرا سلام کہہ دینا فقط
اور اسی قبیل سے ہی جو حضرت نے مریضان مایوس العلاج کو شفا دی ہی اور پوشیدہ باتون کو بیان فرمایا ہی جیسا کہ جناب
امام حسن عسکری علیہ السلام سے منقول ہی کہ جب حضرت مکہ معظمہ مین تھے تو قریش نے آنحضرت سے عرض کیا کہ ای محمد ہمارا
پروردگار جو بت موسوم بہ ہبل ہی بیمارون کو صحت دیتا ہی اور ہمین ہلاک سے بچاتا ہی حضرت نے فرمایا کہ جھوٹ کہتے ہو
وہ کسی بات پر قادر نہین ہی مدبر امور حق تعالی ہی انھون نے کہا کہ ای محمد ہم ڈرتے ہین کہ ہبل تمکو بڑی بڑی بیماریون مین مثل فالج
ولقوہ وکوری وغیرہ کے نہ مبتلا کرے بسبب اسکے کہ تم اسکی پرستش کو منع کرتے ہو حضرت نے فرمایا کہ یہ جو تم کہتے ہو سوا خدا کے
کوئی قادر نہین ہی اسوقت وہ کہنے لگے کہ ای محمد اگر تم سچ کہتے ہو کہ تمھارے خدا کے سوا کوئی ان امرون پر قادر نہین ہی تو کہو کہ ہمکو
خدا ان بلاؤن مین مبتلا کرے تاکہ ہم اپنے ہبل سے سوال کرین کہ وہ ہمکو شفا دے اور تم جانو کہ ہبل تمھارے پروردگار کا شریک ہی
اسوقت جبرئیل نازل ہوے اور کہا کہ ای محمد بعضون پر تم نفرین کرو اور بعضون پر علی ابن ابیطالب نفرین کرین کہ مین انھین
مبتلا کرون بعد اسکے بیس شخصون پر پیغمبر خدا نے اور دس نفر پر حضرت علی مرتضی نے نفرین کی کہ اسی وقت وہ مبتلی ہوے
خورہ اور پیسی اور کوڑھی اور فالج اور لقوہ مین اور ہاتھ پاؤن انکے گر گئے اور انکے بدن مین کوئی عضو صحیح نہ رہا مگر زبان
اور کان مثل انکے ہ اسکے بعد وہ انھین اٹھا کر ہبل پاس لیگئے اور دعا کی کہ انھین شفا دے اور کہا کہ محمد و علی نے ان پر نفرین کی ہی اور
ایسے ہو گئے ہین پس تو انھین شفا دے اسوقت قدرت خدا سے ہبل نے انھین ندا دی کہ ای دشمنان خدا مین کسی چیز پر قادر نہین ہون
اور قسم کھاتا ہون اس خداوند کی کہ جسنے محمد کو اپنی خلق پر بھیجا ہی اور اسے سب پیغمبرون سے بہتر گردانا ہی کہ اگر وہ مجھپر نفرین کرے
سب اعضا و اجزا میرے گر جائین اور میرے اجزا کو ہوا اطراف عالم مین اڑا کر ایسا پراگندہ کرے کہ کہین میرا اثر نہ باقی رہ جاے
اور سب سے بڑے جو میرے اجزا ہین وہ سو حصے سے ایک حصہ چھوٹا ہو جاے تو یقینی اسی طرح ہوگا جب یہ بات ہبل سے
انھون نے سنی تو اس سے ناامید ہوے اور حضرت کی طرف دوڑے اور فریاد کرنے لگے اور کہنے لگے کہ ای محمد اب امید ہماری

غیرت قطع ہوئی پس ہماری فریاد کو پہونچ اور اپنے خدا سے کہو کہ ہمارے اصحاب کو اس بلا سے نجات دے اور ہم عہد
کرتے ہین کہ پھر تمھین اذیت نہ پہونچائینگے بعد اسکے اُن بیس شخصون کو جنھین پیغمبر خدا نے نفرین کی تھی لائے حضرت کے پاس
اور جن دس شخصون کو جناب امیر نے نفرین کی تھی اُنھین اُنکی خدمت مین لائے دونون بزرگوارون نے اُنسے کہا کہ اپنی
آنکھون کو پوشیدہ کرو اور کہو کہ خداوندا بجاہ محمدؐ و آل طیبین اُنکے ہم تجھے قسم دیتے ہین کہ ہمین صحت دے جب اُنھون نے
کہا سب صحیح و تندرست ہو گئے اور وہ تیسون آدمی ساتھ اپنے بعض عزیزون کے ایمان لائے اور باقی قریش اپنی
شقاوت پر باقی رہے بعد اُسکے حضرت نے اُنسے جو ایمان لائے تھے فرمایا کہ چاہتے ہو کہ تمھاری بینائی کو زیادہ کردون
اُنھون نے عرض کیا کہ ہان فرمایا کہ خبر دون تمھین کہ تمنے کیا کھایا ہی اور کیا دوا کی ہی اور کیا ذخیرہ کیا پھر اُنھین خبر دی
اُس چیز سے کہ جو اُس روز اُنھون نے کھایا تھا اور دوا کی تھی اور گھر مین اپنے جمع کیا تھا بعد اُسکے فرمایا کہ ای ملائکہ میرے
پروردگار کے میرے پاس اُنکے طعام ہای باقی ماندہ کو اُنھین دسترخوانون مین کہ جنپر اُنھون نے آج کھایا ہی حاضر کرو
پس دیکھا اُنھون نے کہ ہوا پر سے اُنکے دسترخوان اور خوان ہای طعام اُترتے ہین بعد اُسکے ہر ایک کے دسترخوان کو حضرت نے
بتایا کہ یہ کسکا ہی اور یہ کسکا ہی اور پھر فرمایا ای کھانے مجھے بتا بحکم خدا کہ کسقدر تجھسے کھایا ہی اور کسقدر باقی ہی پس طعام
باتین کرنے لگا اور عرض کرنے لگا کہ مجھسے اُس شخص نے اتنا کھایا اور اُسکے غلام نے اتنا کھایا اور مین اسقدر باقی ماندہ ہون
بعد اُسکے حضرت نے فرمایا کہ ای کھانون بتاؤ کہ مین کون ہون اُن کھانون نے عرض کیا کہ آپ پیغمبر خدا ہین بعد اُسکے
علی ابن ابیطالبؑ کی طرف اشارہ فرما کر کہا کہ یہ کون ہی سب نے عرض کیا کہ یہ آپ کے بھائی ہین کہ بعد آپکے سب گذرے ہوؤن سے
اور سب آنے والون سے دنیا کے بہتر ہین اور آپ کے وزیر و خلیفہ ہین اور بہترین خلیفہ ہین بعد اُسکے راوی نے جناب
امام حسن عسکریؑ علیہ السلام کی خدمت مین عرض کیا کہ آیا حضرت رسول اور علی ابن ابیطالبؑ کے اور بھی معجزے تھے
کہ حضرت موسیٰؑ کے معجزات سے مشابہ ہون جناب امام حسن عسکریؑ نے فرمایا کہ علی ابن ابیطالب بمنزلہ جان پیغمبر خدا کے ہین
اور معجزات علی معجزات پیغمبر خدا کے ہین اور معجزات پیغمبر خدا کے معجزات علی ابن ابیطالبؑ کے ہین اور ہر پیغمبر کے معجزے کو خدا نے
پیغمبر آخر الزمان کو عطا فرمایا تھا اور اس سے زیادہ کتاب احتجاج طبرسی مین منقول ہی کہ ایک یہودی نے حضرت امیر علیہ السلام سے
کہا کہ خدا نے حضرت موسیٰ کو ایسا عصا دیا تھا کہ وقت اظہار معجزہ اژدہا ہو جاتا تھا حضرت نے فرمایا کہ ہمارے پیغمبر کو
حق تعالی نے اُس سے افضل کرامت فرمایا تھا بدرستیکہ ایک شخص کا قرض ابوجہل بن ہشام پر آتا تھا کہ اُسنے اُسکے ہاتھ
ایک خچر بیچا تھا اور وہ قیمت اُسکی اُسے نہ دیتا تھا بسبب اپنے زور و تکبر کے اور مشغول ہونے اُسکے لذتہای نفسانی مین مثل
شغل شراب و کباب کے ہر چند صاحب قیمت تقاضا و طلب کرتا تھا لیکن کچھ اُس سے فائدہ نہوتا تھا ایک شخص نے
کفار مین سے اُس سے کہا کہ اگر تو چاہے تو مین ایسے شخص کو بتادون جو زبردستون سے حقوق کو حقدارون کے دلاتا ہی
طلبگار نے بسبب اپنے اضطرار کے قبول کیا اور پوچھا اُس ملعون نے نیت فاسد سے اپنے حضرت کا نام بتا دیا اسلیے ابوجہل

معجزہ [illegible] حضرت رسالت مآب کا [illegible]

آرزو کرتا تھا کہ کاش پیغمبر خدا کسی وقت میرے پاس آئین تا کہ پناہ بخدا اُنسے استہزا اور مسخریہ کرون اور حاجت نکی وا نکرون وہ شخص یہ سنکر دوڑا اور حضرت کی خدمت مین پہونچکر عرض کی کہ مین نے سُنا ہی کہ آپ عمر بن ہشام کے ساتھ بہت راہ و رسم رکھتے ہین مین آپ کو شفیع کرتا ہون کہ اُس سے میرا زر قیمت دلا دیجیے یہ سُنکر جب طالب شفاعت اُسنے کی تو وہ شفیع روز جزا اپنے حسن خلق سے اُٹھ کھڑے ہوے اور اُسکے ساتھ عمر بن ہشام کے یہان تشریف لاے اور فرمایا کہ ای ابو جہل اس مرد کے حق کو ادا کر اور اُسوقت تک کوئی کینیت عمر بن ہشام کی نہ جانتا تھا پس بفور ارشاد حضرت کے ابوجہل اُٹھا اپنی صحبت سے اور بے اِسکے کہ کچھ عذر کرے اُسکے حق کو ادا کیا حضرت دلا کر پھر آئے جب ابوجہل پھر اپنی صحبت مین آیا تو اہل صحبت نے اُس سے کہا کہ محمدؐ سے ڈر گیا اُسنے کہا کہ واے ہو تمپر میرا عذر تو سنو اور قبول کرو جب وہ حضرت آئے اور میری طرف منھ کیا اُنکے پہلوے راست مین مین نے دیکھا کہ ایک جماعت چمکتے ہوے ہتھیار ہاتھون مین لیے اور پہلوے چپ مین اُنکے دو اژدہے بڑے بڑے کہ اپنے دانتون کو ایک دوسرے پر رگڑتے تھے اور تیز نظر مثل شعلہ آتش تھے میرے دیکھنے مین معلوم ہوتے تھے اگر اُسکے فرمانے کے موافق نہ کرتا تو مجھے امان نہ تھی کہ اُنھین حربون سے میرا پیٹ پھاڑ ڈالتے اور دونون اژدہے مجھے کاٹ لیتے فرمایا کہ یہ معجزہ معجزہ ثعبان موسیٰ سے بالاتر ہی بعد اُسکے پھر ارشاد فرمایا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے ایک دن قریش کی حماقت کا بیان فرمایا اور اُنکے دین کی مذمت کی اور اُنکے بتون کو بُرا کہا اور اُنھین گمراہی کی طرف منسوب کیا پس وہ نہایت غمگین ہوے اور ابو جہل نے کہا کہ ایسی زندگی سے مرنا بہتر ہی ای جماعت قریش آیا تم مین ایک شخص بھی ایسا نہین ہی کہ محمدؐ کو مار ڈالے اگرچہ اُسکے عوض مین مارا جاے اُنھون نے کہا کہ نہین ہو سکتا کہ ہم اُسے مار کر اپنے تئین قتل کرائین ابو جہل نے کہا کہ مین اِس کام کو کرونگا مجھسے یہ ہوگا مین اُسے مارتا ہون اولاد عبد المطلب اگر چاہے مجھے اُسکے عوض مین مار اور چاہے زندہ رہنے دے سب قریش نے کہا کہ اگر تو ایسا کرے تو سب اہل وادی پر تیرا احسان ہوگا اور ایسی نیک بات تجھسے ظاہر ہوگی جو ہمیشہ سب یاد کرینگے ابو جہل نے کہا کہ جسوقت محمدؐ مسجد مین آتے ہین تو سجدے بہت کرتے ہین پس اب جسوقت کہ وہ آئین اور مشغول سجدہ ہون اُسوقت مین ایک بھاری پتھر اُنکے سر پر مارونگا جب وہ حضرت مسجد مین تشریف لائے اور سات بار خانہ کعبہ کا طواف فرمایا مشغول نماز ہوے اور سجدہ کرنے مین طول دیا اُسوقت ابو جہل سنگدل نے ایک پتھر سخت اور بڑا بھاری اُٹھا کر حضرت کے سرہانے آیا جب قریب پہونچا تو دیکھا کہ ایک بہت بڑا سانپ پیغمبر خدا کی طرف سے منھ کھولے ہوے اُسکی طرف آتا ہی جب ابوجہل نے یہ دیکھا تو ڈرا اور لرزہ اُسکے بدن پر طاری ہوا اور پتھر ڈر کے مارے ہاتھ سے اُسکے چھوٹ کر پاؤن پر اُسکے گرا کہ پاؤن اُسکا زخمی ہوا پس اپنی قوم کی طرف پھرا اِس حال سے کہ پاؤن سے لہو اور بدن سے پسینا جاری تھا اور رنگ متغیر تھا اُسکے اصحاب نے پوچھا کہ ہمنے جو آج تیرا حال متغیر دیکھا ہی ایسا کبھی نہین دیکھا تھا کیا سبب ہی اُسنے کہا کہ واے تمپر میرے عذر کو قبول کرو جب مین اُسکے پاس گیا ایک بڑا سانپ منھ کھولے ہوے میری طرف دوڑا قریب تھا کہ مجھے نگل جاے پھر مین نے ہاتھ سے پتھر گرا دیا پس میرا پاؤن زخمی ہو گیا پھر جناب امیرؑ نے فرمایا کہ ای یہودی

سانپ کا پیدا ہونا ابوجہل کے مارنے کو

اگر تو اعتقاد رکھتا ہی کہ عیسیٰ نے مُردون سے باتین کین تو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ کے واسطے اُس سے زیادہ لائق تعجب کے
ہوا اور وہ یہ ہی کہ جب اہل طائف کا حضرت نے محاصرہ فرمایا تو ایک بکری کے گوشت کو جلد سے صاف کرکے زہر آلود کیا
اور بکا کر حضرت کی خدمت مین گذرانا پس اسکے ہاتھ مین بقدرت خدا گویائی پیدا ہوئی اور عرض کیا اُسنے کہ لا تَاکُلنی
فَانّی مَسمُومۃٌ یعنی مجھے ہرگز نہ نوش فرمائیگا کہ مین زہر آلود ہون پس اگر عیسیٰ کے ساتھ زندہ چارپایہ کلام کرتا تھا اور مجھ تمہارے
عظیم سے تھا تو یہان چارپایہ نے ذبح او سلخ اور بریان ہونے کے بعد کلام کیا اور اسی مین منحصر نہ تھا بلکہ جب درخت کو
پکارتے تھے یا بلاتے تھے تو قبول کرتا تھا اور موافق ارشاد بجالاتا تھا اور چارپایے اور درندے آنحضرت سے باتین کرتے تھے
اور حضرت کی نبوت کی گواہی دیتے تھے اور انکی نافرمانی سے آدمیون کو ڈراتے تھے اور مُردے حضرت سے باتین کرتے تھے
اور کتاب احتجاج مین منقول ہی کہ جاثلیق نے جناب امام رضا علیہ السلام سے عرض کیا کہ جب عیسیٰ علیہ السلام نے مُردون کو
زندہ کیا اور اندھون کو روشنی چشم بخشی اور مبروص کو صحت دی تو ہمنے اعتقاد کیا کہ وہ خدا ہی اور پرستش کے قابل ہی جناب
امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ یسعؑ نے بھی ایسا ہی کیا تھا کہ پانی پر راہ چلتے تھے اور مردون کو زندہ کرتے تھے اور نابینا و
مبروص کو اچھا کرتے تھے اور کسی نے انھین خدا نہین کہا اور حزقیل پیغمبر بھی مثل عیسیٰ کے مردون کو زندہ کرتے تھے یہان تک کہ
سی پنج ہزار مُردون کو ساٹھ برس کے بعد انکے مرنے سے زندہ کیا اسی طرح اور نظائر ذکر فرماکر ارشاد کیا کہ ای نصرانی آیا یہ قبل
عیسیٰ علیہ السلام کے تھے یا بعد انکے اُسنے کہا کہ نہین عیسیٰؑ سے پہلے تھے پھر فرمایا کہ بدرستیکہ قریش پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کی
خدمت مین مجتمع ہوئے اور حضرت سے سوال کیا کہ انکے مُردون کو زندہ کرین پس علی ابن ابیطالبؑ کو انکے ہمراہ کرکے صحرا کی طرف
روانہ کیا اور فرمایا کہ باآواز بلند نام بنام اُس جماعت کو موافق انکے بتانے کے ندا فرماوین اور کہین کہ محمد پیغمبر خدا نے تم سے فرمایا ہی
کہ بحکم خدا اُٹھ کھڑے ہو پس وہ سب حضرت کے پکارنے کے ساتھ ہی اُٹھ کھڑے ہوئے اِس طرح سے کہ سر سے اپنے خاک
جھاڑتے تھے پس قریش انکے پاس گئے اور اپنے اُمور سے پوچھا بعد اسکے انھین مُردون نے قریش کو خبر دی کہ محمد صلی اللہ علیہ
وآلہ نبی برحق ہین اور تم پر مبعوث ہوئے ہین اور ہم آرزو رکھتے تھے کہ انکے زمانے کو پاتین اور انکے ساتھ ایمان لائین اسی طرح معجزات
اور خوارق عادات جو حضرت سے صادر ہوئے اور مشہور ہین بہت ہین اور اگرچہ اکثر جزئیات کی نقل بذریعہ اخبار احاد ہی لیکن
ہر صنف کے معجزے مین اصناف مذکورہ سے بہت روایات جو متواتر المعنی ہین موجود ہین اور اسی قدر ہمارے مطلب کو
کافی ہی اور اسی لیے جناب محقق علیہ الرحمہ نے تجرید مین کیا خوب فرمایا ہی کہ محصل اُسکا یہ ہی کہ معجزہ قرآن وغیرہ کا ہمارے
پیغمبر خدا کے ہاتھ پر ظاہر ہونا مقارن حضرت کی دعوت کے اِس بات پر دلالت کرتا ہی کہ بیشک وہ حضرت نبی تھے اور آنحضرت کا
معارضہ کو طلب فرمانا اور منکرین و جاحدین کا اُسکے لانے سے ممتنع ہونا باوجود اسکے کہ بہت سے اسباب و دواعی ایسے تھے
کہ حضرت کا جواب معارضہ وہ لوگ دیتے دلالت اعجاز پر کرتا ہی اور جو معجزات کہ اور حضرت سے منقول ہین اور وہ نقل
متواتر المعنی ہی یہ اُس اعجاز کی تعضید اور تقویت کرتی ہی فَتَدَکَّر فصل ہشتم ذکر مین اُن بشارتون کے اور کچھ بغیرہ بشارون کے

کہ جو حضرت کے پیدا ہونے کے پہلے آسمانی کتابون مین بطور غیب گوئی کے وارد ہوئی ہین اور وہ دلیل صدق نبوت کی
اور علامت صحت بعثت کی آنحضرت کے ہی اور اہل کتاب پر بسبب اُسکے حق تعالیٰ کی حجت تمام ہوئی ہے
اور عمدہ ادلہ ثبوت نبوت پر معجزات ہین جنکا بیان ہو چکا اور واقع مین یہی دلیل سے ہر نبی کو خدا نے اُنکے زمانے مین
بھجوایا اور اُنکے معاصرین نے اور وہ جنپر مبعوث ہوے تھے سب نے بمقارن دعوی نبوت کے جب اظہار معجزہ کا دیکھا
تو تصدیق نبوت کی کی جیسا کہ صدر اسلام والون نے بھی نبی آخر الزمان کی اسی طرح تصدیق کی دوسری بشارت نبی
سابق کی نبی لاحق ہونے کے لیے اور اِس طریقے کو اپنی احتجاج مین انبیا کی نبوت کے اثبات مین اہل کتاب بھی کام مین
لائے ہین اِسی طرح چاہیے کہ اِس حجت کو ہمارے نبی کی بھی نبوت کے لیے قبول کرین اور اگرچہ کتاب اجوبہ فاخرہ مین اُسکے
مصنف نے پچاس بشارت صحف جدیدہ اور قدیمہ سے جو بحکم دولت انگلشیہ ترجمہ ہوئی ہین استخراج کی ہے اور اُس سے
تطبیق دیکر بشرح و بسط تمام نقل کیا ہے لیکن مین اُن بارہ بشارتون کو جنھین جناب سید سند نے حدیقہ سلطانیہ مین موافق
عدد نقبائے بنی اسرائیل اور ائمہ اثنا عشر علیہم السلام کے تبرکاً لکھا ہے لکھتا ہون اور اُسکے بعد چند بشارتین اور بھی لکھونگا انشاء اللہ
بشارت پہلی جان تو کہ کتاب احتجاج طبرسی مین منقول ہے کہ ایک دن مامون رشید نے ایک مجلس مین علمائے اہل کتاب
اور اہل مقالات باطلہ کو فرقہ ہائے ضالہ سے جمع کیا اور اُسنے کہا کہ جناب امام رضا علیہ التحیۃ والثنا سے مناظرہ کرین اور
جب سب جمع ہو چکے تو حضرت کو طلب کیا اور حسن بن محمد نوفلی کہ حضرت کے اصحاب سے تھے اِنھون نے حضرت کے تشریف
لیجانے مین تامل کر کے خیر خواہی سے عرض کیا کہ مامون رشید کا ارادہ اور نیت اِس مجمع کے جمع کرنے مین فاسد ہے اور جتنے
جمع ہین کوئی اِن مین سے دیندار نہین ہے اور دلیل عقلی و نقلی سے انکار کرتے ہین نہ کتاب خدا کو قبول کرتے ہین نہ اصول
اعتقاد کو بلکہ ایسے مغالطات کو پیش کرتے ہین کہ اتمام حجت نپر دشوار ہے پس اُنکے مباحثہ سے حذر فرمانا لازم ہے یہ سنکر حضرت
متبسم ہوے اور فرمایا کہ آیا تو یہ ڈرتا ہے کہ مجھے ملزم کر دینگے نوفلی نے عرض کیا کہ نہ قسم خدا کی کبھی ایسا خوف آپ کی نسبت
نہین کیا لیکن اُنکے حال سے اطلاع مین نے کی تھی اور مجھے خدا سے یہ اُمید ہے کہ آپ مظفر و منصور ہونگے انشاء اللہ تعالیٰ
پھر حضرت نے فرمایا کہ آیا یہ جانتا ہے تو کہ مامون اپنے کیے پر کب نادم و پشیمان ہوگا انھون نے عرض کیا کہ مین نہین جانتا
فرمایا اُسوقت نادم ہوگا کہ جب مین اہل توریت پر اُنکی توریت سے اور اہل انجیل پر اُنکی انجیل سے اور اہل زبور پر اُنکی
زبور سے اور ہر قوم پر اُنکی زبان سے حجت لاؤنگا و لا حول و لا قوۃ الا باللہ اور اگرچہ یہ روایت طولانی بہت ہے لیکن
بقدر حاجت اُسے نقل کیا گیا اور اورون کے کلام پر مقدم رکھی گئی اِسلیے کہ معدن علوم لدنیہ اور عارف اسرار ربانیہ سے
صادر ہوا ہے پس جان تو کہ آنحضرت نے مناظرہ اصحاب مقالات مین جاثلیق سے خطاب فرما کر ارشاد فرمایا کہ اے نصرانی
تمھارا اعلم کتاب اشعیا پیغمبر کے ساتھ کیسا ہے جاثلیق نے کہا کہ اُسے حرف بحرف پہچانتا ہون فرمایا کہ آیا پہچانتا ہے تو کہ اُسنے کہا
کہ اے قوم مین نے دیکھا ہے صورت کو سوار دراز گوش کی جو نور کی چادر پہنے ہے اور دیکھا مین نے اونٹ کے سوار کو

بشارت پہلی

جسکی روشنی چاند کی روشنی کی طرح ہی اور پہلا اشارہ ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اور دوسری بشارت ہی ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ کے وجود کی یہ سنکر اُس صاحب کتاب نے اعتراف کیا کہ ہان یہ بشارت کتاب شعیا مین موجود ہی اور اب تک باوصف اسکے کہ اُن کتابون مین بہت کچھ تحریفات واقع ہوے لیکن تصدیق اس بشارت کی اُن ترجمون مین جو حضرات اہل کتاب پاس ہین کل آتی ہی چنانچہ کتاب شعیا کے اکیسوین باب مین مذکور ہی کہ دیکھا مین نے آتے ہوے ایک دراز گوش کا سوار اور دوسرا اونٹ کا سوار اب اِس عبارت مین یقینی بشارت واضحہ بہ نسبت وجود فائض الجود حضرت عیسیٰ اور جناب سید المرسلین کے ہی کیونکہ اونٹ کی سواری عرب مین شائع اور مرسوم بہت تھی واضح رہے کہ یہ ترجمہ موافق نقل جناب سید سند لکھا ہی لیکن انشاء اللہ بعد اسکے اس بشارت کو مین اُردو ترجمۂ توریت سے اور اصل عبرانی سے بھی لکھونگا اور بھی احتجاج مین مروی ہی کہ آنحضرت نے عالم یہودی کی طرف خطاب کرکے فرمایا کہ ای یہودی آیا تو توریت مین پاتا ہی خبر محمدؐ اور اُمت محمد کی کہ جسوقت اشخاص اُمت اخیر جو تابعین اونٹ کے سوار کے ہین پیدا ہونگے تو خدا کی تسبیح کرینگے بہت بہت تازہ تسبیحین اور تازہ عبادت خانون مین پس چاہیے کہ رجوع کرین بنی اسرائیل اور بادشاہان بنی اسرائیل اُنکی طرف تاکہ دل اُنکے مطمئن ہون بدرستیکہ ہاتھون مین اُنکے تلوارین ہونگی کہ انتقام کرینگے اُس سے روے زمین کے کفارون سے اُس عالم قوم یہود نے عرض کیا کہ سچ ہی اور اب بھی ترجمہ عربی کتاب شعیا مین جسکا ذکر اوپر ہوچکا آخر کلام مین اُس کتاب کے اسطرح مذکور ہی وَاَقبَلَ الرَّاکِبُ مِنَ الاِثنَینِ وَاَجَابَ قَالَ سَقَطَت بَابِلُ العُظمٰی وَکُلُّ اَصنَامِہَا وَمَصنُوعَاتُ الاَیدِی الَّتِی بِہَا انسَحَقَت اِلَی الاَرضِ یعنی حضرت شعیا نے فرمایا کہ ایسا دیکھتا ہون کہ اُن دونون سوارون سے ایک کہتا ہی کہ بابل عظمیٰ اور اُسکے بت گرے اور جو کچھ کہ ہاتھون سے بنائے جاتے ہین از قبیل بتون کے اور صورتون کے کہ لوگ اُنھین تراش کر رکھتے ہین وہ ریزہ ریزہ ہوکر گرگئے اور خاک سیاہ کے برابر ہوگئے اور یہ خوب معلوم ہی کہ بت شکنی اور جہاد و قتال مشرکین کے ساتھ دین جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ سے مخصوص ہی کہ بقوت یداللّٰہی ظاہر و جلوہ گر ہوے اور اِس سے زیادہ روشن اور ظاہر کونسی بشارت ہوگی دوسری بشارت وہ ہی جو روایت احتجاج مین مسطور ہی اور جناب سید سند نے حدیقہ مین نقل فرمایا ہی خلاصہ اُسکا یہ ہی کہ جسوقت عالم یہود نے کہا کہ کیونکر نبوت محمد کی ثابت ہوئی اُسوقت جناب امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ گواہی دی ہی نبوت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کی موسیٰ بن عمران نے ای یہودی نہین جانتا تو کہ وصیت کی موسیٰ نے بنی اسرائیل کو پس فرمایا اُنکے لیے سَیَاتِیکُم نَبِیٌّ مِن اِخوَانِکُم فِیہِ فَصَدِّقُوا وَمِنہُ فَاسمَعُوا یہ فرماکر فرمایا کہ آیا بنی اسرائیل کے لیے کوئی بھائی بنی اسمٰعیل کے سوا اور بھی ہی اُس عالم نے کہا کہ ہان یہ قول موسیٰ کا ہی اور موید ہی اِس سے جو اِسی فصل مین مذکور ہی اور وہ یہ ہی اَلنُّبُوَّۃُ فِی العَرَبِ فِی بَنِی قِیدَار انتہیٰ اور شاید یہ کلام عالم یہود کا ہی کہ اُسنے تائید کلام امام علیہ السلام مین کہا ہو اور یہ کلام اثبات نبوت جناب محمد بن عبداللہ صلواۃ اللہ علیہ مین ظاہر ہی کیونکہ قیدار حضرت کے اجداد مین سے ہین اور نسب شریف آنحضرت کا بنابر بعض روایات کے جیسا کہ مذکور ہو بھی چکا ہی اسطرح ہی کہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوے بن غالب بن فہر

دوسری بشارت

بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان بن اد و بن الیسع بن الہمیسع بن سلامان
بن حمیل بن قیدار بن اسمعیل بن ابراہیم بن تارخ اور گیارھوین فصل مین کتاب سفر الخلیقہ کے بھی مذکور ہی کہ ابراہیم تارخ کے بیٹے تھے
چنانچہ بجنسہ عبارت اسکی یہ ہی وَعَاشَ تَارِخُ سَبْعِیْنَ سَنَۃً وَاَوْلَدَ اِبْرَامَ وَنَاحُوْرَ وَھَارَانَ وَھٰذِہٖ اَشْرِحَۃُ اَوْلَادِ تَارِخَ
وَھَارَانُ اَوْلَدَ لُوْطًا الخ اور یہ تحقیق بھی امامیہ کے قول کی زیادہ موید ہی کیونکہ وہ آذر کو ابراہیم علیہ السلام کا چچا جانتے ہین اور
کہتے ہین کہ بسبب حق تربیت کے ابراہیم انہین باپ کہتے تھے اور حقیقت مین باپ آنحضرت کے تارخ تھے فتذکر ولا
تغفل عنہ بشارت تیسری پہلے سفر مین توریت کے جو سفر خلیقہ کے ساتھ موسوم ہی اور اسکا ترجمہ عربی جامس بادشاہ
دولت برطانیہ کے حکم سے سنہ گیارہ سو ساٹھ ہجری مین چھپا ہی مذکور ہی وَقَدْ سَمِعْتُ قَوْلَکَ فِیْ اِسْمٰعِیْلَ وَھَا اَنَا مُبَارِکُہٗ
فِیْہِ وَاُثَمِّرُہٗ جِدًّا جِدًّا وَیُوْلِدُ اِثْنَا عَشَرَ شَرِیْفًا وَاَجْعَلُ مِنْہُ اُمَّۃً عَظِیْمَۃً اور رسالہ جواد ساباطی مین جسکا نام معروف
ناسانائیل ہی بجاے لفظ شریفا کے یولد اثنا عشر ملیکا ہی یعنی بدرستیکہ سنا مین نے تیرے قول کو سمعیل کے بارے مین اور
مین اُسے مبارک کرونگا اور بارور کرونگا اور اُسکے نسل کی زیادتی دونگا بہت بہت اور بارہ بادشاہ بڑے اسکی اولاد سے
پیدا کرونگا اور بڑی اُمت اُس سے پیدا کرونگا فقط اور یہ عبارت واقع مین بشارت ہی ساتھ وجود ذی جود ائمہ
اثنا عشر علیہم السلام کے جو خلفا اور جانشینان حقیقی پیغمبر خدا کے ہین کیونکہ بارہ بادشاہ اور خلیفہ نسل سے حضرت سمعیل کے
سوا ائمہ اثنا عشر صلواۃ اللہ علیہم کے نہین ہین اور یہ مستلزم نبوت سید الانبیا کی حقیت کے بھی ہی جیسا کہ ظاہر ہی اور
ایسی بات ہی کہ ناسانائیل ساباطی نے بھی کہ علماے حضرات اہلسنت سے ہین اور پہلے ظاہر مین نصرانی مذہب ہوکر
کتب نصاریٰ کو خوب دیکھا اور خوب مطلع ہو چکے تو پھر اسلام کی طرف رجوع کی اور براہین ساباطیہ کو لکھا ہی اس بات کا
اقرار و اعتراف کیا ہی بشارت چوتھی انجیل یوحنا کی چوتھی فصل مین جہان قصہ ایک عورت کے کلام کرنے کا حضرت
عیسیٰ کے ساتھ لکھا ہی یہ مین مرقوم ہی قَالَتْ لَہُ الْمَرْاَۃُ یَا سَیِّدُ اِنِّیْ اَرٰی اَنَّکَ نَبِیٌّ اٰبَاؤُنَا سَجَدُوْا فِیْ ھٰذَا الْجَبَلِ وَاَنْتُمْ
تَقُوْلُوْنَ اِنَّ الْمَکَانَ الَّذِیْ یَنْبَغِیْ اَنْ یُّسْجَدَ فِیْہِ ھُوَ بِاُوْرْشَلِیْمَ قَالَ لَھَا یَسُوْعُ اَیَّتُھَا الْمَرْاَۃُ صَدِّقِیْنِیْ اَنَّہٗ سَیَاْتِیْ سَاعَۃٌ لَا فِیْ ھٰذَا
الْجَبَلِ وَلَا فِیْ اُوْرْشَلِیْمَ یَسْجُدُوْنَ لِلرَّبِّ یعنی عورت نے حضرت عیسیٰ سے عرض کیا کہ اے میرے آقا مین یہ سمجھتی ہون کہ آپ پیغمبر ہین
باپ ہمارے اِس پہاڑ مین سجدہ کرتے تھے اور تم کہتے ہو کہ اورشلیم مین جو مقام کا نام ہی سجدہ کیا جاے حضرت عیسیٰ نے
اُس سے فرمایا کہ اے عورت میرے کلام کو یقین کر کہ عنقریب وہ وقت آنے والا ہی کہ نہ اس پہاڑ مین نہ اورشلیم مین سجدہ خدا کے
واسطے کیا جائیگا اور فارسی ترجمہ مین انجیل کے لکھا ہی کہ نہ درین کوہ و نہ در اورشلیم پدر را خواہند پرستید اور واقع مین بشارت ہی
تحویل قبلہ کی بیت المقدس سے طرف کعبہ معظمہ کے اور اسکی دلالت صریح نبوت جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ پر خوبی
واضح ہی بشارت پانچوین انجیل یوحنا کی پانچوین فصل مین بیان شہادت مین حقیت عیسیٰ کے لکھا ہی لٰکِنَّ الَّذِیْ یَشْھَدُ
لِیْ اٰخَرُ وَاَنَا اَعْلَمُ اَنَّ شَھَادَتَہُ الَّتِیْ شَھِدَ بِھَا لِاَجْلِیْ حَقٌّ ہی اور اسکا ترجمہ فارسی جو ہوا ہی اُسمین معنی اسکے اسطرح لکھے ہین یعنی دیگر ہست

بشارت تیسری

بشارت چوتھی

بشارت پانچوین

کہ در حق من شہادت میدہد و میدانم کہ آن شہادت کہ در حق من میدہد راست است اور یہ اشارہ ہی طرف اُس گواہی کے جو
جناب پیغمبر خدا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ و آلہ نے حضرت عیسیٰ کی نبوت کی دی جیسا کہ قرآن شریف مین بسیر دلالت مقامات
کثیرہ مین ہی اُسی سے ہی قول حق تعالیٰ کا قُلْ آمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا أُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ
وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ وَالنَّبِيُّونَ مِنْ رَبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ اور امثال اسکی بہت سی آیات قرآن مین مین
چھٹی بشارت تیسرے باب مین متی کی انجیل مین جو متضمن ہی کلمات حضرت یحییٰ پر ساتوین صفحہ کے گیارھوین فقرہ مین ہی
کہ جسکا محصل یہ ہی کہ مین تمھین توبہ کرنے کو پانی سے غسل دیتا ہون لیکن جو کہ میرے بعد آنے والا ہی وہ مجھسے زیادہ قوی ہی کہ مین
اُسکے نعلین کے اٹھانے کے بھی لائق نہین ہون وہ تمکو روح القدس اور آگ سے غسل دے گا اور انجیل لوقا کے صفحہ چھیاسٹھ
سولھوین فقرے مین ہی کہ یحییٰ نے پہلے سے ان سب کو کہا کہ مین تو تمھین پانی سے اصطباغ دیتا ہون لیکن مجھسے قوی تر آتا ہی کہ
مین جسکے جوتون کا تسمہ کھولنے کے لائق نہین وہ تمھین روح القدس اور آگ سے اصطباغ دے گا اور حقیقت مین یہ اشارہ ہی
طرف اس بات کے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ حدود و تعزیرات مثل احراق کے اور قتل کے اور سنگسار کرنے کے اور مثل اسکے
گناہون کے مقابلہ پر مقرر فرماوینگے اور روح القدس یا اشارہ ہی طرف تائید جبرئیل کے اور تبلیغ وحی الٰہی کے یا اشارہ طرف
تزکیہ نفس اور تطہیر روح اور تہذیب باطن کے اور قبول کرنے اخلاق محمدی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے کذا فی انجیل جو ترجمہ اُردو
انجیل کا ولایت مین ۱۸۶۰ء مین چھاپا گیا اسمین لوقا کی انجیل کے تیسرے باب مین پیشین گوئی یوحنا کی اسطرح مذکور ہی سولھوین ۱۶
یوحنا نے سبھون کو جواب دیا اور کہا مین تو پانی سے تمھین بپتسمہ دیتا ہون پر ایک مجھسے زور آور آتا ہی جسکی جوتیون کا تسمہ
کھولنے کے لائق مین نہین ہون وہ تمھین روح القدس اور آگ سے بپتسمہ دے گا فقط اس بشارت کی تاویل متکلمین اہل اسلام نے
جو فرمائی ہی اور مذکور ہوئی اُس سے صاف واضح ہوتا ہی کہ یہ بشارت جناب رسالتمآب نبی عربی آخر الزمان کے حق مین منطبق ہوتی ہی نہ بحق
عیسیٰ بن مریم کیونکہ یہ ظاہر ہی کہ روح القدس سے یا تزکیہ نفس اور تطہیر روح اور تہذیب باطن مراد ہی یا تحلی بعبادات و آداب
و سنن ظاہری شریعت ہوتا ہی اور یہ کام ہدایت باطن و ظاہر کا اگرچہ حضرت عیسیٰ سے بھی ہوا لیکن آگ مین جلانے کی حد
بمقابل گناہ کے آنحضرت نے جاری نہین فرمائی اور کلام یوحنا مین صاف ظاہر ہی کہ انھون نے دونون امرون کو اپنے
کلام مین جمع کیا ہی ایک ایک اُنسے مراد نہین لیا اور جامع ان دونون امرون کا سوا جناب محمد مصطفی صلی اللہ علیہ و آلہ کے اور
دوسرا نہین ہوا کہ آنحضرت نے اپنی ہدایت سے اور تعلیم قرآن سے اور اخلاق محمدی سے تزکیہ نفس اور تطہیر روح و تہذیب
باطن بھی فرمائی اور ظاہر بھی سب کا جنھون نے اسلام اختیار کیا اور آنحضرت کے مذاہب کو قبول کیا بعبادات ظاہرہ
و سنن و آداب شرعیہ درست و پاک کیا اور باجراے حدود شرعیہ الٰہیہ گنہگارون کو بھی آگ مین جلایا اور جس سے یہ دونون امر
ظہور مین آے اُسی کو مراد اس بشارت سے ہونا چاہیے نہ اُسکے غیر کو اور موید ہی اُس سے وہ فقرہ جو انجیل شریف مین اسکے بعد ہی
سترہ ۱۷ اُسکا سوپ اُسکے ہاتھ مین ہی اور وہ اپنے کھلیان کو خوب صاف کرے گا اور گیہون کو اپنی کھیتی مین جمع کرے گا پر

چھٹی بشارت

بھوسی کو اُس آگ مین جو نہین بجھتی جلا دے گا فقط کیونکہ سوپ سے ظاہر مراد اسباب اختیار و اقتدار ہین و جسطرح کہ بسبب
سوپ کے گیہون کے صاف کرنے پر صاف کرنے والے کو قدرت و اختیار حاصل ہوتا ہی کہ پھر بھوسی گیہون مین نہین سننے پاتی
اسی طرح جو اسباب اقتدار اور غلبہ کے کفار پر آنحضرت کو خدا نے عطا فرمائے تھے کہ اُسکے ذریعہ سے سرکوبی بت پرستان اور
منکرین آلہ کے فرماتے تھے اسلیے انھین سوپ سے بطور استعارہ تعبیر کیا اور یہ سوا آنحضرت کے دوسرے کو نہین حاصل ہوے
اور اُسی کے باعث سے اُن جناب نے اپنے زمانے مین خوب بہت جلد کفارون کا استیصال کیا اور خداپرستی کو رونق دی
اور دین خدا کو خالص اور صاف کیا اور جیسا مزارع صاف گیہون کو اپنی کھیتی مین رکھتا ہی اُسی طرح اُن جناب نے بھی
مسلمانون کو اپنے پاس رکھا اور اُنکے لیے نئے شہر کو آباد کیا اور انھین معزز فرمایا اور کفر و بت پرستی کو ذلیل و خوار کیا جس سے
کفار ہمیشہ کو اُس آتش حسد مین جلتے رہے جس سے کبھی نجات نہ ہوئی باین وجوہ کوئی شبہہ نہین ہی کہ مراد اس بشارت سے وہی
حضرت ہین **ساتوین بشارت** وہ ہی جو جناب امام رضا نے راس الجالوت کی طرف خطاب کرکے فرمایا فی الانجیل
مکتوب ان ابن البرۃ ذاهب والفارقلیطا جاء من بعدہ وهو یخفف الاصار و یفسر لکم کل شیء و یشهد لی کما شهدت
له انا جئتکم بالامثال وهو یاتیکم بالتاویل اتؤمن بهذا قال نعم لا انکرہ اور اسی حدیث مین ہی کہ جاثلیق سے خطاب کرکے فرمایا
آنحضرت نے هل تعرف فی الانجیل انی ذاهب الی ربی والفارقلیطا جاء وهو الذی یشهد لی بالحق کما شهدت له وهو
الذی یفسر لکم کل شیء وهو الذی یبدی فضائح الامم وهو الذی یکسر عمود الکفر قال نعم اور اس بشارت کی تصدیق کو کافی ہی وہ جو شارح مقاصد نے
کہ علماے حضرات اہلسنت سے ہین لکھا ہی کہ صحاح رابع عشر من انجیل کے ہی انی اطلب لکم من ابی لیھبکم و یعطیکم فارقلیطا
آخر لیکون معکم الی الابد والفارقلیط روح الحق والیقین اور صحاح خامس عشر مین ہی فاما فارقلیط روح القدس الذی
یرسله ابی باسمی هو یعلمکم جمیع الاشیاء اور مصداق اسی کے ہی جو کچھ انجیل یوحنا کے چودھوین باب مین بعبارت عربی
اسطرح مزبور ہی وانا اسال ابی فیعطیکم مسلیا آخر لیثبت معکم الی الابد اور باسانائیل نے اسکا ترجمہ اسطرح کیا ہی وانا التمس
الاب فیرسل الیکم فارقلیطا آخر لیمکث معکم الی الابدین اور فارقلیطا کے معنی شفاعت کرنے والا اور واسطہ اور تسلی دینے والے اور
تمجید کرنے والے کے ہین جو رجوع کرتا ہی معنی محمد و احمد کی طرف اور فارسی انجیل مین اسطرح لکھا ہی کہ و من از پدر خواہم خواست که
او تسلی دہندہ دیگر بشما خواہد داد و تا ابد با شما خواهد ماند اور اسی باب مین ترجمہ فارسی مین اسطرح مذکور ہی کہ حضرت عیسی نے فرمایا
من این سخنها را چونکه نزدیک شما بودم بشما گفتم لیکن آن تسلی دہندہ یعنی روح القدس که پدر او را باسم من خواهد فرستاد شما را
هر چیز خواهد آموخت و هر چه من شما را گفتم بیاد شما خواهد داد آرام برای شما میگذارم بل آرام خود را بشما میدہم نه چنان که جهان میدهد
من بشما میدهم دل شما مضطرب نه شود و ترسان نباشد شنیدید که من بشما گفتم که میروم و نزد شما می آیم اگر شما مرا دوست میداشتید
خوش می شدید از آنجا که گفتم من بنزد پدر میروم زیرا که پدر من از من بزرگتر است و حالا از وقوع بشما خبر دادم تا که چون وقوع
یابد باور کنید دیگر بسیار با شما گفتگو نه خواهم کرد زیرا که رئیس این جهان می آید و در من حصه ندارد و لیکن تا آنکه جهان بداند که من

بشارت ساتوین

پدر را دوست میدارم و من آن چنانکه پدر فرمود ہست ہمان طور میکنم برخیزید تا ازینجا بیرون رویم فقط اور یہ بھی بشارت
ظاہر و واضح ساتھ نبوت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ و آلہ کے ہی کیونکہ آنحضرت نے اور پیغمبران سابق کی تصدیق فرمائی اور
انکی نبوت کی گواہی دی اور جو جو پیغمبران سابق نے اپنی امتون کو معارف الٰہیہ تعلیم فرمائے تھے اُس سے اپنی امت کو ارشاد فرمایا
اور یہ کلام حضرت عیسیٰ کا کہ اِس جہان کا رئیس آتا ہی یہ دلالت کرتا ہی جناب رسالتمآب کے افضل ہونے پر اور پیغمبران سابق سے
اور یہ خوب معلوم ہی کہ رئیس تمام جہان کا حضرت عیسیٰ کے بعد ہمارے پیغمبر کے سوا کوئی نہین پیدا ہوا اور سوا آنحضرت کے
کوئی شخص نہین ہوا کہ جسنے پیغمبری کا دعوی ساتھ معجزات حقہ اور آیات ربانیہ کے کیا ہو اور بھی یہ قول حضرت عیسیٰ کا کہ وہ
ہمیشہ تمھارے ساتھ رہیگا یہ نص ظاہر اسکی ہی کہ وہ حضرت خاتم الانبیا ہونگے ہمارے اور جناب پیغمبر خدا کا ختم رسالت کے واسطے
ادعا فرمانا اور اُسکے ساتھ معجزات ظاہرہ اور آیات باہرہ کا ظاہر فرمانا بہت مضبوط دلیل آنحضرت کی نبوت کی ہی اور وہ
حضرت یقینی اور بلاریب نبی اور رسول خدا کے ہین اور حضرت عیسیٰ کا یہ فرمانا کہ رئیس جہان آتا ہی اور مجھ مین حصہ نہین رکھتا
یہ دلیل اسکی ہی کہ شریعت حضرت کی تابع کسی شریعت کی نہین بلکہ ناسخ شرایع ہی اور پیغمبرون کی تصدیق فرمائی ہی اور
اسکی گواہی دی ہی کہ وہ سب تابع خدا کے تھے اور موافق حکم خدا کے عمل کرتے تھے کسی کی کتاب سے حکم نہین کیا بلکہ موافق
اپنی کتاب منزل کے جو قرآن مجید ہی الذی لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ حکم اپنی شریعت کا فرمایا ہی
اور ترجمہ اردو مین انجیل کے جو ولایت مین چھپا ہی سولھوین باب مین یوحنا کی انجیل کے اسطرح ہی لیکن مین تمھین سچ کہتا ہون
کہ میرا جانا تمھارے لیے فایدہ مند ہی کیونکہ جو مین نہ جاؤن تو تسلی دینے والا تمھارے پاس نہ آئیگا پر اگر جاؤن تو اسے
تمھارے پاس بھیج دونگا آٹھوین اور وہ آن کر دنیا کو گناہ سے اور راستی سے اور عدالت سے ملزم ٹھہرائیگا نوین گناہ سے
اسلیے کہ وے مجھپر ایمان نہ لائے دسوین راستی سے اسلیے کہ مین اپنے باپ کے پاس جاتا ہون اور تم مجھے پھر نہ دیکھوگے گیارھوین
عدالت سے اسلیے کہ اس دنیا کے سردار پر حکم کیا گیا ہی بارھوین میری اور بہت سی باتین ہین کہ تمسے کہون پر اب تم
انکی برداشت نہین کر سکتے ہو تیرھوین لیکن جب وہ یعنی سچائی کی روح آئے تو تمھین ساری سچائی کی راہ بتاویگی کیونکہ
وہ اپنی نہ کہیگی بلکہ جو کچھ سنیگی سو کہیگی اور تمھین آیندہ کی خبرین دیگی واضح ہو کہ یہ قول اِس بشارت مین کیا موافق
اسکے ہی جو قرآن مین حق تعالی نے جناب رسالتمآب کے حال کی خبر دی ہی وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی
اسی مطابقت سے ظاہر ہی کہ یہ دونون قول ایک سے اور ایک ہی کے بیان مین ہین اور کسقدر یہ بشارت رسالتمآب کے
حالات سے منطبق ہی کہ وہ حضرت سردار اور بادشاہ اور صاحب حکومت بھی ہوے عدالت بھی فرمائی راستی کے ساتھ
حکم بھی فرمایا سب کو راہ راست بھی بتائی اخبار غیبی آیندہ کے دیئے اور سب کا ظہور بھی ہوا اور جو کچھ فرمایا وہ موافق
حکم خدا کے فرمایا کبھی تجاوز اُس سے نہین کیا جیسا کہ اُسکے قرآن سے ظاہر ہی اور یہ بشارت خود اسکی مصدق ہی اور جو
حضرت عیسیٰ نے آنحضرت کو تسلی دینے والا فرمایا شاید یہ دو وجہ سے ہوا ایک یہ کہ آنحضرت نے جو تصدیق نبوت کی حضرت

علیسی کی فرمائی اور جو منکرین انکی رسالت کے تھے انھین سنرا دی اس سے بھی انکے دوستون کو تسلی ہوئی اور جو غم انحضرت کے مصلوب ہونے کا تھا وہ کم ہوا دوسرے جو اہل حق مفارقت سے حضرت علیسی کی دل تنگ تھے پھر انھین وجود سے بھی خوشی ہوئی اور آتش غم انکی بجھی اور جو ملال فقدان نبی کا تھا برطرف ہوا

آٹھوین بشارت

آٹھوین بشارت اسی ترجمہ فارسی کے پندرھوین باب و تینتیسوین صفحہ مین ہی کہ حضرت علیسی علیہ السلام فرمود چون آن تسلی دہندہ کہ من از جانب پدر شما خواہم فرستاد یعنی روح راستی کہ از طرف پدر می آید دربارہ من شہادت خواہد داد و شما نیز شہادت خواہید داد زیرا کہ از آغاز شما با من بودہ آید فقط پوشیدہ نرہے کہ اس عبارت سے بھی ہمارے پیغمبر خدا کی نبوت کی بشارت اور حضرت کا تصدیق فرمانا پیغمبران سابق کے لیے بخوبی واضح ہوتا ہی اور یہ بھی بخوبی جاننا چاہیے کہ لفظ پدر جو اس عبارت مین اور عبارات سابقہ فارسیہ مین اور اسی طرح لفظ عبارت عربی مین جو وارد ہوا ہی مراد اس سے رب و پروردگار ہی کیونکہ حقیقی باپ ہونا عوارض جسمانیہ سے ہی جو حق تعالی مین اسکا بولنا ناجائز اور مستحیل ہی اور جو ہم یہ دعوی کرتے ہین انکی تصدیق کے واسطے وہ کافی ہی جو عربی اور فارسی ترجمون مین انجیل کے حضرت علیسی کا قول مذکور ہی چنانچہ بیسوین فصل مین انجیل یوحنا کی موجود ہی کہ حضرت علیسی نے فرمایا اِنّی صَاعِدٌ اِلٰی اَبِی الَّذِی هُوَ اَبُوکُمْ وَ اِلٰهِی الَّذِی هُوَ اِلٰهُکُمْ اور ترجمہ فارسی مین مذکور ہی کہ علیسی بہ مریم مجدلیہ گفت کہ مرا دست بگذار زیرا کہ ہنوز نہ نزد پدر خود نہ رفتہ ام بلکہ بہ نزد برادران برو و بآنہا بگو کہ من نزد پدر خود و پدر شما و خدای خود و خدای شما بالا میروم فقط اور مثل اسی کے بہت مقام پر واقع ہی فتدبر

نوین بشارت

بشارت نوین شرح مقاصد مین ہی کہ سولھوین باب مین ہی حضرت علیسی علیہ السلام نے فرمایا اَقُوْلُ لَکُمْ حَقًّا حَقًّا اِنْ انْطِلَاقِی عَنْکُمْ خَیْرٌ لَکُمْ فَاِنْ لَمْ اَنْطَلِقْ عَنْکُمْ اِلٰی اَبِی لَمْ یَاتِکُمُ الْفَارَقْلِیْطُ وَ اِنِ انْطَلَقْتُ اُرْسِلْتُ بِهِ اِلَیْکُمْ فَاِذَا جَاءَ هُوَ یُفَنِّدُ الْعَالَمَ وَ یَدِیْنُهُمْ وَ یُوَبِّخُهُمْ وَ یُوَقِّفُهُمْ عَلَی الْخَطِیْئَةِ وَ الْبِرِّ ثُمَّ اِذَا جَاءَ رُوْحُ الْحَقِّ وَ الْیَقِیْنِ یُرْشِدُکُمْ وَ یُعَلِّمُکُمْ وَ یُدَبِّرُکُمْ بِجَمِیْعِ الْخَلْقِ لِاَنَّهٗ لَیْسَ یَتَکَلَّمُ بِدْعًا مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِهٖ اور مصداق اسکا ہی جو سولھوین باب کے تین سو کیسوین صفحہ مین انجیل یوحنا کے ہی لیکن بشما راست میگویم کہ شما را مفید است کہ من بروم و اگر نروم آن تسلی دہندہ بہ نزد شما نخواہد آمد اما اگر بروم اورا بہ نزد شما خواہم فرستاد چون او بیاید جہان را بہ گناہ و صدق و انصاف ملزم خواہد ساخت زیرا کہ بر من ایمان نمی آرند بصدق زیرا کہ بہ نزد پدر خود میروم و شما مرا دیگر نمی بینید بانصاف زیرا کہ بر رئیس این جہان حکم جاری شدہ است و دیگر خبرہا دارم کہ بشما بگویم لیکن حالا نمی توانند متحمل شد اما چون او یعنی روح راستی بیاید او شما را بہ تمامی راستی ارشاد خواہد نمود کہ او از پیش خود سخن نخواہد گفت بلکہ ہر انچہ می شنود خواہد گفت و شما را ایندہ خبر خواہد داد و مرا جلال خواہد داد کہ او انچہ را از ان من است خواہد یافت و شما را خبر خواہد داد انتہی اور یہ توصیف مطابق اسکے ہی جو حق تعالی نے قرآن مجید مین فرمایا ہی وصف جناب پیغمبر خدا مین وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی یعنی جو کچھ کہ وہ حضرت فرماتے ہین وہ اپنی رائے اور خواہش کے موافق نہین کہتے بلکہ جو وحی اور امر الہی ہوتا ہی اسی کے مطابق امر فرماتے ہین اور نیز یہ بشارت موافق مذہب

اعتقاد فرقہ امامیہ کے ہی کہ وہ بھی موافق اسی آیت کے اعتقاد نسبت آنحضرت کے رکھتے ہین لیکن جو حضرات اہل اسلام سے یہ کہتے ہین کہ پیغمبر پر اجتہاد جائز ہی انکے مقولے کی مخالفت اس آیت قرآنی اور بشارت انجیل سے کہ کتاب آسمانی ہی بخوبی واضح ہوتی ہی بالجملہ موافق بشارت مذکورہ کے جناب پیغمبر خدا سے مغیبات کی خبر دینا اور معجزات کا صادر ہونا بتواتر ثابت ہی جیسا کہ جناب مسیحؑ سے معجزات کا صدور بھی باخبار متواترہ ثابت ہوتا ہی اور آنحضرت کا تصدیق فرمانا نبوت جناب عیسی ابن مریم کو بھی از جملہ دلائل واضح ہی دسوین بشارت روایت یوحنا رسول انجیلی کی دوسری فصل مین اسطرح مرقوم ہی والظافر الذی یحفظ قوالی الی واعمالی الی التمام فانا اعطیہ سلطانا علی الامم ویرعاھم بعضا حدید وکانیۃ الخزف یسحقھم مثل ما اخذت انا من ابی ولعطیہ زھرۃ الصبح من کانت لہ اذن فلیسمع ما یقول الروح الکنائس اور یہ بشارت ترجمہ جداوسا باطی مین جو معروف بناسا نائیل ہی اسطرح وارد ہوئی ہی دساعطی المظفر الذی یحفظ جمیع افعالی سلطانا علی الامم فیرعاھم بقضیب من حدید ویسحقھم کانیۃ الفخار کما اخذت انا من ابی واعطیہ ایضا نجمۃ الصبح فمن کانت لہ اذن سامعۃ فلیسمع ما یقول الروح الکنائس انتہی اور یہ بشارت بہت واضح ہی نبوت جناب رسالتمآب کے واسطے کہ حضرت خدا کی طرف سے مامور تھے بالسیف جہاد کرنے کو مشرکین وکفار کے ساتھ اور جو اد حنفی ساباطی نے بہت حق کے اظہار مین اس مقام پر منجانب اللہ سچی بات کہی ہی اور وہ یہ ہی کہ نجمۃ الصبح کی تفسیر ظہور صاحب الزمان علیہ السلام سے کی ہی اور ترجمہ عبارت مذکورہ کا ترجمہ فارسی انجیل مین اسطرح ہی وہرکسیکہ غالب آید وتا انجام اعمال مرا نگہدارد وبر اقتدار خواہم داد کہ بر آنہا بعصاے آہنی حکمرانی خواہد کرد کہ چون کوزہ با خردی شونا بنوعے کہ من از پدر خود یافتہ ام ومن ورا ستارہ سحری خواہم داد ہرکسیکہ گوش دارد بشنود کہ روح بکلیسا ہا چہ میگوید بشارت گیارھوین تیسری فصل مین روایت یوحنا کی اسطرح ہی الظافر ھکذا یلبس البیاض ولا امحی اسمہ من سفر الحیاۃ وانا اعترف باسمہ قدام ابی وقدام ملائکتہ اور اس عبارت کا ترجمہ ترجمہ فارسی انجیل مین اسطرح ہی وہرانکہ غالب آید بجامہ سفید ملبس خواہد گشت ونام ورا از کتاب محو نخواہم نمود بلکہ بنام او نزد پدر خود ونزد فرشتگان اقرار خواہم نمود اور یہ اشارہ بلکہ نص صریح ہی اس امر کی کہ نبوت پیغمبر کی ہمارے واسطے ہی اور لباس سفید اہل اسلام مین مروج تھا فلا تغفل اور اس بشارت کے آخر مین جو وارد ہی کہ حضرت عیسیؑ نے فرمایا کہ مین اسکے نام سے اقرار کرونگا اپنے خدا کے سامنے اور نزدیک فرشتگان الہی کے یہ موید ہی ان احادیث کا جنمین وارد ہی کہ حق تعالی عہد و اقرار نبوت جناب رسالتمآب اور ولایت اہلبیت علیہم السلام کا جملہ انبیا و ملائکہ و جمیع مخلوقات سے عالم ارواح مین لیا تھا جنھون نے بصدق دل یہ اقرار و عہد کیا تھا انھون نے یہان بھی اقرار کیا بالجملہ اس بشارت سے اثبات نبوت اور عظمت مرتبہ کی جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ کی اور صدق عہد اور جلالت قدر جناب مسیحؑ کی بھی ظاہر ہوتی ہی فتفکر بشارت بارھوین اسی فصل مین مرقوم ہی الظافر اجعلہ عمودا فی الشکل الالھی ولا یخرج الیھا خارجا واکتب علیہ الاسم الالھی واسم مدینۃ الھی التی ھی اورشلیم الجدیدۃ النازلۃ من السماء من عند الھی الذی ھو الاسم الجدید

دسوین بشارت

بشارت گیارھوین

بشارت بارھوین

اور اس عبارت کا ترجمہ ترجمہ فارسی انجیل مین اسطرح ہی وہر آنکہ غالب آید مین او را در ہیکل خداے خود ستون میسازم کہ دیگر بیرون
نخواہد رفت و بروے اسم خداے خود را و اسم شہر خداے خود را کہ اورشلیم نو است واز آسمان از نزد خداے من نازل میشود و
اسم نو خود را خواہم نوشت انتہی اور دونون ترجمون مین عربی اور فارسی کے جو خلاف ہی اس سے ظاہر ہوتا ہی کہ ترجمہ
کرنے والون نے تصرف کیا ہی بہر کیف یہ فقرہ بشارت مذکورہ کا وَاَکْتُبُ عَلَيْهِ الاِسْمِ الاَلٰهِي یعنی لکھونگا مین اسپر نام خدا کو
یہ محتمل ہی کہ اشارہ ہو نقش مبارک مہر نبوت کی طرف جو بالاے دوش جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ تھا اور یہ بھی محتمل ہی کہ یہ
اشارہ طرف اسکے ہو جو حدیث مین وارد ہی کہ حق تعالی نے فرمایا ہی کہ ای محمد مین اپنے علم ازلی مین اپنی جملہ مخلوقات کے حال سے
مطلع ہوا پس تجھے سب سے اچھا پایا اسلیے تیرے نام کو اپنے نام سے نکالا میرا نام محمد ہی اور مین محمود ہون تیرا نام محمد
رکھا پھر دوبارہ مطلع ہوا بعد تیرے علی ابن ابیطالب کو سب سے اچھا پایا اسکے بھی نام کو اپنے نام سے نکالا میرا نام علی اعلی ہی
اسکا نام علی رکھا اور بہر حال بشارت واضح ہی اور اورشلیم جدید بھی کعبہ معظمہ ہی اور حجر اسود بلکہ کعبہ مشرفہ بھی آسمان سے موافق
روایات اہل اسلام کے نازل ہوا ہی بالجملہ یہ وہ بشارتین ہین جنھین نقل کیا ہی اور مثال اسکی بہت ہین لیکن اگر کوئی شخص کہے
کہ ان بشارتون مین نص صحیح نہین ہی پھر کہان سے یہ بات معلوم و معین ہوئی کہ مراد اس سے وہ حضرت ہین شاید کوئی اور
شخص مراد ہو تو اسکے جواب مین کہنا چاہیے کہ ایسے احتمالات کو اگر راہ دیجاے تو کوئی بشارت بشارت نہوگی کیونکہ
بشارتین حقیقت مین خصائص و ممیزات کے ساتھ اسکے وارد ہوتی ہین جسکے لیے بشارت دیتے ہین اور غرض بشارت سے
تمیز و تعریف ہوتی ہی پھر اگر اسکی علامات و دلائل مشترک ہون تو کوئی فائدہ اسپر مترتب نہو اور وجود اسکا بمنزلہ عدم کے ہو
علاوہ اسکے ہم خود اسے بشارت کہتے ہین جو عام ہی نص اور اشارہ سے کیونکہ بشارت کبھی بالفاظ ظاہرہ اور اسماء معینہ ہوتی ہی
وہ نص ہی اور کبھی بالفاظ مشترکہ اور اسماء عام غیر معینہ ہوتی ہی اور وہ دلالت کرتی ہی مبشر بہ پر محتاج ممیزات اور خصائص کے
اسکے ہوتی ہی اور کثر اطلاق لفظ بشارت کا اسی پر ہوتا ہی نہ نص لیکن بشارت سے فائدہ نص کا بھی حاصل ہوتا ہی اور بھی
منافع اسمین ہوتے ہین اور نسبت نص اور بشارت مین تصریح و اشارہ کی ہی پس نص بمنزلہ تصریح کے ہی اور بشارت اشارے کے
اور جیسا کہ اشارہ ممیزات و خصائص مشار الیہ کے ساتھ ملکر فائدہ تصریح کا دیتا ہی بلکہ اس سے ابلغ ہوتا ہی اسی طرح حال
بشارت کا ہی کہ انھین ممیزات و خصائص مبشر بہ کے ساتھ ملکر مفید معنی نص کے لیے ہوتی ہی اور اسکا ذکر کرنا نص کرنے سے
بے نیاز کرتا ہی لیکن بیان اور فائدے جو اسمین ہین وہ نص کے ساتھ جمع نہین ہو سکتے مثلا ایک فائدہ اسکا یہ ہی کہ اسکے
ذریعے سے اہل حق اور اہل باطل ممتاز ہوتے ہین یعنی جو اہل حق سے ہین انھین اطاعت و فرمان برداری کو وہ کافی ہوتا ہی
اور اہل باطل اس سے سرکشی کرتے ہین اور اپنی خواہش کے موافق اسکی تاویل کرکے راہ باطل کو اختیار کرتے ہین اور
میدان امتحان صدق اطاعت مین پاؤن انکے لغزش مین آجاتے ہین دوسرے چونکہ اسکا علم ہر ایک کو نہین ہوتا اس
جہت سے وہ بطور مخزون محفوظ و مصئون رہتے ہین اور یہی سبب تھا کہ باوجود اسکے کہ کسقدر آسمانی کتابون مین

حسب دلخواہ اپنے مکرر تحریف و تصحیف واقع ہوئی لیکن پھر بھی یہ بشارات رہ گئی جو ترجمون مین منقول ہوئی اور اگر
نص ہوتی تو اُسے خود غرض کب بہنے دیتے جیسا کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہی کہ قرآن مجید سے بھی بعض نصوص
نکل گئے بالجملہ حق تعالیٰ نے اپنے لطف سے اپنے بندون کو ہمیشہ ہدایت فرمائی اور منجملہ اُن ہدایات کے عمدہ امر یہ تھا
کہ انبیا کو مبعوث فرمایا اور اُنکے سلسلہ مین جو کتب کہ نازل ہوئے اُنمین پیغمبران گذشتہ اور آئندہ کا بیان فرماتا رہا
کہ تصدیق انبیا کی ہوتی رہے اور اُس تصدیق کو کبھی بطور نص و تصریح اور کبھی بطور اشارہ و بشارت بلحاظ منافع مذکورہ
بیان فرمایا نصوص جب تک رہے مفید ہوا کیے اور جب اہل اغراض باطلہ نے اُنھین نکال ڈالا تو اہل حق کے واسطے
وہ اشارات و بشارات مفید ہوئے اور ہوتے ہین اور ہوتے رہینگے انشاء اللہ تعالیٰ وَذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ
اور واقع مین نص و بشارت کا حال قریب قریب ہی کیونکہ جیسا احتمال جاحدین و منکرین بشارت کی نسبت کر سکتے ہین
کہ ممکن ہی کہ مبشر بہ غیر اُنکے ہو اِسی طرح بہ نسبت نص کے بھی کہہ سکتے تھے کہ مثلاً منصوص علیہ محمد جسکا نام کتاب مین ہی اور
اُنکی رسالت کی خبر ہی وہ اُنکی سوا ہین اور آئندہ پیدا ہونگے پھر انکار و شبہ کا تو کوئی علاج ہی نہین ہی سوا اُسکے جو
حق تعالیٰ نے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ و آلہ کو اُسکے ساتھ مامور فرمایا تھا استدلال طالب حق کے لیے ہی یا منصف کے
واسطے ہی مکابرین و منکرین کے لیے تو معجزات ظاہرہ انبیا کے بھی مفید نہوئے اتنی کتابین آسمان سے نازل ہوئین لیکن جنمین مادہ
انصاف و قبول ہدایت تھا وہی قبول کرتے آئے باقی ہمیشہ شبہات و مغالطات کو پیش کر کے انکار کرتے رہے مگر
حقیقت مین تو یہ ہی کہ جسمین علامات بشارت کی پائی جائین وہ مبشر بہ ہوگا اور اُسی کے لیے حکم بشارت کا لازم ہوگا اور
یقینی یہ بات ہی کہ حکم اِن بشارتون کا اور علامتین اُنکی جناب رسالتمآب مین سب پائی گئین اور اُن جناب کے سوا اور
کسی مین اِن سب امور کا اجتماع پایا نہین گیا پس بالضرور مبشر بہ اِن بشارات کے حضرت ہی ہو سکتے ہین اور یہ سب بشارتین
مثل قائم مقام نص کی ہوتی ہین اور قریب اور موید اِس بیان کو جو شیخ کامل کمال الدین بن طلحہ نے کہ فضلائے شافعیہ سے ہین
اپنی کتاب مطالب السئول فی مناقب آل الرسول مین جہان کہین کہ تطبیق بشارتون کی جو جناب صاحب العصر و الزمان علیہ السلام کے
باب مین وارد ہوئی ہینگی یہی کہا ہی کہ اُسکا محصل یہ ہی کہ لازم آتا ثبوت حکم کا جبکہ علامت اور دلالت اُسکی پائی جاے
جس شخص مین کہ وہ علامت پائی جاے ایسی بات ہی کہ وہ متعین ہی اور اُس سے انحراف اور روگردانی کوئی نہین کر سکتا اور یہ نہین
کہہ سکتا کہ یہ شخص جو صاحب اُن صفات کا ہی وہ مبشر بہ اِن صفات کا نہین ہی بلکہ وہ مبشر بہ اُن صفات کا ہی وہ اُسکے سوا اور ہی
جو آئندہ پیدا ہوگا کیونکہ ایسی بات کا کہنا سیدھی راہ سے پھرنا ہی اور دلالت کرتا ہی اِسپر کہ جب حق تعالیٰ نے توریت کو حضرت موسیٰ
نازل فرمایا اور اُسمین ذکر فرمایا کہ نبی عربی کو آخر زمان مین مبعوث فرمائیگا اور وہ خاتم الانبیا ہونگے اور اُنکی نعت و صفات کو
بالخصوص صفات اُنکے بیان فرمایا اور اُسے علامت و دلالت اثبات حکم نبوت کی گردانا تو قوم موسیٰ علیہ السلام کا یہ حال تھا
کہ اُنحضرت کو ساتھ اُن صفات کے یاد کرتے تھے اور حضرت کی بعثت کو یقینی جانتے تھے پس جبکہ زمانہ ظہور و بعثت کا حضرت کے

قریب پہونچا تو مشرکین کو حضرت کے وجود ذی جود سے ڈراتے تھے اور کہتے تھے کہ اب زمانہ قریب پہونچا ہی پیدا ہونے کا اُس
پیغمبر کے جسکی بشارت اِسطرح اور اُسطرح دی گئی ہی اور ہم تمھارے دفع کرنے کو اُنسے مدد اور اعانت طلب کرینگے پس جبکہ وہ
حضرت مبعوث ہوے اور علامات و صفات اُنکے سب اُنھون نے دیکھے اُسوقت حمیت و تعصب سے درپی انکار ہوکر کہنے لگے
کہ یہ وہ نہین ہی بلکہ وہ اُنکے غیر ہی اور عنقریب آویگا پس جبکہ اُنھون نے احتمالات دور از کار کی طرف رجوع کی تو روگردان ہوے
عمل کرنے سے دلالت پر اور اُن علامات سے جو اُنمین موجود تھین اور انکار شدید اُنپر قرآن مین نازل ہوا ہی فقط انتہیٰ اور
ظاہر ہی یہ بات کہ اگر باوجود اسکے کہ جو جو علامتین کہ اُن بشارتون مین ہین اور یہ سب آنحضرت مین منطبق بھی ہوتی ہین اگر ایسے بھی
احتمالون کو جگہ دیجاے تو جو بشارتین کہ حضرت عیسیٰ یا اور پیغمبرون کے لیے اُنسے پیشتر کی کتابون مین وارد ہوئین وہ مستفاد
ہوتی ہین وہ بھی بیکار ہونگی اور اگر اُنکی نبوت کے لیے کہین کہ جو معجزے اُنسے صادر ہوے وہ اُنکی نبوت کی دلیل ہین اور
اُنکے ذریعہ سے تعین اُنکی بشارتون کے ہوے تو یہ ہمکو بھی کافی ہوگا جیسا کہ روایت احتجاج طبرسی مین وارد ہی کہ جناب امام رضا نے
راس الجالوت سے فرمایا کہ مین تجھسے پوچھتا ہون کہ تو نے کیونکر اپنے پیغمبر موسیٰ بن عمران کی نبوت کا اثبات کیا عالم یہود نے
کہا کہ اُنکی نبوت کی دلیل یہ ہی کہ چند چیزین اُنسے ایسی ظاہر ہوئین جو اور پیغمبرون سے نہین ہوئین مثل شگافتہ کرنے دریا کے
اور عصا کا اژدہا ہوجانا اور عصا کا پتھر پر مارنا اور اُس سے پانی کے چشمون کا جاری ہونا اور اُنکا ہاتھ کو کھول کے دکھانا
وقتیکہ وہ دیکھنے والون کی نظر مین روشن تھا اور سوا اسکے وہ امور جو اُنھون نے کرکے دکھاے کہ جو خلق سے نہین ہوسکتے
یہ سنکر حضرت نے فرمایا کہ سچ کہا تو نے کہ خوارق عادات کا ظاہر ہونا اُنکے دعوی نبوت کے صدق کی دلیل ہی لیکن یہ بات
اُنکے ساتھ مختص نہین ہی بلکہ جو مدعی نبوت کا ہو اور خوارق عادات اُسکے ہاتھ پر ظاہر ہون وہ نبی برحق ہوگا اُسنے کہا یہ نہین
ہوسکتا کیونکہ جو قرب منزلت کہ حضرت موسیٰ کو خدا کے نزدیک ہی وہ کسی کے واسطے نہین ہی اور جب تک کہ وہ معجزات
جو اُنسے ظاہر ہوے کسی سے ظاہر نہون ہم اُنکی نبوت کا اقرار نکرینگے یہ سنکر جناب امام رضا نے فرمایا کہ کیا سبب ہی کہ اُنسے
جو پہلے پیغمبر گذرے اُنکی نبوت کا اقرار کرتے ہو حالانکہ اُنھون نے بھی نہ دریا کو پھاڑا نہ پتھر سے بارہ چشمے نکالے نہ ید بیضا
دکھایا نہ عصا کو اژدہا بنایا یہودی نے کہا کہ اسلیے اُنکی نبوت کی تصدیق کرتے ہین کہ اُنسے بھی وہ کام ہوے کہ جسکے کرنے سے
خلق عاجز تھی اگرچہ اُنکا معجزہ مثل معجزہ حضرت موسیٰ نہ تھا اُسوقت حضرت نے فرمایا کہ ہرگاہ یہ بات ہی تو کیا وجہ ہی کہ حضرت
عیسیٰ کی نبوت کا اقرار نہین کرتے کہ مردے کو حکم خدا سے زندہ کرتے تھے اور اندھے کو بینا کرتے تھے اور مٹی سے جانور کی
صورت بناکر اُسمین روح پھونکتے تھے اور وہ اُڑجاتا تھا اُس عالم یہود نے کہا کہ یہ بات لوگ کہتے ہین کہ کرتے تھے لیکن ہمنے انکو
نہین دیکھا حضرت نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ کے معجزات کو تو نے اپنی آنکھ سے دیکھا تھا اُسنے کہا کہ نہین حضرت نے فرمایا کہ
جو خبرئیان حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اُنسے سنا ہی تو نے اُسنے کہا ہان حضرت نے فرمایا اسی طرح اخبار متواترہ حضرت عیسیٰ کے
معجزات کے بارے مین بھی آئے ہین پھر کیا سبب ہی کہ حضرت موسیٰ کی نبوت کی تصدیق کرتے ہو اور حضرت عیسیٰ کی نبوت کی

قصد نہین کرتے اور یہی حال ہی نبوت کا محمد صلی اللہ علیہ و آلہ کی اور جو معجزات کہ آنحضرت نے فرمائے ہین فقط اور کتاب
امالی مین صدوق علیہ الرحمہ نے ایک حدیث اپنی سند سے نقل کی ہی عبداللہ بن سلیمان سے جو کتب سماویہ سابقہ کا پڑھنے والا تھا
اور روایت کی ہی کہ اُسنے کہا کہ مین نے انجیل مین پڑھا ہی کہ ای عیسیٰ جد و جہد کر میرے امر مین اور کلام میرا سن کہہ اور گوش دل سے
سن اور بجا لا ای بیٹے پاک و پاکیزہ عورت کے جو بکر و بتول تھی کہ تجھے بے باپ کے مین نے پیدا کیا تا عالم کے لیے تیری پیدایش
اور وجود میری علامت و نشانی قدرت کی ہو یا تیری نبوت کی نشانی ہو پس تجھے چاہیے کہ میری عبادت کر اور مجھپر توکل کر
اور جو کتاب کہ تجھپر نازل کی ہی مین نے اُسے قوت کے ساتھ لو زبان سریانی مین اہل سریا کو اُسکے معنی اور تفسیر کہہ کر سنا اور
جو تیرے پاس حاضر ہین تمہین خبر دے کہ مین وہ خدا ہے دائم ہون جسے زوال نہین ہی اور تصدیق کر اُس نبی امی کی جو صاحب
شتر ہی اور صاحب پیراہن و تاج ہی یعنی امامہ سر پر رکھتا ہی اور دو نعلین اور ایک لکڑی کا عصا اور دو آنکھین سیاہ رکھتا ہی
اور کشادہ پیشانی ہی اور پیشانی اُسکی صاف اور چکنی ہی اور رخسارے اُسکے روشن ہین اور ناک اُسکی بلند و باریک ہی اور دانت
اُسکے آپین تھوڑے تھوڑے جدا ہین گردن اُسکی گویا ابریق نقرہ ہی اور جنبیر گردن برنگ طلا ہی بال اُسکے سینے سے ناف تک
کھینچے ہوے ہین اور کہین پیٹ پر یا سینہ پر نہین ہین اُسکا گندمی ہی اور مثل ایک خط کے اُسکے سینہ کے بال ہین اور
کف دست و کف پا اُسکے پر اور بھرے ہوے ہین پتلی اور تلوے مین اُسکے گڑھا نہین ہی جیسا اور سب کے ہوتا ہی اور جب
کسی کی طرف وہ متوجہ ہوگا تو تمام و کمال بدن سے اُسکی طرف متوجہ ہوگا اور جب کسی مجمع مین آئیگا تو اُن سب پر غالب ہوگا
اور جب زمین پر راہ چلیگا تو پانوں اُسکے زمین سے جدا رہینگے جیسا کہ پتھر پر راہ چلنے کے وقت ہوتا ہی اور مانند جاری ہونے پانی کے
نیچے زمین پر راہ چلیگا اور عرق کی بوندین اُسکی پیشانی مین مثل موتی کے ظاہر ہونگی اور مشک کی بو اُس سے سب کی ناک مین
آیا کرے گی نہین دیکھا ہی مثل اُسکے اُنھون نے کسی کو جو اُس سے پہلے پیدا ہو چکے ہین اور نہ دیکھینگے مثل اُسکے کسی کو جو اُسکے بعد
پیدا ہونگے خوشبوئی رکھتا ہوگا اور نکاح عورات کو بہت دوست رکھتا ہوگا اور صاحب نسل قلیل کا ہوگا بلکہ نسل اُسکی منحصر ہوگی
اُسکی بیٹی کی نسل مین جسکا گھر بہشت مین ہی جہان تعب و محنت نہین ہی آخر زمان مین اُس بیٹی کا متکفل ہوگا جیسا کہ تیری ماں کا
ذکریا متکفل ہوا اور اُسکی بیٹی کے دو فرزند ہونگے کہ وہ دونون درجہ شہادت سے فائز ہونگے کلام اُس پیغمبر کا جو اُسپر نازل ہوگا
قرآن ہوگا اور دین اُسکا اسلام ہوگا اور مین سلام ہون اور طوبی ہی اُسکے واسطے جو اُسکے زمانے کو پاے اور اُسکے ایام پیغمبری کو
دیکھے اور گوش قبول سے اُسکے کلام کو سنے حضرت عیسیٰ نے عرض کیا کہ خداوندا طوبی کیا چیز ہی فرمایا کہ ایک درخت ہی بہشت مین
جسے مین نے اپنے دست قدرت سے بٹھایا ہی شاخین اُسکی سب بہشتون مین سایہ ڈالتی ہین اور رضوان اُسکی جڑ ہی پانی اُسکا
تسنیم سے ہی اور وہ ایک نہر ہی کہ اُسکی سردی مثل کافور کی سردی کے ہی اور مزہ اُسکا زنجبیل کا ہی جو کوئی اُسے ایک گھونٹ پیے
پھر کبھی پیاسا نہین ہوتا اُسوقت حضرت عیسیٰ نے عرض کیا کہ خداوندا مجھے اُس چشمے سے پانی پلا دے حضرت رب العزت نے
فرمایا ای عیسیٰ حرام ہی سب آدمیون پر اُسکا پینا جب تک کہ پیغمبر آخر الزمان اُسے نہ پی لے اور اسی طرح سب امتون پر حرام ہی جب تک کہ

اُسکی اُمت آمین سے نبی ہے مین تجھے اٹھاؤنگا اپنی طرف اور بعد اُسکے پھر تجھے آخر زمانے مین زمین پر بھیجونگا تاکہ تو حق پیغمبر کی
اُمت سے اُمور غریبہ کو تو دیکھے اور انکا تو معین ہو جبکہ وہ دجال ملعون کا مقابلہ کرین اور مین تجھے نماز کے وقت بھیجونگا تاکہ انکی
نماز مین شریک ہو بدرستیکہ وہ اُمت مرحومہ ہین انتہی اور واقع مین یہ بشارت تائید کرتی ہی اُس مضمون کی جو ہماری
روایات سے مستفاد ہوتا ہی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وقت ظہور فرمانے جناب صاحب العصر والزمان علیہ السلام کے
آسمان سے زمین پر تشریف لائینگے اور نماز مین جناب صاحب الزمان علیہ السلام کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز بطور اقتدا کے پڑھینگے
اور نجمۃ الصبح اور زہرۃ الصبح جو بعض ترجمون مین انجیل کے وارد ہی یہ بشارت و اشارت ہی طرف ظہور جناب صاحب العصر علیہ السلام کے
جیسا کہ پیشتر اُس سے اشارہ مذکور ہوا اور تفسیر اسکی یہ ہی کہ ساباطی نے اپنی کتاب براہین مین لکھا ہی ۲۶ وسا عطی المظفر
الذی یحفظ جمیع افعالی وفی بعض التراجم جمیع کلامی سلطانا علی الامم فیرعاھم بقضیب من حدید ویسحقھم کآنیة الفخار کما اخذتھا
من ابی واعطیه نجمة الصبح فمن کانت له اذن سامعة فلیستمع وقال فی شرحه المراد بحفظ افعاله هو مطلق اوامره فیرعاهم
بقضیب من حدید وتدرعاهم بحد ذی الفقار ویسحقهم سحق آنیة الفخار وقوله واعطیه نجمة الصبح یرید بذلک المهدی لانه
یظهر فی صبح الیوم الاول من الشهر الاول من السنة الاولی من العشرة الاولی من المائة الاولی من الالف السابع
وقال ان الذین لم یتدنسوا بعصیان الاعراض عن اتباعه یلبسون معه البیاض ای یدخلون معه تحت
ظلال نجمة الصبح وهذا مصداق ماذهب الیه الامامیة من باب الرجعة لانهم قد اتفقوا علی ان محمدا وعلیا وفاطمة والحسنین
علیهم السلام یرجعون بالاجسام اذا ظهر المهدی قوله ولا امحی اسمه ترغیب آخر لهم فی اتباعه تمت انتهی یعنی انجیل مین وارد ہی
چھبیسوین فصل مین کہ قریب ہی عطا کرون مین ایک مظفر کو کہ جو حفاظت کرے گا سب افعال کی میرے یا اقوال کی میرے سلطنت
امتون پر پس وہ سیاست کرے گا انکی ایک لوہے کی لکڑی سے اور اُنکے سرون کو گھسے گا مثل مٹی کے ظروف کے جیسا کہ
مین خدا کی طرف سے لایا تھا اور مین دیتا ہون اُسے نجمۃ الصبح کو پس جو کوئی کہ گوش شنوا رکھتا ہو چاہیے کہ اُن بشارتون کو سنے
بعد اُسکے ساباطی نے اسکی شرح مین کہا ہی کہ مراد حفاظت افعال یا اقوال سے اُسکے مطلقاً اُنکے اوامر کا حفظ ہی اور یہ ظاہر ہی
جو اس شارح نے اوامر کو کہا ہی مراد اُس سے اوامر اعتقادیہ ہین مثل توحید و عدل خدائے عزوجل اور تصدیق انبیا کی اور اعتقاد
ساتھ بعثت و نشور کے اور مثل نصایح و مواعظ کے اور شرائع غیر منسوخہ کے نہ مطلق اوامر انجیل کے کیونکہ اُسکا نسخ ثابت ہی اور
معلوم ہی ہمین کہ شریعت ہمارے پیغمبر آخر الزمان کی ناسخ ہی اُن سب شریعتون کی جو حضرت کے مبعوث ہونے کے پیشتر
اور پیغمبرون کی تھین بعد اسکے پھر شرح عبارت مذکورہ مین اُسنے کہا ہی کہ بس سیاست و زعامت کرے گا اُنھین چوب آہنے سے
اور بدرستیکہ ہمارے پیغمبر نے کفار کی سیاست کی شمشیر بدار سے جسکا نام ذوالفقار تھا اور بنائے کفر کو جڑ سے کھود ڈالا اور گرایا
اور سرہائے کفار کو گھسا جسطرح ظروف گلی آپس مین گھستے ہین اور واقع مین یہ علامت و اشارت صریح ہی ہمارے پیغمبر کی بشارت مین
کہ وہ حضرت خدا کی طرف سے مؤید و مجاہد تھے اور مبعوث بشمشیر ہوئے تھے کفار کی تادیب کے لیے اور جیسا کہ اُنکے سرون کو گھسا

اور کلمہ دین و اسلام کو شائع فرمایا اور جہاد کی کتب تاریخ اس سے بھری ہوئی ہین پھر نجمة الصبح کی تفسیر مین ایسی سا باطی نے کہا ہی کہ
مراد اس سے مہدی رضی اللہ عنہ ہین کیونکہ وہ ظاہر ہونگے صبح روز اول کو ماہ اول سے جو دہلہ وہ اول کا پہلی صدی سے ساتوین
ہزار کے ہی اور جناب سید سنا نے حدیقہ سلطانیہ مین فرمایا ہی کہ ممکن ہی کہ نجمة الصبح ان حضرت کو باعتبار انکے مولد شریف کے کہا ہو
کیونکہ وقت ولادت حضرت کا پندرھوین شعبان کی صبح ہی اور سا باطی نے نقل کی ہی کہ ان حضرت نے یعنی حضرت عیسیٰ نے
فرمایا کہ مدرستیکہ جو ملوث نہین ہوئے دامن انکے نافرمانی و معصیت سے ساتھ اعراض و روگردانی کے انکے اتباع عالیشان
وہ سفید جامے پہنینگے یعنی داخل ہونگے نیچے علم ہدایت شیم کے جو اس ستارۂ صبح کا ہوگا اور مصداق ہی اسکا جو امامیہ باب رجعت مین
کہتے ہین کیونکہ وہ سب اس امر پر اتفاق کیے ہین کہ محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنینؑ اپنے اجسام شریفہ کے ساتھ وقت ظہور فرمانے امام
مہدیؑ کے اس عالم مین عود فرمائینگے اور پھر سا باطی نے کہا ہی کہ یہ قول حضرت عیسیٰؑ کا کہ مین محو نہین کرتا اسکے نام کو یہ ترغیب
اتباع شریعت پیغمبر خدا کے لیے فقط اور ابن حجر نے صواعق محرقہ مین کہا ہی کہ اظہر یہ ہی کہ خروج حضرت مہدیؑ کا قبل نزول
حضرت عیسیٰؑ کے ہوگا اور یہی کہا گیا ہی کہ بعد ہوگا اور ابو الحسن ابری نے کہا ہی کہ اخبار متواترہ اور روایات کثیرہ مستفیضہ جناب
پیغمبر خدا سے وارد ہوئے ہین کہ حضرت مہدی اہلبیت و ذریت سے آنحضرت کے باہر آئینگے اور خروج فرمائینگے اور سات برس
سلطنت فرمائینگے اور زمین کو عدل و انصاف سے بھر دینگے اور انکا خروج فرمانا حضرت عیسیٰؑ کے نزول سے مصادف ہوگا
اور حضرت عیسیٰ انکے معین و مساعد ہونگے قتل کرنے مین دجال ملعون کے باب لد پر زمین فلسطین مین اور حضرت مہدی
امامت کرینگے اس امت کی اور عیسیٰ علیہ السلام انکے پیچھے نماز پڑھینگے اور ظاہر ہی کہ یہ بشارت بقول علماے حضرات اہلسنت
امامیہ کے قول کی مصدق ہی اور بشارت مہدی علیہ السلام کی مستلزم ہی بشارت کو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کی ولیکن
محل تعجب ہی کہ آنحضرت کے بارے مین پھر بھی حضرات اہلسنت کی طرف سے کلمات نامربوط کہے جاتے ہین اور آنحضرت کے
وجود ذیجود کے اسوقت مین عتقاد نہین رکھتے اور طول عمر شریف کا حضرت کی استغراب کرتے ہین گو اسکے نظائر کا اعتراف
کرتے ہین دجال کی موجودگی مین کسی کو انکار نہین ہی باینہمہ اسکے سب قائل ہین کہ وہ حضرت پیدا ہونگے اور خبر ظاہر ہونے کی
حضرت مہدی علیہ السلام کی اور زمین کو عدل و انصاف سے بھرنا آنحضرت کا متفق علیہ ہی اور واقع مین تو یہ ہی کہ
یہ کہنا کہ امام مہدیؑ جنکے بارے مین بشارات و روایات وارد ہین پیدا ہونگے قریب اسی تاویل کے ہی جیسا کہ اہل کتاب نے
کہا کہ یہ تمہارے پیغمبر موعود نہین ہین بلکہ وہ پیغمبر جنکے لیے بشارت دی گئی ہی آیندہ پیدا ہونگے اور دونون ظاہر البطلان ہین
اور تفصیل اسکی اور تحقیق حال امام العصر والزمان مہدی ہادی علیہ السلام کا کتاب امامت مین انشاءاللہ عنقریب مذکور ہوگا
راقم رسالہ کہتا ہی کہ جو بشارات مذکور ہوے اکثر محققین متکلمین لکھتے آئے ہین لیکن چونکہ وہ کتب انجیل سے منقول ہین اور اس سے
اتمام حجت اہل توریت پر نہین ہو سکتی اسلیے مین اب چند بشارتین توریت خاص سے لکھتا ہون تاکہ اس سے استدلال اہل اسلام کے
مقابل سب اہل کتاب کے تمام و معتبر ہو پس کہتا ہون مین کہ توریت کا ترجمہ اردو مع انجیل جو بحکم حکام مقام مرزا پور مین

سنہ ۱۸۹۶ع مین چھپا ہی اُسمین پیدایش کے سترھوین باب مین بیسوان فقرہ یہ ہی اور اسمٰعیل کے حق مین مین نے تیری سُنی دیکھ مین اُسے برکت دونگا اور اُسے برومند کرونگا اور اُسے بہت بڑھاؤنگا اور اُس سے بارہ سردار ہونگے اور مین اُس سے بڑی قوم بناؤنگا اُسے اور واضح ہو کہ جو توریت عبری زبان مین ہی اُسمین اِس وعدے کے بعد جہان تک خدا نے دربارہ حضرت اسمٰعیل فرمایا ہی اور بہت بڑھاؤنگا زبان عبری مین بمئد مئد ہی اِن الفاظ سے بحساب ابجد لفظ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ نکلتا ہی کیونکہ پہلی لفظ مین حرف با اور میم اور الف اور دال ہی جسکے چہل و ہفت عدد ہوتے ہین اور دوسرے لفظ مین میم اور الف اور دال ہی جس سے چہل و پنج عدد حاصل ہوتا ہی اور جب چہل و پنج کو چہل و ہفت کے ساتھ جمع کرین تو نود و دو عدد ہوتا ہی جس سے لفظ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ برآمد ہوتا ہی یعنی حق تعالی نے فرمایا کہ اسمٰعیل کو بہت بڑھاؤنگا محمد سے اور توریت عبری مین بارہ سردار کو پیدا کرنے کے وعدے کے بعد ہی لفظ لغوی گدول یعنی لام اور غین معجمہ کہ انکی زبان مین گاف فارسی ہی اور اُسکے عدد تین ہین اور واو ہی اور یائے تحتانی ہی اور گاف فارسی ہی اور دال ہی اور واو ہی اور لام ہی اور بحساب ابجد انکے موافق اس سے بھی نود و دو عدد حاصل ہوتے ہین کہ جناب رسالتمآب کے نام کے عدد کے موافق ہین یعنی بارہ سردار محمد کے ہونگے اور اُسکے عدد کا یہ بیان ہی کہ لام کے تیس اور غین عبرانی کے تین اور واو کے چھ اور یائے تحتانی کے دس جملہ چہل و نہ ہوے پھر گاف فارسی کے موافق عبرانی تین عدد اور دال کے چار اور واو کے چھ اور لام کے تیس یہ جملہ چہل و سہ ہوے اور جب چہل و نہ کو چہل و سہ کے ساتھ جمع کرو تو نود و دو عدد ہوتے ہین جو لفظ محمد کے عدد ہین بالجملہ اس سے ثابت ہوا کہ توریت مین حق تعالی نے اِس بشارت مین نام مبارک آنحضرت کا بحساب جُمل کہ حساب ابجد ہی یاد فرمایا ہی اور سولھوین باب کی پیدایش کی آیت ششم کا جو ترجمہ حضرت ہاجرہ کے حال مین ہی اُسمین یہ عبارت مندرج ہی اور خداوند کے فرشتہ نے اُسے میدان مین پانی کے ایک چشمہ کے پاس پایا یعنی اُس چشمہ کے پاس جو صور کی راہ پر ہی آٹھ فقرہ اور اُسنے کہا کہ اے سرہ کی لونڈی ہاجرہ تو کہان سے آئی اور کدھر جاتی ہی تو وہ بولی کہ اپنی بی بی سرہ کے سامنے سے بھاگی ہون اور خداوند کے فرشتہ نے اُس سے کہا کہ تو اپنی بی بی کے پاس پھر جا اور اُسکی تابع رہ گیارہ پھر خداوند کے فرشتہ نے کہا اُس سے کہ مین تیری اولاد کو بہت بڑھاؤنگا کہ وہ کثرت سے گنی نہ جائیگی اور خداوند کے فرشتہ نے اُس سے کہا کہ تو حاملہ ہی اور ایک بیٹا جنے گی اُسکا نام اسمٰعیل رکھنا کہ خداوند نے تیرا دکھ سن لیا بارہ وہ وحشی آدمی ہوگا اُسکا ہاتھ سب کے اور سب کے ہاتھ اُسکے برخلاف ہونگے اور وہ اپنے سب بھائیون کے سامنے بود و باش کرے گا اُس سے بھی صاف ظاہر ہی کہ جو یہ وعدہ حضرت اسمٰعیل کے ساتھ ہوا تھا اُسکا ظہور جناب رسالتمآب کے ساتھ ہوا کہ بنی فاطمہ ماشاء اللہ اس کثرت سے ہین کہ کوئی مقام ایسا نہین ہی کہ جہان وہ نہون اور شریعت حضرت کی ناسخ سب کی شریعت کی ہوئی اور اکیسوین باب مین پیدایش کے ہی تیرہ اور اُس لونڈی کے بیٹے سے بھی ایک قوم پیدا کرونگا اِسلیے کہ وہ بھی تیری نسل ہی فقط واضح ہو کہ یہ خطاب خدا کا ابراہیم سے تھا اور مراد اُس سے حضرت اسمٰعیل ہین اور یہ بھی اہل کتاب کی خبر ہی کہ ہاجرہ فرعون نامی بادشاہ کی بیٹی تھین واقع مین لونڈی

نہیں ہیں یعنی زرخرید نہیں ہیں بلکہ انکے باپ نے حضرت ابراہیمؑ کو پیغمبر جانکر خدمت کے واسطے دیا تھا اور کہا تھا کہ میں
آپ کو ایسے کنیزی میں دیتا ہوں اور جو خدا نے حضرت ابراہیمؑ سے اسمٰعیل کی قوم کے بڑھ جانے کا وعدہ کیا تھا وہ موافق وعدہ
الٰہی کے قوم غالب و نامی جو لائق بشارت الٰہی سمجھی جاوے قوم نبی آخر الزمان ہی جنہنے آنحضرتؐ کی برکت سے نام و عزت
و غلبہ اور قوموں پر پایا اور توریت کی کتاب استثنا کے اٹھارھویں باب کی پندرھویں آیت ہی جسمیں حضرت موسیٰ بنی اسرائیل سے
فرماتے ہیں کہ خداوند تیرا خدا تیرے لیے تیرے ہی درمیان سے تیرے ہی بھائیوں میں سے میرے مانند ایک نبی برپا کریگا
تم اُسکی طرف کان دھرو فقط اور اسکے بعد اسی باب میں اٹھارہ فقرہ یہ ہی کہ میں اُنکے لیے اُنکے بھائیوں میں سے تجھسا ایک نبی
برپا کرونگا اور اپنا کلام اُسکے منھہ میں ڈالونگا اور جو کچھ میں اُسے فرماؤنگا وہ سب اُن سے کہیگا انیسواں فقرہ اور ایسا ہوگا
کہ جو کوئی میری باتوں کو جنھیں وہ میرا نام لے کے کہیگا نہ سُنیگا تو میں اُسکا حساب لونگا اب اس بشارت سے صاف ظاہر ہی
کہ سوا جناب رسالتمآب کے دوسرا مراد نہیں ہو سکتا کیونکہ اول سوا آنحضرتؐ کے کہ بنی اسمٰعیل اور برادران بنی اسرائیل سے تھے
اور بنی اسرائیل کے بھائی غیر بنی اسمٰعیل نہیں ہیں کیونکہ حضرت ابراہیمؑ کی اولاد منحصر حضرت اسحاق اور حضرت اسمٰعیل میں ہی
اور بنی اسمٰعیل میں سوا آنحضرت کے اور کوئی پیغمبر نہیں ہوا کہ جنکی ترقی کا وعدہ پیشتر خدا فرما چکا ہی اور خود بنی اسرائیل نہیں سکتے
کیونکہ مخاطب وہی ہیں علاوہ اسکے بعد جناب موسیٰ علیہ السلام کے بنی اسرائیل میں جو انبیا ہوئے اُنمیں کوئی اولوالعزم
اور صاحب شریعت مثل حضرت موسیٰؑ کے نہیں ہوا اور حضرت عیسیٰ بھی اس بشارت سے مراد نہیں ہو سکتی کیونکہ جن
صفات کا ذکر بشارت میں ہی اُنکا تحقق آنحضرت میں نہیں ہو سکتا اور یہ ظاہر ہی کیونکہ پہلا اُنمیں یہ ہی کہ حضرت موسیٰؑ نے
فرمایا تھا کہ برادران بنی اسرائیل سے وہ نبی ہوگا اور جناب عیسیٰؑ کسی طرح برادران بنی اسرائیل سے نہیں ہو سکتے کیونکہ باپ
کی راہ سے تو انمیں کسی قوم سے قرابت ہی نہیں اور اگر ماں کی راہ سے لیا جاوے تو خود بنی اسرائیل ہونگے نہ برادران بنی اسرائیل سے
اور بنی بشریہ کو چاہیے کہ اُنھیں سے ہو یعنی جد اعلی ایک ہو اور پھر بنی اسرائیل نہو بلکہ برادران بنی اسرائیل سے جیسا کہ
یہ بات اولاد پر حضرت اسمٰعیل کے بے تکلف اور از روے حقیقت کے صادق آتی ہی کہ جد اعلی ابراہیمؑ ہیں اور پھر نسل اسحاق
و یعقوبؑ سے نہیں ہیں اور برادران اولاد یعقوبؑ ہیں دوسرے حضرت موسیٰ نے فرمایا تھا بشارت میں کہ وہ نبی مثل
میرے ہوگا اور اکثر اُنکے اوصاف حضرت عیسیٰؑ میں نہیں جس سے مانند کا مصداق نہیں ہو سکتے کیونکہ پہلی یہ بات ہی
کہ حضرت موسیٰؑ نے اپنے گھر میں پرورش نہیں پائی بلکہ خانہ غیر میں جو فرعون کا گھر تھا پرورش پائی اور بڑھے جیسا کہ
نبی آخر الزمانؐ نے حلیمہ خاتون کے گھر میں نشو و نما فرمایا اور حضرت عیسیٰ اپنے گھر میں رہے اور حضرت موسیٰ صاحب زن و
فرزند تھے جیسا کہ نبی آخر الزمان بھی صاحب زن و فرزند ہوے اور حضرت عیسیٰؑ نے تاہل نہیں فرمایا اور حضرت موسیٰ نے
کفار سے جہاد و قتال کیا جیسا نبی آخر الزمان نے کفار کو مارا اور بذریعہ غلبہ استیلا کے ظاہر بھی دین کو شائع کیا اور
حضرت عیسیٰؑ نے ہدایت لسانی ہی پر اکتفا فرمایا بالجملہ سوا جناب نبی آخر الزمان کے دوسرے پر انطباق اس بشارت کا

بطور حقیقت نہین ہو سکتا وھو المطلوب دوسرے اس بشارت مین صاف ہی کہ حضرت موسیٰ نے جنکی اطاعت
کرنے کو بنی اسرائیل سے فرمایا انکی تعریف مین کہا کہ میرے مانند ایک نبی برپا کریگا اور پھر اٹھارویں آیت مین
خدا نے بھی جو فرمایا کہ تجھسا ایک نبی برپا کرونگا تو ظاہر ہی کہ مراد اس سے مشابہت و مماثلت صورت کی نہین ہی
نہ کسی نے ہنکا دعویٰ کیا کہ وہ حضرت موسیٰ سے صورت مین مشابہ تھے بلکہ مراد یہ ہی کہ جسطرح مین نبی مرسل اور صاحب
کتاب و مذہب ہوں وہ بھی ہوگا اور جسطرح مین نے کفار کو زور شمشیر کھایا اور قتل کیا وہ بھی سزا دیگا اور یقینی ایسا
سوا آنحضرتؐ کے جناب موسیٰؑ کے بعد برادران بنی اسرائیل مین اور دوسرا نہین ہوا پھر یہ بشارت جو آج تک
موجود ہی توریت مین منصف کے نزدیک آنحضرت کی صدق نبوت و رسالت پر قائم مقام نص کی دلالت کرتی ہی
لیکن من لم یجعل اللہ لہ نورا فما لہ من نور اور توریت مین حجی نبی کی کتاب مین ہی چہ کیونکہ رب الافواج فرماتا ہی کہ
ہنوز ایک مرتبہ اور تھوڑی سی مدت بعد مین آسمان و زمین و تری اور خشکی کو ہلا دونگا سات بلکہ مین ساری قومونکو
ہلا دونگا اور ساری قوم کی مرغوب چیزین ہاتھ آئینگی اور مین اس گھر کو جلال سے بھر دونگا رب الافواج فرماتا ہی آٹھ
چاندی میری ہی اور سونا میرا ہی رب الافواج فرماتا ہی نو مین اس پچھلے گھر کا جلال پہلے گھر کے جلال سے زیادہ ہوگا
رب الافواج فرماتا ہی اور مین اس مکان مین سلامتی بخشونگا رب الافواج فرماتا ہی اور ظاہر ہی کہ یہ بشارت نسبت
خانہ کعبہ کے ہی کیونکہ پہلا گھر خدا کا قبلہ بنی اسرائیل وغیرہ کا بیت المقدس تھا جسکی طرف سب سجدہ کرتے تھے اور
پھر جناب رسالتمآب پیغمبر آخر الزمان کی امت کے لیے خانہ کعبہ قبلہ مقرر ہوا اور خدا کا گھر قرار پایا اسکے سوا کوئی اور خدا کا
گھر مقرر نہین ہوا جسکے اوپر پچھلا گھر صادق آئے پس وہی مراد اس بشارت کا ہی نہ غیر اسکے اور اس سے بھی بہت خوبی
و صحت کے ساتھ ان جناب کا نبی برحق ہونا ظاہر ہوتا ہی کیونکہ اس گھر کو خدا کا گھر انہین جناب نے معین کیا اور
اسکی طرف سجدہ کیا اور سب سے سجدہ کرنے کو فرمایا لیکن ساتوان فقرہ اسمین اردو کا جسمین لفظ مرغوب چیزون کا ہی
اس فقرہ مین عبری زبان کی توریت مین لفظ حمدوت ہی بحاے مہملہ و میم و دال و ثاے مثلثہ جسکے معنی انکی زبان مین
محمدی بیاے نسبت ہی یعنی سب اس گھر مین محمد کے سجدہ کرنے کو اور اس گھر کے اکرام کو جمع ہونگے یا مترجم سے غلطی ہوئی
یا دانستہ اُسے ذکر نہین کیا تا کہ اہل اسلام استدلال نہ کرین اور یہ بھی بڑی بشارت ہی اور اہل اسلام کے دعوے کی
اظہار صداقت پر دلالت کرتی ہی کیونکہ انکے قبلہ کا اور نبی کا ذکر توریت کی اس بشارت مین موجود ہی اور کتاب یشعیاہ
پیغمبرؑ کے اکیسوین باب مین ۲۱ ہے کہ خداوند نے مجھسے یون فرمایا جا نگہبان بٹھلا جو کچھ دیکھے وہ بتلا دے اُسنے سوار دیکھے
سات گھوڑچڑھون کے جو دو دو آتے تھے اور گدھون پر بھی سوار اور اونٹون پر بھی سوار اور اسنے بڑی فکر سے تاکا آٹھ
تب اسنے شیر کی آواز سے پکارا کہ اے خداوند مین اپنی دیدگاہ پر تمام دن کھڑا رہا اور مین نے تمام رات کو اپنی چوکی پر
کاٹا نو اور دیکھ سپاہیون کے غول اور ان مین کئی گھوڑچڑھے دو دو کرکے آتے پھر اسنے بات بڑھا کے یہ کہا بابل

گر پڑا گر پڑا اور اُسکے الاہونکی ساری پتلیان اُسنے زمین پر پٹک ڈالین فقط واضح ہو کہ یہ ترجمہ اردو کا توریت عبرانی کے
مخالف ہی کیونکہ اُسمین دو دو سوار نہین ہین بلکہ اِسطرح ہی کہ اُس نگہبان نے دیکھا ایک سوار گھوڑے پر ایک سوار گدھے پر
ایک سوار اونٹ پر کہ وہ آتے ہین اسی طرح جو نوین[9] آیت عبرانی مین ہی اسکا مطلب یہ ہی کہ دیکھا ایک سوار کو گھوڑے پر کہ وہ
آیا ہی اور اُسنے کہنا شروع کیا کہ گر گیا گر گیا بابل یعنی بغداد قدیم اور اُسکے معبود جو پتلیان تھین یعنی بت ٹوٹ کر زمین کے برابر ہو گئے
چنانچہ اصل عبارت عبرانی توریت کی لکھی جاتی ہی تاکہ دیکھنے والے دیکھین چھ[6] کی خُہ اَمَرْ اَلاَئِی اُدْنَیْ لِخْ ہَعَمِدْ ہَمِصپّہ
آشِر یِرَاہ یَگِید دِرَاہ رِخِب صِمِد پَرَشِیم رِخِب حَمُور رِخِب گَمَل وِہِقْشِیب قِشِب رَب قَشِب اور اس
عبارت کا اصل اور ترجمہ موافق عالم یہود کے یہ ہی کے خہ بکسر کاف و سکون یاے تحتانی و ضم خاے معجمہ و سکون ہاے مہملہ بمعنی یہی جو
اَمَرْ اَلاَئِی بفتح ہمزہ و میم و سکون را و کسر ہمزہ و فتح لام و سکون الف و کسر یاے مثناة تحتانی بمعنی کہا ہمسے اُدنی بضم الف
و سکون دال و فتح نون و کسر ہمزہ و سکون یاے مثناة تحتانی بمعنی خدا کے ہی اور لخ بکسر لام و سکون خاے معجمہ بمعنی جا ہعمد
بفتح ہمزہ و عین مہملہ و کسر میم و سکون دال بمعنی کھڑا رکھو ہمصپہ بفتح ہا و سکون میم و کسر باے فارسی مثلثہ تحتانی مشددہ و
سکون ہا بمعنی دیکھنے والا آشر بفتح ہمزہ و کسر شین معجمہ و سکون را بمعنی جو کہ یراہ بفتح یاے تحتانی مثناة و کسر راے مہملہ و الف
و سکون ہا بمعنی دیکھیگا یگید بفتح یاے مثناة تحتانی و کسر کاف فارسی و سکون یاے مثناة تحتانی و دال بمعنی خبر دیگا
ودراہ بکسر واو و فتح راے مہملہ و فتح الف و سکون ہا بمعنی اور دیکھا رخب بکسر راے مہملہ و کسر خاے معجمہ و سکون باے موحدہ
بمعنی سوار صمد بکسر صاد مہملہ و کسر میم و سکون دال بمعنی بالدار پرشیم بفتح باے موحدہ فارسی و فتح راے مہملہ و کسر شین معجمہ
و سکون یاے مثناة تحتانی و سکون میم بمعنی گھوڑا رخب حمور بکسر راے مہملہ و کسر خاے معجمہ و سکون باے موحدہ و فتح خاے
مہملہ و ضم میم و سکون واو و راے بمعنی سوار گدھے کا رخب گمل بکسر راے مہملہ و کسر خاے معجمہ و سکون باے موحدہ و فتح
گاف فارسی و فتح میم و سکون لام بمعنی سوار اونٹ کا وہقشیب قشب بفتح واو و کسر ہاے مہملہ و سکون قاف و کسر شین معجمہ
و سکون یاے مثناة تحتانی و باے موحدہ و فتح قاف و کسر شین معجمہ و سکون باے موحدہ بمعنی اُسنے تاکا رب قشب بفتح راے
مہملہ و فتح باے موحدہ مشددہ و فتح قاف و کسر شین معجمہ و سکون با بمعنی زیادہ تاکنا اسکا مجموع ترجمہ یہ ہوتا ہی کہ یہی حکم ہمسے
خدا نے جا کھڑا رکھو دیکھنے والا جو دیکھیگا خبر دیگا اُسنے دیکھا سوار بالدار گھوڑے پر اور سوار گدھے پر اور سوار اونٹ پر اور اُسنے
تاکا زیادہ تاکنا یعنی بہت غور کر کے دیکھا اور اسی طرح پایا فقط بالجملہ اصل عبارت یہ ہی اور یہ اسکا ترجمہ ہی جس سے متعدد ہونا
گدھے اور اونٹ کے سوار کا نہین نکلتا بلکہ ایک ایک سوار معلوم ہوتا ہی پھر اس صورت مین یا صاحب ترجمہ سے غلطی ہوئی
یا دانستہ اُسنے استدلال کے ضعیف کرنے کو اُسکے ترجمہ مین اِسطرح بڑھایا بہر کیف جو عبارت اصل کتاب کی لکھی گئی ہی اُس سے
صاف ظاہر ہی کہ ایک گدھے کے سوار کو دیکھا اور ایک اونٹ کے سوار کو دیکھا و[10] اب میرے داین ہو سکا او
میرے کھلیان کے غلہ جو کچھ مین نے رب الافواج اسرائیل کے خدا سے سُنا سو تمسے کہدیا فقط اور ظاہر ہی کہ یہ بشارت ہی

بہ نسبت اُن پیغمبرون کے جو بعد حضرت یسعیاہ کے خدا کی طرف سے آئے اور گدھے کے سوار حضرت عیسیٰ تھے جنکا غالب سواری وہ تھی اور اونٹ کے سوار جناب نبی آخر الزمان ہین کہ انکی سواری کا غالب و مخصوص وہ تھا اور بابل کے بتخانہ کا گرنا وہی ہی جو وقت ولادت آنحضرت کے ظاہر ہوا کہ تمام روے زمین کے بت بتخانون مین منھ کے بھل گر گئے اور طاق کسریٰ کے کنگرے گر گئے اور آنحضرت نے بتخانون کو اور بتون کو توڑا اور خاک کے برابر کیا اور توریت کے غزل الغزلات کے پانچوین باب مین سولھوان فقرہ ترجمہ اُردو توریت کا یہ ہی سولہ اسکا منھ شیرینی ہی ہان وہ سراپا عشق انگیز ہی اے یروشلیم کے بیٹیو یہ میرا پیارا یہ میرا جانی ہی فقط اور عبری مین یہ فقرہ حکّو ممتقیم وخلّو محمّدِم زہ دُودِی وَزَہ رعِی بنُوت یرو شلیم معنی اسکے یہ ہین کہ حکّو بضم خاے مہملہ و کاف مشددہ و سکون واو و ممتقیم بفتح میم اول و سکون میم ثانی و فتح تاے مثناۃ فوقانی و کسر قاف و سکون میم ثالث یعنی باتین اسکی میٹھی اور شیرین ہین اور خلّو بضم خاے معجمہ و ضم لام مشدد و سکون واو بمعنی کلہ ہی یعنی یہ سب باتین محمّدِم بضم میم و فتح خاے مہملہ و میم اول مشددہ و کسر دال و سکون میم ثانی بمعنی محمد اے یہ سبکی سب باتین جنکا ذکر اوپر کے اشعار مین ہوا محمد مین ہین زہ دُودِی بفتح راے منقوطہ و سکون ہا و ضم دال اول و سکون واو و کسر دال ثانی و سکون یاے تحتانی یعنی یہ میرا پیارا ہی وزہ بفتح راے منقوطہ و سکون ہا و رعِی بکسر راے مہملہ و کسر عین مہملہ و سکون یاے تحتانی معنی اسکے یہ ہین کہ یہ میری جان اور میرا دوست ہی بنُوت بکسر باے موحدہ و ضم نون و سکون واو و ثاے مثلثہ بمعنی بیٹیون کے ہی یرو شلیم بفتح یاے مثناۃ تحتانی و ضم راے مہملہ و سکون واو و فتح شین معجمہ و فتح لام و کسر یاے تحتانی ثانی و سکون میم بمعنی اے بیٹیو یروشلیم کی قوم کے جنھین مخاطب کرکے کلام فرمایا تھا فقط اور اسمین بھی صاف تصریح ہی کہ حضرت سلیمانؑ نے اپنا عشق بہ نسبت اُن حضرت کے ظاہر کیا ہی اور وہ حضرت محمد ہین جو ممدوح بزبان انبیا علیہم السلام ہین اور پھر کتاب اشعیا کے ترجمہ اردو توریت مین اکیسوین باب کی تیرھوین آیت یہ ہی کہ تیرہ عرب کے صحرا مین تم رات کو کاٹوگے اے ددانیون کے قافلو واضح ہو کہ دان شہر ہی اُنکے رہنے والون کو مخاطب فرما کے پیغمبر نے فرمایا ہی کہ اپنے ایام غم و کلفت و جہالت کو کہ وہ رات سے مراد ہی بسر کروگے انتظار نبی عربی مین پھر فرمایا ہی چودہ پانی لیکر پیاسے کا استقبال کرنے آوے تیما کے سرزمین کے باشندو روٹی لے کے بھاگنے والے کے ملنے کو نکلو فقط پانی سے مراد ایمان ہی اور علم ہی اور تیما زبان عبرانی مین شہر یمن کا نام ہی جسے جناب رسالتمآب نے آباد فرمایا اور برکت دی اور پیاسے سے مراد وہ ہی کہ جو ہدایت اور ایمان کے طالب ہین اور ایمان قبول کرنے والے ہین اور بھاگنے والون سے مراد وہ اشخاص ہین جو طالب ایمان و علم کے نہین تو انھین بطمع مال و رفاہی مطیع بنا سکتے ہین پندرہ کیونکہ وہ تلوارون کے سامنے سے ننگی تلوار سے اور کھنچی ہوئی کمان سے اور جنگ کی شدت سے بھاگے ہین اور یہ بشارت بھی دلالت کرتی ہی آنحضرت کی صدق نبوت پر کیونکہ یمن کو انھین حضرت نے آباد کیا یعنی انھین ہدایت فرمائی طرف ایمان کے اور صاحب شمشیر و تیر اور صاحب غزوات کوئی نبی عرب کی قوم مین سوا آنحضرت کے نہین ہوا جسکے حال پر یہ بشارت

منطبق ہو اور کتاب اشعیا کے باب چہل و دوم مین بشارتین دین اسلام کی اسطرح ہین دس خداوند کے لیے ایک نیا گیت گاؤ تم جو سمندر پر گذرتے ہو اور تم جو اُس مین بستے ہو ای بحری ممالک اور اُنکے باشندو تم زمین پر سر تا سر اُسی کی ستایش کرو فقط اب ظاہر ہی کہ انبیاے بنی اسرائیل کے بعد بنیاد دین سواے اسلام کے کوئی نہین ہوا کیونکہ حضرت عیسیٰ نے دین سابق کو بدلا نہین اور پھر اُسکے بعد ہی گیارہ بیابان اور اُسکی بستیان قیدار کے آباد دیہات اپنی آواز بلند کرینگے سلع کے بسنے والے ایک گیت گائینگے پہاڑون کی چوٹیون پر سے للکارینگے فقط اِس سے صاف واضح ہی کہ قیدار کے آباد دیہات اور بستیان بیابانون کی جنھون نے آوازین بلند کین اور سب قومون کی طرف دعوت اسلام کے لیے گئے وہ سواے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ کے جو نبی قیدار ہین یعنی بنی اسمٰعیل ہین اور اُنکے ہمراہیون کے اور کون ہو سکتا ہی اور وُہ گیت جسے پہاڑون کی چوٹیون پر سے للکار اہل اسلام کی اذان ہی اور اُسی کی طرف دسوین فقرہ مین بھی نئے گیت کا اشارہ ہی اور اِس سے سوا نبی اسلام علیہ السلام و مسلمین کے اور کچھ مراد نہین ہو سکتی ہی اور دین اسلام اور مسلمانون کے غلبہ کا صاف صاف انطباق ہوتا ہی پھر اسکے بعد ہی بارہ وے خداوند کا جلال ظاہر کرینگے اور بحری ممالک مین اُسکی ثنا خوانی کرینگے فقط یہ بشارت صاف دلالت کرتی ہی فقرۂ اول اذان اہل اسلام پر جو اللہ اکبر ہی اور یہ کہ وہ جو نئے دین لائے ہین ایسے غالب ہونگے کہ بر و بحر مین پھیلینگے اور بحری ممالک مین اُنکی ثنا خوانی کرینگے شاید یہ بشارت اُنکی ہی جو آنحضرت کے زمانے مین ملک حبشہ پر اہل اسلام بھجواے گئے تھے اور اُنھون نے وہان والون کو جاکر دین اسلام تعلیم کیا بالجملہ محل مدح مین اور اہل اسلام کے غلبہ مین بہ نسبت بر و بحر کے یہ بشارت منطبق ہی پھر اُسکے بعد ہی تیرہ خداوند ایک بہادر کے مانند نکلیگا وہ جنگی مرد کے مانند اپنی غیرت کو اُسکائیگا وہ چلائیگا ہان وہ جنگ کے لیے بلائیگا وہ اپنے دشمنون پر بہادری کریگا اور انطباق اِس بشارت کا سید المرسلین کے حالات پر ایسا ظاہر ہی کہ محتاج بیان نہین کیونکہ وہ حضرت پہلے کس بہادری کے ساتھ تھوڑی سی جمعیت سے مقاتلۂ کفار کو برآمد ہوے اور اُسوقت تک نہ آلات حربی تھے نہ فوج کا انتظام تھا فقط اپنی بہادری اور جرات تھی یا اُمید نصرت الٰہی اور قوت سیف یداللٰہی اور کیسی غیوری آنحضرت نے اپنی دکھائی اور باوجود اسکے کہ کفار با دولت بہت تھے لیکن کبھی کسی سے بجز اقرار الوہیت اور ترک صنم پرستی کسی چیز کے طالب نہین ہوے اور غالب ہی کہ چلانا کلام حضرت اشعیا مین جو ہی اُس سے مراد اذان دینا آنحضرت کا ہوگا یا آوازہ دعوت اسلام مراد ہو اور کفار کو جنگ کے لیے بلاتا اور خود اُنپر حملہ کرنا اور جہاد کے لیے جانا آنحضرت کا تو مشہور بلکہ مخصوص انھین جناب کے ساتھ ہی بالجملہ یہ بشارت اپنے انطباق مین بحال نبی آخر الزمان منتہاے نص صریح کے ہی اور کتاب زبور کے باب چالیس مین حضرت داؤد کی پیشین گوئی ہی چھٹے ذبیحہ اور ہدیہ کو تو نے نہین چاہا تو نے میرے کان کھولے سوختنی قربانی اور خطا کی قربانی کا تو طالب نہین ساتے تب مین نے کہا دیکھ مین آتا ہون کتاب کے دفتر مین میرے حق مین لکھا ہی آٹھ ای میرے خدا مین تیری مرضی بجا لانے پر خوش ہون تیری شریعت تو میرے دل کے بیچ ہی نو مین بڑی جماعت مین صداقت کی بشارت دیتا ہون دیکھ ای خداوند مین اپنا منھ بند نہین کرتا اور تو جانتا ہی فقط

اب اِس سے ظاہر ہی کہ پہلی آیت سے یہ بات پیدا ہی کہ سوختنی قربانی اور خطا کی قربانی جو شریعت موسوی مین تھی پہلے سے بند ہو چکی تھی اور دوسری آیت سے صاف واضح ہی کہ نبوت جناب نبی عربی کی پہلے سے کتابون مین مندرج تھی تیسری آیت سے صاحب شریعت اور حامل شریعت ہونا آنحضرت کا قبل نزول وحی ظاہر ہوتا ہی جیسا کہ اہل اسلام کہتے ہین کہ آنحضرت نے کبھی غیر نبی کی شریعت پر عمل نہین کیا ہمیشہ سے اپنی شریعت پر عمل و عبادت کرتے تھے کیونکہ شریعت حضرت کے دل مین خدا نے دی تھی اظہار بعد نزول وحی ہوا چوتھی آیت سے جماعت کی نماز کا حضرت کی ذکر ہی اور ظاہر ہی کہ صاحب شریعت اور صاحب جماعت سوا آنحضرت کے اور کوئی نبی نہین ہوا حضرت عیسیٰؑ صاحب شریعت نہین نہ صاحب جماعت یہ دونون صفتین مخصوص انہین حضرت سے ہین فقط اور عمدہ پیشین گوئی حضرت داؤد کی زبور کے باب چوبیس مین ہی جو صاف جناب نبی عربی کے حق مین ہی سات ای پھاٹکو اپنے سر اونچے کرو اور ای ابدی دروازو اونچے ہو کہ جلال کا بادشاہ داخل ہوگا یہ جلال کا بادشاہ کون ہی خداوند جو قوی اور قادر ہی خداوند جو جنگ مین زورآور ہی نو ای پھاٹکو اپنے سر اونچے کرو اور ای ابدی دروازو اونچے ہو کہ جلال کا بادشاہ داخل ہووے دس یہ جلال کا بادشاہ کون ہی لشکرون کا خداوند وہی جلال کا بادشاہ ہی فقط واضح ہو کہ پہلے فقرہ مین جو ہی ای پھاٹکو سر اونچے کرو اور ای ابدی دروازو اونچے ہو اسمین ترجمہ اردو مین توریت کے غلطی واقع ہوئی ہی کیونکہ اصل عبرانی مین لفظ عولم بفتح عین مہملہ و سکون واؤ و فتح لام و سکون میم بمعنی دنیا و ابد دونون کے آیا ہی اور چونکہ مناسب مقام آمد بادشاہ دنیا یہ ہی کہ خطاب اہل دنیا سے کرین اسلیے ترجمہ صحیح یہ ہی کہ ای دنیا کے دروازو اونچے ہو اور غالبًا یہ کنایہ ہی انبیا اور سلاطین سے بالجملہ اب اسمین جو خود سوال دوبار فرمایا کہ یہ جلال کا بادشاہ کون ہی اور خود ہی اسکا جواب دیا اس سے صاف ظاہر ہی کہ سوا جناب رسالتمآبؐ کے اور کوئی پیغمبر بعد حضرت موسیٰ کے نہین ہو سکتا کیونکہ پہلے سوال کا جواب یہ ہی کہ خداوند جو قوی و قادر ہی یعنی صاحب اقتدار و اختیار ہی خداوند جو جنگ مین زورآور ہی یعنی فتح نصیب ہی جہاد مین اور سوا آنحضرت کے کسی نبی نے بعد حضرت داؤد کے جنگ و جہاد کفار سے نہین کیا اور زورآوری جنگ مین نہین دکھائی اسی طرح دوسرے جواب مین جو فرمایا ہی لشکرون کا خداوند وہی جلال کا بادشاہ ہی مخصوص انہین حضرت سے ہی جو صاحب لشکر تھے بعد حضرت موسیٰؑ دو نبی مرسل ہوے ایک حضرت عیسیٰؑ انھون نے اقتدار و اختیار دنیا اور زورآوری جنگ و جہاد مین اور صاحب لشکر ہونا ظاہر نہین فرمایا اس سے وہ مبشر بہان اوصاف بشارت کے نہین ہو سکتے ہان جناب نبی عربی مین ظہور ان اوصاف بشارت کا ہوا اس سے وہی حضرت بالضرور مبشر بہ اسکے ہین اور زبور مین بشارت و پیشین گوئی عمدہ آنحضرت کے لیے باب چہل و پنجم مین ہی ایک میرے دل مین اچھا مضمون جوش مارتا ہی مین ان چیزون کو جو مین نے بادشاہ کے حق مین بنایا ہی بیان کرتا ہون میری زبان ماہر لکھنے والے کا قلم ہی دو تو حسن مین بنی آدم سے کہین زیادہ ہی تیرے ہونٹون مین لطف بنایا گیا ہی اسلیے خدا نے تجھکو ابد تک مبارک کیا تین ای پہلوان اپنی تلوار کو حمائل کر کے اپنی ران پر لٹکا چار اور اپنی بزرگواری سے سوار ہو اور سچائی اور ملائمت اور صداقت کے واسطے

اقبال مندی سے آگے بڑھا اور تیرا دہنا ہاتھ تجھکو مہیب کام سکھلادیگا ۵ تیرے تیر تیز ہین لوگ تیرے نیچے گرے پڑتے ہین وے بادشاہ کے دشمنون کے دل مین لگ جاتے ہین ۶ تیرا تخت ای سردار ابدالاباد ہی تیری سلطنت کا عصا راستی کا عصا ہی ۷ تو صداقت کا دوست اور شرارت کا دشمن ہی اس سبب سردار تیرے خدا نے تجھکو خوشی کے تیل سے تیرے مصاحبون سے زیادہ مسح کیا ۸ تیرے سارے لباس سے مر اور عود اور تج کی خوشبو آتی ہی کہ جن سے ہاتھی دانت کے محلون کے درمیان انھون نے تجھے خوش کیا ہی ۹ بادشاہون کی بیٹیان تیری عزت والیون مین تھین ملکہ اوفیر کی سونے سے آراستہ ہوکے تیرے دہنے ہاتھ کھڑی ہی فقط اولاً جاننا چاہیے کہ یہ بشارت لباس غزل اشعار مین ہی مضامین جو رنگین و متضمن تشبیہات پر ہین سبب اسکا وہ ہی کہ تا مناسبت قضایائے شعریہ کی مرعی رہے بعد اسکے غور کرنا چاہیے کہ یہ کلام کہ تو حسن مین بنی آدم سے کہین زیادہ ہی یہ اشارہ اسکا ہی جو سید البشر آنحضرت کا خطاب ہی یعنی سب آدمیون سے مرتبہ بزرگ ہی اور یہ کہ ہونٹون مین لطف بتایا گیا ہی یہ اشارہ اسکا ہی کہ جو منہ سے نکلتا ہی وہ کلام خدا ہی اور کلام لطیف ہی جیسا کہ آنحضرت کی شان مین قرآن مین ہی وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی اور یہ اسلیے کہ خدا نے تجھکو ابد تک مبارک کیا یہ اشارہ خستم المرسلین ہونیکا ہی اور یہ کہ شریعت آنحضرت کی تاقیامت باقی رہیگی اور جو فرمایا ہی کہ ای پہلوان اپنی تلوار کو حمائل کرکے اپنی ران پر لٹکا یہ بشارت اسکی ہی کہ وہ حضرت صاحب شمشیر و جہاد ہین جیسا کہ کتاب اشعیا کی بشارت مین ہی کہ خداوند جنگی مرد کے مانند نکلیگا ویسا ہی آمین ہی اور اپنی بزرگواری سے سوار ہو اور سچائی اور ملائمت اور صداقت کے واسطے اقبال مندی سے آگے بڑھ یہ بیان اسکا ہی جو پہلے وہ حضرت دعوت فرماتے تھے اور بہ نسبت قرآن کے صداقت تحدی کرتے تھے اور بعد اظہار معجزات فوج کشی اور جہاد فرماتے تھے اور تیرا دہنا ہاتھ تجھے مہیب کام سکھلاویگا یہ بشارت اسکی ہی کہ بذریعہ جہاد کے وہ حضرت غالب آئے اور سرکشان کفار کو خوف و ہراس پیدا ہوا تیرے تیر تیز ہین یہ بشارت طرز جنگ و جہاد کی ہی کہ آنحضرت نے بذریعہ تیر و شمشیر کے جہاد فرمایا اور لوگ تیرے نیچے گرے پڑتے ہین یہ بشارت اسکی ہی جو حق تعالی نے آنحضرت کو مؤید بفتح و نصرت و غلبہ فرمایا تھا کہ ہمیشہ کفار پر جہاد مین غالب آتے تھے تیرا تخت ای سردار ابدالآباد ہی یہ تصریح ہی بقائے شریعت محمدی کی اور یہ کہ وہ منسوخ کبھی نہوگی تیری سلطنت کا عصا راستی کا عصا ہی تصدیق رسالت ہی اور تو صداقت کا دوست اور شرارت کا دشمن ہی یہ بیان کمال عدل و دین ہی کہ کبھی آنحضرت نے عزیزون کے بھی کفر کو پسند نہین کیا اس سبب سے سردار تیرے خدا نے تجھکو خوشی کے تیل سے تیرے مصاحبون سے زیادہ مسح کیا مصاحبون سے مراد انبیا ہین یعنی بسبب کمال دین و طاعت و صداقت کے خدا نے اور پیغمبرون سے زیادہ تجھے مرتبہ قرب و رحمت عطا فرمایا تیرے سارے لباس سے مر اور عود اور تج کی خوشبو آتی ہی یہ بیان اسکا ہی جو خصائص سے آنحضرت کے مشہور ہی کہ جس گلی سے تشریف لیجاتے تھے وہ اس روز معطر رہتی تھی اور لوگ پہچانتے تھے کہ آج وہ حضرت اسطرف سے گذر فرما ہوئے ہین اور بادشاہون کی بیٹیان تیری عزت والیون مین ہین یہ بیان اسکا ہی جو سلطان خیبر کی بیٹی صفیہ آنحضرت کی ازواج مین تھین

بالجملہ یہ بشارت بہت صاف دلالت اسپر کرتی ہی کہ مبشر بہ اسکے جناب نبی آخر الزمان محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ ہین لیکن
بعض اشخاص نے جس مقام پر اس عبارت مین لفظ سردار خطاب مین واقع ہی وہان لفظ خدا سے ترجمہ کیا ہی یعنی تیرا تخت
ای خدا اور اس سبب خدا تیرے خدا نے اور یہ ترجمہ کرکے اُس سے الوہیت کو حضرت عیسیٰ کی ثابت کیا ہی اسلیے ہم
ناظرین کو حقیقت امر سے مطلع کرتے ہین کہ اصل عبرانی مین یہان لفظ الوہیم بفتح الف ولام وسکون واو وکسر ہاے ہوز
وسکون یاے تحتانیہ ومیم واقع ہی اور وہ لفظ زبان عبرانی مین کئی معنون مین مستعمل ہوتا ہی اور یہ استعمال خاص توراة مین
موجود ہی سردار کے معنی اور فرشتے کے معنی پر اور خدا کے معنی پر اور حقیقت مین یہان بمعنی سردار ہی کیونکہ وہ تو عقلاً محال ہی
علاوہ اسکے اور اوصاف کیونکر از روے حقیقت کے ان جناب مین متحقق ہوسکتے ہین کس دن حضرت عیسیٰ صاحب شمشیر تھے
کب ران پر تلوار لٹکائی دست راست نے آنحضرت کے کیا مہیب کام کیا کس دن حضرت نے تیر اندازی فرمائی کس دن
اُنسے دشمن مغلوب ہوے کس دن بادشاہ زادیان انکی زوجہ بنین اگر پردہ تعصب اٹھاکر منصفین دیکھین تو حق
کالنور علی شاہق الطور ظاہر ہی ومن لم یجعل اللہ لہ نورا فما لہ من نور و کتاب یشعیاہ کے باب پنجاہ ویکم مین صاف موجود ہی چار
میری سنو اے میری اُمت میری طرف کان دھر اے میرے گروہ کہ ایک شریعت مجھسے رائج ہوگی اور مین اپنی شرع کو قومون کی
روشنی کے لیے قائم کرونگا فقط اب یہ محل غور وانصاف ہی کہ کسی قدر یہ بشارت صدق رسالت سے جناب
رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ پر صاف صاف دلالت کرتی ہی کیونکہ نئی شریعت کا وعدہ جو خدا نے فرمایا ہی وہ دوسرے
نبی پر صادق نہین آسکتا کیونکہ بعد حضرت موسیٰ کے کسی نئے انبیاے بنی اسرائیل سے نہ حضرت عیسیٰ نے یہ دعوی کیا
کہ مین صاحب شریعت تازہ ہون نہ انکے طریقہ کا نام شریعت ہوا یہ مخصوص جناب نبی عربی کے ساتھ ہی کہ انھین حضرت نے
شریعت تازہ کے لانے کا دعوی بھی کیا اور انھین کے طریقہ کا نام شریعت بھی ہوا فافہم وتذکر تنفعک الذکری
اب راقم رسالہ بعض بشارات کتب سماویہ کو لکھکر منصفین سے ایک بات عرض کرکے انصاف چاہتا ہی اور وہ
یہ ہی کہ از جملہ پیشین گوئی ہاے انبیاے سابقین جو کتب سماویہ مین بکثرت موجود ہین کتاب نحوم نبی کے باب
دوم مین جو توریت مین شامل ہی اسطرح وارد ہی ایک پراگندہ کرنے والا تیرے روبرو چڑھ آیا ہی تو قلعہ کو محفوظ رکھ اور
راہ کی نگہبانی کر اپنی کمر باندھ اور آپ کو سارے زور سے مضبوط کر ۲ کیونکہ خداوند یعقوب کی رونق کو اسرائیل کی
رونق کے مانند پھر بحال کریگا اگرچہ خالی کرنے والون نے انھین خالی کیا ہی اور انکی ڈالیان توڑ ڈالی ہین ۳ اسکے
پہلوانون کی سپر سرخ رنگی گئی ہی جنکے مرد قرمزی پوشاک سے ملبس ہوے ہین گاڑیان اسکے تیاری کے دن مین آگ کے
چھلکتے ہوے ہسوون سے آراستہ ہین اور صنوبر کے بھالے ہلاے جاتے ہین بازارون مین گاڑیان بطور دوڑتی پھرتین
شاہ راہون کے درمیان وے بے تکان جاتین وے مشعلون کی سی نظر آتین وے بجلی کی سی کوندتین فقط اور
اسکی بنسبت اہل کتاب یہ اقرار کرتے ہین کہ جو کچھ اس بشارت مین وارد ہی اُس سے مراد ریل گاڑی ہی اور وہ یہی ہی جو

اسوقت لوہے کی سڑک پر چلتی ہی اور اسپر سب کا اتفاق ہی اُس سے کوئی انکار نہین کرتا نہ یہ کہتا ہی اس جگہ کہ خدا جانے اسکے کیا معنی ہین پیغمبرون کے یہ کلام ایسے ہین کہ اُسے ہم نہین سمجھتے اور صاف مراد اُس سے نہین معلوم ہوتی بلکہ معنی اسکے معین کرتے ہین اور کہتے ہین کہ جو صفات اِس بشارت مین ہین چونکہ اُنکا وجود اُسمین پایا گیا ہی مثلاً پوشاک فوجی ملازمین انگریزی کی سرخ و قرمزی ہوتی ہی اور انجن مین بھی رنگ سرخ ہوتا ہی اور اُس گاڑی مین ترکان کم ہی اور جو فانوس انجن مین آگے لگا ہوتا ہی وہ گاڑیون مین بھی روشنی ہوتی ہی تو مثل مشعل کے رات کو معلوم ہوتی ہی اور جو صفائی اُسکی انجن کے لوہے کی ہی اس سے دن کو چمکتی ہوئی مثل برق کے معلوم ہوتی ہی اسلیے مراد بشارت یہی ہی اور وہ گاڑیان جنکا ذکر بشارت نبی مین ہی وہ یہی ہین حالانکہ جملہ کتب سماویہ مین یہ ایک بشارت اِس مضمون کی ہی جسکی بعض صفات متحقق ریل گاڑی مین ہین اور جو بشارتین کثیر کتب سماویہ مین ہین کہ شمار اُنکا دشوار ہی اور بہت کثرت سے انبیاے سابقین علیہم السلام نے اُنھین اپنی اپنی پیشین گوئی مین فرمایا اور اُنکا انطباق بہت بے تکلف بہ نسبت جناب رسالتمآب اور دین اسلام کے ہوا اور ہی اور کیسی ظاہر بات ہی کہ ایک شخص نے ادعاے نبوت کیا اور معجزات ظاہر کیے اور خدا کی طرف سے کتاب ایسی لایا کہ اُسکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہی کہ کیسی کیسی فصاحت و بلاغت و ہدایت و حکمت پر مشتمل ہی کہ بیان اُسکا دشوار ہی یہان تک کہ ایک مدت تک وہ اِس عالم مین اس ادعا کے بعد جو رہا اور خلق کثیر اُسپر ایمان لائی اور اُسکی نبوت کی تصدیق کی اور اُن مصدقین مین کیسے کیسے عالم ہوے اور اُنھون نے اُن بشارتون کا اقرار کیا کہ مراد اُنسے وہی حضرت ہین اور وہ بشارتین منطبق بھی ایسی ہین کہ بمنزلہ نص صریح کے ہین لیکن باوجود اُسکے پھر اُس سے انکار کیا اور کیا جاتا ہی اور اُسکی تاویلین کی جاتی ہین اور رنگ الفاظ کے معانی بدلے جاتے ہین کیونکہ حضرات جو وعدہ خدا نے حضرت ابراہیم سے فرمایا تھا کہ اسمٰعیل سے ایک قوم بڑھاؤنگا وہ سوا بنی قیدار کے جو پیغمبر خدا کے دادا ہین کوئی اور قوم ہی یا تھی اور اُس قوم کا بنی اسمٰعیل کی زیادتی اور عزت اور سب سے بڑا ہونا سوا جناب رسالتمآب کے اور کسی سے ظاہر ہوا بنی اسمٰعیل کی قوم کی زیادتی سوا قوم محمدی کے جو عبرانی زبان کی توریت مین بلفظ التعوی کدول ہی اور اُس سے صاف بحساب جمل آنحضرت کا نام نکلتا ہی جیسا کہ اوپر مین لکھ آیا کوئی اور بھی قوم بڑھی اور اُسنے عزت اور زیادتی دنیا مین پائی جو بارہ سردارون کا قوم اسمٰعیل سے پیدا کرنے کا وعدہ کیا تھا وہ سوا ائمہ دوازدہ گانہ کے جو جناب رسالتمآب کے جانشین ہین اور ہر ایک نے اُنمین سے ادعا امامت کا کیا اور سب فرقہ اہل اسلام اُنھین بزرگ و سردار و امام جانتے آئے کوئی اور بھی ایسے ہین کہ اِس بشارت کے لائق ہون اسی وعدے مین جو عبرانی توریت کے لفظ سے کہ وہ بم اُدم اُدہ نام پاک آنحضرت کا بحساب ابجد نکلتا ہی پایا اور کسی کا جو خدا کے فرشتہ نے ہاجرہ سے کہا تھا کہ تیری اولاد کو مین بہت بڑھاؤنگا کہ گنی نہ جائیگی اسکا ظہور اہل اسلام مین نہین ہوا کیا جناب محمد مصطفےٰ کی بیٹی کی اولاد کو خدا نے ایسا نہین بڑھایا کہ جہان دیکھیے وہ موجود ہین جو حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل سے کہا تھا کہ خدا میرے مانند بنی اسرائیل کے بھائیون سے ایک پیغمبر اُٹھائیگا تم اُسکی بات پر کان دھرنا تو آیا بنی آخر الزمان نے کہ فرزندان اسمٰعیل سے تھے جو برادران بنی اسرائیل ہین دعا نبوت نہین کیا

اور خدا نے انکی بہت قولی پر مدد نہین کی اور انپر لوگ ایمان نہین لائے کیا پیغمبر آخر الزمان کے وجود سے سب قومین آگاہ
نہین ہوئین اور دعوت اسلام خفیہ ہی اُس زمانے مین سب قومین نہین بلائی گئین کیا خانہ کعبہ کو خدا نے عزت و
جلال سے نہین بھر دیا وہ قبلہ اہل اسلام نہین ہوا خدا کا گھر اُسکا نام نہین ہوا کیا پیغمبر خدا اونٹ پر سوار ہونیوالے نہ تھے
کیا روز ولادت آنحضرت کے اہل سیر و تواریخ نے نہین لکھا ہی کہ بت روے زمین پر بتخانون مین گرے اور طاق کسری کے
چودہ کنگرے ٹوٹ گئے اور وہ اب تک موجود ہین حضرت سلیمانؑ کی غزل مین عبرانی زبان مین صاف پیغمبر خدا کا نام فقرہ
خلو محمدیم مین مذکور نہین ہی کیا آنحضرت کے زمانے مین بنی قیدار جو دیہات مین رہتے تھے انھین زور نہین ہوا کیا اہل مین کو
دین اسلام سے قوت نہین ہوئی کیا آنحضرتؐ کے لشکر والون نے تلوار و تیر سے جہاد و پیکار نہین کیا کچھ آلات حربی اُنکے
اُسکے خلاف تھے جسکی اشعیا پیغمبرؑ نے خبر دی تھی کیا اہل اسلام کی اذان اورانبیاؤن کی عبادات کی بہ نسبت نئی نہین ہی
بیابان و بنی قیدار کی بستیون مین پکار کر اذان نہین ہوئی کیا اہل اسلام نے پہاڑ کی چوٹی پر اور خانہ کعبہ مین اذان نہین دی کی
دعوت اسلام کی للکار کر نہین کی اور کیا اہل اسلام اور بنی مسلمین نے خدا کا جلال ظاہر نہین کیا پہلا فقرہ اُنکی اذان کا اللہ اکبر
نہین ہی کیا زمان نبوت مین حضرت کے اہل اسلام افریقہ نہین گئے ممالک بحری مین جاکر اسلام تلقین نہین کیا کیا خود پیغمبر خدا
اوقات جہاد کفار مین اہل لشکر کا لباس پہنکر برآمد نہین ہوے کیا اپنی غیوری سے آنحضرت نے سب کو نہین دکھائی کیا یکار کر
آنحضرتؐ نے اسلام کی طرف کفار کی دعوت نہین کی کیا بعد اتمام حجت لڑنے کو کفار کو نہین بلایا انکی سرکوبی نہین کی کیا بدلائت
باطن و ظاہر کے ساتھ حدود جاری نہین کیے مجرمین کو آگ مین نہین جلایا کیا جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ نے حضرت
عیسیٰؑ کے نبی برحق ہونے کی گواہی نہین دی جیسا کہ مکرر مقامات مین قرآن شریف کے موجود ہی اور اُس گواہی کے
سچے ہونے کی تصدیق حضرت عیسیٰؑ نے نہین کی کیا جناب رسول خداؐ نے تصدیق انبیاے سابقین کی نہین کی اور جو
اور انبیا نے اپنی اُمتون کو معارف الہی بتاے تھے وہ سب اپنی اُمت کو نہین بتاے جس سے وہ حضرت تسلی دہ خلق ہوسکین
جو حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا تھا کہ تمام جہان کا رئیس آتا ہی پھر سوا آنحضرتؐ کے اور کسی نے بھی یہ دعویٰ کیا کہ مین کافہ خلق پر مبعوث
ہوون کیا آنحضرتؐ نے اپنی شریعت مین کسی اور نبیؑ کی شریعت ملائی اور دوسرون کی شریعت مین حصہ لگایا یا اپنی شریعت
ناسخ سب شریعتون کا نہین فرمایا کیا اُن جناب نے لوہے کی لکڑی سے کہ تلوار ہی دشمنان خدا کو سزا نہین دی اور جہاد
نہین کیا کیا وہ حضرت لباس سفید نہین پہنتے تھے کیا خدا کا نام سوا آنحضرت کے دوش مبارک کے اور کسی کے بھی بدن پہ
تھا کیا بنا اور شلیم سوا کعبہ کے کوئی اور بھی ہوسکتا ہی جسکی طرف سجدہ ہوا اور ہوتا ہی پھر باوجود اسکے کہ کسقدر بشارتین کتب ہاے
سماویہ کی اُن جناب کے بارے مین منطبق ہین لیکن اسکے بعد بھی اقرار و اعتراف نہین کرتے اور سب کے درپے تاویل ہوتے ہین
یا کہتے ہین کہ یہ جو ہوے اِس سے مراد نہین ہین بلکہ آیندہ ہونگے جب اتصاف اُن صفات سے جو بشارات مین موجود ہین ہو چکا
تو پھر سوا اسکے موصوف و متصف کے دوسرے کو اُنکا موصوف و متصف کہنا انصاف سے بعید ہی اور کوئی منصف اسے

کبھی پسند نہ کریگا خصوصًا جب اُس دوسرے کے واسطے جسکے لیے یہ اُدعا کرتے ہین اور علامات وصفات ایسے ہون کہ انکا اجتماع
اُن صفات کے ساتھ نہو سکے پھر کیونکر وہ دوسرا مراد ہو سکتا ہی کیونکہ یہ جتنی بشارتین کہ مذکور ہوئین اُن سب کا حاصل یہ ہی کہ قوم
اسمٰعیل کو خدا زیادہ کریگا اور وہی غالب آئینگے اور سب کو طلب کرینگے اور نیا دین اُنسے ظاہر ہوگا اور انھین مین سے ایک مالک جہ
نبی ہوگا برآمد ہوگا کہ وہ اپنی بہادری سب کو دکھائیگا اور جدال وقتال کریگا اور وہ نبی برادران بنی اسرائیل سے ہوگا فقط
اور اسکی تاویل مین محل انکار جو اہل کتاب کہتے ہین وہ یہ ہی کہ یہ بشارات جنکے لیے ہین وہ ابھی پیدا نہین ہوئے آئندہ آئینگے
یعنی زمان رجعت مین اُسکے ظہور کا وعدہ کرتے ہین اور زمان رجعت کی جو بشارتین انکی کتب مین ہین انکا سب کا حاصل یہ ہی کہ
بنی اسرائیل کو راحت ہوگی اور سب ترقی کرینگے اور خوشی سے رہینگے اور خدا کی بندگی مین اور داؤد کی اطاعت مین انکا [illegible]
ہوگا بسر کرینگے نہ بیان ترقی بنی قیدار اور اظہار انکے قیدار کا پھر کسطرح اُسکا تحقق اُن ماننے مین اُنکے موافق مراد ہو سکتا ہی علاوہ
انکی کتاب مین جو بشارات ہین جنھین وہ زمان رجعت کے ساتھ متعلق کہتے ہین اُن مین تصریح ہی کہ اُسوقت داؤد بادشاہ ہوگا اور وہ
اُنھین بنی اسرائیل سے جانتے ہین پھر اگر ایسا ہی تو بنی اسرائیل کے بھائیون سے جو پیغمبر مثل موسیٰ ہونے والے تھے جنکے لیے
خاص موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا کب آئینگے یا آئے پھر یا اُن بشارتون کی تکذیب کیجاے یا انھین متعلق بہ حال رجعت نہ سمجھا جاے
اور درصورت تصدیق بشارات پھر سوا آنحضرت کے جو بنی اسمٰعیل سے ہوگئے اور جامع صفات مذکورہ تھے دوسرا [illegible] مراد ہو
نہین سکتا نہ وہ بشارتین اور کسی پر یا اور زمانے پر جو گذر گیا اور انمین وہ سب پائی گئین منطبق ہوتی ہین اور جب یہ نہوا تو یہ تاویل
انکی اور یہ انکار انکا لائق اعتنا اور قابل اعتبار ہونے سے ساقط ہی بشارتین اردو ترجمہ توریت سے نقل کرتا ہون ترجمہ
توریت مین کتاب یرمیاہ کے اکتیسوین باب کی چھبیس آیت سے چھتیس تک جسمین رجعت کی بشارت انکے موافق قول کے ہی
چھبیس دیکھو وے دن آتے ہین خداوند کہتا ہی کہ بنی اسرائیل کے گھر مین اور یہوداہ کے گھر مین انسان کا بیج اور حیوان کا بیج بوونگا
فقط اور اس سے ظاہر مراد یہ ہی کہ انھین پھر ترقی دونگا اور آباد کرونگا اور واقع مین جب یہ بیان زمان رجعت ہو تو موافق ہی
اُس بیان سے جو کہ اہل اسلام کے یہان احادیث مین تفصیل سے مذکور ہی کہ زمان رجعت مین جناب صاحب العصر جو بارھوین
امام و خلیفہ نبی آخر الزمان کے اور انکی اولاد سے ہین ظہور فرمائینگے اور جو جو کہ اُسوقت آنحضرت کے مطیعون سے ہونگے وہ سب
بہت آباد اور خوش رہینگے اور اولاد مین انسان و حیوان کی بہت ہونگی اور پھل درختون مین اور غلہ بہت پیدا ہوگا اور اسمین جتنی
اقوام کہ باقی رہینگی وہ سب ایک حال پر ہونگی اور آباد ہونگی فرق اسقدر ہی کہ اہل اسلام کے بیان مین عموم بہ نسبت جملہ اہالیان
حضرت کے ہی اور اس بشارت مین بیان جزوی ہی یعنی اسی قوم کا جو مخاطب بشارت تھی اٹھائیس اور ایسا ہوگا کہ جسطرح
مین نے انکی گھات مین بیٹھکر انھین اکھاڑا اور ڈھایا اور برباد کیا اور دکھ دیا اسی طرح مین چوکی دے کے انھین بناؤنگا اور لگاؤنگا
خداوند کہتا ہی فقط اور یہ وعدہ بھی ظاہر ہی کہ بربادی بنی اسرائیل کی بسبب انکی نافرمانی کے ہوئی جب عالم رجعت مین
دین اسلام کو قبول کرینگے تو اسی سے وہ بھی مثل دیگر مطیعون کے آباد ہو جائینگے انتیس اُن دونون مین یہ پھر نہ کہا جائیگا

کہ باپ دادون نے کچے انگور کھاے اور لڑکون کے دانت کھٹے ہوگئے فقط تیس کیونکہ ہر ایک اپنی بدکاری کے سبب
مریگا ہر ایک جو کچے انگور کھاتا اُسکے دانت کھٹے ہونگے فقط ظاہر ہی کہ اُن دو تین فقرون مین بیان اُس زمانے کے عدل و
انصاف کا ہی کہ وہ حضرت الیاس روے زمین کو عدل و انصاف سے بھر دینگے اور برکرینگے کہ کوئی غیر مجرم کو مجرم کے گناہ مین
نہ پکڑیگا جیسا کہ اُس سے پہلے وقت شیوع ظلم و بدعت رہا تھا اور ہی مثلاً کہ سلاطین ایک کے جرم مین اُسکے کل مال و متاع کو
ضبط کر لیتے ہین کہ اُسمین حقوق دیگر ورثہ بھی جو مجرم نہین ضبط ہو جاتے ہین اور یہ حکم خاص اہل اسلام کا اور اُنکی کتاب غرض
قرآن کا ہی لا تزر وازرۃ وزر اخریٰ جو اُسوقت سب مین جاری ہوگا اکتیس دیکھو وے دن آتے ہین خداوند کہتا ہی کہ مین
اسرائیل کے گھرانے اور یہوداہ کے گھرانے کے ساتھ نیا عہد باندھونگا فقط یہ پیشین گوئی اسکی ہی کہ بنی اسرائیل بدون مانع جبر
دین اسلام کو خوشی سے نہ قبول کرینگے جو سبب اُنکی راحت و آبادی کا ہو بتیس اُس عہد کے موافق نہین جو مین نے اُنکے
باپ دادون سے کیا جس دن مین نے اُنکی دستگیری کی تا کہ زمین مصر سے اُنھین نکال لاؤن اور اُنھون نے میرے اس عہد کو
توڑا اور مین نے اُنھین ترک کر دیا خداوند کہتا ہی فقط اس فقرہ سے تین امر مستنبط ہوتے ہین ایک یہ کہ دین اسلام ناسخ اور
مخالف شرائع سابقہ کا ہی دوسرے یہ کہ اُنھون نے یعنی بنی اسرائیل نے عہد خدا کو توڑا تیسرے یہ کہ بسبب اُس عہد شکنی کے
وہ مغضوب و مطرود الٰہی ہوے اور رہینگے جب تک کہ پھر دین اسلام کو جو نیا عہد ہی قبول کرین تینتیس بلکہ یہ وہ عہد ہی جو مین
اسرائیل کے گھرانے سے کرونگا اُن دنون کے بعد خداوند فرماتا ہی مین اپنی شریعت کو اُنکے اندر رکھونگا اور اُنکے دل پر اُسے
لکھونگا اور مین اُنکا خدا ہونگا اور وہ میرے لوگ ہونگے فقط واضح رہے کہ یہ نیا عہد دین اسلام ہی جسکا ذکر اوپر کی بشارت مین
ہو چکا ہی اور شریعت لقب مشہور مختص ہی ساتھ شریعت جناب مصطفوی کے اور تخصیص اُن دنون کی بظاہر اسلیے ہی کہ اُس زمانہ مین
حکم خدا یہ ہوگا کہ جو ایمان نہ لاے وہ ہرگز قتل کرنے سے محفوظ نہ رہے اور سب دنیا ایک دین ہو کر رہے بخلاف زمان جناب
رسالتمآب کے کہ اُسوقت یہ شدت نہ تھی بلکہ جزیہ دینے سے اور مصالحہ سے بھی اقوام اپنے دین پر چھوڑ دی جاتی تھین جیسا کہ
شاہد ہی اُسپر لکم دینکم ولی دین اور جب اس مرتبہ خدا کی طرف سے تشدد ہوگا اُسوقت بنی اسرائیل اس دین کو قبول کرینگے
اور جب دین اسلام قبول کر لینگے تو حق تعالی اس شریعت کو اُن مین شائع کریگا اور اُسکے احکام کا علم ببرکت اسلام اُنکے دلون مین
مثل کالنقش فی الحجر ہو جائیگا جسکے ذریعہ سے پھر وہ گناہون سے محفوظ رہینگے اور اچھی عبادتین کرینگے اور مورد رحمت
الٰہی ہو کر خوش اور آباد ہونگے چونتیس اور وے پھر اپنے اپنے پڑوسی اور اپنے اپنے بھائی کو یہ کہکے نہ سکھاوینگے کہ خدا کو پہچانو
کیونکہ چھوٹے سے بڑے تک وے سب مجھے جانینگے خداوند کہتا ہی کہ مین اُنکی بدکاری کو بخش دونگا اور اُنکے گناہون کو یاد
نہ کرونگا فقط یہ بیان ہی اسکا کہ اُس زمانے مین ایک دین ہوگا اور کوئی منکر اور کافر نہ ہوگا پینتیس خداوند یون کہتا ہی وہ جسنے
دن کی روشنی کے لیے سورج کو مقرر کیا ہی اور جسنے رات کی روشنی کے لیے چاند اور ستارون کا نظام کر دیا ہی جو سمندر کو تھما
دیتا ہی جسوقت اُسکی لہرین شور کرتی ہین اُسکا نام رب الافواج ہی چھتیس اگر یہ نظام میرے آگے سے موقوف ہو جائیگا خداوند

کہتا ہی تو اسرائیل کی نسل میرے آگے سے جاتی رہیگی کہ ہمیشہ تک قوم پھر نہو فقط بظاہر مراد اس بشارت سے یہ ہی کہ بنی اسرائیل
جو ذریت حضرت ابراہیم ہین وہ زمین پر سے نابود نہو جائینگے اور پھر بعد قبول کرنے دین اسلام کے آباد و خوش ہونگے فقط اور متعلق
بزمان رجعت چھ بشارتین انکے یہان ہین وہ بشارتین ہین جو یرمیاہ نبی کی کتاب نبوت کے تیس باب مین ہین اور وہ یہ ہین
تین کہ دیکھ وے دن آتے ہین خداوند کہتا ہی کہ مین اپنی قوم اسرائیل کو اور یہوداہ کی اسیری کو موقوف کراؤنگا خداوند کہتا ہی اور
مین ایسا کرونگا کہ وے اُس سرزمین مین جسے مین نے اُنکے باپ دادون کو دیا پھر آوین اور اُسکے مالک ہووین فقط واضح ہو کہ
جب یہ بشارت مختص بزمان رجعت سمجھی جاے تو اُس سے یہ مستنبط ہوتا ہی کہ بنی اسرائیل بھی اُس زمانے مین بعد قید و شدت کے
رہائی پائینگے اور جسقدر زمین پر انھین پہلے دخل تھا اسی قدر پھر انھین دیجائیگی اور وہ اُسمین آباد ہونگے نہ یہ کہ کل روے زمین کے
مالک ہون بالجملہ اس بشارت سے بنی اسرائیل کی سلطنت اور حکومت جزئی بعض زمین کی ظاہر ہوتی ہی ساتوین ہاے
کہ وہ دن بڑا ہی یہان تک کہ اُسکے مانند کوئی نہین وہ یعقوب کی مصیبت کا وقت ہی پھر وہ اُس سے رہائی پائیگا فقط پوشیدہ نرہے
کہ اس سے معلوم ہوتا ہی کہ پہلے بنی اسرائیل بسبب اپنے انکار کے مصیبت مین گرفتار اور سزایاب ہونگے لیکن پھر بعد ایمان
لانے کے رہائی پائینگے آٹھوین کیونکہ اُس دن ایسا ہوگا رب الافواج کہتا ہی کہ مین اُسکا جوا تیری گردن پر سے توڑونگا اور تیرے
بندھنون کو کھول ڈالونگا اور بیگانے پھر اُس سے خدمتگذاری نہ کرائینگے فقط اور یہ ظاہر ہی کہ جب بعد ایمان قبول کرنے کے
رہا ہو جائینگے تو کیونکر اُنسے خدمت لیجائیگی نوین پھر وے خداوند اپنے خدا کی اور اپنے بادشاہ داؤد کی جسے مین اُنکے لیے
برپا کرونگا خدمت کرینگے فقط اس سے معلوم ہوتا ہی کہ کیا عجب ہی کہ زمان رجعت مین جو انبیا اور اقوام کے اُٹھنے کی خبر
اہل اسلام مین ہی اُسکے موافق بنی اسرائیل کی قوم کے لیے جو منتظم اور حاکم مقرر ہون وہ داؤد ہون اور وہ جناب صاحب العصر
علیہ السلام کی طرف سے موافق شریعت جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ و آلہ بنی اسرائیل مین حکمرانی کرین دسوین اسلیے اے میرے بندے
یعقوب مت ڈر خداوند کہتا ہی اور اے اسرائیل مت گھبرا کہ مین تجھے دور سے اور تیری اولاد کو اسیری کی سرزمین سے چھڑاؤنگا
اور یعقوب پھریگا اور وہ چین کریگا اور آسودہ ہوگا اور کوئی اُسے نہ ڈرائیگا فقط اس فقرے سے ظاہر ہوتا ہی کہ جو کچھ روایات
و اخبار اہلبیت علیہم السلام مین وارد ہی کہ انبیا و صلحاے مومنین گذشتہ اور اس اُمت کے سب قبرون سے اپنی جناب صاحب
علیہ السلام کی اعانت کے واسطے اور آنحضرت سے بیعت کرنے کو اُٹھینگے اور دنیا مین آکر بعیش و عشرت زندگانی کرینگے وہ بہت
صحیح ہی گیارہوین کیونکہ مین تیرے ساتھ ہون خداوند کہتا ہی کہ تجھے بچاؤنگا اگرچہ مین سب قومون کو جنمین مین نے تجھے تتر بتر کیا
تمام کر ڈالونگا تو بھی تجھے تمام نکرونگا پھر مین تجھے اندازے سے تنبیہ دونگا کہ تجھے بن سزا دیے نہ رہونگا فقط اس سے معلوم ہوتا ہی
کہ بنی اسرائیل کو بھی پہلے بسبب اُنکی اعمال بد کے زمان رجعت مین سزا دیجائیگی جیسا کہ اخبار اہلبیت علیہم السلام سے معلوم ہوتا ہی
کہ جناب صاحب ع جتنے مومنین کاملین اور کفار محض ہین سب کو جزا و سزا دینگے بارہوین کہ خداوند یون کہتا ہی کہ تیری چوٹ لاعلاج ہی
اور تیرا گھاو سخت دردناک ہی فقط یہ فقرہ دلالت اسپر کرتا ہی کہ کفار بنی اسرائیل کو عذاب الیم مین مبتلا ہونا ضرور ہی تیرھوین اسپر بھی

جو تجھے نگلتے ہین نگلے جائینگے اور تیرے سب دشمن اسیر ہو جائینگے اور جو تجھے غارت کرتے ہین غارت کیے جائینگے اور مین ایسا کرونگا
کہ وے سب جو تجھکو لوٹتے ہین آپ لوٹے جائینگے فقط بظاہر یہ فقرہ دلالت کرتا ہی کہ جناب صاحب العصر علیہ السلام کے زمانے مین
جملہ کفار سزا پائینگے اور مثل بخت نصر وغیرہ جنھون نے تخریب بیت المقدس اور قتل و غارت بنی اسرائیل مین بہت کوشش کی وہ
بہت سزا پائینگے اور بسبب اُنکے کفر کے جو بہت زیادہ تھا رہائی نہ پائینگے اور معذب رہینگے ہمیشہ سترہ[17] کیونکہ مین تجھے پھر
صحت بخشونگا اور تیرے گھاؤ چنگے کرونگا خداوند کہتا ہی کہ انھون نے تیرا نام مردود رکھا کہ یہ صیہون ہی جسکا کوئی طلبگار نہین
اٹھارہ[18] خداوند یون کہتا ہی کہ دیکھ مین یعقوب کے خیمون کو جو اسیری مین ہین پھیر لاؤنگا اور اُسکے مسکنون پر رحمت کرونگا اور شہر
اپنے ٹیلے پر بنایا جائیگا اور قصر اپنے ہی مقام پر آباد ہو جائیگا واضح ہو کہ یہ فقرہ دلالت کرتا ہی اسپر کہ بنی اسرائیل زمان رجعت مین
پھر آباد ہونگے انیس[19] اور اُن مین سے شکرگذاری اور خوشی کرنے والون کی آواز نکلے گی اور مین انھین افزائش بخشونگا اور وے
گھٹائے نہ جائینگے اور مین انھین شوکت بخشونگا اور وے رسوا نہونگے فقط اور ظاہر ہی کہ بعد قبول کرنے ایمان کے اور پابند ہونے
شریعت نبی آخر الزمان کے پھر سوا عزت و شوکت کے اُس زمانے مین اور کیا متصور ہی بیس[20] اور انکی اولاد ایسی ہوگی جیسے
اگلے وقت مین تھین اور انکی جماعت میری حضور قائم رہیگی اور مین اُن سب کو جو انپر ظلم کرے سزا دونگا اور یہ بہت موافق ہی اُس سے
جو اہل اسلام مین منقول ہی کہ آنحضرت کے زمانے مین برکت زیادہ ہوگی اولاد مین زیادہ پیدا ہونگی اور میوے اور غلہ اور شہد اور
ہر قسم کی پیداوار زیادہ ہوگی اور جماعت کا قیام خدا کے حضور دلالت اسپر کرتا ہی کہ وہ سب نماز جماعت اسلام مین حاضر ہوا کرینگے
اور مشغول بندگی رہینگے اور جو جو کفار کہ اہل اسلام سے مخاصمت اور عداوت کرینگے وہ ضرور سزا پائینگے اکیس[21] اور انکا ناظم انھین مین
ہوگا اور انکا فرمانروا انکے درمیان مین سے پیدا ہوگا اور مین اُسے نزدیک آنے دونگا اور وہ میرے نزدیک آئیگا کیونکہ کون ہی
جسنے اپنا دل لگایا ہی کہ میرے پاس آے خداوند کہتا ہی یہ فقرہ اُسی پر دلالت کرتا ہی جو پہلے احتمال لکھا گیا ہی تعیین لفظ داؤد مین
کہ انبیاے سابقین بنی اسرائیل پر اُسوقت اُنکے انتظام کو از جانب صاحب علیہ السلام مقرر کیے جائینگے یا جو اُن مین سے
صلاحیت اسکی رکھتے ہونگے وہ انپر فرمانروا بنائے جائینگے بائیس[22] اور تم میرے لوگ ہوگے اور مین تمھارا خدا ہونگا فقط یہ
دلالت اسپر ہی کہ اُسوقت ایمان خالص ہوگا تئیس[23] دیکھ خداوند کی آندھی شدت سے چلتی ہی ایسی آندھی جو بوچھار کے ساتھ
جو کہ شریرون کے سر پر پڑے گی فقط یہ فقرہ دلالت کرتا ہی کہ صاحب العصر علیہ السلام کا ظہور و خروج بہت شوکت و غلبہ کے ساتھ
ہوگا اور انتقام آنحضرت کا کفار سے بہت قوی اور شدید ہوگا چوبیس[24] خداوند کا قہر شدید جب تک یہ سب کچھ نہولے اور وہ اپنے
دل کے مقصد پورے نکرے تھمے گا نہین تم آخری دنون مین اسے سمجھوگے فقط یہ فقرہ اسپر دلالت کرتا ہی کہ پہلے وہ حضرت
جملہ کفار کی سرکوبی اور سزادہی فرمائینگے اور جب سب ایمان قبول کرلینگے اُسوقت امن و امان ہوگی اور جو وعدہ بنی اسرائیل سے
فرمایا ہی وہ ظاہر ہوگا اور اس سے بھی صاف ظاہر ہی کہ جیسے خدا نے آندھی کرکے تعبیر فرمایا کہ وہ صاحب شوکت و انتقام و شدت ہی
بنی اسرائیل سے نہین ہی بلکہ وہ وہ ہی جو بنی اسرائیل پر پہلے تعذیب و تادیب کریگا اور بعد اسکے انھین آباد کریگا اور عزت دیگا

اور ویسا ہی کہ جسکے زمانے مین انبیاے سابقین اسکی ہمسری کو زندہ ہونگے اور وہ تقی امام مہدی علیہ السلام ہین جو نسل آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ سے ہین اور تمام فرقون کا اہل اسلام کے اسپر اتفاق ہی اللھم عجل فرجہ وسہل مخرجہ لیکن وہ امام و خلیفہ رسول ہین کہ حق تعالیٰ انھین قدرت و اختیار شاہی عطا فرماکر اپنے مجرمون کو انکے ہاتھ سے سزا دیگا اور اپنے مطیعون کو راحت و آرام پہونچائیگا خود نبی نہین ہین جیسا کہ ان بشارات کتب سماویہ مین بھی کہین اسکی تصریح بلکہ اشارہ بھی نہین ہی کہ وہ سزا دینے والا نبی ہوگا اور اگر کہین کہ جنھین تم امام مہدی علیہ السلام کہتے ہو ہم انھین داود کہتے ہین جب بھی اس بشارت مین انھین خدا نے باسم بادشاہ یاد فرمایا نہ باسم نبی و رسول فتدبر خلاصہ کلام یہ ہی کہ جو بشارات کتب سابقہ سماویہ متعلق بر رجعت ترجمہ اردو تورت سے یہان منقول ہوے مراد انکی بیان انجام کار بنی اسرائیل ہی جسے ہمنے بیان اہل اسلام سے جو درباب احوال رجعت وہ کہتے ہین منطبق کر دیا نہ بیان حال بنی اسمعیل کیونکہ نہ وہ کہین مخاطب ان بشارتون مین ہین نہ کہین انکا ان مین ذکر ہی اور جو بشارتین کہ نبوت پر جناب رسالتمآب کی دلالت کرتی ہین کہ بعض انمین سے ہمنے اس سے پہلے ذکر کین ہین انکی مراد بیان حال بنی اسمعیل ہی جو بنی قیدار ہین پھر کسطرح ہو سکتا ہی کہ جو مراد ان بشارتون سے ہین وہی ان بشارتون سے مراد سمجھی جائین اور دونون کو ایک کیا جاے اور جب یہ ثابت ہو چکا تو سوا تعصب اور حمیت مذہب کے کوئی وجہ انکار و تاویل کی بمقابل ان بشارتون کے منصف سے آگے ثابت نہین ہو سکتی اور یہ بہت واضح کالنور علی شاہق الطور لیکن من لم یجعل اللہ لہ نورا فما لہ من نور فقط فصل نوین ذکر مین اور دلیلون کے اور نشانیون کے جو دلالت کرتی ہین آنحضرت کے دعوی نبوت کے سچے ہونے پر اور واضح ہو کہ یہ علاوہ ان دونون طریقون کے ہین جو اثبات نبوت مین معروف ہین یعنی معجزات اور بشارات جو مذکور ہو چکے جناب غفران مآب نے عماد الاسلام مین فرمایا ہی کہ ہماری دلیل صدق بعثت مین آنحضرت کے منحصر انھین دونون طریقون مین نہین ہی بلکہ ہم اثبات نبوت مین آنحضرت کے اور بھی مسالک رکھتے ہین کہ وہ گواہ عادل صحت نبوت اور صدق بعثت پر آنحضرت کے ہین پس کہتا ہون کہ ازان جملہ یہ ہی کہ سب انبیا اپنی قوم مین ابتداے امر سے صلاح و تقوی کے سات معروف اور صدق و امانت اور عفاف و دیانت و خوف خدا سے موصوف ہوتے تھے خصوصا ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ افضل و اکمل افراد اپنی قوم عرب سے بلکہ تمام عالم سے تھے اور یہ عادت جاری نہین ہی کہ جنکی راست گوئی ہمیشہ شعار رہا اور کبھی کذب و دروغ کے پاس نہین گئے وہ دعوی نبوت کا اور نزول وحی کا بہ جہت دروغ اور بے صرفہ خدا پر باندھین اور روز قیامت سے نہ ڈرین عقلمند کو کبھی ایسی بات کا گمان نہین ہوتا ذلک ظن الذین کفروا فویل للمکذبین اور اسی سے ہی جو کثیر روایات مین وارد ہوا ہی مین بھی فاضل زمخشری کی روایت پر اکتفا کرتا ہون کہ جب آیہ کریمہ و انذر عشیرتک الاقربین نازل ہوا تو حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کوہ صفا پر تشریف لیگئے اور فرمایا یا صباحاہ پس ہر طرف سے اشخاص گرد حضرت کے مجتمع ہوے اسوقت حضرت نے فرمایا کہ اے فرزندان عبد المطلب اور اے اولاد فہر اگر مین تمکو خبر دون کہ بدرستیکہ اس پہاڑ کے دامن مین سواران دشمن تمھارے قتل کو آئے ہین تو یہ ہو سکتا ہی

فصل نوین ذکر مین اور دلیلون اور نشانیون کے جو دلالت کرتی ہین آنحضرت کے دعوی نبوت کے سچے ہونے پر

کہ تم میری تصدیق کرو سب نے عرض کیا کہ ضرور ہم تصدیق کرینگے اور یہ کیونکر نہ کہتے حالانکہ وہ حضرت قبل از بعثت اپنی
قوم میں لفظ امین کے ساتھ ملقب تھے بعد اسکے فرمایا کہ میں آیا ہون کہ تمھین خوف دلاؤن اور ڈراؤن اُس سے جو تمھارے
آگے روز قیامت آنے والا ہی اُسوقت ابولہب نے بشارت حمیت وغضب سے کہا کہ تَبًّا لَكَ أَلِهٰذَا دَعَوْتَنَا اور حضرت کی
دعوت نہ قبول کی اور کچھ روز قیامت کا ڈر دل مین نہ لایا اور اُسی کے قریب ہی جو جاحظ اور غیر انکے نے کہا ہی کہ آنحضرت نے
کبھی جھوٹ کلمہ نہین فرمایا نہ مہمات دین مین نہ مہمات دنیا مین اور اگر ایکبار بھی کبھی جھوٹ بات حضرت کی زبان سے
سرزد ہوئی ہوتی تو آپ کے دشمن اُسے کیسا مشتہر کرتے اور کبھی امر قبیح کی طرف آنحضرت نے نہ نبوت کے پہلے نہ بعد اُسکے
اقدام نہین فرمایا اور کلام حضرت کا نہایت فصیح ہوتا تھا اور تبلیغ رسالت مین انواع مشقت کے متحمل ہوے اور صبر کیا
اور کسی ارادے مین حضرت کے فتور و سستی نے راہ نہین پائی اور جبکہ اپنے دشمنون پر غالب آے اور مرتبہ بلند پر حکومت کے
پہونچے کہ حکم حضرت کا انفاس و اموال پر انکے نافذ ہوا ہرگز حال حضرت کا ان صفات کمال مین جو پہلے تھا اُس سے متغیر نہین ہوا
بلکہ اول عمر سے آخر تک طریقہ مرضیہ پر مستمر رہے اور یہ سب صحت نبوت پر اور صدق قول و نیت پر آنحضرت کے دلالت
کرتے ہین اور اُسی جملہ سے ہی جو فاضل مفسر تفسیر کبیر نے بیان کیا ہی کہ وہ حضرت اُس قوم مین بھی کہ نہ وہ عقل و حکمت رکھتی تھی
نہ صاحب کتاب تھی اور سب حق سے روگردان تھے یا بتخانون مین بیٹھتے تھے اور بت پرستی مین مشغول رہتے تھے مثل
عرب کے مشرکون کے یا وہ تھے کہ تشبیہ و تجسیم کا دین تھا اور ترویج اکاذیب اور افتراؤن مین سبقت القدم تھے جیسا کہ یہود کا
حال تھا یا وہ تھے کہ شرک کرتے تھے اور دو خدا کے قائل تھے اور ہمیشہ محارم کے ساتھ نکاح کی تجویز کرتے تھے مثل گبر و
مجوس کے یا تثلیث پر اصرار کرتے تھے بالجملہ ایسی جماعت مین آنحضرت نے نشو و نما پایا اور باوجود اسکے ادعا کیا کہ مین
خدا کی طرف سے بھیجا ہوا آیا ہون ساتھ کتاب منیر کے اور حکمتہاے باہرہ کے واسطے تمام کرانے مکارم اخلاق ظاہرہ کے اور
تکمیل کرونگا انکی قوت علمیہ مین ساتھ عقائد حقہ کے اور قوت عملیہ مین اعمال مستحسنہ مرضیہ کے ساتھ اور عالم کو منور کرونگا ساتھ
نور ایمان اور اعمال صالحہ کے اور جو کچھ کہ فرمایا تھا اُسی کے موافق کیا اور حق تعالی نے اُنکے دین کو اپنے وعدے کے موافق
جلوہ گر فرمایا اور نبوت کے معنی نہین ہین مگر یہی کہ جو ہوا کیونکہ نبی وہ ہی جو نفوس بشریہ کی تکمیل کرے اور امراض قلبیہ جو
اکثر نفوس مین غالب ہوجاتے ہین اُنکا معالجہ کرے پس ضروری خلق کے واسطے کہ ایک ایسا طبیب ہو جو ان بیماریون کا علاج
کرے اور جبکہ دعوت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ نے علاج مین قلوب مرضیہ کے تاثیر کامل دکھاے اور انکی ظلمتون کو بوجہ اکمل
و اتم زائل کیا تو اب واجب ہوا کہ بکمال یقین جانا جاے کہ وہ حضرت پیغمبر ہین اور سب انبیا و رسول سے افضل ہین اور
مفسر مذکور نے افادہ کیا ہی کہ یہ طریقہ اثبات نبوت کا از قبیل براہین لمیہ ہی اور بذریعہ معجزات کے اثبات نبوت کا از قسم
براہین انیہ ہی اور موید و مصدق ہی تقریر کے لیے ہی جو جناب غفران مآب نے فرمایا ہی کہ اسمین کچھ شک نہین ہی کہ حصول
معارف الہیہ کو خلق نے نہین پہچانا مگر آنحضرت کے ارشاد و ہدایت سے بعد اسکے کہ سب جاہل و غافل تھے اُس سے اور

صفات بد اور رذائل پر مقیم تھے پس آنحضرت نے انھین اعتقادات صحیحہ اور اخلاق راجحہ کی طرف ہدایت فرمائی اور رذائل
و رذائل سے منع کیا اور وہ اس حیثیت سے ہی کہ جب عقلمند اور زیرک آدمی کہ جسکی طبیعت مخلوق بانصاف ہوئی ہو
اُن حالات مین آنحضرت کی تتبع کرے تو یقینی جانیگا کہ یہ معارف و احکام جنھین حضرت نے بیان فرمایا مطابقت
رکھتے ہین اُنسے جس سے حکماے اعصار اور عقلاے روزگار نے بہت فکرون کے بعد حکمت علمیہ و عملیہ مین بہت تحقیق
و تنقیح کے بعد لکھا ہی بلکہ مرتبہ مطابقت سے بھی زیادہ ہی اسی افضل پر محتوی ہین اور مبطل اُنکے زعم فاسد کے ہین جہان کہین وہ
حق سے تجاوز کر گئے ہین باوجود اسکے پھر یہ بھی ضرور ہی کہ وہ حضرت اُمّی تھے کسی سے علم نہین حاصل کیا اور قوم حضرت کی
سب اہل شرک و جہالت تھی اور پھر اسکے ساتھ ایسے اخلاق بزرگ آنحضرت سے ظاہر ہوے پس یہ دلیل روشن صدق
دعوی نبوت پر آنحضرت کے ہوگی جناب اخوند صاحب نے حق الیقین مین فرمایا ہی کہ ایک بڑا معجزہ حضرت کے معجزات سے
یہ تھا کہ اُس قوم مین نشو و نما پایا کہ جو جمیع اخلاق حسنہ سے خالی تھی اور مدار اُنکے سب کامون کا تعصب و عناد اور نزاع اور
فساد اور تغائر اور تحاسد پر تھا جو عمدہ اخلاق رذیلہ ہین او حج مین جانورون کی طرح برہنہ ہو جاتے تھے اور کعبہ کے گرد تالیان
بجاتے تھے اور سیٹی اور اچھلنا اُنکی عبادت تھی اور اسی سے معلوم ہوتا ہی کہ جنکی عبادت ایسی ہوگی اُنکے اور اطوار کیسے ہونگے
اور اب تک کہ ہزار برس سے زیادہ آنحضرت کو مبعوث ہوے ہو چکا ہی اور اس مدت سے شریعت مقدسہ نے اُنکی طبع و عادت کی
اصلاح کی ہی لیکن جس کسی نے کہ صحراے مکہ مین انھین دیکھا ہی وہ جانتا ہی کہ چارپایون سے زیادہ اب تک بدتر ہین اور اس
قوم مین آنحضرت نے تمامی اخلاق حسنہ اور اطوار حمیدہ کے ساتھ علم و حلم و حیا و کرم و عفت و سخاوت و شجاعت و مروت
اور تمامی صفات کمالیہ کے ساتھ ظہور فرمایا اور اسی جگہ سے ہی جو کہا ہی کہ آنحضرت کے اخلاق عظیمہ کا ملاحظہ کرنا خرق عادت پر
دلالت کرتا ہی کیونکہ وہ حضرت بہ نسبت اپنی اُمت کے غایت شفقت مین تھے یہان تک کہ کریمہ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرَاتٍ
کے ساتھ مخاطب ہوے اور اسی طرح سخاوت بھی حضرت کی بہت زیادہ تھی یہان تک کہ حق تعالی نے ارشاد وَلَا تَبْسُطْهَا
كُلَّ الْبَسْطِ سے انھین افراط فرمانے سے نہی فرمائی اور کبھی حضرت نے مال و متاع دنیا کی طرف نظر و التفات نہین فرمایا یہان تک
کہ قریش مال اور ازواج اور ریاست کو دیتے تھے کہ تا اُسے لیکر اپنے دعوے سے دست بردار ہون مگر اُسکے نزدیک نہین گئے
اور فقرا و مساکین کے ساتھ کمال تواضع اور فروتنی کے ساتھ پیش آتے تھے اور مالدارون سے اور ارباب ثروت سے بہت
بلندی اور ترفع فرماتے تھے اور لڑائی کے مقام پر کمال شجاعت ظاہر ہوتا تھا کبھی دشمن سے منھ نہین پھیرتے تھے اگرچہ
کیسا ہی خوف و سختی ہو جیسا کہ روز جنگ احد اور جنگ احزاب مین مسلمان ہوا تھا اور پند و نصیحت کے مقام پر اور جو جگہ تعلیم احکام
اور معارف و حکمت کی ہوتی تھی وہان ہمت کو ایسا صرف فرماتے تھے کہ جسکی تعریف حق تعالی قرآن مین فرماتا ہی هُوَ
الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ
باطلاع ارباب نظر اور اہل ہوش کے آگے وہ حضرت ایسے مجمع سب صفات کمالیہ بشریہ کے تھے کہ اُنکا اجتماع دوسرے شخص مین

ممکن نہین ہی اور اِسمین حاجت زیادہ تفصیل کی نہین ہی کیونکہ کسقدر دشمن حضرت کے تھے اور پیغمبرون کے نہ تھے اور اِسکا سبب یہ تھا کہ حضرت مامور بہ جہاد وقتل وسرکوبی کفار ومشرکین تھے باوجود اِسکے نہین ممکن ہوا کہ کوئی کسی بدی کی نسبت حضرت کی طرف کرسکے بلکہ جو کچھ کہ جاحدین ومنکرین کہتے تھے وہ ایسی باتین ہین کہ جنسے خود معلوم ہوتا ہی کہ جب کوئی برائی نہ پاتے تھے تو لاچار ہوکر بے اصل باتین کہتے تھے والا اُسی برائی کو نقل کرتے اور شہرت دیتے مثلاً جب مجبور ہوتے تھے تو کہتے تھے کہ بڑے جادوگر ہین پھر یہ ایسی بات ہی کہ جسکی بے حقیقتی ظاہر ہی اور اُس بدگوئی مین بھی اقرار عظمت ضرور ہوتا تھا اِسی طرح اب تک حال ہی چنانچہ راقم رسالہ کو ایک شخص سے کہ وہ بڑے مرتبہ پر اقتدار وحکومت دنیا کے تھا ملاقات کا اتفاق ہوا ایکدفعہ خلوت کی صحبت مین اُسنے کہا کہ بعد تحقیق ثابت ہوا کہ جتنے انبیا ہین یہ سب حکما تھے اور دنیا کو حکما وعقلانے ہر طرح حاصل کیا کسی نے تلوار کے ذریعہ سے کسی نے صناعت وعلوم کے حیلہ سے اُنھون نے اِس نام سے دنیا پر اپنا قبضہ کیا کہ ہم خدا کی طرف سے آئے ہین مین نے کہا کہ تم جنکی اُمت سے اپنے تئین کہتے ہو اُنکا کیا حال تھا وہ کیا تھے کہنے لگا کہ وہ بھی ایک حکیم تھے یہ کہکر کہنے لگا کہ تمھارے پیغمبر بہت بڑے حکیم تھے اُنکے برابر کوئی عقل وحکمت مین نہ تھا اور اگر چند روز اجل اُنھین مہلت دیتی تو سب دنیا پر اُنکا قبضہ ہوجاتا جب یہ اُسنے کہا تو مین متبسم ہوا تب کہنے لگا کیا وجہ ہی مین نے کہا کہ مجھے اِسکی تصدیق اِسوقت خوب ہوئی آپ کے کہنے سے کہ یہ سب سے بڑے ہین بالجملہ حضرت کی بزرگی اور کمال عقل وحکمت کا ایسا ہی کہ جاحدین ومنکرین بھی اُس سے انکار نہین کرسکتے اور جب یہ متحقق ہوا کہ اکمل افراد بشر یقینی وہ حضرت ہین تو لا محالہ خدا کی طرف سے بھی قابل رسالت اُنھین کو ہونا چاہیے کہ مفیض سے افاضہ بحسب استعداد مستفیض ہوتا ہی اور اسی طرح جو دعوی رسالت فرمایا وہ یقینی سچا ہی والا ایسا شخص ایسے امر کاذب وباطل کو جو مستلزم کذب بے حد کا عمر بھر ہوا اور کیا کیا ذلتین جنکے سبب اور رنج وتعب اُس سے عاید حال ہون اختیار نہ کرتا جیسا کہ ظہور اُسکا مسیلمہ کذاب کے واسطے ہوا فقد تو ومنجملہ اُنھین دلیلونکے ہی جو مبحث وجوب بعثت مین مذکور ہوا کہ پیغمبران برحق کا بھیجنا ذمہ ہمت حکیم مطلق کے واسطے ہدایت خلق کے واجب ہی اور حکیم سے خلاف حکمت کے نہین ہوسکتا پس اگر پیغمبر برحق نہوتے تو چاہیے کہ حکیم مطلق باوجود اِسکے کہ خلق پیغمبرون کی محتاج تھی لیکن اُسنے ترک واجب فرمایا اور جب موافق زعم منکرین بعثت کے زمانہ پیغمبر سے خالی ہوا اور خلائق اُنکے پھندے مین گرفتار ہوئی جو جھوٹ نبوت کا دعوی کرے تو کیونکر عاقل کی عقل تجویز کرتی ہی کہ حکیم علیم دروازہ ہدایت کا اُنسے بند کرے اور اُنھین ہدایت نہ فرمائے اور منجملہ اُن دلیلون کے یہ ہی کہ کوئی عاقل جسارت نہین کرتا ایسے جھوٹ دعوے پر جسکے لیے فروغ نہو اور وہ باعث ہمیشہ آگ مین رہنے کا اور دنیا مین ذلیل ہونیکا ہو پس اگر نبیت صادق اور بعثت حضرت کی برحق نہوتی تو کبھی ایسی ذلت کو اختیار نہ کرتے اور اپنے شہر ووطن کا چھوڑنا اور سختیون کا اور شدتون کا اُٹھانا گوارا نہ فرماتے کیونکہ وہ حضرت پناہ بہ خدا اگر پیغمبر نہ تھے تو صاحب عقل وفہم تو باتفاق مخالف وموالف تھے اور کوئی عقلمند ایسا نہین ہی کہ اپنے نفس کو ہلاکت اُخروی مین اور دنیا کی ہلاکت مین ڈالے اور عزت وآبرو اپنی اور اپنے عزیزون کی برباد کرے اور کفار کے

ظلم و ستم پر اپنے لیے اور اپنے عزیزون کے اور اپنے دوستون کے لیے صبر کرے یہان تک کہ اسکی نوبت پہونچے کہ وطن
اور گھر چھوٹے اور ابو طالب سا شفیق چچا اور سوا انکے اور بزرگ آنحضرت کے اسلیے کہ انھین صدق نبوت آنحضرت کی
یقین حاصل ہو چکا تھا اور تصدیق کر چکے تھے کیونکر ہو سکتا ہے کہ اسکے قائل ہوتے کہ ہمارا پارہ جگر ان شدائد مین مبتلا ہو اور کبھی
گھر سے باہر نہ جانے دیتے اور پھر بسبب خوف و اذیت کے اپنی قوم کے کافرون سے شعب مین پوشیدہ نہ ہوتے اور حضرت
کی حمایت مین کوشش نہ کرتے اور خود حضرت اپنے تئین کب مہلکون مین ڈالتے حالانکہ آنحضرت نے اعلان کلمۂ حق کے لیے
ریاست خاندانی کا بھی خیال نہ کیا اور مال و متاع دنیا اور ترک خانہ پر بھی نظر نہ فرمائی اور ایسی ایسی اذیتون کے اور شدتون کے
متحمل ہوے کہ کوئی شخص اسے گوارا نہین کرتا یہان تک کہ نوبت بہ ترک دیار و عزیزان و خانہ پہونچی اور کیسے کیسے معززین
اقربا سے چھوٹ کر دور کے اشخاص سے قریب ہوے اور ادنی ادنی کی صحبت کو اختیار فرمایا اور کس کس سختی کا متحمل ہونا پڑا
مروجی لہ الفداء کتاب اعلام الوری طبرسی سے جناب سید سند نے نقل فرمایا ہے کہ قریش نے حضرت کی اذیت رسانی مین کوئی
دقیقہ نہین اٹھا رکھا اور سب سے زیادہ اذیت رسانی مین حضرت کی ابو لہب ملعون تھا چنانچہ مروی ہے کہ ایک روز رسول خدا
صلی اللہ علیہ وآلہ مقام حجر اسمعیل مین بیٹھے تھے پس قریش نے حضرت کی اذیت رسانی کے واسطے سلا بز کی یا ناقہ بچ
سالہ کی لا کر حضرت پر ڈالدی کہ اس سے حضرت بہت اندوہناک ہوے اور اپنے چچا ابو طالب سے شکایت کی اور سلا اس پوست
رقیق کا نام ہے جسمین بچہ حیوان کا رہتا ہے اور پیدا ہوتا ہے اور وہ انسان مین بلفظ عرب باسم مشیمہ مشہور ہے اور حیوان مین موافق
لغت عرب کے سلا ہے اور زبان ہندی کے محاورے مین انول نال اسے کہتے ہین اور صاحب کشاف نے لکھا ہے
کہ ابو لہب کی جورو کہ اسکا ام جمیل نام تھا اور حرب کی بیٹی اور ابو سفیان کی بہن تھی یہ گوکھرو کے کانٹے پیغمبر خدا کی راہ مین
شب کو بچھایا کرتی تھی کہ تا حضرت کے پاؤن مین وہ چھبین اور اس سے حضرت کو تکلیف ہو اور قریش نے باتفاق سب کو
منع کیا تھا کہ کوئی کسی قسم کا معاملہ بیع و شرا کا آنحضرت کے ساتھ بلکہ تمام بنی ہاشم کے ساتھ نہ کرے پھر کون شخص باخرد ہے کہ
ایسے شدائد کا متحمل امر کاذب کے لیے ہو جس سے آخرت کا خسران اور دنیا کا ایسا نقصان و حرمان ہو کہ گھر مین سونا نصیب
نہ ملے راہ مین چل نہ سکے شہر مین کھانے پینے تک کی اشیاے ضروری لے نہ سکے فقط اور انھین دلیلون سے جو عمدہ سب
دلیلون سے ہے ایمان لانا علی ابن ابیطالب علیہ الصلوۃ والسلام کا ہے اور سب صحابیون سے زیادہ مطیع اور فرمان بردار ہونا
آنحضرت کا ہے ساتھ اس شان و قوت اور صلاح و تقدس کے جو آنحضرت کے واسطے حق تعالی نے عطا فرماتے تھے کہ اسکے
باعث سے تمام خلق سے ممتاز تھے اور کبھی خدا کی راہ مین اور کام مین ملامت خلق کا اندیشہ نہ کرتے تھے پھر کیونکر ہو سکتا ہے
کہ ایسا شخص امر غیر کو اختیار کرے ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ مین جو کہا ہے اسکا محصل یہ ہے کہ جناب امیر علیہ السلام کی
اطاعت پیغمبر مطاع کے واسطے اول دلیل ہے صدق نبوت کے اوپر کیونکہ وہ حضرت غایت مرتبہ زکا اور صلاح و ورع کے ساتھ
یہان تک کہ انکی شان مین کبھی شائبہ تساہل و طمع اور خوف کا اور مثل اسکے جو اور اغراض دنیویہ ہین متوہم نہین ہو سکتا

اور اسلیے کہ وہ حضرت مخصوص آنحضرت کے اور رازدان اور اہل باطن سے تھے اور بعد جناب امیر علیہ السلام کے یہان سلمان و ابوذر کا اور جو انکی امثال سے صحابیون مین متقی اور مخصوصین تھے دلیل صدق نبوت ہے انتہی اور راقم رسالہ کہتا ہی کہ کوئی دلیل اس سے زیادہ واضح نہین ہی اگر غور کیا جاے اور واقع مین یہ ہی کہ جو پیغمبر خدا نے فرمایا ہی کہ جب مین شب معراج کو آسمان پر گیا تو ساق عرش پر مین نے لکھا دیکھا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ایدتہ بوزیرہ ونصرتہ بوزیرہ اسوقت مین نے جبرئیل سے پوچھا کہ وہ میرا وزیر کون ہی کہا انھون نے کہ علی ابن ابیطالب تو حقیقت مین جیسا کہ ایسی روایتون مین اور مقاتلات خصم مین حق تعالی نے اپنے نبی کی بذریعہ علی ابن ابیطالب کے نصرت فرمائی اسی طرح صدق دعوی نبوت کی تائید انکے اول ہی سے ایمان لا کے اور تصدیق رسالت کرنے سے فرمائی کیونکہ مثل علی ابن ابیطالب بعد جناب رسالتماب کوئی شخص ایسا نہین پایا جاتا کہ مکارم اخلاق مین کامل و یکتا اور شجاعت و قوت مین بے نظیر اور اظہار خوارق عادات اور معجزات پر قادر ہو جنھین ایک دو شعبدے کرنے آتے تھے انھون نے کیا نہ کیا جسنے در خیبر کو اکھاڑ کر پل بنایا اور تلوار نے اسکی کلمات شہادتین کو سب کی زبان پر جاری کرایا اور جملہ علوم مین ہدایت کی اور ان علوم کے کاملین کو تعلیم کیا اور معجزات کثیرہ حیات نبی مین اور بعد حضرت کے طالبین کو دکھاے اسے کب عقل قبول کرتی ہی کہ وہ اپنے تئین امر باطل پر مطیع کرتا اور ناحق طوق اطاعت وانقیاد کا اپنی گردن مین پہنتا اور جسطرح زمان حیات نبی مین مطیع تھا اسی طرح انکے آثار پر بعد وفات آنحضرت کے بھی چلتا اور ہمیشہ سب کو اس تصدیق و اطاعت کی تاکید اور انما انا عبد من عبید رسول اللہ کا اقرار کرتا ہمیشہ بات رازداروں سے فاش ہوتی ہی اور علی ابن ابیطالب سے تا جناب صاحب العصر علیہ السلام بارہ خلفا حضرت کے کہ ہر ایک علوم باطنیہ اور ظاہریہ مین کامل اور صاحبان معجزات تھے ہوے اور ہر ایک تصدیق نبوت اور اقرار اطاعت کرتے آے اگر معاذ اللہ یہ نبوت برحق نہوتی تو پہلے ابو طالب و حمزہ و جعفر اور علی ابن ابیطالب اطاعت نہ کرتے اور اگر اور کسی سے نہ کہتے تو اپنی اولاد و ازواج کو تو مطلع کرتے اور اہلبیت سے یہ راز فاش ہوتا حالانکہ سب ایک قسم کے ساتھ تصدیق و اطاعت کرتے آے اور کسی نے خلاف نہین کیا پس بہتر دلیل ایمان علی ابن ابیطالب اور اتفاق ائمہ اثنا عشر علیہم السلام سے اس تصدیق پر صدق دعوی نبوت پر اور کیا ہو سکتا ہی وھو بنفسہ کاف لمن لہ عقل سلیم و ذہن مستقیم اور انھین دلیلون سے یہ ہی کہ ہمیشہ جناب رسالتماب ادعا فرماتے تھے کہ مین سب پیغمبرون سے اور جملہ انبیا کے معجزات رکھتا ہون پس اگر ایسا نہوتا اور خوارق عادات اور معجزات آنحضرت کے ہاتھ پر ظاہر نہوتے تو تھوڑی سی مدت مین یہ بات ضعیف ہو جاتی اور جو منکرین و جاحدین طالب معجزہ ہو کر آتے تھے اور دیکھنے کے بعد پھر حمیت جاہلیت سے جادوگر کہتے تھے جب وہ نہ دیکھتے ظہور خرق عادت اور معجزے کو تو پناہ بخدا کاذب کہتے ساحر نہ کہتے اور اسی طرح جو طالب حق کے لیے معجزے کے طالب ہوتے تھے وہ بھی جب نہ دیکھتے تو کاہے کو ایمان لاتے بلکہ سب سے زیادہ انکی نظر مین وقعت نہ رہتی اور وہ اعلان کذب ستائی مین خدا کے واسطے کوشش کرتے اور ایسے عبادت اور اظہار حق جان کر کرتے اور کہتے تا کہ اور لوگ گمراہ نہو پائین

جائین

جیساکہ بعد معائنہ معجزات اور تصدیق کے اعلان کلمۂ دین مین جد و جہد اور کوشش کرتے تھے بالجملہ یہ بات چندروز مین مشتہر ہوجاتی اور قریب و بعید سب مطلع ہوجاتے کہ یہ ادعاے صادق نہین ہی اور دروازہ تصدیق نبوت اور اسلام کا بند ہوجاتا جیساکہ بہ نسبت مسیلمہ کذاب کے ہوا یا اور جس جس نے کہ ایسے ارادے اور دعوے جھوٹ کیے اُنکے انجام ہوے فتدبر کذا اور ازجملہ اُنہین ادلہ کے یہ ہی کہ ہمکو بشہادت کافہ خلق اِسمین کیا اہل اسلام اور کیا اہل کتاب اور کیا اصحاب آرا و اہوا اور کیا زنادقہ وجود شریف اور نبوت کا ادعا فرمانا آنحضرت کا بخوبی ثابت ہی کیونکہ مثبتین و مصدقین تو یہ کہتے ہین کہ وہ حضرت فلان مقام پر پیدا ہوے اور نبی ہوے اور ادعاے نبوت اُن جناب نے فرمایا اور صدق دعوی آنحضرت کا بظہور معجزات ظاہر ہوا اور جاحدین اور منکرین یہ کہتے ہین کہ ایک شخص فلان مقام پر اِس نام کے ہوے تھے اور انھون نے ادعاے نبوت کیا تھا لیکن نبی نہ تھے اور واقع مین اِسی انکار سے اقرار و گواہی آنحضرت کے وجود شریف کی اور اُنکے ادعاے نبوت کی ایسی حاصل ہوتی ہی کہ پھر کسی طرح کا شبہ عاقل کو اِسمین نہین رہتا بعد اسکے پھر جو غور کیا جاتا ہی کہ حقیقت امر کیا ہی تو یہ ظاہر ہی کہ جب آنجناب نے ادعاے نبوت فرمایا تو اُسوقت دو فرقے ہوے ایک وہ جنہون نے بعد معجزات کے دیکھنے کے اور تجربۂ نبوت کے تصدیق کی اور طریقہ اسلام کو قبول کیا دوسرے وہ جو ایمان نہ لاے لیکن پھر وہ آنحضرت کو کیا کہتے تھے تو جو کچھ کہ مشہور ہی اُسکے موافق یہ ہی کہ اُنکی کئی قسمین تھین ایک وہ کہ اُن جناب کو ساحر کہتے تھے ایک وہ کہ مجنون کہتے تھے ایک وہ کہ بادشاہ جانتے تھے ایک وہ کہ تامل کرتے تھے اور کچھ نہ کہتے تھے مگر ایمان نہین لاے اور مصالحہ کیا جیساکہ نصاری نبی نجران کا فعل اِسپر شاہد ہی بالجملہ اُن سب کے حال مین تامل کیا جاتا ہی تو یہ معلوم ہوتا ہی کہ جو ساحر جانتے تھے اور کہتے تھے اُسکا منشا بجز حماقت کے اور کچھ نہین ہی کیونکہ واقع مین سحر کی کچھ حقیقت خود بھی نہین ہی پھر جسنے اُسکی نسبت کسی کی طرف کی اُسکی جہالت اور بےحقیقتی خود اُسکے قول سے ظاہر ہی اور کسی طرح التفات کے قابل نہین ہی اور اگر سحر کو بمعنی شعبدہ لین جیساکہ قرآن مین ہی جاؤ بسحر عظیم تو اُسکا اور معجزے کا فرق ظاہر ہی کیونکہ شعبدے کی علت ظاہر اور معلوم ہوجاتی ہی اور جو اُسکے جاننے والے ہین وہ بتادیتے ہین پھر اگر واقع مین ایسا ہوتا تو چاہیے کہ کوئی تو شعبدہ باز مقابلہ کرتا اور معارضہ کرتا اور جو معجزات کہ آنحضرت سے ظاہر ہوے اُنکے علل و اسباب بتاتا اور اُسے منکرین مشہور کرتے اور جنہون نے خدا کی خوشی کے لیے دین اسلام کو قبول کیا تھا وہ بھی اُس سے آگاہ ہوتے اور اِس دین سے انحراف کرتے اور دروازہ ترقی دین اسلام کا بند ہوجاتا اور یقینی ایسا نہین ہوا بلکہ ظاہر ہی کہ بادشاہون سے مقابلے ہوتے تھے اور دعوت اسلام کے ساتھ بعد اظہار معجزات و تحدی اور اتمام حجت ہرگونہ نوبت جدال و قتال کی آتی تھی پھر اگر شعبدہ بازی ہوتی تو یہ کیونکر ہوسکتا تھا کہ سلاطین شعبدہ بازون کو مہیا کرکے معارضہ اُن معجزات کا نہ کرتے اور قتل نفوس اور غارت اموال گوارا کرتے جیساکہ فرعون نے کیا تھا اور لونڈی غلام بننا مسلمانون کا منظور کرتے پھر اِس سے بخوبی واضح ہی کہ یہ قول کسی طرح صادق نہ تھا بلکہ اپنی عداوت اور جہل سے جب معجزے کے مشاہدے سے مجبور ہوتے تھے تو اُسے سحر و جادو کہتے تھے اور وہ طائفہ جو مجنون کہتے تھے اور جو کیفیت کہ نزول وحی کے وقت آنحضرت پر طاری ہوتی تھی اُسے صرع اور مرض کے ساتھ تعبیر کرتے تھے

بیان فرق کا شعبدہ ساحری اور معجزہ مین

اسمین بھی جو دیکھا جاتا ہی تو معلوم ہوتا ہی کہ منشا اسکا بھی عداوت اور حمیت مذہب مالوف تھا کیونکہ سلامتی اور بطلان و
نقصان جو اسکا حال انسان کے اقوال و افعال سے معلوم ہوتا ہی اور ظاہر ہی کہ وہ حضرت خدا کی طرف سے جو کتاب لائے
کہ وہ قرآن ہی اور اسپر بھی اتفاق ہی مصدقین و منکرین کا کہ وہی ہی موجود اور اسکے دیکھنے سے بخوبی عاقل صاحب علم کو معلوم ہوتا ہی
کہ عبارت آیات اسکے انواع صنائع و بدائع و فصاحت و بلاغت پر ایسے مشتمل ہین کہ مثل اسکا اب تک کسی سے نہیں ہو سکا
اور جس زمانے مین کہ وہ حضرت ظاہر ہوئے کیسے کیسے نامی شعرا اور فصحاء عرب مین تھے اور اسی کا چرچا زیادہ تھا لیکن باوجود
تحدی کوئی معارضہ نہ کر سکا و الا وہ بھی موجود ہوتا اور ظاہر ہی کہ جاحدین و منکرین نبوت کی ہمیشہ سے کثرت و قوت رہی ہی
پھر اگر ایسا ہوتا تو وہ بالضرور قرآن کے مقابلہ و معارضہ کے لیے اُسے ظاہر کرتے اور کتب اخبار و سیر مین اور کتب ادبیہ مین
اُسے درج کرتے اسی طرح مضامین اسکے خصوصاً متعلق بہ سیاسات و معاملات و مواریث اور امثال اسکے ایسے ہین کہ حکماء نے
عمرین صرف کر کے حکمت عملی کے قوانین بنائے ہین اُن سب سے وہ افضل ہین اور اُنکی پابندی سے کبھی انسان مبتلا مفاسد و
مہالک کا نہیں ہوتا اور بھی سوا اسکے اکثر مقولات و احادیث آنحضرت کے کتب مین موجود ہین اُنکے دیکھنے سے آج بھی کمال عقل و
فراست آنحضرت کا واضح ہوتا ہی علاوہ اسکے ظاہر ہی کہ جو تدابیر و انتظام ترویج دین اسلام کے لیے آنحضرت نے فرمائے وہ سب
شخصی تھے صنفی نہ تھے کیونکہ ابتدا و ترقی اسلام کی خاص ذات والا صفات سے آنحضرت کے ہوئے جیسا ضعف ابتدا مین
اور قلت اعوان و انصار کی تھی وہ ظاہر ہی اور وہ تدابیر سب ایسی مفید ہوئین کہ جو منشا و مقصود تھا وہ حاصل ہوا اور یہ بھی
متواترات سے ثابت ہی کہ وہ حضرت اکثر امور مین اصحاب سے مشورہ فرماتے تھے اور بعد مشورہ کام کرتے تھے اور یہ بھی ظاہر ہی
کہ یہ کام ایسے شخص کا ہی کہ جو بسبب عقل کامل اور حواس صحیح و زکی رکھتا ہو تا کہ ہر شخص کے کلام اور راے کے نقص و صواب کو دیکھے
اور جو مخالف عقل و مصلحت سے کرے اسکی تردید کرے اور جو موافق حکمت کلام کہے اسکی توجیہ و تحسین ایسی کرے کہ سب اُسے
تسلیم کرین اور خلاف رفع ہو جاے پھر ایسے شخص کو مجنون کہنا اُسی کا کام ہی کہ جسے خود فہم و عقل سے بہرہ نہو اور بسبب اسکے
کہ خود قدرت تنقیح و تدقیق کی نہ رکھتا ہو صحیح و سقیم و مریض و سلیم و نیک و بد مین تفرقہ نہ کر سکے اور جب یہ ہوا تو یہ بھی قول عاقل کے
نزدیک لائق کان رکھنے کے نہیں ہو سکتا اب رہا وہ فرقہ جو بادشاہ کہتے تھے اسمین بھی جو تامل سے دیکھا جاتا ہی تو واضح ہوتا ہی
کہ یہ بھی باب دشمنی سے اور عدم معرفت کے باعث سے تھی کیونکہ محض حکومت سے جو بعد نبوت حاصل ہوئی سلطان محض
کہنا بیکار ہی یا شوکت و اقتدار ہونا نبی ہونے کے منافی نہیں ہی بلکہ دیکھنا چاہیے کہ غالب سیرت آنحضرت مین پیغمبرون کی تھی
یا بادشاہون کی پھر یہ تو سیر و اخبار کے دیکھنے سے بخوبی ثابت ہی کہ غالب سیرت آنحضرت کی وہی تھی کہ دین حق کی طرف اور
خداپرستی کی طرف دعوت کرتے تھے اور ہدایت خلق کی طرف جو کار خاص پیغمبرون کا ہی توجہ تام رکھتے تھے اور ہمیشہ عبادات
شاقہ اور جد و جہد طاعات مین اور تعمیل احکام مین جو خدا کی طرف سے تبلیغ کے لیے نازل ہوتے تھے فرماتے تھے اور کبھی
جسطرح ملوک و سلاطین دنیا کی دولت سے منتفع اور متلذذ ہوتے ہین اور خزانے جمع کرتے ہین یہ منتفع و متلذذ ہوکر نہوا آنحضرت

کچھ جمع کیا بلکہ ہمیشہ جو مال آتا تھا اُسے سب مسلمانون کو تقسیم فرماتے تھے اور اپنے لیے سب سے کم لیتے تھے اور وہ بھی کثر
راہ خدا مین پھر دیدیتے تھے اور اپنے کھانے پینے مین کبھی اورون پر زیادتی نہ فرماتے تھے اور کبھی طبیعت آنحضرت کی جاہ وحشم
کی طرف مثل بادشاہون کی طبیعت کے متوجہ نہ تھی اور یہ ایسی بات ہی کہ جو آنحضرت کے رازدان صحابون سے منقول ہی اور وہ
نقل متواترات سے ہی اور اگر اسکے خلاف ہوتا تو مثل سلاطین کے آنحضرت کے واسطے بھی خزانے اور جواہر خانے والبیۂ لطیفہ
اور عمارات وخانہاے وسیع اور مراکب عمدہ ہوتے کہ وہ کتب سیر واخبار مین مفصل مذکور ہوتے اور جسطرح خلافت کے لیے
اہل دنیا نے بعد آنحضرت کے جناب امیرؑ سے مخالفت ونزاع کی انکی بہ نسبت بھی مخالفت کرتے اور جب یہ کلیہ بنا چکے تھے
کہ پیغمبر نے فرمایا ہی نَحْنُ مَعَاشِرُ الْاَنْبِيَاءِ لَا نَرِثُ وَلَا نُوْرِثُ مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ وہان اس متروکہ کی نسبت بھی نزاع کرکے غصب
کرتے حالانکہ سواے باغ فدک کے اور کچھ کسی نے نہین چھینا اور یہ اسی جہت سے تھا کہ تا قوت علی ابن ابیطالبؑ کو کسی طرح کی
دنیا کی راہ سے باقی نہ رہے پھر اگر پوشاک ومراکب وغیرہ اپنی میراث جو آنحضرت کو حال حیات مین رسول خدا نے
دی تھی مثل بادشاہون کی مواریث واموال کے ہوتی تو جیسا باغ فدک کو کہ اسے بحکم خدا جناب سیدہ کو دیا تھا غصب کیا
اس میراث بخشیدہ کو بھی جو منقولہ تھی اپنی منفعت کو اور علی ابن ابیطالبؑ کے بیکس وضعیف کرنے کو ضرور لیتے کہ دشمن سے
کبھی نیکی نہین ہوتی جب باغ فدک کے لیے جو غیر منقولہ تھا عداوت کا اعلان اور اپنے طالب دنیا ہونیکا اظہار کر چکے تھے تو پھر
اموال منقولہ مین کون مانع تھا اور منازعین بھی کثر رازدان تھے کیونکہ بعض کی بیٹیان خانہ رسول خدا مین بزمرہ ازواج تھین
یہ بھی احتمال نہین ہی کہ اموال انسے پوشیدہ تھا پھر کیا وجہ کہ ایک مین مخالفت فعل نبی کی اختیار کی اور دوسرے عطیہ مین خلاف
نہ کیا مگر اسی جہت سے کہ اُسے سب جانتے تھے کہ وہ مال لائق طمع کرنے کے نہین ہی اور یہ بھی بخوبی ثابت ہوتا ہی کہ وہ حضرت
جمیع انبیا کی نبوت کے حق ہونے کو ہمیشہ سب سے فرماتے تھے اور انکی معصوم خطا سے ہونیکا سب کو یقین دلاتے تھے
اور انکے افعال کی ہمیشہ ایسی توجیہین اور تاویلین فرماتے تھے کہ جس سے کوئی شک اور شبہ انکے افعال کے صحیح ہونے مین
نہ کر سکے پھر اگر محض سلطان ہوتے تو کبھی بہ نسبت جملہ انبیا کے یہ اہتمام نہ فرماتے چوتھے یہ کہ اول امر سے آخر زمان حیات تک
جو سیرت آنحضرت کی تھی وہ بدلی نہین پھر اگر سلطان محض ہوتے تو جب تسلط تام حاصل ہو چکا تھا اور اسلحہ ولشکر جمع ہو چکا تھا
چاہیے کہ اس سیرت کو بدلتے اور ایسے احکام جو موافق مقتضاے شہوات انسانی ونفسانی مین جاری کرتے نہ یہ کہ ایک
مہینا سال مین بھوک وپیاس مین بسر کرتے اور سب کو بھوکا اور پیاسا رہنے کو حکم کرتے اور آٹھ پہر مین پانچ وقت نماز پڑھنے کو
کہتے اور خود بھی اسکے پابند ہوتے اور ہر سال سفر حج کی مشقت کے متحمل ہوتے اور سب کو اسکے ساتھ حکم کرتے پانچوین یہ بھی
بات ہی کہ سلاطین وملوک کی اصل غایت فوج کشی سے اور بادشاہون سے نزاع وقتال ومقاتلہ کی یہ ہوتی ہی کہ ملک غیر پر قابض ہون
اور مال غنیمت حاصل کرین نہ یہ کہ جب کوئی مغلوب ہوکر اعلان کلمہ شہادتین کا کرے اور اسلام قبول کرے تو فوراً اسکے مارنے
اور اسکے مال وملک کے لینے سے باز آئین اور بجز اعلان کلمہ دین کچھ اور مطلب وغایت نہو اور کوئی شبہ نہین ہی کہ وہ حضرت

ایسا ہی کرتے تھے تو سمجھئے یہ امر بخوبی ثابت ہی کہ وہ جناب اصنام پرستی اور اعتقاد مذاہب باطلہ سے مانع ہوتے تھے اور خدا پرستی
کی طرف دعوت کرتے تھے اور یہ ایسی صفت ہی کہ جو جملہ انبیا اسی کو کرتے رہے ہین پھر ایسے شخص کی نسبت جو لفظ سلطان
محض کا اطلاق کرتے تھے وہ نہین تھا مگر یا انکی بیعقلی اور قلت تدبیر و تفکر سے اُن جناب کے حالات و افعال مین یا بسبب بغض
و عداوت کے ایسا کہتے تھے پھر جب یہ ہوا تو انکا بھی قول کچھ کان رکھنے کے قابل نہین اور کوئی دلیل ایسی نہین کہ اسپر توجہ
کی جاے کیونکہ اگر بسبب حکمرانی و اقتدار و کثرت افواج و تعدد ازواج کے یہ کہتے ہین تو چاہیے حضرت سلیمان کو بھی پیغمبر نہین
کہین جنمین زیادہ یہ امور وہان مجتمع تھے اور اگر اسلیے کہتے ہین کہ آنحضرت نے دین اسلام کی ترویج مین محض ہدایت لسانی پر اکتفا نہین
فرمایا بلکہ زور شمشیر کو بھی اسکا معین گردانا اور جنھون نے انکار و سرتابی حکم سے کی انپر فوج کشی کی اور انھین قتل کیا تو حضرت موسی نے بھی
ایسا ہی کیا ہی کہ فرعون کو مارا اور اسپر فوج کشی کی اور قبطیون کو مستاصل کیا پھر اگر جہاد کرنا کفار سے اور جو خدا پرستی نہ کرے
سبب اسکا ہو کہ جہاد کرنے والے کو نبی ہونے سے مانع ہو تو چاہیے کہ حضرت موسی کو بھی نبی نہ کہین اور جن پیغمبرون نے
کہ دعاے بد کرکے بذریعہ عذاب الہی اپنے زمانے کے کفار کو ہلاک کیا انھین بھی نبی نہ کہین اور جب اور انبیا کو ان افعال کے ساتھ
نبی کہتے ہین اور آنحضرت کے بارے مین بسبب ان امور کے نبوت سے انکی انکار کرتے ہین اور بادشاہ محض کہتے ہین تو یہ انکار
توجہ کے لائق نہین ہی اور اگر بادشاہ اسلیے کہتے تھے کہ انکی زبانی ہدایت ایسی موثر نہین ہی کہ وہی کافی ہو جاتی ترویج دینے کو
یہان تک کہ نوبت شمشیر کشی کی نہ آتی تو یہ بھی بات بے حقیقت ہی کیونکہ ہدایت انھین کو موثر ہوتی ہی کہ جو مادہ قابلیت کا رکھتے ہین
دعوت و نصیحت کسی کی علت تامہ نہین ہی کہ وجود معلول کا اُس سے مختلف نہو اور جو آوازہ دعوت و نصیحت نبی کے سنین وہ انکی تاثیر سے
ہدایت قبول کرلے اور یہ کبھی کسی کے لیے بابت حاصل نہ تھی نہ ہی کیونکہ کلام نبی کا مرتبہ تو کلام خدا کے بعد موثر ہونا چاہیے
پھر آج بھی تو جو کلام خدا کتب ہاے سابقہ و لاحقہ مین موجود ہین اُن مین یہ کب تاثیر ہی جو اُسے سُنے وہ مذہب حق کو اختیار کرلے
اور اگر ایسا ہی ہوتا تو ہر نبی ع کے زمانے مین سب پابند و مطیع انکی ہدایت و حکم کے ہوتے اور مخالفت انکی کوئی نہ کرتا اور کسی طرح
مذاہب باطلہ باقی نہ رہتے نہ امتہاے سابقہ پر عذاب الہی نازل ہوتا نہ پیغمبرون کو اذیتین پہونچتین اور نہ قتل ہوتے نہ زیادہ
ارسال رسل اور انزال کتب کی حاجت ہوتی اور جب سب پیغمبرون کی ہدایت کا علت تامہ ہونا ثابت نہین تو اگر آنحضرت کی بھی
ہدایت زبانی اور دعوت تنہا علت تامہ ہدایت کی مثل اور پیغمبرون کے نہو تو کوئی مخالفت اور انبیا سے لازم نہین آتی ہان اگر
دعوت کے بعد پہلے اتمام حجت اور اسکات خصم تقریر کی راہ سے نہ کرکے مثل بادشاہون کے حکم دیتے اور اسکے انفاذ کے لیے
لڑتے تو البتہ یہ کہنا محل و مقام پر اپنے تصور کیا جاتا اور جبکہ اصنام پرستی کو منع کیا اور خدا پرستی کو حکم دیا اور نقائص اصنام کے
اور بت پرستی کے بیان کیے اور وجود واجب الوجود کو بادلہ عقلیہ ثابت کر دیا اور اسکی طاعت کا حسن عقلی سب کو پہونچایا
اور اپنی رسالت کے دعوے کو بادلہ ثابت کر دیا اور جو کتاب خدا کی طرف سے قرآن لاے اُسکے معارضہ کے واسطے
تحدی کی پھر سب حجتون کے تمام کرنے کے بعد بھی جب کفار بر سر انکار ہی رہے تو غیر شمشیر کشی کیا علاج تھا اور کس طرح ترویج امر حق کی

ملمن تھی اور اکثر پیغمبرون نے بعد اتمام حجت پھر بجز ہلاک قوم مخالف اور کچھ چارہ نہین دیکھا اور اسی کو اختیار کیا ہی کبھی تو عذاب الٰہی
طلب کرکے مارا کسی نے خود تلوار کھینچی دیکھو حضرت نوح کو کہ بذریعہ طوفان کسقدر مخلوقات خدا کو غرق کرکے ہلاک کیا اور
حضرت موسیٰ کو کہ تلوار سے کتنے مخالف اپنے مارے اور دریاے نیل مین کسقدر مخلوقات خدا کو مع فرعون غرق کرکے قتل کیا
اور عمالقہ کو مارا اور غارت کیا پھر اگر بعد اتمام حجت و اظہار رسالت یہ قتل جم غفیر کا اور شمشیر کشی انکی ہدایت اور نبی ہونے کو مضر
نہوئی تو اسی طرح انکی بھی شمشیر زنی کو عین ہدایت کا جانتے اور کہتے نہ یہ کہ انکے لیے تو قتل عام کو مضر نہ جانین اور کچھ نہ کہین اور یہان
جو بعد اتمام حجت اُنسے کم کفار مارے گئے اسکے لیے کہین کہ اگر نبی ہوتے تو انکی دعوت و نصیحت و ہدایت ہی کافی ہوتی قتل کی
اور شمشیر کشی کی حاجت نہ پڑتی کیونکہ ایک بام دو ہوا نہین رکھتا علاوہ اسکے جو جو انکار اُسوقت کرتے تھے اور ایسے کلمات
کہتے تھے جب اُنکے خود حال کی طرف رجوع کی جاتی ہی تو ظاہر ہوتا ہی کہ اُنمین سے کوئی ایسا شخص نہین ہی کہ اُسکے علم و عقل و ادب پر
اہل اخبار و سیر نے اتفاق کیا ہو اور اُسکے اقوال کو نقل کیا ہو جس سے اُسکی حقیقت علمی اور کمال عقل ظاہر ہو بلکہ اکثر اہل مکہ و
قریش ان کلمات کے کہنے والے تھے جنھین علم و عقل سے کچھ بہرہ نہ تھا لات و عزی کو خدا جانتے تھے خاص کعبہ مین بتون کو
رکھتے تھے اور اصنام پرستی کرتے تھے اور برہنہ ہو کر حج کے افعال بجالاتے تھے بجز شعر گوئی اور نسب دانی کے کسی علم کا علوم
عقلیہ و نقلیہ سے اُنکے زمانے مین چرچا نہ تھا نہ کوئی مدرسہ تھا کہ اُسمین علوم کی تعلیم و تکمیل نفوس بشریہ کی ہوتی تھی بلکہ مثل بہائم کے
مبتلاے ظلمت جہل ہو کر اپنی مشتہیات نفسانی کے مقتضا کے موافق افعال عمل مین لاتے تھے جب انھین خلاف مالوف اُنکے
مذہب حق کی تکلیف دی گئی اور دیکھا انھون نے کہ آپ پابند احکام شرعیہ الٰہیہ کا ہونا ہوگا اور مقابل نبی کے حجت لانے سے عاجز آئے
تو بہ مجبوری کلام جاہلانہ زبان پر لانے لگے تاکہ مورد ملامت نہون اور اہل آزاد ہوا تھے کہ کبھی کسی مذہب کے پابند نہین رہے
اور اُسمین وہ اپنی آزادی جانتے تھے اور لوگ اُنھین بہت صاحب عقل سمجھتے تھے جب اُنھون نے دیکھا کہ ایک شخص رسالت کا
مدعی ہوا ہی اور خرق عادت کو ظاہر کرتا ہی اور ادلہ و حجج وجود اللہ پر عقلی ایسی قائم کرتا ہی کہ انکا اُٹھانا دشوار ہی پھر اگر تسلیم کرین اور عقائد ظاہر کرین
تو محکوم بننا ہوگا اور خلاف آزادی ہوگا اور جو سب کی نظر مین اعتماد و اعتبار ہی وہ ساقط ہو جائیگا اسلیے انھون نے اپنے بچانے کو
اور عوام کے سمجھانے کو اور بہکانے کو ایسے کلمات کہنے اختیار کیے تھے یا اہل کتب ہاے سابقہ تھے اور اُنمین سے بھی اکثر یہود تھے
کہ جو مکہ مین اور اطراف حجاز مین حکومتین رکھتے تھے اور تجارت کرتے تھے اور دنیا کی راہ سے اُسوقت معزز تھے اور اُنسے بھی
دو فرقے تھے ایک وہ جو بت پرست تھے دوسرے وہ جو اپنے تئین توریت کے عامل جانتے تھے اور مذہب کی اور کتاب کی
راہ سے اور اقوام پر اپنا افتخار ظاہر کرتے تھے اور پیغمبرون کی نسل سے اپنے تئین ظاہر کرکے سب سے زیادہ اپنا سر بلند کرتے تھے
پھر ظاہر ہی کہ حمیت و عصبیت ہمیشہ سے اِس قوم کا خاصہ ہی اسی لیے اُنھون نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بھی نبوت سے
باوجود موجود ہونے بشارات نبوت کے بہ نسبت آنحضرت کے توریت مین بھی انکار کیا اور کبھی اُنکے موعظہ و نصیحت پر
کان نہ رکھا اور آخر کو اُن جناب کو دار پر کھینچا اور جو کچھ کیا وہ مشہور ہی اسی طرح بہ نسبت جناب نبی آخر الزمان صلعم کے بھی انھون نے انکار

اختیار کیا اور جو جو بشارتین توریت مین تھین اُنکے لیے تبدیل و تاویل سے کچھ نہ اُٹھا رکھا اور ظاہر ہے کہ سبب اسکا یہ تھا کہ وہ
امر بڑے قومی تھے جو اُنھین اسلام قبول کرنے سے مانع ہوتے تھے ایک الف و محبت اپنے مذہب قدیم کی دوسرے اطاعت
و انقیاد کا دوسرے کی ننگ و عار جاننا اور جو بڑے بڑے علما اُنکے تھے وہ یہ سمجھتے تھے کہ جب دین اسلام سب اختیار
کر لینگے تو ہمارے دنیا کی منفعتین پھیر نہ باقی رہینگی اور سب رجوع کر لینگے آنحضرت کی طرف اور ہم ہیچکارہ ہو جائینگے اسلیے جو
عبارات و بشارات کہ کتب سابقہ مین تھین اُنکی تبدیل و تاویل اسطرح عوام کے آگے کرتے تھے کہ وہ اُنکی نظر مین بسبب
الف مذہب کے حق معلوم ہوتا تھا اور نئی باتین جو دیکھتے کہ اُس سے نسخ بعض احکام کا بھی ظاہر ہوتا تھا جس سے مضر تین بھی
دنیا کی راہ سے متصور تھین اور نئی بات سے جب تک الف و عادت نہو لے توحش کا ہونا لازمہ بشریت ہی خصوصاً جبکہ اپنے
بڑے اور عالم منع کرین اور حق کو باطل بنا کر دکھائین اِس جہت سے وہ لوگ بھی دوری کرتے تھے اور چونکہ زمانہ جاہلیت کا
پیشتر سے زیادہ گذر چکا تھا اِس جہت سے خدا پرستی کی طرف سب بہت کم مائل تھے اور ہر طرف جہالت کی تاریکی احاطہ
کیے تھی زنادقہ و کفار کی کثرت صحبت و اختلاط سے اہل کتاب بھی مذہب مین سست ہو گئے تھے اور بخیر تحصیل دنیا اور
اتباع شہوات و اکتساب لذات توجہ علوم و عبادات کی طرف قلیل رہ گئی تھی اور بہت کم تھے وہ اشخاص کہ کتابون کا
علم رکھتے ہون اور اُسکے ساتھ طالب حق بھی ہون بلکہ اکثر منہمک تحصیل دنیا مین تھے اور مذہب بطور رواج کے رہگیا تھا
نہ چرچا عبادتون کا تھا نہ تعلق علوم عقلیہ و نقلیہ سے تھا جو علم کتاب جانتے تھے اُنکی بھی غایت یہ تھی کہ اِسی کے ذریعہ سے دولت
و عزت دنیا کا اکتساب کرین اور اسلام قبول کرنے مین دین مالوف کا بھی ترک ہوتا تھا اور بہت سی مرغوب چیزین اور معتاد
چھوڑنی پڑتی تھین طاعات و عبادات کا متحمل ہونا ہوتا تھا روپیہ کا زکوٰۃ و خمس مین دینا گران تھا حفظ اسلام کے لیے صف
جنگ مین کھڑے ہو کر لڑنا اور جان دینا بہت ہی دشوار تھا پانچون وقت جماعت مین نماز کو حاضر ہونا اور حج کے لیے دور سے
مکہ معظمہ کا جانا اور ہر سال مین ایک مہینا بھر بھوک پیاس مین خصوصاً ایام گرما مین بسر کرنا اور ہر خطا پر حدود و قصاص
شرعی کا متحمل ہونا اور گناہون کے ارتکاب پر کفارات کا ادا کرنا اُنھین جنھون نے ابتداے خلقت سے آزادی و راحت و
آرامستگی مین بسر کی اور ہمیشہ موافق اپنے مشتہیات کے عمل مین لاتے رہے بہت ہی دشوار تھا اِنھین اسباب و اغراض
فاسدہ سے ظاہر ہی کہ یہ سب انکار اختیار کرتے تھے اور ایسے کلمات بہ نسبت آنحضرت کے زبان پر لاتے تھے اور جو ان اغراض
و اسباب سے بری اور محض طالب حق تھے وہ خود آنحضرت کی خدمت مین آے اور مشرف باسلام ہوے دیکھو قصہ سلمان
و ابوذر رضی اللہ عنہما کا اور جو اُنکے امثال تھے کہ کسطرح آے اور مشرف باسلام ہوے اور طالب حق ہونا اُنکے لیے سو جبہ
کہا گیا کہ اُنھون نے بعد اسلام قبول کرنے کے بھی مثل اور صحابیون کے جو دنیا کے لیے مسلمان ہوے تھے اپنا شعار
نہین رکھا بلکہ بعد مسلمان ہونے کے بھی تا مرگ طاعت و عبادت الٰہی مین اور زہد و ترک دنیا مین مشغول رہے اور کبھی دنیا
کی طرف میلان نہین کیا ہمیشہ طالب آخرت رہے پھر اگر منکرین کا انکار کرنا صحیح ہوتا تو ایسے اشخاص اُن سے کسطرح

دین اسلام قبول کرتے اور تصدیق آنحضرت کی رسالت کی خود اگر کرتے اس سے بخوبی واضح ہو کہ منشا انکار کا اور ایسے
کلمات بیہودہ کے کہنے کا حمیت مذہب و تعصب کفر اور جہالت او قصور معرفت اور اسباب اور اغراض فاسدہ دنیویہ تھے لاغیر
ذالک اور واقع مین یہ ہی کہ ایسے اشخاص کا بادشاہ یا صاحب اقبال یا ساحر کہنا آنحضرت کو یہ بھی تو دلیل اسکی ہی کہ یقینی جب وہ
حضرت اظہار معجزات و خوارق عادات سے حجت تمام فرماتے تھے تو یہ بمقابل اُن حجتون کے بہ مجبوری یہ کلمات کہتے تھے
اور یہی کلمات جو دشمن کہتے تھے بڑے شاہد آنحضرت کے پیغمبر اور صاحب معجزات ہونے کے ہین ہے نہ جنھون نے مصالحت کی
اور اقرار انکار نبوت مین تامل کیا جیسا کہ قصہ بنی نجران کے نصاریٰ کا کتب اخبار سیر مین بہ کثرت مشہور و مذکور ہی پس اسکے
بھی دیکھنے سے بخوبی ثابت ہوتا ہی کہ وہ بھی حقیقت مین پیغمبر ہونے کو تسلیم کر گئے والا اگر نبی نہ جانتے تو روز مباہلہ مباہلہ سے
انکار نہ کرتے بلکہ یا مباہلہ کرتے یا لڑتے اور بے وجہ کسی طرح جزیہ دنیا قبول نہ کرتے لیکن یقینی وہ بھی سمجھے کہ نبی ہین جب تو
مباہلہ سے باز آئے اور مصالحہ کو اختیار کیا لیکن چونکہ وہی خرابی جو اختیار مذہب اسلام سے اُنکے لیے بھی عائد ہوتی تھی
جسکا ذکر اوپر ہوا اور حمیت مذہب نے انھین بھی قبول مذہب اسلام سے باز رکھا بالجملہ انکا بھی نہ لڑنا اور مباہلہ نہ کرنا
اور جزیہ دیکر مصالحت کرنا یہ بھی دلیل قوی ہی آنحضرت کی نبوت کے واسطے کہ ایسے عقلا سے ایسا فعل ظہور مین آیا بالجملہ اعتبار
و عتماد افعال و اقوال پر دو طرح حاصل ہوتا ہی ایک بنظر اس فعل و قول کے کہ واقع مین وہ عقلاً اچھا ہی یا بُرا ہی دوسرا بنظر اسکے
فاعل اور کہنے والے کے پس ظاہر ہی کہ فعل نبی آخر الزمان کا ہدایت خلق تھی اور فعل اُنکا اقرار و اظہار وجود آلہ قدیم اور انکار
اصنام وغیرہ مخلوقات کے خدا جاننے سے تھا اور یہ فعل و قول عقلاً ایسے اچھے ہین کہ بادی النظر مین ادنی عاقل اسکے اچھے ہونے کی
گواہی دے سکتا ہی او فعل منکرین نبوت کا اصنام پرستی اور کفر و شرک تھا اور قول اُنکا تکذیب نبی کے اور نسبت ایسے الفاظ کے
بھی جسکی نسبت منسوب الیہ کی طرف کسی طرح صحیح نہین ہو سکتی خواہ اس جہت سے کہ جسکی نسبت کرتے تھے خود اُسکی حقیقت ہی
نہین ہی جیسا سحر ہی یا وہ مستحق اسکا ہیش عقلا نہین ہو سکتا جیسا کہ کوئی آفتاب روشن کو تاریک کرنے والا جہان کا کہے
یا بیدار کا نام خفتہ رکھے یا عالم کو جاہل کہکر پکارے تو حقیقت مین وہ اسکا مصداق نہین ہو سکتا اور یہ نسبت غلط ہوتی ہی
اور وہ لفظ مجنون ہی کہ جسنے آنحضرت کے افعال و اقوال مین نظر کی ہی وہ کبھی اسکی نسبت اُن جناب کی طرف صحیح نہین جان سکتا
اسی طرح لفظ بادشاہ محض کا ہی کہ وہ بھی بوجوہ مذکورہ بالا صاحب عقل کے نزدیک آنحضرت کے اوپر صادق نہین آسکتا او
یہ قول و فعل دونون منکرین کے ایسے بُرے ہین کہ تھوڑے سے تامل مین عاقل منصف اسکی برائی پر بخوبی مطلع ہو سکتا ہی
اور بہ نظر ذات اُنکی اُنکے بُرے ہونیکا عقلاً یقین کر سکتا ہی اور انکار اس سے مکابرہ محض ہی اب رہا یہ امر کہ ان افعال و اقوال کو
بہ نظر اُنکے فاعل اور کہنے والے کے تسلیم کیا جائے اور انھین لائق اعتماد و اعتبار کے سمجھا جائے پس ظاہر ہی کہ منکرین کا
حال وہی تھا جو اوپر مذکور ہوا کہ تعصب اور الفت مذہب قدیم سے اور اپنی جہالت اور انہماک سے کفر اصلی مین اور تحصیل دنیا مین
اور اتباع شہوات اور اغراض فاسدہ کے لیے انکار کرتے تھے اور ایسے کلمات کہتے تھے اور سوا اسکے یہ جتنے منکرین تھے

اُن مین سے نہ کوئی پیغمبر تھا نہ امام کہ وہ بھی حجت خدا ہو بلکہ سب عوام اور رعایا اور اُمت انبیاے سابقین کے تھے کیونکہ وہ یا بت پرست تھے یا اہل آرا و اہوا تھے یا اہل کتاب تھے یا زنادقہ تھے بالجملہ کوئی اُن مین سے نہ خود نبی نہ خلفاے انبیاے سابقین سے تھا اور نہ اُن مین سے کسی نے خود اسکا دعوی کیا کہ ہم جو انکار کرتے ہین اور یہ کہتے ہین یہ فلان نبی کے یا امام کے کہنے سے کرتے ہین جو موجود ہی نہ کسی فرقہ نے کسی منکر پر اسکا اجماع کیا کہ فلان شخص پیغمبر یا امام خدا کی طرف سے ہی تاکہ اُسی کے اعتماد سے ان افعال و اقوال پر کچھ لحاظ کیا جاتا بلکہ سب منکرین مرتبہ مین برابر تھے اور انحضرت نے اپنے افعال و اقوال کے ساتھ ادعاے نبوت بھی کیا اور خوارق عادات اور معجزات بھی مقارن دعوی نبوت کے ظاہر فرماے اور دکھاے یہان تک کہ لوگ معتقد ہوے اور دین اسلام نے رواج پایا اور رفتہ رفتہ اسلام کو کثرت اور ترقی حاصل ہوئی کچھ پہلے سے تو شوکت و اقتدار نہ تھا کہ اُسکے ذریعہ سے جو مغلوب ہوے انھین مسلمان کیا اور اپنے دین پر لاے اور منجملہ اُن معجزات کے اب ایک کتاب اُنکی قرآن شریف موجود ہی اسی طرح بارہ نائب اُنکے ہوے اور ہر ایک نے اسکا ادعا کیا کہ ہم خلیفۂ رسول ہین اور حجت خدا ہین اور معصوم ہین گناہون سے اور ہمین خدا نے سب علمون کا عالم کیا ہی اور اُن سب نے بھی مقارن اس دعوے کے طالبین کے سامنے خوارق عادات اور معجزات ظاہر فرماے جیسا کہ وہ کتب اخبار و سیر مین بہت کثرت سے مشہور ہین اور انھین کے دیکھنے سے معاصرین اہل اسلام سے جو صاحبان عقل و علم و انصاف و طالب حق تھے اُنکی تصدیق کرتے رہے اور اُنکے ساتھ ایمان لاتے رہے اور یہی فرقہ اسلام مین بڑا طائفہ ہی اور ان سب اوصیاؤن نے اور اُنکے اتباع نے تصدیق رسالت کی اور ہر ایک ان بارہ اوصیاؤن سے جو مدعی امامت و خلافت و عصمت ہین ایسے ہین کہ بنظر اُنکے احوال و افعال و آداب و اقوال کے معلوم ہوتا ہی کہ یہ سب اہل حق سے تھے اور جو شخص کہ اُنکے احوال کو جو کتب مین بکثرت مندرج ہین دیکھے تو اُسے یقینی معلوم ہوگا کہ ہر ایک اپنے علم اور زہد اور ورع اور عقل مین ناس تھا یہان تک کہ دشمنون نے بھی اُنکے سوا اچھا کہنے کے بدگوئی کی گنجائش اُنکے افعال و اقوال مین نہین پائی اور دنیا مین اُن سب نے اکثر بہت ضیق و شدت مین اپنے دشمنون کے ہاتھ سے مدت حیات کو بسر کیا لیکن باوجود اسکے ہمیشہ طالب رضاے الہی اور قاصد ثواب اخروی رہے اور کبھی مخالفت قرآن کی اور حکم سید الانس و الجان نہین کی اور اس اتباع مین جو اذیتین پہونچتی تھین اُس سے ناخوش نہوتے تھے بلکہ باعث خوشی خالق کا اور اپنی عزت کا جانتے تھے اور ہمیشہ اعلان کلمہ دین مین اور ابطال ادلۂ منکرین مین کوشش کرتے تھے اسی طرح علما و محدثین اسلام سے جو انحضرات کے تابعین سے ہین اور اُنکے ذکر احوال سے کتابین بھری ہوئی ہین اور اُنکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہی کہ یہ سب علم و فضل و زہد و ورع و صدق لہجہ رکھتے تھے اور ہمیشہ طلب حق کے لیے تحمل اذیتون کے اور انواع مصائب و شدائد کے رہتے تھے اور کسی طرح انحضرات کے افعال مین عاقل کو یہ شبہہ نہین ہو سکتا کہ وہ طلب دنیا کے لیے اور اغراض فاسدہ کے لیے اس طریقہ پر تھے کیونکہ جب اُنکے ائمہ و سادات خلافت ظاہری سے محروم تھے اور اُنکے دشمن اور غاصبان حقوق جنکی مسند خلافت ظاہری تھی تو انھین اس طریقہ پر رہنے سے سوا طلب حق

کیا فائدہ دنیا متصور ہو سکتا ہی ہمیشہ قتل ہوتے تھے اور بلاے اسیری اور تاراجی خانہ اور مذلت ظاہری مین مبتلا رہتے تھے
اگر دنیا پرست ہوتے تو جو بادشاہ تھے انکی طرف رجوع کرتے جیسے علماے حضرات اہلسنت سلاطین وقت پاس جو دشمنان
ائمہ ہدیٰ تھے حاضر ہوتے تھے اور انکے حکم سے انکی خوشی کے لیے احادیث موضوعہ وضع کرکے اعزاز ظاہری اور اموال دنیوی
حاصل کرتے تھے غرض جب یہ ہوا تو حق پسندی اور تدین اور صدق لہجہ آل و اوصیاے دوازدہ گانہ کا اور جو انکی تابعین سے تھے اور
ہین بخوبی عقلاً ثابت ہی اور لائق اعتماد و یقین کے ہی اور کوئی شبہہ نہین ہی کہ ان سب نے تصدیق نبوت نبی آخر الزمان کی ہی
اور اسمین سب یک زبان ہین پھر اس اعتبار سے بھی قول و فعل ان سب کا لائق اعتماد و اعتبار کے ہو سکتا ہی جسنے دعوے نبوت
اور عصمت اور امامت کیا ہوا اور بہت لوگون نے اسکی تصدیق کی ہو نہ عوام الناس اور وہ کہ جسکی کچھ حقیقت بمقابل نبی و
امام کے نہو یا اغراض فاسدہ کے لیے انکا انکار کرنا ظاہر ہو پس بحیثیت نفس افعال و اقوال منکرین و ہم بحیثیت اشخاص منکرین انکے
افعال و اقوال کا قبیح و بے حقیقت ہونا اور پایہ اعتماد و اعتبار سے عقلاً ساقط ہونا ظاہر ہی اور بحیثیت نفس افعال و اقوال و ہم
بحیثیت شخص آنحضرت کے اور ان اشخاص کے جنھون نے زمان موجودگی مین آنحضرت کے اور جنھون نے بعد وفات ان جناب کے
تصدیق نبوت کی ان افعال کا حسن اور اقوال کا صدق اور قابل اعتماد و اعتبار کے ہونا ثابت ہی بلکہ کالنور علی شاہق الطور ہی کہ تھوڑے
فہم والے بھی اسے سمجھ سکتے ہین اور وہ اپنے ثبوت و ظہور مین محتاج زیادہ فکر و نظر کے نہین اور جب یہ بات معلوم ہوئی تو اسی سے
عاقل کو جاننا ضرور ہی کہ جو دعوی آنحضرت نے رسالت کا فرمایا تھا وہ صادق تھا اور یقینی وہ جناب نبی برحق ہین اور جب یہ
متحقق ہو چکا تو جو انھون نے خدا کی طرف سے خلق کو پہونچایا اور بتایا وہ سب حق ہی خواہ وہ متعلق بعلم ضروری یعنی اصول دین کے
ہو یا متعلق بطاعات و معاملات و حدود و قصاص ہو اور یہ طریقہ استدلال و معرفت کا بہت خوب ہی اور مفید کمال الیقین کو ہی
اور شاید کہ صدر اسلام مین بھی اسی پر عمل تھا کہ پہلے معرفت نبی مین جد و جہد کرتے تھے اور جب نبی کو نبی جان چکے تو جو وقت جو کچھ
انکا ارشاد ہوتا تھا ان سب کی تصدیق کرتے تھے اور اسپر عمل کرتے تھے اور اسی لیے انکا یقین کامل ہوتا تھا اور اس طریقہ مین
نبی کی ضرورت بہت ہی و لیکن یہ بات منافی اسکی ہی جو اس زمانے مین بعض اشخاص آدم صورت نے یہ عوام فریبی اختیار کی ہی
کہ کہتے ہین کہ نبی کی کچھ ضرورت ہی نہین ہی اسلیے کہ جتنے احکام کتاب ہمدین ہین وہی واجب التعمیل ہین اور اسے جو عربیت
جانتا ہو وہ پہچان سکتا ہی اور یہ پرانا قول ہی جو انکے بڑون نے زمان مرض مین پیغمبر خدا کے کہا تھا کہ حسبنا کتاب اللہ اور مصدر اس
قول کا اول و آخر دونون کی بے دینی اور بے خبری سے ہی کیونکہ جسطرح حق تعالی کہ واجب الوجود ہی ایسا محجب غیوب مین
محجوب ہی کہ اس تک رسائی ممکن کی جو مخلوق ہی ناممکن ہی اسی طرح کلام اسکا جو قرآن ہی ایسی کتاب نفیس ہی کہ اسکے تمام و کمال کا
علم اور جاننا بے بتائے قوت بشری سے خارج ہی بعض ظواہر آیات و احکام کے سمجھنے سے سب کے جاننے کا دعوی کرنا
حماقت ہی اسی لیے جنھون نے پہلے یہ دعوی کیا تھا انھین کے حال مین کتب اہلسنت مین مذکور ہی کہ لفظ کلالہ و ابا کے
معنی نہ جانتے تھے اور دقائق کا اسکے سمجھنا کیا ذکر ہی اور جسطرح معرفت و یقین حوالہ کے حاصل کرنے مین بادلہ عقلیہ حاجت ہی

اور اسی سے کثر مذاہب باطلہ پیدا ہوگئے اسی طرح اس کلام بلاغت نظام کی تفسیر تاویل دل سے کرنے مین ایسی خرابیان
پیدا ہوتی ہین کہ کچھ بن نہین پڑتا اور بے اسکے کہ سنت و کتاب دونون جمع کرے حفظ دین کا اور صحت اعتقاد و اعمال کی
ممکن نہین ہے اور یہ بہت ہی سہل ہے کہ پہلے نبی کی معرفت حاصل کرے کہ وہ بہ نسبت معرفت خدا کے آسان ہے عقلاً
و نقلاً کیونکہ وہ ہماری صورت پر ظاہر ہوے تھے اور بہت لوگون نے انھین دیکھا اور انکی صحبت مین رہے اور انکے افعال
و اطوار پریشانہ روز یکجائی کے باعث سے آگاہ ہوے اور بعد حصول اعتماد اعتقاد انکے اچھے ہونیکا اور تصدیق انکی نبوت کی کی
اور جتنی دلیلین انکی نبوت کی مذکور ہوئین انسے بخوبی صدق دعوی نبوت ظاہر ہوا پھر جب یہ معرفت بوجہ کمل حاصل
ہوجاے تو کوئی دقت باقی نہین رہتی انکے ارشاد و ہدایت کے موافق خدا کے بھی وجود کا اور معاد کا بھی اعتقاد کر سکتے
ہین اور احکام الہی کی بھی تعمیل کر سکتے ہین اور طاعات و عبادات بھی اسطرح ادا کر سکتے ہین جو باعث معبود حقیقی کی رضامندی
کا ہے بالجملہ اہل مذاہب ہونے کو اس سے بہتر طریقہ نہین ہے کہ پہلے نبی کی معرفت جو ضروری ہے حاصل کرے اور پھر اسکے
اقوال کے موافق اعتقاد کرے اور انکے فرمان کو بجا لاے اور جسکے لیے منع کرین اس سے اپنے تئین باز رکھے رزقنا
اللہ و جمیع المومنین طاعة النبی المختار و آلہ الاطہار علیہم صلوات اللہ الغفار اور اسی جملہ سے دو قصہ ہین کہ فرقہ اسلام مین گذرے ہین
اور سب اہل سیر و اخبار کا اتفاق ہے از قبیل متواترات ہین کسی طرح وقوع مین انکے بہ نظر انکی شہرت کے شبہ نہین ہوتا اور بیان
انکا مجمل استدلال یہ ہے کہ دو چیزین دنیا مین بہت عزیز ہین کہ مقتضاے بشریت سے یہ ہے کہ اسکے مقابل مین کسی کو نہین
سمجھتا ایک سلطنت کہ اس سے زیادہ کوئی مرتبہ دنیا مین بڑا نہین دوسرے اپنی جان و آبرو اور اس سے بھی زیادہ اپنی اولاد
و اقارب کی جان و آبرو خصوصاً عورات سے اپنی جورو بیٹی بہنون کی آبرو و عزت بہت عزیز ہوتی ہے کیونکہ کبھی ایسا ہوتا ہے
کہ انسان اپنی جان سے بھی زیادہ ہوجاتا ہے لیکن جب مرتبہ اختیار مین اسے کر دین اور کہین کہ یہ کام ہے اگر تم کروگے تو تمکو معہ اقربا و عزہ
و انصار نجات دینگے اور دولت دنیا بھی تمسے مساعد ہوگی اور بادشاہ وقت تمسے راضی ہوگا اور تمھارا اعزاز و اکرام بھی
زیادہ ہوگا اور اگر ایسے نہ کروگے تو نقصان مال و عزت کا و جان کا تمکو اور تمھاری اولاد و اعزہ و اقارب و عورات کو
پہونچیگا اور بادشاہ وقت سے مخالفت و مخاصمت ہوگی تو یقینی اس مقام پر عاقل کبھی اپنے اختیار سے اپنی ہلاکت اور اپنے
اعزہ و اقارب کی اور ذلت قید و بند و بے پردگی اپنی عورات کی اور تاراجی گھر کی اور ضیاع اموال پر امر باطل کے لیے
راضی نہین ہوتا اور اگر ایسے مواضع مین کوئی اس قاعدے کے خلاف خدا پرستی اور اتباع حق کے لیے ان امور کا متحمل ہوجاے
تو اسکا وہ فعل لائق احتجاج اور استدلال کے عقلاً اور خدا پرستون کی نظر مین ہوگا یہی حال ان دونون قصون کا ہے اسلام مین
چنانچہ بیان قصہ اول کا یہ ہے کہ خلیفہ ثانی حضرات اہلسنت نے قریب زمان وفات اپنے بعد کے لیے انتظام خلافت کا شورے پر
رکھا تھا اسطرح کہ چھ شخصون کو انتخاب کیا تھا کہ وہ امیر المومنین علی ابن ابیطالب اور عثمان اور زبیر اور طلحہ اور عبد الرحمن بن عوف
اور سعد ابن ابی وقاص تھے اور یہ کہدیا تھا کہ اگر سب اشخاص ایک کے خلیفہ ہونے پر اتفاق کرین تو وہی خلیفہ ہو اور اگر آپس مین

بیان ان دو قصون کا

اختلاف ہو تو جسطرف زیادہ ہون وہ کمکو مار ڈالین اور اگر اختلاف مین بھی برابر ہون کہ دو شخص ایک کو اختیار کرین اور دو شخص دوسرے پر راضی ہون تو وہ تین آدمی کہ جن مین عبدالرحمن خسر عثمان کا ہو یہ دوسرے تین شخصون کو جنمین عبدالرحمن نہین ہی بشرط مخالفت کرنے اُنکے عبدالرحمن سے اور نہ موافقت کرنے اُنکی راے کے ساتھ قتل کرین ہر چند مطلب ان شروط و قیود کا اِس شورے مین اُن خلافت مآب کا بھی یہی تھا کہ عثمان ہی خلیفہ ہون اور علی ابن ابیطالب اپنے حق سے محروم رہین کیونکہ وہ خوب جانتے تھے کہ عبدالرحمن عثمان کا خسر ہی اور سعد کے چچا کا بیٹا ہی اور یہ تینون آپ سے جدا ہو گئے والا تخصیص عبدالرحمن کی کیا ضرور تھی بالجملہ اُس روز جب جناب امیر علیہ السلام اپنے مناقب و فضائل سب کے سامنے اور اپنا استحقاق خلافت کے لیے بیان فرما چکے اور سب تصدیق کر چکے تو اُسکے بعد عبدالرحمن نے کہا کہ ہم آپ کے ساتھ بیعت کرتے ہین بشرطیکہ آپ کتاب و سنت پر اور سیرت شیخین پر عمل فرمائیے یہ سُنکر اُن حضرت نے فرمایا کہ کتاب و سنت رسول پر تو عمل کرونگا لیکن سیرت شیخین پر عمل نہ کرونگا اور عبدالرحمن نے بھی یہ بات اسی لیے کہی تھی کہ وہ جانتا تھا کہ وہ حضرت کامل الایمان ان دونون کی سیرت پر بسبب انکے بدعتی و فاسق ہونے کے عمل نہ کرینگے اور ایسا ہی ہوا بعد اُسکے یہی کلام کو عثمان سے کہا اُسنے یہ شرط قبول کر لی اور اُسکے ساتھ سب نے بیعت کی اور آنحضرت نے خدا پرستی سے ترک سلطنت کو گوارا فرمایا اور مخالفت رسول خدا کو نہ پسند کیا اب اِس جگہ سے عاقل کو غور کرنے سے کئی امر واضح ہوتے ہین ایک یہ کہ امیر المومنین علی ابن ابیطالب بالضرور صاحب فضائل و مناقب ایسے تھے کہ اور کوئی اِس مرتبہ مین نہ تھا یہان تک کہ اُنکے بدخواہون نے بھی تصدیق کی فضائل کی اور اپنا مطلب دوسری طرح مکر و خدع کی راہ سے نکالا فضائل و مناقب مین انکار کر کے مخالفت نہین کی اور دوسرے سب فضائل و مناقب کے سوا ترک کرنا سلطنت و خلافت کا بسبب نہ اختیار کرنے سیرت شیخین کے خود کتنی بڑی فضیلت ہی کہ ہر شخص اُسے جان سکتا ہی اور غیر معصوم دوسرے سے یہ کلام نہین ہو سکتا تیسرے تصدیق و یقین آنحضرت کا بہ نسبت صدق نبوت و رسالت جناب رسالتمآب کے کیسا کامل تھا کہ اُسکے ساتھ کسی طرح آنحضرت سے مخالفت سنت رسول کی جو اختیار سیرت شیخین مین لازم آتی تھی نہو سکی اور اگر یہ اقرار و تصدیق محض لسان ہوتا تو ایسے امر عظیم کو جو دنیا کے لیے سب سے زیادہ مفید ہی کبھی اُسوقت ترک نہ فرماتے اور یہ بڑی ہی بات ہی کہ سب صحابیون سے اور اقرباؤن سے زیادہ وہ حضرت جناب پیغمبر خدا کے رازدار تھے پھر اگر یہ نبوت واقعی نہوتی بلکہ مثل اقوال منکرین سحر یا سلطنت یا محض علم انسانی ہوتا تو سب سے زیادہ اُسکا علم جناب امیر کو ہوتا پھر جب عہد رسالت ہی گذر چکا تھا اور کوئی امید منفعت رسانی دنیا کی آنحضرت سے بہ سبب اُنکے انتقال فرمانے کے اِس عالم سے باقی نہ رہی تھی اور خلافت و سلطنت جو اعلیٰ درجہ ترقی کا ہی تھوڑی سی مخالفت مین آنحضرت کے ارشادات سے حاصل ہوتی تھی تو کسلیے وہ حضرت اُسے ترک فرماتے اور بادشاہ ہونے کے عوض مین فقر و فاقہ اور رعیت بننا اپنے دشمنون اور کم رتبون کا پسند فرماتے لا واللہ ما ذلک الظن بہ حالانکہ علم و عقل ہونا آنحضرت کا ایسا متواتر و مشہور ہی کہ مثل اُنکے دوسرے کے لیے نہین ہی اور کلمات و خطب و اشعار جو اُن جناب کی کتابون مین ہین اُن سب کے دیکھنے سے بخوبی معلوم ہوتا ہی کہ یہ کلام نادان

یا جاہل کا نہین ہی بلکہ ایسے شخص سے صادر ہوا ہی جو عقل و حکمت سے مملو ہی اور حکیم سے خلاف حکمت نہین ہوتا پس یہ فعل آنحضرت کا
اور جملہ احوال مین آنحضرت کا تاسی پیغمبر خدا کا اختیار کرنا اول دلیل واضح صدق نبوت کی ہی دوسرا قصہ معرکہ کربلاے معلی کا ہی جو
جناب سید الشہدا اور اُنکے ہمراہیون سے ظہور مین آیا کیونکہ وہ سب اخبار و آثار جو اس قصہ کے بیان مین ہین حاصل اُنکا یہ ہی کہ
وہ حضرت بہ حکم یزید فوج کوفہ و شام کے ہاتھ سے مع انصار و اقربا شہید ہوے اور اول امر سے از جانب یزید آخر تک اجازت تھی
کہ اگر حسین ابن علی بیعت اختیار کرلین تو امان ہی ورنہ خون آنحضرت کا مباح ہی اور وہ حضرت بھی اسے یقینی جانتے تھے کہ بیعت کرنے
مین بھی ہلاک ہونگا اور انصار و اقربا بھی کہ انمین اپنی اولاد اور کیسے عزیز و قریب بھی مارے جائینگے اور بیبیان اسیر و بے پردہ ہونگی
اور یہانتک حرمت و اموال کی غارت و بربادی ہوگی جیسا کہ قبل از وقوع واقعہ اپنے نانا کے خبر دینے کی راہ سے سب کو اس سے
خبردار کرتے تھے معہذا اسکا کیسی کیسی مصیبتون اور شدتون کے خود بھی وہ حضرت اور اُنکے ہمراہی متحمل ہوے کہ زبان قلم کو اُنکے
بیان کی طاقت نہین ہی اور ہرگز انسان بمقابل ان شدائد کے صبر نہین کرسکتا اور خود بھی وہ حضرت پروردہ کنار رسول خدا تھے
اور انصارون مین بھی اصحاب رسول اور تابعین سے تھے پھر اگر یہ نبوت صادق نہوتی تو کسطرح ہوسکتا ہی کہ ایسے شدائد مین بھی
مبتلا ہونے کے بعد پھر ناحق رہتے اور بیعت کو اختیار کرکے خود اور انصار حضرت کے اپنے تئین اس ہلاکت سے نہ بچاتے حالانکہ
مشہور کلمات سے آنحضرت کے یہ ہین کہ فرماتے تھے جواب طلب بیعت مین کہ یزید فسق ظاہر کو عمل مین لاتا ہی اور میرے نانا نے
فاسق کی اطاعت کرنے کو منع فرمایا ہی مجھسے شخص کو ایسے کی اطاعت زیبا نہین یا جو کوئی راہ مین یا بعد کربلا پہونچنے کے کچھ
موافق ظاہر مصالح دنیا کے سمجھتا تھا تو اُسکے جواب مین فرماتے تھے کہ مجھسے نانا نے میرے یہ فرمایا ہی اُسکی مین مخالفت نہین کرسکتا
بالجملہ جسقدر شدائد و مصائب آنحضرت پر اور اُنکے ہمراہیون پر اور بعد شہادت آنحضرت کے جناب علی ابن الحسین علیہ السلام و سب
اہلبیت رسول پر گذرے کہ وہ کتابون مین مذکور ہین اُنکے متحمل یہ حضرات نہین ہوے مگر خوشی خالق کے لیے اور جتنے انصار
و اقربا کہ مارے گئے غرض سب کی یہ تھی کہ آج حفظ و حمایت اقرباے رسول مین کہ ہم بہ حکم قرآن و نبی سید الانس و الجان اُنکے
امانت دار ہین جانین اپنی قربان کیجیے اور اسکا عوض خدا اور رسول سے لیجیے سوا اسکے دوسرا مطلب نہ تھا کیونکہ سب جانتے تھے
کہ مقابلہ بادشاہ جابر سے ہی اور ہماری جمعیت بہت ہی قلیل ہی اس لشکر کثیر کے مقابل سوا مارے جانے کے اور کچھ انجام نہوگا
اور کوئی امید بہبود دنیا کی سید الشہدا سے کسی کو بعد کربلا پہونچنے خصوصاً روز عاشورا جب لڑائی شروع ہوچکی تو باقی نہ تھی
اور جسطرح سید الشہدا کے لیے اختیار تھا کہ جب بیعت کرلین تو امان ہو اُسی طرح جملہ انصار و اقربا جانتے تھے اور دیکھتے تھے کہ
جو چلا جائیگا اُسے کوئی نہ ماریگا اور جو اُٹھ گئے اُنسے کوئی متعرض نہوا پھر اگر یہ دین و نبوت حق نہوتی تو کسطرح وہ حضرت اسے
اختیار کرتے اور انصار و اقربا بھی اپنی اُنکی اعانت کرتے اور سب اہلبیت اس فعل کے ہمیشہ در پی تحسین رہتے ایسے امتحان کے بعد
کسیطرح شبہہ نہین ہوتا کہ یہ نبوت حق نہین ہی بلکہ یہ واقعہ صدق نبوت و حقیقت مذہب کے لیے ایسی دلیل ہی کہ مثل اُسکے
اور اہل ادیان و ملل سابقہ کو حاصل نہین ہوے اور یقین ہی کہ جو عاقل اسمین خوض و فکر کریگا اور کتب مین اُن مصائب و شدائد کو

جو مذکور ہین دیکھیگا وہ یقینی جانیگا اس سے بہتر شاہد حقیقت مذہب پر اور کیا ہو سکتا ہے اسلیے کہا ہی سب سے برا دوشمن اور دوست

دست بیدیہ پر باتھد کہ بناے لا الہ است حسین دسوین فصل بیان مین بعض فضائل و مناقب کے آنحضرت کے ہی

جنکا اعتقاد کرنا ضروری ہے والا کس کی مجال ہی کہ جسکی ایک مدح خلق مین حق تعالی فرمائے اِنَّکَ لَعَلیٰ خُلُقٍ عَظِیمٍ اسکے مناقب

لکھ سکے اور سکے فضائل کا احصا کر سکے حقیقت مین انکے فضائل و مناقب کو یا خالق جانتا ہی یا مخلوق مین علی ابن ابیطالب

علیہ السلام جانتے تھے اور انکے جانشینان عالم مین بالجملہ جناب آخوند صاحب نے حق الیقین مین فرمایا ہی کہ جاننا چاہیے کہ

وہ حضرت سب آدمیون پر مبعوث ہوے تھے بخصوصیت عرب کی نتھی اور اسی طرح جن جان پر بھی خدا کی طرف سے مبعوث

ہوے تھے اور یہ بات بنص قرآنی ثابت ہی اور حضرت کا دین و شرع ناسخ سب دینون کا اور شریعتون کا ہی اور بعد حضرت کے

پیغمبر نہوگا اور وہ حضرت سب مخلوقات خدا سے افضل مین کیا فرشتے اور کیا انسان اور کیا جنیان اور اسی طرح جناب امیر المومنین

علی ابن ابیطالب اور تمام ائمہ سے افضل تھے اور جو بعض غلات نے کہا ہی کہ علی ابن ابیطالب پیغمبر خدا سے افضل تھے وہ کفر ہی

انتہی المحصل کلامہ اور پوشیدہ نرہے کہ مقام اعتقاد مین بہت احتیاط اور تحقیق اور میانہ روی ضروری ہے کہ اخبار احاد پر اعتماد کر

جو کچھ درباب فضیلت گوش زد ہو اسپر اعتقاد کرین اور اسمین تامل نہ کرین کہ اس سے کیا کیا خرابیان پیدا ہوتی ہین کیونکہ اعتقاد

فضائل مین بہت اشکال ہی ذرا سے قدم بڑھانے مین حد اعتدال سے مرتبہ غلو کو پہونچ جاتا ہی اور تھوڑی تفریط سے مقصر کے مرتبہ مین

آجاتا ہی اسلیے چاہیے کہ حد اعتدال کا حافظ رہے اور افراط و تفریط سے اپنے تئین بچاے اور خدا سے حفظ و عصمت کو طلب کرتا رہے

اس جگہ پر حق یہ ہی جو آخوند صاحب نے فرمایا ہی نہ وہ کہ جو کلام غلات مفوضہ سے بسبب اپنے جہل کے مانوس و مالوف ہو گئے ہین

اور جو کلام عربی منسوب طرف ائمہ علیہم السلام کے سن لیا ہے اسکے کہ اسکے راوی کی تحقیق کرین اور متشابہ کو محکم پر اور مجمل کو

مفصل پر عرض کرکے تحقیق و تنقید کرین اور دیکھین کہ اس زمانہ غیبت مین اسکی تسلیم و اعتقاد سے کیا ہوتا ہی سے معمول اپنا

معتقد کرتے ہین اور منبرون پر اور صحبتون مین بیٹھکر جاہل شیعون کو سناتے ہین کہ وہ موجب انکے فساد اعتقاد کا ہوتا ہی جیسا کہ

انھین اشخاص نے موافق خبر مشہور نَزِّلُونَا عَنِ الرُّبُوبِيَّةِ وَقُولُوا فِينَا مَا شِئْتُمْ کے یہ توہم کیا ہی کہ یہ خبر دلالت اس بات پر کرتی ہی

کہ خدا ہونے کے سوا جس وصف وصفت کو کہ چاہو وہ حضرات ائمہ اثنا عشر کے واسطے ثابت کرو اور بعض انمین سے جو اسکے

قائل ہوے کہ ائمہ علیہم السلام کی طرف نسبت خلق کی اور روزی رسانی کی بھی جائز ہی انکا بھی متمسک یہی روایت ہی

اور واقع مین یہ اوہام باطلہ سے ہین بلکہ مراد اس سے یہ ہی کہ حد سے تجاوز نہ کرین تو پھر بھی تعریف و مدح انکی جہان تک کرینگے وہ

کم ہی اس مرتبہ سے جو انکے مناقب و فضائل کا ہی اور یہ حضرات کا ارشاد فرمانا کہ لَا تَرْفَعُونَا فَوْقَ حَدِّنَا یعنی جو ہماری حد ہی

اس سے زیادہ ہمین بلند نہ کرو صاف دلالت کرتا ہی کہ افراط و غلو کے مرتبہ کی طرف نہ جاؤ اور ظاہر ہی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ

و آلہ سے کہ افضل بشر بلکہ افضل مخلوق خدا ہین اور ہمیشہ ائمہ علیہم السلام اپنے انتساب کو آنحضرت کی طرف باعث مفاخرت

اور مباہات کا اپنے جانتے تھے ائمہ علیہم السلام کو تفضیل دینا پاؤن کا حد اعتدال سے باہر نکالنا ہی اسی طرح آنحضرت کی طرف خلق

دسوین فصل بیان مین ان مناقب کے جنکا اعتقاد کرنا ضروری ہے

ورزق کی نسبت کرنا اس سے زیادہ فحش ہے کیونکہ خدا کے رب ہونے مین مالک ہونا اور خالق ہونا اور رازق ہونا داخل ہے
پس مرتبہ ربوبیت سے اُتارنا اُسی وقت متحقق ہوگا جب اِن مدارج سے اُتارین والا درجہ عبودیت سے مرتبہ ربوبیت کی طرف
اُٹھاتا ہوگا اور چونکہ کتاب التوحید مین بحمد اللہ مین اسے اچھی طرح لکھ چکا ہون اِس سے محتاج اعادہ کا نہین یہان بسبب مناسبت
مقام کے بقدر اشارہ ضرور تھا کہ بیان عقائد مین ہر مقام پر ضروری بات اِس جگہ کی رہ نہ جانے پائے فقط۔ اب یہ کہ انبیا اور
اوصیا علیہم السلام فرشتگان سے افضل ہین پس یہ مسئلہ اختلافی ہے فرقہ ہاے اسلامیہ مین چنانچہ معتزلہ کا مقولہ یہ ہے کہ فرشتون کی
نوع نوع بشر سے افضل ہے اور ملائکہ مقربین انبیاے مرسلین سے افضل ہین اور فرشتگان غیر مقرب سے انبیا فاضل تر ہین اور
اشاعرہ کا مذہب یہ ہے کہ جمیع پیغمبران ملائکہ سے مطلقاً بہتر ہین نہ اوصیا اور امامیہ کا مذہب یہ ہے کہ انبیا اور اوصیا جملہ ملائکہ سے
افضل ہین چنانچہ صدوق علیہ الرحمہ نے اپنے رسالہ اعتقادات مین فرمایا ہے کہ اِنَّ اِعۡتِقَادَنَا فِی الۡاَنۡبِیَاءِ وَالرُّسُلِ اَنَّهُمۡ حُجَجُ
اللّٰهِ وَاَنَّهُمۡ اَفۡضَلُ مِنَ الۡمَلٰٓئِکَةِ اور یہ مسئلہ شیعون کا اجماعی ہے بلکہ ضروریات ایمانی سے ہے اور اِس اعتقاد کا ظہور انمین ایسا ہے کہ انکی
جانب مقابل بھی سب جانتے ہین جیسا کہ مصنف تفسیر کبیر نے کہا ہے مَذۡهَبُ الۡاِمَامِیَّةِ اَنَّ الۡاَنۡبِیَاءَ وَالۡاَوۡصِیَاءَ کُلَّهُمۡ
اَفۡضَلُ مِنَ الۡمَلٰٓئِکَةِ اور بعض علماے امامیہ نے مثل محقق طوسی وغیرہ نے اِس تفضیل کو معلل کیا ہے ساتھ پاے جانے قوتون کے انبیا مین
جو مضاد قوت عقلیہ کے ہین بسبب اسکے کہ وہ افراد بشر سے ہین اور مقہور کرنا انکا قوتہاے شہوانیہ کو انقیاد و اطاعت
فرمان ملک دیان کے واسطے ظاہر ہے بخلاف فرشتون کے کہ وہ قوتہاے شہوانیہ سے پاک اور بری ہین پس انمین وہ چیز جو
اطاعت کے معارض ہو پائی ہی نہین گئی اور اِس جہت سے وہ جہاد نفس کی طرف جو جہاد کبیر نام رکھا جاتا ہے محتاج نہین ہین
اور جب یہ ہوا تو انبیا اور اوصیا مجاہد کے مرتبہ مین ہونگے اور ملائکہ غیر مجاہد کے مرتبہ مین اور فضیلت مجاہد کی غیر مجاہد پر ہوشیار
وفہیم کے نزدیک ظاہر ہے انتہیٰ اور اِس مذہب کی صحت پر اخبار کثیرہ دلالت کرتے ہین کہ بعض انمین سے وہ ہے جو فرمایا ہے کہ
اِنَّ الۡمَلٰٓئِکَةَ لَخُدَّامُنَا وَخُدَّامُ شِیۡعَتِنَا اور یہ امر بھی جاننا ضرور ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ جملہ انبیا و رسل سے افضل تھے بلکہ
آنحضرت کے اوصیا بھی پیغمبران سابق سے بہتر تھے اور جناب سید سند نے اِس سے کہا کہ یہ قول علی الاشہر اقوی ہے اور اقوال سے
جو اِس بارے مین ہین اور مصنف رسالہ کا بھی یہی معتقد ہے اگرچہ اِس مین حضرات اہلسنت کی طرف سے بہت کچھ موافق
اپنے طریقہ کے منع مین اسکے جد و جہد کی گئی ہے ولیکن وہ اِس مرتبہ مین ہین کہ اُسے کہین تِلۡكَ قَعَاقِعُ عُمۡ يُعۡلِهَا عونکہ یہ مسئلہ
ضروریات ایمان کا ہے اسلیے واجب ہے کہ پہلے قول مانعین کو لکھکر پھر اسکے منع کو ذکر کیا جاے اور قوت اِس قول کی نقل
کی جاے کہ تا معتقد کو خلجان نہ رہ جاے واضح ہو کہ شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی نے بہ نسبت اِس مسئلہ کے جو
اپنے تحفہ مین لکھا ہے اسکا محصل یہ ہے کہ غیر نبی نبی کے برابر ثواب و منزلت و قرب مین مثل خدا نہین ہو سکتا چہ جاے اسکے
اُس سے افضل ہو جاے اور یہی مذہب سب فرقون کا اہلسلام کے ہے سواے فرقہ امامیہ کے کہ اِس مسئلہ مین [illegible] ہین خصوصاً
بہت ہی اِسقدر پر خود بھی اجماع رکھتے ہین کہ جناب امیر اُن پیغمبرون سے جو اولو العزم نہین ہین افضل ہین اور پیغمبران سے

تحقیق انبیا اور ائمہ کے افضل ہونے کی فرشتگان سے

تحقیق آنحضرت اور ائمہ علیہم السلام کے افضل ہونے کی انبیا سابقین سے

افضل نہین ہین اور انبیاے اولوالعزم سے جناب امیر کے افضل ہونے مین بعض نے اُنکے توقف کیا ہی چنانچہ ابن مطہر حلی بھی
متوقفین سے ہین اور بعضے حضرت امیر کو اُنکے برابر جانتے ہین اور چونکہ فرقہ زیدیہ نے اس باب مین رد شنیع امامیہ پر کی ہی اور
روایات متواترہ جنسے یہ بات ثابت ہوتی ہی کہ جو شخص کہے کہ کوئی امام ائمہ سے انبیا سے افضل ہی پس وہ ہالک ہی اور ان
اخبار کو انھون نے ائمہ ثلثہ سے کہ مراد اُس سے حضرت امیر اور سبطین ہین اپنی کتابون مین ذکر کیا ہی تو اہلسنت کو حاجت
اثبات کی اس مطلب کی شیعون کی کتابون سے اقوال عترت نبی سے اب باقی نہین رہی لیکن بنابر اسکے کہ اس رسالہ مین
التزام اسکا کیا ہی کہ کتب امامیہ سے ہر بحث مین کچھ کچھ نقل کیا جاتا ہی اسلیے نقل کرتا ہون کہ کلینی نے ہشام احول سے کہ اُسنے
زید ابن علی سے روایت کی ہی اِنَّ الاَنبیاءَ اَفضَلُ مِنَ الائمہ وَاِنَّ مَن قالَ غیرَ ذٰلکَ فَہُوَ ضَالٌ کہ اسکا محصل یہ ہی کہ پیغمبران ائمہ
علیہم السلام سے افضل ہین اور جو اِسکے سوا کہے وہ گمراہ ہی اور لیکن مخالفت انکی اِس عقیدہ کی کتاب ہند سے بس اظہر من الشمس ہی
کیونکہ سب قرآن دلالت کرتا ہی اس بات پر کہ انبیا برگزیدہ کیے گئے ہین تمام عالم سے اور عقل بھی صریحا دلالت کرتی ہی کہ پیغمبر کو
واجب الاطاعت کرنا اور اُنپر وحی کا بھیجنا اور اُنہین علی الاطلاق سب پر حاکم کرنا کہ جس بات کو چاہین اُسکے کرنے کو
حکم دین اور جو چاہین اُسکے نہ کرنے کو نہی کرین اور امام کو اُنکا نائب و تابع کرنا بدون اسکے کہ نبی امام سے فضیلت رکھتا ہو
متصور نہین ہوسکتا اور چونکہ یہ معانی ہر نبی مین موجود ہین اور ہر امام مین مفقود ہین تو کوئی امام کسی نبی سے افضل نہین ہوسکتا
یہان تک کہ شاہ صاحب نے کہا ہی کہ ہشیہ امامیہ کا یہ قاعدہ ہی کہ فروع مین اِسقدر غلو کرتے ہین کہ اصول کو خراب کر دیتے ہین
فقط اور اگرچہ جواب اِسکا علماے امامیہ نے جوابات مین تحفہ اثنا عشریہ کے سبب شرح و بسط کے ساتھ دیے ہین کہ وہ بے بنیاد
کرتے ہین اور واقع مین اس رسالہ مین وہ امور لکھے جاتے ہین کہ جنکا اعتقاد کرنا موافق مذہب امامیہ کے ضرور ہی نہ زور نمائی اور
بسط کلام جیسا کہ علم کلام کی کتابون مین دستور ہی لیکن چونکہ فی الجملہ استدلال ہر مسئلہ مین ضرور ہی تاکہ سبب حصول الیقین کا ہو
اسلیے اِس مسئلہ مین بھی ضرور ہی کہ اِس اختلاف کا جواب اور تضعیف اور اپنے دعوے کی تقویت لکھی جاے تاکہ دیکھنے والے کو
حقیقت امر پر اطلاع حاصل ہو پس کہتا ہون مین کہ جو دلیل عقلی شاہ صاحب نے اِسمین لکھی ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ نبی کہ جو منوب عنہ ہی
ہر امام سے جو نائب ہی افضل ہونا چاہیے یہ فضیلت ہر منوب عنہ مین بہ نسبت اُسکے نائب خاص کے جو اُسکی فرع ہی البتہ مسلم ہی
تاکہ فرع کی زیادتی اصل پر لازم نہ آے لیکن یہ مستلزم اِسکو نہین ہوتی کہ ہر فرد منوب عنہ کی دوسری منوب عنہ کی بھی نائب سے
بہتر ہو اور نہ اُسکی مستلزم ہی کہ ہر فرد نائب کی ہر فرد سے منوب عنہ کی افضل ہو کیونکہ یہ بھی ہوسکتا ہی کہ بعض افراد منوب عنہ کی
اِس مرتبہ مین فضل و اعلی ہو کہ اُنکے نائب سواے اپنے منوب عنہ کے اور سب افراد منوب عنہ سے افضل ہون جیسا کہ یہ بات غور
کرنے سے اصول و فروع نباتات مین اور تامل حال سلاطین و وزراء دنیا کی بخوبی واضح ہوتی ہی کیونکہ یہ ضرور ہی کہ ہر فرع
اپنی اصل کی محتاج ہو اور اُس سے ضعیف ہو لیکن یہ ضرور نہین ہی کہ ہر فرع نبات جملہ اصول نباتات سے ضعیف ہو اور اِسی طرح
ہر وزیر بہ نسبت اپنے بادشاہ کے جسکا نائب ہی محتاج ہی اور ضعیف ہوتا ہی لیکن بہ نسبت جملہ بادشاہون کے اور فرمانروایان کے

اُسے کم مایہ وضعیف ہونا ضرور نہین ہی بلکہ ممکن ہی کہ جو بادشاہ ہفت اقلیم ہو تو اسکے وزرا یقینی اور سلاطین سے زیادہ
صاحب اقتدار و قوت ہونگے جیسا کہ اس زمانے مین ہم دیکھتے ہین کہ ہمیشہ نواب گورنر جنرل بہادر وزیر ہندوستان جملہ
سلاطین و فرمانروایان ہندستان بلکہ او مقامات کے بھی سلاطین سے زیادہ قوی و با اقتدار ہوتے ہین اسی طرح اگر جناب
رسالتمآب ختمی صلی اللہ علیہ و آلہ کہ بالاتفاق تمام رسولان و پیغمبران سے افضل ہین اور شریعت آنحضرت کی ناسخ جمیع شرائع کی ہے
انکے وصی اور نائب بھی اور پیغمبرون سے افضل ہون تو اسمین کیا استبعاد ہی اور جب استحالہ عقلی اس بیان سے مرتفع ہوا تو نصوص
و احادیث فضیلت و فضلیت کی واجب العمل ہونگی کیونکہ انکا کوئی صارف پایا نہین گیا جس سے وہ واجب العمل نہون
اور وہ نصوص مستفیضہ ہین کہ موافق طریق امامیہ و حضرات اہلسنت کے وارد ہوئی ہین اور انشاء اللہ بعض انکی عنقریب
لکھونگا مگر جو روایت کہ شاہ صاحب نے کافی مین لکھی ہی وہ زید ابن علی سے مروی ہے اور زید کا قول امامیہ کے نزدیک حجت
نہین ہی اور یہ معارض اور احادیث و ادلہ کو نہین ہوسکتا اور جب قول زید حجت نہوا ایسی نصوص زیدیہ شیعون پر حجت کس طرح
ہونگی واقع مین اس روایت کو حجت شیعون پر لانا انکا کام تھا جو حال اختلاف فرق سے آگاہ نہو لیکن یہ ایسی بات ہے کہ جناب
شاہ صاحب کی طرف اسکی نسبت نہین ہوسکتی ہان یا اسلیے ہوگا کہ اپنے فرقے والے جانین کہ دوسرے فرقے کو انکی کتاب
اور روایات سے الزام دیا یا عوام شیعہ جو دیکھین اور روایت کلینی کا نام سنین تو انھین بجز قبول کرنے کے اور کچھ نہ بن پڑے
اور اسوجہ سے انکی نظر مین اپنا مذہب بے حقیقت معلوم ہوا اور یہ جو انھون نے فرمایا ہی کہ غیر نبی نبی کے برابر نہین ہوسکتا
چہ جائے اس بات کے کہ اس سے افضل ہو اور سب اسلام کے فرقون کا یہی مذہب ہی سوائے امامیہ کے فقط یہ بات کچھ
ولولہ مین نوک قلم سے نکلی ہی والا کیا سب فرقہ ہاے اسلامی کا یہ مذہب ہی کہ سب ملائکہ بھی جو غیر نبی ہین وہ انبیا سے مفضول ہین
اور جملہ انبیا جمیع ملائکہ سے افضل ہین کیونکہ غیر نبی کا مفہوم افراد انسانی اور افراد فرشتگان اور بنی جان سب کو شامل ہی
اور اگر یہ کہین کہ نہین مراد ہماری غیر نبی سے افراد انسانی ہین ہی جب بھی یہ کلیہ بقول محققین صوفیہ منقوض ہوگا اور کیا وہ حضرات
فرقہ اسلامیہ سے خارج ہین اور اسمین کوئی شبہ نہین ہی کہ اس فرقہ والون کے نزدیک اہل اسلام سے یہ بات مقرر ہی کہ مرتبہ
ولایت کا اشرف ہی مرتبہ نبوت سے جیسا کہ کتاب فصوص مین اسکی تصریح موجود ہی اور بیان ترجمہ اسکا بطور محصل مین
لکھتا ہون جسے منظور ہو اصل کتاب سے مقابلہ کرلے شیخ محی الدین عربی فرماتے ہین کہ خاتم الاولیا اگرچہ احکام ظاہری مین
تابع خاتم الرسل کے ہوتا ہی لیکن یہ تابع ہونا انکے مقامات مین قدح نہین کرتا اور جو ہمارا مذہب اسکے بارے مین ہی اسکے
مناقض نہین ہوتا کیونکہ وہ اگرچہ اس حیثیت سے پست تر ہی لیکن ولایت کی حیثیت سے مرتبہ اسکا اعلی ہی اور بسبب ہمارے
ظاہر شرع کے بھی بعض امور ایسے واقع ہوے ہین کہ جو اس قول کی ہمارے تائید کرتے ہین جیسا کہ اسیران بدر کے لیے
عمر کا حکم فضیلت رکھتا تھا اُسے جسکے لیے پیغمبر خدا حکم فرماتے تھے اور ایسا ہی حال ہی تابیر نخل کا پس لازم نہین ہی کہ کامل
جمیع وجوہ سے کامل ہو اور جو مردون کی نظر مین معتبر ہی وہ پہلے خدا کا جاننا ہی لیکن اور حوادث کا جاننا پس انکے حل

حادثات کے ساتھ متعلق نہین ہوتے اور ہر گاہ پیغمبر خدا کے واسطے نبوت کو بصورت ایک دیوار کے جو اینٹون سے
بنائی گئی ہو دکھایا تھا اسلیے آنحضرت نے اُسے جمیع وجوہ سے کامل پایا سوا ایک اینٹ کی جگہ کے پس وہ حضرت اُس
اینٹ کی جگہ خود ہوگئے اور بات ایسی ہی ہی کہ پیغمبر خدا نہین دیکھتے مگر ایک اینٹ کو اور لیکن خاتم الاولیا پس اُسے ضرور ہی کہ
دو اینٹ کی جگہ کو خالی دیکھے ایک سونے کی اینٹ ایک چاندی کی اور اُسکے وجود سے دونون اینٹون کی جگہ کامل ہوجاے
اور اسکا سبب یہ ہی کہ وہ احکام ظاہری مین تابع شرع خاتم الرسل کا ہی اور وہ کنایہ ہی چاندی کی اینٹ سے اور چونکہ وہ باطن
مین علوم کو جناب باری تعالی سے لیتا ہی اور سب چیزون کو جسطرح وہ اپنی حقیقت پر ہین دیکھتا ہی اور وہ اکتساب اُس جگہ سے
کرتا ہی کہ جہان سے وہ فرشتہ جو وحی لاتا ہی پیغمبر کی طرف وہ لیتا ہی پس مراد سونے کی اینٹ سے وہی انتہی اور ظاہر ہی کہ
موافق اِس قول کے خاتم الاولیا کا افضل ہونا خاتم الانبیا سے جنکا وہ تابع ہی بخوبی واضح ہوتا ہی اور یہ فضیلت امامیہ کے قول سے
بہت زیادہ ہی کیونکہ امامیہ نے کب ایسی فضیلت کا دعوی کیا ہی شیعہ تو یہ کہتے ہین کہ وصی جناب خاتم الانبیا کے اور خود وہ حضرت
جو افضل رسل ہین اور سب پیغمبران سابق اُنسے مفضول ہین یہ دونون افضل ہین انبیاے گذشتگان سے نہ خود جناب ختمی مآب سے
پھر اب کیونکر یہ صحیح ہوگا کہ سواے امامیہ کے سب فرقہاے اسلامیہ کے نزدیک نبی سے غیر نبی افضل نہین ہی فما لکم کیف
تحکمون اور جیسا پہلے فرقہ امامیہ کو مورد طعن گردانا جاتا تھا اب جو کچھ کہنا ہو وہ بہ نسبت مصنف فصوص کے الزام دین یا تحسین
کرین کہ انکی تحقیق اور جسارت شیعون سے بہت زیادہ ہی اور اگر انکے اِس قول سے راضی ہین تو شیعون کی احتیاط اور میانہ روی
اور حق پسندی تو فی الواقع لائق مدح ہی لیکن تعجب کی بات یہ ہی کہ اِس دلیل کو کہ مفضول افضل نہین ہوسکتا کیون ذکر کیا کاش
اِس مسئلہ مین ہماری تائید کرتے تو اتنا لازم آتا کہ علی ابن ابیطالب اور اُنکے جانشینان علیہم السلام کہ سب عترت اور اقرباے نبی ہین
اور انکی مودت کو حق تعالی نے قرآن مین اجر رسالت قرار دیا ہی اور اِس اعزاز و اختصاص مین بھی اور انبیا سے زیادہ ہین افضل انبیاے
سابق سے ہوتے اور یہ بھی واقع مین فضیلت نبی آخر الزمان کی تھی کہ انکی نیابت کے باعث سے یہ افضل ہوتے تھے ہان جو محذور
اِسے لازم آتا وہ یہ تھا کہ علی ابن ابیطالب کا اقرار فضیلت ہوتا تھا پھر یہ تو طبقہ اسلام مین کالشمس فی غایۃ الاشراق ہی اور
اِسی لیے اُدھر علماون نے امامت مین تقدیم مفضول کے فاضل پر تجویز کی ہی پھر کیا مضائقہ تھا یا توقف اِس مسئلہ مین کرتے
اِس انکار اور ملامت نے جواب دہی کو واجب کیا و الا ایک عمدہ فرد افراد معتقدات شیعہ سے جاتی ہی بالجملہ جو قباحت اِس
دلیل کے ذریعہ سے شیعون کے لیے طلب کی جاتی ہی وہ یا مبنی مذہب حضرات اہلسنت اور انکی دلیل تحقیقی پر صحیح ہی اور
اسکا فساد مستغنی ہی بیان سے کیونکہ بناے صحت خلافت کی خلفاے ثلثہ کی اور انکے امثال کی موقوف ہی اِس بات پر کہ مفضول
کا امام کرنا فاضل پر صحیح ہی اور اِس قاعدے کی بنیاد کی مضبوطی کو اُدھر کے علما نے کسقدر تقویت اور زور دیا ہی کہ کتابین
بھر دی ہین یہان تک کہ مصنف تفسیر کبیر نے مسئلہ جواز تقدیم مفضول مین فاضل پر استدلال کیا ہی اِس سے کہ جو جناب
رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ نے اسامہ بن زید کو خلیفہ اول جناب ابی بکر اور خلیفہ ثانی حضرت عمر بن الخطاب پر بنا تہا خلیفہ خلافت ہی

علی اختلاف الروایتین امیر گردانا تھا باوجود یکہ دونون صاحب اُس سے افضل تھے فقط پھر جب یہ جائز ہوا تو اُنکے نزدیک ترجیح مرجوح کیونکر لازم آئیگی یا وہ قباحت مسلک عدلیہ کی بنا پر لازم آتی لیکن وہ بھی ناتمام ہی کیونکہ اُسکا وقت وہ ہی جب اسکے قائل ہون کہ وصی پیغمبر اپنے نبی سے افضل ہی اور شیعون کے عقیدے سے منزلون دور ہی کیونکہ یہ قاطبتہ پیغمبر خدا ختمی صلی اللہ علیہ وآلہ کو جناب امیر سے افضل جانتے ہین ہان یہ اُنکے ساتھ متعلق ہوسکتی ہی جو مرتبہ ولایت کو مرتبہ نبوت سے اشرف جانتے ہین پھر کسطرح اسکے ذریعہ سے شیعون پر طعن و ملامت وارد ہوسکتی ہی علاوہ اسکے خود اُنکے یہان امام غزالی نے روایت کی ہی الشَّیخُ فِی قَومِہٖ کَالنَّبِیِّ فِی اُمَّتِہٖ پھر جب شیخ مثل نبی ہو تو کیا وجہ ہی کہ نائب حقیقی افضل الرسل کا جسے خود بحکم خدا نائب کیا تھا وہ شیخ سے بھی افضل نہو اور جب شیخ نبی کے برابر ہوا تو جو افضل شیخ سے ہی وہ نبی سے افضل ہوچکا اور ابن مسعود سے روایت کی گئی ہی کہ مَن طَلَبَ العِلمَ لِیُحَدِّثَ النَّاسَ اِبتِغَاءَ وَجہِ اللّٰہِ اٰتَاہُ اللّٰہُ اَجرَ سَبعِینَ نَبِیًّا اور شیخ عبد القادر جیلانی نے غنیۃ الطالبین مین روایت نقل کی ہی کہ مَن تَعَلَّمَ بَابًا لِلعِلمِ لِلنَّاسِ اُعطِیَ ثَوَابَ سَبعِینَ نَبِیًّا وَصِدِّیقًا پس ایسے بزرگوار جب اُمت کے ایک شخص کے واسطے مساوات یا افضلیت انبیا سے روا رکھتے ہین تو اگر شیعون نے وصی افضل البشر کے لیے روایت ایسی نقل کی تو کیا وجہ ہی جو یہ مورد طعن و ملامت کے گردانے جائین لیکن دیکھنے کو چشم انصاف وحق بینی ضرور ہی نہ یکہ ہمہ تن ہمت مصروف طرف تخریب و الزام دہی کے ہو کہ ایسے وقت مین خیال حق و باطل کا باقی نہین رہتا بحمد اللہ کہ حقیر کو تخریب مذہب سے کسی کے مطلب نہین ہی بلکہ اصل مقصود اثبات اُسکا ہی جسکا ہمین عقیدہ کرنا چاہیے نہ نقض و ابرام کیونکہ یہان اُس سے کام نہین ہی بالجملہ اصل مطلب یہ ہی کہ اوصیاے جناب ختم الرسل اور پیغمبرون سے افضل ہین اور اُسکا استحالہ عقلی رفع کرچکا ہون اب جو آیات و احادیث کہ اُسکی صحت پر دلالت کرتی ہین اُسے لکھتا ہون کہ یہ تشخیص پہلے جاننا چاہیے کہ خود انبیا مین نسبت فضائل و مناقب کی برابر نہین ہی جیسا کہ حق تعالی قرآن مین فرماتا ہی تِلکَ الرُّسُلُ فَضَّلنَا بَعضَہُم عَلٰی بَعضٍ مِنہُم مَن کَلَّمَ اللّٰہُ وَرَفَعَ بَعضَہُم دَرَجٰتٍ اُسکی تفسیر مین قاضی بیضاوی نے جو کہا ہی اُسکا محصل یہ ہی کہ تِلکَ الرُّسُلُ یا اشارہ ہی طرف اُس جماعت انبیا کے جنکے قصے اِس سورے مین بیان ہوے یا مراد وہ جماعت ہی جنکا علم پیغمبر کو تھا یا لام استغراق کے واسطے ہی تو اُسوقت مین جمیع پیغمبران مراد ہونگے اور فَضَّلنَا بَعضَہُم عَلٰی بَعضٍ کے معنی یہ ہین کہ یعنی مخصوص کیا ہم نے بعض کو بعض سے ساتھ ایک منقبت کے یعنی ایک صفت کے جو اُنکے دوسرے کے واسطے نہین ہی مِنہُم مَن کَلَّمَ اللّٰہُ اِسے کہا ہی کہ یہ تفصیل ہی اُس تفضیل کی جو فَضَّلنَا مین فرمایا تھا اور مَن کَلَّمَ اللّٰہُ کو کہا ہی کہ وہ موسی ہین اور بنا بر دوسرے قول کے موسی اور محمد علیہما السلام ہین کیونکہ موسی علیہ السلام سے کلام حق تعالی نے لیلۃ الحیرۃ اور کوہ طور پر فرمایا ہی و محمد صلی اللہ علیہ وآلہ سے شب معراج کو کلام فرمایا ہی جب مرتبہ قرب مین قَابَ قَوسَینِ اَو اَدنٰی سے معزز و مخصوص ہوے ہین اور صاحب فہم پر فرق دونون صاحبون کے درجے کا اُنکے مقام صدور کلام ملک علام سے واضح ہوگا اور رَفَعَ بَعضَہُم دَرَجٰتٍ کی تفسیر مین کہا ہی کہ یہ اسطرح کہ جسکے رتبے کو بلند کیا اُسے اُسکے غیر پر فضیلت بوجوہ متعددہ اور بمراتب متباعدہ دی اور وہ محمد

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہین کہ وہ حضرت مخصوص ہین ساتھ دعوت عام کے اور حجت ہاے متکاثرہ اور معجزات مستمرہ اور آیات
اور نشانیون کے جو پے در پے ساتھ تعاقب دہر کے ظاہر ہوئین اور ہوتی ہین اور فضائل علمیہ و عملیہ آنحضرت کے ہین جو حد حصر سے
خارج ہین اور کھل کر نام جو حضرت کا یہان ذکر نہ فرمایا بلکہ با بہام کہا اُسکی وجہ حضرت کے مرتبے کی بزرگی ہی اور یہ ابہام
بمنزلہ اسکے ہی کہ گویا یہ علم متعین ہی اس وصف کے لیے جو تعین سے مستغنی ہی اور سعد الدین تفتازانی نے کہا ہی کہ هُنا هُوَ المُختار
فِی افضَلُ الانبیاء عَلی ما استقر علیہ رای العلماء وفی التعبیر عنہ باللفظ المبہم تنبیہ علی انہ من الشہرۃ بحیث لا یذھب
الوھم الی غیرہ فی ھذا المعنی الا تری ان التنکیر الذی یشعر بالابہام کثیرا ما یجعل علما من الاعظام مکان الاعلام
فکیف اللفظ الموضوع لذلک بالجملہ اس تفسیر و تنقیح سے بخوبی ثابت ہوا کہ انبیا بھی سب فضیلت مین برابر نہین ہین ولیکن جناب
رسالتمآب ختمی صلی اللہ علیہ وآلہ سب سے افضل اور بلند مرتبہ ہین اور اسی طرح اسکی تفسیر مین فاضل کاشانی نے بھی عیون اخبار الرضا
سے ایک حدیث نقل کی ہی جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ سے کہ آنحضرت نے فرمایا ما خلق اللہ خلقا افضل منی ولا
اکرم علیہ منی قال علی فقلت یا رسول اللہ افانت افضل ام جبرئیل فقال ان اللہ تعالی فضل انبیائہ المرسلین علی
ملائکتہ المقربین وفضلنی علی جمیع النبیین والمرسلین والفضل بعدی لک یا علی وللائمۃ من بعدک ان الملائکۃ لخدامنا
وخدام محبینا یعنی فرمایا پیغمبر خدا نے کہ حق تعالی نے کسی خلق کو اپنی مخلوقات سے مجھسے بہتر خلق نہین فرمایا علی ابن ابیطالب
فرماتے ہین کہ مین نے اُسوقت عرض کیا کہ یا رسول اللہ آیا آپ افضل ہین یا جبرئیل اُسوقت آنحضرت نے فرمایا کہ حق تعالی نے
فضیلت اور بزرگی دی اپنے پیغمبران مرسل کو ملائکہ مقرب پر اور مجھے فضیلت اور بزرگی عطا فرمائی جملہ پیغمبران و مرسلین کے اوپر
اور فضیلت اور بزرگی میرے بعد تمھارے واسطے ہی اے علی ابن ابیطالب اور یہ فضیلت تمھاری بعد اور ائمہ کی طرف
منتقل ہوگی اور بہ تحقیق کہ ملائکہ ہمارے خدمتگذار اور ہمارے دوستون کے خدمتگذار ہین بالجملہ جسطرح تفاوت مدارج
رسالت اور نبوت مین قرآن سے ثابت ہوا اُسی طرح یہ بھی موافق قرآن ہی کہ برگزیدگی اولاد و ذریت کی پیغمبرون کی بھی
مختلف ہی اور جیسا حق تعالی نے انبیا کو برگزیدہ فرمایا ہی اسی طرح بعض بعض انبیا کی اولاد و ذریت کو بھی عالم سے برگزیدہ کیا ہی
نہ یہ کہ حق تعالی نے فقط انبیا کو برگزیدہ سارے عالم پر کیا ہی اور سب قرآن اسی پر دلالت کرتا ہی جیسا کہ شاہ صاحب نے
ادعا فرمایا ہی کیونکہ جو ہمارے اس صدق دعوے پر شاہد ہی وہ بھی تو قرآن ہی کہ بعض روایات خاصہ کے موافق اسمین بھی
تصرفات ہوے لیکن جسقدر بعد محو و تبدیل بھی رکھا ہی اُس سے بھی شہادت کافی اس بات کے لیے حاصل ہی اور دلالت اسکی بطور
نص صریح ہی کما قال عز من قائل فی سورۃ آل عمران ان اللہ اصطفی ادم ونوحا وال ابراھیم وال عمران علی العلمین ذریۃ
بعضھا من بعض واللہ سمیع علیم اب اس آیہ وافی ہدایہ سے کیسا صاف ثابت ہوتا ہی کہ حق تعالی نے تنہا انبیا کو برگزیدہ عالم پر
نہین فرمایا بلکہ جسطرح پیغمبرون کو برگزیدہ کیا اُسی طرح بعض بعض آل پیغمبران کو بھی برگزیدہ فرمایا ہی عالمون سے اور اسکی تفسیر مین
جو مفسرین حضرات اہلسنت نے لکھا ہی محصل اسکا یہ ہی کہ یعنی حق تعالی نے برگزیدہ فرمایا آدم کو اور نوح کو اور آل ابراہیم کو

اور آل عمران کو تمام عالم پر ساتھ رسالت کے اور خصائص روحانیہ اور جسمانیہ کے اور اسی سبب سے انھون نے توانائی و توفیق
پائی اُن امرون پر کہ اُنکے غیر اُسے نہ کر سکتے تھے بالجملہ جب حق تعالی نے طاعت پیغمبرون کی واجب کی اور بیان فرمایا کہ
وہ طاعت محبت خدا اُنکو کھینچنے والی ہی تو بعد اُسکے بیان فرمایا مناقب و اوصاف انبیا کو تاکہ وہ اس طاعت پر زیادہ تحریص کرے
اور اسی سے استدلال لایا گیا ہی انبیا کی فضیلت کا ملائکہ پر اور آل ابراہیم اسمٰعیل اور اسحق ہین اور اُنکی اولاد ہی اور پیغمبر خدا بھی
اسمین داخل ہین اور ذریتہ حال واقع ہی ترکیب مین جملہ کی یا بدل ہی آل ابراہیم اور آل عمران سے یا آلین سے اور نوح یعنی وہ سب
ایک ذریت ہین کہ منشعب ہوے ہین بعض بعض سے اور یہ بھی قول ہی کہ بعض بعض سے دین مین منشعب ہین اور ذریتہ بیٹا ہی
اور یہ لفظ واحد اور جمع سب پر واقع ہوتا ہی فقط واضح ہو کہ یہ تفسیر اور بیان فاضل بیضاوی ہی جو انھون نے اپنی تفسیر مین لکھا ہی
اب محل انصاف ہی کہ پیغمبر خدا تو آل ابراہیم مین یقینی داخل ہین لیکن بنا بر اُنکے اقرار کے اولاد اسمٰعیل و اسحاق جب عموماً آل ابراہیم مین
تو علی ابن ابیطالبؑ اور اُنکی اولاد مین سے سبطین اور اُنکی اولاد جو لائق نیابت رسول ہین کیون آل ابراہیم سے نکالے جاتے ہین
حقیقت تو یہ ہی کہ جسطرح جناب رسالتمآبؐ سلسلہ آل ابراہیم مین داخل ہین اُسی طرح علی ابن ابیطالبؑ وصی خاص افضل الرسل
اور اُنکے اوصیاے یازدہ گانہ بھی داخل ہین اور یہ بات ایسی ہی کہ بسبب قرابت اور نسب کے آنحضرت کو پیغمبر خدا سے
حاصل ہی اور معروف ہی جیسا کہ فضیلت اورون پر بسبب نیابت افضل الرسل کے خدا کی طرف سے پائی ہی اور جب
آل ابراہیم مین اُنکا داخل ہونا یقینی ہی تو برگزیدگی بھی اُنکی اورون سے موافق قرآن واضح ہی اور اب فضیلت مین اُنکی استبعاد
کا کیا مقام ہی خصوصاً جبکہ اور طریقون سے بھی بذریعہ اخبار کے اسکا علم حاصل ہو جاے جیسا کہ محدث کاشانی نے بھی تفسیر
صافی مین اس مقام پر جو کہا ہی اُسکا محصل یہ ہی کہ آل ابراہیم مین ہمارے پیغمبر اور اہلبیت اُنکے داخل ہین عیاشی نے جناب
امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہی کہ آنحضرت نے اس آیت کی تلاوت فرما کر فرمایا کہ ہم اُنہین سے ہین اور ہم اس عترت کے
بقیہ ہین اور کتاب مجالس مین جناب صادق علیہ السلام سے منقول ہی کہ فرمایا آنحضرت نے کہ محمد بن اشعث بن قیس کندی
ملعون نے کہا جناب امام حسین علیہ السلام سے کہ یا حسین بن فاطمہ کیا حرمت ہی آپ کے واسطے پیغمبر خدا کے ساتھ
جو آپ کے غیر کے لیے نہین ہی یہ سُنکر آنحضرت نے اس آیت اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ اِبْرَاهِیمَ الخ کو تلاوت فرمایا بعد اُسکے
فرمایا کہ قسم ہی خدا کی کہ محمد آل ابراہیم سے ہین اور عترت جو ہدایت کرتی ہی وہ آل محمد ہین اور کتاب عیون اخبار الرضا مین اُس
حدیث مین کہ جسمین عترت و اُمت کا فرق بیان فرمایا ہی یہ ہی کہ مامون نے سوال کیا حضرت سے کہ آیا خدا نے عترت کو
سب آدمیون پر بزرگی دی ہی یہ سُنکر حضرت نے فرمایا کہ حق تعالی نے ظاہر فرمایا عترت کی بزرگی کو سب آدمیون سے اپنی
کتاب محکم مین مامون نے کہا کہ یہ کہان ہی قرآن مین حضرت نے فرمایا کہ اس قول مین اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ
اِبْرَاهِیمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَی الْعَالَمِینَ اور قمی نے جناب امام حسن عسکری علیہ السلام سے روایت کی ہی کہ آلَ اِبْرَاهِیمَ وَآلَ
عِمْرَانَ وَآلَ مُحَمَّدٍ عَلَی الْعَالَمِینَ نازل ہوا تھا لیکن آل محمد کو ساقط کر دیا اسی طرح عیاشی نے بھی جناب صادقؑ سے روایت کی ہی کہ آل محمد تھا

مگر اُسے محو کر ڈالا اور دوسری روایت مین ہی کہ فرمایا وآل ابراھیم وآل محمد علی العالمین تھا لیکن بجاے لفظ محمد لفظ عمران
رکھا گیا اور تفسیر مجمع البیان مین ہی کہ اہلبیت علیہم السلام کی قرات اِس آیت کی وآل محمد علی العالمین تھی اور کہا ہی علمانے
کہ آل ابراھیم وہی آل محمد ہین ایسی آل جو اُنکے اہل ہین اور واجب ہی کہ یہ وہ بزرگوار جنھین خدا نے برگزیدہ فرمایا ہی پاک ہون
اور معصوم ہون اور منزہ قباحتون سے ہون کیونکہ حق تعالی نہین اختیار فرماتا اور برگزیدہ کرتا مگر اُسی بندے کو جو ایسا ہو
انتہی کلام صاحب المجمع بعد اسکے محدث کاشانی نے کہا ہی کہ بنا بر اِس قرات کے اِس آیت مین از قبیل عطف کرنے خاص کے
اوپر عام کے ہوگا جیسا کہ آل عمران کا عطف دو معنون سے جو مذکور ہوے آل ابراھیم پر ہی اور معانی مین اسکے جناب
صادق علیہ السلام سے مروی ہی کہ آنحضرت سے آل محمد کے معنی پوچھے تو فرمایا آنحضرت نے کہ آل محمد وہ ہین کہ جنکا نکاح
حق تعالی نے پیغمبر خدا پر حرام فرمایا تھا اور انھین حضرت سے منقول ہی کہ آل محمد آنحضرت کی ذریت اور اہلبیت اُنکے ہین جو
ائمہ اور اوصیا ہین اور عترت آنحضرت کی اصحاب ردا ہین یعنی جو چادر تطہیر مین حضرت کے ساتھ بیٹھے تھے اور اُمت وہ مومنین ہین
جنھون نے تصدیق کی ساتھ اُسکے جو وہ حضرت خدا کی طرف سے لاے اور تمسک ہوے ساتھ اُن دونون بزرگ چیزون کے
جنکے ساتھ تمسک کرنے کو مامور ہوے تھے کہ وہ کتاب خدا اور عترت جو اہلبیت پیغمبر ہین جنسے حق تعالی نے رجس کو دور
فرمایا ہی اور پاک و طاہر فرمایا ہی جو حق پاک کرنے کا ہی اور وہ دونون بعد پیغمبر کے اُنکی اُمت پر خلیفہ ہین اور ذریۃ بعضھا من بعض
مین مجمع البیان سے نقل کیا ہی روایت کو جو حضرت صادق علیہ السلام سے اسکے بیان مین وارد ہی کہ جنھین خدا نے برگزیدہ
فرمایا بعض اُنکے بعض کی نسل سے ہین اور عیاشی نے آنحضرت سے روایت کی ہی کہ پوچھا گیا اُن جناب سے کہ کیا حجت ہی
کتاب خدا مین اِس بات پر کہ آل محمد وہ اہلبیت ہین آنحضرت نے فرمایا قول خدا ہی ان اللہ اصطفی آدم و نوحا وآل ابراھیم
وآل عمران وآل محمد ھکذا نزلت علی العالمین ذریۃ بعضھا من بعض واللہ سمیع علیم بعد اسکے فرمایا ذریت کسی قوم سے
نہین ہوتی مگر وہ نسل جو اُنکے صلاب سے ہو انتہی کلامہ راقم رسالہ کہتا ہی کہ اِس تفسیر کے لیے موید ہی قول فاضل بیضاوی کا
جو معنی ذریت مین کہا ہی والذریۃ الولد یقع علی الواحد والجمع بالجملہ اب کوئی شبہ نہین ہی کہ ائمہ و اوصیا جناب
رسالتمآب کے جو اہلبیت حضرت کے ہین یہ سب یقینی آل ابراھیم ہین اور انھین کو حق تعالی نے تمام عالم پر برگزیدہ فرمایا ہی
اور جب برگزیدگی اُنکی قرآن سے ثابت ہو چکی تو کیا قباحت ہی کہ انھین باستثنا جناب ختمی مآب کے کہ وہ حضرت افضل الرسل ہین
منسوب عنہ ہین اور انبیا سے افضل جانا جاے اور اگر اسی کا نام مخالفت قرآن کی ہی تو اتباع کسے کہتے ہین اگر کوئی کہے کہ
آل ابراھیم عام ہی اور مبہم ہی تو ہم اُسکے جواب مین کہسکتے ہین کہ ابہام جیسا ورفع بعضھم درجات مین ہی ویسا آل ابراھیم مین
نہین ہی کیونکہ آل ابراھیم مین نسب کی راہ سے تو ضرور علی ابن ابیطالب داخل ہوتے ہین اور اُس سے کوئی انکار نہین کرسکتا
بخلاف ورفع بعضھم درجات کے کہ اُسمین کوئی ظاہر بات ایسی نہین ہی سوا اسکے کہ قرینہ فضائل و مراتب کا مخصص ہوتا ہی جسکے
ذریعے سے فاضل بیضاوی نے اُسکی تفسیر مین حصر و تعین اپنے قول وھو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کی ہی اور کہا کانہ مام تفخیم

شانہ کانّہ العلم المتعین بھذا الوصف المستغنی عن التبیان سی طرح کہنا چاہیے کہ آل ابراہیم بقرینہ ذریت عبارت ہے وصیلے جناب افضل الرسل سے جو آل عبا اور اہلبیت سے تھے اور سب مثل نبی کے معصوم اور منزہ نقائص ظاہری و باطنی سے اور عالم قرآن اور علوم مخزونہ الٰہی کے اور صاحبان کرامات و معجزات تھے خصوصًا امیر المومنین علی ابن ابیطالبؑ کہ فضائل علمیہ اور عملیہ انکے ایسے ہین جو کسی سے ممکن نہین ہے کہ انکا حصر کر سکے اور یہی ہین قابل اور لائق اسکے کہ حق تعالےٰ نے انھین برگزیدہ فرمایا ہے تمام عالم پر فتدبر و اور ماخذ اس عقیدہ صحیحہ کا آیہ ابتہال ہے جو حق سبحانہ تعالیٰ نے کتاب محکم مین فرمایا ہے تعالوا ندع ابنائنا و ابنائکم الیٰ قولہ وانفسنا وانفسکم اور دلیل خالص اس مطلب پر ہمارے موافق اسکی جو مفسر تفسیر کبیر نے محمود بن حسین حمصی سے نقل کیا ہے وہ ہے کہ مراد انفسنا سے نفس پیغمبر نہین ہے کیونکہ کوئی انسان اپنے تئین نہین بلاتا پس مراد اس سے غیر آنحضرت کے ہونگے اور باتفاق اہل اسلام سوا علی ابن ابیطالبؑ کے اور کوئی مراد اس آیت مین نہین ہے اور جب غیر مراد نہوا تو وہی حضرت نفس نبی ہین اور چونکہ دو نفس مین عینیت محال ہے الا دو نہونگے پس لامحالہ مساوات صفات و فضائل مین مراد ہوگی مگر وہ صفت کہ جسے دلیل عقلی نکالے کہ وہ نبوت ہے اور جو اسکے مثل ہو ہے اور چونکہ حضرت خاتم النبیین کی فضیلت بھی ضروریات دین سے ہے پس فضیلت علی ابن ابیطالبؑ کی بھی جو بمنزلہ نفس نبی کے ہین اسی طرح ثابت ہوتی ہے اور اگر ایسا نہو تو حق تعالیٰ کا یہ فرمانا اور پیغمبر خدا کا وقت مباہلہ آنحضرت کو اپنے ہمراہ لینا بیکار ہوا اور جو مفسر مذکور نے اپنی حمایت مذہب کی راہ سے اس حکایت کے بعد کہا ہے کہ ہر چند ظاہر اس آیہ کا موافق مستدل کے قول کے ہے لیکن باجماع علما یہ آیہ مخصص ساتھ غیر انبیا کے ہے پس یہ قول مفسر تفسیر کبیر کا بمحل منع مین ہے اور منصف پر بھی پوشیدہ نہین ہوسکتا بالجملہ یہ پہلے استدلال قرآن سے اس عقیدہ کی صحت پر تھی اور دوسرے جو اسپر دلالت کرتی ہے وہ حدیث متواتر ہے علی منی بمنزلۃ ھارون لموسیٰ الا انہ لا نبی بعدی یعنی فرمایا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ علی ابن ابیطالبؑ تمکو نسبت میرے ساتھ مدارج و مراتب فضائل مین وہ ہے جو ہارون کو موسیٰ بن عمران کے ساتھ تھی لیکن چونکہ حق تعالیٰ نے میرے اوپر نبوت کو ختم فرمایا ہے اسلیے بعد میرے پیغمبری کسی کے واسطے نہین ہوسکتی بالجملہ حاصل اسکا ظاہر ہے کہ اگر نبوت بعد آنحضرت کے ہوتی تو علی ابن ابیطالبؑ پیغمبر ہوتے باقی فضائل و مراتب کمالات علمیہ و عملیہ کے دونون مین ایسے ہین جو موسیٰ و ہارون مین تھے اور جو برگزیدگی آل عمران کی حضرت موسیٰ کے لیے تھی اسی طرح ہارون کے واسطے تھی اور جو برگزیدگی آل ابراہیم یا آل عمران کی راہ سے جناب پیغمبر خدا کے واسطے ہے وہی علی ابن ابیطالبؑ اور اور دیگر ائمہ کرام کے واسطے ہے تیسرے وہ حدیث ہے جو شافعی ابن مغازلی نے کہا ہے کہ جناب رسالتمآب سے پوچھا کہ کیا تھے وہ کلمات جنھین حق تعالیٰ نے آدم کو تلقین فرمائی اور اسکے باعث سے توبہ آدم کی قبول ہوئی فرمایا آنحضرت نے کہ وہ کلمات یہ ہین بحق محمدٍ و علیٍ و فاطمۃ والحسن والحسین الا تبت علیّ پس جبکہ آدم علیہ السلام نے انھین کہا تو حق تعالیٰ نے انکی توبہ کو قبول کیا اور یہ حدیث متعدد طریقون سے فریقین کی کتابون مین وارد ہے اور دلالت اسکے مطلوب پر واضح ہے کیونکہ جب حضرات آل عبا کے نامون کی برکت سے حضرت آدم کی توبہ قبول ہوئی

تو یقینی آل عبا خود آنحضرت سے افضل ہونگے چوتھی حدیث طیر ہی جسے ترمذی نے انس بن مالک سے روایت کیا ہی حاصل اسکا یہ ہی کہ پیغمبر خدا کے سامنے ایک پرندہ کباب کیا ہوا رکھا تھا آپ مین حضرت نے دعا فرمائی کہ خداوندا جو تیرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہی اُسے میرے پاس اسوقت بھیج کہ وہ میرے ساتھ اس طائر کو کھائے بعد اس دعا فرمانے کے علی ابن ابیطالب تشریف لائے اور پیغمبر خدا کے ساتھ بیٹھکر اُسے نوش کیا اور احمد بن حنبل نے اس روایت کو سفینہ سے جو غلام پیغمبر خدا تھا اسطرح روایت کیا ہی اِنَّ اِمْرَأَةً مِنَ الْاَنْصَارِ اَهْدَتْ اِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ طَيْرَيْنِ بَيْنَ رَغِيْفَيْنِ فَقَدَّمْتُ اِلَيْهِ الطَّيْرَيْنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ اَللّٰهُمَّ ائْتِنِيْ بِاَحَبِّ خَلْقِكَ اِلَيْكَ وَاِلَى رَسُوْلِكَ فَجَاءَ عَلِيٌّ اَلْحَدِيْثَ بِالْجُمْلَةِ بِنَا بَر دونون روایتون کے جناب علی ابن ابیطالب کا محبوب ترین خلق پیش خدا ہونا واضح ہوا اور جب یہ ہوا تو وہ حضرت افضل تمام مخلوقات سے ہونگے لیکن جناب رسالتمآب صلّی اللہ علیہ وآلہ تو اس بحث سے مستثنیٰ ہونگے کیونکہ حضرت کی افضلیت تو ظاہر ہی کہ منوب عنہ خاص ہین باقی اور انبیا پس وہ اس عموم سے کسی طرح نہین نکل سکتے پانچوین روایت شیخ محدثین بغدادی کی ہی جو اسما بنت عمیس سے بہت بڑی حدیث مین فقرہ نقل کیا ہی کہ پیغمبر خدا نے فرمایا یَا فَاطِمَةُ اَبْشِرِيْ بِطِيْبِ النَّسْلِ فَاِنَّ اللّٰهَ فَضَّلَ بَعْلَكِ عَلٰى سَائِرِ خَلْقِهٖ یعنی ای فاطمہ تمہاری بشارت و خوش خبری ہو کہ نسل تمہاری پاکیزہ اور اچھی ہوگی اسلیے کہ حق تعالیٰ نے تیرے شوہر کو فضیلت اور بزرگی دی ہی تمام مخلوقات پر اپنی فقط اب اس سے زیادہ اور تصریح انکے افضل ہونے کی سب مخلوقات الٰہی سے اور کیا ہوگی چھٹے صحیحین کی حدیث ہی کَيْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيْكُمْ وَاِمَامُكُمْ مِنْكُمْ یعنی فرمایا حضرت رسولؐ نے کہ کیا حال ہوگا تمہارا اُسوقت کہ جب عیسیٰ ابن مریم تم مین نازل ہونگے اور امام تمہارا تم مین سے ہوگا اور حافظ محمد بن یزید بن ماجہ قزوینی کے روایت مین کہ وہ بڑی حدیث ہی اسطرح وارد ہی کہ اِنَّ اِمَامَهُمْ قَدْ تَقَدَّمَ فَصَلّٰى بِهِمُ الصُّبْحَ اِذْ نَزَلَ عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ فَرَجَعَ ذٰلِكَ الْاِمَامُ يَنْكُصُ يَمْشِي الْقَهْقَرٰى لِيَتَقَدَّمَ عِيْسٰى فَيُصَلِّيَ بِالنَّاسِ فَيَضَعُ عِيْسٰى يَدَهٗ بَيْنَ كَتِفَيْهِ ثُمَّ يَقُوْلُ لَهٗ تَقَدَّمْ یعنی فرمایا آنحضرت نے کہ امام اُنکا آگے بڑھے گا تاکہ نماز صبح اُنکے ساتھ پڑھائے اس اثنا مین حضرت عیسیٰ بن مریم نازل ہونگے پس اس امام نے جہان تک پڑھایا ہو اُسے چھوڑکر حضرت عیسیٰ پاس برجعت قہقری یعنی جسطرح آگے بڑھے تھے اسی طرح پیچھے ہٹتے اور شاید مراد اس سے یہ ہو کہ استقبال قبلہ کے ساتھ پیچھے ہٹکر حضرت عیسیٰ پاس آئیگا تاکہ انھین مقدم کرے اور وہ سب کو نماز پڑھائین اسوقت حضرت عیسیٰ دونون شانون کے بیچ مین اُنکے ہاتھ اپنا رکھکر کہینگے پیش نمازی تم کرو بعد اس روایت کے نقل کرنے کے صاحب کتاب نے کہا ہی کہ یہ حدیث صحیح و ثابت ہی ابن ماجہ نے اسے اپنی کتاب مین لکھا ہی اور جبکہ بنا بر اس روایت کے فضیلت جناب امام صاحب الزمان مہدی ہادی علیہ السلام کی جناب عیسیٰ بن مریم علیہ السلام سے کہ نبی اولو العزم ہین ثابت ہوئی تو ہمارا جو مطلب تھا وہ ثابت ہوچکا جیسا کہ اس مطلب کو محمد بن یوسف گنجی شافعی نے کہا ہی کہ پھر اگر امام یہ جانتے کہ عیسیٰ اُنسے افضل ہین تو ہرگز اس بات کو اختیار نہ کرتے کہ اُنکے پیش نماز ہوتے کیونکہ یہ معلوم ہی کہ وہ حضرت احکام شرع کے عالم ہین اور اس سے منزہ ہین کہ کسی مکروہ کا ارتکاب فرمائین اور اسی طرح

اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہ جانتے کہ مین امام سے افضل ہون تو کبھی اُنکے پیچھے نماز نہ پڑھتے اور اسی بات پر قیاس کرنا چاہیے
فضیلت انحضرت کی حضرت عیسیٰ پر بہ حیثیت جہاد کیونکہ وہ شخص جسکے سامنے حضرت عیسیٰ جہاد فرمائینگے وہ یقینی اُنسے
افضل ہوگا اور یہ روایات موافق طریقہ حضرات اہلسنت کے ہین اور لیکن روایات موافق طریقہ امامیہ کے پس وہ اس
کثرت کے ساتھ ہین کہ جو حد شمار سے زیادہ ہین اور بہت بہ تصریح اُنکے دلالت اس مدعا کے اثبات مین ہی پس اس صورت مین
جو تعریضات اس بارے مین اُدھر سے بہ نسبت فرقہ امامیہ کے ہوئی وہ بے محل ہوئی کیونکہ اگر اس جہت سے ہی
کہ اس مسئلہ مین اختلاف ہی تو اختلاف کے باعث سے کوئی بُرائی نہین لازم آتی والا اختلاف صحابی رحمت نہوتا اور خود حضرات
اہلسنت کے علماؤن مین کیسا تفضیل مدارج کے مسئلہ مین اختلاف ہی کہ ایک جماعت شیوخ ثلثہ کو حضرت امیر پر ترجیح
دیتی ہی اور بعض اسکے قائل ہین کہ علی ابن ابیطالب علیہ السلام ان سے افضل ہین ایک گروہ کا مسلک یہ ہی کہ شیخین تو یقینی
افضل ہین باقی تیسرے اور چوتھے خلیفہ مین پھر اختلاف کیا ہی کوئی کہتا ہی کہ عثمان افضل ہین کوئی کہتا ہی کہ علی ابن ابیطالب
علیہ السلام افضل ہین پھر ان اختلافات کو سوائے خرفشار کے اور کیا کہا جائیگا اور یہ جو اُنھون نے فرمایا کہ شیعہ ہمیشہ مسائل
فروع مین بمقدار غلو کرتے ہین کہ اصول بگڑ جاتے ہین یہ بات بھی کچھ تامّل کے ساتھ نہین کہی گئی کیونکہ غلو فی الواقع مین
اسکا نام ہی کہ کوئی حد اعتدال سے نکل جاے اور حق سے تجاوز کرے اور یہ دو طرح ممکن ہی ایک یہ کہ مرتبہ افراط مین ہو
جیسا کہ حال اُن اشخاص کا ہی جو پیغمبر و امام کو مرتبہ الوہیت و صفات مختصہ باری تک پہونچا دیتے ہین اور اکثر لفظ غالی
انھین پر اطلاق کیا جاتا ہی دوسرے یہ مرتبہ تفریط مین ہو جیسا حال اُن شخصون کا ہی جو پوشیدہ کرتے ہین اُنکے حقوق کو
جنکی شان مین آیہ تطہیر اور آیہ ذوی القربیٰ اور آیہ ابتہال نازل ہوا اور ثابت کرتے ہین صادر ہونا گناہ و خطا کا انبیا اور
اوصیا سے اور دلیل عقل و نقل دونون سے دانستہ چشم پوشی کرتے ہین اور یہ مخصوص بنام مقصر ہوتے ہین بالجملہ
اہل اسلام مین یہ دو فرقے یقینی حد اعتدال سے باہر ہین اور ورطہ ہلاکت مین واقع ہین جیسا کہ جناب رسالتمآب نے
جناب امیر علیہ السلام سے بہ نسبت اُن دونون فرقون کے فرمایا تھا یَهْلِكُ فِيكَ اثْنَانِ مُحِبٌّ غَالٍ وَعَدُوٌّ قَالٍ لیکن فرقہ
امامیہ اثنا عشریہ کہ جو میانہ روی ہر امر مین اپنا طریق و مسلک رکھتے ہین اور ہر ایک کو اُسکے مرتبے اور مقام کے موافق جانتے
اور مانتے ہین افراط اور تفریط دونون سے پاک ہین اُنکی طرف اس عیب اور نقص کی نسبت تو کسی طرح نہین ہوسکتی اور
یقینی یہ طعن و ملامت کے استحقاق سے بری ہین ہان یہ بات دوسری ہی کہ اگر کوئی دن کو رات کہے یا عادل کا ظالم نام
رکھے لیکن واقع مین ایسے کہنے سے اہل حقیقت کے نزدیک وہ کہنے والا البتہ بے حقیقت ہو جاتا ہی جیسا کہ کسی کے ہاتھ مین
سونا ہو اور کوئی اُسے کوئلہ کہے تو جسکے پاس سونا ہی اُسکے لیے کچھ ضرر نہین ہی اور نقصان مصور نہین بلکہ جہل و کذب اُس
تشخیص کرنے والے کا اُس سے ظاہر ہوتا ہی لیکن حقیقت یہ ہی کہ ایسی باتون کا منشا اور کچھ نہین ہی سوا اسکے کہ جب معرفت نہین ہوتی
اور مرتبہ کو نہین پہچانتے تو ہمیشہ ایسی باتین کیا کرتے ہین خصوصًا جب کہ مخالفت و عداوت بھی ہو جاے وہان ایسا ہی

ہوتا ہی دیکھو بعض اہل کتاب کو کہ وہ بسبب اسکے کہ نبی کی معرفت سے محروم ہین تو مسلمانون کو ہمیشہ مکر و غلو و کذب
گوئی کی طرف منسوب کرتے ہین اسی طرح یہ حضرات بھی بسبب اسکے کہ حمیت مخالفت فرقے کی ایسی مانع ہوئی ہی کہ جسمین سے
اس بات کی تحقیق کی طرف متوجہ نہین ہوتے اور نہین پہچانتے کہ مدارج اور مراتب بزرگ ائمہ کرام کے کہ خاص عترت
اور جانشینان جناب سید الانام ہین کیا ہین بلکہ بسبب عدم معرفت کے اُن ائمہ کو بھی جو معصوم ہین مثل اُن صاحبون کے
جو معصوم نہین ہین اور جملہ مخلوقات کے برابر تصور کرتے ہین اور اس بات کے ساتھ جب اُنھون نے سنا کہ کوئی شخص شیعون سے
کسی فضیلت کو فضائل ائمہ اہلبیت علیہم السلام سے جو انکی عصمت اور علو مرتبت پر دلالت کرتا ہی نقل کرتا ہی تو اُسے منسوب
بغلو کرتے ہین اور سپر طعن و ملامت کرنے کو زبان کھولتے ہین اور نہین سمجھتے کہ قصور ہمارا ہی کہ ہمنے معرفت نہین حاصل کی
اور ہم مقصر ہین بلکہ بسبب مخالفت کے آنکھ بند کر لیتے ہین اور طعن و ملامت گوئی کرنے لگتے ہین خدا ہمین ہر مخالفت حق سے
ہمیشہ بچاتا رہے بِیَدِہِ التَّوفِیقُ وَالعِصمَۃُ حاصل یہ ہی کہ ہمارے پیغمبر اور اُنکے اوصیا اُنکے بعد جمیع مخلوقات خدا سے
افضل ہین ہمین کیا ملائکہ اور کیا نبی جان اور کیا انسان لیکن ہمین خلاف ہی کہ وہ حضرت مبعوث فقط جن و بشر پر تھے یا فرشتون پر بھی
مبعوث تھے چنانچہ آخوند صاحب نے جو اس مسئلہ مین کہا ہی وہ یہ ہی کہ توقف کرنا اس مسئلہ مین اولی ہی لیکن بہت احادیث سے
واضح ہوتا ہی کہ میثاق ولایت کا پیغمبر خدا کے اور اُنکے اوصیا کے تمام فرشتون سے لیا گیا ہی اور سب فرشتے اُنکے مطیع و منقاد ہین
اور فرشتون نے اُنکے انوار مقدسہ سے تنزیہ و تقدیس و تسبیح کو حق تعالی کی سیکھا ہی اور کوئی فرشتہ کسی کام کے لیے زمین پر
نہین آتا مگر یہ کہ پہلے خدمت مین امام علیہ السلام کی حاضر ہوتا ہی بعد اسکے اُس کام کو جاتا ہی اور جبرئیل علیہ السلام بے رخصت کے
حاصل ہوے دولتخانہ جناب پیغمبر خدا مین داخل نہوتے تھے اور جب گھر مین آتے تھے تو بہت ادب کے ساتھ مثل بندگان
خدمت مین حضرت کی بیٹھتے تھے انتہی کلامہ اور بزرگی و شرف پیغمبران اور ائمہ علیہم السلام سے یہ ہی کہ آبا و کرام رسول خدا
اور ائمہ علیہم السلام کے حضرت آدم تک سب موحد اور مسلمان تھے بلکہ سب انبیا اور اوصیا تھے کوئی کافر نہ تھا اور اس مسئلہ پر
اجماع فرقہ امامیہ کا منعقد ہی اور ابو طالب کا مسلمان ہونا اور پیغمبر خدا کے آبا و اجداد کا مسلمان ہونا ضروریات دین سے ہی
جناب آخوند صاحب نے فرمایا ہی کہ احادیث معتبرہ مین وارد ہی کہ جو شخص ایمان ابو طالب کا قائل نہو وہ ہمارے شیعون سے
نہین ہی اور یہ بھی اعتقاد کرنا چاہیے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ کی دادیان اور جملہ ائمہ علیہم السلام کی امہات سب صاحبات عفت
اور سب نجیبات اور مکرمات تھین اور کوئی اُن مین سے کسی تہمت کے ساتھ آلودہ نہین ہوئی اور جسوقت کہ اُنکا نطفہ
یا اُنکے آباے طاہرین کا نطفہ اُنکے ارحام پاکیزہ مین مستقر ہوا تو مسلمان تھین لیکن یہ لازم نہین ہی کہ ہمیشہ سے یہ بھی مسلمان ہون
کیونکہ مثل شہربانون کے جو والدہ ماجدہ جناب علی ابن حسین ع کی یا اور اکثر والدات ائمہ علیہم السلام کی جو کنیزان تھین کہ
اُنکا ہمیشہ سے مسلمان ہونا ثابت نہین ہوتا لیکن جب یہ کافر تھین اُسوقت ائمہ کا نطفہ اُنکے ارحام مین نہین ٹھہرا بلکہ بعد اسلام
قبول کرنے کے استقرار اُنکے نطفے کا اُنکے رحم مین ہوا ہی بخلاف اُنکے آبا و اجداد کے کیونکہ اُنکے اصلاب مین ہمیشہ نطفہ ہاے

پاکیزہ اُنکے رہا کرتے تھے پس چاہیے کہ وہ کبھی کافر نہون اور یہ مضامین دلائل عقلیہ و نقلیہ کے موافق ظاہر ہین لیکن اکثر علما اِس سے متفطن نہین ہوے اور کتب اعتقادات مین اُسکے ذکر کے متعرض نہین ہوے مگر جناب سید نے حدیقہ مین اُنھین لکھا ہی اور اُنکا اعتقاد کرنا مومن کو چاہیے اور آنحضرت کے خصائص سے وہ امر جسکا اعتقاد ضروری ہی یہ ہی کہ حق تعالیٰ نے اُنپر رسالت کو ختم فرمایا ہی اور اب تا قیامت کوئی پیغمبر خدا کی طرف سے زمین پر نہ آئیگا اور نہ اب تک پھر بعد آنحضرت کے کوئی مبعوث ہوا بلکہ اوصیا آنحضرت کے جو ائمہ اثنا عشر اُنکی عترت سے ہین وہ بعد حضرت کے احکام شریعت کو آنحضرت کے بطور جانشینی اور نیابت آنحضرت کے بحکم خدا جاری کرتے آے اور حکم کرتے رہینگے اور خاصہ ختم نبوت جملہ متواترات سے ہی اور یہ حدیث جو آنحضرت نے فرمائی کہ وہ متفق علیہ بین الفریقین ہی یَا عَلِیُّ اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی اِلَّا اَنَّهٗ لَا نَبِیَّ یہ نص صریح ہی اِس مطلب کی اثبات کے واسطے فَذَکِّرْ یَنْفَعُکَ الذِّکْرٰی فصل گیارھوین بیان احوال معراج مین ہی جاننا چاہیے کہ منجملہ فضائل مخصوصہ کے امر معراج ہی یعنی آنحضرت کا آسمان پر تشریف لیجانا ملاحظہ آیات قدرت الٰہی کو اور پھر زمین پر تشریف لانا اور اِسپر آیات و احادیث کثیرہ بطور نص و صراحت کے دلالت کرتی ہین جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہی سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بَارَکْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیَاتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ یعنی منزہ ہی وہ خداوند جسنے سیر کرائی اپنے بندے کو رات کے وقت مسجد حرام سے طرف مسجد اقصیٰ کے ایسی مسجد کہ برکت دی ہی ہمنے گرد اُسکے تاکہ دکھاوین اُسے ہین آیات و نشان عظمت و جلال کی اور بدرستیکہ خدا جانتا ہی ہر اُس چیز کو جو سنی جاتی ہی اور دیکھی جاتی ہی بعضے مفسرین نے کہا ہی کہ مراد مسجد الحرام سے مکہ معظمہ ہی کیونکہ تمام مکہ محترم ہی اور محل نماز کا ہی اور جناب آخوند صاحب نے فرمایا ہی کہ مشہور یہ ہی کہ مراد مسجد اقصیٰ سے وہ مسجد ہی جو شام مین معروف ہی اور بہت احادیث معتبرہ سے یہ ظاہر ہوتا ہی کہ مراد اُس سے بیت المعمور ہی کہ جو چوتھے آسمان پر ہی اور سب مسجدون سے بہت دور ہی نہ مسجد شام اور یہ قرآن مین مراد مسجد اقصیٰ سے بیت المعمور ہو یہ اُسکے منافی نہین ہی کہ حضرت بیت المقدس مین بھی تشریف لیگئے ہون جیسا کہ اکثر احادیث سے یہ بھی واضح ہوتا ہی اور محتمل ہی کہ بعض معراج مین وہان تشریف نہ لیگئے ہون کیونکہ کچھ ایک ہی روز تو آسمان پر تشریف نہین لیگئے بلکہ مکرر یہ عروج واقع ہوا ہی اور بعض روایات مین وارد ہوا ہی اور احتجاج طبرسی مین منقول ہی محصل اُسکا یہ ہی کہ جب حق تعالیٰ نے نبوت کو آنحضرت پر ختم فرمایا اور اُنھین سب دیان اور اُمتون پر رسول کیا تو مخصوص گردانا اُنھین ساتھ اِس بات کے کہ وقت معراج بلند کیا اُنھین طرف آسمان کے اور جمع کیا اُنکے لیے سب پیغمبرون کو اور دریافت فرمایا آنحضرت نے اُنسے اُس چیز کو کہ اُسکے ساتھ وہ بھیجے گئے تھے اور اُسکا بوجھ اُنھون نے اُٹھایا تھا تکالیف الٰہی اور نوامیس شرعیہ اور آیات و براہین خدا سے اور اقرار کرنا سب پیغمبرون کا آنحضرت کی فضیلت کا اور فضیلت کا اُنکی جو بعد آنحضرت کے زمین پر حجت خدا ہونگے اُنکے اوصیاون سے اور اقرار فضیلت کا اُنکے وصی کے شیعون کا مومنین و مومنات سے اور ابن بابویہ علیہ الرحمہ نے بسند معتبر جناب صادق

علیہ السلام سے روایت کی ہی کہ فرمایا آنحضرت نے کہ ہمارے شیعون سے وہ نہین ہی جو چار چیزون سے انکار کرے معراج اُسکے
اور سوال قبر اور بہشت و دوزخ اور شفاعت اور حدیث موثق مین جناب امام رضا علیہ السلام سے مروی ہی کہ جو کوئی معراج
ساتھ ایمان نہ لاے اُسنے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کی تکذیب کی اور دوسری حدیث مین وارد ہی کہ مومن حق اور شیعہ ہمارا ہی
وہ ہی جو ایمان لاے ساتھ معراج پیغمبر کے اور شفاعت کے اور حوض کوثر کے اور سوال قبر کے اور بہشت و دوزخ کے اور صراط کے
اور میزان کے اور حساب کے اور روز قیامت کو مبعوث ہونے سے جناب اخوند صاحب نے کتاب حیات القلوب مین
فرمایا ہی کہ آیات کریمہ اور احادیث متواترہ سے ثابت ہوا ہی کہ حق تعالی نے حضرت رسول کو ایک رات مکہ معظمہ سے مسجد اقصی
کی طرف اور وہان سے آسمانون کی طرف تا سدرة المنتہی اور عرش اعلی کی سیر کرائی اور عجائب مخلوقات آسمانی آنحضرت کو
دکھاے اور رازہاے نہانی اور معارف نامتناہی آنحضرت پر القا فرماے اور وہ حضرت بیت المعمور مین اور زیر عرش اعلی
عبادت حق تعالی کی بجا لاے اور ارواح انبیا علیہم السلام سے یا اُنکے اجساد سے ملاقات کی اور بہشت مین داخل ہوے اور
اہل بہشت کے گھرون کو مشاہدہ فرمایا اور احادیث متواترہ موافق فریقین اہل اسلام کے اس امر پر دلالت کرتی ہین کہ حضرت
بدن شریف کے ساتھ آسمان پر تشریف لیگئے ہین نہ فقط روح کے بدون بدن شریف کے ہوا اور بیداری کی حالت مین تشریف
لیگئے ہین نہ حالت خواب مین اور یہی اخوند صاحب نے فرمایا ہی کہ یہ بھی اتفاقی ہی کہ معراج حضرت کو ہجرت سے پہلے واقع
ہوئی ہی ولیکن کس دن ہوئی اِس امر مین البتہ اختلاف ہی چنانچہ بعض نے کہا ہی کہ شب شنبہ سترھوین یا اکیسوین تاریخ ماہ مبارک
رمضان کی تھی اور چھ مہینے پہلے ہجرت سے معراج واقع ہوئی اور بعضون نے کہا ہی کہ سترھوین ماہ ربیع الاول کی تھی اور
اخوند صاحب نے فرمایا ہی کہ یہ بھی محتمل ہی کہ بعد ہجرت فرمانے کے مدینہ طیبہ مین بھی واقع ہوئی ہو اور بعضون نے کہا ہی کہ وہ
ستائیسوین تاریخ کو ماہ رجب کی سنہ ہجرت کے دوسرے برس واقع ہوئی اور جناب سید سند نے فرمایا ہی کہ بعض روایات سے
معراج کا مکرر واقع ہونا اور ہجرت کے پہلے اور بعد ہجرت بھی لایح ہوتا ہی اور اخوند صاحب نے حق الیقین مین فرمایا ہی کہ ابن بابویہ
اور صفار اور دیگر مشایخ نے بسندہاے معتبر حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہی کہ حق تعالی نے ایک سو بیس بار
حضرت رسول کو آسمان کی طرف طلب فرمایا اور ہر بار آنحضرت کو درباب ولایت اور امامت امیر المومنین اور سائر ائمہ طاہرین کے
جمیع فرائض سے زیادہ تاکید و مبالغہ فرمایا اور جو روایت کہ دلالت اِس بات پر کرتی ہی کہ دو بار معراج واقع ہوئی ہی اُسکے
ذکر کے بعد فرمایا ہی کہ ہو سکتا ہی کہ دو مرتبہ معراج مکہ مین واقع ہوئی ہو اور باقی ایک سو بائیس بار مدینہ مین واقع ہوئی ہو یا
عرش پر معراج دو بار ہوئی ہو باقی اور آسمانون پر ہوئی ہو یا دو بار جسمانی معراج ہوئی ہو اور باقی روحانی ہو واللہ یعلم اور
حق الیقین مین فرمایا ہی کہ اعتقاد معراج آنحضرت کا از جملہ ضروریات دین اسلام ہی اور منکر اُسکا کافر ہی اور جو بعضے قاصرین نے انکی
خصوصیات مین خلاف کیا ہی اُسکا منشا یہ ہی کہ تتبع احادیث کا نہین کیا یا دین اُنہین کامل نہین ہی کیونکہ بعضے فرقہ حضرات
اہلسنت سے خلاف کر گئے ہین اِسمین کہ یہ حال خواب مین تھا یا حال بیداری مین اور تنہا روح کے ساتھ تھا یا بدن اور

روح دونون کے ساتھ اور مسجد اقصیٰ تک تشریف لیگئے یا آسمان تک اور بعضون نے متاخرین متکلمین شیعہ سے بھی ذکر کئے ہین اِن اختلافات کی متابعت انکی کی ہو ساتھ ایک دو جہت کے جو مذکور ہوئین انتہیٰ محصّل بعض کلام مفسّر تفسیر کبیر نے تفسیر آیہ سُبحَانَ الَّذِی اَسرٰی بِعَبدِہٖ مین کہا ہو کہ اختلاف کیا ہی مسلمانون نے کیفیت اسرا مین پس اکثر طوائف نے مسلمانون سے اتفاق کیا ہو کہ معراج حضرت کی جسم شریف کے ساتھ واقع ہوئی اور بہت کم ہین وہ مسلمان جنھون نے کہا ہو کہ معراج روح کے ساتھ آنحضرت کے واقع ہوئی جیساکہ محمد بن جریر طبری نے اپنی تفسیر مین حذیفہ سے نقل کیا ہو کہ عروج سونے کی حالت مین واقع ہوا اور جسم شریف آنحضرت کا بستر پر موجود رہا مفقود نہین ہوا اور اسرا واقع نہین ہوا مگر حضرت کی روح سے اور یہی قول جناب عائشہ اور معویہ سے منقول ہی اور جناب سید مرتضیٰ نے فرمایا ہو کہ اصل انکار اس امر مین کفار کی طرف سے ہوا اور سرگروہ منکرین ابوجہل ہی چنانچہ صدوق علیہ الرحمہ نے کتاب امالی مین جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہی کہ جب جناب رسالتمآب کو رات کے وقت معراج ہوئی اور جبرئیل نے انھین براق پر سوار کیا اور بیت المقدس مین لیگئے اور پیغمبرون کی عبادت کی محرابین دکھائین اور آنحضرت نے انمین نماز ادا کی اور وقت مراجعت ایک قافلہ پر سے قریش کے گذرے اور انکا پانی ایک برتن مین رکھا تھا اور ایک اونٹ انکا گم ہوگیا تھا کہ وہ اُسے ڈھونڈ رہے تھے پس آنحضرت نے اُس برتن سے پانی نوش فرمایا اور جسقدر کہ باقی رہا اُسے زمین پر گرادیا جب صبح ہوئی تو اس حال کی حکایت قریش سے فرمائی اُسوقت ابوجہل نے کفار قریش سے کہا کہ اب تمھین فرصت ہوئی اور امتحان سے متمکن ہوے اب تم پوچھو کہ بیت المقدس مین کتنے ستون ہین اور کتنی قندیلین ہین بعد اُسکے کہا کہ یہان وہ اشخاص ہین کہ جنھون نے بیت المقدس کو دیکھا ہی پس بیان کرو ہمارے واسطے کہ اُسکے ستون کتنے ہین اور قندیلین کتنی ہین اور محرابین کتنی ہین پس جبرئیل علیہ السلام زمین پر آئے اور بیت المقدس کی صورت کو آگے آنحضرت کے لٹکا دیا پس حضرت بیان فرماتے تھے جو کچھ وہ پوچھتے تھے جب حضرت سب خبر دے چکے تو اُن کافرون نے یقین نہ کیا اور کہا کہ جب قافلہ آئیگا اور ہم اُنسے پوچھ لینگے اُسوقت جانینگے کہ تمنے سچ کہا حضرت نے فرمایا کہ میرے کلام کی تصدیق یہ ہی کہ آفتاب کے طالع ہونے کے وقت قافلہ اسکا کہ سر قافلہ ایک اونٹ ازرق ہوگا یہ سُنکر قریش صبح کو سر راہ آنکر دیکھنے لگے اور کہتے تھے کہ اب وقت آفتاب کے طلوع کرنیکا آگیا اور آفتاب نکلتا ہی بالجملہ اسی حالت مین تھے کہ دیکھا انھون نے کہ آفتاب نے طلوع کیا اور ساتھ ہی اُسکے قافلہ دکھائی دیا کہ ایک اونٹ خاکستری رنگ اُس قافلے کے آگے آگے آتا تھا پھر اہل قافلہ سے حقیقت حال کو پوچھا انھون نے موافق حضرت کے خبر دینے کے اونٹ کا گم ہوجانا اور پانی کا گرجانا بیان کیا بااین ہمہ بسبب رسوخ کفر کے اُنکے دلون مین یقین نہ آیا اور بجز سرکشی کے کچھ نہوا قاضی عیاض نے کتاب شفا مین کہا ہی اسکا حاصل یہ ہی کہ ایک طائفہ اسطرف گیا ہی کہ اسرا روح کے ساتھ ہوا اور یہ تحقیق کہ وہ خواب تھا جو سونے مین دیکھا ساتھ اتفاق کرنے اُنکا اس بات پر کہ پیغمبرون کا خواب حق ہی اور وحی ہی اور معاویہ سے بھی منقول ہی اور حسن سے حکایت کی ہی اور مشہور حسن سے اسکے خلاف ہو اور جو کچھ اس طائفہ نے عائشہ سے حکایت کی ہی یہ ہی ما فقد

جسد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ یعنی پیغمبر خدا کا جسد مبارک بستر پر موجود تھا مفقود نہین ہوا تھا اور بھی معراج جسمانی کا
انکار انھون نے کیا ہی جنکے اوہام انکی عقل پر غالب آئے ہین جہت سے انھون نے اس امر مین استعجاب و استغراب کیا ہی کہ
اتنی بڑی حرکت چڑھنے اور اترنے کی اتنے تھوڑے زمانے مین کیونکر ہو سکتی ہی اور حکماے فلاسفہ اور جو انکے پیرو ہین انھون نے
انکار اس وجہ سے کیا ہی کہ خرق والتیام فلکیات مین ممتنع ہی پھر جسد شریف کے ساتھ تشریف لیجانا کیونکر ممکن ہو سکتا ہی اور یہ
مذاہب باطل اور بے حقیقت کلام ہین مفسر تفسیر کبیر نے انکے جواب مین لکھا ہی کہ کلام اس مقام پر دو امرون مین واقع
ہوتا ہی ایک بطور اثبات جواز عقلی اور دوسرے یہ کہ یہ امر بالضرور واقع ہوا لیکن کلام مقام اول مین پس وہ یہ ہی کہ سرعت
اس حد تک اپنے مرتبہ ذات مین ممکن ہی اور حق تعالی سب ممکنات پر قادر ہی اب اثبات اسکا کہ حرکت کی سرعت اس حد تک اپنی
ذات مین ممکن ہی کئی طرح ہو سکتا ہی پہلے یہ کہ فلک اعظم جسکی حرکت سے طلوع و غروب آفتاب کا معلوم ہوتا ہی موافق ہیئت
بطلیموسی کے نصف شب مین نصف دورہ کے قریب حرکت کرتا ہی اور علم ہندسہ مین یہ بات ثابت ہی کہ نسبت قطر کے اپنے
دور کی طرف نسبت واحد کی ہی طرف تین عدد صحیح کے اور ایک ساتوین حصہ کی پس موافق اسکے نصف قطر کی نسبت نصف
دور کی طرف بھی اسی طرح ہوگی اور حرکت آنحضرت کی نوین آسمان تک معراج مین بقدر نصف قطر کے بلکہ اس سے بھی کم تھی پھر
جب نصف دور کی حرکت نصف شب مین ممکن متصور اور مسلم ہو تو نصف قطر کی حرکت ثلث شب مین تو امکان کے لیے اولی ہوگی
دوسری وجہ یہ ہی کہ آفتاب ایک سو ستر حصہ کے برابر کرہ زمین سے ہی اور اس تفاوت کے ساتھ تھوڑے زمانے مین قرص
آفتاب زمین کے نیچے سے افق کے اوپر آجاتا ہی پس معلوم ہوا کہ سرعت حرکت کی اس مرتبہ مین ممکن ہی تیسری وجہ یہ ہی کہ جس طرح
جسم کثیف کا مرکز عالم سے مافوق العرش چڑھنا اور صعود کرنا مستبعد ہی اسی طرح جسم لطیف روحانی کا عرش کے اوپر سے مرکز عالم تک
اترنا بھی استبعاد کے لائق ہی پس جو شخص کہ اول کو ممتنع جانتا ہو اسے چاہیے کہ دوسرے کو بھی جو جبرئیل کا اترنا ہی محال جانے
اور جب جبرئیل کے نزول مین حرف ہوا تو سب پیغمبرون کی نبوت برہم و درہم ہوگی اور معراج کے ثابت ہونیکا قول تو فرع ہی
اوپر تسلیم کرنے جواز اصل نبوت کے چوتھی وجہ یہ ہی کہ اکثر ارباب ملل و نحل نے اسے تسلیم کیا ہی کہ شیطان تمام عالم کے دلون مین
وسوسہ ڈالتا ہی پھر کیا سبب ہی کہ شیطان کے لیے تو ایسی حرکت سریعہ کا وقوع تجویز کرتے ہین اور جو اکابر ہین یعنی حق تعالی نے
انھین بزرگ مرتبہ کیا ہی انکے حق مین استغراب کرتے ہین راقم رسالہ کہتا ہی کہ اسی طرح تعجب کے قابل سخن آنحضرت کا ہی جو دجال
ملعون کے لیے کہتے ہین کہ زندہ ہی اور اسکی طول عمر کو روا رکھتے ہین اور امام صاحب الزمان علیہ السلام کے لیے طول عمر کا
استغراب و انکار کرتے ہین پھر مفسر مذکور نے فرمایا ہی کہ پانچوین وجہ یہ ہی کہ تیز و تند ہوائین حضرت سلیمان کی سواری کو تھوڑے
زمانے مین کیسے کیسے دور دراز فاصلہ پر پہونچا دیتی تھین اور اس سے قطع نظر کرکے خود ہوا کی سرعت حرکت اثبات امکان کو اس
حرکت معراج کے کافی اور وافی ہی چھٹی وجہ یہ ہی کہ تخت بلقیس کا ماجرا کہ طرفۃ العین مین اقصی یمن سے منتہاے شام مین
پہونچ گیا دلالت بہت صراحت کے ساتھ ایسی حرکت سریعہ کے جائز ہونے پر رکھتا ہی ساتوین وجہ یہ ہی کہ جو قائل وثنیت اہل

خروج شعاع کے ہین آنکھ برابر شعاع بصر ایک لحظہ مین کہان سے کہان تک پہونچتا ہی پس واضح ہوا کہ ایسی سرعتین ممکن ہین بلکہ
کثیر الوقوع ہین اور ان مقامات مین کوئی استغراب نہین کرتا پھر معراج جسمانی کے بارے مین استبعاد و استغراب کرنا سراسر
بیجا ہوگا اور فقط مخالفت عادت کی راہ سے بہ نسبت اور اجساد کے استبعاد نہین ہو سکتا یعنی اگر کوئی استبعاد اسطرح کرے
کہ جسطرح معراج جسمانی کا تم دعوی کرتے ہو یہ مستبعد ہی بسبب اس بات کے اسمین مخالفت جملہ اجساد بشری سے ازروے عادت
لازم آتی ہی کیونکہ اور کوئی بشر ایسی حرکت سریعہ نہین کر سکتا تو ایسا استبعاد کام نہین آتا ورنہ سب معجزے جو خارق عادات ہین
محل استغراب کا ہونگے جیسا کہ عصا کا حضرت موسی کے ہاتھ مین اژدہا ہوجانا اور ستر ہزار رسیون کو اور لکڑیون کو جادوگرون
کی نگل جانا اور پھر گھڑی بھر مین اپنی حالت اصلی پر عود کرکے چھوٹی لکڑی ہوجانا راقم رسالہ کہتا ہی کہ ہمارے زمانے مین عقلاے
فرنگستان نے جو تار برقی کا ایجاد کیا ہی کہ بذریعہ اسکے فیض آباد سے تا لندن بیالیس گھنٹے مین خبر جاتی ہی اور آتی ہی اور اسی طرح
دخانی گاڑی کی حرکت اتنی سریع ہی کہ عموماً ہندوستان مین دس کوس زمین کی مسافت کو ایک گھنٹہ سے کم مین طی کرتی ہی
اور ولایت انگلستان اور بلاد باردہ مین ہمیشہ اس سے زیادہ سرعت کے ساتھ چلتی ہی اور وقت ضرورت اس حرکت کو اسکی
بہت سریع کر سکتے ہین چنانچہ ایک شخص معتبرین ملازمین سرکار انگلشیہ سے کہتا تھا کہ ایکبار کسی شخص نے نواب گورنر جنرل بہادر کو
شہر بمبئی کی کچہری بادشاہی مین اپنا گواہ مقدمہ قرار دیا اور وہان سے طلبی نواب صاحب محتشم الیہ کی ہوئی اور اسوقت نواب صاحب
محتشم الیہ کلکتہ مین تشریف رکھتے تھے اتفاقات سے بسبب کثرت کار سرکاری کے نواب گورنر جنرل بہادر کو جس روز پیشی مقدمہ
کی تھی اسکی صبح کو یاد آیا صاحب مہتمم کارخانہ ریل کو طلب فرما کر اس ضرورت اور سہو سے آگاہ کرکے درخواست کی کہ آج ہی وقت
انفتاح محکمہ تک ہمکو بمبئی مین پہونچا دین چنانچہ موافق انکے حکم کے مہینون کی راہ کو چند گھنٹہ مین انہی روز بذریعہ گردون دخانی
طی کرکے کلکتہ سے تا بمبئی پہونچا دیا پھر جب مخلوقات اپنی مصنوعات مین ایسے تصرف کر جاتے ہین تو اگر خالق ارض و سماے
جو قادر ہی براق کی حرکت کو ایسا سریع اور قوی کر دیا اور وہ ثلث شب مین تا عرش زمین سے لیگیا اور پھر تا زمین حبیب خدا کو
پہونچا دیا تو کیا مقام استبعاد کا ہی علاوہ اسکے یہ حرکت تو ذاتی براق کی تھی اور حرکت قسری جناب رسول خدا کی تھی پھر کیا مخلوقات
آسمانی کی بھی حرکات کا اہل زمین نے تجربہ کیا ہی جو اُنکی سرعت مین استبعاد اور استغراب کرتے ہین جیسا انکا توسن فکر
ضعیف اور بطی ہی ویسا فرق کو جانتے ہین بالجملہ پایا جانا اکثر حرکات سریعہ کا خواہ وہ مخلوقات خالق قادر مین پائی جاتین
یا مصنوعات مخلوقات مین اُنکی ہون اس استبعاد کو بخوبی رفع کرتے ہین اور حق تعالی کی قدرت کا اثبات جمیع ممکنات پر
پس وہ ثابت ہی اور مبرہن ہی اور براہین اسکی کتاب التوحید مین مذکور ہوئی اور ہر آن اور ہر ساعت ہر امر سے قدرت اسکی
ظاہر ہوتی ہی چشم بینا درکار ہی اور اگر آنکھہ ہی نہو تو کون دکھا سکتا ہی مجبوری ہی فقط اور پھر ترجمہ عبارت مفسر مذکور کا کرتا ہون
مگر مقام ثانی کہ وہ معراج جسمانی کا واقع ہونا ہی پس مذہب اہل التحقیق کا یہی ہی کہ اسراے شریف مجموع جسم و روح شریف کے آنحضرت کے
واقع ہوا تھا جیسا کہ قرآن شریف اسکے ساتھ ناطق ہی اور خبرین وارد ہی لیکن قرآن مین وہ یہی آیہ ہی سُبحَانَ الَّذِی اَسرٰی بِعَبدِہٖ

الخ اور اسکی دلیل کی تقریر یہ ہی کہ عبد نام ہی واسطے جسد و روح کے اور اس سے موید ہی قول حق تعالی کا اَرَاَیْتَ الَّذِیْ یَنْہٰی
عَبْدًا اِذَا صَلّٰی اور کوئی شبہ نہین ہی کہ اس جگہ کلام باری مین مراد عبد سے جسد ساتھ روح کے ہی پھر اسی طرح اس آیت مین بھی
مراد وہی ہوگا اور لیکن خبر پس وہ حدیث ہی جو صحاح مین مروی ہی اور وہ مشہور ہی اور دلالت کرتی ہی اس بات پر کہ وہ حضرت
مکہ معظمہ سے بیت المقدس تشریف لیگئے اور وہان سے آسمانون پر عروج فرمایا انتہی ملخص کلامہ اور یقینی یہ کلام مفسر مسطور کا
اس مطلوب کے اثبات اور دفع شبہات منکرین مین اور ابطال کلام امتناع خرق والتیام مین جو اپنے محل مین بہ تفصیل بیان کیا گیا ہی
بوجہ اتم کافی ہی اور جو کچھ کہ فلاسفہ کو اس انکار پر داعی ہوا اسکی کچھ حقیقت نہین ہی وہ چند شبہے ہین کہ جو انکے مطلوب کے مثبت نہین ہوتے
اور دلیل عقلی اور نقلی انکی خلاف پر گواہی دیتی ہین جناب آخوند صاحب نے حیات القلوب مین فرمایا ہی کہ جو بعضے متاخرین نے
درباب معراج جسمانی شک کیا ہی اسکا سبب یا یہ ہی کہ انھون نے اخبار و آثار رسول خدا اور ائمہ ہدی علیہم السلام مین تتبع نہین کیا
یا یہ سبب ہی کہ انھین اعتماد اخبار پر حجت ہاے خدا کی نہین ہی اور حکماے ملاحدہ کے شبہات پر وثوق ہی اور اگر ایسا نہو تو کیونکر ہو سکتا ہی
کہ جو شخص اعتماد خدا کے فرمانے پر اور ارشاد رسول خدا اور ائمہ ہدی علیہم السلام پر رکھتا ہو اور آیات قرآنی اور کئی ہزار حدیث
جو طرق مختلفہ سے اصل معراج اور اسکی کیفیت مین ہین سنے جنسے صاف اور بصراحت معراج جسمانی کا ہونا ثابت ہی وہ محض
استبعاد وہمی سے یا شبہات واہیہ حکما کے باعث سے ان سبکا انکار کرے اور تاویل کرے فقط اور کیا عمدہ کلام علماء الاسلام کا
اس مقام پر فرمایا ہی کہ جب کلام موالف و مخالف سے معراج جسمانی کا واقع ہونا لایح ہوا اور معلوم ہوا کہ یہ معنی ضروریات دین
اسلام سے ہین پھر اسمین گفتگو کرنا بہ تقلید ابوجہل وغیرہ کا کام اہل دین و دیانت کا نہین ہی راقم رسالہ کہتا ہی کہ جو انکار معراج جسمانی
مین اعتماد انکار ام المومنین حضرت عائشہ پر کرتے ہین واقع مین یہ ہی کہ انکا بھی خیال خام کالمنام ہی کیونکہ یہ معراج جو بہ شہادت
کتاب اللہ اور احادیث متواترہ ثابت ہی یہ تو مکہ معظمہ مین قبل ہجرت واقع ہوئی اور اسوقت خود انکی عمر یا قلیل تھی یا پیدا بھی
نہوئی ہونگی بہر تقدیر اسوقت تک فراش رسول خدا پر یقینی نہین آئین اور جب مصاحبہ رسول نہوئین تو ایسے حال کی انکی گواہی
بستر رسول کی کیونکر لائق قبول کے سمجھی جاے سوا اسکے کہ اسکی تاویل کی جاے کہ درصورت صدق یا یہ بیان کسی معراج
روحانی کا ہوگا کیونکہ معراج حضرت کو مکرر ہوئی تھی تا مکہ معظمہ مین بھی مدینہ طیبہ مین بھی پھر خدا جانے انکے مکان مین شاید
معراج روحانی ہوئی ہوگی یا کسی وجہ سے اسکے کتمان مین کوئی مصلحت منظور ہوگی کہ اسے ہم نہین جان سکتے بالجملہ ان
منکرین کے حال پر بہت تعجب ہوتا ہی کہ موضع فدک کے لیے صدیقہ کا جو بنت رسول تھین دعوی اور گواہی ام ایمن کے
ساتھ ان بزرگوارون کی شہادت کی جو بالاتفاق خلیفہ و امام ہین مقبول نہوئی اور زوجہ رسول کے ایک انکار کے مقابلہ مین
کیسے اخبار متواترہ فریقین کو طرح کر ڈالا اور ذرا غور و تامل نہ کیا کہ آیا یہ قول لائق اعتماد کے تھی یا نہین مَالِ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ
يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا اسی طرح قابل تعجب یہ ہی کہ شیخ احمد احسائی نے کہ بعض متاخرین علماے امامیہ سے ہین برعایت قول امتناع
خرق والتیام کے کہ کلام فلاسفہ ہی عجب کلام خبط التیام کہا ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ جسوقت وہ پر جانے والا جاتا تھا تو ہر مرتبہ مین

اپنے سے اسکے مثال کو چھوڑتا جاتا تھا مثلاً جب ہوا سے گذر نا کرہ نار مین چاہا تو جو کچھ کہ اجزاے ہوائی اسکے بدن مین
تھے اُسے ہوا کے کرہ مین چھوڑا اور جب کرہ نار سے آگے بڑھنے کا ارادہ کیا تو مرتبہ نار مین وہ اجزاے ناری جو اُسکے بدن مین تھے
چھوڑے اور جب بعد معراج پھرے تو کرہ نار سے اپنے اجزاے ناری اور کرہ ہوا سے اجزاے ہوائی اپنے لیتے آئے اور چونکہ
اِس عبارت سے یہ توہم ہوتا تھا کہ جب نار و ہوا کو کہ جسم کے اجزا ہین اپنے سے گرا دیا تو روح سے سعود فرمایا یہ کہ دو جز جو
لطیف تھے انھین گرایا اور دو جز کثیف جو مٹی اور پانی ہین انھین اپنے ہمراہ لیا اور یہ قول کمال مرتبہ مین رکیک ہی لہذا اِس توہم کے
رفع کرنے کو بعد پہلے قول کے کہا کہ یہ نہ کہا جاے کہ بنا بر اسکے لازم آتا ہی کہ یہ قول خاصہ ساتھ عروج روح کے ہی کیونکہ جب
گرا دیا جو کچھ اُسکے جسم مین تھا ہر مرتبہ مین تو نہ پہونچے مگر روح کیونکہ ہم کہینگے کہ اگرچہ ہم یہی کہین تو جب بھی مراد ہماری اِس گرا دینے سے
گرا دینا اُنکے اعراض کا ہی کیونکہ اگر ذات ہوا اور ذات نار کو گراتا تو جسم باقی نہ رہتا اور جسم باقی ہی معراج مین اُسکا انفکاک
نہین ہوا انتہیٰ محصّل کلامہٗ اور جناب سید سند نے حدیقہ سلطانیہ مین بعد اِس قول کے نقل فرمانے کے اضافہ فرمایا ہی کہ یہ
ایسی بات ہی کہ جو خبط پر مشتمل ہی اور اصل مطلب سے اُسے کچھ ربط نہین ہی اور وہ خود متناقض ہی اور متہافت ہی نہ محکم نہ متشابہ ہی
گو اِسکی حقیقت کسی جماعت پر ہمارے اہل زمانہ کے پوشیدہ ہو اور ہر چند کہ ایسے کلام سے متعرض ہونا جو از قبیل اضغاث احلام ہی
ہمارے شایان نہین تھا لیکن بہ دفع اوہام کے لیے اسکے بعض مفاسد کی طرف اشارہ کیا جاتا ہی لیکن پہلے پس بسبب اِسکے
کہ یہ تخیلات فاسدہ اگر اپنے معنی ظاہری پر محمول ہون جیسا کہ ایک جماعت سے سُنا جاتا ہی اور قول اُنکا بھی اِسپر دلالت
کرتا ہی اَلقاءُ مَافِیہِ مِنَ النَّارِ وَالْھَوَاءِ لَا اِلقَاءُ المِثْلِ پس انکار معراج جسمانی کا اُس سے بخوبی ظاہر ہوتا ہی کیونکہ مدار ترکیب
اجسام کا عناصر چہارگانہ پر ہی پس جب کہ دو کو انھین سے صراحت آنحضرت کے جسم سے گرا دیا تو موافق ضابطہ کے چاہیے
کہ دو اور جو ہین وہ بھی گراے جائین اور جب یہ ہو تو وہی لازم آئیگا جو خود انھون نے کہا ہی کہ لایُقال علی ھٰذا یلزم الخ جسکا
ترجمہ اوپر ہو چکا ہی کیونکہ اِس صورت مین جسم سے سوا روح کے کچھ آسمان پر نہین گیا اور اگر اِس القا کو القاے مثل کے ساتھ
ماول سمجھین کہ یہ ایک مسئلہ اختراعی اِس قوم کا ہی تو پھر کچھ ربط مسئلہ امتناع خرق والتیام سے نہ رکھے گا اور جو اُنکے شاگرد نے
کہا ہی کہ مراد اِس بات سے کہ آگ کو آگ کے کرہ مین چھوڑا یہ ہی کہ جو اغراض جوہر ناری کے تھے انھین کرہ نار مین چھوڑ کر تشریف
لیگئے پس یہ مراد ایسی ہی کہ جس سے انسان کو دوری کرنا ضروری ہی کیونکہ یہ معنی ساتھ اِسکے کہ اول بطور المعنی فی بطن الشاعر ہین
مین نہین جانتا کہ ترک کرنا اِن اعراض کا اِن محلون مین کہان سے قرار دیا ہی کیونکہ جن اعراض کا چھوڑنا اور ترک کرنا کہتے ہین اگر وہ
لائق ترک تھے وہ ہمیشہ سے متروک تھے اور انھین اختصاص عناصر کے کرون سے اور رتبون سے نہین ہی اور اگر
ترک کے قابل نہین تو کسی جگہ وہ متروک نہین ہوے ساتھ اِس بات کے کہ اُسے بھی کچھ ربط قول حکماء سے نہین ہی جو خرق
والتیام کو ممتنعات سے گردانتے ہین اور یہ اِسلیے کہا ہی گیا کہ شیخ مذکور ردیہ اِسکے ہین کہ معراج کو ان مقدمات کے تسلیم کرنے پر
ثابت کرین جیسا کہ اُنکے شاگرد فاضل رشتی نے اِسکی تصریح کی ہی پس بناے کلام اوپر اُس چیز کے جو انھون نے ذکر کیا ہی ایسے

اوہام سے جو حکما کے نزدیک مسلم نہین جانے تہافت سے نہوگی علاوہ اسکے کہ اشکال حکما کا جواب دینا ایسا جواب کہ موافق
شرع کے ہو بعد اسکے کہ اُنکے معتقدات کو فرض کرلین دشوار ہی اور جو انھون نے اپنی راے مخترع کو ذکر کیا ہی نہ وہ موافق مقالات حکما کے ہی
نہ مناسب مقالات شرعیہ کے ہی اور القاے مثل کی تاویل اسطرح کرنی کہ اس سے مراد یہ ہی کہ مثالین اور صورتین نار و ہوا کی چھوڑ گئے
یہ بھی بنا فاسد بر فاسد ہی اور ایسی تخییل ہی جو تحصیل سے خالی ہی یہ جماعت یہ سمجھتی ہین جو چیز جس جگہ ہوتی ہی جب وہان سے منتقل ہوتی ہی
تو اپنے مثل کو وہان چھوڑتی ہی اور اسپر احتجاج کرتے ہین وہ کبھی ساتھ شہادت وجدانی کے اسطرح کہ راکع جب رکوع کرتا ہی تو اگرچہ
سر اُٹھالے لیکن رکوع کی ہیئت محل رکوع مین باقی رہتی ہی اور اسکا باطل ہونا بھی واضح ہی کیونکہ اگر مراد صورت سے صورت ذہنیہ ہی
تو یہ البتہ جب تک ذہن بھولتا نہین باقی رہتی ہی ولیکن یہ اُنکی مراد نہین ہی اور اگر صورت خارجیہ مراد ہی جیسا کہ مدعی اُنکا ہی تو اب وجدان
وقت رجوع اسکی تکذیب کرتا ہی نہ تصدیق اور اُسکا مبطل ہی نہ شاہد اور کبھی اسکی صحت پر استدلال لاتے ہین قول خدا سے کُلُّ
نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا الآیۃ یعنی جس روز کہ پائیگی ہر نفس اُس چیز کو کہ کیا ہی اُسنے اچھے کامون سے حاضر کیا گیا ولیکن
اسکی بھی دلالت اُنکے مطلب پر کسی طرح متحقق نہین ہوتی کیونکہ پہلے تو القاے مثال خارج مین اُنکی مراد دنیا مین ہی اور یہ آیہ بر فرض
تسلیم اسکے کہ وہ وجود مثال پر دلالت کرتا ہی دلیل وجود مثال پر عالم اخروی مین ہوگا باوجود اسکے کہ وہ بھی غیر متعین ہی کیونکہ ہر شخص
اپنے نامۂ عمل مین اپنے عمل کو دیکھیگا اور اُسکی آنکھ کے سامنے حاضر کیا جائیگا اور پایا جانا سب اعمال کا اُس وقت محل کلام ہی اور اس
آیہ کریمہ سے ثابت نہین ہوتا اگرچہ بعض اخبار بعض اعمال کی مثال کے پاے جانے پر بعض حال مین سوا دوسرے حال کے برزخ مین
یا روز قیامت مین دلالت کرتے ہین لیکن اُنمین اس جگہ جو ارادہ اُنکا ہی اُسے تعلق نہین ہی یہان تک کہ مثال اجزاے عنصریہ کا گرانا انھون نے
اس مرتبہ مین ثابت کیا کیونکہ وہ اس چیز سے ہی کہ اُسے خدا نے اُسپر مسلط نہین کیا کس آیت مین اور کس حدیث مین آیا ہی کہ رتبہ نار مین
نار کو یا اُسکی مثال کو چھوڑا اور کرۂ ہوا مین ہوا کو یا مثل ہوا کو چھوڑا اور اگر ایسا ہی ہوتا تو ہر عنصر مین ہوتا اور اگر ایسا ہوتا تو چاہیے کہ
یہ بات ہر وقت اور ہر عنصر مین اور ہر جسم مین ہوتی نہ یہ کہ مختص جسم شریف پیغمبر خدا کے ساتھ ہوتے بالجملہ منصف فہمیدہ جب ایسی
بات کو سنے گا اور غور کرے گا تو اُسپر ظاہر ہوگا کہ یہ کلام سفہا و مجانین کا ہی کہ جسکے واسطے نہ کوئی شاہد ہی نہ برہان ہی اور کبھی اُن
صاحبون کا یہ حال ہی کہ اپنی ایسی باتون کا حوالہ اُن علوم غریبہ پر کرتے ہین کہ نہ وہ ظاہر ہین نہ کسی نے اُنکا بیان کیا ہی مثل کیمیا و لیمیا کے
اور اس سے اُنکی غرض اور کچھ نہین ہوتی مگر یہ کہ تا نافہمون کو دھوکا دین اور اپنے حال کو چھپائین اور نافہم اُنمین پڑ جائین انتہی
محصّل کلامہ اسکنہ اللہ فرادیس جنانہ چونکہ یہ قول موافق راے مخترع کے ایسے شخص سے صادر ہوا تھا جسے سب عالم فقیہ امامیہ کا
جانتے تھے اسلیے اُسکا ذکر ساتھ دفع کے ضرور ہوا تا کہ کسی کو فرقۂ امامیہ سے اس بات کے اعتقاد مین کہ معراج جسمانی تھی نہ رہ جاے
اب پھر مین اصل مطلب کی طرف رجوع کرکے کہتا ہون کہ اصول اعتقاد کے ہر باب مین یہی دلیل چاہیے کہ جو قابل اعتماد کے ہو
نہ یہ کہ ہر احتمال اور ہر خبر پر اخبار احاد سے اعتماد کرلین ورنہ اسکا انجام گمراہی ہوتی ہی اور معراج کے بارے مین جو اخبار و روایات
فریقین مین وارد ہین وہ خالی افراط و تفریط سے نہین ہین اور اصل معراج جسمانی اور تشریف لیجانا بصعود و عروج حضرت کا

فرشتگان آسمانی کی طرف یہ قدر مشترک ہی کہ بتواتر ثابت ہی اور خصوصیات اُسکے کئی قسم پر ہین جیسا کہ تفسیر مجمع البیان مین ذیل آیہ
سُبحَانَ الَّذِی اَسرَیٰ بِعَبدِہٖ لَیلًا مِنَ المَسجِدِ الحَرَامِ اِلَی المَسجِدِ الاَقصَی الَّذِی بَارَکنَا مین مذکور ہی کہ یہ آیہ حضرت کے سیر کرانے مین
نازل ہوا اور یہ حکایت جسوقت کہ حضرت مکہ معظمہ مین تشریف رکھتے تھے واقع ہوئی کہ آنحضرت نے نماز مغرب کو مسجد الحرام مین
ادا فرمایا بعد اُسکے اُسی رات کو معراج واقع ہوئی اور اُسکے بعد جب پھر کر تشریف لاے تو صبح کی نماز کو پھر مسجد الحرام مین پڑھا
ولیکن اسرا حضرت کا مکہ سے تا بیت المقدس پس قرآن بلا شبہ اُسکے ساتھ ناطق ہی اور کوئی مسلمان اُس سے انکار نہین کرسکتا
اور جو بعض نے کہا ہی کہ یہ امر حال خواب مین ہوا تھا اِسکا باطل ہونا ظاہر ہی کیونکہ اِس صورت مین پھر وہ اعجاز نہین ہوسکتا
اور نہ کوئی برہان قدرت پروردگار ہوسکتی ہی اور تحقیق کہ بہت سی روایات قصہ معراج مین اور حضرت کے آسمان پر عروج
فرمانے مین وارد ہوئی ہین اور بہت سے صحابہ نے مثل ابن عباس و ابن مسعود و انس و جابر بن عبد اللہ اور حذیفہ اور عائشہ
اور اُم ہانی اور غیر اُنکے نے پیغمبر خدا سے روایت کی ہی اور اُنکی تفصیلون مین بعض نے زیادتی کی ہی اور بعض نے کمی کی ہی اور سب
چار قسم پر منقسم ہوتی ہین ایک وہ قسم ہی جسکی صحت کا ہم جزم و یقین کرتے ہین بسبب اِسکے کہ اخبار اُسکے متواتر ہین اور وہ مفید
علم یقینی کو ہوتی ہین دوسری قسم وہ ہی کہ روایات مین وارد ہوا ہی اور عقلین بھی اُسے تجویز کرتی ہین اور اصول اعتقاد سے
اُنھین منافات نہین ہی پس ہم بھی اُنھین تجویز کرتے ہین اور یقین کرتے ہین ساتھ اِس بات کے کہ جو کچھ اُمور معراج سے واقع ہوا
وہ حال بیداری مین تھا حال خواب مین نہ تھا تیسری قسم وہ ہی کہ اُسکا ظاہر مخالف بعض اصول کو ہی اور تاویل اُنکی اس وجہ سے
کہ موافق عقلون کے ہوجاے ممکن ہی پس اُسمین اِسطرح ہم تاویل کرتے ہین کہ دلیل اور اعتقاد صحیح حق کے ساتھ موافق ہوجاے
چوتھی وہ ہی کہ ظاہر اُسکا صورت صحت کی نہین رکھتا اور اُسمین تاویل کی بھی گنجائش نہین ہی مگر تکلف و تعسف کے ساتھ پس وہ
اس لائق ہی کہ اُسے ہم قبول نہ کرین لیکن قسم اول پس جناب مولنانے طبرسی نے فرمایا ہی کہ وہ وہ چیز ہی کہ یقین اُسکا حاصل ہی وہ یہ ہی
کہ اسرا آنحضرت کا علی الجملہ واقع ہوا اور یہ جملہ بہت اجمال رکھتا ہی اور گویا ظاہر مین اُنکی مراد اس اجمال سے یہ ہی کہ آیہ کریمہ مین مسجد اقصی کا
لفظ وارد ہوا ہی اور اُسکی تفسیر مین عامہ و خاصہ نے خلاف کیا ہی لیکن وہ خلاف ایسا ہی کہ اعتبار سے ساقط ہی علی ابن ابراہیم قمی نے
حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہی کہ وہ حضرت مسجد الحرام مین بیٹھے تھے پس آسمان کی طرف ایکبار نظر اُٹھا کر
دیکھا اور پھر کعبہ کی طرف نظر فرما کر فرمایا سُبحَانَ الَّذِی اَسرَیٰ بِعَبدِہٖ لَیلًا مِنَ المَسجِدِ الحَرَامِ اِلَی المَسجِدِ الاَقصَی اور تین بار اسکی تلاوت
فرما کر اسمعیل جعفی کی طرف ملتفت ہوے اور فرمایا کہ اے عراقی اہل عراق اس آیہ کے بارے مین کیا کہتے ہین انھون نے عرض کیا
کہ کہتے ہین کہ اسرا واقع ہوا مسجد حرام سے بیت المقدس تک فرمایا کہ ایسا نہین تھا بلکہ اسرا واقع ہوا اس جگہ سے اُس جگہ تک اور
دست مبارک سے اشارہ فرمایا آسمان تک اور فرمایا کہ اُن دونون کے بیچ مین حرم ہی اور عیاشی نے حضرت صادق علیہ السلام سے
روایت کی ہی کہ کسی نے آنحضرت سے عرض کیا کہ مسجد اقصی بزرگی مین کیا حال رکھتی ہی فرمایا کہ وہ آسمان مین ہی اور معراج مین
حضرت نے اُسی مسجد مین نقل فرمائی تھی کسی نے عرض کیا کہ لوگ کہتے ہین کہ وہ بیت المقدس ہی فرمایا کہ اُس سے مسجد کوفہ بہتر ہی

لیکن معتبرین عامہ بھی انکار عروج آسمانی سے نہین کرتے بلکہ انکے محققین کا مذہب یہی ہی کہ نص قرآنی کو عام جانتے ہین یا خاص
پس معراج آسمانی کو ضروریات دین سے جاننا اور کہنا چاہیے اور اسی جگہ سے ہی جو جناب اخوند صاحب نے کتاب بحار الانوار مین
فرمایا ہی کہ عروج آنحضرت کے اور سیر فرمانا اُن جناب کا بیت المقدس تک اور وہان سے تا آسمان جسد شریف کے ساتھ
مدلول ہی آیات کا اور اخبار متواترات کا جنھین خاصہ و عامہ نے اسطرح نقل کیا ہی کہ جسنے اُس سے انکار کیا ہی یا تاویل کی ہی
ساتھ معراج روحانی کے یا حالت خواب کے اُسکا منشا یا قلت تتبع اُسکا ہی اخبار ائمہ طاہرین علیہم السلام مین یا دین اُسکا کم ہی
اور یقین اُسکا ضعیف ہی یا جو حکمائے متفلسفین کے دھوکے ہین اُنمین وہ دھوکا کھا گیا ہی حالانکہ جو اخبار کہ اس بارے مین وارد
ہوے ہین وہ اس کثرت کے ساتھ ہین کہ مین گمان نہین کر سکتا کہ او کسی اصل کے لیے اصول مذہب سے اس کثرت کے ساتھ
اخبار وارد ہوے ہین پس مین نہین جانتا کہ کیا باعث ہی کہ مردم اور اصول مین تو یقین و اذعان کرتے ہین اور انمین علم کے مدعی ہوتے ہین
اور اس مقصد قصوی مین تامل کو راہ دیتے ہین پس لائق و سزاوار ہی انکی شان مین یہ کہنا کہ اَفَتُؤمِنُونَ بِبَعضِ الکِتَابِ وَتَکفُرُونَ
بِبَعضٍ یعنی آیا ایمان لاتے ہو بعض قرآن سے اور بعض کی بہ نسبت انکار و کفر کرتے ہو اور لیکن یہ انکا عذر کرنا کہ آسمان خرق و التیام کو قبول
نہین کرتا پس صاحبان فہم و دانش پر پوشیدہ نہین ہی کہ جو کچھ اس سے انھون نے اس امر پر احتجاج کیا ہی وہ از قبیل شبہات و اوہام ہی
ساتھ اسکے کہ اگر دلیل انکی حسب تقدیر مین کہ تمام بھی ہو تو وہ دلالت نہین کرتی مگر اس بات پر کہ فلک اعظم خرق و التیام کو قبول نہین کرتا
اور معراج مستلزم خرق و التیام فلک اعظم کو نہین ہی اور اگر ایسے شکوک و اوہام اخبار متواترہ کے قبول کرنے سے مانع ہو جائین
تو جملہ ضروریات دین مین توقف کو راہ ہو جائیگی اور مین ہر آئینہ بعض علماے متاخرین شیعہ سے تعجب کرتا ہون کہ کیونکر وہم وسوسے نے
ایسے مقام کے امثال مین راہ پائی حالانکہ ہمارے مخالفین تک نے باوجود اسکے کہ انکے اخبار تھوڑے ہین اور نادر بھی انمین نہین ہین
لیکن انکار کرنا انھون نے روا نہین رکھا اور اُسکی تاویل پر جسارت نہین کی اور انھون نے باوجود دعوی متابعت ائمہ اطہار
علیہم السلام کے اور وارد ہونے روایات کثیرہ کے جو دو چند روایات مخالفین کی ہین پیروی بعضے صحابے مخالفین کی مثل
معاویہ و عائشہ و طائفہ فلاسفہ کی کر کے معراج مین گفتگوئین کرتے ہین اور ہمارے قدماے اصحاب سے کبھی شائبہ توقف و
تامل کا ظاہر نہین ہوا اعاذنا اللہ و سائر المؤمنین من تسویلات المضلین انتھی ملخص کلامہ پھر جناب طبرسی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہی
کہ لیکن قسم ثانی پس اس سے ہی وہ جو مروی ہی آنحضرت سے کہ اُن جناب نے آسمانون کی گلگشت فرمائی اور پیغمبرون کو دیکھا اور
تا بعرش الہی پہونچا اور سدرۃ المنتہی اور بہشت و دوزخ کو دیکھا اور اُسکے حال کا ملاحظہ فرمایا اور جو کچھ کہ مثل اسکے مروی ہی اور
لیکن تیسری قسم پس وہ خبر ہی کہ آنحضرت سے مروی ہی کہ ایک قوم کو بہشت مین دیکھا کہ وہ متنعم ہوتی تھی اُسمین اور ایک جماعت کو
جہنم مین دیکھا کہ وہ معذب ہوتی تھی اُسمین پس یہ البتہ لائق تاویل کے ہی کہ اُنکے نامون کو دیکھا اور اُنکی صفات کو پہچانا اور چوتھی
قسم وہ ہی کہ جو بعض بعض روایت کرتے ہین کہ حضرت باریتعالی نے آنحضرت سے ظاہر مین پکار کر کلام فرمایا اسطرح کہ خدا تعالی
تخت پر بیٹھا اور وہ حضرت بھی اُسکے ساتھ ہی تخت پر بیٹھے اور خدا کو دیکھا اور اُسکے کلام کو سنا اور اُسی کے مانند ہو ایسے لغو امور

مستلزم تشبیہ کو ہوتے ہیں جس سے حق تعالیٰ منزہ ہے اور اسی طرح وہ روایت ہے جس میں یہ ہے کہ آنحضرت کے شکم مبارک کو شگافتہ
کیا اور دھویا کیونکہ وہ حضرت پاک و منزہ ہر بدی سے تھے اور کسطرح یہ بات ممکن ہے کہ دل کو پانی سے پاک کرتے یا جو اعتقادات تھے
انھیں پانی سے پاک کیا جاتا واضح ہو کہ جو مولانا سے طبرسی نے روایات رویت و تشبیہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے مراد اُس سے
وہ روایات ہیں جنھیں علماے حضرات اہلسنت نے نقل کیا ہے جیسا کہ فاضل سیوطی نے اپنی تفسیر درمنثور میں سورہ والنجم کی
تفسیر میں کریمہ لقد رآہ نزلۃ اخریٰ کے بیان میں ابن مردویہ سے کہ انھوں نے اس سے روایت کی ہے رأی محمد ربہ یعنی معراج میں محمد صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پروردگار کو دیکھا اور اس سے بھی زیادہ واضح روایت ابن عباس سے کرتے ہیں کہ انہ رأی ربہ بعینہ یعنی
آنحضرت نے اپنے پروردگار کو اپنی آنکھ سے دیکھا اور ابن عباس سے روایت نقل کی ہے انہ رأی ربہ مرتین مرۃ ببصرہ ومرۃ بقلبہ
یعنی آنحضرت نے اپنے پروردگار کو شب معراج دوبار دیکھا ایکبار چشم ظاہر اور ایکبار چشم دل سے اور بھی نسائی نے اور حاکم سے
بہ تصحیح ابن مردویہ ابن عباس سے روایت کی ہے کہ آیا تعجب کرتے ہو کہ حضرت ابراہیم کے لیے خلیل ہونیکا مرتبہ ہوا اور حضرت
موسیٰ کے واسطے کلام کا رتبہ خدا سے ہوا اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کے واسطے دیدار خدا کا مرتبہ ہوا اور ابن جریر سے کہ انھوں نے ابن عباس سے
روایت کی ہے کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ میں نے اپنے پروردگار کو اچھی صورت میں دیکھا پس مجھسے فرمایا کہ اے محمد آیا جانتا ہے تو
کہ کس چیز میں ملاء اعلیٰ خصومت کرتے ہیں میں نے عرض کیا کہ میں نہیں جانتا اے پروردگار میرے پس رکھا میرے دونوں شانوں کے
بیچ میں اپنے ہاتھ کو رکھا پس اسکی سردی کو دونوں چھاتیوں کے اندر اپنی پایا میں نے اور اُسوقت جو کچھ آسمان و زمین کے بیچ میں تھا
اسے جانا میں نے اور جناب سید سند نے ان روایات کو نقل فرما کے کہا ہے کہ میں کہتا ہوں کہ یہ سب افترا ہے ابن عباس پر اور
اس سے زیادہ یہ ہے کہ پیغمبر پر افترا ہے اور آنحضرت کے ارشاد کے تحت میں داخل ہوتے ہیں من کذب علی متعمدا فلیتبوء مقعدہ
من النار یعنی جو مجھپر دیدہ و دانستہ جھوٹ باندھے اور افترا کرے پس چاہیے کہ مہیا کرے اپنی جگہ کو آتش دوزخ میں اور
راقم رسالہ کہتا ہے کہ جسطرح افترا ابن عباس اور پیغمبر خدا پر اس سے ظاہر ہے اسی طرح خدا کی تشبیہ اور ملاء اعلیٰ میں ایجاد مادۂ خصومت کا
کہ حسد اور بدترین صفت ہے اور یہ روایات ایسی ہیں کہ جسے خود علماے حضرات اہل سنت رد کرتے ہیں اور وہ رد و تکذیب
بذریعہ ام المومنین حضرت عائشہ ہے چنانچہ فاضل سیوطی نے روایت کی ہے کہ مسروق جو علماے اہلسنت سے ہیں انھوں نے
ام المومنین حضرت عائشہ سے پوچھا کہ آیا پیغمبر خدا نے اپنے پروردگار کو دیکھا تھا اور بتحقیق کہ خدا نے تو فرمایا ہے ولقد رأی
من آیات ربہ الکبریٰ یہ سنکر ام المومنین نے فرمایا این یذہب بک یعنی تیرا خیال تجھے کدھر کھینچتا ہے حضرت کو جبرئیل کے سوا
کچھ نہیں دکھائی دیا اور ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ آنحضرت نے شب معراج جبرئیل کو دیکھا کہ چھ سو پر انکے تھے اسی طرح
فاضل سیوطی نے اسے نقل کیا ہے مسلم و بخاری سے اور اگرچہ حضرت عائشہ نے مقام معراج میں یہ خیال کیا ہے کہ جسمانی نہ تھی
بلکہ بطور رویاے فی المنام تھی جیسا کہ مذکور ہوا لیکن اس جگہ پر جو مستحق رویت نہیں اسکی نفی رویت کی ہے اور احادیث اہلبیت
علیہم السلام سے جو منقول ہیں وہ اس قول کی رد میں بہت ہیں چنانچہ کلینی علیہ الرحمہ نے کتاب کافی میں صفوان بن یحییٰ سے

روایت کی ہی کہ اُسنے کہا کہ ابوقرہ محدث اہلسنت نے مجھسے درخواست کی کہ اُسے امام رضا علیہ السلام کی خدمت مین پہونچاؤن پس
مین نے اُسکے حاضر ہونے کے واسطے آنحضرت سے اجازت چاہی جب وہ حاضر ہوا تو اُسنے مسائل حلال وحرام سے سوال کیا
یہانتک کہ رجوع کیا اُسکے کلام نے توحید کی طرف پس کہا ابوقرہ نے کہ ہمارے یہان روایت کی ہی کہ خدا تعالیٰ نے قسمت
کیا پس کلام کیے حضرت موسیٰ کے ساتھ اور رویت کی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کے ساتھ تخصیص فرمائی بعد اسکے جناب
امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ پھر کون ہی جسنے خدا کی طرف سے جن وانس کو یہ پہونچایا کہ لَا تُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ یعنی نہین
دیکھ سکتین اُسے بینائیان اور نہ احاطہ کر سکتی ہین اُسے یعنی اُسکی کنہ ذات کو از روے علم کے اور نہین ہی کوئی چیز مثل اُسکے آیا
محمد صلی اللہ علیہ وآلہ اُسے نہین لاے اور نہین پہونچایا اُسنے عرض کیا کہ ہان حضرت ہی اُسکے پہونچانے والے ہین پھر فرمایا کہ کیونکر
کہ ایک ہی شخص تمام خلق پر آوے اور اُنھین خبر دے کہ مین تمھارے پروردگار کی طرف سے آیا ہون اور یہ کہ دعوت کرتا ہون
اُنھین خدا کی طرف سے اور خدا کے حکم سے اور بعد اُسکے کہے کہ نہین دیکھ سکتی اُسے کوئی آنکھ اور نہ احاطہ کر سکتا ہی اُسکے کسی کا علم
اور نہین ہی مثل اُسکے کوئی چیز اور بعد اُسکے کہے کہ مین نے اُسے اپنی آنکھ سے دیکھا ہی اور اپنے علم سے اُسکا احاطہ کیا ہی اور اُسے
انسان کی صورت پر پایا ہی آیا تم شرم نہین کرتے اُس چیز مین جسکی طرف گئے ہو اور یہ جرات تو اُنپر زنادقہ نے بھی نہین کی کہ وہ
تہمت کرتے آنحضرت پر اسطرح کہ کہتے کبھی وہ خدا کی طرف سے ایک حکم لاتے ہین اور بعد اُسکے دوسری راہ سے اُسکے خلاف کو
لاتے ہین ابوقرہ نے کہا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہی کہ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰی پس جناب امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ بعد اس آیت کے
قرآن مین وہ چیز ہی جو دلالت کرتی ہین تفسیر پر اُسکی جسکا ابہام کیا گیا ہی اُسکے قول مین وَمَا رَاٰی جہان فرماتا ہی مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی
یعنی حق تعالیٰ فرماتا ہی کہ جھوٹ نہین کہا محمد کے دل نے برخلاف اُسکے جو اُسکی آنکھ نے دیکھا تھا بعد اُسکے مبہم کی تفسیر کے لیے
جو ما ے موصولہ ہی فرمایا لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْکُبْرٰی یعنی دیکھا اُسنے نشانیان اپنے پروردگار کی جو بزرگ تھین پس معلوم ہوا کہ آیات کو
دیکھا تھا اور خدا کی آیات خدا کے غیر ہین پس تیرا حجت لانا اس آیت سے پایہ اعتبار سے ساقط ہی اُسکے بعد ابوقرہ نے کہا کہ پھر کیا
آپ روایات کی تکذیب فرماتے ہین یہ سنکر حضرت نے فرمایا کہ جب روایات قرآن کے مخالف ہونگی تو مین اُنکی تکذیب کرونگا فقط
اور اُسی کتاب مین ابراہیم بن محمد اور محمد بن الحسین سے مروی ہی کہ اُسے ساتھ اُسکی لفظ کے نقل کرتا ہون قال دخلنا علی الرضا علیہ
السلام فحکینا لہ ان محمداً رأی ربہ فی صورۃ الشاب الموفق فی سن ابناء ثلثین سنۃ الی ان قال فخر ساجداً ثم قال سبحانک ما عرفوک
ولا وحدوک فمن اجل ذلک وصفوک فقال نحن آل محمد النمط الاوسط الذی لا یدرکنا الغالی ولا یسبقنا التالی یا محمد ان رسول اللہ
حین نظر الی عظمۃ ربہ کان فی ہیئۃ الشاب الموفق فی سن ابناء ثلثین سنۃ یا محمد عظم ربی ان یکون فی صفۃ المخلوقین قال قلت
جعلت فداک من کانت رجلاہ فی خضرۃ قال ذلک محمد کان اذا نظر الی ربہ بقلبہ جعلہ فی نور مثل نور الحجب حتی یستبین لہ ما فی الحجب
ان نور اللہ منہ اخضر ومنہ احمر ومنہ ابیض ومنہ غیر ذلک یا محمد ما شہد بہ الکتاب والسنۃ فنحن القائلون بہ پس کس قدر بتصریح رد
اس قول کا ان روایات سے ظاہر ہوتا ہی اسی طرح مراد جناب مولانا ے طبرسی کی اس قسم کی روایات سے جو باب معراج وغیرہ

جو تفسیر قول خدا تعالیٰ مین دَنیٰ فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی بعض حضرات اہلسنت کی طرف سے منقول ہین جیساکہ فاضل سیوطی نے
ابن ابی حاتم اور طبرانی وغیرہ سے اس آیت کی تفسیر مین روایت کی ہی ھُوَ مُحَمَّدٌ دَنیٰ فَتَدَلّٰی اِلیٰ رَبِّہٖ یعنی ضمیر فاعل دَنیٰ اور تَدَلّٰی مین محمد
صلّی اللہ علیہ وآلہ کی طرف پھرتی ہی تو معنی یہ ہوے کہ نزدیک ہوے وہ حضرت خدا سے پس گرایا اور لٹایا اپنے تئین اُسکی طرف
اور واقع مین یہ بھی قصر اہی اور خود بھی اُنھون نے اسکے خلاف بھی روایت کی ہی اور جو تفسیر حق اس آیت کے ہی وہ ہی کہ وہ حضرت
محل عظمت اور مظاہر قدرت خدا تعالیٰ سے قریب ہوے تھے جیساکہ کتاب کافی مین جناب امام رضا علیہ السلام سے منقول ہی
اور لفظ اُسکا یہ ہی کہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ لَمَّا اُسْرِیَ بِیْ اِلَی السَّمَاءِ بَلَغَ بِیْ جَبْرَئِیْلُ مَکَانًا لَمْ یَبْلُغْہُ قَطُّ فَکَشَفَ
لَہٗ فَاَرَاہُ اللّٰہُ مِنْ نُوْرِ عَظَمَتِہٖ مَا اَحَبَّ اور بعض روایات مین وارد ہی کہ حضرت امام زین العابدین سے سوال کیا کہ آیا خداے عزوجل
مکان کے ساتھ موصوف ہو سکتا ہی حضرت نے فرمایا کہ خدا اس سے برتر ہی راوی نے عرض کیا کہ پھر کس لیے پیغمبر خدا کو آسمان پر
طلب فرمایا تھا حضرت نے فرمایا اسلیے کہ تا ملکوت آسمان کا مشاہدہ فرمائین اور صنعتہاے عجیبہ اور خلقت ہاے بدیعہ کو دیکھین
اُسنے عرض کیا کہ پھر یہ کیون فرمایا دَنیٰ فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی حضرت نے فرمایا کہ مرجع ضمیر کا رسول خدا صلی اللہ علیہ
وآلہ ہین یعنی دَنیٰ صیغہ ماضی مین جو ضمیر فاعل کی ہی یہ حضرت کی طرف پھرتی ہی اور مراد اس سے یہ ہی کہ وہ حضرت نور کے
پردون کے پاس گئے پس ملکوت آسمان کا تماشا فرمایا بعد اُسکے سر نیچے کیا اور نظر کی طرف ملکوت زمین کے جو پائین مین تھی پس اُس سے
بقدر دوری دو قاب کے جو ایک قوس کے بیچ مین ہوتی ہی یا اُس سے بھی کم پایا فقط اور جناب سید سند نے فرمایا ہی کہ یہی
حال ہی اُن روایات کا جو عوام مین مشہور ہین اور دلالت کرتی ہین جناب امیر علیہ السلام کی معراج پر اور یہ کہ وہ حضرت پیغمبر خدا
صلی اللہ علیہ وآلہ کے آسمان پر پہونچنے سے پہلے موجود تھے اور یہ کہ ایک ہاتھ پردہ غیب سے نکلا کہ وہ جناب امیر علیہ السلام کا ہاتھ تھا
اور جو اسکے مشابہ ہین کہ دلالت غلو اور تشبیہ پر کرتے ہین اور طریقہ میانہ روی اور تنزیہ سے خارج ہین ہان قرب معنوی کو ان
استعارون کے ساتھ بیان فرمایا ہی اور جناب امیر کے درجون کی بزرگی اور مرتبون کی رفعت مدارج عالیہ معراج نبوی مین
ہیشتر سے زیادہ ظاہر ہوے یہان تک کہ جب فرشتون نے آنحضرت پر سلام کیا تو پوچھا کہ ای محمد صلی اللہ علیہ وآلہ آپ کے
بھائی علی ابن ابیطالب کیسے ہین حضرت نے فرمایا کہ حال اُنکا ساتھ خیریت کے ہی اُنھون نے کہا کہ جب تم اُنکو دیکھنا تو ہمارا سلام
اُنھین پہونچانا جناب پیغمبر خدا نے پوچھا کہ تم اُنھین پہچانتے ہو ملائکہ نے عرض کیا کہ ہم اُنھین کیونکر نہ پہچانین حالانکہ حق تعالیٰ نے
تمہارا اور اُنکا پیمان اور اقرار ولایت روز الست کو ہمسے لیا ہی اور ہم ہمیشہ تمپر اور اُنپر صلوات بھیجتے ہین ابن بابویہ نے بسند معتبر
ابن عباس سے روایت کی ہی کہ حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے فرمایا کہ یا علی جب مجھے
ساتوین آسمان پر لیگئے اور وہان سے سدرۃ المنتہی اور وہان سے جہان نور کے پردے تھے اور حق تعالیٰ نے مجھے اُنکے بیچ مین
مناجات کے ساتھ گرامی فرمایا تو اُسوقت مجھسے فرمایا ای محمد صلی اللہ علیہ وآلہ مین نے عرض کیا لَبَّیْکَ وَسَعْدَیْکَ یعنی ای میرے پروردگار
مین تیرا بندہ ہون اور تیری خدمت مین حاضر ہون اور تو ہی صاحب برکت اور بلند مرتبہ ہی پس فرمایا کہ جان تو کہ علی امام اور پیشوا میرے

دوستون کا ہی اور وہ نور ہی اُسکے لیے جو میری اطاعت کرے اور وہ ایسا کلمہ ہی کہ اُسے پرہیزگارون کے واسطے مین نے لازم کیا ہی جسنے اُنکی اطاعت کی اُسنے میری اطاعت کی اور جسنے اُنکی نافرمانی کی اُسنے میری نافرمانی کی پس آپ سے بشارت دیکے ساتھ اس بات کے جب پیغمبر خدا زمین پر تشریف لائے تو علی ابن ابیطالب علیہ السلام کو جو کچھ کہ حق تعالی نے انکے حق مین فرمایا تھا اُس سے بشارت دی امیر المومنین نے عرض کیا کہ ای رسول خدا آیا میرا مرتبہ اور قدر و منزلت اس مرتبہ کو پہونچا ہی کہ ایسے مکان پر مجھے یاد کرتے ہین حضرت نے فرمایا کہ ہان ای علی ابن ابیطالب شکر کرو اپنے پروردگار کا پس وہ حضرت سجدے مین شکر نعمت کے اپنے پروردگار کے سامنے خم ہوے اور جبین عبودیت کو زمین طاعت پر شکرگذاری کے لیے رکھا اور پیغمبر خدا نے فرمایا کہ سر اُٹھاؤ یا علی کہ حق تعالی تمسے مباہات فرماتا ہی اپنے ملائکہ کے ساتھ اور جابر انصاری سے مروی ہی کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ جب شب معراج مجھے ساتوین آسمان پر لیگئے تو ہر دروازے پر آسمان کے دیکھا مین نے کہ لکھا ہوا تھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ابن ابیطالب امیر المومنین اور جب پردہ ہاے نور تک پہونچا تو ہر پردے پر اُسی کو لکھا دیکھا اور جب عرش پر پہونچا تو ہر رکن عرش پر اُسے لکھا دیکھا اور بعضی روایتون مین عرش سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا کہ جب مین شب معراج کو پانچوین آسمان پر پہونچا تو علی ابن ابیطالبؑ کی صورت کو وہان دیکھا پس کہا مین نے کہ ای میرے حبیب جبرئیل یہ کیا صورت ہی جبرئیل نے کہا کہ ای محمد فرشتون نے خواہش کی کہ علی ابن ابیطالبؑ کے مشاہدہ جمال سے بہرہ مند ہون اور کہا کہ خداوندا دنیا مین انسان صبح و شام مشاہدہ جمال علی ابن ابیطالبؑ سے کہ جو دوست اور محبوب تیرے حبیب محمد کے اور اُنکے خلیفہ اور وصی اور امین ہین بہرہ مند ہوتے ہین پس جسطرح اہل دنیا بہرہ مند ہوتے ہین اس سعادت سے اسی طرح ہمین بھی بہرہ مند فرما اُنکی صورت سے پس حق تعالی نے اپنے نور اقدس سے علی ابن ابیطالب کی صورت کو اُنکے نزدیک پیدا فرمایا کہ وہ دن رات اُنکی زیارت کرتے ہین اور صبح و شام مشاہدۂ جمال سے اُنکے متمتع اور فائدہ مند ہوتے ہین بعد اسکے حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جب ابن ملجم نے ضربت سر مبارک پر آنحضرت کے ماری تو اُس ضربت کی صورت اُس صورت نوری پر آنحضرت کے ظاہر ہوئی فقط ہرچند یہ روایت از جملہ اخبار احاد ہی اور غرابت سے خالی نہین ہی کہ فرشتے خواہان صورت و زیارت پیغمبر خدا کی جو علی ابن ابیطالب افضل ہین نہون اور خاص کرکے علی ابن ابیطالب کی صورت کے خواہان ہون لیکن اصل اعتقاد سے منافی نہین ہی کیونکہ ہوسکتا ہی کہ از بسکہ فرشتے تبلیغ وحی کے لیے اور اکثر تقریبون کے واسطے پیغمبر خدا کی زیارت کو مامور و ماذون تھے پس اکثر آنحضرت کی زیارت سے مشرف ہوجاتے تھے اور چونکہ امام پر وحی نہین آتی اور اُنکی زیارت مکرر واقع نہین ہوتی تھی اس سبب سے جناب امیرؑ کی زیارت کی آرزو کی ہو اور دوسرا احتمال یہ بھی ہی کہ جو فرشتے زمین پر نہ آسکتے تھے بسبب اپنی بزرگی جثہ کے اُنھون نے درخواست زیارت کی پیغمبر و امام دونون کی کی ہو جیسا کہ بعض اخبار سے معلوم ہوتا ہی کہ معراج کی وجہ مین فرمایا کہ جو بڑے فرشتے زمین پر نہ آسکتے تھے اُنھون نے حق تعالی سے درخواست زیارت کی حضرت کی کی تھی تو اُنکی دعا قبول فرماکر حضرت کو آسمان پر طلب فرمایا تاکہ وہ ملائکہ بھی زیارت سے مستفیض ہوجائین تو امر اول کے بارے مین موافق درخواست ملائکہ خود حضرت نے عروج فرمایا اور چونکہ جناب

رسالتمآب خود آسمان پر اکثر تشریف لیگئے اسلیے اب صورت کی ضرورت نہ رہی اور یہ بات امام علیہ السلام کے واسطے واقع نہین ہوئی اسلیے اشتیاق اُنکا جو زیادہ ہوا تو حق تعالی نے صورت علی بن ابیطالب کو نور سے پیدا کر کے اُن فرشتون کو خوش اور مفتخر فرمایا ہو تیسرے یہ کہ اگرچہ پیغمبر خدا الیقینی جناب امیر سے افضل ہین لیکن یہ درخوست جو فرشتون نے کی کہ اپنے حبیب محمدؐ کے دوست او محبوب اور خلیفہ او وصی اور امین کے مشاہدہ جمال سے مثل اہل دنیا ہمین بھی صبح شام مشرف فرما واقع مین یہ فضیلت بذریعہ و وسیلہ جناب پیغمبر خدا تھی اور حقیقت مین یہ بھی فضیلت ازجملہ فضائل جناب رسالتمآب کے تھی جہان شب معراج کی مہمانداری مین خوان ہاے پُر الوان فضائل پر حضرت کی دعوت ہوئی تھی قبیل سے ایک یہ بھی فضیلت تھی اور واقع مین کس قدر اس امر سے حضرت پیغمبر خدا کو مسرت ہوئی ہوگی کہ حق تعالی نے کیا مرتبہ مجھے کرامت فرمایا ہو کہ میرے خلیفہ کی زیارت کو ملائکہ خواستگار رہین اور صورت نوری اُنکی زیارت گاہ سکان ملاء اعلی ہی اور اب کوئی غرابت بھی باقی نہین رہتی اور دور نہین ہی کہ اس فضیلت کا اظہار اسلیے فرمایا ہو کہ تا منکرین فضائل پر حجت تمام ہو اور اعداے دین کی شناعت اعمال سب پر واضح ہو یا اور مصالح ہون کہ جسے خدا اور رسول او حجج بعد علیہم السلام سے جانتے ہین فقط اور لیکن وہ روایات کہ جنسے یہ ثابت ہوتا ہی کہ شب معراج مین آسمان پر شکم مبارک کو پیغمبر خدا کے شق کیا اور حق تعالی سے قریب ہوئے پس قاضی عیاض نے کہ علماے حضرات اہلسنت سے ہین اسکے بارے مین کہا ہی کہ بعض علما کی راے یہ ہی کہ سوا اسکے نہین کہ یہ روایت شریک کی ہی انس سے منقول ہی فقط اور یہ روایت لائق انکار کے ہی کیونکہ شق بطن از احادیث صحیحہ کی رو سے صغر سن مین آنحضرت کے واقع ہوا ہی اور اسرا طرف آسمان کے باجماع اصحاب مبعث کے بعد واقع ہوا ہی ولیکن سہیلی نے کہا ہی کہ شق بطن دوبارہ واقع ہوا ایک بار اسلیے کہ خطوط بشریہ دور ہو جائین دوسری بار اسلیے کہ دل مین حضرت کے ایمان و حکمت بھر جاے اور کیفما کان حضرت خیر المرسلین ابتداے خلقت نور سے بمفاد کُنتُ نَبِیًّا وَّ آدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ سب کمالون سے موصوف تھے پھر حاجت ان باتون کی نہ رکھتے تھے مگر یہ کہ اور مصالح کے واسطے ایسا اتفاق ہوا ہو اور جو قول اُم المومنین عائشہ سے منقول ہی معراج جسمانی کے انکار مین کہ مَا فُقِدَ جَسَدُہٗ اسکے جواب مین قاضی عیاض نے کہا ہی کہ یہ قول اُنکا اُنکے مشاہدے کی نقل نہین ہو سکتی کیونکہ اُس وقت تک وہ پیغمبر خدا کی زوجہ نہین ہوئی تھین اور سن تمیز کو بھی نہین پہونچی تھین بلکہ محتمل تو یہ ہی کہ پیدا بھی نہوئی ہون کیونکہ زہری کے قول کے موافق اسرا ایک برس چھ مہینے کے بعد مبعث کے واقع ہوا اور ہجرت کے وقت عائشہ کا سن آٹھ برس کا تھا اور بعضون نے کہا ہی کہ مبعث کے پانچ برس کے بعد اسرا واقع ہوا اور یہ قول اشبہ ہی انتہی المحصل کلامہٗ اور صاحب عقل سلیم پر اس جگہ سے بخوبی واضح ہوگا کہ یہ قول مَا فُقِدَ جَسَدُ رَسُوْلِ اللّٰہِ لائق توجہ کے نہین ہی بلکہ از قسم خواب و خیال ہی اور واقع مین حسن فضیلت جلیلہ سے رجماً بالغیب انکار پر بدون تحقیق مبادرت کرنا ہی اور ظاہر قرآن سے انحراف ہی اعاذنا اللّٰہ و جمیع المومنین منہ الغرض جبکہ اثبات اصل معراج جسمانی سے بدلیل عقل و نقل فارغ ہوا تو بعض وہ احادیث جنسے مفصل کیفیت معراج کی واضح ہو مزید بصیرت مومنین کے لیے لکھتا ہون تاکہ اُنکے دیکھنے اور سننے سے سب کو اطلاع آنحضرت کے کمال فضیلت و علو مرتبت پر حاصل ہو

اور واضح رہے کہ جہان الفاظ متشابہ حدیث مین وارد ہوے ہین انکی توضیح و تاویل بھی بطور صحیح انشاء اللہ لکھتا جاؤنگا عیاشی
اور کلینی نے جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہی کہ شب معراج کو جبرئیل براق کو آنحضرت کی سواری کے لیے لائے
اور وہ استر سے چھوٹا اور گدھے سے قد مین بڑا تھا اور روایت کافی کے موافق یہ ہی کہ براق جب کسی پہاڑ پر پہونچتا تھا تو ہاتھ اسکے
چھوٹے اور پاؤن اسکے بڑے ہو جاتے تھے اور جب پہاڑ سے نیچے اترتا تھا تو دونون ہاتھ اسکے بڑے اور پاؤن اسکے چھوٹے
ہو جاتے تھے اور سیدھی طرف اسکے ایک یال تھی اور دو بالین اسکی پشت سر پر تھین اور عیون اخبار الرضا علیہ السلام مین اور غیر اسکے
مین بھی پیغمبر خدا سے منقول ہی کہ بدرستیکہ خداوند عالم نے میرے لیے مسخر فرمایا براق کو کہ وہ ایک جانور ہی بہشت کے چارپایون سے
کہ نہ بہت کوتاہ قامت ہی نہ زیادہ دراز بالا ہی پس اگر حق تعالی اسے حکم دے تو وہ ایسا جولانی اور تیز رفتاری کرے کہ ایکبارگی سیر مین
تمام دنیا اور مقامات آخرت پر سے گذر جاے اور وہ رنگ مین بہترین دواب ہی اور علی ابن ابراہیم قمی نے حضرت صادق علیہ السلام سے
روایت کی ہی کہ جبرئیل و اسرافیل اور میکائیل براق کو آنحضرت کی خدمت مین لاے پس ایک نے ان فرشتون مین سے لگام
پکڑی اور ایک نے رکاب کو اور ایک نے زین کو اور جو جُل اسکے اوپر پارچے تھے انہین درست کیا پس براق مضطرب ہوا
اسوقت جبرئیل نے اسکے منھ پر طمانچہ مارا اور کہا کہ ای براق ٹھہر جا پس بدرستیکہ تیری پیٹھ پر کوئی پیغمبر سوار نہین ہوا اس سے پہلے
اور نہ سوار ہوگا بعد اسکے بعد اسکے وہ حضرت براق پر سوار ہوے اور براق نے آنحضرت کو بلند کیا لیکن نہ بہت بلند اور جبرئیل علیہ السلام
حضرت کے ساتھ تھے اور آیات آسمان و زمین کے دکھاتے جاتے تھے حضرت فرماتے ہین کہ مین اسی حال مین راہ چلا جاتا تھا
کہ ناگاہ سیدھی طرف سے ایک منادی کی آواز میرے کان مین آئی کہ ای محمد مین نے اسکے جواب کی طرف التفات نہ کیا
بعد اسکے بائین جانب سے میرے کان مین آواز آئی کہ ای محمد مین اسکی طرف بھی متوجہ نہوا بعد اسکے سامنے سے میرے ایک
عورت آئی کہ دونون ہاتھ کھولے ہوے اور ساری دنیا کی زینت کیے ہوے تھی اسنے کہا کہ ای محمد آیا میری طرف دیکھتے ہو کہ میں
ایک بات مین تمسے کہون مین اسکے ساتھ بھی ملتفت نہوا بعد اسکے تھوڑی دور راہ مین چلا تھا کہ ایک آواز میرے کان مین آئی
کہ اسنے مجھے مضطرب کیا پس جبرئیل نے ایک جگہ پر مجھے اتارا اور کہا کہ نماز پڑھو مین نے نماز وہان پڑھی بعد اسکے انھون نے مجھسے
پوچھا کہ تمنے کہان نماز پڑھی مین نے کہا مین نہین پہچانتا انھون نے کہا کہ تمنے طیبہ مین نماز پڑھی ہی یعنی مدینہ مین اور یہی تمھاری
ہجرت کا مقام ہی بعد اسکے پھر مین سوار ہوا اور جسقدر کہ خدا نے چاہا مین نے مسافت قطع کی پھر مجھسے جبرئیل نے کہا کہ اترو اور
نماز ادا کرو مین نے نماز پڑھی اور پھر جبرئیل نے پوچھا کہ جانتے ہو کہ تمنے کہان پر نماز پڑھی ہی مین نے کہا نہین کہا انھون نے طور سینا؟
جہان حق تعالی نے موسی کے ساتھ کلام فرمایا تھا بعد اسکے پھر مین سوار ہوا اور جہان تک کہ خدا کو منظور تھا وہان تک مین گیا پھر
جبرئیل نے کہا کہ اترو اور نماز ادا کرو پھر مین نے نماز پڑھی اور اسکے بعد پھر جبرئیل نے مجھسے اس مقام کو پوچھا مین نے کہا کہ مین نہین
پہچانتا کہا انھون نے کہ یہ خانہ لحم ہی یعنی گوشت کا گھر ہی اور وہ ناحیہ بیت المقدس مین ہی جہان حضرت عیسی پیدا ہوے ہین بعد
اسکے پھر مین سوار ہوا و بیت المقدس تک گیا اور وہان پہونچکر براق کو مین نے ایک حلقہ مین جہان پیغمبران سابق باندھا کرتے تھے

باندھے تھے باندھا اور داخل مسجد ہوا اور جبرئیل میرے ساتھ پہلو میں تھے پس پایا میں نے ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ کو ایک جماعت
پیغمبران کے ساتھ کہ خداوند عالم نے انہیں اپنے پیغمبران سے میرے احترام کے واسطے جمع فرمایا تھا بعد اسکے نماز کی اقامت ہوئی
اور میرے گمان میں یہ تھا کہ جبرئیل پیشوا ہونگے پس جب صف بندھ گئی تو جبرئیل نے میرا بازو پکڑ کر بڑھایا اور پیشوا کیا اور میں نے
ان سب حضرات کی امامت نماز میں کی اور فخر کی راہ سے نہیں کہتا بعد اسکے میرے پاس انکی داہنوں کا خزینہ دار تین کاسے لایا
ایک میں پانی دوسرے میں شراب تیسرے میں دودھ تھا اور ایک ہاتف کی آواز کو سنا میں نے کہ وہ کہتا تھا کہ اگر پانی لے گا تو
وہ بھی اور انکی امت بھی غرق ہو جائیگی اور اگر شراب کو لیا تو خود بھی گمراہ ہوگا اور اسکی امت بھی گمراہ ہو جائیگی اور اگر دودھ کو لے گا تو
خود بھی ہدایت پائیگا اور امت بھی انکی راہ راست پر آئیگی پس کاسہ شیر کو میں نے لیا اور کچھ تھوڑا سا اس میں سے میں نے پیا اسکے بعد
جبرئیل نے مجھسے کہا کہ ہدایت پائی تمنے اور تمھاری امت نے ہدایت پائی پھر جبرئیل نے کہا کہ بیچ مسافت کے قطع کرنے میں کیا تمنے
دیکھا اور کیا سنا میں نے کہا کہ ایک شخص نے جانب راست سے میرے ندا کی جبرئیل نے کہا کہ آپ نے اسکا جواب دیا تھا میں نے
کہا کہ نہ میں نے جواب دیا نہ التفات کیا جبرئیل نے کہا کہ وہ داعی یہود تھا اگر تم انکی دعوت کو قبول کرتے تو تمھاری امت یہودی
ہو جاتی پھر جبرئیل نے پوچھا ماذا رأیت یعنی اسکے بعد پھر کیا دیکھا فرمایا کہ ایک منادی نے جانب چپ سے میرے ندا کی
جبرئیل نے کہا کہ آیا اسکا جواب دیا تھا فرمایا کہ نہیں اور نہ کچھ التفات انکی طرف کیا جبرئیل نے کہا کہ وہ داعی نصاریٰ تھا اگر تم
انکی اجابت کرتے تو ہر آئینہ تمھاری امت بعد تمھارے سب نصاریٰ ہو جاتی پھر پوچھا کہ کیا چیز تمھارے سامنے آئی تھی حضرت نے
اس عورت کا حال بیان فرمایا جبرئیل نے کہا کہ دنیا کی صورت تھی اگر آپ اس سے کلام کر لیتے تو امت آپ کی دنیا کو آخرت پر
اختیار کر لیتی آنحضرت نے فرمایا کہ بعد اسکے ایک ایسی آواز سنی کہ جسنے مجھے خوفناک کیا اور ڈرایا اسوقت جبرئیل نے مجھسے کہا کہ آیا سنا تمنے
میں نے کہا کہ ہاں جبرئیل نے کہا کہ ستر برس ہوئے کہ ایک پتھر کو کنار جہنم سے میں نے گرایا تھا اسوقت وہ زمین پر پہونچا ہے کہا گیا ہے
کہ اسکے بعد پھر کبھی پیغمبر خدا ہنسے نہیں یہاں تک کہ اس عالم سے رحلت فرمائی پھر فرمایا کہ جبرئیل بھی بلند ہوئے اور میں بھی انکے ساتھ
بلند ہوا آسمان دنیا تک اور وہاں ایک فرشتہ ہے کہ جسے اسمٰعیل کہتے ہیں اور وہ صاحب خطفہ ہے جسکے بارے میں حق تعالیٰ نے
فرمایا ہے الا من خطف الخطفۃ فاتبعہ شہاب ثاقب اور ظاہرا مراد صاحب خطفہ سے مانند مخطوف ہے یعنی ہنکانے والا اضافت کے
واسطے ادنیٰ ملابست کافی ہے اور اس فرشتہ کے زیر حکم ستر ہزار فرشتہ ہیں اور ہر فرشتہ کے ماتحت ستر ہزار ہیں پس صاحب خطفہ نے
کہا کہ اے جبرئیل تمھارے ساتھ کون ہے جبرئیل نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اسنے پوچھا کہ آیا مبعوث ہوئے جبرئیل نے کہا
کہ ہاں پس دروازہ کو کھولا اور میں نے اسپر سلام کیا اور اسنے مجھپر سلام کیا میں نے اسکے لیے طلب آمرزش کی اور اسنے میرے لیے طلب
آمرزش کی اور کہا کہ مرحبا ساتھ برادر صالح و نیکوکار کے اور پیغمبر صالح کو اور گھیر لیا مجھے فرشتوں نے ساتھ شوق تمام کے اور کوئی فرشتہ
نہ تھا مگر یہ کہ ہنستا تھا اور بشارت خواہ تھا یہاں تک کہ ایک فرشتہ میرے سامنے ایسا آیا کہ اس سے زیادہ بلند قامت فرشتہ
نہ دیکھا تھا اور منظر کراہت کریہ و بدصورت تھا اور غضب و غصہ اسکے چہرے سے ظاہر تھا اور جسطرح اور فرشتوں نے کلمات

دعا کے گئے تھے اُسنے بھی کہے لیکن وہ ہنسا نہین اور اُسکے چہرے پر بشاشت ظاہر نہوئی پس مین نے جبرئیل سے کہا کہ یہ کون ہی
مین اُسے دیکھکر خوفناک ہوا اور ڈر گیا جبرئیل نے کہا کہ اُس سے ڈرنا چاہیے کہ ہم سب اُس سے ڈرتے ہین یہ مالک خزینہ دار جہنم ہی
کبھی نہین ہنستا اور جسدن سے خداوند جبار نے جہنم کو اُسکے قبضہ اقتدار مین دیا ہی ہمیشہ خشم و غضب اُسکا دشمنان خدا پر اور
گنہگارون پر زیادہ ہوتا جاتا ہی اور خدا اُسی کے ہاتھ سے اُنسے انتقام فرمائیگا اور اگر اس سے پہلے کسی کے لیے ہنسا ہوتا یا
آپ کے بعد ہنستا تو یقینی آپ کے ساتھ ہنستا ولیکن ہرگز نہین ہنستا پس مین نے اُسپر سلام کیا اور اُسنے مجھپر سلام کیا اور مجھے
بشارت بہشت کی دی اور چونکہ جبرئیل ملکوت اعلیٰ مین مطاع و امین تھے اور سب فرشتے اُنکے فرمانبردار ہین اسلیے مین نے اُنسے
کہا کہ آیا مالک کو حکم نہین دیتے کہ جہنم کو مجھے دکھاے جبرئیل نے کہا کہ ای مالک جہنم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کو دکھاؤ مالک نے ایک پردہ
پردہ ہاے جہنم سے دور کیا اور ایک دروازہ اُسکے دروازون مین کھولا ناگاہ ایک شعلہ نے جہنم سے جوش مارا اور آسمان کی طرف
بلند ہوا کہ اُسکی شدت کے باعث سے مین ڈرا کہ مجھے نہ لیجاے مین نے کہا کہ ای جبرئیل کہو کہ اس شعلہ کو پھیرے اور جہنم کے دروازے
بند کرے پس مالک نے اُس شعلہ جہنم سے کہا کہ پھر آ وہ پھر گیا جب وہان سے آگے بڑھا تو ایک مرد گندم گون کو کہ بہت بڑے
قد و قامت مین دیکھا جبرئیل سے پوچھا مین نے کہ یہ کون ہین جبرئیل نے کہا کہ تمھارے باپ آدم ہین ناگاہ دیکھا مین نے
کہ اُنکے فرزندون کو اُنھین دکھاتے اور بتاتے ہین اور وہ کہتے ہین کہ روح اچھی ہی اور نسیم ہی جو خوشبو ہی اچھے بدن کی پس حضرت نے
یہ آیہ پڑھا کَلَّا اِنَّ کِتَابَ الْاَبْرَارِ لَفِیْ عِلِّیِّیْن پس مین نے آدم پر سلام کیا اور اُنھون نے مجھپر سلام کیا اور مین نے اُنکے لیے استغفار کی اور
اُنھون نے میرے لیے استغفار کی اور کہا کہ مرحبا خوب آے تم ای فرزند شائستہ اور پیغمبر شائستہ اور بھیجے گئے زمان شائستہ مین
بعد اُسکے مین ایک فرشتہ پر سے منجملہ فرشتون کے گذرا کہ وہ ایک مجلس مین بیٹھا تھا اور ساری دنیا اُسکے دونون زانوؤن کے
بیچ مین تھی اور ایک نور کی لوح اُسکے ہاتھ مین تھی اور اُس لوح مین نامہ لکھا ہوا تھا اور مثل مرد اندوہگین کے ہمیشہ اُس لوح مین
دیکھتا تھا اور نہ کسی جانب راست و چپ متوجہ ہوتا تھا مین نے جبرئیل سے پوچھا کہ یہ کون ہی اُنھون نے کہا کہ ملک الموت ہی
کہ ہمیشہ روح قبض کرنے مین مشغول رہتا ہی مین نے کہا کہ ای جبرئیل مجھے اُسکے پاس لیچلو کہ تا اُس سے بات کرون جب وہ اُسکے پاس
لیگئے تو مین نے اُسپر سلام کیا اُسنے جواب دیا جبرئیل نے اُس سے کہا کہ یہ پیغمبر رحمت ہی کہ حق تعالی نے اُسے اپنے بندون پر بھیجا ہی
پس یہ سنکر اُسنے مجھے مرحبا کہا اور محبت کی اور کہا کہ بشارت ہو تجھے ای محمد کہ مین ہر نیکی کو تیری اُمت مین دیکھتا ہون مین نے کہا کہ مین
اُس خداوند کی حمد بجا لاتا ہون جو بخشنے والا اور صاحب نعمت اپنے بندون پر ہی حمد کرتا ہون اور یہ سب فضل و رحمت میرے پروردگار کی مجھپر ہی
بعد اُسکے جبرئیل نے کہا کہ اس فرشتہ کا کام سب سے زیادہ سخت ہی اور بہت ہی مین نے کہا کہ آیا سب کی روح یہ خود قبض کرتا ہی
جبرئیل نے کہا کہ ہان مین نے کہا کہ ای ملک الموت جہان جہان کہ مخلوق ہوتے ہین تم سب کو دیکھتے ہو اور سب پاس جاتے ہو
اُنھون نے کہا کہ ہان ساری دنیا بسبب اسکے کہ حق تعالی نے اُسے میرا مسخر کر دیا ہی اور مجھے اُسپر اختیار دیا ہی مثل ایک درم کے ہی
جو تمھارے ہاتھ مین ہو کہ جسطرح چاہو اُسے پھیر سکتے ہو کوئی گھر نہین ہی کہ جسمین پانچ بار ہر روز اُس گھر والون مین سے ایک ایک کو

نہین دیکھ لیتا اور ڈھونڈھ نہین لیتا اور جب اہل میت مردہ پر اپنے روتے ہین تو مین اُنسے کہتا ہون کہ رووہی بات پر کہ ابھی
مجھے تم مین آنا ہی اور پھر آنا ہی یہان تک کہ تم مین سے کسی کو نہ چھوڑونگا حضرت فرماتے ہین کہ مین نے کہا کہ موت کافی ہی
آدمی کے غم واندوہ کرنے کو جبرئیل نے کہا کہ جو کچھ مرنے کے بعد ہی وہ موت سے بدتر ہی پھر وہان سے آگے بڑھا اور ایک
جماعت کے پاس پہونچا کہ اُنکے سامنے خوان گوشت اچھے اور سڑے ہوے گوشت کے رکھے تھے اور وہ سڑے گوشت کو
کھاتے تھے اور اچھے گوشت کو نہ کھاتے تھے مین نے پوچھا کہ یہ کون ہین جبرئیل نے کہا کہ یہ چند گروہ ہین کہ حلال کو دنیا مین
ترک کرتے تھے اور حرام کو کھاتے تھے اور یہ تیری امت سے ہین اے محمد بعد اُسکے ایک فرشتے کو دیکھا کہ حق تعالی نے اُسے
ایک نیرنگی خلقت پر پیدا کیا تھا آدھا بدن اُسکا آگ کا تھا اور آدھا بدن اُسکا برف کا تھا اور نہ برف آگ کو بجھاتی تھی اور نہ
آگ برف کو پگھلاتی تھی اور وہ بصدائے عظیم ندا کرتا تھا کہ مین تنزیہ کرتا ہون اُس خدا کی جسنے اِس آگ کی گرمی کو محفوظ
رکھا ہی کہ برف کو نہین پگھلاتی اور برف کی سردی کو محفوظ رکھا ہی کہ آگ کو نہین بجھاتی یعنی وہ ایسا خداوند ہی کہ جسنے الفت دی ہی
آگ اور برف مین الفت دی اپنے مومن بندون کے دلون مین مین نے کہا اے جبرئیل یہ کون ہی اُنھون نے کہا کہ یہ نیک ترین خیرخواہ
فرشتون کا خدا کے اہل زمین کے بندگان مومن کے واسطے ہی جس روز سے خدا نے اُسے پیدا کیا ہی اب تک مومنین کیلیے
یہی دعا کرتا ہی پھر فرمایا کہ دو فرشتے مین نے آسمان پر دیکھے کہ وہ ندا اسطرح کرتے تھے ایک کہتا تھا اللّٰھم اعط کل منفق خلفا
یعنی خداوندا جو تیری راہ مین اپنا مال صرف کرے اُسے عوض دے اور دوسرا کہتا تھا اللّٰھم اعط کل ممسک تلفا یعنی خداوندا
جو تیری راہ مین امساک کرتا ہی اور مال نہین دیتا اُس مال کو تلف کر بعد اُسکے چند گروہ کو دیکھا اور اُنکے قریب پہونچا کہ اُنکے
ہونٹ مثل اونٹ کے ہونٹ کے تھے اور فرشتے اُنکے پہلوؤن سے گوشت کو قینچی سے کاٹتے تھے اور اُنکے منھ مین ڈالتے تھے
مین نے جبرئیل سے پوچھا کہ یہ کون ہین جبرئیل نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہین جو مومنین پر چشمک کرتے تھے اور اُنکے عیوب کو ڈھونڈھتے تھے
پھر ایک گروہ کے اوپر گذرا کہ اُنکے سرون کو پتھر سے کوٹتے تھے مین نے جبرئیل سے پوچھا کہ یہ کون ہین اُنھون نے کہا کہ یہ وہ ہین
جو سو گئے اور نماز عشا نہ پڑھی بعد اسکے اور ایک جماعت کے پاس سے گذرا کہ فرشتے آگ کو اُنکے منھ مین ڈالتے تھے اور
وہ اُنکی براز کی راہ سے نکلتی تھی مین نے پوچھا یہ کون ہین اُنھون نے کہا یہ وہ ہین جنھون نے ناحق یتیمون کا مال کھایا ہی
جیسا کہ حق تعالی نے فرمایا ہی اِنَّ الَّذِینَ یَاکُلُونَ اَموَالَ الیَتَامٰی ظُلمًا اِنَّمَا یَاکُلُونَ فِی بُطُونِھِم نَارًا وَسَیَصلَونَ سَعِیرًا
یعنی بدرستیکہ جو کھاتے ہین مال یتیمون کا بظلم وستم وہ نہین کھاتے اپنے پیٹ مین مگر آگ کو اور قریب ہی کہ جلینگے آتش جہنم مین
پھر حضرت نے فرمایا کہ مین ایک اور جماعت کے پاس سے گذرا کہ وہ جب چاہتے تھے کہ اُٹھ کھڑے ہون تو اپنے پیٹ کی بزرگی کے
باعث سے نہ اُٹھ سکتے تھے مین نے جبرئیل سے پوچھا کہ یہ کون ہین اُنھون نے کہا کہ یہ سود کھانے والے ہین جیسا کہ حق تعالی نے
قرآن مین اُنکے حال کو بیان کیا ہی اور مثل آل فرعون کے ہر صبح وشام اُنھین آتش جہنم پر عرض کرتے ہین اور شدت عذاب سے
وہ کہتے ہین کہ خداوندا کب قیامت برپا ہوگی پھر چند عورتون پر سے گذرا کہ اُنھین چھاتیون پر لٹکایا تھا مین نے جبرئیل سے

پوچھا

پوچھا کہ یہ کون ہین انھون نے کہا کہ یہ وہ ہین جنھون نے اپنے شوہر کے گھر مین زنا کیا اور اولاد زنا کو اپنے شوہرون سے ملایا اور اپنے شوہرون کے مال کو اُنھین میراث مین دیا پھر حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا کہ سخت ہی غضب خدا کا اُس عورت پر جو کسی جماعت پر اُنکی نسبت مین کسی غیر کو اُنکے داخل کرے جو زنا سے پیدا ہوا ہو کہ وہ اُنکی عورتون پر مطلع ہو اور اُنکے مال کو ناحق کھاے حضرت نے فرمایا کہ پھر مین چند فرشتون کے پاس فرشتگان خدا سے گذرا کہ حق تعالی نے اُنھین جسطرح چاہا پیدا کیا اور اُنکے منہ جس جہت مین چاہا رکھے ہین اور ہر طبقہ اُنکے بدنون کے طبقات مین سے تسبیح و تحمید حق تعالی کی کرتا ہے اور ہر طرف سے بصداہاے مختلف آوازین شکر و حمد کی خدا کے بلند کرتے ہین اور خوف خدا سے روتے ہین مین نے جبرئیل سے پوچھا کہ یہ کون ہین جبرئیل نے کہا کہ جسطرح تم اُنھین دیکھتے ہو اسی طرح پیدا کیے گئے ہین اور جس دن سے پیدا ہوے ہین جو دو فرشتے کہ ایک دوسرے کے پہلو مین ہین اُنھون نے آپس مین کبھی بات نہین کی اور نہ سر اوپر بلند کیا ہے اور نہ اپنے پاؤن کے نیچے آنکھ سے دیکھا ہے بسبب اسکے کہ خشوع و تذلل اور خوف جناب باری کا اُنپر غالب ہے جب مین نے اُنپر سلام کیا ایما و اشارے سے تو اُنھون نے جواب سلام تو دیا مگر لیکن بسبب زیادتی خشوع کے بات نہ کی اُسوقت جبرئیل نے کہا کہ یہ محمد پیغمبر رحمت ہین کہ حق تعالی نے اُنھین رسالت و نبوت کے ساتھ اپنے بندون پر بھیجا ہے اور وہ آخر سب پیغمبرون کے اور سب سے بہتر ہین آیا تم اُنسے بھی کلام نہین کرتے جب یہ کلام جبرئیل سے سنا تو مجھپر سلام کیا اور مجھے گرامی رکھا اور نیکی کے ساتھ بشارت دی میرے لیے اور میری اُمت کے واسطے بعد اسکے وہان سے مجھے دوسرے آسمان پر لیگئے وہان دو شخصون کو مین نے دیکھا کہ وہ آپس مین بہت مشابہ تھے مین نے پوچھا کہ ای جبرئیل یہ کون ہین اُنھون نے کہا کہ یہ دونون خالہ زاد ہین یحیی اور عیسی بن مریم پس مین نے اُنپر سلام کیا اور اُنھون نے مجھپر سلام کیا اور مین نے اُنکے لیے استغفار کیا اور اُنھون نے میرے لیے استغفار کیا اور کہا کہ مرحبا خوب آئے اچھے بھائی اور اچھے پیغمبر اور اُس آسمان مین بھی خشوع کے فرشتون کو دیکھا کہ منہ اُنکے اُدھر متوجہ تھے جدھر خدا نے فرمایا تھا اور دوسری طرف متوجہ نہوتے تھے اور اُنکی تسبیح و تقدیس خدا کے واسطے اور فرشتون کی تسبیح و تقدیس سے غیر تھی بعد اسکے مین تیسرے آسمان پر گیا اور اُس جگہ پر مین نے ایک شخص کو دیکھا کہ اُنکے حسن کی زیادتی جمیع مردم پر مثل زیادتی ماہ شب چہاردہ کے اور ستارون پر تھی مین نے جبرئیل سے پوچھا کہ یہ کون ہین اُنھون نے کہا کہ یہ تمھارے بھائی یوسف ہین یہ سنکر مین نے اُنپر سلام کیا اور اُنھون نے مجھپر سلام کیا اور مین نے اُنکے لیے طلب مغفرت کی اور اُنھون نے میرے لیے استغفار کی اور کہا کہ خوب آئے ای پیغمبر شائستہ اور برادر شائستہ جو زمان شائستہ مین مبعوث ہوے اور اس آسمان پر بھی فرشتگان خشوع کو مثل پہلے اور دوسرے آسمان کے دیکھا اور جو کچھ جبرئیل نے اُنسے کہا تھا وہ اُنسے بھی کہا اور جو اُن فرشتون نے مجھسے کہا تھا وہی اُنھون نے بھی کہا اور جب چوتھے آسمان پر گیا تو وہان ایک مرد کو دیکھا مین نے پوچھا جبرئیل سے کہ یہ کون ہین اُنھون نے کہا کہ یہ ادریس ہین کہ حق تعالی نے اُنھین مکان بلند پر پہونچایا ہے جیسا کہ قرآن مین فرماتا ہے وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا اور مین نے اُنپر سلام کیا اور اُنھون نے مجھپر سلام کیا اور مین نے اُنکے لیے استغفار کی اور اُنھون نے میرے لیے استغفار کی اور پر خشوع کے فرشتون کو دیکھا مین نے جیسا کہ اُسکے پہلے دو آسمانون پر دیکھا تھا

اور انھون نے خیر و نیکی کی بشارت میرے لیے اور میری امت کے لیے دی پس ایک فرشتہ کو مین نے دیکھا کہ وہ ایک کرسی پر
بیٹھا تھا اور ستر ہزار فرشتے اسکے فرمان و اطاعت مین تھے کہ جنکے ایک ایک کے ماتحت ستر ہزار فرشتہ مطیع تھا پس مین نے
گمان کیا کہ اس سے زیادہ کوئی فرشتہ بڑا نہوگا ناگاہ جبرئیل نے اس سے پکار کر کہا کہ اٹھ کھڑا ہو پس وہ فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور اب تا روز
قیامت کھڑا رہیگا اور جب آسمان پنجم پر پہونچا تو وہان مین نے ایک پیر مرد کو دیکھا کہ انکی آنکھین ایسی بڑی تھین کہ مین نے ایسی بڑی
آنکھ نہین دیکھی تھی اور بہت سے انکی امت کے انکے گرد بیٹھے تھے انکی کثرت دیکھکر مین نے تعجب کیا اور جبرئیل سے پوچھا کہ یہ کون ہین
انھون نے کہا کہ یہ وہ پیغمبر ہین جنکی امت انھین دوست رکھتی تھی یہ ہارون پسر عمران ہین پس مین نے انپر سلام کیا اور انکے لیے استغفار کیا
پس فرشتگان خشوع کو دیکھا مثل اور آسمانون کے اور جب چھٹے آسمان پر گیا تو ایک مرد بلند قد گندم گون کو دیکھا کہ انکے بدن پر بال
ایسے بھرے تھے کہ اگر دو پیراہن پہنین جب بھی بال اس سے باہر آئین انھین سنا مین نے کہ کہتے ہین کہ بنی اسرائیل گمان کرتے ہین
کہ مین خدا کے نزدیک عزیزترین فرزندان آدم ہون اور یہ مرد خدا کے سامنے مجھسے زیادہ معزز ہے مین نے پوچھا کہ جبرئیل یہ
کون ہین انھون نے کہا کہ یہ موسی پسر عمران ہین مین نے انپر سلام کیا انھون نے مجھپر سلام کیا مین نے انکے لیے استغفار کی انھون نے
میرے لیے استغفار کی اور اس آسمان پر بھی فرشتگان خاشع کو دیکھا جیسا اور آسمانون پر دیکھا تھا اور جب وہان سے ساتوین
آسمان پر گیا تو جس فرشتے سے فرشتگان خدا کی ملاقات ہوئی اسنے کہا کہ ای محمد حجامت کرو اور اپنی امت کو حکم کرو کہ حجامت کرین
ناگاہ اس جگہ ایک مرد کو دیکھا مین نے کہ انکے سر کے اور داڑھی کے بال سفید تھے اور کرسی پر بیٹھے تھے مین نے کہا کہ ای جبرئیل
یہ کون ہین کہ ساتوین آسمان پر جوار رحمت الہی مین بیت المعمور کے دروازے پر بیٹھے ہین انھون نے کہا کہ یہ تمہارے باپ ابراہیم ہین علیہ السلام
اور یہی جگہ ہے تمہاری امت کے پرہیزگارون کی پس حضرت نے اس آیہ کی تلاوت فرمائی ان اولی الناس بابراہیم للذین اتبعوہ
وہذا النبی والذین آمنوا واللہ ولی المؤمنین یعنی بدرستیکہ سزاوارترین مردم ساتھ ابراہیم کے وہ ہین جنھون نے انکی پیروی کی اور یہ
پیغمبر اور وہ لوگ جنھون نے ایمان اس پیغمبر کے ساتھ قبول کیا اور خدا مومنین کا یاور ہے اور مددگار ہے حضرت نے فرمایا کہ پس
مین نے انپر سلام کیا اور انھون نے مجھپر سلام کیا اور کہا کہ مرحبا پیغمبر شایستہ اور فرزند شایستہ جو زمان شایستہ مین مبعوث ہوا
اور اس آسمان مین بھی فرشتگان خشوع کو مین مثل اور آسمانون کے دیکھا اور ان سب نے مجھے نیکی کے ساتھ میرے لیے اور میری
امت کے لیے بشارت دی اور ساتوین آسمان مین نور کے دریا دیکھے کہ چمکتے تھے اور نور پر انکے آنکھ نہ ٹھہرتی تھی اور برف کے
دریا دیکھے اور جب ان امور غریبہ کے دیکھنے سے مجھے ڈر عارض ہوتا تھا تو جبرئیل کہتے تھے کہ ای محمد خوش ہو اور فکر کرو اپنے پروردگار کے
بارے مین جسنے تمھین ان کرامتون اور بخششون کے ساتھ گرامی کیا ہے پس حق تعالی نے مجھے اپنی قوت و مدد سے قوت عطا فرمائی تماشا
دیکھنے پر ان عجائبات کے اور پہونچے پر ان غرائبات کے پس جبرئیل نے مجھسے کہا کہ ای محمد تم جو کچھ دیکھتے ہو اسے عظیم و بزرگ شمار
کرتے ہو اور تمہارے پروردگار کی بزرگی و عظمت اس سے زیادہ ہے کہ اسکی عظمت کے پہلو مین کوئی چیز بڑی ہو اور جو کچھ تمنے
ابھی تک آثار عظمت پروردگار سے نہین دیکھا وہ اس سے جو دیکھ چکے ہو بہت عظیم و بزرگ ہے اور بدرستیکہ حق تعالی کے اور اسکی

خالق کے درمیان مین نوے ہزار پردہ ہین یعنی حجاب ہائے معنوی نوے ہزار ہین یا یہ کہ جو محل وحی کے لیے صادر ہونیکا ہو اُسکے
اور مخلوقات ذوی العقول کے بیچ مین نوے ہزار حجاب اور پردہ ہی اور نزدیک ترین خلائق محل صدور وحی سے مین ہون اور اسرافیل
اور میرے اور اُنکے بیچ مین چار پردے ہین ایک نور کا ایک ظلمت کا ایک ابر کا ایک پانیکا اور حضرت نے فرمایا کہ از جملہ عجائبات
مخلوقات الٰہی کے جبکا مین نے مشاہدہ کیا ایک مرغ تھا کہ پاؤن اُسکے منتہاے طبقہ زمین مین تھے اور سر اُسکا قریب عرش
حق تعالیٰ کے تھا اور دو پیر رکھتا تھا کہ جب اپنے پرون کو کھولتا تھا تو وہ مشرق و مغرب مین پہونچتے تھے اور تسبیح اُسکی یہ تھی کہ
سُبحان ہی میرا پروردگار اور اُسکی شان عظیم تر ہی اُس سے کہ کوئی اُسے دریافت کر سکے اور پا سکے اور صبح کے وقت وہ اپنے پرون کو
کھولتا ہی اور تلے اوپر مارتا ہو اور کہتا ہی سُبحانَ اللّٰہِ المَلِکِ القُدُّوس سُبحانَ اللّٰہِ الکَبیرِ المُتعال لا اِلٰہَ اِلّا اللّٰہُ الحیُّ القیّوم اور جب اُسکی آواز بلند
ہوتی ہی تو جتنے زمین پر مرغ ہین وہ اپنے پرون کو مارتے ہین اور حق تعالیٰ کی تسبیح کے ساتھ آواز بلند کرتے ہین اور جب وہ
چپ ہو رہتا ہی تو سب مرغ چپ ہو جاتے ہین اور بال اُس مرغ کے ایک عرش سفید ہی اور بالون کے نیچے اُسکے جو پر ہین ایسی سبز رنگ
اور اُس سفیدی اور سبزی اور درخشندگی کی اُن دونون رنگون کی تعریف نہین ہو سکتی پس جبرئیل کے ساتھ مین گیا یہانتک
کہ بیت المعمور مین داخل ہوا مین اور دو رکعت نماز کی مین نے ادا کی اور ایک جماعت اپنے اصحاب سے مین نے دیکھی کہ وہ
جامہ ہائے سفید پہنے ہوئے میرے ساتھ تھے اور ایک جماعت کو اُنھین سے دیکھا کہ پرانی اور کثیف پوشاک پہنے تھی
لیکن جو سفید پوشاک پہنے تھے وہ بیت المعمور کے اندر داخل ہوئے اور جو جامہ ہائے کثیف پہنے تھے اُنھین اندر آنے کو
منع کیا اور جب بیت المعمور سے مین باہر نکلا تو دو نہرون کو دیکھا مین نے کہ ایک کو کوثر کہتے ہین اور دوسری کو نہر رحمت کہتے ہین
پس نہر کوثر سے مین نے پانی پیا اور نہر رحمت سے مین نے غسل کیا اور یہ دونون نہرین میرے ساتھ رہین جب تک کہ داخل
ہوا مین بہشت مین اور دونون طرف اُن نہرون کے مین نے گھر دیکھے اپنے اور اپنے اہلبیت اور ازواج طاہرہ کے اور بہشت کی
خاک مشک تھی اور ایک لڑکی کو دیکھا مین نے کہ بہشت کی نہرون مین غوطے کھاتی تھی مین نے اُس سے پوچھا کہ تو کس کے لیے ہی
اُسنے کہا کہ مین زید بن حارثہ کے ہون جب مین زمین پر آیا تو زید کو مین نے بشارت دی اور مرغان بہشت کو بزرگی مین بختی کے
اونٹون کے برابر دیکھا اور جو انار بہشت مین ہین اُنھین بڑے ڈول کے برابر پایا مین نے اور ایک درخت بہشت مین ایسا
دیکھا مین نے کہ اگر کسی مرغ پرندہ کو اُسکی جڑ مین چھوڑ دین اور وہ اڑکر چاہے کہ سات سو برس مین گرد اُسکے پھر آوے تو نہین
ہو سکتا اور کوئی گھر بہشت مین نہ تھا مگر یہ کہ ایک شاخ اُسکی اُس گھر مین تھی مین نے کہا کہ ای جبرئیل یہ کون درخت ہی اُنھون نے
کہا کہ یہ درخت طوبیٰ ہی جو حق تعالیٰ نے قرآن مین فرمایا ہی طُوبیٰ لَھُمْ وَحُسْنُ مَآب حضرت فرماتے ہین کہ جب مین بہشت مین داخل ہوا
اور جو عجائب کہ ساتوین آسمان پر مین نے دیکھے تھے اور اُسکی دہشت میرے دل مین تھی وہ مجھسے برطرف ہوئی تو مین نے جبرئیل سے
پوچھا کہ وہ جو دریا مین نے دیکھے تھے وہ کیا تھے اُنھون نے کہا کہ وہ سرادقات حجب تھے اور اگر وہ نہوتے تو عرش کا نور جو کچھ
اُسکے نیچے ہی سبکو جلا دیتا بعد اُسکے وہان سے سدرۃ المنتہیٰ تک پہونچا اور ہر پتا اُسکا بڑی بڑی اُمتون پر سایہ ڈالتا ہی اور وہان سے

مرتبہ قرب معنوی مین حق تعالی کے بمنزلت قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی پہونچا اور قابل مناجات کے اپنے پروردگار کے ساتھ ہوا پس مجھے ندا فرمائی کہ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْهِ یعنی ایمان لایا رسول ساتھ اُس چیز کے کہ جو اُسکی طرف جانب پروردگار سے اُسکے بھیجا گیا تھا حضرت نے فرمایا کہ اِس ارشاد کے بعد مین نے اپنی طرف سے اور اپنی اُمت کی طرف سے عرض کیا وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ یعنی سب مومن ایمان لاے ساتھ خدا کے اور اُسکے فرشتون کے اور اُسکی کتابون کے اور اُسکے پیغمبرون کے اور کہتے ہین کہ ہم تفرقہ نہین ڈالتے اُسکے رسولون کے بیچ مین کسی مین بلکہ سب کے ساتھ ہم ایمان لاتے ہین حضرت نے فرمایا کہ پھر مین نے عرض کیا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ یعنی سنا ہمنے جو خدا نے ہمارے فرمایا اور اطاعت کی ہمنے اور طلب کرتا ہون مین تیری آمرزش و بخشش کو ای میرے پروردگار اور تیری طرف ہم بازگشت سب کی پس حق تعالی نے فرمایا لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ یعنی خدا تکلیف نہین دیتا کسی نفس کو مگر موافق اُسکی طاقت کے اور نفع ہر کار نیک کا اُسکے واسطے ہی اور ضرر ہر کار بد کا اُسی کے اوپر ہی پھر مین نے کہا کہ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا یعنی پروردگارا ہمسے دار و گیر نہ کر اُس سے جو کچھ کہ ہم بھول جائین یا خطا کرین اور از روے قرآن یعنی یا بے اُسکے کہ گناہ کا ارادہ کرکے کرین حق تعالی نے فرمایا کہ مین تمسے مواخذہ نہ کرونگا بعد اُسکے مین نے عرض کیا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا یعنی ای میرے پروردگار ہمپر وہ بوجھ نہ رکھ جیسا کہ تو نے بوجھ رکھا تھا اُنپر جو ہمسے پہلے تھے حق تعالی نے فرمایا کہ تمپر بوجھ نہ کرونگا پھر مین نے عرض کیا کہ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ یعنی ای میرے پروردگار ہمپر بار نہ کر اُس چیز کا جسکے اُٹھانے کی ہمین طاقت نہین ہی اور ہمسے درگذر اور ہمارے گناہون کو بخش دے اور ہمپر رحم کر تو ہمارا مددگار اور کارساز ہی پس نصرت دے ہمین گروہ کفار پر پس حق تعالی نے فرمایا کہ عطا فرمایا تجھے اور تیری اُمت کو جو کچھ کہ تو نے طلب کیا ہی حضرت صادق علیہ السلام فرماتے ہین کہ حق تعالی نے کسی پیغمبر کو ایسا گرامی نہین فرمایا جیسا کہ آنحضرت کو گرامی فرمایا اور ان خصلتون کو اُنھین عطا فرمایا پھر حضرت رسول فرماتے ہین کہ مین نے عرض کیا کہ خداوندا تو نے فضیلتین اور بزرگیان اپنے پیغمبرون کو عطا فرمائین پس مجھے بھی عطا فرما حق تعالی نے فرمایا کہ اُن چیزون سے جو تجھے مین نے عطا کی ہی دو کلمے ہین جو میرے عرش کے خزانون سے ہین ایک لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ دوسرا لَا مَنْجَا مِنْكَ اِلَّا اِلَيْكَ حضرت فرماتے ہین کہ عرش کے اُٹھانے والون نے ایک دعا مجھے تعلیم کی کہ صبح و شام سے پڑھا کرون اور وہ دعا یہ ہی اَللّٰهُمَّ اِنَّ ظُلْمِيْ اَصْبَحَ مُسْتَجِيْرًا بِعَفْوِكَ وَذَنْبِيْ اَصْبَحَ مُسْتَجِيْرًا بِمَغْفِرَتِكَ وَخَوْفِيْ اَصْبَحَ مُسْتَجِيْرًا بِاَمَانِكَ وَفَقْرِيْ اَصْبَحَ مُسْتَجِيْرًا بِغِنَاكَ وَوَجْهِيَ الْبَالِيْ اَصْبَحَ مُسْتَجِيْرًا بِوَجْهِكَ الْبَاقِي الَّذِيْ لَا يَفْنٰى بعد اُسکے حضرت نے فرمایا کہ پھر مین نے ایک فرشتے کی آواز سنی کہ وہ اذان کہتا تھا اور اُس سے پہلے کسی نے آسمان پر اُس ملک کو نہین دیکھا تھا جب اُسنے کہا اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ حق تعالی نے فرمایا کہ سچ کہتا ہی بندہ مومن مین اُس سے بہت بزرگ ہون کہ خلائق کی عقل مجھ تک پہونچ سکے اور جلالت معنوی مین سب چیزون سے بہت زیادہ بڑا ہون اور جب اُس فرشتے نے دو بار کہا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ حق تعالی نے فرمایا سچ کہتا ہی میرا بندہ کوئی

خداوند

خداوند میرے سوا نہین ہی اور جب دو بار کہا اُسنے اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ تو حق تعالی نے فرمایا کہ سچ کہتا ہی بندہ میرا کہ محمد میرا بندہ
اور پیغمبر ہی مین نے اُسے پیغمبری کے لیئے بھیجا ہی اور اُسے برگزیدہ کیا ہی اور جب کہا اُسنے حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ تو حق تعالی نے
فرمایا کہ میرا بندہ سچ کہتا ہی اور آدمیون کو فریضہ کی طرف طلب کرتا ہی جو کوئی از روے خواہش نماز کے لیے سعی کرے اور اُسکی
غرض میری رضامندی ہو تو وہ نماز کفارہ اُسکے گناہون کا ہوگی اور جب کہا اُسنے حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ تو خداوند جبار نے فرمایا کہ
نماز شائستگی اور فیروزی اور رستگاری کا موجب ہی پھر مین آگے نماز پڑھانے کو کھڑا ہوا آسمان مین اور فرشتون نے میرے ساتھ
اقتدا کیا جیسا کہ بیت المقدس مین پیغمبرون نے اقتدا میرا کیا تھا اور جب مین نماز سے فارغ ہوا تو مجھے حق تعالی کی محبت نے گھیر
گھیرا اور مین سجدے مین گرا پس حق تعالی نے مجھے ندا دی اور فرمایا کہ جو پیغمبر کہ تجھسے پہلے تھے اُن سب پر پچاس نماز واجب
کی تھی اور اُسے تجھپر اور تیری اُمت پر واجب کیا پس تو اپنی اُمت کے ساتھ اِن نمازون پر قیام کر بعد اُسکے حضرت نے فرمایا
کہ جب مین پھرا تو ابراہیم اور جس جس پیغمبر پر سے مین گذرا کسی نے مجھسے کچھ نہ پوچھا مگر جب حضرت موسیٰ پر سے گذرا مین تو اُنھون نے
پوچھا کہ تمنے کیا کیا مین نے کہا کہ حق تعالی نے پچاس نماز مجھپر اور میری اُمت پر واجب فرمائی حضرت موسیٰ نے کہا کہ ای محمد
پروردگار تیرا عبادت سے بے نیاز ہی اور اُمت تمھاری سب اُمتون سے آخر اور ضعیف ہی پچاس نماز کی تکلیف کی طاقت
نہین رکھتی پھر جاؤ اور خدا سے سوال کرو کہ تمھاری اُمت پر تخفیف فرماے پس مین پھر پھرا اور سدرۃ المنتہی تک پہونچا اور سجدہ کیا
اور عرض کیا کہ ای میرے پروردگار تو نے مجھپر اور میری اُمت پر پچاس نماز واجب فرمائی ہی اور یہ ہمپر دشوار ہی اپنے فضل سے ہمپر
تخفیف فرما حق تعالی نے دس نمازین مجھے بخشین جب پھر مین پھرا اور حضرت موسیٰ سے کہا تو اُنھون نے کہا کہ پھر پھرو اور شفاعت
کرو کہ اور خدا الکم کرے کہ تمھاری اُمت کو چالیس نماز روز پڑھنے کی طاقت نہین ہی پھر مین پھرا اور سدرۃ المنتہی تک پہونچا اور سجدہ
اور تضرع کیا یہان تک کہ دس نمازین اور خدا نے بخشین پھر جب حضرت موسیٰ تک پہونچا تو اُنھون نے کہا ابھی پھر پھرو اور شفاعت
کرو کہ تمھاری اُمت اِس تکلیف کی بھی طاقت نہین رکھتی اِسی طرح جب مین سدرۃ المنتہی تک آنکر سجدہ کرتا تھا اور تضرع کرتا تھا تو
حق تعالی تخفیف فرماتا تھا اور پھر جب مین حضرت موسیٰ تک پہونچتا تھا تو وہ مجھے پھیرتے تھے یہان تک پانچ نمازون تک نوبت
پہونچی پھر موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ جاؤ اور شفاعت کرو مین نے کہا کہ ای موسیٰ اب تو مجھے شرم آتی ہی کہ اس سے زیادہ سوال
تخفیف کرون مین اب اِن پانچ نماز پر صبر کرتا ہون بعد اُسکے مجھے حق تعالی نے ندا فرمائی کہ جو تو نے پانچ نمازون پر صبر کیا مین نے اِن
پانچ پر پچاس نماز کا ثواب تجھے اور تیری اُمت کو عطا کیا اور ہر نماز کو دس نماز کے ساتھ قبول کرونگا اور جو کوئی تیری اُمت سے ایک
حسنہ بجا لاویگا دس حسنہ اُسکے واسطے مین لکھونگا اور اگر نیت کریگا اور نہ بجا لائگا تو ایک حسنہ اُسکے لیے لکھونگا اور جو کوئی اُسنے
گناہ کا ارادہ کریگا اور اُسے عمل مین نہ لائگا اُسپر کچھ نہ لکھونگا اور اگر بجا لائگا تو ایک گناہ اُسپر لکھونگا پھر حضرت صادق علیہ السلام
فرماتے ہین کہ خدا موسیٰ ابن عمران کو اِس اُمت کی طرف سے جزاے نیک عطا فرماے کہ اُنکے وجہ سے اُنھون نے ہلکا کیا اور
تکلیف کو اُنکی آسان کیا اور ابن بابویہ علیہ الرحمہ نے بسند معتبر روایت کی ہی کہ زید بن علی ابن الحسین نے اپنے پدر عالی مقدار جناب

جناب امام زین العابدین علیہ السلام سے سوال کیا کہ آپ مجھے آگاہ فرمائیے کہ جب ہمارے جد عالیمقدار رسول خدا
معراج پر تشریف لیگئے اور حق تعالی نے پچاس نمازین انکی امت پر واجب فرمائین تو کیا سبب تھا کہ حق تعالی سے سوال نہ کیا کہ
تخفیف فرما تا پھر یہان تک کہ جب حضرت موسی علیہ السلام نے کہا کہ آپ پھر جائیے اور خدا سے سوال کیجے کہ انکے
اوپر تخفیف فرمائے اوسوقت پھرے اور سوال کیا یہ سنکر حضرت نے فرمایا کہ ای فرزند رسول خدا نے اس بات کو خلاف ادب جانا
کہ جس چیز کی خدا نے انکو اور انکی امت کو تکلیف دی خود پہلے اُسے رد کرین اور جب پیغمبر بزرگ مرتبہ مثل موسی نے انکی امت کے
واسطے آنحضرت سے شفاعت کی پھر اوسوقت آنحضرت کو یہ جائز نہ تھا کہ اپنے بھائی موسی کی شفاعت کو رد کرین اسلیے پھرے
اور مکرر حضرت موسی کی شفاعت کے موافق سوال کیا یہان تک پانچ نمازین قرار پائین زید نے کہا کہ ای باپ حضرت موسی نے
تو پانچ نمازون کے واسطے بھی شفاعت کی تھی پھر آپ کیا وجہ تھی کہ انکی شفاعت کے موافق نہ پھرے او تخفیف کی استدعا نہ کی حضرت
امام زین العابدین نے فرمایا کہ ای فرزند حضرت چاہتے تھے کہ امت کے لیے تخفیف بھی ہو اور ثواب بھی انکا مثل پچاس نماز کا ثواب
باقی رہے اور اگر پانچ نماز سے کم ہو جاتین تو پچاس نماز کا ثواب نہ رہتا کیونکہ حق تعالی فرماتا ہی کہ مَن جاءَ بالحسنة فلہ عشر
امثالھا یعنی جو کوئی ایک نیکی کرے اُسکے واسطے دس مثل اُسکے ہی اور اسی لیے جب حضرت زمین پر تشریف لائے تو جبرئیل
نازل ہوے اور کہا کہ ای محمد تمھارا پروردگار تمکو سلام فرماتا ہی اور ارشاد کرتا ہی کہ یہ پانچ نمازین پچاس کے برابر ہین اور میرے کہے
ہوے مین تغیر نہین ہی اور مین ستم کرنے والا اپنے بندون پر نہین ہون فقط پوشیدہ نرہے کہ حق تعالی کے احکام مین تغیر و نسخ موافق
مصالح خاص و عام کے واقع ہوتا ہی پس یہ جو فرمایا ہی کہ میرے کہے ہوے مین تغیر نہین ہوتا یا محمول اس امر پر ہی کہ بدون تغیر مصلحت
متغیر نہین ہوتا یا یہ قول مخصوص اسی کے ساتھ ہی جسکے لیے وارد ہوا ہی یعنی حکم نماز پنجگانہ یا جمیع احکام آنحضرت کی شریعت کے سوا انکے
جو آنحضرت کے سامنے منسوخ ہو گئے کیونکہ حلال محمد حلال الی یوم القیامة و حرامہ حرام الی یوم القیامة اسپر دلالت کرتا ہی اور اسکا سبب
یہ ہی کہ وہ حضرت ختم المرسلین ہین اور بعد آنحضرت کے کوئی پیغمبر نہ آئیگا جو انکے احکام کا نسخ کرے بلکہ شریعت حضرت کی سب
شریعتون کی ناسخ ہی اور خود منسوخ نہین ہی اور یہودیون کی جو خبر ہی کہ یوم السبت ماض الی یوم القیامة یا موضوع ہی یا ماول ہو گی
لیکن جو حضرات کہ اس حدیث حلال محمد حلال الخ کو منا ظاہر اوکر دانتے ہین اور بنا بر اسکے کہتے ہین کہ فقہا و مجتہدین کے جو
اقوال مین اختلاف ہی یہ دلیل اسکی ہی کہ وہ خلاف حق ہی کیونکہ حق وہ ہی جو پیغمبر نے فرمایا ہی حلال محمد حلال الخ پس کیا سبب ہی کہ ایک چیز
کسی کے نزدیک حرام ہی اور کسی کے نزدیک جائز ہی بلکہ چاہیے کہ جو حلال ہی وہ سب کے نزدیک حلال ہو اور جو حرام ہی وہ سب کے
نزدیک حرام ہو اور جب یہ ہو تو وہ حق نہین ہی اور مخالف قول رسول ہو گا فقط جواب انکا یہ ہی کہ مورد اس حدیث کا وہ نہین
سمجھے کیونکہ اسکا مورد احکام واقعیہ صلیہ ہین مثلا نماز روزہ حج زکوۃ خمس یہ سب واجب ہین اور شرک اور زنا اور لواط حرام ہین
پھر ان مین اختلاف نہین ہی جو ایراد انکے اوپر وارد ہو بلکہ اختلاف اقوال فقہا کا احکام ظاہریہ مین ہی جنھین وہ اپنے بذل وسع کے ذریعہ سے
استنباط کرتے ہین ظاہر کتاب سے اور سنت سے اور جو ادلۂ شرعیہ انکے نزدیک معتبر ہین اُنسے پس ان مین جو تغیر و اختلاف واقع ہوتا ہے

بیمان

یہ منافی اور مخالف قول رسول کے نہیں ہیں پس آئمین چاہیے کہ ہر ایراد سے باز آئیں تا ایراد بے محل نہو فتنذکو تکمیل ابن بابویہ نے
کتاب امالی میں جناب پیغمبر خدا سے روایت کی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ حق تعالی نے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر پیدا فرمائے کہ
اُن سب سے زیادہ میں گرامی و معزز ہوں اپنے پروردگار کے نزدیک اور اسے فخر و خودستائی کے لیے اپنی نہیں کہتا بلکہ بیان
واقع ہے اور اظہار حقیقت امر ہے اور ایک لاکھ چوبیس ہزار وصی کو پیدا کیا اور علی ابن ابیطالب اُن سب سے کریم تر اور خدا کے نزدیک
بہتر ہیں فقط پوشیدہ نہ رہے کہ اس خبر کی تحقیق میں چند چیزیں ہیں اُنکے بیان کی محتاج ہیں پہلے یہ کہ عدد انبیا کا تو مشہور موافق ہی روایت کے
اور اخوند صاحب نے حیات القلوب میں بسند معتبر حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جو کوئی چاہے
کہ مصافحہ کرے اُس سے روح ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر کی اُسکو چاہیے کہ قبر حسین علیہ السلام کی زیارت کرے شب نیمہ شعبان میں کیونکہ اُس
شب کو سب پیغمبروں کی روحیں آنحضرت کی زیارت کے واسطے مرخص ہوتی ہیں اور پانچ نفر جو اولوالعزم ہیں تمام پیغمبروں میں سے
یعنی نوح و ابراہیم و موسی و عیسی و محمد صلی اللہ علیہ وآلہ اجمعین یہ بھی آتے ہیں راوی نے پوچھا کہ اولوالعزم کون ہیں فرمایا جو مشرق و
مغرب تک تمام روے زمین جن و انس کے پر مبعوث ہوے ہیں ولیکن حق الیقین میں فرمایا ہے کہ عدد پیغمبروں کا علی نبینا وآلہ
وعلیہ السلام ثابت نہیں ہوتا اور مشہور ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں چاہیے کہ مجملاً اعتقاد کرے کہ سب پیغمبر اور اُنکے اوصیا حق ہیں اور وہ
جو کہ قرآن میں وارد ہوا ہے اور اُنکی نبوت کا اقرار دین اسلام میں ضروری ہے وہ مانند حضرت آدم اور شیث اور ادریس اور نوح اور
ہود اور صالح اور شعیب اور ابراہیم اور لوط اور موسی اور عیسی اور اسمعیل اور یعقوب اور یوسف اور داؤد اور سلیمان اور یونس اور الیاس
کے ہیں کہ انکی نبوت کا اقرار اور حقیقت کا انکی اعتقاد واجب ہے اور جو اُس سے انکار کرے وہ کافر ہے انتہی اور غرض اس کلام سے جناب
اخوند صاحب کی بظاہر یہ ہے کہ اخبار احاد علم کو مفید نہیں ہوتے اور اعتقادیات میں علم و یقین درکار ہے پس اس عدد کے ساتھ اگرچہ
اخبار احاد میں یہ عدد واقع ہوا ہے لیکن جزم و یقین نہیں ہو سکتا اور اجمالی اعتقاد کافی ہے ہاں جو خبر کہ بتواتر ثابت ہوا ہے اُس
تفصیل کے ساتھ یقین کرنا ضروری ہے جو وارد ہو لیکن صدوق علیہ الرحمہ نے اپنے رسالہ اعتقادیہ میں لکھا ہے اعتقادنا فی عددہم
انہم مائة الف واربعة وعشرون الف نبی ومائة الف وصی واربعة وعشرون الف وصی لکل نبی منہم وصی اوصی الیہ بامر اللہ انتہی یہ کلام میں
قدمائے محدثین کے مسامحہ بہت ہے اور جناب مجلسی کا کلام بہت متین ہے دوسرے یہ کہ اوصیاؤں کا عدد مثل پیغمبروں کے ہوگا
ہو البتہ محل اشکال ہے کیونکہ ہر پیغمبر کے وصی متعدد ہوے ہیں اور زمین کبھی حجت خدا سے خالی نہیں رہتی پس فترت کا
زمانہ اوصیاؤں سے قائم و برپا رہتا ہے اور ہمارے پیغمبر کے بھی وصی بارہ ہیں اور جب تک آسمان و زمین قائم ہیں انکا سلسلہ وہ
باقی رہیگا پھر چاہیے کہ عدد اوصیا کا عدد انبیا سے زیادہ ہو اور شاید ان اخبار کی تاویل یہ ہو کہ مراد وصی سے وصی بلافصل ہے
اور وہ ہم عدد پیغمبروں کے ہونگے اگرچہ مطلق وصی جو عام ہے وصی بلافصل اور وصی وصی سے زیادہ عدد انبیا سے ہوں واللہ
تعالی اعلم تیسرے یہ کہ ہمارے پیغمبر سب پیغمبروں سے افضل ہیں اور انکے وصی علی ابن ابیطالب علیہ السلام سب وصیوں سے
کریم تر ہیں اور واقع میں یہ ہے کہ ایسا ہی ہے اور کوئی شبہ نہیں ہے اس میں کہ پیغمبر خدا افضل ہیں سب پیغمبروں سے ولیکن جناب امیر

علیہ السلام اور سب ائمہ معصومین کی فضیلت اور پیغمبران اولوالعزم سے پس یہ خلافی ہے ابن بابویہ علیہ الرحمہ نے اپنے اعتقاد مین
لکھا ہے کہ سردار انبیا پانچ ہین کہ مدار وحی کا انپر تھا اور وہ صاحب شریعت تھے اور وہی اولوالعزم ہین پہلے نوح دوسرے
ابراہیم تیسرے موسیٰ چوتھے عیسیٰ پانچوین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وعلیہم اجمعین اور میرا اعتقاد یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ اُنسے
افضل ہین اور اُنکے سردار ہین اور واجب ہے کہ اعتقاد کرین ہم کہ حق تعالیٰ نے کسی خلقت کو بہتر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ سے اور
ائمہ معصومین علیہم السلام سے بہتر نہین پیدا کیا اور یہ بزرگوار خدائے تعالیٰ کے نزدیک جملہ مخلوقات سے محبوب تر اور گرامی
تر تھے کہ انکی ولایت کا عہد و پیمان سب جن و انس سے روز الست لیا اور اگر یہ حضرات نہوتے تو حق تعالیٰ آسمان و زمین جنت و
دوزخ کو پیدا نکرتا اور اسی طرح آدم و حوا اور ملائکہ اور اور مخلوقات کو نہ پیدا کرتا جناب آخوند صاحب نے کتاب حیات القلوب مین
حدیث سابق کے ذکر کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ موسیٰ اور عیسیٰ تمام خلائق پر بھیجے گئے
اور اس بات پر کہ یہ پانچ پیغمبر اولوالعزم ہین بہت احادیث وارد ہوئی ہین اور عامہ کے بیچ مین اس امر مین بہت اختلاف ہے اور
ظاہر اور مشہور صحاب مین یہ ہے کہ اولوالعزم وہ پیغمبر ہین کہ جنکی شریعت پیغمبران سابق کی شریعتون کو منسوخ کرے جیسا کہ
بسند موثق حضرت امام رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ یہ حضرات سب صاحب اپنی شریعت کے تھے کیونکہ حضرت
نوح مبعوث ساتھ ایک کتاب و شریعت کے ہوئے جو حضرت آدم کی شریعت کے غیر تھی بعد اُنکے جتنے پیغمبر کہ تھے وہ اسی شریعت
اور اسی طریقہ پر اور تابع انکی کتاب کے تھے یہانتک کہ ابراہیم خلیل اللہ آئے ساتھ صحیفون کے اور اس عزیمت کے ساتھ
کہ ترک کرین کتاب نوح کو نہ یہ کہ انکار کرین بلکہ بیان کرین اس بات کو کہ انکی شریعت منسوخ ہوئی اور اب کوئی اسپر بعد اسکے
عمل نکرے پس جو پیغمبر کہ زمان حضرت ابراہیم مین ہوئے وہ سب اُنھین کی شریعت و طریقہ و منہاج پر تھے اور انکی کتاب پر
عمل کرتے تھے اور جو پیغمبر کہ حضرت موسیٰ کے زمانے مین ہوئے اور بعد اُنکے وہ حضرت موسیٰ کی شریعت و طریقہ پر تھے
اور حضرت عیسیٰ کے زمانے مین جو وہ حضرت انجیل کو لائے اور شریعت حضرت موسیٰ اور اُنکے طریقے پر عزم کیا پس جو پیغمبر
کہ اُنکے زمانے مین تھے اور بعد انکے ہوئے وہ سب انکی شریعت و طریقے کے موافق تھے اور انکی کتاب کے تابع تھے یہانتک
کہ زمانہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ کا ہوا پس یہ پانچ نفر اولوالعزم بہترین پیغمبرون کے ہین اور شریعت پیغمبر خدا کی منسوخ
نہین ہوگی روز قیامت تک اور اُنکے بعد کوئی پیغمبر اب نہوگا اور حلال اُنکا حلال ہے قیامت تک تا تنزیل آنحضرت کا
اشرف اور افضل ہونا سب سے اگرچہ مثل آفتاب کے ہے اور اسی طرح تعین شخص اُن جناب کے جیسا کہ قرآن اور معجزات
اور جمیع صفات آنحضرت کے اُسپر دلالت کرتے ہین اور واقع مین یہ مجلد اکثر اسی کے اثبات مین ہے اور جو کچھ کہ سابق مین لکھا جا چکا ہے
اُس سے زیادہ کی حاجت نہ تھی لیکن چونکہ یہ امر عمدہ مرام اہل اسلام اور کمال اکرام ملک علام ہے اسلیے بعض خصائص کو
آنحضرت کے بھی لکھتا ہون کہ اُس سے بھی آنحضرت کا اشرف ہونا سب سے زیادہ ثابت ہوتا ہے اور تعین پر معین ہوتا ہے
کیونکہ خاصہ کے معنی یہ ہین کہ جسکے ساتھ وہ مخصوص ہے اُسی کے ساتھ پایا جاوے اور دوسرے کے ساتھ نہ پایا جاوے

اور اگرچہ علمانے بہت سے خصائص حضرت کے ذکر کیے ہین لیکن اس جگہ مین اکتفا اسی پر کرتا ہون جو جناب اخوند صاحب
مجلسی علیہ الرحمہ نے کتاب حق الیقین مین لکھین ہین ملخص یہ ہی کہ خصائص آنحضرت کے بہت ہین کہ اور دوسرے کو اُن میں آنحضرت کے
ساتھ شرکت نہین ہی پہلے یہ کہ نماز شب اور نماز وتر آنحضرت پر وجب تھی دوسرے قربانی آنحضرت پر واجب تھی تیسرے
بعضون نے کہا ہی کہ مسواک کرنا بھی آنحضرت پر واجب تھا چوتھے مشورت کرنا صحابون سے بھی بعض کے نزدیک وجب تھا
پانچوین جس برائی کو دیکھین چاہیے کہ اُس سے انکار فرماوین چھٹے عورتون کا مخیر کرنا جیسا کہ کتاب الطلاق مین مذکور ہی
ساتوین زکوۃ وجب آنحضرت پر اور انکی ذریت طاہرہ پر حرام تھی اور تصدقات سنتی اور زکوۃ سنتی کا حرام ہونا اختلافی ہی
آٹھوین یہ کہ جو مسلمان قرضدار مرجاے اور فقیر ہو اُسکا قرض ادا کرنا آنحضرت پر واجب تھا نوین کہا ہی کہ وہ حضرت پیاز اور
لہسن کو نہ نوش فرماتے تھے اور بعض نے کہا ہی کہ آنحضرت پر یہ دونون چیزین حرام تھین دسوین کہ کسی چیز پر تکیہ کرکے کھانا
نہ نوش فرماتے تھے اور بعض نے کہا ہی کہ یہ بات حضرت پر حرام تھی گیارھوین بعضون نے کہا ہی کہ شعر کا لکھنا اور کہنا دونون
آنحضرت پر حرام تھا لیکن یہ امر ثابت نہین ہوتا کیونکہ ظاہر قرآن وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ کا منشا یہ ہی کہ ایسے شعار جو قضایاے
کاذبہ شعریہ پر مشتمل ہون جیسا کہ اکثر ایسے ہی ہوتے ہین کہ عوام مذاق کلامی کے لیے انھین کہتے ہین اور پڑھتے ہین انکی تعلیم نہین ہوئی
اور اُسکا کہنا اور پڑھنا اُن جناب کے شایان رتبہ رسالت نہین ہی اور یہ لام جو لفظ شعر پر ہی لام عہد ہو نہ یہ کہ مطلقا شعر اگرچہ
وہ مشتمل او پر مضامین صادقہ یا مناجات کے ہو اُسکا بھی پڑھنا اور لکھنا حرام ہو بارھوین روزے مین وصال اُن جناب کے
واسطے جائز تھا اور اورون پر حرام ہی اور وصال یہ ہی کہ دو روزے برابر رکھے اور بیچ مین افطار نہ کرے یا افطار کرنے مین سحر تک
نیت کے ساتھ تاخیر کرے تیرھوین چار عورتون سے زیادہ عقد دائمی مین آنحضرت کے واسطے جائز تھین اور اورون پر
حرام ہی چودھوین یہ کہ جو عورت حضرت کی زوجیت مین آئی ہو خواہ اُسکے ساتھ دخول فرمایا ہو یا نہ فرمایا ہو وہ حضرت کے
زمانہ حیات مین بھی اور بعد وفات کے بھی اورون پر حرام تھی پندرھوین حرام تھا کہ کوئی شخص حضرت کا نام لیکر مثل یا محمد
اور یا احمد کے کہکر پکارے اور حق تعالی نے بھی قرآن مین اس اعزاز کے خلاف نہین فرمایا کسی جگہ پر قرآن مین حضرت کے نام
ندا نہین فرمائی بلکہ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اور يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ اور يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ اور يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ فرمایا ہی سولھوین سب پر حرام تھا
کہ حضرت سے کلام کرنے مین کوئی اپنی آواز کو حضرت کی آواز سے زیادہ بلند کرے سترھوین حرام تھا کہ حجرون کے پیچھے سے
کوئی حضرت کو پکارے جیسا کہ قرآن اسپر شاہد ہی فتذکر فصل بارھوین داہیہ کبری اور مصیبت عظمی یعنی وفات جناب
سید کائنات کے بیان مین ہی اگرچہ یہ کتاب اصول اعتقاد کے بیان مین ہی لیکن چونکہ بیان نبوت مین آنحضرت کے تعین شخص کے لیے
اُن جناب کے ذکر ابتداے خلقت کا اور ولادت باسعادت کا ہوا اسلیے مناسب معلوم ہوا کہ اس جگہ پر کہ خاتمہ مبحث نبوت کا ہی
کچھ حال بیماری کا اور وصیت فرمانیکا بعد مطلع ہونے کے اپنے قرب انتقال سے ساتھ اُن مضامین کے جو مشتمل اوپر ہدایت
رعیت اور صلاح حال امت کے تھے اور پھر انتقال فرمانا اس جہان سے اور جو اُسکے مانند ہی لکھون کہ اس سے بھی چند فائدے

مصور ہین اوّل تعین تشخص کو مفید ہی دوسرے یہ مصیبت بہت بڑی ہی اور ہر مسلمان کو اسمین محزون ہونا لازمۂ محبت اسلام اور مشتمل او پر ثواب بیحساب کے ہی اور چونکہ اختلاف تاریخ اور روز وفات وغیرہ امور مین بہت ہی اسلیے بقدر طاقت بشری اسکی تحقیق اور تعین ضرور ہی تاکہ کوئی روز مصیبت مین اسکے مخالف فعل عمل مین نہ لاے تیسرے یہ کہ جیسا سب کتاب کو زبان اُردو مین لکھنے کی غرض یہ ہی کہ ہندوستانی مومنین فائدہ اٹھائین اسی طرح ذکر مصائب کے لکھنے کا بھی یہ فائدہ ہی کہ سب کو سمجھنا اور پڑھنا ایام مصیبت مین سہل ہو لیکن یہ فصل مشتمل او پر چند مجلسون کے ہی مجلس اول تحقیق و بیان مین اس امر کے ہی کہ کس دن انتقال فرمایا یعنی باعتبار ہفتہ کے سات روزون کے کون روز تھا اور باعتبار مہینے کی تاریخون کے کون تاریخ تھی اور جسدن انتقال فرمایا اسوقت سن شریف کیا تھا اور مرض الموت کیا تھا پس جاننا چاہیے کہ جناب سید سند نے حدیقہ سلطانیہ مین روضۃ الواعظین سے نقل فرمایا ہی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ مدینۂ منورہ مین بزہر دغا شہید ہوے اور روز شہادت دوشنبہ تھا اور تاریخ انتقال اٹھائیسوین صفر کی تھی اور دسوان برس ہجرت کا تھا اور سن شریف اسوقت تریسٹھ برس کا تھا نُفُوْسُنَا لَهُ الْفِدَاءُ وَجَزَاهُ اللّٰهُ عَنْ اُمَّتِهٖ خَيْرَ الْجَزَاءِ اور بعضون نے کہا ہی کہ وفات آنحضرت کی ماہ ربیع الاول مین واقع ہوئی اور پہلا قول معتمد ہی اور دوسرا قول شاذ ہی انتہی مُلَخَّصُ کَلَامِهٖ صَاحِبِ الْحَدِیْقَۃِ مصنف تاریخ کاشفی نے لکھا ہی کہ جب سے حجۃ الوداع مین حضرت کو اپنا قرب ارتحال اس عالم سے معلوم ہوا تھا ہمیشہ منتظر وقت رہتے تھے کہ اگلی بست و نہم ماہ صفر کو پہلے آنحضرت کو درد سر عارض ہوا اور حضرت نے سر اقدس پر پٹی باندھی اور اُس روز نوبت میمونہ کے گھر مین تشریف رکھنے کی تھی جب مرض حضرت کا زیادہ ہوا تو حضرت کی سب ازواج اُس گھر مین جمع ہوئین حضرت نے مکرر یہ فرمایا کہ اَیْنَ اَنَا غَدًا یعنی کل کے روز مین کسکے گھر مین ہونگا جب یہ مکرر فرمایا تو جناب سیدہ نے سب بیبیون سے عرض کی کہا کہ حضرت کو مرض کی حالت مین سب کے گھر جانے سے مشقت ہو گی بہتر یہ ہی کہ سب ملکر اسپر راضی ہو جائین کہ ایک شخص کے گھر مین حضرت تشریف رکھین اور ہر روز سب وہین جمع ہوا کرین چنانچہ سب اسپر راضی ہوئین کہ حضرت ام المومنین عائشہ کے گھر مین تشریف رکھین اور سب وہین خدمتگذاری کرین بعد اسکے حضرت میمونہ کے گھر سے حضرت عائشہ کے حجرے مین تشریف لاے اور بستر مرض پر لیٹے اور سب ازواج و اولاد حضرت کی خدمت مین مشغول ہوئین اور مرض حضرت کا زیادہ ہونے لگا یہان تک کہ بہت تیز تپ حضرت کو آئی چنانچہ عبد اللہ مسعود کہتا ہی کہ جب حضرت کو تپ شدید تھی مین خدمت مین آنحضرت کی حاضر ہوا اور عرض کیا مین نے کہ بہت گرم تپ حضرت کو ہی فرمایا کہ ہان قسم ہی اُس خدا کی کہ جسکے قبضۂ قدرت مین میری جان ہی کہ کوئی شخص زمین پر نہین ہی کہ جب اِس مرض کی اذیت پہونچے مگر یہ کہ حق تعالیٰ اسکے گناہون کو ایسا گرادے جسطرح درخت اپنے پتے گرا دیتے ہین اور ابو سعید خدری سے منقول ہی کہ اُس مرض مین حضرت کی خدمت مین جو مین حاضر ہوا تو مین نے دیکھا کہ چادر پیچیدہ کو اوڑھے ہین لیکن ایسی تیز تپ ہی کہ چادر کے اوپر سے ہاتھ نہین رکھا جاتا بوسطہ چادر کے تو حضرت کے بدن کا چھونا بہت ہی دشوار تھا مین نے تعجب سے کہا کہ

مجلس اوّل تحقیق روز و تاریخ وفات و مرض الموت و سن شریف آنحضرت کے بیان مین

سبحان اللہ یہ سنکر فرمایا کہ کسی کی بلا زیادہ پیغمبرون کی بلا سے سخت نہین ہوتی اور حقیقت یہ ہی جو فرمایا کیونکہ جیسی اُنکی بلا ہی ویسا ہی اُنکا ثواب ہوتا ہی اور ام البرایا سے نقل کی ہی کہ کہا اُسنے کہ مین مرض الموت مین آنحضرت کے گئی اور تپ عظیم مین آنحضرت کو مبتلا پایا مین نے عرض کیا کہ اے رسول خدا مین نے کسی کو یہ تپ گرم نہین دیکھی جو آپ کے بدن مین ہی فرمایا اسلیے ہی کہ ثواب میرا دو چند ہی بعد اسکے فرمایا کہ اے ام البرایا میرے مرض کے بارے مین لوگ کیا کہتے ہین اُسنے کہا مین نے عرض کیا کہ لوگ کہتے ہین ذات الجنب ہی فرمایا کہ حق تعالیٰ کے لطف وکرم کے سزاوار نہین ہی کہ اس مرض کو پیغمبر پر مسلط فرماے کیونکہ وہ رحمت ہمزات شیطان کے عارض ہوتا ہی اور شیطان کو مجھپر تسلط نہین ہی ولیکن یہ مرض اثر اُس گوشت زہر آلود کا ہی جو تیرے بیٹے کے ساتھ مین نے کھایا تھا اور کثر اُسکی اذیت مجھپر زیادہ ہو جایا کرتی تھی لیکن اس مرتبہ اُس سے نجات نہین ہی بلکہ وقت انقطاع رگ جان کا ہے اور گویا حکمت اسمین یہ تھی کہ حضرت کو نبوت کے مرتبہ کے ساتھ شہادت کا بھی مرتبہ حاصل ہو مورخ مذکور نے مصنف روح الارواح سے نقل کیا ہی کہ یہ عجب راز ہی کہ معدن فتوت یعنی علی ابن ابیطالب جو بقعۂ نبوت سے قریب ہوے تو دو دُرشاہوار پیدا ہوے یعنی امام حسنؑ اور امام حسینؑ بہ مصداق یَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ اور ہر ایک نے میراث باپ کی پائی کیونکہ بڑے باپ پیغمبر خدا تھے اور آنحضرت نے بتاثیر زہر دغا اس عالم سے رحلت فرمائی اور چھوٹے باپ علی مرتضیٰ تھے اُنھون نے تلوار سے شہادت پائی اسی طرح بڑے فرزند امام حسنؑ نے اپنے بڑے باپ کی میراث لی کہ شربت زہر پیا اور اُس سے شہید ہوے اور چھوٹے فرزند امام حسین علیہ السلام نے بموافقت اپنے چھوٹے باپ کے الم تیغ بے دریغ یزید سے جام شہادت پیا لیکن اُس زہر کی تاثیر اور اُس تلوار کا زخم کیا شدید تھا کہ روز قیامت تک مومنین کے دل مشغول آہ وفغان اور آنکھین گریان رہینگی اور شاہ عبد الحق دہلوی نے کتاب مدارج النبوت مین لکھا ہی کہ چونکہ شدت مرض سے پیغمبر خدا کو کبھی بیہوشی طاری ہوتی تھی اور کبھی ہوش آتا تھا اور اگر راہ چلنے کا ارادہ فرماتے تھے تو راہ نہ چل سکتے تھے اسلیے دیکھنے والون کو یہ گمان ہوا کہ شاید ذات الجنب کا مرض حضرت کو ہی ایک روز اُسی حال مین عباس بھی حاضر تھے اور ام سلمہ اور اسما بنت عمیس حضرت پاس تھین جو ملک حبشہ سے آئی تھین اور اُس ملک مین ذات الجنب کا علاج دیکھ چکی تھین اُسوقت اُنھون نے موافق وہان کے طریقہ علاج کے کچھ دوا اُنھون حضرت کے منہ مین ڈالین حضرت نے منع فرمایا لیکن وہ اِس خیال سے باز نہ آئین کہ شاید حضرت اس جہت سے منع فرماتے ہین جیسا بیمارون کی عادت ہی کہ دوا سے کراہت کرتے ہین جب حضرت کو غش سے افاقہ ہوا تو فرمایا کہ یہ کام کسنے کیا شاید انھین عورات نے کیا ہوگا جو ملک حبشہ سے آئی ہین اور اشارہ ام سلمہ اور اسما بنت عمیس کی طرف فرما کے کہا کہ تمنے یہ کیون کیا حالانکہ مین نے منع کیا تھا کہ یہ کام نہ کرو اُنھون نے عرض کیا کہ ہمنے یہ گمان کیا کہ یہ مرض جس سے آپ بیہوش ہو جاتے ہین ذات الجنب ہی اور یہ جو آپ منع فرماتے ہین وہ بنا بر عادت مریض کے ہی کہ دوا کو مکروہ سمجھتے ہین یہ سنکر فرمایا کہ ذات الجنب شیطان سے ہوتا ہی اور حق تعالیٰ شیطان کو مجھپر مسلط نہین ہونے دیتا بالجملہ حضرت نے اس مرض کی اسناد کو اپنی طرف ہونے سے منع فرمایا اور جائز نہ رکھا اور فرمایا کہ ہمیشہ مجھے اثر اُس زہر کا جو خیبر مین کھایا تھا معلوم ہوتا تھا کہ بدن مین میرے

معاودت کرتا ہی لیکن اِس مرتبہ وقت اُبھر کے قطع ہونے کا ہی اور ابھر اُس رگ کا نام ہی جو دل سے متعلق ہی یعنی اب حیات ممکن نہین ہی فقط واضح ہو کہ یہ ارشاد حضرت کا کہ ذات الجنب شیطان سے ہوتا ہی غالبًا موافق اُسوقت کے قول مشہور کے ہوگا کیونکہ اُسوقت تک عرب مین علم طب بلکہ اکثر علوم عقلیہ منقول نہوے تھے اور امراض کے حقائق و اسباب واضح ہوے تھے مثل ایام جاہلیت کے اکثر بیماریون کو جو شدت کے ساتھ دفعتًہ عارض ہوتی ہین اور جنسے حواس و عقل کو ضرر پہونچتا ہی مثل سرسام و برسام و صرع وغیرہ کے یہ کہتے تھے کہ یہ امراض شیطانی ہین یعنی بسبب مسلط ہونے جن اور شیطان کے عارض ہوتے ہین اور چونکہ عرف مین برسام اور ذات الجنب قریب قریب ہین کبھی ایک کو دوسرے پر بولتے تھے اِسلیے بیہوشی کو ذات الجنب کہتے تھے اور لیاقت امراض مین فرق کرنے کی نہ رکھتے تھے اور حدود امراض سے واقف نہ تھے بلکہ جب ایسے امراض مین مبتلا دیکھتے تھے اُسے یہ سمجھتے تھے کہ اُسپر شیطان مسلط ہوا ہی اور چونکہ یہ گمان اور قول لائق اِسکے نہ تھا کہ نبی کی طرف اِسکی نسبت کی جاے کیونکہ اُسوقت یہ مرض از جملہ اُن امراض کے تھا جسکا عروض نبی کے واسطے عیب ہی اور حق تعالیٰ نے انبیا کو جملہ عیوب سے بری فرمایا ہی اِسلیے حضرت نے اُسکی اِسناد کو اپنی طرف جائز نہ رکھا اور چونکہ واقع مین وہ مرض نہ تھا کیونکہ کسی نے یہ نہین لکھا کہ حضرت کو کھانسی پڑ گئی تھی یا درد ناخس پہلو مین ہوتا تھا یا نبض منشاری یا موجی تھی جو علامات خاصہ ذات الجنب حقیقی کے ہین اور حضرت کو یہ علم حقیقی معلوم تھا کہ سبب حضرت کے مرض کا باقی رہنا اجزاے سمیہ کا بدن مین ہی نہ ورم پہلو اِسلیے اُس سے انکار و تکذیب فرمائی والا واقع مین اب الجنب بھی ایک مرض ہی مثل اور بیماریون کے اور حقیقت اُسکی ورم ہی جو پہلو کے پردے مین یا اُن عضلون مین ہوتا ہی جو پسلیون کے اندر ہین فتدبّر بالجملہ یہ ثابت ہوا کہ وہ مرض اور ضرر جس سے پیغمبر خدا نے انتقال اِس عالم سے فرمایا تاثیر زہر دغا کی تھی جو سوسلیے خیبر مین اُس جناب کو کھلایا تھا اور عوارض ظاہر اُسکے تپ اور درد سر تھے فقط اور صاحب کتاب مدارج النبوت نے لکھا ہی کہ ابتدا مرض کی آنحضرت کے آخر ماہ صفر سے تھی جب دو شبین باقی رہگئی تھین یعنی اٹھائیسوین سے صفر کی حضرت بیمار ہوے تھے اور ایک روایت مین ہی کہ ربیع الاول کی ابتدا مین یعنی پہلی تاریخ کو انتقال فرمایا اور صاحب کتاب الوفا نے لکھا ہی کہ ماہ صفر مین جب دس راتین باقی رہین تو حضرت کو بیماری شروع ہوئی اور مورخین کو مدت مرض مین بھی اختلاف ہی اکثر تیرہ روز کہتے ہین اور ایک روایت مین چودہ دن ہین اور ایک طائفہ کا معتقد یہ ہی کہ دس روز حضرت بیمار رہے اور جناب آخوند صاحب نے حیات القلوب مین فرمایا ہی کہ اکثر علماے خاصہ و عامہ کا اعتقاد یہ ہی کہ سید انبیا نے عالم بقا کی طرف روز دوشنبہ ارتحال فرمایا اور اکثر علماے شیعہ کا اعتقاد یہ ہی کہ روز انتقال حضرت کا باعتبار تاریخ ہر ماہ اٹھائیسوین تاریخ ماہ صفر کی تھی اور اکثر علماے عامہ ربیع الاوّل کی بارھوین تاریخ کہتے ہین اور ہمارے علماؤن سے محمد بن یعقوب کلینی علیہ الرحمہ بھی اِسی قول کے قائل ہوے ہین اور قول اوّل صحیح اور مشہور ہی اور بعض علماے عامہ سے ربیع الاول کی پہلی اور بعضے دوسری اور بعضے آٹھوین اور بعضے دسوین اور بعضے اٹھارھوین کے بھی قائل ہوے ہین لیکن اِنمین کسی کو اختلاف نہین ہی کہ سن شریف

اُسوقت ترسٹھ برس کا تھا اور دسوان سال ہجرت کا تھا فقط پوشیدہ نہ رہے کہ اِس مقام پر کلام علام مین مسامحہ ہے
کیونکہ وفات حضرت کی گیارھوین برس کے اوائل مین سنہ ہجرت سے واقع ہوئی نہ دسوین برس ہجرت کے لیکن چونکہ
وہ شروع سال تھا اِسلیے اُسے تعبیر مین دسوان کہتے ہین اور اِسی طرح روایت مین بھی کشف الغمہ کے وارد ہی جو حضرت امام
محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہی کہ آنحضرت نے ہجرت کے دسوین برس عالم بقا کی طرف رحلت فرمائی اور عمر شریف سے
آنحضرت کے اُسوقت ترسٹھ برس گذرے تھے چالیس برس مکہ معظمہ مین رہے یہانتک کہ وحی آنحضرت پر نازل ہوئی
اور بعد اُسکے پھر تیرہ برس مکہ معظمہ مین اور رہے اور جب ہجرت مدینہ منورہ کی طرف فرمائی ہی تو ترپن برس عمر شریف سے
گذرے تھے اور دس برس ہجرت کے بعد مدینہ منورہ مین تشریف رکھی اور وفات آنحضرت کی دوشنبہ کے دن ربیع الاول کی
دوسری کو واقع ہوئی لیکن اصل مطلب عاقل باخبر پر پوشیدہ نہ رہے گا اور اخوند صاحب نے اِس روایت کو نقل کر کے
کہا ہی کہ کوئی شخص علماے شیعہ سے اِس قول کا قائل نہین ہوا مگر جناب غفران مآب مولنا سید دلدار علی طاب ثراہ
شرح حدیقۃ المتقین مین اِسی روایت کے مفاد سے قائل ہوے ہین اور فرمایا ہی کہ لاباس اِن تذکر ما التھی بہ ربی فان
تحالف لما ندکا و لکنہ الا فواہ اور بعد اُسکے دو مقدمے اُسکی تمہید مین فرماے ہین ایک یہ کہ روز وفات آنحضرت کا دوشنبہ تھا
اور یہ مضمون اخبار مستفیضہ سے ثابت ہی کہ منجملہ اُنکے جعفر ابن عیسیٰ کی روایت ہی اور عقبہ بن بشر کی روایت ہی اور علی بن جعفر کی
حدیث ہی اور منجملہ سے روایت ابن بابویہ کی ہی جو بسند معتبر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل کی ہی کہ فرمایا آنحضرت نے
کہ روز دوشنبہ کو سفر نہ کر اور روزہ نہ رکھ کہ اِس روز پیغمبر خدا نے رحلت فرمائی ہی اور معتمد مشہور علماے امامیہ مین بھی ہی کہ دوشنبہ
روز انتقال جناب سرور کائنات کا ہی اور اخوند صاحب نے بھی حیات القلوب مین فرمایا ہی کہ اِس مضمون پر ائمہ طاہرین سے
بہت احادیث منقول ہوئی ہین اور دوسرا مقدمہ یہ ہی کہ جسدن جناب امیر کو خلافت پر جناب پیغمبر خدا نے نصب فرمایا وہ جمعہ کا
دن تھا اور یہ مضمون بھی بہت حدیثون سے ثابت کیا ہی بعد اُسکے فرمایا ہی کہ جب یہ معلوم ہو چکا تو جاننا چاہیے کہ باوجود رعایت
کرنے اِن دونون امرون کے جو ماثور ہین حضرات ائمہ طاہرین علیہم السلام سے اور بسبب اُن احادیث کے مستفیضہ ہونے کے
وہ معلوم الصدور ہین ممکن نہین ہی کہ وفات آنحضرت کی بست و ہشتم ماہ صفر کو یا ربیع الاول کی بارھوین تاریخ واقع ہوئی ہو کیونکہ
جب سال دہم ہجرت کے ذیحجہ کی اٹھارھوین تاریخ کو جمعہ کا دن ہوا تو چاہیے کہ محرم کا غرہ سال یازدہم ہجرت کو کہ سال وفات ہی
اگر اُنتیس کا مہینا ذیحجہ کا ہو تو چہارشنبہ ہوگا اور اگر پورے تیس دن کا مہینا ہو تو پنجشنبہ ہوگا اور جب غرہ محرم چہارشنبہ یا پنجشنبہ ہوا
تو غرہ ماہ صفر یا جمعہ یا شنبہ یا پنجشنبہ ہوگا اور اٹھائیسوین صفر کی پنجشنبہ یا جمعہ یا چہارشنبہ اور ربیع الاول کا غرہ شنبہ یا
یکشنبہ یا دوشنبہ یا جمعہ ہوگا پھر بارھوین کو دوشنبہ کسی طرح نہین ہو سکتا اور اِس جگہ سے ظاہر ہوا کہ قول حضرت کی
وفات کا اٹھائیسوین صفر یا بارھوین ربیع الاول مین از قبیل رب مشہور لا اصل لہ ہین اور واقع مین یہ ہی کہ ہر مہینے کی پہلی کو جو
دن ایام سبعہ سے ہوتا ہی وہی اُس مہینے کی اُنتیسوین کو ہوتا ہی اور بنا بر اُسکے جب غرہ ماہ ذیحجہ کا جسمین حجۃ الوداع اور اٹھارھوین کو

روز جمعہ نصب خلافت امیر المومنین علی ابن ابیطالب واقع ہوئی سہ شنبہ تھا تو اسکی انتیسوین کو بھی سہ شنبہ ہوگا پھر اگر
اُسی روز چاند دیکھا گیا ہو تو غرہ محرم چہارشنبہ ہوا ہوگا اور اگر وہ ذیحجہ کا مہینا پورے تیس دن کا ہوا ہو تو محرم کی پہلی
پنجشنبہ ہوا ہوگا سوا اِن دو احتمالون کے تیسرا احتمال نہین ہوسکتا اور انہین دونون احتمالون کے موافق ماہ محرم مین بھی وہی
احتمال ہوسکتے ہین کیونکہ یا وہ محرم کا مہینا انتیس کا ہوگا یا پورے تیس کا ہوگا اور جب دو کو دو مین ضرب کرین تو چار
احتمال حاصل ہوتے ہین پس بنا بر اِس احتمال کے کہ غرہ محرم چہارشنبہ ہوا اور وہ مہینا بھی انتیس دن کا ہو تو یقینی غرہ صفر کو
پنجشنبہ ہوگا اور اگر ماہ کامل تیس روز کا ہو تو پنجشنبہ محرم مین داخل اور صفر کی پہلی جمعہ ہوگا اور بنا بر اِس احتمال کے کہ محرم
کی پہلی پنجشنبہ ہو تو اسکی انتیسوین بھی پنجشنبہ ہوگا پس اگر مہینا ناقص ہو یعنی انتیس روز کا ہو تو صفر کا غرہ جمعہ کا دن ہوگا اور اگر
مہینا کامل تیس دن کا ہو تو جمعہ صفر مین داخل اور غرہ ربیع الاوّل روز شنبہ ہوگا پس امر دائر انہین رہے گا کہ صفر کا غرہ
یا پنجشنبہ ہو یا جمعہ ہو یا شنبہ ہوا اور انتیسوین اسکی بھی انہین روزون مین سے ہوگی اور اگرچہ احتمالات چار تھے لیکن بنا بر
دو احتمالون کے غرہ کو جمعہ کا ہونا متعین ہے اِس سبب سے تین روز مین امر دائر ہوا اور صفر کا غرہ تین روزون مین منحصر ہوگیا
پس بنا بر پہلے احتمال کے تینون احتمالون سے صفر کی اٹھائیسوین کو چہارشنبہ ہوگا اور دوسرے احتمال کی راہ سے پنجشنبہ
اور تیسرے احتمال کی راہ سے جمعہ ہوتا ہے کسی طرح اٹھائیسوین کو صفر کی دوشنبہ نہین ہوسکتا اور اِس جگہ سے باطل ہونا
اِس قول مشہور کا جو علمائے شیعہ مین اٹھائیسوین صفر کی ہے واضح ہوا اب رہا باطل ہونا قول مشہور حضرات اہلسنت کا
جو بارھوین ربیع الاول کی کہتے ہین روز وفات ہے وہ اِس جہت سے لائح ہوتا ہے کہ صفر کا مہینا سال وفات مین حضرتؐ کے
بنا بر تینون احتمالون کے جو مذکور ہوئے مثل اور مہینون کے محتمل نقصان و کمال کا ہے یعنی یا انتیس کا ہو یا تیس کا اور
جب تین عدد کو دو مین ضرب دین تو چھ احتمال پیدا ہونگے پس اِس احتمال کے بنا بر کہ غرہ صفر کا پنجشنبہ ہو تو اسکی انتیسوین بھی
بالضرور پنجشنبہ ہوگی پھر اگر اسی روز چاند دیکھا گیا تو ربیع الاوّل کی پہلی کو جمعہ ہوگا اور اگر صفر کا مہینا تیس دن کا ہوا ہو
تو جمعہ صفر مین داخل اور ربیع الاول کا غرہ شنبہ کا دن پڑے گا اور اِس احتمال کے بنا بر کہ غرہ صفر کو جمعہ ہو تو انتیسوین
کو بھی اسکی جمعہ ہوگا پھر اگر انتیسوین کو چاند ہوا ہو تو شنبہ کو ربیع الاوّل کا غرہ ہوگا اور اگر تیس کو اسکی رویت ہوئی تو یکشنبہ
غرہ ربیع الاول ہوتا ہے اور بنا بر اِس احتمال کے کہ ماہ صفر کا غرہ شنبہ کو تھا اور اسکی انتیسوین کو بھی شنبہ تھا پس بر تقدیر اسکے
کہ ماہ ناقص ہو پھر غرہ یکشنبہ کو ہوگا اور بر تقدیر اسکے کہ مہینا پورا ہو وہ دوشنبہ کا غرہ ہونا چاہیے ملخص یہ ہے کہ غرہ ربیع الاول کو
یا جمعہ یا شنبہ یا یکشنبہ یا دوشنبہ ہوتا ہے یا پنجوان کسی طرح احتمال نہین ہوسکتا اور بنا بران چارون احتمالون کے بارھوین کو
ربیع الاول کی کسی طرح دوشنبہ کا ہونا ممکن نہین ہے کیونکہ یہی احتمال اِس مہینے کی آٹھوین تاریخ مین بھی ہین اِس سے زیادہ نہین
ہوسکتا پس اگر آٹھوین کو جمعہ ہوا تو نوین کو شنبہ اور دسوین کو یکشنبہ اور گیارھوین کو دوشنبہ اور بارھوین کو سہ شنبہ ہوگا
نہ سوا اسکے اور اگر آٹھوین کو شنبہ ہوا تو نوین کو یکشنبہ دسوین کو دوشنبہ گیارھوین کو سہ شنبہ بارھوین کو چہارشنبہ ہوگا

اور اگر آٹھوین کو یکشنبہ ہوا تو نوین دوشنبہ ہوگا دسوین کو سہ شنبہ گیارھوین کو چہارشنبہ بارھوین کو پنجشنبہ ہوگا اور اگر
آٹھوین کو دوشنبہ ہوا تو بارھوین کو جمعہ ہوگا اور اس توجیہ سے دونون قولون کا باطل ہونا کالنور علی شاھق الطور ہی بنابراسکے
روز وفات آنحضرت کا روز دوشنبہ تھا جیسا کہ خاصہ وعامہ نے اُسکی تصریح کی ہی وقت تطبیق کسی قول کے ساتھ اقوال
اہل اسلام سے مطابق نہین ہوتے مگر یا پہلی کو ربیع الاول کی یا دوسری کو اُسکی یا آٹھوین کو یا دسوین کو اور اخبار حضرات
اہلسنت مین یہ وارد ہین اور ہر ایک طرف ایک ایک اُنمین سے گیا ہی لیکن کسی کی دلیل ظاہر نہین ہی مگر روایت جو جناب
امام محمد باقرؑ سے ماثور ہی وہ موید ہی قول ثانی کی یعنی دوسری ربیع الاول کے لیے اور اسی لیے جناب غفران مآب نے
اُسے اختیار فرمایا ہی کہ قول الامام امام الاقوال ہی لیکن پوشیدہ نہ رہے کہ جو کچھ مذکور ہوا موافق اس روایت کے اور موافق اُن
اقوال کے جنمین تعین روز دوشنبہ کے ہی از روے حساب کے بہت صحیح ہی کسی کو اُسمین گنجائش سخن نہین ہی لیکن وفات
جناب سید کائنات کا قول از روے تاریخہاے ماہ بست وہشتم صفر کا بھی بہت مشہور ہی اسلیے احوط یہ ہی کہ دونون دن
یعنی بست وہشتم صفر اور دوم ربیع الاول کو مراسم بکا و تعزیت پر قائم رہین اور ان دونون مین وفات کو محصور جانین
اور انھین ایام مصیبت مین فقط اور حقیقت یہ ہی کہ یہ اختلاف عظیم جو وفات سید کائنات مین کہ امت کے لیے بڑا سانحہ اور
بہت داہیہ عظیم تھا واقع ہوا بہت لائق تعجب ہی اور یہ عذر کہ اس مصیبت مین کسے ہوش تھا جو تاریخ اور دن کا ضبط کرتا
سب از خود رفتہ تھے شدت الم اور بزرگی مصیبت و ماتم کی ایسی تھی کہ کسی کے دل مین کچھ نہ محفوظ رہا تو یہ بھی اس لائق
نہین ہی کہ اُسے دل قبول کرے بلکہ بنائی ہوئی بات معلوم ہوتی ہی کیونکہ کوئی شخص دنیا مین نہین ہی کہ دردمند نہین ہوا
اور مصیبت مین گرفتار نہین ہوا لیکن کبھی مصیبت زدہ کو اپنی مصیبت اور اُسکا زمانہ بھولتا نہین علاوہ اسکے مہاجرین و
انصار کی بہت کثرت تھی کیا سب کے دل یکسان تھے اور سب بیہوش تھے مصیبت مین اور اگر ایسا ہی تھا کہ سب ایک
حالت پر تھے تو انتظام خلافت کیونکر ہوا سقیفہ بنی ساعدہ مین کسطرح مجتمع ہوے عید غدیر کی بیعت کیونکر توڑی گئی یہ نقض عہد
اور شکست بیعت اور تجاوز وصیت پیغمبر خدا سے کیونکر ہوا اور اگر بیخودی مین یہ سب امور بھی ہوے تھے تو یہ کیونکر بعد ہوش آنے
اور ساکن ہونے نائرہ غم والم کے معتبر رہے واقع مین جو دیکھا ہی وہ یہ ہی کہ انسان جب کسی امر عظیم کے اہتمام مین مصروف
ہوتا ہی تو اُسوقت جو کام اُس سے کم ہو اُسکا خیال نہین رہتا اسی طرح جب حرص و طمع مال و حکومت دنیا کی غالب ہوئی اور جنھین
اُنکی خوشی تھی کہ عترت و آل رسول کے حقوق کو چھینین موقع ہاتھ آیا وہ وقت وفات کو غنیمت سمجھکر اُسکے انتظام مین مصروف
ہوے اور جو چیز اُسوقت اُنکی نظر مین بڑی تھی متوجہ ہوے اور اُسکے مقابلہ پر دوسرے امر کے اہتمام کا خیال نہ رہا کہ اس سے
اب کچھ فائدہ نہ تھا اور جدھر دنیا نے منہ کیا اور حکومت آئی اُدھر سب اہل دنیا متوجہ ہوے جیسا ہم اب بھی اپنے زمانے مین
ایسی باتون کا تجربہ اور مشاہدہ کرتے ہین واللہ کیا خوب بیخودی ہی کہ تجہیز و تغسیل پیغمبر کے لیے تو شراکت کے مانع ہوے اور انتظام
خلافت کو مانع نہوے فاللہ اعلم بحقیقۃ الحال

مجلس دوسری مصیبت مین اطلاع ارتحال کے اور بیان وصایا مین آنحضرت کے ہی

مجلس دوسری مصیبت مین اطلاع ارتحال کے اور بیان وصایا مین

اور یہ مجالس مشتمل ہی اوپر چند جلسون کے جلسہ اول شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت
کی ہی کہ فرمایا انحضرت نے کہ جب کوئی مصیبت تجھے پیش آئے تو مصیبت رسول خدا کو یاد کر کہ کسی کو یہ مصیبت نہین پہونچی اور
ہرگز نہ پہونچیگی اور ابن شہر آشوب نے روایت کی ہی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا کہ یا علی جسے کوئی مصیبت پہونچے
تو چاہیے کہ وہ میری مصیبت کو یاد کرے کہ وہ سب مصیبتون سے زیادہ بزرگ ہی اور واقعی کیونکر یہ نہو کہ وہ حضرت
رحمۃ للعالمین تھے اور جسوقت کہ سب طریقہ کفر وجاہلیت مین تھے اور آتش عذاب الہی کو اپنی پشت پر روشن کرتے تھے
اور گمرہی مین سرگشتہ تھے اُسوقت سبکو ہدایت فرمائی اور سبکو کفر کی آگ سے چھوڑایا اور اُنکے وسیلہ ہدایت سے سب نے
خدا کو پہچانا اور بت پرستی سے نجات پائی انکی وجہ سے آسمان و زمین اور تمامی مخلوقات کو حق تعالی نے پیدا کیا اُنکے زمین پر
آنے کے لیے آدم علیہ السلام کو زمین کا خلیفہ کیا اور پیدا فرمایا پس جسنے انحضرت کو پہچانا ہی اور جتنا جانا ہی وہ بقدر اپنی
معرفت کے انحضرت کے الم مفارقت سے دردمند ہوتا ہی دیکھو جناب سیدہ کو کہ اس مفارقت مین ان جناب کا کیا
حال ہوا اور فرماتی تھین حقیق علی من شم تربۃ احمد ان لا یشم مدی الزمان غوالیا یعنی جس شخص نے کہ تربت مطہرہ رسول خدا کو
سونگھا ہی اسکے لائق اور زیبا یہ ہی کہ پھر کبھی غالیہ کو یعنی خوشبو دوائون کو نہ سونگھے پھر فرماتی ہین صبت علی مصائب لو انہا
صبت علی الایام صرن لیالیا یعنی ایسی مصیبتین مجھپر گرائی گئین اس مفارقت مین انحضرت کی کہ اگر وہ مصیبتین روزہاے روشن پر
گرائی جاتین تو مثل اندھیری راتون کے ہو جاتے اب آگاہ ہونا چاہیے کہ ہرگاہ حق تعالی نے جناب رسول خدا کو ہر
چیز کا علم عطا فرمایا تھا تو کیونکر ہو سکتا ہی کہ مجملاً یا مفصلاً اپنی وفات کو نہ جانتے ہون چنانچہ قطب راوندی نے ابن عباس سے
روایت کی ہی کہ ایک روز ابوسفیان لعین حضرت سید المرسلین کی خدمت مین آیا اور کہنے لگا کہ مین چاہتا ہون کہ آپ سے
ایک بات پوچھون حضرت نے فرمایا کہ اگر تجھے منظور ہو تو تیرے کہنے سے پہلے مین تیرے سوال کو بیان کرون اُسنے کہا
بہتر ہی حضرت نے فرمایا تو اسلیے آیا ہی کہ مجھسے پوچھے کہ میری عمر کسقدر ہوگی اُسنے کہا کہ ہان ای رسول خدا مین اسی واسطے
آیا ہون حضرت نے فرمایا کہ مین ترسٹھ برس دنیا مین زندگی کرونگا ابوسفیان نے کہا کہ مین گواہی دیتا ہون کہ آپ
سچ فرماتے ہین حضرت نے فرمایا کہ یہ گواہی تیری زبانی ہی دل سے نہین ہی بالجملہ یا موافق اپنے اسی علم سابق کے یا اور
جسطرح حق تعالی نے انحضرت کو قرب ارتحال سے آگاہ فرمایا ہوا اظہار اسکا دسوین برس ہجرت کے حجۃ الوداع مین ہوا
تاریخ کاشفی سے معلوم ہوتا ہی کہ وہ جناب روز عرفہ مقام عرفات مین تھے کہ حضرت کو بارشاد الہی معلوم ہوا کہ امر ارتحال
عالم قدس کی طرف اب قریب ہی اور یہ آخری حج ہی کہ اسکے بعد اب مین یہ مناسک بجا نہ لاؤنگا اسکے بعد جو خطبہ حضرت نے
پڑھا تو اسمین فرمایا کہ مجھسے اپنے مناسک لے لو کہ پھر مین اس سال کے بعد تمھین نہ دیکھونگا اور اُسی روز عرفہ کے خطبہ مین فرمایا کہ
تم میرے حال سے پوچھے جاؤگے یعنی روز قیامت تمسے پوچھینگے کہ محمد نے تمھارے ساتھ کسطرح زندگی بسر کی تو اُسوقت
تم کیا جواب دوگے سب نے عرض کیا کہ ہم عرض کرینگے کہ رسالت اور امانت کو ادا کیا اور نصیحت کرنے کی شرط تھی

اسطرح بجالاے یہ سنکر فرمایا کہ خداوندا گواہ رہنا تو پھر آپ منبر سے نیچے تشریف لاے اور جب مناسک حج سے فراغت فرما کر
مراجعت فرمائی تو اثناے راہ مین بحکم خدا ایک منزل پر کہ غدیر خم اُسے کہتے ہین اُترے اور نماز ظہر اول وقت مین ادا فرمائی
اور بعد اُسکے اصحابون کی طرف متوجہ ہوے اور فرمایا کہ آیا مین تمھارے نفسون سے اولیٰ نہین ہون سب نے عرض کیا کہ
آپ ہماری جانون سے اور ہمسے اولیٰ ہین فرمایا کہ جسکا مین مولا ہون اور آقا ہون اُسکا علی ابن ابیطالب مولا اور آقا ہی بعد اُسکے
علی ابن ابیطالب کے حق مین پانچ دعائین فرمائین پہلی یہ کہ خداوندا دوست رکھ اُسے جو علی کو دوست رکھے دوسری
یہ کہ خداوندا جو اُس سے دشمنی کرے تو اُس سے دشمنی فرما تیسری یہ کہ خداوندا جو اُسے چھوڑے اور مخذول کرے تو اُسے
چھوڑ اور مخذول کر چوتھی یہ کہ خداوندا تو نصرت و مددگاری کر اُس شخص کی جو اُسکی مدد کرے پانچوین یہ کہ خداوندا حق کو اُسکے
ساتھ رکھ جدھر وہ پھرے حق اُسکے ساتھ ہو چنانچہ بعد اُسکے شیخین اور جملہ اصحاب و انصار نے بیعت کی اُسکے بعد فرمایا کہ ایہا الناس
مین گویا دیکھتا ہون کہ مجھے عالم بقا کی طرف طلب کیا ہی اور مین نے اُسے قبول کیا ہی اور مین دو چیزین بزرگ تم مین چھوڑتا ہون
کہ وہ ایک دوسری سے بزرگ ہی اور وہ قرآن اور میرے اہلبیت مین دیکھو اور احتیاط کرو کہ بعد میرے اُنکے ساتھ کیا سلوک
کروگے اور اُنکے حقوق کی کسطرح رعایت بجالاؤگے اور وہ دونون آپس مین متحد رہینگے اور ہرگز جدا نہونگے یہان تک کہ حوض کوثر پر
میرے پاس پہونچینگے یہان تک ملخص کلام کاشفی کا تھا پوشیدہ نرہے کہ اپنے مرنیکا جاننا سہل بات نہین ہی خصوصاً جب
اُسکے ساتھ اسکا بھی یقین ہو کہ بعد ہمارے اہلبیت و اقربا ہمارے مبتلا بانواع مکارہ و آلام ہو جائینگے اور اُنکے حقوق جو
خدا نے دلاے تھے اور مقرر فرماے تھے چھین جائینگے اور وہ علی ابن ابیطالب جنھین اپنے ہاتھون سے اور گود مین
پالا اور منھ مے اپنے روٹی ملائم کرکے اُنکے منھ مین کھلائی اور تمام علوم کی تعلیم کی اُنکی راحت و آرام کے واسطے بامر الٰہی
اپنی بیٹی کا اُنکے ساتھ نکاح کیا اور انھین اپنا خلیفہ اور وصی گردانا انھین خودغرض لوگ گھر بٹھائینگے اور اذیتین پہنچائینگے
اور جو خدا اور رسول نے اُنکے لیے فرمایا تھا اُسکی رعایت نکرینگے وہ بیٹی اور اُسکی اولاد جنکی شان مین آیہ مودت قربیٰ نازل ہوا تھا
اُنکے ساتھ دشمنی کی جائیگی کوئی اُسکا گھر جلائیگا کوئی اُسکے پہلو پر دروازہ گرائیگا کہ وہ اُن صدمات سے کسطرح تڑپ تڑپ کر ہلاک
ہوگی اور وہ دونون نواسے جنکے لیے فرمایا تھا کہ الحسن و الحسین سیدا شباب اہل الجنۃ اُن سے کسی کو زہر دغا پلائینگے کہ اُسکی تیزی
اور حدت سے اُسکا کلیجہ کٹ کٹکر ٹکڑے ٹکڑے ہوگا اور اُس اذیت سے وہ ہلاک ہوگا اور کسی کو زمین عراق پر طلب کرکے اُسے
اشقیاے اُمت گھیر لینگے اور آب و دانہ تین روز تک اُسپر بند کرینگے اور وہ اور اُسکے ہمراہی مبتلاے بلاے گرسنگی و تشنگی و
نامرادی رہینگے اور کیا کیا فریادین العطش و الجوع کی اُسکے زنان و اطفال کے خیمون سے بلند ہونگی اور آخر یہی شدت گرسنگی
و تشنگی مین تیغ بیداد سے دریا کنارے مع انصار و اقربا و اطفال کس بے دردی سے ذبح کرینگے کہ کوئی حیوان کو بھی اسطرح ذبح
نہین کرتا اور آخر کو بذریعہ ان افعال بد کے وہ اُمت جسکی اصلاح حال دنیا و آخرت کے لیے کیا کیا جد و جہد ایام حیات مین اپنے
نہ فرمائی مستحق ملامت و عذاب کی نزدیک پروردگار عادل کے ہوگی اور زمین خدا فساد و ظلم سے مملو ہوگی اور حرکات کا نزول

کم ہو جائیگا یہ الام و مصائب تھے جنکا علم حضرت کو خبر قرب ارتحال کے ساتھ دیا گیا تھا اور اسی لیے بار بار اکمال دین اور اہتمام شرع متین مین حد سے زیادہ کوشش و مبالغہ فرماتے تھے اور علی ابن ابیطالبؑ اور جناب سیدہ کو بار بار اُن ظلمون سے جو انحضرات پر بعد پیغمبر خدا ہونے والے تھے آگاہ فرماتے تھے اور تسکین دیتے تھے پس واقع مین مصیبت پیغمبر خدا کی تنہا انھین حضرت کی مصیبت نہ تھی بلکہ مصیبت آل رسول کی بھی یہی وقت ہے کہ جب پیغمبر خدا مصیبت قرب ارتحال مین اپنی مبتلا ہوے شروع ہوئی جلسۂ دوم جناب سید سند نے حدیقہ مین جناب امیر علیہ السلام سے نقل فرمایا ہو کہ فرمایا انحضرت نے نَزَلَ بِیْ مِنْ وَفَاۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ مَا لَمْ اَکُنْ اَظُنُّ اَنَّ الْجِبَالَ لَوْ حَمَلَتْہُ مَا کَانَتْ تَنْھَضُ بِہٖ فَحَمَلْتُ نَفْسِیْ عَلَی الصَّبْرِ بَعْدَ وَفَاتِہٖ وَلَزِمْتُ الصَّمْتَ وَالْاِشْتِغَالَ بِمَا اَمَرَ بِہٖ مِنْ تَجْہِیْزِہٖ وَتَغْسِیْلِہٖ وَجَمْعِ کِتَابِہٖ لَا یَشْغَلُنِیْ عَنْ ذٰلِکَ بَادِرُ دَمْعَۃٍ وَلَا ھَائِجُ زَفْرَۃٍ حَتّٰی اَدَّیْتُ فِیْ ذٰلِکَ الْحَقَّ الْوَاجِبَ لِلّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ عَلَیَّ وَرَسُوْلِہٖ یعنی پیغمبر خدا کی وفات کے بعد مجھپر وہ صدمے نازل ہوے کہ مجھے گمان نہین ہی کہ اگر وہ پہاڑون پر گرین تو وہ اُسکے متحمل ہو جائین پس بہت تکلیف اُٹھا کر مین نے بعد انحضرت کے اپنے نفس کو صبر و شکیبائی پر رکھا اور ہر بات مین چپ رہنا اور کچھ منھ سے شکوہ نہ کرنا اپنے اوپر لازم کیا اور جس چیز کے لیے حکم مجھے فرمایا اُسکے ساتھ مشغول ہوا یعنی پہلے مین نے تجہیز و تغسیل انحضرت کی کی اور بعد اُسکے قرآن کو جمع کیا اور اِن کامون کے کرنے مین مجھے جو آنسو کہ گرے جاتے تھے اور وہ آہ و فغان کہ سینہ سے بسبب ہیجان کے باہر آتی تھی میرے مانع نہوتی تھی یہان تک کہ اُس حق کو جو مجھپر واجب و لازم تھا خدا کے واسطے اُسکے رسول کے بارے مین وہ مین نے ادا کیا فقط فی الواقع مرتبہ مصیبت مفارقت پیغمبر خدا کا ایسا ہی ہی کہ جو حضرت نے ارشاد فرمایا خصوصاً جناب امیر علیہ السلام کے واسطے اِسکو زیادہ موثر ہونا چاہیے کہ ایمان حضرت کا خدا اور رسول کے ساتھ خالص و محکم تھا اور حضرت وہ ہین کہ جب وحی کا نازل ہونا خدا کی طرف سے شروع ہوا تو آواز وحی کی سنا کرتے تھے اور نزول وحی کو پہچانتے تھے اور حق تعالی نے انھین برگزیدہ فرمایا تھا اور بعد نبی کے انھین اپنی حجت زمین پر قرار دیا تھا پس حجت خدا کو غیر حجت خدا کہان پہچان سکتا ہی اسلیے مثل انحضرت کے اِس مصیبت مین کوئی دردمند زیادہ نہین ہوا اور یہ بات ظاہر ہی کہ جنھین کچھ تعلق خلافت سے نہ تھا وہ انتظام اخذ خلافت مین مشغول ہوے اور حضرت باوجود اِسکے کہ پیغمبر خدا کے سامنے خلیفہ ہو چکے تھے اور سب نے بیعت حضرت کے ساتھ کی تھی لیکن جب تک تجہیز و تغسیل پیغمبر سے فارغ نہین ہوے اپنے حفظ حق کی طرف بھی متوجہ نہین ہوے واں کیا سقیفہ بنی ساعدہ کے اخبار اور جو وہان وقتاً فوقتاً حضرت کی بیعت توڑی جاتی تھی اور دوسرون کے ساتھ بیعت کی جاتی تھی گوش زد ہوتے تھے لیکن استیلائے غم و ابتلائے مصیبت مفارقت پیغمبر خدا ایسا تھا کہ ہر چیز اُسکے مقابلہ مین بے حقیقت تھی اور عالم آنکھون مین سیاہ تھا اور یہ نہ اِسلیے تھا کہ حضرت کو قرابت تھی بلکہ اِسواسطے کہ وہ حضرت خدا و رسول کے مرتبہ کے پہچاننے والے تھے جیسی معرفت تھی ویسا ہی رنج مفارقت تھا اور ایسا ہی حال پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جاننا چاہیے کہ جب سے اپنا قرب ارتحال معلوم ہوا اور تصور اس بات کا فرمایا کہ میرے بعد اہلبیت میرے مبتلائے ظلم و ستم ہونگے بمفاد قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی تمھارے طلب انحضرت کا یہ تھا کہ

اہلبیت اطہار کے بارے مین وصیت فرمائین اور یہ امر محض محبت قرابت کے واسطے نہ تھا بلکہ اتمام حجت اور ارشاد امت اور
مصالح ہدایت کے واسطے یہ اہتمام فرماتے تھے تاکہ بعد آنحضرت کے اہلبیت کی اطاعت کے ذریعہ سے رستگار ہوں اور انکی
مخالفت اور دشمنی کرکے گمراہ اور مستحق عذاب اور بیزاری پروردگار قہار کے ہوں اور کسی کو یہ جگہ روز قیامت کہنے کی نہو کہ
پیغمبر خدا نے اپنے بعد کے واسطے روز قیامت تک کو ہمیں ہدایت نہ فرمائی تھی کہ ہم کسکی اطاعت کرین کیونکہ شریعت حضرت کی
تا قیامت باقی ہے اسکے لیے کوئی حافظ شریعت کا تقرر ضرور ہے کہ جو امت کو انکی وقتاً فوقتاً مثل آنحضرت کے راہ راست دکھاتا رہے
اسی لیے مختلف تقریبوں مین اپنی امت کو اطاعت اور متابعت ثقلین کے لیے مکرر ارشاد فرمایا جیسا کہ اخبار خاصہ اور
عامہ مین بطور مستفیض منقول ہے کہ مکرر فرمایا انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی اہل بیتی ما ان تمسکتم بہما لن تضلوا بعدی
اور مکرر فرماتے تھے کہ مثل اہل بیتی کمثل سفینۃ نوح من رکبہا نجی ومن تخلف عنہا غرق وہوی یعنی میرے اہلبیت کی مثال
کشتی نوح کی ہے کہ جو کوئی اسپر سوار ہوا اسنے نجات پائی گمرہی اور عذاب الہی سے اور جسنے اس سے انحراف و روگردانی کی وہ دریاء
ہلاکت اور چاہ ضلالت مین گرا اور اسی لیے جب حجۃ الوداع سے مراجعت فرمائی تو روز غدیر اگرچہ وہ دن ایسا گرم تھا کہ
ہر شخص اپنے اوڑھنے کی چادر کو پاؤن مین لپیٹا تھا تاکہ ریت کی گرمی کے ضرر سے محفوظ رہین اور کسی کو ہوش نہ تھے مگر
ایسے دن اور ایسے سخت وقت مین بحکم رب قدیر یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک اسی مقام پر بمجرد نزول آیہ کے ٹھہر گئے اور
سب لوگو گرد و پیش اپنے جمع فرما کر ندا فرمائی کہ الصلوۃ جامعۃ اور جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب کو بلایا اور منبر پر اپنے پاس کھڑا کیا
اور خطبہ بکمال فصاحت و بلاغت سے ادا فرما کر بعد اسکے اپنے قرب رحلت سے اسطرح آگاہ فرمایا کہ ایہا الناس اب وہ وقت
قریب پہونچا ہے کہ مین داعی حق کو لبیک اجابت سے جواب دون یعنی عنقریب مین اس عالم فانی سے طرف عالم جاودانی کے
جانے والا ہون اور دو چیزین بزرگ تم مین چھوڑتا ہون کہ جب تک تم انکی متابعت کروگے بعد میرے گمراہ نہوگے اور
وہ دونون قرآن اور میری عترت ہے اور یہ دونون آپس مین سے جدا نہونگے جب تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہونچین اور
اسکے بعد موافق وصیت مشہور کے آنحضرت کو اپنا وصی اور خلیفہ مقرر فرمایا اور سب سے انکے لیے بیعت لی اور حجت کو تمام فرمایا
اور یہ حدیث متواترات سے ہے بیان اسکا انشاء اللہ مفصل کتاب امامت مین عنقریب کرونگا لیکن بڑے تاسف کی بات ہے
کہ کیا جلد اہل دنیا نے اس عہد و پیمان کو جو پیغمبر خدا نے بحکم خدا سب سے بحق علی ابن ابیطالب لیا تھا اپنی پیٹھ کے
پیچھے ڈالا اور کیا کیا حیلہ اور چارہ جوئیان اس وصیت کے دفع کرنے مین کی گئین جیسا کہ کتب صحیحہ حضرات اہلسنت سے
جناب سید سند نے نقل فرمایا کہ انکے یہان مروی ہے کہ جناب ام المومنین عائشہ نے فرمایا کہ جب پیغمبر خدا کا مرض زیادہ ہوا
تو فرمایا کہ نماز کا وقت آیا کیا سب مسلمانون نے نماز پڑھ لی مین نے عرض کیا کہ ابھی نماز نہین پڑھی بلکہ آپ کے تشریف
فرما ہونے کے منتظر ہین فرمایا کہ میرے لیے پانی وضو کو لاؤ مین پانی لایا بعد اسکے وضو کا ارادہ فرمایا لیکن ایسی بیہوشی طاری
ہوئی کہ وضو نہ فرما سکے اسی طرح کئی بار اتفاق ہوا کہ چاہا وضو فرمائین لیکن وضو نہ کر سکے بعد اسکے آنحضرت نے کسی کو بھجوایا اور

حکم دیا کہ ابوبکر نماز پڑھائین سبحان اللہ کیا بات ہی مین خبر سے حدیث غدیر خم کو منسوخ کرنا چاہتے ہین اگرچہ یہان ذکر مصائب
لیکن بالضرور صاحب عقل پر پوشیدہ نہین رہ سکتا کہ حدیث غدیر خم متواتر اور یہ اخبار احاد سے بلکہ محل تہمت مین ہی
اگر صحیح بھی ہو کیونکہ بمفاد حدیث انتن صواحبات یوسف جسکا ترجمہ شاہ عبد الحق نے یہ کیا ہی کہ طائفہ عورات کا صواحب
یوسف ہی یعنی اپنی بات پر رہتی ہین دل مین کچھ رکھتی ہین اور منھہ سے کچھ کہتی ہین اس وصیت غدیر خم کو جو بنزول آیہ ایہا
الرسول مجمع کثیر مین اثناے سفر وصحت مین فرماے دیکھنا چاہیے اور اسکے سننے والے اور دیکھنے والون کی اور ناقلین کی
کثرت پر لحاظ کرنا مقتضاے انصاف ہی بھلا ایسی خبر اس ایک قول سے ایسے شخص کے جسکے حق مین خود آنحضرت نے لفظ
یوسف فرمایا ہو منسوخ ہونے کے قابل ہی اور ایسا دروغ بے فروغ عقلمند کے سامنے کب چل سکتا ہی کیونکہ پیغمبر خدا نے
جب شدت مرض مین اذان کی آواز سُنی اور دریافت فرمایا کہ ابوبکر امامت نماز یان کے لیے آمادہ ہین تو اسی حالت مین
جناب امیر اور ابن عباس کے اوپر تکیہ فرماکر باہر تشریف لاے اگرچہ اس آنے کو حضرات اہلسنت فرماتے ہین کہ جناب
ابی بکر کے ساتھ اقتدا فرمانے کو آئے تھے لیکن واقع مین صحیح یہ ہی کہ انھین انکی جگہ سے ہٹانے کو آئے تھے کیونکہ یہ
اقتدا حضرت پر واجب نہ تھا نہ کوئی آیت اسکے لیے نازل ہوئی تھی پھر جب خود طاقت قیام نہ تھی تو کیا ضرور تھا کہ
اس حالت شدت مرض مین اسکے لیے تشریف لاتے اور اگر کہا جاے کہ اسلیے تشریف لاے تھے کہ تا سب حضرت کے اقتدا
فرمانے سے انکے پیچھے اقتدا کرین تو یہ بھی نہین ہو سکتا کیونکہ قبل تشریف لانے کے صف ایستادہ ہو چکی تھی اور نماز پڑھنے والے
انکے ساتھ کے آمادہ ہو چکے تھے بلکہ صاف ظاہر ہی کہ ایسے وقت مین ایسی مشقت شدیدہ کو نبی کا اختیار فرمانا نہ تھا مگر کسی سلسلہ کے
بند کرنے کو جو دین مین واقع ہونے والا تھا اور وہ حفظ اس سے اپنی وصیت کا تھا جو غدیر خم مین فرمائی تھی تا کوئی امر اسکے
خلاف ہونے پاے جسے لوگ حجت پکڑین اور روایات حضرات اہلسنت سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہی کہ حضرت
اسوقت بہت اضطراب مین باہر آے جیسا کہ شاہ عبد الحق نے بھی لکھا ہی کہ آنحضرت نے فرمایا کہ حکم دو ابابکر کو کہ نماز پڑھائین
سب کے ساتھ پھر جب ابوبکر آئے نماز پڑھانے کو تو آنحضرت کو مرض مین خفت ہوئی پس اٹھ کھڑے ہوے اور اسطرح تشریف لاے
کہ دو آدمیون کے بیچ مین تھے اور پاؤن اسطرح کھنچے آتے تھے کہ زمین پر خط پڑجاتا تھا اسی طرح مسجد کو تشریف لاے جب
ابوبکر نے حضرت کی آواز سنی تو چاہا کہ پیچھے ہٹین پھر حضرت نے اشارہ فرمایا کہ اپنے حال پر رہو بعد اسکے وہ حضرت تشریف لاے
اور بائین طرف جناب ابی بکر کے کھڑے ہوے اور ابی بکر پیغمبر خدا کے ساتھ اقتدا کرتے تھے اور سب ابی بکر کی نماز کے ساتھ
اقتدا کرتے تھے یعنی جب تکبیر کہتے تھے تو اور سب نماز کے افعال ومقامات سے مطلع ہوتے تھے اور یہ بھی کہا ہی کہ بعضی روایات مین
یہ آیا ہی کہ ابوبکر امام تھے اور حضرت مقتدی تھے بالجملہ جیسا شیعہ کہتے ہین کہ وہ حضرت تشریف لاے انکے ہٹانے کو یہ
انکے بھی بیان سے ثابت ہی پھر اگر حضرت نے حکم فرمایا ہوتا تو خود کیون ایسی حالت مین تشریف لاتے اور سب علم نبی کو تھے
کیا یہ معلوم تھا کہ مجھے وقت نماز ایسی خفت ہو جائیگی کہ باہر جماعت مین شریک ہونگا اور جب یہ علم تھا تو پھر کیون حکم

نماز پڑھانے کا دیا تھا رہا یہ کہ اُنکے شوق اقتدا کے لیے تشریف لاے یا اُنکے ساتھ اقتدا کیا یہ باتین بھی ایسی ہین کہ جسے عقلمند نہین یقین کرسکتا سبحان اللہ جسنے انبیا کی اور ملائکہ ہفت آسمان کی بیت المقدس اور مسجد اقصی اور سدرۃ المنتہی مین پیشنمازی کی اُسکے حق مین یہ کب زیبا ہی کہ اپنی اُمت کے شخاص کے پیچھے اقتدا اور اتباع کرے اور جسکے آگے جبرئیل مقدم ہوسکین انکو ابوبکر پیشنماز ہوکر نماز پڑھائین جب معرفت اور رتبہ دانی مین نبی اور امام کے قصور ہوتا ہی تو ایسی باتین کہی جاتی ہین حقیقت مین یہ امر بھی غور کے قابل اور رونے کے لائق ہی کہ جسوقت حضرت کو اس امر سے اطلاع ہوئی ہوگی اور تشریف لاکر نماز پڑھاتے دیکھا ہوگا اور ہٹایا ہوگا تو کیا کیا امرون کا جو آیندہ مخالف ارشاد ہونے والے تھے تصور ہوا ہوگا اور کیا صدمہ گمراہی اُمت کا اور غصب حقوق اہلبیت کا اپنے آنحضرت نے اُسوقت نہ اُٹھایا ہوگا افسوس ہی کہ اسوقت مین حضرت کو یہ آلام روحانیہ پہونچے اور اہل دنیا نے کچھ پروا نہ کی اسی طرح قصہ دوات کاغذ کے طلب فرمانیکا ہی جیسے فاضل شہرستانی نے لکھا ہی اپنی کتاب ملل و نحل مین کہ پہلی وہ نزاع جو حضرت کی بیماری کے زمانے مین صحابون مین واقع ہوئی یہ تھی کہ جب آنحضرت نے دوات و قرطاس طلب فرمایا تا لکھیر وہ بات جس سے کبھی اُمت بعد حضرت کے گمراہ نہو پس جناب عمر ابن الخطاب نے کہا کہ یہ مرد اسوقت ہذیان کہتا ہی کتاب خدا ہمارے واسطے کافی اور بس ہی پس بعضون نے کہا کہ جو کچھ پیغمبر فرماتے ہین اُسپر عمل کرنا چاہیے اور بعضون نے کہا کہ جو کچھ عمر نے کہا ہی وہ بجا ہی اور فاضل بخاری نے اپنی مسند مین عبد اللہ ابن عباس سے علی ما نقلہ الفاضل التفتازانی لکھا ہی کہ جب وقت زیادتی مرض کا جناب رسول خدا کے جسمین انتقال فرمایا ہوا تو مجمع صحابہ مین فرمایا ائتونی بدوات و قرطاس اکتب لکم کتابا لا تضلوا بعدی ابدا یعنی دوات و کاغذ لاؤ کہ تمہارے لیے ایسی کتاب لکھدون کہ پھر میرے بعد کبھی گمراہ تم لوگ نہو یہ سنکر عمر نے کہا کہ اسوقت مرض پیغمبر خدا پر زیادہ ہی اور اکثر احادیث مین یہ وارد ہوا ہی ان الرجل لیہجر یعنی العیاذ باللہ پیغمبر کلام بے سمجھے ہوے جیسے ہذیان کہتے ہین کرتے ہین فقط اور اُسی فاضل نے اپنی صحیح مین لکھا ہی کہ جب پیغمبر خدا کا وقت احتضار قریب پہونچا تو اُسوقت گھر مین حضرت کے چند شخص مسلمانون سے حاضر تھے کہ منجملہ اُنکے عمر ابن الخطاب بھی تھے اُسوقت حضرت نے فرمایا ھلموا اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعدی ابدا یعنی میرے قریب آؤ تمہارے واسطے مین ایسی کتاب لکھدون کہ میرے بعد پھر کبھی گمراہ نہو پس عمر نے کہا کہ بیشک پیغمبر خدا پر درد غالب ہی اور تمہارے آگے قرآن موجود ہی اور وہ ہمارے واسطے کافی ہی پس جو شخاص کہ اُسوقت موجود تھے اُنمین مخاصمت ہونے لگی بعضے کہتے تھے کہ جو حضرت طلب کرتے ہین وہ اُنکی خدمت مین حاضر کرو کہ تا ایسی کتاب لکھدین جسکے باعث سے کبھی گمراہ نہون اور بعضے کہتے تھے کہ بات وہی بات ہی جو عمر نے کہی ہی پس جب تکرار آپسمین اور اختلاف ہوا لفظ مین یعنی بعضون نے کہا کہ قول معتبر نبی کا ہی اور بعضون نے کہا کہ معتبر قول عمر کا ہی تو پیغمبر خدا نے دل تنگ ہوکر فرمایا کہ میرے پاس سے اُٹھ جاؤ راوی کہتا ہی کہ ابن عباس نے کہا ان الرزیۃ کل الرزیۃ ما حال بین رسول اللہ و بین ان یکتب لھم ذلک الکتاب من اختلافھم و لغطھم اس جگہ مقام غور و انصاف ہی کہ یہ روایات موافق حضرات اہلسنت کے ہین اور شیعون کے اخبار خاصہ مین اس سے بھی زیادہ ہی مگر مین نے انھین اخبار کو جو اُنکی کتب مین ہین لکھا ہی

۱ع
قولہ ہفت
ای تعالی مرتبتہ
من ھاء الیتہ
و من آثار ای قصہ
نفسانیات النبوی
فیہ الواحد والجمع
والتذکیر والتانیث
عند الحجازیین
منہ زاد مجدلہ

تا کسی کو محل انکار باقی نہ رہے بالجملہ کیا مقام گریہ و بکا ہے اور کسقدر مصیبت پیغمبر خدا کی زیادہ تر یہ ہے کہ جن اشخاص کو انھون نے اپنی عنایت سے ہدایت
فرما کر مسلمان بنایا تھا اُنکے لیے یہ زیبا تھا کہ ایسی جسارتین پیغمبر کی مخالفت پر کرین اور اُنکے حکم سے خود بھی انکار کرین اور
اورون کو بھی اُنکی تعمیل و انفاذ سے مانع ہون اور ایسے کلمات بے ادبی کے آنحضرت کے روبرو زبان پر لائین کیا خوب
قرآن کو کافی جانا ہے اور اُسکی تبعیت کی ہے کیا قرآن مین اَطِیعُوا اللّٰہَ وَاَطِیعُوا الرَّسُولَ نہ تھا پھر یہی قرآن کا اتباع اور اطاعت رسول ہے
کہ وہ دوات و کاغذ ہدایت کے لکھنے کو طلب فرمائین اور آپ اُنکی مخالفت کی جائے اور جسکے واسطے خدا فرمائے
وَمَا یَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُوحَىٰ اُسکے قول کو منسوب بہ ہذیان کرین جسکے سامنے خدا آواز بلند کرکے کلام کرنے کو
منع فرمائے اُسکے روبرو یہ استخفاف کیونکر جائز ہوا اور کسقدر حضرت کو رنج ہوا ہوگا کیسا ہی شخص ذلیل اگر اپنے مرض مین
وصیت کرنیکا ارادہ کرے تو کسی کو لائق نہین ہے کہ اُسے رد کرین اور وصیت نہ کرنے دین نہ کہ پیغمبر خدا کو مانع ہون
وصیت کے لکھنے سے اور وہ وصیت بھی کیسی جسے آنحضرت نے فرمایا تھا کہ ایسی لکھونگا جس سے تم میرے بعد کبھی گمراہ نہوگے
اس منع و انکار سے دو امر پیدا ہوے ایک مخالفت نبی کی جو واجب الاتباع تھی دوسرے واقع کرنا اُمت کا ضلالت
و گمراہی مین جسکے رفع کرنے کو پیغمبر نے ارادہ فرمایا تھا اور اسی جہت سے وہ حضرت اپنے ارادے سے باز آئے اور جانا
حضرت نے کہ جب میرے قول کو ہذیان کہتے ہین تو میری کتابت اور لکھے کو کب قبول کرینگے پس انھین اُنکے حال پر
چھوڑا فی الواقع بقول ابن عباس جائے حسرت و افسوس ہے کہ جو پیغمبر کہ ہادی اور رہنمائے خلق تھا وہ اپنی اُمت کی
حراست و حفاظت کے لیے گمراہی سے رضائے خدا کے واسطے کسی وصیت کو چاہے کہ لکھے اور اُسکی اُمت جو ادعائے
متابعت رکھتی تھی وہ اُنکی بات نہ سُنے اس سے زیادہ اور مصیبت کیا ہو سکتی ہے اہل اسلام مین یہ رسم جاری ہے کہ بیماری کے
حال مین برادران ایمانی کی دلجوئی کرتے ہین اور اگر وہ خود بھی بھولے تو اُسے یاد دلاتے ہین کہ تم جو چاہو اور دل مین ہو
اُسے کہو اور وصیت کرو کہ ہم سب اُسکی تعمیل کرینگے اور جو کچھ وہ کہتا ہے اُسے بگوش دل سُنتے ہین اور اُسکا انفاذ کرتے ہین
افسوس ہے کہ پیغمبر خدا کی آخر وقت دنیا مین بات نہ سُنی جائے اور ایسے بزرگ کی وصیت ضائع کی جائے اور اُسوقت مین
آنجناب کو اذیت پہونچائی جائے کیون حضرات اُسوقت مجھے وہ وقت یاد آتا ہے کہ جب مسلم بن عوسجہ روز عاشورا زخمی ہو کر
گرے اور سید الشہدا مع حبیب ابن مظاہر اُنکی لاش اُٹھانے کو آئے تو حبیب نے کہا کہ اے مسلم اگر ہم یہ جانتے کہ تمھارے
بعد ہم زندہ رہینگے تو تم سے کہتے کہ جو کچھ تمھارے دل مین ہو وہ سب کہو کہ مین اُسے بجا لاؤنگا مگر اب تو مین بھی تمھارے
بعد ہی مارا جاؤنگا لیکن اے بھائی جتنی دیر تک زندہ ہون اُسوقت کے لیے جو چاہو وہ وصیت کرو یہ سُنکر امام حسین
علیہ السلام کی طرف اشارہ کرکے حبیب سے کہا کہ اُوصِیکَ بِهٰذَا یعنی اے حبیب میرے وصیت یہی ہے کہ انسے خبردار رہنا
اور بچانا انھین شمر و کفار سے جب تک کہ زندہ رہنا کہ یہ جان فاطمہ اور فرزند رسول ہے اب یہان سے فرق پیغمبر کے
صحابون کا اور امام حسین کے صحابون کا دیکھنا چاہیے سبحان اللہ مسلم ابن عوسجہ کو دیکھو کہ بے وطنی اور شدت گرسنگی اور

تشنگی اور کثرت زخمہاے بدن اور جان کنی مین تھے کہ موت سر پر پہونچ چکی تھی سید الشہدا کو نہ بھولے اور وصیت بھی جو کی
تو یہی کی کہ امام حسینؑ سے خبردار رہنا جیسا کہ پیغمبر خدا بھی جب تک کہ زندہ رہے حفظ حقوق اہلبیت کے واسطے وصیت
فرماتے رہے اور اسی طرح حبیب ابن مظاہر علیہ الرحمہ نے ان سب بلاؤن مین آخر وقت مسلم کو وصیت یاد دلائی اور جو انھون نے کہا
اُسے سُنا اور قبول کیا اصحاب نبی کو دیکھنا چاہیے کہ پیغمبر نے خود فرمایا کہ دوات اور قرطاس لاؤ تو مین ایسی وصیت لکھا دون
کہ پھر کبھی گمراہ نہو میرے بعد لیکن باوجود حکم فرمانے پیغمبر خدا کے اور ایسی وصیت کے وعدہ کرنے کے پھر نہ لکھنے دیا نہ وصیت
کرنے دیا اور نہ سنا جو جو وصیت زبانی فرمائی تھی نہ اُسپر عمل کیا اور اس سے زیادہ لائق تعجب یہ ہی کہ جب حضرت مسلم سے
کوفے مین قریب انتقال اپنے کس حال مین کہ اشقیا گھیرے ہوے تھے اور قتل کر رہے تھے تلوارین بدن پر پڑ رہی تھین ابن زیاد نے
کہ کیسا دشمن خاندان رسالت تھا کہا کہ مجھے اتنا چھوڑ دے کہ جو بعض میری قوم کے ہین اُنسے جو دل مین ہی بطور وصیت کہہ لون
تو اُسنے بھی حکم کیا کہ وصیت کر لیجئے دو بعد اسکے حضرت مسلم نے اُن لوگون کی طرف جو صحبت ابن زیاد مین حاضر تھے دیکھا ایک
شخص کو کہ نام اُسکا عمر تھا مخاطب کر کے فرمایا کہ میرے تیرے بیچ مین قرابت ہی اور مجھے اسوقت ایک حاجت ہی مین چاہتا ہون
کہ تو اُسے بر لا عمر نے ابن زیاد کے لحاظ سے چاہا کہ وصیت نہ سُنے اور انکار کرے اُسوقت ابن زیاد نے کہا کہ کیا وجہ ہی جو اسوقت مین تو
اپنے ابن عم کی وصیت نہین سُنتا اُسوقت وہ اُٹھ کر حضرت مسلم پاس آیا اُسوقت حضرت مسلم نے کہا کہ پہلی وصیت یہ ہی کہ
جب مین مارا جاؤن تو میری لاش کو ابن زیاد سے مانگ کر دفن کر دینا اور بڑا مطلب اور آخر وصیت یہ ہی کہ کسی کو جلد امام
حسینؑ کی خدمت مین بھیجو اکہ انھین کوفے کی طرف آنے سے پھیر دے کہ وہ حضرت بنا بر میرے طلب کرنے کے چل چکے ہونگے
اور راہ مین ہونگے اب دیکھیے کیا مقام تعجب ہی کہ ابن زیاد باوصف اس عداوت اور قساوت قلب کے کہ قتل کر رہا تھا لیکن
وصیت کرنے کو مہلت دی اور عمر پر تاکید کی کہ وصیت کو سُنے اور حضرت مسلم باوجود اسکے کہ نرغۂ اعدا مین تھے اور یقین موت تھا
اور دفن و کفن سے اپنی لاش کے بھی اطمینان نہ تھا لیکن آخر ہمت یہ تھی کہ کسی طرح امام حسینؑ علیہ السلام تک یہ خبر پہونچ جاے تا کہ
وہ حضرت ہلاکت اور قتل سے محفوظ رہین اور اصحاب نبی باوصف اسکے کہ سب مدعی صحابہ تھے لیکن نبی کی وصیت آخر وقت کی
نہ سنی اور نہ لکھنے دیا اور کیسا یہ ملال پیغمبر کو پہونچا ہوگا حقیقت یہ ہی کہ چونکہ یہ سبکو معلوم تھا کہ کتاب مین بھی وہی لکھینگے جو زبان سے
خلافت علیؑ ابن ابیطالبؑ کے واسطے فرماتے ہین لیکن لکھنے سے امر خلافت کو استحکام زیادہ ہو جائیگا اور پھر کوئی حیلہ اہلبیت کے
بارے مین نہ چل سکے گا اسلیے مخالفت صریح قرآن اور پیغمبر کو زمان حیات نبی ہی مین اختیار کیا اور کسوقت پیغمبر کو دل تنگ اور
غمگین و ناراض کیا جلسہ سوم جناب اخوند صاحب نے کتاب حیات القلوب مین شیخ مفید علیہ الرحمہ اور مولناے طبرسی سے
روایت کی ہی کہ جب حضرت رسول خداؐ نے حجت الوداع سے مراجعت فرمائی اور آنحضرت کو معلوم ہوا کہ اب میرا عالم بقا کی طرف
رحلت کرنا قریب ہی تو ہمیشہ اصحاب و اُمت کے بیچ مین خطبے پڑھتے تھے اور اُنھین ڈراتے تھے اُن فتنون سے جو بعد آنحضرت کے
واقع ہونے والے تھے اور جو مخالفت آنحضرت کے ارشاد سے ہونے والی تھی اور بار بار انھین وصیت اہلبیت کی فرماتے تھے کہ

ہرگز میری سنت اور طریقے سے ہاتھ نہ اُٹھائین اور دین مین بدعت نہ کرین اور اہلبیت و عترت کے ساتھ تمسک رہین اور
اُنکی اطاعت و نصرت و حراست مین سرگرم رہین اور اُسے اپنے اوپر واجب جانین اور ہمیشہ اُنھین منع فرماتے تھے اس بات سے
کہ اختلاف نہ کرین اور ارتداد کو اختیار نہ کرین اور فرماتے تھے کہ ایہا الناس مین تمسے پہلے جاتا ہون اور تم سب حوض کوثر پر
میرے پاس وارد ہوگے اور مین تمسے پوچھونگا کہ تمنے اُن دونون بزرگ چیزون کے ساتھ کیا کیا جو مین تمھارے بیچ مین چھوڑ
آیا تھا کہ وہ کتاب خدا کی اور میرے اہلبیت تھے پس دیکھو کہ کیونکر خلاف میرے کروگے اُن دونون چیزون مین بارستیکہ
کہ خداوند خبیر لطیف نے مجھے خبر دی ہی کہ یہ دونون جدا نہونگے جب تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس نہ پہونچین اور بدرستیکہ
مین انھین دونون کو تم مین چھوڑکر جاتا ہون پس تمھین چاہیے کہ میرے اہلبیت پر سبقت نہ کرو اور اُنسے جدا و پراگندہ نہو
اور اُنکے حق مین تقصیر نہ کرو کہ ہلاک ہوگے اور اُنھین کچھ نہ سکھاؤ کہ وہ تمسے زیادہ جاننے والے ہین اور مین ایسا تمھین نہین
جانتا کہ میرے بعد تم سب دین سے پھر جاؤگے اور کافر ہو جاؤگے اور ایک دوسرے پر تلوار کھینچیگا پس ملاقات کروگے
مجھسے اُسوقت کہ جب مین مع علی ابن ابیطالبؑ کے ایک لشکر کے ساتھ ہونگا جو مثل سیلاب کے زیادتی اور سرعت و شدت
مین ہوگا اور خوب جانو کہ علی ابن ابیطالبؑ میرے بھائی اور وصی ہین اور وہ لڑینگے قرآن کی تاویل پر جیسا کہ مین لڑا اسکی تنزیل کے
واسطے بالجملہ اسی طرح کے کلمات متعدد مجالس مین بار بار فرماتے تھے بعد اُسکے اسامہ بن زید کو امیر گردانا اور ایک لشکر مرتب فرمایا
کہ جن جن کو جانتے تھے کہ یہ میری مخالفت اور علی ابن ابیطالبؑ سے دشمنی کرینگے انھین اور کچھ اور شخاص تھے اُنھین
معین کیے اور حکم فرمایا کہ اکثر صحابہ کے ساتھ بلاد روم کی طرف جائین جہان کہ اُنکے باپ نے شہادت پائی تھی اور واقع مین
غرض اسسے حضرت کی یہ تھی کہ اس لشکر کو بھیجکر زمین مدینہ کو منافقین اور اہل فتنہ سے خالی فرمائین اور کوئی امر خلافت مین
جناب امیرؑ سے نزاع نہ کرے تاکہ امر خلافت آنحضرت کا مستقر اور مضبوط ہو جاے اسی لیے بہت مبالغہ فرماتے تھے ان سبکو
کہ ہمراہ لشکر جانے کو مامور ہوے تھے کہ جلد جائین اور بہت تاکید و تحذیر فرمائی تاکہ سب نکل جائین مدینہ سے اور ایک
جماعت کو مقرر فرمایا کہ وہ اس جماعت کو جنھین لشکر اسامہ مین مامور بہ سفر فرمایا تھا اُنھین جلدی مدینہ سے باہر نکالین اور
سبکو ڈرائین سفر مین دیر کرنے سے اور اسامہ سے فرمایا کہ بمقام جرف ٹھہرین جب لشکر سب تمام و کمال جمع ہولے تو بلاد روم
کی طرف روانہ ہون پس اسی حال مین آنحضرت کو وہ مرض طاری ہوا جسمین انتقال فرمایا طرف جوار رحمت خدا کے بالجملہ
جب حال اپنے مرض کا حضرت نے مشاہدہ فرمایا تو علی ابن ابیطالبؑ کے ہاتھ کو پکڑا اور طرف بقیع کے متوجہ ہوے
اور اُسوقت بہت سے اصحاب حضرت کے ساتھ تھے بعد اسکے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہی کہ مردگان بقیع کے لیے
استغفار کرون مین جب بقیع مین پہونچے تو فرمایا السلام علیکم یا اہل القبور گوارا ہو تمھین وہ حالت کہ جسمین تمنے صبح کی ہی
اور نجات پائی ہی تمنے اُن فتنون سے جو ابھی لوگون کے آگے آنے والے ہین بدرستیکہ لائین ہین آدمیون کی طرف
ہیبت سے فتنون کی جو مثل اندھیری رات کے ٹکرون کے ہین یہ فرماکر تھوڑی دیر تک وہان ٹھہرے رہے اور طلب مغفرت

اہل بقیع کے لیے فرماتے رہے بعد اسکے جناب امیر علیہ السلام کی طرف منھ کرکے فرمایا کہ جبرئیل ہر سال مین ایکبار قرآن میرے سامنے پڑھتے تھے اس سال دو مرتبہ قرآن کو مجھپر عرض کیا اس سے ایسا مین گمان کرتا ہون کہ یہ اسلیے ہوا ہی کہ میری وفات قریب ہی بعد اسکے فرمایا کہ یا علی بدرستیکہ حق تعالی نے مجھے اختیار عطا فرمایا اس امر مین کہ اگر مین چاہون تو ہمیشہ دنیا مین رہون اور تمام دنیا کے خزانے میرے تحت تصرف مین ہون اور اگر چاہون تو بہشت کو اختیار کرون لیکن مین نے اپنے پروردگار کی ملاقات کو اختیار کیا جسوقت تم دیکھنا کہ مین نے انتقال کیا تو میری عورت کو چھپا دینا کیونکہ جسکی نظر میری عورت پر پڑیگی وہ اندھا ہو جائیگا بعد اسکے دولتخانہ کی طرف مراجعت فرمائی اور روز بروز مرض آنحضرت کا زیادہ ہونے لگا تین روز کے بعد مسجد مین تشریف لائے اسطرح کہ سر پر عصابہ بندھا تھا اور سیدھا ہاتھ امیر المومنین ع کے کاندھے پر تھا اور بایان ہاتھ فضل ابن عباس کے کاندھے پر تکیہ فرمائے تھے یہان تک کہ منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا ای گروہ مردم وہ وقت قریب ہی کہ مین تم مین سے غائب ہونگا پس جس شخص کو مجھسے کوئی وعدہ ہو کہ مین نے اس سے کیا ہو وہ آئے اور اپنے وعدے کو مجھسے لے اور جسکا مجھپر قرض ہو وہ مجھے خبردار کرے ای گروہ مردم کسی کو خدا سے کوئی وسیلہ اور قرابت نہین ہی کہ جسکے باعث سے وہ بہتری پا سکے یا کسی برائی کو دور کر سکے مگر خدا کی اطاعت کرنا ہی وسیلہ ہی بندے کو خدا کے ساتھ ای گروہ مردم کسی دعوی کرنے والے کو یہ نہین پہونچتا کہ دعوی کرے کہ مین بے عمل کے رستگار ہونگا اور کوئی آرزو کرنے والا یہ آرزو نہ کرے کہ بے خدا کی اطاعت کے اسکے راضی کرلےگا بحق اس خداوند کے جسنے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہی کہ عذاب الہی سے نجات نہین دیتا مگر نیک عمل یا حق تعالی کی رحمت اور اگر مین گناہ کرون تو مین بھی جہنم مین جاؤن خداوندا آیا مین نے تیری رسالت کو ادا کیا یہ فرماکر منبر سے اترے اور سب کے ساتھ نماز کو بہت خفت کے ساتھ ادا فرمایا اور ام سلمہ کے گھر مین پھر کر تشریف لائے اور ایک روز یا دو روز وہان تشریف رکھی بعد اسکے عائشہ اور سب ازواج کو حضرت کی متفق کرکے خدمت مین آنحضرت کے آئین اور اصرار و التماس کرکے حضرت کو اپنے گھر مین لے گئین اور جب انکے گھر مین تشریف لے گئے تو حضرت کا مرض زیادہ ہوا بعد اسکے صبح کے وقت جب بلال اذان دینے کو حاضر ہوے تو اسوقت وہ حضرت عالم قدس کی طرف ایسے متوجہ تھے کہ بلال نے اذان دی اور حضرت مطلع نہوے پس عائشہ نے کہا کہ ابو بکر سے کہو کہ جو لوگ نماز پڑھنے کو مسجد مین آئے ہین انکے ساتھ نماز پڑھائین اور حفصہ نے کہا کہ عمر سے کہو کہ وہ نماز پڑھائین جب حضرت نے انکی باتین سنین اور جو غرض فاسد انکی اس سے تھی وہ دریافت فرمائی تو فرمایا کہ ان باتون سے ہاتھ اٹھاؤ تم مثل ان عورتون کے ہو جو حضرت یوسف کو گمراہ کرنا چاہتی تھین اور از بسکہ حضرت نے یہ حکم فرمایا تھا کہ ابو بکر و عمر لشکر اسامہ کے ساتھ باہر جائین اور عائشہ و حفصہ کی باتون سے معلوم ہوا کہ وہ فتنہ و فساد کے برپا کرنے کو پھر آئی ہین اسوقت حضرت بہت غمگین ہوے اور باوجودیکہ مرض کمال شدت پر تھا لیکن اٹھ کھڑے ہوے اس خیال سے کہ شائد وہ دونون صاحب نماز پڑھائین اور اس سے سب کو شبہہ پیدا ہو کہ شائد انکی امامت بھی خدا کی طرف سے ہی یا پیغمبر ص کی اجازت و حکم سے ہی اور ایک ہاتھ امیر المومنین کے دوش پر اور ایک ہاتھ فضل ابن عباس کے دوش پر رکھکر بہت ضعف و ناتوانی کے ساتھ

پاؤن کھینچتے ہوئے مسجد مین تشریف لائے جب نزدیک محراب پہونچے تو دیکھا حضرت نے کہ ابوبکر امام جماعت ہین اور آپ محراب مین جہان حضرت کھڑے ہوکر نماز پڑھاتے تھے وہان کھڑے ہین اور نماز شروع ہو چکی ہی یہ ملاحظہ فرماکر دست مبارک سے اشارہ فرمایا کہ پیچھے کھڑے ہو اور خود محراب مین داخل ہوے اور بیٹھ گئے اور سبکو نماز بیٹھ کر پڑھائی اور نماز کو نئے سر سے پڑھایا اور جو ابوبکر پڑھا چکے تھے اُسپر توجہ نہ فرمائی اور جب نماز کا سلام کہہ چکے تو پھر گھر مین تشریف لے گئے اور ابوبکر و عمر کو اور ایک جماعت کو مسلمانون سے طلب فرمایا جب وہ سب حاضر ہوے تو فرمایا کہ مین نے نہین کہا تھا کہ اسامہ کے لشکر کے ساتھ باہر جاؤ سب نے کہا کہ ہان ای رسول خدا آپ نے فرمایا تھا یہ سنکر فرمایا کہ پھر میری اطاعت کیون نہ کی ابوبکر نے کہا کہ مین باہر گیا تھا اور پھر اسلیے پھر آیا کہ عہد بیعت کو آپ سے تازہ کرون اور عمر نے کہا کہ مین اسلیے باہر نہین گیا کہ نہین چاہتا ہون کہ آپ کے مرض کی خبر اورون سے پوچھون حضرت نے فرمایا کہ جلد اسامہ کے لشکر کو روانہ کرو اور تم بھی اُسکے لشکر کے ساتھ باہر جاؤ اور خدا لعنت کرے اُسپر جو لشکر اسامہ سے رہ جاے اور اُسکے ساتھ نہ جاے یہ بات فرماکر حضرت کو مسجد کے جانے کی تعب و مشقت اور حزن و ملال و غضب سے غش آگیا کیونکہ اطوار ناپسندیدہ کا مشاہدہ فرمایا اور جو فساد نیت تھا اُسے دریافت فرمایا یہ حال حضرت کا دیکھکر بہت سے مسلمانون نے رونا شروع کیا اور آواز گریہ بکا کی حضرت کی ازواج کی اور فرزندون کی بلند ہوئی اور یہ آواز سنکر سب مسلمانون کے مرد و زن رونے لگے جب غل رونیکا زیادہ ہوا تو حضرت نے چشم مبارک کھولی اور اُنکی طرف دیکھا اور فرمایا کہ میرے پاس ایک دوات لاؤ اور گوسفند کے شانے کی ہڈی لاؤ کہ اُسپر تمھارے لیے ایسا نامہ لکھدون کہ ہرگز اُسکے بعد تم گمراہ نہوگے یہ سنکر ایک شخص صحابون مین سے اُٹھا کہ دوات اور کتف گوسفند لاے عمر نے کہا کہ پھر آ کہ یہ مرد ہذیان کہتا ہی اور مرض اُسپر زیادہ ہی اور ہمین خدا کی کتاب بس ہی بعد اُسکے جو اُسوقت اُس گھر مین حاضر تھے اُنھین اختلاف ہوا بعضے کہتے تھے کہ بات وہی ہی جو عمر نے کہی ہی اور بعضے کہتے کہ بات وہ ہی جو رسول خدا فرمائین ایسے حال مین کیونکر ہم پیغمبر خدا کے خلاف کو روا رکھین اُسکے بعد پھر حضرت سے پوچھا کہ آیا لائین جو آپ نے طلب فرمایا تھا یا رسول اللہ یہ سنکر فرمایا کہ بعد اِن باتون کے جو مین نے تم سے سنین اب مجکو حاجت لکھنے کی نہین ہی لیکن وصیت کرتا ہون تمکو کہ میرے اہلبیت کے ساتھ اچھا سلوک کرنا اور اُنسے منہ نہ پھیرنا یہ سنکر وہ سب اُٹھ کھڑے ہوے اور اپنے گھرون کو روانہ ہوے انتہی ملخص کلامہ حضرات بنا بر اس روایت کے کسقدر ملال رسول خدا کا ظاہر ہوتا ہی اور کیونکر نہو کسقدر آنحضرت نے اپنے ایام رسالت مین تکمیل ہدایت کی فرمائی اور یہ ضرور ہی کہ جو کچھ حضرت فرماتے تھے وہ بامر الہی فرماتے تھے تو دو رنج حضرت کو اُسوقت ہوے ہونگے ایک یہ کہ افسوس ہی کچھ ہدایت نے تاثیر نہ کی دوسرے جو حکم خدا کا ہی وہ نہین تمام ہوتا اور ایسے فرمانبردار الہی کو کیسا اسکا رنج ہوا ہوگا اور بد انجامی اُمت کا کیسا صدمہ اُٹھایا ہوگا حضرات یہ کوئی نہ سمجھے کہ خدا اور رسول کے ارادے کے خلاف کیونکر ہوا کیونکہ جو روایات گذرے اُنسے یہ معلوم ہوتا ہی کہ حضرت نے تدبیرین استقرار خلافت علی ابن ابیطالب کے لیے نزدیک اپنے قرب ارتحال کے فرمائین لیکن

وہ تمام و موثر نہوین ای عزیز یہ دنیا محل امتحان ہی اس جگہ سعید و شقی کا حال آزمائش مین کھل جاتا ہی خدا کو نہ کسی کی طاعت سے
فائدہ ہی نہ پرواہی نہ کسی کی معصیت سے نقصان اُسکے مرتبہ اُلوہیت کو پہونچتا ہی بلکہ طاعت کا حکم اور نافرمانی و معصیت سے نہی
اسی لیے فرمائی ہی کہ حجت تمام ہو کوئی یہ نہ کہے کہ ہمکو کیا اور کب کہا تھا کہ اُسے نہ بجا لاے اور کب اور کس چیز کے لیے منع کیا تھا
کہ ہم اُسکے مرتکب ہوے والا حق تعالیٰ ہر ایک کے حال و مآل سے عالم ہی قبل اسکے کہ اُسے منصہ وجود و شہود مین ظاہر فرمائے
پس جیسا کہ اعتقادات و عبادات کے بیان اور تعلیم مین نبی نے ارشاد فرمایا او تصریح و سعی کی اسی طرح امر خلافت
علی ابن ابیطالب علیہ السلام اور جملہ ائمہ کرام کے بارے مین کہ اوصیاے حقیقی آنحضرت کے ہین سعی و کوشش فرمائی
چونکہ یہ امر مہم تھا کہ مدار حفظ شریعت او اجراے احکام الہی کا منوط بوجود وصی و امام الی یوم القیام ہی اسلیے اسکی نسبت
زیادہ تر اہتمام فرمایا کہ تا حجت تمام ہو لیکن چونکہ یہ عالم ظاہری دنیا عالم اسباب و تدبیر ہی سعید و شقی سب کی سعی کبھی تمام
ہو جاتی ہی اور کبھی جب اسباب موافق نہون تو ناتمام رہتی ہی اسی طرح یہ سعی و تدبیر نبی کی بسبب اسکے کہ وصیت کے
بجا لانے والے اکثر منافق تھے ظاہر مین ناتمام رہی او جیسا کہ سعی و تدبیر امر باطل کے لیے مورث بیزاری او سخط
پروردگار کی ہوتی ہی اسی طرح سعی و کوشش امر حق کے لیے باعث ثواب اور موجب رضاے رب الارباب کا ہوتی ہی
یہ سعی و تدبیر ظاہری جو پیغمبر خدا نے فرمائی اسمین بھی حضرت کو دو ثواب حاصل ہوے سعی و تدبیر اظہار حق مین
اجر تبلیغ رسالت اور اظہار حق کا پایا اور جو ظاہر مین اسکے خلاف مراد ہونیکا حزن و اندوہ ہوا اور اس اذیت پر صبر کیا
اسمین اجر صابرین حاصل فرمایا یہ سعی ظاہر بھی ضائع نہین ہوئی اور واقع مین بنا بر مصلحت جو ارادہ خدا اور رسول کا ہو وہ
ہر طرح تمام ہوتا ہی اور رہا اگر اہل نفاق نے تدابیر ظاہریہ دنیا مین مخالفت نبی کی تو اس سے کیا ہوتا ہی اور امامت کو علی ابن ابیطالب
اور دیگر ائمہ کی کیا نقصان پہونچ سکتا ہی کیونکہ جب حضرت نے ملاحظہ فرمایا اور یقین کیا کہ منافقین اس ارادے کے تمام ہونے
مین مانع ہین اور بعد میرے وصیت پر میری عمل نکرینگے اور خلاف سنت اور ارتداد کو اختیار کرینگے تو اُس طریقے سے تکمیل خلافت کی
فرمائی جسمین کسی کو کچھ اختیار نہ رہا یعنی جتنے علم کو علی ابن ابیطالب کے ایسا قوی کر دیا اور ابواب علوم کے انپر اور انکے جانشینون پر
ایسے کھولے کہ جسکے باعث سے ہمیشہ سب دست نگر اور محتاج رہے اور اگر یہ وصیت نامہ کتف بز پر نہ لکھنے دیا پیغمبر کو اور دوات
نہ آنے دی تو کیا ہوا وہ سند خلافت جو جبرئیل آسمان پر سے لاے اور ملائکہ کی گواہی سے نبی کی وصیت لکھی گئی اُسے کسنے منع کیا
جہان تک سو اختیار منافقین امت کا تھا اسمین سب کچھ مخالفت خدا اور رسول کی کی اور پیغمبر کو حال حیات مین اور بعد
وفات بھی آنحضر کے اذیت پہونچائی اور خرابی دونون جہان کی اپنے واسطے مہیا کی باقی جو انکا ارادہ تھا وہ ہر طرح پورا ہوا اور نہوگا
یُرِیدُونَ اَن یُّطفِؤُا نُورَ اللّٰہِ بِاَفوَاہِہِم وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُورِہٖ وَلَو کَرِہَ المُشرِکُونَ چنانچہ اس بیان کی مصدق وہ روایت ہی جو
کلینی علیہ الرحمہ نے بسند معتبر حضرت موسیٰ ابن جعفر سے نقل کی ہی کہ آنحضرت نے فرمایا کہ مین نے اپنے والد بزرگوار جناب امام
جعفر صادق سے پوچھا کہ کیا یہ بات ممکن نہ تھی کہ علی ابن ابیطالب اس وصیت نامہ کو جسکے لیے پیغمبر خدا نے ارادہ لکھوانیکا کیا تھا

لکھتے اور وہ حضرت انھین بتاتے جاتے اور جبرئیل اور فرشتگان مقربان الٰہی کی اسپر گواہی ہوتی یہ سنکر جناب صادق علیہ السلام ایک ساعت بھر چپکے رہے بعد اسکے فرمایا کہ جو تمنے کہا یہ ممکن تھا لیکن جب وقت وفات پیغمبر خدا کا قریب پہنچا تو جبرئیل خداوند جلیل کی طرف سے ایک نامہ تمام لکھا ہوا اور مہر کیا ہوا اور فرشتگان امینان خدا کے ساتھ لاے اور کہا کہ ای محمد حکم کرو کہ اِس گھر سے سوا تمھارے وصی علی ابن ابیطالب کے سبکو باہر نکالین تاکہ وصی تمھارا نامہ ہماری کو ہمسے لے اور ہمین اس بات پر اپنا گواہ کرو کہ تمنے یہ نامہ اُنکے سپرد کیا اور وہ اِس بات کا ضامن ہوے کہ جو کچھ اِس نامہ مین ہے اُسپر عمل کرینگے پیغمبر خدا نے حکم فرمایا کہ سبکو باہر کرین فقط علی ابن ابیطالب پیغمبر خدا کی خدمت مین رہ گئے اور اُس گھر مین جناب فاطمہ زہرا صلواۃ اللہ علیہا دو پردون کے اندر بیٹھی رہین پھر جبرئیل نے کہا کہ ای محمد پروردگار تمھارا تمھین بعد تحفہ سلام کے ارشاد فرماتا ہے کہ یہ نامہ وہ چیز ہے کہ جسکا پہلے تمسے شب معراج مین اقرار اسکے مین نے عہد لیا تھا اور اگرچہ مین گواہ ہونے کو بھی کافی ہون ای محمد لیکن اپنے فرشتون کو بھی اپنے گواہ گردانا تھا جب پیغمبر خدا نے یہ کلام جبرئیل سے سُنا تو حضرت کے بدن مبارک کے بند بند کانپنے لگے اور فرمایا کہ ای جبرئیل میرا پروردگار ہر نقص سے سالم ہے اور سب سلامتیان اُسی کی طرف سے ہین اور جملہ تحیات اُسکی طرف پھرتی ہین سچ فرمایا ہے میرے پروردگار نے اور اپنے وعدے پر میرے ساتھ وفا فرمائی ہے مجھے نامہ دو پس جبرئیل نے وہ نامہ حضرت کے ہاتھ مین دیا اور کہا کہ حضرت امیر المومنین کو دو جب حضرت پیغمبر خدا نے وہ نامہ علی ابن ابیطالب کے ہاتھ مین دیا تو فرمایا کہ اِس نامے کو حرف حرف کرکے پڑھو یہان تک کہ آنحضرت نے اُسکے آخر تک پڑھا جب پڑھ چکے تو پیغمبر خدا نے فرمایا کہ یہ عہد میرے پروردگار کا میرے ساتھ ہے اور یہ وہ شرط ہے جو میرے ساتھ فرمائی تھی اور امانت ہے خدا کی میرے پاس اور مین نے اُسے پہونچایا اور جو شرط امت کی خیرخواہی کی تھی اُسے بجالایا اور جو جو خدا کی رسالتین تھین انھین ادا کرچکا جناب امیر نے عرض کیا کہ میرے باپ اور مان آپ پر سے قربان ہون مین گواہی دیتا ہون کہ آپ نے تبلیغ رسالت کی اور امت کی خیرخواہی فرمائی اور جو آپ نے فرمایا اُسکی تصدیق کرتا ہون اور گواہی دیتی ہین آپ کے لیے آنکھین میری اور کان میرے اور گوشت میرا بعد اسکے جبرئیل نے کہا کہ مین بھی تم دونون پر جو کچھ کہ تمنے کہا ازجملہ گواہان کے ہون بعد اسکے پھر پیغمبر خدا نے جناب امیر سے فرمایا کہ تمنے میری وصیت کو پایا اور سمجھے اور ضامن ہوے خدا کے واسطے اور میرے واسطے کہ وفا کروگے ہر اُس عہد پر جو اس نامہ مین لکھے ہین جناب امیر نے عرض کیا کہ ہان ای پیغمبر خدا میرے مان باپ قربان ہون میرے ذمہ ہے ضمانت اُسکی اور خدا پر ہے کہ میری مدد فرماے اور ایسی توفیق مجھے عطا کرے کہ مین اُسپر عمل کرون پھر رسول خدا نے فرمایا کہ یا علی مین چاہتا ہون کہ تمھارے سامنے مین گواہ لون اس امر کے لیے کہ جب روز قیامت تم میرے پاس آؤ تو وہ اُسکی گواہی دین کہ مین نے تمپر حجت تمام کی تھی جناب امیر علیہ السلام نے عرض کیا کہ بہتر ہے آپ گواہ مقرر فرمائیے پیغمبر خدا نے فرمایا جبرئیل و میکائیل اور فرشتگان مقرب کے ساتھ جو آے ہین موجود ہین اور میرے اور تمھارے بیچ مین گواہ ہین جناب امیر نے عرض کیا کہ وہ میرے اقرار کے گواہ رہین اور مین بھی

انھین گواہ اپنا اقرار دیتا ہون میرے باپ مان قربان ہون آپ پر سے بعد اُسکے پیغمبر خدا نے ملائکہ کو گواہ فرمایا اور
اُنکی گواہی دستخط ہوئی اور از جملہ اُن امرون کے جو جناب امیرؑ سے بحکم خداوند جلیل امر جبرئیل شرط کی گئی یہ تھا کہ اُنکی
وفا کروگے اُس سے جو اِس نامہ مین لکھا ہی کہ جو دوست خدا ہو اُس سے دوستی کرنا اور جو دشمن خدا اور رسول کا ہو اُس سے دشمنی کرنا
اور بیزاری کرنا اور صبر کرنا اُسپر جو تمھارے خشم و غضب کے آنیکا باعث اُنسے صادر ہو اور جب تمھارا حق تمسے چھین جائے
اور خمس تمھارا غصب کرلیا جائے اور حرمت تمھاری ضائع کی جائے جناب امیرؑ نے فرمایا کہ مین قسم کھاتا ہون اُس خداوند کی
جسنے دانہ کو شگافتہ فرمایا اور خلائق کو پیدا کیا کہ جبرئیل سے مین نے سُنا کہ وہ پیغمبر خدا سے کہتے تھے کہ ای محمد علی ابن ابیطالبؑ کو
آگاہ کرو کہ اُنکی ہتک حرمت کرینگے اور اُنکی حرمت حرمت خدا اور رسول کی ہی اور اُنکی داڑھی اُنکے سر کے خون سے رنگین کرینگے
پس جناب امیرؑ فرماتے ہین کہ جب یہ کلمہ مین نے جبرئیل کے منھ سے سُنا تو مین مدہوش ہوگیا اور منھ کے بل گر پڑا اور کہا مین نے
کہ مین نے قبول کیا اور راضی ہوا ہرچند کہ میری ہتک حرمت کرین اور سنتون کو معطل کرین اور کتاب خدا پھاڑین اور کعبہ کو
خراب کرین اور داڑھی کو میری میرے لہو سے رنگین کرین اور جمیع احوال مین مین صبر کرونگا اور امید جزا کی اُسکی اپنے
پروردگار سے چاہتا ہون یہان تک کہ مظلوم آپ کے پاس روز قیامت کو حاضر ہون بعد اُسکے پیغمبر خدا نے فاطمہ و
حسنؑ اور حسینؑ کو طلب فرمایا اور انھین بھی آگاہ فرمایا جیسا کہ جناب امیر کو آگاہ فرمایا تھا اور ان سب حضرات نے بھی وہی
جواب دیا جو جناب امیرؑ نے جواب دیا تھا بعد اُسکے وصیت نامون پر مہر ہوئی مہر ہائے طلائی بہشتی سے کہ جسے آگ
نہین پہونچے اور نامہ جناب امیرؑ کے سپرد ہوا جب کلام جناب موسیٰ بن جعفر کا یہان تک پہونچا تو راوی نے پوچھا کہ اُس
وصیت نامہ مین کیا لکھا تھا حضرت نے فرمایا خدا اور رسول کی سنتین تھین راوی نے عرض کیا کہ یہ اُسمین تھا کہ منافق
خلافت امیر المومنین کو غصب کرینگے حضرت نے فرمایا کہ ہان واللہ جو کچھ کہ ہوا وہ سب اُسمین لکھا تھا کیا تو نے نہین سنا کہ
حق تعالیٰ فرماتا ہی اِنَّا نَحْنُ نُحْیِ الْمَوْتٰی وَنَکْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ وَکُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰهُ فِیْ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ یعنی مین زندہ کرتا ہون مُردون کو
اور لکھتا ہون اُسے جو اُنھون نے پہلے بھیجا ہی اور جو کچھ کہ بعد اُسکے اُنسے اعمال مترتب ہونگے اور سب چیزون کا احصا کیا
مین نے امام مبین مین یعنی لوح محفوظ مین بعد اُسکے پیغمبر خدا نے فرمایا جناب امیر اور جناب فاطمہ علیہا السلام سے کہ آیا
سمجھے جو مین نے تمسے کہا اور قبول کیا تمنے کہ اُسپر عمل کروگے اُن بزرگوارون نے عرض کیا کہ ہان ای پیغمبر خدا سنا اور قبول کیا
جو حق قبول کرنے کا ہی اور صبر کرینگے ہم جو کچھ کہ ہمپر دشوار ہوگا اور ہمارے خشم و غضب کا سبب ہوگا انقطاب محل غور و تامل ہی
کہ اِس وصیت نامہ کے بعد جو خدا کی طرف سے بہ گواہی فرشتگان مقربان الٰہی درباب خلافت جناب امیر علیہ السلام آیا کیا
پھر بھی حضرت رسول کو حاجت باقی تھی جو کتف پر پھر وصیت نامہ تحریر فرماتے اور اُسپر گواہی صحابون کی ہوتی کہ اُسمین سب
طرح کے اشخاص مطیع و منافق تھے یہ بھی ارادہ اور ارشاد اتمام حجت ظاہری کو سب کی ہدایت کے لیے فرمایا تھا اگر تمام صحابہ
تو انھین بھی اعزاز اور ہدایت اُمت کی تھی اگر ہونے دیا اُسے تو خدا اور رسول کو کیا نقصان پہونچا وہ یہ بھی جب کہ چکے تو لکھ چکے قول و فعل

دونون برابر حجت ہین اور آخر اتنا کہ دینے کا بھی تو یہ فائدہ ہی کہ اب تک یہ مشہور ہی عالم مین کہ پیغمبر خدا نے وصیت نامہ لکھنا چاہا تھا مگر لکھنے نہ دیا خرابی بحق مانعین عائد ہوئی نبی کی تکمیل ہدایت مین کچھ شبہ نہین ہی جلسہ چہارم جناب اخوند صاحب نے کلینی اور ابن بابویہ اور شیخ طوسی اور شیخ مفید اور کثر محدثین خاصہ وعامہ سے بسندہای معتبر جناب امام زین العابدین اور حضرت امام محمد باقر اور جناب امام جعفر صادق سے اور دیگر ائمہ سے روایت کی ہی کہ جب وقت وفات حضرت پیغمبر خدا کا قریب ہوپہونچا اور مرض آنحضرت کا زیادہ سخت ہوا تو حضرت امیرالمومنین اور عباس کو طلب فرمایا اور اسوقت دولتخانہ حضرت کا مہاجرین وانصار سے بھرا ہوا تھا بعد اُسکے سر مبارک کو اپنے حضرت امیرالمومنین کی گود مین رکھا اور عباس کو اپنے سامنے بٹھایا اُسوقت عباس اپنے چادر کے کونے سے حضرت کے منھ کے پاس مگس رانی کرتے تھے اسمین حضرت نے چشم مبارک کھولی اور فرمایا کہ ای عباس ای پیغمبر کے چچا میری وصیت کو میرے اہل وازواج کے بارے مین قبول کرو اور میری میراث کو لو اور جس کا مجھپر قرض ہویا جس سے مین نے وعدہ کیا ہو اُسے ادا کرو اور میرے ذمہ کو بری کرو عباس نے کہا کہ ای رسول خدا مین مرد پیر ہون اور عیال بہت رکھتا ہون اور آپ کا دست عطا و بخشش ہوا ے صرصر سے زیادہ روان اور ابر بہاری سے زیادہ درفشان ہی میرا مال کب اسے وفا کرے گا کہ آپ کے وعدون کو اور بخششون کو اُس سے ادا کرسکون اِس بات کو میرے عوض مین اُس سے ارشاد فرمایئے جسکی طاقت مجھسے زیادہ ہو حضرت نے تین بار یہی کلام کو اُنسے فرمایا اور انھون نے تینون بار یہی عذر کیا بعد اُسکے حضرت نے فرمایا کہ اپنی میراث اُسے دونگا جو میری اِس بات کو قبول کرے اور جو تمنے جواب دیا وہ جواب نہ دے یہ فرما کر جناب امیرؑ کی طرف مخاطب ہوے اور فرمایا کہ یا علی تم میری میراث کو لو کہ وہ مخصوص ہی تمہارے واسطے اور کسی کو اسمین تمھارے ساتھ کچھ نزاع نہین ہی اور میری وصیت کو قبول کرو اور میرے وعدون کو بجالاؤ اور قرض میرا ادا کرو یا علی تم میرے خلیفہ وجانشین ہو میرے اہل مین اور بعد میرے تبلیغ رسالت میری سب کو کرو پس جناب امیرالمومنینؑ فرماتے ہین کہ جب یہ حضرت نے فرمایا اور مین نے دیکھا کہ اُسوقت سراقدس آنحضرت کا جو میری گود مین تھا بسبب شدت مرض کے کانپتا ہی تو مین بیتاب ہوگیا اور بیساختہ آنسو میری آنکھون سے ایسے جاری ہوے کہ قطرات اشکون کے روے مبارک پر آنحضرت کے گرے اور دل میرا تڑپنے لگا اور ممکن نہوا کہ جواب میرے منھ سے نکلے یہان تک کہ پھر دوسری کلام حضرت نے ارشاد فرمایا اور پھر ایسی رونے کی گرہ میرے گلے مین پڑی کہ بولنا دشوار تھا لیکن باواز ضعیف مین نے عرض کیا کہ بہت اچھا میرے مان باپ آپ پر سے قربان ہون بعد اُسکے فرمایا کہ مجھے بٹھاؤ مین نے آنحضرت کو بٹھایا اسطرح کہ پشت مبارک آنحضرت کی اپنے سینے سے لپٹاے تھا بعد اُسکے فرمایا کہ ای علی توہی میرا بھائی دنیا اور آخرت مین ہی اور توہی میرا وصی اور خلیفہ میرے اہل وامت مین ہی بعد اُسکے فرمایا ای بلال جا اور لا میرا خود جسکو ذوالجبین کہتے ہین اور میری زرہ کو لا جسے ذات الفضول کہتے ہین اور میرے علم لشکر کو لا جسے عقاب کہتے ہین اور میری تلوار لا جسے ذوالفقار کہتے ہین اور میرے عمامہ کو لا

جیسے سحاب کہتے ہین اور دوسرے عمامہ کو لا جسے طحمہ کہتے ہین اور میری چادر اور ابرقہ میرا اور عصا میرا اور چھوٹا عصا میرا اور
چوب دست میرا جسے ممشوق کہتے ہین عباس کہتے ہین کہ مین نے اس روز کے پہلے کبھی وہ ابرقہ نہ دیکھا تھا جب اسے لائے
تو اسکا نور ایسا تھا کہ آنکھ نہ ٹھہرتی تھی پس حضرت نے فرمایا کہ یا علی جبرئیل اس جامہ کو میرے لیے لائے تھے اور کہا تھا کہ ای محمد اسے
زرہ کے حلقون مین داخل کرو اور کمربند کی جگہ پر باندھا کرو بعد اسکے دو جوڑے نعل عربی کے طلب فرمائے کہ ایک مین پیوند تھا
اور دوسرے مین نہ تھا اور وہ پیراہن جو شب معراج مین پہنے تھے طلب فرمایا اور وہ پیراہن جو جنگ احد پہنے تھے طلب فرمایا
اور بعد اسکے تین کلاہ اپنی طلب فرمائین ایک وہ جو سفر مین سر اقدس پر رہتی تھی اور ایک وہ کلاہ جو عید کے دن زیب سر فرماتے تھے اور ایک
وہ کلاہ جسے پہن کر صحابون مین بیٹھتے تھے بعد اسکے فرمایا کہ ای بلال دونون شتر میرے لاؤ کہ ایک کا نام شہبا اور دوسرے کا نام دلدل تھا
اور دونون ناقہ کہ ایک کو غضبا اور دوسرے کو صہبا کہتے تھے طلب فرمایا اور دونون گھوڑے اپنے طلب فرمائے کہ
ایک کا نام جناح اور دوسرے کا نام حیزوم تھا جناح وہ گھوڑا تھا کہ جو در مسجد پر رسول خدا کے کھڑا رہتا تھا جسے کسی کام کے لیے
بھجواتے تھے اسپر سوار کرکے بھجواتے تھے اور حیزوم وہ گھوڑا تھا کہ روز احد مین پیغمبر خدا اسپر سوار تھے اور جبرئیل ہوا مین کہتے جاتے تھے
کہ ای حیزوم آگے بڑھ ای حیزوم آگے چل اور دراز گوش کو اپنے طلب فرمایا جسکا یعفور نام تھا جب بلال یہ سب لائے تو حضرت
عباس سے فرمایا کہ علی ابن ابیطالب کی جگہ آنکر میرے پیچھے بیٹھو اور میری پیٹھ کو تھامے رہو اور فرمایا کہ علی ابن ابیطالب اٹھو
اور میری زندگی مین اسے اپنے قبضے مین لاؤ کہ جو مسلمانون کی جماعت اسوقت حاضر ہی یہ گواہ رہے اور کسی کو میرے بعد تمسے
نزاع کرنیکا محل باقی نہ رہے جناب امیر فرماتے ہین کہ مین موافق حکم کے اٹھا لیکن میرا حال شدت حزن والم سے ایسا تھا
کہ پاؤن میرے نہ اٹھتے تھے اور راہ چلنا مجھے دشوار تھا لیکن بہت مشقت و دشواری سے مین گیا اور ان سبکو اپنے گھر لیگیا
اور پھر گھر سے حضرت کی خدمت مین حاضر ہوکر بیٹھا جب حضرت کی نظر مبارک مجھپر پڑی تو اپنی انگوٹھی دست حق پرست سے
اپنے اتار کر میرے ہاتھ مین دی اور جسوقت کہ تمام گھر حضرت کا بنی ہاشم اور سب مسلمانون سے بھرا ہوا تھا تو باوجودیکہ ضعف کے
کہ سر مبارک حضرت کا ٹھہر نہ سکتا تھا اور داہنے اور بائین طرف پھیر نہ سکتے تھے لیکن اسی آواز بلند سے کہ سب سنتے تھے فرمایا
کہ ای گروہ مسلمانان علی میرا بھائی اور میرا وصی ہی اور خلیفہ میرے اہل و امت کے واسطے اور علی میرے قرض کو ادا کریگا اور میرے
وعدون کی وفا کریگا ای گروہ فرزندان بنی ہاشم اور فرزندان عبدالمطلب اور ای گروہ مسلمانان دشمنی علی کے ساتھ نہ کرنا اور مخالفت
میرے اور اسکے حکم سے نہ کرنا کہ گمراہ ہوجاؤگے اور اسپر حسد نہ کرنا اور اس سے جدا ہوکر دوسرے کی طرف راغب اور متوجہ نہونا کہ
کافر ہوجاؤگے بعد اسکے فرمایا کہ عباس علی کی جگہ سے اٹھو عباس نے کہا کہ بوڑھے کو آپ اٹھاتے ہین اور بچے کو اسکی جگہ بٹھاتے ہین
حضرت نے تین بار یہی فرمایا اور عباس نے تینون بار یہی جواب دیا بعد اسکے عباس بہت غصہ ہوکر اٹھے جب پیغمبر خدا نے
عباس کو غضبناک دیکھا تو فرمایا کہ ای عباس ای پیغمبر کے چچا برائے خدا وہ کام نہ کر کہ مین دنیا سے جاؤن اور تجھسے خشمناک ہون
کہ میرا غصہ اور آزردگی تجھے جہنم مین لے جائیگی جب یہ سنا تو عباس پھرے اور پھر اپنی جگہ پر آنکر بیٹھے بعد اسکے پیغمبر خدا نے فرمایا کہ

یا علی مجھے لٹا دو جب حضرت نے لٹا یا تو فرمایا کہ ای بلال اب میرے دونون فرزندون حسن اور حسین علیہما السلام کو لاؤ جب وہ دونون صاحبزادے حاضر ہوے تو انھین اپنے سینہ سے لپٹایا اور بار بار انکی بو سونگھتے تھے اور بوسے انکے لیتے تھے جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہین کہ مین ڈرا کہ مبادا انکا حاضر رہنا خدمت مین آنحضرت کی سبب زیادتی اندوہ کا پیغمبر خدا کے ہو یہ خیال کرکے مین قریب گیا اور چاہا مین نے کہ انھین ہٹاؤن اسوقت حضرت نے فرمایا کہ یا علی انھین رہنے دو کہ مین انکی بو سونگھ لون اور یہ میری بو سونگھ لین اور مین انکی ملاقات کی خوشی کو اپنا زاد راہ لون اور یہ میری ملاقات و عطوفت سے اپنی زندگانی کا توشہ لے لین کہ انپر میرے بعد بہت بڑی مصیبتین اور بلائین واقع ہونگی پس خدا لعنت کرے اسپر جو انھین خوف و ضرر پہونچاے اور ظلم و ستم کا انپر روادار ہو اور خداوندا مین انکو تیرے اور شائستہ امیر المومنین علی ابن ابیطالب کے سپرد کرتا ہون بعد اسکے شیخ مفید علیہ الرحمہ نے روایت کی ہی کہ پیغمبر خدا نے اور سبکو رخصت فرمایا اور سب باہر گئے عباس و فضل ابن عباس اور علی ابن ابیطالب اور اہلبیت مخصوص آنحضرت کے رہ گئے بعد اسکے عباس نے عرض کیا اگر یہ خلافت کا امر ہم بنی ہاشم مین قرار پاے تو ہمین بشارت دیجیے کہ ہم خوش ہون اور اگر آپ یہ جانتے ہین کہ ہمپر ستم کرینگے اور ہماری خلافت کو غصب کرینگے تو اپنے صحابون سے ہماری سفارش فرمائیے حضرت نے فرمایا کہ تمھین میرے بعد ضعیف کرینگے اور تمپر غالب آئینگے یہ سنکر سب اہلبیت رونے لگے اور حضرت کی زندگی سے سبکو مایوسی ہوئی اور اُس دن سے کوئی حضرت کی خدمت سے کسی وقت جدا نہوتا تھا مگر اپنے قضاے حاجت ضروری کے لیے جلسہ پنجم حدیث قصاص ملا حسین کاشفی نے لکھا ہی کہ جب مرض پیغمبر خدا کا زیادہ ہوا تو ایک روز فرمایا کہ سات مشکین پانی کی سات کنوؤن سے بھر کر لاؤ اور میرے اوپر انکا پانی گراؤ کہ شائد کچھ اُس سے مجھے خفت ہو پس موافق حضرت کے ارشاد کے مشکین پانی سے بھر کر حاضر کین اور ایک طشت بزرگ مین حضرت کو بٹھا کر وہ مشکین پانی کی حضرت پر گرائین یہان تک کہ اشارہ سے فرمایا کہ بس جو مین نے کہا تھا وہ بجالا چکے اسکے بعد کچھ خفت حضرت کو مرض مین حاصل ہوئی اور باہر تشریف لاے اور سب کے ساتھ نماز پڑھی اور خطبہ پڑھا جسمین بعد حمد و ثناے الہی کے شہداے احد کے لیے استغفار فرمایا اور بہت کچھ وصیت انصار کے حق مین فرمائی اور فضل ابن عباس کی روایت کے موافق یہ ہی کہ بعد حمد و ثناے الہی کے فرمایا کہ ای گروہ مردم تم سب جانو کہ اجل میری قریب پہونچی ہی اور گویا مین دیکھتا ہون کہ تم مجھسے اور مین تمسے جدا ہوا ہون لیکن تمکو چاہیے کہ جب مجھسے جدا ہو تو بدن سے جدا ہو دل سے جدا نہونا حاصل اسکا یہ ہی کہ میری اور میرے اہلبیت کی محبت ترک نہ کرنا اور ای گروہ مردم کوئی پیغمبر خدا کا دنیا مین ہمیشہ نہین رہا کہ مین رہ جاؤنگا اور مجھے اشتیاق اپنے پروردگار کی ملاقات کا زیادہ ہوا ہی اور ایک روایت مین ہی کہ فرمایا کہ مین کیسا پیغمبر تھا تمھارے واسطے تمھارے ساتھ مین نے جہاد نہین کیا دانت میرے کفار نے پتھر سے نہین توڑے رخسارہ میرا خون آلودہ نہین کیا کیسے کیسے رنج و بلا مین نے قوم جہلا سے کسقدر سختیان مجھے پہونچین

حدیث قصاص - سات کنوؤن کے پانی سے غسل فرمانا

بھوک مین مین نے پیٹ پر پتھر نہین باندھا سب نے عرض کیا کہ بجا ہی ای پیغمبر خدا بدرستیکہ آپ راہ خدا مین بڑے صبر کرنے والے تھے آپ نے ہمین راہ حق دکھائی اور ہر بدی سے باز رکھا حق تعالی اِس احسان کے عوض مین آپ کو ہماری طرف سے بہت بہتر اور عمدہ جزا کرامت فرماے یہ سُنکر حضرت نے فرمایا کہ حق تعالی تمھین بھی جزاے خیر دے بعد اسکے فرمایا کہ حق تعالی نے حکم فرمایا ہی اور قسم یاد فرمائی ہی کہ کسی ظالم کے ظلم کو نہ بخشے گا پس مین بھی تمھین خدا کی قسم دیتا ہون کہ جو شخص کہ مجھسے رنجیدہ اور آزردہ ہو وہ مجھسے قصاص کرے اگر مین نے کوئی ستم کیا ہو یا کوئی قصور کیا ہو تو اسکی مجھسے مکافات طلب کرے اور اگر اُسکا مال لیا ہو تو اِسوقت مجھسے لے اور یہ نہ کہے کہ ہم پیغمبر سے ڈرتے ہین کہ اگر قصاص کرینگے تو پیغمبر ہمارے دشمن ہو جائینگے کیونکہ عداوت میری طبیعت مین نہین ہی اور مین اُس سے دور ہون تمسے زیادہ دوست میرا وہ ہی جو کوئی حق میرے ذمہ رکھتا ہو وہ مجھسے لے لے یا مجھے بخش دے کہ حق تعالی سے مین بنفس پاک و پاکیزہ ملاقات کرون اور میرے گمان مین یہ ہی کہ اِس بات کا شائد ایکبار میرا کہنا کافی نہوگا بلکہ مکرر اِس کہنے کی حاجت ہوگی تا جسکا حق ہو وہ مجھسے اُسکا استیفا کرے یہ فرماکر منبر سے نیچے تشریف لاے اور نماز ظہر ادا فرمائی اور پھر وہی کلمات فرماے اِسمین ایک شخص اُٹھ کھڑا ہوا اور اُسنے عرض کیا کہ تین درم میرے آپ کے ذمہ ہین حضرت نے فرمایا کہ مین تکذیب نہین کرتا اور نہ قسم دیتا ہون لیکن یہ میرے ذمہ کسطرح ہین اُسنے عرض کیا کہ یارسول اللہ ایک دن ایک مسکین فقیر نے آپ سے سوال کیا تھا آپ نے مجھسے فرمایا کہ تین درم اُسے دیدے مین نے دیے تھے اور آپ نے مجھے وہ نہین دیے حضرت نے فضل بن عباس سے فرمایا کہ تین درم اِسے دیدو اور اسمعیل خوارزمی نے روضتہ الاسلام مین اور جناب سید سند نے مجالس مفجعہ مین لکھا ہی کہ حضرت نے فرمایا کہ ایہا الناس مین تم سبکو قسم دلاتا ہون خدا کی کہ اگر تم مین سے کسی کا میرے ذمہ پر حق یا قصاص ہو تو چاہیے کہ وہ ابھی اِس حق کو مجھسے لے اور اُس حق اور قصاص کو آخرت پر نہ رکھے پس جبکہ حضرت نے یہ ارشاد فرمایا اُسوقت ایک شخص کہ نام اُسکا سوادہ بن قیس تھا اور بنابر روایت کاشفی کے نام اُسکا عکاشہ تھا سامنے آنحضرت کے آیا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ قربان ہون آپ پر میرے ماں باپ اور مان جسوقت کہ آپ طائف سے تشریف لاے تھے تو مین آپ کے استقبال کو گیا تھا اور آپ ناقہ غضباء پر سوار تھے اور یارسول اللہ اُسوقت آپ کے ہاتھ مین وہ چوب دستی تھی جسکا نام تازیانہ ممشوق ہی پس آپ نے اُس تازیانہ کو اُٹھایا اور چاہا کہ ناقہ عضباء پر لگائین ناگاہ وہ تازیانہ میرے شکم پر پڑا پس نہین معلوم کہ وہ آپ نے مجھے جانکر مارا تھا یا بلاارادہ میرے بدن پر آنکر لگا یہ سنکر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا کہ ای سوادہ معاذ اللہ یہ کب ہو سکتا ہی کہ مین تجھے بیگناہ تازیانہ مارتا یہ فرماکر بلال سے ارشاد فرمایا کہ ای بلال اُٹھ اور میری بیٹی فاطمہ زہرا کے گھر پر جا اور اُنسے وہ تازیانہ ممشوق کہ طویل و باریک ہی مانگ لا حضرات لفظ عربی اِس روایت کا یہ ہی کہ سوادہ نے کہا کہ فَلَا اَدْرِیْ عَمْدًا کَانَ اَوْ خَطَاءً اور پیغمبر خدا نے اسکے جواب مین یہ فرمایا کہ مَعَاذَ اللّٰہِ یَا سَوَادُ اِنْ اَکُوْنَ تَعَمَّدْتُ اِس سے ظاہر مین یہ بات پیدا ہوتی ہی کہ نبی سے فعل ناجائز کہ اذیت رسانی مومن کی ہی سہواً صادر ہوا کیونکہ قول نبی مین تعمد سے انکار ہی اور افعال اختیاریہ کا صدور منحصر ہی دو طریق مین کہ یا عمداً صادر ہونگے یا سہواً

پھر جب عمداً نہوا تو سہواً ہوگا سوا اِسکے اور کچھ نہین ہو سکتا اور جب یہ ہوا تو چاہیے کہ قول جواز سہو نبی کا لائق اعتقاد ہو
لیکن جواب اُسکا یہ ہی کہ اول یہ خبر اخبار احاد سے ہی بمقابل اُس عام جواز کے جو بہ دلیل عقل و نقل و اجماع ثابت ہی کیا
مفید ہو سکتی ہی دوسرے یہ بات کہ فَلَا اَدْرِی عَمَداً کَانَ اَوْ خَطَاءً قول عکاشہ کا ہی اور حضرت کا تعمد سے انکار فرمانا مستلزم
اِسکو نہین ہو سکتا کہ سہواً مارا تھا کیونکہ اول حضرت نے اِسے تسلیم نہین فرمایا اور اِسکا اقرار نہین کیا کہ ہان مین نے مارا تھا
لیکن وہ مارنا میرا سہواً تھا بلکہ بمجرد اُسکے بیان کے اِسپر آمادہ ہوے کہ اپنا ذمہ بری فرمائین نہ یہ کہ اِسکی تحقیق فرمائین اور
واقع مین یہ سب امور ہدایت اُمت کے لیے تھے تاکہ کوئی کسی پر ظلم نہ کرے کسی کے مال کو نہ لے اور اگر احیاناً کسی سے
کچھ ہو جاے تو اُسے چاہیے کہ مظلوم کو راضی کر لے اور قصاص کے ذریعے سے اِسی عالم مین براءت ذمہ اپنا حاصل کرے
والا معاذ اللہ جسکی عصمت کا خدا حافظ ہی اور روح القدس ہر وقت ناظر ہین اُنسے کب ظلم و خطا ہو سکے علاوہ اِسکے ممکن ہی کہ
یہ انکار اُس تعمد سے فرمایا ہو جو سوادہ کے ذہن مین بمعنی ارادہ اذیت رسانی تھا اور واقع مین بہ علم حقیقی اِسے اِسلیے کیا ہو
کہ تا نجات سوادہ کا سبب آتش جہنم سے ہو جیسا کہ آخر مین وہی ہوا کیونکہ وہ حضرت رحمۃ للعالمین تھے ممکن نہین کسی کو
درد و اذیت پہونچائین مگر یہ کہ جیسا حق تعالی کی رحمت سب سے زیادہ ہی اور پھر باوجود اِس رحمت کے اپنے بندگان مقرب کو
اِس عالم مین کثر بلا مین مبتلا فرماتا ہی تاکہ سبب اُنکی زیادتی مدارج اخروی کا ہو اِسی طرح ممکن ہی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ نے
جبکہ سوادہ حضرت کے استقبال کو حاضر ہوا تھا موافق اپنے علم کے جو حق تعالی نے آنحضرت کو کَانَ مَا یَکُوْن کا دیا تھا
بطور مرحمت و اکرام ایسا فرمایا ہو کہ تا اُسکے ذریعہ سے سوادہ رستگار ہو اور اُسکا جسم حضرت کے جسم اقدس سے مس ہو
والا کہان سوادہ اور کہان اُس جسم مطہر و مقدس کا مس کرنا اور کیا عجب ہی کہ آخر مین اِسی لیے مگر رقصاص لینے کو فرماتے ہون
تاکہ وہ مراد رحمت تمام ہو اور سوادہ کی رستگاری عذاب الہی سے ہو جاے لیکن سوادہ اسے کب جان سکتا تھا اُسنے دوسرے
معنی اور مراد پر حمل کیا اِس فعل کو جو مراد حضرت کی نہ تھی اِسلیے اُس سے انکار فرمایا ہو واللہ تعالی اعلم اور تازیانہ ممشوق کو جناب سیدہ کے
گھر سے جو طلب فرمایا تھا اُسکا سبب یہ تھا کہ حضرت نے قبل اِسکے مرض مین اپنے جب دوبارہ جناب امیر کو وصی و خلیفہ
اہل اُمت کے واسطے اور ادائے حقوق کے لیے فرمایا تھا تو بعد اُسکے کل میراث اپنی بمقابل صحابون کے آنحضرت کو دی تھی
تاکہ سب پر حجت تمام ہو کہ اُسمین یہ تازیانہ بھی تھا بالجملہ بلال حسب ارشاد پیغمبر خدا خدمت مین جناب سیدہ کی روانہ ہوے
اور راہ مین مدینہ منورہ کے کوچہ و بازار مین پکار کر کہتے آتے تھے کہ ایہا الناس پیغمبر خدا کے سوا کون شخص دنیا مین ایسا ہی جو قصاص
دینے پر خود راضی ہو جاے بعد اُسکے جناب سیدہ کے دروازے پر پہونچ کر آواز دی کہ اے دختر رسول خدا آپ کے پدر
عالیمقدار نے تازیانہ ممشوق طلب فرمایا ہی یہ سنکر جناب سیدہ نے پوچھا کہ اے بلال آج دن حضرت کے سوار ہونیکا نہین ہی
کیونکہ ضعف و نقاہت بہت آنحضرت پر طاری ہی پھر وہ تازیانہ کسلیے طلب فرمایا ہی بلال نے عرض کیا کہ اے میری شاہزادی
اِسکا سبب یہ ہی کہ اِسوقت جناب رسالتمآب منبر پر تشریف لیگئے اور ارشاد فرمایا کہ مین تم سب سے رخصت ہوتا ہون کہ بعد وفات

وفات میرا قریب ہی اور تم سبکو قسم دیتا ہون کہ جس کسی کا کوئی حق یا قصاص مجھپر ہو وہ اسی وقت اُسکا عوض لے لے پس اے
میری مخدومہ وہ حضرت یہ ارشاد فرما رہے تھے کہ سوادہ بن قیس نے اُن جناب سے یہ عرض کیا کہ یا رسول اللہ ایک دن
آپ کے ہاتھ مین تازیانہ ممشوق تھا وہ میرے بدن پر لگا تھا آج اُسکا قصاص چاہتا ہون اسلیئے آپ کے باپ نے وہ
تازیانہ طلب فرمایا ہو تاکہ اُسکا قصاص ادا فرمائین جب جناب سیدہ نے یہ حال پر ملال سُنا تو ایسی آہ کی کہ جس سے قریب تھا
کہ وہ سیدہ ہلاک ہو جائین اور رو رو کر فرمانے لگین کہ افسوس اب کون مساکین و فقرا کی سرپرستی کریگا اور کون یتیمون کی
پرورش کریگا بعد اُسکے حسب الحکم وجب الاتباع وہ تازیانہ بلال کو لاکر دیا اور فرمایا کہ اے بلال تو میری طرف سے سوادہ سے
کہنا کہ تجھسے فاطمہ نے بکمال عجز و انکسار کہا ہی کہ تو دیکھتا ہی کہ میرے باپ مین اب کچھ بھی حال باقی ہی کسقدر شدت مرض سے
وہ حضرت ضعیف ہو گئے ہین کہ بات کرنا دشوار ہی اور کسی کو اب اُمید اُنکی زندگی کی نہین ہی ایسے وقت مین تجھے قسم ہی
خدا کی کہ میرے ضعیف باپ سے قصاص نہ لے کہ وہ جناب اسوقت مین کسی طرح قصاص کے متحمل نہونگے ورنہ ہلاک ہو جائینگے
اور کتاب محرق القلوب مین منقول ہی کہ جب بلال تازیانہ لیکر مسجد کی طرف روانہ ہوے تو جناب سیدہ اپنے باپ کے حال پر
باآواز بلند منہ ڈھانپ کر رونے لگین اسی اثنا مین دونون شاہزادے امام حسن اور امام حسین علیہما السلام گھر مین تشریف لائے
تو دیکھا کہ بے اختیار مان روتی ہین یہ حال اپنی مادر شفیقہ کا دیکھکر بہت گھبرائے اور پوچھا کہ اے مادر گرامی آپ کے رونے کا
کیا سبب ہی اور آپ نے اپنا کیا حال کیا ہی جناب سیدہ نے فرمایا کہ اے میرے آنکھون کے نور تمھارے نانا ایسے بیمار ہین کہ اب
اُنکی زندگی سے مایوسی ہی اور کسی طرح اُنھین اُمید نہین ہی کہ مین زندہ رہونگا اسلیئے مسجد مین سب سے رخصت ہونے کو تشریف
لیگئے ہین مین نے سنا ہی کہ ایسے حال مین کوئی شخص چاہتا ہی کہ اُنسے قصاص لے چنانچہ بلال ابھی مجھسے تازیانہ لیگیا ہی پس اے
میری جان تم دونون بہت جلد مسجد مین جاؤ اپنے نانا کی خدمت مین اور جو قصاص لینا چاہتا ہی اُس سے کہو کہ ہمارے
نانا جان بہت ضعیف و ناتوان ہین کسی طرح قصاص کے متحمل نہونگے پس تجھے قسم ہی اُن حقوق کی ہمارے کہ جو خدا نے
ہر مسلمان پر واجب فرمائے ہین کہ تو عفو کر اور قصاص نہ لے اور اگر اے پیارو تم یہ دیکھنا کہ وہ شخص عفو نہین کرتا تو دیکھو خبردار
تم دونون بھائی میرے بیمار باپ کے عوض مین اپنے بدن پر تازیانے کھانا اور درد و الم قصاص اُٹھانا لیکن اپنے نانا کو
اس زحمت قصاص سے بچانا یہ سُنتے ہی وہ صاحبزادے روتے ہوے مسجد کی طرف چلے جب مسجد مین روتے ہوے
داخل ہوے اور پیغمبر خدا نے اُنھین روتا دیکھا تو بیساختہ ہاتھ پھیلا کر اُنھین اپنے سینہ سے لگا لیا اور بہت پیار کیا اور آنسو اُنکے
رخسارون سے پونچھے اور فرمایا کہ تم کیون روتے ہو کیا ہوا پس دونون بزرگوارون نے عرض کیا کہ اے نانا جان ہمنے سنا ہی
کہ سوادہ بن قیس آپ سے قصاص طلب کرتا ہی اور آپ کا حال ایسا متغیر ہی کہ کسی طرح آپ متحمل قصاص کے نہونگے اسلیئے
ہم حاضر ہین کہ سوادہ آپ کے عوض ہمسے قصاص لے بلکہ ایک تازیانہ کے عوض ہمین سو سو تازیانے مارلے لیکن اسوقت مین
آپ کو تکلیف دے کہ ہم اسکے متحمل نہین ہو سکتے یہ سُنکر جناب رسالتمآب نے فرمایا کہ اے نانا کی جان یہ نہین ہو سکتا جب تک کہ

وہ خود جسکے ذمہ ہو آپ نہ ادا کرے خدا فرماتا ہو لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ اُخْرٰی یہ فرماکر فرمایا کہ ہان سوادہ اٹھ اور مجھسے اپنا قصاص لے
سوادہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین اسدن جب آپ کا تازیانہ میرے بدن پر پڑا برہنہ تھا پس مین چاہتا ہون کہ آپ بھی
لباس اپنا اُتار دے یہ سنکر حضرت نے بھی اپنا کرتا شکم مبارک سے ہٹایا اُسوقت مسجد مین عجیب طرح کا تلاطم تھا ایک طرف
حاضرین مسجد باآواز بلند روتے تھے اور ایک طرف حسنین علیہما السلام زمین پر بیقرار لوٹتے تھے بالجملہ جب سوادہ نے
شکم مبارک پیغمبر خدا کا کھلا دیکھا اور مہر نبوت پر اُس آفتاب رسالت کی نظر پڑی دوڑکر منہ اپنا شکم مبارک پر رکھدیا اور
خدا سے عرض کرنے لگا کہ اے خداوند کریم و غفار مین تجھسے امیدوار ہون کہ اِس شکم مبارک کی برکت سے روز قیامت کو
مجھے آتش دوزخ سے محفوظ رکھنا جب پیغمبر خدا نے دیکھا کہ سوادہ سر نہین اٹھاتا تو فرمایا اے سوادہ قصاص لینا منظور ہے
یا نہین سوادہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اب مجھے ہرگز قصاص لینا منظور نہین ہے بلکہ غرض میری یہ تھی کہ جو آپ نے
فرمایا تھا کہ مَنْ مَسَّ جِلْدِیْ لَنْ تَمَسَّهُ النَّارُ یعنی جسکے بدن سے میری جلد مین چھوگئی اُسے آتش دوزخ مس نہ کرے گی
اُسکے موقع مین چاہتا ہون کہ اپنے بدن کو آپ کے بدن مطہر سے مس کرالون اب آپ لباس پہن فرمائیے کیا
طاقت سوادہ کی جو محبوب خدا سے قصاص لے یہ سنکر حضرت نے فرمایا کہ خداوندا مین تجھسے امیدوار ہون کہ گناہون کو
سوادہ کے بخش دے جیسا اُسنے مجھے بخشا اور قصاص تیرے خوف و حرمت سے تیرے نبی سے نہ لیا اِسی طرح تو بھی اُسپر
عذاب نہ فرمانا یہ فرماکر مسجد سے اُٹھے اور ام سلمہ کے گھر مین داخل ہوے اور فرماتے جاتے تھے کہ خداوندا اُمت محمد کو
آتش دوزخ سے محفوظ رکھنا اور حساب کو اُنپر سہل و آسان کرنا فقط واضح رہے کہ روایت بڑی ہے اور مشتمل ہے اوپر ذکر
وفات کے لیکن چونکہ ترتیب اِس رسالہ مین بیان کی اور ہے اِسلیے بقدر ضرورت مقام یہان پر نقل کیا ہے فقط جلسہ ششم
کتاب حیات القلوب مین ابن بابویہ سے بسند معتبر حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ فرمایا آنحضرت نے
کہ جب زمانہ وفات کا جناب پیغمبر خدا کے قریب پہونچا تو مجھے بلایا اور فرمایا کہ تو میرا وصی اور خلیفہ ہے میرے اہل و امت کے
واسطے میری زندگی مین بھی اور میرے بعد بھی دوست تیرا میرا دوست ہے اور خدا کا دوست ہے اور دشمن تیرا میرا
دشمن ہے اور خدا کا دشمن ہے یا علی جو کوئی کہ تیری امامت سے انکار کرے میرے بعد وہ ایسا ہے کہ جسنے میری رسالت سے
میری زندگی مین انکار کیا کیونکہ تو مجھسے ہے اور مین تجھسے ہون بعد اُسکے مجھے اپنے پاس طلب فرمایا اور ہزار دروازہ علم سے
میرے اوپر ایسا کھولا کہ ہر دروازے سے ہزار دروازہ مجھپر کھل گیا اور دوسری روایت مین ہے کہ ہزار دروازہ حلال و
حرام سے اور جو کچھ کہ دنیا مین قیامت تک ہونے والا تھا اِسطرح مجھپر کھلا کہ جسکے ہر دروازے سے ہزار دروازہ مجھپر
کھل گیا یہان تک مجھے یہ معلوم ہوا کہ کون کسوقت مرے گا اور کون شخص کس بلا مین گرفتار ہوگا اور جو جو حکم کہ بنسبت
حقوق کے ہین کہ اُنھین سب مین کرنا چاہیے وہ مجھپر واضح ہوے اور تاریخ کاشفی مین ہے کہ ایام منی مین اثنائے
حجۃ الوداع مین جب سورہ کریمہ اِذَا جَاۤءَ نَصْرُ اللّٰهِ نازل ہوا تو آنحضرت نے جبرئیل سے پوچھا کہ گویا تم مجھے خبردار کرتے ہو

اس عالم کے جانے سے طرف عالم بقا کے جبرئیل نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ الآخرۃ خیر لک من الاولی بالجملہ بعد اس سورہ کے نازل ہونے کے پھر کسی نے آنحضرت کو ہنستے نہین دیکھا اور چونکہ آنحضرت کو یہ حکم ہوا کہ فسبح بحمد ربک واستغفرہ انہ کان توابا تو ذکر جو اکثر فرماتے تھے یہ تھا سبحانک اللھم وبحمدک اللھم اغفرلی انک انت التواب الرحیم صحابیون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا سبب ہے کہ آپ ان کلمات کو اکثر فرماتے ہین فرمایا کہ جانو اور آگاہ ہو کہ مجھے عالم بقا کی طرف طلب کیا ہے اور حکم فرمایا ہے کہ تسبیح وتحمید واستغفار کرون یہ فرماکر حضرت رونے لگے صحابیون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ موت سے کیون روتے ہین بہ تحقیق کہ آپ کے لیے حق تعالیٰ نے گذشتہ وآیندہ سبکو بخشا ہے یہ سنکر فرمایا فاین ھول المطلع واین ضیق القبر وظلمۃ اللحد واین القیامۃ والاھوال حقیقت مین یہ تنبیہ امت کے واسطے تھی کہ انکے سامنے یہ سب باتین آئینگی والا آنحضرت کا مرتبہ بہت بلند ہے اور جناب اخوند صاحب نے لکھا ہے حیات القلوب مین ابن بابویہ سے کہ انھون نے بسند معتبر اپنی روایت کی ہے کہ جناب پیغمبر خدا کے ایام علالت مین جبرئیل علیہ السلام چالیس درم کافور جنت لائے اور کہا کہ یہ آپ کے حنوط فرمانے کو حق تعالیٰ نے مرحمت فرمایا ہے حضرت نے اسکے تین حصے فرمائے ایک حصہ اپنے واسطے رکھا اور ایک حصہ جناب امیرالمومنین کو اور ایک حصہ جناب سیدہ کو مرحمت فرمایا فقط واضح ہو کہ جب چالیس درم کو مساوی تین حصے تقسیم کرین تو ہر حصہ تیرہ درم اور ایک ثلث درم کا ہوگا اسی لیے ہر میت کے لیے مومن اور مومنہ کی اسی مقدار مذکور کے موافق سنت حنوط کی جاری ہوئی اور اسین بزرگی ہے کہ تا سبکو پیغمبر کے ساتھ اسوہ حسنہ حاصل ہو اور مصنف بحرالمصائب نے بحوالہ مشہور لکھا ہے کہ جناب رسالتمآب نے اس کافور کے چار حصے فرمائے ایک حصہ اپنے واسطے لیا اور دوسرا حصہ جناب امیر کو عنایت فرمایا اور تیسرا حصہ جناب سیدہ کو مرحمت فرمایا اور چوتھا حصہ اپنے فرزند مسموم امام حسن کو بخشا لیکن فرزند مظلوم امام حسین کو آپ نے نہ دیا جب سب اپنے حصے پاچکے امام حسین اس سے محروم رہے تو حضرت روے اور بہ نظر یاس وحسرت اپنے نانا کی طرف دیکھا اور عرض کیا کہ آپ نے ہر شرف فضیلت مین مجھے بڑے بھائی کا شریک رکھا ہے کیا سبب ہے کہ کافور جنت کی تقسیم مین میرا حصہ نہ ملا اور اسوقت وہ محبت وشفقت جو ہمیشہ آپ کی میرے حال پر مبذول رہتی تھی کیون کم ہوگئی کیا مین اسکے لائق نہ تھا جب پیغمبر خدا نے یہ کلام جگر خراش اپنے فرزند مظلوم کی زبان سے سنا اور انھین مغموم دیکھا تو ضبط کی تاب حضرت کو نہ رہی اور بے اختیار ہو کر امام حسین علیہ السلام کو اپنے گلے سے لگالیا اور بار بار لب ودندان کے بوسے لیتے تھے اور روتے تھے یہان تک کہ امام حسین علیہ السلام بھی اپنے نانا کے رونے سے گھبرا گئے اور ماجرا سبب گریہ کو آنحضرت سے پوچھنے لگے اسوقت پیغمبر خدا نے فرمایا کہ اے حسین تو وہ مظلوم ہے کہ میرے بعد ایک دن زمین کربلا پر اکیلا غریب الوطن شدت گرسنگی وتشنگی کی حالت مین شمر کو سفند قربانی کے پس گردن سے ذبح اور شہید کیا جائیگا اور لاش تیری بے غسل اور بے کفن اور بے حنوط ریگستان گرم پر کتنے ہی دن پڑی رہیگی پس اس جہت سے تجھے کافور ہی کی حاجت نہوگی بلکہ غسل تیرا تیرے بدن کے لہو سے ہوگا اور حنوط تیرا خاک کربلا سے ہوگا جب حضرت نے یہ خبر سنائی اور اہلبیت کو اسکا یقین ہوا اور انھی

مظلوم کے مان اور باپ نے بچشم یقین اپنے فرزند کو اُس حال پر دیکھا جو پیغمبر خدا نے فرمایا تھا تو اُنکی مصیبت اُسوقت
دوچند ہوئی اور خاص کر کے جناب سیدہ کا یہ حال ہوا کہ قریب تھا کہ روح بدن سے نکل جائے کبھی اپنے والد بزرگوار کی
مفارقت پر روتی تھین اور نوحہ و فریاد کرتی تھین اور کبھی اپنے فرزند حسین کی بیکسی یاد کر کے جان کھوتی تھین اور پیغمبر خدا بھی
یہ خبر دے کر ایسا روے کہ حضرت کو بھی غش آگیا فقط کیون مومنین یہ رونا پیغمبر خدا کا اور اہلبیت کا اُسوقت مصیبت
امام حسینؑ پر خیال کر کے تھا لیکن جب روز عاشورہ یہ سب بزرگوار کربلا مین آئے ہونگے اور جو جو ظلم ہوے وہ دیکھیں گے
خصوصاً اُسوقت کہ جب امام حسینؑ علیہ السلام گھوڑے سے جدا ہوے اور پیغمبر خدا نے اپنی گود مین لیا اور حضرت سید الشہدا
فریضہ عصر کے ادا کرنے مین مشغول ہوے اُسوقت جو ظلم و بیداد شمر سے واقع ہوا اور جو فریاد پیغمبر خدا سے امام حسینؑ کی
اور جو کچھ لاشون پر ظلم ہوے اگر اسکا معاینہ اِس عالم مین یہ حضرات فرماتے تو کیونکر زندہ رہتے اور کیا حال ہوتا فقط بالجملہ
تمام اعتماد میرا پہلی روایت پر ہی اور چونکہ یہ روایت مشتمل اوپر ایسے مضمون کے ہی جو معین حزن و بکا پر زیادہ ہی اسلیے
اُسے بھی نقل کیا ملا حسین کاشفی نے جناب ام سلمہ سے نقل کیا ہی کہ وہ فرماتی ہین ایک روز پیغمبر خدا اپنے زمان علالت مین
میرے گھر مین تشریف رکھتے تھے اور مین سرہانے آنحضرت کے کھڑی تھی ناگاہ دیکھا مین نے کہ لب مبارک آنحضرت کے
ہلتے ہین یہ دیکھکر مین اپنے کان حضرت کے مُنھ کے قریب لیگئی تاکہ سنون جو کچھ وہ جناب فرماتے ہین سنا مین نے کہ
مناجات کرتے ہین اور فرماتے ہین کہ خداوندا آتش دوزخ سے میری امت کو نجات دے اور روز قیامت کا حساب اُنپر
آسان کر اسی حال مین جناب امیرؑ آئے اور کہا کہ ای رسول خدا مین نے شب کو خواب دیکھا ہی کہ مین ایک زرہ پہنے تھا
ناگاہ وہ زرہ میرے بدن سے جدا ہوگئی حضرت نے فرمایا کہ یا علی وہ زرہ تمھاری پناہ کی مین تھا اب وہ وقت آیا ہی
کہ مین دنیا سے جاؤنگا اور تم تنہا رہ جاؤگے یا علی میرے بعد بہت سے امور جو مکروہ ہین وہ تمھارے سامنے آئینگے
اُسوقت تمکو چاہیے کہ دل تنگ نہونا اور اُنپر صبر کرنا اور جب تم دیکھنا کہ سب آدمی دنیا کو اختیار کرتے ہین تو تم آخرت کو
اختیار کرنا اور جانو کہ جو سب سے پہلے حوض کوثر پر میرے پاس پہونچے گا وہ تم ہوگے یہان تک کلام حضرت نے
فرمایا تھا کہ جناب سیدہ آئین اور عرض کیا کہ یا رسول خدا مین نے شب کو خواب دیکھا ہی کہ ایک ورق قرآن کا میرے ہاتھ مین ہی
اور مین اُسمین قرآن پڑھتی ہون ناگاہ وہ ورق دفعتہً میری آنکھ سے غائب ہوگیا یہ سنکر حضرت نے فرمایا کہ ای فرزند دلبند وہ
ورق مین ہون کہ تمھاری آنکھ سے بہت قریب زمانے مین غائب ہو جاؤنگا اور تو مجھسے دور ہو جائیگی یہان تک فرمایا تھا
کہ امام حسن اور امام حسین علیہما السلام حاضر ہوے اور عرض کیا کہ ای نانا جان ہم دونون بھائیون نے بالاتفاق ایک
خواب دیکھا ہی اور وہ یہ ہی کہ ایک تخت ہوا پر جاتا ہی اور ہم دونون بھائی سر برہنہ اُسکے نیچے جاتے ہین یہ سنکر فرمایا کہ ای
نانا کی جان وہ تخت میرا تابوت ہی کہ اُسے اٹھائینگے اور تم دونون سر برہنہ گیسو پریشان کیے ننگے پاؤن اُسکے نیچے چلوگے
ام سلمہ کہتی ہین کہ اِن خوابہاے پریشان کے سُننے سے اور پیغمبر خدا کی ایسی تعبیرون کے فرمانے سے سب رونے لگے اور

اہلبیت کو آنحضرت کی حیات سے مایوسی ہوئی فقط جلسہ ہفتم شیخ مفید علیہ الرحمہ نے بسند معتبر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے
روایت کی ہی کہ جب وقت وفات پیغمبر خدا کا قریب پہونچا تو جبرئیل بحکم خداوند جلیل آنحضرت کی خدمت مین آے اور کہا کہ
یا رسول اللہ آیا تم چاہتے ہو کہ پھر دنیا مین رہو حضرت نے فرمایا کہ مین نہین چاہتا جو میرے اوپر حق تعالی نے تبلیغ رسالت
واجب فرمایا تھا اُسے مین کر چکا پھر جبرئیل نے کہا کہ دنیا کا رہنا نہین منظور آپ کو حضرت نے فرمایا کہ مجھے ہمراہی انبیا اور اولیا
اور دوستان خدا کی اب منظور ہی دنیا مین رہنا پسند نہین ہی بعد اُسکے حضرت نے سبکو وصیت و وعظ فرمائی اسطرح سے کہ
ایہا الناس میرے بعد کوئی اب پیغمبر نہوگا اور میرے طریقہ و سنت کے سوا کوئی سنت نہوگی پس جو شخص کہ میرے بعد
پیغمبری کا دعوی کرے یا میرے دین مین کوئی بدعت پیدا کرے اُسکا دعوی اور بدعت آگ مین جائینگے اور جو ایسا
دعوی کرے اُسے قتل کرنا سزاوار ہی اور جو کوئی اُسکی پیروی کریگا وہ بھی داخل جہنم ہوگا ایہا الناس ہمیشہ قصاص زندہ رکھنا
اور حق کی پیروی کرنا اور پراگندہ نہونا اور مسلمان رہنا ہمیشہ پیشوایان دین کی اطاعت کرنا تاکہ دنیا و آخرت مین عذاب الہی سے
سالم و محفوظ رہو بعد اُسکے اِس آیت کو پڑھا کَتَبَ اللّٰهُ لَأَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِي اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ اور ابو سعید خدری سے منقول ہی
کہ آخر خطبہ جو حضرت نے اپنے آخر مرض مین پڑھا یہ تھا اور ملخص اُسکا یہ ہی کہ ایہا الناس بدرستیکہ مین تم مین دو چیزین بزرگ چھوڑتا ہون
یہ فرما کر چپکے ہو رہے پس ایک شخص اُٹھ کھڑا ہوا اور کہا اُسنے کہ وہ دونون چیزین جسکے لیے آپ نے فرمایا کیا ہین یہ سنکر حضرت کو
ایسا غصہ آیا کہ رنگ مبارک سرخ ہوگیا اور بعد اُسکے فرمایا کہ مین نے نہین کہا تھا مگر اسلیے کہ بعد اُسکے مین خود ہی تفسیر کرونگا لیکن
نفس میرا ضعف بیماری سے تنگ ہوگیا اس سے مین نے سکوت کیا تھا بعد اُسکے فرمایا کہ ایک اُن دونون سے قرآن ہی کہ وہ
ایک ریسمان آسمان سے زمین تک لٹکی ہوئی ہی ایک سرا اُسکا خدا کے ہاتھ مین ہی اور دوسرا سرا تمھارے ہاتھ مین ہی اور
دوسرے اُنمین سے میرے اہلبیت ہین بعد اُسکے فرمایا کہ قسم ہی خدا کی کہ یہ بات مین نے تمسے کہی اور مین جانتا ہون کہ چند آدمی
ابھی اہل شرک کی پشت مین ہین کہ ہنوز وہ ابھی دنیا مین نہین آے اُنسے امید اس بات کے قبول کرنے کی اور اُسپر عمل کرنے کی
تمھارے اکثرون کی بہ نسبت زیادہ رکھتا ہون بعد اُسکے فرمایا کہ خدا کی قسم کوئی بندۂ خدا میرے اہلبیت کو دوست نرکھیگا
مگر یہ کہ حق تعالی اُسے روز قیامت ایسا نور کرامت فرمائیگا جسکے باعث سے وہ میرے پاس حوض کوثر پر پہونچ جائیگا اور
کوئی بندۂ خدا میرے اہلبیت کو دشمن نرکھیگا مگر یہ کہ حق تعالی قیامت کے دن اُس سے اپنی رحمت کو چھپائیگا اُسکے اور
رحمت خدا کے بیچ مین پردے پڑ جائینگے راوی کہتا ہی کہ اِس حدیث کو مین نے جناب امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت مین
عرض کیا حضرت نے اُسکی تصدیق فرمائی راقم رسالہ کہتا ہی کہ عجب نہین جو مراد اِس جگہ مرحمت خدا سے خود وہ حضرت ہون
کیونکہ روز قیامت کام شفاعت سے آنحضرت کی نکلے گا اور جب شفیع المذنبین تک پہونچ ہی نہ سکا تو کیونکر رستگاری اِس
جرم عظیم کے ساتھ ممکن ہوگی واللہ تعالی اعلم فرات بن ابراہیم نے جابر ابن عبد اللہ انصاری سے روایت کی ہی کہ پیغمبر خدا نے
اپنے آخر مرض مین جناب سیدہ سے فرمایا کہ میرے باپ مان تجھپر سے قربان ہون کسی کو جلد بھیج اور اپنے شوہر کو بلا جب جناب

اہلبیت کو آنحضرت کی حیات سے مایوسی ہوئی فقط جلسہ ہفتم شیخ مفید علیہ الرحمہ نے بسند معتبر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے
روایت کی ہے کہ جب وقت وفات پیغمبر خدا کا قریب پہونچا تو جبرئیل بحکم خداوند جلیل آنحضرت کی خدمت مین آئے اور کہا کہ
یا رسول اللہ آیا تم چاہتے ہو کہ پھر دنیا مین رہو حضرت نے فرمایا کہ مین نہین چاہتا جو میرے اوپر حق تعالی نے تبلیغ رسالت
واجب فرمایا تھا اُسے مین کر چکا پھر جبرئیل نے کہا کہ دنیا کا رہنا نہین منظور آپ کو حضرت نے فرمایا کہ مجھے ہمراہی انبیا اور اولیا
اور دوستان خدا کی اب منظور ہے دنیا مین رہنا پسند نہین ہے بعد اُسکے حضرت نے سبکو وصیت و وعظ فرمائی اسطرح سے کہ
ایہا الناس میرے بعد کوئی اب پیغمبر نہوگا اور میرے طریقہ و سنت کے سوا کوئی سنت نہوگی پس جو شخص کہ میرے بعد
پیغمبری کا دعوی کرے یا میرے دین مین کوئی بدعت پیدا کرے اُسکا دعوی اور بدعت آگ مین جائینگے اور جو ایسا
دعوی کرے اُسے قتل کرنا سزاوار ہے اور جو کوئی اُسکی پیروی کریگا وہ بھی داخل جہنم ہوگا ایہا الناس ہمیشہ قصاص زندہ رکھنا
اور حق کی پیروی کرنا اور پراگندہ نہونا اور مسلمان رہنا ہمیشہ پیشوایان دین کی اطاعت کرنا تاکہ دنیا و آخرت مین عذاب الہی سے
سالم و محفوظ رہو بعد اُسکے اس آیت کو پڑھا کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِی اِنَّ اللّٰہَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ اور ابوسعید خدری سے منقول ہے
کہ آخر خطبہ جو حضرت نے اپنے آخر مرض مین پڑھا یہ تھا اور ملخص اُسکا یہ ہے کہ ایہا الناس بدرستیکہ مین تم مین دو چیزین بزرگ چھوڑتا ہون
یہ فرما کر چپکے ہو رہے پس ایک شخص اُٹھ کھڑا ہوا اور کہا اُسنے کہ وہ دونون چیزین جسکے لیے آپ نے فرمایا کیا ہین یہ سنکر حضرت کو
ایسا غصہ آیا کہ رنگ مبارک سرخ ہوگیا اور بعد اُسکے فرمایا کہ مین نے نہین کہا تھا مگر اسلیے کہ بعد اُسکے مین خود ہی تفسیر کرونگا لیکن
نفس میرا ضعف بیماری سے تنگ ہوگیا اس سے مین نے سکوت کیا تھا بعد اُسکے فرمایا کہ ایک اُن دونون سے قرآن ہے کہ وہ
ایک ریسمان آسمان سے زمین تک لٹکی ہوئی ہے ایک سرا اُسکا خدا کے ہاتھ مین ہے اور دوسرا سرا تمھارے ہاتھ مین ہے اور
دوسرے اُن مین سے میرے اہلبیت ہین بعد اُسکے فرمایا کہ قسم ہے خدا کی کہ یہ بات مین نے تمسے کہی اور مین جانتا ہون کہ چند آدمی
ابھی اہل شرک کی پشت مین ہین کہ ہنوز وہ ابھی دنیا مین نہین آئے اُنسے امید اس بات کے قبول کرنے کی اور اُسپر عمل کرنے کی
تمھارے اکثرون کی بہ نسبت زیادہ رکھتا ہون بعد اُسکے فرمایا کہ خدا کی قسم کوئی بندہ خدا میرے اہلبیت کو دوست نہ رکھے گا
مگر یہ کہ حق تعالی اُسے روز قیامت ایسا نور کرامت فرمائیگا جسکے باعث سے وہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچ جائیگا اور
کوئی بندہ خدا میرے اہلبیت کو دشمن نہ رکھے گا مگر یہ کہ حق تعالی قیامت کے دن اُس سے اپنی رحمت کو چھپائیگا اُسکے اور
رحمت خدا کے بیچ مین پردے پڑ جائینگے راوی کہتا ہے کہ اس حدیث کو مین نے جناب امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت مین
عرض کیا حضرت نے اُسکی تصدیق فرمائی راقم رسالہ کہتا ہے کہ عجب نہین جو مراد اس جگہ رحمت خدا سے خود وہ حضرت ہون
کیونکہ روز قیامت کام شفاعت سے آنحضرت کی نکلے گا اور جب شفیع المذنبین تک پہونچ ہی نہ سکا تو کیونکر رستگاری اس
جرم عظیم کے ساتھ ممکن ہوگی و اللہ تعالی اعلم فرات بن ابراہیم نے جابر ابن عبداللہ انصاری سے روایت کی ہے کہ پیغمبر خدا نے
اپنے آخر مرض مین جناب سیدہ سے فرمایا کہ میرے باپ مان تجھپر سے قربان ہون کسی کو جلد بھیج اور اپنے شوہر کو بلا جب جناب

سیدہ نے امام حسن علیہ السلام کو بسرعت تمام بھیجا کر یا مور فرمایا کہ اپنے والد بزرگوار کو لاؤ اور کہو کہ نانا جان آپ کو بہت جلد طلب فرماتے ہین جب جناب امیر حاضر ہوے تو دیکھا کہ جناب سیدہ کہہ رہی ہین کہ ای بابا آپ کے بیمار و رنجور ہونے سے کسقدر میرا الم و اندوہ زیادہ ہوا ہی یہ سنکر حضرت نے فرمایا کہ ای فاطمہ آج کے دن کے بعد پھر کوئی روز شدت و مصیبت کا تمھارے واسطے نہوگا اور ای فاطمہ تم یہ جانو کہ کسی پیغمبر کے واسطے گریبان پھاڑنا اور منہہ کا مجروح کرنا اور واویلا کہنا نہین چاہیے بلکہ جو تیرے باپ نے اپنے فرزند ابراہیم کی مفارقت مین کہا تھا وہ کہنا چاہیے اور وہ یہ کلمات ہین کہ آنکھین روتی ہین دل مین درد اٹھتا ہی مگر وہ بات نہین کہتا جو موجب غضب پروردگار کا ہو اور ای ابراہیم مین تیری جدائی سے غمگین اور اندوہناک ہون اور اگر ابراہیم زندہ رہتا تو پیغمبری اسکے واسطے رہتی بعد اسکے فرمایا کہ یا علی میرے پاس آؤ جب حضرت امیر قریب جناب رسالتمآب کے گئے تو فرمایا اپنا کان میرے منہہ کے قریب لاؤ راوی کہتا ہی کہ یہ سنکر عائشہ اور حفصہ نے چاہا کہ سنین اسوقت حضرت نے فرمایا کہ خداوندا انکے کانون کو بند کر کہ یہ میرے کلام کو اسوقت نہ سنین بعد اسکے فرمایا کہ ای بھائی جو خدا نے قرآن مین فرمایا ہی اِنَّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ یعنی بدرستیکہ جنھون نے ایمان قبول کیا اور نیک اعمال کیے وہ بہترین خلق ہین یہ سنا تمنے جناب امیر نے عرض کیا کہ ای رسول خدا درست ہی سنا ہی مین نے فرمایا کہ تم ہو اور تمھارے مددگار اور شیعہ تمھارے ہین میری اور انکی وعدہ گاہ روز قیامت کو حوض کوثر کے پاس ہی جسوقت کہ سب امتین دو زانون پڑی ہونگی اور انکے اعمال حق تعالی پر عرض کیے جاتے ہونگے اسوقت حق تعالی تمکو اور تمھارے شیعون کو طلب فرمائیگا پس حاضر ہونگے وہ ساتھ چہرہ ہاے نورانی اور دست و پاے نورانی کے درحالیکہ سیر اور سیراب ہونگے پھر فرمایا کہ یا علی تمنے سنا جو حق تعالی فرماتا ہی اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ وَ الْمُشْرِکِیْنَ فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا اُولٰٓئِکَ ھُمْ شَرُّ الْبَرِیَّۃِ یعنی بدرستیکہ جنھون نے کفر و نافرمانی کو اختیار کیا ہی اہل کتاب سے اور مشرکین سے یہ سب آتش جہنم مین ہمیشہ رہینگے اور وہ بدترین خلق خدا ہین جناب امیر علیہ السلام نے عرض کیا کہ بجا ہی یا رسول اللہ سنا ہی مین نے فرمایا یہ یہود اور بنی امیہ اور انکے اتباع اور تمھارے دشمن اور تمھارے شیعون کی دشمن ہین یہ روز قیامت کو مبعوث ہونگے اور اٹھائے جائینگے اسطرح کہ منہہ انکے سیاہ ہونگے اور کمال شقاوت اور تعب اور عذاب شدید کے ساتھ کھینچینگے اور اسدن بھوک اور پیاس انپر غالب ہوگی اور اخوند صاحب نے حیات القلوب مین لکھا ہی کہ علاوہ اس سند کے یہ حدیث کتاب سلیم بن قیس مین بھی حضرت امیر المؤمنین سے منقول ہی اور تفسیر محمد بن عباس بن ماہیار مین امام محمد باقر سے منقول ہی بالجملہ یہ خبر از قسم اخبار احاد نہین ہی بلکہ قریب استفاضہ کے پہونچی ہوئی ہی لہذا چند امرون کا بیان اسکے ضرور ہی اول یہ کہ حضرت نے جناب سیدہ سے جو فرمایا کہ کسی پیغمبر کے واسطے منہہ کا مجروح کرنا اور واویلا کہنا اور مثال اسکے جائز نہین یہ قول محتمل کئی معنی کا ہی چنانچہ ظاہر مین یہ بھی مفہوم ہوتا ہی کہ یہ افعال نبی کے لیے ناجائز ہون اور غیر نبی کے واسطے جائز ہون لیکن حقیقت مین اسسے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ اورون کے واسطے جائز ہی بلکہ مراد اس سے تاکید عدم جواز کی ہی کیونکہ نبی کی مفارقت سے زیادہ کسی کی

مفارقت امت پر اور انکے عزیزون پر زیادہ سخت نہین ہوتی خصوصاً حضرت رسالتمآب کہ محبوب خدا اور رحمۃ للعالمین تھے
اور رسالت کا خاتمہ حضرت پر ہوا اگرچہ ہر نبی کا اس عالم سے جانا انکی امت کے واسطے سبب اندوہ وملال کا تھا لیکن حضرت کا
اس عالم سے تشریف لیجانا سب سے زیادہ سبب اندوہ وحسرت کا ہے کیونکہ اول حضرت سب سے افضل تھے دوسرے سب کے بعد
انتظار وامید باقی رہتی تھی کہ دوسرا پیغمبر آئیگا بسبب ختم رسالت کے کسی کو بعد حضرت کے پھر امید دنیا مین تا ایام رجعت نبی کے آنے
اور انکی زیارت کی باقی نہ رہی تو اس جہت سے جہان تک اس مصیبت مین مبالغہ کیا جاے جائز تھا لیکن حضرت نے جب اس
مصیبت عظمی مین بھی امر غیر مشروع کے واقع کرنے کو منع فرمایا تو اسکا عدم جواز ان مصیبتون مین جو اس سے کم ہین بطریق اولی
ثابت ہوا دوسرا احتمال اس تخصیص مین یہ ہے کہ پیغمبر صاحب شریعت تھے کیونکر جائز ہوگا کہ انکی مصیبت مین اہل مصیبت امر
خلاف شرع کو عمل مین لائین والا دیکھنے والے کہینگے کہ واہ خود انکی مصیبت مین انکے اہلبیت سے جو حفاظ شریعت تھے ایسے
امور ظہور مین آے پھر کیا وجہ جو ہم اسے ترک کرین اور یہ مورث اضلال وگمراہی امت کا ہوتا تیسرے اس تخصیص مین یہ بھی محتمل ہے
کہ چونکہ انبیا موعود بہ مغفرت الہی ہین اور انکا اس عالم سے جانا نقل بہترین حال کی طرف ہے جیسا کہ جب حضرت نے جبرئیل سے
بعد نزول کریمہ اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰہِ فرمایا کہ کیا تم مجھے خبر انتقال کی میری طرف آخرت کی دیتے ہو تو جبرئیل نے عرض کیا تھا کہ
وَلَلْآخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی اور واقع مین یہ ہے کہ حجت خدا کو موت اس حیات سے بہتر ہے کیونکہ تعب رسالت اور
استقلال قیام جادہ فَاسْتَقِمْ کَمَا اُمِرْتَ کا سہل نہین ہے بلکہ بہت دشوار ہے علاوہ اسکے دنیا مین اندوہ صحبت جاہلین سے کسقدر آلام
پہونچے مین بہ خلاف آخرت کے کہ وہان ہر وقت انبیا اور اولیا اور ملائکہ مقربان خدا سے ہم صحبت ہوتا ہے اور وہ عیش دائمی ہے
پس موت انکے واسطے فراغت ہے مشقت وتعب سے اور مشتغال ہے ساتھ عیش دائمی کے پس انکی موت مثل اورون کے
جنکا حال معلوم نہین کہ مرنے کے بعد کیا ہوگا بہ نظر انکے لائق تاسف نہین ہے اگر رنج ہوتا ہے تو اس سے کہ انسے جدائی ہوئی اور کیا
رحمتین خدا کی اور برکتین کہ انکے باعث سے زمین پر نازل ہوتی تھین انکا آنا بند ہوا یا یہ کہ کیا کیا مصائب ہماری ہدایت کے لیے
انھون نے اس عالم مین اٹھاے باقی انکے بہ نظر خاتمہ کے اور بہترین حال کے محل حسرت واندوہ نہین ہے بلکہ طالبین قرب رحمت الہی
اپنے مطلوب سے قریب ہوتے ہین اور قریب ہی کے ہے جو ابن بابویہ علیہ الرحمہ نے بسند معتبر جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے
روایت کی ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے قریب وفات اپنے جناب سیدہ سے فرمایا کہ اے فاطمہ جب مین اس عالم سے انتقال
کرون تو اپنے منھ کو میرے لیے زخمی نہ کرنا اور اپنے بالون کو پریشان نہ کرنا اور واویلا نہ کہنا اور میرے اوپر نوحہ نہ کرنا اور نوحہ
کرنے والیون کو نہ بلانا جیسا کہ عرب مین رسم تھا اور اس سے بھی ظاہر ہے کہ جلالت قدر برگزیدگان خدا وطالبان رضاے
خالق جل وعلی اور وعدہ یافتگان اِنَّ الْاٰخِرَۃَ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی کی اس سے زیادہ ہے کہ انکے لیے کوئی ایسے مراسم عمل مین لاے
اس وقت مجھے شب عاشور کی وہ حکایت در ذخیرہ مناسب مقام یاد آئی ہے جو سید مظلوم نے اپنی بہن زینب مغموم کو وصیت فرمائی ہے
جناب سید سند نے مجالس مفجعہ مین شیخ مفید علیہ الرحمہ سے کہ انھون نے جناب امام زین العابدین علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ

فرمایا آنحضرت نے کہ جب شب عاشور یعنی جسکی صبح کو میرے باپ شہید ہوے آئی تو وہ عجب رات تھی کہ جسمین
صغیر وکبیر وجوان وپیر کوئی رحت وآرام مین نہ تھا کوئی تہیہ شہادت اور کوئی اندوہ مفارقت اور صدمہ ہجر مین مشغول تھا
بالجملہ فرماتے ہین کہ اگرچہ مین بیمار بہت تھا لیکن کثرت ملال اور اضطراب اور بھوک وپیاس کی شدت مین نیند کہان میسر تھی
اور میری پھوپی زینب خاتون میری بیمارداری اور خبرگیری کے لیے میرے پاس تشریف رکھتی تھین بس اسی اثنا مین میرے
پدر عالیمقدار اپنے عزیزان وانصار کو موعظہ ونصیحت اپنے اپنے گھر پھر جانے کو فرما کر سب سے علیحدہ ہو کر ایک خیمہ مین کہ وہ خیمہ
حضرت کی خلوت کا تھا تشریف لاے اور اسوقت کوئی شخص حضرت کے ساتھ اقربا وانصار سے حاضر نہ تھا فقط جون
غلام ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کہ حضرت کی خدمت مین حاضر تھے وہان پہونچکر حضرت نے ذوالفقار حیدر کرار کو میان سے
کھینچا اور اُسے پوچھنے اور صاف فرمانے لگے چونکہ حضرت اُسوقت مشغول تہیہ شہادت تھے اور وہ تلوار ذوالفقار تھی جو
اصل پیغمبر خدا کی تلوار تھی اور حضرت نے اُسے علی ابن ابیطالب کو بحکم خدا عنایت فرمایا تھا تو اُسکے کھینچنے کے بعد کن کن
گذشتگان کو مثل اپنے نانا اور باپ اور بھائی اور چچاؤن کے یاد نہ فرمایا ہوگا اور اسی طرح جو جو صبح کو شہید ہونے والے تھے
بعض اُنکے مثل علی اکبر ایسے تھے کہ جنکے عوض مین اپنا مرنا بہت سہل تھا پیش نظر نہ پھر گیا ہوگا بالجملہ اس مقام حسرت و
افسوس مین چند شعر حضرت نے فرماے کہ انکا حاصل معنی یہ ہے کہ اے زمانہ غدار اور اے فلک جفا کار وای ہو تجھپر اور تیری بے مروتی
اور بیقدری پر کہ کیسے کیسے دوست نیک کردار اور کیسے کیسے متقی اور پرہیزگار ہر صبح وشام طرح طرح کے مصائب والام اس
دار فنا مین اٹھا کر طرف دار بقا کے چلے گئے اور تو ایسا بیمروت ہے کہ جسکے درپے قتل ہوتا ہو پھر اُسے بے اسکے کہ قتل ہو جاے
کچھ نہین پڑتا اور سب سے زیادہ یہ دشوار ہے کہ تو عوض وبدل پر اُسکے راضی نہین ہوتا حضرات محل غور ہے یہ کیا فرمایا ہے
حضرت نے یہ کسکا مرنا دشوار تھا کہ جسکے عوض آپ اپنا مرنا چاہتے تھے اور وہ زمانے نے نہ چاہا مومنین وہ علی اکبر کی
شہادت تھی جسکے تصور مین یہ فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ رجوع ہر امر کی طرف پروردگار جلیل کے ہے اور ہر زندہ کو
یہی راہ درپیش ہے جسپر مین چلا جاتا ہون بعد اُسکے جناب امام زین العابدین فرماتے ہین کہ دو تین مرتبہ آنحضرت نے انہین
کلمات کو فرمایا یہان تک کہ مین ان اشعار کا مضمون اور جو حضرت کا اُس سے مقصود تھا وہ سمجھا لیکن مین نے اپنے تئین
ضبط کیا اور چپ ہو رہا مگر مجھے یقین ہو گیا کہ اب اہلبیت پر بلاے عظیم نازل ہوگی اور ہم سب مبتلاے بلاے فراق ہونگے
لیکن جب میری پھوپی کے کان مین یہ آواز گئی جو مین نے سنا تھا تو چونکہ وہ جناب عورت تھین جنکے صنف مین حق تعالیٰ نے
لینت اور رقت قلب کا اور اضطراب کا خاصہ عطا فرمایا ہے خصوصًا ایسے بھائی کے مرنے کا جب یقین ہو جاے بالجملہ ان
کلمات کا سُننا تھا کہ ضبط کی طاقت جاتی رہی اور بیتاب ہو کر اُٹھ کھڑی ہوئین اور اُسی خیمہ کی طرف اپنے بھائی پاس روانہ
ہوئین اور اُس شدت اندوہ واضطراب مین ایسی بیہوش وحواس جاتی تھین کہ چادر سر اقدس سے ڈھلکتی جاتی تھی اور سر اقدس
کھلا ہوا تھا یہان تک کہ نعتان وخیزان بحال پریشان حضرت کی خدمت مین پہنچین اور اپنے بھائی کی صورت دیکھتے ہی

باواز بلند رونے لگین اور فرماتی تھین کہ ہاے افسوس کاش یہ سخت جان بہن پہلے مرجاتی کہ اپنے بیکس بھائی کو ایسی مصیبت مین مبتلا نہ دیکھتی افسوس صد افسوس کہ نہ آج میرے نانا پیغمبر خدا زندہ ہین نہ میرے باپ علی مرتضی موجود ہین عالم مین ہین نہ میری ماں فاطمہ زہرا باقی ہین کہ میرے بھائی کی اس آفت و مصیبت مین مدد کرتین اور اسے اسوقت بیکسی مین پیاسا مارے جانے سے بچاتین اے یادگار جد و پدر اور اے بقیہ مادر و برادر اے بیکسون کے حامی اور اے باقی ماندون کے سرپرست ہمارے اے بھائی اس بہن سے کچھ بن نہین پڑتا ہاے وہ کیا تدبیر ہی جسکے عمل مین لانے سے آپ زندہ رہین اور دشمنون کے ہاتھ سے بچ جائین جب سید الشہدا نے حال زینب خاتون کا بہت متغیر پایا اور انکے کلمات درد و حزن سے بھرے ہوے سنے تو بہ نگاہ حسرت و یاس اپنی بہن کی طرف دیکھا اور آنکھون مین حضرت کی آنسو بھر آے اور ایک مثل جو عرب بیکسی و بےبسی کے مقام پر بولتے ہین وہ فرمائی لو ترک القطا لنام دغفاکہ اسکا حاصل یہ تھا کہ اے بہن تم کیا کرو مین خود ہی ایسا مبتلا ہو گیا ہون کہ ہرگز کوئی تدبیر مجھ سے اب بن نہین آتی اور اگر کسی تدبیر کا محل ہوتا تو مین ہرگز اپنے تئین معرض ہلاکت مین نہ ڈالتا لیکن کیا کرون کہ مجبور رونا چاہون جب باتین نامرادی و بیچارگی کی اپنے بھائی کی زبان سے سنین اور یقین ہوا کہ اب بھائی نہ بچینگے تو جیسا کوئی مردے کے واسطے روتا ہی اور اپنا حال تباہ کرتا ہی اسی طرح حضرت زینب بہت روئین اور اپنا منھ پیٹا اور گریبان چاک کیا اور غش کھا کر زمین پر گر پڑین جب حضرت نے یہ حال بہن کا دیکھا تو اٹھکر بہن پاس تشریف لیگئے اور بہ کمال شفقت و مرحمت فرمایا کہ اے بہن تم ایسے صبر کرنے والون کی بیٹی ہو تمھین زیبا یہ ہی کہ سلسلہ صبر کو ہاتھ سے نہ دو اور تقوی و پرہیزگاری کو اپنا شعار اور طریقہ کرو اور رضاے جناب باری پر راضی رہو اے بہن اسے یقینی جانو کہ سب اہل زمین مرینگے اور کوئی اہل آسمان سے بھی نہ باقی رہیگا اور جو کچھ خدا کے سوا ہی وہ سب فانی ہی بقا فقط خدا کے واسطے ہی اے بہن غور کرو کہ نانا میرے پیغمبر خدا جو اشرف المرسلین تھے اور باپ میرے علی مرتضی جو افضل الوصیین تھے اور بڑے بھائی میرے حسن مجتبی کہ مجھسے یہ سب بہتر تھے لیکن کوئی انمین سے باقی نہین رہا سب نے راہ جنت کو اختیار کیا تو مین کیونکر اس دنیا مین ہمیشہ رہ سکتا ہون ہر مسلمان کو پیغمبر خدا کے ساتھ پیروی اور اقتدا لازم ہی جب یہ باتین حضرت سے سنکر کچھ جناب زینب کو سکون ہوا اور قوت صبر و ضبط کی کچھ بہم پہونچائی تو پھر فرمایا کہ اے بہن جو میرا حق تمپر ہی اسی کی قسم مین تمکو دیتا ہون اسلیے کہ میری مصیبت مفارقت پر بھی صبر کرو جیسا کہ ہمیشہ تمنے اور مصیبتون پر صبر کیا ہی اور جب مین مارا جاؤن تو ہرگز منھ اپنا نہ پیٹنا اور بال اپنے نہ نوچنا اور گریبان اپنا چاک نہ کرنا کہ تم فاطمہ زہرا کی بیٹی ہو جیسا انھون نے پیغمبر خدا کی مصیبت مین صبر فرمایا اسی طرح تم میری مصیبت مین صبر کرنا پھر اس وصیت فرمانے کے بعد جناب امام زین العابدین فرماتے ہین کہ جناب سید الشہدا نے ان مخدومہ کو اٹھایا اور اپنے ہمراہ لاکر میرے پاس انھین بٹھایا اور خود عبادت الہی کے واسطے تشریف لیگئے دوسرا امر اس حدیث مین یہ ہی کہ جناب امیر کو اپنے پاس پیغمبر خدا نے طلب فرمایا اور جب حضرت قریب آے تو فرمایا کہ اپنا کان میرے منھ کے پاس لاؤ اور جو اورون نے ارادہ سننے کا کیا تو فرمایا کہ خدایا انکے کان بند کر دے اسکی کیا وجہ تھی حالانکہ جو کچھ فرمایا وہ از قسم فضائل امیر المومنین علیہ السلام تھا اور یہ ہمیشہ بحکم خدا سب کے سامنے

فرماتے تھے اور اگر جنہون نے سُننا چاہا تھا سُنتے اِس سے تو کیا قباحت تھی اور جواب اسکا بظاہر یہ ہی کہ وقت تبلیغ رسالت
ہو چکا تھا جیسا کہ حدیث سابق سے جو جواب جبرئیل مین فرمایا معلوم ہوتا ہی اور زمان ہدایت اُمت اور اتمام حُجت
وہان تک تھا کہ غدیر خم مین کیسے مجمع کثیر مین وزیر کیا اور کس کس مجمع اصحاب و انصار مین فضائل اُنکے کہے اور تکمیل اُس خلافت
کی فرمائی یہان تک کہ جو خطبہ کہ آخر مین پڑھا اُسمین بھی اسی کی تکمیل فرماتے رہے اور حجت کو سب پر خوب تمام فرمایا اور جب
تبلیغ رسالت اور ہدایت اُمت بالکل وجہ فرما چکے اور ہر ایک کا حال معلوم ہو چکا تو اب سب کا سُنانا ضرور نہ تھا بلکہ
اب وقت تعلیم معنی باطن قرآن و بیان سر مکنون حضرت رحمان تھا جو اُسکے مستحق تھے اُنسے کہنا ضرور تھا اور اوروں سے
اخفا مین شاید احتیاط اس بات کی تھی کہ ایسے سنکر دشمنون کی آتش عداوت مشتعل نہو اور زیادہ اذیتین نہ پہونچائین اور جناب
امیر علیہ السلام سے اسکا فرمانا اسلیے تھا کہ اوّل وہ حضرت وارث علم قرآن تھے دوسرے پیغمبر خدا کو معلوم تھا کہ اب
میری وفات قریب ہی اور بفور میرے انتقال کے وصی میرا ابتلاے انواع آلام و محن ہو جائیگا اِسلیے ایسی بات فرمائی کہ
جسکے تصور سے صعوبت بلاؤن کی اُنپر سہل ہو جاے اور کیسی ہی شدت مین جسوقت اُسے یاد کرین تو حزن و اندوہ
مبدل بفرح و سرور ہو جاے بس واقع مین یہ فرما کر جناب رسالتمآب نے مادہ صبر و رضا کا آنحضرت کو عطا فرمایا اور سب
بلاؤن کو آنحضرت کی اور اُنکے شیعون کی سہل و بے حقیقت فرما دیا اور قریب اسکے ہی وہ روایت جو جناب آخوند صاحب نے
تیسری جلد مین بحار کی قصہ آدم کے بیان مین لکھی ہی اور ملخص اُسکا یہ ہی کہ شب عاشور کو جب بہت تھوڑی رات باقی رہی
اور صبح قریب ہوئی اُسوقت جناب سید الشہدا اپنے خیمہ سے باہر مجمع اصحاب مین تشریف لاے اور ایک خطبہ بہت
فصاحت سے ادا فرمایا اور بعد حمد و ثناے الٰہی اور درود جناب رسالت پناہی پہلے صحابون کو اُنکے گھر پھرنے کو بمبالغہ
نصیحت مین فرمایا جب سب عزیز و انصار نے یک زبان اِس سے انکار اور جانبازی کا اقرار کیا تو فرمایا کہ آیا اب یہ جانتے ہو
کہ تمپر جو شدتین اور مصیبتین ہین اور گذری اور ہونے والی ہین یہان تک کہ صعوبت اور شدت موت کو سہل اور بے حقیقت
کر دون سب نے عرض کیا کہ یا ابن رسول اللّٰہ البتہ جانتے ہین ہم کیونکہ منزل موت کی بہت دشوار ہی حق تعالیٰ سبکو
تابعت قدم رکھے کہ آپ پر سے اپنی جانین خوش ہو کر قربان کرین اُسوقت فرمایا کہ آگاہ ہو کہ پچاس ہزار برس پیشتر خلق آدم سے
ہمارے انوار مقدسہ کو حق تعالیٰ نے پیدا فرمایا اور ہم عرش پر ایک نور کے پردے کے پیچھے مشغول عبادت تھے ہمارے
سامنے مٹی اور پانی سے آدم کا پتلا بنا اور روح اُسمین ڈالی گئی اور بعد اُسکے سبکو حکم ہوا کہ سجدہ کرین لیکن ہمکو حکم نہین ہوا
کیونکہ ہمارے دنیا مین آنے کے لیے آدم پیدا کیے گئے تھے جب شیطان نے انکار سجدہ کرنے سے کیا تو حق تعالیٰ نے
اَسْتَكْبَرْتَ أَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِينَ فرمایا یعنی کیون تو نے سجدہ کرنے سے تکبر کیا کیا تو بھی عالین سے ہی اُسوقت اُسنے پوچھا
کہ عالین کون ہین ارشاد ہوا کہ پردہ نور کی طرف دیکھ جب اُسنے دیکھا تو ہمین مشغول عبادت پایا پس اب جانو کہ تم
مین سے کوئی میرے سوا دنیا مین باقی نہین ہی اور کل مین ضرور مارا جاؤنگا و ہم مرتبہ قرب خداے بزرگ سے

شمار

مشرف ہونگا اور تم سب میرے ساتھ ہی مرتبۂ عظیم پر ترقی کروگے آیا سہل ہوا مرنا تمکو سب نے عرض کیا کہ ہمارے باپ
اور مان قربان ہون پس اب کچھ حقیقت زندگانی دنیا کی ہماری نظر مین نہین ہی اور مارے جانا ہمارا مقصود و محبوب ہی
اور جو بلا مین ہم پر آپ کی ہمرہی سے نازل ہون وہ سہل و آسان ہین خدا ہمین ثابت قدم رکھے فقط مجلس تیسری بیان
کیفیت وفات مین یعنی کسطرح جناب سید کائنات نے اس عالم سے انتقال فرمایا اور یہ مجلس بھی مشتمل اوپر چند جلسون کے ہی
جلسۂ اول جناب سید سند نے مدارج النبوت سے نقل کیا ہی کہ پیغمبر خدا سختی مرگ کے وقت فرماتے تھے اللّٰھم اعنی علی
سکرات الموت اور ام المومنین سے منقول ہی کہ سختی مرگ کی انکی آسانی سے بہتر ہی اور اگر ایسا نہوتا تو پیغمبر خدا پر جان کنی شاق
نہوتی حیات القلوب مین بروایت شیخ مفید علیہ الرحمہ منقول ہی کہ جب وقت وفات حضرت کا قریب پہونچا تو جناب امیر ع
علیہ السلام سے فرمایا کہ ای علی سر میرا اپنی گود مین رکھ لو کہ خدا کا حکم میرے واسطے پہونچ گیا اور جب میری روح بدن سے
باہر آوے تو تم کو چاہیے کہ اُسے اپنے ہاتھ مین لو اور اپنے منھ پر وہ ہاتھ پھیر و بعد اسکے منھ میرا قبلہ کی طرف کر دو اور خود متوجہ میری
تجہیز کے ہوا ور سب سے پہلے تم میرے اوپر نماز پڑھنا اور خبردار جب تک کہ مجھے قبر مین نہ رکھ لینا مجھسے جدا نہونا اور ہر بات
مین خدا سے مدد چاہنا جب جناب امیر نے سر اقدس کو پیغمبر خدا کے اپنی گود مین رکھا تو حضرت بیہوش ہوگئے اُسوقت جناب سیدہ
منھ اپنے پدر عالیمقدار کا دیکھتی تھین اور مشغول نوحہ و بکا تھین اسی اثنا مین جناب سیدہ نے ایک شعر پڑھا جسکا حاصل مضمون
یہ ہی کہ ہاے ایسا گورا منھ کہ جسکی برکت سے سب دنیا مین پانی کو آسمان سے طلب کرتے ہین اور وہ یتیمون کی اور رانڈھون کی
فریاد کا پہونچنے والا تھا جب پیغمبر خدا نے جناب سیدہ کی آواز سُنی تو اپنی آنکھ کھولی اور بہت ضعیف آواز سے فرمایا کہ ای بیٹی
یہ شعر تمھارے چچا ابو طالب کا ہی اسوقت اُسے نہ پڑھو بلکہ جو خدا نے قرآن مین فرمایا ہی کہ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ
الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰی اَعْقَابِکُمْ حاصل اس ارشاد کا یہ تھا کہ بسبب شدت اضطراب جناب سیدہ کے چاہا کہ
تسکین فرمائین چونکہ وہ شعر زیادہ حسرت کو بڑھاتا تھا اور اس آیت کے مضمون سے تسکین ہوتی تھی اسلیے فرمایا کہ اسے نہ پڑھو
تاکہ اندوہ و حسرت زیادہ نہو لیکن جب دیکھا کہ جناب سیدہ کو کسی طرح تسکین نہین ہوتی اور بہت رو رہی ہین تو اپنے پاس
بلایا اور کچھ چپکے سے آنحضرت کے کان مین ایسی بات فرمائی کہ جسے سنکر جناب سیدہ خوش ہوگئین بعد اسکے جب روح مقدس نے
اُن جناب کے بدن سے مفارقت فرمائی تو حضرت امیر کا سیدھا ہاتھ آنحضرت کے منھ کے نیچے تھا اسلیے جناب امیر ع نے حسب وصیت و
بایان ہاتھ اپنا بلند کیا اور اپنے منھ پر کھینچا اور حضرت کی آنکھین بند کین اور ایک چادر حضرت پر اڑھا دی بعد اسکے جناب سیدہ سے
لوگون نے پوچھا کہ وہ کیا بات تھی جو پیغمبر خدا نے آپ سے کہی جسکے سُننے سے آپ کا غم کم ہوگیا حضرت نے فرمایا کہ میرے
باپ نے مجھے خبر دی کہ تو سب سے پہلے میرے پاس آئیگی اور اس دنیا کے شدائد سے بہت جلد نجات پائیگی تیرا ملنا
مجھسے بہت قریب ہی اس سبب سے میرے غم و اندوہ کی شدت کم ہوگئی کہ اب مین جانتی ہون کہ جدائی کی مدت میری
آنحضرت سے زیادہ نہین ہی اور اسی کتاب مین شیخ طوسی علیہ الرحمہ سے بسند معتبر منقول ہی کہ جناب امیر نے فرمایا کہ ایام

علالت جناب رسالتمآب مین ایک روز مین اُن جناب کی خدمت مین حاضر ہوا دیکھا مین نے کہ سراقدس آنحضرت کا
ایک شخص کی گود مین ہی کہ مثل اُسکے کسی کو مین نے خوشرو نہین دیکھا اور اُسوقت پیغمبر خدا آرام فرماتے تھے جب مین پہونچا
تو اُس شخص نے مجھسے کہا کہ آؤ اور اپنے چچازاد بھائی کا سر اپنی گود مین رکھو کہ تم اس بات کے لیے مجھسے زیادہ سزاوار
و لائق ہو جب مین گیا تو وہ شخص اُٹھ کھڑا ہوا اور سراقدس آنحضرت کا میری گود مین رکھکر چلا گیا ایک ساعت کے بعد جب
حضرت بیدار ہوے تو مجھسے فرمایا کہ وہ شخص کہان گیا جسکے دامن مین میرا سر تھا جو کچھ کہ گذرا تھا وہ مین نے حضرت کی
خدمت مین عرض کیا یہ سنکر مجھسے فرمایا کہ یا علی تمنے اُس شخص کو پہچانا مین نے عرض کیا کہ میرے باپ مان آپ پر سے
قربان ہون مین نہین جانتا فرمایا کہ وہ جبرئیل تھے چونکہ مرض کی اذیت اسوقت مجھے زیادہ تھی اسلیے وہ باتین کرتے تھے
کہ تا اذیت کم ہو مین بھی باتین کرتا تھا اُنسے یہانتک کہ مجھے نیند آگئی اور اُسی کتاب مین کلینی اور صفار و شیخ طوسی و ابن بابویہ
و قطب راوندی اور اور محدثین سے سندہاے کثیرہ کے ذریعہ سے جناب امیرالمومنین ع اور امام محمد باقر ع اور امام جعفر صادق ع سے
روایت کی ہی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ نے قریب وفات اپنے جناب امیر ع کو طلب فرما کر ارشاد فرمایا کہ یا علی جب میرا انتقال
اس عالم سے ہو تو تم چھ مشکین پانی کی چاہ غرس سے کھینچنا اور اُس سے اچھی طرح مجھے غسل دینا اور کفن پہنانا اور حنوط کرنا
اور جب میرے غسل و کفن و حنوط سے فارغ ہونا تو میرے کفن کے گریبان کو پکڑ کر مجھے بٹھانا اور جو جی چاہے وہ مجھسے پوچھنا
کہ جو کچھ پوچھوگے اُسکا جواب مین تمھین دونگا پس اُن جناب نے اسی طرح کیا اور فرمایا کہ اس جگہ بھی ہزار دروازے علم کے مجھے
تعلیم فرماے کہ ہر دروازے سے ہزار دروازہ مجھپر کھل گیا اور دوسری روایت مین ہی کہ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ
جب کفن کرنے کے بعد مین نے پیغمبر خدا سے سوال کیا تو حضرت نے مجھے خبر دی اُن امور کے ساتھ جو قیامت تک ہونے والے تھے
اور ہونگے کے باعث سے میرے علم کا یہ حال ہی کہ کوئی گروہ آدمیون کا نہین ہی مگر یہ کہ مین اُنمین سے محق اور گمراہ کو جانتا ہون
اور ایک اور روایت مین [illegible] کہ اُسوقت جو کچھ پیغمبر خدا نے فرمایا اُسے حضرت امیر نے سب لکھ لیا راقم رسالہ کہتا ہی کہ غالباً سبب اسکا
یہ تھا کہ وقت غسل کفن صحبت خالی بھی اغیار سے اور جناب امیر پر استیلاے غم مفارقت حد سے زیادہ تھا اور جو اُسوقت پیغمبر خدا نے
فرمایا ہوگا وہ تعلیم خاص تھی اسلیے اُسکے حفظ کا اہتمام زیادہ فرمایا ہو شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے بسند صحیح حضرت صادق ع سے
روایت کی ہی کہ جناب پیغمبر خدا نے حضرت امیر سے فرمایا کہ یا علی جب مین مرجاؤن تو مجھے اسطرح تم غسل دینا کہ تمھارے سوا
کسی کی آنکھ میرے اُن اعضا پر کہ جنکا چھپانا چاہیئے نہ پڑے ورنہ وہ اندھا ہو جائیگا یہ سنکر جناب امیر نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ
میری قوت اتنی نہین ہی کہ تنہا آپ کو غسل دے سکون بلکہ کسی کو اور بھی شریک و مددگار ہونا میرے ساتھ ضرور ہی
حضرت نے فرمایا کہ جبرئیل تمھارے ساتھ ہونگے اور میرے غسل مین تمھین مدد دینگے اور فضل ابن عباس کو حکم کرنا کہ پانی تمھارے
ہاتھ مین دیا کرے لیکن یہ کہہ دینا کہ پٹی اپنی آنکھ پر باندھے رہے کہ نظر اُسکی میری عورت پر نہ پڑنے پاے ورنہ فوراً اندھا
ہو جائیگا ابن بابویہ علیہ الرحمہ نے بسند معتبر حضرت امام جعفر صادق ع سے روایت کی ہی کہ دو شخص قریش سے جناب امام

زین العابدین کی خدمت مین آے حضرت نے فرمایا کہ مین تمھین وفات پیغمبر خدا سے خبردون انھون نے عرض کیا کہ ہان ہمارے مان باپ آپ پر سے قربان ہون آگاہ فرمایئے کہ کسطرح وفات آنحضرت نے فرمائی یہ سنکر حضرت نے فرمایا کہ جب تین روز پیغمبر خدا کی وفات مین باقی رہے تو جبرئیل آنحضرت پر نازل ہوے اور کہا کہ اے محمد خداوند عالمیان نے مجھے آپ پاس بھیجا ہی آپ کے اعزاز و اکرام کے بڑھانے کے واسطے اور جسکو وہ خوب جانتا ہی اُسے آپ سے پوچھا ہی کہ اے محمد اپنا حال کیسا پاتے ہو حضرت نے فرمایا کہ اے جبرئیل اپنے تئین غمگین اور شدت مین پاتا ہون جب تیسرا دن ہوا تو جبرئیل ملک الموت کے ہمراہ اور ایک اور فرشتے کو اپنے ساتھ لیے ہوے کہ اُسکا اسمٰعیل نام تھا اور وہ ستر ہزار فرشتے کے ساتھ ہوا پر موکل ہی حضرت رسول کی خدمت مین آے اسطرح کہ پہلے اُنسے جبرئیل آئے اور حق تعالی کی طرف سے جو پہلے پیام لاے تھے وہ ادا کیا یعنی حق تعالی کی طرف سے حضرت کے مزاج کی خبر پوچھی اور جو پہلے روز حضرت نے جواب دیا تھا وہی اس دن بھی دیا بعد اُسکے ملک الموت نے رخصت حضوری کی پیغمبر خدا کے گھر مین طلب کی اُسوقت جبرئیل نے کہا کہ اے احمد یہ ملک الموت ہی اور آپسے اجازت چاہتا ہی کہ اگر آپ رخصت دین تو گھر مین آے اور آپسے پہلے کسی کے گھر مین جانے کو اُنھون نے رخصت نہین چاہی ہی اور نہ بعد آپکے پھر کسی سے یہ اجازت دخول طلب کرینگے یہ سنکر حضرت نے جبرئیل سے فرمایا کہ انھین رخصت دو تاکہ وہ آئین جبرئیل نے رخصت دی جب ملک الموت قریب آے تو بکمال ادب حضرت کی خدمت مین کھڑے ہوے اور عرض کیا کہ اے احمد بدرستیکہ حق تعالی نے مجھے آپ کی خدمت مین بھیجا ہی اور حکم فرمایا ہی کہ اگر آپ حکم فرمائین تو آپ کی روح کو قبض کرون اور اگر آپ حکم دین کہ پھر جاو تو پھر جاؤن یہ سنکر حضرت نے فرمایا کہ اگر مین تمسے کہون کہ پھر جاؤ اور مجھے زندہ چھوڑ جاؤ تو پھر جاؤگے ملک الموت نے عرض کیا کہ ہان حکم خدا میرے لیے یہی ہی کہ آپ کی اطاعت کرون جو آپ فرمائین اُسے بجا لاؤن یہ سنکر جبرئیل نے عرض کیا کہ اے احمد حق تعالی آپ کی ملاقات کا مشتاق ہی پس یہ سنتے ہی حضرت رسول خدا نے فرمایا کہ اے ملک الموت جسکے لیے تم مامور ہوے ہو اُسمین مشغول ہو یہ سنکر جبرئیل نے کہا کہ یہ میرا آخری آنا زمین پر تھا میری دنیا مین حاجت آپ پاس تھی جب آپ دنیا مین نہین تو اب کس کے پاس آونگا اور جب روح مقدس نے آنحضرت کی مفارقت بدن اطہر سے فرمائی تو ایک شخص آیا اور اہلبیت کو تعزیت اسطرح کرنے لگا کہ آواز اُسکی سنتے تھے اور صورت اُسکی نہ معلوم ہوتی تھی کلمات تعزیت یہ تھے السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ کل نفسٍ ذائقۃ الموت و انما توفون اجورکم یوم القیمۃ فمن زحزح النار و ادخل الجنۃ فقد فاز و ما الحیوۃ الدنیا الا متاع الغرور یعنی جو ذی نفس ہی وہ موت کو چکھنے والا ہی اور اسکے سوا نہین ہی کہ تمام مزدو جزا دی جائیگی روز قیامت پس جو کوئی کہ دور کیا جاے آتش دوزخ سے وہ بہشت مین داخل کیا جائیگا پس وہ رستگاری اور زندگانی دنیا نہین ہی مگر فریب اور دھوکے کا سرمایہ ہی بعد اُسکے کہا کہ بدرستیکہ رحمت خدا صبر دینے والی ہی ہر مصیبت سے اور خدا خلف ہی ہر ہلاک کا اور اُسکا ثواب تدارک کرنے والا ہی اُسکا جو فوت ہوا پس خدا پر اعتماد کرو اور اُسی سے امید رکھو بدرستیکہ مصیبت یافتہ وہ شخص ہی جو ثواب خدا سے محروم ہو و السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ جب یہ آواز آئی تو جناب امیر نے فرمایا کہ یہ خضر تھے جو ہماری

جلسۂ دوم

تعزیت کو آئے تھے جلسۂ دوم حیات القلوب مین آخوند صاحب نے ابن بابویہ سے کہ انھون نے ابن عباس سے روایت کی ہو کہ جب پیغمبر خدا بستر بیماری پر لیٹے اور حضرت کے اصحاب گرد و پیش حضرت کے جمع ہوے تو عمار یاسر رضی اللہ عنہ اُٹھے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے مان باپ آپ پر سے قربان ہون جب آپ جوار رحمت پروردگار مین تشریف لیجائینگے تو ہم مین کون شخص آپ کو غسل دیگا حضرت نے فرمایا کہ میرا غسل دینے والا علی ابن ابیطالب ہی اسلیے کہ جس عضو دھونے کا میرے اعضا سے ارادہ کریگا ملائکہ اُنکی میرے اعضا کے دھونے مین اعانت کرینگے اُسکے بعد عمار نے عرض کیا کہ میرے مان باپ قربان ہون آپ پر سے نماز کون آپ پر پڑھیگا حضرت نے فرمایا کہ چپ ہو حق تعالی تجھپر رحمت فرمائے بعد اُسکے جناب امیرؑ کی طرف متوجہ ہوے اور فرمایا کہ ای پسر ابوطالب جب تم دیکھنا کہ میری روح نے بدن سے مفارقت کی تو مجھے غسل دینا اور اچھی طرح غسل دینا اور کفن دینا مجھے انھین دونون جامون مین جو اب پہنے ہوے ہون یا جامۂ سفید مصری مین یا چادر یمانی مین اور میرا کفن زیادہ قیمتی نہ کرنا اور مجھے اُٹھانا یہان تک کہ قبر کے کنارے لاکر رکھنا پس جو پہلے مجھپر نماز پڑھیگا وہ خداوند جبار ہوگا کہ اپنے عرش رحمت و جلال سے مجھپر درود بھیجیگا بعد اُسکے جبرئیل و میکائیل و اسرافیل ساتھ فرشتون کی فوجون کے جنکی گنتی کوئی خدا کے سوا نہین جان سکتا مجھپر نماز کرینگے اُنکے بعد جو عرش الٰہی کا احاطہ کیے ہین وہ مجھپر نماز کرینگے بعد سب آسمانون کے رہنے والے مجھپر نماز کرینگے بعد اُنکے سب اہلبیت میرے اور ازواج میرے مجھپر موافق اپنے اپنے قرب و منزلت کے سلام کرینگے اور اشارہ کرینگے درود بھیجین اور مجھے آزار نہ پہونچائین رونے پیٹنے کی آواز سے جناب سید نے مجالس مفجعہ مین صدوق علیہ الرحمہ سے کہ انھون نے جابر ابن عبد اللہ انصاری سے روایت کی ہی کہ کہا انھون نے فرمایا جناب امیرؑ نے کہ جناب سیدہ نے پیغمبر خدا سے آخر زمان مرض مین پوچھا کہ ای بابا روز قیامت کو آپ سے مین کس مقام پر مشرف بہ ملاقات ہونگی حضرت نے فرمایا کہ ای فاطمہ بہشت کے دروازے پاس مین ہونگا اور میرے ساتھ اُسوقت لواء حمد ہوگا اور اپنے پروردگار سے مین اپنی اُمت کے واسطے شفاعت کرتا ہونگا جناب سیدہ نے عرض کیا کہ اگر وہان نہ پاؤن آپ کو فرمایا کہ پل صراط پر مجھسے ملاقات کرنا جسوقت کہ مین کھڑا ہوا کہتا ہونگا کہ خداوندا میری اُمت کو بچالے جناب سیدہ نے عرض کی کہ اگر وہان بھی آپ سے ملاقات نہو مجھسے تو کہان تلاش کرون آپ کو فرمایا کہ میزان کے قریب مجھے پانا جب مین خدا سے کہتا ہونگا کہ خداوندا میری اُمت کو سالم رکھ جناب سیدہ نے عرض کیا کہ اگر یہان بھی ملاقات نہو تو آپ کہان ملینگے فرمایا کہ جہنم کے کنارے مجھے پانا جب مین کھڑا ہوا اُسکے شعلے اور شرارون سے اپنی اُمت کو بچاتا ہونگا اور اُسے منع کرتا ہونگا کہ اپنا ضرر میری اُمت کو نہ پہونچاے کیون حضرات سُنا تمنے میرے باپ و مان و مین ہزار جان سے قربان آنحضرت پر سے اور اُنکی رحمت و شفقت پر سے ہون جو بہ نسبت اپنی اُمت کے ہی کہ اُس روز سخت قیامت کو بھی کسی حال مین فراموشی و غفلت اُنکی مغفرت کی طرف سے نہین فرمائی دیکھو حال مرسلین سابق کا کہ جب تبلیغ کی اور اُمت نے اطاعت نہ کی اور تکذیب کی تو فوراً درخواست عذاب نازل ہونے کی اُنکے اوپر کی لیکن کیا کیا اُس جناب کو وقت تبلیغ

اذیتین پہونچائین جیسکے لیے فرماتے تھے کہ مَا اُوذِیَ نَبِیٌّ مِثْلَ مَا اُوذِیتُ یعنی کسی پیغمبر کو ایسی اذیت نہین پہونچی جو مجھے اذیتین
پہونچائی گئین مومنین حضرت ذکریا کو جوارہ سے دو ٹکڑے کیا یا حضرت یحییٰ کا سر شمشیر سے کاٹا یہ حضرت کی اذیتون کے سامنے
کچھ نہین ہے غور کرو کہ اذیت یہ ہے کہ حضرت کو اہل آسمان و زمین سے رتبہ مین افضل و مقدم فرمایا اور اُنکے نام تہمات و محنت کو اُنکے
دست اختیار پر دیا اور اُنکی اُمت کی اہانت اور معصیت کو اُنکے دامن امن و شفاعت مین باندھا اسی لیے حکم فرمایا کہ وَمِنَ اللَّيْلِ
فَتَهَجَّدْ یعنی راتون کو اٹھو اور جو تمھاری اُمت کے مفلس و بے مایہ ہین اُنکی باتین عرض کرو اور جو فراش غفلت پر سوتے ہین اُنکے
عوض تم جاگو اور جو خانہ راحت مین سرور و عشرت کے باعث سے غافل ہین اُنکے بدلے تم رو و اور اشک بہاؤ تم آرام نہ کرو بلکہ
جو وقت سبکی راحت و آرام کا ہے اُسمین جو خدا کے بندے کاہل ہین اُنکا کام کرو اور جو گنہگار ہین اُنکی طرف سے عذر و استغفار کرو
ایک طرف سے دوستون کا کام کرو اور ایک طرف سے دشمنون کے آزار اٹھاؤ بعد بعثت کسی وقت سنگ قاب قوسین پر پہنچے
اور دوسرے وقت ابوجہل کے دروازے پر بھیجے گئے ایک وقت بشیر و نذیر و سراج منیر لقب تھا دوسرے زمانے مین کوئی
شاعر کوئی ساحر کوئی مجنون کہکر پکارتا تھا ایک وقت مین در خیبر وصی کے ہاتھ مین تھا ایک زمانہ وہ تھا کہ پتھر سے دندان مبارک
شہید ہوا تھا ایک زمانہ وہ تھا کہ پہاڑ کو اشارہ فرمایا کہ آگے آ آگے آیا فرمایا پیچھے ہٹ پیچھے ہٹا ایک زمانہ وہ تھا کہ مجمع اصحاب مین
دوات و کاغذ وصیت کے لکھنے کو طلب فرمایا اور کسی نے نہین دیا اور وصیت لکھنے نہ پائے علاوہ اپنی اذیتون کے جو اذیتین
اہلبیت کو پہونچنے والی تھین اُن سبکا علم حضرت کو دیا گیا لیکن کبھی درخواست خدا سے نہ فرمائی کہ اُسکے عوض مین اُمت کو ہلاک
فرمائے یا ذلیل و خوار کرے اور مقام افسوس ہے کہ کسقدر اس اُمت سے قصور ہوے اور کیا حقوق آنحضرت کے ضائع کیے گئے خصوصاً
اُنکے ذوی القربیٰ کے بارے مین جنکی محبت و مودت کو حق تعالیٰ نے اجر رسالت قرار دیا تھا کیا کیا ایذا رسانیان اور دشمنیان اُنکے
ساتھ نہ کی گئین وہ بیٹی جسے حق تعالیٰ نے صدیقہ خطاب عطا فرمایا تھا اور حضرت نے اُسکی اذیت رسانی کو اپنی ایذا رسانی اور
خدا کی ایذا رسانی قرار دیا تھا اور اُسکی رضامندی کو اپنی اور خدا کی رضامندی اور اُسکی ناراضگی کو اپنی اور خدا کی ناراضگی کا سبب
گردانا تھا بعد حضرت کے کیسے کیسے ظلم اور ذلتین اور عسرتین اٹھا کر مغمومہ و مظلومہ اس عالم سے گئی وہ بھائی علی ابن ابیطالب
جنھین کیسا عزیز رکھتے تھے اور اپنا وزیر و خلیفہ و وصی کیا تھا اُنکے کیسے حقوق تلف ہوے اور کیا اذیتین پہونچین وہ دونواسے
جنھین اپنے پھول اور سرداران جوانان بہشت کہتے تھے وہ کس کس بے دردی سے شہید کیے گئے اور کیا کیا بعد شہادت بھی
اُنکی لاشون پر اور اُنکے عیال و اطفال پر ظلم ہوے کہ کسکو طاقت ہے جو اُن سبکا ضبط اور ذکر کر سکے کتاب کشف الغمہ مین جابر
ابن عبداللہ انصاری سے منقول ہے کہ انھون نے کہا کہ جناب سیدہ پیغمبر خدا کی خدمت مین اُسوقت آئین کہ جب حضرت رسول صلعم
سکرات موت مین تھے جب اس حال کو اُن جناب نے اپنے والد بزرگوار کے دیکھا تو فوراً حضرت کی حالت متغیر ہوئی
اور بیساختہ شدت اضطراب مین پیغمبر خدا پر گر پڑین اور لپٹ گئین اور رونے لگین جب جناب سیدہ کا حال رنج و قلق پیغمبر خدا صلعم نے
ملاحظہ فرمایا تو آنکھین اپنی بدشواری کھولین اور سنبھالا اپنے تئین اور فرمایا کہ ای بیٹی تجھپر بہت ظلم میرے بعد ہونگے تو میرے بعد

مظلوم ہو جائیگی اور تیری قوت سب طرح سے ٹوٹ جائیگی تجھے ضعیف کردینگے پس جو کوئی تجھے اذیت دیگا اُسنے
مجھے اذیت پہونچائی اور جو تجھے غصہ و غضب پہونچاوے وہ مجھے غضب و غصہ مین لایا اور جسنے تجھے سرور و خوشی پہونچائی
اُسنے مجھے خوش اور مسرور کیا اور جسنے تیرے ساتھ نیکی کی اُسنے میرے ساتھ نیکی کی اور جسنے تیرے اوپر جور و جفا کیا اُسنے مجھپر
جفا کی اور جسنے تیرے ساتھ نیکی اور احسان کیا اُسنے میرے ساتھ اور جسنے قطع احسان تیرے ساتھ کیا اُسنے وہ قطع احسان میرے
ساتھ کیا اور جسنے انصاف و راستی تیرے ساتھ کی اُسنے میرے ساتھ کی اور جسنے تجھپر ظلم کیا اُسنے مجھپر ظلم کیا اور یہ تحقیق کہ تو مجھسے ہی
اور مین تجھسے ہون اور تو میرے کلیجے کا ٹکڑا ہی اور میری روح ہی ایسی روح جو میرے پہلو مین ہی بعد اسکے فرمایا کہ جو میری امت مین
تجھپر ظلم کریگا اُسکا شکوہ مین خدا سے کرونگا حضرات لفظ عربی اس حدیث مین یہ ہی کہ اِنَّکَ مِنّی وَ اَنَا مِنکَ اور واضح رہے کہ
یہ محاورہ ہی عرب کا کہ کمال اتحاد و یکجہتی مین ایسے بولتے ہین حاصل اسکا یہ تھا کہ حضرت نے فرمایا کہ مجھمین اور تم مین کچھ فرق
نہین ہی دونون ایک ہین جو شخص نیکی یا بدی تمھارے ساتھ کریگا وہ بعینہ میرے ساتھ ہی پھر جابر کہتے ہین کہ اس کلام کو حضرت
فرما چکے تھے کہ حسنین علیہما السلام آئے اور آتے ہی اپنے نانا سے لپٹ گئے اور روتے تھے بسبب اسکے کہ حال حضرت کا بہت
متغیر تھا اور ضعف بہت تھا اور دونون صاحبزادے کہتے تھے کہ ای رسول خدا ہماری جانین آپ پر سے قربان ہوون جب
جناب امیر نے دیکھا کہ پیغمبر خدا اسوقت شدت مرض اور سکرات مین ہین اور یہ دونون صاحب بسبب اپنی کمسنی اور محبت کے
نہین سمجھتے اور جدا نہین ہوتے تو چاہا کہ انھین پیغمبر خدا کے پاس سے علیحدہ کرین اسوقت رسول خدا نے سر اُٹھایا اور فرمایا ای
علی انھین چھوڑ دو انکے حال پر کہ یہ میری بو دل بھر کر سونگھ لین اور مین انکی بو سونگھ لون یہ میری دولت قرب سے اپنا دامن مراد
بھر لین اور مین انکی دولت دیدار سے خوش ہو لون کہ یہ دونون میرے بعد مظلوم ہونگے اور بہت ظلم و عداوت سے قتل کیے جاینگے
اور حق تعالی انھین لعنت کرے جو انھین قتل کرینگے بعد اسکے فرمایا کہ یا علی تم بھی میرے بعد مظلوم ہو جاؤگے اور مین بھی روز
قیامت کو اُسکا دشمن ہونگا جسکے تم خصم و دشمن ہوگے اور اُسی کتاب مین جناب سید سند نے ایک روایت لکھی ہی کہ اسکا حاصل یہ ہی
کہ ملک الموت تنہا آنحضرت کی خدمت مین آئے اور حضرت پر سلام عرض کیا حضرت نے پہلے جواب سلام فرمایا بعد اُسکے
فرمایا کہ ای ملک الموت ایک میری حاجت تمسے ہی انھون نے عرض کیا کہ وہ حاجت کیا ہی حضرت نے فرمایا کہ وہ حاجت یہ ہی
کہ جب تک جبرئیل نہ آلین میری روح کو قبض نہ کرو تاکہ مین سلام آخری انپر کہہ لون اور وہ مجھپر کہہ لین یہ سنکر ملک الموت
حضرت کی خدمت سے باہر گئے اس اثنا مین دیکھا انھون نے کہ جبرئیل ہوا مین آتے ہین اور فوراً ملک الموت کو دیکھکر جبرئیل نے
پوچھا کہ ای ملک الموت تمنے محمد کی روح کو ابھی قبض کیا یا نہین ملک الموت نے کہا کہ ابھی نہین اسلیے کہ انھون نے یہ فرمایا کہ
جب تک تمسے وہ ملاقات نہ کرلین روح کو انکی نہ قبض کرون وہ تمپر سلام کرلین اور تم انپر سلام کرلو جبرئیل نے کہا کہ ای ملک الموت
آیا تم نہین دیکھتے کہ آج آسمان کے دروازے روح محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کے لیے کھلے ہین اور حوران بہشت نے انکی روح کی
خوشی کے واسطے زینت کی ہی یہ کہکر جبرئیل خدمت مین پیغمبر خدا کی حاضر ہوے اور کہا کہ السلام علیک یا ابا القاسم حضرت نے

جواب مین فرمایا کہ السلام علیک یا جبرئیل ای میرے دوست اور حبیب جبرئیل میرے قریب آؤ پس ارشاد کے موافق
جبرئیل حضرت کے قریب گئے اور ملک الموت بھی حاضر ہوے جبرئیل نے کہا کہ ای ملک الموت جو خدا کی وصیت دربارہ روح محمد
صلی اللہ علیہ و آلہ ہی اسکی حفاظت کرنا بعد اسکے جبرئیل داہنی طرف پیغمبر خدا کے اور میکائیل بائین طرف آنحضرت کے بیٹھے اور
ملک الموت اپنے کام مین مشغول ہوے یعنی قبض روح حضرت کی کرنے لگے جب قریب ہوا کہ روح بدن سے مفارقت کرے
تو کپڑا منہ پر سے حضرت کے ہٹ گیا حضرت نے جبرئیل کی طرف دیکھا کہ آپ جانے پر آمادہ ہین فرمایا کہ سختی کے وقت مجھے
تنہا چھوڑتے ہو جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ یا محمد انک میت وانہم المیتون کل نفس ذائقۃ الموت یعنی ای محمد آپ بھی مرینگے
اور سب مرینگے اور جو ذی نفس ہین وہ سب ذائقہ موت کو چکھین گے اس سختی سے کسی کو چارہ نہین ہی جلسہ سوم کتاب حیات القلوب مین ثعلبی سے روایت
کی ہی کہ جب مرض پیغمبر خدا کا شدید ہوا تو ابوبکر نے خدمت مین آنحضرت کی عرض کی کہ ای رسول خدا آپ اس عالم سے کب انتقال فرمائینگے
حضرت نے فرمایا کہ میری اجل اب پہونچ چکی ہی بعد اسکے انھون نے پوچھا کہ بازگشت آپ کی کہان ہی اور کیا ہی حضرت نے فرمایا کہ سدرۃ المنتہی
اور جنۃ الماوی اور رفیق اعلا اور عیش گوارا اور جرعہ ہاے شراب حق تعالی کی طرف ہی پھر انھون نے عرض کیا کہ آپ کو غسل کون دیگا
فرمایا کہ جو میرے اہلبیت سے زیادہ مجھسے قریب ہی پھر پوچھا کس کپڑے مین آپ کو کفن کرینگے فرمایا انھین کپڑون مین جو مین
پہنے ہون یا حلہ یمنی مین یا اور کسی سفید مصری کپڑے مین پھر پوچھا کہ نماز آپ پر کس طرح کرینگے اس کلام کے ساتھ آواز گریہ و بکا کی بلند ہوئی
جو جو شخص کہ حاضر تھا وہ روتے روتے بیخود ہو گیا اور زمین کثرت شور گریہ و بکا سے ہلنے لگی اسوقت حضرت نے فرمایا کہ صبر کرو
خدا تم سبکو عفو فرماے جب مجھے غسل دین اور کفن کر چکین تو چاہیے کہ ایک تختے پر رکھکر میری قبر کے کنارے رکھین اور ایک گھڑی بھر
واسطے سب باہر جائین اور مجھے تنہا وہان چھوڑ دین پس جو پہلے مجھپر نماز کریگا اور رحمت بھیجے گا وہ حق تعالی ہی بعد اسکے فرمائیگا ملائکہ کو
کہ مجھپر نماز کرین اور انمین سے جو پہلے آئیگا وہ جبرئیل ہونگے پھر میکائیل پھر ملک الموت پھر سب ملائکہ کی فوجین نیچے آئینگی اور
مجھپر نماز کرینگی بعد اسکے تم سب فوج فوج اس گھر مین آؤ اور مجھپر درود بھیجو اور سلام کرو اور مجھے گریہ و بکا سے اور فریاد و آہ سے آزار نہ پہنچاؤ
اور چاہیے کہ جو پہلے مجھپر نماز تم مین سے پڑھے وہ وہی شخص ہو جو میرے اہلبیت سے زیادہ مجھسے قریب ہی بعد اسکے عورتین اور بچے
میرے اہلبیت مین وہ پڑھین اسکے بعد اور لوگ جو غیر اہلبیت ہین وہ پڑھین بعد اسکے پھر سائل نے پوچھا کہ قبر مین آپ کی کون اتریگا
اور اتاریگا حضرت نے فرمایا جو میرے اہلبیت سے مجھسے زیادہ قریب ہی وہ اور ایک جماعت ملائکہ کی ہوگی جنھین تم نہ دیکھوگے
بعد اسکے فرمایا صحابون سے کہ اب اٹھو اور جو مین نے کہا ہی وہ اورون تک پہونچاؤ اور اسی کتاب مین جناب امیر المومنین علیہ السلام سے
روایت کی ہی آخر بیماری مین پیغمبر خدا کی ہر روز اور ہر شب کو جبرئیل آنحضرت پر نازل ہوتے تھے اور کہتے تھے کہ السلام علیک
بدرستیکہ پروردگار تمھارا تمھین سلام پہونچاتا ہی اور فرماتا ہی کہ کیا حال ہی اور وہ تمھارے حال کو تمسے زیادہ جانتا ہی لیکن چاہتا ہی کہ
اس استفسار کے ذریعہ سے تمھارا شرف و کرامت زیادہ ہو جیسا کہ تمھین جملہ مخلوقات سے افضل و اشرف فرمایا ہی اور چاہتا ہی کہ
تمھاری امت مین بیمارون کی عیادت اور خبر پرسی سنت ہو جاے پس اگر حضرت کو کوئی درد ہوتا تھا تو کہتے تھے جواب مین کہ درد

رکھتا ہون جبرئیل اسکے جواب مین کہتے تھے کہ ای محمد خدا کے نزدیک تمسے زیادہ کوئی گرامی نہین ہی اور اسی لیے تمھین درد دیا ہی
کہ تمھاری دعا کی آواز کا سننا خدا کو اچھا معلوم ہوتا ہی اور چاہتا ہی کہ تمھارے درجے آخرت مین بلند تر فرمائے اور اگر وہ جناب
فرماتے تھے کہ مین راحت و عافیت مین ہون تو جبرئیل کہتے تھے کہ عافیت پر خدا کے واسطے حمد کرو کہ حق تعالی حامدین کی حمد کو
پسند فرماتا ہی اور اپنی نعمتون کو انپر زیادہ کرتا ہی بعد اسکے جناب امیر نے فرمایا کہ جب جبرئیل نازل ہوتے تھے اور انکے آنے کے آثار
عجیب ظاہر ہو جاتے تھے تو اسوقت سب اس گھر سے باہر نکل جاتے تھے سوا میرے کہ مین حاضر رہتا تھا پس جب آخر مرتبہ جبرئیل آئے
تو آنحضرت سے کہا کہ ای محمد پروردگار تمھارا اسلام پہونچاتا ہی تمکو اور تمھارے حال کو تمسے پوچھتا ہی حالانکہ وہ تمھارے حال کو
تمسے زیادہ و بہتر جانتا ہی حضرت نے فرمایا کہ اپنے تئین آمادہ سفر آخرت پاتا ہون اور اب مرنے کے آثار اپنے بدن مین مشاہدہ
کرتا ہون جبرئیل نے کہا کہ ای محمد بشارت ہو تمھین کہ حق تعالی بسبب اس حال کے جسمین تم ہو چاہتا ہی کہ تمھارے درجے بلند فرمائے
اس سے زیادہ کہ جو آپ کے درجات بلند ہین اور کوئی اس درجہ تک نہین پہونچ سکتا بعد اسکے حضرت نے فرمایا کہ ای جبرئیل
ملک الموت نے مجھسے رخصت طلب کی اور میرے گھر مین آچکے اور مین نے اونسے مہلت لی ہی کہ جب تم آلو تو وہ مشغول قبض
روح مین میری ہون جبرئیل نے کہا کہ ای محمد پروردگار عالمیان تمھارا مشتاق ہی اور ملک الموت نے سوا آپ کے نہ کسی سے
رخصت طلب کی ہی نہ آیندہ طلب کرینگے حضرت نے فرمایا کہ ای جبرئیل جب تک ملک الموت اپنے کام سے فرصت کرکے
نہ پھر جائین تم میرے پاس موجود رہو یہ فرما کر حضرت نے اپنی بیبیون کو اور فرزندون کو طلب فرمایا کہ انھین وداع فرمادین اور
جناب سیدہ سے فرمایا کہ ای بیٹی میرے پاس آؤ جب حضرت پاس آئین تو اپنے گلے سے لگایا اور پیار کیا اور وداع فرمایا اور
کچھ کان مین فرمایا جسکے سننے سے جناب سیدہ رونے لگین جب دیکھا کہ انھین رقت کی شدت ہی اور حال متغیر ہی تو پھر قریب بلاکر
کچھ کان مین ایسی بات پوشیدہ فرمائی کہ جس سے جناب سیدہ کی رقت جاتی رہی اور چپ ہو گئین بلکہ ہنسنے لگین جب حضرت سے
پوچھا کہ وہ کیا باتین فرمائین تھین آپ کے والد بزرگوار نے جس سے پہلے آپ روئین پھر ہنسین تو جناب سیدہ نے فرمایا کہ
پہلے اپنے مرنے کی خبر دی جس سے مین رونے لگی پھر دوسری بار فرمایا کہ ای بیٹی بیتابی نہ کر کہ مین نے اپنے پروردگار سے سوال کیا
کہ جو سب سے پہلے میرے اہلبیت سے میرے پاس آوے وہ تو ہوگی حق تعالی نے میری دعا کو قبول فرمایا تو میرے بعد بہت
دنیا مین نہ رہے گی اس جہت سے مین خوش ہوئی اور ہنسی پھر حسنین علیہما السلام کو بلایا اور گلے لگایا اور انکے بوسے لیے اور
انکی صورتین دیکھکر روے ابن شہر آشوب نے ابن عباس سے روایت کی ہی کہ حضرت رسالتمآب ایک دن اپنے مرض وفات مین
بیہوش ہو گئے کہ ناگاہ کسی شخص نے گھر کے دروازے کو ہلایا جناب سیدہ نے پوچھا کہ کون ہی کہ دروازہ کو ہلاتا ہی اسنے کہا کہ
مین ایک مرد غریب ہون آیا ہون تاکہ پیغمبر خدا سے ایک سوال کرونگا آیا تم اجازت دیتی ہو کہ گھر مین آؤن جناب سیدہ نے
فرمایا کہ اپنے کام کو جاؤ خدا تمپر رحمت بھیجے کہ حضرت رسول اپنے مرض مین مشغول ہین اور تمسے ملاقات نہین کرسکتے وہ شخص چلا گیا
اور پھر تھوڑی دیر کے بعد آیا اور پھر دروازے کو حرکت دی اور کہا کہ ایک غریب رخصت چاہتا ہی کہ پیغمبر خدا کے پاس آئے

آیا رخصت دیتی ہو گھر مین آنے کی کہ اس حال مین پیغمبر خدا ہوش مین آے اور آنکھین کھولین اور فرمایا کہ ای فاطمہ جانتی ہو کہ یہ کون تھا
جناب سیدہ نے عرض کیا کہ یا رسول خدا مین نہین جانتی کہ یہ کون شخص ہی حضرت نے فرمایا کہ ای فاطمہ یہ وہ ہی جو جماعتون کو پراگندہ
کرتا ہی اور لذتون کو توڑتا ہی یہ ملک الموت ہی نہ مجھسے پہلے کسی کے گھر مین آنے کے لیے رخصت طلب کی ہی انھون نے نہ میرے بعد
پھر کبھی کسی کے گھر جانے کو رخصت چاہینگے یہ بسبب اس کرامت و بزرگی کے جو خدا کے نزدیک میرے لیے ہی انھون نے
رخصت طلب کی ہی اپنے آنے کے لیے اجازت دو جناب سیدہ نے یہ سنکر فرمایا کہ گھر مین آو خدا تمپر رحمت فرماے کیون مومنین
کیا مرتبہ طاعت خدا و رسول کا ہی کہ بفور ارشاد اگرچہ جانتی تھین کہ باپ کی روح قبض کرنے کو آتے ہین لیکن خود بلایا مگر حضرات
اسوقت جناب سیدہ کا کیا حال ہوا ہوگا بالجملہ فرماتی ہین کہ جسطرح نسیم تند آتی ہی اسطرح ملک الموت گھر مین آے اور اہلبیت
رسالت پر اسطرح سلام کیا کہ کہا السلام علی اہل بیت رسول اللہ بعد اسکے پیغمبر خدا نے جناب امیر المومنین کو وصیت فرمائی کہ
یا علی جو کچھ تمکو اہل جور و جفا سے میرے بعد اذیتین پہنچین اسپر صبر کرنا اور جناب سیدہ کی حفاظت کرنا اور قرآن کو جمع کرنا اور
جو قرض میرا ہی اسے ادا کرنا اور مجھے غسل دینا اور میری قبر کے گرد ایک دیوار بنا دینا اور حسن و حسین علیہما السلام کی محافظت کرنا
کشف الغمہ مین حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہی کہ جب وقت وفات پیغمبر خدا کا قریب ہوا تو ایک شخص دروازے پر آیا
اور اسنے آنحضرت کی خدمت مین حاضر ہونے کو رخصت طلب کی جناب امیر باہر دولتسرا کے تشریف لاے اور اس سے پوچھا
کہ ای شخص کیا کام ہی اسنے کہا کہ مین پیغمبر خدا سے اسوقت ملاقات کرنا چاہتا ہون جناب امیر نے فرمایا کہ اسوقت پیغمبر خدا سے ملاقات
نہین ہو سکتی تم اپنا مطلب کہو انھون نے کہا کہ ایک کام بہت ضروری ہی اور یقینی مجھے حضرت کی خدمت مین اسوقت جانا ضروری ہی
حضرت امیر یہ سنکر پیغمبر خدا کی خدمت مین حاضر ہوے اور سرگذشت سب عرض کی اور رخصت طلب کی حضرت رسول نے
رخصت دی اور فرمایا کہ کہو آے جب وہ شخص آیا تو سرہانے حضرت کے بیٹھا اور کہا ای پیغمبر خدا مین حق تعالی کی طرف سے
بھیجا ہوا آیا ہون آپ پاس حضرت نے فرمایا کہ تم کون ہو انھون نے کہا کہ مین ملک الموت ہون مجھے بھیجا ہی اسلیے کہ مین آپکو اختیار دون
کہ اگر آپ کو منظور ہو تو ملاقات پروردگار کو اختیار فرمائیے والا پھر دنیا کی طرف رجوع فرمائیے حضرت نے یہ سنکر فرمایا کہ ای ملک الموت
مجھے اتنی مہلت دو کہ جبرئیل امین آلین اور مین انسے مشورہ کرلون تو تمھین اسکا جواب دون بعد اسکے جبرئیل آے اور کہا کہ یا رسول اللہ
آپ کے واسطے دنیا سے آخرت بہتر ہی اور حق تعالی آپ کو اپنے قرب دولت اور کرامت اور منزلت اور شفاعت سے اسقدر
عطا فرمائیگا کہ آپ راضی اور خوشنود ہونگے اور حق تعالی کی ملاقات آپ کے واسطے اس سے بہتر ہی کہ ہمیشہ دنیا مین آپ باقی رہین
یہ سنکر حضرت نے ملک الموت سے فرمایا کہ جو کچھ تمکو حق تعالی نے حکم فرمایا ہی اسکے بجا لانے مین مشغول ہو جب ملک الموت مشغول
قبض روح ہوے تو جبرئیل نے کہا کہ ای ملک الموت جلدی نہ کرنا اتنا ٹھہرنا کہ مین حق تعالی کے پاس جاکر پھر آؤن ملک الموت نے
کہا کہ اب انکی جان مقدس اس مقام پر پہونچ چکی ہی کہ اسمین دیر کرنا جائز نہین ہی یہ سنکر جبرئیل متاسف ہوے اور کہنے لگے کہ یہ
میرا زمین پر آخری آنا تھا اب زمین پر آنے کی مجھے کچھ حاجت باقی نہ رہی اور موافق روایت ابن عباس کے جو جناب سیدہ سے منقول

مجالس مفجعہ مین نقل کی ہی یہ ثابت ہوتا ہی کہ اسوقت علی ابن ابیطالب پیغمبر خدا کے ساتھ اسی لحاف کے اندر تھے جو وہ حضرت اوڑھے ہوے تھے اور رسول خدا کا منھ جناب امیر کے منھ پر تھا اور حضرت علوم اور اسرار الٰہی جناب امیر کو تعلیم کرتے تھے اور علی ابن ابیطالب کا ہاتھ پیغمبر خدا کے رخسارے کے نیچے تھا کہ دفعتہ روح قدس نے مثل بوے گل جسد اطہر سے انتقال فرمایا پس ساتھ ہی اسکے جناب امیر علیہ السلام لحاف سے باہر آئے اور اہلبیت سے فرمایا کہ حق تعالیٰ تم سبکے اجر و ثواب کو مصیبت مین تمھارے پیغمبر کے زیادہ فرماے کہ آنحضرت نے انتقال فرمایا یہ فرما کر حضرت بھی باواز بلند رونے لگے اور صداے واحمداہ وارسولاہ کی بلند ہوئی جناب امیر فرماتے تھے کہ اے سردار انبیا افسوس ہی کہ مین بعد آپ کے تنہا رہ گیا اب تمام دنیا میری نظر مین سیاہ ہی اور سب اہلبیت مشغول آہ و بکا تھے خصوصاً وہ بیٹی جو شیفتہ دیدار اپنے والد بزرگوار کی تھی جب گھر کو اس محبوب کردگار کے جمال باکمال سے خالی دیکھا اور جناب امیر کی زبان سے حال انتقال آنحضرت کا سنا اور آمد و شد سانس کی تن اطہر مین نہ پائی تو ہاے بابا کہا اور غش کھا کر زمین پر گر پڑین اور سب اہلبیت گھر مین مشغول گریہ و بکا تھے اور باہر جو اصحاب کہ حاضر تھے حضرت کے الم مفارقت مین روتے تھے اور اپنی جانین کھوتے تھے کسی کو سر و پا کا ہوش نہ تھا ہر ایک کی نظر مین عالم سیاہ تھا بعد اسکے جناب امیر نے اپنا ہاتھ روے مبارک پر آنحضرت کے پھیرا اور آنکھین پیغمبر خدا کی بند کین اور بعد اسکے جو جو کچھ آنحضرت نے وصایا فرماے تھے اسکی تعمیل مین مشغول ہوے انا للہ و انا الیہ راجعون مجلس چوتھی بیان مین ان احوال کے ہی جو بعد وفات آنحضرت کے واقع ہوے اور یہ مجلس بھی مشتمل ہی اوپر دو جلسون کے ہی جلسہ اول حیات القلوب مین شیخ طوسی علیہ الرحمہ سے بسند معتبر روایت کی ہی کہ جب پیغمبر خدا نے دنیا سے مفارقت فرمائی تو ایک پردہ حضرت کے منہ کے سامنے لٹکا دیا اور جناب امیر اس پردے کے آگے بیٹھے تھے اور ہیئت نشست حضرت کی یہ تھی کہ بسبب کمال اندوہ و مصیبت کے دونون ہاتھ اپنے منہ کے نیچے رکھے تھے اور جب ہوا چلتی تھی تو وہ پردہ اڑکر حضرت کے منہ سے ملجاتا تھا اور اصحاب دروازے پر اور مسجد مین بھرے ہوے تھے اور آوازین رونے کی بلند تھین اور سبکی آنکھون سے آنسو بہ رہے تھے کوئی چلاتا تھا اور کوئی خاک اڑاتا تھا کہ ناگاہ ایک آواز آئی اور اسکا کہنے والا نہ دکھائی دیا آواز یہ تھی جو سب نے سنی اور کہنے والا کہتا تھا کہ تمھارا پیغمبر پاک پاکیزہ تھا اسے دفن کرو اور غسل نہ دو جب جناب امیر نے یہ آواز سنی اور سمجھے کہ یہ شیطان کی آواز ہی تو حضرت کو یہ اندیشہ ہوا کہ کہین فتنہ نہ برپا ہو حضرت نے فرمایا کہ اے دشمن خدا دور ہو کہ پیغمبر خدا نے مجھے حکم فرمایا ہی کہ انھین غسل دون اور کفن کرون اور دفن کرون اور یہ سنت روز قیامت تک جاری رہے بعد اسکے ایک اور منادی نے ندا کی کہ اسکی آواز پہلی آواز سے جدا تھی کہ اے علی ابن ابیطالب پیغمبر خدا کی عورت کو ڈھانپ دو اور غسل دیتے وقت انکے کپڑون کو بدن سے جدا نہ کرنا شیخ مفید اور سید رضی الدین وغیرہ نے باسناد معتبرہ ابن عباس سے روایت کی ہی کہ جب پیغمبر خدا نے دنیا سے مفارقت فرمائی تو جناب امیر علیہ السلام غسل دینے کی طرف متوجہ ہوے اسوقت عباس بھی حاضر تھے لیکن فضل ابن عباس نے جناب امیر کو غسل رسول خدا مین مدد دی اور جب غسل سے حضرت کے فراغت ہوئی اور کفن کر چکے تو جناب امیر علیہ السلام نے پیغمبر خدا کے منہ سے کپڑا ہٹایا اور کہا کہ میرے باپ اور مان آپ پر سے قربان ہون کیسے پاک و پاکیزہ آپ زندگی مین تھے اور کیا

پاکیزہ وطاہر بعد مرنے کے تھے اے پیغمبر خدا آپ کے انتقال فرمانے سے وہ امور منقطع ہوے جو کسی کے مرنے سے قطع نہین ہوے آپ کے انتقال سے زمین پر پیغمبر کا ہونا موقوف ہوا وحی آسمانی کا نازل ہونا بند ہوا آپ کی مصیبت ایسی عظیم ہوئی کہ اورون کی مصیبت تسکین دہندہ ہے اور آپ کی وفات کی محنت ایسی عام ہے کہ آج سارا عالم صاحب مصیبت ہے آپکی تعزیت مین اور اگر آپ نے مجھے صبر کرنے کو حکم نہ کیا ہوتا اور جزع وبیتابی کرنے سے منع نہ فرمایا ہوتا تو مین اپنے سر کی رطوبات کو آنکھون کی راہ سے بہا دیتا اور کبھی آپ کے درد مصیبت کی دوا نہ کرتا اور زخم مفارقت کو آپ کے سینہ سے باہر نہ کرتا اور کسی سے آپ کے حزن واندوہ کا علاج نہین ہو سکتا اور رنج مفارقت آپ کا ایسا ہے جو کبھی برطرف نہوگا میرے ماں باپ قربان ہون آپ پر سے اپنے پروردگار کے پاس بھی مجھے یاد فرمائیگا اور کبھی مجھے دل سے نہ بھولیےگا پھر جوش غم مین حضرت کے اوپر جھک گئے اور روے مبارک کے بوسے لیے اور آہ حسرت سینہ پر درد سے اپنے کھینچتے تھے اور روتے تھے اور کتاب بصائر الدرجات مین روایت ہے کہ جسدن جناب امیر علیہ السلام نے پیغمبر خدا کو غسل دیا اُسدن حق تعالیٰ نے آنحضرت سے راز فرمایا راقم رسالہ کہتا ہے کہ ابتدا اس راز الٰہی کی وہ تھی کہ جو پیغمبر خدا نے دروازہ ہاے علوم کے آنحضرت پر قریب وفات اور بعد کفن کھولے اور انتہا یہ تھی کہ حق تعالیٰ نے انھین خود یہ راز گوئی معزز و مکرم فرمایا اور چونکہ اس مصیبت عظمیٰ مین زیادہ حضرت کو ملال یہ تھا کہ اب وحی کا نازل ہونا منقطع ہوا اسلیے عجب نہین ہے کہ اُسوقت شدت مصیبت مین تسکین خاطر سید اوصیا کے واسطے حق تعالیٰ نے اُنسے راز فرمایا ہو تاکہ ملال قطع نزول وحی برطرف ہو اور اسی کتاب مین ہے جناب صادق علیہ السلام سے کہ جب پیغمبر خدا نے انتقال فرمایا تو جبرئیل اور ملائکہ اور روح جو شب قدر کو آنحضرت کی خدمت مین آتے تھے نازل ہوے اور حق تعالیٰ نے جناب امیر علیہ السلام کی آنکھ کو ایسا منور فرمایا کہ منتہاے آسمان سے زمین تک دیکھتے تھے اور یہ سب فرشتے جناب امیر کی پیغمبر خدا کے غسل مین اور نماز مین اور قبر کے کھودنے مین اعانت کرتے تھے اور خدا کی قسم کہ فرشتون کے سوا آنحضرت کی قبر کو کسی نے نہین کھودا یہانتک کہ جناب امیر آنحضرت کو قبر مین لیگئے اُسوقت تک یہ فرشتے حضرت کے ساتھ قبر مین اُترے اور حضرت کو قبر مین رکھا بعد اُسکے پیغمبر خدا نے فرشتون سے کلام فرمایا اور جناب امیر کو حق تعالیٰ نے اُن باتون کے سُننے کے لیے قدرت دی کہ خود حضرت نے سنا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے ملائکہ سے جناب امیر کی سفارش فرمائی اور جناب امیر یہ سنکر رونے لگے اور ملائکہ کے بھی جواب کو حضرت نے سنا کہ انھون نے پیغمبر خدا سے عرض کیا کہ ہم انکی خدمتگذاری اور اعانت ویاری اور خیر خواہی سے نہ قاصر ہونگے اور آپ کے بعد وہ پیشوا اور امام ہمارے ہین اور ہم ہمیشہ انکے پاس آئینگے لیکن آج کے سوا وہ ہمین دیکھینگے نہین آواز البتہ ہماری سنینگے اور جب جناب امیر عالم قدس کی طرف تشریف فرما ہوے تو اسی طرح پھر حسنین علیہما السلام کی خدمت مین جبرئیل اور ملائکہ اور روح آئے اور دیکھا انھون نے ملائکہ کو اور جو کچھ کہ پیغمبر خدا کے انتقال مین واقع ہوا تھا وہ اس مرتبہ بھی واقع ہوا اور ان بزرگوارون نے دیکھا کہ پیغمبر خدا جناب امیر کے غسل وکفن ودفن مین فرشتون کی مدد فرماتے تھے اور جب امام حسن نے انتقال فرمایا تو امام حسین علیہ السلام نے جبرئیل اور سوا انکے اور فرشتون کو اور روح کو اور پیغمبر خدا اور امیر المؤمنین صلوات اللہ علیہم اجمعین کو دیکھا کہ آئے اور غسل اور کفن اور دفن مین آنحضرت کے سب نے سید الشہدا کی اعانت کی اور جب جنازہ

سید الشہدا درجہ شہادت کو فائز ہوے تو جناب علی ابن الحسین جبرئیل اور ملائکہ اور روح اور حضرت رسولؐ اور امیر المومنینؑ اور امام حسنؑ علیہم السلام کو دیکھا کہ یہ سب بزرگوار آئے اور سب کامون مین آنحضرت کے مددگار ہوے اور جب جناب علی ابن الحسین نے ریاض جنت کا سفر فرمایا تو جناب امام محمد باقر صلواۃ اللہ علیہ نے پیغمبر خدا اور امیر المومنین اور امام حسن اور امام حسین صلواۃ اللہ علیہم اجمعین کو دیکھا کہ وہ جبرئیل اور ملائکہ اور روح کی مدد کرتے تھے اور جب امام محمد باقر نے سرائے آخرت کی طرف رحلت فرمائی تو جناب صادقؑ فرماتے ہین کہ مین نے دیکھا پیغمبر خدا اور امیر المومنین اور امام حسن اور امام حسین اور امام زین العابدین کو کہ جبرئیل اور اور ملائکہ اور روح کے غسل و کفن و دفن مین اور نماز مین آنحضرت کی مدد فرماتے تھے اور ہر کام مین میری مدد فرماتے اور یہ حکم آخر ائمہ تک باقی اور جاری رہیگا واضح ہو کہ اس حدیث مین جو کچھ ہی وہ منافی ہی اُس حدیث سے جو پہلے مذکور ہوئی جسمین یہ مذکور ہی کہ جبرئیل علیہ السلام نے کہا تھا کہ بس اب مین زمین پر نہ آؤنگا یہ میرا آخری آنا تھا لیکن اسمین تاویل اسطرح کرنی چاہیے کہ تا منافات دفع ہو جائے پس ممکن ہی یہ کہنا کہ شائد مراد جبرئیل کی یہ ہوگی کہ اب مین وحی لیکر نہ آونگا ورنہ جبرئیل کا آنا بعد جناب رسالتمآبؐ کے اور مقامات پر بھی واضح ہوتا ہی جیسا کہ تعزیت اور تسکین جناب سیدہ کے لیے آنا اور صحیفہ فاطمہ کا لانا یا روز شہادت جناب امیر علیہ السلام یا روز عاشورا کا آنا اسی طرح اس حدیث مین جو ہی یہ آنا بھی وحی لیکر نہین ہی اور یہ بھی محتمل ہی کہ زمین پر جبرئیل پھر نہ آئے ہون ہوا مین رہے ہون اور وہین سے یہ سب کام بحکم خدا کیے ہون واللہ یعلم اور کلینی اور شیخ طوسی علیہ الرحمہ وغیرہ نے بسندہائے معتبر روایت کی ہی کہ پیغمبر خدا کو تین پارچون مین کفن کیا تھا ایک چادر حبرہ کہ وہ سرخی رنگ کی تھی اور دو پارچہ سفید مینی تھے اور بھی بسند حسن حضرت صادق علیہ السلام روایت کی ہی کہ عباس جناب امیرؑ کی خدمت مین آئے اور کہا کہ سب نے اتفاق کیا ہی کہ پیغمبر خدا کو بقیع مین دفن کرین اور ابوبکر آگے کھڑے ہو کر نماز پڑھائین جب جناب امیرؑ نے دریافت فرمایا کہ منافقین فساد کا ارادہ رکھتے ہین تو گھر سے باہر تشریف لاے اور فرمایا کہ ایہا الناس بدرستیکہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ ہمارے امام و پیشوا جیسا کہ زندگی مین تھے اسی طرح بعد وفات ہین اور حضرت نے فرمایا تھا کہ جہان میری روح قبض ہو وہین مین دفن کیا جاؤنگا چونکہ اکثر اشخاص اسوقت انتظام امر خلافت مین جو مطلب عظیم اُنکا تھا مشغول تھے اس جہت سے کسی نے پھر آنحضرت کے ساتھ اس امر مین نزاع نہ کی اور کہا کہ جو کچھ تم جانتے ہو وہ کرو اُسکے بعد جناب امیر علیہ السلام دروازے کے آگے کھڑے ہوے اور پہلے حضرت پر نماز پڑھی بعد اُسکے اصحابون کو حضرت نے رخصت دی کہ دس دس آدمی داخل ہون اور جنازے کے گرد حضرت کے کھڑے ہون اور جناب امیر علیہ السلام بیچ مین اُنکے کھڑے ہوتے تھے اور اس آیت کو پڑھتے تھے

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا بعد اُسکے اور سب صحابہ بھی جو آتے تھے اسکی تلاوت کرتے تھے اور درود آنحضرت پر بھیجتے تھے اور باہر جاتے تھے یہان تک کہ اہل مدینہ اور جو اطراف مدینہ مین تھے سب نے آنحضرت پر درود و سلام بھیجا اور بعض روایات مین ہی کہ جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ دس دس شخص آتے تھے اور بے امام کے اسی طرح نماز کرتے تھے بالجملہ روز دوشنبہ اور شب سہ شنبہ اور صبح اور شام سہ شنبہ تک سب چھوٹے بڑے اور مرد

وعورت نے اہل مدینہ اور اطراف مدینہ کے اُن جناب پر نماز کی بعد اُسکے نوبت دفن کی آئی اور شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے بسند صحیح حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہی کہ جب جناب امیر علیہ السلام پیغمبر خدا کو غسل دے چکے تو ایک کپڑا بطور چادر حضرت پر اُڑھا دیا تھا اور گھر مین رکھا تھا اور جو جو گروہ کہ بقصد نماز گھر مین آتے تھے گرد حضرت کے کھڑے ہوتے تھے اور درود بھیجتے تھے اور حضرت کے واسطے دعا کرتے تھے یہان تک کہ جب سب فارغ ہوے تو جناب امیرؑ قبر مین اُترے اور فضل ابن عباس کو بھی اپنے ساتھ قبر مین لیا جب پیغمبر خدا کو ہاتھون پر لیا کہ قبر مین اُتارین کہ حضرت نے ملاحظہ فرمایا کہ ایک شخص انصار سے جو قبیلہ بنی خیلہ سے تھا اور اُسکا نام اوس بن خولی تھا وہ قسمین دیتا ہوا اور کہتا ہی کہ میرے حق کو نہ قطع کرو اور میری خدمتون کو نہ بھولو مجھے بھی اس شرف سے خدمت آخر کے مشرف اور بہرہ مند فرمائیے اُسوقت جناب امیرؑ نے اُسے بھی بلا لیا اور داخل قبر کیا اور یہ شخص جنگ بدر مین حاضر ہوا تھا اور کسی نے پوچھا کہ جنازہ پیغمبر خدا کا کس جگہ قبر کے پاس رکھا تھا حضرت نے فرمایا کہ قبر کے پائینتی رکھا تھا اور وہان سے اُٹھا کر قبر مین اُتارا اور کتاب احتجاج اور کتاب سلیم بن قیس ہلالی مین سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے منقول ہی کہ جب جناب امیرؑ غسل وکفن سے پیغمبر خدا کے فارغ ہوے تو اُس گھر مین جہان غسل دیا تھا مجھے اور ابوذر اور مقداد و جناب سیدہ اور حسنین علیہما السلام کو طلب فرمایا اور جب ہم سب داخل خانہ ہو چکے تو آپ آگے کھڑے ہوے اور ہم سب پیچھے صف باندھکر کھڑے ہوے اور پیغمبر خدا پر نماز پڑھی اور اگرچہ اُس گھر مین عائشہ بھی تھین لیکن اُنھون نے ہمین نماز پڑھتے نہین دیکھا اسلیے کہ جبرئیل آنکھین انکی بند کیے ہوے تھے بعد اُسکے پھر جسطرح روایت اول مین ہی دس دس شخص آتے تھے اور درود بھیجتے تھے اور چلے جاتے تھے اور کتاب فقہ الرضاؑ مین ہی کہ جب جناب امیر علیہ السلام غسل دینے سے پیغمبر خدا کے فارغ ہوے تو جو کچھ پیغمبر خدا کی آنکھو کے گرد رہگیا تھا اُسے آنحضرت نے اپنی زبان مبارک سے چاٹا اور فرمایا کہ اے رسول خدا میرے مان باپ قربان ہون کیا پاک و پاکیزہ تھے آپ حیات مین اور بعد وفات بھی راقم رسالہ کہتا ہی کہ قریب اس روایت کے وہ ہی جو مصنف عناصر الشہادتین نے ایک روایت متضمن اُن وصیتون کو جو پیغمبر خدا نے جناب امیرؑ کو فرمائین نقل کی ہی اور اُسکے ضمن مین لفظ کتاب مذکور کا ہی اور بعد میرے غسل کے جسقدر پانی میری ناف کے غار اور آنکھون کے حدقے مین جمع ہو اُسکو تم پی لینا اور کسی کو نہ دینا تا یہ برکت اُسکے میراث علوم پیغمبران اولین وآخرین کی تمھارے نصیب ہوگی رحمت الٰہی تمھارے قریب ہوگی انتہی کلامہ لیکن بڑے تاسف کی بات ہی کہ اُمت نے وارث علوم پیغمبران اولین وآخرین کی کچھ قدر نہ جانی اور ہرگز ایسے عالم کی حکومت وفرمانروائی کو پسند نہ کیا اور کتاب نہج البلاغہ مین مسطور ہی کہ جناب سیدہ کی وفات کے بعد جناب امیر علیہ السلام نے پیغمبر خدا سے عرض کیا کہ آپ کی مصیبت عظیم اور مفارقت جو بہت بڑی ہی میرے لیے ہر مصیبت مین تسکین دینے والی ہی کیونکہ مین نے اپنے ہاتھ سے آپ کو قبر مین اُتارا اور روح مقدس آپ کی میرے سینہ وگردن کے بیچ مین نکلی اور دوسرے خطبے مین فرمایا ہی کہ جسوقت پیغمبر خدا کی روح قبض کی گئی تو اُسوقت سر اقدس آنحضرت کا میرے سینہ پر تھا اور جان حضرت کی میری ہتھیلی پر بہے جاری ہوئی اور اُسے مین نے اپنے منھ پر کھینچا اور خود مین متوجہ غسل کا آنحضرت کے ہوا اور فرشتے میرے مددگار تھے اور وہ گھر اور جو جو مقام کہ اُسکے گرد وپیش کے تھے وہ فرشتون کی آواز سے بھرے ہوے تھے اور اُن فرشتون سے کچھ اوپر جاتے تھے اور کچھ نیچے

آتے تھے اور مین انکی آوازین سُنتا تھا کہ آنحضرت پر درود بھیجتے تھے یہان تک کہ جسد اطہر کو آنحضرت کے مین نے ضریح انور مین
انکی دفن کیا اور چھپایا پس کون شخص ہی جو مجھسے زیادہ لائق وسزاوار آنحضرت سے انکی حیات مین و اسی طرح بعد وفات
آنحضرت کے ہی بالجملہ یہ بات کہ وقت وفات پیغمبر خدا علی ابن ابیطالبؑ آنحضرت سے قریب تھے باخبار متکاثرہ طریقہ اہلبیت
علیہم السلام سے ثابت ہوتا ہی اور وہ اس کثرت کے ساتھ ہین کہ قوت استفاضہ انھین حاصل ہی فرق اتنا ہی کہ کسی مین یہ ہی کہ
اُسوقت سر اقدس زانون پر تھا کسی مین یہ ہی کہ سر اقدس سینے پر تھا کسی مین یہ ہی کہ وہ حضرت پیغمبر خدا کے ساتھ لحاف مین
انکے تھے اور ایک دست مبارک زیر رخسارہ پیغمبر خدا تھا اسی طرح تھوڑا تھوڑا فرق ہی بیان کا لیکن یہ سب سے واضح و ثابت ہی
کہ قبض روح کے وقت کوئی اور حضرت کے پاس نہ تھا حتی کہ جناب سیدہ کہ بضعہ رسول ہین اور حسنین علیہما السلام کہ سردی پیغمبر کے
آنکھون کی اور فرزندان رسول ہین وہ بھی ایسے قریب نہ تھے پھر وہ روایت جو اہل سیر نقل کرتے ہین کہ پیغمبر خدا نے ام المومنین
عائشہ کے سینہ پر تکیہ فرما کر انتقال فرمایا بمقابل اس کثرت روایات اور کثرت ثقات رواۃ کے لائق اعتبار و توجہ کے نہین
اور عقل بھی قبول نہین کرتی کیونکہ ازواج اوقات عیش و سرور اور تدبیر منزل کے لیے یا خدمتگذاری کے واسطے ہین ایسے
وقت مین کہ جب خانہ دنیا سے قطع تعلق ہوتا ہی اور اب کوئی کام راحت و آرام دنیا سے متعلق نہ رہا ملک الموت اور ملائکہ
و جبرئیل استقبال و قبض روح کو آچکے تو اب تخلیہ چاہیے یا ایسا شخص ہو جو اس صحبت مین ملائکہ کے ہمراہ بیٹھ سکے اور انکے ادب
کلام سے عالم ہو کہ اُس سے فرشتگان مقربان الٰہی کو انس و خوشنودی ہو باعث انکے انزجار و تنفر کا نہو اور یہ امور سوا علی ابن ابیطالبؑ
اور کس مین جمع تھے واللہ تعالی اعلم جلسہ دوم کلینی نے بسند حسن حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہی کہ ابو طلحہ انصاری نے
رسول خدا کی قبر کھودی لیکن یہ منافی ہی اُس روایت سابق کو جسمین ملائکہ کا قبر کھودنا مذکور ہوا اور اسکے بھی دفع کرنے کو
کہہ سکتے ہین کہ یہ امر دیکھنے مین سبکے ہوا ہوگا کہ ابو طلحہ کھودتا ہی واقع مین ملائکہ نے کھودا ہوگا اور کلینی نے بسند معتبر لکھا ہی جناب
امام جعفر صادقؑ سے کہ شقران جو غلام آزاد کردہ پیغمبر خدا تھا اُسنے حضرت کی قبر مین چادر بچھادی اور بسند صحیح انھین حضرت سے
منقول ہی کہ جناب امیرؑ نے حضرت کی قبر مین اینٹین بچھائین تھین اور دوسری روایت مین بسند معتبر انھین حضرت سے
نقل کیا ہی کہ قبر کے اوپر آنحضرت کی سرخ سنگریزے ڈال دیے تھے اور کلینی اور حمیری وغیرہ سے روایت کی ہی کہ پیغمبر خدا نے
جناب امیرؑ سے فرمایا تھا کہ جب میرا اس عالم سے انتقال ہو تو تم میری قبر کو اسی مکان مین بنانا اور قبر کو میری چار انگل زمین سے
زیادہ بلند کرنا اور پانی میری قبر پر ڈالنا اور شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے ایک دوسری حدیث مین روایت کی ہی کہ قبر شریف آنحضرت کی
ایک بالشت زمین سے بلند کی گئی تھی لیکن جناب آخوند صاحب نے حیات القلوب مین فرمایا ہی کہ چار انگل قبر کے بلند کرنے کی
احادیث بہت ہین یہ روایت شاید بالشت کی اختلاف کے اعتبار سے ہو کہ جب چار انگلیون کو کھولکر پیمائش کرین تو ایک بالشت کے
قریب ہو جاتا ہی دوسرے یہ کہ پہلے قبر بقدر چار انگشت کے ہو پھر جب سنگریزے ڈالے گئے تو ایک بالشت ہو گئی ہو تیسرے
خود حدیث محتمل تقیہ مین فرمائی ہو شیخ طبرسی علیہ الرحمہ نے جناب ام سلمہ سے روایت کی ہی کہ جب حضرت رسالتمآب نے اس عالم

بعون صانع مکین و مکان و فضل خلاق زمین و آسمان
بحر حقیقت و عرفان اصول دین مذہب حقہ اثنا عشری کا پورا بیان کتاب لاجواب ہدایت و ارشاد ذخائر مسمی بہ
انارة الابصار و کشف الاسرار
جلد سوم
مصنفہ عالم المعی فاضل لوذعی جناب شفاء الدولہ ذکاء الملک حکیم سید فضل علیخان بہادر دبیر جنگ حسب فرمائش و تصحیح جناب مصنف عالیمقام
مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ مین بہزار خوبی چھپی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب چہارم امامت کے بیان مین ہی اور وہ مشتمل ایک مقدمہ اور چند مقصدون اور ایک خاتمہ پر ہی مقدمہ
بیان مین اُن باتون کے ہی جنکا جاننا مقصود سے پہلے ضرور ہی اور اُنکے جاننے سے بصیرت زیادہ ہوتی ہی مقصود مین اور
یہ مشتمل ہی چند امارتون پر امارت پہلی جاننا چاہیے کہ فرقہ اسلام مین زیادہ حاجت تحقیق حق کی طرف مسئلہ امامت مین واقع
ہوتی ہی کیونکہ یہان مقابلہ اہل اسلام کو اہل اسلام سے ہی اسلیے پہلے جو طالب تحقیق حق کو ضرور ہی اُسے لکھنا چاہیے اور اصل و
عمدہ اسمین خلاص نیت کا حاصل کرنا اور عصبیت کا ترک کرنا اور شوائب نفسانیہ سے خالص ہونا ہی جیسا کہ بعض علمانے
کہا ہی کہ طالب تحقیق حق کو چاہیے کہ تخلیہ و تصفیہ خاطر کے مرتبہ مین اُس حد کو پہونچ جاے کہ پہلے اپنے تئین جملہ عقائد کی
صورتون کے قبول کرنے کو مادہ اور ہیولاے قابلہ بناے بعد اُسکے از روے بصیرت حق و باطل مین تمیز کرے تاکہ علم
اُسے حاصل ہو اور جب تک کہ طلب کرنے والا حق کا دو طرفون مین خلاف کے اپنے تئین ایسا متساوی النسبت نہ کریگا
کہ اگر اپنے اُس مذہب معتقد کو کہ اُسپر عمر بسر کی ہی اور اپنے بزرگون سے اُسے لیا ہی اور اُسپر اعتماد کرتا ہی نقیض کو ظاہر پاے اور
حق اُسمین دیکھے تو بلا تعصب اور توقف انقیاد اور اتباع حق کر سکے اہلیت و استعداد تمیز کی اور تحصیل حق کی نہ رکھیگا اسی
جہت سے اکثر خلق ہر زمانے مین تعصب کی راہ سے اور مذہب معتاد کے انس سے اور اعتقاد کج پر اعتماد کرنے سے حق کی
تحصیل سے اور سچی باتون کی طرف متوجہ اور ملتفت ہونے سے محروم رہتے ہین اور ہمیشہ پردہ جہل و تقلید کا اُنکے روے
دل پر پڑا رہتا ہی کیونکہ اکثر ادلہ قطعیہ کا افادہ علم کے واسطے مشروط ہی ساتھ خالی ہونے ذہن سامع کے نقیض سے کیونکہ اگر سننے والا

نقیض حق کا معتقد ہوگا تو کبھی دلیل علم کا افادہ نہ کرے گی اور یہ ایسی بات ہی کہ صاحب عقل و انصاف پر پوشیدہ نہین ہی
کیونکہ اکثر کفار اور ارباب ملل متنوعہ کا یہی حال ہی اور اُنکی ہدایت مین سد راہ یہی ہی کہ نقیض حق کا اُنھین ایسا یقین ہی کہ وہ حق کو
قبول کرنے نہین دیتا پھر ضرور ہی کہ طالب حق اندیشہ کرے کہ شاید اس دین مین اُسکا بھی حال ایسا ہی ہو اور اسلیے چاہیے
کہ تحصیل حق مین کوشش کرے اور اگر باوجود حصول قدرت تحصیل علم و تمیز حق پر مکلف معذور ہو تو چاہیے اور کفار و مشرکین
و ملحدین بھی معذور ہون اور یہ فساد ہر مذہب کے ساتھ ظاہر ہی اور بہت تعجب کا مقام ہی کہ معارف دینیہ مین جو مناط
نجات و رستگاری ہین اور اُنکا مختل ہونا ہلاک و عقوبت اُخروی کا موجب ہی کیونکہ نفس انسانی راضی و مطمئن ہوتا ہی کہ
بدون تحصیل یقین اور بے اسکے کہ کسی برہان و دلیل پر اعتماد کیا ہو قناعت سمعیات اسلافی پر کرے اور جو اپنے عقیدے کے
مخالفین سے سُنے اُسپر انکار کرے یا تاویل کرے یا جب تک ہوسکے دوسرے کی بات نہ سُنے اور تلاش نہ کرے بلکہ
بھی کچھ سُنے اُسے گمرہی جانے حالانکہ یہ جانتا ہو کہ ایک بڑی جماعت ارباب عقول صحیحہ اور ارباب فضائل نفسانیہ کی اُسکے
معتقد کے خلاف کا یقین رکھتے ہین اور واقع مین یہی سے ہوسکتا ہی کہ جسمین جہل و خمود مرتبہ کمال کو پہونچا ہوا ہی بالجملہ
طلب حق مین تلاش و تفحص دلیل کا ضرور ہی اور بلا دلیل اعتماد کرنا عقل و حکمت کے خلاف ہی جیسا کہ شیخ الرئیس نے کہا ہی
من تعود ان یصدق من غیر دلیل فقد انسلخ عن الفطرة الانسانیة اللهم ارنا الحق حقًا ثم امتن علینا باتباعه
انارہ دوم اور شرائط ہدایت سے ملاحظہ حکمت الہی کا ایجاد دار تکلیف و امتحان مین ہی کہ اس جگہ حق باطل کے ساتھ اور نور
ظلمت اور رکاین و فاسد مشوب و مخلوط ہین اور یہ امتزاج و اقتران اس عالم کی ماہیت کے ساتھ لازم ہی اور جسطرح ارشاد و ہدایت کے
اسباب و علل اور دواعی نیکیون کے موجود ہین اُسی طرح مبادی اور اسباب شر کے اور علم گمرہی و ضلالت بھی مقابل مین منصوب ہین
اور یہ خصوصیت اسی امت کی نہین ہی بلکہ سب امتون مین پیغمبرون کی حجتون کے برابر اور اُن آیات باہرات کے مقابلہ مین جو اُنھون نے
بندون کی ہدایتون کے واسطے قائم فرمائین مواقف شبہات اور مواقع زلات اور دلائل ضلال بھی ہمیشہ موجود و مہیا رہے ہین
بالجملہ ہمیشہ سے ہر ہدایت کے دروازے کے مقابل ایک دروازہ گمرہی کا بھی کھلا رہتا ہی اور جیسا کہ اغلب اور اکثر سعادات و
خیرات اور کمالات انسانی کا حصول و ترتب انبیا کے ارسال سے اور کتب آسمانی کے انزال سے ہی ہُئی کے قریب بہت سے اسباب
ضلالت بھی وجود انبیا اور وضع شریعت کے طفیل سے پیدا ہوتے ہین جیسا کہ خود فرمایا ہی یضل به کثیرًا ویهدی به کثیرًا
وما یضل به الا الفاسقین کیونکہ تکلیف اسطرح فرمائی کہ محک اسکا دل و عقل ہی خالص و غیر خالص دونون کا حال معلوم
ہو جاتا ہی بلکہ یہی سے دونون طبقون کی تکمیل ہوتی ہی اور یہ بات بھی ایسی واضح ہی کہ ادنی توجہ سے ہر شخص دریافت کرسکتا ہی اور
جب اچھی طرح اسمین غور کرکے دیکھا جاتا ہی تو معلوم ہوتا ہی کہ اکثر شبہات اور اختلافات جو آدمیون مین اور خاص کر کے مسئلہ امامت مین
ہوے ہین وہ خاص کر کے اسی معنی کی غفلت سے ہوے ہین جیسا کہ کہتے ہین کہ کیا سبب ہی کہ پیغمبر خدا نے اپنے زمانے مین اُن
منافقین امت کو جو اُنکے تضییع دین اور تخریب ملت کا باعث تھے دفع نہ کیا اور کیون اُنکے اسلام کو قبول فرمایا اور اُنھین قلیل کیون نہ کیا

بلکہ انکا احترام اور توقیر فرماتے رہے اور انمین اور خواص مومنین مین فرق نہ کرتے تھے اور اگر پیغمبر خدا خلافت پر نص کرتے اور کسی کی تعیین خاص اپنی مرضی کے موافق انھین مقصود تھی تو پھر اسطرح کیون نہ کیا جو کسی کو شبہ کی مجال اور تخلف کی اسے طاقت نہ رہتی اور کسی وجہ سے وہ دفع نہو سکتا اور منافقین کو انقیاد کے سوا اسمین چارہ نہوتا تاکہ اُن جناب کا دین وقوع اختلاف وگمرہی سے محفوظ رہتا اور ائمہ حق بھی پھر کیون ضعیف و مغلوب ہوتے اور یہ کہ جو خلیفہ کہ صاحب شوکت و تسلط و تصرف نہو سکے ہونے کا کیا فائدہ ہی اور اُس رعیت کا محکوم ہونا چاہیے نہ حاکم ہونا بالجملہ ایسے اعتراضات واہیہ عوام کے نزدیک قائم مقام ادلہ کے ہوے ہین اور واقع مین وہ مبنی ہین ضعف عقل پر اور حکمت الہی اور طرز بناے عالم تکلیف اور بسط بساط ایجاد مین فکر و تدبیر نہ کرنے پر اور امتہاے سابقہ کے احوال کے نہ جاننے پر والّا کبھی ایسے خیالات خام کو زبان پر نہ لاتے **انارة سوم** اور شرائط ہدایت سے یہ ہی کہ کثرت قوم اور شرکا کی زیادہ ہونے کی طرف طالب حق التفات نہ کرے اور اسے حجت نہ گردانے جیساکہ عوام کو غلبہ اعتماد زیادتی شرکا اور مصر اعظم وغیرہ پر ہی کہ کہتے ہین کہ بہت سے اصحاب اور تمام شہر مدینہ اور بڑے شہرون کے رہنے والون نے ایسا کیا اور اب تک اُسی سیرت پر ہین کیونکہ یہ بات ظاہر ہی کہ کثرت حقیت کی دلیل نہین ہی اور سوا اسکے وہ منقوض اکثر زمانون مین خصوصًا پیغمبرون کے زمانون سے ہوتی ہی کیونکہ اُن اوقات مین اہل باطل بہت کثیر اور اہل حق بہت قلیل ہوتے آے ہین اور صاحب عقل اور طالب حق کو وہ کافی ہی اس جگہ کہ جو حق تعالی نے قرآن مین قلت کی مدح اور کثرت کی مذمت فرمائی ہی کما قال عز من قائل ان تتبع اکثر من فی الارض یضلوک عن سبیل اللہ ان یتبعون الا الظن وان ھم الا یخرصون یعنی اگر تو اتباع و پیروی کریگا اکثر کی اُن لوگون کی جو زمین مین ہین تو وہ تجھے گمراہ کرینگے راہ خدا سے وہ خود اتباع نہین کرتے مگر گمان کا اور نہین ہین وہ مگر یہ کہ گمان کرتے ہین نہ یقین پھر اس صورت مین محض ادلہ صحیحہ پر اعتماد کرنا چاہیے کہ وہ براہین عقلیہ اور محکمات کتاب مجید اور سنت ثابتہ ہین اور جو امارات اور تائیدات کہ اخبار و سیر موثقہ سے ثابت ہون انھین اُن ادلہ کے ساتھ منضم کرنا چاہیے نہ یہ کہ استحسانات اور استبعادات اور متشابہات اور موضوعات پر عمل کیا جاے اور اصول عقائد مین اور تحقیق حق مین اُسے استعمال کرین اور مناط اعتماد جانین اور واضح ہو کہ اخبار موضوعہ سے مراد وہ اخبار ہین کہ انکی وضع ثابت اور مروی ہو جیساکہ بہت حدیثین بنی اُمیہ کی زبانی کی ہین یا یہ کہ وہ قرآن کے مخالف ہون یا جو قاعدہ کہ اہل اسلام مین مقرر ہو اُسکے مخالف ہون یا یہ کہ فن حدیث کے عالمون نے انکی وضع پر نص کی ہو یا تفصیلاً اسمین قدح کی ہو بالجملہ اختلافی مسئلے ترجیح دینے مین اور مقام احتجاج مین خصم پر چاہیے کہ روایت متفق علیہ سے تمسک کیا جاے تاکہ مفید ہو اثبات مرام مین اور تہمت سے بعید ہو اور شبہ خصم کو قطع کرے اور جس حدیث کو کہ شیعون کے راویون نے اور اہلسنت کے بھی راویون نے روایت کیا ہو اور اسکی نقل پر فریقین نے اتفاق کیا ہو وہ متفق فیہ اور مجمع علیہ ملت اسلام کے ہی کیونکہ یہ بات معلوم ہی کہ فرقہ ہاے شاذہ باطلہ مثل خوارج اور غلات کے جو مضمحل الحجت اور منقطع الکلام ہوگئے ہین وہ اعتبار و التفات کے درجے سے ساقط ہین پھر اگر خصم کو ایسی روایت کہ وہ مجمع علیہ کے مخالف ہو کہ وہ خصم ہی اسکی نقل مین متفرد ہو ایراد کرے تو وہ احتجاج کی لیاقت رکھے گی

تاکہ مختلف فیہ کے لیے متفق علیہ کا رد کرنا لازم نہ آے کیونکہ متفق علیہ بمنزلہ معلوم کے ہی اور مختلف فیہ بمنزلہ مجہول کے ہی اور
مجہول سے معلوم رد نہین سکتا خصوصًا جس وقت یہ بات مجملًا معلوم ہو چکی کہ بعضے راوی جھوٹے بھی تھے اور بہت اس سے
احادیث وضع بھی کی گئی ہین اور خلق کے تعصبات و اغراض باطلہ انکے جلب منفعت دنیا کے واسطے اور خلفاے جور کا
اپنی خواہشون کے موافق احادیث کے اختراع مین سعی کرنا اور ہمہ تن درپے ہونا انکا قدح اور محو کرنے مین ان احادیث کے جو
فی الجملہ بھی دلالت اثبات فضیلت اہلبیت رسول پر کرتی ہون اور انکے تابعین کا اس امر مین انکی تائید کرنا ہمارے دراثنک
واضح و مشہور ہی پھر باوجود اس حال کے منصف کو کیسا یقین حاصل ہو گا کہ جو روایتین انکی کہ مطابق اور موافق شیعون کے
رجال کی روایتون کے ہین بسبب اسکے کہ وہ انکی منافی غرض کی ہین یقینی اقرب بصدق ہونگی اور تہمت سے دور ہونگی اور
علم قطعی کا افادہ کر سکتے ہین اور چونکہ اس جگہ پر ذکر انکی روات کا اور احادیث کا آگیا ہی اسلیے مناسب مقام یہ ہی کہ کچھ اسکی
توضیح کی جاے تاکہ طالب حق کو رسم کا صدق مقال اور حقیقت حال معلوم ہو شیخ علی حزین نے فاضل ناقد شیخ عبد الحمید بن ابی الحدید
مدائنی سے کہ اعاظم ثقات و متبحرین اہلسنت سے ہین اور انھون نے شرح نہج البلاغہ کی دوسری مجلد مین کہا ہی خلاصہ قول اسطرح
نقل کیا ہی کہ سبب رائج ہونیکا احادیث بدع وضلال کے یہ ہوا کہ منافقین پیغمبر خدا کی رحلت فرمانے کے بعد باقی تھے اور
کوئی نہین کہہ سکتا کہ پیغمبر کی وفات فرمانے سے نفاق زائل ہو گیا لیکن حال انکا فی الجملہ مستور ہو گیا تھا کیونکہ پیغمبر خدا
البتہ ہمیشہ انکا ذکر فرماتے تھے اور آیات قرآنی انکے حال پر مشتمل جو نازل ہوتی تھین جیسا کہ اب بھی قرآن انکے ذکر سے بھرا ہوا ہی
خصوصًا اکثر مدینہ منورہ مین نازل ہوئین اس جہت احوال انکا ظاہر اور منتشر تھا جب وحی کا آنا منقطع ہوا اور کوئی باقی نہ رہا
جو انکے نفاق اور گمرہی کا اظہار کرے اور انپر توبیخ اور تحذیر کرے اور آدمیون کو انسے حذر کرنے کو حکم فرماے اور کبھی مدارا
کرنے کو انکے ساتھ امر کرے تاکہ انکا حال فسق ظاہر ہوتا رہے اور خلفا انکے احوال سے تعرض کرنے مین ساکت ہوے اس جہت سے
منافقین نفاق مین مستور ہوے اور سائر خواص کے ساتھ معدود و مخلوط ہو گئے اور بعضے بسبب فتوحات کے کہ بڑے مال
اور بہت سے خزانے انکے ہاتھ آے فی الجملہ دین مین انھون نے استقامت پیدا کی اور رسوخ قلب بہم پہونچا کر کہا کہ اگر اسلام حق ہوتا
تو یہ شوکت و مال ہم نہ پاتے اور بعض اسی مرتبہ مین نفاق محض کے رہے اور احادیث کاذبہ کی تخلیط اس قصد سے تھی کہ خلق کو گمراہ
کرین اور دنیا کے دواعی و اسباب کے لیے بھی کرتے تھے اور علما نے کہا ہی کہ معاویہ کے زمانہ مین خاص کر کے بہت احادیث موضوعہ
حادث ہوے اور محدثین جو علم حدیث مین راسخ ہین انھون نے بقدر مقدور توضیح و بیان موضوعات کا کیا ہی اور ابو الحسن علی بن محمد
بن ابی سیف مدائنی نے کتاب احداث مین روایت کی ہی کہ معاویہ نے ایک مضمون کے نامے اپنے تمام عاملون کے نام بعد
سال جماعت کے لکھے کہ حاصل اسکا یہ تھا کہ بری الذمہ ہی یعنی مال و عرض و خون حلال ہی اسکا جو کوئی کوئی خبر مدح ابو تراب مین یا انکے
اہلبیت کی مدح مین روایت کرے اور خطبہ پڑھنے والے منبرون پر شہر و قریہ مین آنحضرت کی نسبت العیاذ باللہ لعن کرتے تھے اور
براءت و بیزاری ان جناب سے اور انکے اہلبیت سے ظاہر کرتے تھے اور اہل کوفہ پر بلا بہت شدید تھی کیونکہ اکثر شیعہ آنحضرت کے

وہان رہتے تھے بعد اسکے معاویہ نے زیاد بن سمیہ کو کوفہ و بصرہ کا والی و حاکم کیا اور وہ شیعون کو خوب پہچانتا تھا کہ اسکی پرورش
اور نشو و نما شیعون مین ہوا تھا اسنے شیعون کے دفع کرنے مین کوشش شروع کی اور ہر درخت اور پتھر کے نیچے شیعون کو ڈھونڈھنا
شروع کیا اور انکے ہاتھ پاؤن کاٹے اور دار پر چڑھایا اور اندھا کیا اور ڈرایا اور ہر طرف انہین آوارہ کیا یہان تک عراق مین
کوئی شخص اُن شیعون سے جو ظاہر اور معروف تھے باقی نہ رہا بعد اسکے پھر معاویہ نے اپنے عاملون کو لکھا کہ گواہی کسی شیعہ کی
علی کی اور اولاد علی کی نہ قبول کی جائے اور پھر سبکو اپنے عمال سے لکھا کہ دیکھو جو کوئی تمھارے پاس شیعہ اور دوست
عثمان کا ہو اور کوئی روایت فضائل و مناقب مین عثمان کی نقل کرے اُسے اپنے پاس بٹھاؤ اور اُسکا اکرام و احترام کرو اور
اُنکی روایتین اور راویون کے نام اور اُنکے آبا و عشائر کے نام میرے پاس روانہ کرو پس اسکے عاملون نے ایسا ہی کیا
یہان تک کہ فضائل و مناقب عثمان کے بہت ہوے بسبب اسکے کہ انعام و اکرام و خلعات بہت ہوتے تھے اور معاویہ
اُنکے لیے بھجواتا تھا اور ہر شہر مین اس بات نے رواج پایا اور اس وسیلہ سے کثیر اشخاص صاحب مال و منال ثروت ہو گئے
اور کوئی شخص راہ چلنے والون سے کسی عامل پاس معاویہ کے کوئی ایک روایت فضیلت و منقبت عثمان کی لیکر آتا تھا
مگر یہ کہ وہ صاحب قرب و عزت اور صاحب مال ہو جاتا تھا بعد اسکے پھر معاویہ نے ہر طرف اپنی سلطنت مین عاملون کو
لکھا کہ اب حدیثین عثمان کے بارے مین بہت ہو گئین اور ہر مقام پر شہرت ہو چکی جب میرا نامہ تمھین پہونچے تو خلق کو حکم کرو
کہ روایات فضائل مین صحابہ اور خلفاے پیشین کی لائین اور اس امر کو ہاتھ سے نہ دینا کہ جو روایت درباب ابوتراب کسی
مسلمان نے نقل کی ہو اسکے مناقض روایت مدح صحابہ مین میرے پاس بھجواؤ اسلیے کہ یہ بات میری خواہش کے موافق ہے
اور میری آنکھون کی روشنی ہے اور نقض حجت کے واسطے ابوتراب کے اور اُنکے شیعون کے بہتر ہے محاسن عثمان کے
ذکر کرنے سے پھر اسکے بعد آدمیون نے بہت سی روایتین مناقب مین صحابہ کے ایسی بنائین کہ اصلا اُنکی کچھ حقیقت نہ تھی اور
اہل دنیا نے اس حکم کی تعمیل مین بہت کچھ جد و جہد کیا اور خوب اہتمام ہوے یہان تک کہ یہ روایتین موضوعہ منبرون پر
پڑھی جاتی تھین اور جو اشخاص کہ لڑکون کو پڑھاتے تھے انہین معاویہ کی عمال دیتے تھے کہ وہ لڑکون کو پڑھائین یہان تک
کہ لڑکیان اور عورتین بھی گھرون مین اُسے یاد کرتی تھین بعد اسکے معاویہ نے عاملون کو لکھا کہ تفحص کرو کہ جو کوئی علی ابن ابیطالب
کو دوست رکھتا ہو یا کوئی اُسکے حق مین اُنکی گواہی دے اُسکا نام دیوان شاہی سے محو کر دو اور جو کچھ اُسے سرکار سے ملتا ہے
موقوف کرو پھر دوسرا نامہ لکھا کہ جو شخص موالات علی ابن ابیطالب و حضرت اُنکے اہلبیت کی محبت کے ساتھ متہم بھی ہو اُسکا گھر
خراب کرو اور اُسے معرض انتقام مین لاؤ اور یہ وقت مین سب جگہ سے زیادہ شدت و بلا اہل عراق کے لیے تھی یہان تک کہ
دو شخص شیعہ جو آپس مین اعتماد و وثوق رکھتے تھے وہ بھی آپس مین کلام کرنے کی جرأت نہ رکھتے تھے اور خانہاے خلوت مین بھی
دروازے بند کرتے تھے اور پردے ڈالتے تھے اور اپنی لونڈی اور غلام اور خدمتگار سے بھی ڈرتے تھے اور کوئی حدیث
نقل نہ کرتے تھے مگر یہ کہ بہت بڑی قسمین لے لیتے تھے کہ افشا نہ کرین پھر اس مدت دراز مین کسیقدر بادشاہ کی طرف سے شیعون کے

واسطے اور جد و جہد حدیث سازی میں تھا اہل دنیا نے جلب منفعت کے لیے بہت سی حدیثیں جھوٹی اور بطور بہتان کے وضع کین
اور وہ عالم میں منتشر کی گئیں اور اسی حال پر اُنکے جملہ فقہا اور قضاۃ اور ولاۃ امر چلے آئے اور سب سے زیادہ بلا ایسے لوگوں پر تھی جو حدیثیں
قرائے اور مستضعفین خلق تھے کہ وضع حدیث کے موافق اپنی خواہشوں کے کر کے حکام کے پاس انکا خشوع بطمع جاہ و اموال و منازل ظاہر
کرتے تھے یہاں تک کہ احادیث موضوعہ اُنکی ارباب دیانت پاس جو کذب و بہتان کو حلال نہ جانتے تھے پہنچیں اور اُنھوں نے بھی
اُنھیں روایت کیا بہ گمان اس امر کے کہ حق اور صدق ہے اور اگر وہ جانتے کہ یہ افترا اور باطل ہے تو ترک کرتے بالجملہ اسی طرح یہ دستور یہاں تک رہا
کہ حسن بن علی علیہ السلام نے دنیا سے رحلت فرمائی پھر تو فتنہ و بلا اسی مرتبہ کو پہنچا اور بڑھا کہ کوئی شیعہ نہ تھا مگر یہ کہ منتظر قتل کا تھا اور
شہر بشہر آوارہ پھرتے تھے یہاں تک کہ بعد قتل ہونے حسین بن علی کے بلیہ عظمیٰ اور مصیبت کبریٰ ہوئی اور کام اُس شدت کو پہنچا
کہ اُسکی مقدار کو خدا جانے اور عبد الملک صاحب امر و حکومت ہوا اور اُسنے حجاج بن یوسف کو حاکم کیا اور اُسکے پاس سب خلق تردیکی
اور تقرب ڈھونڈھنے لگی یہاں تک کہ اہل صلاح و دین اہلسنت کے بھی ساتھ بغض علی ابن ابیطالب اور جملہ اہلبیت رسول کے اور ساتھ
اظہار محبت و موالات کے اُنکے دشمنوں سے پیرا ہوئے اس وقت میں بہت سی احادیث مناقب اعدائے اہلبیت کے حق میں وضع کی گئیں اور
اسی طرح سے اختیار کیا وضع میں احادیث کے جو مشتمل ہیں ذکر معائب و مطاعن پر علی ابن ابیطالب اور اُنکی اولاد امجاد کے حق میں یہاں تک
کہ ایک دن ایک شخص حجاج پاس آیا اور کہا اُسنے کہ اے امیر میرے اہل نے مجھے عاق کر کے میرا نام علی رکھا ہے اور میں فقیر ہوں میں
صلہ و احسان کا محتاج ہوں یہ سنکر حجاج ہنسا اور کہا کہ چونکہ تو نے توسل ایک وجہ لطیف کے ساتھ کیا ہے اسلیے تجھے فلاں منصب میں نے
دیا اور ابن عرفہ جو نفطویہ کے ساتھ مشہور ہے اور اکابر محدثین و علام سے طائفہ حضرات اہلسنت کے ہیں اُسنے بھی اپنی تاریخ میں اسی
روایت کی مناسب نقل کر کے کہا ہے کہ اکثر حدیثیں فضائل صحابہ میں ساختہ و پرداختہ عہد سلطنت بنی اُمیہ کی ہیں کہ اکثر خلق اُس وقت کے حکام سے
تقرب حاصل کرنے کے لیے یہ حدیثیں وضع کرتی تھی اور مقصود سلاطین کو اس سے یہ تھا کہ تا رغم انف بنی ہاشم کا کریں اور اُنھیں ذلیل و خوار کریں
یہاں تک خلاصہ کلام اور محصل روایت ابن ابی الحدید کا تھا اور یہ بہت تھوڑا اُن اخبار کثیرہ اہلسنت سے ہے جو اس پر اُنکا اتفاق ہے اور واسطے
کشف حقیقت حال کے لیے طالب حق کے واسطے کافی ہے اور جو زیادہ اس تفصیل پر اطلاع چاہے اُسے ضرور ہے کہ تاریخ ابن کثیر شافعی اور
تاریخ یافعی وغیرہ کو دیکھے کہ وہ اس بیان سے مملو ہیں اور شیخ محدث ملقب بہ مجد الدین فیروزآبادی شافعی نے بھی اپنی کتاب سفر السعادت کے
خاتمہ میں چند احادیث موضوعہ کو جو فضائل صحابہ میں تھیں ذکر کیا ہے اور یہ عبارت اُسکی ہے و اشہد المشہورات من الموضوعات ان اللہ
یتجلّی للناس عامۃ ولابی بکر خاصۃ و حدیث انا و ابو بکر کفرسی رہان و حدیث ان اللہ لما اختار الارواح اختار روح ابی بکر و امثال
ہذا من المفتریات المعلوم بطلانہا علاوہ اسکے علما اور محدثین حضرات اہلسنت نے بھی حذف و اسقاط اور تحریفات
احادیث میں کی ہیں تا کہ اپنا مطلب حاصل کریں جیسا کہ مصنف رسالہ تشیید مبانی الایمان السید باقر مرحوم ابن العلامہ سلطان العلما نے
لکھا ہے کہ باوجود اسکے کہ مسلم نے تصریح عقوبت کا ذب با غلظ اخفا کی کی ہے لیکن پھر فاضل بخاری نے لفظ کذا پر اکتفا کیا ہے اور اسی طرح سے
نسائی کہ محدث ہے کلمہ فلانا تکرما کی شتم کی تفسیر میں یا اشتیاقی لکھا ہے اور مجرور کو محذوف کیا ہے جیسے بعض نے لفظ قبل اور

بعض نے دو کو بیان رکھا ہی اور روایت موضوعہ ان ال ابی طالب لیسوالی با ولیاء جسکے راوی جناب عمرو عاص ہین
اُس مین لفظ ابیطالب کو حذف کیا ہی اور بعض شراح نے اُس جگہ کہا ہی کہ محذوف ابی البیاض تھا اور بعض نے کہا ہی ابی البیاضی تھا اور
بعض نے کہا ہی کہ ابی العاص ہی اور بعض منصفین نے لفظ ابیطالب ذکر کیا ہی پھر اب مین کہتا ہون کہ اہل انصاف کو فن سیر و اخبار کی معرفت
اور تتبع احوال رجال طرفین کے بعد بخوبی یہ امر ظاہر ہوگا کہ شیعون کی احادیث صحت و وثوق کے ساتھ بہت قریب ہین کیونکہ اکثر انکی
روایات مروی بطریق عترت اہلبیت رسالت سے ہین کہ انکا علم و عدالت امت اسلام کا اجماعی ہی بخلاف غیر انکی کے انتہا یہ ہی کہ اسناد روایات مین
یہ چاہیے کہ اتصال ائمہ تک معلوم ہو جاوے اور یہ امر تتبع اور اطلاع احوال رجال کی فرع ہی کہ ہر طائفے کی احادیث کا اعتقاد اسپر
موقوف ہی اور اہل بصیرت و خبرت پر بخوبی ثابت ہوگا کہ شیعون کی رواۃ مین ثقات و ممدوحین ہر زمانے مین اعصار
ماضیہ سے بہت تھے اور جلالت قدر اور انکی عدالت و ظہور امر ایسا نہین ہی کہ کسی پر پوشیدہ ہو اور یہ بھی احتمال انمین نہین ممکن کہ
کوئی کہے کہ انھون نے کذب و بہتان پر تواطو اور اجماع کیا ہو کیونکہ اسکے لیے سبکی یکجائی ضرور ہی کہ ایکبار مشورہ کر کے سب
ایک زبان ہو جائین اور یہ رواۃ شیعہ مین نہ تھا بلکہ بعد امکنہ و تقدم و تاخر ازمنہ انکا ظاہر ہی کہ کوئی کسی شہر مین اور کوئی کسی
قریہ مین رہتا تھا اور کوئی کسی زمانہ مین تھا اور کوئی کسی عہد مین تھا پھر یہ کیونکر احتمال انکی طرف ہو سکتا ہی اور جو کتابین مشہور
اس طائفہ کی ہین انکی اسناد انکے مشاہیر مشائخ کی طرف متواتر ہی اور یہ امر بہت واضح و ظاہر ہی دوسرے روایات شیعہ کے
اوثق ہونے پر موید یہ ہی کہ بھی اسباب و دواعی وضع اخبار باطلہ و محو اخبار صحیحہ کی انمین نہین پائی گئی جیسا کہ بسبب جابرہ کے
اہلسنت مین رہا کیونکہ شیعون کا تدین اہلبیت کے دین پر بلا شبہہ ثابت ہی جیسا کہ اور تابعین کا تدین اپنے ائمہ کے ساتھ
ہی مثلا اصحاب ابی حنیفہ اور اصحاب شافعی کا تدین اپنے امامون کے ساتھ ہی اور ان سے کسی کو انکار کی مجال نہین ہی والا کسی
مذہب کی نسبت اپنے امام کے ساتھ ثابت نہو اور شیعون کا متمسک ہونا اپنی روایات اور مذہب مشہور کے ساتھ باوجود اسکے
کہ وہ مذہب دنیا کی راہ سے بہت بے رونق رہا ہی بلکہ اہل اسکے ہمیشہ متحمل اذیت و ضرر کے اکثر اقطار و اعصار مین ہوتے آئے
اور اب تک ہوتے ہین بہت اعتبار و وثوق کے لیے موید ہی اور اسکے سوا مشہور مین تکذیب و وضع احادیث اہلسنت کی
راویون مین انکے بڑے علماؤن کی گواہی سے بہت ہین اور شیعون مین نادر اور اقل ہین اور بھی کسی نے احاد شیعہ سے بھی
وضع حدیث کو جائز نہین رکھا بخلاف حضرات اہلسنت کہ انمین وضع اور افتعال حدیث کا نصرت مذہب کے لیے تجویز
کیا گیا ہی جیسا کہ حافظ عبد العظیم منذری شافعی نے اپنی کتاب مین جسکا نام ترغیب و ترہیب ہی اور انکے غیرون نے اس
کتاب کے سوا اورون مین اسکی تصریح کی ہی اور ابو حنیفہ نے جیسا کہ مشہور ہی اسکے ساتھ فتویٰ دیا ہی اور حجت الاسلام امام
غزالی نے بھی اسکی گواہی دی ہی اور کہا ہی کہ اجاز ابو حنیفہ وضع الحدیث علی وفق مذہبہ پھر اب تلائیے کہ جو شخص کہ
متدین اور منصف ہوگا اُسے اُن روایات پر بعد اسکے کسطرح اعتماد و وثوق باقی رہیگا اور جو اسکے مقابل بعض معاندین نے
اعتراض کر کے کہا ہی کہ امامیہ کی کتب احادیث مین انھین کے زعم کے موافق احادیث ضعیفہ بہت ہین پھر کسطرح لائق اعتماد کے

ہونگی اسکا جواب یہ ہو کہ جو تمنے کہا ہی اس سے کوئی حرج و نقصان اور عدم وثوق لازم نہین آتا اور صحاح اہلسنت بھی ایسے ہین
اور ضابطہ جو صحیح و ضعیف مین تمیز کرنیکا امامیہ مین ہی وہ معلوم ہوا اور اُن احادیث کا ذکر کرنا یا صحاح کی تائید کے لیے ہوتا ہی یا جب دو
صحیحون مین تعارض ہو اُسوقت ایک کی ترجیح دہی کے لیے اُن ضعاف کو ذکر کرتے ہین اور صحاح ستہ اہلسنت باعتراف اہلسنت
ضعاف سے خالی نہین جیسا کہ فاضل نوَوی نے کتاب اذکار مین کہا ہی کہ صحیح بخاری اور غیر اُسکے صحاح مشتمل صحیح و ضعیف پر ہین
بدون اسکے کہ اُنمین تنبیہ کسی ضابطہ کی ہوئی ہو کہ اُس سے تمیز کر سکے اور فاضل تفتازانی نے بھی کتاب تلویح مین اسکا اشارہ کیا ہی
اور تلویح کے حاشیہ مین اسطرح اسکی توضیح ہی کہ جو کچھ بخاری نے ذکر کیا ہی اسکی دو قسمین ہین ایک قسم اثبات مطلب کے واسطے ہی اور دوسری
قسم تائید و استشہاد کے لیے ہی اور پہلی قسم صحیح ہی بخلاف دوسری قسم کے اور علامہ دوانی نے رسالہ انموذج العلوم مین کہا ہی کہ جائز و بلکہ
مستحب ہی عمل کرنا احادیث ضعیفہ پر فضائل اعمال مین انتہی اور سب سے زیادہ لائق تعجب جو امر ہی کہ اُس سے طالب حق بخوبی عناد
و عصبیت کا استنباط کر سکتا ہی یہ بات ہی کہ حضرات اہلسنت نے اتفاق کیا ہی کہ روایات احاد کا لینا اور قبول کرنا جائز ہی بلکہ شریعت مین
اُسپر عمل کرنا واجب سمجھتے ہین اور یہ اُنکا معمول ہی و لیکن جب کسی حدیث کو جو طریق اہلبیت سے مروی ہو دیکھتے ہین یا سُنتے کسی روایت کو
کہ عترت رسول اُسکے راوی ہین تو عام اس سے کہ وہ روایت احاد ہو یا متواتر ہو اُس سے اعراض و نفرت کرتے ہین اور ہرگز التفات کے
قابل نہین سمجھتے اور ادنی اعرابی ارذلِ امت کی روایت کے مرتبہ پر بھی اُسکا شمار نہین کرتے حالانکہ پیغمبر خدا نے گواہی دی ہی کہ کتاب
اللہ اور میری عترت آپس سے جدا نہونگی جب تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس پہونچین اور جو اُنسے متمسک ہوگا وہ گمراہ نہوگا اور علاوہ
اسکے بہت سی نصوص مشہور ہین کہ وہ صریح اس معنی مین ہین کہ پیغمبر خدا نے امت کو وصیت فرمائی ہی موالات و متابعت اہلبیت
اور وجوب اقتفا کے لیے ساتھ عترت طاہرہ کے پھر کیا سبب ہی کہ اُنکی مخالفت اختیار کیے ہین اور اعتبار کرتے ہین روایت کا اُن
جماعت صحابہ و تابعین کی جنمین یہ شعار تھا کہ ایک دوسرے کی تکفیر و تفسیق و تکذیب کرتا تھا بلکہ ایک دوسرے کے قتل کو اور
ذلیل کرنے کو حلال جانتا تھا اور شہادت دیکر گروہ مرتکب محارم الہی کے ہوے ہین کتابین جو ان حضرات کی دیکھیے تو روایات ابوہریرہ
اور مغیرہ بن شعبہ و عمرو بن عاص و ابو موسی اشعری اور جو اُنکی امثال ہین اُنسے بھری ہوئی ہین باوجود اسکے کہ یہ سب وضع
حدیث کے ساتھ مشہور اور مرتکب ہونا اُنکا انواع فسق و فجور سے ثابت نزد علماے جمہور خصوصًا بہ نسبت جناب امیر المومنین
علی ابن ابیطالب اور حسنین علیہم السلام کے لعن کرنے پر اصرار کرنا پھر یہ سب کچھ مانع اسکے نہین ہوا کہ اُنکی روایات پر التفات کیا جاے
محمد بن سائب کلبی مفسر نے جو علماے اہلسنت سے ہی اپنے مثالب مین کہا ہی کہ بخاری نے صحیح مین اپنے بارہ سو خوارج سے روایت
کی ہی اور اکثر کے نام اُسنے شمار کیے ہین اب اس حال سے عاقل کو بہت حیرت ہوتی ہی کہ آیا ائمہ اہلبیت علیہم السلام کہ جنکی علو منزلت
اور عدالت ملت اسلام مین بدیہی ہی اور قرآن اور سنت ثابتہ اُسکے ساتھ ناطق ہی کیا سبب ہی کہ ساری خلق سے مرتبہ مین کمتر سمجھے جائین
کہ سب کی روایات مقبول ہون اور اُنکی روایات قابل التفات نہون اسی طرح بڑے علما اور روات فرقہ شیعہ کی باوجود علم و تقوی
اور اشتہار بورع و صدق بسبب محبت و موالات اہلبیت علیہم السلام کے کیون مطعون و متروک ہون یہان تک کہ جماعت جاہل

متظاہر الفسوق اور خوارج کے بھی شمار مین انکی گنتی نہو انکے علمانے اسکے عذر مین اسکے سوا نہین کہا کہ ہم امامیہ کے اخبار بسبب اسکے ترک کرتے ہین کہ وہ بعض صحابہ کی مذمت کرتے ہین دوسرے یہ کہ ہمکو انکے ساتھ وثوق نہین ہی اور اس عذر کا باطل ہونا ظاہر و واضح ہی کیونکہ ان صحابہ اور جس جماعت سے کہ وہ روایت کرتے ہین وہ خود ایک دوسرے کو سب و لعن و قتل کرتے تھے اور انواع فسوق انکے ثابت ہین اور انکے خود یہ حضرات معترف ہین جیسا کہ تھوڑا سا ذکر احوال صحابہ مین مذکور ہوگا انشاء اللہ اور انکے ائمہ مذاہب اربعہ سے بہت سے صحابہ کی مذمت منقول ہی بلکہ امور مذمومہ کی نسبت انبیا علیہم السلام کی طرف کرتے ہین پھر شیعون سے اتنی بات پر کیون بیزار ہوتے ہین اور جو کہتے ہین کہ ہم شیعون پر وثوق و اعتماد نہین رکھتے اسکا جواب یہ ہی کہ اہل ذمہ بھی تمھین اسی طرح کہتے ہین کہ ہم اہل اسلام کے اخبار پر وثوق نہین رکھتے جو وہ معجزات اور شریعت اپنے پیغمبرؐ کی نقل کرتے ہین پھر جو تمھارا جواب بہ نسبت اہل ذمہ کے ہوگا وہی امامیہ کا جواب بہ نسبت تمھارے ہی اور یہ بھی امر غریب ہی کہ جب شیعہ کسی روایت سے انکے جملہ روایات ثابتہ صریحہ کہ محدثین اہلسنت نے اُسے کتب معتبرہ مین روایت کیا ہو اور کسی نے رواۃ سلف سے اور ناقدین اخبار سے اسکے بطلان پر نص کی ہو تمسک کرے اور احتجاج چاہے تو محض اس سبب سے کہ وہ متضمن کسی فضیلت پر جناب امیر المومنین علی علیہ السلام کی یا انکے اہلبیت کی ہو یا دلیل آنحضرت کے وصی اور خلیفہ ہونے کی بوجہ من الوجوہ ہو کہ اُسے استدلال کر سکین تو پہلے بطریق لزوم اُسمین قدح مطلق کرتے ہین بعد اسکے طرح طرح کے حیلہ کرتے ہین مثل اسکے کہ کبھی اسکی سند کو ضعیف کرتے ہین کبھی معنی کے اسکے ابطال کرتے ہین کبھی تعمیم کبھی تخصیص کرتے ہین کبھی کہتے ہین کہ یہ اور کتابون مین کتب حدیث سے مذکور نہین ہی خاص ایک کتاب مین ہی کبھی اس فضیلت کی تحقیر یا تہجین کرتے ہین کبھی شک و التباس کو واقع کرتے ہین کبھی اپنی خواہش کے موافق تاویل بعید و رکیک اسکی کرتے ہین بالجملہ کسی طرح راضی نہین ہوتے کہ اس سے باز رہین یہان تک کہ یہ معلوم ہوتا ہی کہ گویا خدا اور رسول کی طرف سے یہ مامور اسلیے ہین کہ آنحضرت کے فضائل سے انکار کرین اور قدر و منزلت کو انکی کم کرین اور ذکر کو ان جناب کے نسیاً منسیاً کرائین اور اکثر انکے اس تعصب شنیع کی قباحت سے مضائقہ نہین کرتے یریدون ان یطفئوا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون اور اسی سبب سے اکثر صاحبان انصاف و عقول سلیمہ نے وثوق تمام فضائل اہلبیت علیہم السلام اور انکی امامت کی حجت کا ظاہر ہونا حاصل اور یقین کیا ہی بالجملہ یہ تعصب اول خرابی ہی جس سے حق تک نہین پہونچ سکتے اور حاصل ان باتون کا یہ ہی کہ جو شیعہ کہتے ہین کہ امامت نص کے ذریعہ سے ثابت ہوتی ہی اور امیر المومنین علی ابن ابیطالبؑ کی امامت پر نص پیغمبر خدا نے فرمائی تھی اس سے انکار کرین اور اسی لیے کہتے ہین کہ اگر نص ہوتی تو یقینی اصحاب نبی اوسے تمسک کرتے اور تعیین خلیفہ مین اُسے عدول نہ کرتے اور اگر امیر المومنین علیہ السلام منصوص ہوتے تو اپنے نصوص سے احتجاج کرکے مدعیان ریاست سے انکار کرتے لیکن طالب حق کو بنظر انصاف اسکا دیکھنا چاہیے کہ آج بھی بہت سے نصوص موجود ہین اور اعیان امت سے ایک جماعت اسکا اظہار کرتے ہین بلکہ انکے اکثر کی صحت پر اتفاق مسلمانون کا واقع ہی اور ہرگز نہ ریاست نہ سلطنت درمیان مین ہی کہ وہ بڑا باعث اسکا ہو کہ اس سے انکار کرین یا انکے الفاظ و معانی کی تاویل کرین بالجملہ دنیا کے جتنی دواعی ہین خواہ انواع طمع

یا حسد یا دشمنیان جس سے اکثر افسوس انسانی خالی نہین رہتے اور اُسوقت وہ سب تھے اب اُنمین سے کچھ باقی نہین ہو اور صدہا برس اُن وقایع کو گذر گئے ہین اور آج بحسب ظاہر کوئی غرض اُس سے سوا اسکے کہ مسئلہ دینیہ کا علم جو درمیان مین ہی علی ماھی علیہ حاصل کیا جاے نہین ہی مگر پھر بھی علماے اُنکے محض تبعیت کے لیے اپنے اسلاف کے کیا کیا تعصبات شنیعہ واضحہ ظاہر ہوتی ہین پھر اسی طرح اُن زمانون کا قیاس اُن عصرون پر کر کے جاننا چاہیے کہ جہان جب ریاست اور دواعی دنیا سب طرح کے موجود تھے وہان کیا کیا حق تلفیان اور تعصبات و چشم پوشیان نہوئی ہونگی اور شیعہ اسوقت اگرچہ ہزارون سے زیادہ ہین اور علما بھی اُنکے صدہا سے بفضلہ افزون ہین لیکن کیا ہوتا ہی حضرات اہلسنت جو اپنے اسلاف کے پیرو ہین کب متوجہ حق کی طرف ہوتے ہین اور کب داد انصاف دیتے ہین اور آوازہ اہل حق پر کان رکھتے ہین اسی طرح جو چند صحاب نبی سے اہل حق تھے اُنھون نے کیا کیا نہ کہا اور کیسا کیسا نہ سمجھایا پھر کسنے سنا اور علی ابن ابیطالب نے کیا کیا کتاب و سنت ثابتہ سے احتجاج نہ فرمایا لیکن کون متوجہ ہوا جیسا کہ انشاء اللہ اپنے مقام پر اسکا بیان ہوگا پھر یہ استبعاد اُنکا بیکار ہی وقطعاً انارۃ چہارم اصحاب نبی کے بیان احوال مین ہی اور یہ کہ محض صحابی ہونے سے حکم قطعی کرنا کہ وہ مومن تھا اور عقبات سے اُسنے نجات پائی اور درجہ ہاے بلند پر سعادات کے فائز ہوا لازم نہین ہو سکتا اور عمدہ اصل اور قوی حجت حضرات اہلسنت کی جسپر اپنی اثبات مذہب کی اُنھون نے بنا رکھی ہی وہی ہی کہ اسلاف کی تنزیہ کرتے ہین اور اُنکے افعال کو حجت گردانتے ہین اور جب بتامل صحیح دیکھا جاتا ہی تو معلوم ہوتا ہی کہ اُنکے عقائد کی بنا سوا اسکے اور کسی اصل پر نہین ہی اور محض اسی استحسان سے احتجاج کر کے کہتے ہین کہ وہ جماعت کہ جسنے شرف صحبت و خدمت پیغمبر خدا کا پایا تھا اور آنحضرت کے اخلاق و اعمال کا عمر بھر استفادہ کیا تھا اور اُنکے دین کی تقویت کی تھی اور اُنکی شان مین فضائل و مناقب وارد ہوے ہین اور مورد الطاف رسول خدا رہے ہین البتہ واجب التعظیم اور محل اعتماد ہونگے اور کبھی بعض آیات قرآنی سے جو فضل صحابہ مین وارد ہوئی ہین استدلال کر کے یہ گمان کرتے ہین کہ یہ آیات بطریق عموم اور علی الاطلاق جماعہ صحابہ کی فضیلت پر دلالت کرتی ہین اور کسی قید کے ساتھ مشروط و مقید یا کسی شرط کے ساتھ مخصوص نہین ہین مثل کریمہ الذین ھاجروا واخرجوا من دیارھم واوذوا فی سبیلی وقاتلوا وقتلوا لاکفرن عنھم سیاٰتھم ولادخلنھم جنات تجری من تحتھا الانھار ثوابا من عند اللہ واللہ عندہ حسن الثواب ومثل قولہ سبحانہ وتعالی ان الذین اٰمنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ والذین اٰووا ونصروا اولئک ھم المومنون حقا لھم مغفرۃ ورزق کریم وایضاً والسابقون الاولون من المھاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ واعد لھم جنات تجری من تحتھا الانھار خالدین فیھا ذلک الفوز العظیم اسی طرح کبھی اُن احادیث سے جنکا حال مذکور ہوا اور وہ خود اُنھین کی روایت کی ہوئی ہین اور صحابہ کی فضیلت پر دلالت کرتی ہین خواہ عموماً یا خصوصاً استناد و موید ہوتے ہین مثل روایت اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم اور روایت خیر امتی قرنی ثم الذی یلیہ ثم الذی یلیہ الخ اور روایت اطلع اللہ تعالی علی اھل بدر فقال اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم اور روایت لایدخل النار احد

ممن بایع تحت الشجرة اور روایت ان ابابکر وعمر سیدا کہول اهل الجنة اور سوا اسکے جو بجائے خود مذکور ہونگی انشاء اللہ تعالی
اور وہ سب زمان بنی امیہ کی موضوعات سے ہین اور اکثر انکی ظاہر البطلان ہین اور معنی کی راہ سے غیر مستقیم ہین اسی لیے جو
اہلسنت سے ناقدین اخبار ہین اُنمین سے بھی ایک جماعت نے اُن روایات کی وضع اور جرح کی طرف اشارہ کیا ہی اور صحیح یہ
کہ جو اختلاف و نزاع مسئلہ جواز لعن مین منافقین و فاسقین و ظالمین منحرفین صحابہ پر اور عدم جواز لعن مین انپر واقع ہی وہ
اسی اصل پہ متفرع ہوتی ہی کیونکہ جو معتقد تعظیم جملہ صحابہ کی کرتے ہین وہ لعن کرنا اصحاب پر جائز نہین جانتے اور جو اہل اسلام سے
اچھون کو اچھا اور برون کو برا جانتے ہین موافق حقیقت امر کے وہ تجویز کرتے ہین اور قول اس بارے مین جسے طالب حق
اور صاحب عقل سلیم قبول کرے یہ ہی کہ لائق و سزاوار یہ ہی کہ اصحاب سے ایسا اوصاف ہت سب اتقیا اور ابرار اور ستودہ کار ہین
کہ انھون نے بعد اسلام علم نبی سے حاصل کیا اور صورت و سیرت پیغمبر خدا کو دیکھا انکے واسطے یہ زیبا تھا کہ بڑے صاحبان علم و یقین
اور بڑے عمل کرنے والے احکام شرعیہ پر ہوتے اور اہل اسلام سے یہ بات کون نہین چاہتا اور یہ کس مسلمان کے سبب خنکی چشم کا
نہین ہی کیونکہ اسمین کمال ظہور ہدایت نبی کا بھی ہوتا لیکن حقیقت مین بحسب اختلاف استعدادات حال برخلاف اسکے واقع ہی
اور اول تو کوئی دلیل عقلی کی اقامہ ممکن ہی نہ کوئی حجت نقلی اس دعوے کے واسطے مثبت ہی بلکہ خود بعض علماے حضرات اہلسنت نے
بھی کلمہ انصاف کو اختیار کیا ہی جیسا کہ علامہ تفتازانی نے شرح مقاصد مین کہا ہی وما وقع بین الصحابة من المحاربات والمشاجرات
علی الوجه المسطور فی کتب التواریخ والمذکور علی السنة الثقات یدل بظاهره علی ان بعضهم قد حاد عن طریق الحق
وبلغ حد الظلم والفسق وکان الباعث علیه الحقد والعناد والحسد واللداد وطلب الملک والریاسات والمیل الی
اللذات والشهوات اذ لیس کل صحابی معصوما ولا کل من لقی النبی بالخیر موسوما الخ
اور اس سے کچھ ہدایت نبی مین بھی کسی طرح نقص نہین آسکتا کیونکہ آنحضرت نے سبکی تکمیل ہدایت مین چاہی لیکن بحسب استعداد و قابلیت
ہر ایک نے اثر ہدایت کو قبول کیا اور یہ خصوصیت اسی امت کی نہین ہی بلکہ پیغمبران سابق کے بھی اصحابون مین اچھے برے ملے
ہوے تھے اور کسی نے امتہاے سابقہ سے بھی یہ دعوی نہین کیا کہ جمیع معاصرین پیغمبران سابق کے منزہ تھے اور اسمین کچھ شک
نہین ہی کہ ایمان و عدالت امر اکتسابی ہی اصل خلقت مین جمیع خلق اسپر مفطور نہین اور اس معنی مین صحابی اور غیر صحابی برابر ہین
اور ایمان و عدالت کا ثبوت دلیل کا محتاج ہی اور بعد ثبوت کے بعد بھی موقوف اسپر ہی کہ وہ شخص تا مرگ اپنی اسپر باقی رہے اور
خاتمہ بخیر ہوا اور اسمین کوئی شبہ نہین ہی کہ حال صحابہ کے ایمان کا مختلف تھا بعض اُنمین سے اعلی مرتبہ یقین مین تھے اور عدالت انکے
نقص و تغیر سے مصئون تھی اور عصمت اسی کا نام ہی اور بعضے کم مرتبہ مین تھے یہان تک کہ ایک جماعت کا ایمان محض کلمہ
شہادتین کا منہ سے کہنا اور بعض اعمال شرعیہ کا بجالانا تھا تاکہ پیغمبر خدا انکے اسلام سے انکار نہ فرمائین اور اصلا حقیقت اسلام کی
انھین مظنون نہ تھی چہ جاے یقین و تصدیق اور اسمین بھی محل شبہ و شک نہین ہی کہ منافقین پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کی
صحبت مین حاضر ہوتے تھے اور آنحضرت کے ساتھ بیٹھتے تھے اور مخاطبات اُنسے واقع ہوتے تھے اور موسوم باسم صحابہ تھے

اور وہ سب نفاق سے معروف و ممتاز نہ تھے جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے و من اہل المدینۃ مردوا علی النفاق لا تعلمہم نحن نعلمہم سنعذبہم مرتین ثم یردون الی عذاب عظیم اور پھر فرماتا ہے و اذا ما انزلت سورۃ نظر بعضہم الی بعض ہل یریکم من احد ثم انصرفوا صرف اللہ قلوبہم بانہم قوم لا یفقہون و من الناس من یقول آمنا باللہ و بالیوم الآخر و ما ہم بمؤمنین یخادعون اللہ والذین آمنوا و ما یخدعون الا انفسہم و ما یشعرون فی قلوبہم مرض فزادہم اللہ مرضا و لہم عذاب الیم بما کانوا یکذبون اور پھر فرماتا ہے یحلفون لکم لترضوا عنہم فان ترضوا عنہم فان اللہ لا یرضی عن القوم الفاسقین اور پھر فرماتا ہے یحلفون باللہ انہم لمنکم و ما ہم منکم و لکنہم قوم یفرقون اب بانصاف دیکھنا چاہیے کہ جو قسمین کھا کر کہتے تھے کہ ہم تمسے ہین وہ غیر صحابی تھے یا جو پیغمبر کے ساتھ نماز مین شریک ہوتے تھے وہ اہل صحبت نہ تھے جنکی حکایت حق تعالیٰ فرماتا ہے و اذا قاموا الی الصلوۃ قاموا کسالی یراؤن الناس و لا یذکرون اللہ الا قلیلا اور فرماتا ہے و لا ینفقون الا و ہم کارہون اور فرماتا ہے و اذا رایتہم تعجبک اجسامہم و ان یقولوا تسمع لقولہم کانہم خشب مسندۃ یحسبون کل صیحۃ علیہم ہم العدو فاحذرہم قاتلہم اللہ انی یؤفکون اور فرماتا ہے قالت الاعراب آمنا قل لم تؤمنوا و لکن قولوا اسلمنا و لما یدخل الایمان فی قلوبکم اور فرماتا ہے قل لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم اور جب اپنے پیغمبرؐ کو فی الجملہ انکے حال سے آگاہ فرما چکا تو فرماتا ہے و لو نشاء لاریناکہم فلعرفتہم بسیماہم و لتعرفنہم فی لحن القول اور اگر صحابیون مین پیغمبر خدا کے سب اچھے تھے تو کس نے حضرت موسیٰ کے صاحب سے جو بلعم تھا خبر دیکر فرماتا ہے و اتل علیہم نبا الذی آتیناہ آیاتنا فانسلخ منہا فاتبعہ الشیطان فکان من الغاوین و لو شئنا لرفعناہ بہا و لکنہ اخلد الی الارض و اتبع ہواہ فمثلہ کمثل الکلب ان تحمل علیہ یلہث او تترکہ یلہث ذلک مثل القوم الذین کذبوا بآیاتنا فاقصص القصص لعلہم یتفکرون اسی طرح بہت سی آیات ہین جو سپر دلالت کرتی ہین کہ اصحاب و سلاف امت مین بھی برے تھے اور اس سے انکار کسی طرح ممکن نہین اب ہم اہل انصاف سے پوچھتے ہین کہ اگر صحابی سب اچھے تھے تو یہ آیات قرآنی کسکے بارے مین نازل ہوے اور وہ کون لوگ تھے اور آیات قرآنی کی طرف اشارہ ہو چکا اسی طرح سنت ثابتہ بھی اسپر دلالت صریح کرتی ہے جیسا کہ محمد بن اسمٰعیل بخاری نے اپنے صحیح مین روایت کی ہے حدثنا شعبہ قال اخبرنا المغیرۃ بن نعمان قال سمعت سعید بن جبیر عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال خطب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ فقال یا ایہا الناس انکم محشورون الی اللہ حفاۃ عراۃ ثم قال کما بدانا اول خلق نعیدہ وعدا علینا انا کنا فاعلین یعنی خطبہ فرمایا پیغمبر خدا نے پس فرمایا اسمین اے گروہ آدمیان تم اٹھائے جاؤگے خدا کی طرف درحالیکہ برہنہ پا اور برہنہ بدن ہوگے اور پھر آیت کو تلاوت فرمایا جسکے معنی ظاہری یہ ہین کہ جسطرح مین نے پہلے پیدا کیا اسی طرح پھر دوبارہ اسی حالت پر اپنی مخلوقات کو بلاؤنگا اور یہ ہمارا وعدہ ہے کہ ہم اسے کرینگے ثم قال الا و ان اول خلق یکسی ابراہیم الا و انہ سیجاء برجال من امتی فیؤخذ بہم ذات الشمال فاقول یا رب اصحابی فیقول انک لا تدری ما احدثوا بعدک فاقول کما قال العبد الصالح و کنت شہیدا ما دمت فیہم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب و انت علی کل شیء شہید

ان تعذبهم فانهم عبادك فيقال ان هولاء مرتدين على اعقابهم منذ فارقتهم یعنی پھر فرمایا کہ آگاہ ہو کہ اول خلق مخلوقات
الہی سے جسے کپڑے پہنائے جائینگے وہ ابراہیم علیہ السلام ہین آگاہ ہو کہ قریب ہی کہ لائینگے کچھ لوگ میری امت سے پس لیے چلینگے
انکو جانب دست چپ پس اسوقت مین کہونگا کہ ای پروردگار میرے یہ تو میرے اصحاب ہین اسکے جواب مین حق تعالی فرمائیگا تو نہین
جانتا کہ انھون نے بعد تیرے کیا احداث کیا پس اسوقت مین وہ کہونگا جو بندہ صالح عیسی ابن مریم نے کہا کہ جب تک مین انمین تھا
انکے ظاہر حال کو جانتا تھا اور جب تو نے مجھے وفات دی پھر مجھے کیا معلوم ہی اور تو انکے ہر حال سے آگاہ ہی کیا میرے انکے
ساتھ رہنے کے وقت سے اور کیا اس حال سے جب مین رحلت کر آیا اور مین نہ تھا اگر تو انپر عذاب کریگا تو وہ تیرے بندے
ہین پھر اسکے جواب مین مجھسے فرمایا جائیگا کہ جسوقت سے کہ تو انسے جدا ہوا اسوقت سے وہ ہمیشہ الٹے چلے یعنی دین و ملت کو
تمھاری انھون نے چھوڑا اور مرتد ہو گئے اور صحیح مسلم مین دوسری روایت سے عبارت یہ ہی انهم لمرتدين على اعقابهم
منذ فارقتهم اور حاصل اسکا بھی قریب ہی اول کے اور دوسری روایت سے ہی فاقول سحقا لمن بدل بعدی یعنی
مین کہونگا کہ خدا دور کرے یعنی معذب کرے جسنے میرے بعد دین کو بدلا اور میرے خلاف ارشاد عمل مین لایا اسی طرح
اور بھی روایات صحیحہ صحابیون کی کفر و ارتداد پر دلالت کرتی ہین کتاب مشکواۃ کی اول کتاب ایمان مین مروی ہی کہ قال رسول
الله صلى الله عليه واله المسلم من سلم المسلمون من يده ولسانه والمهاجر من هاجر ما نهى الله عنه یعنی فرمایا پیغمبر خدا صلی اللہ
علیہ آلہ نے کہ مسلم وہ ہی کہ سلامتی پائین مسلمان اسکے ہاتھ اور زبان سے اور مہاجر وہ ہی جو ترک کرے اس چیز کو جسکے عمل مین لانے سے
خدا نے نہی فرمائی ہو الحدیث اور شارح ابہری نے کہا ہی کہ پیغمبر خدا نے مہاجرین کو اعلام فرمایا کہ تمپر واجب ہی کہ مناہی الہی سے
مہاجرت کرو تاکہ ہجرت تمپر درست و تمام ہو اور چاہیے کہ تنہا اپنے مدینہ کی ہجرت پر اعتماد نہ کرو انتہی اب جو شخص کہ اصول عقلیہ اور
شرعیہ کا پہچاننے والا ہی اسپر واضح ہوگا کہ سوا اُس جماعت کے جنکے لیے باتفاق امت نصوص قرآنی اور سنت نبوی انکی
عصمت پر شاہد ہین اور یہ بات کہ وہ قرآن و حق سے کبھی جدا نہونگے انکی شان مین وارد ہی اور وہ اہلبیت رسالت اور عترت
طاہرین معصومین پیغمبر خدا کے ہین باقی اور جتنے صحابہ اور صحابیات ہین انکا حکم سائر خلق کا ہی کہ انکے حال کی تحقیق کرنے کے بعد
منصف کو چاہیے کہ عادل کو بعدالت اور فاسق کو بفسق اور کافر کو بارتداد موصوف جانین اور منسوب کرین اور جنکا حال
معلوم نہین انھین علم خدا و رسول پر چھوڑین اور کوئی مدح اور مذمت جب تک کہ دلیل اسکی نہ پائین نہ کرین بالجملہ چونکہ حضرات
اہلسنت کی احتجاج قوی یہی کہ صحابہ و تابعین عموما سب اچھے تھے اور افعال انکے لائق اختیار و پیروی کے ہین اسلیے ضرور ہوا
کہ یہان پر تھوڑا سا ذکر صحابہ کا مجملا کیا جائے تا سب بصیرت طالب حق کا ہو اور اسکے لیے ایک حکایت یاد آئی کہ اسکا کچھ
خلاصہ ذکر کرتا ہون شیخ علی حزین نے عبد الحمید بن ابی الحدید مدائنی سے کہ اسنے مجلد ثانی شرح نہج البلاغہ کے آخر مین
نقل کیا ہی کہ ایک روز مین نقیب ابو جعفر یحیی بن محمد بصری کی خدمت مین جو انکے بڑے اساتذہ مین سے ہین حاضر ہوا
اور وہ سنہ ششصد و یازدہ ہجری کا زمانہ ہی اسوقت ایک جماعت اہل علم سے نقیب مذکور کی خدمت مین حاضر تھی

اور ایک طالب العلم اغانی ابو الفرج کو پڑھتا تھا شیخ سے اُسمین مغیرہ بن شعبہ کا ذکر درمیان مین آیا اور حضار مجلس نے اُسمین اختلاف
کیا بعض نے اُسکی مذمت کی بعض نے مدح کی چند شخصون نے سکوت کیا ایک شخص فقہاے شافعیہ سے کہ وہ کلام مین اشاعرہ کا
مسلک رکھتا تھا حاضر تھا اُسنے کہا کہ جمیع صحابہ کی نسبت امساک کرنا واجب ہی اور وہ سب ایک تھے اور باہم دوست تھے اور
کبھی اُنمین اختلاف نہین ہوا اور پیغمبر نے اُنکی مدح فرمائی ہی اور پھر اُسنے استدلال کیا کلام سے ابو المعالی جوینی کے کہ اُسنے منع کیا ہی اور
جو احادیث فاضل مذکور نے اپنے مذہب کی معین نقل کی تھی اُسے پڑھا جب اُس فقیہ کا بیان تمام ہوا تو شیخ ابو جعفر نقیب نے کہا
کہ مین آج بیمار ایسا ہون کہ بات کرنا دشوار ہی لیکن مین نے ابو المعالی کا جواب لکھا ہی اُسے تمہین دکھاتا ہون تا کہ جدال سے
مستغنی ہو یہ کہکر کتابون کے بیچ مین سے ایک جزو نکالا اور مجھے پڑھنے کو دیا مین نے اُسے پڑھا اور سب حضار مجلس نے اُسکی
تحسین کی یہ لکھکر اُسکا خلاصہ شیخ نے لکھا ہی مین اُسکے بھی بعض فقرات کو نقل کرتا ہون اگرچہ وہ سب لائق ملاحظہ ہی لیکن مجھے بہت کچھ
لکھنا ہی اُس سے زیادہ طول دینا مناسب نہین جانتا بالجملہ شیخ نقیب کہتا ہی کہ اگر صحابہ اپنے نفس کے نزدیک بھی یہ مقام
و منزلت رکھتے ہوتے تو اُنکے احوال سے معلوم ہوتا کیونکہ یقینی جو عوام اُنکی بہ نسبت کہتے ہین اُس سے زیادہ وہ اپنے محل سے
اعرف ہوتے اور جو کوئی اُنکے افعال کا اور جو اُنکا سلوک اپنی آپسمین ایک کا دوسرے کے ساتھ تھا ملاحظہ کرتا ہی وہ یقینی جانتا ہی کہ
جو سوء ظن اشخاص کے دلون مین صحابہ کی طرف سے جاگزین ہی فقیہ اُسکے برخلاف موجود ہی دیکھو کہ علیؑ اور عمار اور ابو الہیثم بن تیہان
اور خزیمہ بن ثابت اور جتنے مہاجر و انصار کہ علی علیہ السلام کے ساتھ تھے وہ طلحہ و زبیر کے حال سے غافل نہین ہوے اور جو کچھ کہ
کیا وہ کیا اُنکے ساتھ بھی اور جو اُنکے ہمراہی تھے اُنکے ساتھ بھی اور وہ وہ امور ہین کہ آج اسے کوئی کسی کے ساتھ نہین کرتا مگر جو واجب القتل
اور کافر ہون اسی طرح سے طلحہ و زبیر و عائشہ نے اور جو اُنکے ساتھ تھے بھلا خود داری کسی بارے مین علی ابن ابیطالبؑ کے ساتھ کی
یہان تک کہ حضرت کے ساتھ وہ کام کیا جو متغلب کے ساتھ کرتے ہین اور ذرا دیکھو کہ معاویہ اور عمرو عاص علی علیہ السلام کو نہ دیکھتے تھے
مگر اُس آنکھ سے کہ جس سے آج اراذل عوام ایک دوسرے کو دیکھتے ہین اور کچھ کوتاہی تلوار مارنے مین اُنپر اور لعن کرنے مین اُن جناب پر
اور اُنکی اولاد امجاد اور اُنکے اصحابون پر نہ کی اور جس جس صحابی کو اُنکے ممکن ہوا قتل کیا اور اسی طرح علی ابن ابیطالبؑ معاویہ اور عمرو
اور ابو موسی اشعری اور ابو الاعور سلمی پر نماز واجب مین اپنی لعن فرماتے تھے اور یہ دیکھو کہ سعد بن وقاص اور محمد بن سلمہ اور اسامہ بن زید
اور سعید بن زید بن عمرو اور عبد اللہ ابن عمر اور حسان بن ثابت اور انس بن مالک اُن سبکا اعتقاد یہ تھا کہ نہ اعانت علی کی جنگ طلحہ و
زبیر مین اور نہ طلحہ و زبیر کی اعانت جنگ علی مین کرنی چاہیے اور اُنکے زعم مین یہ تھا کہ ہم ڈرتے ہین کہ مبادا اِس لڑائی مین علی
گنہگار اور غلط کار ہون اور اسی طرح اُسکا ڈر ہی کہ طلحہ و زبیر گنہگار ہون اور حالانکہ طلحہ و زبیر باجماع اہلسنت جمیع اُن صحابہ سے
افضل ہین جنکا شمار کیا گیا ہی اور دیکھا چاہیے کہ عثمان نے ابو ذر غفاری کو اِسطرح زندان مین بھیجوایا کہ جس صورت سے کوئی
بے دینون کا دور اور گنہگارون کا اخراج کرے اور عمار و ابن مسعود نے جو سلوک عثمان کے ساتھ کیا وہ سبکو معلوم ہی اور
اُنکے زعم مین عثمان نے چند کام ایسے کیے تھے کہ وہ اُسکا مستحق تھا اور ہر چند اُسے وعظ کی لیکن کچھ فائدہ نہوا اور جو کچھ کہ

عثمان نے اُن دونون کے ساتھ کیا تھا وہ بھی سنا ہوگا اور معلوم ہی پھر سب صحابہ نے اور قوم مصری نے ملکر جو عثمان کے ساتھ کیا وہ ایسی بات ہی کہ خلق عالم جانتے ہین اور عمر ابن خطاب نے زبیر کے قصہ مین جبکہ اُسنے اذن جنگ چاہی تو کہا ہی کہ مین نے یہ راہ کب اختیار کی ہی کہ مبادا اصحاب محمدؐ باہر نکل کے درمیان مردم متفرق ہون اور خلق کو گمراہی مین ڈالین اور پھر عمر علی و عباس سے کہتا ہی کہ تم ابو بکر کو اور مجھے کاذب و فاجر جانتے ہو اور دونون مین سے کوئی اسکا غو نہین کرتے اور اِس قول کی رد نہین کرتے اور اسی طرح بہ نسبت عمر کے انکار نہین کرتے کہ وہ خلق کے گمراہ کرنے کی نسبت اصحاب پیغمبر کی طرف کیون دیتا ہی اور اسی طرح عثمان سے انکار نہین کرتے کہ تو ابوذر کی پیٹھ کو کیون پائمال کرتا ہی اور اُس نیک بخت کی پہلو کی ہڈیان کیون توڑتا ہی اور نہ کوئی عمار و ابن مسعود پر انکار کرتا ہی کہ تم خلیفہ کے حق مین ایسی باتین کیون کہتے ہو بالجملہ صحابہ مین سے کوئی مثل ایسے مقامات کے ایک دوسرے پر انکار نہین کرتا مثل اُس انکار کے جو آج عوام خلق حدیث صحابہ مین خوض و فکر کرنے سے انکار و منع کرتے ہین اور صحابہ اپنے بارے مین وہ اعتقاد جو عوام انکے بارے رکھتے ہین نہ رکھتے تھے مگر یہ کہنا چاہیے کہ اُسوقت کے عوام حال صحابہ سے اعرف ہین اور اُنسے بہتر حال انکا جانتے ہین اور بھی جب تک علی و فاطمہ و عباس زندہ رہے اِس کلمہ سے انکار کرتے رہے کہ روایت نحن معاشر الانبیاء لا نورث کہ ابو بکر نے اُسے روایت کیا ہی دروغ محض ہی اور خود اُسنے اُسے بنایا ہی اور کہتے تھے کہ کیونکر ہوسکتا ہی کہ پیغمبر خدا ہمسے پوشیدہ کرین اور دوسرون کو بتائین اور سکھائین اور ورثہ ہم ہین اور ہم سب سے زیادہ سزاوار اسکے ہین کہ یہ حکم ہمین تعلیم کیا جاتا اور دیکھیے عمر ابن الخطاب گواہی دیتا ہی اہل شوریٰ کے واسطے کہ پیغمبر خدا نے رحلت فرمائی اور اُنسے راضی تھے اور پھر حکم کرتا ہی انکی گردن مارنے کو اگر انفصال امامت مین تاخیر کرین اور یہ حکم بعد اسکے ہی کہ ہر ایک کے واسطے ایک عیب بیان کیا اور اُنکے حق مین چند باتین ایسی کہین کہ اگر آج عوام کسی سے سنین تو ہر آئینہ اُسکی گردن مین رسی ڈالکر مینچ کھینچتے ہوے حاکم کے گھر تک لیجائین اور وہان جاکر اُسکے رفض پر گواہی دین اور اُسکے خون کو حلال جانین پھر اگر طعن کرنا بعض صحابہ مین رفض ہو تو عمر ابن الخطاب سب سے زیادہ رافضی ہی اور سب روافض کا امام ہوگا نہین دیکھتے کہ شاع و حد اشتہار سے بھی گذر گیا ہی کہ اُسنے کہا کانت بیعة ابی بکر فلتة وقی الله المسلمین شرها فمن عاد الی مثلها فاقتلوه اور یہ طعن و قدح بیعت مین جلی ہی اور عبد الرحمن پسر ابی بکر کے حق مین کہا ہی اُسنے کہ دُوَیبَة سوء ولهو خیر من ابیه اور سعد بن عبادہ کے حق مین جو سردار اور رئیس انصار کا تھا اُسنے کہا ہی اقتلوا سعدا قتل الله سعدا اقتلوه فانه منافق اسطرح ابو ہریرہ کو گالیان دیتا تھا اور اُسکی روایت مین طعن کرتا تھا اور خالد بن ولید کو گالیان دین اور اُسکے دین مین طعن کی اور اُسکے فسق اور وجوب قتل کا حکم کیا اور اسی طرح عمرو بن عاص اور معویہ کو منسوب طرف چوری اور خیانت کے مال غنیمت وغیرہ مین کیا اور عادت عمر کی یہی تھی کہ اذیت رسانی مین دیر نہ کرتا تھا اور ہر شخص کی بہ نسبت سب و شتم بہت کرتا تھا اور بہت کم صحابہ سے ہونگے جو اُسکے ہاتھ و زبان سے سالم رہے ہون پس آیا لائق نہ تھا کہ عمر صحابہ کے

احترام کی نگاہداشت کرتا جیسا کہ عامہ احترام کرتے ہین پھر یا عمر خطا پر تھا یا عامہ خلق خطا پر ہین اگر کوئی کہے کہ شتم و ضرب و ایذا عمر نہ کرتا تھا مگر اُسی شخص کو جو گنہگار اور مستحق اُسکا ہوتا تھا تو ہم کہینگے کہ مگر ہم کیا دوری ڈھونڈھتے ہین اور دشمنی رکھتے ہین اُس سے جو غیر مستحق ہو حاشا و کلا کہ اُسکے سوا کوئی اور بات نہین ہی اور کوئی مسلمان اور کوئی عاقل اُسکا قائل نہین ہوا اور میری غرض اِس طول کلام سے یہ ہی کہ اِس مطلب کو واضح کر دون کہ اصحاب نبی بھی ایک قوم تھے آدمیون سے اور حکم اُنکا حکم سائر خلق کا ہی فضائل بھی اُنکے مثل دوسرون کے ہین اور معائب بھی اُنکے مثل اورون کے معائب کے ہین جو بدکار اُنمین ہین اُنکی ہم مذمت کرتے ہین اور جو اُنمین نیکوکار ہین اُنکی مدح کرتے ہین اُنکی بزرگی سائر مسلمین پر سوا اُسکے نہین ہی کہ اُنھون نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ کا زمانہ مشاہدہ کیا تھا اِسی قدر فضیلت اُنکے واسطے ہی کہ وہ آنحضرت کے معاصر تھے اور اُنھون نے ملاقات کی توفیق پائی تھی لیکن بسا ہی کہ اُنکے گناہ اور دوسرون کے گناہ سے افحش ہون کیونکہ اُنھون نے نبوت کے آثار اور معجزات اُن جناب کے اپنی آنکھ سے دیکھے تھے اور آداب و شریعت کو اپنے کان سے سُنا تھا اور اُنکے عقیدے مرتبہ بداہت اور سرحد ضرورت تک پہونچے تھے اور ہمنے نہ کچھ دیکھا نہ سنا جیسا کہ اُنھون نے دیکھا اور سنا ہمارے عقیدے محض نظر و فکر کے ذریعے سے حاصل ہوے اور ایسا عقیدہ شکوک و شبہات کے عروض سے قریب ہوتا ہی پھر ہو سکتا ہی کہ ہمارے گناہ سہل تر ہون کیونکہ ہم اُنسے معذور تر ہین اور اب پھر مین جو کلام کر رہا تھا اُسی کی طرف رجوع کر کے کہتا ہون کہ ام المومنین عائشہ پیراہن رسول خدا کو نکال کر سبکو دکھاتی تھین اور کہتی تھین کہ یہ پیراہن پیغمبر خدا کا ہی کہ ابھی پرانا نہین ہوا اور عثمان نے آنحضرت کی سنت کو کہنہ کر ڈالا پھر کہتی تھین اقتلوا نعثلاً قتل اللہ نعثلاً اور اتنے کہنے پر بھی اکتفا نہ کرتی تھین بلکہ کہتی تھین اشہد ان عثمان جیفہ علی الصراط غداً اور بعض مردم کو یہین یہ گمان ہی کہ یہ حدیث ہی کہ ام المومنین نے اُسے روایت کیا ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ یہ عائشہ کا کلام ہی اور شک نہین ہی کہ اگر آج کوئی اُسے کم بھی کہے تو عامہ اُسے زندیق کہین پھر اُسکے بعد اعیان صحابہ اور جمہور تابعین نے عثمان کو محصور کیا اور کسی نے اِس سے انکار نہ کیا اور اُسے بڑی بات نہ جانا اور اُسکے دفع کرنے مین سعی نہ کی بلکہ زجر و انکار اُس شخص پر کرتے تھے جو اُسے جائز نہ جانتا تھا اور یہ جانتا تھا کہ عثمان ایک مرد ہی بڑے صحابیون سے پیغمبر خدا کے اور سب سے زیادہ اشراف ہی اور بہ نسبت ابا بکر و عمر کے پیغمبر خدا سے نزدیک تر تھا اور انھین مراتب کی راہ سے امام مسلمین اور خلیفہ خلق ہوا تھا اور امام کا حق رعیت پر بزرگ ہی پھر اگر جمہور اور اکثر صحابہ اور قوم اِس فعل مین راہ صواب پر تھے تو ثابت ہوا کہ یہ حرمت و مقام جو عوام صحابہ کے واسطے اُسکا دعوی کرتے ہین جھوٹ ہی اور اگر جمہور خطا پر تھے اِس فعل مین تو پھر وہ بات پہونچ گئی کہ خطا صحابہ پر جائز ہی جیسا کہ اِس زمانہ مین احاد من الناس پر خطا جائز ہی اور میرا مطلب اسے قدح کرنا اجماع مین نہین ہی اور مین یہ نہین کہتا کہ اجماع حقیقی عثمان کے قتل پر منعقد ہوا تھا لیکن مین یہ کہتا ہون کہ بہت سے صحابہ اور مسلمانون نے کیا عثمان کے ساتھ جو کیا اور خصم اُسے تسلیم کرتا ہی کہ وہ فعل اُنکا خطا و معصیت تھا پھر اِس سے ثابت ہوا کہ جائز ہی کہ صحابی خطا و معصیت پر ہون وھو المطلوب فقط یہان تک ترجمہ کلام ابو جعفر نقیب تھا کہ بعض اُس سے نقل کیا گیا اور بہت کچھ چھوڑ دیا گیا بخوف طول

اگرچہ وہ سب طالب حق کے دیکھنے کے لائق ہی اور کما ہی نقیب مذکور نے کہا اور جس شخص کو یہ منظور ہو کہ صحابہ کی سیرت
اور احوال کو دیکھے وہ نظام کی کتاب کا ملاحظہ کرے اور مین کہتا ہون کہ طالب حق کو اگر خدا ہدایت عطا فرماے
تو یہ مختصر بھی جو ایک مشت نمونہ ہی خروار کا ہی آگاہ و بیدار ہونے کو کافی ہوگا اور بعد بیداری اپنا اطمینان بڑی کتابون سے
کر لیگا اور جانیگا اور پہچانیگا بخوبی کہ اکثر باتین حضرات اہلسنت کی دور از حق اور خفاے حق کے واسطے ہین کچھ
حقیقت نہین ہی شیعون کو منسوب برفض کرتے ہین اسلیے کہ وہ بعض صحاب کو برا کہتے ہین اور نبی کی رعایت نہین کرتے
اور خود بھی سب کچھ کرتے ہین جیسا کہ ابو جعفر مذکور نے اُسے جواب مین لکھا ہی کہ قضیہ قتل عثمان مین دیکھیے خود خوض کرتے ہین
اور قاتلین پر انکے لعن کرتے ہین اور محمد بن ابی بکر کے بارے مین نہ رعایت انکے والد کی کرتے ہین کہ وہ کسکے بیٹے تھے
نہ رعایت انکی بہن کی کرتے ہین جو ام المومنین عائشہ زوجہ رسول تھین اور ہمین منع کرتے ہین کہ خوض نہ کرین اور اپنے تئین
داخل نہ کرین امر مین علی ابن ابیطالب و حسنین علیہم السلام اور معاویہ ظالم متغلب کے جو انکے حقوق کا غاصب تھا اور کیا سبب ہی
کہ جو علی ابن ابیطالب اور حسنین علیہم السلام کے ظالمون پر لعنت کرے تو اُسے تکلف جانتے ہین اور کیا سبب ہی کہ عائشہ کے
امر مین خود داخل ہوتے ہین اور جسنے انہین حمیرا کہا اُس سے بیزاری کرتے ہین حالانکہ یہ انکا لقب تھا اور جسنے انکا کشف ستر کیا
اُسپر لعنت کرتے ہین اور ہمین منع کرتے ہین کہ جناب سیدہ کے امر مین کلام نہ کرین اور جو کچھ بعد وفات فرمانے جناب رسالتمآب کے
صحابہ کے ہاتھ سے گذرا اُسے نہ کہین اگر یہ کہین کہ جناب فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا وعلی ابیہا کے گھر مین نامحرمون کا داخل ہونا
اور آنحضرت کی ہتک ستر کرنا اسلیے تھا کہ امر اسلاف منتظم ہو جاے اور انتشار دفع ہو اور بسبب اسکے تھا کہ تا دیکھنے والے سر
حلقہ اطاعت سے نہ کھینچین اور جماعت برہم نہونے پاے تو ہم بھی کہینگے کہ ہودج عائشہ کا کھولنا اسلیے تھا کہ انھون نے
امام المسلمین پر خروج کیا تھا اور خلق کی اطاعت و انتظام کو مختل کیا تھا اور بڑی جماعت کا مسلمانون سے خون گرایا تھا پہلے
اس سے کہ علی ابن ابیطالب بصرہ مین پہونچین اور جو کچھ انھون نے اور انکے لشکر نے عثمان بن حنیف انصاری اور حکیم بن جبلہ اور اور
صلحاے مسلمین کے ساتھ جو بہر ایمان علی ابن ابیطالب تھے از قسم سفک دماء و نہب اموال کیا وہ کتب تواریخ مین موجود ہین
مجملاً یہ ہی کہ جب انکے زعم مین جناب سیدہ کے گھر مین داخل ہونا اور انکی ہتک ستر کا واقع کرنا اُس امر کے لیے جو واقع
نہین ہوا تھا اور اُس مفسدے کے بند کرنے کو جو مترتب نہین ہوا تھا جائز ہوگا تو ستر عائشہ اُس سبب سے جو واقع ہوا اور
معرض تحقیق کو پہونچ گیا لامحالہ جائز ہونا چاہیے اور کیونکر ہو سکتا ہی کہ تمھارے نزدیک ہتک ستر عائشہ تو ایسا گناہ کبیرہ ہی کہ
اسکے سبب سے مخلد فی النار ہونا واجب ہی اور اسکے فاعل سے برات و بیزاری کرنا محکم ترین ارکان ایمان سے ہی اور
کشف بیت جناب سیدہ کا اور اسمین داخل ہونا اور اُس گھر کے دروازے پر لکڑیان آتش زنی خانہ کے لیے جمع کرنا اور
تہدید کرنا جناب فاطمہ کے گھر کے جلانے کو محکم ترین اساس دین ہی اور موجب ثبات بنیان اسلام ہی اور باعث عزت
مسلمین اور اطفاے آتش فتنہ ہو حالانکہ حرمت دونون کی ایک ہی اور ستر دونون کا واحد ہی ساتھ اسکے پھر واجب ہی کہ کہین کہ

حرمت فاطمہ کی بہت زیادہ ہی اور شان انکی بہت بلند ہی اور انکی صیانت خاطر رسول کے واسطے اولی اور احق ہی کیونکہ وہ
بضعہ پیغمبر خدا ہین اور ایسا ٹکڑا ہین کہ گوشت اور خون سے انحضرت کے ہین اور مثل زنان اجنبیہ کے نہین ہین کہ انکے اور انکے
شوہر کے بیچ مین نسب نہو اور حکم وصلہ بیگانہ جاری رکھتی ہو اور درمیانہ سبب ایک ایسا عقد ہو جو بمنزلہ اجارۂ نفع کے ہو
اور مثل مالک ہونے کنیز کے ہو بیع و شرا کے باعث سے لو اسی جگہ سے ہی کہ علماے فریضہ میراث نے کہا ہی کہ اسباب
توارث سے تین چیزین ہین سبب و نسب و ولا لیکن نسب پس وہ قرابت ہی اور سبب نکاح ہی اور ولا عتق ہی پھر سبب
بالضرور نکاح کو خارج جانتے ہین اور اگر زوجہ صاحب مرتبہ نسب کی ہوتی تو ہر آئینہ بنا اقسام ثلثہ کی دو قسم پر رکھتے نہ
تین پر اور کیونکر ہوسکتا ہی کہ عائشہ یا غیر عائشہ منزلت و مرتبہ مین جناب فاطمہ زہرا کے ساتھ شریک ہوسکین حالانکہ اجماع
سب مسلمانون کا کیا وہ جو انکے دوست ہین اور کیا وہ جو ایسے نہین اسپر واقع ہی کہ فاطمہ سیدہ نساء عالمیان ہین اور کیونکر ہوسکتا ہی
کہ ہمپر یہ لازم کرتی ہین کہ پیغمبر خدا کا حفظ کرو انکی زوجہ کے بارے مین اور ام حبیبہ کا حفظ کرو انکے بھائی معاویہ کے حق مین
اور حالانکہ صحابہ نے اپنے اوپر حفظ پیغمبر کو لازم نہ رکھا انکے داماد اور ابن عم عثمان بن عفان کے بارے مین اور خاص صحابہ نے
اسے مارا اور اسپر لعنت کی اور بہت سے صحابی اسکے زمان خلافت مین اسپر لعن کرتے تھے اور منجملہ انکے عائشہ تھین جو مکرر
کہا کرتی تھین اقتلو نعثلا لعن اللہ نعثلا الخ بالجملہ یہ حال ہی انکے مقولات کا کہ جسکی تعریض و تکذیب انھین کے مشائخ
جو منصف ہین کرتے ہین اور اس سے بخوبی واضح ہوتا ہی کہ یہ عقیدہ بہ نسبت اصحاب رسول کے بے اصل ہی اور واقع مین سب
قسم کے اشخاص ان مین بھی تھے جیسا آج موجود ہین پھر انکے اقوال و افعال پر محض صحابی ہونے سے اعتماد کرنا اور اس سے مناط
اعتقاد گرداننا بعید از عقل و انصاف ہی بلکہ تحقیق حال ہر ایک کا انمین بھی ضرور ہی اور جو جیسا ہو ویسا اسے سمجھنا چاہیے
اگر اچھا ہو تو اسکے قول و فعل کی تاسی چاہیے اور مدح کرنا چاہیے اور اگر برا ہو تو اس سے بیزاری اور اسکے اقوال و افعال کی
پیروی سے دوری چاہیے اور سوا انکے جنکی عصمت ثابت ہی اور انسے تمسک کرنے کو پیغمبر خدا نے فرمایا ہی اور کوئی جو انسے
صدور خطا و معصیت سے بری نہین ہوسکتا اور جب یہ ہوا تو پھر تدبیر و تجسس نہ کرنا انکے احوال مین اور انکے فعل پر اعتماد کرکے
نصوص متفق علیہ سے اعراض کرنا اور اپنے تئین حق سے دور رکھنا کیا معنی خدا اور رسول کے کلام موجود ہین جسمین خطا کا
احتمال نہین ہی طالب حق کو اسکا اتباع چاہیے جن صحابیون نے انکی مخالفت کی برا کیا ہین ضرور نہین کہ افعال خاطئین کی
تاسی کرین اور اس کلام کی جو واجب الاتباع ہی مخالفت اختیار کرین ہمارا زمانہ وہ ہی کہ نہ ہمنے پیغمبر خدا کو دیکھا نہ انکے معجزات اور
اعلام نبوت کو سوا قرآن کے دیکھا ہمنے محض بذریعہ غوض و فکر کے عالم مین جیسا وجود باری کا علم اور انکی صفات کا جو کہ
مختلف فیہ مین الانام تھا حاصل کیا اسی طرح غوض و فکر کی راہ سے اخبار و کتب مین صدق دعوی رسالت جناب
ختم المرسلین کا علم حاصل کیا اسی طرح ہمکو چاہیے کہ مسئلہ امامت مین بھی جو بین المسلمین فیہ ہی اور وہ بھی ایک رکن ہی اصول
عقائد سے جیسا کہ آیندہ اسکا بیان کرینگے اور انکی جہل سے گمراہی لازم آتی ہی سیر و اخبار فریقین کو بنظر انصاف دیکھکر اور سمجھین

غوض وفکر کرکے جیساکہ بقدر طاقت انسانی ضرور ہی علم ویقین حاصل کرین اور پہچانین کہ حقیقت مین خلیفہ ووصی رسول بعد
جناب رسالتمآب کے کون ہی اور پھر کون ہی اور چونکہ بعد اُن جناب کے اور پیغمبر قیامت تک اب زمین پر نہ آئینگے تو کتنے
شخص قیامت تک حافظ اور مبین احکام شریعت کے آنحضرت کے ہین اور وہ کون کون ہین تاکہ اُنکے اتباع سے ہم
رستگار ہون اور پیش خدا ہماری بھی حجت تمام ہو جیساکہ حق تعالی نے بذریعہ اُنکے ایجاد وتعیین کے ہمپر حجت کو اپنی مخلوقات پر
تمام فرمایا فقد کر اثارة پانچوین تعریف امامت اور امام مین ہم جاننا چاہیے کہ لفظ امام ام یام سے جسکے معنی
قصد کے ہین ماخوذ ہی اور یہ اسلیے ہی کہ سب انسان اور رعایا جو مطیع ہین وہ یہ ارادہ کرتے ہین کہ ہم اپنے افعال واقوال مین
اپنے امام کی پیروی اور تبعیت کرین پس سب خلق مطیع ہوتی ہی اور وہ مطاع ہوتا ہی اور مراد امام سے اس مقام پر جو
محل ذکر اصول اعتقاد ہی وہ شخص ہی کہ جو پیشوا خلق کا اور اُمت کا مقتدا جملہ اُمور دنیا اور اُمور دین مین پیغمبر خدا کے نائب
ہونے کی راہ سے ہو پس جو کچھ کہ پیغمبرؐ نے خدا سے لیا ہی اُسے امام بسبب نائب وجانشین ہونے پیغمبرؐ کے عمل مین لائے
نہ بطور استقلال جیساکہ پیغمبرؐ عمل مین لاتے تھے اور کبھی امامت کا اطلاق ریاست پر جو عام ہو بہ نسبت دین ودنیا کے
ہوتا ہی جیساکہ حق تعالی قرآن مین حضرت ابراہیم کے حال مین فرماتا ہی واذ ابتلی ابراھیم ربہ بکلمات فاتمھن قال
انی جاعلک للناس اماما قال ومن ذریتی قال لاینال عھدی الظالمین یعنی جسوقت کہ حق تعالی نے آزمائش فرمائی
ابراہیم کے ساتھ چند کلمون کی اور چند خصلتون کی اور انجام کو پہونچایا اُسے ابراہیم نے اور پروردگار نے بکمال رحمت
فرمایا کہ مین تجھے خلق کے اوپر امام وپیشوا کرونگا اُسوقت ابراہیم نے عرض کیا کہ مین امیدوار ہون کہ میری ذریت واولاد سے
بھی امام رہین اُسوقت حق تعالی نے فرمایا کہ میرے عہد کو جو امامت ہی کوئی شخص ظلم کرنے والون مین سے نہین پاسکتا
یہ ترجمہ لفظی اُس آیہ کریمہ کا کچھ مجملاً اس جگہ پر کہا جاتا ہی تاکہ اُس سے یہ معلوم ہو کہ امامت کا اطلاق اس معنی پر بھی قرآن مین ہی
باقی تفسیر اسکی مبحث عصمت مین بیان کی جائیگی انشاءاللہ تعالی بالجملہ مولانا فخرالدین طریحی نے مجمع البحرین مین جو فرمایا ہی
اُسکا ملخص یہ ہی کہ امامت عبارت ریاست سے ہی کہ جو دین ودنیا دونون کو عام ہو پس جب اُسے مطلق رکھین تو نبوت
ورسالت کے ساتھ جمع ہوسکتی ہی اور جب نیابت کی شرط جو عبارت عدم استقلال سے ہی اُسمین بڑھائی جاے تو پھر نبوت
اور رسالت کے ساتھ جمع نہوگی اور اس آیت کی تفسیر مین کہا ہی کہ یعنی تجھے ایسا پیشوا گردانونگا کہ سب آدمی تیرے ساتھ
اہتمام اور اقتدا کرین اور متابعت تیری کرین پس امام کو امام کہتے ہین اسلیے کہ سب قصد کرتے ہین کہ افعال واقوال مین
اُسکی متابعت کرین اور کبھی راہ کو بھی امام کہتے ہین اسلیے کہ اُسکی طرف بھی قصد کیا جاتا ہی کتاب کافی مین جناب امام
جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر مین منقول ہی کہ حق تعالی نے ابراہیم کو اپنا بندۂ خاص قرار دیا پیشتر اسکے
کہ پیغمبر فرماتا انہین اور خلیل فرمانے سے پہلے انہین نبی گردانا اور امام فرمانے کے پہلے انہین اپنا خلیل گردانا اور جب یہ
مدارج سب اُنمین جمع فرماچکا اُسوقت فرمایا انی جاعلک للناس اماما بعد اس ارشاد کے جب مرتبہ امامت کی بزرگی اور منزلت

اثارة پانچوین تعریف امامت اور امام مین

حضرت ابراہیم کی نظر مین ظاہر ہوئی تو اپنی اولاد و ذریت کے واسطے بھی اِس مرتبہ کے حاصل ہونے کی آرزو کی اور عرض کیا خدا سے کہ ومن ذریتی اُسکے جواب مین حق تعالی نے ارشاد فرمایا لاینال عهدی الظالمین یعنی سفیہ پرہیزگارون کا امام و پیشوا نہین ہوسکتا اور انھین حضرت سے مروی ہی کہ جسنے بت پرستی کی ہی وہ امام نہین ہوسکتا اور تفسیر صافی مین محسن کاشانی نے کہا ہی کہ اِس روایت مین تعریض بہ نسبت اُنکے ہی جنھون نے قبل از اسلام مدتہاے دراز تک بت پرستی کی ہی اور تفسیر کریمہ واجعلنا للمتقین اماما کی تفسیر مین جناب صادق ع سے مروی ہی کہ فرمایا ایانا عنی یعنی خاص کرکے ہمکو مراد لیا ہی اور دوسری روایت مین ہی کہ فرمایا ہذہ فینا یعنی یہ ہمارے لیے ہی اور ابو بصیر کہتے ہین کہ میری زبان پر آنحضرت کے سامنے یہ آیہ جاری ہوگیا واجعلنا للمتقین اماما یہ سنکر فرمایا کہ اپنے خدا سے امر بزرگ کی تو نے خواہش کی حالانکہ یہ آیت اسطرح ہی واجعل لنا من المتقین اماما اور مراد ظاہر مین یہ ہی کہ یہ آیہ دونون طرح نازل ہوا ہو پہلی وجہ سے حضرات کی شان مین نازل ہوا ہو اور دوسری وجہ مین سب خلق کی نسبت نازل ہوا ہو اور ان مین کچھ منافات نہین ہی اور کبھی امامت مطلق پیشوائی کے معنون پر بولی جاتی ہی عام اس سے کہ اہل حق کی پیشوائی ہو یا اہل باطل کی ہو جیسا کہ حق تعالی قرآن مین فرماتا ہی وجعلنا منهم ائمة یهدون بامرنا یعنی گردانا ہمنے انھین مین سے کچھ لوگون کو پیشوا کہ وہ ہدایت کرتے ہین ساتھ حکم ہمارے کے اور فرماتا ہی وجعلنا منهم ائمة یدعون الی النار یعنی ہمنے انھین اُنکے حال پر چھوڑا ہی کہ وہ اپنی خواہش کے موافق جو چاہتے ہین وہ کرتے ہین چھٹی انارہ بیان مین اس بات کے ہی کہ نصب امام کا جو موافق معنی مقصود کے ہو واجب ہی جاننا چاہیے کہ اہل اسلام مین یہ مسئلہ مختلف فیہ ہی کہ نصب امام کا بمعنی مذکور خدا پر واجب ہی یا امت پر واجب ہی اور یہ کہ عقل اس وجوب کو حکم کرتی ہی یا شرع ۔ پس معلوم ہوا حضرات اہلسنت کہتے ہین کہ مکلفین پر واجب ہی کہ کسی شخص کو اہل اسلام سے اپنا رئیس بنا لین اور وہ جو کچھ موافق شرع کے کہے ہمین اُسکی اطاعت کرنا چاہیے اور یہ واجب کرین اور امور مشروعہ مین اُسکی اعانت اور امداد کرین اور فرقہ امامیہ کا اتفاق اسپر ہی کہ بنظر مصالح و حکمت کے پروردگار عالم پر نصب امام واجب ہی اور عقل و نقل اُسپر دلالت کرتی ہین اور ایسا امر عظیم و مہم اس لائق نہین ہی کہ خلق کے اختیار پر ہو اور مفاسد اختیار خلق سے صاحب عقل پر پوشیدہ نہین ہی اور زیادہ استدلال فریقین کا ذکر کچھ ضرور نہین ہی کیونکہ یہ کتاب بیان اصول اعتقادات شیعہ مین ہی پس معتقدات کا ہی مذہب کے ذکر کرنا کافی ہی تاکہ اُس سے حقیت و صحت مذہب اور اطمینان اپنے نفس کا حاصل ہو پس جاننا چاہیے کہ امامیہ کا متمسک اِس اتفاق مین چند وجہین از روے عقل و نقل ہین اور بیان اُنکا بطور اجمال خلاصہ کلام یہ ہی کہ امامت کا حال بھی بعینہ بعثت کا حال ہی پس جو دلیلین کہ بعثت انبیا کے واجب ہونے پر دلالت کرتی ہی وہ امام کے نصب کے وجوب پر بھی دلالت کرتی ہی اور بعثت کے واجب ہونے کو ہمنے بہت وجہون سے ابھی بحث نبوت مین بیان کیا ہی اور مرتبہ ثبوت کو پہونچایا ہی پس وہی دلیلین یا جو کہ اُنکے مشابہ ہون وہ وجوب نصب امام کے واسطے کافی اور مثبت ہونگی کیونکہ بعثت اور نصب امام کے واجب ہونے کی وجہین دونون قسمین قریب ہین اور دونون دین اسلام مین امر مہم اور ضروری ہین اور

دونون خبر علم احکام خداشناسی کی ہین اور تفصیل ان وجہون کی کئی طرح سے ہوسکتی ہی وجہ اوّل یہ بات بخوبی معلوم ہی کہ
آدمی اپنے دین و دنیا کے امرون مین انتظام کے لیے ایک سرگروہ اور رئیس کے لیے مضطر و ناچار ہین کہ وہ اُمور
مختلفہ مین انہین راہ راست کی طرف ہدایت کرے اور جو کچھ کہ بسبب اجتماع و تمدن کے بالطبع اور بالضرور معاملات و
معاشرات مین اُنکے آپسمین مخاصمہ و نزاع اور مجادلہ اور مغالبہ واقع ہوتا ہی اُسے رفع کرے اور بطور حق او صواب کے
انہین قطع و فصل کرے اور اُنسے اچھے کام اور اچھی بات کرائے اور اِس بات پر جتنی عقلین ہین وہ مخلوق و مفطور ہین
اور ایسا شخص جو ہو وہ پیغمبر ہوتا ہی یا امام جو جانشین خاص پیغمبر ہو خصوصًا بعد ہمارے پیغمبر خدا کے کیونکہ وہ حضرت
خاتم النبیین ہین حضرت کے بعد پھر کسی پیغمبر کے آنے کی اور مبعوث ہونے کی امید باقی نہین رہی اور یہ جو مقدمات
اِس تقریر مین مستعمل ہین وہ بہت واضح ہین یہان تک بعضے تو بدیہی ہین اور بعضے اُنکے مخالف و موالف کے نزدیک بھی
مسلّمات سے ہین جیسا کہ علامہ تفتازانی نے اپنی کتاب مطول مین شرح مین قول ماتن کی الحمد للہ علی ما انعم اور یہی کا قول
وعلم من البیان مالم نعلم مین جو کہا ہی اُسکا محصل یہ ہی کہ مصنف نے تعمیم کے بعد تصریح کی بعض نعمتون کی اور اُن اشیاء کی
طرف اُن چیز کے حصول کے جسکی طرف نوع انسانی باقی رہنے مین محتاج ہی اور بیان اُسکا یہ ہی کہ انسان مدنی بالطبع ہی
یعنی اپنی معیشت و زندگانی مین محتاج ہی تمدن کی طرف اور وہ اُسکا اجتماع ہی اپنے بنی نوع کے ساتھ جو ایک دوسرے کے
شریک اور معین ہوتے ہین غذا اور لباس اور مکان وغیرہ کے حاصل کرنے مین اور یہ اجتماع اسپر موقوف ہی کہ ہر شخص اپنے
صاحب کو آگاہ کرے اُس سے جو اُسکے دل مین ہو اور جملہ امور مین اشارے سے کام نہین نکلتا کیونکہ جو چیزین کہ معدومات
اور معقولات صرف ہین کہ خارج مین اُنکے لیے وجود نہین ہی اُن مین اشارہ وافی نہین ہوسکتا کیونکہ اشارے کے لیے مشار الیہ کا
مشاہدہ ہونا ضرور ہی اور لکھنے مین مشقت بہت ہی اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہی کہ کسی وقت اور کسی مقام پر پیدا کرنا اسباب کتابت کا
متعسر یا متعذر ہوتا ہی پس حق تعالی نے سب پر انعام تعلیم بیان فرمایا اور وہ عبارت اپنی نطق فصیح سے جو خبر دے اُس
چیز سے جو دل مین ہی اور یہ اجتماع اُسوقت منتظم ہوتا ہی کہ جب اُن مین کوئی رئیس اور عادل ہو کہ اُسپر سب آدمی متفق ہون کیونکہ
ہر ایک خواہش اُسی چیز کی کرتا ہی کہ جسکی طرف اُسکی حاجت ہی اور جو شخص کہ اُسکی محتاج الیہ کے ملنے سے مزاحم ہو اُن اُسپر
غضب و غصہ کرتا ہی اور اُسمین غیر پر ظلم واقع ہوتا ہی اور اجتماع کا امر مختل ہوتا ہی اور رئیس اور عادل جزئیات غیر محصورہ کو نہین
پاسکتا بلکہ اُسکے واسطے ضرور ہی کہ قواعد کلیہ کو کہ شرائع کا علم ہی ضبط کرے اور ضرور ہی اُسکے واسطے کہ ایسے قانون جیسے
کسی وضع کرنے والے نے اِسطرح مقرر کیا ہو کہ جیسا لائق و سزاوار ہی درحالیکہ وہ خطا سے محفوظ ہون اُسکے استعمال مین
لاوے اور یہ واضع قانون شارع ہی اور ضرور ہی کہ شارع ممتاز ہو استحقاق طاعت کی راہ سے یعنی سب کی بہ نسبت وجوب اطاعت ہی
اور یہ مقرر نہین ہوسکتا مگر اُن نشانیون سے جو اِس بات پر دلالت کرتی ہین کہ شریعت اُسکی خدا کی طرف سے ہی اور
وہ نشانیان آیات و معجزات ہین اور سب سے برتر معجزہ ہمارے پیغمبر کا قرآن ہی کہ جو حق و باطل مین فارق ہی انتہی ملخص کلامہ

اب پوشیدہ نہ رہے جو خلاصہ تقریر علامہ تحریر لکھا گیا ہی اُسکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہی کہ جو مقدمات اُنھون نے ذکر کیے اُسکا نتیجہ نہین
نکلا اور نتیجہ انکا صاف یہ ہی کہ تعیین اِن قوانین کے بانی اُنکے واضع کے جو خطا سے محفوظ و معصوم ہو قادر علیم خبیر پر واجب ہی
کیونکہ سوا اُسکے ایسے شخص کی کوئی تعیین نہین کرسکتا اور اسی طرح حکیم علی الاطلاق پر واجب ہی کہ آیات و معجزات کو تصدیق شارع
مذکور کے لیے نصب فرماے لیکن چونکہ حضرات اہلسنت بنظر حکمت بھی کسی چیز کو جناب باری تعالیٰ کے واسطے واجب نہین
جانتے بلکہ تحاشی کرتے ہین اسلیے تعجب نہین کہ فاضل مذکور نے بھی گو اعتراف ضروری ہونے سے اِن مقدمات کے کیا لیکن
باایںہمہ نتیجہ پیدا کرنے مین اِن مقدمات سے جو وجوب نصب شارع تھا اہمال کیا پھر عنوان اسی تقریر کو تھوڑے تصرف کے
ساتھ ہمارے علما بھی اِس جگہ ذکر کرتے ہین اور جو حضرات اہلسنت کا مقولہ ہی کہ نصب امام باختیار اُمت واجب ہی اُسکا بطلان
اِس سے واضح ہو جاتا ہی کیونکہ مقدمات کثیر مشترک ہین پس پہونچتا ہی کہ کوئی کہے کہ انسان مدنی الطبع ہی اور رئیس و امام کے اختیار
کرنے کی تفویض جملہ اُمت کو باوصف اِسکے کہ سب کی رائین مختلف ہوتی ہین اسی طرح خواہشین یکسان نہین ہوتین پس اِس
صورت مین یہ تفویض اختیار امام کی فساد و اختلال حال عباد کی طرف منتہی ہوگی کیونکہ ہر ایک اپنی ذات کے لیے فائدہ
جزئی کو چاہتا ہی کہ حاصل ہو بھلا فائدہ ریاست گری کا رتبہ تو بہت بڑا ہی اُسکے لیے تو تلوارین چلتی ہین اور لڑائیان ہوتی ہین ہزارون
آدمی مارے جاتے ہین جیساکہ ہمیشہ دیکھتے ہین اور جو گذر گیا اُسے سنتے ہین اِسلیے بیان و استدلال کی ضرورت نہین ہی
بلکہ فاضل شہرستانی نے ملل و نحل مین معین اِسکے لکھا ہی اور خلاصہ کلام اُسکا یہ ہی کہ بڑا اختلاف اُمت مین جو ہوا وہ خلافت کا ہوا اِسلیے
کہ جیسی تلوار خلافتون کے دعوے مین چلی ہر زمانے مین ایسی اور کسی قاعدۂ دینی کے لیے نہین چلی انتھی کلامہ اور فی الواقع یہ ہی کہ جب
مقدمہ دینی کو اہل دنیا کی راے پر چھوڑین تو بہ مفاد الملک عقیم سوا فساد و خونریزی کے جو نتیجا ہوا اور کیا ہوگا اور اگر اتفاقاً ایسے
کہین ایسا ہو گیا تو اُسپر اعتماد نہ کرنا چاہیے کہ ہمیشہ اسی طرح فتنہ و فساد ہوا کریگا مثلاً فاضل شہرستانی نے لکھا ہی کہ یہ بات یعنی باختیار
اُمت خلیفہ کا معین ہونا صدر اول اسلام مین خدا نے سہل کردیا کیونکہ مہاجرین و انصار نے امر خلافت مین اختلاف کیا تھا لیکن
حضرت عمر ابن الخطاب فرماتے ہین کہ قبل اِسکے انصار کچھ کلام کرین مین نے ہاتھ پھیلا دیا خلیفہ اول کی طرف اور اُنکی تبعیت کرلی
بعد اُسکے پھر سب نے بیعت کرلی اور نائرۂ فساد فرو ہوا مگر یہ کہ بیعت ابی بکر کی فتنہ ہوگئی اور عبارت عربی اُسکی یہ ہی الا ان
بیعۃ ابی بکر کانت فلتۃ وقی اللہ شرھا فمن عاد الی مثلھا فاقتلوہ اب بغور دیکھا چاہیے کہ جو کچھ باختیار اُمت ہوا اُسکا یہ حال ہی کہ
اُسکا کرنے والا اپنے منھ سے خود مستحق قتل ہی اور پھر اِسکے بعد جو اِس اختیار اُمت کے ذریعے سے فسادات پیدا ہوے وہ مستغنی
عن البیان ہین پس نصب امام کا جناب ملک علام کی طرف سے واجب ہوا کیونکہ یہ بات ضروری ہی کہ جو شخص حافظ شرع ہو
اور منکرات و منہیات سے ممانعت کرتا ہو اور امر خیر کی طرف آدمیون کو طلب کرتا ہو اور ظالم کو اُسکے ظلم کرنے سے اور جابر کو جور
کرنے سے باز رکھتا ہو اور جو شخص کہ گم گشتہ بادیہ گمرہی و ضلالت ہوے شاہ راہ ہدایت پر پہونچاتا ہو اور مشککین کے شبہون کو
اُٹھاتا ہو اور اپنے نور ہدایت سے تاریکی شبہات کو زائل کرتا ہو اور خطا کرنے سے قول و فعل مین مبرا ہو پس چاہیے کہ ایسا شخص

بنص خدا و رسول ممتاز ہوان آیات کے ساتھ جو دلالت اس بات پر کرتی ہون کہ یہ شخص صاحب شریعت کی طرف سے
منصوب ہی اور نشان سے نہین پہچانتے مگر صاحب شریعت کے ہدایت کرنے سے لیکن خدا جانے کیا سبب ہی کہ ایسے امر واضح کو
بھی بعض حضرات نہین سمجھتے بلکہ کبھی کہتے ہین کہ خدا پر کچھ واجب نہین ہی اور اُسکی شان اس سے زیادہ بلند ہی کہ اُسپر کچھ واجب ہو
حالانکہ بنظر اُس حکمت و رافت کے جو مخلوقات کی نسبت مبذول ہی جو کچھ حکیم علی الاطلاق کی نسبت لازم آے وہ منافی اُسکی
شان رفیع کے نہین ہو سکتا اور کبھی خدا پر بہت سی باتین واجب کرتے ہین مثل تعلیم بیان کے اور مقرر کرنے قوانین کے اور
معین کرنے شارع کے اور ارشاد پیغمبرون کا اور نصب کرنا انبیا کا اور اظہار معجزات کا شارع کے ہاتھ پر لیکن پھر بھی نصب
امام کے واجب ہونے سے خدا پر انکار کرتے ہین اور اتنے بڑے امر کو جو ہمرتبہ نبوت در باب ہدایت خلق ہی اُسکی تفویض سائر
خلق کی طرف کہ جو گمراہ و جاہل ہین کرتے ہین یہان تک کہ اس سے وہ خرابیان خلافت و امامت مین پیدا ہوئین کہ نوبت بازرال
و جہلاف پہونچی کہ جنھین علم و صلاح سے بہرہ نہ تھا اور اس سے کیا کیا مصیبتین دین مین نہ واقع ہوئین ا و ر انشاء اللہ اُسکا آیندہ بیان
مفصل ہوگا وجہ دوسری یہ ہی کہ اصلح خدا پر واجب ہی اور کوئی شبہہ نہین ہی کہ بندون کے حال مین اصلح جملہ احوال و
ازمان مین ایسے حاکم و رئیس کا پایا جانا ہی جو خدا کی طرف سے منصوب ہو اور دین و دنیا کا اختیار اُسکے ہاتھ مین ہو اور
ایسا رئیس یا پیغمبر ہوتا ہی یا امام ہوتا ہی اور جبکہ پیغمبر نہو تو امام مین منحصر ہوتا ہی بالجملہ امام کا نصب مثل پیغمبرون کے اصلاح
حال بندگان کے لیے حق تعالیٰ کے ذمہ ہمت و حکمت کے اوپر واجب ہی نہ یہ کہ اُسکی تفویض امت کی رائے ناقص و
اختیار خاسر پر کیجاے کیونکہ اُسکا فساد سب پر واضح ہی جناب غفران مآب علیہ الرحمہ نے بیان ادلہ وجوب نصب امام مین
فرمایا ہی کہ جو امر کہ مدہوشان بادہ غفلت کو ہوش مین لاتا ہی اور ارباب عقول ناقصہ کو خواب گران جہالت سے جگاتا ہی وہ
مناظرہ ہشام بن الحکم کا ہی جو عمرو بن عبید بصری کے ساتھ واقع ہوا اور اُسے محمد ابن یعقوب کلینی نے کتاب کافی مین اور
شیخ صدوق نے امالی مین اور اورون نے بھی یونس بن یعقوب سے روایت کی ہی کہ ایک روز حضرت امام جعفر صادق
کی خدمت مین ایک جماعت حضرت کے صحابون کی مثل حمران ابن اعین و مومن طاق اور ہشام بن سالم اور محمد بن طیار
ساتھ اور صحابیون کے حاضر تھے اور انمین ہشام بن الحکم بھی تھے اور اُسوقت سن کی راہ سے اُنکا عنفوان شباب تھا انمین
جناب صادق ع نے فرمایا کہ ای ہشام انھون نے عرض کیا لبیک یابن رسول اللہ حضرت نے فرمایا کہ میرے سامنے تم
کیون نہین بیان کرتے کہ تمنے کسطرح عمرو بن عبید کو جو فقیہ اہلسنت تھا جواب سے عاجز کیا تھا ہشام نے عرض کی کہ
مین قربان ہو ن آپ پر سے ای فرزند رسول مجھے آپ کے سامنے عرض کرتے شرم آتی ہی اور میری زبان کو اتنی طاقت نہین ہی
کہ آپ کے سامنے گویا ہو حضرت نے فرمایا کہ مین جب تمکو کسی بات کے لیے حکم دون تو تمھین چاہیے اُسے بجا لاؤ اُسوقت
ہشام نے عرض کیا کہ مین نے عمرو ابن عبید کا حال سنا تھا کہ مسجد بصرہ مین بیٹھتا ہی اور بہت یاوہ گوئی اور بیہودہ سرائی کرتا ہی
اور بہت لوگ اُسکے پاس آتے ہین اور جمع ہوتے ہین اور یہ بات مجھے ناگوار ہوئی تھی اسلیے مین اُسکے پاس گیا اور وہ جمعہ کا

وجہ دوسری

دن تھا کہ مسجد بصرہ مین مین پہونچا ناگاہ دیکھا مین نے کہ جماعت کثیر اُسکے گرد بیٹھی ہی اور اُس سے سوال کر رہی ہی مین پس مین اُن کے
ہجوم مین سب کو ہٹا کر داخل ہوا اور صف آخر مین بیٹھا اور اُس سے مین نے کہا کہ ای عالم مین ایک مرد مسافر غریب الوطن ہون
آیا مجھے اجازت دیتا ہی کہ ایک مسئلہ تجھسے پوچھون اُسنے کہا کہ پوچھو مین نے کہا کہ آیا آنکھ رکھتا ہی تو اُسنے کہا کہ ای لڑکے یہ کیسا
سوال تو کرتا ہی مین نے کہا میرا سوال یہی ہی اُسنے کہا کہ ای لڑکے اچھا تو پوچھ اگرچہ تیرا سوال بے عقلون کا سوال ہو پھر مین نے
پوچھا کہ آنکھ رکھتا ہی تو اُسنے کہا ہان بعد اُسکے مین نے کہا کہ اُس سے تو کیا کام لیتا ہی اُسنے کہا کہ رنگون کو اور شخصون کو اُس سے
پہچانتا ہون بعد اُسکے مین نے پوچھا کہ آیا ناک رکھتا ہی تو اُسنے کہا ہان مین نے پوچھا کہ اُس سے کیا کام کرتا ہی تو اُسنے کہا کہ طرح طرح
کی روائح کو اُس سے سونگھتا ہون بعد اُسکے مین نے کہا کہ زبان رکھتا ہی تو اُسنے کہا ہان مین نے کہا اُس سے تو کیا کام لیتا ہی
اُسنے کہا اُس سے باتین کرتا ہون مین نے کہا کان رکھتا ہی تو اُسنے کہا ہان مین نے کہا اُس سے کیا کام کرتا ہی تو اُسنے کہا کہ اُس سے
آوازین سنتا ہون مین نے کہا ہاتھ رکھتا ہی تو اُسنے کہا ہان مین نے کہا اُس سے تو کیا کام لیتا ہی اُسنے کہا کہ اُس سے ہر چیز کو
لیتا ہون اور نرم اور سخت کو اُسکے باعث سے پہچانتا ہون مین نے کہا کہ آیا پاؤن رکھتا ہی تو اُسنے کہا ہان مین نے کہا کہ اُس سے
کیا کام تو لیتا ہی اُسنے کہا کہ اُسکے باعث سے ایک مکان سے دوسرے مکان کو جاتا ہون مین نے کہا منہ رکھتا ہی تو اُسنے کہا
ہان مین نے کہا اُس سے کیا کام لیتا ہو اُسنے کہا کہ اُس سے طعامہاے مختلفہ کا فرق دریافت کرتا ہون اور اُنکی لذتین حاصل کرتا ہون
بعد اُسکے مین نے پوچھا کہ آیا دل رکھتا ہی تو اُسنے کہا کہ ہان مین نے کہا کہ اُس سے کیا کام لیتا ہی تو اُسنے کہا کہ جو کچھ ان اعضا و جوارح پر
وارد ہوتی ہین اُسے دل پر عرض کرتا ہون اور اُس سے تمیز کرتا ہون مین نے پوچھا کہ یہ اعضا دل سے مستغنی نہین ہین اُسنے کہا نہین
مین نے کہا یہ کیونکر ہو سکتا ہی حالانکہ یہ اعضا صحیح و سالم ہین پھر کیون دل سے مستغنی نہین ہوتے اُسنے کہا کہ ای لڑکے جب یہ اعضا اپنے
مدرکات مین جو دیکھا ہی اور سنا ہی اور چکھا ہی اور سونگھا ہی شک کرتے ہین تو اُسکی تمیز کرنے کو دل کی طرف رجوع کرتا ہون اور
جب دل گواہی دیتا ہی تو اُسکا یقین حاصل کرتا ہون اور اُن اعضا کے بھی اُس سے شک دفع و باطل ہو جاتے ہین بعد اُسکے مین نے کہا
کہ حق تعالی نے دل کو رفع شکوک کے لیے اعضا پر خلق فرمایا ہی اور قائم کیا ہی اُسنے کہا ہان مین نے کہا کہ دل کے ہونے کی ضرورت ہی
والا اعضا کو اپنے مدرکات سے یقین نہ حاصل ہوگا اُسنے کہا ہان اُسوقت مین نے کہا کہ ای فلان بدرستیکہ حق تعالی نے اعضا و جوارح
انسان کو تو اسی طرح نہ چھوڑا یہان تک کہ اُنپر ایک امام کو مقرر کیا کہ اُسکے باعث سے امور صحیحہ کی تصحیح اور جسمین شک ہی اُسکا ابطال
کرین اور اس خلق کثیر اور جم غفیر کو حال حیرت و شک و اختلاف مین اُنکے حال پر چھوڑ دیا اور کوئی امام اُنپر مقرر نہ فرمایا کہ اپنے رفع
شکوک و اختلاف مین اُسکی طرف رجوع کرین اور تیرے اعضا کے لیے ایک امام مقرر کیا کہ جو کچھ شکوک و اختلافات اعضا کے
افعال مین وارد ہون اُسے اُسپر عرض کرے اُسکے بعد عمرو ابن عبید چپکا ہو رہا اور میری طرف ملتفت ہو کر کہنے لگا کہ آیا ہشام
تو ہی ہی مین نے کہا نہین پھر کہنے لگا کہ تو کہان کا رہنے والا ہی مین نے کہا اہل کوفہ سے ہون کہنے لگا تو ہی ہشام ہی بعد اُسکے
مجھے گلے لگایا اور اپنے پاس بٹھایا اور جب تک مین بیٹھا رہا پھر کوئی بات زبان سے نہین کی جناب صادق علیہ السلام نے

فرمایا کہ ای ہشام یہ کسنے تجھے تعلیم کیا تھا ہشام نے عرض کیا کہ ای فرزند رسول خدا یہ خود بخود میری زبان پر جاری ہوا حضرت نے فرمایا کہ قسم ہی خدا کی کہ یہ صحیفون مین ابراہیم و موسی کے لکھا ہی وجہ سوم یہ ہی کہ جیسا مفسر تفسیر کبیر نے ذیل کریمہ یا اھل الکتاب قد جاءکم رسولنا یبین لکم علی فترۃ من الرسل کہا ہی کہ ملخص اسکا یہ ہی کہ جو تھا مسئلہ یہ ہی کہ فائدہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبعوث ہونے کا یہ ہی کہ زمان فترت اور جبکہ بعثت نبی سے وقت خالی ہوتا ہی تو بسبب طول مدت و تقادم عہد کے جو شریعتون مین تحریف و تغیر ہو جاتا ہی جس سے دین و ملت مین سستی واقع ہو جاتی ہی اور اس سبب سے حق باطل کے ساتھ اور صدق و راستی کذب و باطل کے ساتھ مختلط ہو جاتے ہین اور اسکے باعث سے خلق کو عذر ظاہر اعراض کرنے مین عبادتون سے پیدا ہوتا ہی کیونکہ انھین یہ کہنا پہونچتا ہی کہ ای پروردگار یہ ہم جانتے ہین کہ تو لائق اسکے ہی کہ تیری بندگی اور عبادت کرین لیکن یہ ہم نہین جانتے کہ کسطرح تیری عبادت کرین پس اِس عذر کے قطع فرمانے کو جناب سید المرسلین کو مبعوث فرمایا اور آیہ کریمہ ان تقولوا ماجاءنا بشیر ولا نذیر فقد جاءکم بشیر و نذیر سے اِن عذرون کو قطع فرمایا اور مفسر مذکور نے کہا ہی کہ معنی اسکے یہ ہین کہ فترت کا حاصل ہونا موجب اسکا ہوتا ہی کہ خلق نبی کے مبعوث ہونے کی طرف محتاج ہوتی ہی اور چونکہ حق تعالی ہر چیز پر قادر ہی پس پیغمبرون کے بھی بھیجوانے پر قادر ہوگا پس اسکے ذمہ کرم و رحمت پر واجب ہوگا یہ کہ پیغمبرون انکی طرف بھیجے انتہی محصل کلام المفسر اب صاحب فہم کے آگے یہ بات بہت واضح ہی کہ جیسا یہ دلیل بعثت کے واجب ہونے کے لیے ہی اسی طرح اِس تقریر سے بنظر حکمت حکیم مطلق امامت بھی واجب ہوتی ہی کیونکہ علت مشترک ہی اور جبکہ طول عہد و امتداد زمان بسبب ملجانے حق و باطل اور صدق و کذب کے موجب تمامی عذر بندگان کا اعراض کرنے مین عبادات و طاعات سے ہوتا ہی پس جسوقت کہ بعثت نبی کی ممکن نہو جیسا کہ اِس زمانے مین ہی تو نصب امام یقینی واجب ہوگا ورنہ جو عذر کہ خلق فقدان نبی سے پیش کرتی وہی امام کے نہونے سے پیش کرے گی اور اِس سے موید ہی جو حدیث کتاب کافی مین جناب امام رضا علیہ السلام سے منقول ہی کہ ان الحجۃ لا تقوم علی خلقہ الا بامام یعنی حجت خدا کی خلق پر بدون نصب امام قائم نہین ہوتی اور اسی کتاب مین جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے ماثور ہی کہ فرمایا ان اخر من یموت الامام لئلا یحتج احد علی اللہ عزوجل انہ ترکہ بغیر حجۃ بالجملہ یہ بات کہ ذمہ خدا پر کچھ واجب نہین ہی اسکا بطلان تو بخوبی قول مفسر تفسیر کبیر سے ظاہر ہوا کیونکہ بعثت کا واجب ہونا خدا کے ذمہ انھون نے بہت تصریح کے ساتھ لکھا اور اسی دلیل سے یہ بھی ضرور ظاہر ہی کہ حق تعالی پر واجب ہی کہ حجت خلق کو جب انکی حاجت ہو تو قطع فرمائے اور قطع حجت خلق دو وجہ سے ہو سکتی ہی ایک نبی کے مبعوث کرنے سے دوسرے امام کے نصب کرنے سے اور اگرچہ مفسر مذکور کے کلام سے اِس وجوب کا عام ہونا ہر وقت مین مستفاد نہین ہوتا لیکن چونکہ وجوب کو حاجت کے ساتھ منوط کیا ہی پس کلام اب اسمین رہا کہ آیا یہ وجوب بعض وقتون مین حاجت کے ساتھ مختص ہی اور بعض مین نہین یا عموما حقیقت مین ہر وقت حاجت رہتی ہی پھر ظاہر تو یہ ہی کہ ہمیشہ بندگان جہالت پیشہ امام و پیشوا کے محتاج رہتے ہین تا کہ ایک معلم اور مودب اور حافظ شرع و شریعت کا ہو

جو انھین ادب دے اور ہدایت کیا کرے اور جو حدیثین کہ پہلے مذکور ہوئین اُنسے اور موافق حدیث متفق علیہ من لم یعرف
امام زمانہ مات میتۃ جاھلیۃ تک کے اور سوا اسکے عموم وجوب نصب امام کا ہر وقت مین ظاہر ہوتا ہی اور حقیقت مین
عترت کا زمانہ یا جو اُسکے مشابہ ہی وہ نبی سے خالی ہوتا ہی اُنکے اوصیاؤن سے نہین خالی ہوتا اور شریعت کا حفظ اس سے کہ
مختل ہو جاے اور خلق کی تمکین طاعات سے کہ تکلیف اُس سے متعلق ہی اور بندگان حفظ گمراہ ہونے سے ہر وقت اور ہر حال مین
ذمہ حکمت قادر متعال پر لازم ہی چوتھی وجہ حق تعالی فرماتا ہی یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین یعنی اے وہ

وجہ چہارم

گروہ جو ایمان لاے ہین حق تعالی کے واسطے پرہیزگاری کرو اور ہمراہ راست گویون کے رہو مفسر تفسیر کبیر نے کہا ہی کہ یہ آیہ
دوام وجود صادقین پر چند وجہون سے دلالت کرتی ہی پہلی یہ کہ تکلیف بالاتفاق ہمیشہ باقی ہی اور جب یہ ہوا تو یہ تکلیف بھی
دائمی ہوگی دوسری یہ کہ امر کا صیغہ جمیع اوقات کو شامل ہوتا ہی اور دلیل اسپر اُسی استثنا کا صحیح ہوتا ہی تیسری یہ کہ اس
آیت مین کسی وقت کی تعین نہین کی پس حمل کرنا اسکا بعض پر دون بعض ترجیح بلا مرجح ہی چوتھی یہ کہ یہ قول حق تعالی کا
دلالت اس بات پر کرتا ہی کہ تقوی جملہ مامور بہ سے ہی کہ حکم شرعی اُسکے لیے وارد ہی اور یہ بات متحقق نہین ہوتی مگر بہ نسبت اُسکے
جس سے خلاف تقوی کے عمل مین آسکتا ہو پس آیت کا حاصل یہ ہوگا کہ جائز الخطا کو چاہیے اقتدا اُسکا کرے جس سے خطا کا صادر ہونا
ممتنع ہو اور اُسکا صادق و معصوم کے ساتھ رہنا اُسی خطا کے صادر ہونے سے باز رکھے اور یہ معنی ہر زمانے مین موجود ہین پس
صادقین ہر زمانے مین موجود ہونگے انتھی ملخص کلامہ اور یہ تقریر فی الواقع موافق شیعون کے کلام صدق فرجام کے ہی جو
وہ کہتے ہین کہ ضروری ہی کہ امام معصوم ہو کیونکہ جملہ امور مین دین و دنیا کے وہ سب خلق کا مطاع ہوتا ہی یعنی سب مامور ہین کہ اُسکی
اطاعت کرین اور غیر معصوم کی اطاعت و تابع داری بے ضرورت کے جائز نہین ہی پس ضرور ہوا کہ امام معصوم ہو اور عصمت
ایک قوت قدسیہ ہی کہ اُسپر اطلاع ممکن نہین ہی مگر خدا کی طرف سے جو علیم حکیم ہی کہ وہ مطلع کر دے اُس صفت کے ساتھ پس اُسی پر
واجب ہوگا کہ جو شخص کہ صاحب اس قوت قدسیہ کا ہو اُسے نصب فرماے اور ممکن نہین ہی کہ اسکا مناط باختیار خلق رکھا جاے
اور حاجت امام کی طرف ہر وقت داعی رہتی ہی پس واجب ہی خدا پر کہ ہر وقت ایک امام کو اپنے بندون پر منصوب رکھے
اور جتنا یہان تک کلام مفسر تفسیر کبیر کا نقل ہوا بہت مربوط اور موافق عقل و نقل تھا لیکن بعد اسکے پھر جو انھون نے حمایت
مذہب کے لیے کہا کہ صادقین سے مراد اجماع ہی یہ البتہ اُس کلام اول کے مخالف ہی اور عقلا پر اُسکی بے حقیقتی ظاہر ہی اور انشاء اللہ
عنقریب اسکی تفصیل مذکور ہوگی پانچوین وجہ یہ ہی کہ حق تعالی فرماتا ہی یا ایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول و

وجہ پنجم

اولی الامر منکم اور پر ظاہر ہی کہ یہ خطاب عام ہی اور سب مکلفین کے واسطے روز قیامت تک کو شامل ہی پس چاہیے کہ ہر زمانے مین
اولی الامر موجود ہین اور یہ بھی معلوم ہی کہ اگر اولی الامر فساق اور اہل معصیت ہون تو چاہیے کہ طاعت اور مخالفت دونون واجب ہون
اور یہ محال ہی اور کیونکر ہو سکتا ہی کہ حکیم مطلق اپنے بندون پر اطاعت مثل یزید و معویہ کے واجب فرماے اسی واسطے کہ بعضے
اہلسنت معویہ کو باغی و طاغی کہتے ہین اور یزید کو خلیفہ نہین جانتے اور درحقیقت تمام مخلوقات پہ بدکارون سے اور اُنکے

افعال سے دوری اور بیزاری کرنا عقلاً و نقلاً واجب ہی اور کون شخص ہی اہل انصاف و دیانت سے کہ جو جناب باری کی طرف ایسے امر قبیح و شنیع کی اسناد جائز رکھے گا چھٹی وجہ حدیث متفق علیہ بین الفریقین ہی من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتۃ جاھلیۃً یعنی جو شخص کہ اپنے امام وقت کو نہ پہچانتا ہو اور وہ مر جاے تو موت مثل اُنکے ہوگی جو زمان جاہلیت مین مر گئے کیونکہ بہ تصریح اس حدیث سے واضح ہوتا ہی کہ ہر زمانے مین ایک امام کا معین اور بوصوف اپنی صفات کے ساتھ موجود ہونا ضرور ہی کہ تا سب خلق اُسے اُن صفات سے پہچانین اور ایسے امام کا نہ پہچاننا موجب اسکا ہی کہ کفر کی حالت مین مریگا اور بعض حضرات اہلسنت نے تفسیر مین اس حدیث کی کہا ہی کہ مراد امام سے قرآن ہی لیکن یہ تاویل و تفسیر بے معنی ہی کیونکہ یتبادر ذہن کی طرف اس عبارت سے یہ ہی کہ ایک زمانے کا امام دوسرے زمانے کے امام کے سوا اور غیر ہوتا ہی اور علاوہ اسکے اگر مراد امام سے اس حدیث مین قرآن ہی ہو تو یہ منافی اُس اُنکے اجماع کے ہوگا جو بہ نسبت نصب امام کے کہتے ہین کہ خلق پر واجب ہی کہ ایک امام اپنے لیے بنائین اور بٹھائین اور اُسکی اطاعت کرین اور جب وہ مر جاے تو دوسرے کو بٹھائین اور وہ ایسا ہی کہ اگر ظلم و جبر اور انواع نافرمانی خدا کی کرے اور معاصی عمل مین لاے تو معزول نہین ہو سکتا جیسا کہ مصنف عقائد النسفی نے کہا ہی والمسلمون لابد لھم من امام یقوم بتنفیذ احکامھم الخ اور اسکے بعد بہت کچھ ضرورت کے اسباب اور شرائط امامت لکھکر کہا ہی ولا ینعزل الامام بالفسق والجور اور اس سے بھی صاف ظاہر ہی کہ جو امام ضروری ہی اُسے آدمیون سے ہونا لازم ہی کیونکہ قرآن سے نہ وہ فوائد جو امام کے لیے لکھے ہین حاصل ہو سکتے ہین نہ وہ قوم قریش سے ہو سکتا ہی نہ اور شرائط کا تحقق اُسمین ہی نہ صدور فسق و جور اُس سے ممکن ہی بلکہ وہ سب اوصاف آدمیون مین متحقق ہو سکتے ہین پس یہ امام جسکی طاعت و معرفت ضروری ہی غیر انسان نہین ہو سکتا جیسا کہ شارح عقائد النسفی نے اسکی تصریح کی ہی بقولہ ثم الاجماع علی ان نصب الامام واجب وانما الخلاف فی انہ یجب علی اللہ او علی الخلق بدلیل او عقلی والمذہب انہ یجب علی الخلق سمعاً لقولہ عم من مات ولم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ جاھلیۃ ولان الامۃ قد جعلوا اھم المھمات بعد وفات النبی عم نصب الامام حتی قدموہ علی الدفن وکذا بعد موت کل امام الخ بالجملہ جب اس حدیث کو دلیل سمعی وجوب نصب امام کا خلق پر گردانا گیا اور کذا بعد موت کل امام کا اقرار ہوا تو اب کسی طرح کا شبہ باقی نہ رہا اسمین کہ مراد لفظ امام سے جو اس حدیث مین وارد ہی وہ امام مسلمین سے ہی جسکا نصب واجب ہی نہ قرآن اور یہ بھی بیقینی صاف ہوگیا کہ ہر زمانے کا امام غیر امام زمان سابق کے ہوتا ہی کیونکہ طریان موت بھی اُس امام پر ضروری ہی جب تو کذا بعد موت کل امام کہا اور قرآن کے لیے تجدد اور موت کسی طرح نہین ہو سکتی اور سوا اسکے جو اجماع سقیفہ بنی ساعدہ مین اُمت کا ہوا تھا وہ قرآن کے امام بنانے پر تھا یا جناب ابی بکر کے اگر قرآن کے لیے ہوتا تو اُسمین کیا نزاع کا مقام تھا کیونکہ اُسکے اتباع کو اور اہلبیت علیہم السلام سے تمسک کرنے کو تو خود جناب رسالتمآب فرما چکے تھے نزاع نہین ہوئی اصحاب مین مگر بیعت امامت جناب ابی قحافہ کے لیے نہ ابو عبیدہ جراح نے قرآن سے انحراف کیا نہ جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب نے کبھی مخالفت قرآن کے لیے فرمایا بلکہ اعراض بیعت

جناب ابی بکر سے فرماتے تھے پھر اگر امام سے جسکی معرفت واجب ہی قرآن مراد ہوتا اور اُسی کو ثلث اہم المہمات جانتے جیساکہ
یہ صاحب امام کی تفسیر میں کہتے ہیں تو چونکہ شیخین کسی کو نزاع نہ تھی پھر دفن نبی پر اُنکی بیعت کے لیے اہتمام میں تقدیم کیوں کرتے
لیکن شاید ان صاحب کا علم معرفت معنی امام میں اُن صحابون سے جنہوں نے سقیفہ میں اجتماع کیا تھا بڑھا ہوا ہی اور بہت
تاسف کا مقام ہی کہ یہ صاحب اس روز موجود نہوے والا بذریعہ اپنی تفسیر و بیان کے مانع اجماع اصحاب ہوتے اور مراد کلام نبی
شیخین بتاتے اور اُس بیعت کو جس سے مسلمانون میں نزاع پیدا ہوئی ہونے دیتے بالجملہ اس حدیث کو محل استدلال وجوب نصب
امام میں جو واجب ہی خواہ علی الخلق جیساکہ حضرات اہلسنت کہتے ہیں اور بعد نبی کے اہل حل وعقد نے بھی اُنکے اسی کو مراد کلام جانا
اور اُسی کے موافق اہتمام کیا اور ایک امام و خلیفہ اپنے لیے بنایا اور اُس اجماع کو اُنکے امام المتکلمین مفسر تفسیر کبیر معصوم اور مراد
اولی الامر جانتے ہیں یا واجب علی اللہ ہی جیساکہ شیعہ کہتے ہیں اور موافق عقل و نقل ہی پھر اب اس صورت میں کہ قرآن امام سے
مراد لیا جاے اور مراد صحیح گردانا جاے تو اُنکا اجماع درہم و برہم ہوگا اور جو سعی ان کی انکی طرف سے امام سازی میں کیئے گئے
ہوئیں وہ سب محمول خطا پر متصور ہونگی اور جو شارح عقائد نسفی نے اس مذہب اہلسنت کی صحت پر استدلال اس حدیث سے
کیا ہی وہ غیر صحیح اور بطلان مذہب کا واضح ہوگا یا ان صاحب کا یہ بیان و تفسیر لائق اعتنا کے نہوگا بلکہ اہل نظر کے نزدیک اوہن
من بیت العنکبوت وافسخ من ورق توت تصور ہوگا اور جو ہمنے کہا ہی کہ مراد اس حدیث سے یہ ہی کہ ہر زمانے میں ایک امام کا
متعین و موصوف اپنی صفات کے ساتھ موجود ہونا ضرور ہی کہ تا سب خلق اُسے اُن صفات سے پہچانیں اور ایسے امام کا نہ پہچاننا
اسکا موجب ہی کہ کفر کی حالت میں مریگا یہی متعین ہوگا اور سوا اسکے یہ بات بھی تو قریب بدیہیات کے ظاہر ہی کہ اگر امام سے
قرآن مراد لیا جاے تو چاہیے کہ جو اشخاص اہل اسلام سے ایسے ہیں کہ انہیں قرآن کا علم اور معرفت اُسکی نہیں ہی اور قرآن کو لکھ پڑھ
نہیں سکتے چاہیے وہ سب کافر مریں اور کفار کے حکم میں ہوں نہ اہل اسلام اور اہل قبلہ کے اور بڑی خرابی یہ ہی کہ جناب خلافت مآب
عمر ابن الخطاب کی حکایت مشہور ہی کہ مدت العمر میں اپنی ایک سورہ بقر بھی نہ یاد کرسکے تمام قرآن کا حفظ کیسا اور اُنکی قرآن دانی
ایسی تھی کہ انہیں کی روایات میں سے جو پہلے اس کتاب کے مقدمہ میں مذکور ہو چکی ہی صاف دلالت کرتی ہی کہ بعد جناب
رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ کے جب تلوار کھینچ کر کھڑے ہوے اور فرماتے تھے کہ پیغمبر خدا نے انتقال نہیں فرمایا آسمان پر گئے ہیں
اور جو کہیگا کہ مر گئے تو اُسے اسی تلوار سے مارونگا اور اُسوقت صحابون سے کسی نے یہ آیہ پڑھا وما محمد الا رسول فان مات
او قتل الآیۃ تو یہ سنکر تلوار میان میں کی اور فرمایا کہ گویا میں نے یہ آیہ قرآن سے سنا ہی نہ تھا ولیکن باینہمہ اہل حل وعقد نے نص
خلیفہ سابق اُنکی خلافت پر موافق حضرات اہلسنت کے اجماع کیا اور جناب خلیفہ اول حضرات اہلسنت نے بھی خود اُنکے لیے
نص امامت و خلافت کی فرمائی پھر اس نقص معرفت کے ساتھ قرآن کے جو شیخین حاصل تھی یہ کیونکر لائق خلافت و امامت
خلیفہ اول اور اہل حل وعقد کے نزدیک ہوے اور اُنکی موت کی نسبت یہ صاحب کیا کہینگے کہ کس حالت پر ہوئی اور اب
اُنکا شمار کس میں کرینگے اور بھی علاوہ ان سب باتون کے آج تک کسی نے اہل اسلام سے قرآن یاد کرنے کو واجب نہیں جانا

پھر وہ تفسیر اُن صاحب کی کسطرح صحیح ہوسکتی ہی اور یہ بھی اُس صورت مین ہی کہ مراد لفظ عبارت قرآن ہو اور اگر مراد اُسسے سمجھنا معنی قرآن کا ہی تو اور بھی زیادہ مشکل ہوگی بلکہ اب بہت سے صحابیون کے ایمان مین کلام ہو جائیگا کیونکہ معنی قرآن کی معرفت سب کو کہان تھی والّا لفظ کلالہ او ابّا کی تفسیر مین دقت نہوتی جیساکہ کتب مین مسطور ہی اور جو جو اختلاف واقع ہوے نہوتے اور جب اصحاب نبی کی یہ حالت ہوئی تو اورون کا حال تو کچھ کہنے کے لائق بھی نہین سوا اسکے عبداللہ بن عمر نے اِس حدیث کے معنی امامیہ اور عقلا کے موافق سمجھے ہین اور اُنکا قول بالضرور حجت حضرات اہلسنت کے لیے ہی اور وہ یہ ہی کہ شرح نہج البلاغہ وغیرہ مین مذکور ہی کہ ایک شب کو عبداللہ ابن عمر حجاج کے دروازے پر آیے اور دروازہ ہلایا تاکہ جب عبدالملک باہر آئے یا انھین بلاے تو وہ اُسکے ساتھ بیعت کرین اور بلا امام رات بسر نہ کرین کیونکہ وہ پیغمبر سے یہ روایت کرتے تھے کہ حضرت نے فرمایا کہ جو شخص کہ مر جاے بے اسکے کہ کوئی اُسکا امام ہو وہ کفر کی حالت پر مریگا صاف اِس سے معلوم ہوتا ہی کہ عبداللہ ابن عمر امام سے مراد امام آدمیون مین سے سمجھے نہ قرآن پھر اب گنجائش تاویل کی کہان باقی رہی اور جب یہ ہوا تو مراد امام سے وہ امام ہوگا جو اپنے زمانے مین خدا کی طرف سے منصوب ہو اور معصوم اور وارث علوم انبیا اور عالم علم قرآن ہو سا توین وجہ وہ خطبہ ہی جناب امیر علیہ السلام کا جو نہج البلاغہ مین ماثور ہی اللھم بلی لا تخلوا الارض من قائم للہ بحجۃ اما ظاھرًا مشھودًا او خائفًا مغمورًا لئلا یبطل حجج اللہ وبیناتہ وکم ذا واین اولئک واللہ الاقلون عددًا والاعظمون قدرًا یحفظ اللہ بھم حججہ وبیناتہ حتی یودعوھا الی نظرائھم ویزرعوھا فی قلوب اشباھھم یعنی پروردگار اینی زمین خالی نہین رہتی کبھی یعنی زمین خدا کی ایک حجت سے خواہ وہ ظاہر و مشہور ہو یا غائب و پوشیدہ ہو تاکہ حجتین خدا کی اور بینات اُسکی باطل نہو جائین اور کتنے آدمی ہونگے جو اِس مرتبہ سے فائز ہونگے عدد اُنکا بہت کم ہی اور قدر و منزلت اُنکی بہت بلند ہی کہ حق تعالی اُنکے واسطے سے اپنے دلائل ظاہرہ کا حفظ فرماتا ہی یہان تک کہ وہ سپرد کرتے ہین اُن دلائل کو اپنی امثال کو اور بوتے ہین انھین دلون مین اپنے اشباہ کے اور اِسی کو موید ہی وہ حدیث متفق علیہ بین الفریقین انی تارک فیکم الثقلین ما ان تمسکتم بھما لن تضلوا بعدی ولن یفترقا حتی یردا علی الحوض مصنف کتاب صواعق محرقہ نے اُسی کتاب مین جو کہا ہی بعینہ وہ عبارت نقل کرتا ہون وفی احادیث الحث علی التمسک باھل البیت اشارۃ الی عدم انقطاع متاھل منھم للتمسک بہ الی یوم القیمۃ کما ان الکتاب العزیز کذلک ولھذا کانوا امانًا لاھل الارض کما سیاتی ویشھد لذلک الخبر السابق فی کل خلف من امتی عدول من اھل بیتی الخ ملخص معنی اُسکے یہ ہین کہ جو حدیثین اہلبیت علیہم السلام کے ساتھ تمسک کرنے کو پیغمبر خدا سے وارد ہوئی ہین اُنمین اشارہ طرف اِس بات کے ہی کہ وجود متاہل کا منقطع نہوگا بلکہ ہر زمانے مین ایک شخص جسپر اہلبیت رسول کا اطلاق ہو سکے اور وہ اسکے لائق ہو رہیگا تاکہ روز قیامت تک تمسک اُنسے کر سکین جیساکہ قرآن مجید کا حال ہی اور اسی جگہ سے کہ اہلبیت رسول اہل زمین کی امان ہین جیساکہ آئیگا اور گواہی دیتا ہی اُسکی راستی پر جو گذرا کہ ہر طبقہ مین میری امت کے میرے اہلبیت سے عدول ہونگے فقط اور یہ سب کس صراحت سے دلالت کرتے ہین اِس بات پر کہ کسی وقت مین زمین خدا کی

حجت سے خالی نہین رہتی اور نہ خالی رہنا زمین کا حجت خدا سے مشتمل ہی بہت مصلحتون پر اور صالح کا کرنا بمقتضائے حکمت حکیم مطلق پر واجب ہی آٹھوین وجہ قول ہی جناب اقدس الہی کا وربک یخلق مایشاء ویختار ماکان لھم الخیرۃ سبحان اللہ عما یشرکون یعنی پروردگار تیرا پیدا کرتا ہی اُس چیز کو کہ چاہتا ہی اور اختیار و برگزیدہ کرتا ہی اُسے جو چاہتا ہی اور خلق کو کچھ اختیار نہ تھا منزہ ہی خدا اُس سے جو وہ اُسکا شریک گردانتے ہین اور اس آیت سے استدلال کی وجہ یہ ہی کہ اختیار کلی تقرر رئیس کے لیے خدا کے واسطے ہی خلق کو کچھ اختیار نہین ہی اور آدمیون کا اختیار رئیس گردانتے مین اپنے واسطے اِس بات پر دلیل ہی کہ انھون نے اپنے تئین شریک خدا کا قرار دیا و الاجوبات کہ مخصوص خدا کے ساتھ ہی اور اُسی کے لائق ہی اُسے نہ کرتے ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ مین ایک حکایت لکھی ہی اُسکا حاصل یہ ہی کہ عبیداللہ ابن عمر نے کہا کہ مین ایک دن اپنے باپ پاس بیٹھا تھا اور ابن عباس بھی تھے کہ اُنکے باپ نے کہا کہ ابن عباس تم جانتے ہو کہ تمھارے ساتھ آدمیون نے کیا سلوک کیا ابن عباس نے کہا کہ مین نہین جانتا اُسوقت اُنکے باپ نے کہا کہ قریش نے مکروہ جانا کہ نبوت اور خلافت تمھارے واسطے مجتمع ہو و الا تمسے خلق کو ضرر پہونچتا بعد اُسکے دیکھا قریش نے اور غور کیا کہ اُنکے واسطے کس چیز مین فائدہ ہی پس اُسے اختیار کیا یعنی اپنے واسطے خلیفہ باختیار خود مقرر کرنا اختیار کیا اور اسمین وہ توفیق دی گئی اور اپنے حق کو پہونچے یعنی جو فائدے کہ پیش نظر تھے وہ حاصل ہوے یہ سنکر ابن عباس نے کہا کہ ای خلیفہ اگر تو اپنے قہر و غضب کو مجھسے دور کرے اور سنے تو مین کچھ کہون اُنکے والد نے کہا کہ جو جی چاہے وہ کہو ابن عباس نے کہا کہ یہ جو تمنے کہا کہ قریش نے مکروہ جانا اِس بات کو کہ نبوت اور خلافت ہمارے لیے جمع ہو پس بدرستیکہ یہ کراہت مثل اُس کراہت کے ہی جسے حق تعالی نے قرآن مجید مین اُسکی طرف اشارہ فرمایا ہی جہان کہ فرمایا ہی ذلک بانھم کرھوا ما انزل اللہ فاحبط اعمالھم یعنی مکروہ جانا ایک قوم نے اُس چیز کو جسے خدا نے نازل فرمایا تھا پس حق تعالی نے اُنکے اعمال کو حبط فرمایا اور یہ جو تمنے کہا کہ اگر ہم مسلط ہوتے سب پر تو ضرور پہونچاتے تو اگر یہ سچ ہی اور اسی طرح ہی کہ ہم خلافت کے باعث سے ضرر پہونچاتے تو چاہیے کہ بذریعہ قرابت نبی کے بھی ضرور پہونچائین ولیکن ہم وہ قوم ہین کہ جنکے اخلاق اخلاق پیغمبر خدا سے پیدا ہوے ہین اور آنحضرت کا خلق اُس مرتبہ مین تھا کہ حق تعالی نے اُنکی شان مین فرمایا ہی کہ تحقیق کہ تو بہت بڑی خلق پر ہی اور فرمایا ہی اُنکے واسطے کہ اپنے بازوؤن کو جھکا اُس شخص کے واسطے جو ایمان لاے اور تمھاری فرمانبرداری کرے مومنین سے اور یہ جو خلیفہ نے کہا کہ قریش نے اختیار کیا پس بدرستیکہ حق تعالی فرماتا ہی وربک یخلق مایشاء ویختار ماکان لھم الخیرۃ یعنی تیرا پروردگار پیدا کرتا ہی ہر چیز کو کہ چاہتا ہی اور برگزیدہ کرتا ہی جس چیز کو چاہتا ہی نہین ہی اُنکے لیے کوئی اختیار تحقیق کہ تو جانتا ہی ای خلیفہ کہ حق تعالی نے برگزیدہ کیا ہی اِس بات کے واسطے اپنی خلق سے اُس شخص کو جسے خود اختیار فرمایا ہی پس اگر قریش نظر کرتے اور دیکھتے اُس راہ سے کہ خداوند عالم نے نظر رحمت فرمائی ہی اُنکے واسطے تو اُسوقت توفیق خیر کی پاتے یہ سنکر خلیفہ وقت نے کہا کہ ای ابن عباس اپنے حال پر رہو تمھارے دل ای بنی ہاشم انکار رکھتے ہین قریش سے بسبب بدخواہی کے کہ وہ زائل نہین ہوتی اور ایسا تمھین اُنسے حسد ہی کہ بدلتا نہین یہ سنکر پھر ابن عباس نے کہا کہ ای خلیفہ چپ رہ بنی ہاشم کے دلون کو غش اور بدباطنی کی طرف منسوب نہ کر کہ اُنکے دل دل پیغمبر خدا کے

دل سے باہر کرے ہین اور وہ ایسا دل تھا جسے خدا نے پاک کیا تھا اور یہ اہلبیت رسول ہین کہ جنکی شان مین حق تعالی فرماتا ہو کہ سوا اسکے نہین ہو کہ حق تعالی چاہتا ہو کہ دور کرے تمسے جس کو اے اہلبیت اور پاک کرے تمھین جو حق پاک کرنے کا ہو اور اے خلیفہ یہ جو تو نے کہا کہ بنی ہاشم قریش سے بغض رکھتے ہین تو بھلا کیونکر ہو سکتا ہو کہ جسکا حق چھین گیا ہو وہ اپنے حق کو غیر کے ہاتھ مین دیکھے اپنی آنکھ سے اور پھر بغض نہ کرے یہ سنکر خلیفہ وقت نے کہا کہ مجھے خبر پہونچی ہو کہ تم ہمیشہ یہ کہتے ہو کہ امر خلافت ہمارا ظلم و حسد کی راہ سے لیا گیا ابن عباس نے کہا کہ مگر حسد پس وہ امر قدیم ہو کہ شیطان نے حسد کیا تھا حضرت آدم پر پس انھین بہشت سے باہر نکالا تھا پس ہم کہ فرزندان آدم ہین اور محسود ہین اور لیکن ظلم پس خلیفہ خوب جانتا ہو کہ صاحب حق کون ہو آیا عرب عجم پر حجت نہین لاتے تھے حق پیغمبر خدا کے ساتھ اور قریش سایر عرب پر اسی حق کی راہ سے حجت نہین لاتے تھے پس ہم ہین لائق تر رسول خدا کے ساتھ جملہ قریش کی بہ نسبت یہ سنکر خلیفہ عمر ابن الخطاب نے کہا کہ اٹھو اور اسوقت اپنے گھر جاؤ یہ سنکر ابن عباس اٹھے اور چلے جب پشت انکی ہوئی تو خلیفہ نے پکار کر اُنسے کہا کہ اے پھر کر جانے والے تم جس حال پر کہ ہو گے اور جو تمسے صادر ہوگا مین تمھارے حق کی رعایت سے ہاتھ نہ اٹھاؤنگا یہ سنکر پھر ابن عباس پھرے اور کہا کہ ہمارا حق تمپر اور سب مسلمانون پر ہو بسبب پیغمبر خدا کے پس جو کوئی اسکا حفظ کریگا اُسنے اپنی خیر خواہی کی اور جو کوئی اُسے ضائع کریگا اُسنے اپنے حق کو ضائع کیا بعد اسکے ابن عباس باہر گئے اور خلیفہ نے اپنے اہل صحبت سے کہا کہ خوشا حال اس مرد کا کہ ایسے مین نے کبھی نہین دیکھا کہ کسی سے مباحثہ کرے مگر یہ کہ اسپر غالب آتا ہو اب اس روایت کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہو کہ اس آیت سے ابن عباس نے کہ بنی ہاشم اور اقربا اور صحابی رسول سے ہین یہی معنی یہ استدلال کیا ہو اور خلیفہ ثانی کا جواب جو ہوا ہو وہ بھی ظاہر ہو کہ جیسا کوئی راز فاش ہونے کی تدبیر کرتا ہو کہ کہنے والے کو صحبت سے اٹھا دے تاکہ زیادہ فضیحتی اور خرابی نہو وہ تدبیر کی اور پھر جانے کے بعد اقرار و اعتراف انکے غالب آنے کا مباحثہ مین بھی کیا اور یہ روایت بھی کچھ امامیہ کی نہین ہو نوین وجہ وہ حدیث ہو جسے کلینی علیہ الرحمہ نے اپنی سند سے روایت کیا ہو اور یہ بڑی ہو لیکن بقدر ضرورت اور حاجت اسے بطور اختصار نقل کرتا ہون یونس بن یعقوب کہتے ہین کہ مین حضرت امام جعفر صادق کی خدمت مین حاضر تھا کہ ایک شخص شام کا رہنے والا آنحضرت کی خدمت مین حاضر ہوا اور کہا کہ مین ایک شخص ہون اہل علم سے کہ صاحب کلام اور فقہ اور فرائض ہون تمھارے اصحاب سے مناظرہ کرنے کو آیا ہون یہ سنکر حضرت نے اپنے اصحاب کو طلب فرمایا اور انھون نے مباحثہ کیا اُس سے یہان تک کہ نوبت ہشام بن الحکم کی آئی اُسوقت حضرت نے اس شامی سے فرمایا هذا الغلام یعنی الهشام چونکہ اُسنے دعوی کیا تھا کہ مین صاحب کلام ہون اسلیے حضرت نے فرمایا کہ جو کچھ منظور ہو تجھے علم کلام مین کر نا وہ ہشام سے کلام کر یہ سنکر اُس شامی نے کہا کہ بہتر ہو بعد اسکے ہشام سے کہا اُسنے کہ اے چھوٹے جوان خاص امامت مین تو مجھ سے سوال کر اور اشارہ امام بحق ناطق حضرت امام جعفر صادق کی طرف کیا یہ سنکر ہشام کو ایسا غصہ آیا کہ سارا بدن اُنکا کانپنے لگا بعد اسکے فرمایا کہ اے شخص آیا پروردگار تیرا اپنی خلق کے حال پر زیادہ شفیق ہو یا اسکی خلق اپنے حال پر زیادہ مہربان ہین شامی نے کہا کہ بلکہ پروردگار میرا زیادہ مہربان ہو بعد اسکے ہشام نے کہا کہ ہرگاہ تیرا خدا زیادہ مہربان ہو تو اس مہربانی مین اُسنے خلق کے واسطے کیا کیا شامی نے

کہاکہ اُنکے فائدہ کے لیے دلیل وحجت کو قائم کیا تاکہ پراگندہ نہون اور آپسمین اختلاف نہ کرین وہ خدا کی حجت اُنکے بیچ مین الفت
پیدا کرتی ہی اور اُنکی کجی کو سیدھا کرتی ہی اور خبر دیتی ہی اُنہین فرائض پروردگار سے اُنکے یہ سُنکر ہشام نے کہا کہ وہ حجت کون ہی کہا اُسنے
کہ وہ حجت پیغمبر خدا ہین ہشام نے کہا کہ بعد آنحضرت کے پھر کون حجت ہی خدا کی شامی نے کہا کہ کتاب وسنت ہی ہشام نے کہا کہ
آیا آج کتاب وسنت ہمسے اختلاف کے دور کرنے مین کچھ فائدہ بخشتی ہین شامی نے کہا ہان ہشام نے کہا کہ پھر تمنے کیون اختلاف کیا
اور تو ہمارے ساتھ مناظرہ کرنے کو شام سے کیون آیا یہ سُنکر شامی چپکا ہوا جناب صادق علیہ السلام نے فرمایا اُس سے کہ کیون تو چپ
ہوگیا اُسنے کہا کیا کرون اگر یہ کہتا ہون کہ اختلاف ہم مین تم مین نہین ہی تو پھر اُسکا کہنا جھوٹ ہوگا اور اگر کہون کہ کتاب وسنت ہمارے اختلاف کو
رفع کرسکتی ہین تو قول باطل کا کہنے والا ہونگا کیونکہ وہ دونون بہت سی وجہون کی اُٹھانے والی ہین اور اگر یہ کہون کہ ہمنے اختلاف کیا
اور ہر ایک ہم مین سے دعا کرتا ہی کہ ہم حق پر ہین تو اُسوقت مین کتاب وسنت کس کام آے مگر اب یہ بات ہی کہ مین اسی دلیل کو پھر ہشام پہ
پھیر کر وارد کرتا ہون جناب صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ پوچھ اُس سے کہ اُسے تو علم ودانش سے بھرا ہوا پائیگا یہ سُنکر شامی نے
ہشام سے کہا کہ ای شخص مہربان تر کون ہی خدا یا خلق اُسکی ہشام نے کہا کہ خلق کا پیدا کرنے والا اُنکے حال پر اُنکے نفوس سے زیادہ
مہربان ہی شامی نے کہا کہ پھر آیا اُسنے اُنکے لیے اس شخص کو قائم کیا ہی کہ جو اُنکے کلمہ کو مجتمع کرے اور کجی کو اُنکی دور کرے اور اُسکے عوض مین
راستی پر لاے اور حق کے ساتھ اُنھین خبر دے اور حق وباطل مین اُنکے تمیز دے ہشام نے کہا کہ یہ تو حال پیغمبر خدا کے زمانے کا
پوچھتا ہی یا اس زمانے کا شامی نے کہا کہ پیغمبر خدا کے وقت مین تو خود رسول خدا حجت خدا تھے لیکن اسوقت مین کون ہی ہشام نے
کہا کہ یہ بزرگ جو تشریف رکھتے ہین اور لوگ دور دور راہون سے اپنے اسباب سفر باندھکر انکی خدمت مین آتے ہین اور یہ ہمین آسمان کی
خبرین دیتے ہین اپنے باپ دادا کی وراثت کے ذریعہ سے یعنی یہ وارث علوم ائمہ اور انبیا علیہم السلام کے ہین شامی نے کہا کہ
مین اس بات کو کیونکر جانون کہ سچ ہی ہشام نے کہا کہ اِنسے جو تیرے دل مین آئے وہ پوچھ شامی نے کہا کہ تو نے میرے عذر کو
قطع کردیا اب مجھپر ضرور ہوا کہ اِنسے سوال کرون یہان تک کلام ہوچکا تھا اور حضرت صادق علیہ السلام سن رہے تھے بعد اُسکے
خود حضرت نے اُس شامی سے خطاب فرمایا اور تفصیل سفر کو اُسکی براہ اعجاز بیان فرمایا کہ تو نے سفر اسطرح کیا اور اس راہ سے آیا اور راہ مین
یہ یہ امر واقع ہوے وہ کہتا جاتا تھا کہ آپ سچ فرماتے ہین یہ سب ہوا تھا آخر کو اُسنے کہا کہ مین اسلام لایا رضاے خدا کے واسطے یہ سُنکر
حضرت نے فرمایا کہ بلکہ ایمان لایا تو ساتھ خدا کے پس بدرستیکہ اسلام ایمان سے پہلے ہوتا ہی اور اسلام پر نکاح کرنے کی اور وارث
ہونے کی بنا ہی یعنی معاملات دنیا کو مفید ہی اور بناے ثواب روز حساب موقوف ایمان پر ہی شامی نے عرض کیا کہ آپ سچ فرماتے ہین
مین اسوقت گواہی دیتا ہون کہ کوئی معبود بحق نہین ہی مگر اللہ اور یہ کہ محمد رسول خدا ہین اور تم وصی ہو اُنکے اوصیاؤن کے دسوین وجہ
وہ ہی جسے آخوند صاحب نے کتاب حق الیقین مین لکھا ہی اور وہ یہ ہی کہ چونکہ بعثت پیغمبر خدا کی مخصوص اُسی زمانے کے ساتھ نہین ہی کہ
جسمین وہ حضرت مبعوث ہوے تھے فقط بلکہ تمام خلق پر روز قیامت تک حضرت مبعوث ہین اور وہ حضرت خلق کے واسطے
ایک کتاب لاے اور ایک شریعت کو خدا کی طرف سے مقرر فرمایا اور ہر امر کے آداب وسنن یہان تک کہ کھانے کے اور پینے کے

اور جماع کرنے کے اور بیت الخلا جانے کے خلق کے لیے مقرر کیے اور فرائض و مواریث و قضایا اور معاملات مین احکام
واقعیہ موافق وحی الٰہی کے مقرر فرمائے اور زمان بعثت حضرت کا بہت تھوڑا تھا اور اُس مدت مین ایک جماعت قلیل نے
ظاہر مین اسلام قبول کیا اور معتقد ہوئے اور وہ بھی ایسے تھے کہ کثر انمین سے باطن مین منافق تھے پس کون صاحب عقل تجویز
کرتا ہو کہ خدا اور رسول ایسے امر عظیم کو ناتمام چھوڑین اور کوئی حافظ اس ملت و شریعت اور کتاب و سنت کے لیے کہ جو معصوم
اور مامون سہو و کذب و تغیر و تبدیل سے ہو مقرر نہ کرین اور ایسی کتاب کہ جو مجمل اور غامض اور ذو وجوہ اور ذو محامل ہو اُسی کو
انمین چھوڑین کہ ہنوز وہ کتاب جمع بھی نہوئی تھی اور مرتب بھی نہونے پائی تھی اور جو کچھ کہ اُس کتاب مین ہو وہ بہت مجمل ہو
اور ہر ایک نئے طریق سے اُسکے معنی سمجھے اور کوئی تفسیر کرنے والا اُسکے لیے معین نہ فرمائین حالانکہ ہزار حکم ضروری سے ایک بھی
ظاہر مین اُسکے نہو اور احادیث و سنت نہایت مرتبہ اختلاف و تشویش مین ہون اور چند نو مسلمون کو کہ ہر ایک انمین سے طرح طرح کے
اغراض فاسدہ رکھتے ہون تعیین امت کے لیے صاحب اختیار کرین کہ جس باطل کو چاہین اپنے لیے معین کرین اور اُن جاہل
باطل کا حال یہ ہو کہ جو بات اُسکے سامنے آئے وہ صحابون کو جمع کر کے آپ بیٹھا رہے اور اُسنے نیکی بدی اُس بات کی پوچھے
تا موافق اپنے اغراض باطلہ کے جو تجویزین صحابہ کی تعیین انمین سے کسی تجویز کو ترجیح دے پھر جو شخص کہ تھوڑی سی بھی عقل رکھتا
ہوگا وہ ایسے امر شنیع اور سخیف کو خدا اور رسول کے حق مین جائز نہ جانے گا اور حق تعالیٰ اُس لطف و مرحمت کے ساتھ جو بہ نسبت
اپنے بندون کے خصوصًا اس امت کے ساتھ رکھتا ہو اور خود وہ پیغمبر اُس مہربانی و شفقت کے ساتھ جو بہ نسبت امت کے فرماتے تھے
امت کے حق مین کیونکر اس بات پر راضی ہونگے کہ یہ ہمیشہ حیرت و گمرہی مین گرفتار رہین اور یہ کیونکر ہو سکتا ہو کہ وہ پیغمبر بزرگوار
جسنے اپنی امت کی ہدایت کے لیے کیا کیا اپنے بدن پر آزار اُٹھائے اور کیسے کیسے آلام نفسانی کے متحمل ہوئے وہ ایکبار ایسے
نا مہربان ہو گئے کہ کوئی رئیس و رہنما اُنکے لیے مقرر نہ فرمایا اہل دیہات سے جہان جرچہ علم کا نہین ہو لیکن جب کوئی زمیندار
بیمار پڑتا ہو تو اپنی رعیت اور کاشتکارون کے حال پر شفقت کی راہ سے ایک کسی کو انپر معین کرتا ہو اور اُنکے لیے اُسے وصیت
کرتا ہو اور اپنے متروکات کے لیے کوئی ضابطہ مقرر کرتا ہو یہ خوب بات ہو کہ پیغمبر خدا دنیا سے تشریف لیگئے اپنے دین و ملت
اور کتاب و سنت اور رعیت و امت کے لیے کسی کو معین نہ فرمایا اگر ایسی بات مین بھی عقل حکم نہ کرے تو پھر کسی بات مین
بھی حکم نہ کرے گی گیارھوین وجہ یہ ہو کہ اخوند صاحب نے حق الیقین مین لکھا ہو کہ اس بات کے معترف و مقر ہمارے
مخالفین بھی ہین کہ حق تعالیٰ کی عادت مقررہ جملہ پیغمبرون مین یہ ہو کہ آدم علیہ السلام سے تا جناب ختم المرسلین جب تک
نبی کا خلیفہ نہین معین فرمایا اُس پیغمبر کو دنیا سے نہین اُٹھایا اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ کی بھی لڑائیون مین اور سفرہائے جزئی مین
کہ جب مدینہ منورہ سے کہین باہر تشریف لیجاتے تھے تو عادت اور سنت یہ تھی کہ ایک رئیس اور خلیفہ مقرر فرما کر تشریف
لیجاتے تھے اور جملہ بلاد اور دیہات اسلام مین بھی ایک حاکم نصب فرماتے تھے اور اُنکے امور کو اپنے اوپر نہ چھوڑتے تھے
پھر کیونکر ہو سکے اور عقل کسطرح قبول کرے اور ایسی بڑی مفارقت مین اور اتنے بڑے سفر دور و دراز مین جسکی انتہا روز قیامت ہو

گیارھوین وجہ

اپنی امت و رعیت کے احوال کو مہمل اور انکے امور کو معطل چھوڑا ہو انتہی ملخص کلامہ اور فی الواقع مولانا ان تقریرون کو و
حکایت مشہورہ جاثلیق اور اُس جماعت کی ہی جو بعد جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ قیصر بادشاہ روم کی طرف سے بھیجی ہوئی
استکشاف حال اختلاف امت کے لیے مدینہ مشرفہ مین وارد ہوئی تھی اور جناب سید سند نے اسی حدیقہ مین بطور خلاصہ
نقل فرمایا ہی اور روایت وہ بڑی ہی اور کتاب ارشاد القلوب مین جناب سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہی بالجملہ یہ جماعت
جب مدینہ مین داخل ہوئی اور تفحص وصی پیغمبر خدا کا اہل شہر سے کیا تو انھون نے بتایا کہ ابوبکر ہین جب وہ صحبت مین حاضر ہوا
تو انکے حاضرین صحبت پر سلام کیا انھون نے جواب دیا اسکے بعد جاثلیق نے کہا اہل صحبت سے کہ مجھے بتاؤ کہ جانشین پیغمبر کون ہین
حضرت عمر ابن الخطاب نے جناب ابی بکر کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ یہ ہین جاثلیق نے کہا کہ یہ مرد پیر انھون نے کہا ہان اسوقت
جاثلیق نے کہا ای شیخ تو ہی وصی اور جانشین پیغمبر ہی کہ جسے علمون مین اپنے غیر سے اور اس پیغمبر کی امت سے مستغنی ہونا چاہیے و
جس مسئلہ مین کہ محتاج ہون تیری طرف رجوع کرین یہ سنکر حضرت ابی بکر نے کہا کہ مین وصی نہین ہون جاثلیق نے کہا پھر کون ہو
خلیفہ ثانی نے کہا کہ یہ رسول خدا کے خلیفہ ہین پھر جاثلیق نے پوچھا کہ تو ہی وہ خلیفہ ہی جسے آنحضرت نے اپنا جانشین کیا تھا
اپنی امت مین انھون نے کہا نہین جاثلیق نے کہا کہ پھر یہ کیسی بدعت ہی جو دین مین پیدا کی ہی مین نے کتب سابقہ مین پڑھا ہی کہ
خلافت خدا کی طرف سے ہوتی ہی جیسا کہ خدا نے فرمایا ہی یاداؤد انا جعلناک خلیفة فی الارض پس وہ کون ہی جسنے یہ تمھارا نام
رکھا آیا تمھارے پیغمبر نے یہ تمھارا نام رکھا تھا انھون نے کہا نہین لیکن قوم نے مجھی کو پسند کیا جاثلیق نے کہا کہ پس معلوم ہوا کہ
تم قوم کے خلیفہ ہو پیغمبر کے خلیفہ نہین ہو کیونکہ تمنے خود کہا کہ پیغمبر نے مجکو وصیت نہین کی اور مین نے پیغمبرون کی سنت مین
دیکھا ہی کہ حق تعالی نے کسی پیغمبر کو مبعوث نہین فرمایا مگر یہ کہ ایک وصی اسکے لیے قرار دیا ہی اور ایسے کو وصی فرمایا ہی کہ جسکی طرف
سب علم مین محتاج ہوتے ہین اور وہ کسی کی طرف محتاج نہین ہوتا اور یہ حق تعالی کے قول کا مصداق ہی جو فرمایا ہی ولن
لسنة الله تبديلا پھر جاثلیق نے کہا کہ مین نہین دیکھتا مگر یہ کہ تمنے نبوت محمد کو دفع کیا اور پیغمبرون کی سنتون کو باطل کیا

بارھوین وجہ

بارھوین وجہ یہ ہی کہ نصب امام لطف ہی اور لطف حق تعالی پر واجب ہی جیسا کہ اخوند صاحب نے حق الیقین مین فرمایا ہی
اور یہ مطلب دوسری تقریر سے بھی ادا ہوتا ہی اور وہ یہ ہی کہ اپنے محل مین یہ بات ثابت ہی کہ بندون کو مکلف کرنا اور اپنے اوامر
و نواہی سے آگاہ کرنا خدا پر واجب ہی اور تکلیف بے تمکین کی ممکن نہین ہی اور تمکین کے معنی یہ ہین کہ خدا مکلف کو اوامر و نواہی کے
بجالانے پر قدرت تام عطا کرے اور یہ تمکین ضروری ہی کہ اُسے تکلیف دینے سے پہلے حاصل ہو کیونکہ معلوم ہی کہ جو جہاد پر قادر نہو اُسے
جہاد کی تکلیف دینا اور جس سے کھڑا نہوا جاے اُسے کھڑے رہنے کی تکلیف دینا اور جو اسکے مثل ہو یہ مذموم اور قبیح ہی اور
اسکا صدور حکیم قادر علی الاطلاق سے محال ہی اور اسی لیے حق تعالی فرماتا ہی کہ لا یکلف الله نفسا الا وسعها اور یہ مسئلہ کتاب العدل
مین بطور واضح و مفصل لکھا گیا ہی زیادہ بڑھانے کی بیان حاجت نہین ہی و من شاء فلیرجع الیہ رہی بات تمکین سے بندون کا
علم بھی ساتھ اُس خیر کے جسکے لیے خدا نے امر و نہی فرمائی ہی کیونکہ اگر بندون کے واسطے کوئی راہ علم حاصل کرنے کی نہو جسکے لیے

مامور بہا ور منہی عنہ ہوئی تھی نہو تو یہ بھی اسی قبیل سے ہوگا جیسے نہ پیدا کرنا قدرت و قوت کا ہی کہ جسکے بغیر مامور بہ کو بجا نہین
لاسکتے اور منہی عنہ سے اپنے تئین باز نہین رکھ سکتے اور جو ایسا ہو اُسسے تکلیف ساقط ہی اسی لیے مجنون اور صبی یا جو اُنکے مثال ہین
کہ قوت علمیہ نہین رکھتے اُنھین مکلف نہین کیا اور بسبب تقادم عہد اور طول زمان کے جو اختلاف راویون مین ہوتے تھے بہت مذہب
پیدا ہو جاتے ہین اور اُسکے باعث سے حقیقت امر ملتبس ہو جاتی ہی اور اُن احکام کے ساتھ جسے پیغمبر خدا اُمت کے لیے لائے تھے
علم کا حاصل ہونا از جملہ متعذرات کے ہو جاتا ہی چنانچہ اسکی گواہی تو کلام مفسر تفسیر کبیر سے بھی مصرح نکلتی ہی جیسا کہ اوپر وجہ سوم مین
مذکور ہوا اور مشاہدے سے بھی معلوم ہوتا ہی جیسا کہ اِس زمانہ مین بھی مشاہد ہین کہ باوجود اسکے کہ خدا کا حکم مذہب مختار کے لیے
اہل اسلام کے بیچ مین ہر باب مین معین ہی لیکن اُسے پہچان نہین سکتا اور اُسکا جاننا متعذر رہی پس ضرور ہوا کہ جب نبی نہون تو اُنکے
نائب جو خطا سے معصوم اور احکام رسول خدا کے عالم اور مؤید بمعجزات ہون وہ موجود ہون تاکہ دین خدا کے احکام کی حفاظت
کرین والا یہ لازم آئیگا کہ تکلیف ساقط ہو جاے یا تکلیف بدون تمکین دی جاے اور وہ دونون باطل ہین لیکن اِس جگہ پر
ایک شبہ ہوتا ہی کہ کوئی کہے کہ اگرچہ خدا کا حکم ہر باب مین متعین ہی لیکن حق تعالی نے تکلیف یہ دی ہی کہ جب زمانہ پیغمبر سے
خالی ہو اُس وقت مکلف کو چاہیے کہ ہر حکم کی تحقیق و استنباط مین بذل جہد کرے اور بعد بذل جہد کے جو اُسکے نزدیک راجح ہو
اُسپر عمل کرے پھر تکلیف کیون ساقط ہوگی اور کیا خرابی لازم آئیگی مگر جواب مین اُسکے یہ کہہ سکتے ہین کہ جملہ احکام مین بذل جہد
انسانی کام نہین کر سکتا اور اگر ایسا ہی ہوتا تو پیغمبر خدا نے جو فرمایا تھا کہ عنقریب ہی کہ میری اُمت ہفتاد و سہ فرقہ کی طرف
متفرق ہوگی کہ وہ سب فرقے داخل جہنم ہونگے مگر ایک اُنمین سے فقط تو اگر بذل جہد انسانی کافی ہو جاتا تو اِسقدر فرقے کیون داخل
جہنم ہوتے کیونکہ کوئی فرقہ نہین ہی مگر یہ کہ سب علمانے اُنکی تحقیق مین اور اختیار مذہب مین بقدر اپنی قوت کے بذل جہد کی ہی
علاوہ اُسکے یہ بات تو باجماع اُمت باطل ہی مگر بعض جو اسکے خلاف کے معتقد ہین وہ بہت قلیل ہین اور واقعی اگر ایسا ہو کہ
بذل جہد کافی ہو تو پھر ضرورت امام کی باقی نہین رہتی حالانکہ کل اُمت کے نزدیک نصب امام ضرور ہی خواہ باعتبار خدا
یا باعتبار خلق لیکن اِس جگہ پر پھر یہ کہہ سکتے ہین کہ بہ نسبت فرقہ امامیہ کی دو باتون سے ایک بات ضرور ہی یا یہ کہ اُس وقت مین
جو زمانہ نبی سے خالی ہی اور امام زمان علیہ السلام بحکم حاکم علام غائب ہین علم احکام نفس الامری کا امامیہ کو ممکن الحصول ہی یا نہین
بر تقدیر اول امام کی طرف احتیاج نہوگی اور بر تقدیر ثانی یا تکلیف ہی اُنکے بنا بر ساقط ہوگی یا تکلیف محال کی لازم آئیگی اور
جواب اُسکا یہ ہی کہ مراد ہمارے قول سابق سے یہ ہی کہ حق تعالی نے چونکہ ہر باب مین ایک حکم معین قرار دیا ہی کہ نبی کے واسطے سے
اُسکا اعلام فرمایا ہی اور تکلیف دی ہی پس چونکہ وہ قادر اور حاکم ہی اِسلیے ضرور ہی کہ نبی کے بعد ایک اُنکے دین کا حافظ خلق پر معین
فرمائے تاکہ خلق کو ممکن ہو کہ اُسکے واسطہ سے اُن احکام کا علم حاصل کرین کیونکہ اگر ایسا نہ کرے تو احکام کا معین کرنا اور نبی کا
مبعوث فرمانا عبث ہو جاے اور خلق کو اُس سے تکلیف دینا از قبیل تکلیف بالمحال ہو ولیکن جبکہ حافظ ایک دین نبی کا
اپنے مقرر فرمائے اور پھر بھی خلق اُسکے کہنے کو نہ سنے اور قبول نہ کرے اور اُسے مخذول کرے پس چونکہ خود اُنھون نے اُنکا بدن کو

جو ہُن حافظ کے وجود سے تھے کھویا اور راہ علم کو جو احکام واقعیہ کے ساتھ تھی بند کیا اسلیے وہ مستحق عذاب کے ہوے اور انکے برخلاف انکا حال ہی جنھین درباب تقویت غرض و غایت کے مداخلت نہو کیونکہ ضرور ہی کہ حق تعالیٰ اس صورت مین انھین معذور رکھے اور بعض امور تکلیفی مین بمقتضاے مظنونات انکے جب مقارن شرائط معتبرہ کے ہون انھین مکلف فرماے اور اسی جگہ سے ہی جو احادیث ائمہ علیہم السلام مین وارد ہی کہ جملہ عبادات و خیرات انکی جو شیعیان اہلبیت سے نہین ہین مردود درگاہ الٰہی ہوتی ہین بخلاف شیعون کے اعمال خیر کے کہ انھین حق تعالیٰ قبول فرماتا ہی اور اگر کوئی یہان کہے کہ اگر حقیقت مین ایسا ہی ہو تو اس سے لازم آتا ہی کہ حصول اعتقادیین بھی گمان مجزی ہو جاے تو ہم جواب مین کہینگے کہ ہرچند عقل کے نزدیک ایسا ہی لیکن ضروری مذہب امامیہ کا یہ ہی کہ حق تعالیٰ نے علم کے دروازے کو حصول اعتقاد کے لیے بند نہین فرمایا بلکہ جسوقت طالب حق متوجہ سعی و تحقیق کے ہوگا اُسوقت اُسے علم انکا حاصل ہو سکتا ہی اور اگر ایسا نہوتا تو جو لوگ کہ مفوت اور خاذل ہین یعنی خود انھون نے غفلت کرکے یا بے پروائی سے یاد انستہ کھویا ہی اور مٹایا ہی اُن مین اور انکے غیر مین تفرقہ نہوتا اور یہ بات بہت باریک ہی اور حضرات اہلسنت کو اس سے چارہ نہین ہی کہ وہ مثل ایسے مقامات کے موافق اپنے اعتقادات کے کہینگے کہ یہ کیونکر باطل ہو سکتا ہی کہ حق تعالیٰ محال کے ساتھ تکلیف نہین فرماتا و الا ابوجہل کو یا اور کفار کو باوجود اسکے کہ جانتا تھا کہ ایمان نہ لائینگے کیون تکلیف فرمائی اسی طرح کہینگے کہ یہ کہان سے ہو سکتا ہی کہ خدا عبث کام نہین کرتا سب مشتمل اوپر غایت و مصلحت کے اُسکے فعال ہین و الا بندون کی تکلیف مین کچھ فائدہ مترتب نہین ہوتا خصوصًا جو بندے کہ کفار یا گنہگار ہین انکی تکلیف مین کچھ فائدہ نہین ہی کہ وہ نہ ایمان لاتے ہین نہ عمل کرتے ہین امر و نہی پر جیسا کہ کتاب العدل مین مع جوابات کے جو مشتمل اوپر ادلہ باہرہ کے ہین گذرا اور اُس سے خرابی اس اعتقاد کی اور مخالفت اُسکی قول خدا سے جو فرماتا ہی لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا اور فرمایا ہی افحسبتم انما خلقناکم عبثا و انکم الینا لا ترجعون واضح ہوتی ہی اور اسی سے ثابت ہوتا ہی کہ حق تعالیٰ کے افعال کا معلل ہونا غایات کے ساتھ واجب ہی اور تکلیف محال کے ساتھ ممتنع ہی اس جگہ اشارہ یاددہی کے لیے لکھدیا ہی جو چاہے اُس مقام پر رجوع کرے فقط بالجملہ امامت کا لفظ ہونا خدا کی طرف سے امامیہ کا معتقد ہی لیکن دو طائفہ نے اسمین مخالفت کی ہی ایک حضرات اہلسنت نے اور دوسرے فرقہ خباریہ نے چونکہ اس کتاب مین تکمیل یقین کے لیے ہر مسئلہ کی دلیل کی طرف اشارہ ہوتا آیا ہی اسلیے ضرور ہی کہ یہان پر بھی کچھ قول مانعین کو لکھکر جو امامیہ اُسکے ابطال مین کہتے ہین کچھ تھوڑا اُسے ذکر کرون تاکہ حقیقت امر معتقد اور طالب حق پر واضح ہو اور شبہہ نہ رہ جاے اور واضح رہے کہ مجھے معرکہ آرائی سے مطلب نہین ہی یہ امور محض اسلیے لکھے جاتے ہین کہ تا حقیقت امر پوشیدہ نہ رہے پس کہتا ہون مین کہ از جملہ مانعین لطف کے شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی نے اپنی کتاب تحفہ اثنا عشریہ مین بعد ذکر کرنے مذاہب اہلسنت کے جو امامت کی بنیاد باختیار امت کے رکھتے ہین لکھا ہی اُسکا محصل یہ ہی کہ اگر ہم تامل کے ساتھ نظر کرین تو معلوم ہوگا ہمکو کہ امام کا نصب کرنا خدا کی طرف سے بہت سے مفاسد پر متضمن ہوگا کیونکہ اہل عالم کی رائین مختلف ہین اور انکے نفوس کی خواہشین متفاوت ہین پس کسی شخص یا چند اشخاص کا معین کردینا تمام عالم کے واسطے جب تک دنیا باقی رہے اُسوقت تک کے واسطے موجب برانگیختہ ہونے فتنون کا اور زیادتی ہرج ومرج کا ہی اور منجر اسطرف ہوتا ہی کہ امر امامت کو معطل کرین اور متغلبین غالب ہو جاوین

اور وہ شخص گوشہ گزینی اور تقیہ اختیار کرین بلکہ انھین معرض ہلاکت مین ڈالنا ہی اور انھین ہمیشہ پوشیدہ رہنا اور ڈرتے رہنا خلائق سے ہوگا جیساکہ حق مین اس جماعت کے جنھین امام جانتے ہین ایسا ہی واقع ہوا ہی پس نصب امام کو لطف کہنا اور اُسے خدا کے ذمہ مین واجب جاننا ایسی بات ہی کہ جسے سرسری عقل بھی یقین نہین کرتی اور تامل کے بعد تو تجویز بھی نہین کرتے اور اگر نصب امام لطف ہو تو اس شرط کے ساتھ ہو سکتا ہی کہ امام کے لیے تائید اور اظہار اور غلبہ اور قوت سرکوبی مخالفین معاندین کی بھی ہمراہ ہووے والا جو مفاسد کہ مذکور ہووے وہ دست بگریبان ہین اور چونکہ تائید و اظہار اصلا درمیان مین نہین ہی تو اسکا لطف ہونا صریح مخالف عقل کے ہی اور جو بعضے علماے امامیہ نے کہا ہی کہ امام کا نصب کرنا ایک لطف ہی اور انھین اور تصرف کا دینا دوسرا لطف ہی اور عدم تصرف ائمہ کا بندون کے فساد سے تھا کہ انھین اس مرتبہ تہدید کی اور ڈرایا کہ وہ اپنی جان پر خائف ہو کر اظہار امامت سے پہلوتہی کرکے اور رفتہ رفتہ امام نے غیبت اختیار کرلی اور سوا نام کے اب کچھ انکا نشان پیدا نہین ہی اور جبکہ انکی مددگاری کو بندون نے اپنے سوء اختیار کے باعث سے ترک کیا ہو تو خدا پر کیا قباحت لازم آتی ہی اور پوشیدہ ہو جانا اور خائف ہونا پیغمبرون کی اور اوصیاؤن کی سنت ہی پیغمبر خدا بھی غار مین اعدا کے خوف سے پوشیدہ ہوے تھے پس اس جواب مین سراسر غفلت اور چشم پوشی ہی اُن مقدمات سے جو اعتراض مین لے گئے ہین کیونکہ معترض کہتا ہی کہ امام کا وجود بشرط تصرف اور نصرت لطف ہی اور بدون تصرف و نصرت کے متضمن مفاسد کثیرہ پر ہی اب مجیب کے ذمے ہی کہ اُن مفاسد کو دفع کرے انتہی ملخص کلامہ واضح ہو کہ جوابات اسکے علماے امامیہ نے بہت دیے ہین اور واقع مین وہ لاجواب ہین لیکن چونکہ بعینہ انکی نقل کرنا مناسب مقام نہین اول ہو جہ سے کہ وہ طرز جواب علما کا اور ہی کہ وہ اس جگہ زیبا نہین ہی دوسرے وہ مشتمل ہی اوپر تفصیل کے جس سے خوف تطویل ہی اسلیے مین خلاصہ کلام انکا جواب مین نقل کرتا ہون جو شاہ صاحب نے فرمایا ہی کہ اگر تامل ہم نظر کرین الخ یہ بہت لائق تعجب ہی کیونکہ کوئی مسلمان دیندار اور زیرک ہشیار اس بات کو زبان پر نہین لا سکتا کہ حق تعالی کا جو حکیم علیم ہی امام کو معین فرمانا متضمن مفسدون کا اور باعث فتنون کے ثوران کا ہی خصوصاً صدور اس قول کا حضرات اہلسنت سے جو یہ اعتقاد رکھتے ہین کہ خدا جو بد کام کرے وہی اچھا ہو جاتا ہی عجب ہی کیونکہ انکے مذہب کے موافق اگر نصب امام قبیح اور مورث فسادون کا بھی ہو جب بھی خدا کے ذمہ واجب ہو سکتا ہی کیونکہ جب حق تعالی نے اسے واقع فرمایا تو جتنی اسکی قباحتین تھین وہ جاتی رہین اور اچھا ہو گیا اور جب اچھا ہوا تو اسکے وجوب مین اور خوبی کے ساتھ مبدل ہونے مین کیا قباحت ہی اور اس منصب جلیل کی تفویض خلائق کی طرف جنکی رائین مختلف اور عقلین ناقص اور اہالی عصبیت و عناد کے اور بندہ ہاے شہوات نفسانی اور حلقہ بگوش ہوا ہاے شیطانی مین مورث صلاح و بہبود عالم کے ہی اور موجب فلاح اہل حق اور خذلان اہل باطل کے اور سبب انفاذ و اشاعت اوامر و نواہی الہی ہی جس سے بہتری دونون جہان کی وابستہ ہی اور اگر ایسا ہی ہوتا تو بار بار زمین پر از ظلم و جور نہوا کرتی جسکے لیے ہمیشہ ضرورت بعثت انبیا کی رہا کی علاوہ اسکے جسنے تواریخ و سیر کو دیکھا ہی وہ جانتا ہی اور جسنے نہین دیکھا اُسے چاہیے کہ اس ضرورت کے لیے کتب تواریخ کو دیکھے تا کہ اُسے معلوم ہو کسقدر مفاسد اور مظالم سلاطین جور کے ہاتھ سے روے زمین پر واقع ہوے ہین اور یہ سب

سوء اختیار خلق سے ہوے ہین اگر سب یکدل ہوکر ایسے سلاطین کو اپنا رئیس نہ بناتے تو یہ مفاسد نہوتے اور پھر وہ اشخاص خود بخود
تنہا بادشاہ اور صاحب تصرف خلق پر نہوجاتے اور اس سے انکار مسلم و کافر سے کوئی نہین کرسکتا کیونکہ وہ قصص ماضیہ کتب تواریخ مین
بکثرت و تواتر موجود ہین اور جو امور حال مین جہان واقع ہوتے ہین اُنکا مشاہدہ کرنے والے مشاہدہ کرتے ہین اور خاص طبقۂ
اسلام مین اس سوء اختیار سے جو جو مفاسد اور مظالم واقع ہوئے وہ تجربہ کو کچھ کم نہین ہین اور کیا کتب مین مذکور نہین ہین خلفاے ثلثہ کے
زمانے کے وقائع ایکطرف معویہ و یزید کی سلطنت کے واقعات تو محتاج غور و تامل کے بھی نہین سب سے درگذر کرکے دیکھنا چاہیے
کہ معرکہ کربلا مین جو ظلم و ستم اور قتل و نہیب اور ہتک عترت اہلبیت نبی وقوع مین آئی اُسے صلاح کہینگے یا فساد اور وہ یقینی کتب
فریقین اسلام مین اس تواتر و کثرت کے ساتھ ہین جو کسی طرح چھپ نہین سکتے اور جنھین پیغمبرؐ کے ساتھ محبت ہے وہ اُن ظلمونکے سننے سے
آج تک دردمند ہوتے ہین اور روتے ہین روز عاشورہ اہلبیت نبی کو ایسی اذیتین پہونچائی گئیں جنپر قیامت تک رونے والے روئینگے
اور وہ ظلم و ستم ایسون کے ہاتھ سے پہونچے جنھون نے مسلمانون کی گردنون کو جھکا دیا اور ہمیشہ کے لیے ذلیل کردیا اور آسمان سے
خون برسا اور زمین سے خون نے جوش مارا اور مومنین کے دلون مین قیامت تک ان اخبار کے سننے سے جوش آیا کریگا کسقدر
روح مقدس جناب رسالتمآب کو ان جور و ستم کے ادراک سے رنج پہونچا ہوگا جو بعد آنحضرت کے اُن اشخاص کے ہاتھ سے واقع ہوے
جنھین اُمت نے ریاست کو اختیار کیا تھا حق جناب سیدہ کا بزور لینا خون ہاے ناحق کا گرانا شخص غلیظ القلب کو ضعفا و مساکین پر
حاکم بنانا سنگسار کرنے کو اور حد لگانے کو بے گناہون پر اور دیوانون پر حکم دینا اور بنی اُمیہ کو جو دشمن خاندان رسالت تھے
مسلمانون پر مسلط کرنا یہ مصلحت اور عین منفعت ہے یا ظلم و فساد و طغیان ہے اور یہ وقائع ایسے نہین کہ چھپ سکین مدینہ منورہ کی عمارت
اور مسجد نبی کی خرابی اور اُسکی تذلیل جس جس طرح کی گئی اُسے کوئی مسلمان اچھا نہ کہیگا اور اس کہنے کے بعد پھر مسلمان کیونکر رہیگا اور
اسکا قائل ہوگا کہ ظلم و فساد ہے اور ہرگز احترام نبی اور مسجد النبی اور اہلبیت نبی کے موافق یہ افعال نہین ہوے پھر اس تفویض مین یہ مفاسد
کدھر عائد ہوتے ہین علاوہ اسکے حق تعالیٰ نے خلق کو پیدا کیا اور وہ بعلم یقینی جانتا ہے کہ انکے اکثرون کا کام نافرمانی اور متابعت شہوات
اور ایک کا دوسرے کو قتل کرنا ہے پھر باوجود اسکے اگر تعین رئیس کے جو امور دینی اور دنیویہ کا مصلح ہو انکی راے پر فرماے تو العیاذ
باللہ یہ خلاف اُس علم یقینی کے ہوا اور جاہل و نادان کا فعل ہوا الا جاننے والا ایسی بات کو کبھی نہ کریگا اور اگر شاہ صاحب کا کلام
صحیح و تمام ہوے تو اُس سے یہ لازم آتا ہے کہ جتنے انبیاے سابق نے اپنے اوصیاؤن کی تعین کی اور خود جو پیغمبر خدا روساء سرگروہ
لشکر پر تعین فرماتے تھے یہ سب کار جاہلانہ العیاذ باللہ اُنسے سرزد ہوا تھا والا بہتر یہ تھا کہ موافق اس تجویز کے خلق و لشکر کی راے پر
رکھتے کہ جسے چاہین اُسے اپنا رئیس بنالین یہان تک کہ قبل اسکے کہ دشمنون سے لڑین اپنی آپہین تعین رئیس کے لیے لڑکر
تمام ہوجاتے اور کبھی اسلام کو قوت و شوکت حاصل نہونے پاتی اسوقت تجربہ کامل اس فساد و صلاح کا ہوتا اور اگر یہی بات ہے
کہ تعین بانی سے منشا فساد ہے تو خلافت خلیفۂ ثانی کی بھی تو تعین خلیفۂ اول ہوئی تھی لیکن اُسے استحسان تعین امام پر سند کرتے ہین
اور منشا صلاح و سداد کا سمجھتے ہین آیا خداوند علیم حکیم اپنے بندون کی مصالح کو ویسا بھی نہین جانتا جیسا مصالح مسلمین کو خلیفہ

اول جانتے تھے یہ عجب بات ہو کہ خلاف از آیندگان سراپا عصیان کا بہ نسبت خالق انام کے تعیین امام کو مانع ہو اور نصب امام
خدا کی طرف سے باعث حرج ومرج ہو تو خلیفہ اول کے تعیین خلیفہ ثانی کے لیے کیونکر لائق پسند ہو اور اگر تفویض نصب
امام کی راے خلق پر مستحسن ہو تو خلافت خلیفہ اول کے لیے جو خلیفہ ثانی فرمایا کرتے تھے کانت بیعة ابی بکر فلتة وقی الله شرها
فمن عاد الی مثله فاقتلوہ یہ کیسی بات ہو غرض جس شخص کو ادنی فہم بھی ہو گا وہ انکی خرابیان بخوبی سمجھ سکتا ہو اور بنا بر امامیہ کے
معتقد کے حال امام کا بعینہ حال پیغمبرون کا اور انکے نائبون کا اور عاملون کا ہو جو خدا کی طرف سے خلق پر منصوب ومبعوث ہوکر
آئے ہین یا پیغمبرون نے انہین ممالک پر معین کرکے بھیجا ہو پس جبکہ خلق ورعایا نے ایسے پیغمبرون کی اور انکے حکام عمال کی
اطاعت کی ہو تو انسے فائدہ مند اور کامیاب ہوے ہین اور اگر نافرمانی انکی کرکے انہین قتل کیا یا اٹھا دیا ہو تو مورد ملامت
اور ناخوشی پروردگار اور رسول مختار کے ہوے ہین اور حجت خدا ورسول کی انپر تمام ہو چکی ہو اور بنا بر حضرات اہلسنت کے
یہ حال ہو کہ مثلاً پیغمبر خدا یا حق تعالی نے یک اہل اقلیم یا اہل شہر سے کہلا بھیجا کہ تم سب متفق ہوکر ایک شخص کو اپنی اصلاح امور دین و
دنیا کے لیے اپنا رئیس قرار دے لو اور چونکہ وہ اہل شہر مختلف الآرا تھے اور اکثر انکے صاحبان اغراض فاسدہ تھے اور بہت سے
ناقص العقل تھے اسلیے رئیس کے معین کرنے مین خواہ جان بوجھ کر یا بسبب اختلاف اجتہادی کے مختلف ہوے اور انہین
تنازع واقع ہوا اور جنگ ومقاتلہ کی طرف ایسا منجر ہوا کہ جس سے مفاسد عظیمہ اس اقلیم یا شہر مین ظاہر ہوے یا اگر یہ نہوا بلکہ
سب نے ملکر ایک شخص کو رئیس بنایا اور وہ شخص بعد اسکے ظالم نکلا اور مرتکب انواع فسق وفجور کا ہوا بلکہ ملحد ہو گیا اور چاہا کہ
اس نبی کے دین کو مٹا دے اور ازبسکہ فساق وفجار واہل طغیان اسکے پاس ایسے جمع ہو گئے اور اسکے معین ومددگار ہوے کہ
اب اسکا استیصال کسی طرح نہین ہو سکتا اور جب خدا ورسول نے اس شہر والون سے تعرض کیا کہ تمنے ایسے شخص کو اپنا رئیس
کیون بنایا تو انھون نے جواب مین کہا کہ ہمارا کیا قصور ہو تمنے تعیین خود نہ کی ہمارے اوپر اسکا تفویض کیا اور ہمارے بیچ مین
اسوقت اختلاف ہوا اور یہ مفسدہ بہم پہونچا یا کہین کہ ہم تو علم غیب نہین رکھتے تھے ہمین کیا معلوم تھا کہ یہ انجام کار اسکا ہو گا تو نے
خود کیون نہ اپنے علم کے موافق رئیس مقرر فرما کر بھیجا اب اس صورت مین اہل عقل تامل کرکے دیکھین کہ العیاذ باللہ خدا اور رسول
مستحق ذم وملامت ہونگے یا نہین پس بنا بر اس مسلک کے امام کا حال بعینہ نبی اور انکے حکام کا حال ہو اور وہ باتفاق اہل اسلام
بلکہ باتفاق سب فرقون کے جو نبوت انبیاے کرام کے قائل ہین واقع ہو اور مستحسن ہو پھر اب نصب کرنا ایسے امام کا اگرچہ وہ اپنے
زمانے مین مثل اور پیغمبران سابق کے مخذول ومنکوب رہے بلکہ شہید بھی کیا جاے جب بھی مستحسن اور بجا ہو گا بخلاف حال نصب
ہونے اس امام کے جو راے خلق کی اوپر تعیین اسکے سپرد ہو کیونکہ اول یہ مجاری عادات خدا کے اور عادات انبیاے کرام کے خلاف ہو
دوسرے موجب ثوران مفاسد عظیمہ کا ہو کیونکہ فعل خدا مین بجز کفار ومنافقین کے کسی کو چون وچرا کا مقام نہین ہو کوئی نہین کہہ سکتا
کہ جہت کعبہ کی طرف سجدہ کیون کرتے ہین اور کعبہ معظمہ قبلہ کیون ہوا اسی طرح واقع مین جب بندگان اطاعت پیشہ کو معلوم ہوا
کہ فلان شخص منجانب اللہ امامت کے لیے معین ہوا ہو انہین سزاوار نہین ہو کہ پھر خلاف اسکے عمل مین لائین اور ایسا ہی ہوا اور

ہوا اور

جب یہ معلوم ہوا کہ تعیین رئیس کے حسب خواہش اور موافق راے خلق کے ہی تو البتہ سب کو پہونچتا ہی کہ اختلاف کرین اور بہت سے
مفاسد عظیمہ پیدا ہو گئے ہین جیسا کہ ہوے شاہد اسکا قول فاضل شہرستانی ہی جو انھون نے ملل و نحل مین کہا ہی اور اوپر گذرا اور پھر
بمناسبت مقام لفظ عبارت کا اُنکے ذکر کرنا بہتر جانا جاتا ہی اور وہ یہ ہی اعظم خلاف بین الامة خلاف الامامة اذ ما سل
سیف فی الاسلام علی قاعدة دینیة مثل ما سل علی الامامة فی کل زمان اور چونکہ تعیین حق تعالی کی طرف سے نہوے بلکہ خلق پر رکھا گیا تو ہم
منشا ان جملہ مفاسد کا حق تعالی ہوتا ہی اور خلق کی حجت تمام ہوتی ہی جیسا کہ اوپر گذرا علاوہ اسکے جو شخص کہ خدا کی طرف سے جو
علیم و حکیم ہی امامت کے لیے معین ہوگا وہ یقینی صاحب عصمت اور عالم اور حافظ شریعت ہوگا جس سے اندیشہ ظلم و جور کرنے کا
رعیت و امت پر نہوگا اور اُسکی طرف سے کوئی فساد اور ظلم اور طغیان برپا نہوگا بخلاف اُس شخص کے جو موافق راے خلق کے
جنکی عقلین ناقص اور علم بطون ہر شخص کا اور جو مفاسد آیندہ ہونے والے ہین نہین رکھتے ہوگا کہ اسمین صاحب عدل و مروت اور
صاحب ظلم و طغیان و جور سبھی طرح کے اشخاص کا ہونا ہو سکتا ہی پس جب ظالم اور فاسق رئیس ہو جائیگا تو اُسکے ظلم و ستم اور جور
و طغیان رعایا اور اکثر امت کے لیے عام ہونگے جیسا کہ ہوا اور عذر تعیین الٰہی مین شاہ صاحب نے یہ پیدا کیا تھا کہ امام مغلوب
و مختفی ہو جائیگا پس اس صورت مین بھی تو متضرر اور مخوف زیادہ ایک شخص خلق کے ہاتھ سے ہوتا ہی اور خلق نامون ضرر سے
رہتی ہی تو ضرر شخصی ہی اور امن صنفی ہی یا نوعی ہی اور اس ضرر کا عوض اُس حافظ شریعت کے لیے جسنے حکم خدا سے اذیتین مثل دیگر انبیا
کرام کے اٹھائین حق تعالی دے گا بخلاف اُس ضرر کے جو رئیس ظالم کی تجویز و حکم سے خلق کو پہونچا کہ وہ ضرر بہ نسبت صنف یا اکثر
افراد نوع انسانی کے پہونچے گا اور عام ہوگا پس اُس فساد عام کے مقابل مین یہ فساد کم اور لائق ذکر نہوگا پھر یہ کیسی نظر و فکر تھی
جو شاہ صاحب نے فرمائی حقیقت مین یہ نظر ویسی ہی ہی جو حق تعالی قرآن مین فرماتا ہی انه فکر و قدر ثم نظر ثم عبس و بسر ثم ادبر
و استکبر بڑے تعجب کی بات ہی کہ خود شاہ صاحب خلق کی راے کو مختلف اور نفوس کی خواہشون کو انکی متفاوت بھی
کہتے ہین اور پھر نصب امام کو موقوف ہونا ایسی آراے مختلفہ اور خواہشہاے متضادہ پر مستحسن فرماتے ہین اور اچھا جانتے ہین پیروی
نفس کی اور اتباع شہوات کا عقلا اور سمعا عموما برا ہی خصوصا حکمرانی شریعت مین اور خاص کر کے نصب امام مین کیونکہ اگر
نصب امام کا جو مخزن شریعت اور احکام ہی راے رعایا پر موقوف ہو تو حقیقت مین جملہ احکام شریعت کے ہواے رعیت اور
امت پر مفوض ہونگے تا کہ جسے اپنے موافق چاہین اُسے رئیس بنا لین اور اس بات کی برائی ہدایت عقل اور شہادت نقل سے بخوبی
معلوم ہو سکتی ہی جیسا کہ حق تعالی فرماتا ہی ولا تتبعوا الهوی اور فرماتا ہی ولو اتبع الحق اهواءهم لفسدت السموت والارض
ومن فیهن یعنی پیروی خواہشہاے نفسانی کی نہ کرو اور اگر حق انکی خواہشون کے موافق ہو تو ہر آئینہ آسمان اور زمین اور جو کچھ کہ انکے
بیچ مین ہین فاسد و خراب ہو جاتے اب محل غور ہی کہ آیا یہ ممکن ہی کہ حق تعالی اپنی خلق کو ہواے نفسانی کی پیروی سے
خود ہی ممانعت فرماے اور تعین امام کو پھر خود ہی ہواے نفس پر چھوڑ دے اور موافقت حق کو خواہش خلق کے ساتھ باعث
فساد زمین و آسمان کا فرماے اور اُس فساد کو جو موافقت حق مین ہواے خلق کے ساتھ لازم آتا ہی جائز رکھے فی الحقیقت یہ ہی کہ

جو قول شاہ صاحب کا مذکور ہوا اُسمین اور قول خدا مین نزاع مخالفت کلی ہی کیونکہ شاہ صاحب کا حاصل کلام یہ ہی کہ اگر نصب امام خدا کی طرف سے ہو تو ہرج و مرج اور فساد اُٹھیگا اور جب موافق راے اور خواہش خلق کے ہوگا تو کوئی فساد نہوگا اور محصل فرمان خدا کا یہ ہی کہ اگر حق موافق خلق کی خواہش کے واقع ہو تو کون و مکان مین فساد ہوگا اور جب ایسا تناقض واقع ہوا تو مقتضاے عقل تو یہ ہی کہ مسلمان اسکا عقیدہ کرینگے کہ اس نزاع مین حق خدا کی طرف ہی اور جب یہ ہوا تو شاہ صاحب کا قول مختل اور لائق اعتنا نہوگا اور اس سے زیادہ ہرج و مرج اور کیا ہوگا کہ امام کے تعین عقول ناقصہ و اہواے متناقضہ خلق پر موقوف رکھی جاے پس ایک اُنمین سے زید کو امام بناے اور دوسرا بکر کو تجویز کرے اور اسی طرح ہوتا رہے اور ایک امام ساز کو دوسرے امام گر پر ترجیح نہو تا کہ اُسکا قول مقبول ہو یا یہ تجویز و حکم مستلزم فساد ہی یا تجویز و تعین الٰہی جسمین سر مو کسی کو بجز اطاعت کے گنجائش مخالفت و اختلاف کی نہین ہی بالجملہ جو دلیل کہ آپ نے اثبات مطلب کے لیے ذکر کی ہو وہ ہمارے مطلب پر بصراحت سے دلالت کرتی ہی کیونکہ اختلاف طبائع کا اور راؤن کا بنی آدم مین اور شائع ہونا صفات حسد و بغض و حب جاہ و ریاست و عصبیت و حمیت کا جس سے کثر افراد انسانی خالی نہین ایسا ہی کہ اُسکا یہ مقتضی ہی کہ ایک شخص خلیفہ بنانے والون مین سے موافق اپنی اغراض فاسدہ کے کسی نالائق کو جسے امامت کی قابلیت نہو موافق مشہور حب الشئ یعمی و یصم کے مستحق خلافت کا جانے اور دوسرے اشخاص اُسی فرقہ خلیفہ سازان سے بسبب اغراض صالحہ کے بطور ابطال باطل یا یہ بھی اور اپنے اغراض فاسدہ سے جنکا منشا اُنمین بھی مثل اُن صفات ذمیمہ کے ہو پہلے کی مخالفت کرکے اور کسی اچھے یا بُرے کو تجویز کرین تو اس صورت مین منازعات عظیمہ اور مفاسد کثیرہ گوناگون واقع ہونگے اور ہر طرف سے گرد باد فتنہ و فساد کی اُٹھیگی ایک طرف سے اُس منصوب ظالم کے ہاتھ سے اہل جہان مشغول شور و فغان ہونگے اور ایک طرف سے اہل حق جنکا حق بجانب ہی فریاد و استغاثہ کرینگے ایک جانب سے ارباب باطل بسبب طمع اور حب مال دنیا کے مجادلہ و مخاصمہ کے واسطے اُٹھینگے یا اجتہادات اور افکار ناقصہ کے کاربند ہونگے بالجملہ یہ اُمور موافق عقل کے اچھے نہین اور کیسی ہی نظر و فکر اسمین کیجاے یہ فسادات جو بذریعہ تجویز خلق نصب رئیس مین ہوے اور ہوتے ہین اور ہمیشہ ہونگے کبھی صلاح و منفعت نہین ہو سکتی اب دو امر لائق غور منقول کتاب ہدیہ سے ہوتے ہین ایک یہ کہ جو شاہ صاحب فرماتے ہین کہ اگر نصب امام اور تعین اُسکی خدا کی طرف سے ہو تو اُسمین مفاسد عدیدہ لازم آتے ہین اور قرآن مین وارد ہی واللہ لا یحب الفساد پھر کیونکر ہو سکتا ہی کہ تعین الٰہی مین فساد لازم آئے دوسرے یہ کہ جب نصب امام تجویز خلق ہو تو اُسمین صلاح کیونکر متصور ہو سکتی ہی جبکہ حق تعالیٰ فرماتا ہی کہ ظہر الفساد فی البر والبحر بما کسبت اید ی الناس اور یہ خاص اسی باب مین کریمہ وارد ہی جو خلق خود اپنے اختیار سے کرین اور جب نصب امام باختیار خلق ہو تو بما کسبت اید ی الناس کا مصداق ہو چکا اور جب یہ ہوا تو مورث ظہور فساد کا بر و بحر مین وہی ہوگا جیسا کہ ہوا اور پھر یہ بات صادق نہین آسکتی کہ جو خدا کرے اُسمین مفاسد ہین اور جو خلق کرے اُسمین مصالح و منافع ہین اور گوشہ نشینی و خائف رہنے مین اور تقیہ کرنے مین

امام کے کیا عیب و خلاف لطف ہی کہ اسکے باعث سے حق تعالی امام کو نصب نہ فرمائے حالانکہ بہت سے پیغمبرون کو باوجود
اسکے کہ وہ مدتون اپنی قوم سے خائف و ترسان رہے مگر مبعوث فرمایا پھر جو حال بعثت انبیا کا ہو وہی حال نصب امام کا ہی
اور جو وہان مضر نہین وہ یہان بھی مضر نہین ہی فتدبر اور جو شاہ صاحب نے فرمایا ہی کہ یہ نصب امام منجر بتعطیل امر امامت ہوگا
الخ جواب اسکا یہ ہی کہ جب دلائل قطعیہ سے ثابت ہو چکا کہ نصب امام خدا کی طرف سے ہونا چاہیے تو پھر یہ خیالات اور
اعتراضات اسکے مقابل مین کس شمار مین ہین اور اسکا ذکر کرنا بھی انکی شان کے لائق نہین ہی ارباب الحاد بہت سے اعتراض
بہ نسبت حق تعالی کے افعال کے کرتے ہین کہ وہ اس سے زیادہ ظاہر مین قوی ہوتے ہین لیکن جب ہمنے بدلیل عقلی قطعی جان لیا
تو ان اعتراضات سے عاقل کے دل مین کبھی شبہہ بھی نہین ہوتا اسی طرح جب ہمنے بادلیل ثابت کر دیا اور جان لیا کہ نصب
امام ذمہ حکمت اور رحمت پر حق تعالی کے واجب ہی تو اب ایسی باتون سے کیا ہوتا ہی ان اغراض صالحہ کو دیکھنا چاہیے جنکے لیے
بعثت نبی اور نصب امام حق تعالی فرماتا ہی اسکے مقابل مین یہ کیا بات ہی جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ مبعوث کافہ انام طیور
جن و انس پر ہین اسی طرح انکے اوصیاے مخصوصین بھی منصوب بر ثقلین پر ہین اظہار اسکا بمعجزہ و علم ہوتا ہی اپنی حجتون کو حق تعالی نے
خواہ نبی ہو یا امام سب کو عطا فرمایا اور تائید و نصرت و قوت تصرف بمقابل منکرین و جاحدین و کفار جو چاہے وہ اپنی
مصلحت کے موافق جب چاہا اور جس کو چاہا عطا فرمائے اور فرمائیگا اور جسکو چاہا نہ عطا فرمائے باقی رہا امر حق کا بتانا اور
ہدایت فرمانا یہ کبھی موقوف نہین ہوا ہمیشہ یہ بزرگوار کرتے آئے جو اصل غایت بعثت اور نصب کے ہی اور اشخاص سب کبھی برابر
نہین تھے اور نہ ہین جنھین استعداد ہدایت تھی وہ ہر حال مین مطیع و مستفید ہوتے آئے اور جنھین مادہ استکبار و انکار تھا وہ کسی
حالت مین ہدایت پذیر نہین ہوتے بعد تائید و نصرت کیا ہوا جنکے ایمان دل سے تھے زمان پیغمبر خدا مین انکے بھی حالات
مشہور ہین اور جنھون نے بخوف شمشیر اسلام قبول کیا تھا انکے اطوار بھی مذکور ہین اور دیکھنے والون نے دیکھا اور سننے والے
سنتے ہین اور اگر تعطیل امر امامت سے لازم آئے تو پہلے امر نبوت کی تعطیل سمجھیے اور یہ بخوبی معلوم ہی کہ حق تعالی نے بہت سے
پیغمبرون کو مبعوث فرمایا اور منصوب کیا لیکن وہ تمام عمر اپنی امت جفاکار کے ہاتھ سے معطل و خائف و ترسان رہے بلکہ
مارے گئے اور کچھ فائدہ انکی بعثت سے انکی امت کو نہوا بلکہ ان افعال سے انکی امت ہمیشہ کو آگ مین رہی پھر چاہیے کہ اس
توجیہ کے موافق حق تعالی کو چاہیے تھا کہ ایسے پیغمبرون کو نہ بھیجتا تا کہ معطل نہ رہتے اور معرض ہلاکت مین نہ پڑتے و نہ انکی امت
مستحق خلود جہنم کی ہوتی علاوہ اسکے تعین خدا اور رسول کو جو علت تعطیل کی اور معرض ہلاکت مین ائمہ کے واقع ہونے کی گردانتے
ہین اس دعوے پر کیا دلیل ہی اور اثبات اسکا کسطرح ہو سکتا ہی اور جیسا کہ علت و معلول مین ایک تعلق خاص ہی وہ یہان
تعین خدا مین اور تعطیل امر امامت مین اور ہلاکت امام مین کہان ہی کیونکہ اگر ویسا تعلق ہوتا تو حق تعالی کے اور انبیاے کرام
کیونکر اوصیا کی تعیین کرتے اور اگر کرتے بھی تو چاہیے کہ وہ سب اوصیا معطل کیے جاتے اور مارے جاتے اور یہ تعطل اور ہلاکت
اسکے لیے لازم ہوتی واذ لیس فلیس اور بنا برانکے زعم کے جو حق تعالی کے نصب امام کو خلق کی راے پر مفوض فرمایا ہی تا کہ

بسبب اُسکے جو خدا کی طرف سے منصوب ہونے مین فتنہ و فساد ہوتا وہ نہوئے اور امر امامت کا معطل نہو جائے تو اِس
اعتقاد کا بھی حال دیکھنے کے قابل اِس زمانے مین ہی کیونکہ صدہا برس گذر گئے کہ خلق نے کسی کو امام نہین بنایا اور اِس
تفویض سے کون فساد و فتنہ اور شر خلق سے دور ہوا جو تفویض نصب امام کو تنصیص سے راجح کہین پھر کیا فائدہ جو بنائے
فاسد علی المفاسد کو اختیار کرین اور وہ جو شاہ صاحب فرماتے ہین کہ چنانچہ حق جماعت مین کہ اعتقاد انکی امامت کا رکھتے ہین
الخ جواب اُسکا یہ ہی کہ یہ بات ظاہر ہی کہ جب ایسی بات ہو کہ اُسکے اسباب متعدد ہون اور کثیر امور سے وہ معلل ہو سکتی ہو تو اُسے
ایک ہی امر کے ساتھ اپنی خاطر خواہ معلل اور معین کرنا نہین چاہیے والّا عقلاء اُسے کہتے ہین کہ یہ بات کمال عصبیت و عناد سے
کہی گئی ہی اسی طرح ائمہ کا خائف ہونا ہی کہ اُسکے اسباب و علل کثیر ہین یہ کیونکر معلوم ہوا کہ اُنکا خائف ہونا اِسی سے تھا کہ خدا نے انھین
امامت کے لیے معین فرمایا تھا اور منصوب کیا تھا اور مسلّمنا کہ اگر ایسا بھی ہو لیکن پھر اسمین کیا قباحت انھین معلوم ہوئی جو
اُسے نتیجہ سخن گردانا اگر یہ خائف ہونا برا ہوتا تو تیرہ برس زمان ہجرت سے پہلے جو خدا نے پیغمبر کو ہمارے بھیجا کہ وہ بسبب اُسکے
کہ خدا کی طرف سے معین ہوئے تھے کفار سے خائف و ترسان رہتے تھے اور چھپ کر بیعت لیتے تھے اور ہمیشہ اپنے اصحابون کو
افشاے راز کے لیے منع فرماتے تھے اور اسقدر استیلا کفار کا اور پیغمبر خدا کے خوف کا مرتبہ پہونچا تھا کہ حضرت کے اکثر اصحاب
مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے شہرہاے بعیدہ مین رہنے کو چلے جاتے تھے اور خود وہ حضرت کافرون کی شدائد و مکارہ پر متحمل
ہوتے تھے یہان تک کہ قریب تین برس کے شعب ابیطالب مین بکمال خوف و بیم پوشیدہ رہے حالانکہ وہ حضرت اہلسنت کے
نزدیک بھی ہدایت کے واسطے بھیجے گیے تھے بلکہ ابتداے حال مین ہدایت کی زیادہ احتیاج تھی اور شب غار کو تو جو خوف تھا
وہ ظاہر ہی کہ اُسی کے باعث سے مکہ کو چھوڑا اور جناب امیر کو اپنی جگہ پر سولایا اور تین روز تک غار مین جو سانپ و بچھوؤن کی
جگہ تھی بسر فرمائی پس اگر یہ خائف ہونا اور ڈرنا قبیح اور برا ہی اور بسبب تعین خدا کے ہوا تو جب خدا کی اِس ارتکاب قبیح مین
عادت ہو گئی تو اگر تعین امام مین بھی اُسکا مرتکب ہوا تو کچھ اعتراض کا محل نہین ہو سکتا اور اگر انبیاے سابقین کا خائف ہونا
اور کفار و اشرار کے ہاتھ سے بھاگنا اور مخذول و منکوب ہونا جو کتب تواریخ معتبرہ حضرات اہلسنت مین موجود ہی لکھا جائے
تو ایک کتاب بڑی مستقل ہوئے اور پھر جب ہمیشہ سے سنت الٰہی اِسی طرح جاری ہوتی آئی ہی تو نصب امام مین اُس سے انکار
و استبعاد کا کیا مقام ہی اور واقع مین تو یہ ہی کہ یہ کلام شاہ صاحب کا ایسا ہی کہ جسکا محصل اور نتیجہ کوئی نہین معلوم ہوتا کیونکہ اگر
اِس سے مطلب یہ ہی کہ جو بارہ امام علیہم السلام شیعون کے خدا کی طرف سے منصوب و معین تھے اِسی سبب سے انکی امامت مین
ہرج و مرج پڑا اور امر امامت اُنکا منجر بتعطیل ہوا اور متغلبین غالب آئے اور وہ ائمہ زاویہ گزین رہے اور تقیہ کرتے رہے تو ایسا
مضمون ہی کہ حضرات اہلسنت سے کوئی اِسکا اعتقاد نہین رکھتا لیکن ہمکو البتہ اِس صورت مین یہ پسند آتا ہی کہ زبان خصم سے
منصوب ہونے کا ہمارے ائمہ دین کے جو امر واقعی ہی اقرار ثابت ہوتا ہی اب رہا یہ ادعا کہ اُس سے منصوب ہونے سے
مفاسد برپا ہوئے وہ دلیل کا محتاج ہی اور جب دلیل نہوئی تو اُسکا باطل ہونا صریح و ظاہر ہی اور اگر اُس کلام سے مراد یہ ہی

جیسا کہ ظاہر ہی کہ خود شاہ صاحب انکی امامت کا اعتقاد نہین رکھتے جیسا کہ انھون نے کہا ہی کہ وہ جماعت جنکی امامت کا اعتقاد
فرقہ شیعہ رکھتے ہین الخ تو اُسوقت مین استشہاد انکے ذکر سے اس دعوے مین کہ تعین خدا مین فساد کا مترتب ہونا ضرور ہی لغو
محض ہی کیونکہ جس اعتقاد کو کہ خود صحیح نہ جانتے ہون اُس سے استدلال کیونکر جائز ہو سکتی ہی اسلیے کہ قضیہ شرطیہ کا مقدم انکے
زعم مین فی نفس الامر متحقق نہین ہی اور جب ایسا ہوا تو ترتب لوازم مقدم کا اُسپر نفس الامر مین کیونکر سچا ہو سکتا ہی اور اگر اس
کلام کو بطور دلیل التزامی شیعون پر وارد کیا ہی کہ چونکہ تم سب حضرات ائمہ معصومین علیہم السلام کو خدا کی طرف سے منصوب
جانتے ہو تو مفاسد کا مترتب ہونا نصب الہی پر تمھارے اوپر لازم آتا ہی تو یہ بھی درست نہین ہی کیونکہ شیعہ اگرچہ نفس الامر مین
حضرات کو خدا کی طرف سے منصوب جانتے ہین لیکن جو امور کہ انھون نے ذکر کیے انھین نصب الہی پہ مترتب ہونا نہین
سمجھتے بلکہ وہ یہ جانتے ہین کہ یہ سب مفاسد سوء اختیار خلق پر مترتب ہوتے ہین جیسا کہ بعض پیغمبر سوء اختیار خلق سے مقتول
ہوے اور خائف و ترسان ہوے پھر الزام بھی ناتمام ہی اور کلام صحیح الانتظام نہین ہی فتفکر اور جو شاہ صاحب نے فرمایا ہی
کہ پس نصب امام کا الخ تو اُسکا جواب یہ ہی کہ وجوب نصب امام کی دلیلین منحصر لطف مقرب مین نہین ہین بلکہ اُسکا حال بعینہ
نبوت کا حال ہی کہ مداخلت اُسکے نفس تمکین مین ہی یعنی جیسا کہ مکلفین نے رسول کے ممکن نہین ہی کہ احکام الٰہیہ کو خود جانین
اور جانکر جس چیز کے مکلف ہین اُسے بجا لائین اور جس سے نہی کی گئی ہی اُس سے باز رہین اسی طرح امام بغیر بھی احکام شرع کو
جو واقعیہ احکام ہین نہین جان سکتے جیسا کہ اب اس زمان غیبت مین اسکا معاینہ اور مشاہدہ بخوبی ہوتا ہی اور امام کا حال دربارۂ
رفع کرنے فساد کے عالم سے اور انتظام فرمانے امور معاش و معاد بنی آدم کے اور اتمام حجت خدا کے اور انکی امثال مین رسول کا
حال ہی اور ان منفعتون کا فوت سوا اتمام حجت کے ہرگاہ بہت سے پیغمبرون کے زمانے مین درصورت بعثت بھی ثابت ہی تو اگر
یہ منافع زمان نصب امام مین بھی فوت ہون تو درباب تعین امام کیا مضر ہونگے اور ایسے جو ہمنے کہا اگر قطع نظر کرکے ہم اس شق کو
اختیار کرین کہ امامت لطف مقرب ہی جیسا کہ پیغمبرون کی بعثت یا خدا کا اپنے بندون احکام شرعیہ کے ساتھ تکلیف دینا لطف
مقرب ہی تو کیا موقع خصم کو انکار و استبعاد کا ہی بلکہ محل یقین ہی کیونکہ جو کوئی عقل سلیم رکھتا ہوگا وہ اسے جان سکتا ہی کہ جب امام
معصوم صاحب معجزات و کرامات سرآمد علماے زمان خلق مین موجود ہوگا تو یقینی طاعت خدا کا موجب ہوگا اور اسی طرح
معصیت سے دور ہونے کا سبب ہوگا اور چونکہ یہ امر قریب بدیہی کے ہی تو کوئی منصف یقینی اس سے انکار نہین کر سکتا لیکن
کوئی اس کلام سے یہ نہ سمجھے کہ شیعون کی مراد اس سے شاید یہ ہی کہ نفس وجود ایسے امام کا اصلاح خلق کے لیے علت تامہ ہی کیونکہ اگر
ایسا ہو تو یہ موجب اسکے ہو کہ خلق بلجاطرف طاعت کے ہو جاے اور یہ امر تکلیف کے منافی ہی اور جب یہ ثابت ہوا کہ ایسے
امام کا وجود اصلاح خلق کے علل و اسباب سے ہی تو بسبب نہ پاے جانے بعض اور علتون کے اگر معلول اسکا جو اصلاح خلق ہی
اگر موجود نہو تو کوئی عاقل علت ناقصہ کی علت ہونے سے انکار نہین کر سکتا مثلاً لکڑی تخت کی وجود کی علت ہی لیکن اگر نجار یعنی
تخت کا بنانے والا موجود نہو اور اسکے باعث سے تخت نہ بن سکے تو کوئی نہین کہہ سکتا کہ چوب تخت کے وجود کا سبب نہین ہی

ہو اسی طرح جب کوئی ایسا ہو کہ وہ شخصون کے فعل سے اُسکا وجود ممکن ہو اور اگر اُنہین سے ایک اپنا کام کرے اور دوسرا نہ کرے
تو معلول وجود نہو مثلاً ایک شخص کے دو غلام ہون ایک صحیح ہو اور دوسرا زمین گیر ہو اور آقا حکم کرے اُن دونون پر کہ صحیح جنگل سے
مٹی لاوے اور زمین گیر اُس سے کوزہ بناوے اور جو غلام کہ صحیح ہے وہ موافق آقا کے حکم کے مٹی لاوے لیکن وہ غلام جو زمین گیر ہے وہ کوزہ
نہ بناوے تو اب یہان کوئی عاقل نہین کہہ سکتا ہے کہ غلام صحیح عبث مٹی کو لایا کیونکہ اُسکا مٹی کا لانا اُسوقت اچھا ہوتا جب کوزہ تیار ہوتا
اور چونکہ وہ تیار نہوا اسلیے اُسکا لانا بیکار ہوا یا یہ کہینگے کہ مٹی لانے نے کوزہ کو بالقوۃ القریبہ [illegible]عل نہین کیا اور وہ اُسوقت
ہوتا جبکہ زمین گیر اُس مٹی سے کوزہ بناتا اسی طرح جاننا چاہیے کہ جیسا پیغمبرون کا مبعوث فرمانا اور بندون کو تکلیف دینا عین تفضل
خدا کا ہے اور خلق کی اصلاح کا سبب ہے خواہ خلق اُس سے فائدہ مند ہون یا اپنے سوء اختیار سے محروم رہین اسی طرح امامت کا بھی حال ہے
اور چونکہ وہ دونون بالاتفاق واقع ہین تو اُسکے وقوع مین کیا قباحت ہے اور یہ بات ظاہر ہے اور جو شاہ صاحب نے فرمایا ہے کہ
یہ مفاسد دست بگریبان ہین جواب اُسکا یہ ہے کہ جب ہمنے مفاسد کو اُٹھا دیا تو اب دست بگریبان کون ہوگا ہان جو منافع امام کے
ضائع کرنے والے ہین اُنہین کے گریبان تک ہاتھ پہونچے گا اور جسطرح نبوت نبی مختار اور انبیاے کبار کے پیغمبر ہونے کے
انکار سے کفار منافع دنیوی و اُخروی سے محروم رہے ویسا ہی حال منکرین امامت ائمۂ اثنا عشر کا ہے اور جیسا مقرین اور معتقدین
نبوت نے دولت وسعادت دارین حاصل کی اسی طرح فرقۂ امامیہ جو سچا اعتقاد امامت ائمۂ کرام کے ساتھ رکھتے ہین اور خود اُنھون نے
وجود امام کی منفعتون کو نہین کھویا اور اس زمان غیبت مین بھی یومنون بالغیب کا مصداق ہو کر مستحق دو چند ثواب جزیل کے
ہین اور انشاءاللہ بعد ظہور امام برحق علیہ السلام رکاب ظفر انتساب مین آنحضرت کے متنعم بنعمات غیر متناہیہ رہینگے اور وہ نہ آج کوئی فساد
نصب امام مین بتعیین الٰہی دیکھتے ہین نہ آیندہ انشاءاللہ بعد ظہور اپنے امام کے جو پر کرنے والا زمین کا قسط و عدل سے ہے دیکھینگے آج چشم
براہ ہین اور کل انشاءاللہ قرۃ العین اور مقضی المرام انشاءاللہ ہونگے اللّٰھم عجل ظھورہ فانھم یرونہ بعیدا ونریہ قریبا اور جو شاہ صاحب نے
فرمایا ہے کہ بس اس جواب مین سراسر غفلت و چشم پوشی ہے الخ جواب اُسکا یہ ہے کہ ہمنے با دلۂ قطعیہ کہ ایک اُس سے یہ ہے کہ وجود امام لطف مقرب
اور لطف حق تعالیٰ پر واجب ہے یہ بات مرتبہ اثبات کو پہونچا دے کہ نصب امام حق تعالیٰ پر واجب ہے مثل پیغمبر کے اور تم کسی مقدمہ
کو اُن دلیلون کی جو خاص دلیل لطف کے سوا ہین منتقض نہین کر سکتے مگر یہ کہ ان ادلۂ قطعیہ کے مقابل مین نقض اجمالی سے معارضہ
کرتے ہو اور جیسا کہ تم جانتے ہو یہ نقض اُسوقت سنا جا سکتا ہے کہ تم اس بات کو ثابت کرو کہ ایسے امام غالب و قاہر کے نہ ظاہر ہونیکا
سبب منحصر ہے نصب امام کے خدا پر نہ واجب ہونے مین پس اب اس انحصار کا اثبات تمہارے ذمہ مین ہے اور ہمکو فقط منع
کافی ہے ہمارے ادلۂ قطعیہ کے تمام ہونے مین اس سے علاوہ ہمنے بجد بلیغ تبرعاً نہ منحصر ہونا اُس وجوب کا بھی ثابت کر دیا اور یہ بھی
واضح کیا کہ اگر امام کے لیے غلبہ و قہر نہو تو جو امام کا نصب حق تعالیٰ پر واجب ہے وہ ساقط نہین ہوتا بلکہ اگر حق تعالیٰ تعیین امام کی
نہ فرماے تو اُسمین اور اُسکے بندون مین کچھ فرق نہین رہجاتا اس بات مین کہ جو بندون پر واجب تھا اُنھون نے اُسے ترک کیا
اور جو خدا پر واجب تھا و العیاذ باللہ اُسنے ترک فرمایا بلکہ مقدمہ برعکس ہوتا ہے جیسا کہ اُس مثال سے جسمین غلام صحیح کے جنگل سے

مٹی لانے کا ذکر ہو ظاہر ہوتا ہی کہ اگر وہ غلام مٹی صحرا سے نہ لاتا تو مستحق ملامت و مذمت کا ہوتا اور محجوج ہوتا اور غلام ہین کہیر
کوزہ تیار نہ کرنے مین معذور رہوتا اور اسکی حجت تمام ہوتی اسی طرح اگر حق تعالی امام کی تعین اور نصب نہ فرماے تو اسکے
خلق کی حجت تمام ہو اور تمھارے نقض اجمالی کے مبطل ایسی نظیر ہنے کہی کہ وہ نفس فعل حق تعالی کا ہی یعنی تکلیف دینا بندون کو
اور مبعوث فرمانا پیغمبرون کا یعنی یہ ہم کہہ چکے کہ اگر تمھارا نقض درست ہو تو اس سے لازم آتا ہی کہ ان پیغمبرون کا مبعوث فرمانا جنسے
انکی امتہاے سابقہ نے ہدایت نہین پائی بلکہ پیغمبرون کو مخذول و منکوب کرکے انواع رنج و محن مین مبتلا کیا اور اسی بعثت کے
سبب سے وہ نبی بھی معرض ہلاکت مین پڑے اور انکی امت بھی مخلّد فی النار ہوئی چاہیے کہ قبیح ہو اور تفضل کا امین
کبھی گمان نہو سکے اور یہی حال کفار و فجار کے تکلیف فرمانے کا ہی اب اسکے بعد اگر کوئی دلیل لطف مقرب کی مقدمہ کو کہ خلق کرنا
ایسے امام کا ہی جو طاعت خدا کی طرف مقرب ہو منع کرے بلا دلیل تو چونکہ ہم فرقہ امامیہ اور ہمارے علما اسکے ثابت کرنے سے
بحمدہ فارغ ہو چکے ہین ایکی منع محل اعتبار سے ساقط ہو گئی پس اگر کوئی کہے کہ ہم بعثت انبیا اور تکلیف دینے کو خلق کے بھی قبیح
جانتے ہین تو ہم جواب مین کہینگے کہ یہ دونون امر اگرچہ تمھارے نزدیک قبیح ہون لیکن تمھارے نزدیک بھی حق تعالی اسکا مرتکب
ہوا ہی اور جب یہ ہو چکا تو کیا وجہ ہی کہ امام مغلوب کے نصب ہونے مین خدا کی طرف سے اور اسکے اس فعل کے مرتکب ہونے
اور اسکے اپنے اوپر اس قبیح کے التزام فرمانے سے جیسا کہ اُسنے تکلیف قبیح کا اپنے اوپر التزام فرمایا ہی اور اسکی اسپر عادت جاری ہوئی ہی
خصوصًا بنظر اسکے کہ وہ فرماتا ہی ولن تجد لسنة الله تبديلا اگرچہ یہ بھی تمھارے زعم مین قبیح ہی انکار کیون کرتے ہو جیسا کہ
ایک فعل قبیح کرنے مین اور اسکے اپنے اوپر التزام کرنے مین انکار و استبعاد نہین کرتے اسمین بھی نہ کرو اور شاہ صاحب بعثت
نبی کو تفضل کہتے ہین اور امام رازی اسے حق تعالی پر وجب جانتے ہین جیسا کہ کتاب نبوت مین گذرا اور جب بعثت واجب
ہوئی تو وہی حال نصب امام کا اور اسکی تعین کا ہونا چاہیے اور حقیقت یہ ہی کہ جو شاہ صاحب نے کہا ہی بعض علماے امامیہ کے
جواب مین کہ وجود امام ایک لطف ہی اور نصرت و تصرف اسے دینا دوسرا لطف ہی سراسر غفلت اور چشم پوشی ہی ان مقدمات سے
جو اعتراض مین ماخوذ ہین کیونکہ معترض کہتا ہی کہ وجود امام بشرط تصرف و نصرت لطف ہی اور بدون تصرف و نصرت
متضمن مفاسد کثیرہ کے لیے ہی اب مجیب کے ذمے یہ ہی کہ ان مفاسد کو دفع کرے والا بیہودہ سرائی کی ہوگی اور
اس جواب مین مفاسد کا مطلقًا تعرض نہین کیا الخ تحکم بیجا ہی اور تعجب کی بات ہی سواے تجاہل کے ایسے عالم کی طرف
کیونکر کہا جاے کہ لطف کے معنی نہین جانتے تھے والا فی الواقع اگر اسکے معنی کی طرف غور کیا جاے اور اسکی شرائط سے
چشم پوشی نہ کرین تو کوئی صاحب عقل مطلع ہونے کے بعد یہ دعوی نہین کر سکتا کہ لطف مشروط بتصرف و نصرت ہی کیونکہ
لطف اس فعل کا نام ہی جو بندون کی تمکین کا سبب ہو امور طاعت سے یا انکی تقریب کا سبب ہو طاعات سے بے اسکے کہ
بندے طاعت کرنے مین مجبور ہو جائین اور جو امتحان کہ حق تعالی کو تکلیف فرمانے سے مطلوب ہی وہ برہم ہو جاے اور
تمکین اور تقریب کا خدا کی طرف سے متحقق ہونا محض نبی اور امام کے نصب فرمانے سے ظاہر ہوتا ہی اور خلق کا اس نبی اور

امام سے روگردان ہونا اور اُنکی اطاعت نہ کرنا کچھ اِسمین قدح نہین کرسکتا اور جب یہ ثابت ہوا تو اب لطف کے ساتھ
تائید و تصرف کا اشتراط بے معنی ہوگا اور لطف طاعت کے لیے علت تامہ نہین ہی یہان تک کہ جب لطف ممکن یا مقرب
متحقق ہو تو بالضرور طاعت بھی پائی جاے کیونکہ اگر وہ طاعت کے لیے علت تامہ ہو تو بندے طاعت کے بجالانے مین
دائرہ اختیار سے باہر ہو جائین اور تکلیف کی مصلحت ہاتھ سے جاتی رہے پس اشتراط نصرت و تصرف کے ساتھ کسی طرح
متصور نہین ہوسکتا مگر جب ہم یہ کہین کہ لطف وہ ہی کہ اُسکے حصول کے ساتھ طاعت کا حاصل ہونا واجب ہوا اور یہ بھی نہین
کیونکہ علمانے تصریح فرمائی ہی کہ اُسے چاہیے کہ الجا کی حد کو نہ پہونچے اور جبکہ غرض اُس سے محض حجت کا تمام کرنا اور بندون کے
عذر کا رفع فرمانا ہوا تو جو خدا پر تھا وہ اُسنے فرمایا اور اُسکی حجت تمام ہوئی وللہ الحجۃ البالغۃ اگر بعد اسکے بندے اپنے
پروردگار کے حکم کا امتثال کرینگے تو یہی مطلوب ہی اور بندے ماجور ہونگے اور اگر اپنے سوء اختیار سے اپنے امام زمان کی مخالفت
کرکے ورطہ ہلاکت مین اپنے تئین ڈالین تو وہ خود مورد الزام ہونگے اور تکلیف کا فائدہ ہر حال مین اُسپر مترتب ہوگا پس جو
لطف کہ حق تعالی پر واجب ہی وہ مشروط اُسکے ساتھ ہی کہ حد الجا کو نہ پہونچے اور مشروط اسکے ساتھ ہی کہ مصلحت تکلیف اور
حکمت آزمائش کے منافی نہو نہ یہ کہ مشروط ساتھ طاعت کے واقع ہونے کے ہو اور نہ یہ کہ رفع ہلاکت کی علت تامہ ہو
جیسا کہ بعض خطبون مین جو جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا ہی اِس مضمون پر دلالت کرتا ہی اور حاصل کلام معجز نظام یہ ہی کہ اگر انبیا
صاحب قوت اور صاحب ملک و حکومت ظاہری ہوتے کہ بسبب اُسکے سب اُنکی طرف رجوع کرتے اور اطاعت اختیار
کرتے تو یہ خلق کے لیے بہت سہل ہوتا کہ تکبر و استکبار نہ کرنے پاتے اور بسبب اُنکے قہر و غلبہ کے سب ایمان لاتے لیکن یہ معلوم ہوتا
کہ کسکی نیت خالص ہی اور کسکی غیر خالص ہی اِسی طرح نیکیان بھی کئی طرح کی ہوتین کچھ خدا کے واسطے کچھ خوف سے حاکم قاہر کے
جو نہی ہوتا لیکن حق تعالی نے یہ چاہا کہ پیغمبرون کی اطاعت اور کتب ہاے آسمانی کی تصدیق اور خشوع و توجہ خدا کے واسطے
اور اُسکے حکم کی بجاآوری اور طاعت خدا کا قبول کرنا یہ امور خلق سے اِس طرح صادر ہون جس سے خاص خدا کے واسطے ان افعال کا
کرنا ظاہر ہو اور کوئی شائبہ جبر و الجا کا اُسمین نہو اور جسقدر اِسمین بلا و مشقت زیادہ ہو اجر و ثواب زیادہ ہوگا انتہی پھر کیونکر ہوسکتا ہی
کہ بعثت نبی یا نصب امام جب مشروط بہ تصرف و نصرت ہو تو لطف ہوگا و الا مورث فساد اور متضمن مفاسد کو ہوگا اور سوا اسکے
جو کچھ کہ جواب مین بعض علماے شیعہ کے کہا تھا وہ سب ساقط ہوگیا اور معین و موئد ہی اِس سے یہ بات کہ اکثر انبیا اور اوصیا جو
بالاتفاق خدا کی طرف سے منصوص و منصوب تھے اور مظفر و منصور اپنی امت پر نہوے پھر اگر اُسے کوئی کہے کہ اُنکی بعثت اور
نصب لطف نہ تھا بلکہ وہ نصب مشتمل مفاسد پر تھا تو بڑی خرابی ہوگی کہ اول خلاف اُس اقرار و اعتقاد کے ہوگا جو کہتے ہین
کیونکہ خود شاہ صاحب بعثت نبی کو تفضل کہتے ہین تو جب اشتمال مفاسد پر ہو تو جب بھی تفضل کہینگے اور اگر کہین ہی تو یہ اقرار
لسانی ہے دل اور عقل بھی تصدیق کرینگے دوسرے اقرار اِسکا ہوگا کہ وجود انبیا وجود معطل اور فعل خالق حکیم عبث اور لعب ہوگا
اور ایسے کون مسلمان صاحب عقل پسند کریگا تیسرے مخالف اُس قول کے ہوگا جو امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہی ور وہ حضرت

انبیا

بالاتفاق امام اور وصی خیر الانام ہین بالجملہ عقلاً و نقلاً ہر طرح یہ کلام جو شاہ صاحب نے فرمایا ہی مشتمل اوپر مفاسد کے ہی اور لائق اصغا نہین ہی والحمد للہ ظاہراً و باطناً یہان تک کلام ساتھ حضرات اہلسنت کے تھا اب یہان سے جواب حضرات اخباریین کا جو شیعون سے افراط و تفریط مین واقع ہوکر خاص مسئلہ لطف مین دو فرقون کی طرف جدا ہوے ہین پہلا فرقہ اُنسے ملا طاہر قمی اور جو اُنکے تابعین مین سے ہون ہین انھون نے لطف مقرب کے وجب ہونے سے بالکل انکار کیا ہی اور وہ کہتے ہین کہ اشاعرہ اہلسنت کے اسبب اسکے کہ انھون نے حسن و قبح عقلی سے انکار کیا ہی اسلیے لطف مقرب کے وجب ہونے سے انکار کرتے ہین اور اُنکے معتزلہ اس لطف کے وجب ہونے کے قائل ہین اور لیکن امامیہ پس اُنکے قدما جو ائمہ علیہم السلام کے معاصر تھے پس اُنکا کلام مثل اُنکے ائمہ کے کلام کے لطف کے ذکر سے خالی ہی اور متاخرین امامیہ نے جو معتزلہ کی کتابون کا تتبع کیا اور بعض شبہات اُنکے اُنکے دلون مین جم گئے اس جہت سے اُنکے مقولہ کے قائل ہوگئے اور از انجملہ جنکے امامیہ قائل ہوے مسئلہ لطف ہی کہ ترک لطف کو منافی اور مناقض غرض شارع کی جانکر اُسکے واجب ہونے کے قائل ہوے ہین حالانکہ دلیل اُنکی محل نظر ہی کیونکہ غرض شارع کی تعریض ثواب ہی نہ ایصال ثواب تک اور ترک لطف سے تعریض ہاتھ سے نہین جاتی اور جب تعریض اختیار مین رہی تو منافی غرض شارع کا نہوگا اور جناب سید سند نے فرمایا ہی کہ یہ فرقہ حضرات اخباریین سے فرقہ اشاعرہ اہلسنت کے ساتھ اس مسئلہ مین متحد ہی اور مسئلہ لطف مین یہ مفرط ہین تفریط کرتے ہین اور اُنکا جواب یہ ہی کہ حقیقت مین شارع کی غرض تکلیف سے تعریض ہی ثواب کے ساتھ لیکن محض تعریض بہ نسبت غیر مستحقین ثواب کے ہی اور تعریض ایصال ثواب کے ساتھ بہ نسبت مستحقین ثواب کے ہی کیونکہ حکمت اور کرم حضرت ذوالجلال کا یہ مقتضی نہین ہی کہ مستحق کو اپنی عطا و بخشش سے محروم رکھے بلکہ اگر بتامل نظر کرین اور دیکھین تو اصل غرض یہی ہوگی کیونکہ علت غائی ایجاد خلق کی بمفاد کریمہ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون عبادت و طاعت ہی اور اُسکی کوئی غرض اور غایت حق تعالیٰ کی طرف عود نہین کرسکتی کیونکہ وہ غنی اور بے نیاز ہی بلکہ فائدہ اُسکا بندون کی طرف رجوع کرتا ہی اور وہ منحصر ہی اہل طاعت و عبادت کے پہچاننے مین ثواب و کرامت کے بڑے درجون تک اور وہ کون شخص ہی جو یہ ادعا کرسکتا ہی کہ پیغمبرون کے اور اُنکے وصیون کے اور مومنین مخلصین کے پیدا کرنے سے محض تعریض مقصود ہی نہ ایصال ثواب اللہم الا من کان فی قلبہ الارتیاب حضرت امام جعفر صادقؑ بذریعہ اپنے آبا ے طاہرین کے جناب امیر المومنین علیہ السلام سے روایت فرماتے ہین کہ آنحضرت نے فرمایا اور حاصل اُسکا یہ ہی جناب اقدس الہی نے بکمال تفضل و احسان اور رحمت ہاے بے پایان جب فرائض کو اپنے بندون پر واجب فرمایا تو یہ تکلیف اسلیے نہ تھی کہ وہ خود انکی عبادت کا محتاج تھا بلکہ مصلحت و حکمت اس تکلیف مین یہ تھی کہ تا اچھے بُرے سب کی نظر مین ممتاز ہون اور آزمائش باطن کے حال کی سب کی ظاہر ہو اور یہ سب اپنے پروردگار کی رحمت کی طرف مسابقت کرین اور اس سبب سے درجے اُنکے بہشت مین ایک دوسرے سے زیادہ اور متفاضل ہووین انتہی ملخص الروایہ ہان اگر اشاعرہ کے شبہے کسی کے دل مین جم گئے اور اس جہت سے لطف سے انکار کرین اور علماے کرام شیعیان کے اقوال سے عدول کرکے اشاعرہ اہلسنت کے موافق ہین

تو مستبعد نہین ہی اور اسی جگہ سے ہی کہ فاضل مدقق مُلّا طاہر نے جہان کہین نقل کیا ہی کہ امامیہ کے علماے متاخرین نصب وجوب
امام پر یہ دلیل لاتے ہین کہ امام معصوم کا نصب لطف ہی اور ہر لطف خدا پر واجب ہی پس نصب امام خدا پر واجب ہوگا کہا ہی کہ
فخر رازی نے اسپر نقض وارد کیا ہی کہ اگر امام کا نصب کرنا لطف ہو تو قاضیون کا اور پیغمبرون کے اور ائمہ علیہم السلام کے نائبون کا
بھی جو معصوم ہون نصب کرنا لطف ہوگا پس اُسکا بھی واجب ہونا لازم آئیگا حالانکہ شیعہ اُسکے قائل نہین ہین بعد اسکے جو فاضل
مذکور نے کہا ہی اُسکا حاصل یہ ہی کہ پوشیدہ نہ رہے کہ یہ اعتراض دلیل مذکور پر وارد ہوتا ہی اور کوئی جواب اُسکا اُنکے پاس نہین ہی جو
اُس دلیل سے تمسک کرتے ہین پس اس سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ امام رازی کا شبہ اُنکے دل مین ایسا بیٹھا کہ اُسے ممتنع الجواب سمجھے
اور وہ ہمارے کہنے کا مصداق ہین لیکن سبب اُسکا یہ ہی کہ جد و جہد کرکے اپنی قوت و وسع عقل کو شبہات سے صاف نہین کیا والا
مفاد والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا حق منصف ہشیار پر نہین چھپتا اور جب خصم کے شبہون کو اپنے دل مین رکھا اور دفع
نہ کیا تو وہ بسبب جاگزین ہونے کے موثر ہوتے ہین اور حق سے دور کرتے ہین اب جاننا چاہیے کہ اگر مسئلہ لطف کا ذکر
جیساکہ متکلمین امامیہ کی زبان پر ہی اسطرح اگر اُنکے ائمہ یا آنحضرت کے اصحاب کے کلام مین واقع نہو تو اس سے یہ نہین لازم آتا کہ
اُنکے حضرات کا کلام مفاد لطف سے خالی ہی حکایت مناظرہ ہشام کی شامی کے ساتھ جو اوپر گذری لائق غور ہی کیونکہ اُسمین
جو ہشام نے شامی سے کہا ہی کہ آیا تیرا پروردگار اپنے خلق کے حال و مصالح کا زیادہ دیکھنے والا ہی یا خود خلق زیادہ اپنے
مصالح کو دیکھنے والی ہی پھر ہشام نے کہا کہ حق تعالیٰ نے بنظر مصلحت بنی خلق کے اُنکے واسطے کیا کیا شامی نے کہا کہ اُنکے
واسطے حجت و دلیل کو قائم کیا الخ اور ہشام کا مناظرہ عمرو بن عبید مین یہ کہنا کہ ای ابو مروان بتحقیق کہ خدا نے تیرے اعضا و جوارح کو
نہ چھوڑا یہان تک کہ اُسپر امام کو مقرر کیا کہ وہ صحیح کی تصحیح کرے اور جسمین شک ہی اُسکا یقین دلاوے اور وہ خدا ہو سکتا ہی کہ تمام خلق کو
حیرت و اختلاف مین چھوڑ دے اور کسی کو اُنپر ایسا نہ قائم کرے جو اُنکے شک اور حیرت کو دفع کرے اور اس قول کے سُننے کے بعد
جناب امام جعفر صادقؑ کا فرمانا کہ واللہ ھذا مکتوب فی صحف موسی وابراھیم اور اسی طرح جناب امیرؑ کا ارشاد فرمانا جبکہ
آنحضرت کو یہ خبر پہونچی کہ کچھ اصحاب اُنکے جور و عدل مین خدا کے خوض و فکر کرتے ہین اور یہ سُنکر منبر پر تشریف لیگئے اور حمد و
ثناے الہی بجا لاکر فرمایا جسکا حاصل یہ ہی کہ جب حق تعالیٰ نے خلق کو موجود فرمایا تو اُسکی مشیت متعلق اسکے ساتھ ہوئی کہ اُسکے
بندے صاحب آداب رفیعہ و اخلاق شریفہ ہون پس علم ازلی سے اپنے اُسنے جانا کہ یہ وقت تک تمام نہوگا کہ اُنھین پہنچا دے
کہ کیا اُنھین مفید ہی اور کیا مضر ہی اور یہ پہنچوانا نہو سکتا تھا مگر امر و نہی کے ساتھ اور یہ سب مفید و موثر نہین ہوتے مگر وعدہ و
وعید کے ساتھ اور وہ نہین ہو سکتے مگر ترغیب و ترہیب کے ساتھ الخ اور اسی طرح بہت کچھ مضامین نصوص ائمہ طاہرین اور اُنکے
اصحاب راشدین کے کلام مین موجود ہین اور وہ نص ہین اُس بارے مین جو ہمنے کہا اب وہ حضرات فرمائین کہ اگر اُنکا مود ی
لطف نہین تو پھر کیا ہی اور لطف کی تقریر سے عدول کرکے تقریر وجوب تمکین کی طرف رجوع کرنا جیساکہ وہ کرتے ہین لطف ہی
کیونکہ لطف ممکن بھی ایک قسم لطف کی ہی جیساکہ اوپر بیان اُسکا ہو چکا ہی پس بنا بر اسکے اُنکا کلام خاص لطف مقرب مین ہوگا

اور وہ بھی اپنے مقام پر نہین ہی کیونکہ دلیل بیان پر عام ہی جناب غفران مآب نے باب امامت مین کتاب الاسلام کے فرمایا ہی
کہ چونکہ بہت مباحث مسلک عقلی پر اثبات لطف کے وارد ہوتے ہین اسی جہت سے بعض علماے فرقہ متجددہ اخباریہ سے بسبب اپنے
قصور قوت و استعداد اور قلت اطلاع کے علوم عقلیہ مین اور بسبب اسکے کہ دفع کرنے سے ان مباحث کے جو علماے مخالفین نے
وارد کی تھین عاجز تھے لاچار ہو کر ننگ و عار کو اپنے اوپر لازم کیا اور وہ یہ ہی کہ علماے امامیہ جو سالک اس مسلک کے ہین انکا تخطیہ
کرنے لگے اور یہ بات انکی کمال عجز اور اجنبیت پر علوم مین اور نہ مطلع ہونے پر انکے اخبار ائمہ پر کرتی ہی پس انہین چاہیے کہ دیکھین اور تامل کرین
انہین کہ طعن کہان اسے کہان تک جاتی ہی اور بعد اسکے توبہ کرین اور سیدھی راہ پر آئین اور کیا وجہ ہی کہ نہین سوچتے اس بات مین کہ اگر یہ
مسلک حق نہوتا تو ائمہ دین اور انکے اصحاب مخصوصین ادلہ عقلیہ کو مخالفین پر حجت کسطرح لاتے فلا تکن من الغافلین اور اسی کتاب کے
باب عدالت مین فرمایا ہی کہ بعض متاخرین امامیہ نے کہا ہی کہ لطف کا ذکر قدماے اصحاب کے کلام مین نہین پایا جاتا پس ہمارے علماے
متاخرین نے لطف کے واجب ہونے کا قول معتزلہ کی کتابون سے یاد کیا ہی اور مین کہتا ہون کہ قول فی الجملہ لطف کے واجب ہونے کا
عدالت و حکمت کے قول کے توابع سے ہی اور قدماے ہمارے اصحاب کے یقینی عدلیہ تھے پھر کیونکر ہو سکتا ہی کہ ایک انکار لطف سے کیا جاے
ہان یہ ممکن ہی کہ معنی لطف سے تعبیر لفظ لطف کے ساتھ اصطلاح تازہ ہو اور یہ بھی مضر نہین ہو سکتا حالانکہ یہ تعبیر اس لطف کے ساتھ
بھی ائمہ علیہم السلام اور انکے اصحاب کے کلام مین موجود ہی کیونکہ نہین دیکھتے وہ روایت جسے شیخ محمد بن یعقوب کلینی رہ نے حضرت امام
جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہی کہ بدرستیکہ سوال کیا آنحضرت سے ایک شخص نے پس کہا کہ آیا خدا نے گناہ کرنے مین بندون پر
جبر فرمایا ہی یہ سنکر حضرت نے فرمایا نہین اسنے عرض کیا کہ آیا انہین کے اختیار پر سب کچھ چھوڑ دیا فرمایا نہین سائل نے عرض کیا کہ
پھر کیا ہی اور کسطرح ہی فرمایا لطف ربک بین ذلک اور محاسن برقی مین اسکے مصنف نے اپنی سند کے ذریعہ سے ایک روایت طولانی
ابن حازم سے نقل کی ہی کہ وہ مشتمل اسپر ہی کہ جناب امام جعفر صادق ع نے فرمایا ہی کہ اگر خداوند عالم اپنے پیغمبر سے کسی حال مین احوال سے
غضبناک ہوتا تو کسطرح اپنے لطف کو انکے حال پر مبذول رکھتا اور کسطرح ہوتا کہ انہین ایک حال سے دوسرے حال پر ترقی دیکر
پیغمبر فرماتا اور بھی شیخ اجل ابو جعفر طوسی نے از جملہ کتاب ہاے ہشام سے کتاب الالطاف کو شمار کیا ہی اور بھی پیشتر تو جان چکا ہی
کہ لطف و مصالح کا ذکر مصنفات مین شیخ مفید علیہ الرحمہ اور سید مرتضی علیہ الرحمہ اور شیخ الطائفہ کے کلام مین بہ کثرت موجود ہی اسطرح
کہ اس سے یہ بات مستفاد ہوتی ہی کہ لطف کا قول زمان گذشتہ مین مقطوعات اصحاب یہان سے تھا اور یہ اہل تصنیف سب
قدماے اصحاب سے ہین حوا اسکے قاضی عبد الجبار معتزلی نے امامیہ کی رد مین جو وہ امامت کا اثبات لطف کے ساتھ کرتے ہین
بہت کچھ سعی کی ہی اور اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہی کہ لطف کا قول شیخ مفید اور سید مرتضی رہ کے زمانے سے پہلے علماے امامیہ مین
شائع تھا انتہی کلامہ اعلی اللہ مقامہ اور اس سے بخوبی یہ ثابت ہوتا ہی کہ جو سرآمد فرقہ حضرات اخباریہ نے انکار لطف مین کہا تھا اسکی
کچھ حقیقت نہین ہی اب رہا یہ امر کہ جو کچھ وہ اپنے قصور علم سے نقض امام فخر رازی کو دلیل امامت فرقہ امامیہ پر تسلیم و وارد کر گئے اسکا
جواب دینا اور اٹھانا ضروری ہی ولا جب وہ شیعہ جنہین علم نہین سنینگے کہ عالم امامیہ نے اس اعتراض کو قبول کیا اور اسکی تقویت و تحسین کی

اور جواب نہ دے سکنے سے بند ہو گئے تو انکی نظر مین یہ بڑی بات معلوم ہوگی اور اس سے اصل مطلب کا جو اثبات امامت ہی تعیین و
نص الٰہی ضعف و بطلان لازم آئیگا اور اعتقاد مین خرابی اور شبہات کی تقویت ہوگی پس ان امور کے دفع کرنے کو مین واجب
جان کر کہتا ہون کہ وہ شبہ جو امام رازی نے کیا ہی اور اسے ملا طاہر قمی نے قبول کیا ہی وہ مسقط محض ہی کیونکہ اگر وہ کلام تمام ہو جاوے
تو اختصاص نقض کا قاضیون کے اور پیغمبرون کے نائبون کے ساتھ نہوگا بلکہ جو نقض وارد کرنے والے نے کہا ہی اسکے مقابل مین
کہا جائیگا کہ عصمت لطف ہی اور لطف خدا پر واجب ہی پس چاہئیے کہ حق تعالی سب کو معصوم کرے حالانکہ بالاتفاق خدا نے تمام
مخلوقات کو معصوم نہین بنایا اور اسی طرح نبوت کے بارے مین بھی کہہ سکتے ہین کہ پیغمبرون کا بھیجنا ہر قوم پر اور ہر زمانے مین
اور ہر جگہ پر زمین کے اقطار سے خدا پر لازم ہی کیون نکیا اور اسکے بنا پر جو نقض وارد کرنے والے نے ذیل کریمہ یا اھل الکتاب قد جاء
کم رسولنا یبین لکم علی فترۃ من الرسل کی تفسیر مین خود کہا ہی جسکا محصل یہ ہی کہ فترہ کا حاصل ہونا موجب احتیاج خلق کا طرف بعثت
انبیا کے ہوتا ہی اور معلل کیا ہی اسے اس بات سے کہ فائدہ مبعوث ہونے کا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کے زمان فترت مین اوس وقت مین جو بعثت
تعالی تھا یہ ہی کہ بسبب طول مدت اور تقادم عہد کے تحریف و تغییر دین و مذہب مین راہ پاجاتا ہی اور اس سبب سے حق ساتھ
باطل کے اور صدق ساتھ کذب کے مختلط ہوجاتا ہی اور اسکے باعث سے عذر ظاہر خلق کو عبادات سے اعراض کرنے مین ہم پہونچتا ہی
کیونکہ انھین یہ پہونچتا ہی کہ کہین کہ ای پروردگار ہمارے یہ ہمنے پہچانا کہ تو عبادت کے لائق ہی اور تیرے لئیے عبادت کرنی ضروری ہی
لیکن یہ ہم نہین جانتے کہ تیری عبادت اور پرستش کیونکر کرین پس اس جہت سے ایسے وقت مین آنحضرت کو مبعوث فرمایا الخ پس یہ
کلام مفسر تفسیر کبیر کا جو بعثت کے واجب ہونے کے لیے مفید ہووے ایسے وقت مین منتقض ہوتا ہی شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی کے
کلام سے جو مبحث تکلیف مین انھون نے کہا ہی کہ خلاصہ اسکا یہ ہی کہ اور بھی اگر تکلیف واجب ہوتی تو چاہیے ہر شہر مین اور ہر گانون مین
پیغمبرون کو پے در پے خدا بھیجتا اور زمان فترت واقع نہوتا اور کوئی جگہ زمین سے پیغمبرون کے موجود ہونے سے خالی نہوتی
کیونکہ تکلیف کے پہونچانے کو بالاجماع عقل کافی نہین ہی اور پیغمبر کی حاجت اس امر مین ضروری ہی حالانکہ بلاد ہند و سندھ و
ماوراء النہر اور ترکستان اور خطا اور ختن اور چین اور حبش اور بہت سے ملک قریے ایسے ہین کہ وہ پیغمبر کے مفہوم کو بھی نہین پہچانتے
اور نہ انکی تواریخ مین لکھا ہی کہ کوئی شخص بطور رسالت کے انکے اوپر آیا اور انسے معجزات ظاہر کیے ہون اور خدا کے پیغام
پہونچائے ہون اور بھی بعد نبی کے انتقال فرمانے کے امام غالب کو نہ امام خائف کو نصب فرماتا اور آیات ظاہرہ اور معجزات
باہرہ سے اسکی تائید کرتا تاکہ بے دغدغہ وہ تبلیغ احکام فرماتا اور مکلفین کو احکام شرع سے غافل نہ رکھتا اور جو پہاڑون کے بسنے والے ہین
انھین دعوت کرتا اور امامت کو ایسی جماعت کے سپرد نہ کرتا کہ ہرگز قدرت اظہار احکام واقعیہ شرعیہ کی نہین رکھتین بلکہ خود بھی کفار
ظلمہ کے رنگ لباس مین تقیہ کے ساتھ بسر کرتی ہین انتہی کلامہ اور وجہ تناقض کلام امام رازی کی اس کلام شاہ صاحب سے
یہ ہی کہ جب اتمام حجت کا خلق پر اور انکے عذر کا قطع کرنا منظر حکمت خداوند عالم پر واجب و لازم ہوا تو پھر زمان فترت کا خالی رکھنا
اور جو بندے کہ پہاڑون پر اور اقطار بعیدہ مین زمین کے رہتے ہین انکا محروم رکھنا اس لطف و رحمت سے کس راہ سے ہوگا اور

شاہ صاحب کا کلام بھی بیان پر بعینہ نظیر کلام مشرکین ہندو سندھ و چین و ختن کا ہی جو وہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ کے بارے مین
کہتے ہین کہ اگر وہ حضرت تمام خلق پر مبعوث ہوتے تو چاہیے کہ وہ خود یا اُنکے رسول سب روے زمین پر پہونچتے اور تکالیف
الٰہی کو ہم تک پہونچاتے اور جب یہ نہوا تو نبوت بھی اُنکی عام نہین ہی بالجملہ جبکہ تکلیف الٰہی کا تعلق خواہ برسبیل تفصیل یا برسبیل
وجوب سب خلق کے ساتھ باجماع اہل اسلام ظاہر ہوا پس اب تمام اہل اسلام کے واسطے چاہیے کہ سبب حضرت سید المرسلین
اور اُنکے رسولون کے نہ پہونچنے کا اطراف واکناف عالم مین بیان کرین اور توجیہ کرین اور یہ اشکال منحصر تکلیف کے واجب
ہونے کے قول مین نہین ہی اور اسی طرح کہہ سکتے ہین کہ نہ رفع کرنا بندون کے عذر کا زمان فترت مین تا وقت وجود پیغمبر خدا اور
خالی رکھنا حجت سے اطراف و اکناف عالم کا جو حضرات اہلسنت کے نزدیک جائز ہی وہ دلیل اسکی ہی کہ کلام امام فخر رازی کا
ان حصول الفترۃ توجب احتیاج الخلق الی بعثۃ الرسل تمام نہین ہی اور حجت اُنکی منتقض ہی پس اب اہل اسلام کے ذمہ مین ان
شکوک و اوہام کا رفع کرنا واجب ہی اختصاص ساتھ نصب امام کے جو شیعون کا قول ہی نہین رکھتا اور لازم ہی کہ ان اُمور مین سے
ہر ایک امر کے لیے شرائط تحقق کے اور اُسکے موانع منضبط کیے جائین تا کہ وہ اُمور مرتفع ہون پس کہتا ہون مین کہ یہ جتنے نقض
کہ مذکور ہوے موقوف و مبنی ہین اسپر کہ یہ نقض کرنے والے اصل مطلب کو نہین سمجھے کیونکہ لطف اور تکلیف اور عذر کا بندون کے
قطع کرنا یہ سب خداوند عالم پر واجب ہی اور ایسا عام نہین ہی کہ ہر نوع لطف کے ہر شخص کی نسبت واجب ہو اور ہر چیز کی تکلیف
ہر واحد کے لیے بنی آدم سے ہر وقت مین لازم ہی و الا اگر لطف اس طرح عام ہوتا تو سب خلق کی عصمت ملائکہ کی طرح لازم آتی
اور کوئی گنہگار باقی نہ رہتا اور اگر ہر حکم کی تکلیف ہر شخص کی نسبت عموماً واجب ہوتی تو زمانۂ فترت کے موجود ہونے والے اور
پہاڑون کے اور بلاد بعید الشقہ کے رہنے والے احکام سمعیہ مین بھی معذور نہوتے اور جب نہوا تو لطف ممکن اور لطف مقرب ہر ایک
مشروط اپنی شرائط کے ساتھ ہی اور اگر وہ شرائط نہ پائی جائین تو لطف نہین باقی رہتا پس نہ ظاہر ہونا اُسکا بعضے مواضع مین
بسبب پاے جانے بعض موانع کے ضابطہ لطف کو برہم نہین کرتا پس شیعون کی غرض لطف کے خدا پر واجب کرنے کی یہ ہی کہ
تحقق اُسکا اُسوقت ہوتا ہی کہ جب اُسکی شرائط مجتمع ہون اور موانع اُسکے مرتفع ہون اور الطاف بھی کئی طرح پر ہین بعض الطاف عام ہین
اور بعض الطاف خاص ہین اور الطاف عامہ کی شرائط و موانع بہ نسبت الطاف خاصہ کے کم ہوتی ہین اور مصالح اُسکے ظاہر
اور واضح ہوتے ہین تفصیل اسکی انشاء اللہ بیان ہوگی اور امامت ایک لطف عام ہی اور موانع کا اُسمین منتفی ہونا سب کو معلوم ہی
اور اسی جہت سے محقق طوسی علیہ الرحمہ نے تجرید مین فرمایا ہی کہ اُسکا محصل یہ ہی کہ امام لطف ہی پس اُسکا نصب فرمانا خدا پر
واجب ہی اور مفاسد کا اُسکے منتفی ہونا معلوم ہی اور منحصر ہونا لطف کا اُسمین صاحبان عقل کو معلوم ہی اور پایا جانا اُسکا لطف ہی اور
صاحب تصرف ہونا اُسکا لطف ہی خواہ وہ تصرف کرے یا نہ کرے بنا بر اسکے جو منقول ہی جناب امیر علیہ السلام سے کہ فرمایا اُنحضرت نے
کہ زمین خالی نہین رہتی حجت خدا سے کہ وہ یا ظاہر و مشہور ہوتا ہی یا خائف اور پوشیدہ رہتا ہی تا کہ حجت ہاے الٰہی اور اُسکے بینات
باطل نہوجائین اور تصرف ظاہر اُسکا دوسرا لطف ہی اور یہ تصرف معدوم نہین ہوتا مگر بندون کی طرف سے اونکے سوء اختیار

انتہی محصل کلامہ اور اس سے صاف ظاہر ہوتا ہی کہ بعض الطاف بسبب بعض موانع کے جو راہ کا کانٹا ہو جاتے ہین فوت
ہو جاتے ہین پس لطف واجب نہو گا مگر جبکہ موانع کا ارتفاع ہو یعنی کوئی مانع نہو پس امام فخر رازی نے اور جو انکی طرح اس مقام پر
نقض کے وارد کرنے مین پیش قدمی کر گئے وہ انکے اصل مطلب کے نہ سمجھنے سے ہوا ورنہ کبھی ایسا نہ کہتے اور تفصیل اس اجمال کی
یہ ہی کہ حق تعالی نے جو مبدء فیاض ہی اور انواع ممکنات کو اسنے پیدا فرمایا ہی بحسب لیاقت ہر نوع کے افاضہ طرح طرح کے
فیضون کا اصناف موجودات پر فرمایا ہی پس فرشتون کی نوع کو کہ انمین قوائے شہوانی نہ تھی اور اسی طرح ہوا جس سے نفسانی
معارضہ نہ کرتے تھے انمین اور اس جہت سے وہ سب صلاحیت عصمت کی رکھتے تھے اپنے لطف و رحمت سے انکو اس
صفت کے ساتھ ممتاز فرمایا اور نوع انسانی کو موافق مراتب امتزاجات عناصر و ارکان کے اور معارضات قوائے حیوانی
وغیرہ کے کہ گویا مختلف الحقیقت اور مختلف الماہیت و ہویت تھے اور مصداق کلام ملائکہ کے تھے جنھون نے وقت خطاب
انی جاعل فی الارض خلیفہ کے عرض کیا تھا اتجعل فیہا من یفسد فیہا ویسفک الدماء ونحن نسبح بحمدک ونقدس لک
قال انی اعلم ما لا تعلمون موافق اپنے مراتب علم کے درجہ بدرجہ انمین لطف ہاے ظاہرہ اور پوشیدہ سے سرفراز فرمایا جو لائق عصمت تھے
انمین معصوم گردانا اور جو لائق عصمت کے نہ تھے انمین لطف عاصم سے محروم رکھا پس منجملہ شروط بذل لطف عصمت سے
پہلے شرط اجتبا اور اصطفا ہی یعنی پاک و صاف ہونا گناہون سے کہ یہ ہر فرد کو افراد انسانی سے میسر نہین ہو سکتا اور از جملہ موانع
اس لطف کے مبذول ہونے سے لائق نہونا ہر مخلوق کا ہی متصف ہونے سے ساتھ وصف بزرگ عصمت کے پس جیسا کہ
منصب نبوت کے واسطے اجتبا اور اصطفا درکار ہی اسی طرح عصمت اور امامت کے بھی واسطے یہ بات ضرور ہی کتاب النبوت
کی بحث عصمت مین شیخ مفید علیہ الرحمہ سے قول نقل ہو چکا ہی کہ جو انھون نے فرمایا اسکا محصل یہ ہی کہ عصمت اس سے مانع نہین ہی
کہ وہ صاحب عصمت قبیح کے کرنے پر قادر ہو اور نہ معصوم کو اچھا فعل کرنے پر مضطر کرتی ہی اور نہ حد الجا کو فعل حسن کے بجالانے
مین پہونچاتی ہی بلکہ وہ ایسی چیز ہی کہ حق تعالی اُسے جانتا ہی کہ جب اُسے کسی بندے کو اپنے بندون مین سے عطا فرمائیگا تو پھر وہ
بندہ معصیت کو اپنے لیے اختیار نہ کریگا اور باوجود قدرت معصیت کے یہ بات جملہ مخلوقات کے لیے حاصل نہین بلکہ جو ابرار
و نیکو کار ہین یہ انھین کا حال حق تعالی کو معلوم ہی جیسا کہ فرماتا ہی ان الذین سبقت لہم منا الحسنی الخ اور فرماتا ہی لقد اخترنا
ہم علی علم علی العالمین اور جملہ شرائط لطف سے دوسری شرط یہ ہی کہ چاہیے حد الجا اور اضطرار کو نہ پہونچے اور امتحان و اختیار
کی منافی نہو جیسا کہ پیشتر مذکور ہو چکا ہی شیخ حضرات اہلسنت ابو منصور نے کہا ہی کہ العصمۃ لا تزیل المحنۃ ای الابتلاء و معناہ
انہ لا یجبر علی الطاعۃ ولا یعجزہ عن المعصیۃ بل ہی لطف من اللہ یحملہ علی فعل الخیر و یزجرہ عن الشر مع بقاء الاختیار
تحقیقا للابتلاء کذا فی عصمۃ الانبیاء للشیخ عبد اللہ الانصاری الہروی اور اگر حق تعالی اپنے ارادے اور لطف قہری سے
چاہتا تو خصوصیت ائمہ کے نائبون کی اور قاضیون کی نہ تھی بلکہ سب معصوم اور محفوظ خطا و گناہ سے ہوتے اور کسی کی طاقت نہ تھی
کہ گناہ کر سکتا و لیکن اس صورت مین اختیار اور آزمائش بنا بر اظہار حال فرمان بردار اور نافرمانی کے اور ثواب و عقاب برہم

ہو جاتا جیسا کہ تفسیر مجمع البیان مین ذیل کریمہ ولو شاء اللہ ما اشرکوا کی تفسیر مین اہلبیت علیہم السلام سے منقول ہی
وشاء اللہ ان یجعلہم کلہم مومنین معصومین حتی کان لا یعصیہ احد لما کان یحتاج الی جنۃ ونار ولکنہ امرہم
ونہاہم وامتحنہم واعطاہم مالہ علیہم بہ الحجۃ من الالۃ والاستطاعۃ لیستحقوا الثواب والعقاب تیسری شرط یہ ہی
کہ انتظام عالم کے لیے مخل نہو چوتھی یہ کہ مشتمل اوپر مفسدہ کے اسکی بہ نسبت یا دوسرے کے لیے نہو پانچوین یہ کہ حق تعالی
جانتا ہو کہ لطف مقرب اُس جماعت کے حق مین اصلح اور نافع یا اتمام حجت مین داخل ہوگا اور جب شرائط وموانع لطف کا
بیان ہو چکا تو اب یہ سمجھنا چاہیے کہ جہان بحسب ظاہر حال لطف متحقق نہین ہوا وہان کوئی شرط ان شرائط سے نہ پائی گئی ہوگی
پس وہ اُس لطف سے جسمین ہم کلام کرتے ہین اور کہتے ہین کہ نظر بحکمت خدا پر واجب ہی خارج ہوگا اور یہ لازم نہین ہی کہ جو چیز
بادی نظر مین یہ معلوم ہو کہ لطف ہی وہ اُس لطف مین منسلک ہو جائے جس سے بحث ہو رہی ہی اور اُسکا کرنا خدا پر واجب ہی پس جیسے
امام فخر رازی نے لطف گردانا ہی اور ملا طاہر قمی نے اُسے مانا ہی اگر بسبب بعض شرائط کے مفقود ہونے کے علم خدا مین لطف نہو
تو محل تعجب کیا ہی کیونکہ بہت سے امور بادی نظر کے دیکھنے مین مستحسن معلوم ہوتے ہین اور نفس الامر مین وہ اُسکے برخلاف ہوتے ہین
اور اس بیان کو مؤید وہ روایت ہی جو جناب امام رضا علیہ السلام سے مروی ہی خلاصہ اُسکا یہ ہی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے
فرمایا کہ حق تعالی نے ارشاد فرمایا کہ بعضے بندے میرے وہ ہین جنکی صلاح فقر مین ہی پس اگر مین انھین غنی و مالدار کر دون تو یہ
تونگری انھین فاسد اور خراب کر دے اور بعضے بندے میرے ایسے ہین کہ انکی اصلاح صحت مین ہی اگر مین انھین بیمار کرون
تو مرض انکی تخریب اور فساد کا سبب ہو جائے اور بعضے بندے میرے ایسے ہین کہ انکا مناسب حال اور مصلح مرض ہی اگر
انھین مین صحیح الجسم کر دون تو وہ صحت انھین خراب کر دے اور موجب انکے فساد کا ہو اور تحقیق کہ بعضے بندے میرے ایسے ہین
کہ وہ میری عبادت مین کوشش بہت کرتے ہین اور راتون کو میرے سامنے کھڑے رہتے ہین پس مین انپر خواب و پینکی کو
مسلط کرتا ہون بنظر انکی صلاح امر کے پس جب سو جاتے ہین اور صبح کو اُٹھتے ہین تو اپنے نفس کو ملامت کرتے ہوئے اُٹھتے ہین
اور اگر مین انھین انکے حال پر چھوڑتا اور وہ اپنے ارادے کے موافق تمام شب عبادت اور قیام مین بسر کرکے صبح کرتے تو انکی
طبیعت مین عجب داخل ہوتا بسبب اپنے عمل کے انتہی پس اب اگر کوئی یہ گمان کرے کہ صحت میرے واسطے مقرب طرف
طاعت کے ہی یا اصلح ہی بہ نسبت مرض کے یا گمان کرے کہ تونگری میرے لیے بہتر ہی فقر سے یا شب بیداری سونے سے
بہتر ہی تو یہ بات نظر ظاہر مین تو البتہ ایسی ہی لیکن کوئی اِس بات پر یقین اور اپنے خدا پر تحکم نہین کر سکتا کیونکہ بسا ہی کہ یہ اُسکا زعم باطل ہو
کیونکہ ہر چند موافق خبر کے نعم العون علی التقوی الغنی تونگری مقرب طرف طاعت کے ہی لیکن بمدلول کریمہ ان الانسان
لیطغی ان راہ استغنی طاعت سے دور کرنے والی ہی اور معصیت کبیرہ وصغیرہ سے قریب ہی لیکن یہ دونون قضیہ خبریہ بھی باہم
منافات نہین رکھتے پس ایسا ایراد جسکا خدا پر اُس قسم کا مصداق ہوگا جو دعا مین معصوم علیہ السلام سے ماثور ہی فان ابطاء عنی
علمت بجہلی علیک ولعل الذی ابطا عنی ہو خیر لی لعلمک بعاقبۃ الامور بالجملہ حق تعالی بندون کے حق مین اپنے جو کچھ کہ اصلح ہی

اُسے عمل مین لاتا ہی تفسیر صافی مین ضمن تفسیر بیان قصہ ایوب پیغمبر علی نبینا وآلہ وعلیہ السلام مین منقول ہی کہ لا یفعل بعبادہ الا
الاصلح لہم ولا قوۃ الا باللہ اور توفیق ولطف سب اصلح کی افراد سے ہین جیسا کہ اوپر مذکور ہوا پس حق تعالی مصلحتون کو اور حکمتون کو
اور استعداد موادا اور بقاے اختیار اور انتظام عالم اور انتفاے مبانی فساد کو جملہ امور مین ملحوظ رکھتا ہی اور جو ظاہر نظر مین لطف معلوم ہو
وہ اسکا لزوم نہین رکھتا کہ واقع مین بھی لطف ہو اور اسی جگہہ سے ہی کہ امام فخر رازی نے کتاب نہایۃ العقول مین اصل لطف کو
باحتمال اسکے مفسدہ پر مشتمل ہونے کے منع کیا ہی حالانکہ مقامات مختلف ہوتے ہین سب کا ایک حال نہین ہو سکتا بعض ایسے
مقام ہین کہ وہان مصلحتین عام ہین اور ظاہر ہین کہ مفاسد کا نمونا انمین بہت واضح ہین اور بعض مقامات ایسے ہین کہ وہان مفاسد
اور مصالح دونون پوشیدہ ہوتے ہین اور ناقص عقلین ہر مصلحت جزئی اور مفسدہ جزئی تک نہین پہونچ سکتین پس مفسدہ کے
احتمال کو اصل لطف مین پیدا کرنا اور جو چیز کہ لطف کی صورت کے ساتھ متخیل ہو اسکے لیے وجوب کی تعمیم کرنا والا دونون باتین
مکابرہ ہین اور شاہد و موید اس بیان کا حق تعالی کی عادت ہی جو نصب انبیا اور اوصیا مین جاری ہی وللہ الحجۃ البالغۃ و
لن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا اور جو کچھ کہ اس سے حق تعالی نے ترک فرمایا ہی اسکا کرنا اسپر واجب نہین ہی جیسا کہ وہ قضیہ بحث عدل
کا ہی جسے ہم بدلیل عقل ونقل ثابت کر آے ہین پس جو کچھ خدا نے مثل قاضیون کے یا ائمہ علیہم السلام کے نائبون کے
معصوم ہونے کو اختیار نہین فرمایا اسکی نسبت ہم یقینی جانتے ہین کہ یہ فعل اسکا مصلحت وحکمت سے خالی نہین ہی یعنی
قضات ونوائبین کی عصمت مین کوئی حکمت نہ تھی اور اسکا ترک فرمانا مفسدہ کے باعث سے ہوگا اگرچہ اسکی تفصیل ہم
نہ جانتے ہون کہ وہ مفاسد کیا کیا ہین اور یہ جاننا ہمارا اسکا ویسا ہی کہ جو ہم مسئلہ حسن وقبح عقلی مین بالاجمال بطریقہ برہان
واستدلال جان چکے ہین اور کہہ چکے ہین کہ اجمالا حکم ہر فعل اور ترک مین حسن وقبح ذاتی کا معلوم اور متیقن ہی باقی رہی تفصیل پس
ہر جگہہ ہماری عقل کو اسکے دریافت کرنے کی طرف راہ نہین مل سکتی اور اسی جگہہ سے ہی کہ بعثت انبیا اور نصب ائمہ کی طرف
حاجت پہنچوانے کو اور بیان کرنے کو احکام سمعیہ کے ضرور متعلق ہوتی ہی پس یقینی ہم جانتے ہین کہ قضیہ منفصلہ حقیقیہ فعل یا
حسن ہی یا قبیح ہی یہ شارع کے حکم سے قطع نظر کرکے بھی پہونچا ہی اور حکم شارع شاہد وکاشف ہی اسکے صادق ہونے پر اور شاہد ہی
اُس سے کریمہ ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وینھی عن الفحشاء والمنکر والبغی اور اگر عقل بعض مقامات کی خصوصیات تک
نہ پہونچ سکے تو اس سے یہ لازم نہین آتا کہ کسی جگہہ عقل حسن وقبح کو دریافت نہین کر سکتی اور وہ راست گوئی جو نافع ہو یا
عدل وداد اسکا اچھا ہوتا اور دروغ گوئی جو مضر ہو اور ظلم کرنا اور بناے فساد کا بد اور قبیح ہونا اسے بھی نہ جان سکے اسی طرح
ہم استدلال کے ساتھ حکم کرتے ہین کہ اصلح اور لطف اور وہ بعض امور جنکا لطف ہونا خواہ ببداہۃ عقل یا بہ براہین قطعیہ ثابت ہی
حکیم علی الاطلاق پر واجب ہی اور انکی شرائط کو ہم جانتے ہین اور ان مواضع مین انکے ارتفاع موانع کو بداہۃ عقل سے ہم پاتے ہین
اگر اسمین مشککین تشکیک اپنی بوالہوسی سے بذریعہ مکابرہ کرین تو کسی طرح ہمارے اس اختیار مذہب کے استقلال مین اختلال کو
دخل نہین ہو سکتا اور امر امامت اسی قبیل سے ہی کیونکہ اسکا لطف ہونا ایسا ظاہر ہی کہ جسکے واسطے ادلہ دقیقہ کی طرف رجوع

کرنے کی حاجت نہین ہی اِسی جہت سے جب ہشام نے شامی سے کہا کہ آیا تیرا پروردگار اپنی خلق کا ناظر زیادہ ہی یا اُسکی خلق
اپنے نفوس کے مصالح کو زیادہ دیکھتی ہی تو بے اِسکے کہ فکر کرتا شامی جو مخالف تھا اُسکی بھی زبان پر کلمہ حق جاری ہوا اور کہا
کہ بلکہ پروردگار زیادہ تر ناظر خلق ہی اور ایسے احتمالات رکیکہ کو کہ بداہت عقل کے برخلاف ہون کوئی شخص سننے لگے اور اُسکے
ذریعہ سے اُس چیز کو جسے بادلہ قطعیہ ثابت کیا ہو شک کرکے چھوڑے تو پھر کوئی حکم ثابت نہین رہ سکتا اور مرتبہ اثبات کو
نہین پہونچ سکتا جناب غفران مآب نے عماد الاسلام مین فرمایا ہی کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ جیسا امام فخر رازی نے
کہا ہی کہ ضروری ہی معنی لطف مین کہ قید خالی ہونے کی اُسکے جمیع مفاسد سے بڑھائی جاے تو ہم کہینگے کہ امامت اِسی قبیل سے ہی
اور دلیل اسپر پہلی یہ ہی کہ جملہ اہل ملل وادیان مختلفہ نے اسپر اتفاق کیا ہی کہ غنی قدیر اور حکیم خبیر اگر ایسے رئیس کو جو معصوم اور ذی الحیلہ
محفوظ ہو خلق مین نصب نہ فرماے تو مستحق مذمت و ملامت کا ہوگا جیسا کہ عدل و داد اور صدق نافع اور اُسکے امثال
جو محاسن عقلیہ سے ہین اُسکے ترک مین حکم کرتے ہین کہ اُسکی مذمت حکیم خبیر کی طرف رجوع کرتے ہین پس اگر اُسکا اچھا ہونا
اور مفاسد اور وجوہ قبیح سے خالی ہونا ضروری نہوتا تو یقینی حکم جزمی اُسکے ساتھ نہ کرتے اور دوسرے یہ کہ اگر ان خیالات و
اوہام کی امثال عقلمندون کی نظر مین توجہ کے لائق ہوتی تو اُنپر لازم آتا کہ بہت سی جہالتین کرتے اور اُنمین واقع ہوتی
ازانجملہ یہ بات کہ کہ سکتے ہین کہ شکر خدا واجب نہین ہی کیونکہ شائد جو کچھ کہ ہمارے دیکھنے مین نعمت معلوم ہوتی ہی مثل ارسال انبیا کے
اور آسمان سے کتابون کے نازل کرنے کے اور درختون کے اگانے کے اور اُنمین پھلون کے پیدا کرنے کے اور پانی کے برسانے کے
اور نہرون کے جاری کرنے کے شائد یہ امور کسی وجہ سے مفسدہ پر مشتمل ہون اور ہمارے لیے مضر ہون اور جب ایسا ہوا تو نعمت
نہونگے پس شکر کسی نعمت پر واجب نہوگا انتہی کلامہ اعلی اللہ مقامہ اور اُس سے بھی زیادہ ترقی یہ ہی کہ یہ کہ سکتے ہین کہ شائد
کچھ شکر مین مضرت ہو اور اسی لیے بعضے متوہمین نے یہ توہم کیا ہی کہ چونکہ ہمارا شکر ناقص ہی کہ وہ از قسم استہزا اور سخریہ کے ہی
پس ایسا شکر کسطرح واجب ہو سکتا ہی اور ظاہر ہی کہ اس جہالت سے بڑی خرابی لازم آتی ہی کیونکہ اصل شکر منعم کا واجب ہونا
جو دلیل معرفت کا منبا ہی اور معرفت الہی کا واجب ہونا ہاتھ سے جاتا ہی اور جب شکر منعم اور معرفت ہی واجب نہوئی تو آگے کام
شریعت کا کیونکر چل سکتا ہی اگر کوئی اِس جگہ کہے کہ یہ بات تو بنا بر امامیہ کے لازم آتی ہی جو وجوب معرفت کو عقلی جانتے ہین
اور بنا بر اہلسنت کے کیا قباحت اِس سے لازم آئیگی کیونکہ وہ وجوب معرفت کو سمعی کہتے ہین پس وہ دلیل عقلی کے محتاج
نہونگے تو اُسکے جواب مین کہنا چاہیے کہ یہ کلام اشاعرہ کا ہی جو ابوالحسن اشعری کے تابع ہین بالاتفاق یہ سب کا مذہب نہین ہی
کیونکہ ابو حنیفہ کوفی کہ امام اعظم اُنکے اور سر گروہ کوفیان ہین وہ اور اُنکے بعض اتباع وجوب معرفت کے من جہت العقل قائل ہوے
ہین جیسا کہ کتاب مسلم مین مولوی محب اللہ بہاری کی جو حضرات حنفیہ کے نزدیک مسلم الثبوت ہی تصریح یہ امر واقع ہی پس یقینی
یہ حضرات اِس توجیہ پر راضی نہونگے علاوہ اِسکے معرفت الہی کا سمعی واجب ہونا حقیقت مین بدیہی البطلان ہی کیونکہ جو خدا کو
نہین پہچانتا وہ پیغمبر کو اور اُنکے قول کو کیا جانے گا اور کسطرح اُسے حجت سمجھے گا بلکہ پناہ بخدا اِس تقدیر پر خدا کی حجت معصوم ناتمام

اور خلق کی حجت تمام اور قاہر و غالب ہوگی اور اُسکی برائی ہر عاقل پر پوشیدہ نہیں رہ سکتی پس وجوب معرفت کو بمعنی
کہنا بناے فاسد ہی اور اس جگہ کلام کی بنا کو پھر قائم کرنا بناے فاسد علی الفاسد ہوگا اور لائق کان رکھنے کے نہیں ہو سکتا
پھر جناب غفران مآب نے فرمایا ہی کہ اور اس چیز سے کہ جس سے انپر جو التین لازم آتین ہین یہ بات ہی کہ کہا جاے کہ کیون
نہین جائز ہوتا کہ ہمارے سامنے بڑے بڑے پہاڑ سوا اُسکے ہون جنہین ہم دیکھتے ہین اور اسی طرح بہت مخلوقات خدا کی
اور بہت درندے ہون اور عادت اُنکے دیکھنے کی جاری نہوئی ہو جس سے ہم اُنھین نہین دیکھتے اور اسی جملے سے یہ ہی کہ کوئی
کہے کہ بعض افراد چار کے ایسے ہون جو زوج نہین ہین اور کل اپنی خبر سے کسی مانع کے باعث سے بڑا ہوا اور ان سب کی خرابیان
جیسی ہین وہ ظاہر ہین پھر اگر کوئی شخص یہ کہے کہ یہ جو تمنے کہا نہین ہو سکتا کیونکہ عقل چار کے عدد کی زوج ہونے کو یقین
کرتی ہی اور جانتی ہی کہ چار ہین اور اُسکے زوج ہونے مین لزوم ہی زوجیت کا اُسے انفکاک نہین ہو سکتا تو اُسکے جواب مین ہم
کہینگے کہ تم حکم عقلی سے استدلال و احتجاج کیون کرتے ہو حکم عقل تو تمھارے نزدیک پایہ اعتبار سے ساقط ہی اور بر تقدیر تنزل
یہ محتمل ہی کہ شاید کسی ایک شخص کی عقل تم مین سے ایسا حکم کرے اور دوسرے کی عقل اور کچھ کہے اب رہا یہ کہ استقراکرین یعنی ہر شخص کی
عقل کا حکم دیکھین تو یہ اول تو متعذر ہی اور دوسرے جب خلاف اُسکا ممکن ہو تو مفید یقین کو نہین ہو سکتا انتہی کلامہ
جناب سید نے فرمایا ہی کہ طریقہ اثبات بعثت نبی کا بلکہ اُسکا حسن اور واجب ہونا اور امام کے نصب کا واجب اور حسن ہونا
آپسمین قریب ہین جیسا کہ اول مین ہم اسے کہہ چکے ہین پس جب بعثت کے حسن اور اچھا ہونے کو اور اُسکے واجب ہونے کو
ہم قطعی اور یقینی دلیلون سے ثابت کر چکے اور وہ کاشف اُسکا ہی کہ اُس سے بعثت کا حسن ثابت ہوا تو بعد ثابت ہونے کے
اب احتمال موہوم مفسدہ کا اُسمین کیونکر قدح کر سکتا ہی پس ایسا ہی امامت کا حال ہونا چاہیے مولنا مجلسی علیہ الرحمہ نے کتاب
عین الحیات مین جو فرمایا ہی اُسکا محصل یہ ہی کہ جان تو کہ امامت عبارت ہی اولی التصرف اور صاحب اختیار ہونے سے دین و دنیا مین
اُمت کے بسبب جانشینی پیغمبر خدا کے اور وجہ دلیلین جو نبی کی ہین اُنسے ظاہر ہوا ہی کہ اصلاح ناس اور اُنکی ہدایت اور اُنکی
آپسمین جو نزاع و جدال واقع ہوتی ہی اُسکا رفع کرنا ممکن نہین ہی کہ بے ایسے شخص کے جو رئیس و حاکم ہو میسر ہو سکے جیسا کہ حضرت
امام رضا علیہ السلام نے کتاب علل مین فضل ابن شاذان سے فرمایا ہی کہ جب خداوند عالم نے بندون کو چند تکلیفین فرمائین تو
چند اندازے اپنے اوامر و نواہی کے لیے مقرر فرماے اور حکم فرمایا کہ وہ بناے اُن حدون سے جو مقرر ہوئی ہین آگے
نہ بڑھین ورنہ اُنکے فساد و خرابی کا سبب ہوگا پس ضرور ہی کہ کسی امین کو معین فرماوے کہ وہ اُنھین تجاوز و تعدی کرنے سے
اور محارم کے مرتکب ہونے سے مانع ہو کیونکہ اگر ایسا شخص نہو تو کوئی شخص اپنے فائدے اور لذت کو دوسرے کی مفسدے کے لیے
نہ چھوڑے گا جیسا کہ نفوس و طبائع انسانی کے خصائص کے دیکھنے سے واضح ہوتا ہی پس اسی لیے خدا نے ایک قیم اور امام
اُنکے لیے مقرر فرمایا کہ اُنھین حدود کی خرابی سے منع کرے اور احکام الٰہی کو اُنکے بیچ مین جاری کرے جیسا کہ ظاہر ہی کہ کسی فرقہ کا
فرقون سے اور کسی ملت کا ملتون سے بے سرگروہ رئیس کے تعیش اور باقی رہنا نہین ہو سکتا پس کیونکر جائز ہو کہ حکیم علیم

اتنی بڑی خلقت کو خالی چھوڑ دے ایسے امام سے جو انکے احوال کی اصلاح کرے اور دشمنون سے انکے لڑے اور مال غنیمت اور صدقات کو عدالت کے ساتھ انمین تقسیم کرے اور جمعہ و جماعت کو انمین برپا کرے اور ظالم کی شر کو مظلوم سے دفع کرے اور بھی اگر امام خلق مین نہو کہ وہ پیغمبر کے دین کی حفاظت کرے تو ہر آئینہ ملت مندرس ہو جائے اور دین برطرف ہو اور خدا کے حکم متغیر و متبدل ہو جائین اور ارباب بدعت و ملحدین امور دین و احکام شرع مبین مین زیادتی اور کمی بہت کر ڈالین اور بہت سے شبہے مسلمانون مین پیدا کر دین کیونکہ جسطرح دیکھتے ہو ظاہر ہی کہ سب خلق کی عقل ناقص ہی اور انکی خواہشون مین اور رایون مین بہت اختلاف ہی اور ہر ایک اپنی خواہش کے موافق ایک راے پیدا کرتا ہی پس اگر کوئی دین کا حافظ نہو تو بہت جلد دین باطل ہو جاے انتہی محصل کلامہ اور یہ سب باتین ایسی ظاہر ہین کہ توجیہ کی حاجت نہین ہی مگر یہ کہ چشم بینا ہی نہو تو مجبوری ہی پس بعثت کا حسن اور نبی اور امام کے نصب کا واجب ہونا ضروریات خلق امام سے ہی اور اسکے وجود کی ضرورت حکمت حکیم مطلق مین اور اسکا مفاسد سے خالی ہونا اور مصلحتون پر مشتمل اور مقرون ہونا بہت ظاہر اور بدیہیات سے ہی اور اسی جگہ سے ہی کہ فریقین کی روایات مین وارد ہوا ہی کہ اگر زمین مین دو شخص بھی باقی رہینگے تو بوقت ضرور ہی کہ ایک انمین سے خدا کی حجت ہوگا اخوند صاحب نے عین الحیات مین بسند ہاے معتبر جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت نقل کی ہی کہ فرمایا آنحضرت نے کہ اگر زمین مین سوا دو شخصون کے اور کوئی نہ رہ جاے تو یقینی ایک انمین سے امام ہوگا اور اسی کے قریب ہی جو روایت صحیح مسلم مین ہی اور بسند معتبر پیغمبر خدا سے منقول ہی کہ جبرئیل پیغمبر خدا پر نازل ہوے اور کہا کہ حق تعالی فرماتا ہی کہ ہرگز زمین کو مین نے خالی نہین چھوڑا مگر یہ کہ ایک عالم اور امام رہیگا کہ وہ میری طاعت و ہدایت کو میرے بندون تک پہنچائیگا اور ایک پیغمبر سے دوسرے پیغمبر تک خلق کی نجات کا باعث ہوگا اور یقینی ہر قوم کے لیے ایک ہدایت کرنے والا ہی کہ وہ نیک بختون کو ہدایت کرتا ہی اور میری حجت کو بدبختون پر تمام کرتا ہی اور بھی آنحضرت سے منقول ہی کہ ہرگز زمین خالی نہین رہتی اس شخص سے جو دین کی زیادتی اور کمی کو جانتا ہی کہ اگر خلق دین کو زیادہ کرین تو وہ زیادتی کو گرا دیتا ہی اور اگر کم کرین تو کمی کو وہ پورا اور تمام کر دیتا ہی اور اگر یہ نہو تو مسلمانون کے امور مختلط اور مشتبہ ہو جائین اور حق اور باطل مین فرق نہ کر سکین لائق غور ہی کہ یہ اخبار معتبر تنبیہات ہین یا نہین اور اچھی طرح تفکر کرکے دیکھو تو ہر ایک حدیث انمین سے براہین واقعہ حقہ پر مشتمل ہی اور سوا اسکے سعد بن عبد اللہ قمی نے ایک بڑی حدیث جناب صاحب العصر علیہ السلام و علی آبائہ الکرام سے نقل کی ہی ملخص اسکا یہ ہی کہ آنحضرت کی کمسنی کے زمانے مین راوی کہتا ہی کہ مین نے عرض کیا کہ فرمائیے آپ کیا دلیل ہی کہ امت اپنے لیے امام خود اختیار سے اپنے مقرر نہین کر سکتی فرمایا کہ اگر یہ امام خود اختیار کرین تو آیا ایسے امام کو اختیار کرینگے جو انکے احوال کی اصلاح کرے یا ایسے کو اختیار کرینگے جو خراب و فاسد کرے انکے حال کو مین نے عرض کیا کہ ایسے کو اختیار کرینگے جو انکی صلاح کا موجب ہو فرمایا کہ یہ کیونکر جانینگے کہ یہ صلاح کا انکی سبب ہی حالانکہ اسکے جو دل مین ہو اس سے یہ خبردار نہین ہو سکتے کبھی ایسا ہی کہ جسے اپنے گمان مین صلح جانتے ہین وہ انجام مین مفسد نکلتا ہی اسی جہت سے نہین ہو سکتا کہ بندے اپنے لیے امام کی تعیین کر سکین یہان تک کہ فرمایا کہ موسی کلیم اللہ نے

کہ حق تعالی نے جنھین کمال عقل و علم عطا فرمایا تھا اور وحی جنپر نازل ہوتی تھی جس شخص کو اپنی قوم و لشکر سے اختیار کیا تھا کہ اپنے ساتھ
کوہ طور پر لیجائین کہ اُن سب کو مؤمن و مخلص و معتقد جانتے تھے آخر کو ظاہر ہوا کہ یہ سب منافق تھے جیسا کہ حق تعالی قرآن مین اُنکے
حال کو بیان فرماتا ہی پس جبکہ برگزیدہ خدا جسے اصلح امت جانین اور وہ افسد امت ظاہر ہو تو اب کیا اعتماد ہو سکتا ہی اُس شخص پر
جسے عوام الناس نے انتخاب و اختیار کیا ہو کیونکہ وہ مافی الضمیر کسی طرح نہین جان سکتے پس چاہیے کہ امام اُسکی طرف سے منصوب ہو
جو ضمائر و خفیات امور کا عالم ہے فقط اور چونکہ نبی و امام کی ضرورت کافۂ انام کی نظر مین ضروری ہی جیسا کہ قول علامۂ تفتازانی کا جو مطول
مین کہا ہی اور اوپر مذکور ہو چکا اسپر شاہد ہی اور اس حدیث سے جو جناب صاحب الزمان علیہ آلاف التحیۃ من الملک المنان سے
منقول ہوئی صاف واضح ہوا تو اب بدلیل عقلی و نقلی ثابت ہو چکا کہ امام بدون تعین خدا متعین نہین ہو سکتا پس امام کا نصب
فرمانا بنظر کرم و حکمت خدا کے خدا پر لازم و واجب ہوگا اور احتمال معارضہ مفسدہ کا اسے مانع نہین ہو سکتا ورنہ یہ سب دلیلین وجوب
بعثت کی اور نصب امامت کی مقدوح اور ساقط از اعتبار ہونگی کیونکہ جسطرح امام فخر رازی نے مقابل ادلہ نصب امام کے
مفسدہ کے پیدا ہو جانے کے احتمال سے معارضہ کیا تو اسی طرح ممکن ہی کہ منکرین نبوت سے کوئی شخص مقابل وجوب بعثت کی
دلیلون کے بھی کہے کہ ضبط قوانین شاید کسی مفسدے پر مشتمل ہو اور شارع کی تعیین فساد کا باعث ہو پس جسطرح کہ یہ احتمال دور
انکار ادلۂ بعثت کو قدح نہین کر سکتا اسی طرح ادلہ نصب امام مین بھی قادح نہین ہو سکتا اور جسطرح کہ ہم تعیین و نصب امام کے
خدا پر یقینی واجب ہونے کے لیے کہتے ہین اسی طرح اُن بعض امور کو جنکا لطف ہونا اس مرتبہ مین نہین ہی اُنکے واجب ہونے کا
یا نہ واجب ہونے کا یقین نہین کرتے اور اُنکی معرفت کو ادلہ سمعیہ پر موقوف رکھتے ہین اور جب یہ ہوا تو قاضیون کی عصمت
اور حکام کا معصوم ہونا جیسا کہ امام فخر رازی نے گمان کیا ہی چند وجہون سے محل نظر اور کلام ہوگا پہلی یہ کہ اُسکا لطف ہونا
اور مفاسد سے خالی ہونا بدیہی نہین ہی اور جو شخص کہ اُسکا ادعا کرے اُسکا اثبات و بیان اُسکے ذمہ ہی ہمین معارضہ کرنے کو
فقط منع کافی ہی دوسری یہ کہ منع کی سند بھی تبرعًا ذکر کر سکتے ہین پس کہتے ہین ہم فضل ابن شاذان نے علل الشرائع مین ائمہ کے
نہ متعدد ہونے کی وجہ مین کہا ہی کہ اُسکا حاصل یہ ہی کہ واحد کا فعل و تدبیر مختلف نہین ہوتا اور دو شخصون کے فعل و تدبیر مین
اتفاق نہین ہوتا اور یہ اسلیے ہی کہ ہمنے نہین دیکھا مگر یہ کہ جب دو ہونگے تو اُنکی ہمتین اور ارادے مختلف ہونگے تو جب دو امام
ہون اور اُنکی ہمتین اور ارادے مختلف ہون اور دونون واجب الطاعت ہون تو ایک اپنے دوسرے کی بہ نسبت اولی
طاعت کے ساتھ نہوگا تو ایسے وقت مین یہ بات خلق کے اختلاف و فساد کا سبب ہوگا انتہی جناب سید سند نے اِس
تقریر کی تقریب مین فرمایا ہی کہ ہر چند عصمت کی صورت مین یہ بات مستبعد معلوم ہوتی ہی کہ ایک کی رائے دوسرے کے
مخالف ہو لیکن مصالح مین مزاجون کا اختلاف بہ نسبت پیغمبرون کے اور امامون کے بھی مستغرب نہین ہی مثلاً کسی کو صبر کرنے کی
قوت زیادہ تھی مثل حضرت نوح کے جو بہت مدت تک اپنی قوم کے کافرون سے کیا کیا اذیتین نہ اُٹھایا کیے اور سب پر
متحمل ہوے جیسا کہ حق تعالی فرماتا ہی فلبث فیہم الف سنۃ الا خمسین عاما اور اُنکے مقابل مین دیکھیے حال حضرت

یونس کا اور حضرت ادریس کا کہ تھوڑے زمانے مین اپنی قوم کی جہالت کے دیکھنے کے متحمل نہوے اور عذاب کا نازل ہونا
اپنی امت پر طلب کیا خدا سے اور آخر کو انکی امت نے عذاب نازل ہونے کے بعد بسبب توبہ و انابت اور تضرع و ابتہال کے
عذاب سے نجات پائی اسی طرح اسکے نظائر بہت ہین پس جب تک کہ ایک تابع اور دوسرا متبوع نہو تو انتظام نہین ہو سکتا
اور تابع ریاست عامہ کے درجے سے جو مرتبہ امامت کا ہے خارج ہوجاتا ہے اسی طرح یہ امر اس صورت مین کہ قاضی اور حکام بھی
متعدد ہون تو متصور ہوتے ہین تیسری وہ ہے جو جناب غفران مآب نے فرمایا ہے کہ اگر ائمہ ایک وقت مین متعدد ہون تو
انکی قدر و منزلت کم ہوجاے اور بسبب کثرت کے انکی وقعت دلون مین خلق کے نہ باقی رہے اور جو فرقہ کہ ایک امام کا
تابع ہو وہ دوسرے کی اطاعت و تبعیت نہ کرے بخلاف اسکے کہ جب خدا کی طرف سے ایک رئیس ہو تو اس وقت مین
اسکے واسطے بزرگی اور فضیلت کامل حاصل ہوگی اور یہ وجہ بہت قوی ہے اس بارے مین جسکا ہم جواب دے رہے ہین
اور اسے منع کر رہے ہین کیونکہ زیادتی و کثرت قاضیون کی اور حاکمون کی ہر جگہ اور ہر مقام پر سب کو معلوم ہے اور اس صورت
مین نظام عالم کا مختل ہونا بہت واضح ہے چوتھی یہ ہے کہ فیضان عصمت کے لیے اصطفا کی لیاقت ضرور ہے جیسا کہ اوپر
گذرا اور وہ اکثر ناس مین مفقود ہے اور جب یہ ہوا تو اب عصمت کا متحقق ہونا جملہ قاضیون مین اور سب حاکمون مین ممتنع ہوگا
اور عمدہ کلام جو اس جگہ ہے وہ یہی فرق ہے حجت اور امام کے نصب کرنے مین اور قضاۃ و حکام کے نصب کرنے مین ہر قوم کے
واسطے کیونکہ ان دونون مین سے ایک کا قیاس دوسرے پر کرنا قیاس مع الفارق ہے کہان اصل امام کا نصب فرمانا کہ
وہ مشتمل مصلحت عام پر اور اسکا واجب ہونا واضح تر ہے اور کہان قاضیون کا اور حاکمون کا ہر قطر اور ہر مقام پر ہر قوم خاص کے لیے
نصب کرنا کہ وہ ایسے مصالح خاصہ پر مبنی ہے کہ جسے عقلا نہین پہچان سکتین پس اسکے مصالح و مفاسد لا اقل یہ ہے کہ ہمپر پوشیدہ ہونگے
پس اگر وہ بعض وجہون سے اصلح معلوم ہون تو یہ لازم نہین ہے کہ اور دوسری وجہون سے مفسدون پر منجر نہون پس امام فخر رازی
کا ایراد اس صورت پر وارد ہوتا کہ جب ہم کلیت یہ حکم کرتے کہ جو مقرب طاعت کی طرف بادی نظر مین مقرب ہو اسکا فعل خدا کے
ذمہ مین واجب ہے حالانکہ ایسا نہین ہے جیسا کہ اس حدیث سے جو پیشتر جناب امام رضا علیہ السلام سے منقول ہوئی کہ حق تعالی نے
فرمایا کہ بعضے بندے میرے ایسے ہین کہ انکی صلاح فقر مین ہے الخ واضح ہوا اور دریافت کر لینا عقل کا مصالح جزئیہ کو بہت
دشوار ہے کیونکہ اکثر وہ پوشیدہ ہوتے ہین اسی جگہ سے ہے کہ بعض اوقات مین بحسب مصلحت اہل عصمت متعدد ایک زمانے مین
موجود ہوے اور نبیین مبعوث و منصوب وقت واحد مین فرمایا اور ان مراتب تعدد کے ضبط کرنے مین اور انکی مصلحتون کے
جاننے مین ہماری عقول ناقصہ عاجز ہین اور بعض اوقات مین مطلقًا تعدد نہین ہوا اور حکیم مطلق کا فعل اور ترک فعل دونون خالی
حکمت سے نہین ہو سکتے پس اہم و الزم جو ہے وہ یہ ہے کہ ایک معصوم کو ہر وقت اور ہر زمانے مین نصب فرماوے اور جملہ مخلوقات کا
فرشتون کی طرح معصوم ہونا یا خاص نائبون کا معصوم ہونا پس وہ اسکا خدا پر لازم ہونا نہین ہو سکتا کیونکہ ممکن ہے کہ غیر معصوم
قاضی معصوم کی طرف وقت ضرورت رجوع کرے بلکہ اگر اہل عصمت کا متعدد ہونا کسی وقت خاص مین متحقق ہوجاے

جیساکہ حضرت موسیٰ اور جناب زکریا اور جناب ہارون و جناب یحییٰ علیٰ نبینا وآلہ وعلیہم السلام کے زمانے مین ہوا تھا
تو اُسے اور مصلحتون پر مبنی سمجھنا چاہیے کیونکہ خدا جو اصلح ہی اسی کو اپنے بندون کے ساتھ فرماتا ہی اور اگر یہ متحقق نہو تو وہ یقینی مشتمل مفاسد پر ہوگا
اسلیے کہ خدا مصلحتون کو چھوڑتا نہین اور ایک حجت کے قائم فرمانے مین بھی بے نیازی حاصل ہوتی ہی پس غیر اہم کو اہم پر قیاس کرنا
اہل خلاف کا کام ہی اہل وفا کا طریقہ نہین ہی لیکن نہین معلوم کہ ہم مین سے حضرات فرقۂ اخباریہ کو کیا ہوا جو اتفاق اہل خلاف کی طرف
میل و رغبت کرکے کیونکہ یہ بات ضروری ہی کہ پیغمبر و امام کا ایک وقت مین متعدد ہونا امر ضروری نہین ہی اسی طرح جو شاہ
عبدالعزیز صاحب دہلوی نے تکلیف الٰہی کے واجب ہونے کی نفی فرمائی ہی اُسکے جواب مین وہ کافی ہی جو صوارم مین جناب
غفران مآب نے فرمایا ہی اور ملخص اُسکا یہ ہی کہ عدلیہ کی طرف سے اسکا جواب بسبیل حل و تحقیق یہ ہی کہ تکلیف دو قسم پر ہی عقلی و سمعی
تکلیف عقلی بعثت انبیا پر موقوف نہین ہی اور تکلیف سمعی پس جس شخص کو اُسکی عقل کے ذریعہ سے اس بات کا علم حاصل ہوا ہو کہ
حق تعالیٰ کی رضامندی کے اور بیزاری کے اسباب ہین اور وہ بیواسطہ وحی کے نہین معلوم ہوسکتی اور وحی عام نہین ہی
پس اگر وہ شخص پیغمبر کو نہ ڈھونڈھے اور اُنکا تفحص نہ کرے تو اُس سے یہ دغدغہ ہوگا کہ اگر باوجود اسکے کہ تحصیل علم پر قادر تھا اور اُسکا علم
نہ حاصل کرے تو مستحق عذاب کا ہوگا پس اُسپر واجب ہوگا کہ حجت خدا کو پہچانے مگر یہ کہ غافل اور بیعقل ہو کہ اُسے تکلیف دینا صحیح نہو
اور یہ مضمون جیساکہ موافق عدلیہ کے قاعدون کے ہی اسی طرح اُسکی تصدیق نصوص اہلبیت علیہم السلام مین بھی وارد ہوئی ہی
جیساکہ کتاب کافی مین منصور ابن حازم سے منقول ہی کہ کہا اُسنے کہ مین نے جناب امام جعفر صادقؑ کی خدمت مین عرض کیا
کہ جو شخص یہ پہچانتا ہی کہ اُسکے لیے پروردگار ہی تو اُسکے لیے یہ شائستہ و لازم ہی کہ یہ جانے کہ اُس خدا کے واسطے رضا اور بیزاری
بھی ہی اور اُسکی رضا اور بیزاری نہین جانی جاتی مگر بذریعہ پیغمبر کے پس جو شخص کہ خود پیغمبر نہو اُسے ضروری ہی کہ پیغمبرون کی تلاش کرے
اور جب اُنسے ملاقات کرے تو پہچانے کہ وہ حجت خدا ہین یہان تک کہ منصور کے جواب مین حضرت نے یہ سنکر فرمایا
کہ خدا تجھپر رحمت نازل کرے فقط اور اسی طرح جو شاہ صاحب نے فرمایا ہی کہ امام غائب کو نصب کرے نہ امام نائب کو الخ
تو اسکا جواب یہ ہی کہ ہمارا کلام اس امر مین ہی کہ مقتضائے حکمت یہ ہی کہ حق تعالیٰ تکلیف فرماوے اپنے بندون کو نہ اسمین
کہ خدا پر واجب ہی کہ قہر و غلبہ کی راہ سے بندون کو مضطر و مجبور فرماکر اُنسے امتثال امر کرائے اور نفس تکلیف موقوف غلبہ پر نہین ہی
بلکہ اکثر اوقات مین چونکہ تکلیف کی بنا امتحان و آزمائش پر ہی اسلیے مقتضائے حکمت یہ ہی کہ انبیا و اوصیا کمال مرتبہ ضعف مین
رہین جیساکہ جناب امیر علیہ السلام نے بعض خطبون مین اسکی توجیہ فرمائی ہی اور حاصل اُسکا یہ ہی کہ اگر حق تعالیٰ چاہتا تو اپنے
پیغمبرون کو اسطرح بھیجتا کہ معادن اور گنجینہ ہائے طلا کو اُنکے لیے کھولتا اور بہشت کے درخت اُنھین کرامت فرماتا اور پرندہائے
آسمانی اور وحوش روئے زمین کو اُنکے ساتھ محشور فرماتا لیکن اس صورت مین ابتلا و آزمائش ساقط ہوجاتی اور اجر و جزا جسکی
بنا آزمائش و ابتلا پر ہی باطل ہوجاتا اور جو حق کے کہنے والے ہین اُنکے لیے وہ ثواب جو اہل آزمائش کے لیے ہین واجب
نہوتے اور مومنین کے واسطے محسنین کا ثواب دینا لازم نہوتا اسی طرح اگر حق تعالیٰ کسی آیت کو آسمان سے ایسا نازل فرماتا

کہ بے اختیار بسبب اُسکے مکلفین کی گردنین اُسکے باعث سے جھک جاتین تو آزمائش سب خلق سے ساقط ہو جاتی
اسی جہت سے یہ ہی کہ حق تعالی نے اپنے پیغمبران و مرسلین کو اچھی معرفتین اور قوی نیتین عطا فرما کر ظاہر کے دیکھنے مین ضعیف الحال
اور بسبب فرط قناعت کے اُنکے دلون کو اور آنکھون کو مملو اور سیر پیدا کیا اور اُنکی حاجتمندی اور عسرتین مشہور و شاہد ہین اور
اگر پیغمبران الہی صاحبان قوت ہوتے اور سامان ظاہری رکھتے ہوتے اور اہل ملک و سلطنت ہوتے کہ سب کی طمع کی گردنین
اُنکی طرف دراز ہوتین اور سب آدمی راہ ہاے دور و دراز سے اونٹون پر سوار ہو کر اپنی رغبت اور خوف سے اُنکے دروازہ عظمت
و جلال پر حاضر ہوتے تو کسی کو استکبار و اختیار کا مقام باقی نہ رہتا اور رغبت و خوف کے باعث سے ہر کس و ناکس اُنکے سامنے
ایمان لاتے پس نبوت کا امتیاز نہوتا اور حسنات منقسم ہو جاتے لیکن ازانجا کہ حکمت الہی کا مقتضا یہ تھا کہ اُسکے پیغمبرون کے تابعین
اور اُسکی کتابون کی تصدیق کرنے والے اور اُسکی عزت و جلال سے ڈرنے والے اور اُسکے حکمون کے بجالانے والے اُسکے بندگان
خالص ہون اور جسقدر کہ آزمائش زیادہ ہوگی زیادتی اجر و ثواب کا باعث ہوا اسلیے انبیا و اوصیا کو اپنے اہل اسباب ظاہر سے
اور ارباب سلطنت و اقتدار سے نہین گردانا انتہی ملخص بعض کلامہ وحی اللہ اور اسی طرح جو شاہ صاحب نے فرمایا ہی
کہ بلکہ خود بھی اور کفار و ظلمہ کے رنگ مین تقیہ کے ساتھ اوقات بسر کرین الخ جواب اُسکا بطور خلاصہ جواب جناب غفران مآب طاب ثراہ
یہ ہی کہ ہماری مراد تکلف کے واجب ہونے سے یہ ہی کہ مکلفین کو بواسطہ عقل کے یا پیغمبر کی امر و نہی فرماوے اور اپنے بندون کو
علم حاصل کرنے کو ان احکام کا جنھین پیغمبر لاے متمکن فرماوے اور یہ معنی اسپر موقوف نہین ہی کہ نبی غالب ہو تو یہ ہو سکتا ہی و الا نہین
بلکہ جسوقت حق تعالی نے اپنی حجت کو زمین پر بھیجا تو جو کچھ کہ بنظر حکمت حق تعالی پر واجب تھا وہ عمل مین آچکا آیندہ باختیار مکلفین ہی
چاہین اُسکی اطاعت کرین یا اُسے مار ڈالین یا ایسا اُسے ڈرائین کہ وہ مثل حضرت زکریا کے درخت کے جوف مین یا مثل جناب
رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ کے مدت تک شعب ابو طالب مین شر کفار سے اپنے تئین چھپاوے یا اُنکے ہاتھ سے بھاگ کر کہین اور
چلا جاے جیساکہ حضرت موسی نے اور ہمارے پیغمبر خدا نے فرمایا تو یہ قصور مکلفین کا ہوگا یا العیاذ باللہ خدا کا قصور ہی انتہی
کلامہ واضح ہو کہ ہر چند یہ کلام خاص تکلیف و تمکین مین ہی اور ہمارا کلام اس جگہ ہر لطف ممکن اور لطف مقرب سے عام ہی لیکن چونکہ
جواب اُسکا بھی قریب ہی اُس سے اسلیے اُسے نقل کیا بسبب اسکے کہ غلبہ و تسلط نہ اسمین شرط ہی نہ اُسمین شرط ہی اسلیے وہ کلام اسکو بھی
مفید ہی اور بیان مناسب مقام لطف ممکن و مقرب کا کہ جسے بخوبی سمجھا جاے موافق تحقیق جناب غفران مآب کے جو مبحث تکلیف
کتاب صوارم کے افادہ فرمایا ہی یہ ہی کہ ہمارے علما کبھی لطف کا اطلاق کرتے ہین اور اُس سے کل اُسکا جو طاعت کی طرف قریب
کرے اور معصیت سے دور کرے مراد لیتے ہین اگرچہ وہ اُس جملہ سے ہو جس سے تمکین مین فعل مامور بہ کی مداخلت ہو جیساکہ خدا کی
معرفت ہی اور پیغمبرون کی بعثت ہی اور عطا فرمانا آلات فعل اور قوی کا ہی اور اسمین شک نہین ہی کہ لطف اس معنی سے تکلیف کا موقوف
علیہ اور از جملہ واجبات کے ہوگا اور کبھی لطف سے مراد اُنکی وہ ہوتا ہی کہ جو طاعت سے قریب کرے اور معصیت سے دور کرے
لیکن اُس سے اقتدار و تمکین مین دخل نہو اور اُسکا خدا پر من حیث الحکمت بہ نسبت جمیع مکلفین کے واجب ہونا ثابت نہین ہوا اور علما

شیعہ نے اسکے عام نہونے کی تصریح فرمائی ہی انتہی کلامہ اس صورت مین جو ملا طاہر نے لطف مقرب کے نہ واجب ہونے کا
اعتراف کیا ہی وہ ظاہرا اس راہ سے ہو کہ عموم اسکا ممنوع ہو پس بقول انکا کہ فخر رازی کا جواب نہین ہو سکتا اس توہم سے ہوگا
کہ جب لطف کا کلیہ ٹوٹا تو انھون نے اس عموم کو منع کیا حالانکہ یہ عموم مراد خصم کی نہین ہی بلکہ انکی غرض کلیہ لطف سے اسکا
عام ہونا بہ نسبت لطف ممکن کے ہی بلکہ لطف مقرب کے بھی ہی انکی شرائط کے ساتھ اور حقیقت یہ ہی کہ بہت سی چیزین ہین کہ
وہ ظاہر مین لطف ہین اور باطن مین لطف نہین ہین جیسا کہ حق تعالی فرماتا ہی کہ عسی ان تحبوا شیئا وھو شر لکم پس یہ ضرور نہین ہی
کہ جسے طرف مقابل نے لطف قرار دیا ہی وہ لطف کا حکم رکھتا ہو اور جب ایسا ہوا تو کلیہ قائلین لطف کے نقض وارد نہوگا اور
ہر چند ملا طاہر نے لطف مقرب کو بتوہم اسلیے کہ کلیہ لطف کا ٹوٹتا ہی چھوڑ کر اثبات امامت مین محض لطف ممکن کے ساتھ
تمسک کیا ہی جیسا کہ کہا ہی انھون نے اور خلاصہ اسکا یہ ہی کہ اگر کہا جاے کہ جو وجوب نصب امام پر دلیل لطف امامیہ تے تھے
جب وہ باطل ہوئی تو اب امامیہ امام معصوم کے نصب کے واجب ہونے پر کس چیز سے استدلال کر سکتے ہین تو ہم اسکے
جواب مین کہینگے کہ ہم اسپر استدلال کرتے ہین تمکین کے واجب ہونے سے انتہی ملخص کلامہ اور حقیقت یہ ہی کہ یہان پر
ملا طاہر نے جو کہا ہی اسے کچھ نہین جاتا کیونکہ تمکین بھی تو الطاف سے ہی اور ممکن ہی کہ وہ بھی مراد جماعت خصم کی ہو اور اسمین
کوئی شبہہ نہین ہی کہ امامت کو بھی مداخلت تامہ تمکین مین ہی جیسا کہ خود فاضل مذکور نے اور دیگر متکلمین نے اسکی بجاے خود
تفصیل کی ہی اسلیے کہ امام علیہ السلام متشابہات کے مفسر ہین اور احکام مجملہ کے مبین ہین اور احکام شریعت اسلام کے حافظ ہین
لیکن وہ بھی توہم تناقض کے شائبہ سے خالی نہین ہی جیسا کہ عنقریب ظاہر ہوگا لیکن دوسرا فرقہ حضرات اخباریین سے ہی پس وہ
مرزا محمد اکبر آبادی اور انکے تابعین ہین جنھون نے اس مسئلہ مین مخالفت کی ہی اور جناب سید سند نے حدیقہ کی جلد امامت مین
مع جواب اسے نقل فرمایا ہی اور محصل اسکا یہ ہی کہ اگر گمان پر عبادت کرنا جائز ہو تو امام کے ساتھ حاجت نہین ہوتی اور اگر گمان
وظن پر عبادت کرنا جائز نہو تو چاہیے کہ ہر وقت پر دروازہ علم کا کھلا رہے پس چاہیے کہ امام زمان شیعیان مخلصین سے کسی وقت
پوشیدہ وغائب نہون انتہی اور اس سے معلوم ہوتا ہی کہ انھون نے یہ گمان کیا ہی کہ امام زمان کا فائدہ یہی ہی کہ مومنین کی
تمکین علم ویقین مین ہر وقت انسے میسر ہوتی رہی اور یہ بھی انھون نے گمان کیا ہی کہ امام زمان مسائل مشکلہ کے حل کرنے کو
اسپر ظاہر ہوتے تھے اور یہ بھی جیسی بات ہی وہ ظاہر ہی کیونکہ گمان وظن کی پیروی اور ظاہر شرع کے ساتھ حکم کرنا جس زمانے مین
کہ ائمہ علیہم السلام ظاہر مین تشریف رکھتے تھے جب بھی بہت سے مقامات مین شائع تھا کیونکہ تکلیف بہ نسبت اکثر خلق کے
ہر مقام پر یقین کے حاصل کرنے مین متعسر ومتعذر تھی پس عبادت کرنا ظن اور گمان خاص سے مستلزم اسکا نہین ہی کہ امام
زمان کی طرف حاجت باقی نہ رہے اور امام زمان علیہ السلام کا اعتزال اور پوشیدگی بسبب دشمنون کی کثرت کے جو سبب
اسکا ہی کہ اکثر مسائل مین شیعیان مخلصین کے لیے علم کا دروازہ بند ہی وہ اسکا باعث نہین ہو سکتا کہ اس سے خدا پر یا وصی امام پر
کوئی الزام کی نسبت دے اگرچہ لطف خدا پر ساتھ اپنی شرائط کے واجب ہی کیونکہ یہ مقامات وہ ہین جہان شرائط اسکی نہین پائی گئی

اور اسکی تحقیق و تفصیل یہ ہے کہ زمان حضور ائمہ علیہم السلام مین بھی اخبار احاد پر عمل کرنا جائز تھا اور جو شخص کہ بلاواسطہ
حضرات کی خدمت مین نہ پہونچ سکتا تھا وہ جو حکم کہ آنحضرت سے سن چکا تھا اسپر عمل کرتا تھا یہان تک کہ منافی
اور مخصص کو اسکے سنے لاستصحاب الحکم السابق و حال العقل اور جب یہ ثابت ہوا تو تمکین کلی علم و یقین سے زمان
حضور مین بھی نہوتی ہے تو اب زمان غیبت کا کیا حال کہا جاے اور فی الواقع خلق کا وجود امام علیہ السلام سے
زمان غیبت مین فائدہ مند ہونا ایسا ہی ہے جیسا آفتاب سے جس روز ابر محیط ہو منتفع ہوتے ہین اور یہ بات بہت ظاہر ہے
ملا طاہر قمی نے اپنے رسالہ مین باوجود اسکے کہ سب اخباریون کی طرح تکلیف کا مدار علم یقینی پر رکھتے ہین مگر امام کے نصب کو
لطف ممکن قرار دیا ہے چنانچہ جو انھون نے کہا ہے اسکا حاصل یہ ہے کہ ہمکو جائز نہین ہے کہ احکام خدا مین عمل کرین مگر علم کے ساتھ
کیونکہ عمل کرنا گمان کے ساتھ جائز نہین ہے بدلیل قول خدا و لا تقف ما لیس لک بہ علم اور قول اسکا ان الظن لا یغنی من الحق شیئا
یہان تک کہا ہے انھون نے کہ آیات جو اسپر دلالت کرتی ہین کہ ظن پر عمل کرنا جائز نہین بہت ہین اور روایات جو اسپر دلالت
کرتی ہین وہ متواترات سے ہین اور تکلیف علم یقینی کے ساتھ دینا باوجود نہونے ایسے امام کے جو معصوم ہو اور سب حکمون کا
عالم ہو ما لا یطاق کی تکلیف ہے اور وہ بالضرورت اور اجماع محال ہے پس واجب ہے کہ امت مین ایک معصوم ہو کہ وہ خطا سے
مامون ہو تاکہ اسکی طرف رجوع کرین ان مسائل مین جو قرآن مین اور سنت مین جو یقینی ہے انکا ذکر نہین ہے بلکہ از قسم
مسکوت عنہ ہین اور اس مقام کی تفصیل کو تمام کرکے فرمایا ہے کہ اگر کہا جاے کہ تکلیف ما لا یطاق کی بر تقدیر
وجود امام بھی لازم آتی ہے جب کہ امام غائب اور غیر ممکن ہو تو ہم اسکے جواب مین کہینگے کہ جو کہا گیا ہے ایسا حال نہین ہے بلکہ
زمان غیبت مین رعایا کا حال مثل اہل مکہ کے حال کے ہے جو زمان ہجرت مین پیغمبر خدا کے تھا اور لیکن شیعون کا حال
پس مثل حال ان مستضعفین کے ہے جو ہجرت پر قادر نہ تھے پس انپر واجب نہ تھا سوا اسکے کہ عمل علم پر کرین اور جسکا
علم نہین ہے اسمین توقف و احتیاط کرین لیکن جو مقصر تھے اور ہجرت کا وہی سبب ہوے تھے انپر واجب تھا کہ جمیع احکام کا
علم حاصل کرین اور اسپر عمل کرین کیونکہ ہجرت کی وہ علت واقع ہوے تھے اسی طرح ہمارے مخالفین پر زمان غیبت مین
واجب ہے کہ چونکہ وہ اسپر قادر ہین کہ اعتقاد صحیح کو حاصل کرین بذریعہ ادلہ قطعیہ کے اور تقلید کو ترک کرین ساتھ دور کرنے خوف
امام کے جو غیبت و پوشیدگی کا امام کی سبب ہوا ہے پس معاقب اور مواخذہ ہونگے بسبب اسکے کہ انھون نے احکام واقعیہ کو
جو امام پاس محفوظ ہین ترک کیا ہے اور مفسدہ تکلیف ما لا یطاق کا لازم نہین آتا کیونکہ مخالفین ہمارے پوشیدگی امام کا سبب ہین
بخلاف شیعون کے کہ وہ سبب غیبت کا نہین ہین اور جب یہ ہوا تو شیعہ مکلف باحکام واقعیہ نہونگے ورنہ تکلیف ما لا یطاق کے ساتھ لازم آئیگی
اور وہ محال ہے خدا پر انتہی ترجمہ کلامہ بالاختصار اور جناب غفران مآب نے بعض تعلیقات مین جو اس رسالہ پر لکھا ہے افادہ فرمایا ہے کہ جو
صاحب عقل صاحب رسالہ کے اس کلام کو دیکھیگا وہ اسپر واضح ہوگا کہ انھون نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ زمان غیبت مین بلکہ زمان حضور
مین بھی نصوص کتاب عزیز مین اور سنت مقطوع بہا مین وہ چیز نہین ہے جو تفصیل احکام پر دلالت کرے اور اسی طرح اجماع ہے

پس مکلفین اگر اسوقت احکام واقعیہ کے ساتھ مکلف ہون تو تکلیف مالایطاق لازم آئیگی پس جبکہ انھون نے یہ اعتراف کیا کہ
اخبار ائمہ علیہم السلام کے اس زمانے مین معرفت احکام کے واسطے کافی نہین تو اب اخباریون کی بنا جڑ سے اکھڑ گئی اور بھی
بہ کمال تصریح ملا طاہر نے قول مذکور مین اپنے اقرار کیا ہی کہ چونکہ شیعہ سبب امام کے پوشیدہ ہونے کا نہین ہین اسلیے وہ مکلف
با حکام واقعیہ بھی نہین ہین اور نہین تو تکلیف مالایطاق لازم آئے فقط اور یہ ہم اہل اصول کا مقولہ ہی کہ جسکا اعتراف کر گئے
اور سمجھے نہین پھر اب جب اقرار ہمارے مقولہ کا ہو چکا تو جدائی کی وجہ کیا ہی اور تو جانتا ہی کہ اگر تمکین سے انھون نے ارادہ
تمکین کا احکام واقعیہ سے کیا ہی تو وہ متحقق نہین ہو سکتے بسبب اسکے کہ وہ تکلیف مالایطاق کو مستلزم ہی اور اگر تمکین
فی الجملہ مراد لی ہی اگرچہ ان احکام سے جو قائم مقام احکام حقیقیہ کے احکام ظاہریہ سے ہوتے ہین تو اب مخالف کے واسطے
جائز ہی کہ وہ کہے کہ کیون نہین کافی ہوتے مثل اسکے ساتھ نہ موجود ہونے امام کے اور جب تمکین فی الجملہ تعبد کے واسطے کافی
ہوگی تو اب نصب امام کا وجوب ثابت نہین ہو سکتا پس اسوقت مین متعین لطف مقرب سے لطف ممکن کی طرف عدول
کرنے سے کیا فائدہ ہوگا اور رجوع کرنا طرف وجود شرائط کے اور عدم شرائط کے لازم آئیگا جیسا کہ ہمنے اپنی تحقیق مین
کہا ہی پس تمکین و تقریب دونون حکمت مین واجب ہین جبکہ انکے موانع مرتفع ہون نہ ہر وقت مین جیسا کہ ہمنے اسے واضح کیا ہی
اور مانع کبھی تقصیر ہوتی ہی اس گروہ کی جو بے پروا ہین کہ یہ ہودی ہوتی ہی انتظار فرج کی طرف اور کبھی جاہل کی
تکلیف کا ممتنع ہونا دوسری وجہ سے ہوتا ہی مثل اسکے کہ وہ مسافت دور و دراز پر واقع ہوا ہی یا حاضر ہونا اسے دشوار ہی
تو یہ بھی مانع ہوتا ہی کیونکہ حرج و عسر منفی ہین پس وہ اشخاص کہ جو طلب کرنے والے ہین اور رجوع کرنے مین اہل ذکر کی طرف
جد و جہد کرنے والے ہین اگرچہ زمان حضور مین کیون نہون یہان تک کہ حجت خدا تک پہونچین فراغت واجب کے ساتھ وہ
اس جنس سے ہین کہ جنکا علم نہین ہی اور قول ساتھ ظہور امام علیہ السلام کے اپنے مخلصین پر افادہ علم و یقین کے لیے جیسے مرزا
محمد اکبر آبادی نے کہا ہی اسکا باطل ہونا ظاہر ہی کیونکہ پوشیدہ ہونا حضرت کا دوست و دشمن کی نظر سے جو بسبب اسکے کہ
ظہور مین آفات و فتن بہت تھے ہوا یہ بدیہی ہی کہ کسی کو اسمین انکار کا مقام نہین ہی اور یہ دعوی کہ زمان غیبت و محن مین وہ حضرت
بعض مخصوصین شیعہ سے ملاقات فرماتے ہین اگرچہ کبھی شاذ و نادر بطور خرق عادت ہوا ہو تو مسلم لیکن وہ کیا مفید ہو سکتا ہی اور
ایک کی ملاقات سے یا جو کبھی کسی کو نصیب ہوا تو کب علم حقیقی جملہ احکام کا حاصل ہوتا ہی اور اگر یہ دعوی بطور کلی ہی تو ثبات کا
محتاج ہی اور جو انکے مقلد نہین انکے جاننے کو انکی کیا راہ ہی ساتھ نہ ظاہر ہونے علامات و نشانیون کے اور باوجود اسکے کہ اسکا دعوی
کرنے والا معصوم نہین ہی اور نہ انکے اس قول پر اور نہ اس ادعا پر کہ وہ خاص مخلصین سے ہی کوئی بینہ و برہان قائم ہوئی ہی جس سے
یقین کرین کہ سچ ہی اور محض دعوی بدون شاہد کے ایسی خبر ہی کہ انکے باطل ہونے کی دل گواہی دیتا ہی اور طریقہ امتحان کہتا ہی کہ وہ
دعوی باطل ہوتا ہی اس جگہ پر اگر کوئی مسئلہ لطف مین خلاف کرنے والا کہے کہ ہر گاہ لطف مشروط ہوا تو چاہیے جسوقت اسکے
شروط نہ پائے جائین تو اسکا واجب ہونا بھی ساقط ہو جائے جیسا کہ مشہور ہی اذا فات الشرط فات المشروط پس بنا بر اسکے ایسے

زمانون مین کہ مانع لطف موجود ہی چاہیے کہ امام کا نصب اور انکا وجود لازم نہو تو ہم اسکے جواب مین کہینگے کہ امام کا وجود
ایک لطف ہی اور انکی اطاعت اور استفادہ سے خلق کو تمکین تمکن کا حاصل ہونا دوسرا لطف ہی اور جو شرط لطف اول
کی ہی وہ شرط لطف ثانی کی نہین ہی اور جب یہ ہوا تو ایراد وارد نہوگا پوشیدہ نہ رہے کہ اگر حق تعالی امام کو نصب نہ فرماوے
تو خلق کی حجت تمام ہو جاے بخلاف اسکے کہ جب حق تعالی کی طرف سے امام منصوب ہوا اور امت انکی اطاعت سے
سرکشی اور استنکاف کرے کہ انکے ظلم و فتن کے خوف سے وہ پوشیدگی و غیبت کو اختیار کرے کہ اس صورت مین انکا
الزام حق تعالی کی طرف عاید نہین ہو سکتا اور جو فاضل دہلوی نے کہا تھا کہ معترض کہتا ہی کہ وجود امام بشرط تصرف
و نصرت لطف ہی اسکا جواب اوپر بخوبی دیا گیا ہی اور حقیقت مین یہ معترض بہت بیجا کہتا ہی کیونکہ وجود امام خود طاعت سے
قریب اور معصیت و نافرمانی سے دور کرانے والا ہی جسطرح سے کہ قرآن رہنمائی کا باعث ہی ہر چند کہ فرقہ گمراہ ہو اور آفتاب کا
موجود ہونا موجب اسکا ہی کہ عالم روشن ہو اور ہر ایک دیکھنے والی چیزون کو دیکھے لیکن اگر آفتاب کے نور سے شب پرہ کو
فائدہ نہو تو انکی روح باصرہ کا نقص ہی آفتاب کے لطف ہونے مین شک نہین ہی اسیطرح پانی کا پایا جانا ان اسباب سے ہی
جو سب کو سیراب کرتا ہی لیکن جسے استسقا ہی وہ سیر نہین ہوتا اور کھانا اسلیے ہی کہ بھوکا اسے کھا کر سیر ہو جاے اور بھوک کی
اذیت اس سے جاتی رہے لیکن جسے جوع کلبی کی بیماری ہو وہ سیر نہوگا اور یہی قدر لطف کے معنی مین معتبر ہی ہان
امام کا وجود ایسا نہین ہی کہ جنپر وہ منصوب ہوا ہی وہ بسبب امام کے ہونے کے مجبور ہو کر طاعت کرین اور یہ معنی لطف مین
ماخوذ نہین ہین جو معترض سمجھا ہی بلکہ اسکا سلب ماخوذ ہی جیسا کہ لکھا گیا ہی کیونکہ جو لطف تکلیف کے منافی ہو وہ خدا پر واجب
نہین ہی جیسا کہ پیشتر گذرا اور حقیقت مین یہ قول اچھا نہین ہی بلکہ مشابہ انکے اقوال سے ہی جنکی حکایت بطور مذمت حق تعالی نے
فرمائی قالوا لن نؤمن لک حتی تفجر لنا من الارض ینبوعا او تکون لک جنۃ من نخیل و عنب الخ اگر کوئی کہے کہ جسطرح حق تعالی نے لطف
ظہور امام علیہ السلام بسبب اپنے اس جاننے کے کہ اکثر خلق شرط انقیاد کو بجا نہ لائیگی اگرچہ وہ انقیاد و اطاعت کا ادعا کرین ترک کرنا
اختیار فرمایا اسی طرح اگر امام کے منصوب فرمانے کو بھی بسبب اس علم کے کہ خلق انقیاد نہ کرے گی ترک فرماتا تو اسمین کیا محذور
اور کون سی قباحت لازم آتی تو ہم جواب مین کہینگے کہ اگر حق تعالی ہر بات مین اپنے علم پر بنا رکھے تو تکلیف اٹھ جاے اور پلے آزمایش
و امتحان نکل جاے کیونکہ حق تعالی اپنے جاننے مین آزمایش کا محتاج نہین ہی بلکہ باطن و اسرار کا جاننے والا ہی لیکن موافق مصالح
انکی حکمت مقتضی اسکی ہوئی کہ اقامت حجت مین تاکید فرماے اور خلق کی حجت کو اپنے اوپر تمام نہونے دے بالجملہ پیغمبر و امام کا نصب
فرمانا ایک لطف عام ہی کہ اس سے تمکین و تقریب طاعت کی طرف متصور ہوتی ہی اور یہ چیز کہ اس سے غرض اور غایت تکلیف کی حاصل ہو اور
طاعت اسپر موقوف ہو سکا کہ بحکمت و مصلحت کی راہ سے حکیم مطلق پر عقلا واجب ہی رہا یہ کہ اگر جزئیات تشخیص اشخاص و اوقات مین اور
تقطیع و تعیین پر عمل کرنے مین اگر عقل کو رسائی اتنی نہو کہ ہر مصلحت اور مفسدہ کو جان سکے تو چاہیے کہ ادلہ سمعیہ جو اس بارے مین
آیات و روایات متواترہ ہین انسے استمداد و استعانت کرتے رہین اور کسقدر بذریعہ نصوص کے یہ بات ثابت ہی کہ زمین حجت خدا سے

کبھی خالی نہین رہتی خواہ وہ ظاہر ومشہور ہو یا خائف ومستور ہو اور جسنے کہ اپنے امام زمان کو نہ پہچانا وہ حالت جاہلیت پر
مرتا ہی اور جب کا علم بندون کو نہین دیا وہ اُنپر واجب نہین اور پیغمبر خدا نے شریعت مین جو حلال فرمایا ہی وہ روز قیامت تک
حلال ہی اور جسے حرام کیا ہی وہ قیامت تک حرام ہی اور تکالیف کسی طرح ساقط نہین بندون سے خواہ وہ موافق علم یقینی کے
یا موافق گمان کے جسکی تحصیل مین رعایت بذل جہد کی گئی ہو پس عقل ونقل مطابق ہین اس بات پر کہ معصوم علیہ السلام کا
وجود ذی جود ہر وقت اور ہر زمانے مین ضرور ہی اور یقین پر عمل کرنا ہر مقام پر اور ہر زمانے مین یقینی لازم نہین ہی اور طول
زمان غیبت امام عصر علیہ السلام مین بہت سے مصالح اور کثیر منافع ہین کیونکہ حکیم کا فعل خالی حکمت سے نہین ہوتا اگرچہ وہ
منافع ہر شخص پر اشخاص امت سے ظاہر نہون اور زیادہ تر اسکا بیان مبحث غیبت امام علیہ السلام مین ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ

انارۂ ہفتم شرائط امامت وخلافت کے بیان مین ہی اور وہ چند شروط ہین پہلی شرط یہ ہی چاہیے کہ امام تمام امت سے
سب جہتون مین خصوصًا علم کی جہت مین افضل ہو اور اگر ایسا نہو تو مفضول کی تفضیل اور مرجوح کی ترجیح لازم آئیگی اور
وہ عقل کے نزدیک بد اور قبیح ہی اور نقل بھی اِسی پر دلالت کرتی ہی لیکن حضرات اہلسنت نے اِس مسئلہ مین خلاف کیا ہی
چنانچہ شرح مواقف مین لکھا ہی کہ مفضول کے امام ہونے سے باوجود اسکے کہ فاضل موجود ہو ایک قوم نے مثل امامیہ کے
منع کیا ہی کیونکہ یہ بات عقلًا قبیح ہی کہ کوئی شخص لازم کرے کہ شافعی سا عالم کسی ایک فقیہ کے درس مین جو اُس سے مرتبہ
علم مین کم ہو حاضر ہوا کرے اور اُسکے فتوے پر عمل کرے کیونکہ اگر ایسا کرے تو جو عقلمند ہین وہ اُسے احمق اور سفیہ جانینگے اور کہینگے کہ
اسے عقل سے بہرہ نہین ہی اور اکثر اہلسنت نے اسے جائز رکھا ہی اور کہا ہی کہ اگر مفضول کو اُسی خیر مین کہ جسمین وہ مفضول ہی رئیس و
مقتدا گروانا ہو جیسا کہ مثال مذکور مین گذرا تو البتہ وہ قبیح ہوگا لیکن جسمین ہمارا کلام ہی پس اسمین کوئی قباحت نہین ہی کیونکہ
ہوسکتا ہی کہ کوئی شخص جاہل امامت کے لیے فاضل سے اصلح ہو اس جہت سے کہ معتبر ولی ہونے مین ہر امر کے مصالح
ومفاسد کی اُسکی معرفت ہی اور اُسکی قوت اقامت ہی اور بہت مفضول علم وعمل مین ایسے ہین کہ وہ حکومت کے طریقون کو
خوب جانتے ہین اور اُسکی شرائط پر اقوم ہین اور شاہ عبد العزیز صاحب نے بھی اِسی قول کی پیروی کی ہی اور جو کہا ہی اُسکا
محصل یہ ہی کہ پانچوان عقیدہ یہ ہی کہ امام کو لازم نہین ہی کہ عند اللہ سب اہل زمانہ سے افضل ہو کیونکہ حق تعالیٰ نے اپنی
نص کے ذریعے سے طالوت کو خلیفہ مقرر فرمایا حالانکہ اُس وقت حضرت شمویل اور حضرت داؤد موجود تھے اور بلا شبہ
اُس سے افضل تھے ہان اگر نصب امام اہل حل وعقد کی بیعت سے ہو تو اُنھین چاہیے کہ نصب کرین ایسے شخص کو
جو ریاست اور شرائط سرداری مین افضل ہو نہ اور امور مین کیونکہ بہت سے ولی کامل اور عالم متبحر اور سید
جمیل الطرفین ہین کہ اُنسے ایک گھر کی بھی سرداری کا سرانجام نہین ہوسکتا انتہی محصل کلامہ اب
محل غور ہی کہ اِن حضرات کے کلام مین کیسا خلط ہی اپنے کہے کو اگر خود یاد رکھین تو خلاف نہ کرین کیونکہ خود صاحب مواقف
اور اُسکے شارح نے صدر مبحث امامت مین خود کہا ہی کہ امامت ریاست عام ہی دین ودنیا کے امور مین کسی شخص کے لیے اشخاص سے

بالثوین انارہ بیان مین شرائط امامت وخلافت کے

اور کہا ہی ونقض بالنبوة والاولی ان یقال ھی خلافة الرسول فی اقامة الدین وحفظ حوزة الملة بحیث یجب اتباعہ علی کافة الامة انتہی اور جب خود امامت کی تفسیر ریاست عامہ دینیہ و دنیویہ اور اقامت دین کی بسبب خلافت پیغمبر خدا کے تفسیر کرتے ہین تو پھر کسطرح مدار کار امامت کا محض سیاست و ریاست پر رکھکر مفضول کی تفضیل کو جائز کرتے ہین یہ کیون نہین خیال فرماتے کہ ریاست عامہ دین و دنیا کی اُسکے واسطے زیبا ہی جو کمالات کا حاوی ہو پھر جو اس جگہ کلام خصوص تفضیل مفضول مین کہا ہی وہ خود ہی فضول و لغو ہوا جاتا ہی کیونکہ امام کو مطلقًا افضل ہونا چاہیے جیسا کہ ریاست عامہ کا جو دین و دنیا کی ہو تقیضہ مقتضی ہی نہ یہ کہ بعض وجہ سے مفضول ہو اور بعض وجہ سے فاضل ہو یا افضل ہو کیونکہ اس جگہ پر مفضول ہونا کسی طرح جائز نہین ہو سکتا خصوصًا علم مین کیونکہ امام کا علم مین مفضول ہونا باوجود اسکے کہ وہ تمام عالم کا پیشوا ہو سوا ریاست و حکومت کے عقلًا ہو نہین سکتا اور یہ گمان حضرات اہلسنت کا صریح البطلان ہی اور مخالف نص قرآن ہی کیونکہ حق تعالی فرماتا ہی افمن یہدی الی الحق احق ان یتبع امن لا یہدی الا ان یہدی فما لکم کیف تحکمون بیضاوی نے تفسیر فما لکم کیف تحکمون مین کہا ہی بما یقتضی صریح العقل بطلانہ پھر اب اسکے مخالف جو بات ہو وہ کسطرح صحیح ہو سکتی ہی جناب اخوند صاحب نے اس آیت کے ترجمہ مین جو کہا ہی خلاصہ اسکا یہ ہی کہ آیا جو کوئی کہ ہدایت کرتا ہی حق کی طرف وہ سزاوارتر ہی اس امر کے ساتھ کہ سب اسکی پیروی کرین یا وہ شخص کہ جو خود بھی ہدایت نہین پا سکتا مگر یہ کہ دوسرا کوئی اُسے ہدایت کرے پس تمہین کیا ہوا ہی جو نہین سمجھتے اور کسطرح حکم کرتے ہو کہ امام کا افضل ہونا جائز نہین ہی اور حق تعالی فرماتا ہی کہ ہل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون انما یتذکر اولوا الالباب یعنی آیا برابر ہو سکتے ہین باہم وہ اشخاص جو صاحب علم ہین اور وہ جو صاحب علم نہین ہین اور اس سے متذکر نہین ہوتے مگر صاحبان عقل بیضاوی نے ذیل آیہ فلما انباہم باسمائہم مین کہا ہی کہ یہ آیہ دلالت کرتا ہی کہ آدم علیہ السلام ملائکہ سے افضل و اعلم ہین کیونکہ حق تعالی نے فرمایا ہی ہل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون اور اخوند صاحب کے بیان کا محصل اس جگہ پر یہ ہی کہ جب حق تعالی نے فرشتون پر وحی فرمائی کہ مین یہ چاہتا ہون کہ زمین مین ایک خلیفہ و جانشین قرار دون تو فرشتون نے کہا کہ آیا زمین پر مقرر فرمائیگا ایسے شخص کو جو زمین مین فساد برپا کرے اور خون ناحق گرائے آدمیون کا اور ہم تیری تسبیح و تقدیس کرتے ہین اسکے جواب مین حق تعالی نے فرمایا کہ مین اس چیز کو جانتا ہون کہ جسے تم نہین جانتے پس حق تعالی نے آدم کو اسما تعلیم فرمائے اور اُس سے ملائکہ پر حجت تمام فرمائی کہ چونکہ وہ تم سے زیادہ جانتا ہی اسلیے وہ خلافت کے ساتھ سزاوارتر ہی پس اس سے جانا گیا کہ علم ہونا خلافت کے استحقاق کا موجب ہی اور عمدہ غرض نبی کے مبعوث کرنے سے اور امام کے نصب فرمانے سے تبلیغ ہی اور تبیین ہی اور احکام دین کی حفاظت ہی اور جب امام نابلد ہوا تو پھر کسطرح سزاوار ریاست عامہ دینیہ کا ہو سکتا ہی اگرچہ بالفرض سیاست جابرانہ کی لیاقت بھی رکھتا ہو کیونکہ اگر امام احکام کا عالم نہو تو بیچاری رعایا وقت حاجت کسکی طرف رجوع کرینگے اور جو مامور اس حکم الہی کے ہین فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون یہ اشخاص اگر اپنے امام و پیشوا کی طرف روے حاجت اپنا نہ لیجائین تو کدھر سر مارتے پھرینگے

حقیقت یہ ہی کہ یہ بات بہت صاف ہی لیکن انصاف شرط ہی اور حق یہ ہی کہ اس مقام پر مفسر تفسیر بیضاوی نے جو مقتضائے
حق بینی و انصاف تھا وہ کیا ہی یعنی اشارہ اس آیت فلما ابتلاهم الخ کی طرف اور جو اس سے پہلے قرآن مین ہین کرکے کہا ہی
هذه الآيات تدل على شرف الانسان ومزية العلم وفضله على العبادة وانه شرط في الخلافة بل العمدة فيها
یعنی یہ آیات دلالت کرتی ہین اسپر کہ انسان اشرف ہی اور علم کا مرتبہ بڑا ہی اور وہ اور عبادت سے افضل ہی اور وہ خلافت مین
شرط ہی بلکہ شرائط خلافت مین عمدہ وہی شرط ہی انتہی اور دوسری بات جو شاہ صاحب نے فرمائی ہی کہ امام کو لازم نہین ہی
کہ عند اللہ افضل جمیع اہل عصر سے ہو کیونکہ حق تعالیٰ نے طالوت کو اپنی نص کے ذریعے سے خلیفہ گردانا تھا الخ یہ بات
خدا جانے کس طرح کہی اور ہرگز انکے مرتبہ کے لائق نہ تھی کہ اسے کتاب مین لکھتے اگر کسی ایسے مجمع مقلدین مین جو اہل علم سے نہون
کسی مصلحت خاص سے کہہ دیتے تو شاید بنا بر انکے اس ارادے کے جائز ہوتا لیکن کتاب مین لکھنا کہ جسے موافق و مخالف
دونون دیکھین بہت محل تعجب ہی اور انکی دلیل و مذہب کے ابطال و تضعیف کا سبب ہی کیونکہ نص قرآن کے یہ ادعا خلاف ہی
دیکھو حق تعالیٰ فرماتا ہی الم تر الی الملأ من بنی اسرائیل اذ قالوا لنبی لهم ابعث لنا ملکا نقاتل فی سبیل اللہ اسکی تفسیر مین قاضی بیضاوی نے
کہا ہی کہ وہ نبی جس سے بنی اسرائیل نے یہ سوال کیا تھا یوشع یا شمعون یا شموئیل علیهم السلام تھے کہ انسے بنی اسرائیل نے کہا کہ اقم
لنا امیرا ننهض معه للقتال تدبر امره ونصدر فیه عن رائه اور تفسیر صافی مین مجمع البیان اور عیاشی کے ذریعہ سے
حضرت صادق علیہ السلام سے منقول ہی کہ آنحضرت نے فرمایا کہ کان الملک فی ذلک الزمان هو الذی یسیر بالجنود
والنبی یقیم له امره وینبئه بالخبر من عند ربه اور اس بیان و تحقیق سے صاف ظاہر ہی کہ طالوت خود بادشاہ تھا بلکہ امیر تھا
خلیفہ نہ تھا اور اسی لیے حق تعالیٰ فرماتا ہی کہ قال لهم نبیهم ان اللہ قد بعث لکم طالوت ملکا یعنی کہا انسے انکے پیغمبر نے انکی
مسئلت و درخواست کے جواب مین کہ حق تعالیٰ نے تمہارے واسطے بھیجا ہی طالوت کو بادشاہ کرکے مراد لشکر کو
جو نبی کی طرف سے اگرچہ بوحی الٰہی کیون نہ امیر لشکر ہوے ہون خلیفہ کا مصداق نہین قرار دیا جاسکتا بھلا کہان خلیفہ و
امام کہ جو دین و دنیا مین رئیس عام ہو اور کہان افسران فوج جو پیغمبر و امام کے فرمان بردار و مطیع ہون اور اگر ہر حاکم و بادشاہ
خلیفہ کا مصداق ہو سکتا تو پھر کیا وجہ ہی کہ حدیث حضرات اہلسنت مین یہ فقرہ وارد ہی کہ حضرت نے فرمایا کہ الخلافة
بعدی ثلثون سنة ثم ملک عضوض یعنی بعد میرے تیس برس تک خلافت رہے گی بعد اسکے پھر بادشاہی ہو جائیگی
در صورت صدق اس حدیث کے اگر خلافت و بادشاہی ایک ہی چیز ہو تو اس تفرقہ کی کیا ضرورت ہی اور خود شاہ صاحب نے
فرمایا ہی کہ کبھی امامت معنی بادشاہی و ریاست کے بھی بولی جاتی ہی کیونکہ بادشاہ ہر چند خوش سیرت نہو لیکن بعض امور
دین مین مثل جہاد کے اور غنائم کی تقسیم کے اور نماز جمعہ و عیدین کے برپا کرنے مین پیشوائی رکھتا ہی اور جب دین مین پیشوا
جمیع امور کا ہو تو خلافت حقہ یہی ہی کہ وہ پانچ شخصون مین منحصر ہی اور زمین مین صاحب تصرف ہونا با وصف استحقاق
و غلبہ و شوکت کے بھی اہلسنت کے نزدیک امامت مین شرط ہی اور جب ایسا ہوا تو اب محل غور ہی کہ جب طالوت موافق

نصِ قرآنی کے بادشاہ ہوا تو کیا لازم ہی کہ خلیفہ بھی ہو خصوصًا جبکہ سب امور دین مین پیشوائی اُسکے واسطے نہ حاصل ہو بلکہ
اُمورِ دین شموئیل یا دوسرے پیغمبر کے ساتھ متعلق ہون جناب سید سند نے بعض افاضل سے جواب اِسکا اِسطرح نقل فرمایا ہو
کہ خود اِس فاضل نے تصریح کی ہی کہ خلیفہ و بادشاہ مین فرق ہی اور حبیب السیر مین مذکور ہی کہ جب چالیس برس حضرت شموئیل
کی عمر سے گذرے تو مرتبہ رسالت سے مشرف ہوے اور بنی اسرائیل نے بہت سرور و خوشی سے اُنکے ساتھ بیعت کی
اور شریعت موسیٰ کے احکام اُنسے لیتے تھے اور شموئیل سے اُنھون نے التماس کیا کہ ہمارے لیے کوئی بادشاہ معین فرمایئے
کہ تا اُسکے ساتھ جباران شام اور کافران خون آشام سے جہاد و قتال کرین شموئیل نے بموجب وحی کے طالوت کو سلطنت کے
ساتھ موسوم کیا اور طالوت نے جالوت کا جو اُس وقت مین اہل طغیان کا حاکم تھا مقابلہ جا کر کیا اور جالوت کو داؤد کے ہاتھ
پتھر سے مارا اور طالوت مظفر و منصور ہو کر پھرا انتہی اور یہ کلام صاف اور صریح ہی اِس بارے مین کہ خلافت الٰہی کا
منصب اور قوانین شریعت کا حفظ شموئیل کے ساتھ سپرد تھا طالوت کے ساتھ نہ تھا بلکہ طالوت کو محض منصب امارت
لشکر کا سپرد تھا جیسا کہ پیغمبر آخر الزمان کے زمانے مین کبھی کبھی یہ منصب مثال خالد بن ولید اور عمرو عاص وغیرہ کو سپرد
ہوتا تھا انتہاے امر یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کے زمانے مین لشکر مین بہت سے امرا ہوتے تھے اور طالوت ایک امیر
سب لشکر مین تھا انتہی کلامہ علاوہ اِسکے جب خود شاہ صاحب نے معویہ کو خلیفہ نہین جانا بلکہ بادشاہ گزندہ اور
بیداد کنندہ سمجھا ہی جیسا کہ خود حضرت امام حسن علیہ السلام کی مصلحت مین جو معویہ کے ساتھ ہوئی اعتراف کیا ہی کہ استحقاق
خلافت کا انحصار ذات والا صفات مین آنحضرت کے تھا بعد اُسکے آنحضرت نے جانا کہ خلافت کا زمانہ منقضی ہوا اور وقت
بادشاہی کا بادشاہ گزندہ کی اور دورہ ظلم و بیدادی کا پہونچا ہی الخ پس اِسی طرح اگر طالوت بھی بادشاہ ہوا اور خلیفہ نہو تو کیا
محل تعجب کا ہی علی ابن ابراہیم قمی نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہی کہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ
علیہ السلام کے بعد گناہ بہت کیے اور خدا کے دین کو متغیر کیا اور خدا کے حکم سے سرکشی کی اور جو پیغمبر اُنمین تھے کہ اُنھین
امر و نہی کرتے تھے اُنکی اطاعت سے روگردانی کی اور بعض روایات مین آیا ہی کہ اُن پیغمبر کا نام ارمیا تھا پس
حق تعالیٰ نے اُنپر جالوت کو مسلط فرمایا کہ وہ قبطیون مین سے تھا کہ اُسنے بنی اسرائیل کو اذیت پہونچائی مردون کو
اُنکے مارا اور عورتون کو اُنکی لونڈیان بنایا اور مال اُنکے لے لیے جب یہ ہوا تو اُس وقت بنی اسرائیل نے اپنے پیغمبر کی طرف
رجوع کی اور کہا کہ حق تعالیٰ سے تم سوال کرو کہ ہمارے واسطے بھی ایک امیر مقرر فرمائے تا کہ راہ خدا مین ہم جہاد کرین
اور بنی اسرائیل مین ایک خاندان مین نبوت تھی اور دوسرے خاندان مین ملک و سلطنت تھا ایک خاندان مین اُنکے
حق تعالیٰ نے نبوت و سلطنت کو جمع نہین فرمایا تھا اِسلیے اُنھون نے کہا تھا کہ خداوندا مبعوث فرما ہمارے واسطے
بادشاہ کو اب اِس مقام پر پہونچتا ہی کہ کوئی شخص توہم کرے کہ خدا کا بادشاہ ہونکا مقرر فرمانا زمین پر بخلاف معنوی اُسکے
زمین مین پھر جسطرح کہ طالوت بادشاہ تھا اُسی طرح ممکن ہی کہ خلیفہ بھی ہو مگر اِسکا جواب جو اِس توہم کو دفع کرے اِسطرح ہی

کہ استخلاف زمین مین مطلقاً خلافت حقہ نہین ہی کیونکہ بہت سے ظالم اور جابر اور فرعون ملک و ملت پر مسلط ہوے ہین اور حق تعالی نے مصالح آزمائش و ابتلا کے موافق جو انکے اور انکے مطلوب مین جو ریاست و سیاست ہی تخلیہ فرمایا ہی اور انھین اس ریاست سے مانع نہین ہوا اسطرح کہ کوئی معارض پیدا کرتا کہ وہ انکی مصادمت کی تاب لا سکتا جیسا کہ بخت نصر کے معرکہ مین جناب ارمیا کے ساتھ ہوا تھا کہ فرمایا تھا کہ انکی امت کو خبر دو کہ مین انھین مبتلا کرونگا بانواع فتنہ و فساد و مسلط کرکے ایسے حاکم کو جو بدترین بندگان سے میرے ہی از روے ولادت کے اور شریرتر ہی از روے طعام کے پس اس تسلیط مجازی سے تسلیط شرعی نہین لازم آتی ورنہ چاہیے کہ بخت نصر اور ظلمہ و کفرہ بھی جو بادشاہ ہو چکے ہین یا ہوون وہ سب خلیفہ ہوون حالانکہ حق تعالی خود فرماتا ہی اللھم مالک الملک توتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء یعنی حق تعالی جسے چاہتا ہی اسے ملک دیتا ہی اور جس سے چاہتا ہی ملک کو لے لیتا ہی اور یہ سب بادشاہ یقینی خلیفہ نہ تھے پس مسلط کرنا مین یہ مستلزم استخلاف حق کا نہین ہو سکتا اور لفظ بعثت یا اصطفا سے جو انکے حق مین قرآن مین وارد ہی استنباد انکی خلافت کی طرف کیا ہو تو یہ خود ظاہر ہی کہ مراد بعثت سے بعثت نبی کی نہین ہی اور اصطفا اس جگہ پر بمعنی اصطفاے مملکت کے ہی نہ بعثت و اصطفا رسالت اور خلافت رسول کے لیے دیکھو تفسیر کبیر مین امام فخر رازی نے ان اللہ اصطفاہ علیکم کی تفسیر مین کہا ہی ای اخذ الملک من غیرہ صافیا اور یہ بیان آنحضرت کو کہان مفید ہو سکتا ہی جو اصطفا کو اصطفاے خلافت کے لیے اپنا مستند کرین بالجملہ یہ حکم کہ امام کو یہ لازم نہین ہی کہ عند اللہ افضل جملہ اہل زمان سے اپنے ہو بسند اسکے کہ طالوت افضل نہ تھا محض دھوکا دینا ہی اور قیاس مع الفارق ہی اگر قرآن مین لفظ خلافت بھی بیان حق طالوت مین ہوتا جب بھی یہ چاہیے تھا کہ اسکے معانی مین تدبیر کرتے جیسا کہ حق تعالی فرماتا ہی افلا یتدبرون القران ام علی قلوب اقفالھا نہ یہ کہ خلافت کو جو امامت کے معنی پر ہی اس خلافت پر جو ملک و امارت کے معنی پر ہی قیاس کرکے امام کے افضل ہونے کو پیش خدا باطل کرین اور فضیلت کو اہل حل و عقد کی تجویز مین شرط کرکے پھر اسکو فضیلت فی الریاست کے مخصص کرین اور گمان کرین کہ خداوند عالم افضلیت کی رعایت نہین کرتا اور اہل حل و عقد کو انکی رعایت اس بات مین جو متعلق ریاست کے ساتھ ہی لازم ہی نہ علم و پرہیزگاری مین پس صاف اس سے ظاہر ہوتا ہی کہ اس تجویز کی غرض یہ ہی کہ تا جابرہ امت کی خلافت کی تصحیح ہو اور وہ جو بدعت کرنا چاہین عمل مین لاوین اور بسبب اسکے کہ امور دین سے جاہل ہوون جو خلاف شرع اور جس سیاست کو اہل دین پر کرنا چاہین وہ جائز ہو اور انکی اطاعت سب خلق پر لازم ہو اور یہ گمان اچھا نہین ہی ہر صاحب سیاست و مالک ملک و ریاست خلافت کا مستحق نہین ہو سکتا اور اہل باطل کو اہل حق پر قیاس کرنا نہین چاہیے بلکہ یہ واجب ہی کہ ان دونون مین تفرقہ کرین اور سمجھین کہ امام عادل مین جو امام برحق ہی اور امام جور مین جو امام متغلب ہی فرق ہی پہلا مصداق ہی کریمہ وجعلنا منھم ائمۃ یھدون بامرنا کا اور دوسرا مصداق اس آیت کا ہی جو حق تعالی نے فرمایا ہی کہ وجعلنا منھم ائمۃ یدعون الی النار اور انھین افضل ہونے سے کیا کام ہی جناب امام المتقین و امیر المومنین علی ابن ابیطالب

علیہ السلام اپنے بعض خطبون مین زبان معجز بیان سے حضرت عثمان کی طرف خطاب فرما کر ان دونون مین تفرقہ جو
بیان فرماتے ہین اُسکا لفظ عبارت یہ ہی فاللہ اللہ فی نفسک فانک واللہ ما تبصر من عمی ولا تعلم من جہل وان الطرق
لواضحہ وان اعلام الدین لقائمۃ فاعلم ان افضل عباد اللہ عند اللہ امام عادل ھُدِیَ وھدی اقام سنۃ معلومۃ
وامات بدعۃ مجہولۃ وان السنن لنیرۃ لہا اعلام وان البدع لظاہرۃ لہا اعلام وان شر الناس عند اللہ
امام جائر ضَلَّ وضُلَّ بہ فامات سنۃ ماخوذۃ واحیا بدعۃ متروکۃ وانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ
یقول یوتی یوم القیمۃ بالامام الجائر ولیس معہ ناصر ولا عاذر فیلقی فی نار جہنم فیدور فیہا کما تدور الرحی ثم یرتبط فی قعرہا
اب اس قول کے بعد جو امام الاقوال ہی یہ کہان جائز ہو سکتا ہی کہ کوئی امام کے افضل ہونے سے انکار کرے اور پھر اسکا جواب
اور تقریر سے اسطرح ہی کہ ہم تمھارے قول کے موافق تسلیم کرتے ہین کہ طالوت خلیفہ تھا لیکن خلیفہ تو پیغمبر کے نائب کو کہتے ہین
جیسا کہ شارح مواقف نے بھی تصریح کی ہی کہ الامامۃ ھی خلافۃ الرسول فی اقامۃ الدین اور یہ ظاہر ہی کہ خلیفہ اپنے پیغمبر سے
لازم نہین کہ افضل ہو بلکہ وہ جسکا نائب ہی اُس سے مفضول ہو اور جب یہ ہوا تو پھر جو شاہ صاحب نے کہا ہی کہ طالوت کے
زمانے مین شموئیل اور داؤد موجود تھے اور وہ بلا شبہ اُس سے افضل تھے یہ ہمارے لیے کیا مضر ہوتا ہی کیونکہ ہمارا کلام تو
در باب امام یہ ہی کہ خلیفہ و امام کو رعایا سے افضل ہونا چاہیے نہ پیغمبرون سے اور طالوت کا اپنی رعایا سے افضل ہونا قول خدا سے
ثابت و واضح ہی جیسا کہ فرماتا ہی ان اللہ اصطفاہ علیکم وزادہ بسطۃ فی العلم والجسم پس اب جو کچھ کہ شاہ صاحب نے فرمایا ہی
یہ دیکھنے کے قابل ہی کہ آیا یہ حق ہی یا کتمان حق ہی اور تدلیس ہی فاعتبروا یا اولی الابصار پس اگر کوئی کہے کہ جو تمنے کہا کہ طالوت
نبی سے افضل نہ تھے اور رعایا سے افضل تھے یہ بہ نسبت شموئیل کے جو اُنکے منوب عنہ خاص تھے مسلم ہی لیکن داؤد پیغمبر تو یقینی
طالوت کی رعیت تھے اور اُس سے افضل تھے اور اسی جگہ سے یہ بات ہی کہ وہ طالوت کے لشکر کے ساتھ ملکر جالوت کے
مارنے کو گئے تھے تو ہم جواب مین کہینگے یہ ہم تسلیم نہین کرتے کہ ہمراہ لشکر ہونے سے داؤد طالوت کی رعیت ہو جائین
کیونکہ رعیت ہونا انکا فرع اسکی ہی کہ جب پیغمبر کی نیابت ریاست عامہ کی مستلزم ہو اور ظاہر ہی کہ نبوت کے لیے خود نفاذ حکم
عموماً ہر قوم پر لازم و ضرور نہین ہی اور جب یہ ہوا تو خلافت جو اُسکی فرع ہی اُسکے لیے کیونکر ریاست عامہ لازم ہو بہت پیغمبرون سے
ایسے ہین کہ اُنکی ریاست بعض قومون کے ساتھ مخصوص تھی پس اُنکے خلیفہ کا بھی حکم عام نہو گا اور امامت کو معنی عموم کے ساتھ
جسکی تفسیر ریاست عامہ کے ساتھ کی ہی یہ لازم نہین ہی کہ خلافت مطلق ہی عام ہو ہان خلافت بہ نسبت نبی عام الحکم کے عام ہوگی
نہ ہر نبی کی نسبت اور خلیفہ کا افضل ہونا سب اہل زمانہ سے اسی قسم مین معتبر ہی جو نبی عام النبوۃ کا خلیفہ ہو نہ ایسا کہ جو ایسے نبی کا
خلیفہ ہو کہ اسکی نبوت عام نہو اور اسکے ساتھ یہ بھی ضرور ہی کہ جو خلافت عہد رسالت کے بعد ہو وہ عام ہوتی ہی نہ وہ خلافت کہ
جو عہد رسالت مین ہو اور داؤد کا طالوت کے ساتھ جہاد مین بحکم خدا شریک ہونا اسپر دلالت نہین کرتا کہ وہ طالوت کی
رعیت تھے بلکہ غایت امر یہ ہی کہ جالوت کے مقابلہ مین طالوت و داؤد دونون ایک نبی کے فرمان بردار ہو نگے علی ان ابراہیم

حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہی کہ آنحضرت نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے پیغمبر بنی اسرائیل کی طرف وحی فرمائی تھی کہ جالوت کو وہ شخص مارے گا کہ جسکے قامت پر موسیٰ علیہ السلام کی درع ٹھیک آئیگی اور وہ ایک مرد اولاد لاوی بن یعقوب سے ہوگا جسکا نام داؤد بن ایشا ہی اور فاضل بیضاوی نے تفسیر قتل داؤد جالوت مین لکھا ہی جسکا محصل یہ ہی کہ کہا گیا ہی کہ ایشا داؤد کے باپ طالوت کے لشکر مین اپنے چھ بیٹون سمیت تھے اور داؤد ساتوین بیٹے ایشا کے تھے اور یہ چھوٹے تھے دنبیان چرایا کرتے تھے پس حق تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے پیغمبر پر وحی بھیجی کہ جو جالوت کو مارے گا وہ داؤد ہی پس انھون نے داؤد کو انکے باپ سے طلب کیا اور جب آئے لشکر مین تو راہ مین اُنسے تین پتھرون نے کلام کیا اور کہا کہ تم ہمسے یعنی ہمارے ذریعہ سے جالوت کو ماروگے پسنکر انھون نے اُن پتھرون کو اُٹھا لیا اور اپنے توبڑے مین گھوڑے کے رکھ لیا اور انھین پتھرون کو جالوت پر پھینک کر مارا یہان تک کہ وہ قتل ہوا اُسکے بعد طالوت نے اپنی بیٹی کی شادی داؤد کے ساتھ کردی انتہی محصل کلامہ اور عیاشی سے اور روایت مین منقول ہی کہ طالوت کے ہمراہی عظمت و جبروت کو جالوت کی آپسمین بیان کرتے تھے پس حضرت داؤد اِس حال پر مطلع ہوے اور کہا کہ تم اُسکے امر کو بہت بڑا جانتے ہو قسم ہی خدا کی کہ جسوقت میرا اُسکا مقابلہ ہوگا اور آنکھ سے آنکھ ملے گی مین اُسے قتل کرونگا پس جبکہ لشکر نے صبح کی اور سب پھر کر طالوت کے پاس آئے اور آپسمین ملاقات ہوئی تو داؤد نے کہا کہ مجھے جالوت کو دکھا دو پس جبکہ دیکھا جالوت کو تو انھون نے پتھر کو گوپھن مین جسے لغت فارسی مین فلاخن کہتے ہین رکھکر جالوت کی طرف مارا پس وہ پتھر اُسکی دونون آنکھون کے بیچ مین پڑا جس سے اُسکا دماغ پھٹ گیا اور اپنے گھوڑے سے اُلٹ کر نیچے گر پڑا اور سب نے پکار کر کہا کہ داؤد نے جالوت کو مارا اور اب وہ سب کا مالک ہی یہان تک کہ کوئی طالوت کا ذکر بھی نہ کرتا تھا اور سب بنی اسرائیل داؤد کی اطاعت پر مجتمع ہوے اور حق تعالیٰ نے داؤد پر زبور کو نازل فرمایا اور انکو لوہے سے آلات و ظروف و زرہ کا بنانا تعلیم فرمایا اور لوہے کو انپر ملائم فرمایا اور صاف اس روایت سے بھی معلوم ہوتا ہی کہ وہ طالوت کی رعیت اور محکوم انکے نہ تھے کافر کے مارنے کو مبادرت فرماکر ساتھ ہوے تھے اور اسکے ساتھ یہ بھی ممکن ہی کہ ایک پیغمبر کا خلیفہ دوسرے پیغمبر سے افضل ہو جیسا کہ جناب علی ابن ابیطالب ہمارے پیغمبر آخر الزمان کے وصی اور جملہ انبیا سے افضل ہین لیکن طالوت کا داؤد سے افضل ہونا ثابت نہین ہی فقط نقض استدلال خصم کے لیے یہ کافی ہی فتدبر اور جو شاہ صاحب نے کہا ہی کہ بہت سے ولی کامل اور عالم متبحر اور سید جلیل الطرفین الخ اُسکا جواب یہ ہی کہ بیان سابق سے تمنے جانا ہی اور تمنے خوب ثابت کیا ہی کہ امام اور خلیفہ برحق وہ ہی جو سب وجہون سے کامل اور دین کا حافظ اور شرع متین کا حامی مثل پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے ہو وہ انکی نیابت عامہ ذریعہ سے مستحق ریاست کا دین و دنیا کی ہوسکتا ہی اور جب ہوئی تو کسی وجہ سے وہ رعایا سی ناقص نہوگا پھر اگر یہان پر مراد شاہ صاحب کی ولی کامل سے یہ ہی کہ طاعت و عبادت کے مراتب مین کامل ہو اور مدارج ریاست و سیاست مین ناقص ہو تو یہ شخص بعض وجوہ مین ناقص ہوگا اور شرائط امامت کا حاوی نہوگا اور جو ہر وقت موضوع بحث ہی اُس سے خارج ہوگا اور البیا ولی یقینی امام اور رئیس اعظم ہونے کے لائق نہوگا کیونکہ

یہان وہ ولی درکار ہی جو مطلقاً اور ہر وجہ مین کامل ہو تاکہ رعایا کے دلون مین دین و دنیا کے امور مین وہ اولی بتصرف ہو
ہر عابد اگرچہ دیندار ہو اور نہ ہر صوفی شعری اگرچہ وہ معرفت پروردگار کا مدعی کیون نہو اور اسکے معتقدین اُسے ولی کہین
اور اُسکے مرتبے کو وصی و خلیفہ بننے سے زیادہ جانین اور خدا کے دین کو اصولاً و فروعاً برباد کرین اور شعائر ایمان کو خراب کرین
اور اگر مراد ولی کامل سے وہ ہی کہ جو دین و دنیا دونون کے مدارج مین کامل ہو تو ایسے ولی پر اُسکے غیر کی تفضیل کسی طرح جائز
نہین ہوسکتی جیسا کہ اوپر گذرا علاوہ اسکے جو وہ ریاست و سیاست دنیوی مین افضل ہونا مراد لیتے ہین یہ افضلیت اگر اسی معنی پر ہی
کہ موافق شرع انور کے ہو تو وہ عین دین ہی اور ہرگز پھر یہ بات لائق تسلیم نہین ہی کہ اُس سے عاری ہوگا اور اگر مراد اُس سے سیاست
و ریاست جابرانہ ہی تو وہ معتبر نہین ہی اور اُسے بھی اگرچہ امام جانتے ہین لیکن وجہ ابطال ترک سمجھتے ہین جیسا کہ جناب امیر علیہ السلام سے
نہج البلاغہ مین مسطور ہی اور اُسکا حاصل یہ ہی کہ معویہ مجھسے زیادہ سخت نہین ہی لیکن وہ غدر و گناہ کرتا ہی اور اگر غدر مکروہ نہوتا تو مین
سب سے زیادہ سخت و جابر ہوتا لیکن ہر غدر کا کرنے والا فاجر اور کافر ہی اور ہر غدر کرنے والے کے لیے ایک علم ہوگا جس سے
وہ روز قیامت کو پہچانا جائیگا اور جو شاہ صاحب نے اس جگہ پر اُنکے حاشیہ سے حکایت کی گئی ہی کہ اُنھون نے ایک صورت
جواز امامت مفضول کی باوجود فاضل ہونے کے اسطرح لکھی ہی کہ شیخ الرئیس نے الٰہیات شفا مین کہا ہی کہ جو دونون مین سے علم ہی
وہ اُسکا التزام کرے کہ جو بڑا صاحب عقل ہی اُسکا امور دینی کی حفاظت مین شریک ہو اور جو بہت صاحب عقل ہی وہ صاحب
علم سے قوت علمی حاصل کرے اور اسکی طرف رجوع امور دینی مین کیا کرے جیسا کہ عمر ابن الخطاب و علی ابن ابیطالب نے کیا انتہی
تو یہ استناد بھی یقینی اس شخص کے کلام کی طرف ہی جو اہل دین کے نزدیک حجت نہین ہی اور ایک نیا لفافہ قامت امامت پر پہنایا ہی
کیونکہ جب امامت جاہل کی اور جو علم مین مرجوح اور کم ہی جائز ہوئی اور وہ معصوم نہوا تو وہ کب اعتقاد و اتباع عالم کا اور جو اُس سے
علم مین افضل ہی کرے گا اگرچہ بعض مقام پر جہان اُسکی غرض نفسانی مخالفت کو محرک نہو متابعت بھی کر جاے لیکن بمفاد
ان الانسان لیطغی ان راہ استغنی شوق حکومت و ولولہ انتظام سلطنت کی مہلت دیتا ہی کہ ہر حال مین عالم کی طرف رجوع کرے
اور ہمیشہ اُسکی متابعت کرتا رہے اور اپنے تئین نفس امارہ کی ہوا و ہوس سے محفوظ رکھے اور اسی جہت سے جو جو مخالفات
اُسوقت خاص مین ظاہر ہوئین وہ مشہور اور کتب مین مسطور ہین اور ایام زمان کے ساتھ یہ گمان کرنا کہ وہ سیاست مدنی کے
امور کو نہ سمجھے تھے اور نہ جانتے تھے یہ بھی زعم باطل ہی اور ایسے اشخاص کی باتین ہین جو جاہل ہین اور حقیقت مین مرتبہ امیر المومنین
علی بن ابیطالب کو نہین جانتے کہ وہ جناب معصوم اور عالم اُن علوم کے ہین جو حق تعالیٰ نے اپنے نبی آخر الزمان کو تعلیم فرمائے تھے
اور وصی حقیقی آنحضرت کی اُمت کے واسطے اور وارث جمیع علوم انبیا کے اور جاننے والے جملہ مصالح امور دنیا اور آخرت کے
اور ہر امر کے لیے پیغمبر خدا نے اُنکو تعلیم بوجہ تکمیل فرمائی تھی اور خدا اور رسول نے اُنھین عقل اور اکمل افراد جانکر ریاست اس اُمت کی
تفویض فرمائی تھی اور یہ جو دشمن آنحضرت کے کہتے ہین کہ چونکہ زمانہ خلافت مین اُن جناب کی لڑائیان اور فتنہ ہاے کثیرہ
برپا ہوے جو اورون کے وقت تسلط مین نہین ہوے اور اسے استدلال اس امر پر کرتے ہین کہ آنحضرت کی تدبیر ریاست

اچھی نہ تھی یہ بات یا محض دشمنی یا اخفاے حقیقت امر سے ہی یا بے علمی اور قلت تدبیر سے ہی والا حقیقت یہ ہی کہ اسکا سبب
وہ تاسیس باطل تھی جو زمانہاے گذشتہ مین سب کے دلون مین قرار گیر ہو رہی تھی کہ اُسنے اپنا اثر دکھایا اِسی کے لیے تو
بنی اُمیہ کو جو دشمن خانگی خاص آنحضرت کے تھے ملک و امارت سپرد کی گئی تھی تاکہ ہر وقت اعلان کلمہ دین اور اجراے
حق وہ اپنے غدر و فجر سے مقابلہ کرین اور ہرگز حق کو رونق نہونے پاے اور زمین پر وہ پیشتر سے متمکن ہو رہین اور جسقدر اشرار
خلق ہین وہ اُنکے معین و مددگار ہو رہین پس اس صورت مین جسقدر اُس تھوڑے سے زمانے مین بھی آنحضرت نے
اپنے حسن تدبیر سے اُس فساد سابق کا جو راسخ تھا تدارک فرمایا وہ اُنھین جناب کا کام تھا دوسرے شخص سے یہ کبھی ہو سکتا
وہ سیاست و انتظام ریاست جو موافق شرع ہو سہل ہی جیساکہ ہم بھی مشاہدہ کرتے ہین اور ہوا اور سیاست موافق شریعت کے
دشوار ہی حق اہل نفاق کو کبھی مرغوب و پسند نہین ہوتا اور وہی اشخاص ہمیشہ زیادہ ہوتے ہین اور اُنھین سے مفاسد پیدا
ہوتے ہین جیساکہ ہوا اور جب کثرت دشمنون کی اور رخنہ اندازان جنگجو کی ہو تو سواے حرب و پیکار کے کیا علاج ہی جیساکہ
جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ کے زمانے مین بھی کثرت سے حروب واقع ہوے اور ہمنے اپنے زمانے مین بھی حکام
انگلشیہ کو جو سرآمد عقلا اور اعرف قوانین سیاست و انتظام ریاست مین دیکھا کہ جب ہندوستان مین رعایا نے نافرمانی
و غدر کو اختیار کیا اور جابجا مقابلہ سلطان پر آمادہ ہوے تو اُس وقت جابجا حکام سرکاری کو سوا لڑنے کے چارہ نہ تھا
اور کس کثرت سے جنگ و پیکار واقع ہوئی ہی کہ شمار اُسکا دشوار ہی پھر اگر مقابل غادرین لڑنا سوء تدبیر ہی تو کیا بھاگ جانا
حسن تدبیر ہی اور اگر وہ بُرا ہوتا تو پیغمبر خدا اُسے کیون اختیار فرماتے اور یہ عقلا جنکا ہمنے مشاہدہ کیا کیون اُس تدبیر کے کاربند ہوتے
اور علاوہ اِسکے کافی ہی آنحضرت کی خوش تدبیری کے ثبوت کو امر ریاست مین وہ قول ابن ابی الحدید کا جسے جناب سید سند نے
حدیقہ مین نقل فرمایا ہی کہ اُسنے کہا ہی اعلم ان من لم یعرف حقیقۃ فضل امیر المومنین ع زعموا ان عمر کان اسوس منہ وان کان ھو اعلم پس اب
اِسکے بعد پھر اِسکے خلاف کہنا بے خردی ہی فتدبر اور جو شاہ صاحب نے کہا ہی کہ پانچوان عقیدہ اہلسنت کا یہ ہی کہ امام کو
لازم نہین ہی کہ عنداللہ جمیع زمانہ سے افضل ہو الخ یہ بات بھی عجیب ہی اور جیساکہ وہ خلاف عقل و نقل کے ہی ویساہی تصریحات
کہ حضرات ائمہ اہلسنت سے واقع ہوئی ہین اُنکے مخالف ہی چنانچہ شمہ اُنکا لکھا جاتا ہی جناب سیدنا اعلی اللہ مقامہ نے حدیقہ کی
جلد امامت مین کتاب شمع الیقین سے قول بعض فاضل کو نقل فرمایا ہی کہ اُنھون نے لکھا ہی کہ جناب ابی بکر نے وجوب فضیلت کا
امام کے اعتراف کیا ہی اور سب صحابہ اور کافہ مسلمین بھی اُنہین اُنکے ساتھ متفق تھے کیونکہ اُنھون نے برسر منبر فرمایا کہ اقیلونی
قیلونی فلست بخیرکم و علی فیکم یعنی مجھے خلافت سے معزول کرو کیا باوجود ہونے علی ابن ابیطالب ع کے مین تمسے اچھا نہین ہون
اور اِس قول مین کسی نے معارضہ اُنسے نہین کیا اور یہ کلام صریحاً دو امرون پر دلالت کرتا ہی ایک یہ کہ علی ابن ابیطالب بہتر تھے
دوسرے یہ کہ امام کے افضل ہونے کا اعتراف ہی والا اپنی عزل کی درخواست اُنکے بہتر ہونے کے باعث سے نامربوط تھی بلکہ یہ
کہہ سکتے ہین کہ یہ کلام جو واقع ہوا اور صحابہ مین سے سب نے اتفاق کیا کسی نے معارضہ نہین کیا تو گویا اِن دو باتون پر

اجماع کیا ایک امام کے افضل ہونے پر تیسرا سے دوسرے یہ کہ علی ابن ابیطالب اُنسے واقع میں بلکہ جملہ اہل اسلام سے
افضل تھے اور اس اجماع کی صورت بعد ہوگئی ہو جیسے حضرات اہلسنت کہتے ہین کہ روز سقیفہ جب خلیفۂ اوّل نے فرمایا کہ
تمھارے واسطے ایک امام ضرور ہی اور صحابہ نے اُنکے ساتھ اتفاق کیا اسمین تو یہ اتفاق اجماع ہو نصب امام کے وجب ہونے پر
اب محل غور ہی کہ اجماع ثانی کی صورت کسقدر اجماع اوّل سے زیادہ اتم ہو کیونکہ اجماع اوّل مین اُسی وقت کسقدر بحث و تکرار
ہوئی تھی اور اس اجماع مین تو کسی نے کوئی حرف نہین کہا ورالا وہ بھی مذکور ہوتا اور امام بخاری نے کتاب الصلوٰۃ مین کہا ہے
باب اہل العلم والفضل احق بالامامۃ اور اگرچہ اُس جگہ اُنکی مراد امامت نماز جماعت کی ہو لیکن عام جو امام ہو وہی جماعت کا بھی
امام ہوگا پس اُسکا اہل علم و فضل سے ہونا زیادہ تر سزاوار ہوگا کیونکہ اُس سے زیادتی اور بزرگی امامت جماعت سے بہت
زیادہ ہی پس وہ اولیٰ اسلیے ہوگا کہ افضل ہو اور ابوالحسن اشعری سے قول وجوب فضیلت کا امام کی نقل کیا ہی ساتھ اس
بات کے کہ قبیح عقلی نہین ہی بنابر اسکے کہ جب امام افضل ہوگا تو وہ اس سے قریب تر ہوگا کہ سب خلق اُسکی مطیع و منقاد ہون
اور سب کی رائین اُسکی متابعت کے لیے مجتمع ہونگی کیونکہ امامت خلافت پیغمبرؐ کی ہی پس واجب ہی کہ اُسکے لیے وہ شخص
طلب کیا جاے جسکی طرف سب کی رغبت ہو قیاس کرنے کی او پر نبوت کے نقطہ یہ محصل اُسکا ہی جو شرح مقاصد مین ہی اب
نہین معلوم کہ شاہ صاحب نے علی الاطلاق اہلسنت کا یہ اعتقاد کیونکر فرمایا گیا اُنکے نزدیک امام حضرات اشاعرہ جنکا قول
مذکور ہوا حضرات اہلسنت سے خارج ہین علاوہ اسکے اُنکے بزرگ پدر عالیمقدار شاہ ولی اللہ صاحب نے رسالہ تفضیل الشیخین مین
خود فرمایا ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ جب تک اعتقاد افضل ہونے کا مبلغ قرآن و سنت اور مبین معانی دونون شخصون کا نہ کرے گا
طبیعت اور دل شرایع کے لینے پر جمع نہین ہوسکتے اور یہی فاضل جلال الدین سیوطی سے حکایت کی گئی ہی کہ جمیع احادیث مین
اُنھون نے کہا ہی روی البیہقی عن عمر بن الخطاب انہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ان افضل عباد اللہ
منزلۃ یوم القیمۃ امام عادل یعنی بیہقی نے جناب عمر بن الخطاب سے روایت کی ہی کہ فرمایا اُنھون نے کہ افضل بندگان خدا
مین قیامت کے روز امام عادل ہوگا اور عدالت جناب شاہ صاحب کے بھی نزدیک امامت کی شرائط سے ہی اور بموجب
اس حدیث کے امام عادل افضل ہی پس چاہیے کہ فضیلت بھی شرائط امامت سے ہو کیونکہ لازم کا لازم لازم ہوتا ہی اور جب
یہ ہوا تو اب وہ قول اُنکا کہ امام کو لازم نہین ہی کہ عند اللہ اپنے اہل زمانہ سے افضل ہو بالیقین باطل ہوگا اور اسی لیے شارح
مقاصد نے کہا ہی کہ معظم اہلسنت اور کثر فرقے اسی طرف گئے ہین کہ امامت کے واسطے وہی شخص متعین ہو جو اہل زمانہ سے اپنے
افضل ہو اور قاضی بیضاوی نے کہا ہی کہ اچھا نہین ہی کہ افضل کو حکم دیا جاے کہ تو مفضول کی اطاعت کر اور علم خلافت مین
شرط ہی بلکہ عمدہ شرطون وہی ہی انتہی محصل کلامہما اور ان تصریحات کے بعد پھر ایسی عمدہ شرط سے جو شخص انکار کرے وہ مکابر
قرار دیا جائیگا اور عقلا کے نزدیک کلام اُسکا لائق سُننے کے نہوگا دوسری شرط عصمت ہی ضرور ہی کہ امام جو خلق کا
پیشوا ہی وہ اعلم اور افضل اور جامع علم و عمل اور محفوظ گناہ و خطا و خلل سے ہو جناب علامہ حلّی علیہ الرحمہ نے کتاب کشف الحق مین فرمایا ہے

دوسری شرط امامت عصمت ہے

جسکا حاصل یہ ہی کہ مذہب امامیہ یہ ہی کہ ائمہ مثل انبیا کے ہین معصوم ہونے مین جملہ قباحتون سے اور سب فواحش سے اور سن طفولیت سے آخر زمان وفات تک اُنسے عمداً اور سہواً کسی طرح معصیت صادر نہین ہوتی کیونکہ شرع کے وہ حافظ ہین اور شریعت اُنسے قائم رہتی ہی اور اُنکا حال حفاظت شرع مین نبی کی طرح حال ہی اور سواسطے کہ حاجت امام کی طرف اسلیے ہوتی ہی کہ وہ انصاف کرے ظالم و مظلوم کے بارے مین ور فساد کو رفع کرے اور مادہ کو فتنون کے کاٹے ور امام ایک لطف ہی جو صاحب قہر کو انکی تعدی سے منع کرتا ہی اور خلق کو فعل طاعات پر اور محرمات سے جتناب پر برانگیختہ کرتا ہی اور حدود و فرائض کو قائم کرتا ہی اور فساق سے مواخذہ کرتا ہی اور جو تعزیر کے مستحق ہین انھین تعزیر دیتا ہی پس اگر اُسپر گناہ کرنا جائز ہو اور معصیت اُس سے صادر ہو تو یہ فائدے جاتے رہین اور وہ اور امام کا محتاج ہو انتہی محصل کلامہ اور جناب اخوند صاحب نے حق الیقین مین فرمایا ہی کہ ہمارے علما کا اجماع اسپر منعقد ہوا ہی کہ امام بھی مثل پیغمبر کے اول عمر سے آخر عمر تک جملہ گناہان کبیرہ و صغیرہ سے معصوم ہی اور احادیث متواترہ اس مضمون پر وارد ہوئی ہین بالجملہ اس مطلب پر کئی وجہ سے استدلال کیا ہی اوّل یہ کہ امام امین ہی خدا کا خلق پر انکے امور دنیا و دین کے واسطے پس جبکہ وہ خود احکام الٰہی مین خیانت کرے تو پھر کب امامت کے قابل ہوگا بلکہ لائق ملامت ہوگا موافق حق تعالیٰ کے ارشاد کے جو قرآن مین فرماتا ہی اتامرون الناس بالبر و تنسون انفسکم و انتم تتلون الکتاب افلا تعقلون یعنی آیا حکم کرتے ہو خلق کو نیکی کرنے کے لیے اور فراموش کرتے ہو اپنے نفسون کو ساتھ اس بات کے کہ کتاب خدا کو پڑھتے ہو آیا عقل نہین رکھتے ہو اور اسکی قباحت نہین سمجھتے ہو اور پھر فرمایا ہی کہ اے گروہ مومنان کس لیے کہتے ہو جس چیز کو جسے نہین کرتے خدا بہت دشمن رکھتا ہی کہ وہ چیز کو جسے خود نہ کرو اور یہ بات بہت ظاہر ہی کہ جو ایسی ملامتون کا مستحق ہوگا وہ پیغمبری اور امامت کے قابل نہوگا دوسری یہ کہ حق تعالیٰ نے حضرت ابرہیم ؑ کی طرف خطاب فرمایا انی جاعلک للناس اماما یعنی مین تجھے امام خلق کا کرونگا مفسر تفسیر کبیر نے کہا ہی کہ یہ آیہ دلالت کرتا ہی آنحضرت کی عصمت پر گناہون سے بسبب اسکے کہ امام وہی ہی کہ جسکا اقتدا کیا جاے پس اگر اُس سے گناہ کوئی صادر ہو تو اس خصوص مین اسکا اقتدا ہمپر واجب ہوگا کیونکہ اگر انکی اطاعت واجب ہو تو محال لازم آیگا کیونکہ معصیت ممنوع ہی اور اس جہت سے کہ امام کا فعل ہی اسپر عمل کرنا واجب ہوگا اور امر و نہی کا اجتماع محال ہی انتہی محصل کلامہ اور یہ دلیل عقلی عام ہی کہ ہر امام مین جاری اور تمام ہی پس مطلقاً امام کی عصمت واجب ہوئی تیسری یہ ہی کہ جب حق تعالیٰ نے حضرت ابرہیم سے یہ خطاب فرمایا کہ تجھے امام کرونگا خلق کے لیے تو حضرت ابراہیم بہت خوش ہوے اور اپنی اولاد کے لیے بھی اس مرتبہ کے عطا ہونے کو حق تعالیٰ سے درخواست کی جواب مین اسکے ارشاد ہوا کہ لاینال عہدی الظالمین یعنی عہد امامت میرا ظالمون کو نہین پہونچتا اور کوئی شبہ نہین ہی کہ ہر صاحب معصیت اپنے نفس پر ستمگار ہی اور جسوقت وقات عمر سے اپنی گناہ کرے گا اُسوقت اُسپر صادق آئیگا کہ عہد امامت اُسے نہین پہونچ سکتا پوشیدہ نہ رہے کہ مفسر تفسیر کبیر نے اسی کتاب مین کہا ہی کہ شیعہ اس آیت سے امامت شیخین مین قدح کرنے کو تین وجہ سے حجت لاتے ہین پہلی یہ کہ وہ دونون صاحب ابتدا مین کافر تھے اور کافر ظالم ہی پس انپر اس حالت مین

وجہ اول

وجہ دوم

وجہ سوم

یہ صادق آتا ہی کہ وہ عہد امامت تک نہین پہونچ سکتے اور جیسا کہ وقت کفر مین امام نہو سکتے تھے اسی طرح کسی وقت مین
لیاقت امامت کی نہین رکھتے دوسری یہ کہ وہ دونون گنہگار تھے اسلیے کہ باتفاق اہل اسلام وہ معصوم نہ تھے اور تیسری
یہ کہ مشرک تھے اور شرک ظلم ہی جیسا کہ حق تعالی فرماتا ہی ان الشرک لظلم عظیم اور ظالم عہد امامت کو نہین پہونچ سکتا
جیسا کہ یہ آیہ صاف دلالت کرتا ہی اسپر اور ظالم عام ہی کہ فی الحال ظالم ہو یا زمان ماضی مین ظالم ہوا اور پھر اسکے جواب مین
مفسر مذکور نے کہا ہی کہ کفر سے توبہ کرنے والا کافر نہین ہی اور اسی لیے اگر کوئی قسم کھاے کہ مین کافر پر سلام نہ کرونگا اور
وہ نومسلم پر سلام کرے تو اسے کوئی حانث یعنی خلاف کرنے والا اپنی قسم کا نہ کہیگا انتہی بحصل کلامہ لیکن صاحب عقل پر
مخفی نہ رہیگا کہ اس جواب مین فاضل مذکور نے طرفہ اجمال کیا ہی مگر اس سے کچھ فائدہ حاصل نہین ہو سکتا کیونکہ اس آیت مین
صاف دلالت ظاہر ہی اس بات پر کہ ظلم مقدم امامت کے عہد تک پہونچنے سے مانع ہی اور علت اپنے معلول سے مقدم
ہوتی ہی اور بلا شبہ لاینال صیغہ استقبال کا ہی پس جو شخص کہ اسپر ظالم صادق آئیگا وہ مرتبہ امامت تک پہونچنے سے محروم ہوگا
اور اس خصوص مین کافر کے مسلم پر صادق آنے کو اور نہ آنے کو کیا دخل ہی اور اسی طرح نومسلم پر کافر صادق آے یا نہ آے
ہمارا مطلب حاصل ہی ساتھ اس بات کے کہ کافر کے مسلم پر صادق نہ آنے سے جو مانع ہی وہ مانع شرعی ہی لغوی نہین ہی اور
جب مانع خاص ہوا تو عام نہوگا جناب اخوند صاحب نے کتاب الحجت مین بحار کی جو فرمایا ہی حاصل اسکا یہ ہی کہ اگر کہین کہ
مشتق کے صادق آنے مین ایک جماعت کے نزدیک مبدی کا باقی رہنا مشروط ہی پھر کسطرح ہو سکتا ہی کہ استدلال شیعون کی
درخواست ہوگی تو ہم کہینگے کہ کوئی شبہ اسمین نہین ہی کہ ظالم آیہ کریمہ مین نہ محتمل معنی ماضی کا ہی نہ حال کا کیونکہ ابراہیم علیہ السلام نے
سوال نہین کیا تھا مگر اپنی ذریت کے لیے جو انکے بعد پیدا ہونے والی تھی پس حق تعالی نے جو جواب مین فرمایا اسکا
مطلب اسکے سوا نہین ہی کہ نہ پہونچے گا عہد میرا اسکو جسپر آیندہ ظالم صادق آئیگا پس بعد اسکے کہ حق تعالی حضرت ابراہیم سے
یہ خطاب فرما چکا اب جسپر یہ صادق آے کہ وہ ظالم ہی اور اس سے گناہ صادر ہوا ہی وہ جس زمانے مین زمانہاے مستقبل سے
کہ ہو اسکے واسطے یہ حکم مشتمل ہی کہ اس سے یہ عہد امامت نہ پہونچیگا اگر کہین کہ مراد آیت مین یہ ہی کہ جو عہد امامت مین اپنے
ظلم کرے وہ شخص امامت کو ظلم کی حالت مین نہین پا سکتا نہ بعد رفع ہو جانے ظلم کے اسی جگہ سے ہی کہ امام فخر رازی نے
جو کہا ہی اسکا محصل یہ ہی کہ کسی طرح قول اسکے نظائر مین ہی آیا نہین دیکھتا تو خدا کے قول کی طرف ولا ترکنوا الی الذین ظلموا
یعنی نہ رجوع کرو تم ان لوگون کی طرف جو ظلم کرتے ہین پس بتحقیق کہ حق تعالی نے رجوع کرنے سے جو انکی طرف نہی فرمائی
تو اسی وقت مین کہ جب وہ ظلم کرتے ہین اور قول خدا کا ما علی المحسنین من سبیل یعنی نیکوکارون پر راہ نہین ہی اسکے معنی
یہ ہین کہ جب تک وہ نیکی کرنے پر قائم ہین اور حکم عقل بھی اسی کے موافق ہی کیونکہ مانع کا موجود ہونا مانع ہی پس جبکہ مانع جاتا رہے
تو ممنوع یقینی موجود ہوگا تو اسکے جواب مین ہم کہینگے کہ جو تمنے کہا یہ قید ظلم کی حالت کی آیت مین نہین ہی پھر جب خدا نے
نہین مقید فرمایا تو قید کہان سے پیدا ہوئی مولانا ے طبرسی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہی اور محصل اسکا یہ ہی کہ اگر کہا جاے کہ نفی

نہین کی گئی ہی آیت مین عہد امامت تک پہونچنے سے ظالم کو مگر اُسکے ظلم کی حالت مین پس جبکہ اُسنے ظالم ہونے کے بعد
توبہ کی تو صحیح ہوگا یہ کہ وہ عہد امامت تک پہونچے پس جواب اسکا یہ ہی کہ ظالم اگرچہ توبہ کرے لیکن اس سے نہین نکل سکتا کہ
یہ آیت اُسی ظلم کرنے کی حالت مین شامل ہوئی تھی پس جبکہ نفی کی گئی آیت مین اس بات سے کہ عہد امامت اُسسے پہونچے
تو حکم کیا گیا اُسپر اس امر سے کہ وہ نہ پہونچے گا امامت تک اور ایک آیت مطلق ہی کسی وقت کے ساتھ مقید نہین ہی پس چاہیے
کہ سب وقتون پر محمول ہو پس عہد امامت تک ظالم نہین پہونچ سکتا اگرچہ ظلم کے بعد توبہ بھی کرے انتہی محصل کلامہ
اور موید ہی اس سے وہ بات جو قاضی بیضاوی نے بعد اس آیت کے اپنی تفسیر مین کہا ہی جسکا محصل یہ ہی کہ یہ خطاب حق تعالیٰ کا
بسبب قبول کرنے التماس ابراہیم کے اور تنبیہ فرمانے کے اس امر پر کہ کبھی انکی ذریت سے ظالمین بھی ہونگے اور وہ عہد
امامت کو نہ پہونچینگے اسلیے کہ امامت خدا کی طرف سے امانت و عہد ہی اور ظالم اسکی صلاحیت نہین رکھتا اور اس
مرتبہ کو نہ پہونچینگے مگر جو متقی اور ابرار انہین سے ہونگے اور اس آیت مین دلیل ہی پیغمبرون کے معصوم ہونے پر گناہان کبیرہ سے
قبل مبعوث ہونے کے اور یہ کہ فاسق امامت کی صلاحیت نہین رکھتا انتہی محصل کلامہ علاوہ اسکے امام فخر رازی نے
کہا ہی کہ علاوہ اسکے ہمنے بیان کیا ہی کہ مراد امامت سے نبوت ہی پس جس شخص نے کہ چشم زدن بھی کفر کیا ہوگا وہ نبی ہونے کے
قابل نہین ہی انتہی کلامہ اب اس بیان سے خود بخوبی واضح ہوتا ہی کہ ظالم ہونے کا متحقق ہونا کسی وقت مین کیون نہو
نبوت مین قدح کرتا ہی نہ یہ کہ وہ مشروط ہی ساتھ وجود ظلم کے ایک حال مین سوا دوسرے حال کے اور جب یہ نبوت مین
ثابت ہوا تو چاہیے کہ امامت مین بھی اسی طرح ہو کیونکہ ایک کوٹھے پر دو ہوائین نہین ہوتین اور تحقیق مقام یہ ہی کہ منع
کرنے والے کا منع کرنا کبھی مشروط ہوتا ہی ساتھ اسکے کہ وہ فی الحال موجود ہو اور یہ اُسوقت مین اور اُس مقام پر ہوتا ہی کہ جب
وہ بحسب مضادت یا بحیثیت امتناع اجتماع مانع ہو اور اس صورت مین جسوقت کہ مانع موجود ہوگا اُس حالت مین
وجود ممنوع کو مانع ہوگا اور ممنوع کا پایا جانا محال ہوگا مطلقاً مثلاً نور و ظلمت ہین کہ انہین مضادت ہی پس جب تک کہ منیر
جو آفتاب ہی اُفق حسی سے اوپر ہی اور اسکا نور موجود ہی تو عالم کو تیرہ و تار ہونے سے مانع ہوتا ہی اور جبکہ وہ اُفق سے نیچے اُترا
اور روشنی اسکی جاتی رہی تو ضرور نہین ہی کہ اب بھی عالم کو تیرہ نہونے دے اور کبھی ایسا ہوتا ہی کہ مانع کا پایا جانا اگرچہ
فی الجملہ کیون نہو سبب انتفاے ممنوع کا ہوتا ہی پس مطلق وجود اسکا کافی ہوتا ہی نہ مترتب ہونے کے لیے ممنوع کے ہر وقت
مین اور اسکی مثال اسطرح سے سمجھنا چاہیے کہ مورث کا مار ڈالنا انتفاے ارث کا سبب ہی اگرچہ توریث کے وقت قاتل قاتل
نہو یا زنا کرنا عقوبت کا سبب ہی اگرچہ عقوبت کے وقت زانی زانی نہو کتاب الحجت مین جناب اخوند صاحب نے
فرمایا ہی فان قلت تعلیق الحکم بالوصف مشعر بالعلیة قلت العلیة لا تدل علی المقارنة اذ لیس مفاد الحکم الا ان عدم
نیل العهد انما هو للاتصاف بالظلم فی احد الازمنة المستقبلة بالنسبة الی صدور الحکم فتامل انتهی اور اس جگہ پر
کہہ سکتے ہین کہ محتمل ہی کہ ظلم مثل علت معدہ کے عہد امامت تک نہ پہونچنے کا سبب یکسر ہو اور جب یہ ہو تو پھر کہان سے یہ

ہو سکتا ہی کہ ظلم کا متحقق ہونا فقط حال وجود مین اپنے نیل امامت سے سہین مانع ہی جیسا کہ امام رازی نے گمان کیا ہی نہ مطلق ظلم کا پایا جانا حالانکہ آیت مین نہ کوئی توقیت ہی نہ تقیید ہو بلکہ مطلق ہی اور مطلق ہونا اُسکا ایک حجت واضح ہی اُسپر جو علماے شیعہ کہتے ہین اور علماے حضرات اہلسنت بھی اُسے بہ نسبت نبوت کے پسند فرماتے ہین گو امامت مین قبل امام ہونے کے اور بعد امام ہونے کے بھی ظلم و جور کا صادر ہونا امامت مین قادح نہین جانتے اور اُنھین روا رکھتے ہین اور اسکا بیان یہ ہی کہ امام ہونے سے پیشتر کفر و شرک کو جو کسی ظلم ہی ظالم ہین قادح امامت مین نہین جانتے والا ظاہر ہی کہ خلیفہ اول و ثانی مین یہ دونون اقبل مسلمان ہو امام ہوئے کے تھے لیکن کچھ مضرت اُنسے امامت مین اُنکی نہ ظاہر کی گئی اور با لقصر خلیفہ بنا دیئے گئے اُنھین خلیفہ بنایا اور اب تک سُنی اُنھین قدح نہین کیا جاتا تا بلکہ جو اس جہت سے قدح کرتے ہین اُنکی اُنھین جواب دینے کے لیے کیسی کیسی تاویلین کی جاتی ہین اور جب یہ ظلم عظیم قادح نہوا تو اور ظلمون کا کیا ذکر ہی اور لیکن بعد امام ہونے کے بھی فسق کو نہین کہتے کہ امامت کے لیے مضر ہی پس اسوجہ سے کہ اسکی تصریح اُنکے علمانے کی ہی جیسا کہ فاضل نسفی نے عقائد اہلسنت مین صاف لکھا ہی کہ امام فسق کے باعث سے معزول نہین ہوتا اور شارح نے اُسکے فسق کی تصریح کی ہی کہ الخروج عن طاعۃ اللہ ہو اور مانتن نے کہا ہو والجور شارح نے کہا ہی کہ یعنی امام معزول نہین ہو سکتا بسبب ظلم کرنے کے بندگان خدا پر انتہی اب اس سے صاف ظاہر ہی کہ ظلم و جور کچھ قادح امامت مین نہین ہی اور کیونکر نہو جبکہ عصمت شرط نہو گی تو پھر ظلم و جور سے کیا اندیشہ ہی لیکن یہ بھی دیکھنے کے لائق ہی کہ حق تعالی نے جو قرآن مین فرمایا ہی وہ یہ ہی کہ عہد امامت ظالمون کو نہین پہونچتا پھر اسکے ساتھ ظلم و جور کا اُنسے صادر ہونا کیونکر روا ہوگا اور اگر ایک دو روز کے واسطے نیل امامت کے وقت کے لیے رفع ظلم کو شرط کیا تو اس سے کیا حاصل ہو سکتا ہی پوشیدہ نہ رہے کہ فاضل نسفی نے مدارک مین کہا ہی کہ معتزلہ کہتے ہین کہ آیہ اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ فاسق صلاحیت امامت کی نہین رکھتا کیونکہ امام اسلیے ہی کہ وہ سب کو ظلم کرنے سے باز رکھے پس جبکہ وہ شخص جو اپنے نفس پر ظالم ہو اس عہدۂ جلیلہ پر منصوب ہوگا تو اُسکا ایسا حال ہوگا جیسا کہ کوئی شخص گرگ کو محافظت گوسفندان کے لیے مقرر کرے اور بعد اسکے جواب مین کہا ہی کہ مین کہتا ہون کہ مراد اس آیت مین ظالم سے کافر ہی کہ وہ ظالم مطلق ہی انتہی محصل کلامہ لیکن یہ طرفہ بات ہی کیونکہ اس کہنے سے جو حضرات اہلسنت نے عصمت کے عوض امام مین عدالت کو شرط کیا تھا وہ بھی گئی اور تعجب ہی کہ فاضل مذکور نے وہ فرق جو مطلق ظالم مین جو ظاہر آیت ہی اور ظالم مطلق مین تھے نہ پہچانا اور وہ عموم جیسے فاضل سیوطی نے تفسیر مین لاینال عہدی الظالمین کی بذریعہ اپنی سندون کے ذکر کیا ہی کہ اُسکا حاصل یہ ہی کہ طاعت نہین ہی مگر معروف مین اور معصیت خالق مین مخلوق کی طاعت نہین چاہیے اس سے چشم پوشی کر کے بے سبب آیت کے عموم کو کافر کے ساتھ مخصص کیا اور ظالمین و فساق کو مطاع اور وجب الاتباع جانا اسی لیے علامہ حلی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہی کہ اهل السنة ذهبوا الی امامة العصاة والفساق والسراق لما قال الزمخشری وهو من افضل علمائهم لا کالذی ینفی المتلصص یشیر به الی منصور لیکن جو امام رازی نے کہا ہی کہ مراد امامت سے اس آیت مین نبوت ہی اُسکا جواب یہ ہی کہ جیسا تمنے جانا ہی امامت

دو معنی ہین ایک خاص ہی اور ایک عام ہی کیونکہ امامت ریاست عامہ ہی جملہ امور دین و دنیا مین پس اگر وہ بالاستقلال
ہوگی تو بدون نبوت کے متحقق نہین ہو سکتی اور اگر یہ نیابت پیغمبر ہوگی تو بدون خلافت حقہ نہو سکے گی اور کبھی یہ غیر کے
ساتھ خاص ہو جاتی ہی اور سوقت مین نیابت کی قید اِس تعریف مین زیادہ کر دیتے ہین اور اس مقام پر مراد یہی عام
معنی ہین پس یہ امامت نبوت سے عام من وجہ ہوگی اور یہ تصریح کلام مین فریقین کے علماؤن کے واقع ہی کیونکہ ہمارے
علماؤن کے کلام مین اسکا واقع ہونا تعریف امامت مین پہلے مذکور ہو چکا ہی اور کلام علماے اہلسنت مین بھی اسی طرح ہی
جیساکہ حسن ابن عبدالرزاق نے شمع الیقین مین کہا ہی کہ اہلسنت کبھی کہتے ہین کہ مراد عہد سے اِس آیت مین نبوت ہی نہ امامت
اور مین کہتا ہون کہ لفظ آیت صریح امامت ہی جو بمعنی ریاست کے اور پیشواے خلق کے ہی جو نبوت سے عام ہی اور تخصیص
دلیل کی محتاج ہی انتہی محصل کلامہ اور خود امام رازی نے تحقیق لفظ امام مین کہا ہی کہ وہ نام ہی اُس شخص کا جسکے ساتھ
سب اہتمام کرین یعنی اقتدا کرین اور فاضل سیوطی نے تفسیر درمنثور مین کہا ہی کہ اخرج عبد بن حمید عن ابن عباس انی
جاعلک للناس اماما تقتدی بدینک وھدیک وسنتک واخرج ابن جریر عن الربیع فی قولہ انی جاعلک للناس
اماما یؤتم بہ وتقتدی قال ابراھیم ومن ذریتی فاجعل من یؤتم بہ ویقتدی بہ وعن ابن عباس فابی ان یفعل ثم
قال لا ینال عھدی الظالمین ومن مجاھد قال لا اجعل لھا ماما ظالما یقتدی بہ فقط اور اِن سب روایتون سے نفیاً واثباتاً معنی دین کی
پیشوائی کے مستفاد ہوتے ہین عام ہین اِس سے کہ یہ پیشوائی من حیث النبوت ہو یا من حیث الخلافت اور امامت ہو جو
بمعنی اخص ہی اور لائق تعجب یہ ہی کہ صاحب مواقف نے کہا ہی کہ الامامۃ ریاسۃ عامۃ فی الدین والدنیا ونقض بالنبوۃ
والاولی ان یقال ھی خلافۃ الرسول الخ یعنی امامت ریاست عامہ ہی دین و دنیا کے امور مین اور اسپر نقض وارد کیا جاتا ہی
نبوت کے ساتھ اور اولی یہ ہی کہ کہا جاے کہ امامت وہی خلافت ہی رسول کی انتہی محصل کلامہ لیکن یہ اُنکے سمجھنے کے
قابل تھا کہ یہ تعریف اُسی امامت کی ہی جو بمعنی عام نبوت و امامت دونون کو شامل ہی اور جب یہ ہوا تو نقض کہان وارد ہو سکتا ہی
اور جب معنی امامت کے عام ہوے تو بمفاد آیہ کریمہ مذکورہ امامت مطلقاً ظالم کو نہ پہونچے گی اِسی لیے خود امام رازی نے
مسئلہ خامسہ مین کہا ہی کہ جمہور فقہا اور متکلمین کہتے ہین کہ عقد امامت کا فاسق کے واسطے جائز نہین ہی اور حجت لاے ہین
اِس آیت سے ساتھ اِس بات کے کہ مراد عہد سے اِس آیت مین امامت ہی تاکہ خدا کا جواب مطابق حضرت ابرہیم کے سوال کے ہو
پس وجب ہوا کہ مراد اس عہد سے وہی امامت ہو پس گویا یہ آیت اِسطرح ہو گی کہ حق تعالی نے فرمایا لا ینال الامامۃ
الظالمین اذ کل عاص فانہ ظالم لنفسہ فکانت الآیۃ دالۃ علی ما قلناہ انتہی پھر فاضل مذکور نے کہا ہی کہ اگر کہا جاے کہ ظاہر آیت کا
یہ ہی کہ ظلم ظاہراً اور باطناً منتفی ہو پس عصمت لازم آئیگی تو ہم کہینگے کہ شیعہ البتہ اِس آیت سے عصمت کے شترط پر حجت
لاتے ہین لیکن ہم کہتے ہین کہ مقتضی آیت کا ایسا ہی ہی لیکن ہمنے اُسے ترک کیا ہی اور چھوڑ دیا ہی باعتبار باطن آیہ کے پس عدالت
ظاہرہ معتبرہ باقی رہ جائیگی انتہی محصل کلامہ اب یہ بات البتہ لائق انصاف ہی کہ پہلے تو شیعون کے جواب مین خود کہا کہ

مراد امامت سے نبوت ہی پھر تھوڑے فاصلہ کے بعد آپ ہی اور جمہور حضرات اہلسنت کی طرف سے فاسق کے لیے
تجویز ہونے کو عقد امامت کے اسی آیت سے دلیل لاے پھر یہ کیسی بات ہی کہ محققین علما خود تو استدلال کے وقت اس
آیت سے معنی عام امامت کے مراد لیتے ہین اور جب شیعہ اُس سے احتجاج کرین تو دست و گریبان ہوتے ہین اور آیت کے
معنی بدلتے ہین چوتھی یہ کہ اخونہ صاحب نے فرمایا ہی کہ عمدہ فائدہ امام کے نصب مین یہ ہی کہ ناموس شریعت کا حفظ کرے
اور شریعت کا حافظ ہو اور جب اسپر خطا و گناہ کرنا جائز ہوا تو چاہیے کہ اب دوسرا امام اُسے منع کرے اور جو خطا کہ اُس سے
صادر ہوئی ہو اُسے ظاہر کرے اور اس صورت مین سب کا امام وہ دوسرا ہوگا نہ پہلا پانچوین یہ کہ اُمت پر واجب ہی کہ
منکر سے نہی کرین پھر اگر امام کے ساتھ جو منکر عمل مین لاتا ہی اس واجب کو عمل مین لائین یعنی اُس سے بھی نہی کرین تو یہ
امر خلاف اطاعت اور رعایت امام کے ہوگا اور اگر اُس سے نہی نہ کرین تو اپنے واجب کو ترک کرینگے اور اگر یہ کہین کہ اطاعت
امام کی انھین واجب ہی جو حرام نہین ہی پس چاہیے کہ اُنکے لیے ایک دوسرا امام ہو جس سے حلال و حرام کو لین اور سیکھین پس
اس صورت مین دو امام کے محتاج ہونگے پس اب یا تسلسل لازم آئیگا یا منتہی ہوگا امام معصوم کی طرف فقط پوشیدہ نہ رہے
کہ شاہ صاحب نے بھی ان دونون وجہون کو دو طرح شیعون کی طرف سے نقل کیا ہی ایک یہ کہ امام اگر معصوم نہوگا تو تسلسل
لازم آئیگا کیونکہ نصب امام جو واجب ہوا اور اُسکی طرف محتاج ہوے تو اسی لیے کہ اُمت پر جائز ہی کہ علم و عمل مین خطا کرین
پھر اگر امام پر بھی خطا کرنا جائز ہو تو جیسا کہ اُمت بسبب جواز خطا کے امام کی طرف محتاج تھی اسی طرح یہ امام دوسرے امام
کی طرف محتاج ہوگا اور اسی طرح بلا نہایت یہ سلسلہ چلا جائیگا اور اسکے بعد جواب مین اسکے کہا ہی کہ ہم یہ تسلیم نہین کرتے کہ نصب
امام کی طرف محوج خطا کا جائز ہونا اُمت پر ہی بلکہ احکام کے نافذ کرانے کو اور مفاسد کے دفع کرنے کو اور بیضہ اسلام کی
حفاظت کو محتاج طرف نصب امام کے ہوے اور ان غرضون کے حاصل کرنے کو عصمت ضرور نہین ہی اجتہاد و عدالت
کفایت کرتے ہین اور جبکہ اسپر اور اُسکے مقلد پر درصورت واقع ہونے خطا کے اجتہاد مین کوئی مواخذہ نہوا تو اب خطا کا جائز
ہونا اور نہ جائز ہونا برابر ہوگا اور ہم تسلیم نہین کرتے کہ یہ امام معصوم کی طرف منتہی ہوگا بلکہ وہ منتہی ہوگا طرف نبی کے
جسکی عصمت اتفاقی ہی لیکن یہ بھی کلیہ منقوض ہوتا ہی مجتہد سے جو معصوم نہین ہی بالاجماع اور جب معصوم نہوا تو خطا اُسپر
جائز ہوگی پس جو امامیہ اُسکا جواب دینگے وہی جواب ہمارا بہ نسبت امام کے ہوگا انتہی محصل کلامہ اب یہ بات دیکھنے کے
قابل ہی کہ خطا کا اُمت پر جائز ہونا از جملہ اُن علتون کے ہی جس سے امام کی طرف محتاج ہوتے ہین لیکن اور بھی غایات و ثمرات
امامت پر مترتب ہوتے ہین پس بعضی غائتون کے ثابت کرنے سے یہ نہین لازم آتا کہ جو اُسکے سوا ہین وہ لاشی اور منفی
ہو جائین اور پیشتر مذکور ہو چکا ہی کہ خود شاہ صاحب نے فرمایا ہی کہ جبکہ دین مین پیشوائی جمیع امور کی ہو تو خلافت متحقق ہی ہی
اور جو کہ جملہ امور دین مین پیشوا ہوگا یقیناً اُسپر خطا جائز نہوگی بلکہ اگر اُس سے خطا صادر ہو تو وہ دوسرے کا تابع ہوگا اور جب
دوسرے کا تابع ہوا تو موتم ہوگا نہ امام اور قریب اسی مضمون کے امام رازی نے تفسیر کریمہ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول

واولی الامر منکم مین جو کہا ہی اسکا حاصل یہ ہی کہ تحقیق کہ خدا نے اولی الامر کی اطاعت کرنے کو یقینی حکم فرمایا ہی پس واجب ہی کہ وہ خطا سے معصوم ہو اور کہا ہی کہ اگر یہ نہو تو بر تقدیر اسکی خطا پر اقدام کرینگے یہ لازم آیگا کہ حق تعالی نے اس خطا کی متابعت کرنے کو حکم فرمایا اور خطا بسبب خطا ہونے کے منہی عنہ ہی پس یہ بات منتہی ہوتی ہی طرف اس بات کے کہ فعل واحد مین باعتبار واحد اجتماع امر و نہی کا ہو اور یہ محال ہی انتہی محصل کلامہ اور اس تصریح سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ مطاع واجب الاتباع کو معصوم و مامون خطا سے ہونا ضرور ہی گو فاضل مذکور نے اولی الامر کو اجماع پر حمل کیا ہی اور اس حمل کرنے کا بھی حال آیندہ انشاء اللہ واضح ہوگا لیکن تصریح مذکور کے بعد پھر جو اور علماے حضرات اہلسنت خطا کو تجویز فرماتے مین تو البتہ محل استغراب ہی حالانکہ خطا اس مقام پر معصیت کو شامل ہی اور معصیت کا صادر ہونا زجر و توبیخ کا باعث ہی بلکہ کبھی موجب تادیب و تعزیر کا ہوتا ہی اور جب یہ ہوا تو محکوم ہوگا نہ حاکم اور مورد منہیات کا ہوگا نہ کہ امر اور ناہی علی الاطلاق ہو اور ایسے شخص سے جمیع احکام شرعیہ کی تنفیذ متصور نہین ہو سکتی بلکہ جب عصمت نہوئی تو جس حکم کو کہ اپنی خواہش کے موافق دیکھے گا نافذ کریگا اور جسے اپنے مطلب کے خلاف جانے گا اسکے نفاذ سے باز رہے گا اور عدالت مثل عصمت کے نہین ہی کہ ان امور سے مانع ہو اور ساتھ اسکے یہ بھی جائز ہی کہ ریاست کے بعد عدالت زائل ہو جاے اور عقیدہ تو حضرات اہلسنت کا جیسا کہ فاضل نسفی نے لکھا ہی یہ ہی کہ امام بسبب فسق کے اور طاعت خدا سے خارج ہونے کی راہ سے معزول نہین ہوتا اور اسی طرح بندگان خدا پر ظلم و جور کرنے سے کوئی نقص امامت مین نہین آتا اور شارح نے اس حکم کی تعلیل مین کہا ہی کہ سبب اسکا یہ ہی کہ فسق و جور ائمہ و امراء سے بعد خلفاء راشدین کے ظاہر ہوا اور سلف مین جو اہل اسلام تھے وہ انکے مطیع و منقاد رہے اور جب عصمت شرط امام کی نہوئی تو ابتداے امامت مین عدالت کا اعتبار کیونکر کافی ہو جائیگا اور اسکے ساتھ اگر اسکا معزول کرنا لازم ہوا اور تابعین ازالہ ریاست سے اسکی عاجز ہوے تو پھر اس صورت مین امامت کا فائدہ کہان باقی رہے گا اور وہ مفاسد کو کیا دفع کریگا بلکہ بہت سے مفاسد دین خدا مین خود اسکی ذات سے پیدا ہو جائینگے جیسا کہ مشاہد ہی اور اہل جور کی سیرت اسپر شاہد ہی لیکن اجتہاد جسے شاہ صاحب نے کہا ہی اسکی حقیقت یہ ہی کہ وہ اجتہاد جسکے حضرات اہلسنت قائل ہین کہ اکثر اسکی بنا قیاس اور استحسان پر ہی اور حضرات حنفیہ اور حنابلہ اسکے ساتھ قائل ہوے ہین پس یہ اجتہاد شیعون کا مقبول نہین ہی بلکہ وہ ایسے قیاس کو کہتے ہین کہ برا ہی اور اول من قاس ابلیس کی تقلید ہی اور استحسان کو جسکے حضرات اہلسنت باوصف انکار کرنے کے استحسان و استقباح عقلی سے قائل ہوے ہین شیعہ صاحب بدعت اور تشریع جانتے ہین اور کہتے ہین کہ جو اسے اختیار کرے وہ قول امام شافعی کا مصداق ہی جیسا کہ ابن حاجب نے مختصر الاصول مین بطور حکایت کہا ہی من استحسن فقد شرع اور اسکے شارح نے کہا ہی کہ یعنی من اثبت حکما بانہ مستحسن عندہ من غیر دلیل من قبل الشارع فهو شارع ذلک الحکم لانہ من الشارع و هو کفر او کبیرۃ پس ایسے اجتہادات قبول کرنے کے لائق نہین اور نہ انکی خطا ایسی ہی کہ اس سے خطا نہونے کے مرتبہ مین جانا جاے بلکہ وہ اپنی

اصل سے جائز نہین اور نا روا ہین کو حضرات اہلسنت کبھی اُسکے لیے بھی تعمیم کرتے ہین یہان تک کہ کہتے ہین کہ پیغمبر کے لیے بھی اجتہاد کرنا جائز ہی بلکہ اُسے واقع جانتے ہین اور جملہ صحابون سے ہر کس و ناکس کے واسطے ایسے اجتہاد کو روا رکھتے ہین اور کبھی تخصیص فقہاے اربعہ کے ساتھ کرتے ہین اور اُنکے بعد اجتہاد کی راہ کو بند کرتے ہین کیونکہ یہ قیاس و اجتہاد بدعت ہی اور حقیقت مین امام حق سے روگردانی کرنے کے لیے ہر وقت مین اُسے اختیار کیا ہی بلکہ معارضۂ امام کے لیے یہ اساس بنائی ہی اور شیعہ ہمیشہ اِس سے انکار کرتے ہین جیسا کہ شیخ ابو جعفر طوسی رہ نے پہلے جو حضرات اہلسنت شیعون پر طعن کرتے ہین اُسے نقل فرمایا ہی اور محصل اُسکا یہ ہی کہ جو شخص قیاس و اجتہاد کی نفی کرتا ہی اُسکے واسطے اور کوئی راہ نہین ہی کہ جس سے زیادتی مسائل مین حاصل کرے اور اِسی طرح تفریع اصول پر نہین کرسکتا کیونکہ اکثر اُسکا اِنہین دونون طریقون سے ماخوذ ہی فقط بعد اُسکے اُنکے جواب مین جو شیخ الطائفہ نے فرمایا ہی اُسکا حاصل یہ ہی کہ یہ قول جو حضرات اہلسنت سے واقع ہوا اُسکا سبب یہ ہی کہ وہ ہمارے مذہب کو نہین جانتے اور ہمارے اصول مین تامل نہین کرتے اور اگر ہمارے اخبار اور حال فقہا کو جانتے تو جانتے کہ جو کچھ ہمارے علما نے مسائل ذکر کیے ہین وہ ہمارے اخبار مین موجود ہین اور منصوص علیہ ہمارے اُن اماموں سے ہین کہ جنکا قول حجت ہونے مین قائم مقام قول پیغمبر کے ہی خواہ خصوصًا یا عمومًا یا بطور تصریح یا از قسم تلویح اور لیکن جو کچھ کہ اُنھون نے مسائل و فروع اپنی کتابون مین بڑھاے ہین پس کوئی فرع ایسی نہین ہی مگر یہ کہ اُس سے ہمارے اصول مین مدخل ہی اور ہمارے مذہب کے موافق اُنکا اخراج ہوا ہی نہ بروجہ قیاس بلکہ ایسے طریقہ پر وہ نکالے گئے ہین کہ وہ موجب علم کا ہوتے ہین اور عمل کرنا اُسپر واجب ہوتا ہی اور اصول پر بنا رکھکر اُسکی طرف جانا جائز ہوتا ہی اور برائت ذمہ وغیرہ اُس سے حاصل ہوتی ہی انتہی محصل کلامہ رحمہ اللہ پس وہ اجتہاد جو مبنی اصول فاسدہ پر ہو خود خطا ہی اور جو اُن مین خطا واقع ہو وہ خطا در خطا ہی اور خدا کے مواخذات کا سبب ہی اور بحمد اللہ کہ شیعہ بسبب اُسکے کہ ائمۂ دین کی طرف رجوع کرتے ہین ایسے اجتہاد سے بری اور محفوظ ہین اور جو اجتہاد کہ شیعون کے نزدیک مقبول ہی وہ بعثت انبیا اور نصب اوصیا سے مستغنی نہین ہی کیونکہ سمعی تکلیفات جب تک کہ اُسے شارع نہ بیان فرماے اور جو حافظ شریعت و مجملات و مشکلات کا مبین ہی نہ کہے معلوم نہین ہو سکتے اور مکلف پر واجب ہی کہ تکلیف کے وقت مکلفین کو اِن احکام دین سے اطلاع دے اور اگر راے پر خلق کی رکھا جاے تو مفاد ولو اتبع الحق اھوائھم الخ ایک فساد عظیم پیدا ہو بلکہ ہر واقعہ مین حق تعالی نے ایک حکم معین فرمایا ہی یہان تک کہ اگر جلد بدن کی چھل جاے تو اُسکے لیے بھی ارش مقرر ہی اور اِن سب احکام کو پیغمبر خدا نے اپنے وصی کو سپرد فرمایا ہی تا کہ امت وقت حاجت اُنکی طرف بمفاد فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون رجوع لائین اور حجت خدا کی تمام ہو اور اِسی وجہ خاص کے لیے شارع نے معرفت امام کی فرض و واجب فرمائی ہی بہ نسبت ہر شخص کے اور یہ فرض ظاہرا اتفاقی ہی فرض عین کا کیونکہ شیعہ تو اِسے بالاتفاق واجب جانتے ہین لیکن عقائد نسفی مین بھی منقول ہی کہ من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتۃ جاھلیۃ اور حق تعالی کبھی روے زمین کو اپنی حجت سے خالی نہین رکھتا اور یہ امر بہت ظریف معلوم ہوتا ہی کہ نصب امام

واجب ہونے کو خلق پر حجت اس کلام سے لایا جائے کہ الامۃ قد جعلوا اھم المھمات بعد وفات النبی نصب الامام
حتی قدموہ علی الدفن اور خدا و رسول کے لیے یہ سمجھا جائے کہ وہ اس اہم مہمات سے غافل ہین اور کونسا صاحب عقل اس امر کو تجویز
کر سکتا ہے کہ حکیم علی الاطلاق اور جناب سرور کائنات کہ کیسے عطوف بہ نسبت اپنی امت کے تھے وہ اس اہم مہمات کو ترک
فرمائین اور امت کو مہمل اور معطل چھوڑ دین اور جب خدا کی طرف سے پیغمبر کا مبعوث فرمانا اور امام کا منصوب کرنا ہوا
تو بمفاد علینا القاء الاصول وعلیکم التفریع ضرور ہے کہ پیغمبر و امام اصول و کلیات کو رعایا پر القا فرمائینگے تاکہ جزئیات احکام کا
استنباط انسے بذریعہ اجتہاد و بذل وسع کے انپر واجب و لازم ہو نہ یہ کہ بمجرد استحسان اور اپنی خواہش نفسانی و قیاس کے دین خدا
مین تشریعات پیدا کرین اور ہر کس و ناکس کے بارے مین اجتہاد کے مدعی ہو کر محاربات بیجا کرین اور امام زمان پر خروج کرین
بالجملہ جو اجتہاد کہ شرع مین مقبول ہے وہ یہ ہے کہ پیغمبر و امام کے کلام کے سمجھنے مین بذل وسع کرین اور احکام کا استنباط ادلہ
عقلیہ و شرعیہ سے کرین جبکہ مستنبط استنباط کی لیاقت رکھتا ہو نہ یہ کہ مجتہد ادراک مین خود مستقل ہو اور یہ اجتہاد جسکے معنی
بیان ہوے یہ امام سے بے نیاز نہین کرتا اور ایسے اجتہاد مین ضرور ہے کہ حق تعالی اتمام حجت و اعلام محجہ شرعیہ کے لیے
اس مجتہد کو ایسے تمکین حق سے عطا فرمائے کہ جسمین خطا کا شائبہ نہو فانہ لا تکلیف الا بعد البیان ولیکن جبکہ اوقات ضرورت
و اضطرار مین حرج کے بر طرف ہونے کو خصوصاً زمان غیبت امام علیہ السلام مین اہل حق کے واسطے جو مقصر نہین ہین احکام
ظاہریہ پر عمل کرنا بمفاد لا حرج فی الدین و المیسور لا یسقط بالمعسور جو مجوز ہے اس اصل نصب امام کا واجب ہونا کہ جسکی فروع سے
یہ استنباط احکام کا ہے ساقط نہین ہو سکتا اور جبکہ حق تعالی کو منظور یہ ہے کہ بندون کی جہالت اور خطائین دفع ہون اور
وہ نجات پائین اور علم کے طلب کرنے مین اور یقین کے حاصل کرنے مین کوتاہی نہ کرین اور اس تقدیر مین اگر کوئی
خطا انسے بمقتضاے بشریت کے صادر ہو اور خداوند عالم بکمال رحمت و رافت سے اپنی اس خطا کا مواخذہ نہ فرمائے
اور عفو کرے تو اس سے یہ لازم نہین آتا کہ وہ خود رفع خطا کی راہ کے کھولنے مین اور اعلام ہدایت کے نصب فرمانے مین
کوتاہی فرماوے اور بندون کو باطل پر برانگیختہ کرے اور ہر قسم کی خطا کو روا رکھے کجا اجتہاد جزئیات مسائل مین اور انکی
استنباط کرنے مین دلائل سے اور کجا وہ اجتہاد جو درباب خلافت عہد خلفاے ثلثہ مین ہوا اور وہ اجتہاد جسکے ذریعہ سے
جنگ و جدال عترت و آل نبی سے واقع ہوا اور کسی نے انمین کوئی دقیقہ مخالفت و عداوت کا نہ چھوڑا پر ظاہر ہے کہ
یہ اجتہاد نص قطعی کے مقابل مین ہوا اور معلومات یقینی مین خطا واقع ہوئی اور جو اجتہاد کہ برخلاف اصول شرعیہ کے ہو وہ
ہرگز جائز نہین ہو سکتا پس اس قسم کی خطا کی انکی دوسری قسم پر قیاس کرنا نہین چاہیے اگر دنیا کا کارخانہ محض ایسے اجتہاد پر ہو جو
بندون کے امور کی خرابی اور فساد کا سبب ہوگا نہ رفع فساد کا اب غور کرکے کہنا چاہیے کہ اگر امام زمان کا پاؤن
بیچ مین نہو اور خلیفہ کا اجتہاد اور رعایا کا اجتہاد آپس مین مختلف ہو تو ہر وقت مین خلیفہ اپنے توابع کا تابع ہوگا یا توابع تابع خلیفہ
ہونگے یا ہر شخص اپنے اجتہاد پر عامل ہوگا بر تقدیر اول ریاست عامہ خلیفہ کے لیے باقی رہیگی اور بر تقدیر ثانی دوسرا مجتہد

باوصف جانتے اس امر کے کہ خلیفہ خطا پر ہے اگر اسکے قول پر عمل کرے تو اُسنے دیدہ و دانستہ خطا پر عمل کیا اور یہ ایسی
بات ہے کہ عقل اُسے محال جانتی ہے اور کبھی جو عدول سے ہین اُسے قبول نہ کرینگے اور اگر سب اپنے اپنے اجتہاد پر
عمل کرین تو بنیان ریاست مضمحل ہوگی اور اساس اطاعت مستاصل ہوجائیگی اور ظہر الفساد فی البر والبحر
صادق آئیگا اور جو شاہ صاحب نے فرمایا ہے کہ جبکہ مجتہد پر اور اسکے مقلد پر ہرگاہ اجتہاد مین اُسنے خطا کی ہو تو کچھ مواخذہ
نہین ہوتا تو اب خطا کا جائز ہونا اور نہ جائز ہونا دونون برابر ہونگے انتہی یہ بھی عجب بات ہے کیونکہ حجت خدا پر
مطلقاً خطا ناجائز ہے جیسا کہ اُسے ہم پیشتر ثابت کر آئے ہین اگرچہ حضرات اہلسنت پیغمبر خدا پر بھی خطا کو روا رکھتے ہین اور
جنکی عصمت ثابت نہین اُنھین صاحبان عصمت امر خلافت مین مقدم کرین اور نص صریح قرآنی افمن یہدی الی
الحق ان یتبع امن لا یہدی الا ان یہدی سے اغماض عین فرمائین اور اسی طرح رعایا کے واسطے بعض انواع خطا کی معفو ہے
نہ ہر قسم کی خطا اور جب یہ ہوا تو حاجت نصب امام کے لیے خطاے محذور کے رفع کرنے کو ثابت ہوگی اور
یہ خطا ایسی نہین ہے کہ اُسے یہ کہ سکین کہ اسکا جواز اور عدم جواز دونون برابر ہین اور جبکہ نظم نظام عالم کے لیے شر قلیل کا
ظاہر ہونا بمقابل خیر کثیر کے حکیم خبیر سے جائز ہے تو صلاح کثیر کے پہلو مین تھوڑی خطا کا بھی معفو ہونا ہو سکتا ہے
نہ یہ کہ جتنی خطائین ہین وہ سب معفو ہون یہان تک کہ امام کی بھی خطا معفو ہو اور یہ بہت ظاہر بات ہے اور جو
شاہ صاحب نے فرمایا ہے کہ سلمنا لیکن نہین تسلیم کرتے ہم کہ تسلسل لازم آئیگا بلکہ منتہی ہوگا طرف نبی کے جو بالاتفاق
معصوم ہے فقط یہ بات بھی لائق غور ہے کیونکہ شیعون کے نزدیک تو پیغمبرون کی عصمت گناہ و خطا سے مسلم ہے لیکن
اہلسنت کا یہ دعویٰ فرمانا زبانی ہے جیسا کہ کتاب نبوت مین اسکا بیان ہو چکا ہے کہ وہ حضرات معصیت کے صادر ہونے کو
پیغمبرون سے مطلقاً محذور نہین جانتے اور مختار ان حضرات کا یہ ہے کہ پیغمبر خدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ کہ جنکے لیے
حق تعالیٰ فرماتا ہے وما ینطق عن الہوی ان ہو الا وحی یوحی اجتہاد کے ذریعہ سے عبادت کرتے تھے جیسا کہ ابن حاجب نے
کتاب مختصر الاصول مین لکھا ہے کہ المختار انہ صلعم کان متعبداً بالاجتہاد اور جب یہ ہوا تو وہ حضرت بھی المجتہد یخطی و یصیب
کا مصداق ہو چکے اور یہ مسئلہ بھی اُدھر کا ہے کہ پیغمبر کی تنبیہ خطا پر واجب ہے چنانچہ ابن حاجب نے کہا ہے المختار انہ لا یقر
علی خطاء فی اجتہاد شارح نے اسکی تعلیل مین کہا ہے کہ بناء علی ان النبی لہ الاجتہاد فہل یجوز علیہ الخطاء فیہ قبہ خلاف
وعلی تقدیر جوازہ فاذا وقع هل یقر علیہ او ینبہ علی الخطاء المختار انہ لا یقر لنا انہ لو امتنع علیہ الخطا لکان لمانع لانہ
ممکن لذاتہ والاصل عدم المانع پس جبکہ صدور خطا کا پیغمبر خدا پر جو افضل بشر ہین جائز ہوا اور نھین تنبیہ اور آگاہ کرنا
اُسپر واجب ہوا تو اب خلفا اور ائمہ جو انکے نائب ہین انکا کیا حال ہوگا اور اس صورت مین انتہا سلسلہ کی معصوم
عن الخطا کی طرف حضرات اہلسنت کو کیونکر میسر ہوگی اور جب ایک حافظ شریعت جو معصوم ہو خدا ے حی قیوم
کی طرف سے بندون کے بیچ مین نہو گا تو شریعت کے احکام کو اجتہادات بیجا جنکا بیان اوپر ہو چکا ہے اور سہو و نسیان

اور امامت کی خطائین بلکہ پیشوایان امامت کی خطائین تھوڑے زمانے مین محو و منسی کر دیے گئے اور کوئی ان احکام کا نام بھی یاد نہ رکھیگا پھر اسکے بعد کسکی طرف یہ منتہی ہوگا بلکہ منتہی ہوتا ہی یہ طرف پروردگار کے جو سبکا منتہی ہی اور اُسی نے قصد فرمایا ہی کہ انبیا اور اوصیائے معصومین اُنکے دنیا مین علم ہدایت ہون اور سب خلق کو انکی ہدایت کرین اور ضلالت سے بچائین اور نجات دین فقط کر اور جو شاہ صاحب نے فرمایا ہی کہ سلسلہ لیکن یہ منقوض ہوتا ہی ساتھ مجتہد جامع شروط کے جیسا کہ امامیہ کے نزدیک وہ زمان غیبت امام مین نائب امام ہی حالانکہ معصوم نہین ہی پس خطا اُسپر جائز ہی اب جو شیعہ اسکا جواب دین وہی ہمارا جواب ہوگا انتہی اسکا جواب یہ ہی کہ ہمنے پیشتر بھی کہا ہی کہ زمان غیبت کی خرابی اور خطا کا شیعون کی وبال اُنہین کے ذمہ ہی جو مقصرین ہین اور مانع ظہور امام زمان ہین جیسا کہ زمان مہاجرت پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ و آلہ مین جسقدر خرابیان دین مین اور خطائین اہل اسلام سے جو واقع ہوتی تھین انکا وبال کفار مکہ کی گردن پر تھا جو ہجرت کا حضرت کی باعث ہوے تھے خدا پر اسکا الزام نہین عائد ہو سکتا کیونکہ اُسنے رفع خطا پر امام معصوم کو نصب فرما کر بندون کو تمکین عطا فرمائی اور تاکید و تہدید اُسکے پہچاننے کے لیے فرمائی بقول نبی من لم یعرف امام زمانہ مات میتۃ جاہلیۃ اور شیعہ تو مجبور و معذور ہین علاوہ اسکے جو ہمسری اس جواب مین شاہ صاحب نے شیعون سے فرمائی ہی بھلا حضرات اہلسنت کی سنتون پر اور اصول پر انکے یہ جواب کیونکر راست آئیگا جو شاہ صاحب اُسے دینگے انتی تعجب یہ امر ہی کہ صاحب عقائد اور اسکے شارح نے نصب امام کے خلق پر واجب ہونے مین جو کہا ہی اسکا حاصل یہ ہی کہ ناچار ہی آدمیون کے لیے ایک امام کے ہونے سے کہ جسکے باعث سے تنفیذ احکام وغیرہ قائم ہو یہان تک کہ لکھا ہی کہ پھر اگر کوئی کہے کہ انتظام ریاست کے لیے کیون نہ اکتفا کیا ساتھ ایسے شخص کے جو صاحب شوکت ہو کہ ریاست عامہ رکھتا ہو اور امامت کے شرائط اسمین موجود ہون تو ہم کہینگے اگرچہ بعض نظام دنیا کے حاصل ہونگے لیکن دین کے امور مین خلل ضرور واقع ہوگا اور مقصود و اہم اور عمدہ عظمی دین کے امور ہین پھر اگر کہا جاے کہ مدت خلافت کی تو تیس برس ہی بس وہ زمانہ جو خلفاے راشدین کے بعد ہوا وہ تو خالی امام سے ہوگا اور جب یہ ہوا تو چاہیے کہ سب امت گنہگار ہو اور سب کا مرنا موافق حدیث مشہور من لم یعرف امام زمانہ میتۃ جاہلیۃ موت کفر پر ہو تو ہم کہینگے کہ مراد خلافت سے خلافت کاملہ ہی اور اگر تسلیم بھی کرین اسے تو مراد یہ ہوگی کہ دور خلافت گذر جائیگا نہ دور امامت بنا بر اس بات کے کہ امام اعم ہی لیکن یہ اصطلاح قوم مین نہین پائی گئی بلکہ شیعہ خلافت کو اعم جانتے ہین لیکن بعد خلفاے عباسیہ کے امر دشوار ہی مگر امام کو چاہیے کہ ظاہر ہو نہ مخفی اور نہ منتظر جیسا کہ شیعہ اعتقاد رکھتے ہین کیونکہ درصورت اختفا اغراض مطلوبہ ہاتھ سے جاتی رہتی ہین اور دشمنون سے خوف نہین چاہتا کہ کلیت پوشیدگی اختیار کرین اور نام کے سوا اسکے کچھ نہ معلوم ہو بلکہ انتہاے امر یہ ہی کہ دعوی امامت کو پوشیدہ کرین جیسا کہ امام غائب منتظر کے آباے طاہرین کرتے تھے کہ

سب مین ظاہر تھے اور امامت کا دعویٰ نہ کرتے تھے انتہی محصل کلامہ اب یہ بات ظاہر ہو کہ حاصل اس جواب کا
فاضل مذکور کے یہ ہے کہ خلافت کی تعمیم کی ہے خلافت کاملہ اور خلافت ناقصہ سے یا امامت کی تعمیم ہے امامت وخلافت سے
اور یہ کہ انقراض دور خلافت کا دور خلافت مطلقہ اور دور امامت کے انقراض کو نہین چاہتا بلکہ ہو سکتا ہے کہ ایسے خلیفہ کا
وجود جو ناقص الخلافت ہو یا ایسے امام کا وجود جو خلیفہ نہو ہر زمانے مین متحقق ہو اور اُسکی معرفت اُمت پر واجب ہو اور
اس کلام کا فساد قطع نظر اس سے کہ اصطلاح قوم سے مخالفت اُسکی ظاہر ہی ہر عاقل پر پوشیدہ نہین رہ سکتا
کیونکہ پہلے امامت مین ریاست عامہ دین و دنیا کی معتبر کی بلکہ انتظام امور دین کو عمدہ غرض امامت کی قرار دیا بعد اُسکے
ہر بادشاہ جابر کو اور حاکم قاہر کو جسے اقامت دین سے کچھ بہرہ نہو امام شمار کیا اور اُسکی معرفت کو واجب سمجھا
نہین معلوم ہوتا کہ ایسے رئیس کے پہچاننے سے جو شل یزید کے ہو نہ پہچاننا اُسکا اُسکے دین مین جو اُسے نہ پہچانتا ہو کیا
فساد پیدا کریگا کہ اُسکی موت موت کفر پر ہوگی جب وہ خود بیدین ہو تو اُسکے جاننے اور نہ جاننے سے دیندار کو کیا ضرر
عائد ہو سکتا ہے بلکہ ایسے شخص کو حاکم دین جاننا البتہ سبب دین کی بربادی کا ہوگا حاشا کبھی یہ بات لائق قبول
کرنے کے نہین ہے اور اگر ایسا ہی ہو تو امام و رئیس وقت کو سب پہچانتے ہین اُسکی معرفت کے واجب کرنے مین
کیا فائدہ ہے ہان واجب کرانا معرفت کا درست نہین آتا مگر خاص معرفت امام معصوم مین جو خدا کی طرف سے
منصوب ہو اور بے اسکے کہ حق تعالیٰ اُسے منصوب فرمائے اور اُسکے لیے اعلام فرمائے اُسکی معرفت میسر نہو سکے اور
اُسکی معرفت کا ثمرہ اتباع حق ہو اور حفاظت خطا سے اور محفوظی فساد قول و عمل سے ہو اور یہ بات بہت ظاہر ہے
کالنور علی شاہق الطور اور اگر چشم انصاف و حق بین نہو تو مجبوری ہے فقط مگر جبکہ امام زمانؑ ظاہر نہون تو اُنکی موجودگی اگرچہ
بطور غیبت ہو جیسا کہ اب اِسوقت ہے لیکن معرفت اُنکی اِسطرح کہ امام عصر وہ حضرت ہین جنھین حق تعالیٰ نے بمصالح
چشم ناظرین سے پوشیدہ فرمایا ہے اُن پہچاننے والے کو اس سے بالضرور باز رکھتی ہے کہ ہر کس و ناکس کی طرف
رجوع کرے اور مسلک گمرہی اور خطا کا سالک ہو جاے اور علاوہ اسکے جیسا آفتاب سے جو ابر کے اندر ہو پوشیدہ ہو
اور اُسکی روشنی سے سب خلق فائدہ اُٹھاتی ہے گو اُسے کوئی دیکھتا نہین اِسی طرح امام زمان جو موجود و غائب ہون اُنکی
برکات سے سب کو فائدہ پہونچتا ہے مگر جو چشم بصیرت اور اعتقاد حق رکھتے ہین وہ سمجھتے ہین اور اقرار کرتے ہین کہ یہ فائدے
اُنکی برکت وجود سے ہمین حاصل ہوے ہین اور جنکا یہ حال نہین ہے وہ اس سے انکار کرتے ہین اور اُسکا حال ویسا ہی ہے
کہ جیسا اہل حق ہر نعمت کو خدا کی طرف سے جانتے ہین اور ہر نعمت پر شکر الٰہی بجالاتے ہین اور منکرین اللہ کسی نعمت پہ
خدا کا شکر نہین کرتے اور کبھی یہ نہین سمجھتے کہ خدا کی طرف سے ہے اور اسکا تجربہ بخوبی شیعون کے حال کے دیکھنے سے
ہو سکتا ہے کہ اِس زمان غیبت مین بھی نہ وہ اور کسی کے ساتھ اعتقاد رکھتے ہین نہ کسی کو ولی کہتے ہین نہ کسی کی بات جو
مخالف اصول کے ہو اُسے سُنتے ہین اور حقیقۃً منافع جو اُنھین پہونچتے ہین اُنھین برکات وجود ذی جود صاحب العصر علیہ السلام سے جانتے ہین

اور اسی معرفت سے انکی موت موت کفر نہین ہی پس نفع وجود امام زمان سے باطنًا کوئی شخص محروم نہین رہ سکتا ہی
انتفاع نفع ظاہر کا امام سے پس اسکا سبب تو تقصیر خلق ہی والا غیبت کا ہے کو رہے اور جو مصنف کتاب مسطور نے
کہا ہی کہ انتہاے امر یہ تھا کہ دعویٰ امامت کو پوشیدہ کرتے جیسا کہ آباے امام غائب منتظر نے کیا تھا کہ سب مین
رہتے تھے الخ اسکے جواب مین یہ کہنا چاہیے کہ خدا و رسول سے شرم کی جگہ ہی کہ جب تک گیارہ امام جو پیشوایان
خلق ظاہر تھے اسوقت انکی کسنے اطاعت کی اور کون تھا کہ اسنے سوا شیعون کے گردن رکھی کہ اب کلام ظہور و غیبت
مین آنحضرت کے کیا جاتا ہی خدا نے حجت کو انہی سب طرح تمام کیا لیکن اہل دنیا ہمیشہ ائمہ اہلبیت علیہم السلام سے
روگردانی کرتے رہے اور اعراض روز بروز بڑھتا رہا اور عمرو زید کی اطاعت روٹی کھانے کو اور اہل جور اور دشمنان
آل کی مددگاری و نصرت کرتے رہے اور جور و جفا اہلبیت پر اسدرجہ کو پہونچا کہ نوبت غیبت و اختفا کی آئی اب
اپنا الزام امام عصر پر عائد کیا جاتا ہی کیا خوب بات ہی کہ اپنے مقام پر نہ خدا سے شرم نہ بندگان خدا سے جو جانتے والے ہین
حیا کرتے ہین اور امام کی غیبت سے انکار کرتے ہین حالانکہ ایک مصالح پوشیدگی سے امتحان و ابتلا بھی ہی کہ
اس حال مین دیکھنا چاہیے کہ خلق کیا کرتی ہی آیا اعتقاد سے دست بردار ہوتے ہین اسوقت مین یا بمفاد یومنون
بالغیب اور موافق حدیث صادق من لم یعرف امام زمانه میتة جاهلیة آنحضرت کے ساتھ ایمان و اعتقاد لاتے ہین
اور اسی جگہ سے ہی کہ جو شیعہ تفسیر کریمہ یومنون بالغیب مین مراد جناب امام مہدی منتظر کو لیتے ہین فخر رازی نے
اسکے جواب مین کہا ہی کہ مطلق کی تخصیص بدون دلیل کے باطل ہی فقط اور یہ جواب بھی واقع مین ایسا ہی کہ جس سے
شیعون کا قول ثابت ہوتا ہی کیونکہ صاف معنًا آنحضرت کے اس عموم مین داخل ہونے کی تسلیم ہی اور اسقدر
عاقل شخص کے لیے کافی ہی اور جنھون نے کہ تفسیر یومنون بالغیب کی امام منتظر علیہ السلام کے ساتھ کی اسکی وجہ ظاہر یہ ہوگی
کہ وہ جناب مدلول آیت کے فرد کامل ہین اور مطلق طرف فرد کامل کے پھرتا ہی اسمین کوئی مضائقہ نہین ہی اور
بیان کامل اسکا انشاءاللہ اپنے مقام پر ہوگا اور متعلق اس مقام کے جو شاہ صاحب نے کہا ہی اسکا محصل یہ ہی کہ شیعہ
کہتے ہین کہ امام شریعت کا حافظ ہی اگر اس سے خطا کا صادر ہونا جائز ہو تو پھر شریعت کا حفظ کیونکر کریگا اور پھر ہم
اسکے جواب مین کہتے ہین کہ ہم اس بات کو شیعون کی تسلیم نہین کرتے کہ امام حافظ شریعت ہی بلکہ امام مروج احکام
شرعیہ کا ہی اور اوامر و نواہی کا نفاذ کراتا ہی اور شریعت کا حفظ وابستہ وجود علما کے ساتھ ہی انتہی المحصل کلامہ اور جواب
اسکا ظاہر ہی کیونکہ امام دین و دنیا مین بہ سبب اسکے کہ پیغمبر خدا کا نائب ہی رئیس عام ہی تو حفظ شریعت یقینی اسکے
ساتھ متعلق ہوگی اور ہر زمانے مین امام علی الاطلاق بمفاد اس حدیث متفق علیہ کے جیسے ابن حجر نے روایت کی ہی کہ
پیغمبر خدا نے فرمایا فی کل خلف من امتی عدول من اهل بیتی الخ دین کا حافظ ہوتا ہی اور احکام کی ترویج اور امر و نہی کی
شرائع اسلام سے تنفیذ ہی کی نتائج و ثمرات سے ہی اور علماے حق بمفاد حدیث ثقلین مین کتاب اللہ کے متمسک و

خوشہ چین و مقتبس انوار ائمہ طاہرین کے ہین نہ خود حافظ مستقل اور کیونکر ہوسکتا ہی کہ علما علی الاطلاق حافظ دین ہون حالانکہ اُنپر خطا جائز ہو اور جسپر صدور خطا جائز ہو وہ شریعت کا حافظ کلیاً کسطرح ہوسکتا ہی پس جو اشکال کہ انتفاے عصمت مین امام سے لازم آتی تھی وہی حفاظت شریعت مین علما کے لازم آئیگی اور اُنکے اِس مطلب کے لیے استدلال کرنا قول خدا تعالی سے والربانیون والاحبار بما استحفظوا من کتاب اللہ وکانوا علیہ شہداء کوئی وجہ ظاہر مقبول طبع ہونہین رکھتا کیونکہ اُس آیت مین مراد استحفاظ سے یہ ہی کہ حق تعالی نے حکم فرمایا تھا اُنھین کہ کتاب خدا کی حفاظت کرین تضییع اور تحریف سے جیسا کہ فاضل بیضاوی نے اُسکی تصریح کی ہی اور استحفاظ کے مطلوب ہونے سے اُسکا متحقق ہونا لازم نہین کیونکہ جتنی شرعی تکلیفین ہین وہ مراد اور مطلوب خدا کی ہین کہ بندون سے وہ صادر ہون لیکن بہت کم ہی کہ کسی سے وہ عمل مین آئین پس ضرور ہی کہ ایک معصوم خطا سے ہو کہ وہ شریعت کا حفظ کرے والا انتظام شریعت مین خلل واقع ہوگا اور حلال و حرام کا امر فاسد ہوجائیگا پس ایسے احبار و رہبان کے واسطے جنھون نے حرام خدا کو حلال کیا اور کتب ہاے الہی مین تحریفات کی تحقیق حفظ شریعت کا ادعا کرنا بھی انصاف سے بعید ہی دیکھو قرآن مین کہ خداوند علیم صادق اُن احبار و رہبان کی شان مین فرماتا ہی واتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ اور فاضل بیضاوی نے اُسکی تفسیر مین کہا ہی کہ بان اطاعوھم فی تحریم ما احل اللہ وتحلیل ما حرم اللہ اور جب یہ ہوا تو اب استدلال وہ کیونکر صحیح ہوگا دوسرے یہ کہ استحفاظ جزئی ہر ایک سے ہوسکتا ہی ولیکن استحفاظ کلی معصوم کے سوا کس سے ہوسکتا ہی اور اِس جگہ تو محل کلام یہ معنی ہین نہ پہلے معنی اور یہ معنی آیہ کریمہ سے کہان مستفاد ہوتے ہین اور نہوے تو استدلال یقینی ناتمام ہوگی اور یسی طرح جو اُنھون نے استدلال آیت کونوا ربانیین بما کنتم تعلمون الکتاب وبما کنتم تدرسون سے کی ہی وہ بھی ناتمام ہی کیونکہ اِس سے یہ مستفاد ہوتا ہی کہ تعلیم و تدریس سے کتاب خدا کے تقرب خدا کی تحصیل اُنھون نے کی تھی لیکن حفظ جمیع احکام کا لازم نہین آتا پس استدلال تمام نہین ہی اور جو شاہ صاحب نے کہا ہی کہ چونکہ زمان غیبت امام مین شیعون کے نزدیک بھی حفظ شریعت کا ساتھ وجود علما کے ہی یسی طرح زمان غیبت امام مین بلکہ زمان حضور مین بھی اُنکے ہونا چاہیے فقط یہ بھی کلام مربوط نہین ہی کیونکہ مجتہد جامع الشرائط کے جو نیابت زمان غیبت امام مین ہی اُسے نیابت امام پر جو پیغمبر کے واسطے ہی قیاس کرنا نہین چاہیے کیونکہ امام رئیس عام ہی بسبب اِس نیابت کے اور مجتہد رئیس خاص ہی اور کلام ریاست عامہ مین ہی نہ خاصہ مین پھر کیونکر اِسکا قیاس اُسپر ہوسکیگا اور یقینی علما کا حفظ عام نہین ہوسکتا بلکہ خاص ہی اور مجملات کا بیان کرنا اور متشابہات کا حل کرنا اور شرائط و احکام کی تفصیل جسے پیغمبر نے امام پاس امانت سپرد فرمایا ہی امام کا کام ہی اور کوئی اُسے نہین کرسکتا زمان غیبت مین جسقدر احکام و آثار ائمہ معصومین علیہم السلام سے علما تک پہونچے ہین اُسکا حفظ کرنا عالم کے ساتھ تعلق رکھتا ہی اور اُسکا بھی حفظ کلی اُنسے متصور نہین ہی کیونکہ سہو و خطا بمنزلہ طبیعت ثانیہ کے انسان کے لیے ہی اور کسقدر احادیث و اخبار سوانح روزگار سے ضائع

ہوے ہین اور جسقدر کہ باقی ہین وہ کافی نہین ہو سکتے جملہ احکام کے لیے اور غیر معصوم علوم کے احاطہ پر متمکن نہین
ہو سکتا باین اسباب و موانع حفظ کرنا بطور عام نہین ہو سکتا اور جسقدر حفظ علما سے ممکن ہو وہ حفظ امام سے
بے نیاز نہین کر سکتا لیکن جب امام غائب ہون تو حاجت اِس حفظ خاص کی طرف بہت ہوتی ہو اِسی لیے بعض اخبار
مین وارد ہوا ہو کہ اگر زمان غیبت مین علما نہوتے تو سب گمراہ ہو جاتے کیونکہ جب آدمی قاصر و مقصر اطاعت ائمہ نقبا
مین ہوے اور بسبب اسکے امام زمان علیہ السلام حاضر و ناظر نہوے تو جو مقصر نہین ہین انکے لیے تو علما کا حفظ جزئی
بمقاد المیسور لایسقط بالمعسور جسقدر کہ ہو مستحسن ہوگا نہ جملہ احکام کا حفظ اور جو علامہ حلی علیہ الرحمہ کی طرف اِس قول کی
نسبت کرتے ہین بحوالہ نقل کشکول سے تو بر تقدیر تسلیم صحت نقل جب بھی وہ محمول اِسی حفظ جزئی پر ہوگا جو ہمنے کہا ہو
نہ حفظ پر جملہ احکام کے کیونکہ وہ غیر معصوم سے نہین ہو سکتا اور لفظ فترت جس معنی پر حضرات اہلسنت اپنے گمان مین
لکھتے ہین یعنی وہ زمانہ جسمین کوئی حجت خدا کی و پیغمبرون کے زمانے کے بیچ مین نہو یہ معتقد شیعہ کے خلاف ہو کیونکہ وہ ہر زمانے
مین زمین خدا کو حجت خدا سے خالی نہین جانتے چاہے وہ ظاہر و مشہور ہو یا غائب و مستور ہو پس موافق علماے
شیعہ کے فترت اُسی زمانے کا نام ہوگا جو زمانہ فتنہ و غیبت امام کا ہوگا اور جو شاہ صاحب نے کہا ہو کہ مسلمنا لکن
امام حافظ شریعت کا کتاب و سنت و اجماع کی راہ سے ہوگا نہ بالذات اپنے نفس کی راہ سے اور ان تینون چیزون
مین خطا نہین جائز ہو فقط یہ قول بھی دیکھنے کے قابل ہو کیونکہ کتاب و سنت تو عین شریعت ہو نہ حافظ شریعت اور اگرچہ
کتاب و سنت احکام شریعت پر محتوی ہین بلکہ کوئی تر و خشک بمفاد کریمہ لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین نہین ہو کہ
کتاب خدا اور سنت سید الانبیا مین نہو لیکن اسکا علم عام نہین ہو کہ ہر امام جان لے بلکہ وہ مخصوص ہو اُسی امام کے ساتھ
جو مورد کریمہ و من کل عندہ علم الکتاب کا ہو اور جو مصداق ہو علمنی رسول اللہ الف باب یفتح من کل باب منہا الف الف باب کا ہو
یا جسے اُسنے اِس علم کو بحکم خدا سپرد فرمایا ہو اور حفظ اِس علم کا تحریف و تصحیف و تغیر و تبدیل سے اور اُس تاویل سے جو
غیر معنی مراد سے ہو اور مخالط ہو جانے سے صحیح کے سقیم کے ساتھ اور مختلط ہونے سے موضوع کے مقطوع بہ کے ساتھ
منصب امام کا ہو نہ دوسرے شخص کا اور ہر مسئلہ مین اجماع کا میسر ہونا کہان ہو سکتا ہو اور کس کے اختیار مین ہو کہ
اجماع کو پیدا کر لے اور اُسکے واسطے سے شریعت کا حفظ کرے علاوہ اِسکے جو اجماع کہ شیعون کے نزدیک مقبول ہو وہ
بدون وجود معصوم ہو نہین سکتا اور جو اجماع کہ حضرات اہلسنت کا مقصود ہو وہ شیعون کے نزدیک باطل ہو اور
عنقریب انشاء اللہ اسکی حقیقت واضح ہوگی ساتھ اِسکے اگر انکا اجماع حق کے ساتھ کاشف ہو اور خطا سے بچانے والا ہو
تو لازم آتا ہو کہ یزید پلید بھی خلیفہ برحق ہو کیونکہ بہ نسبت خلفاے اربعہ کے یزید کے ساتھ بیعت کرنے پر اتفاق آدمیون کا
بلا شبہ اتم و اکمل ہوا تھا حالانکہ انکی بد اعمالی اِس مرتبہ کو پہونچی ہو کہ اکثر علما حضرات اہلسنت سے بھی اُس سے بیزار ہین
پھر اِس صورت مین خطا کا واقع ہونا اجماع مین جو یزید کے ساتھ بیعت کرنے مین ہوا محل انکار نہین ہو سکتا اور

شاہ صاحب

شاہ صاحب نے کہا ہی کہ جو کچھ ان تینون امرون کے سوا ہی وہ مجتہدات سے ہی صلب شریعت مین داخل نہین ہی فقط لیکن واضح ہو کہ ایسے اجتہادات جنھین حضرات اہلسنت عمل مین لاتے ہین اُس سے ہمیشہ شیعہ اعراض و انکار کرتے ہین اور کبھی مقبول نہین کرتے چنانچہ منہاج الکرامہ مین علامہ حلّی علیہ الرحمہ سے منقول ہی کہ شیعہ ائمہ علیہم السلام کو مثل پیغمبرون کے گناہ و خطا سے محفوظ و مبرا جانتے ہین اور احکام فروعیہ کو ائمہ معصومین علیہم السلام سے لیتے ہین اور انھون نے اپنے جد بزرگوار سے اخذ کیا ہی اور آنحضرت نے خداوند جلیل سے بذریعہ وحی جبرئیل اخذ فرمایا ہی اور ہر طبقہ مین علما نے حفظ مین روایات حضرات ائمہ علیہم السلام کے بواسطہ ثقات رواۃ کے کیا کیا کوششین کی ہین اور کبھی راے اور اجتہاد کی طرف علما التفات نہین کرتے اور قیاس و استحسان پر عمل کرنا حرام جانتے ہین انتہی محصل کلامہ پس واقع مین یہ ہی کہ یہ مجتہدات یقینی اصل شریعت مین داخل نہین بلکہ شیعہ اُسے بدعت مین داخل جانتے ہین اور شاہ صاحب نے کہا ہی کہ مسلّمنا لیکن یہ شبہہ اُس مجتہد سے منقوض ہوتا ہی کہ وہ بھی زمان غیبت مین حافظ ہو پھر چاہیے کہ وہ معصوم ہو اور وہ باجماع باطل ہی فقط اور اسکا جواب یہ ہی کہ خداوند عالم کے ذمہ مین واجب ہی کہ امام کو منصوب فرماوے اور اپنے بندون کے لیے تمکین فرماے کہ وہ ان احکام کو جو خطا و اوہام سے خالی ہین لے سکین اور کسی وقت حق تعالیٰ زمین کو اپنی حجت سے خالی نہین رکھتا خواہ اُسکی اطاعت کرین اور اُس سے فیضیاب ہون یا نافرمانی اُسکی کرین اور مقصر اور محروم فیض امام سے ہوکر رہین اور ایسے حال مین بمفاد المیسور لا یسقط بالمعسور جسقدر کہ علما کی سعی سے احکام شرع نصوص نبی اور اخبار ائمہ اطہار اور ادلّہ شرعیہ سے مستنبط ہو سکتے ہین وہ معتبر ہونگے نہ بدون اُسکے پس یہ قیاس قیاس مع الفارق ہوگا اور کیونکر ہو سکتا ہی کہ حفظ جزئی کا قیاس حفظ کلّی پر شیرا لطئہن کیا جاے ساتھ اِس بات کے کہ مقیس علیہ بہت قوی ہی اور اُسکا درجہ بہت بلند ہی اور مقیس ایک فرع اور شاخ ہی اُسکی شاخون سے اور ایک شعبہ ہی اُسکے شعبہ ہاے کثیرہ سے اور بعد اسکے شاہ صاحب نے جو کہا ہی اُسکا محصل یہ ہی کہ ان تینون شبہون کے ساتھ معارضہ بھی کیا ہی اِسطرح کہ اگر امام معصوم کا ہونا خطا سے امن کے لیے ضرور ہوتا تو چاہیے کہ ہر اقلیم مین بلکہ ہر شہر مین ایسے شخص کا ہونا ضرور ہوتا کیونکہ ایک شخص معصوم کا ہونا تمام دنیا مین خطا سے امن کا مستلزم نہین ہو سکتا کیونکہ مکلفین مشارق و مغارب مین پراگندہ ہین اور ہر ایک اپنی حاجتون مین گرفتار ہی سب کا امام پاس حاضر ہونا محالات عادت سے ہی اور اگر امام ہر شہر مین ایک نائب اپنی طرف سے نصب کرے تو چونکہ عصمت کا حکم مفقود ہی تو خطا کا صادر ہونا اُس نائب پر جائز ہوگا اور بسبب بُعد مسافت کے امام اُس خطا پر مطلع نہو سکے گا خصوصًا حوادث یومیہ اور وقائع غیر قار مین کہ جب تک خطا کا تدارک کیا جائیگا جو کام کہ ہوتا ہی وہ ہو جائیگا خصوصًا غیبت کبریٰ مین اور برتقدیریکہ مطلع بھی ہو تو اُس خطا پر تنبیہ نہین کر سکتا مگر کسی پیغامبر کے ذریعہ سے یا خط کے وسیلے سے اور پیغامبر کے لیے عصمت لازم

نہین پس وہ خطا سے مامون نہوگا اور خطوط مین جعل و تلبیس بہت جاری ہی اور خطا کا احتمال موجود ہی اور ساتھ اسکے
نائب کے لیے مراد امام کا عبارت سے خط کے یا عبارت پیغامبر سے سمجھنا جب تک کہ جو قواعد راے اور
قیاس کے ہین انھین عمل مین نہ لاے ممکن نہین ہوسکتا اور یہ سب خطا کا مظنہ ہی اور جب ایسا ہوا تو خطا سے امن
کسی طرح حاصل نہین ہوسکتا مگر جبکہ ہر مقام پر معمورات مین سے ایک ایک معصوم نہ منصوب ہو فقط انتہی محصل
کلامہ اور حقیقت یہ ہی کہ اس کلام مین بھی جاے تشخن کئی وجہ سے ہی پہلی یہ کہ امام کا بسبب بعد مسافت کے اپنے
نائب خاص کی خطا پر نہ مطلع ہونا موافق شیعون کے اصول کے درست نہین آتا کیونکہ شیعہ اپنے ائمہ کو ماکان
ومایکون کا عالم جانتے ہین اگرچہ بعض معانی کی راہ سے ہو اور حدیث سلونی قبل ان تفقدونی اور سلونی
عما دون العرش الخ کہ متفق علیہ فریقین ہی اسپر شاہد ہی دوسری یہ کہ موافق اصول حضرات اہلسنت کے بھی ائمہ
علیہم السلام کا مغیبات پر مطلع ہونا مقام انکار و استعجاب کا نہین ہی جیسا بعض علما نے کہا ہی کہ ہرگاہ صوفیہ کو جو
اسکا ادعا کرتے ہین کہ ہم امیر المومنین کے تابعین سے ہین بعد مسافت مطلع ہونے سے مانع نہین ہوتا جیسا کہ
انکی حکائتین مثل انکے خواص و عوام کی زبان پر مشہور اور انکی کتابون مین مثل تذکرۃ الاولیا اور نفحات اور مرات الاسرار
وغیرہ مین مسطور ہین اور وہ اسکی گواہی دیتے ہین پھر امام کو بعد مسافت کیونکر مانع ہوگا اس امر سے کہ وہ اپنے اتباع کے
احوال سے آگاہ ہوتا رہے علاوہ اسکے جو حکائتین علماے متاخرین کی جنھون نے بذریعہ تصفیہ نفس اطلاع مغیبات بہم
حاصل کی مشہور ہین اور اس سے کوئی انکار نہین کرتا پھر کیونکہ ہوسکتا ہی کہ امام معصوم عالم ماکان ومایکون جو خدا
کی طرف سے منصوب حفظ شریعت کے واسطے ہو وہ اپنے اتباع کے ان احوال سے جنھین حفظ شریعت مین
دخل ہی مطلع نہو اور اسکے لیے بعد مسافت مانع ہو اپنے حال علم کو امام منصوب من اللہ کے علم پر قیاس کرنا نہین چاہیے
بلکہ التقصیر یہی ہی کہ انھین مثل اپنے جانین اور جو انھون نے فرمایا ہی کہ امام اس نائب کی خطا پر تنبیہ نہ کرسکے گا مگر بھیجنے سے
کسی رسول کے یا کتابت کے الخ یہ حصر نہین معلوم ہوتا کہ عقلی ہی یا استقرائی بالجملہ عقلی نہونا اسکا تو یقینی ہی کیونکہ
تعریف حصر عقلی کی اسپر صادق نہین آسکتی اب رہا استقرائی پس اسکا انتفا بھی ظاہر ہی کیونکہ تنبیہ خطا اسی مین منحصر
نہین ہی کہ پیغامبر یا کتاب ہی پہونچے بلکہ اسطرح بھی ہوتی ہی کہ پہلے کو معزول کرے اور دوسرے کو منصوب کرے
اور جب یہ فرد بھی تنبیہ کی ہوئی تو استقرا اب وہ کہان صحیح ہوگا اور جو کہا ہی کہ خطوط مین جعل و تلبیس جاری ہی اور
احتمال خطا موجود ہی فقط اسکی بنا پر تو یہ لازم آتا ہی کہ پیغمبر خدا کے نامے جو کسری و قیصر کے واسطے لکھے گئے تھے وہ
اتمام حجت نہون اور قیامت کے دن جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ اس ہدایت و اتمام حجت پر ملزم ہون اور
اگر یہ اعتقاد کیا جاے تو پناہ بخدا تیسری یہ کہ نقض واقع مین یا مبتنی اسپر ہی کہ شیعون کا مطلب نہین سمجھے یا تجاہل
کرتے ہین اس سے جو بیان مقصود ہی کیونکہ خطا کی افراد سب یکسان نہین ہین اور اگر ہر خطا کا رفع کرنا لازم ہو تو ہر مقام پر

پر

ایک معصوم کے منصوب فرمانے سے بھی یہ برطرف نہوگا سوا اسلئے کہ سب کو حق تعالیٰ عصمت عطا فرمائے خواہ وہ لائق فیضان عصمت ہون یا نہون و ہمنے قبل اسکے اشارہ کردیا ہے کہ خطا کی دو قسمین ہین مخدور ہے اور غیر مخدور ہے اور حق تعالیٰ پر خطاے مخدور کا رفع فرمانا واجب ہے نہ خطاے غیر مخدور کا اور اس کلام مفصل کو ہمارے موئد ہوتا ہے کلام صدق نظام نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ رفع القلم عن الناسی وعن الصبی حتی یدرک حتی یبلغ وعن المجنون حتی یفیق اور ایسا ہی حال ہے اس خطا کا جو پیغمبرؐ کے زمانے مین یا امام منصوب من اللہ کے عہد مین بے اسکے کہ خاطی تقصیر کرے واقع ہو پس خدا پر ضرور ہے کہ امام کو نصب فرمائے اور احکام کے جاننے اور سیکھنے کے واسطے اپنے بندون کے تمکین فرمائے اور انھین انکی خطا پر تنبیہ فرمائے اور آگاہ کرے اول ہمورسے جو انکے تنہا عقل و فہم کے ذریعہ سے نہین معلوم ہو سکتے اور چونکہ حق تعالیٰ نے انسان کی خلقت کو بسبب مجتمع ہونے اسمین قوتہاے شہوانیہ کے ایسا پیدا فرمایا ہے جس سے ملائکہ نے یہ ایراد پیر وارد کیا تھا دیسفکون دما ئھم ونحن نسبح بحمدک ونقدس لک لیکن بحسب مصالح پوشیدہ و ظاہر انھین مصداق انی اعلم ما لا تعلمون کا فرمایا بالجملہ مطلق خطا کا رفع ہونا انسان سے من حیث ہو انسان مستحیل عادی تھا اور انکی آزمائش اور امتحان منظور نظر تھی پس بقدر امکان موافق مقتضاے نظام کے ساتھ اعلام احکام کے انھین میدان امتحان مین لایا اور دین کی ہدایت کرنے والون کو بھیجا اگر انکی اصلاح حال مین کوشش فرمائی تاکہ جو ہلاک ہو وہ بعد حجت کے تمام کرنے کے ہلاک ہوا اور جو زندہ رہے وہ بھی حجت کے ساتھ زندہ رہے اور کسی کو کچھ کہنے کی جگہ نہ رہے پھر اس صورت مین اگر ہر قسم کی خطا جائز ہوتی تو حاجت پیغمبرون کے مبعوث فرمانے کی کیا ہوتی اور اگر ہر قسم کی خطا مخدور ہوتی تو سب بندے ہلاک ہوجاتے اور جب یہ ہوا تو جو خطا کہ پیغمبر خدا کے زمانے مین اسکا رفع مطلوب تھا وہی خطا ائمہ ہادی علیہم السلام کے بھی زمانے مین لائق رفع ہے اور جیسا کہ پیغمبرون کے زمانے مین بھی ہر قطر اور ہر مقام پر نبی معصوم خداے قیوم کی طرف سے موجود نہ تھے اسی طرح ائمہ کے بھی زمانے مین ہر جگہ ضرورت امام معصوم کے موجود ہونے کی نہین ہے بلکہ جب حق تعالیٰ علم ہدایت کو اپنے ایک مقام پر نصب فرما چکا تو اب خلق پر ضرور ہے کہ امام کی طرف بمفاد فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون اور موافق اطلبوا العلم ولو بالصین رجوع کرین اور حاضر ہوکر علم احکام حاصل کرین اور اکثر اثناے تحصیل مین یا بعد حاصل کرنے فراغت وسع کی تحصیل علوم دین مین کتاب اللہ اور آثار انبیا اور ائمہ معصومین کی کوئی خطا واقع ہو جاے تو وہ خطا بمفاد وما حجب اللہ عن العباد فهو موضوع عنهم معفی اور مرفوع القلم ہوگی اور زمان غیبت معصوم مین چونکہ سبب غیبت و پوشیدگی کا مقصرین ہین تو جو مقصر نہین ہین انکا معذور ہونا تو بہت ظاہر ہے اور ایسے وقت مین انسے خطا کا جائز ہونا اسکا باعث نہین ہوسکتا کہ مطلق خطا کی تجویز کی جاے اور بندون کی مصلحتون کا اور انکی حکمتون کا مہمل چھوڑنا اور انکو جہل و خطا پر رکھنے مین

اصرار کرنا ہرگز خدائے حکیم پر جائز اور ممکن نہین ہی بلکہ اُسنے اپنے بندون کو خلق فرمایا ہی اسطرح کہ وہ محتمل امر و نہی کے ہین اور اُنھین مہمل نہین چھوڑا تکلیف اُنھین اختیاری دی ہی اور نہی اُنھین بذریعہ تخویف و تحذیر کے فرمائی ہی پھر جب حق تعالی نے انسان کو مکلف فرمایا تو احکام کا بتانا بھی اُسی پر لازم ہوگا اور اُنکا جہالت پر قائم رکھنا اُسنے جائز نہین رکھا اور کسی زمانے کو اُسنے اپنی حجت سے خالی نہین چھوڑا اور ہمیشہ دفع فرمانے مین جہالت و بغاوت کے بندون سے اُسنے کوشش فرمائی فتدبر چھٹی وجہ آیت وافی ہدایہ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم ہی امامیہ سب یہ کہتے ہین کہ اولی الامر سے مراد ائمہ معصومین علیہم السلام ہین اور یہ آیہ انکی عصمت پر دلالت کرتا ہی کیونکہ حق تعالی نے انکی اطاعت کے واسطے مطلقاً یقینی حکم فرمایا ہی اور وہ اُنھین کی نسبت درست آتا ہی جو گناہ و خطا سے مثل خدا کے اور رسول خدا کے محفوظ ہون کتاب علل مین ہی لا طاعۃ لمن عصی اللہ انما الطاعۃ للہ و لرسولہ و الولاۃ انما امر اللہ بطاعۃ الرسول لانہ معصوم مطہر لا یامر بمعصیۃ و انما امر بطاعۃ اولی الامر لانہم معصومون مطہرون لا یامرون بمعصیۃ اور تفسیر صافی مین حضرت صادق سے منقول ہی کہ آنحضرت نے فرمایا کہ یہ آیہ علی ابن ابیطالب و حسنین علیہم السلام کی شان مین نازل ہوا حاضرین صحبت نے عرض کیا کہ اہل خلاف کہتے ہین کہ اگر ایسا ہوتا تو کیا وجہ تھی کہ حضرات اہلبیت کے نام اُسمین مندرج بتصریح نہوئے حضرت نے فرمایا کہ اُنسے کہو کہ قرآن مین نماز کا حکم نازل ہی لیکن تین رکعت اور چار رکعت کی تصریح کیون نہ واقع ہوئی یہان تک کہ پیغمبر خدا نے اُسکی تفسیر فرمائی اسی طرح زکوۃ کا حکم نازل ہوا اور یہ نہ فرمایا کہ ہر چالیس درم سے ایک درم دیوین یہان تک کہ پیغمبر خدا نے اُسکی تفسیر فرمائی اسی طرح حج کے بارے مین بھی ہوا اور اسی طرح آیہ اولی الامر نازل ہوا پس رسول خدا نے اُسے ظاہر فرمایا علی ابن ابیطالب کے بارے مین اپنے ارشاد صدق بنیاد من کنت مولاہ فعلی مولاہ الخ لیکن بڑے تعجب کی بات ہی کہ امام رازی سا فاضل باوجود اسکے کہ یہ اعتراف کیا کہ یہ آیہ اولی الامر کی عصمت پر دلالت کرتا ہی لیکن بعد اسکے پھر اسکو اجماع کی حجت ہونے پر دلیل لائے اور اولی الامر سے اجماع یعنی اہل حل اور عقد کو مراد لیا جیسا کہ اوپر بھی اسکا اشارہ ہوچکا ہی اور اب پھر مقولہ رازی کا محصل لکھتا ہون کہ اُنھون نے کہا ہی کہ دلیل اس مطلب پر وہ ہی کہ حق تعالی نے اولی الامر کی طاعہ کو برسبیل جزم و قطع حکم فرمایا اور ناچاری ہی اس سے کہ مراد اولی الامر سے وہ ہی جو خطا سے معصوم ہو والا بر تقدیر اُنکی خطا پر اقدام کرنیکے لازم آئیگا کہ حق تعالی نے اُس خطا کی متابعت کے واسطے امر فرمایا ہو اور خطا منہی عنہ ہی پس چاہیے کہ امر و نہی فعل واحد مین جمع ہوا اور وہ محال ہی پس آیہ سے ثابت ہوا کہ اولی الامر واجب الطاعت ہی اور جبکہ مطاع اور واجب الاتباع ہوا تو یقینی معصوم ہوگا پس ضرور ہی کہ آیہ مین اولی الامر سے جو معصوم ہین وہی مراد ہون اور جب اسقدر تمہید ہوچکی تو کہتا ہون مین کہ یہ معصوم مجموع امت ہی یا بعض امت جائز نہین ہی کہ بعض امت سے معصوم ہو کیونکہ طاعت کا واجب ہونا متحقق نہین ہوتا مگر بعد اسکے کہ مطاع کو پہچانین اور اس تک پہونچنا اور اُس سے استفادہ علم کا ممکن ہو یعنی نعلم بالضرورۃ انا

فی زماننا ھذا عاجزون عن استفادۃ الدین والعلم منہم اور جب یہ نہوا تو اولی الامر سے مراد نہوگا مگر اہل حل وعقد
انتہی محصل کلامہ اور صاحب بصارت پر پوشیدہ نہوگا کہ یہ تفسیر بھی عجب شگرف ہے کہ مطلقًا الفاظ آیت سے جسے
ربط نہیں ہے اسی لیے بعض علماے شیعہ نے کہا ہے کہ امام رازی نے اپنی تفسیر میں یہان تک تو حق کہا کہ آیت عصمت پر
اور عدم جواز خطا پر اولی الامر کی دلالت کرتا ہے لیکن بعد اسکے جو دیکھا انھوں نے کہ اس اعتراف سے امامت خلفا کی
باطل ہو جائیگی اسلیے بعد اسکے برعایت حمایت مذہب کہا کہ مراد اولی الامر سے معصوم اجماع ہے اور اس تاویل کا
رکیک ہونا بہت ظاہر ہے کیونکہ اولی الامر سے اجماع کا مراد لینا ایسا ہے جیسا آسمان کہیں اور ریسمان اس سے مراد
لین اور یہ بات ذوق سلیم پر محاورہ کی راہ سے ظاہر ہے محتاج بیان نہیں ہے علاوہ اسکے اولی الامر سے اجماع کا مراد
لینا یہ مضمون بھی نیا ہے جسے فریقین کے مفسرین میں سے کسی نے نہیں کہا پس یہ ارادہ خود خلاف اجماع ہوا اور اسی
جہت سے خود مفسر مذکور نے ان تمہیدوں کے بعد خود اپنے اوپر ایراد کیا ہے کہ جو تو نے مراد لی ہے وہ خلاف اجماع ہے
بسبب اسکے کہ مفسرین کے اقوال چند چیزوں میں منحصر ہیں ایک یہ کہ خلفاے راشدین مراد ہوں دوسرے یہ کہ اس سے مراد امرا اور
بادشاہان دنیا عمومًا ہوں تیسرے یہ کہ علما اور مفتیان شرع متین مراد ہوں چوتھے یہ کہ ائمہ معصومین علیہم السلام مراد ہوں جیساکہ رافضی
کہتے ہیں اور تیرا قول سب سے خارج ہے پس بسبب مخالفت اجماع کے چاہیے کہ باطل ہو بعد اسکے کہا ہے کہ قول میرا تیسرے
قول سے باہر نہیں ہے کیونکہ ہر زمانے میں اہل حل وعقد اس زمانے کے علما ہوا کرتے ہیں پس باطل نہوگا فقط اور
حقیقت یہ ہے کہ یہ خود جواب بھی اچھا نہیں دیا کیونکہ اولی الامر سے علما کا ارادہ کرنا یہ تفسیر جداگانہ ہے اور اجماع اہل حل وعقد کو اولی الامر سے
مراد لینا یہ دوسری تفسیر ہے کیونکہ پہلے میں انکا اتفاق شرط نہیں ہے اور دوسرے میں شرط ہے پس اس صورت میں
اجماع کو مراد لینا اقوال اہل حل وعقد سے خارج اور یہ تفسیر اپنی راے سے ہوگی جسپر کوئی دلیل وشاہد نہیں ہے اور
جب یہ ہوا تو جو رنگسازی اپنی تمہید میں ہوئی تھی وہ بیکار ہوگی اور شکر خدا کا مقام یہ ہے کہ جو مقدمہ کہ تمہید میں اپنی
امام رازی نے ذکر کیا ہے کہ وہ انکا اعتراف وتصدیق ہے اور شیعوں کا بھی مسلم ہے یعنی اولی الامر کا معصوم ہونا اس سے
خود جملہ اقوال حضرات اہلسنت کو اپنے قول کے سوا باطل کیا کیونکہ نہ خلفاے ثلثہ معصوم تھے نہ امرا معصوم نہ علما
اور اہل فتا معصوم تھے اب اتفاق فریقین ہو گیا وھو نعم الوفاق باقی رہا ارادہ کرنا ارباب حل وعقد کا اولی الامر سے
جو خود امام رازی کا قول ہے تو وہ بھی سب اپنی ذات میں بالاتفاق معصوم نہیں ہیں والا ہر ایک کا قول انمین سے
حجت ہوتا اور حالانکہ یہ احتمال باطل ہے پھر اس صورت میں انکی اطاعت اسی حال میں ضرور ہوگی جبکہ وہ سب
ایک قول پر اجماع کریں نہ اس حال میں کہ جب جدا ہوں والا مجتمع ہونا اراء متنافیہ کا لازم آئیگا اور وہ محال ہے
اور یہ بات کہ حال اجماع میں اطاعت کی جاے اور حال افتراق میں اطاعت نہ کی جاے یہ منافی ہے کیونکہ آیہ بہت مطلق ہے
کوئی قید نہیں ہے اور جب سب امت مطاع نہوئی تو اب مراد نہوگا اتباع سے مگر بعض امت کا اتباع بلکہ اہل حل

وعقد بھی تو بعض امت ہین اور انکی تبعیت بھی بحال اجتماع مفید ہی پھر اطلاق کہان ہو سکتا ہی بلکہ واقع مین آیہ کا
اطلاق اسی صورت مین درست آتا ہی جبکہ ائمہ معصومین علیہم السلام کو مراد آیہ سمجھے جائین اور جو اس احتمال صحیح کے ابطال مین
انھون نے کہا ہی کہ اس صورت مین انکی طاعت مشروط انکی معرفت کے ساتھ ہوگی اور مشروط ہوگی ساتھ قدرت کے
اور پہونچنے کے ان تک والا تکلیف مالا یطاق ہوگی اور حالانکہ ظاہر آیت کا اطلاق چاہتا ہی یہ بھی عجیب و غریب
مضمون ہی کیونکہ جو انھون نے اطلاق آیت کا اقرار کیا ہی وہ انکے قول سے منافی ہی کیونکہ وہ اتباع اہل حل وعقد کا
جبکہ وہ مجتمع ہون لازم اور واجب جانتے ہین نہ ہر حال مین اور یہ تقیید منافی اطلاق کو بالضرور ہی لیکن اگر کوئی اس جگہ
یہ کہے کہ اولی الامر مین لفظ اولی جمع ہی اور مضاف ہی طرف امر کے اور اضافت جمع کی عموم و استغراق کے واسطے
مفید ہوتی ہی پھر اجتماع تو مفہوم لفظ مین داخل ہی قید خارجی نہین ہی تو ہم اسکے جواب مین کہینگے کہ اس بیان کی انتہا
یہ ہی کہ مراد مجموع اولی الامر کا ہو لیکن مجموع اہل حل وعقد پر اولی الامر کا مجموع صادق آتا ہو اگرچہ وہ افتراق و اختلاف کرتے
حکم مین اور جب یہ ہوا تو قید اجتماع کے حکم مین نص سے خارج ہوگی اور اسکے مضاف ہونے پر دلیل قائم نہین ہی پس
آیت کے اطلاق کی تخصیص بمقابل اسکے جو انھون نے کہا ہی جائز ہوگی بلکہ تخصیص کہ انکے قول پر لازم آتی ہی وہ زیادہ تر
اس تخصیص سے افحش ہوگی جیسے امامیہ کے قول پر انھون نے اس بیان سے لازم کرنا چاہا ہی کیونکہ اجماع ہر حکم مین معدود
اور قلیل ہی اور جو امام رازی نے معرفت اور قدرت وصول کا اشتراط کیا ہی پھر یہ تو ایسی بات ہی کہ ہر قول مین درکار ہی
اور ہر حکم کے لوازمات سے ہی کہ حکم کو پہچانین موضوع حکم کو جانین اور تبعیت اہل حل وعقد کی بھی تو بدون انکے پہچانے
اور انکی باتون کے جاننے کے نہین ہو سکتی بلکہ مجموع کا پہچاننا اور سب کے قول کا جاننا تو بہت دشوار ہی بخلاف
بعض افراد کے اور وہ کون شخص ہی جو تمام اہل حل وعقد کو پہچانتا ہی اور ہر ایک کو انھین سے پہچنوا سکتا ہو اور وہ کسقدر تمام
عالم مین منتشر ہین اور ہر ایک پاس انکی تحقیق حال و حکم کو جانا کیسا دشوار ہی پھر ان شروط کو پایہ اعتبار سے ساقط کرنا
انھین کے پاؤن مین تیشہ مارنا ہی اور اگر بعض مسائل مین اطلاع حاصل ہو جاے تو جملہ مسائل مین تو کسی طرح اطلاع حاصل
نہین ہو سکتی علاوہ اسکے اہل حل وعقد کے مجموع سے کیا مراد ہی جمیع ازمنہ کے اہل حل وعقد کا مجموع یا ہر زمانے کے
اہل حل وعقد کا مجموع مراد ہی بر تقدیر اول حال سابقین ولاحقین پر اطلاع کے حاصل ہونے کا امتناع بدیہی ہی
اور جب یہ ہوا تو انکی متابعت بھی ممتنع ہوگی اور بر تقدیر ثانی تخصیص زمانے کے ساتھ یہی لازم آیگی باوجود اسکے
کہ لفظ عام ہی پس وہ بھی اطلاق آیت کی تخصیص ہوگی اور چونکہ اجماع سابقین کا لاحقین پر حجت ہی پھر تخصیص متابعت
کی ہر زمانے والون کی اپنے زمانے کی اولی الامر کے ساتھ بیجا ہوگی اور جو انھون نے کہا ہی کہ ایک اطاعت ہی جو پیغمبر اور
اولی الامر کی طرف اسکا استناد ہوا ہی فقط پیغمبر کی بہ نسبت اسکا اطلاق اور غیر پیغمبر کی بہ نسبت اسکا اشتراط ممتنع ہوگا کیونکہ
جب ایک لفظ ہوا تو ایک لفظ مطلق بھی ہو اور وہی مشروط بھی ہو یہ نہین ہو سکتا یہ بہت امر غریب ہی اور کیا پیغمبر کا پہچاننا

اور اُن تک پہونچنا شرط نہین ہی کہ آیت کو اُنکی نسبت مطلق قرار دیتے ہین اور معصوم کے پہچانتے ہین اُسے شرط
جانتے ہین حقیقت یہ ہی کہ ایسی بات کا ایسے شخص سے صادر ہونا بہت بعید ہی اگر کوئی شخص اِس مقام پر کہے کہ
پیغمبر کا پہچاننا بسبب اُنکی نشانیون اور دلالتون کے بمنزلہ بدیہیات کے ہی جو محتاج فکر و نظر کی نہین ہی تو ہم
جواب دینگے کہ یہی حال ائمہ معصومین علیہم السلام کا ہی پس اگر جسطرح کفار آفتاب رسالت کو نہ پہچانتے تھے اُسی طرح
طبقۂ اسلام سے بھی جو مقصرین اور منکرین عصمت ہین وہ بدر امامت کو کہ ہر زمانے مین بمفاد من لم یعرف امام زمانہ
مات میتۃ جاھلیۃ موجود ہی نہ پہچانین اور محروم رہین تو بنیان مرصوص امامت مین اُس سے کیا فساد راہ پا سکتا ہی
اور جو امام رازی نے کہا ہی کہ لفظ اولی الامر جمع ہی اور شیعون کے نزدیک ہر زمانے مین ایک سے زیادہ عدد
امام کا نہین ہوتا پھر مفرد پر جمع کا حمل کرنا خلاف ظاہر ہوگا جواب اُسکا یہ ہی کہ یہ اطلاق بہت شائع ہی اور قرآن مین
موجود ہی حق تعالیٰ فرماتا ہی ان ابراھیم کان امۃ قانتا اور سوا اسکے نظائر اُسکے بہت ہین لیکن چونکہ اطیعو کا خطاب اِس جگہ
طرف کافۂ انام کے تا روز قیامت ہی اور وہ سب مامور و مکلف اتباع جملہ ائمہ علیہم السلام کے ہین پس بلا تکلف
جمع کے معنی مراد ہونگے اور جمع کے صیغہ مین کچھ مشکل نہین ہی اور امام رازی نے کہا ہی کہ حق تعالیٰ نے قرآن مین بعد
اُسکے فرمایا ہی کہ فان تنازعتم فی شئ فردوہ الی اللہ والی الرسول پس اگر اولی الامر سے مراد امام ہوتی جیسا کہ شیعہ
کہتے ہین تو چاہیے کہ اِس آیت مین فردوہ الی الامام بھی ہوتا اور جب یہان ایسا نہوا تو معلوم ہوا کہ جو شیعہ اولی الامر سے
امام معصوم مراد لیتے ہین وہ صحیح نہین ہی فقط اور اُسکا جواب یہ ہی کہ پہلے ہم یہ نہین تسلیم کرتے کہ اِس آیت مین اولی الامر کا
ذکر نہ تھا بلکہ بموجب روایات اہلبیت علیہم السلام کے یہ معلوم ہوتا ہی کہ اِس مقام پر لفظ اولی الامر نازل ہوا تھا اور جو کچھ
کہ قرآن سے ناقص کیا گیا اُسمین سے یہ بھی تھا جیسا کہ تفسیر صافی مین تفسیر عیاشی اور کافی سے جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے
منقول ہی کہ اُن حضرت نے اِسطرح آیت تلاوت فرمایا ہی فان خفتم تنازعا فی امر فردوہ الی اللہ والی الرسول والی
اولی الامر منکم اور بعد اِس تلاوت کے فرمایا کہ یہ آیہ اِسطرح نازل ہوا تھا اور علی ابن ابراہیم قمی نے حضرت صادق
علیہ السلام سے روایت کی ہی کہ فرمایا نازل یہ آیہ اِسطرح ہوا تھا فان تنازعتم فی شئ فردوہ الی اللہ و الی الرسول
والی اولی الامر منکم اور اِن روایات سے حضرات اہلسنت بھی اپنی روایات کثیرہ کے موافق جو وقوع نقصان پر
قرآن سے دلالت کرتی ہین انکار نہین کر سکتے دوسرے یہ کہ برفرض تسلیم اِس امر کے کہ اِس آیت مین ذکر اولی الامر کا نہ
تھا ہم کہینگے کہ یہان اعادہ ذکر کا جو نہین فرمایا اُسکے دو سبب ہین ایک اسلیے کہ قصد اختصار کا فرمایا دوسرے اِسواسطے
کہ اِسمین اشعار اِسکا ہو کہ ائمہ معصومین علیہم السلام کی طاعت پیغمبر کی طاعت مین داخل ہی خصوصًا بعد ذکر فرمانے اولی الامر کے
ایک لفظ مین جیسا منقول ہے اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم کیونکہ حق تعالیٰ نے فعل واحد کے اسناد فرمایا
طرف رسول اور اولی الامر کے اِس اشعار لطیف کے لیے کہ اُنکی طاعت اور رسول کی طاعت ایک ہی اور ایسی بات ہی کہ

کہ مولوی مبین نے کتاب وسیلۃ النجات مین جہان فضل اہلبیت کو لکھا ہی وہان یہ نص کی ہی اور خلاصہ انکی عبارت کا یہ ہی کہ اطاعت اہلبیت کی بعینہ طاعت خدا و رسول خدا کی ہی اور جدائی اُنسے جدائی خدا و رسول خدا سے ہی اور کہا ہی اخرج الحاکم فی مستدرکہ عن ابی ذر من اطاعنی فقد اطاع اللّٰہ عز وجل ومن عصانی فقد عصی اللّٰہ ومن اطاع علیا فقد اطاعنی ومن عصی علیا فقد عصانی اب اِس صورت مین کچھ نفی اہلسنت کی اِس حال سے اور کوئی مضرت شیعون کے لیے نہین ہی کیونکہ جب پیغمبر کے ذکر کے ساتھ متصل اُنسے اولی الامر کا ذکر صدر آیت مین واقع ہو چکا تو اب اُسکے بعد آیت مین نہ ذکر کرنا سوا اِس معنی کے اور کوئی محل نہین رکھتا کہ بسبب زیادہ امر کے واضح ہونے حاجت مکرر ذکر کرنے کی نہ تھی اور یہ بات کہ سُننے والے باوصف اِسکے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ نص فرما چکے پھر بھی تھوڑے سے زمانے مین بھول جائینگے وقت نزول آیہ ظاہر ہوے تھے پس اہل منوب عنہ کے ذکر پر اُسکے جو اولی الامر تھا اقتصار فرمایا تا تکرار لازم نہ آے اور اسی جگہ سے ہی کہ بغرض تنبیہ غافلین کے لیے اِسکے بعد فرمایا ہی ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منہم لعلمہ الذین یستنبطونہ منہم تاکہ کسی کو شبہ نہ رہے کہ اطاعت رسول کی اور نائب رسول کی جو اولی الامر یعنی معصوم ہو ایک ہی تفسیر صافی مین کتاب احتجاج سے منقول ہی کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے بعض خطبون مین فرمایا کہ فان طاعتنا مفروضۃ اذ کانت بطاعۃ اللّٰہ ورسولہ مقرونۃ قال اللّٰہ عز وجل اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللّٰہ والی الرسول ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منہم لعلمہ الذین یستنبطونہ منہم حاصل معنی اِسکے یہ ہین ہماری اطاعت کرو کیونکہ تحقیق کہ ہماری اطاعت و فرمانبرداری سب پر واجب ہی اسلیے کہ وہ طاعت خدا اور طاعت رسول خدا سے قرین و مربوط ہی یعنی ہماری فرمانبرداری خدا و رسول کی فرمانبرداری ہی خدا فرماتا ہی کہ اطاعت کرو خدا کی اور اطاعت کرو رسول خدا کی اور جو اولی الامر ہین تم مین سے یعنی نائب رسول و معصوم ہین اُنکی اطاعت کرو پس اگر تمھارے آپس مین کچھ نزاع واقع ہو تو چاہیے اُسے خدا و رسول خدا کی طرف رد کرو یعنی اُسمین حکم خدا کا اور رسول و نائب رسول کا حاصل کرو اور اگر رد کرتے وہ اُس نزاع کو رسول اور اولی الامر کی طرف تو ہر آئینہ جانتے اُسکے حکم کو کہ وہ اشخاص جو استنباط حکم کرتے ہین یعنی اولی الامر سے کتاب جوامع مین جناب امام محمد باقر سے منقول ہی کہ مراد اس سے ائمہ معصومین ہین اور عیاشی نے جناب امام رضا سے نقل کیا ہی کہ تفسیر مین اِسکی آنحضرت نے فرمایا کہ یعنی آل محمد وھم الذین یستنبطون من القرآن ویعرفون الحلال والحرام وھم حجۃ اللّٰہ علی خلقہ پھر اگر اِس جگہ پر کوئی کہے کہ جہان تنازع و اختلاف نہو وہان اولی الامر کا قرآن مین ذکر فرمانا اور جہان مقام تنازع کا اور اختلاف کا نہو وہان اولی الامر کے ذکر کو ترک فرمانا اِسی بات کا قرینہ ہی جیسے امام رازی نے کہا ہی کہ اولی الامر سے مراد اہل حل وعقد ہین کہ وہ مصداق اجماع کے ہین پس اِس صورت مین حاصل کلام یہ ہوگا کہ خدا کی اور رسول خدا کی اور اہل حل وعقد کی اطاعت کرو جہان اتفاق حاصل

ہو جائے نہین اور اگر انمین کوئی نزاع و خلاف واقع ہو تو اب چارہ اسکے سوا نہو گا کہ خدا اور رسول کی طرف رجوع کی جائے
کیونکہ اب اجماع نہوگا تو ہم اسکے جواب مین کہینگے کہ اطاعت خدا و رسول کی مادۂ اجتماع اور اختلاف کے ساتھ اختصاص
نہین رکھتی تو چاہیے کہ اولی الامر کی بھی اطاعت ایسی ہی ہو اور اگر اولی الامر کی اطاعت حال اجتماع و اجماع کے ساتھ
مقید ہو اور خدا و رسول کی طاعت مطلق ہو تو اس سے یہ لازم آئیگا کہ لفظ واحد مین اطلاق و اشتراط کا ارادہ جمع ہوا اور یہ
محذور ہی جیسا کہ اس بات کا اقرار و اعتراف خود امام رازی کے کلام سے بخوبی ثابت ہی اور اسکا ذکر اوپر ہو چکا ہی اور حق تعالی
کا قول فان تنازعتم حقیقت مین محمول اس بات پر ہی کہ اطاعت خدا و رسول و صاحبان امر کی تمہیر لازم و واجب ہی یعنی
جب کوئی نزاع تمھین درپیش ہو تو اسکے لیے رجوع کرو اور اس امر کو رفع کرو خدا کی طرف یا رسول کی طرف اگر انکا عہد ہو
یا انکے نائب خاص کی طرف پس پہلا حکم اطاعت مطلقہ کے بیان مین ہی اور یہ حکم اسلیے ہی کہ جو منازعات آپس مین واقع
ہوتے ہین اسکے رفع فرمانے کو ارشاد فرمایا اور اسے کچھ تعلق مسائل اجماعیہ و اختلافیہ کے ساتھ نہین ہی اور جو اہل حل و
عقد کہ معصوم نہین ہین مثل سب آدمیون کے وہ بھی آپس مین شریک ہین اور جو مفسر تفسیر کبیر نے اس آیت کو اجماع پر تنزیل
کیا ہی وہ اس قسم سے ہی جیسے کوئی منہی عنہ کے ساتھ تفسیر کرے کیونکہ نہ دلیل عقلی اسپر قائم ہی نہ دلیل سمعی بلکہ اولی الامر سے
اجتماع مراد لینا از قبیل چیستان ہی و اللہ منزہ عن ذلک بلکہ انھون نے خود اس تفسیر مین اپنے اختصاص کا اور مخالفت جملہ
مفسرین قرآن کا اس ارادے کے ساتھ اقرار کیا ہی پھر ایسی بات بالضرور فاسد ہوگی اور قرآن کو اپنے دل سے تفسیر کرنا چاہیے
جیسا کہ خلیفہ اول حضرات اہلسنت نے بھی فرمایا ہی کہ ای سماء تظلنی ام ای ارض تقلنی ان قلت فی القرآن برایٔ اور جب یہ امر
ثابت ہی تو پھر ایسی تفسیر پر جرات اور جسارت خدا کی طرف افترا کرنا ہی اور وہ یقینی گناہ کبیرہ ہی جس سے اجتناب ضرور ہی فتدبر
وجہ ساتوین یہ ہی کہ حق تعالی فرماتا ہی یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ و کونوا مع الصادقین جناب اخوند صاحب نے کتاب
حق الیقین مین اسکی تفسیر جو قریب باستدلال اس آیت سے ہی اس طرح کی ہی کہ اے وہ گروہ جو ایمان لائے ہو ڈرو خدا سے اور
رہو ساتھ سچ کہنے والون کے ہر امر مین خصوصاً دعوی ایمان مین ساتھ گفتار و رفتار کے اور ظاہر ہی کہ مراد ساتھ ہونے سے
انکی متابعت گفتار و کردار مین نہ یہ کہ بدن سے اور ہاتھ پاؤن سے انکے ساتھ رہو کیونکہ یہ امر بیکار اور محال ہی اور امامت کے
معنی یہی ہین اور چونکہ قرآن مجید کے خطابات عام ہین تمام امت کو اور ہر زمانے کو شامل ہین اور یہ امر باتفاق امت ثابت ہی
اسلیے چاہیے کہ ہر زمانے مین ایک صادق موجود ہو کہ امت اسکی ہمراہی اختیار کرے اور یہ بھی ظاہر ہی کہ فی الجملہ صادق اس سے
مراد نہین ہی ورنہ لازم آتا ہی اس سے کہ جو کوئی ایک بات بھی سچ کہے اسکی متابعت بھی واجب ہو اور یہ امر بھی باتفاق امت
باطل ہی پس چاہیے کہ مراد صادق سے وہ ہو کہ جو جملہ اقوال و افعال مین اپنے صادق ہو اور معصوم وہی ہی پھر اس سے
ثابت ہوا کہ معصوم ہر زمانے مین موجود ہی اور اسکی متابعت امت پر واجب ہی اور باتفاق سوا پیغمبر خدا اور بارہ امامون کے
اور کوئی طبقہ اسلام مین معصوم نہین ہی پس اس سے شیعون کے مذہب کی حقیت اور انکے امامون کی عصمت بخوبی ثابت ہوئی

وجہ ہفتم بیان وجوب عصمت امام مین

اور اس استدلال کے لیے زیادہ معین وہ روایت ہی جسے فاضل سیوطی نے تفسیر درمنثور مین اور ثعلبی نے اپنی تفسیر مشہور مین
ابن عباس سے نقل کیا ہی کہ مراد صادقین سے علی ابن ابیطالب علیہ السلام ہین اور ابراہیم بن محمد ثقفی اور خرگوشی نے کتاب
شرف النبی مین اصمعی سے بسند اپنے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہی کہ فرمایا صادقون سے ہم ہین کہ عترت
پیغمبر خدا کی ہین اور حضرت صادق علیہ السلام سے منقول ہی کہ ہم صادق آل محمدؐ ہین اور تفصیل زیادہ اسکی ادلّہ امامت امام اتام
علی ابن ابیطالب علیہ السلام مین مذکور ہوگی انشاءاللہ تعالی آٹھوین وجہ وہ آیہ کریمہ ہی جو حق تعالی فرماتا ہی ولا ترکنوا
الی الذین ظلموا فتمسکم النار یعنی رجوع نہ کرو انکی طرف جنہون نے ظلم کیا ہی پس ہو پہنچیگی تمکو آگ عذاب خدا کی اور
جب ظالمون کی طرف رجوع کرنا ممتنع ہوا تو انکے امر و نہی کی اطاعت بطریق اولی ممتنع ہوگی اور امام اور خلیفہ رسول
نہین ہوسکتا مگر وہ شخص کہ جسکے امر و نہی کی اطاعت مطلقاً تمام امت پر واجب ہو اور وہ نہین ہی مگر معصوم پس ظالم امام
نہوگا لیکن جو کچھ کہ امام فخر رازی نے کہا ہی کہ مراد اس آیت سے نہی اسکی ہی کہ ظالمون کی طرف رجوع نہ کرو جبکہ وہ اپنے
ظلم پر قائم ہون اور استدلال اس سے کیا ہی کہ یہ معنی ایسے ہین کہ جیسا قول خدا کا ہی جہان فرمایا ہی ما علی المحسنین من
سبیل کے یہ معنی ہین کہ جب تک وہ احسان پر قائم ہین فقط تو اسکا جواب یہ ہی کہ مفاد آیت کا عام ہی اور جب یہ ہوا تو وقت
ظلم کے تقیہ ایک قید کا اپنے دل سے بڑھاتا ہوگا اور قرآن کا اپنی راے سے تفسیر کرتا ہوگا اور یہ منہی عنہ ہی اور سوا اسکے
یہ بھی کہنے کا مقام ہی کہ جو شخص کہ ظالم ہو اگرچہ فی الجملہ ظالم ہو تو رجوع کرنا اسکی اطاعت کی طرف مطلقاً جیسا کہ امام مطاع
کی شان ہی دو وجہ سے نہین ہوسکتا ایک یہ کہ جب وہ خود ظلم کرنے والا ہو تو اطمینان اسکی طرف سے کہان حاصل ہوسکتا ہی
پس جب تک کہ خارج سے اسکے قول و فعل کی صحت ثابت نہو تو اسپر اعتماد اور اسکی متابعت نہین ہوسکتی کیونکہ رکون کے
معنی واقع مین وثوق و سکون کے ہین جیسا کہ کتاب مجمع البحرین مین اس آیت کی تفسیر مین کہا ہی ای لا تطمئنوا
الیہم و تسکنوا الی قولہم اور جبکہ قول و فعل محل وثوق و اعتماد کا نہوگا وہ یقینی اسکے لائق نہین ہوسکتا کہ امام ہو کیونکہ امامت
ریاست عام دین و دنیا کی ہی پھر کیونکر ہوسکے کہ ایسا شخص امام بنایا جاے دوسری وجہ یہ ہی کہ امام علی الاطلاق سب
خلق کا مطاع ہی اور اسکی اطاعت بھی علی الاطلاق سب پر واجب ہی اور ظالم اگرچہ بعض اوقات مین کیون نہ ظالم ہو
مگر امام نہین ہوسکتا کیونکہ بجاے خود ثابت ہی کہ سلب جزئی ایجاب کلی کے منافی ہی فتدبر نوین وجہ وہ کریمہ ہی
جو حق تعالی نے فرمایا ہی واذ قال ربک للملائکۃ انی جاعل فی الارض خلیفۃ قالوا اتجعل فیہا من یفسد فیہا و
یسفک الدماء و نحن نسبح بحمدک و نقدس لک قال انی اعلم ما لا تعلمون حاصل معنی اسکے یہ ہین کہ جسوقت فرمایا خدا نے فرشتون سے
کہ مین پیدا کرنے والا ہون زمین مین خلیفہ کو تو انھون نے عرض کیا کہ آیا پیدا کریگا تو مین ایسے شخص کو جو فساد برپا کرے
اور خون ناحق زمین پر گراے اور ہم تسبیح کرتے ہین تیری حمد و ثنا کے ساتھ اور تقدیس کرتے ہین تیرے واسطے ارشاد
فرمایا اسکے جواب مین کہ مین بہتر جانتا ہون اس امر کو جسے تم نہین جانتے فاضل بیضاوی نے اسکی تفسیر مین کہا ہی

حاصل اسکا یہ ہی کہ معنی آیہ کے یہ ہین کہ فرشتون نے عرض کیا کہ آیا خلیفہ کر دا ئے گا تو گنہگارون کو حالانکہ ہم معصوم ہین
اور اس امر خلافت زمین کے سزاوار ہین اور مقصود انکا یہ تھا کہ ترجیح کی وجہ کو دریافت کرین ساتھ اس توقع کے جو ملائکہ
معصوم ہین گو خاص استخلاف مین تھے نہ یہ کہ از راہ عجب و تفاخر یا بنی آدم پر طعن بطور غیبت کے کرین کیونکہ انکا مرتبہ اس سے بہت
بلند ہی کہ ایسا گمان بد انکی طرف کیا جائے کیونکہ حق تعالی نے انکی شان مین فرمایا ہی کہ بل عباد مکرمون لا یسبقونہ بالقول
وھم بامرہ یعملون انتہی ماحصل کلامہ بالجملہ اس بیان سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ خلافت مین عصمت کا اشتراط بکلام ملائکہ بھی ثابت
ہوتا ہی اور اسی جہت سے انھون نے استغراب کیا تھا اور حق تعالی نے حضرت آدم کے افضل ہونے کو ملائکہ پر باعتراف
فاضل بیضاوی جو انھون نے کہا ہی کہ بتحقیق کہ آدم فرشتون سے افضل ہین اسلیے کہ آدم فرشتون سے اعلم ہین اثبات فرمایا اور جبکہ
حضرت آدم موافق نص قرآن کے اور بشہادت فاضل مذکور ملائکہ معصومین سے افضل ہوے تو ضرور ہی کہ معصوم بھی
ہون کیونکہ افضل اسی کو کہتے ہین کہ جو مفضول کے جملہ فضائل کا بھی جامع ہو اور کچھ فضیلت اس سے زیادہ بھی رکھتا ہو اور
اسمین کوئی شبہہ نہین ہی کہ منجملہ فرشتون کے فضائل کے عصمت کی بھی فضیلت تھی پس اگر آدم علیہ السلام معصوم نہوتے تو
کیونکر انسے افضل ہوتے پھر اسے کسقدر عصمت کو خلافت کی شرط ہونا ظاہر ہوتا ہی اور اگر ایسا نہوتا تو حق تعالی کو کیونکر لازم ہوتا
کہ حضرت آدم کی تفضیل فرماتا بلکہ اسی قدر کافی تھا کہ جواب مین فرشتون کے فرماتا کہ جو تم سمجھے ہو اسطرح عصمت خلافت کی شرط
نہین ہی لیکن یہ نہین جواب ملائکہ مین فرمایا بلکہ انھین جو انکا اعتقاد تھا کہ عصمت شرط ہی امامت مین اور گنہگار کو خلافت کا خلعت
سزاوار نہین ہی اسی پر مقرر رکھا اور ایسا ہی امامیہ کا بھی معتقد ہی اور مصنف رسالہ تفضیل الشیخین نے بھی تصریح فرمائی ہی
کہ معصوم افضل ہی اور جناب رسالتمآب کا ارشاد علی مع الحق دلالت کرتا ہی اسپر کہ وہ حضرت معصوم تھے اور اتفاق مستلزم
ہوتا ہی طرف اجماع مرکب کے اشتراط عصمت کے لیے واسطے خلافت کے فقد بر دسوین وجہ آیہ تطہیر ہی جو حق تعالی نے
فرمایا ہی انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا اس آیت کے نازل ہونے کو جملہ مفسرین
قرآن اور ناقلان آثار اور راویان اخبار متفق اس امر پر ہین کہ اہلبیت اطہار علیہم السلام کی شان مین نازل ہوا ہی منجملہ انکی
کتاب مفتاح النجاح مین مسلم سے کہ انھون نے ام المومنین حضرت عائشہ سے روایت کی ہی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ اول
روز تشریف لاے اسطرح کہ دوش مبارک پر حضرت کے ایک سیاہ ردا سیاہ بالون کی بنی ہوئی تھی بعد اسکے
امام حسن آئے اور انھین اپنی ردا کے اندر داخل فرمایا بعد اسکے جناب امام حسین آئے انھین بھی اسی ردا مین داخل فرمایا بعد
اسکے جناب سیدہ صلواۃ اللہ علیہا آئین انھین بھی ردا مین داخل فرمایا بعد اسکے علی ابن ابیطالب آئے انھین بھی ردا مین داخل
فرمایا بعد اسکے فرمایا انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا اور مین دروازے پر بیٹھی تھی اور حجرے کے
اندر پیغمبر خدا اور علی ابن ابیطالب اور سیدہ اور حسن و حسین تھے پس آنحضرت نے اپنی ردائے مبارک اٹھائی اور فرمایا اللھم ھٰؤلاء
اہلبیتی وخاصتی اذہب عنہم الرجس وطہرہم تطہیرا بعد اسکے مین نے عرض کیا پیغمبر خدا سے کہ مین بھی انھین مین سے ہون

فرمایا انک الی خیر انت من ازواج رسول اللہ اور عمر ابن ابی سلمہ سے روایت کی ہی کہ یہ آیت پیغمبر خدا پر نازل ہوئی پس جناب سیّدہ اور حسنین علیہما السلام کو طلب فرمایا اور انھین ردا اڑھائی اور علی ابن ابیطالب آنحضرت کے سر کے پیچھے بیٹھے تھے ردا مین بعد اُسکے فرمایا اللہم ہولاء اہلبیتی فاذہب عنہم الرجس وطہرہم تطہیرا قالت ام سلمہ وانا معہم یا رسول اللہ قال انت علی مکانک و انت علی خیر بالجملہ اس آیت کی تقریب دلالت عصمت و طہارت پر حضرات ائمہ کی ہر صاحب عقل پر ظاہر ہی کیونکہ حق تعالیٰ نے اُنسے رجس و عصیان کے دور کرنے کا اہتمام تمام اس آیت مین فرمایا ہی جیسا کہ علامہ حلی علیہ الرحمہ نے کتاب منہاج الکرامہ مین کہا ہی کہ اسکا حاصل یہ ہی کہ اس آیت مین دلالت عصمت پر تاکید کے ساتھ ہی بلفظ انما اور لام کی خبر پر داخل فرمانے سے جو لیذہب مین ہی اور بسبب اسکے کہ خطاب مین اختصاص ہی جو حق تعالیٰ نے اہل البیت کا لفظ فرمایا ہی اور بعد اسکے تکرار اس مضمون کی ویطہرکم تطہیرا سے فرمائی ہی تو یہ مراد الٰہی اور دعوت جناب رسالت پناہی یقینی واقع ہوئی فانہ لا راد لما اراد ہ ختمو لا راد لدعوۃ النبی دعوۃ غرم اب اس مقام پر جو شبہات حضرات اہلسنت سے ہوے ہین اُنکا ذکر اور جواب انشاء اللہ جب اسکے ذکر کا فضائل حضرات مین مقام آئیگا تو کہا جائیگا منتظر رہو اس مقام پر بحث اس سے کہ مطلق امامت مین عصمت مشروط ہی اور یہ آیہ عصمت پر ائمہ علیہم السلام کی دلالت کرتا ہی اسلیے ذکر کیا گیا تنبیہ بحمد اللہ کہ عصمت کا اشتراط امامت کے ساتھ ہمنے بادلہ عقل و نقل از روے کتاب و سنت ثابت کیا کہ جیسے صاحب عقل اور ذہن صائب کو کسی طرح محل خدشہ باقی نہین رہتا لیکن چونکہ یہ موافق شیعون کے ہی اور حضرات اہلسنت اسکے ابطال مین بہت کچھ کوشش فرماتے ہین یہان تک کہ بعض استدلال نقلی ایسے ذکر کرتے ہین کہ اگر شیعہ کم مایہ اُسے سنین تو مجبور ہو اور وہ واقع مین بیش از تلمیع نہین ہی اسلیے ذکر اُسکا مع جواب ضرور ہی تا کوئی مغالطہ مین نہ واقع ہو جاے سابق مین یہ بیان ہو چکا ہی کہ شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی نے امامت مین اشتراط عصمت کو جو شیعون کا معتقد ہی مخالف کتاب اللہ و قول عترت جانا ہی جیسا کہ کتاب اللہ سے انھون نے احتجاج اس آیہ سے کیا ہی جو حق تعالیٰ نے فرمایا ہی ان اللہ قد بعث لکم طالوت ملکا کیونکہ طالوت امام مفترض الطاعت بہ نصب خدا تھا اور بالاجماع معصوم نہ تھا بلکہ آخر مین اُسنے حضرت داؤد کے ساتھ ایسا معاملہ کیا کہ اُسکی عدالت مین بھی قدح کرتا ہی چہ جاے عصمت اور اسکا جواب مفصل لکھا گیا ہی پھر مجملاً بحسب مقام کہا جاتا ہی کہ یہ استدلال بناے فاسد علی الفاسد ہی کیونکہ نص آیت مین ملک کا طالوت کو دینا ثابت ہوتا ہی یہ نہین معلوم ہوتا کہ اُسے امامت بھی خدا نے عطا فرمائی تھی اور ملک و امامت مین فرق ہی عصمت شرط امامت ہی نہ شرط سلطنت پھر اپنی طرف سے طالوت کو امام بنانا اور اُسکے معصوم نہونے سے اشتراط عصمت کی نفی پر دلیل لانا ایک تلمیع ہی کہ اُس سے جنھین بصیرت نہین ہی وہ دیکھکر خوش ہونگے دوسرے یہ کہ یہ کلام شاہ صاحب کا دو مقدمون پر مبنی ہی ایک یہ کہ طالوت امام مفترض الطاعت ہو دوسرے یہ کہ معصوم نہو اور یہ دونون مقدمے مقدوح ہین لیکن پہلا مقدمہ پس اُسمین قدح یہ ہی کہ قدر مسلم قرآن سے یہ ہی کہ طالوت بادشاہ تھا اور امام ہونا

اسکا ممنوع ہی اور آیہ کریمہ سے امامت اسکی ہرگز ثابت نہین ہوتی اور جب یہ ہوا تو دعوی بلا بینہ ہوگا جو لائق سماعت
نہین ہی اور مفسرین فریقین کے اقوال جو اسکے جواب مین پہلے ذکر ہو چکے ہین وہ اسکے خلاف پر دلالت کرتے ہین اور
دوسرے مقدمہ کی بھی صحت محل مناقشہ مین ہی اور جو اجماع کی سند شاہ صاحب لاے ہین وہ بھی غیر مسموع ہی جیسا
کہ بعض افاضل نے اسکے جواب مین کہا ہی کہ شیعون کا اس اجماع مین داخل ہونا کذب محض ہی کیونکہ مولنا محمد باقر مجلسی
کتاب حیات القلوب مین بعد ذکر کرنے تفسیر کے اُن آیتون کے جو قصہ طالوت پر مشتمل ہین لکھا ہی کہ جان تو کہ اکثر مفسرین
اور مورخین حضرات اہلسنت نے کفر و خطا کی نسبت طالوت کی طرف دی ہی اور کہا ہی کہ اسنے جالوت کے مارنے کے
بعد داؤد کے ساتھ دشمنی شروع کی اور آنحضرت کے مارنے کا ارادہ کیا تھا اور بہت سے مورخ شیعہ کی نسبت طالوت
کی طرف کرتے ہین اور شیعون کی احادیث سے یہ امر ظاہر نہین ہوتا بلکہ ظاہر آیت کا اور کثر روایات کا یہ ہی کہ وہ اچھا تھا
اور بعضے خطبون سے کہ وہ مشہور نہین ہین نقل کیا ہی کہ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ مین اس امت کا طالوت ہون اور جان تو
کہ یہ آیات دلیل ہین اسپر کہ حضرت امیر المومنین احق ہین ساتھ خلافت و امامت کے اورون سے کیونکہ ان آیات سے صراحت
یہ امر معلوم ہوتا ہی کہ بادشاہی اور ریاست خدائی مین شجاعت اور علم زیادہ تر معتبر ہی اور باتفاق امت حضرت امیر المومنین
سب صحابہ سے زیادہ بہادر اور عالم تھے اور کسی کو اسمین خلاف نہین ہی پس وہ حضرت خلافت کے واسطے احق ہونگے
بہ نسبت اُنکے جو لڑائیون سے بھاگ گئے اور کثر قضایا مین اقرار اپنی لاعلمی کا کرکے آنحضرت کی طرف رجوع لاے انتہی ملخص
کلامہ اور علاوہ اسکے کہ شیعہ طالوت کو بُرا نہین کہتے طالوت کے معصوم ہونے پر حضرات اہلسنت کب دعوی اجماع
کر سکتے ہین اور پھر انکا اجماع کب صحیح ہو سکتا ہی کیونکہ بعض اہلسنت جب طالوت کے پیغمبر ہونے کے معتقد ہوئے
جیسا کہ امام فخر رازی نے تفسیر کبیر مین کہا ہی تو پھر نبوت بدون عصمت تو انکے یہان بھی نہین ہی پس صورت مین لامحالہ
معصوم ہونے کا اقرار طالوت کے متعین کرنا ہوگا جیسا اور انبیا کی بہ نسبت حال ہی اور یہ لفظ مفسر تفسیر کبیر ہی و من الناس
من قال کان طالوت نبیا لان الله اظهر المعجزة علی یده وکل من کان کذلک کان نبیا ولا یقال ان هذا کان من باب
کرامة الاولیاء لان الفرق بین الکرامة والمعجزة ان الکرامة لا یکون علی سبیل التحدی وهذا کان علی سبیل التحدی فوجب
ان لا یکون من جنس الکرامات انتهی اور جب یہ ہوا تو اب اجماع کا دعوی کیسا اور کیونکر صحیح ہو سکتا ہی بلکہ علماے شیعہ مین کوئی
اسکا قائل نہین معلوم ہوتا کہ طالوت معصوم تھا خود مجلسی علیہ الرحمہ کے کلام سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ طالوت اچھا تھا معصوم ہونا
نہین ثابت ہوتا اور جناب امیر علیہ السلام کا جو کلام نقل کیا ہی اس سے بھی بعد فرض کرنے صحت روایت کے پھر بھی
طالوت کی عصمت اُسسے لازم نہین آتی منتہاے امر یہ ہی کہ حضرت کے کلام سے مشابہت بعض صفات مین اُسکی مثل ریاست
و انصاف کے ظاہر ہوتی ہی کیونکہ تشبیہ مین جو بہت مشہور صفت ہو اُسمین مشارکت مشبہ بہ سے کافی ہوتی ہی نہ جمیع صفات
مین جیسا کہ سخی کو حاتم کہتے ہین اور شاہ صاحب نے عدم اشتراط عصمت پر خلافت کے لیے استدلال کتاب تہذیب سے کیا ہی

اِس کریمہ سے جو حق تعالیٰ فرماتا ہی قصۂ آدم علیہ السلام مین کہ انی جاعل فی الارض خلیفہ اور صورت استدلال اِس سے اُنکی یہ ہی کہ
موافق اِس آیت کے حضرت آدم نبی ہونے سے پہلے امام اور خلیفہ زمین کے تھے اور باجماع اہلسنت اُنسے گناہ
صادر ہوا اور خدا کا قول بھی فعصی ادم ربہ فغوی بنا بر اُنکے قول کے اِسپر شاہد ہی اور یہ قصہ زمان امامت و خلافت مین ہوا ہی
نہ زمان نبوت مین بدلیل قول حق تعالیٰ ثم اجتبٰہ ربہ فتاب علیہ وھدی انتہی ملخص کلامہ اور جواب اُسکا یہ ہی کہ یہ
بات شاہ صاحب سے تو بہت ہی غریب سرزد ہوئی کیونکہ امامت جو بمعنی ریاست عامہ کے یہ نیابت پیغمبر مراد ہی یہ
حضرت آدم کے لیے جو ابو الانبیا ہین کس پیغمبر کی قرار دینگے اور حضرت آدم کو نبوت سے پہلے کس پیغمبر کا خلیفہ بنائینگے
جو استدلال اُنکی اِس آیت سے سُننے کے قابل ہو اِس آیت مین تو خلافت موعودہ سے مراد خدا کی نیابت اپنی رسالت ہی
نہ نیابت کسی پیغمبر کی یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ مین زمین مین ایک حجت اور نائب اپنی طرف سے مقرر کرونگا جیسا کہ
ملّا محسن علیہ الرحمہ نے تفسیر صافی مین لکھا ہی وفی روایۃ خلیفہ یکون حجۃ فی ارضی علی خلقی کما یاتی اور فاضل بیضاوی نے
بھی کہا ہی لفظ عبارت اُنکا یہ ہی والخلیفۃ من یخلف غیرہ وینوب منابہ التاء فیہ للمبالغۃ والمراد بہ ادم علیہ السلام
لانہ کان خلیفہ اللہ فی ارضہ وکذلک کل نبی استخلفھم فی عمارۃ الارض وسیاسۃ الناس
وتکمیل نفوسھم وتنفیذ امرہ فیھم لا حاجۃ بہ تعالی الی من ینوبہ بل لقصور المستخلف علیہ عن قبول
فیضہ وتلقی امرہ بغیر وسط اور جب یہ تصریح واقع ہو چکی تو اب خلافت موعودہ سے رسالت کیون نہین مراد لیتے جو نائب
رسول قرار دیتے ہین جسمین استحالہ لازم آتا ہی لکونہ علیہ السلام ابا الانبیاء اور جو حق تعالیٰ نے فرمایا ہی ثم اجتبٰہ ربہ
یہ دلالت اِسپر کرتا ہی کہ اجتبا بعد ترک اولیٰ کے واقع ہوا نہ اِسپر کہ بعد خلافت و امامت کے اجتبا ہوا بلکہ ترک اولیٰ جسے
معصیت کے ساتھ تعبیر کرتے ہین بہشت مین واقع ہوا تھا اور زمین پر نازل ہونا کہ وہی وقت استخلاف ہی اُسکے بعد ہی
اور جب یہ ہی تو خلافت کے وقت مین امر منافی کا واقع ہونا کیونکر ثابت ہوتا ہی اور جو دعوی شاہ صاحب نے اِس
استدلال مین اِس امر پر کیا ہی کہ جناب آدم سے گناہ کے صادر ہونے پر اجماع ہی یہ بھی صحیح نہین کیونکہ اگر اِس دعوے مین
اجماع سے اجماع مسلمانون کا مراد ہی تو کیونکر ہو سکتا ہی حالانکہ فرقہ امامیہ اِس مین مخالف ہین پھر ایک فرقہ اسلام کی مخالفت کے
ساتھ اجماع اہل اسلام کیونکر صحیح ہوگا اور اگر مراد اِس اجماع سے حضرات اہلسنت کا اجماع مراد ہی تو بھی محل کلام ہی کیونکہ
اُنکے سرآمد فضلا مین سے فاضل بیضاوی نے اپنی تفسیر مین کہا ہی وتمسک الحشویۃ بھذہ القصۃ علی عصمۃ الانبیاء
والجواب من وجوہ الاول انہ لم یکن نبیا حینئذ والمدعی مطالب بالبیان والثانی ان النھی للتنزیہ وانما سمی
ظالما و خاسرا لانہ ظلم نفسہ وخسر حظہ بترک الاولی واما اسناد الغی والعصیان الیہ فسیاتی
الجواب عنہ فی موضعہ وانما امر بالتوبہ تلافیا لما فات عنہ وجری علیہ ما جری معاتبۃ لہ علی ترک الاولی والثالث انہ فعل
ما فعلہ ناسیا لقولہ تعالی فنسی فلم نجد لہ عزما ولکنہ عوتب بترک التحفظ عن اسباب النسیان اور اِس تصریح کے بعد پھر حضرات اہلسنت کے بھی

اجماع کا دعوی بیجا ہی کیونکہ فاضل مذکور نے بہت صاف کہا ہی کہ صدر تر ترک اولی سے معاتب ہوے تھے اور نہی تنزیہی تھی نہ تحریمی ہان فرقہ حشویہ کا البتہ مجمع علیہ ہوگا پھر یہ حجت اُسکے واسطے ہی جو خود حشویہ سے ہو نہ دوسرون پر یہ حال اُنکے اُس استدلال کا ہی جو کتاب ہتدے سے کی تھی اور کلام عترت سے جو اُنکی استدلال ہی وہ یہ ہی کہ نہج البلاغہ سے اُنھون نے جناب امیر علیہ السلام کے قول کو نقل کیا ہی کہ آنحضرت نے فرمایا کہ لا بد للناس من امیر برًا او فاجرًا الخ اور بنابر اسکے کہا کہ اشتراط عصمت خلافت مین نہین چاہیے اور اسکا جواب یہ ہی کہ یہان شاہ صاحب نے ابن ابی الحدید معتزلی کا اتباع اس استدلال مین روایت نہج البلاغہ سے کیا ہی اور حقیقت مین یا معنی کلام بلاغت نظام کے اور اسکے مقام ورود کو نہین سمجھے یا تجاہل فرماکر دیکھنے والون کے لیے اُسے رنگ دیا ہی کیونکہ یہ کلام حضرت نے خوارج کے رد کلام مین فرمایا ہی کیونکہ وہ امارت مطلقہ کی جو امامت خاص مبحوث عنہا سے عام ہی نفی کرتے تھے اور کہتے تھے کہ امیر کی کچھ ضرور نہین ہی اسلیے چونکہ استقامت اُمور کی بدون ایک حاکم و امیر کے عادت کی راہ نہین ہو سکتی اسلیے فرمایا تھا کہ انسان کے لیے ایک امر ضرور ہی لیکن حضرات محرفین کلام نے اُسے اپنی جگہ سے بدلا اور امامت مصطلحہ کی طرف کھینچا اور یہ امر خود کلام ابن ابی الحدید سے ظاہر ہوتا ہی کیونکہ اُسنے اسکی شرح مین کہا ہی کہ یہ نص صریح ہی آنحضرت سے اس بات پر کہ امامت واجب ہی اور اسکے بعد کہا ہی کہ سب متکلمین کہتے ہین کہ امامت واجب ہی مگر ابو بکر اصم سے جو ہمارے قدیم اصحابون سے ہین یہ منقول ہی کہ وہ واجب نہین جبکہ اُمت آپس مین بانصاف معاملہ کرے اور ایک دوسرے پر ظلم نہ کرے اور بعضے تاویل کرتے ہین کہ یہ قول اسکا نظیر ہی تعلیق محال کے یہ محال کیونکہ عادت اسکی جاری نہین ہوئی کہ کبھی بے رئیس کے استقامت اُمور کی بہم پہونچی پس وہ بھی قائل وجوب امامت کے بحسب عادت خلق ہونگے اور یہ تاویل بعید ہی ولیکن کیفیت وجوب مین خلاف کیا ہی پس بصریین ہماری مشائخ سے امامت کے واجب ہونے کی دلیل شرع کو جانتے ہین اور بغداد والے مشائخ اور ابو عثمان جاحظ عقل کو کہتے ہین اور امامیہ کا بھی یہی قول ہی مگر ہمارے اصحاب وجوب امامت کو مکلفین کے ساتھ متعلق کرتے ہین یعنی اُمت پر واجب ہی کہ ایک امام کو نصب کرین اور امامیہ لطف کی دلیل سے نصب امام کو خدا پر واجب جانتے ہین اور ظاہر کلام کا جناب امیر علیہ السلام کے مقتضا وہی ہی جو ہمارے اصحاب نے کہا ہی آیا نہین دیکھتا تو کہ تعین آنحضرت کے مصالح دنیا سے تعلق رکھتے ہین انتہی ملخص کلام ابن ابی الحدید ارباب انصاف کو چاہیے کہ کلام جناب امام انام کے سیاق و سباق مین غور کرنا ضرور ہی تاکہ سمجھین کہ حضرت کی مراد کیا تھی اور ابن ابی الحدید اور شاہ صاحب نے اُسے کس طرف پھیرا ہی جاننا چاہیے کہ اُن دونون صاحبون نے لفظ امیر کو جو کلام مین جناب امیر علیہ السلام کے واقع ہی امام مفترض الطاعت کی طرف جسکا نصب خدا پر از راہ لطف و عنایت بحال بندگان باعتقاد امامیہ واجب ہی اور بھی حضرات اہلسنت کے نزدیک اُسکا نصب خلائق پر واجب ہی حمل کیا ہی اور اسی جہت سے اشتراط عصمت پر ایراد کیا ہی حالانکہ یہ اُنکی تفریعات بوجوہ عدیدہ از قبیل بنائے فاسد علی الفاسد ہی اول یہ کہ اگر ہر بر و فاجر امام ہو سکے تو نہ عصمت

شرط ہوگی نہ عدالت وایمان اور سکا اہل اسلام وایمان سے کوئی قائل نہین ہوا اور اگر واقع مین جناب امیر کی مراد بھی
ہوتی جو ابن ابی الحدید نے کہا ہی تو کیونکر ہوسکتا تھا کہ پھر وہ حضرت خود ہی دوسری جگہ اپنے کلام مین یہ فرماتے
لا سواء امام الھدی وامام الردی وولی النبی وعدو النبی ولقد قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم
انی لا اخاف علی امتی مومنا ولا مشرکا اما المومن فیمنعہ اللہ بایمانہ واما المشرک فیمنعہ اللہ بشرکہ ولکنی اخاف منافق
الجنان عالم اللسان یقول ما تعرفون ویفعل ما تنکرون یعنی برابر نہین ہی وہ امام جو ہدایت کرنے والا ہی اور وہ امام جو ہلاکت مین ڈالنے والا ہی
اور وہ جو پیغمبر ص کا دوست ہی اور وہ جو پیغمبر کا دشمن ہی اور بہ تحقیق کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہی مین نہین
ڈرتا اپنی امت پر نہ کسی مومن سے نہ کسی مشرک سے لیکن مومن پس خدا تعالی بہ برکت ایمان اُسے گناہ سے باز رکھے گا
اور لیکن مشرک پس بسبب شرک کے اُسکے سر کو توڑیگا ولیکن مین ڈرتا ہون تم پر اُس شخص سے کہ اُسکے دل مین نفاق ہو
اور زبان سکی علم کے ساتھ گویا ہو کہتا ہی وہ مثل اُسکے جو تم کہتے ہو اور کرتا ہی وہ اُس چیز کو کہ تم اُسے شرع سے نہین پہچانتے
انتہی محصل کلامہ الشریف پس اب بتامل دیکھنا چاہیے کہ آیا ایسے امام کا نصب کرنا خدا پر یا خلق خدا پر واجب
ہوگا یا نہین کسی صاحب عقل کی عقل اسے تجویز نہ کرے گی کہ خداوند عالم ایسے امام کے نصب کرنے کو جو سب کو
ہلاکت مین ڈالے جائز رکھے گا چہ جائے اسکے کہ اسے اپنے اوپر واجب فرمائے دوسرے یہ کہ اگر ہر بر و فاجر امام
مفترض الطاعت ہوسکتا تو جو آنحضرت نے عثمان بن عفان کو نصیحت کے وقت انکو مستغیثون پر ظلم کرنے سے خطاب
فرمایا یہ کاہے کو فرماتے اور اگر معاذ اللہ یہ ارشاد حضرت کا بجا نہوتا تو خلیفہ ثالث اسکی تردید ضرور کرتے اور وہ تردید بھی
ضرور مذکور رہتی کیونکہ یہ خطبہ تاریخ طبری مین موجود ہی اور ابن ابی الحدید نے اس خطبہ کی شرح کی ذیل مین کہا ہی کہ وقد ذکر
ابو جعفر محمد ابن جریر الطبری فی التاریخ الکبیر ھذا الکلام اور عبارت خطبہ کی یہ ہی کہ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا
ان افضل عباد اللہ عند اللہ امام عادل ھدی وھدی فاقام سنۃ معلومۃ وامات بدعۃ مجھولۃ وان السنن لنیرۃ لھا
اعلام وان البدع لظاھرۃ لھا اعلام وان شر الناس عند اللہ امام جائر ضل وضل بہ فامات سنۃ ماخوذۃ واحیی بدعۃ
متروکۃ وانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ یقول یوتی یوم القیمۃ بالامام الجائر ولیس معہ نصیر ولا عاذر فیلقی
فی نار جھنم فیدور فیھا کما تدور الرحی ثم ترتبک فی قعرھا اب بعد ملاحظہ اس خطبہ بلاغت مشحون کے کسطرح حضرات اہلسنت کو
پہونچتا ہی کہ پھر حضرت کے کلام مین جو لفظ امیر واقع ہوا ہی اُس سے مراد امام مفترض الطاعت لیکر امامت بر و فاجر کو
صحیح رکھین والا دو خلیفہ کی مخالفت لازم آئیگی ایک مخالفت قول جناب امیر کی جیسا کہ ظاہر ہی کہ آنحضرت نے
امام فاجر کو شر الناس کہکر تعبیر فرمایا ہی دوسرے خلیفہ ثالث کی کیونکہ بعد اس خطاب کے انکا سکوت کرنا اور اسکا جواب
نہ دینا یہ بھی اقرار ہی اس قول کے صحیح ہونے کا والا کون شخص اپنی تشنیع کو دفع کرنا نہین جانتا لیکن جب وہ ایسی اصحیح ہو
کہ لائق دفع نہو اُسوقت سکوت کرتا ہی اور جب مراد ایسے امام سے امام مفترض الطاعت نہوئی کہ جو مصطلح ہی تو یہ قیاس امام

اب معنی اعم مین مستعمل ہوگا کہ وہ ہماری بحث کا موضوع نہین ہی اور بر تقدیر اول کفار و فجار اور منافقین کی امامت اُس
سلک امامت مین منسلک ہوگی جو موافق شیعون کے خدا پر اور موافق حضرات اہلسنت کے بندون پر واجب ہی اور
اسکا فساد ظاہر و واضح ہی کیونکہ شیعہ تو امامت مین عصمت کو شرط جانتے ہین تو انکے دل مین یہ توہم کبھی نہ آئیگا اور حضرات
اہلسنت کے بھی جو اشخاص کہ باانصاف ہین اُنسے بھی اسکی توقع نہین ہی کہ ایسے امر شنیع کو قبول کرین کیونکہ اُنکے
یہان بھی اکثر علمانے تصریح کی ہی کہ عدالت امام کے لیے ضرور ہی پھر وہ فاجر ہونے کے ساتھ کیونکر جمع ہوگی لیکن
اس جبر مین کہنے والے کو یہ پہونچتا ہی کہ وہ کہے کہ جناب امیرؑ کے پہلے کلام سے اور دوسرے کلام سے بقدر معلوم
ہوتا ہی کہ دونون قسمین امام کی برابر نہین ہین بلکہ امام عادل کا مرتبہ خدا کے نزدیک اعلی ہی اور امام جابر کا ادنی ہی اور اس سے
یہ لازم نہین آتا کہ امامت و ریاست بر و فاجر کی اصل سے باطل ہو اور اُسکا نصب کرنا جائز نہو اور اسکے جواب مین ہم
کہ سکتے ہین کہ یہ کلام اگرچہ انحضرت سے جو حسن و قبح عقلی سے انکار کرتے ہین عجب نہین کہ صادر ہو لیکن اکثر حضرات
اہلسنت بھی اسے پسند نہ فرمائینگے والا ایمان و عدالت کو شرط امامت کی نہ کہتے اور جب یہ دونون شرط ہوئین تو
پھر اصل مین فاجر کی امامت کیونکر صحیح ہوگی اور بر تقدیر ثانی امام کے معنی ایسے مقام پر ائمہ ہدی اور ائمہ نار سے عام ہونگے جیسا کہ
حق تعالی فرماتا ہی وجعلنا منهم ائمة يهدون بامرنا اور فرماتا ہی وجعلنا منهم ائمة يدعون الى النار اور وہ امام موضوع
بحث امامت سے خارج ہوگا بلکہ موافق روایت بحار الانوار کے جو جناب امیرؑ سے ہی کہ آنحضرت نے فرمایا کہ الائمة من
قريش ابرارها ائمة ابرارها وفجارها ائمة فجارها ثم تلا هذه الاية وجعلنا منهم ائمة يدعون الى النار ويوم القيمة هم
لا ينصرون ہر گز فجار ابرار کے ائمہ نہونگے اور مفسر تفسیر کبیر نے کہا ہی کہ وقد سمي بذلك من يؤتم به في الباطل قال الله
تعالى وجعلناهم ائمة يدعون الى النار الا ان اسم الامام لا يتناوله على الاطلاق بل لا يستعمل فيه الا مقيدا فانه لما
ذكر ائمة الضلال قيده بقوله يدعون الى النار كما ان اسم الاله لا يتناول الا المعبود بالحق فاما المعبود بالباطل فانما يطلق عليه
اسم الاله مع القيد قال الله تعالى فما اغنت عنهم آلهتهم وقال تعالى فانظر الى الهك الذي ظلت عليه عاكفا انتهى كلامه
اب لائق غور ہی کہ ایسے امام باطل کا نصب کرنا جو معبودات باطلہ کی نظیر ہو بلکہ مفاد واتخذوا احبارهم ورهبانهم اربابا
من دون الله و منطوق من طاع رجلا فقد عبده کی افراد سے آلہ باطلہ کے ہو خدا پر یا خلق خدا پر واجب ہو سکتا ہی
حاشا و کلا کبھی یہ مضمون ذہن سلیم والے کو مقبول نہوگا اور جب یہ نہوا تو یہ معنی عام جو ان اقسام کو شامل ہین اس جگہ
موضوع بحث امامت کے نہین ہو سکتے چہ جائے اسکے کہ امیر کا لفظ جو لفظ امام حقیقی کے ساتھ اشتراک لفظی بھی نہین رکھتا اُسکا
حمل کرنا جناب امیر علیہ السلام کے کلام مین امام مصطلح کے اوپر جو مبحوث عنہ اس بحث کا ہی ساتھ اُسکے تعمیم کی بر و فاجر سے
دونون سے رنگ و تمویہ کے سوا اور کچھ نہین ہی اور بہت تعجب کی بات ہی کہ ابن ابی الحدید نے ایسے کلام کو حضرت کے
وجوب نصب امام مطلق کے لیے جو شامل ہی بر و فاجر کو نص کہا اور مطلب جو واضح اس سے تھا اُسے نہ سمجھے اور فاضل

دہلوی نے بھی اسے عدم اشتراط عصمت پر استدلال کیا فاعتبروا یا اولی الابصار ایہی الثریا من الثری تیسرے یہ کہ
جب موافق فریقین کے یہ معلوم ہوچکا کہ لفظ امیر کا حمل کرنا جو کلام جناب امیر انام مین واقع ہوا ہی امام مفترض الطاعت
پر صحیح نہین ہی تو اب جو مراد اس سے آنحضرت کی ہی اُسے بگوش دل سُننا اور سمجھنا چاہیے اور وہ یہ ہی کہ یہ کلام حضرت نے
رد قول خارج مین فرمایا تھا کہ جب وہ بارادہ باطل کہتے تھے کہ لاحکم الا للہ اور دلیل اسپر خود وہ ہی جو عنوان مین
اِس کلام کے نہج البلاغت مین مسطور ہی اور لفظ اُسکا یہ ہی ومن کلام لہ علیہ السلام فی معنی الخوارج لما سمع علیہ
السلام قولہم لاحکم الا للہ یہ سنکر فرمایا کلمۃ حق یراد بہا باطل انہ لاحکم الا للہ ولکن ہؤلاء یقولون لا امرۃ یعنی قول انکا لاحکم الا للہ
سچ ہی اور نفس الامر مین حکم خدا تعالیٰ کا سچ ہی لیکن خوارج اُسکے معنی نہین سمجھے اور اُس سے معنی باطل پر حمل کرکے گمان
یہ کرتے ہین کہ کسی رئیس کی متابعت ہمین درکار نہین اور کسی کا امیر ہونا ہمارے واسطے نہین چاہیے پس حضرت نے
اُسکی رد مین فرمایا کہ انہ لابد للناس من امیر بر او فاجر یعنی چونکہ انسان مدنی الطبع ہی اور امور اُسکے تمام نہین ہوتے جبتک
کہ بنی نوع اُسکے مشارک نہون اور اجتماع و مشارکت فساد و افساد کی طرف منجر ہوتا ہی اور سبب اِسکا ہوتا ہی کہ انسان
ہلاک ہون اور نفوس ضائع ہون اور اموال برباد ہون اور حرث و نسل خراب و تباہ و ہلاک ہو پس حیات انسان کی
یہ ہی کہ بدون رئیس کے کہ وہ خواہ اچھا ہو یا بُرا ہو بسر نہین کرسکتے اور انکا انکار مطلق امارت سے امر بدیہی کا انکار ہی
اور یہی سبب تھا کہ اِس انکار زبانی کے بعد پھر خوارج نے عبد اللہ بن وہب کو اپنا امیر بنایا اور بدون امیر کے انکا بھی امر
منتظم نہوسکا جیسا کہ اِسکی بھی گواہی اور تصدیق ابن ابی الحدید کے قول سے نکلتی ہی جو اُسنے کہا ہی انہم کانوا فی بدء امرہم
یقولون ویذہبون الی انہ لاحاجۃ الی الامامۃ ثم رجعوا عن ذلک القول لما امّروا عبد اللہ بن وہب الراسبی لیکن صاحب
عقل پر پوشیدہ نہ رہے کہ اِس قول مین بھی ابن ابی الحدید نے لفظ امامت کو مجمل ذکر کیا ہی تاکہ ظاہر بینون کو اِسمین
ڈالدین کہ یہ کلام اُسی امامت مین ہی جو مبحوث عنہا ہی اور جو رنگ رنگا ہی انہون نے اور اوپر اُسکا ذکر ہوچکا ہی وہ پورا اُترے
لیکن حقیقت بین کی نظر مین خصوصًا بعد اِس توضیح کے جو ہم بتفصیلہ کر آئے ہین کب اِس خلط و غلط پر توجہ ہوتی ہی اور
کہان وہ امامت خاص اور کہان یہ امارت عام برابر ہوسکتی ہی این ہذا من ذاک اور جو حضرت نے بنظر تعیش انسان
فرمایا وہ بہت امر واضح اور سچا ہی کیونکہ سیاست ضروری کے لیے تعیش مین طرف امیر کے احتیاج ہی اور وہ اِسپر
موقوف نہین ہی کہ صاحب شریعت ہی رئیس ہو بلکہ اطراف عمارت کے رہنے والے جہان احکام شریعت نہین پہونچے
وہ بھی تعیش بہ سیاست کرتے ہین اور ہم اپنے زمانے مین دیکھتے ہین کہ مدار ریاست کا اکثر سلطنتون کے قوانین عقلیہ پر ہی
اور وہی باعث تعیش کا خلق کے ہی اور احکام شریعت غرا مطلقًا معطل ہین اور مسائل دینی کو کچھ رواج نہین بلکہ
مضمحل ہین اور پھر کوئی خلل انتظام دنیا مین اُس سے واقع نہین ہوتا پھر کیونکر نہ کہین کہ ضرور وہی تعیش انسانی کو
جو حضرت نے فرمایا تھا کہ کوئی رئیس یا امیر ضرور ہی اور مصدق اُسکے ہی وہ حدیث جو بحار الانوار مین بسند اُسکے ابو بصیر سے ہی

کہ انھون نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہی کہ فرمایا حضرت نے کہ ان الدنیا لا یکون الا وفیہا
امامان بر و فاجر فالبر الذی قال اللہ تعالی وجعلناہم ائمۃ یہدون بامرنا واما الفاجر فہو الذی قال اللہ عز وجل
وجعلناہم ائمۃ یدعون الی النار وفی روایۃ عنہ قال لا یصلح الا امام عادل وامام فاجر ثم تلا الایتین وہی البیت الصریحا فی البیت
اور اِس سے بھی بہت اچھی طرح واضح اور ثابت ہوتا ہی کہ انسان کے تعیش مین بہت ضروری بات ہی کہ کوئی رئیس یا امیر ہو
اور ابطال قول خوارج سے اثبات امامت خاص کا جو نیابت پیغمبری دین و دنیا کے امور کے واسطے ہر بر و فاجر کے لیے
لازم نہین آتی جیسا کہ ابن ابی الحدید اور شاہ صاحب نے بطور مکابرہ گمان کیا ہی کیونکہ جب مراد جناب امیر علیہ السلام کے
کلام کی بیان معلوم ہو چکی یہ ہی کہ انسان کے لیے تعیش دنیا مین چارہ نہین ہی اِس سے کہ ایک امیر ہو خواہ وہ نیک ہو یا بد ہو
اور عصمت شرط نہین ہی مگر صلاح معاش و معاد عباد کے لیے جو عبارت رستگاری دنیا و آخرت سے ہی نہ فقط اصلاح
محض معاش جسطرح کہ ہو پھر کیونکر نفی عصمت کی لازم آئیگی اور ایسا ہی ہو تو عدالت کا شرط کرنا تاکہ جسکے اکثر حضرات
اہلسنت قائل ہوئے ہین اور خود شاہ صاحب نے بھی اُنکی تصریح کی ہی جیسا کہ اِس سے پہلے مذکور ہوا وہ بھی درہم و
برہم ہو جائیگا اور اِس سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ وہ اشتراط عدالت بھی زبانی ہی بلکہ جیسا کہ امام جماعت کے لیے مشہور ہی صلوا
خلف کل بر و فاجر اسی طرح واقع مین خلافت اور امامت کے لیے بھی عدالت شرط نہین جیسا کہ تصریح فاضل رشید ابن
ابی الحدید اور شاہ صاحب کے بیان سے معلوم ہوا اور یہ بزرگوار جو نصب امام کے واجب ہونے کے قائل ہین اُسمین
کچھ شرط نہین بلکہ عام ہی اِس سے کہ بر ہو یا فاجر ہو اور اِس صورت مین جو علامہ حلی علیہ الرحمہ نے کشف الحق مین فرمایا
قالوا بامامۃ الفساق والسراق کالدوانیقی المتلصص وہ حقیقت مین سچ ہی اور فضل بن روزبہان نے جو اسکے جواب مین انکار
کیا ہی وہ بے اصل ہی اور اب شیعون کے مقابل مین جو ایمان و عدالت کو امامت مین شرط کرتے ہین یہ بیکار ہی بلکہ کھل کر
اگر اسی بات کا فتویٰ دیا جاے کہ ہر فاسق و فاجر کی اطاعت کرو جیسا کہ کلام فاضل نسفی سے مستفاد ہوتا ہی کہ اتباع
خلفاے جور کا جائز ہی تو اپنی حقیقت پر ہوگا اور اِس صورت مین جو مشقت تاویلات کے دفع مطاعن مین خلفا کے
اُٹھاتی ہی اُنکی بھی حاجت نہوگی بلکہ جو شروط کہ امام مین اعتبار کرتے ہین یہ سب بیکار ہونگے کیونکہ خود ابن ابی الحدید نے کہا ہی
کہ جناب امیر علیہ السلام کی تعلیلین سب مصالح دنیا سے متعلق ہین پھر اِس صورت مین امامت عبارت ریاست سے جو دین و
دنیا کے لیے عام ہو نہوگی بلکہ امور دنیہ کو بنا بر اِس اعتقاد کے امامت مین دخل دینا نہ چاہیے اور جو بادشاہ اور حاکم ہو
وہ امام ہوگا اگرچہ جور کرنے والا بلکہ کافر و جابر کیون نہو چہ جاے یہ کہ شارح عقائد نے قول ماتن کی ذیل مین والمسلمون
لابد لہم من امام یقوم بتنفیذ احکامہم واقامۃ حدودہم وسد ثغورہم وتجہیز جیوشہم واخذ صدقاتہم وقہر المتغلبۃ
والمتلصصۃ وقطاع الطریق واقامۃ الجمع والاعیاد وقطع المنازعات الواقعۃ بین العباد الخ کہا ہی کہ اگر یہ کہا جاے کہ کیونکر جائز نہین ہوتا کہ اسلیے واسطے
ہر مقام پر ایک ذی شوکت کے اوپر اکتفا کی جاے پھر سو وقت مین یہ کہان سے لازم آئیگا کہ نصب امام کا اور مراد لیتا ہون

امین اُس سے وہ شخص کہ جسکے واسطے ریاست عامہ ہو وہ جب ہو تو اُسکے جواب مین ہم کہینگے کہ علت اُسمین یہ ہی کہ مودی ہوتا ہی
طرف منازعات و مخاصمات کے جو منتہی ہوتے ہین طرف اختلال اُمور دین و دنیا کے جیساکہ ہمارے زمانے مین مشاہد ہی
پھر اگر اسپر کہا جاے کہ تم کیون اکتفا نہین کرتے ایسے صاحب شوکت کے ساتھ کہ جو ریاست عامہ رکھتا ہو عام اِس سے کہ امام ہو
یا غیر امام ہو کہ اِس صورت مین ریاست کا انتظام حاصل ہو جائیگا جیساکہ ترکون کے عہد مین ہی تو ہم کہینگے کہ ہان بعض نظام
کہ اُمور دنیا کا انتظام ہی حاصل ہوگا لیکن اُمور دین کے مختل ہو جائینگے اور مقصود اور اہم اور عمدہ عظمی وہی اُمور ہین انتہی محصل
کلام ۹۸ اب اِس کلام سے چند امر مستفاد ہوتے ہین پہلے یہ کہ امام نہین ہی مگر رئیس عام اور امیر اور رئیس خاص کہ اُسکی امارت
بعض اُمور کے ساتھ مخصوص ہو اُسے امام نہین کہہ سکتے اور جناب امیر علیہ السلام کے کلام مین لا بد للناس من امیر بر او فاجر
رئیس عام و خاص امیر سے عام ہی دوسرے یہ کہ اُمور دنیا کا انتظام امام جامع الشرائط کے سوا اور حکام سے جنکی امارت اور
ریاست عام ہو ہو سکتا ہی لیکن وہ حکام منصب امامت سے فائز نہین ہو سکتے پھر اِس صورت مین امیر امام سے عام ہوگا
تیسرے یہ کہ اُمور دین کی اصلاح اغراض نصب امام مین عمدہ ہی اور جب یہ ہوا تو فساق و فجار کے منصوب ہونے سے
امامت کا فائدہ کیا حاصل ہوگا پھر اگر امامت مین ریاست دینی ملحوظ ہی تو کسی طرح ہر بر و فاجر رئیس نہین ہو سکتا اور اگر
اُمور دین سے قطع نظر کرین تو پھر انتظام اُمور دین کو بے فائدہ اہم اور عمدہ عظمی کہتے ہین اور اِن سب باتون سے بخوبی
ظاہر ہوتا ہی کہ سیاق کلام جناب امام علیہ السلام کا محض بیان ضرورت عقلیہ کا وجود امیر سے تعیش خلق کے لیے ہی
عام اِس سے ہی کہ وہ امام ہو یا متغلب ہو کہ بقہر و غلبہ غالب آگیا ہو اور وہ اچھا ہو یا بدکار ہو نہ بیان اُس امام کے حال کا
جسکا نصب خدا پر یا خلق خدا پر واجب ہو اور جب یہ ثابت ہوا تو کسی طرح اِس کلام سے عصمت امام کی نفی لازم نہین آتی
اور یہ بات بہت ظاہر ہی اگر چشم بصیرت ہو تو لاچاری ہی فقط پانچوین یہ کہ برتقدیر تسلیم کرنے اِس امر کے کہ لفظ امیر
مطلوب خصم پر دلالت کرتا ہی اسکو ظاہر معنی سے صرف کرنا لازم ہوگا کیونکہ بر فرض محال اگر کلام آنحضرت کا امامت
مبحوث عنہا کے واجب ہونے کے لیے جاری ہو تو چونکہ اُسکا ظاہر مذاہب اسلامیہ کے مخالف ہی بسبب عام ہونے فاجر کے
کافر سے جیساکہ اُسپر قول جناب باری کا ان الفجار لفی جحیم اور فاجر الکفار اُسپر دلالت کرتا ہی پھر اِس صورت مین وہ
دونون قولون پر ماول ہوگا اور اِسکی صلاحیت نہ رکھے گا کہ آپس مین احتجاج اُس سے ایک دوسرے پر کر سکے اور جب یہ ہوا
تو احتجاج اُس سے بیکار ہوے اور پھر عصمت امامت کی شرط بدستور سابق باقی رہے فتذکر اِسی طرح عصمت کی نفی کے لیے
اُنھون نے استدلال کیا ہی ایک روایت سے کہ جناب امیر نے فرمایا لا تکفوا عن مقالۃ بحق او مشورۃ بعدل فانی لست
بفوق ان اخطی اور اِس روایت کو کتاب کافی کی طرف منسوب کیا ہی اور حاصل اُنکے استدلال کا یہ ہی کہ جب آنحضرت نے
خود فرمایا کہ مین مامون خطا سے نہین تو اب اشتراط عصمت کا امامت مین کیونکر ہو سکتا ہی کیونکہ معصوم خطا سے
مامون ہوتا ہی اور جب اقرار عدم امن کا خطا سے ہوا تو عدم عصمت کا اقرار ہو چکا اور جواب اِسکا پہلے بر فرض تسلیم صحت

روایت

روایت یہ ہو کہ چونکہ یہ خبر واحد ہی اور ادلہ عقلیہ و نقلیہ کو معارض ہی اسلیے یا یہ تقیہ پر محمول ہونے سے مطروح ہو گی یا
تاویلات مرضیہ کے ساتھ ماول ہو گی اور ایسے اخبار احاد پر صول کی بنا نہین ہو سکتی اور اسکے علاوہ یہ قول بھی آنحضرت کا
لست امن ان اخطی عدم عصمت پر جناب کی دلالت نہین کرتا کیونکہ اس سے مراد یہ ہی کہ بلحاظ بشریت خطا کا
احتمال ہی لیکن صدور اسکا بسبب عصمت کے ممتنع ہی اور دوسری وجہ اسکے جواب کی یہ ہو کہ کتاب مستطاب نہج البلاغہ
کی طرف رجوع کرنے سے ظاہر ہوا کہ سید رضی علیہ الرحمہ نے خطبہ صفین مین کہ وہ خطبہ جناب سے جو نقل
کیا ہی اسمین یہ عبارت اسطرح واقع ہی فلا تکفوا عن مقالۃ بحق او مشورۃ بعدل فانی لست فی نفسی بفوق ان اخطی ولا امن فی الا من
فعلی الا ان یکفی اللہ من نفسی ما ھو املک بہ منی فانما انا و انتم عبید مملوکون لرب لا رب غیرہ انتہی اور جب اس سے یہ معلوم ہوا
کہ جسقدر قول آنحضرت کا شاہ صاحب نے بحوالہ روایت کافی کلینی نقل کیا ہی وہ ناتمام ہی اور استثنا اسمین مذکور نہین ہی
اور فی الواقع قول تمام استثنا کے ساتھ ہی بقولہ الا ان یکفی اللہ تو اب اس قول سے استدلال نفی عصمت پر کسی طرح لازم
نہین آسکتی بلکہ اسکا مفاد نظر ہوگا حضرت یوسف کے اسی مفاد کلام سے جسے حق تعالی نے نقل فرمایا ہی کہ انہوں نے
وما ابری نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء الا ما رحم ربی اور مثل مفاد کلام جناب سید الانبیا علیہ و آلہ صلوات اللہ کے ہو گا جو اس
کریمہ نقل کلام یوسفی کی تلاوت کے بعد فرمایا تھا ہو گا اور وہ یہ ہی ولا انا الا ان یتدارکنی اللہ برحمتہ اور یہ بات بر ظاہر ہی
کہ پیغمبر و امام باوجود اسکے کہ وہ بھی مصداق قول انما انا بشر مثلکم کے ہین لیکن پھر اسکے ساتھ انہین خدا کے لطف کے
ذریعہ سے عصمت حاصل ہوئی جیسا کہ بحث لطف مین اسکی تصریح و توضیح بخوبی ہو چکی ہی اور اسی لیے ابن میثم نے کہا ہی
د فی قولہ الا ان یکفی اللہ من نفسی اسناد العصمۃ الی اللہ انتہی ملخصاً جب ایسے استدلال نفی عصمت پر استدلال لانے والے کی
خطا ہی اور گویا شاہ صاحب کا اس قول کو بدون نقل استثنا ذکر کرنا اسی لیے ہو گا کہ ناہماری استدلال تمام ہو جاے
اور نابلدان سرمنزل التحقیق اسے قبول کر لین لیکن اگر اسے بھی خیال فرماتے کہ اہل فحص و بحث جب مطلع ہو نگے اور تمام
کلام کو دیکھینگے اور اس سے سب کو آگاہ کرینگے تو یہ ملمع کھل جائیگا اور جب حق واضح ہو گا تو اس استدلال سے کیا فائدہ
ہو گا بلکہ مورث وہن کا ہو گا تو کبھی ایسے استدلال نہ فرماتے اور اب بحمد اللہ کہ جو تاویل ہمنے کی تھی اسکی تقویت ظاہر ہوئی
اور ثابت ہوا کہ وہ احتمال مجرد نہین ہی بلکہ شواہد مقال سے موید ہی چوتھے یہ بھی ممکن ہو کہ یہ کلام آنحضرت سے بمقام
تقیہ بطرز توریہ و ابہام صادر ہوا ہو یا بطور الزام دشمنان یا موافق انکے ساتھ مماشات فرمانیکے یہ کلام صادر ہوا ہو
جیسا کہ مفسرین نے تفسیر کریمہ لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک و ما تاخر مین کہا ہی کیونکہ ظاہر اسکا بھی ایسا ہی ہی کیونکہ
گناہ کا بخشنا اسی وقت مین ہوتا ہی کہ جب گناہ ہوا ہو اور عصمت کے ساتھ صدور معصیت ممکن نہین پھر کسطرح حق تعالی نے
یہ فرمایا پس تاویل اسکی یہی ہی کہ چونکہ زعم کفار مین وہ حضرت گنہگار تھے اسلیے حق تعالی نے یہ فرمایا اور تقریر کلام کی
حضرت کی اسوقت مین یہ ہو گی لست کما تزعمہ یعنی تمہارے زعم مین مین ایسا نہین ہون کہ جو مامون صدور خطا سے نہ ہو اور یہ

کلام ایک تمہید ہوگی اسلیے کہ جو جو تمھاری رائین اور بدگمانیان میری طرف سے ہین مین اُنسے خبردار ہون اور گویا یہ کہکر اُنکے اسرار مکتومہ اور استار مکنونہ کا افشا فرماتا ہی پانچوین یہ ہی کہ ابن ابی الحدید نے اس قول کی شرح مین لکھا ہی هذا اعتراف منه علیه السلام بعدم العصمة فاما ان یکون الکلام علی ظاهره او یکون ما قاله علی سبیل هضم النفس کما قال رسول الله صلی الله علیه و اله ولا انا الا ان یتدارکنی الله برحمته یعنی یہ کلام آنحضرت کا یا محمول ظاہر پر ہی اور اُس اعتراف فرمانا عصمت کے نہونے کے ساتھ معلوم ہوتا ہی یا جو کچھ کہ فرمایا ہی یہ بطور فروتنی اور از راہ تواضع ہی جیسا کہ پیغمبر خدا نے بھی فرمایا ہی ولا انا الا ان یتدارکنی الله برحمته یعنی جیسا کہ یوسف علیه السلام نے کہا تھا کہ مین اپنے نفس کو بری نہین کر سکتا تحقیق کہ نفس بشری برائی کرانے کے ساتھ حکم کرتا ہی الا ما رحم ربی اسی طرح مین بھی اپنے نفس کو نہین بچا سکتا مگر یہ کہ حق تعالی میرا تدارک اور حفظ خطا سے فرماے بسبب اپنی رحمت کے انتہی محصل کلامه اور حقیقت یہ ہی کہ پہلا احتمال جسے ابن ابی الحدید نے محمول ظاہر پر کرکے اعتراف ساتھ عدم عصمت کے قرار دیا ہی وہ بہت ضعیف ہی اور اس اعتراف کا ظاہر ہونا ممنوع ہی کیونکہ بنظر سیاق و سباق کی قرینون کے احتمال ثانی پر ظاہر بلکہ متعین ہی کیونکہ اسی کلام کے پہلے اسی خطبے مین یہ بھی واقع ہی کہ فرمایا ان من اسخف حالات الولاة عند صالح الناس ان یظن بهم حب الفخر و یوضع امرهم علی الکبر یعنی سخیف ترین حالات حکام و والیان سے اچھے آدمیون کے نزدیک یہ ہی کہ گمان کیا جاے کہ وہ فخر و افتخار پسند ہین اور اپنے مین رعایا پر بزرگی چاہتے ہون اُنسے مساوات نہ رکھتے ہون اور فرمایا ہی فلا تثنوا علی بجمیل ثناء اور فرمایا ہی فلا تکلمونی بما تکلم به الجبابرة ولا تظنوا بی استثقالا فی حق قیل لی الا انما انا اعظام لنفسی اور سب کے آخر مین فرمایا ہی فانما انا وانتم عبید مملوکون اور جو شخص کہ ان فقرون کو دیکھے گا اور سمجھے گا اُسپر چھپا نہین رہ سکتا کہ یہ کلام امام انام علیه السلام کا مقام تواضع اور رفع تعلی و تکبر مین صادر ہوا ہی پس لا محالہ فروتنی پر محمول ہوگا اور اسی لیے ابن میثم نے اسی احتمال پر اس قول کی تاویل مین اقتصار کرکے کہا ہی وقوله فانی لست فی نفسی الخ قوله منی من قبیل التواضع الباعث لهم علی الانبساط معه بقول الحق و لیکن اگر کوئی شخص یہ کہے کہ جو تمنے کہا ہم اُسے قبول کرتے ہین مگر ان سب احتمالون کے موافق استشارہ صحابیون سے عبث ہوگا اور عصمت کے باعث سے امام کو اُس سے حاجت کیونکر باقی رہیگی تو اُسکے جواب مین ہم کہینگے کہ استشارہ ایسا فعل ہی کہ وہ بمفاد وشاورهم فی الامر فاذا عزمت فتوکل علی الله ثابت ہی اگرچہ بنا بر تعبد کے کیونکر نہو اور اگرچہ ہمین ہر امر کی علت معلوم نہین تو نہ معلوم ہو بنا بر تعبد القاع اُسکا چاہیے سوا اسکے کبھی ایسا بھی ہوتا ہی کہ استشارے کے ذریعہ سے اشخاص کی رایون کا استکشاف اور اُنکے سرائر پر اطلاع اور اُنکے جو دل مین ہی اُسپر بصیرت حاصل ہوتی ہی اور جو اُس سے منفعتین ہین اور جیسا توابع کا حال اُسے معلوم ہوتا ہی وہ اہل بصیرت پر پوشیدہ نہین ہی اور شاہ صاحب نے کہا ہی کہ شیعون کو یہ نہین پہونچتا کہ جو حضرت امیر نے حکم مشورہ کا فرمایا ہی مشورہ پر امور دنیا کے حمل کرین اور از قبیل انتم اعلم بامور دنیاکم سمجھین کیونکہ جناب امیر نے دو لفظ فرماے ہین ایک عن مقالة بحق دوسرے مشورہ بعدل اگر مشورہ کو جو لفظ آخر ہی اس معنی پر حمل کرینگے تو دوسری لفظ کو کہان لیجائینگے فقط اور اُسکے

جواب مین ہم کہہ سکتے ہین کہ یہ ہمین شاہ صاحب کے سکھانے سے نہین آیا بلکہ کوئی شیعہ یہ اعتقاد نہین رکھتا کہ
رعایا امام سے زیادہ جانتے ہین جب ہمنے امام مین عصمت کو شرط جانا اور بعد نبی کے سب سے افضل ہونے کا
اعتقاد کیا تو ہم کسی طرح یہ گمان بھی نہین کر سکتے جو امام کو مثل دیگر رعایا کے جانتے ہین یہ انھین کا منصب ہوگا کہ
جو پیغمبر کے لیے بھی کہ افضل بشر ہین اور کلام انکا ان ہو الا وحی یوحی کا مصداق ہی پھر بھی ایسے امر کی نسبت انکی طرف جائز رکھتے ہین
پھر انکے اوصیا کے واسطے کیون نہ کہینگے کہ رعیت انسے اعلم ہین اور شیعہ تو انبیا اور انکے اوصیا جو ائمہ ہوے ہین انھین جملہ
امور دین و دنیا مین رئیس و پیشوا سمجھتے ہین اور انکے قول کو بری از خطا جانتے ہین پھر کسطرح ایسی بات کہینگے بلکہ انکے نزدیک
یہ کلام برفرض صحت محمول اسپر ہوگا کہ یہ کہکر سب کا حال باطن دریافت کیا جاے بطور اختبار فرمایا ہوگا اور بالفرض اگر
شیعہ ایسی بات کہین بھی تو لفظ حق کو امر و نہی سے عام لینگے کیونکہ لفظ حق امر و نہی پر دلالت نہین کرتا کیونکہ حق کے
معنی واقع اور نفس الامر سے مطابق ہونے کے ہین جیساکہ منطق کی کتابون مین اسکی تصریح موجود ہی الصدق مطابقة الخبر
مع الواقع والحق مطابقة مع الخبر اور جب یہ ہوا تو قباحت لازم آئیگی اسی طرح شاہ صاحب نے امامت سے عصمت کی
نفی کرنے کو استدلال کیا ہی کہ صاحب کتاب فصول وغیرہ امامیہ روایت ابی مخنف سے کرتے ہین انه قال کان الحسین ع
ابی علی یبدی الکراهة عما کان من اخیه الحسن ع من صلح معاویة ویقول لو جز انفی کان احب الی مما فعله اخی یعنی سید الشہداء کراہت
ظاہر کرتے ہین اس صلح سے کہ جو امام حسن ع نے معاویہ کے ساتھ فرمائی تھی اور فرماتے تھے کہ اگر میری ناک قطع کی جاتی تو
وہ میرے آگے اس سے محبوب تھا کہ جو فعل میرے بھائی سے واقع ہوا یعنی صلح کرنا اور جبکہ وہ معصومون سے ایک
دوسرے کا تخطیہ کرے تو دو معصومون سے ایک کی خطا ثابت ہوگی کیونکہ اجتماع دو نقیضون کا محال ہی اور بھی صحیفہ
کاملہ مین کہ حضرت سجاد ع سے بطرق صحیحہ امامیہ کے نزدیک مروی ہی ثابت ہوتا ہی کہ انھین آنحضرت کا یہ کلام موجود ہی
قد ملک الشیطان عنانی فی سوء الظن وضعف الیقین وانی اشکو سوء مجاورته وطاعة نفسی له اور ظاہر ہی کہ یہ کلام دونون تقدیرون مین
یعنی خواہ صادق ہو یا کاذب ہو عصمت کے منافی ہی انتہی ملخص کلامه اور جواب امر اول کا پہلے یہ ہی کہ وہ روایت جو ابی مخنف سے
منقول بحوالہ صاحب فصول ہی اسکی حقیقت یہ ہی کہ صاحب فصول مہمہ شیعہ مذہب نہین ہی بلکہ مالکی مذہب ہی امامیہ سے نہین ہی
دوسرے یہ کہ اخبار احاد جب اصول اعتقاد کے منافی ہون تو وہ لائق احتجاج نہین ہو سکتے بلکہ انھین طرح کرنا ضرور ہوتا ہی
کہ نہ وہ موجب علم کے نہ موجب عمل کے ہو سکتے ہین جیساکہ جناب سید مرتضی علم الہدی نے فرمایا ہی اور عصمت شرط
امامت کے موافق ادلہ عقلیہ و نقلیہ اور معتقدات ضروری فرقہ شیعہ سے ہی پھر اسکے مقابل مین اس خبر سے کیونکر استدلال
جائز ہو اور بر تقدیر تنزل وہ بھی ماول ہوگی اسطرح کہ زبان عرب مین بلکہ ہر زبان مین مبالغات بہت شائع ہین پھر
جسطرح ایات تشبیہ کی تاویل کرتے ہین اور کہتے ہین کہ معصیت سے مراد ترک اولی ہی اسی طرح کراہت کی بھی تاویل
کرینگے اس کراہت طبع سے جو بہ نسبت صلح کے تھی کیونکہ یقینی صلح اگرچہ کسی ضرورت دینی کے لیے ہو کہ حق تعالی نے اسے

پسند فرمایا ہو لیکن اہانت ظاہری سے خالی نہین ہوتی اور کبھی مومنین پر امور شرعیہ کہ جنکی طرف حاجت شرعی
داعی ہو دشوار ہوتے ہین جیسا کہ حدیبیہ کے مصالحہ مین ہوا اور ظہور اسلام مین اکثر ایسے امور پیش آئے تھے اور جب
اسطرح ہوا تو کوئی قباحت نہین ہی اور کلمہ لو جہ انفی ایسے مقامون پر ان مجازات سے ہی کہ عرف مین شائع ہین کہ اکثر وقت مقابلہ
امر موہن کے کہتے ہین کہ ایسی بات کے یا ایسی ذلت کے ہونے سے تو ناک کا کٹنا یا مرجانا بہتر تھا اور یہ فرمانا حضرت کا
کہ احب الی یہ صاف دلالت کرتا ہی اسپر کہ وہ صلح اور اسکی جو اہانت ہی وہ محبوب تھی مبغوض نہین تھی جیسا کہ صیغہ
اسم التفضیل کا قضیہ اسپر شاہد ہی اور اب محل طعن نہین ہو سکتا اور یہ باعث ظاہر ہی کیونکہ امور شرعیہ جو مشتمل اوپر راحت اور
عزت و شوکت اسلام کے ہون وہ اہل ایمان کے نزدیک محبوب زیادہ ہوتے ہین ان امور سے کہ جو اسکے مخالف ہون
اگرچہ انمین مصلحتین اور ضرورتین ایسی ہون کہ جو انہین اچھا کرنے والی ہین پھر انمین تخطیہ پر دلالت نہین ہی جیسا کہ شاہ صاحب نے
کہا ہی کہ یہ قول ایک معصوم کے تخطیہ کرنے پر دوسرے معصوم کے قول پر دلالت کرتا ہی اور سوا اسکے ممکن ہی یہ اظہار کراہت بھی
اُس جہت سے اور اُس وقت تک ہوا ہو کہ جب تک حضرت کو اسکے مصالح کا علم نہ تھا جیسا کہ علماے شیعہ نے روایت
کی ہی کہ جب امام حسن علیہ السلام کی صلح معویہ کے ساتھ منعقد ہوئی تو جناب سید الشہدا حضرت امام حسن کے پاس سے ناخوش
خیمہ کے اندر گئے اور مسرور و فرحناک باہر تشریف لاے اور سبب اسکا یہ تھا کہ جب امام حسن علیہ السلام نے اُس صلح کی مصلحت سے
سید الشہدا کو آگاہ فرمایا تو حضرت خوش ہو گئے اور جو کراہت اس سے دل مین حضرت کے تھی وہ زائل ہو گئی اور جب
اسطرح ہوا ہو تو کیونکر یہ لائق استدلال ہو سکتا ہی فتدبر لیکن جو مناجات سجادیہ کی فقرے سے استدلال کیا ہی اسکا جواب بھی
بوجوہ ہی پہلی یہ کہ حق تعالی نے جناب پیغمبر خدا کے حق مین فرمایا ہی لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر اور فرمایا ہی
واستغفر لذنبک پھر اس مقام پر اگر شاہ صاحب کے مقابلہ مین کہے کہ بر تقدیر صادق ہونے اس کلام کے کہ اسکے
کہنے والے کی ساخت کبریائی مین جھوٹ کہنے کی مجال نہین ہی پیغمبر کی عصمت نبوت کے بعد بھی جیسا کہ حضرات
اہلسنت کے نزدیک مصطلح ہی باقی نہین رہتی اور العیاذ باللہ بر تقدیر کاذب ہونے اسکے جناب باریتعالی کا صدق
انکے ہاتھ سے جاتا ہی پھر اب جو وہ حضرات اسکا جواب دینگے وہی جواب ہماری طرف سے اس اعتراض کا شاہ
صاحب کے ہوگا دوسری یہ کہ یہ فقرہ اُس دعا مین ہی کہ جو نماز شب کی تعقیب مین ہی اور توکل کامل کے حاصل ہونے کی
دشواری کے بیان مین واقع ہی صدور معصیت سے کچھ اسے تعلق نہین ہی کیونکہ وہ حضرت مقام خشوع اور شمار نعمتہاے
متوالیہ مین جناب اقدس الہی کے پہلے احوال خلقت کا اپنی بیان کر کے بعد اسکے بمقام اظہار عبودیت اسطرح پایہ عرض
بادشاہ حقیقی مین پہونچاتے ہین حتی اذا احتجت الی رزقک ولم استغن عن غیاث فضلک جعلت لی قوتا معلوما من فضل
طعام وشراب اجریتہ لامتک التی اسکنتنی جوفہا واودعتنی قرارہا یعنی جب بعد اسکے کہ نفخ روح جسد مین ہو چکا اور نفس بدن سے متعلق
ہو چکا تو روزی کا مین تیری محتاج ہوا اور اُس وقت تیرے فضل کی فریادرسی سے مین بے نیاز تھا اُس وقت تو نے ایک

قدر معین روزی سے میری اس آب و طعام کے باقی ماندہ زائد سے عنایت فرمائے جیسے اس لونڈی کے بدن مین
آپ نے جاری فرمایا تھا کہ جسکے پیٹ مین مجھے جگہ دی تھی ولو تکلنی یارب فی تلک الحالات الی حولی او تضطرنی الی قوتی
لکان الحول عنی معتزلا ولکانت القوۃ منی لبعیدۃ یعنی اگر اسوقت اے پروردگار میرے تو مجھے حوالہ کرتا میری قوت و طاقت کے
تو ہر آئینہ میری قوت و طاقت مجھسے دوری کر جاتی اور کنارہ کشی کرتی فغذوتنی بفضلک غذاء البر اللطیف تفعل
ذلک بی تطولا علی الی غایتی ہذہ لاعدم برک ولا یبطئ بی حسن صنیعک ولا تتاکد مع ذلک ثقتی فاتفرغ لما ہو احظی
لی عندک قد ملک الشیطان عنانی فی سوء الظن وضعف الیقین یعنی پھر بعد اسکے غذا دی تونے مجھے ایسی
غذا کہ جو صاحب لطف و نیکوکار کسی کو غذا دیتا ہے اور اس عنایت کو تو میرے لیے ازروے احسان و کرم عمل مین لاتا تھا
یہان تک کہ مین اس عمر تک پہونچا اور کبھی تیرا احسان مجھسے معدوم نہین ہوا اور کبھی تیرے حسن سلوک مین تاخیر نے راہ
نہین پائی اور باانیہمہ کہ مین جانتا ہون کہ ہمیشہ تیرے احسانات پے در پے ابتداے خلقت سے کہ رحم مادر مین ہوے
اب تک متحقق ہوے توکل میرا روزی کے پہونچنے سے قوی نہین ہوتا یہان تک کہ تحصیل کے لیے مین اسکی فارغ
ہوجاؤن جسکا مرتبہ تیرے نزدیک عبادت و طاعت سے زیادہ ہے تحقیق کہ شیطان میری عنان کا مالک ہوا ہے اس
بات مین کہ بدگمانی اور عدم اطمینان کامل روزی رسانی مین اور ضعف یقین و ایقان حصول روزی کی طرف کھینچتا ہے فقط
اور ظاہر ہے کہ سوء ظن سے مراد عدم اطمینان کامل ہے اور ضعف یقین سے مراد ضعف توکل ہے سوا اسکے اور یہ اضافی امر ہے
کہ کسی کی بہ نسبت زیادہ اور کسی کی بہ نسبت کم ہوتا ہے اور مدارج یقین پر ترقی کرنا شارع کا مطلوب ہے جیسا کہ اسپر
حضرت ابراہیم کا قول دلالت کرتا ہے جو خطاب اولا تومن مین عرض کیا تھا لکن لیطمئن قلبی اور شیطان مدارج
ایقان کا خار راہ ہے اور نفوس بشری اسکی طرف بالطبع مائل ہین پھر یہ کوئی معصیت نہین ہے فانا اشکو سوء مجاورتہ
لی وطاعۃ نفسی لہ واستعصمک من ملکتہ واتضرع الیک فی ان تسہل الی رزقی سبیلا یعنی پس مین شکایت کرتا ہون
تیری درگاہ مین بدی مجاورت شیطان سے اور اطاعت کرنے سے میرے نفس کی اسکے واسطے اور تجھسے حفظ و
عصمت کو طلب کرتا ہون وسوسہ شیطان سے اور زاری کرتا ہون تیری درگاہ مین اس بارے مین کہ آسانی کرے تو میری
روزی مین اس راہ کی جس سے بسہولت مجھ تک پہونچے اور شیخ بہاؤالدین علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ مقصود اس کلام سے
یہ ہے کہ سزاوار یہ تھا کہ اعتماد و توکل میرا تیرے اوپر روزی رسانی مین اور مہمات کی کفایت مین موکد ہوتا کہ اکثر اوقات
کو اپنے تحصیل روزی کی سعی مین صرف نہ کرتا بلکہ فارغ رہتا اور مشغول ہوتا تیری عبادت کے ساتھ اور قطع امید کرتا مین
تیری طرف اور تیرے دروازے کو لازم پکڑتا یعنی محراب عبادت سے جدا نہ ہوتا اور دیکھنے والون پر ظاہر ہے کہ یہ سیاق
نہین ہے مگر بیان کرنا اس امر کا کہ بسبب اشغال بشریہ کے تیری طاعت جیسا کہ تیری عظمت و نعمت کے لائق ہے وہ
فراغ بالی کے ساتھ مجھسے وقوع مین نہین آتی اور توکل کا مرتبہ پایہ کمال تک نہین پہونچتا اور اسکا سبب وساوس شیطانی مین

کہ خاص روزی کے بارے مین آدمی کو درجہ طمانینت و اطمینان کامل تک نہین چھوڑتے بلکہ وہ وساوس اسکے دل کو قلق مین اور نفوس بشریہ کو کہ خواہشون کی طرف میل رکھتا ہی اضطراب مین ڈالتے ہین اور یہ وساوس اگرچہ مراتب عالیہ توکل کے ہین اُنسے منافرت رکھتے ہین لیکن جب تک کہ آدمی اپنے پروردگار کا شکوہ زبان پر نلاے وہ محسوب معصیت و گناہ مین نہین ہوسکتے اور اگر فقط وساوس اور خطرات قلبیہ بھی عصمت مین قادح کرین تو اُس آیہ کریمہ کے خصوص مین جو حق تعالی فرماتا ہی وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبي الا اذا تمنى القى الشيطان في امنيته فينسخ الله ما يلقي الشيطان ثم يحكم الله اياته والله عليم حكيم ليجعل ما يلقي الشيطان فتنة للذين في قلوبهم مرض الآیۃ کیا کہینگے آیا حضرات اہلسنت کے دل اسپر راضی ہونگے کہ جو روایت مشہورہ اُنکے اکثر تفسیرون مین کتاب النبوت مین اسی کتاب کے بمقام تنزیہ الانبیا حاشیہ مین مذکور ہوئی اُسی کی تصدیق فرمائینگے اور کس بد امر کی اسناد جناب سید کائنات کی طرف تجویز کرینگے یا مثل مفسر تفسیر کبیر اُسکی تکذیب کر کے مراد اُس سے تمناے قلبی لینگے قال الامام الرازی اما اذا فسرناها بتمني القلب والخاطر والمعنى ان النبي متى تمنى بعض ما يتمناه من الامور وسوس الشيطان اليه بالباطل يدعوه الى ما لا ينبغي ثم ان الله ينسخ ذلك ويبطله ويهديه الى ترك الالتفات الى وسوسته پھر اس صورت مین اصل وسوسہ تو کسی طرح منتفی نہین ہوتا اور جب بہ نسبت پیغمبرون کے وساوس کا القا مجوز ہوا تو اسی طرح بہ نسبت اُنکے اوصیا کے بھی اُسکی تجویز مین کوئی غرابت نہین ہی لیکن جیسا خدا عاصم نبی کے لیے ہی ویسا ہی اُنکے اوصیا کو بھی بچاتا ہی اور اسی لیے آنحضرت نے بعد اُسکے حق تعالی سے طلب عصمت کی تھی لیکن اسکے بعد اگر کوئی شخص کہے کہ سوء ظن اور ضعف یقین بہ نسبت پروردگار کے خود عصمت کے منافی ہی تو ہم کہینگے کہ یہ نہ جانا کہ مراد ہماری سوء ظن سے نہونا کمال اطمینان کا ہی اور اسی طرح مراد ضعف یقین سے ضعف توکل ہی اور کبھی وسوسہ کو بھی بسبب مبالغہ کے ظن اور گمان نام رکھ دیتے ہین اور یہ جو معنی ہمنے بیان کیے اس سے کوئی منافات عصمت کے ساتھ نہین ہی جیسا کہ حضرت یونس کے قول مین ہی فظن ان لن نقدر عليه فاضل بیضاوی نے تفسیر مین اسکے کہا ہی لن نضيق عليه الى قوله او خطرة شيطانية سبقت الى وهمه فسميت ظنا للمبالغة الى غير ذلك پس اب موافق اس بیان کے سوء ظن حسن ظن کے ساتھ مبدل ہوگیا اب چاہیے کہ یہ حضرات ہمین تامل فرمائین اور انبیا اور اوصیا کی طرف اُنکے وہ گمان بظن و تخمین نہ کرین جو نہیر جائز نہین آیا یہ قرآن مین نہین سنا گیا کہ حق تعالی حضرت یوسف کے بارے مین فرماتا ہی لنصرف عنه السوء والفحشاء انه من عبادنا المخلصين پس جبکہ حق تعالی اپنے بندگان خاص سے برائی و گناہ کو دور کرتا ہی تو شیطان کی کیا طاقت ہی کہ اُنپر مسلط ہوسکے اور اسکا اعتراف تو خود شیطان نے بھی کیا ہی جیسا کہ حق تعالی اُسے نقل فرماتا ہی فبعزتك لاغوينهم اجمعين الا عبادك منهم المخلصين پھر محل تعجب یہ ہی کہ اگر ائمہ معصومین علیہم السلام اُنکے نزدیک معصوم نہون تو بندگان مخلصین جناب رب العالمین سے تو یقینی ہونگے کیونکہ بعض اُنکے بشہادت جناب سید المرسلین منصوص بامامت ہین کما ورد فی الاحادیث بلکہ سب اُنکے منصوص الامامت ہین کما یدل علیہ الاخبار اور اُنکے حسن سیرت

واحوال مین کسی نے کوئی عمل خلاف علم و خلاص کے نقل نہین کیا پھر انپر العیاذ باللہ شیطان کا مسلط کرنا کیسکے نزدیک مجوز ہوسکتا ہی بلکہ یہ تو شیطان نے بھی نہین کہا کہ ایسے بندون پر بھی مسلط ہونگا فقط تیسری وجہ یہ ہی کہ اُس صورت مین کہ یہ کلام اور جو اسکے مثل کلمات ادعیہ و مناجات مین ظاہر اُسی معنی مین ہون جو شاہ صاحب سمجھے ہین جب بھی تو تعجب کا مقام نہین ہی کیونکہ جب کلام خدا مین بہ نسبت پیغمبرون کے اُنکے قصون مین ایسے کلمات جو مشعر عصیان و نافرمانی کے ہون وارد ہوے ہین پھر اگر ایسے مضمون خصوصاً مقام خضوع و خشوع مین ائمہ علیہ السلام کے بھی کلمات مین وارد ہون تو تعجب کی کیا جگہ ہو بلکہ یہ بھی لائق تاویل کے انھین معانی کے ساتھ ہونگے جو متشابہات قرآنی مین انبیا سے گناہ کے صادر ہونے کے باب مین خلاف ظاہر کی طرف کیجاتی ہی اور علماے فریقین ایسے کرتے ہین دیکھو صاحب مواقف اور شارح مواقف نے جو کہا ہی اُسکا محصل یہ ہی کہ حجت لایا ہی مخالف جو اُسکا قائل ہی کہ معصیت کا صادر ہونا پیغمبرون سے بعد نبوت بھی جائز ہی قصص انبیا سے کہ جو اُنکے زمان نبوت مین معصیت کے صادر ہونے کے موہم ہین اور جواب اُسکا بر سبیل اجمال یہ ہی کہ جو چیز کہ منقول بخبر احاد ہو اُسکا رد کرنا واجب ہی کیونکہ خطا کی نسبت راویون کی طرف کرنا اس سے سہل و آسان ہی کہ معاصی کی نسبت پیغمبرون کی طرف کیجاے اور جو نقل کہ درجہ تواتر کو پہونچ گئی جب تک کہ اُسکے واسطے کوئی دوسرا محمل ہم پائین اُسے اُسی محمل پر حمل کرینگے اور اُس سے اُسکے ظاہر سے برعایت معصیت کی دلیلون کے پھر ینگے اور جب چارہ کار مفقود ہو جائیگا اور تاویل کا دروازہ بند ہو جائیگا تو کہینگے ہم کہ نبوت سے پہلے معصیت ہوئی ہوگی یا ترک اولی یا اُس صغیرہ کے ساتھ کہ سہو کی راہ سے صادر ہوتے ہین تاویل کرینگے اور ہم اِن امور کی نفی نہین کرتے اور اِن محامل کی منافی نہین ہی تعبیر کرنا ساتھ گناہ کے یا استغفار کے یا اعتراف کرنا نفس پر ستم کرنے سے کیونکہ ہوسکتا ہی یہ اقرار و اعتراف اِس جہت سے ہو کہ اُنکے نزدیک یہ بھی عظیم تھا جیسا کہ کہتے ہین کہ حسنات الابرار سیئات المقربین یا یہ کہ ہضم نفس کی راہ سے ہو اور اعتراف و استغفار اُسپر بسبیل تضرع و ابتہال ہو تا کہ حق تعالی بخشے اور اُسکے مواخذہ سے درگذرے اور کہا ہی کہ من جوز الصغایر عمداً فلہ زیادۃ فسحۃ انتہی ملخصاً بالجملہ اگرچہ اِن فاضلون کے بھی کلام مین اِس مرحلہ کے طی کرنے مین اچھا برا کلام مخلوط ہی لیکن اِس نقل سے غرض یہ تھی کہ اِس سے ظاہر کیجیے کہ جب حضرات اہلسنت کہ جو عصمت حقیقی مطلقہ کے قائل نہین لیکن ایسے مقامات مین وہ بھی طرح طرح کی تاویل پر اعتماد کرتے ہین اور خلاف ظاہر کو مراد لیتے ہین تو اگر شیعہ جو عصمت مطلقہ کے قائل ہین موافق اُسکے ادلہ کے بمفاد خذ ما صفی و دع ما کدر ازین جملہ تاویلات صافیہ اور معانی کافیہ سے ائمہ دین کے کلام مین جہان ایسے مضامین واقع ہون تو اُسے ہضم نفس یا خشوع و خضوع کرنے سے ماول کرین تو کیا استبعاد کا مقام ہوگا کیونکہ تاویل کرنا ایسے مقامات پر جاری اور شائع اور فریقین مین مسلم ہی پھر ان ضوابط کو امثال عبارات صحیفہ کاملہ مین بھی ہاتھ سے نہ دیا جاے اور نفی عصمت پر اُس سے حجت نہ لایا جاے و الا بنیان عصمت انبیا

علیہم السلام مین بھی ظواہر کلام ملک علام سے نقض و اختلال لازم آئیگا اور جو شاہ صاحب نے کہا کہ یہ کلام امام
انام علیہ السلام کا برتقدیر صدق کذب عصمت کے منافی ہوگا پھر اگر فرقہ حشویہ بھی حضرات اہلسنت سے کہین کہ مثال
قول حضرت یونس کا جو مچھلی کے پیٹ مین انھین نے کہا تھا لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین کہ اسمین تصریح و اعتراف
ظلم ہی یہ بھی درصورت صدق و کذب منافی عصمت ہی اسکا کیا جواب ہوگا چوتھی وجہ یہ ہی کہ وہ فقرات جو دعائے
صحیفہ کاملہ سے کہ زبور آل محمدؐ سے نقل کیے ہین شاہ صاحب نے اور ہمنے اسکے جواب دیے ہین سے زیادہ ابہام صدور
معصیت مین اور فقرے ایسے دعا مین ہین کہ وہ بہت جولانگاہ اوہام عوام کالانعام ہین لیکن بڑے تعجب کی جگہ ہی
کہ اسے شاہ صاحب نے تمسک استدلال مین نہ فرمایا اور اعراض کیا شائد آیندہ کوئی صاحب اُدھر متوجہ ہون اور
اسی طرح استدلال اس سے نفی عصمت پر کرین اسلیے بطور دفع دخل آیندہ راقم انھین بھی نقل کر کے شبہات و اوہام آیندہ کو
یکسر انشاء اللہ باطل و مضمحل کرتا ہی کہ تا جسے ہدایت پانا ہی وہ ہدایت پاے اور دلیل و تنبیہ انشاء اللہ تمام ہو اور اب وہ
وقت ہی کہ مین اپنے شبدیز قلم کی باگ کو اس وادی کی طرف پھیرتا ہون جان تو کہ یہی دعا مین واقع ہی ولست
اتوسل الیک بفضل نافلۃ مع کثیر ما اغفلت من وظائف فروضک وتعدیت من مقامات حدودک الی حرمات انتھکتھا
وکبائر ذنوب اجترحتھا کانت عافیتک لی من فضائحہا سترا کہ ظاہر معنی اسکے یہ ہین کہ نہین ہون مین کہ وسیلہ ڈھونڈھون
تیری طرف بزرگی و فضیلت نافلہ کے ساتھ باوجود زیادہ ہونے اس چیز کے جو مین غافل ہوا ہون شرائط سے تیرے
فریضون کی اور گذر گیا ہون مین تیری حدود کے مقامون سے طرف اُن حرمتون کے کہ مبالغہ کیا ہی مین نے اُنکے
کرنے مین اور اُن گناہان بزرگ کی طرف کہ جنھین مین نے کیا ہی اور تیرا عافیت کا دنیا مجھے انکی رسوائیون سے میرا پردہ
تھا فقط اور پھر اسکے بعد یہی دعا مین فرماتے ہین وقد استحوذ علی عدوک الذی استنظرک لغوایتی فانظرتہ واستمھلک
الی یوم الدین لاضلالی فامھلتہ فاوقعنی وقد ھربت الیک من صغائر ذنوب موبقۃ وکبائر اعمال مردیۃ حتی اذا فارقت
معصیتک واستوجبت بسوء سعیی سخطتک فتل عنی عذار غدرہ وتلقانی بکلمۃ کفرہ وتولی البراءۃ منی وادبر مولیا عنی فاصحرنی لغضبک
فریدا واخرجنی الی فناء نقمتک طریدا لاشفیع یشفع لی الیک ولا خفیر یؤمننی علیک ولا حصن یحجبنی عنک ولا ملاذ الجأ الیہ منک فھذا مقام
العائذ بک ومحل المعترف لک جسکے ظاہر معنی یہ ہین کہ بہ تحقیق مستولی ہوا ہی مجھپر وہ دشمن تیرا کہ جسنے تجھسے مہلت
طلب کی میرے گمراہ کرنے کو اور تو نے اُسے مہلت دی اور اُسنے تجھسے مہلت طلب کی کہ روز قیامت تک مجھے
گمراہ کرے اور تو نے اسکی عرض کو قبول فرما کر اُسے مہلت دی پس اُسنے مجھے مہلکہ مین گرایا اور بہ تحقیق کہ مین تیری طرف
بھاگا ہون اُن چھوٹے گناہون سے اپنے جو ہلاک کرنے والے ہین اور اُن اعمال بزرگ سے اپنے جو ہلاک کرنے والے ہین
یہان تک کہ جب عمل مین لایا مین تیری معصیت کو اور سزاوار ہوا مین بسبب اپنی سعی بد کے تیرے غضب کا تو اُسنے اپنے
حیلہ کی باگ کو میری طرف سے پھیرا اور اپنے کلمہ کفر کے ساتھ میرے آگے آیا اور میری طرف سے اُسنے منہ پھیرا اور

مجھسے بیزاری کرنا چاہی اور اپنی پیٹھ دکھا کر مجھے پھر گیا پس مجھے تیرے صحراے غضب مین آگیا لیگیا اور نکالا اب مجھے
اُسنے تیری ساحت انتقام کی طرف جن حالون کہ مین تیرا رانده درگاه تھا اور نہ کوئی شفاعت کرنے والا تھا جو میری
شفاعت کرے تیرے سامنے اور نہ کوئی بچانے والا تھا کہ مجھے تجھسے بچاتا اور نہ کوئی ایسی جگہ مضبوط و محکم تھی کہ میری
دار و گیر سے تجھے مانع ہوتی اور نہ کوئی جاے پناہ تھی کہ وہان تیرے غضب سے پناہ لیتا پس یہ مقام اس شخص کا ہی کہ
جو تیری طرف پناہ لیجاے اور مقام اُسکا ہی جو اپنے گناہون کا مقر ہی فقط یہ معنی ظاہر تھے جو مذکور ہوے اور انکا موہم
صدور معصیت کو ہونا نظر ظاہر بینان کم فہم مین ظاہر ہی لیکن لطافت ان فقرات کی اور حسن بیان اور ادب دربار الٰہی
اور طریقہ دعا و مسئلت تعلیم اور اظہار خشوع و خضوع کا جو اسمین ہی وہ عاقل خبیر پر پوشیدہ نہین ہو سکتا کیونکہ
ہر فقرے سے اُسکے خوشبو معرفت الٰہی کی اور مراقبہ خداشناسی کے اور ہر جملہ سے اُسکے فوائح مکاشفہ الٰہی اور خداترسی کے
کیسے قوی مشام جان تک پہونچتے ہین کہ صاحب دل پر اُسکا اثر تام ہوتا ہی اور مین گمان نہین کر سکتا کہ فریقین کے منصفون سے
کوئی ان الفاظ کی نسبت آنحضرت کی طرف اُنکے ظاہری معنون پر حمل کر کے کرے کیونکہ اُن جناب کے مدارج معرفت
اور معارج طاعت قطع نظر کر کے مرتبہ عصمت سے اعلیٰ و ارفع اس سے ہین کہ کوئی ایسا گمان بد کرے کہ حقیقت مین معاذ اللہ
ایسے گناہ کہ جو شنیعہ اور موبقہ ہین اور ادنیٰ شخص احاد عدول سے اُسکا مرتکب نہین ہوتا آل رسول اُسکے مرتکب ہوے اگر
حضرات اہلسنت اہلبیت کو جانشین پیغمبر نہ جانین اور نہ کہین تو جب بھی مورد آیہ تطہیر کا موافق قول رب قدیر انما یرید
اللہ لیذهب عنکم الرجس اهل البیت ویطهرکم تطهیرا پاک اور بری ارتکاب معاصی و رجس سے تو جانینگے جیسا کہ
مصنف صواعق محرقہ نے کلمہ حق کہا ہی کہ اگر گناہان صغیرہ و کبیرہ و موبقہ ایسے مثل سائر ناس کے سرزد ہون تو پھر اثر
اذہاب رجس کا اور تطہیر کا جسکا خدا نے وعدہ کیا ہی کیا باقی رہ جائیگا اور اسی لیے حضرات اہلسنت بھی اہلبیت
علیہم السلام کو مقدسین عدول سے اور پیشوایان عارفان فحول سے سمجھتے ہین جیسا کہ خود شاہ صاحب نے بھی تحفہ مین
لکھا ہی کہ جاننا چاہیے کہ امامت اہلسنت کے نزدیک دین مین پیشوائی کے بھی معنی پر بولی جاتی ہی اور اسی معنی سے امام
اعظم اور امام شافعی کو فقہ مین کہ پیشوا تھے اور امام غزالی اور امام رازی کو کہ عقائد و کلام مین اور نافع اور عاصم کو کہ
قرات مین پیشوا تھے امام کہتے ہین اور ائمہ اطہار جامع ان فنون مین پیشوا تھے انہین علی الاطلاق امام جانتے ہین نہ امامت
بمعنی خلافت کے کیونکہ خلافت مین اُنکے نزدیک زمین مین تصرف کرنا با وصف استحقاق و غلبہ کے شرط ہی انتہی ملخصاً
اور مصنف صواعق محرقہ نے اسی کتاب مین کہا ہی و زین العابدین هذا هو الذی خلف اباه علما و زهدا و عبادة وکان
اذا توضأ للصلوة اصفر لونه فقیل له فی ذلک فقال الا تدرون بین یدی من اقف وحکی انه کان یصلی
فی الیوم واللیلة الف رکعة یعنی یہ زین العابدین وہ ہی کہ اپنے والد بزرگوار کی جگہ تھے علم مین اور زہد مین اور عبادت مین اور
جسوقت کہ وضو کرتے تھے تو آنحضرت کے منہ کی جلد کا رنگ زرد ہو جاتا تھا پس وجہ اسکی جو اُنسے پوچھی گئی تو فرمایا کہ آیا نہین

جانتے کہ کسکے سامنے چاہتا ہون کہ کھڑا ہون اور روایت کی گئی ہی کہ وہ حضرت شب و روز مین ہزار رکعت نماز کی
بجا لاتے تھے اور اسکے بعد کرامتین اور حضرت کے جو مقامات تھے انھین ذکر کیا ہی پھر اب آیا جائز رکھتے ہین
کہ ایسا دین کا پیشوا دن رات گناہان صغیرہ و کبیرہ مین مشغول و منہمک رہے حاشا ثم حاشا عن ذلک پھر حضرات
اہلسنت بھی جو آنحضرت کی عصمت کے قائل نہین ہین یقینی ان الفاظ و عبارات کو انکی حقیقت پر محمول نہ کرینگے اور
شیعون کا تو کچھ ذکر بھی نہین ہی کیونکہ انکی ضروریات دین سے یہ امر ہی کہ آنحضرت کو معصوم جانتے ہین اور انکی
امامت کا علی الحقیقت اعتقاد رکھتے ہین پھر انسے کب ہو سکتا ہی کہ ایسا شبہہ بھی کرین اور جب یہ عبارتین حقیقت پر
محمول نہوئین تو یقینی اور معانی صحیحہ پر محمول ہونگی اور وہ یہ ہی کہ خالق کی بزرگی و عظمت انکی نظر مین ہر وقت جلوہ گر تھی
اور اپنے تئین طاعت مین اسکی بزرگی کے لائق مقصر جانتے تھے جیسا کہ مواقف مین تاویل کریمہ لیغفر لک اللہ ما
تقدم من ذنبک و ما تاخر مین کہا ہی انہ ترک الاولی اور اسکے شارح نے کہا ہی و تسمیتہ بالذنب استعظام لصدورہ عنہ
اور اسی جگہ سے ہی جو کہتے ہین کہ حسنات الابرار سیئات المقربین یہانتک کہ بعض علمائے حضرات اہلسنت نے
شرح بخاری مین کہا ہی کہ حاصل اسکا یہ ہی کہ یہ آیہ مقام ترقی مین نازل ہوا ہی پس جسقدر کہ وہ حضرت مدارج معرفت
عظمت الہی مین ترقی ایک حال سے طرف دوسرے حال کے فرماتے تھے تو جو اس حال کے پہلے اس سے مرتبہ معرفت کا کم تھا
اسے جب خاطر مین لاتے تھے تو اسے گناہ جانتے تھے اور اس سے استغفار فرماتے تھے جیسا کہ کہا گیا ہی حسنات
الابرار سیئات المقربین فقط کیونکہ اگر مانند ان اعمال صحیحہ کے جو سائر ناس کے نیکوکارون سے سرزد ہوتے ہین کہ وہ مثل
ابدان بلا ارواح کے بدون حضور قلب کے یا تعلقات بشریہ کے تعلق کے ساتھ یا وساوس و خطرات شیطانیہ کے
ساتھ عمل کرتے ہین کوئی عمل آنحضرت سے وقوع مین آتا تھا تو اسے گناہ کبیرہ سے بدتر جانتے تھے اور جب کوئی غفلت
اور قصور اپنی طاعت مین بہ نسبت اسکے جو عظمت الہی کے لائق ہی دیکھتے تھے تو تضرع و زاری اور اقرار گناہ گاری کے ساتھ
مناجات جناب باری مین اس عمل کا تلافی و تدارک فرماتے تھے نہ اور کچھ پس جو کچھ کہ برعایت مقتضائے مقام
اور حال کے فرماتا ہی وہ سب راست اور درست ہی اور عین مقتضائے معرفت اور بلاغت ہی لیکن اگر اسے کوئی مقتضائے
لازمہ قصور معرفت اسے در صورت صدق منافی عصمت جانین تو محل مجبوری ہی لیکن وہ قابل التفات و قبول نظر
علمائے فحول مین نہو گا اور جیسا کہ زبور آل محمد کے کلام کے دیکھنے کے وقت ان صاحبون نے ایسی غلط استدلال کی اور
مراد حقیقی کو جو خلاف حقیقت ظاہر ہی نہ سمجھے اسی طرح دور نہین ہی کہ جب زبور داؤد پیغمبر علیہ السلام کو اور انکی مناجات کو
دیکھینگے تو اسکے صدق و کذب کی صورتون پر کیا کہینگے بعض فقرات زبور داؤد علیہ السلام سے جو مزبور سابع و ثلثین سے
منقول ہین یہ ہین کہ یارب لا تبتلینی بغضبک و لا تؤدبنی بسخطک فان سہامک تثبتت فی و اشتدت یدک علی
لیس لجسدی شفاء امام غضبک و لا لعظامی سلامۃ لاجل خطایای لان آثامی علت راسی و مثل الحمل الثقیل تقلت

علی ذنبی و دوّدت جراحاتی من اجل جهلی شقیت والخیبتا الی الدهر شیبت یومی کله کأیبًا لان نفسی مملوءۃ خزاوبیس
جسدی شفیا شقیت و تضعفت جدًّا صرخت من تنهّد قلبی شهواتی کلها امامک و زفرتی لیست مین ہو ارحمنی یاللہ بعظم رحمتک
و مثل کثرۃ رافتک تمحو ذنبی و تغسلنی کثیرا من اثمی فتطهرنی من خطیئتی لانی عارف اثمی و خطیئتی امامی فی کل حین پھر اس کلام مین تو بہت
تصریح ہو گناہ و خطا کی اور اب یہان بھی چاہیے نہین کہ العیاذ باللہ داؤد پیغمبر علیہ السلام کو یا کاذب کہین یا صادق و
فاسق جانین خصوصًا بنظر اسکے کہ حق تعالی نے بھی انکے حق مین قرآن مجید مین تصریح فرمائی ہو کہ فاستغفر ربه وخر راکعا
و اناب اور بسبب ظاہر توبہ و استغفار نہین ہوتی مگر تلافی گناہان کے لیے اور اس تقدیر پر جو حضرات اہلسنت کی
روایتون مین آیا ہو روی ان بصرہ وقع علی امرأۃ فعشقها وسعی حتی تزوجها وانه ارسل اوریا الی الجهاد مرارًا
وامر ان یتقدم حتی قتل فتزوجها العیاذ باللہ آنحضرت کی آنکھ عورت پر پڑ گئی پس اسکے عاشق ہو گئے اور اسکے لیے کوشش کی
یہان تک کہ اسے اپنی زوجہ بنایا یا یہ کہ آنحضرت نے اوریا کو جہاد کے لیے مکرر بھیجا اور حکم کیا کہ پیشی جنگ مین کرے
یہان تک کہ وہ مارا گیا پس اسکی زوجہ کو اپنی زوجہ بنایا فقط تو بنا بر اسکے عجب نہین کہ اسکا اذعان و اعتقاد کرین کہ
جو کچھ زبور مین ہو وہ اپنے ظاہر معنی پر محمول ہو اور اسی طرح جو قرآن مین ہو وہ موافق معنی ظاہری کے سچ ہو لیکن یہ منافی
اسکے ہوگا جو فاضل بیضاوی نے کہا ہو وما قیل انه ارسل اوریا الی الجهاد الی قوله افترا و لذلک قال علی علیه السلام
من حدّث بحدیث داود علی ما ترویه القصاص جلدته مائة وستین اور اسکا معتقد مستحق اسکا ہوگا کہ جو نبی پر افترا کرنے کی حد ہو وہ
وہ ایک سو ساٹھ تازیانہ ہو پھر اس حد کے مقابلہ پر تو کوئی راسخ اس اعتقاد پر ظاہر نہین کر سکتا اور لامحالہ چارہ اس سے
ہوگا کہ جو کچھ قرآن مین او زبور مین وارد ہو اس سے سوا ظاہر کے اور معانی صحیحہ پر جیسا کہ ہمنے وہ معنی بیان کیے ہین حمل
کرین اور جب یہ زبور و قرآن مین مقبول ہوگا تو یہی طرح زبور آل محمد مین کرنا ہوگا اور عصمت نبی و امام کی باقی رہیگی
پانچوین وجہ یہ ہو کہ جو فقرے شاہ صاحب نے مناجات سجادیہ سے نقل کیے یا ہمنے ذکر کیے حقیقت مین تعلیم
سائر ناس کے لیے تھی اپنا بیان حقیقت امر ہو جیسا کہ سید علی خان بلاغت نے شرح صحیفہ مین بعض دعاؤن کی ان فقرون مین
کہا ہو کہ خلاصہ اسکا یہ ہو کہ ممکن ہو کہ اسے حمل کرین اوپر کہ تادیب کو آدمیون کی اور انکی تعلیم کو یہ کہا ہو تا کہ وہ جانین کہ خداوند عالم
کے سامنے کسطرح اقرار اور اعتراف تقصیر و ذنوب کا کرنا چاہیے اور کیونکر استغفار و توبہ ان گناہون سے کرین پھر اس
صورت مین اگر ظاہر معنی پر بھی رکھا جائے تو کیا قباحت ہو کیونکہ جنکی تعلیم کے لیے فرمایا ہو وہ جب اسے کہینگے تو مطابق
واقع ہوگا سائر ناس سے کون شخص ہو کہ اسکے لیے عصمت ہو چھٹی وجہ یہ ہو کہ گناہون کی اسناد اپنی طرف اس جہت سے
فرمائی ہون کہ رعایا کے قصور و خطا کی نسبت پیشوا کی طرف ہو سکتی ہو اسواسطے کہ کبھی رعایا کا فعل بطور مجاز منسوب رئیس کی طرف
ہوتا ہو جیسا کہ مواقف اور اسکی شرح مین ہو جہان کہ تاویل کی ہو کریمہ لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تأخر و واستغفر لذنبک
اور ولقد تاب اللہ علی النبی کی چنانچہ جو کہا ہو یہان پر اسکا ترجمہ لفظی یہ ہو کہ پیغمبر خدا کی طرف انکی قوم کے گناہ منسوب ہوے

اسلیے کہ رئیس قوم کی طرف کبھی نسبت کی جاتی ہی اُس امر کی جو اُنکے بعض اتباع سے واقع ہوا ہو پس معنی اُسکے یہ ہونگے کہ تا بخشے خدا تیرے واسطے وہ گناہ جو تیری اُمت سے پہلے ہوے اور جو بعد ہونگے اور استغفار کرا اپنی اُمت کے واسطے اور خدا توبہ قبول فرمائیگا اُمت بنی پر اور اُنکے اتباع پر انتہی اور ظاہر ہی کہ یہ تاویل بر تقدیر حذف کرنے مضاف کے اُن آیتون مین صحیح ہوتی ہی کہ وہ لفظ اُمت ہی پس شارح مواقف کا محصل کلام یہ ہی کہ کبھی ایسا ہوتا ہی کہ نسبت کیا جاتا ہی گناہ ایک قوم کا جو تابع ہی اُنکے رئیس و متبوع کی طرف پس اِن آیتون کے معنی یہ ہونگے کہ تا کہ بخشے تیرے واسطے خدا تیری اُمت کے گناہان گذشتہ و آیندہ کو اور استغفار کر اپنی اُمت کے لیے اور بہ تحقیق کہ خدا تعالی نے توبہ کو تیری اُمت کی قبول فرمایا پس جیسا کہ اُن آیتون مین مجاز بالحذف کو اختیار کیا اِسی طرح عبارت زبور آل محمد مین بھی ممکن ہی کہ مجاز فی النسبۃ اور اسناد فعل کی طرف غیر اُسکے کہ جسکا یہ فعل ہی اختیار کی جاے بلکہ مجاز فی النسبۃ المبلغ ہی اور دونون جگہ یعنی آیات قرانی اور عبارات مناجات صحیفہ کاملہ مین علاقہ مجاز کا ایک طرح پر ہی اور اِس مطلب کی تفصیل شرح صحیفہ کاملہ مین سید علی خان بلاغت کی اِسطرح ہی کہ انبیا اور ائمہ اپنی اُمت اور رعایا کی زبان سے کلام کرتے تھے پس اُنکا اعتراف گناہون کے ساتھ اور رعایا کے گناہون کا اعتراف ہوگا اور اُنکا استغفار اپنی اُمت کے واسطے ہی نہ اپنے لیے لان کل راع مسئول عن رعیتہ اور اِسکی کچھ بات نہین ہی کہ اُمت و رعایا کے گناہون کو جنھون نے اپنے نفوس مقدسہ کی طرف منسوب کیا تو اِس جہت سے کہ علاقہ اتصال و اختصاص و ارتباط سببی جو پیغمبرون مین اور ائمہ مین اُنکی اُمت اور رعیت کے ساتھ حاصل ہی اور یہ بہت قوی سبب اتصال سے ہی آیا یہ نہین دیکھتے کہ جب کسی قوم سے کوئی تقصیر یا بیہودگی سرزد ہوتی ہی تو اِس قوم کا رئیس اُٹھ کھڑا ہوتا ہی عذر خواہی کے واسطے اور اُنکے قصور کو اپنی طرف نسبت دیتا ہی اور وجہ استعمال مین معروف ہی ساتوین وجہ یہ ہی کہ محدث بخاری نے اپنے صحیح مین بسند اپنی ام المومنین حضرت عائشہ سے نقل کیا ہی کہ ان النبی صلی اللہ علیہ والہ کان یقول اللھم انی اعوذ بک من الکسل والھرم والمغرم والماثم اللھم انی اعوذ بک من النار وفتنۃ النار وفتنۃ القبر وعذاب القبر و من شر فتنۃ الغنی ومن شر فتنۃ الفقر ومن شر فتنۃ المسیح الدجال اللھم اغسل خطایای بماء الثلج والبرد ونق قلبی من الخطایا کما ینقی الثوب الابیض من الدنس و باعد بینی و بین خطایای کما باعدت بین المشرق والمغرب اور قریب نہین تقصرون کے چند روایتون سے کہ وہ استفاضہ کی حد کو نقل ہوپہنچی ہی آنحضرت سے نقل کیا ہی پس جیسا کہ کسل و ہرم آنحضرت پر جائز نہوا اور اُس سے استعاذہ فرمایا مغرم اور ماثم اور عذاب نار اور عذاب قبر بھی اِسی طرح بہ نسبت اُن جناب کے متصور ہوسکتا ہی کہ جس سے استعاذہ فرمایا یا اُنکی تجویز نہین ہوسکتی بر تقدیر ثانی یعنی جب اِسکی تجویز بہ نسبت اُن جناب کے نہوسکی تو استعاذہ بے محل ہوگا مگر یہ کہ مراد اُنکی خدا سے عصمت کی طلب ہو اور عصمت ایک لطف ہی الطاف الہی سے اُسی وقت یہ صحیح ہوگا پس ایسی تاویل کلام امام مین بھی جاری ہوسکتی ہی اور بر تقدیر اول یعنی جب مغرم و ماثم اور عذاب نار اور عذاب قبر بہ نسبت آنحضرت کے بھی متصور ہو تو عصمت مین مخل ہوگا اور اِسی طرح خطاؤن کی نسبت بھی جو معاصی سے عام ہین اور اُس سے اپنی ذات اقدس

کی طرف فرمایا ہی اگر بسبیل حقیقت ہو جب بھی عصمت کی منافی ہوگا کیونکہ تنقیہ دل کا اور اُسکا دھونا گناہ و خطا سے
دلالت اِسپر کرتا ہی کہ اِس سے پہلے خطا ہو چکی ہی خصوصًا بنظر اِس قول کے جو اِسی دعا مین فرمایا ہی کہ کما ینقی الثوب الابیض
من الدنس کیونکہ جامہ چرک آلود کو بعد اسکے کہ میلا ہو لے دھوتے ہین اور یہ بہت عصمت کو منافی ہوگا اگر اُس سے ظاہر پر اُسکی
مراد لین جیساکہ کلام امام علیہ السلام کو ظاہر پر محمول کر کے آپ نے استدلال نفی عصمت پر امام کے لاے بالجملہ یہان پر
اگرچہ گناہ کے دھونے سے مراد حقیقی لینگے تو جو کہا ہی وہ لازم آئیگا یا یہ کہینگے کہ مراد دور کرنا دنس خطا کا اُسکے وقوع سے
عام ہی جیساکہ محاورات عرب کے اِسپر شاہد ہین اور شیعہ بھی تفسیر آیہ تطہیر مین اذہاب رجس سے جو حق تعالی نے فرمایا ہی
یہی معنی لکھتے ہین تو اب ہم سے اس معنی مین اتفاق کرینگے دھو نعم الوفاق پھر اس صورت مین چاہیے کہ جو شبہات دور
از کار ائمہ اطہار کے بارے مین کہتے ہین اور کرتے ہین اُس سے دست بردار ہون کہ بعد اسکے اُسکا محل باقی نہ رہا یا آپ
استعاذہ کو اور اسناد خطا کو اپنی طرف جو فرمایا ہی بنظر بامکان وقوع اُسکے بحسب بشریت قطع نظر کرکے الطاف خاصہ سے
یا اور معانی پر اگرچہ بالمجاز کیون نہ حمل کرینگے پھر اسی طرح ہر کلام کو معنی صحیح پر خواہ وہ حقیقی ہو یا مجازی ہو حمل کر سکتے ہین
اور حاصل یہ ہی کہ محاورات عرب مین اور قرآن و سنت مین یہ امر شائع ہی کہ جب کلام مین صارف پایا جاے اور قرینے
قائم ہون تو اُسوقت مجازات پر حمل کرتے ہین اور جو ظاہر ہو وہ مراد نہین لیتے لیکن نہ ہر مقام پر اعتماد معنی حقیقی پر لائق ہی
اور اسی طرح نہ ہر مقام پر تاویل کی جگہ ہی پس اگر تمسک اس فقرہ مناجات سجادیہ سے ملک الشیطان عنانی نے سوء الظن و
ضعف الیقین کہ از قبیل وما ارسلنا من قبلک من رسول الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیتہ فینسخ اللہ ما یلقی الشیطان ثم یحکم اللہ آیاتہ کی ہی
اِسلیے ہی کہ جو شیعہ طعن کرتے ہین خلیفہ اول کے کلام پر جو انھون نے برسر منبر فرمایا تھا ان لی شیطانا یعترینی اُسکا در پردہ جواب دیجیے
تو یہ خیال خام ہی اور قیاس مع الفارق ہی کیونکہ پہلے غیر معصوم کے کلام کو کلام معصوم پر قیاس کرنا نہین چاہیے کیونکہ کلام
معصوم مین تاویل کرنا ضرور ہی نہ کلام غیر معصوم مین پھر اُسپر کیونکر اعتماد ہو سکتا ہی اور اگر کہین کہ عدالت بھی محوج طرف
تاویل کے ہی کیونکہ عادل کی طرف بھی یقین نہین ہو سکتا کہ مرتکب معاصی و کبائر کا ہوا ہو تو ہم اُسکے جواب مین کہینگے
کہ اول عدالت مطلق گناہ کی رافع نہین ہی اِسطرح کہ اُسکے ساتھ اتیان معصیت ممتنع ہو جیساکہ عصمت کے ساتھ ہی علاوہ
اِسکے پھر جنکی نسبت شیعہ اُس قول سے اُنکے طاعن ہین اُنکا حال تو یہ ہی کہ عدالت کیسی ایمان مین اختلاف ہو رہا ہی پھر تاویل
وہان محتاج الیہ کیونکر ہوگی دوسرے یہ کہ درگاہ جناب باری مین خشوع کرنے کے مقام پر کہ وہ جگہ اسی کی ہی کہ تضرع و
زاری اور ابتہال و بیقراری اور رجوع و انابت مناجات مین جناب قاضی الحاجات کی طرف کرے اور شر شیطان سے
کہ دشمن انسان ہی عصمت خواہ ہووے اور روزی اپنی رزاق حقیقی سے مانگے پھر اُس جگہ کلام مناسب مقام کا کہنا
اسمین اور اس باب مین کہ غلبہ شیطان کا اقرار پیش ہووے سائر ناس کرے اور اسکے ذریعہ سے رئیس اپنے اتباع کی طرف
رجوع لاوے کہ اُسکے امور کو دیکھتے اور درست کرتے رہین جو کچھ کمی اور بیخبری سے واقع ہو جاے اُسے راست و درست کرین

اور خبردار کرتے رہین آسمان و زمین کا فرق ہی بھلا کہان اعتراف قصور و خطا کے ساتھ خدا کے سامنے بلحاظ بزرگی
و عظمت معبود حقیقی کے اور قاصر و ناقص ہونے طاعت عباد کے عارفون کی نظر مین یہ سب کے آگے بجا و مستحسن ہی
بلکہ اگر اسمین تھوڑا بھی اہمال کرین تو بہت مستہجن و بیجا ہو جاوے پھر اگر یہ خضوع و خشوع اور اعتراف کرنا قصور کے ساتھ
جو لائق تعریف و مدح کے ہی اور جملہ انبیا اور اوصیا اور خدا شناسون نے کیا ہی بلکہ خدا شناسی کا ہنر ہی کسی نابلد مسالک
معرفت اور دور افتادہ منازل طریقت کی نظر ناقص مین عیب معلوم ہو تو اس سے کوئی نقصان اس عارف معترف کے
واسطے جو اعلاے مدارج معرفت کا صدر نشین ہی عائد نہین ہو سکتا اگر خفاش دن کو نہ دیکھے تو روشنی آفتاب کے واسطے ضرر
نہین پہونچ سکتا اور کہان رجوع کرتا اپنی امثال بلکہ اپنی رعایا کی طرف کہ اکثر انکے ارباب خطا و خطل اور اصحاب
اغلاط اپنے قول و عمل مین تھے اسلیے کہ ہماری ہاری کو دفع کرتے رہین اور جو ہم سے برائیان سرزد ہوتی ہین اور ہون
انکی اصلاح کے درپے رہین حقیقت مین ایسا شخص مصداق افمن لا یہدی الا ان یہدی کا ہو گا اگر کہین کہ یہ سب تواضع اور
فروتنی کی راہ سے تھا نہ عدم معرفت کی راہ سے تو اسکا جواب یہ ہی کہ یہ تاویل اسوقت معتبر ہو سکتی ہی کہ جب کسی شخص کا
کمال علم و معرفت ثابت ہو چکا ہو اور یہان یہ نہین ہی کیونکہ وہ روایت جس سے یہ ثابت ہوتا ہی کہ الفاظ قرآنی کے بھی
معنی مثل کلالہ و ابا کے نہ جانتے تھے اور اسکا خود اعتراف کیا اس سے صاف ظاہر ہی کہ علم و معرفت بھی ایسی نہ تھی کہ
جسکے سبب سے وہ تاویل ضرور ہو اور حقیقت ظاہر پر حمل نہ کیا جائے آٹھوین وجہ یہ ہی کہ سید علی خان مدنی نے شرح
صحیفہ کاملہ مین بعض دعاؤن کی ذیل مین جو مشتمل اوپر مضمون اعتراف گناہ کے ہین کہا ہی انہ محمول علی التواضع والاعتراف
بالعبودیۃ وان البشر فی مظنۃ التقصیر اور اس اجمال کی تفصیل کہہ سکتے ہین کہ چونکہ انسان ہر وقت بلحاظ بشری کی راہ سے
مظنہ تقصیر مین واقع ہی اور اسکی طبیعت کی میل اور نفس کی بات اور تحریک عمل کرنے کو اس جہت سے کہ قوے غضبیہ
اور شہوانیہ کہ جنپر ترکیب انسانی کی بنا واقع ہوئی ہی باعث اندیشون کا ہی جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے کلام سے
معلوم ہوتا ہی ان النفس لامارۃ بالسوء پس اس وجہ سے ہر فرد بشر معصیت کے صادر ہونے سے مقام خوف و خطر مین ہی
اس سبب سے اگر امر غیر واقع کو بمجاز ممکن الوقوع یا قریب الوقوع واقع قرار دیکر مجاہدہ نفس کی راہ سے کہ جہاد اکبر ہی
توبہ و انابت کے ساتھ اسکے دفع کرنے مین کوشش کرین اور گناہ مین واقع ہونے سے اگر خدا کی طرف سے اعتصام ہو
اندیشہ ناک ہو کر اپنی تقصیر نفس کا اعتراف کرین تو تعجب کا مقام نہین ہی بلکہ بعضون نے کہا ہی کہ یہ اعتراف کرنا اعتراف
تقدیری ہی اور اسکے معنی یہ ہین کہ اگر مجھسے کوئی گناہ ان گناہون سے صادر ہوا ہو تو خداوندا تو مجھے بخشدے اور یہ جملہ شرطیہ ہی
اور منطق مین یہ امر مقرر ہوا ہی کہ قضیہ شرطیہ کے صادق آنے سے یہ لازم نہین آتا کہ ہر واحد اسکی دونون خبرون سے بھی
صادق آئے تاکہ خصم کو ہمارے اس سے استدلال ہو سکے ورنہ استدلال صحیح ہو فتدبر نوین وجہ وہ ہی کہ جو شیخ علی نے
کتاب کشف الغمہ مین افادہ فرمایا ہی اور حاصل اسکا یہ ہی کہ انبیا اور ائمہ علیہم السلام اکثر اوقات یاد خدا مین مستغرق رہتے ہین

اور دل اُنکے ملاء اعلیٰ کے ساتھ متعلق رہتے ہین اور وہ ہمیشہ مراقبہ عظمت الٰہی مین بسر کرتے ہین جیسا کہ فرمایا ہی کہ تعبد اللہ
عبادت اسطرح کر کہ گویا تو اُسے دیکھتا ہی کیونکہ اگر تو اُسے نہین دیکھتا تو وہ تجھے دیکھتا ہی پس یہ حضرات ہمیشہ اُسکی طرف متوجہ
رہتے ہین پس جسوقت کہ بضرورت بشری اشغال بشریہ کی طرف از قسم ماکل و مشارب و مناکح وغیرہ جو چیزین کہ اُنکا
عمل مین لانا مباح ہی متوجہ ہوتے ہین اور بسبب اسکے اُس رتبہ عالیہ و منزل رفیعہ سے اپنے تئین مرتبہ انحطاط مین کہ
وہ افعال مستحبہ مین پاتے ہین تو اُسے خطا جانتے ہین اور اسکی مثال یہ ہی کہ اگر اہل دنیا سے کسی کا غلام ایسے مقام پر بیٹھے
کہ جہان اُسکا آقا اُسے دیکھتا ہی اور اُسکی آواز سنتا ہی اور وہان بیٹھکر کھاتے اور پیتے ہین اور اپنی زوجہ کے ساتھ کلام و مقاربت
کرنے مین مشغول ہو اگرچہ وہ کھانا پانی اور زوجہ اُسکی آقا کی دی ہوئی ہی لیکن جب بھی عقلا کی نظر مین یہ فعل اُسکا ملامت کرنے کے
قابل ہوگا اور وہ کہینگے کہ یہ بندہ اپنے آقا و سید کی خدمت مین گستاخ اور مقصر ہی حالانکہ نہ یہ بندہ بندہ حقیقی ہی یعنی مخلوق
آقا کا ہی اور نہ وہ آقا بذریعہ خلق و ایجاد مالک رقبہ اُسکا ہوا ہی پھر کیا حال ہوگا اُسکا جو بندہ حقیقی اپنے تئین جانتا ہی اور
سید کو اپنے سید السادات اور مالک کو اپنے مالک الاملاک جانتا اور پہچانتا ہی کیونکر وہ ایسے افعال کے کرنے سے باوجود اس
علم کے کہ لایخفیٰ علیہ خافیہ اپنے نفس کو خاطی نہ جانین اور استغفار نہ کرے اور اسی امر کی طرف اشارہ فرمایا ہی معصوم نے
اپنے قول مین انہ لیران علی قلبی وانی لاستغفر اللہ بالنہار سبعین مرۃ اور فرمایا ہی حسنات الابرار سیئات المقربین دوسری وجہ
یہ ہی کہ سید علی خان مدنی نے شرح مصابیح سے قاضی ناصر الدین بیضاوی سے نقل کیا ہی کہ فاضل مذکور نے قول جناب
رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ کی شرح مین کہا ہی اور وہ قول آنحضرت کا یہ ہی انہ لیغان علی قلبی وانی لاستغفر اللہ فی الیوم مائۃ مرۃ
اور خلاصہ شارح مذکور کے کلام کا یہ ہی کہ غین ایک لغت ہی غیم مین یعنی ابر کے وغان علیہ کذا محاورہ عرب مین جبھی بولتے ہین
اسکے معنی یہ ہین کہ ڈھانپ لیا یا چھپا لیا ابو عبیدہ کہتا ہی کہ معنی حدیث کے یہ ہین کہ میرا دل لباس غفلت کو پہن لیتا ہی
اور بروایتیکہ اصمعی سے منقول ہی کہ کسی نے اُس سے اِس حدیث کے معنی پوچھے اُسنے سائل سے کہا کہ کسکے دل سے سوال
مجھسے کرتا ہی اُسنے کہا کہ پیغمبر خدا کے دل کا حال پوچھتا ہون اُسنے کہا کہ اگر تُو نے غیر کے دل کا حال پوچھا تو مین اُسے بیان
کرتا قاضی نے کہا ہی بیان اصمعی کی تعریف مین للہ در الاصمعی فی انتہاجہ منہج الادب واجلالہ القلب الذی جعلہ اللہ موقع وحیہ
ومنزل تنزیلہ بعد اسکے کہا ہی کہ ہر گاہ پیغمبر خدا کا دل سب سے زیادہ کامل تھا از روے صفا کے اور بہت وافر تھا از روے
روشنی و ضیا کے اور سب سے زیادہ مستغرق تھا عرفان و خداشناسی مین اور ساتھ اسکے مامور تھی تبلیغ رسالت اور تشریع
ملت کے ساتھ اور خود حضرت تھے معتبر نہ تھے باین اسباب حضرت کو چارہ نہ تھا کہ رخص و عشرت اور
حظوظ نفس کی طرف بھی متوجہ ہون اور اُس مرتبہ عالیہ سے اِس درجہ سافلہ کی طرف اترین اور اسکے ساتھ احکام مشروعہ کے
ساتھ بھی حضرت ممتحن تھے پھر جب ان امرون سے کسی چیز کو عمل مین لاتے تھے تو کدورت حضرت کے قلب کی طرف
بہت جلد پہونچتی تھی بسبب اسکے کہ قلب حضرت کا رقیق تھا اور بہت نورانی تھا اور جو چیز کہ بہت رقیق و نورانی

ہوگی ایمین کدورتون کا انا بہت ظاہر ہو جاتا ہی پس جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ کسی چیز کا اس سے اثر احساس فرماتے تھے تو اسے اپنے نفس پر گناہ شمار کرتے تھے اور اس سے استغفار فرماتے تھے انتہی الملخص کلامہ اور کتاب التوضیح مین شرح صحیح بخاری کے باب استغفار نبی صلعم مین لکھا ہی وسببہ اشتغالہ بالنظر فی مصالح الامۃ من عظم مقامہ ولاشک ان اولی العباد بالاجتہاد فی العبادۃ الانبیاء لما جاء ہم بہ من معرفتہ فہم دائبون فی شکرہ معترفون لہ بالتقصیر قلت عشرۃ کاملۃ اور یہ امر بہت ظاہر ہی کہ پیغمبر خدا اور ائمہ ہدیٰ علیہم السلام علوم و معارف الٰہی کے معدن ہین اور اہلبیت علیہم السلام کو پیغمبر خدا کے ساتھ مراقبۂ عظمت الٰہی مین پیروی اور تاسی تھی اسلیے کہ وہ سب بزرگوار فروع اس شجرہ طیبہ کے تھے اب انکی طرف بے باکی اور بے ادبی کرنا جیسا کہ واقع ہوئی بسبب اس اعتراض و استدلال کے جو نفی عصمت کے لیے خلافت مین فقرہ مناجات سجادیہ سے کی گئی اچھی بات نہین ہی کیونکہ ایمین بڑی جسارت عصمت ائمہ کی قدح مین ہوئی اور یہ جسارت دیکھنے کے لائق ہی کہ کہان سے کہان پہونچی فقرہ دعاے شریف سے بے اسکے کہ اُسکے مطلب عالی کو سمجھین تمسک کرنا سہل جانکر قدم میدان اسارت ادب مین نہ رکھنا چاہیے والا واقع مین ایسا معترض پیغمبر کو سطح منہ دکھا سکتا ہی ابن شہر آشوب نے مناقب آل ابیطالب مین روایت کی ہی کہ بعض اہل بصرہ کے صاحبان بلاغت سے جو بہت کامل اس فن مین تھا جب اُسنے یہ ذکر سنا کہ صحیفہ کاملہ کی عبارت بہت بلیغ ہی اور مشتمل اوپر مضامین عالیہ کے ہی تو از رو سے استخفاف کے اُسنے کہا کہ خذوا عنی حتی املی علیکم مثلہا بعد اسکے ہاتھ مین قلم لیا اور سر جھکا کر فکر مین گیا سر اُٹھانے کی نوبت نہ آئی کہ مرگیا بالجملہ واقعی یہ بات ہی کہ یہ دعائین کلام مخلوق سے فائق اور کلام خالق سے کم مرتبہ بلاغت مین واقع ہین اور جو شخص کہ فن بلاغت سے بہرہ وافی اور حظ کافی رکھتا ہی وہی اُسکی قدر و منزلت کو پہچان سکتا ہی اور انکے ساتھ تعرض کرنا ایسا ہی ہی کہ جیسا اپنے عدم علم کے اور قصور کے باعث سے کفار کلام الٰہی سے تعرض کرتے تھے سید علی خان بلاغت نے جو اسکی مدح مین لکھا ہی چند فقرے اُسکے مناسب مقام نقل کیے جاتے ہین ان ہذہ الصحیفۃ الکاملۃ علیہا مسحۃ من العلم الالٰہی وفیہا عبقۃ من الکلام النبوی کیف لا وہی قبس من نور مشکوٰۃ من الرسالۃ ونفحۃ من شمیم ریاض الامامۃ حتی قال بعض العارفین انہا تجری مجری التنزیلات السماویۃ وتسیر مسیر الصحف اللوحیۃ والعرشیۃ لما اشتملت علیہ من انوار حقایق المعرفۃ وثمار حدائق الحکمۃ اور پھر لکھا ہی واما بلاغۃ بیانہا و براعۃ تبیانہا فعندہا تسجد سحرۃ الکلام وتذعن بالعجز مدارۃ الاعلام وتعترف بان النبوۃ غیر الکہانۃ ولا یستوی الحق والباطل فی المکانۃ ومن حام حول سماۓ بہا ساق فکرہ الواقب رمی من رجوم الخذلان بشہاب ثاقب پس اب دیکھنا چاہیے کہ ایسے کلام کی نسبت یہ کب جائز ہی کہ کہا جاے کہ یہ کلام بر تقدیر صدق منع کذب منافی عصمت کے ہی اور اسقدر نہ سمجھا جاے کہ کذب کو آنحضرت کے ساحت کلام مین در آنے کی مجال نہین ہی اور صدق کلام معصوم اُسی معنی مین جو معترض اپنے زعم مین سمجھے منحصر نہین ہی کیونکہ معانی صحیحہ اسکے لیے بہت ہین کہ دشمنون نے بھی انکے اسکا اعتراف کیا ہی جیسا کہ ہمنے اسے بایضاح

بیان کیا اسلیے کہ الفضل ما شہدت بہ الاعداء اور ان تقادیر مین کلام جناب امام انام علیہ السلام کا حلیہ صدق و راستی سے
آراستہ ہی اور منافات عصمت کا اسمین کہین شائبہ بھی نہین ہی اور یہ بات بہت ظاہر ہی لیکن چشم انصاف و بصیرت
ضرور ہی ومن لم یجعل اللہ لہ نورا فما لہ من نور فثبت المرام وانا احمد اللہ علی توفیق الکلام واتمامہ بالادلۃ علی الوجہ
التام والصلوۃ علی رسولہ خیر الانام وعلی اوصیائہ المعصومین البررۃ الکرام تیسری شرط
شرائط امامت اور نیابت جناب ختم المرسلین سے نزدیک فرقہ شیعہ کے یہ ہی کہ امام نسب کی
راہ سے ہاشمی ہو اور اسکا علم بخوبی دیکھنے سے ان نصوص کے حاصل و کامل ہوتا ہی جو بخصوص امامت مین ہر ایک
امام کے ائمہ کرام سے وارد ہوئی ہین اور آئندہ انشاء اللہ وہ سب اپنے مقام پر مذکور ہونگی لیکن حضرات اہلسنت
ان تینون شرطون سے جو معتقد اور ضروری فرقہ شیعہ کے نزدیک ہین کسی ایک شرط کے بھی قائل نہین ہوتے
یعنی انکے نزدیک امام کا رعیت سے اپنی افضل ہونا اور معصوم گناہ و صدور خطا سے ہونا اور ہاشمی ہونا کچھ ضرور نہین ہی
کیونکہ جنھین وہ خلفا قرار دیتے ہین انمین سے کوئی تیمی ہی کوئی عدوی ہی کوئی اموی ہی بالجملہ سوا جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب
کے بطور انکے ترتیب خلافت کے اور کوئی ہاشمی نہین ہی اسی طرح باوصف اسکے کہ اقرار و اعتقاد اسکا رکھتے ہین کہ خلفا معصوم
نہ تھے جیسا کہ صواعق محرقہ وغیرہ مین اسکی تصریح موجود ہی مگر اپنا مقتدا جانتے ہین اور اگرچہ خلفائے ثلثہ کا مفضول ہونا ظاہر ہی
اور امام مین افضلیت کو شرط نہین گردانتے لیکن ایک طائفہ انمین سے ان تینون صاحبون کو وصی برحق سے افضل جانتے ہین
اور ایک جماعت اگرچہ انحضرات کے مفضول ہونے کا اعتراف کرتے ہین لیکن حضرت امیر المومنین علی ابن ابیطالب پر مقدم
رکھتے ہین اور اشتراط عصمت کی نفی پر حجت کیا خوب لاتے ہین کہ ابی بکر معصوم نہ تھے اور دیکھنے والے کو معلوم ہوگا کہ یہ
مصادرہ سے خالی نہین ہی جناب سید سند نے حاشیہ مین افادہ فرمایا ہی کہ شارح عقائد نے عدم عصمت سے خلیفہ اول کی
عصمت کا عدم علم تعبیر کیا ہی اور ملا کمال محشی نے لکھا ہی کہ قول اسکا یعنی شارح کے کلام مین عصمت کے ساتھ وارد ہوا ہی
وہ کنایہ ہی عدم عصمت سے ولیکن بپاس اس امر کے کہ سوء ادب لازم نہ آئے شارح نے تصریح اسکی نہین کی اور انکے لیے
عصمت کا نہونا ثابت ہی اس جہت سے کہ انھون نے زانی کو آگ سے جلا دیا باوصف اسکے کہ وہ یہ کہتا رہا کہ مین مسلمان ہون
اور دست چپ چور کا کاٹ ڈالا حالانکہ وہ خلاف شرع ہی اور خلاف شرع کے حکم کرنا گناہ ہی پھر اس سے معلوم ہوا کہ وہ
معصوم نہ تھے ولیکن ایسی باتین امامت و عدالت کے منافی نہین ہوتین انتھی محصل کلامہ اب لائق انصاف منصفین یہ
امر ہی کہ جو حکم خدا نے نازل نہین فرمایا قرآن مین اسکے ساتھ حکم کرنا اس سے اس امام پر جو حافظ شریعت اور مبین احکام
ملک علام ہو جائز رکھا اور اس حکمرانی کو منافی امامت نہ جاننا کیسی بات ہی واقع مین تو یہ ہی کہ ایسی باتین انھین سے
سرزد ہوتی ہین جو جہل پسند ہون والا عالم اور حق پسند کبھی خلاف حق کو اختیار و پسند نہ کرے گا جناب اخوند صاحب نے
فرمایا ہی کہ یہ تین صفتین متکلمین امامیہ نے ذکر کر کے کہا ہی کہ چاہیے جو اوصاف پیغمبر مین مذکور ہوے وہ سب امام مین ہون

ساتھ اِس بات کے کہ امام کے نسب مین شبہہ نہو اور باپ اُنکے دنی اور مان اُنکی غیر عفیفہ نہون اور جو عیوب کہ موجب تنفر خلق کا ہوتے ہین اُس سے بھی مبرا ہون جیساکہ خورہ ہی اور پیسی ہی اور کوری ہی اور گنگ ہونا ہی اور درشت خو ہونا اور کج خلق ہونا اور بخیل ہونا اور دنائت نفس کے اور دنائت صنعت کے مثلاً جولاہی اور حجامی یا وہ افعال جو ضعف عقل پر دلالت کرتے ہین اور مثل اُنکے سب سے بری اور پاک ہو اور سلطان المحققین خواجہ نصیر الدین رحمہ اللہ سے کہ اُنھون نے بعض رسائل مین اپنے فرمایا ہی جیساکہ جناب سید سند نے نقل فرمایا ہی کہ امامت مین آٹھ شرطین معتبر ہین پہلی امام کا معصوم ہونا گناہان کبیرہ و صغیرہ سے اُس معنی کے ساتھ جو مذکور ہو چکے دوسری یہ کہ امام عالم ہو ہر اُس چیز سے جسکی طرف امام ہونے مین محتاج ہی علوم دینی اور دنیوی سے مثل احکام شرعیہ کے اور سیاسات مدنیہ اور آداب حسنہ کے اور دفع کرنا دشمنان دین کا اور اُنکے شبہون کا رفع کرنا کیونکہ امامت کی غرض بدون اُسکے حاصل اور تمام نہین ہوتی تیسری شجاعت ہی تاکہ بسبب دلاوری کے جو فتنے برپا ہون اُنھین دفع کرے اور اہل باطل کو گرائے اور مضمحل کرے اور دین حق کو غالب کرائے والا اگر خود امام جو سرگروہ ہی معرکہ سے بھاگ جائیگا تو دین خدا کو ضرر عظیم پہونچے گا بہ خلاف اُسکے کہ رعایا سے بعض بعض بھاگ جائین کہ اِس صورت مین بہت ضرر دین خدا کو عارض نہوگا چوتھی یہ کہ جملہ صفات کمال مین مثل شجاعت و سخاوت و مروت و کرم و علم کے اور جو جو کہ صفات کمال ہین اُنمین سب رعیت سے زیادہ کامل ہو والا تفضیل مفضول لازم آئیگی اور وہ عقلاً قبیح اور بد ہی پانچوین یہ کہ جو عیوب کہ تنفر خلق کا سبب ہوتے ہین اُنسے پاک ہو خواہ یہ عیوب خلقی ہون مثل خورہ و پیسی کے یا متعلق باخلاق ہون جیساکہ حرص و بخل و کج خلقی ہی یا اصل نسب مین ہون مثل دنائت نسب کے جیسا ولد الزنا ہونا ہی یا یہ کہ نسب اُسکا یا اُسکے آبا و اجداد کا متہم ہو کیونکہ تہمت نسب بھی عیب ہی خواہ یہ عیوب فروع مین ہون جیساکہ صنعتہائے پست ہین یا افعال رکیکہ ہین کیونکہ یہ سب اُمور لطف کے منافی ہین چھٹی یہ کہ حق تعالیٰ کے نزدیک اُسکا قرب و منزلت سب سے زیادہ ہو اور عبادت اور زہد و طاعت اُسکی سب سے بڑھی ہوئی ہو ساتوین یہ کہ اُس سے معجزے ایسے ظاہر ہون کہ اور اُنمین عاجز ہون یہان تک کہ ضرورت کے وقت پر وہ اُسکے امام برحق ہونے پر دلیل ہون آٹھوین یہ کہ امامت اُسکی عام ہو اور اُسمین امامت کا انحصار ہو سکے زمانے مین دوسرا امام نہو والا رعیت مین فساد کا موجب ہوگا اور اِس مدعا کا اثبات اجماع و احادیث متواترہ سے اولی ہی اور شمع الیقین مین حسین بن رزاق نے لکھا ہی کہ اکثر حضرات اہلسنت نے امام مین آٹھ شرطین معتبر جانی ہین پہلی اجتہاد اُصول و فروع دین مین دوسری اُمور حرب مین واقفیت تیسری شجاعت چوتھی عدالت پانچوین کمال عقل چھٹی آزاد ہونا ساتوین مرد ہونا آٹھوین بالغ ہونا اِسلیے کہ عقل عورتون کی اور بچون کی ناقص ہوتی ہی انتھی اور جواب اُسکا یہ ہی کہ جو اُنھون نے پہلے اجتہاد کو شرط امامت جانا ہی پس اُسکی تحقیق تفصیل کے ساتھ پہلی فصل مین اِس کتاب کی مذکور ہوئی اور یہ بیان ہو چکا کہ دو معنی سے اجتہاد کا استعمال ہوتا ہی ایک استنباط کرنا احکام کا کلام الٰہی

اور حدیث جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ سے اور یہ معنی حق ہی لیکن یہ مقصود و مصطلح حضرات اہلسنت کا نہین ہی اور
اگر مقصود ہو بھی تو افضلیت مین داخل ہوگا جو ہمنے کہاہی دوسرے اجتہاد کا استعمال معنی اختراع احکام مین ہوتا ہی
جو اپنی خواہش کے موافق کیا ہو اور یہ بدعت و ضلالت ہی اور کسی کو جائز نہین ہی پھر کیونکر امامت کی شرط ہو سکتا ہی
اور برتقدیر اسکے کہ اسکی صحت کو تسلیم کرین تو پھر وہ بھی افضلیت مین داخل ہو جائیگا اور دوسری اور تیسری اور
پانچوین شرط افضلیت مین داخل ہین اور چوتھی شرط عصمت مین داخل ہی اور بالغ ہونا امام مین ضرور نہین ہی جیساکہ نبی
ہونے مین ضرور نہین والا حضرت عیسی علیہ السلام سن کودکی مین مبعوث و پیغمبر نہوتے اور چھٹی اور ساتوین شرط
البتہ مسلم ہی بسبب ان نصوص کے جو امامت حضرت امیر المؤمنین اور انکی اولاد طاہرین کے امام ہونے مین وارد ہوئی ہین
اور انشاء اللہ تعالی آیندہ مذکور ہونگی حالانکہ بعض وجہ سے آزاد ہونا اور مرد ہونا بھی افضل ہونے مین داخل ہین کیونکہ اگر یہ
نہو تو نقص ہو اور ناقص افضل نہین ہو سکتا اور اس سے معلوم ہوا کہ تحقیق علماے شیعہ کی اس اشتراط مین بھی بہت ابلغ
و اکمل ہی والحمد للہ علی ذلک کلہ باطناً و ظاہراً تتمیم کلام اس مقام پر یہ ہی کہ جب یہ خوب ثابت ہوا کہ امام کو چاہیے کہ
معصوم ہو تو یہ بھی ضرور ہی کہ خدا اور رسول اور امام سابق کی طرف سے لاحق کے واسطے نص ظاہر ہوئی ہو یا اسکی تصدیق
دعوی امامت کے واسطے اسکے ہاتھ پر حق تعالی نے معجزہ ظاہر فرمایا ہو اور اثبات امامت کا طریقہ شیعون کے نزدیک
انہین دو چیزون مین منحصر ہی اور چونکہ حضرات اہلسنت نے امام کا نصب کرنا خلق پر واجب کیا ہی اور عصمت کو
شرط نہین گردانا اسلیے وہ نص سابق کے لاحق کے لیے بھی قائل نہین ہوے جیساکہ شاہ عبد العزیز صاحب نے
لکھا ہی کہ اسکا خلاصہ یہ ہی کہ چوتھا عقیدہ یہ ہی کہ امام کو لازم نہین ہی کہ خدا کی طرف سے منصوص ہو کیونکہ اسکا نصب کرنا
مکلفین کے ذمہ پر واجب ہی کہ جب وقت حاجت ہو اُس وقت وہ موافق مصلحت وقت کسی ایک شخص کو اپنی جماعت
اہل اسلام سے رئیس بنالین پس اسکی تعیین مفوض اُنکے صوابدید کی ہوگی تاکہ اسکی اطاعت مین قصور نہ کرین اور جو شخص
مشہور ہی کہ اپنے بنائے ہوے کو گرانا نہین چاہیے سکا سب لحاظ رکھین الخ انتہی خلاصۃ کلامہ مگر ناظرین حقیقت پر
بخوبی واضح ہوگا کہ یہ امر بھی بہت لائق تعجب ہی کہ خلق کی صوابدید کو امر امامت مین خالق کی صوابدید پر ترجیح دیتے ہین
اور اگر خدا کی جانب سے منصوص ہو تو کہتے ہین کہ مثل جملہ احکام شرعیہ کے اسکے نصب کرنے مین بھی مساہلت اور
مداہنت واقع ہوگی اور جو اغراض کہ امام کے نصب کرنے مین منظور ہین وہ ضائع ہونگی حالانکہ امام کا نصب کرنا
خلق پر بھی برتقدیر فرض صحت اس دعوے کے ایک حکم احکام الٰہی سے ہوگا خصوصاً جب رعایت اُن شروط کی
کیجاے جو امام مین معتبر ہین پس بنا بر انکے قول کے یہ لازم آتا ہی کہ خلق ایسے امام کے نصب کرنے مین جو معصوم اور منصوص
من اللہ و من الرسول و من الامام السابق ہو مساہلہ کرینگے بلکہ ہمیشہ ایسا ہی کرتے آے ہین اور اگر یہ نہوتا تو حقیقت مین مردمان
بے حقیقت و بدبخت مثل اول اور فاجر و جابر و ظالم مثل معاویہ و یزید کے خلافت کی نوبت باوصف موجود ہونے آل رسول کے

جو لائق امامت تھے کیونکر آتی اور یہان تک تو ہوا کہ شارح وقائع نے لکھا ہی کہ ولا یحد الامام حد الشرب لانہ نائب من اللہ یعنی اگر امام شراب پی جاے تو جو شراب پینے والے کے لیے خدا نے حد مقرر فرمائی ہی وہ امام پر جاری نہ کی جائیگی اسلیے کہ وہ خدا کی طرف سے نائب ہی خلق پر پھر اس سے ظاہر ہی کہ کیسے کیسلے امام ہوے ہین اور کسقدر انکی رعایت مخالفت شرع مین جائز رکھی گئی ہی مولانا احمد اردبیلی علیہ الرحمہ نے اس عبارت شارح وقائع کا ترجمہ جو فرمایا ہی اسکا حاصل یہ ہی کہ یعنی جو حد کہ شرع مین شارب الخمر کے لیے مقرر ہوئی ہی وہ اُس امام کے لیے کہ جسنے شراب تجرع فرمایا ہو اجرا نہین ہوسکتی اس جہت سے کہ وہ نائب ہی خدا کی طرف سے پس یہ گستاخی اسکی نسبت جائز ہوگی انتہی محصل کلامہ اسکنہ اللہ بحبوحۃ جنانہ سبحان اللہ کیا اچھی بنیاد رکھی گئی اور کیسے ظلم و بیداد کی بنا برپا کی گئی کہ اُس ظلم و بیداد کے وہ ثمرے حاصل ہوے جیسے شارح عقائد نے بھی اعتراف الحق اپنی زبان سے کہدیا کہ انتشر الجور من الائمۃ والاطراء بعد الخلفا اور حقیقت مین یہ ہی کہ یہ اعتراف انتشار ظلم و جور کا تو اعتراف حضرات اہلسنت کا ہی اور شیعہ تو انتشار جور و ظلم کو نبی کے بعد سے علی ما ہو الحق کہتے ہین کہ خلق مین شائع ہوا حتی ال الامر الی ما ال و جری علی اہل البیت والال ما جری من ہلاک النسل والاستیصال اور یہ ظاہر ہی کہ یہ سب ثمرہ ہی صوابدید خلق اور اختیار بندگان کا تھا والا کیا ممکن تھا کہ امام معصوم و منصوص من اللہ سے یہ مفاسد واقع ہوتے جناب مولانا احمد اردبیلی نے حضرت امام ہمام موسی ابن جعفر علیہما السلام سے روایت کی ہی کہ اُن جناب نے تفسیر مین اس آیہ وافی ہدایہ کے ومن اضل ممن اتبع ہواہ بغیر ہدی من اللہ فرمایا ہی کہ مراد اس سے یہ ہی کہ کوئی زیادہ گمراہ اُس سے نہین ہی کہ بمجرد اپنی خواہش کے بے اسکے کہ خدا اور رسول نے فرمایا ہو کسی کو خواہ بذریعہ بیعت کے یا اور کسی طریقہ سے خدا کا خلیفہ اور جانشین جانے انتہت الروایہ اور اتباع والتزام اس قول کا کہ اپنے بناے ہوے کو بگاڑنا نہ چاہیے البتہ دربارۂ تخریب آل رسول ہوا کیونکہ خلیفہ ثانی نے بنی امیہ و آل سفیان کو باوصف اسکے کہ وہ لائق اسکے نہ تھے کہ اہل اسلام پر حاکم کیے جائین لیکن روز بروز انکو ایسی قوت دی کہ مالک رقاب ہوے یہان تک کہ رفتہ رفتہ معاویہ بن ابی سفیان کا اسقدر امر حکومت مین مستحکم ہوا کہ اُس امام زمان سے جسے پیغمبر نے فرمایا تھا کہ حربک حربی کیسے کیسے مقابلے اور محاربے کیے کہ ہزارہا مسلمانون کی ہلاکت کی نوبت پہونچی اور آخر کو موافق ایک جماعت کے حضرات اہلسنت سے وہ بھی خلیفہ ہوا اور اسکا بیٹا بھی یزید موافق اپنے باپ کی نص کے اور باجماع اہل حل و عقد خلیفہ ہوا اور انھون نے جو جو ظلم و جور و فسق کہ چاہا عمل مین لاے اور پرانی عداوتین جو ایام جاہلیت کی دل مین تھین انھین اپنے سینہ پرکینہ سے نکالا لیکن اُن فسق و جور کا ظاہر ہونا منصب امامت سے اُنکے معزول کرنے کا باعث اسی مقولہ کی رعایت سے نہوا الا اور مقام پر تو ہم دیکھتے ہین کہ اسکی پابندی نہین ہوئی کیونکہ خلیفہ ثالث حضرات اہلسنت کو مہاجرین و انصار نے اپنے اختیار سے خلیفہ بنایا تھا اور نصب کیا تھا لیکن آخر مین پھر انکی اطاعت مین قاصر ہوے

اپنے بنائے ہوے کو ایسا گرایا کہ کیسی ذلت و خواری سے انھین مارا اور تین روز تک انھین دفن نہونے دیا اور جب تین روز کے بعد حکیم بن حزام نے انکے دفن کرنے کا ارادہ کیا تو پتھر انکے جنازے پر مارے اور بھی طلحہ و زبیر نے حضرت امیر المومنین سے بیعت کی اور پھر انحضرت کی اطاعت سے قصور کیا یہان تک کہ انحضرت سے لڑنے کو اُٹھے اور نوبت ہزارہا مومنین کی ہلاکت کی پہونچی اور بھی اہل مدینہ نے پہلے اپنے اختیار سے یزید ابن معاویہ کو خلیفہ بنایا اور اُس سے بیعت کی اور پھر اسکی اطاعت سے قصور کیا اور اسکی بیعت کو توڑا اگر عبد اللہ بن عمر کہ وہ اسکی بیعت پر ثابت قدم رہے اور سب کو یزید کی بیعت کے توڑنے سے منع کرتے تھے اور روز قیامت سے ڈراتے تھے پھر اس صورت مین اب وہ قول کہ اپنے بنائے کو گرانا نہ چاہیے کہان ہر جگہ صادق آسکتا ہی اسکے علاوہ جو شاہ صاحب نے فرمایا وہ بطلان اجماع کو بھی مستلزم ہوتا ہی اور وہ باطل ہی اور جب یہ ہوا تو وہ مقولات بھی چاہیے کہ باطل ہون کیونکہ یہ طریقہ اثبات امامت کا کہ بنص رسول اور امام سابق ہو حضرات اہلسنت کے بھی نزدیک مقبول ہی جیسا کہ صاحب مواقف نے کہا ہی انہا تثبت بالنص من الرسول والامام السابق بالاجماع اس صورت مین لائق تامل یہ امر ہی کہ اب جو شاہ صاحب نے فرمایا ہی کہ اگر امام خدا کی طرف سے منصوص ہو مثل سائر احکام شرعیہ کے تو اسکے بھی نصب مین مداہنت اور مساہلت واقع ہوگی اور جو اغراض کہ امام کے نصب کرنے سے منظور ہین وہ ضائع ہونگے اور اسی طرح جو پہلے انھون نے فرمایا ہی کہ اگر ہم بتامل دیکھین تو معلوم کرسکتے ہین کہ امام کا خدا کی طرف سے منصوب ہونا بہت سے مفاسد کا متضمن ہی کیونکہ عالم کی رائین مختلف ہوتی ہین الخ ماذکرہ یہ سب آیا منافی اور معارض اس مسئلہ اجماعیہ کے ہی یا نہین اب صاف کہین کہ خدا اور رسول اور امام سابق کی نص جب اغراض امامت کے منافی ہی اور ضیاع مصالح امت کا باعث ہی اور مفاسد کثیرہ کو متضمن ہی تو پھر کیا وجہ ہی کہ حضرات اہلسنت نے باتفاق اہل حل و عقد نص رسول اور نص امام سابق کو مقبول رکھا اور جو نکتہ سنجی شاہ صاحب نے ظاہر فرمائی وہ اُن سب حضرات کی خاطر مین نہ گذری اور کسی کا فہم اس دقیقہ تک نہ پہونچا حقیقت مین تو یہ ہی کہ اگر غور کیا جاے تو معلوم ہوتا ہی کہ یہ بات کہان سے کہان تک پہونچتی ہی آیا شمعون الصفا کا وصی ہونا اور جناب ہارون کا خلیفہ ہونا حضرت موسیٰ بن عمران کے لیے منصوص تھا اور اس سے قطع نظر کرکے دیکھیے کہ اگر نص بیکار ہی تو خلیفہ اول نے جو خلیفہ ثانی کے لیے نص کی تھی وہ کیون بیکار نہوئی شاید اسکے جواب مین اُدھر سے یہ کہا جاے کہ چونکہ حضرات اہلسنت افعال خدا کو معلل باغراض و مصالح نہین جانتے اسلیے عجب نہین کہ نص خدا کو متضمن مفاسد کثیرہ جانین اور نص خلیفہ اول کو متضمن مصالح کا سمجھین لیکن اسکے بنا پر بھی دلیل عقلی انکی برہم ہو جائیگی کیونکہ اتباع نص کا تفویض اختیار امت کے غیر ہی اور جب معلوم ہو چکا تو جاننا چاہیے کہ حضرات اہلسنت کے نزدیک امامت کا ثبوت انھین دو طریق مین منحصر نہین ہی جیسے اثبات امامت مین شیعہ منحصر جانتے ہین اور ہمنے جس سے ذکر کیا ہی بلکہ وہ باجماع اہل حل و عقد بھی امامت کا اثبات کرتے ہین اور جہان کہین اثبات امامت مین اپنے

خلفا کے عجز دیکھتے ہین تو اس سے بھی زیادہ توسیع و مسامحہ کے کاربند ہوتے ہین جیسا کہ صاحب مواقف نے کہا ہے کہ
واذا ثبت حصول الامامۃ بالاختیار والبیعۃ فاعلم ان ذلک الحصول لا یفتقر الی الاجماع اذ لم یقم علیہ دلیل من العقل
والسمع بل الواحد والاثنان من اھل الحل والعقد کاف فی ثبوت الامامۃ ووجوب اتباع الامام علی اھل الاسلام انتھی اب یہ امر بہت غور کے
لائق ہے کہ خدا اور رسول کا نصب فرمانا امام کو مستلزم مفاسد کا کہا جاے اور ایک شخص کی بیعت کرنے سے امام کا منصوب
ہونا معتبر ہو جاے یہ خوب بات ہے کہ خدا اور رسول کے نصب فرماے ہوے مین تو کہتے ہین کہ اختلاف آراے مردم کا انکے
اور اسی لیے حکم خدا اور رسول کو ساقط کیا اور اس سقاط احکام مین متمسک اسی بات کے ہوے کہ اگر نصب امام خدا کی طرف سے
ہو تو چونکہ اختلاف آرا ہے اس سے مفاسد پیدا ہونگے اور تعمیل حکم کی نہوگی لیکن جو امام کہ ایک شخص کی بیعت کرنے کے ذریعہ سے
منصوب ہو جاے انکی امامت کے لیے اس اختلاف ارا کے قضیہ کو مانع نہین جانتے اور ایسے امام کی اطاعت و
فرمان برداری کو جو بمجرد ایک دو شخص کی بیعت سے ہو تمام خلق کی گردن پر واجب کہتے ہین یہان اسکا ڈر نہین ہے کہ
آدمیون کی اختلاف آراے کیسے فتنے برپا ہونگے اور اگر اس جگہ پر بھی کچھ تو ان کا فتنون کا اندیشہ ہوتا تو یہ کسطرح ہو سکتا تھا
کہ تنہا خلیفہ ثانی کی بیعت کرنے سے دفعۃً کہ خود انھین کے قول سے جنھون نے بیعت پہلے فرمائی تھی مصداق کانت
بیعۃ ابی بکر فلتۃ وقی اللہ شرھا فمن عاد الی مثلہ فاقتلوہ کا تھا اکتفا کر کے انکی اطاعت و فرمان برداری کو سب
خلق کی گردن پر واجب کرتے اور مضبوط ضابطہ اور سنت جاریہ بطرز مصادرہ علی المطلوب قرار دیتے انکے لیے جو قیامت تک
ہونے والے تھے جیسا کہ کہا گیا ہے کہ ان الصحابۃ مع صلابتھم فی الدین اکتفوا فی عقد الامامۃ ببیعۃ الواحد والاثنین
کعقد عمر لابی بکر وعقد عبد الرحمان بن عوف لعثمان ولم یشترطوا فی عقدھا اجتماع من فی المدینۃ من اھل الحل
والعقد فضلا عن اجتماع الامۃ من علماء امصار الاسلام ومجتہد جمیع اقطارھا ولم ینکر علیھم احد لیکن بڑے
تعجب کی بات ہے کہ اس فعل کا اتباع کیا اور اس سے ضابطہ بنایا اور اُسکے متمسک ہوے لیکن خلیفۂ ثانی کا جو قول اور
ضابطہ اسکے لیے مقرر فرمایا ہوا تھا فمن عاد الی مثلہ فاقتلوہ اُس سے بالکل چشم پوشی کی یہ اطاعت بھی عجب ہے کہ
فعل خلیفہ کی اطاعت اور قول انکا متروک اور واجب الطاعت نہین بالجملہ یہ حال ہے اختیار مردم کا جسپر نصب امام کی
بنا رکھی ہے فاعتبروا یا اولی الالباب آٹھوین انارۃ یہ ہے کہ اہلسنت منصب بزرگ امامت کو فروع احکام سے قرار
دیتے ہین اصول اعتقاد سے نہین جانتے جیسا کہ کتاب مواقف مین اور اسکی شرح مین اسکی تصریح اسطرح واقع ہے مباحثھا
لیست من اصول الدیانات والعقائد خلافا للشیعۃ بل ھی عندنا من الفروع المتعلقہ بافعال المکلفین
جناب مولٰنا احمد اردبیلی نے فرمایا ہے کہ دوسرا تعجب یہ ہے بہت سے علما حضرات اہلسنت سے مثل شارح مواقف کے
امامت کے مسئلہ کو فروع دین سے جانتے ہین اور کہتے ہین کہ ہمین بحث کرنا اس سے واجب نہین ہے ہمین تقلید کافی ہے
اور خدا اور رسول کی نص فرمانے کو ہمین دخل نہین ہے اور ایک جماعت انمین سے مثل قاضی بیضاوی کے کہ جنھون نے

کتاب منہاج مین اور اسکی جو شرح کرنے والے ہین وہ اس بات پر ہین کہ یہ مسئلہ اعظم مسائل اصول دین سے ہی اور اسکے مخالف کو کافر اور مبتدع سمجھتے ہین اور ایک شخص نے علماے حنفیہ سے اپنی کتاب مین جو باسم فصول مشہور ہی کہا ہی کہ جو شخص کہ امامت ابی بکر کا قائل نہو وہ کافر ہی بلکہ ایک جماعت اُنمین سے اس شخص کے قتل کی دری ہوتی ہی جو خلیفہ اوّل کی امامت کا نہ قائل ہو یا یہ کہے کہ پیغمبر خدا کے بعد علی ابن ابیطالب بلا فاصلہ امام ہین تو اسکے قتل کے مرتکب ہوتے ہین اور بمجرد اسکے کہ ایک فرع کو نجانے کافر یا قتل کے لائق نہین ہوتا اور وہ حدیث جسکو حمیدی نے کتاب جمع بین الصحیحین مین نقل کیا ہی کہ پیغمبر خدا نے فرمایا ہی کہ من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتۃ جاھلیۃ بھی اسپر دلالت کرتی ہی اور امام زمان کی تمام قرآن سے تفسیر کرنا جیساکہ بعض حضرات اہلسنت نے کہا ہی یا بعض قرآن سے تفسیر کرنا مثل فاتحہ یا سورے کے اس جہت سے کہ نماز مین اسکا پڑھنا واجب ہی محض ہاتھ پاؤنکا گم کرنا ہی انتہی ملخص کلامہ رحمہ اللہ اور واقع مین یہ ہی کہ یہ کلام مجمل ہی اور حقیقت مین یہ ہی کہ امامت کا اصول دین سے ہونا عقل و نقل دونون سے بہت مبرہن اور واضح ہی کیونکہ عقلا یہ امر بخوبی ثابت ہی کہ علوم دینیہ بھی دو قسم ہین ایک وہ کہ مقصود انسے نفس علم ہی دوسرے وہ کہ جنسے مقصود اسپر عمل کرنا ہی پہلا حکمت نظری اور اصول دین ہین مثل خدا اور رسول کے پہچاننے کے اور انکے ساتھ ایمان لانے کے اور دوسری قسم حکمت عملی اور فروع دین ہین جیساکہ مثلاً پہچاننا اس بات کا کہ روزہ کیونکر رکھتے ہین اور نماز کیونکر پڑھتے ہین اور زکوٰۃ کسطرح دیتے ہین کیونکہ غرض قسم اوّل مین علم و معرفت سے نفس تصدیق اور اذعان و اعتقاد ہی اگرچہ عمل کرنا اُسپر بواسطہ یا بوسائط متفرع اور پیدا ہوتا ہی اور قسم ثانی کے جاننے کی غرض یہ ہی کہ اسپر عمل کرے فقط اسکا علم حاصل کرنا مقصود بالذات نہین ہی بلکہ وہ علم ذریعہ اور وسیلہ عمل کا ہوتا ہی اور جو شخص کہ پہلی قسم مین مقصر ہوگا وہ درجۂ ایمان و اسلام سے باہر ہو جائیگا اور جو دوسری قسم مین مقصر اور اُس سے جاہل ہوگا وہ اگر معذور نہو تو گنہگار ہوگا نہ یہ کہ ایمان سے خارج ہو مگر یہ کہ وہ ضروریات دین و ایمان سے ہو کہ اس صورت مین اسکا حکم بھی حکم قسم اوّل کا ہوگا اور لوازم کے ایک ہونے سے اتحاد ملزومات پر دلیل نہین لا سکتے کیونکہ جائز ہی کہ لازم عام ہو اور جبکہ فرق اصول و فروع مین بیان ہو چکا تو جاننا چاہیے کہ اگرچہ حضرات اہلسنت بسبب اسکے کہ نصب امام کو خلق پر واجب جانتے ہین اور یہ تکلیف نہین ہی مگر تکلیف عملی تو اس جہت سے اُسے مسائل فروع سے شمار کر سکتے ہین جیساکہ شارح مواقف نے کہا ہی کہ ھی عندنا من الفروع المتعلقۃ بافعال المکلفین لیکن یہ بھی گمان باطل ہی اور از قبیل بناے فاسد علی الفاسد ہی کیونکہ ہمنے بہت تفصیل کے ساتھ اسے ثابت کیا جس سے بخوبی معلوم ہو چکا کہ امام کا نصب کرنا خدا پر واجب ہی جیساکہ انبیا کا مبعوث فرمانا واجب ہی اور بندون کو کچھ اسمین مداخلت نہین ہی پس اس صورت مین تکلیف شرعی فرعی اسکے ساتھ متعلق نہوگی اور مقصود اسکی معرفت سے یہ ہی کہ اسکی امامت کے ساتھ اذعان و اعتقاد کرین ورنہ پہچاننا ایسے امام کا موت جاہلیت کے ساتھ محکوم ہی جیساکہ معارف اصولیہ کی شان ہی اور منجملہ ادلّہ نقلیہ کے نص صریح وہ حدیث متفق علیہ ہی جو پیغمبر خدا نے فرمایا ہی من مات

ولم یعرف امام زمانہ مات میتۃ جاہلیۃ کیونکہ اگر امامت فروع سے ہوتی تو اُسکی معرفت کا مقصر گنہگار ہوتا نہ یہ کہ
ایمان سے خارج ہوجاتا اور یہ بھی نہین کہہ سکتے کہ انکار کرنے سے فروع ضروریہ مین بھی موت علی الجاہلیۃ مصدوق ہی
پس موت علی الجاہلیۃ سے یہ لازم نہین آتا کہ امام کی معرفت اصول دین سے ہو کیونکہ پہلے ہم یہ کہتے ہین کہ انکار کرنا
ضروری فرعی سے مستلزم اسکا ہی کہ اُس منکر نے ماجاء بہ النبی سے انکار کیا اور اسکا انکار نبوت کے انکار کو اور نبی کی تصدیق
نہ کرنے کا مستلزم ہی اور یہی جاہلیت ہی پس ایسے امور مین بسبب عدم تصدیق کے کفر ہوتا ہی پس اس سے معلوم ہوا کہ نبی کی
تصدیق کرنا اصول ایمان سے ہی اور ماجاء بہ النبی یہ فروع ایمان سے ہی اسی طرح نہ پہچاننا امام کا کہ معنی کی راہ سے
اُسکی تصدیق نہ کرنا ہی یہ ایمان مین مخل ہی اور اسکی شناخت اور معرفت عین ایمان ہی پس یہ بالضرور اصول دین سے ہوگا
نہ فروع دین سے اور اسکا قیاس ضروری پر نہین ہوسکتا کیونکہ جو بے واسطہ مستلزم کفر ہو اور جو بواسطہ مستلزم کفر ہو
اسمین فرق ہی اور یہ بات بہت ظاہر ہی کہ اسمین پوشیدگی نہین ہی اور دوسری تقریر تفہیم سے تقریب یہ ہی کہ اول مقدمہ
کتاب مین ہم علوم ضروریہ کو منحصر تین علمون مین کر آئے ہین ایک خودشناسی دوسرے خداشناسی تیسرے فرمان
خداشناسی اور اصول دین مین انہین شناختون کا جاننا اور بیان ہوتا ہی کیونکہ توحید و عدل علم خداشناسی مین داخل ہین
اور نبوت و امامت اصل فرمان خداشناسی مین ہی اسلیے کہ فرمان خدا کو شرع سے پہچان سکتے ہین اور شرع کا جاننا
محتاج ہی اُسکا جو شرع کو لایا اور جو اُسکے بعد اُسکا حافظ اور مبین ہی اور لانے والا نبی ہی اور حافظ و مبین امام ہی اور معاد
داخل علم خودشناسی مین ہی اور جب اس سے معلوم ہوچکا کہ معرفت امام اصول سے ہی تو اب فرع سے کسطرح اُسے گردان سکتے ہین
مگر یہ کہ امام سے مراد وہ امام لین جو حافظ و مبین شرع نہو اور کچھ امور شرعیہ سے اُسے تعلق نہو بلکہ امور دنیا مین بطور متغلبین
متصرف ہو یہ امام البتہ نہ محتاج نص کا ہوگا نہ امور شرعیہ مین محتاج الیہ ہوگا اور چونکہ اکثر ائمہ حضرات اہلسنت کے
ایسے ہی تھے اسلیے وہ معرفت امام کو اصول دین سے نہین جانتے ہین لیکن واقع مین بحث امام سے اور معرفت امام کا
اعتقاد حاصل کرنا اصول دین سے ہی اور انہین علوم ضروریہ سے ہی جسے حکما حکمت الٰہی اور اہل شرع معرفت کہتے ہین ش
غیر اسکے اور تیسری تقریر تفہیم کو اس امر کے یہ ہی کہ جو امور یقینی ضروری فرعی ہین اُنکی معرفت کی دو قسمین ہین ایک یہ کہ انہین
اس حیثیت سے جانین کہ وہ ایک حکم احکام الٰہی سے ہی تاکہ اس سے انکار نہ کرے مثلاً یہ جاننا کہ نماز پنجگانہ واجب ہی
اور اسکے واجب ہونے کا جو منکر ہو اُسنے ضروری سے انکار کیا اور وہ کافر ہی دوسرے اُسکا پہچاننا اسلیے کہ اُسپر عمل کرے
اور ہر ایک صورت ان دونون سے ایک قسم علم کی ہی جو متعلق بعملیات ہی اور ضابطہ اصول سے باہر ہی لیکن پہلی قسم کو اسکے
یقینی ہونے کی راہ سے کبھی اصول دین مین شمار کرتے ہین لیکن یہ معنی لفظ اصول کے دوسرے ہین اور پس امام منصوب کا
پہچاننا جو خدا کی طرف سے ہو از جملہ علم عملی نہین ہی پس امام کے نہ پہچاننے سے جو موت بحال کفر ہوئی یہ اس راہ سے
نہین ہی کہ انکار ضروری عملی کا کیا بلکہ اس راہ سے ہی کہ انکار ایک اصل سے از جملہ اصول علمی کیا اور نص سے بھی یہی مستفاد ہوتا ہی

کیونکہ اگر نصب امام باختیار خلق ہوتا تو خلق اپنے بنائے ہوئے کو خود ہی پہچانتی تاکید و تہدید کی حاجت کیا ہوتی
اور اگر نہ پہچانتی یا انکار ایک شخص خاص کی امامت سے کرتی تو چونکہ مسئلہ ضروری یہ نہ تھا اسلیے ہرگز موت جاہلیت بھی
لازم نہ آتی حاصل یہ ہے کہ جب یہ ثابت ہو چکا کہ امام کو چاہیے کہ خدا کی طرف سے منصوب ہو اور دلیل عقلی اور نقلی اسپر
قائم ہو چکی تو اب امامت اصول دین سے و ایمان سے ہوگی نہ فروع دین و ایمان سے کہ جو افعال بندگان سے تعلق
رکھتی ہو مصنف کتاب شمع الیقین نے کہا ہے کہ معتزلہ نصب امام کے واجب ہونے کو امت پر اس حجت کے ساتھ متمسک
ہوتے ہیں کہ امام کا نصب کرنا مشتمل دفع ضرر پر ہے جو مظنون ہے اور دفع کرنا ضرر مظنون کا واجب ہے عقلاً پس امام کا نصب
کرنا واجب ہوا اور پوشیدہ نہ رہے کہ یہ وہی دلیل ہے جو پہلے اشاعرہ سے منقول ہوئی تھی کہ انہیں عقلا کے مقام پر اجماع کہا تھا
اور اسکا جواب بھی ضمن میں اسکے مذکور ہو چکا ہے اور مجمل اسکا جواب یہ ہے کہ دفع ضرر کا واجب ہونا مسلم ہے عقلاً لیکن جو اسکا
فاعل ہے اسپر نہ دوسرے پر پس اس ضرر کا دفع کرنا اور امام کا نصب کرنا اگر امت کا فعل ثابت ہو جائے تو امت پر واجب
ہوگا اور یہ عین محل نزاع ہے اور اس دلیل کا دور پر مبنی ہونا صریحاً ثابت ہے اور مگر بنا بر اس بات کے کہ امام کا منصوب فرمانا
خدا پر واجب ہے جیسا کہ وہی حق ہے اور شیعوں کا مذہب ہے تو پھر جو اس کام کے مباشر ہوئے انھوں نے خدائی میں تصرف کیا
اور جو کام حق تعالیٰ کا تھا اسے غصب کیا اور پھر اس صورت میں وہ تجاوز کرنے والے مرتبہ عبودیت سے اور مستحق عذاب
ہونگے اور غرض اس بیان سے یہ ہے کہ بنا بر اس مذہب کے تنہا غصب کرنا امامت ہی کا لازم نہیں آتا بلکہ رتبہ ربوبیت بھی
مغصوب ہوتا ہے اعاذنا اللہ منہ بالجملہ جبکہ خدا کی طرف سے ثابت ہوا کہ امامت نبوت کی نظیر ہے اور دونوں کی طرف ایک
طرح کی حاجت ہے اور ایمان و اسلام بے اسکے تمام نہیں ہو سکتا اور جو شخص کہ امام زمان کو نہ پہچانے اور مر جائے وہ کافر ہے جیسا کہ
اس بارے میں جو دلیلیں ذکر کی گئیں انسے بخوبی یہ امر ظاہر ہے تو ثابت ہوا کہ امامت کا مسئلہ مسائل اعتقادیہ یقینیہ سے ہے اور از
جملہ ارکان اور اصول دین کے ہے نہ مسائل ظنیہ اور فروع سے ہے جیسا کہ حضرات اہلسنت اسکا اعتقاد فرماتے ہیں اور یہ بات بھی
بہت غرائب افعال سے ان حضرات کے ہے کہ باوجود اسکے کہ یہ اعتراف کرتے ہیں کہ حاجت طرف نبی اور امام کے ایک ہی ہے اور جو
امام کو نہ جانتا ہو اُس سے جاہل ہو وہ اسلام سے خارج ہے پھر بھی نبوت کو اصول سے جانتے ہیں اور امامت کو فروع میں داخل
کرتے ہیں واضح ہو کہ جب یہ امر جانا گیا کہ اصول دین مسائل علمیہ ہیں اور فروع دین مسائل عملیہ ہیں تو یہ چاہیے کہ دین کا منکر بمفاد
قول خداوند عالم ان الدین عند اللہ الاسلام دائرہ اسلام سے خارج ہو اور اس ضابطہ کا مقتضیٰ یہ تھا کہ طبقہ اسلام میں جو
مخالف مذہب شیعہ ہوں وہ اہل اسلام کے شمار میں نہوں جیسا کہ ایک جماعت نے علماء سے مثل سید مرتضیٰ علم الہدیٰ اور سید
حیدر اور شیخ یوسف بحرانی نے کہا ہے کہ منکر امامت کا کافر ہے لیکن مذہب مشہور اس بارے میں جیسا کہ جناب سید سند نے
حد یقین میں فرمایا ہے یہ ہے کہ ظاہر شرع میں اسلام کے احکام انپر جاری ہوتے ہیں اگرچہ معنی اسکے خلاف ہو جیسا کہ صدر اسلام
میں بھی منافقین پر اسلام کا حکم جاری تھا گو باطن میں نہو اور یہ حکم تعبدی ہے اور نصوص اسپر ہماری طرف کے دلالت کرتے ہیں

جیسا کہ حدیث میں ہو الاسلام یحقن بہ الدم ویستحل بہ الفروج والایمان یکتسب بہ الجنان پس انجام میں حال انکا جیسا
کہ ہو وہ ہو لیکن دنیا میں حکم اسلام انپر جاری ہوگا اور وہ نہیں ہو کہ علت اس امر میں کلمہ طیبہ شہادتین کا احترام ہو بلکہ جیسا کہ اہل
کتاب بت پرستوں پر باعتبار اسکے کہ وہ توحید کا اور انبیاے سابقہ کی نبوت کا اعتراف کرتے ہین ظاہر مین شرف رکھتے ہین
اسی طرح وہ حضرات بھی بسبب اسکے کہ توحید کے معترف ہین اور اقرار ہمارے نبیؐ کی نبوت کا کرتے ہین ظاہر الاسلام رکھتے ہین
لیکن یہ حصہ اسلام دنیوی سے انہین موافق ادلہ سمعیہ کے حاصل ہوگا نہ اسلام آخرت سے جیسا کہ روایت ابی یعفور اسپر دلالت
کرتی ہی جو جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کی ہو کہ آنحضرت نے تفسیر آیت اللہ ولی الذین امنوا یخرجھم من الظلمات
الی النور میں فرمایا یعنی ظلمات الذنوب الی نور التوبۃ والمغفرۃ بولایتھم کل امام عادل من اللہ عزوجل وقال والذین
کفروا اولیاءھم الطاغوت یخرجونھم من النور الی الظلمات انما عنی بھذا انھم کانوا علی نور الاسلام فلما ان تولوا کل امام
جائر لیس من اللہ عزوجل خرجوا بولایتھم من نور الاسلام الی ظلمات الکفر فاوجب اللہ لھم النار مع الکفار
اور عیاشی نے اس روایت میں نقل اس سے زیادہ کی ہو کہ بعد قولہ الی الظلمات قال قلت الیس اللہ عنی بھذا الکفار
حین قال والذین کفروا قال فقال وای نور للکافر وھو کافر فاخرج منہ الی الظلمات انما عنی بھذا الی آخر الحدیث
لیکن اگر یہان کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ بعض اصول دین کا منکر کافر ہی تو چاہیے کہ یہ سب کافر ہون پھر کسطرح حکم اسلام جاری
ہو سکتا ہی تو اسکے جواب میں ہم کہینگے کہ یہ حکم اصول ضروریہ اسلام کا ہی کہ اسکا منکر کافر ہی لیکن اصول ایمانیہ پس اس سے انکار کرنا
باعث اسکا ہی کہ وہ منکر تشیع اور ایمان کے حلقہ سے نکل جائیگا نہ دائرہ اسلام سے اور چونکہ آنحضرات کے دل مین شبہات نے
جگہ پکڑی ہی تو بہ نسبت انکے امامت کا مسئلہ ضروری باقی نہین رہا ہان صدر اول مین جنھون نے نص غدیر سے جحد وانکار
کیا تھا انکی بہ نسبت یہ عذر ہو نہین سکتا اگرچہ انکے ساتھ بھی ظاہر مین خواہ تقیہ کی راہ سے یا اور کسی ضرورت سے معاملہ
مسلمانون کا عمل مین آیا ہو اور حضرات اہلسنت مین بھی مذہب مشہور انکے قاعدے کے موافق یہ ہو کہ اہل قبلہ کی تکفیر
نہ کرنی چاہیے لیکن ایک جماعت انمین بھی اسکے قائل ہوے ہین کہ جو مخالف ہو اسکی تکفیر کرتے ہین بلکہ ایک جماعت انمین سے
درپے قتل ہوتے ہین اس شخص کے جو خلیفہ اول کی امامت سے انکار کرے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا مگر از بسکہ وہ حضرات مسئلہ
امامت کو فروع سے جانتے ہین اور فروع ضروریہ سے بھی نہین ہو پس انکا یہ حکم کرنا تکفیر کے ساتھ انکے قاعدے اور ضابطے کے
موافق نہین ہی بلکہ محض عناد و عداوت اسے کہنا چاہیے انارہ نوین ان صفات و خصائص کے بیان مین ہی کہ جو امام مین
ہونی چاہیے جناب آخوند صاحب نے کتاب حق الیقین مین لکھا ہی کہ تیسرا مقصد بیان مین صفات و خصائص امام کے ہی جو
احادیث معتبرہ سے ظاہر ہوتے ہین اور وہ ہماری احادیث مین بہت ہین اور کتاب حیات القلوب مین مذکور ہین اور بعض انکے
اس رسالہ مین بھی ایراد کرتا ہون کلینی نے بسند معتبر جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہی کہ امام کی دس علامتین ہین
پاکیزہ و ناف بریدہ اور ختنہ کیے ہوے پیدا ہوتے ہین اور جب ماں کے پیٹ سے زمین پر آتے ہین تو اپنے ہاتھون کو زمین پر

رکھتے ہیں اور آواز اقرار شہادتین کے ساتھ بلند کرتے ہیں اور محتلم نہیں ہوتے یا خباثت کی جنابت انھیں نہیں پہنچتی اور
ظاہرا تعجب نہیں ہے کہ اس احتمال سے مراد اخوند صاحب کی یہ ہو کہ وہ بزرگ محتاج غسل کے نہیں ہوتے بسبب اسکے کہ
انھیں انزال نہیں ہوتا اگرچہ کچھ از قبیل احلام سوتے ہیں دیکھیں اسطرح پر کہ مشابہ احتلام سے ہو کیونکہ انکے خواب از جملہ اضغاث احلام
نہیں ہوتے بلکہ وہ صاحب تفضل و انعام ہیں پھر اخوند صاحب نے فرمایا ہے کہ آنکھیں انکی سوتی ہیں لیکن دل انکے خوابیدہ نہیں ہوتے
بلکہ بیدار رہتے ہیں یعنی جو کچھ کہ انکے حال خواب میں واقع ہوتا ہے اس سے جانتے ہیں اور جمائی اور انگڑائی نہیں لیتے اور پشت سر سے
اپنے وہ اسی طرح دیکھتے ہیں کہ جیسا اپنے منھ کے سامنے کی چیز کو دیکھتے ہیں راقم رسالہ کہتا ہے کہ تعجب نہیں ہے کہ اس جگہ کسی کو یہ توہم
کہ اس روایت سے رویت کا تحقق بلا شرائط مستفاد ہوتا ہے کیونکہ از جملہ شرائط رویت مقابلہ ہے اور انتفائے حائل ہے اور پشت سر سے
دیکھتے ہیں یہ دونوں امر مفقود ہیں اور تحقق ایسی روایت کا جو بعض شروط کے تخلف کے ساتھ ہو وہ اسکے منافی ہوگا جو ہمنے مبحث
امتناع رویت اللہ میں کہا ہے بسبب اسکے کہ انہیں بھی اجتماع شرائط رویت کا نہیں ہو سکتا جیسا کہ معتقد امامیہ کا ہے اس لیے
خصوصاً وہ حضرات کہ مدعی رویت اللہ ہیں وہ زیادہ تر اس سے حجت ہم پر لانے کا ارادہ کرینگے لہذا دفع دخل اسکا واجب
ضرور جانکر ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث میں یہاں پر مراد رویت سے معنی حقیقی نہیں ہیں بلکہ یہاں پر رویت بمعنی ادراک و علم کے
یعنی جیسا کہ مبصرات کو سامنے سے دیکھتے ہیں اسی طرح انکا علم و معرفت انھیں بذریعہ علم و باطن کے پشت سر کی طرف سے بھی
حاصل ہوتا ہے کیونکہ علم باطنی حقیقی کہ بذریعہ روح قدس و صفا و نورانیت باطن ہے محتاج آلات ظاہرہ کا مثل چشم و گوش کے
اپنے ادراک میں نہیں ہے اور یہ امر لائق تعجب نہیں ہے کیونکہ جب رعایا سے بذریعہ ریاضت مرتبہ اشراق کو پہنچیں اور منازل بعیدہ کے
حوادث و وقائع کو جانیں تو جو کہ امام منصوب من اللہ اور معلم باعلام علام حقیقی ہو اسکے ادراک میں محل عجب کا نہیں ہے کیونکہ
خلقت ائمہ علیہم السلام کی اور انبیا کی مثل ہمارے نہیں ہے بلکہ بعض ارواح انمیں زیادہ ہیں خصوصاً روح القدس کہ جس سے
عرش سے فرش تک کا علم انھیں حاصل ہوتا ہے اور ہر ایک امر کو جانتے اور پہچانتے ہیں اور یہ مضمون احادیث خاصہ سے بخوبی
واضح ہوتا ہے جیسا کہ کتاب عوالم میں بصائر الدرجات سے بذریعہ جابر جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ جابر کہتے ہیں کہ سئلته
عن علم العالم فقال یا جابر ان فی الانبیاء والاولیاء خمسة ارواح روح القدس و روح الایمان و روح الحیوة و روح القوة و روح
الشهوة فبروح القدس یا جابر عرفوا ما تحت العرش الی ما تحت الثرى ثم قال یا جابر ان هذه الاربعة ارواح يصيبها
الحدثان الا ان روح القدس لا یلهو ولا یلعب اور اسی کتاب میں مفضل بن عمر سے منقول ہے قال قلت لابی عبد اللہ
سئلته عن علم الامام بما فی اقطار الارض وهو فی بيته مرخى عليه ستره فقال یا مفضل ان الله تبارک و تعالى جعل النبی
خمسة ارواح روح الحيوة فيه دب و درج و روح القوة فيه نهض و جاهد و روح الشهوة فيه اكل و شرب و اتى النساء من الحلال
و روح الايمان فيه امر و عدل و روح القدس فيه حمل النبوة فاذا قبض النبی انتقل روح القدس فصار فی الامام و روح القدس
لا ينام ولا يغفل ولا يلهو ولا يسهو والاربعة الارواح تنام و تلهو و تغفل و تسهو و روح القدس ثابت يرى به ما فی شرق الارض

وغربها وبرها وبحرها قلت جعلت فداك يتناول الامام ما بيعدا دبيده قال نعم
وما دون العرش اب بخوبی واضح ہوتا ہے کہ اُنکا علم و معرفت اشیاے قریبہ و بعیدہ کے محتاج آلات حسیہ کے نہین ہے
والا ما تحت العرش سے الی ما تحت الثریٰ کو آنکھ سے کیونکر ادراک کر سکتے بلکہ انھین بذریعہ روح القدس علم ہر چیز کا حاصل ہوتا ہے
پس یہ رویت حقیقی نہین ہے بلکہ مبصرات کا جو علم حاصل ہوا اُسکا نام رویت رکھا اور اگر معنی حقیقی اصلی اُسکی مراد لیے جائین جب
بھی وہ یعنی ہوگا اس امر کہ شائع بصر اُنکا منعکس ہوتا ہے جیسا کہ آئینہ دیکھنے کے وقت آدمی اُن چیزون کو جو پس پشت واقع ہین
دیکھتا ہے اور مقابلہ جو رویت مین شرط ہے وہ عام ہے اس سے کہ حقیقی ہو یا جو اسکے معنی ہین ہو پس اس تقدیر مین جو کہ حکم مقابلہ ہین بھی
متحقق ہوگا اور اسمین کچھ نقص نہین ہے یا یہ ہو کہ حق تعالیٰ نے وہ قوت باصرہ جیسے سب کے حدقہ چشم مین ودیعت فرمایا ہے کہ
اُس سے اپنی اشیاے مقابل کو دیکھتے ہین اُس قوت کو اُنکی موخر راس مین بھی مودع فرمایا ہو کہ اُس سے ادراک فرماتے ہون
اب ان تاویلون مین دو امر البتہ ہین ایک یہ کہ انعکاس نظر کا جسم صیقلی سے ہوتا ہے پھر غیر صیقلی سے کسطرح منعکس ہو سکتی ہے اور جب
یہ ہوا تو عموماً ہر چیز کو جو پس پشت واقع ہو کیونکر دیکھ سکتے ہین اور روایت سے عموم نکلتا ہے اور دوسرے یہ کہ قوت باصرہ کا
اثر حدقہ چشم سے ظاہر ہوتا ہے جہان حدقہ نہین وہان سے کیونکر دیکھا جائے لیکن یہ دونون امر نظر قدرت خدا کے ممکن ہین
کیونکہ حکما رویت کو منحصر خروج شعاع مین نہین جانتے بلکہ ایک طائفہ اسکا قائل ہے کہ خطوط شعاعی حدقہ سے نکل کر مبصر
پر پڑتے ہین اور جسقدر اُس سے احاطہ کرتے ہین وہ محسوس و مرئی ہوتا ہے اور دوسرا طائفہ یہ کہتا ہے کہ جب مبصر مقابل آنکھ کے ہوتا ہے
تو اُسکی صورت رطوبت جلیدیہ مین منطبع ہوتی ہے یعنی چھپ جاتی ہے اور قوت باصرہ اُس صورت منطبعہ کا ادراک کرتی ہے اور ادلہ
اس طائفہ کے بظاہر قوی ہین پھر اس صورت مین جسم صیقلی اور انعکاس کی کیا ضرورت ہے بلکہ جو مقابل منھ کے ہے اُسکا انطباع
رطوبت جلدیہ مین جیسا ہوتا ہے ہوگا اور جو مقابل اُس قوت کے ہو جسے خدا نے موخر راس مین ودیعت فرمایا ہو تو ممکن ہے
کہ جسنے وہ قوت یہان پیدا فرمائی ہو وہ یہان کی جلد مین جو رطوبات ہین انھین ایسی صفا و نورانیت و خصوصیت بخشے کہ جس سے
انطباع صورت ممکن ہو اور بعد انطباع صورت ادراک اُسی قوت سے ہوگا جو حدقہ مین بھی مدرک ہے اور یہان بھی وہی
مدرک ہے کچھ حدقہ مدرک نہین ہے اور یہ بات اگرچہ خارق عادت ہے مگر مستلزم استحالہ کو نہین ہوتی بخلاف اسکے کہ حدقہ چشم سے
دیکھنا ساتھ تخلف شرائط اُسکی کے متحقق ہو پس یہ البتہ مستحیل ہوگا کیونکہ حس بصر اور ادراک کرنا نظر سے بے اسکے کہ اسکے
شرائط متحقق ہون البتہ حقیقت مین محال ہے جیسا کہ آگ کا کام یہ ہے کہ جب ایسی چیز کہ اُسے جلنے کی قابلیت ہو اُس سے مقارن ہو
تو وہ اُسے یقینی جلا دے گی لیکن جسوقت کہ حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیم خلیل علی نبینا و آلہ و علیہ السلام کو آتش نمرود ملعون سے
نجات عطا فرمائی تو فرمایا یا نار کونی بردا و سلاما علی ابراهیم بفور اس حکم رب جلیل کے حقیقت آگ کی اپنی حقیقت سے
دوسری حقیقت کی طرف مستحیل و منقلب ہوئی اسی جہت سے اثر اسکا بدل گیا اگرچہ دیکھنے مین روشنی اور چمک اسکی باقی ہے
ہو والا ممکن نہ تھا کہ بقاے حقیقت ناری کے ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام اُس مقام پر خوش و خرم باقی رہتے اسطرح ممکن نہین ہے

کہ جسطرح ہم آنکھ سے دیکھتے ہین یہ آنکھ بھی ہی اور پھر جو شرائط اُسکے ہین رویت مین وہ مفقود ہون اور پھر دیکھا جاے فقط
فافہمہا ارشدک اللہ فانہ دقیق بصر فرمایا ہی جناب اخوند صاحب نے کہ جو فضلہ کہ اُنسے جدا ہوتا ہی اُس سے مشک کی بو آتی ہی
اور اُسکے لیے حق تعالیٰ نے زمین کو موکل فرمایا ہی کہ وہ اُسے ڈھانپے اور اپنے پیٹ مین چھپالے اور جب پیغمبر خدا کی زرہ اپنے
بدن پر پہنتے ہین تو وہ اُنکے بدن پر ٹھیک آتی ہی اور جب کوئی دوسرا شخص اُسے پہنتا ہی خواہ وہ شخص بالا ہو یا اُسکا قد چھوٹا ہو
لیکن ایک بالشت بھر وہ زرہ اُسکے قد سے بڑی رہتی ہی اور فرشتہ اُنکے ساتھ آخر عمر تک باتین کرتا ہی اور ابن بابویہ علیہ الرحمہ نے
حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہی کہ امام داناترین مردم ہی اور حکمت مین اور جاننے مین دقائق امور کے سب سے
آگے ہی ہوتا ہی اور سب سے زیادہ پرہیزگار اور بردبار اور سخی اور بہادر اور عالم ہوتا ہی اور عبادت اُسکی سب سے زیادہ ہوتی ہی
اور سایہ نہین رکھتا اور شاید مراد اُس سے یہ ہو کہ کبھی ایسا ہوتا ہی اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ کے لیے یہ بات ہمیشہ رہتی تھی کہ اُنکے
کا سایہ نہ معلوم ہوتا تھا اور اُنکے بول و غائط کو کوئی نہین دیکھتا زمین موکل ہی اسلیے کہ جو فضلہ اُنسے جدا ہو اُسے نگل جاے کہ
خلق پر ظاہر نہو اور اُنکی بو مشک سے زیادہ خوشبو ہی واضح ہو کہ جو کچھ بدلیل عقل ثابت ہوا ہی کہ امام کو چاہیے کہ صاحب عصمت
و طہارت و منفرات سے بوجہ تمام و کمال بری ہو یہی امر کہ یہ احادیث بھی موید ہین دیکھنے والے کو چاہیے کہ اس سے غافل نہو
پھر اخوند صاحب نے ترجمہ حدیث مین فرمایا ہی کہ سب خلق کی جان سے زیادہ وہ اولیٰ ہی چاہیے کہ سب اُسے ہر امر مین اپنے
اوپر مقدم رکھین اور اپنی جان کو اُسپر قربان کرین یا یہ کہ مردم بے اختیار اس حالت کو اُنکی بہ نسبت بہم پہونچاتے ہین اور ظاہر ہی کہ
مراد اخوند صاحب کی اس احتمال مین مردم سے وہی اشخاص ہونگے جو اہل بصیرت ہین کہ حق تعالیٰ نے نور معرفت سے اُنکی چشم
دل کو روشن کیا ہی کہ وہ بزرگوار جان نثاری پر اور ہر باب مین آنحضرت کو مقدم کرنے مین طلب رضاے باری کے واسطے
جد و جہد کرتے ہین اور بہ مقام حمایت و جان بازی بے خود ہو کر ایک دوسرے سے سبقت کرتا ہی اور طالب زیادتی کا ہوتا ہی
جیسا کہ احوال اصحاب کا سید الشہدا کے مشہور ہی و الا بہ نسبت اہل نفاق کے اس حالت کا متخلف ہونا ظاہر ہی کہ اُنھون نے
اُنکے حقوق کو غصب کر لیا اور اُنکے غیرون کو اُنپر مقدم کیا اور اُنھین نقصان مال و جان و عزت کا پہونچایا پھر اخوند صاحب فرماتے ہین
کہ امام رعیت پر اُنکے ماں باپ سے زیادہ مشفق و مہربان ہوتے ہین اور تواضع اور فروتنی اُنکی خدا کے نزدیک سب سے زیادہ
اور جو کچھ کہ خلق کو وہ حکم عمل کرنے کو فرماتے ہین اُس سے زیادہ خود عمل کرتے ہین اور جس چیز سے اورون کو نہی فرماتے ہین
سب سے پہلے اُسکے ترک کا آپ اہتمام فرماتے ہین اور اُنکی دعا آپ مستجاب ہوتی ہی یہان تک کہ اگر کسی پتھر کے لیے دعا کرین
تو وہ دو ٹکڑے ہو جاے اور پیغمبر خدا کے حربے اور سلحہ اُنکے پاس ہوتا ہی خصوصًا وہ شمشیر ذوالفقار جو آسمان سے آئی تھی اور
اُنکے پاس وہ نامہ ہی کہ جسمین سب شیعیان اہلبیت علیہم السلام کے نام جو روز قیامت تک ہونے والے ہین اُسمین لکھے ہین
اور دوسرا وہ نامہ ہی جسمین اُنکے دشمنون کے نام جو قیامت تک ہونے والے ہین لکھے ہین اور جامعہ اُنکے پاس ہی اور وہ وہ
نامہ ہی کہ اُسکا طول ستر ہاتھ کا ہی پوست گوسفند پر وہ ہی کہ جب لپیٹا جاتا ہی تو اونٹ کی ران کے برابر اُسکی گندگی ہوتی ہی اور

انمین ہر حکم ہی جسکی طرف فرزند آدم محتاج ہوتا ہی اور انکے پاس بڑا جفر اور چھوٹا جفر ہی ایک پوست بز پر ہی اور دوسرا پوست گوسفند پر لکھا ہو اور انمین حدود وغیرہ کے احکام مین یہان تک کہ جو خراش کسی کے بدن مین پہونچے اسکا ارش بھی اسمین موجود ہو اور یہان تک کہ جو گناہ کہ اسکی تعزیر ایک تازیانہ یا آدھا تازیانہ یا ثلث تازیانہ ہو وہ بھی اسمین ہی اور وہ نامہ وہ ہی کہ جسے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے املا فرمایا اور پڑھا اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اُسے اپنے ہاتھ سے لکھا ہو اور مصحف حضرت فاطمہ صلوات اللہ علیہا کا انھین کے پاس ہی اور اسمین نام اور احوال بادشاہون کا لکھا ہو جو قیامت تک زمین پر ہونگے اور اسکی نسبت جناب سیدہ کی طرف اسلیے کرتے ہین کہ جب پیغمبر خدا نے دنیا سے مفارقت فرمائی تو حضرت فاطمہ علیہا السلام کو بڑا غم واندوہ آنحضرت کی جدائی سے اور منافقین کے جور وجفا سے عارض ہوا اسوقت حق تعالیٰ نے جبرئیل کو آنحضرت کی تسلی خاطر کے واسطے بھیجا کہ آیندہ کے اخبار اُن جناب کے سامنے ذکر کرین اور حضرت امیرؑ اسے لکھتے تھے اور اس کتاب مین اخبار آیندہ قیامت تک کے ہین اور دوسری حدیث مین فرمایا کہ امام کے اور حق تعالیٰ کے درمیان مین ایک عمود ہی نور کا کہ اس عمود مین امام حق تعالیٰ کے بندون کے اعمال کو دیکھتے ہین اور جو کچھ کہ انپر مشتبہ ہو جاتا ہی اس عمود مین دیکھکر جان لیتے ہین اور بسند معتبر حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہی کہ امام کو چند خصلتون کے ذریعہ سے پہچان سکتے ہین پہلی یہ کہ جو اُنسے پہلے امام ہین وہ انپر نص فرماتے ہین جیسا کہ پیغمبر خدا نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی خلافت وامامت پر نص فرمائی تھی دوسری یہ کہ جو کچھ اُنسے پوچھین اسکا جواب شافی فرمائین اور اگر نہ پوچھین تو وہ ابتداءً خود فرمائین تیسری یہ کہ وہ آدمیون کو آیندہ کی خبر دیتے ہین چوتھی یہ کہ وہ سب لغات اور زبانین جانتے ہین اور ہر ایک کو اسکی زبان مین جواب دیتے ہین پانچوین یہ کہ ہر حیوان و مرغ کا وہ کلام سمجھتے ہین اُنسے کچھ پوشیدہ نہین اور احادیث مستفیدہ بلکہ متواترہ سے ظاہر ہوتا ہی کہ آنحضرات نے اظہار معجزے کے لیے جبکہ مصلحت تھی مردے کو زندہ کیا ہی جیسا کہ حضرت امیرؑ نے اکثر مردے کو زندہ کیا ہی اور حضرت امام محمد باقر اور جناب امام جعفر صادق علیہما السلام نے ابو بصیر کو بینا فرمایا اور آنکھین اُنکی روشن کین اور صاحب خوره وپیسی کو شفا بخشی اور بہت سی احادیث مین وارد ہوا ہی کہ جو جو معجزہ حق تعالیٰ نے جس جس پیغمبر کو دیا تھا وہ سب ہمارے پیغمبر خدا اور ائمہ ہدیٰ صلوات اللہ علیہم کو عطا فرمائے اور یہ سب بزرگوار قادر تھے کہ جب چاہین مسافت بعیدہ کو تھوڑے زمانے مین بذریعہ طی الارض طے فرمائین بلکہ ایک دن مین یا اس سے بھی بہت کم مین کئی بار دنیا کے گرد پھر آئین اور سب پیغمبرون کی کتابین مثل توریت وانجیل وزبور وصحف آدم وصحف شیث وصحف ادریس وصحف ابراہیم وصحف نوح وموسیٰ یہ سب انکے پاس موجود تھین اسی طرح جملہ انبیا کے آثار مثل عصائے موسیٰ وپیراہن ابراہیم ویوسف وسنگ موسیٰ جس سے بارہ چشمے جاری ہوئے تھے اور انگشتر سلیمان اور انکی بساط اور سب آثار پیغمبرون کے اُن پاس تھے اور اب وہ سب جناب صاحب العصر علیہ السلام پاس موجود ہین اور حق تعالیٰ نے ابر کو انکے لیے مسخر فرمایا تھا کہ اسپر بیٹھکر ملکوت آسمان وزمین مین پھرین اور بہتر نام کہ اسم اعظم حق تعالیٰ کے ہین وہ اس سے جانتے تھے کہ اُس خیر کے لیے پڑھتے تھے وہ مستجاب ہوتا تھا اور ان اسماء سے ایک

اسم کو صف جانتے تھے کہ اُسکی قوت سے تخت بلقیس کو جو دو مہینے کی راہ پر دور تھا ایک چشم زدن میں حضرت سلیمان پاس حاضر کر دیا تھا اور علوم آنحضرت کے کئی طرح پر تھے کبھی فرشتہ کی آواز سنتے تھے کبھی روح القدس کہ اُنکی خلقت جبرئیل و میکائیل سے بڑھی ہی بالمشافہ اُنھین القا کرتے تھے اور کبھی حق تعالیٰ کے الہام فرمانے سے اُنکے دل مین نقش ہوتا تھا اور کبھی فرشتہ کی آواز اُنکے کان مین پہونچتی تھی مثل اُس آواز کے کہ جب زنجیر طشت پر گرے اور اُس سے آواز پیدا ہو اور احادیث مین وارد ہی کہ عمدہ علم ہمارا وہ علم ہی کہ ہر آن اور ہر ساعت دریا ہاے ناتناہی علم الٰہی سے ہمپر فائض ہوتا ہی ملائکہ اور روح کہ جو ملائکہ سے بڑے ہین شب قدر کو امام زمان پر نازل ہوتے ہین اور آنحضرت پر سلام کرتے ہین اور جو کچھ کہ اُس شب کو اُس سال کے مقدر ہوے ہین وہ آنحضرت پر عرض کرتے ہین اور علوم گذشتہ و آیندہ سب اُن پاس موجود ہین اور جو علم کہ آسمان سے زمین پر آیا ہی وہ اُن پاس ہی اور وارث سب پیغمبرون کے علم کے ہین اور وہ بزرگوار متوسمون ہین یعنی جسپر کہ نظر فرما کر دیکھتے ہین اُنکی پیشانی سے اُسکے ایمان و کفر و نفاق کو جان لیتے ہین اور جس درخت اور برگ و سنگ مین کہ امام نظر فرماتے ہین اُس سے ایک علم اُنپر ظاہر ہوتا ہی اور تمام قرآن اور اُسکا علم ظاہر و باطن بتہ بطن تک مخصوص امام کے واسطے ہی اور کپڑے اور حربے اور حسبقا۔ زرہ و مرکب اور انگوٹھیان پیغمبر خدا کی تعیین اور سب اسباب ظاہر و باطن آنحضرت کا حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کو پہونچے ہین اور وہ سب جملہ ائمہ علیہم السلام کے پاس محفوظ ہی اور ایک ایسا صندوق جو پوست سے ہی اُنکے پاس ہی کہ اُسمین پیغمبرون کا علم اور جملہ اوصیا و علماے گذشتہ کا علم محفوظ و مضبوط ہی اور اُسے جفر ابیض کہتے ہین اور ایک دوسرا صندوق ہی اُن پاس کہ اُسمین جملہ حربے پیغمبر خدا کے مضبوط ہین اور اُسے جفر احمر کہتے ہین اور حضرت صاحب الامر علیہ السلام اُسے کھول لینگے اور بہت سی احادیث معتبرہ سے منقول ہی کہ ہر شب جمعہ کو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ کی روح کو اور ائمہ طاہرین کی ارواح کو اور روح پُرفتوح جناب صاحب العصر علیہ السلام کو رخصت دیتے ہین کہ آسمانون پر تشریف لیجائین اور عرش الٰہی تک پہونچتے ہین اور گرد اُسکے سات شوط کرتے ہین اور ہر قائمہ کے پاس قوائم عرش کے دو رکعت نماز کی پڑھتے ہین بعد اُسکے پھر بہت سرور و علوم کے ساتھ اپنے ابدان شریفہ کی طرف رجوع فرماتے ہین اور اچھے برے اعمال ہر ایک کے اس امت سے ہر صبح و شام اور ہر ہفتہ اور ہر مہینے مین پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ کی روح پر اور ارواح ائمہ علیہم السلام پر جو اُس عالم سے تشریف لیگئے اور امام زمان علیہ السلام پر عرض کیے جاتے ہین اور پردے اور دیوارین اور پہاڑ اور دریا اُنکے علم کے مانع نہین ہو سکتے اور جو کچھ کہ مشرق و مغرب عالم مین واقع ہوتا ہی وہ سب خدا کی طرف سے مطلع ہوتے ہین اور جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ نے وقت وفات اپنی جتنے اپنے علوم تھے وہ سب حضرت امیرالمومنین صلوات اللہ علیہ کو تعلیم فرماے اور خود اُن جناب نے فرمایا کہ اُسوقت ہزار دروازے علم کے مجھے ایسے تعلیم فرماے کہ جسکے ہر دروازے سے ہزار دروازہ کھلتا تھا اور پیغمبر خدا نے فرمایا تھا کہ مجھے جب غسل دے کر کفن و حنوط کرنے سے فارغ ہونا تو مجھے بٹھانا اور جو چاہنا وہ مجھسے سوال کرنا اور مین نے حسب ارشاد آنحضرت کے ایسا ہی کیا اُسوقت بھی ہزار دروازہ علم سے مجھے تعلیم فرمایا کہ جسکے ہر دروازہ سے ہزار

دروازہ کھلتا تھا اسی طرح ہر امام نے اپنی وفات کے قریب سب اپنے علم دوسرے امام کو جو بعد ہونے والے تھے تعلیم فرماے اور امام کو کوئی اور دوسرا شخص امام کے سوا غسل و کفن اور دفن و نماز نہین کرتا اور اگر ایک امام مشرق مین ہون اور دنیا سے تشریف لیجائین اور وہ امام جو انکے بعد ہونے والے ہین وہ اسوقت مغرب مین ہون تو یقینی اعجاز سے امامت کے اسی وقت وہ زمین کو طی فرماکر امام اول تک پہونچینگے اور انسے علوم کا کسب فرماینگے اور انکی تجہیز بطرح فرماینگے کہ کثر اس سے مطلع ہونگے جیسا کہ حضرت امام رضا علیہ السلام بغداد مین تشریف لاے خراسان سے و سطے تجہیز و تکفین حضرت موسی کاظم علیہ السلام کے اور حضرت امام محمد تقی علیہ السلام خراسان مین تشریف فرما ہوے مدینہ سے واسطے تجہیز و تکفین حضرت امام رضا علیہ السلام کے اور یہ حکایت مفصل جلاء العیون مین لکھی ہو اور بہت سی حدیثون مین وارد ہوا ہی کہ انکی ارواح حق تعالی کے انوار مقدسہ سے پیدا ہوئی ہین اور دل اور بدن ہاے مبارک انکے طینت عرش سے پیدا ہوے ہین اور جب حق تعالی چاہتا ہی کہ امام کو پیدا فرماے تو ایک فرشتہ کو حکم فرماتا ہی کہ ایک شربت اس پانی سے جو عرش کے نیچے ہی اٹھاوے اور اسے امام کے باپ کی خدمت مین لاوے کہ وہ پیوین اور وہ پانی یہان کے پانی سے زیادہ رقیق ہی اور مسکہ سے زیادہ نرم ہی اور شہد سے زیادہ میٹھا ہی اور دودھ سے زیادہ سفید ہی اور برف سے زیادہ سرد ہی بعد اسکے حق تعالی اسے حکم فرماتا ہی کہ جماع کرے اور امام علیہ السلام کا نطفہ اس پانی سے منعقد ہوتا ہی اور جب چالیس دن اس نطفہ کے انعقاد کو رحم مین گذرتے ہین تو انہین روح کو دمیدہ کرتے ہین اور دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہی کہ چار مہینے کے بعد روح کو انہین دمیدہ کرتے ہین پس بعد اسکے وہ بزرگوار اس حال مین سب کی باتین سنتے ہین اور سمجھتے ہین بعد اسکے ایک فرشتہ انکے بازو پر آیت لکھتا ہی وتمت کلمة ربك صدقا وعدلا لا مبدل لکلماته وهو السمیع العلیم اور ماں کے پیٹ مین حق تعالی کا ذکر کرتے ہین اور سورہ انا انزلناہ اور سب آیات کی تلاوت کرتے ہین راقم رسالہ کہتا ہی کہ اس آیت کی کتابت کا مضمون احادیث مین مختلف ہی کسی مین ہی کہ دونون آنکھون کے بیچ مین لکھا ہی اور کثر مین یہ ہی کہ ضمون پر لکھا ہی اسی طرح اوقات کتابت مین اختلاف ہی لیکن جاننا چاہیے کہ انہین منافات نہین ہی کیونکہ محتمل ہی کہ یہ کتابت جمیع مواضع اور اوقات مذکورہ مین یا حقیقی ہو یا تجوز اکنایہ اس سے ہو کہ امام کو امامت کے لیے مستعد کرتے ہین اور افاضہ علوم ربانیہ کے لیے محل گردانتے ہین کہ اس سے آثار علم و حکمت کے مستنبط ہوتے ہین جملہ جہات و حرکات و سکنات سے انکے ظاہر اور جب پیدا ہوتے ہین تو مربع بیٹھتے ہین اور پاؤن کی طرف سے باہر آتے ہین اور جناب سید سند نے حدیقہ مین بعض روایات سے نقل کیا ہی کہ جناب امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا کہ حمل ہم اوصیاے پیغمبران کا ماں کے پیٹ مین نہین ہوتا پہلو مین ہوتا ہی اور ہم رحم سے باہر نہین آتے بلکہ ماں کی ران سے نیچے آتے ہین اسلیے کہ ہم حق تعالی کے انوار سے ہین اور چرک و کثافت و نجاست کو خدا نے ہم سے دور فرمایا ہی پھر اخوند صاحب ترجمہ روایت مذکور مین فرماتے ہین کہ جب امام علیہ السلام زمین پر آچکتے ہین تو رو بقبلہ کرکے ہاتھون کو زمین پر رکھتے ہین اور سر کو آسمان کی طرف کرکے کلمہ شہادتین کہتے

ساتھ بلند فرماتے ہین بعد اُسکے ایک آواز اُنھین پایۂ عرش سے پہونچتی ہی کہ حق پر ثابت رہ کہ تجھے امر عظیم کے واسطے مین نے پیدا کیا ہی اور تو جملہ خلق سے میری میرا برگزیدہ ہی اور میرا محل راز ہی اور میرے علم کا صندوق ہی اور میرا امین ہی میری وحی پر اور میرا خلیفہ ہی میری زمین پر تیرے لیے اور جو تجھے دوست رکھے مین نے اُسکے لیے اپنی رحمت کو واجب کیا ہی اور اپنی بہشت کو بخشا ہی اور اپنی عزت و جلال کی قسم کھاتا ہون کہ جو تجھسے دشمنی رکھیگا اُسے بدترین عذاب مین مین اپنے جلاؤنگا اگرچہ دنیا مین اُسکی روزی کو فراخ کرون جب یہ منادی کی ندا تمام ہوتی ہی تو وہ آیت شهد الله انه لا اله الا الله کو آخر تک جواب مین اُسکے پڑھتے ہین پس اُسوقت حق تعالی علوم اولین و آخرین کو اُنھین عطا فرماتا ہی اور وہ مستحق اُسکے ہوتے ہین کہ روح القدس شب قدر وغیرہ مین اُنکی زیارت کرین پھر جب مرتبہ بزرگ امامت سے فائز ہوتے ہین تو حق تعالی ہر شہر مین ایک منار اور علم نور سے اُنکے واسطے بلند کرتا ہی کہ حق تعالی کے بندون کے اعمال کو وہ اُسمین دیکھتے ہین واضح ہو کہ جو کچھ اِس حدیث مین وارد ہی لفظ منار نور کا وارد ہی یا مراد اُس سے نور حقیقی ہی اسطرح کہ حق تعالی اُنکے لیے نور کو خلق فرماتا ہی کہ اُسمین اُنکے واسطے اعمال عباد ظاہر ہوتے ہین یا وہ روح القدس سے کنایہ ہی جیسا کہ خبر مین ہی یا مراد اُس سے وہ فرشتہ ہی جو خبر اُنھین پہونچاتا ہی جیسا کہ مدلول روایت ہی یا مراد اُس سے یہ ہی کہ حق تعالی اُنھین الہامات ربانیہ و افاضات سبحانیہ کا محل گردانتا ہی واللہ یعلم اور دوسری روایت مین ہی کہ جس شب کو پیدا ہوتے ہین اُس رات کو ایک نور اُس گھر مین ایسا ساطع ہوتا ہی کہ اُنکے مان اور باپ اُسکا مشاہدہ کرتے ہین اور جب زمین پر آتے ہین تو تین مرتبہ عطسہ فرماتے ہین یعنی چھینکتے ہین اور اُنگلی خدا کی حمد کرنے کے ساتھ بلند فرماتے ہین اور ناف بریدہ اور ختنہ کردہ تشریف لاتے ہین اور دندان مبارک اُنکے سب اُگے ہوے ہوتے ہین اور ایک شبانہ روز زرد نور اُنکے ہاتھون سے مثل طلا کے ساطع رہتا ہی اور بہت سی احادیث مین وارد ہی کہ گھر اُنکے نزول ملائکہ کا محل ہین اور فرشتے مکرر اُنکے گھر مین نازل ہوتے ہین اور حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ملائکہ ہمارے اطفال کے ساتھ ہم سے زیادہ مہربان ہین یہ فرما کر ایک بالش پر یا الشہاے خانہ کے اپنے ہاتھ رکھا اور فرمایا کہ بہت تکیہ کیا ہی اِنپر فرشتون نے اور بہت ہوتا ہی کہ مین اُنکے پرون کو چنتا ہون اور جمع کرتا ہون واسطے اپنے لڑکون کا تعویذ بناتا ہون اور یہ سب جن و انسان پر خدا کی حجت ہین اور جنون کی فوجین اُنکی خدمت مین آتی ہین اور حلال و حرام اور اپنے دین کے احکام اُنسے پوچھتے ہین اور ائمہ علیہم السلام اُنسے خدمتین لیتے تھے اور اُنھین جا بجا بطور پیغامبر بھجواتے تھے جن کی قوم سے ایک شخص ایک بڑے اژدہے کی صورت پر حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت مین اُسوقت آیا کہ وہ حضرت منبر پر تھے اور رو وہ بلند ہوا حضرت نے فرمایا کہ صبر کر جب خطبہ سے فارغ ہوے تو پوچھا کہ کون ہی اُسنے عرض کیا کہ مین عمرو ہون بیٹا عثمان کا میرے باپ کو آپ نے جن کی قوم پر خلیفہ فرمایا تھا اور وہ اُسوقت مر گیا اب آپ کیا فرماتے ہین حضرت نے اُسکے باپ کی جگہ خلیفہ فرمایا یہ مجمل وہ احوال ظاہر اُن بزرگوارون کا ہی کہ جہان تک عقل کثر خلق کی پہونچ سکتی ہی باقی احوال غریبہ اور پوشیدہ جو بطور اسرار اُنکے ہین وہ ایسے ہین کہ جنکے سننے کی تاب نہین لا سکتا

مگر فرشتہ مقرب اور پیغمبر مرسل یا وہ مومن کامل کہ جسکے دل کا امتحان خدا نے فرمایا ہو اور نور ایمان سے اُسے روشن کیا ہو اور
اخبار مین وارد ہوا ہو کہ ہمین شریک پروردگار نہ گردانو اور خدا ہونے کا ہمارے ساتھ اعتقاد نہ کرو اور اُسکے سوا جسقدر
فضائل و کمالات کو ہمارے لیے اثبات کروگے وہ بہ نسبت ہمارے کم کہا ہوگا حق تعالیٰ فرماتا ہے قل لو کان البحر مداداً
لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی ولو جئنا بمثلہ مددا یعنی کہو اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کہ اگر ہو جائین
دریا روشنائی لکھنے کے واسطے کلمات پروردگار کے تو ہر آئینہ آخر اور تمام ہو جائینگے وہ پیشتر اسکے کہ کلمات پروردگار
تمام ہون ہر چند لائین ہم مثل اُن دریاون کی روشنائیان اور احادیث مین وارد ہو کہ ہم ہین کلمات پروردگار کہ فضائل
کو ہمارے کوئی احصا نہین کر سکتا انتہی کلامہ اعلی اللہ مقامہ اب جاننا چاہیے کہ جناب سید سند نے اس مقام پر جو
فرمایا ہو ملخص اُسکا یہ ہو کہ فضائل و کمالات اور محاسن صفات اور خوارق عادات حضرات ائمہ ہدیٰ صلوات اللہ علیہم اجمعین کے
اُس سے زیادہ ہین کہ کوئی شمار کر سکے جیسا کہ بعض روایات مین وارد ہو کہ لو کان البحر مداداً والاشجار اقلاماً والانس
کتاباً والجن حساباً لا احصوا فضائل علی ابن ابیطالب علیہ السلام لیکن بعض نابلدان سر منزل تحقیق نے جو کلمات غلات کے
ساتھ اُنس رکھتے تھے یہ گمان کیا کہ حدیث نزلونا عن الربوبیۃ وقولوا فینا ما شئتم اس بات پر دلالت کرتی ہو کہ خدا ہونے کے
سوا جو کچھ آنحضرت کے لیے ثابت کرائین جیسا کہ خلق کرنا ہو اور روزی کا دینا ہو کہ وہ صفات مختصہ باری سے ہین یہ بھی
جائز ہوگا اور جو روایت کہ فضائل ائمہ علیہم السلام مین دیکھی جائے یا سُنی جائے اگرچہ راوی اُسکا غالی ہو یا قالی ہو اُسکا
قبول کرنا لازم ہو اور واقع مین یہ ہو کہ یہ بات اُنکی ناسمجھی سے سرزد ہوئی ہو کیونکہ صفات مختصہ حق تعالیٰ کے خصائص ہین
اور ملزوم کی نفی مستلزم ہو نفی کو اُن لوازم کے جو مساوی ہون ملزوم سے پس ربوبیت کی نفی بالقوہ اِن سب صفات مختصہ کی
نفی ہوگی بلکہ یہ صفات رب کے مفہوم مین منظوم ہین اور لفظ رب اِن سب پر صادق آئیگا جیسا کہ بعض احادیث مین حضرت
امام حسن عسکری سے تفسیر میں رب العالمین کے وارد ہو کہ فرمایا کہ مالکہم وخالقہم وسائق ارزاقہم ساتھ اس بات کے کہ یہ مسئلہ
مسائل اصول سے ہو اور بہ ضرورت دین ثابت ہو اور اسی لیے صدوق علیہ الرحمہ نے اپنے رسالہ اعتقادیہ مین کہا ہو کہ از جملہ غلات
کفرہ مفوضہ خلق و رزق کے ہین اور زرارہ سے روایت کی ہو کہ مین نے خدمت مین حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے
عرض کیا کہ اولاد عبد اللہ بن سباسی تفویض کے قائل ہین فرمایا تفویض کیا چیز ہو مین نے عرض کیا کہ وہ کہتا ہو کہ حق تعالیٰ نے
محمد و علی کو پیدا کرکے کارخانہ ایجاد و تکوین و روزی رسانی کا اُنھین سپرد فرمایا پس اُن دونون نے پیدا کیا اور روزی
پہونچائی فرمایا یہ سنکر کہ جھوٹ کہا ہو دشمن خدا نے الخ الحدیث اور جو روایت کہ ابو ہاشم جعفری سے منقول ہو کہ حضرت امام
رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ غالیان کافر مطلق ہین اور مفوضہ مشرکین ہین جو کوئی اُنسے ہمنشینی کرے یا اُنسے خلط صحبت کرے
یا اُنکے ہمراہ کھانا کھائے یا پانی پیئے یا اُنکے ساتھ صلہ وین کی کرے یا اُنسے مناکحت واقع کرے یا اُنھین امانت دار قرار دے
یا اُنکی امانت اپنے پاس رکھے یا اُنکی حدیث کی تصدیق کرے یا اُنکی اعانت کرے اگرچہ ایک کلمہ سے یا بعض کلمہ سے کیون نہو

وہ ولایت اور دوستی خدا اور رسول اور ہماری ولایت سے خارج ہو جائیگا یہ حدیث انکی رد کو کافی ہی اور اسی مقام سے
ظاہر ہوتا ہی جو بعضون نے اُنسے مبالغہ اس امر مین کیا ہی کہ جملہ روایات کو فضائل ائمہ علیہم السلام کے قبول کرنا چاہیے جیسا کہ
جناب سید سند نے اُنسے نقل فرمایا ہی و من الاعتقاد الذی یجب ان یعتقد المومن و یدین به قبول فضائل امیر المومنین
و تصدیق جملتها والتسلیم لرواتها کائنة ما کانت و بالغة ما بلغت لا یرتاعی فی حدیث الفضائل لارسال ولا اهمال یہ بھی اس بعض کہنے والے
کے جہال و اغفال سے ہی اگرچہ بظاہر انھون نے اس دعوے مین اپنے بعض فقرات سے دعاے اعتقاد کے جو کتاب منہج الدعوات
اور مفتاح الفلاح وغیرہ مین مروی ہی کیا ہی اور وہ فقرات دعائیہ مین اشهد ان علیا امیر المومنین الی قوله امامی و حجتی و
دلیلی و صراطی و محجتی و من لا اثق بالاعمال و ان زکت ولا اراها منجیة لی و ان صلحت الا بولایته والایتمام به والاقرار بفضائله
والقبول من حملتها والتسلیم لرواتها الی اخر الفقرات بعد اسکے اس استدلال لانے والے نے کہا ہی کہ مع انہم سلام اللہ علیہم
اعطونا قاعدة کلیة شریفة مهمة مسلمة عند المخالف والموالف من قولهم نزلونا عن الربوبیة و قولوا فینا ما شئتم
اور انکے بعض اتباع اپنی صحت مدعی پر دلیل و حجت لاے ہین روایت بصائر الدرجات سے جو جناب امام جعفر صادق علیہ السلام
کی طرف منسوب ہی کہ آنحضرت نے فرمایا کہ تکذیب کسی حدیث کی نہ کرو جو کوئی تمہارے وسطے لاے کیونکہ بدرستیکہ تم نہین
جانتے ہو بلکہ شاید اُس حدیث مین کوئی خبر حق سے ہو تو اسوقت مین تمنے تکذیب خدا کی عرش کے اوپر کی ہوگی اور استدلال
کرتے ہین روایت معانی الاخبار سے جو علی شیبانی سے منقول ہی کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے اپنے مکتوب مین علی شیبانی کو
لکھا تھا کہ جب کوئی حدیث ہماری تجھے پہونچے یا وہ ہماری طرف منسوب ہو تو یہ نہ کہو کہ یہ باطل ہی اگرچہ تو اسکے خلاف کا معتقد ہو
کیونکہ تو نہین جانتا کہ ہمنے کیون کہا اور کسوجہ سے اور کس صفت سے کہا ہی بدرستیکہ تو نہین جانتا کہ ہمنے وہ کسلیے کہا ہی اور کسوجہ سے
اور کس صفت سے ہمارا کلام محمول ہی انتہی ملخص کلامه لیکن واضح ہو کہ یہ استدلال جو کیا ہی وہ بھی بسبب اسکے ہی کہ فن حدیث مین
اور علم کلام مین کمال و تدربت انھین نہ تھا کیونکہ پہلے بمفاد کلام خدا تعالی ان جاءکم فاسق بنبا فتبینوا ان تصیبوا قوما بجهالة
فتصبحوا علی ما فعلتم نادمین تفحص و تحقیق کے لیے مامور ہین کیونکہ خلق مین جھوٹ سچ شائع ہی سب معصوم نہین ہین خلطوا عملا صالحا
و اخر سیئا دوسرے بقول خود جناب پیغمبر خدا جو حضرت نے فرمایا کثرت علی الکذابة فمن کذب علی متعمدا فلیتبوء مقعده من النار
تیسرے بقول حضرات جو انھون نے فرمایا ہی ان لکل رجل منا رجلا یکذب علیه اور جو حدیث پہلے مذکور ہوئی اسمین بھی وارد ہی کہ جو
کوئی اہل غلو کی روایت کی تصدیق کریگا وہ ہماری ولایت سے باہر ہی پھر اس صورت مین حق تو یہ ہی کہ نہ ہر حدیث کو قبول
کر سکتے ہین نہ ہر حدیث کو رد کر سکتے ہین بلکہ تمیز و تفرقہ اور تحقیق روات کے حال کی اور روایات کی ضروری ہی حضرات اخباریین نے
ہر حدیث پر احکام فرعیہ مین عمل کیا ہی لیکن عاقل پر مخفی نہوگا کہ یہ بھی طریقہ استقامت سے پاؤن باہر نکالنا ہی پھر اگر اسی طرح اصول
دین مین ہر حدیث پر عمل کیا جاے تو یقینی جو اعتقادات حقہ دین مبین کے بنیان مرصوص ہین انمین اختلال راہ پائیگا پناہ بخدا
باتون سے کہ جنمین بلاہا سے زمان و کم مایگان سے ظاہر ہوتی ہین اور جب یہ خرابیان یقینی ہر روایت پر عمل کرنے سے مترتب

ہوتی ہین تو کچھ چارہ نہین ہی اِس سے کہ بالضرور ہر سند کے حال کی تحقیق کی جاے بلکہ اکثر وقتون مین الفاظ اور مضامین سے
عبارتون کے تمیز روایات مین مومن خبیر کو حاصل ہو جاتا ہی فانہ علی کل حق حقیقۃ وعلی کل صواب نور جیساکہ نصوص مین وارد ہوا ہی
اور یہ باتین خواص اور اہل باطن سے پوشیدہ نہین ہین اور اسی جگہ سے یہ بات ہی کہ سابقین جب کسی روایت کو سیاق سے اُن روایات کے
جو یقینی معصوم علیہ السلام کے کلام سے ہین باہر پاتے تھے تو جو شخص اُس روایت کو لاتا تھا اُس سے کہتے تھے اعطاک من جراب النورۃ
اور تنقید حال رجال مین کوشش کرتے تھے اور جو روایات کہ قبول کرنے کے لائق نہ تھین بلکہ اُنکے لانے والے پر رد
کرتے تھے اور جس سے طریقہ حقہ کی مخالفت پاتے تھے جب دیکھتے تھے کہ اُسمین تاویل کی گنجائش نہین ہی اُس سے انکار
کرتے تھے لا اقل یہ ہی کہ اُسے پایہ استغراب مین لاتے تھے اور کہتے تھے کہ فلان یروی الغرایب تاکہ انکار صریح لازم نہ آئے پھر یہ
گمان کرنا کہ جو روایت کہ کسی راوی سے فضائل اہلبیت علیہم السلام مین منسوب کسی حضرت کی طرف حضرات ائمہ سے ہو
اُس سے انکار نہین کر سکتے تو یہ وہم فاسد ہی بلکہ بیشتر ایسا ہوتا ہی کہ ہمارے علما فضائل کی روایات کو کتب سے حضرات اہلسنت کے
حجت تمام کرنے کو اور بطور الزام وہی خصم نقل کرتے ہین اُسے جاننا چاہیے کہ اُس نقل کا فائدہ وہی ہی جو مذکور ہوا نہ یہ کہ اُسپر
اعتماد کرین اور اگر کوئی مضمون اُسمین اپنے اصول اعتقاد کے خلاف ہو تو اُس سے احتجاج اپنے عمل کرنے کو کرین ہان کبھی یہ ہوتا ہی
کہ فضائل کے نقل کرنے مین تواتر کی امید سے تحقیق حال رجال کے درپے نہین ہوتے اور پھر تواتر معنوی کی راہ سے اصل
فضیلت کو ثابت کرتے ہین اگرچہ تنہا اخبار احاد کو محل اعتماد نہ سمجھین کیونکہ یقین کرنا طریقہ احتیاط کے خلاف ہی اور ہر ایک پر
اعتماد نہین کر سکتے پس جیساکہ فضائل یقینیہ سے انکار کرنا سبب اسکا ہی کہ اُنکا منکر دائرہ ایمان سے باہر ہو جائیگا اسی طرح جو فضیلتین کہ
ثابت نہین ہین اُنکا ثابت کرنا بھی منجر ہوگا طرف اِس بات کے کہ وہ شخص مثبت حدود ایمان سے خارج ہو جاے بہت سے
امور جسے غلات کہتے ہین اگرچہ بنظر ظاہر وہ از قبیل فضائل معلوم ہوتے ہین لیکن حقیقت مین وہ امور جعلیہ اور غیر صحیحہ ہین اور اُن سے
انکار کرنا عین ایمان ہی از قبیل انکار فضائل ائمہ نہین ہی پھر واقع مین انکار کرنا فضائل ثابتہ سے کفر ہوگا نہ ایسے فضائل سے
جو غیر ثابتہ اور جعلیہ ہین کیونکہ واقع مین یہ آنحضرت کے فضائل نہین ہین اور فضائل سے انکار کرنا کیسا اور اُسکی تخصیص کی کیا
ضرورت ہی بلکہ جو حکم کہ حضرات کا ہی اُس سے انکار کرنا کفر ہی لیکن اُن اشخاص نے وہ روایات سابقہ جنسے خود اپنے مدعی پر
استدلال کیا ہی اور جو اُنکے مثل ہون اُنسے غرض حضرات معصومین کی جو ہی وہ سمجھے نہین اور یہ نہین جانا کہ ایسے نصوص اسپر نہین
دلالت کرتے کہ ہر روایت کو قبول کرو اور نہ اُنسے یہ ثابت ہوتا ہی کہ ہر روایت سے انکار کرنے کی مذمت ہی بلکہ وہ روایات
مواضع شک کے ساتھ مختص ہین یعنی جس جگہ مضمون روایت سے شک پیدا ہوتا ہو وہان انکار نہین چاہیے اور پھر یہ بات
دلالت کرتی ہی کہ روایات کا دفع کرنا بمجرد استبعادات کے ممنوع ہی کہ باوجود اس احتمال کے کہ شاید صحیح ہو اور تاویل صحیح کرنی
اُسکی ممکن ہو تو رد کرنا اُس سے انکار نہین کر سکتے لیکن ایسے مقامات پر اُسکا راوی پر رد کرنا اور یہ کہنا کہ العہدۃ علی الراوی
یہ موضوع ہی اور یہ فرمانا حضرت کا کہ فانک لاتدری لعلہ قلناہ علی ای وجہ وصفتہ صریح اِس امر پر دلالت کرتا ہی کہ انکار کرنا

کرنا ہی مقام پر کہ اسکی وجہ نہ معلوم ہو بیجا ہی اور عموم تعلیل کا دلالت کرتا ہی اس بات پر کہ قبول کرنے کا بھی حال ایسا ہی ہی
کیونکہ بمفاد ظاہری بے اسکے کہ اسکی حقیقت سے آگاہ ہون جائز نہوگا پھر اس صورت مین تمسک کرنا ظاہر قولوا فینا
ماشئتم سے جیسا کہ فاضل رشتی اور انکے تابعین نے معتبر جانتے ہین ہر طرح کی فضیلت کی بے اسکے کہ معانی روایت کو
سمجھین اپنا متمسک قرار دیا ہی وہ بیجا ہوگا فانہ لایدری علی ای صفۃ صدر منہ ہذا الکلام علی الوجہ العام مع انہ ورد فی
بعض الاخبار لا تتجاوزوا بنا العبودیۃ ثم قولوا فینا ما شئتم ولن تبلغوا اور بعض روایات مین ہی کہ لا ترفعونا
فوق حدّنا اور حقیقت مین یہ کلام فاضل مذکور کا کسقدر مشابہ حضرات اہلسنت کے کلام سے ہی کہ وہ بھی عموم فاعملوا
ماشئتم کو خاص کرکے اہل بدر کے واسطے جو ہی متمسک اپنا اس بات مین گردانتے ہین کہ اس قول کے موافق ہر فعل
انکے افعال سے معتبر ہی اگرچہ شریعت مطہرہ کے مخالف ہو اور انکے زعم مین بھی کوئی گناہ انکے سد سکندری عدالت کو انکے نہین
توڑتے حالانکہ انھون نے بھی مخرج کلام کو نہین پایا کہ کس محل اور مقام پر صادر ہوا ہی آیا یہ گمان کرتے ہین کہ جو چیز کہ بذریعہ نص
حدیث حرام ہی وہ انکے لیے حلال تھی اور اگر ایسا ہو تو انکا حال بھی مثل فرقۂ اباضیہ کے ہوگا فاضل عقلانی نے کہا ہی وقد
استشکل قولہ اعملوا ما شئتم فان ظاہرہ انہ للاباحۃ وہو خلاف عقد الشرع اور اسی جگہ سے ہی کہ بعضے فضلاے حضرات اہلسنت نے اہل
بدر کی مغفرت کو ماضی پر حمل کیا لیکن یہ تاویل اعملوا مین کہ صیغۂ امر مستعمل حال و استقبال مین ہی جاری نہین ہوسکتی اور بعضون نے
کہا ہی کہ گناہان آیندہ انکے مغفور ہین اور یہ کنایہ اس سے ہی کہ انسے گناہ صادر نہونگے اور بعض حضرات اہلسنت نے اسمین نظر و
تامل کیا ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ اس سے مراد یہ ہی کہ غفرت لکم فی الآخرۃ جیسا کہ طیبی نے شرح مشکوۃ مین کہا ہی قولہ قد غفرت لکم
ہذہ فی الآخرۃ واما فی الدنیا فلو توجہ الی منہم حد او غیرہ اقیم علیہ وقام رسول اللہ علی مسطح حد القذف وکان بدریا انتہی
پھر اب حضرات اہلسنت کے دست و پا مارنے کو بنظر تعمق دیکھنا چاہیے اور جو انھون نے اعملوا ما شئتم سے استدلال اس امر پر کیا ہی
کہ یقینی سب اہل بدر ناجی ہین باوصف ان احتمالات کے جو لفظ حدیث مین موجود ہین لائق اسکے ہین کہ منصف اسے میزان
عقل مین سنجیدہ کرے اور اگر یہ مراد ہی کہ وہ عمل کا اپنے استیناف کرین یعنی خدا تعالی نے انکے گذشتہ معاصی کو عفو فرمایا اب
جو چاہین وہ اچھے یا برے اعمال کرین کہ اسکے موافق انھین جزا دی جائیگی تو یہ معنی البتہ صحیح ہین لیکن اس تقدیر مین پھر اب
انکا تمسک اس سے کیونکر صحیح ہوگا اور یہ ویسا ہی کہ جو حدیث بخاری مین باسناد مصنف وارد ہی عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم فیمن اذنب ثم استغفر فعل ذلک ثلاثا انہ قال اللہ علم عبدی ان لہ ربا یغفر الذنب ویاخذ بہ غفرت لعبدی ثلثا
فلیعمل ما یشاء وقال بعض الشراح اعمل ما شئت معناہ ما دمت تذنب وتتوب غفرت لک پھر جبکہ اس جگہ مغفرت علی الاطلاق مراد نہوئی
بلکہ مشروط توبہ کے ساتھ ہوئی تو کیا عجب ہی کہ حدیث اہل بدر مین بھی مثل اسی کے مراد ہو کیونکہ ایک بام و دو ہوا نہونا چاہیے
اور یہ ممکن ہی کہ کہین کہ حق تعالی توبہ کرنے سے فرماتا ہی کہ تیرے گناہون کو بخشا اب تجھے اختیار ہی جو چاہے وہ کر یعنی اعمال خیر سے
جو چاہے وہ کرے یا یہ اب حساب سر نو سے شروع ہوا پس اب جو چاہے وہ کر اور باخبر رہ کہ پھر مبتلا گناہ کا نہونے پاے

اسی طرح علماے امامیہ مین سے فاضل رشتی اور اُنکے تابعین نے بھی حدیث نزلونا عن الربوبیۃ وقولوا فینا ماشئتم کے بھی
معنی نہین سمجھے کیونکہ اس سے مراد یہ ہی کہ فضائل صحیحہ سے جو چاہین وہ کہین نہ یہ کہ جن فضائل کی اصل نہین ہی اُنھین بھی ثابت
کرین آیا نہین دیکھتے کہ یہ کیب کہہ سکتے ہین کہ وہ حضرت پیغمبر تھے حالانکہ نبوت کا مرتبہ بھی مرتبہ ربوبیت سے کم ہی اسی طرح یہ بھی
نہین کہہ سکتے کہ وہ حضرت پیغمبر خدا سے ہمارے افضل تھے کیونکہ ہمارے پیغمبر سید البشر ہین اور جناب امیر جانشین اور تابع
آنحضرت کے تھے اور متبوع بسبب اسکے کہ متبوع ہی تابع سے افضل ہوتا ہی اسی طرح نہین کہہ سکتے کہ جو فضیلت کہ دل سے
اپنے پیدا کرین یا کسی غالی کی روایت کہ اُسی کی طرف اُسکے اسناد بھی ظاہر ہوں اُس سے اعتقاد کرنا واجب ہی کیونکہ فضائل وہین جنھین
اہل فضائل نے کہ وہ اہل باطن اور راز دان اور اصحاب خاص نے حضرات کے نقل کیا ہو نہ وہ کہ ہر غالی اور باغی اور طاغی
بیان کرے پناہ بہ خدا اُس تغییر و تقصیر سے کہ جو جاہلون سے واقع ہوتی ہی اور ہوئی ہین اس سے خدا محفوظ رکھے
واقع ہوئے ہین اُن تحریفات کے جو غالیون نے کی ہین واقع ہین یہ ہی اُن کم مائگان نے جو نہیم بلا خطرہ ایمان کا مصداق ہین
اس بارے مین ایسی خرابیان اور حد اعتدال سے تجاوز اختیار کیا ہی جس سے بہت مومنین گمراہ ہوئے اور ہوتے ہین اور اسکا
ضرر بہت عظیم ہی کیونکہ یہ دشمن خانگی ہین کہ جو شیعہ عوام سے ہین اُنھین موالات ظاہری اہلبیت علیہم السلام کے اظہار کے ادعا مین
اپنی طرف کھینچتے ہین اور جب وہ اُنکے دام مین اپنا چکا تو جو اچھا بُرا یاد ہو اُسے اُنپر بیان کرتے ہین اور سناتے ہین اور وہ بیچارے اُسکی
حقیقت کو تو جان نہین سکتے لاچار اُسی کی پیروی کرکے جہالت و ضلالت مین پڑتے ہین اور یہ سمجھتے ہین کہ یہ بات ہمنے
عالم سے کہ وہ بڑا شیعہ تھا سُنی ہی اُس سے عقیدہ کرتے ہین اور اگر کوئی دوسرا کہ وہ جانتا ہو اور کچھ سمجھتا ہو اُسکی تردید کرے
یا مانع ہو تو اُسے قبول نہین کرتے بلکہ اُسے کہتے ہین کہ یہ مقصر ہی معرفت فضائل ائمہ علیہم السلام مین اور اُسے بد کہتے ہین
اور اُس سے دوری ڈھونڈھتے ہین اور واقع مین یہ ہی کہ جو فضائل حقہ و حقیقہ حضرات کے ہین وہ کیا کم ہین کہ جو غیر حقہ دل سے
بنائے اور تراشے جائین یا ایسے ویسے شخص کی روایت پر کہ وہ فاسد الاعتقاد ہو اعتماد کیا جاے اور وہ بیان کیا جاے
اور اُس سے اپنا اور دوسرون کا ایمان و عقیدہ خراب کیا جاے جیسا کہ فاضل رشتی کے تابعین مین کہ جو اس ملک مین ہین
فساد اعتقاد دیکھا گیا ہی اُنھین یہ لازم تھا کہ آیات متشابہات کو اور روایات کو بروجہ صحیح تفسیر کرکے جو سبب اشتباہ خلق تھا
اُسے دفع کرتے نہ یہ کہ خود خلق کو اشتباہ مین ڈالتے اور ایسے کلمات زبان پر لاتے کہ جس سے تمویہ و اشتباہ زیادہ ہو کیونکہ تاویل
اُسی کی کرنی چاہیے جو تاویل کرنے کے لائق ہو اور اُس سے کسی کو گمرہی نہو نہ یہ کہ کلام فاسد کی ایسی تاویل کیجاے کہ خود بھی
راہ حق کو چھوڑ دین اور ہر جگہ تاویل کرنا ضرور نہین ہی کیونکہ اصل عدم تاویل ہی اب ہم کہتے ہین کہ اُنھی جملہ سے ہی جو بعض روایات
مین وارد ہوا ہی کہ نحن اسماء الحسنی التی امرکم اللہ ان تدعوہ بہا یعنی ہم ہین اسماء حسنی خداے عزوجل کے واسطے کہ حکم فرمایا ہی
خدا تعالیٰ نے تمھارے واسطے ساتھ اس بات کے کہ دعا کرو ساتھ اُسکے اور زیارت حضرت امیر المومنین علیہ السلام مین حضرت
سجاد علیہ السلام سے منقول ہی السلام علی اسم اللہ الرضی و وجہہ المضی مقام عجب یہ ہی کہ بعض مدعیان تشیع نے بسبب اسکے

کہ خود غلو و تفویض کے مذہب کے طرف مائل تھے یہ کہا کہ اخبار وادعیہ بہت موافق عقول صحیحہ کے اِس بات پر دلالت کرتے ہین
کہ حق تعالیٰ نے اپنی خلق کو اپنے اسماسے پیدا فرمایا اور اُسکے اسما حضرات ائمہ ہین پس خالق خدا کا وہ نام ہی جس سے اُسنے مخلوقات کو
خلق فرمایا اور فاعل اُسکا وہ نام ہی کہ جس سے اُسنے فعل اشیا کا کیا و علیٰ ہذہ القیاس قیوم اور محیی ہین اور یہ نام عین حقائق مقدسہ ہین
پس وہ یہ سمجھے ہین کہ حق تعالیٰ نے اپنے نامون سے خلق و فعل و احیا و اماتت یعنی مارنا اور جلانا واقع فرمایا اور اسما اُسکے یہ سب
ذوات مقدسہ ہین پس لازم ہی کہ انھین سے خلق ہوا اور واضح ہو کہ یہ کلام اچھا نہین ہی بلکہ قول زور و منکر ہی کیونکہ کبھی اسماء الٰہی کا
اطلاق حروف و کلمات پر ہوتا ہی اور یہ اطلاق حقیقی ہی اور کبھی مجازاً اُسکا اطلاق ذوات مقدسہ پر بھی کیا جاتا ہی اور جب دونون
طرح یہ اطلاق ہوتا ہی تو جو اُنھون نے اپنی تقریر مین وسط مکرر گردانا ہی کہ خدا نے سب کو اپنے اسما سے پیدا کیا اور اسماے خدا ذوات
مقدسہ ہین یہ تکرار ممنوع ہوگا اور اُسکے رد کرنے کو قول جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کا کافی ہی کہ فرمایا آنحضرت نے کہ
من قال نحن الخالقون بامر اللہ فقد کفر اور روایتون مین وارد ہوا ہی کہ آلہ و واسطہ کو خدا کے پیدا فرمانے مین کہنا کفر ہی پس
شخص جو خدا کو ان وسایط کے ساتھ خالق اور محیی اور ممیت جانتا ہی اگر یہ سمجھنا ویسا ہی جیسا کہ بعض رسالہ مین اپنے تصریح کی ہی ساتھ
اِس بات کے کہ خلق کرنا اور روزی دینا خدا کی شان سے نہین ہی بلکہ اُسکے فعل کی شان سے ہی یعنی مشیتہ بعد الجوہر
جو اُنکے زعم مین ہی یا نور محمدی اور انوار ائمہ صلوات اللہ علیہم انکی مراد ہین کہ عالم کا پیدا کرنا انوار مقدسہ اور ذوات مطہرہ سے
واقع ہوتا ہی تو بلا شبہہ یہ کفر ہی جیسا کہ موافق ارشاد صدق بنیاد جناب امام جعفر صادق علیہ السلام ظاہر ہوا اور اخوند
صاحب نے اپنے رسالہ اعتقادیہ مین فرمایا ہی ولا یعتقد انہم خلقوا العالم بامر اللہ تعالیٰ فانا قد نہینا فی صحاح الاخبار
عن القول بہ ولا عبرۃ بما رواہ البرسی وغیرہ من الاخبار الضعیفہ و اگر مراد اُنکی اِس سے یہ ہی کہ حق تعالیٰ نے بواسطہ اُنکے عالم کو پیدا
فرمایا اور پیدا کرنے کا فعل منسوب خدا کی طرف ہی نہ آنحضرات کی طرف جیسا کہ اسپر دلالت کرتا ہی ان اللہ فاعل و خالق بہم اور
اسلیے کہا ہی کہ تا اِس عیب سے کہ خلق کی نسبت غیر خدا کی طرف کیجاتی ہی اپنے تئین بری کرین تو مجرد تغییر اسلوب کے اِس
اعتقاد کرنے کے ساتھ کہ خلق کرنا خدا کی شان سے نہین ہی ورطہ ہلاکت سے نجات نہین ہوسکتی کیونکہ جب خلق بھی
خدا کے ساتھ قائم ہوئی تو اب اُس غیر سے خالق ہونے کی نفی کرنا متصور نہین ہوسکتا اور جب یہ ہی تو جہان خالق بہم صادق آئیگا
وہان خالقون بامر اللہ بھی صادق آئیگا اسلیے کہ دونون امرون کی ملازمت ظاہر ہی اور اِسی لیے قرآن شریف مین وارد ہوا ہی واذ
تخلق من الطین کہیئۃ الطیر باذنی پھر فرق اُن دونون کے بیچ مین نہو گا مگر یہ کہ خلق آیہ کریمہ مین مستعمل معنی مجازی مین ہی اور
کلام فاضل مذکور مین مستعمل معنی حقیقی مین ہی اور اسماء الٰہی کا اطلاق کرنا حضرات پر حقیقت لغویہ اور حقیقت عرفیہ پر نہین ہوسکتا
کیونکہ اسماء الٰہی کی حقیقت کلمات ہین جو مرکب حروف ہجا سے ہین کہ بطور اعلام و القاب کے جو ذات و صفات پر خدا کی
دلالت کرتے ہین اطلاق کیے جاتے ہین جیسا کہ کتاب کافی مین ابو ہاشم جعفری سے منقول ہی کہ مین حضرت ابو جعفر ثانی کی خدمت مین
حاضر تھا کہ ایک شخص نے آنحضرت سے سوال کیا اسما و صفات الٰہی سے یہ سنکر حضرت نے فرمایا کہ اگر تو یہ کہتا ہی کہ اسما و صفات

خدا کی ہمیشہ سے تھی اس معنی سے کہ اُسکے علم مین تھی اور وہ اُنکی طلاق کرنے کا مستحق تھا تو صحیح ہی اور اگر تو یہ کہتا ہی کہ اُسکی
تصویر اور اُسکے حروف ہجائی بھی ہمیشہ سے تھے تو پناہ بخدا کہ اُسکے ساتھ کوئی چیز اور ہو بل کان اللہ ولا خلق ثم خلقها
وسیلة بینه و بین خلقه یتضرعون بها الیه ویعبدونه وهی ذکره وکان الله ولا ذکر والمذکور بالذکر
هو الله القدیم الخ احمد یشا اور بھی رد فرمانے مین اُن اہل مذہب کے جو اسکے قائل تھے کہ اسماء الہی عین مسمی ہین کتاب کافی مین
حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت مین ماثور ہی کہ فرمایا اللہ تسعة وتسعون اسما فلو کان الاسم هو المسمی
لکان بکل اسم منها الها ولکن الله معنی یدل علیه بهذه الاسماء وکلها غیره اور بھی کتاب کافی مین جابر سے ماثور ہی کہ جناب
ابو جعفر علیہ السلام نے فرمایا ترجمہ لفظی اُسکا یہ ہی کہ بدرستیکہ اسم اعظم حق تعالی کا ستر اور تین تہتر حرف پر ہی آصف برخیا پاس ایک
حرف اُسکا تھا پس جب انھون نے اُسے کہا اور پڑھا تو بسبب اُسکے جو زمین کہ آصف اور تخت بلقیس کے بیچ مین تھی وہ
دھنس گئی اور لپیٹ گئی یہان تک کہ تخت بلقیس کو ایک چشم زدن مین انھون نے اپنے ہاتھ سے پکڑ لیا بعد اسکے پھر وہ زمین
طرفة العین مین اپنے حال اصلی پر آگئی اور ہم اہلبیت کے پاس اسم اعظم سے بہتر حرف ہین اور ایک حرف اُس سے حق تعالی کے
پاس ہی کہ وہ خدا اُسے اختصاص رکھتا ہی کہ اُسے اُسنے خود اپنے علم غیب مین جو اُسکے واسطے ہی مخزون فرمایا ہی اور نہین ہی حول و
قوت مگر ساتھ خداوند کے جو بلند و برتر ہی الخ اسی طرح بہت سے اخبار و آثار اس مطلب پر دلالت کرتے ہین پھر اطلاق
اسما کا ذوات مقدسہ ائمہ پر نہوگا مگر بطور مجازات کے جو کلام عرب مین شایع ہی مثل اُسکے کہ نام معنی پر دلالت کرتا ہی اور
اُنکے ذوات مقدسہ بھی خدا کی عظمت و بزرگی پر دلالت کرتے ہین پس اسم مشتق سمہ سے ہی علامت کے معنی پر وہ اُنپر صادق
آئیگا اور جسقدر کہ دلالت قوی ہوگی یہ دلالت کرنے والا مستحق اس اسم کا ہوگا یا یہ کہ جیسا کہ اسماء الہی استجابت دعا کے وسائل ہین
اُسی طرح ذوات مقدسہ بھی وسائل اجابت ہین پس دعا کرنا بذریعہ اسماء الہی یا بذریعہ ذوات مقدسہ دونون قبول کا
ذریعہ ہین اس جہت سے سلک اسماء الہی مین جو مدعو بہا ہین وہ بھی منسلک ہوتے ہین اور یہ معانی ایسے ہین جنمین کوئی عیب
نہین ہی جناب شیخ جعفر نجفی نے اپنے رسالہ مین جو عبد العزیز مسعود وہابی جو روضہ ہاے مقدسہ کا گرانے والا ہی اور
ارواح مطہرہ سے استمداد کا مانع ہی اُسکی رد مین روایات حضرات اہلسنت کے موافق لکھا ہی المقصد السابع فی التوسل
ولا ریب انه من سنن المرسلین وسیرة الصالحین ودلت علیه الاخبار والآثار نقل ان آدم لما اقترف الخطیئة
قال یا رب انی اسئلک بحق محمد لما غفرت لی فقال یا آدم کیف عرفته قال لانک لما خلقتنی نظرت الی العرش مکتوبا فیه
لا اله الا الله محمد رسول الله فرایت اسمه مقرونا مع اسمک فعرفته احب الخلق الیک صححه الحاکم وعن الاعمش ان امراة ضریرة بقیت ستة
لیال تقسم علی الله تعالی فعوفیت یعنی اعمش سے منقول ہی کہ ایک عورت نابینا نے چھ رات برابر دعا کی اور خدا تعالی کو علی ابن ابیطالب
کی قسم دیتی تھی پس اُسکی آنکھین روشن ہوگئین اور نابینائی اُسکی زائل ہوگئی اور بیہقی سے بطریق صحیح مالک الدار خازن عمر سے
روایت ہی کہ ایک بار قحط و گرانی پڑی پس ایک شخص نے پیغمبر خدا کی قبر شریف سے التجا کی اور کہا کہ یا رسول اللہ

استسق لامتک فقد هلکوا یعنی امر پیغمبر خدا اپنی امت کو سیراب فرما بتحقیق کہ وہ سب مرتے ہین بعد اُسکے پیغمبر خدا اُسکے خواب مین تشریف لاے اور فرمایا کہ عمر سے کہو کہ خلق سیراب کی گئی اور شیعون کی روایات خصوص توسل مین حضرات علیہم السلام کے ساتھ دعاؤن مین حد حصر سے زیادہ ہین اور جو لوگ کہ عوام شیعہ سے حضرات سے مدد چاہتے ہین یا حاجتین طلب کرتے ہین اُس سے ظاہر مراد یہ ہو کہ انھین اُس استمداد سے اپنا شفیع درگاہ خدا مین کرتے ہین اور انکو وسیلہ کرتے ہین اپنی حاجت روائی کا نہ یہ کہ انھین حاجت روائے مستقل جانتے ہین اور پھر جو حضرات اہلسنت طعن کرتے ہین اور کہتے ہین کہ شیعہ مشرک ہین کہ روزی اور اولاد وغیرہ حاجات کی طلب اپنے ائمہ سے کرتے ہین یہ طعن اُنکی بیجا ہو کیونکہ اوّل فعل عوام سے حجت فرقہ پر لانا نہین چاہیے دوسرے یہ کہ ہرگاہ اُنکی مراد اِس دعا و التجا سے استمداد و استشفاع ہی تو کیا قباحت ہی تیسرے خود بھی تو مشایخ صوفیہ کی طرف کسقدر اور کس حسن ظن کے ساتھ رجوع کرتے ہین اور اُنسے اپنی حاجات طلب کرتے ہین پھر دوسرون پر طعن بیجا ہی علاوہ اسکے وہ کب سب باتون مین غیر خدا کسی اور سے التجا نہین کرتے بلکہ تحصیل معاش مین کس کس سے نہین کہتے کہ ہمین نوکر رکھا دو یا ہمارا اسباب بکوا دو یا ہمین وہ عہدہ دلا دو اور اپنی خدمت سے کب کام کو نہین کہتے اور لونڈی اور نوکر سے کب نہین کہتے کہ پانی دو اور اپنے علماؤن سے اور اُستادون سے کب علم نہین طلب کرتے اور جنکے مرید بنتے ہین اُنسے کیا کیا کچھ نہین طلب کرتے پھر یہ طرفہ مضمون ہی کہ احاد من الناس سے کہتے ہین شرک نہین اور اگر مقربان درگاہ الہی سے حاجات کو نہ کہے اور استشفاع کرے تو وہ شرک ہو شیخ مذکور علیہ الرحمہ نے اپنے اُسی رسالہ مین جسکا ذکر اوپر ہو چکا ہی فرمایا ہی اما ماذکرت من الانکار علی کثیر من الناس من الاستعانۃ بغیر اللہ ودعوۃ غیر اللہ پس اگر غیر خدا سے دعا کرنا اور اعانت مخلوق سے چاہنا اِس راہ سے ہو کہ اُسے ایسا قادر مختار جانین کہ جسکے قبضہ اختیار مین منافع و مضار ہون تو یہ کفار کا قول ہی اور مین نہین گمان کرتا کہ کوئی شخص موالف و مخالف سے بلاد اسلام مین ایسا اعتقاد رکھتا ہو اور اگر اُس دعا مانگنے والے اور اعانت چاہنے والے کی اِس سے مراد یہ ہو کہ شفاعت کے لیے اُس مخلوق سے دعا و استعانت کرتا ہی تو اگرچہ اِس شخص سے عبادت مین ایک قسم کا تصرف اور مسامحہ واقع ہوا ہی لیکن یہ بُری طاعت ہی اور از باب محافظت علی الاداب من کل الجہات ہو انتہی خلاصۃ کلامہ اور اِسی کے مطابق ہی جو شارح مشکوۃ نے کہا ہی اور اُسکا حاصل یہ ہی کہ استمداد اہل قبور سے پس اُس سے بعض فضلا نے انکار کیا ہی پس مین نہین سمجھتا کہ مراد اُسکی استمداد و امداد سے کیا ہی کہ اُس نے انکار کیا ہی اور جو کچھ کہ مین اُسے سمجھا ہون وہ یہ ہی کہ دعا کرنے والا جو خدا کی طرف محتاج ہی وہ خدا سے دعا کرتا ہی اور اپنی حاجت کو اُس سے طلب کرتا ہی اور کسی روحانیت سے بندے کے بندگان الہی سے جو مقرب خدا ہی توسل کرتا ہی اور کہتا ہی کہ اللہم ببرکۃ هذا العبد الذی رحمتہ واکرمتہ وبما لک بہ من اللطف والکرم اقض حاجتی واعط سؤلی اوینادی هذا العبد المکرم المقرب عند اللہ ویقول یا عبد اللہ اشفع لی وادع ربک وسئلہ ان یعطی سؤلی ویقضی حاجتی فالمعطی والمسئول والمامول منہ هو الرب تعالی وتقدس وما العبد فی البین الا وسیلۃ اور قادر و معطی نہین ہی مگر خدا فقط تقدس و

تعالی اور اسکے اولیاے محتاج اُسی تعالی شانہ کے ہین اور اگر اسی قدر شرک ہو تو چاہیے کہ زندگی مین بھی رجوع و توسل کرنا
مقربین خدا کے ساتھ جائز نہو ہان اگر قبور کی زیارت کرنے والے یہ اعتقاد کہ اہل قبور صاحبان قدرت و نصرت ہین جیسا کہ
عوام کے فعل سے لوگ سمجھتے ہین پس اُنکا فعل اولا تو پایہ اعتبار سے ساقط ہی اور ثانیا اگر اُنسے پوچھیے تو وہ اقرار کرینگے کہ
اہل قبور خدا نہین ہین بلکہ مقربان خدا ہین اور اُنکے ذریعے سے ہم دعا مانگتے ہین اور خلاف نہین ہی مگر غیر انبیا مین دلا الانبیاء
فانہم احیاء حقیقہ بالحیوۃ الدنیا بالاتفاق صلوات اللہ علیہم اجمعین انتہی محصل کلام شیخ جعفر علیہ الرحمہ نے فرمایا ہی کہ کوئی شک کا
مقام نہین ہی کہ پیغمبر خدا بعد موت کے زندہ ہین کلام کو سُنتے ہین اور جواب فرماتے ہین مگر قوت سامعہ کثر خلق کی اُس آواز کے
سُننے سے محجوب کی گئی ہی اور اس معنی کے ساتھ موت کا اطلاق کرنا آنحضرت پر منافات نہین رکھتا اس سے کہ حیات
وقت بعثت کے ساتھ مخصوص ہی کیونکہ اس سے مراد یہ ہی کہ زندگانی عود اجسام کے ساتھ موافق زندگانی دنیا کے مخصوص
بروز بعثت ہی فقط پوشیدہ نہ رہے کہ حکم حیات کا مخصوص پیغمبر خدا کے ساتھ نہین ہی بلکہ جملہ ائمہ و شہدا موافق نص
قرآن کے زندہ ہین جیسا کہ حق تعالی فرماتا ہی ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربہم یرزقون ولیکن شارح
مشکوۃ کا حکم کرنا حیوۃ دنیاویہ کے ساتھ محل نظر ہی اور ظاہر آیت کا یہی ہی کہ حضرات کو مردہ سمجھنا نہ چاہیے کیونکہ حقیقت
مین موت اسکے لیے ہی جو اپنے حال مین مبتلا ہووے نہ اسکے لیے جو حق تعالی کی نعمتون سے متنعم ہو اور حضرات کہ مقربان درگاہ
الہی اور سب خلق سے افضل ہین اپنی زندگی مین بھی اور بعد مفارقت اس جسد عنصری سے بھی کہ موت ظاہری ہی اپنی امتیان
کی شفاعت کرنے والے ہین اور اُنکی آوازون کو اور دعاؤن کو سُنتے ہین اور باطلاع الہی اُنکے حالات سے مطلع ہوتے ہین
اور فیوض الہی کا واسطہ ہین جیسا کہ جناب آخوند صاحب نے فرمایا ہی کہ حضرات دونون جہان مین وسایط فیوض الہی کے ہین
کیونکہ یہ فیوض الہی کے قابل ہین اور رحمات قابسی ہین اور انہین کے طفیل سے حق تعالی کی رحمتین تمام خلق پر جاری ہوتی ہین
اور یہی حکمت ہی ہمیشہ انپر پہلے صلوات بھیجنے کی اور حضرات سے توسل کرنے کی ہر حاجت کے لیے دعا کرنے مین پس
تحقیق کہ جب اُنپر درود و رحمت بھیجی جاتی ہی تو وہ رد نہین ہوتی کیونکہ خدا مبدا فیاض ہی اور محل فیض کا قبول کرنے والا ہی
پھر کیونکر یہ دعا لائق رد کرنے کے ہو اور جب قبول ہوئی تو اُنکی برکت سے رحمتین دعا کرنے والے پر بلکہ تمام خلق پر جاری ہوتی ہین
پس جب ہی صحیح معانی کا آدمی ارادہ کرے اور جو مجازات کہ محاورون مین شایع ہین اُن اُنھین اپنی نظر مین لاے تو مضائقہ
نہین ہی کیونکہ استعمال شائع کے پہلو مین اسکے ایہام کو معنی غیر مقصود کے لیے مضمحل جان سکتے ہین بخلاف مجازات غیر شائع کے
کہ ارادہ کرنے پر معنی صحیح کے ایسے قرینے نہ قائم ہون کہ وہان گنجائش تاویل کی پھر نہین رہتی پس یہ کہنا کہ حق تعالی نے
کائنات کو آنحضرات سے پیدا کیا غلات کے مبدعات سے ہی اور جب کہ حمل اور تاویل اس کلام کی ہمارے فرقہ سے بعض
مستدل نے کہ اسکا ذکر اوپر ہو چکا ہی کی ہی وہ علیل ہی اور حصر حقیقی کا گمان کرنا لغو واللہ اسماء الحسنی مین توہم باطل ہی کیونکہ
لحاظ سب مدلولون کا چاہیے نہ یہ کہ بعض کی بنسبت لحاظ ہو اور بعض سے اعراض ہو اور یہ توہم کرنا کہ خدا کا خالق فرمانا ہمارا

حسنیٰ سے نصوص کا مدلول ہی اور جب یہ ہوا تو ائمہ سے بھی خلق کرنا ثابت ہوگا اسکا بھی فساد ظاہر ہی کیونکہ یہ کہان سے ثابت ہوا کہ اسما سے پیدا کرنا بمعنی ذوات مقدسہ کے ہی نہ یہ کہ اسما بمعنی الفاظ ہون جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہی انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون بلکہ اُسکے نفس علم کا متعلق مصلحت ہونا اِس شی کے پیدا ہونے اور موجود ہونے مین کافی ہی نہ یہ کہ وہ کاف و نون کو جب فرمائے تو کاف و نون سے پیدا ہو لیکن اِس جگہ کہنے والے کو پہونچتا ہی کہ کہے کہ ہرگاہ اسما و حروف کے متوسط ہونے سے خلق مین کچھ ضرر نہین لازم آتا تو ذوات مقدسہ جو شرف و اعلیٰ ہین اُنکے توسط سے کیا خوف ہی کیونکہ حروف بنظر حضرات کے مدارج کے کچھ حقیقت نہین رکھتے پھر جب اُنکے متوسط ہونے مین مضائقہ نہوا تو حضرات کے متوسط ہونے مین تو بطریق اولیٰ مضائقہ نہوگا لیکن اسکے جواب مین ہم کہینگے کہ پہلے فارق نص اور اجماع ملت ہاے اسلامیہ ہی کہ کوئی اِسپر دلالت نہین کرتا پھر ہرگاہ خود حضرات ائمہ علیہم السلام اُن صفات کی نفی اشتراک مین مبالغہ فرماوین تو اب دوسرے کی کیا طاقت ہی کہ اُن صفات باری مین کسی کو شریک کرے اور نص کے مقابل مین قیاس کرنا یقینی شرع مین جائز نہین اور ضرور نہین ہی کہ ہر امر کا راز اور حکمت و مصلحت سب پر ظاہر ہوجاے اور جو بعضے یہ توہم کرتے ہین کہ ہرگاہ یہ اعتقاد رکھتے ہو کہ حضرت امیر علیہ السلام بہشت و دوزخ کی قسمت فرمانے والے ہین پھر بہ نسبت روزی کے تقسیم کرنے کے اُن مقربان مالک الملک کی استبعاد کیون کرتے ہو تو یہ دفع کیا جاتا ہی ساتھ اِس بات کے کہ محض استبعاد کا رفع کرنا کام نہین آتا جب تک کہ کوئی دلیل و حجت ہووے پر قائم نہو اگر حق تعالیٰ انھین جنت و نار کا قسیم مقرر فرماوے اور روزی کی تقسیم فرمانے کی خدمت کے تفویض مین انھین مصلحت نہ جانے تو اِسمین محل تعجب کیا ہی اگر شرع مین قیاس کرنا جائز ہوتا تو یہ کسطرح ہوتا کہ روزے کی قضا عورت پر حیض سے پاک ہونے کے بعد واجب ہوتی اور نماز جو اُس سے افضل ہی اُسکی قضا واجب نہوتی ساتھ اسکے بات یہ ہی کہ دنیا تکلیف و آزمائش کا مقام ہی اور آخرت دار بقا اور دار جزا اور جاے ظہور مراتب جلیلہ انبیا و اوصیا ہی پس اگر قیاس مدارج اخروی پر کیا جاتا صحیح ہوتا تو چاہیے کہ دنیا مین بھی انبیا و اوصیا مراتب جلیلہ سلطنت وابہت و حکومت و شوکت پر ہر وقت فائض رہتے حالانکہ ایسا نہین ہی پھر معلوم ہوا کہ دنیا و آخرت کے کارخانے حکمت و مصالح پر مبنی ہین اور قیاسات عقلیہ اور وساوس وہمیہ اُصول دینیہ مین کام نہین آتے اور دوسرا جواب اِس سے بہتر یہ ہی کہ حروف و کلمات کا متوسط ہونا ایسا ہی کہ سب اُنھین جانتے ہین کہ انھین صلاحیت تاثیرات کی نہین ہی پھر اُنکا توسط دلالت عظمت پر خالق کی کرتا ہی کہ وہ ایسا خالق بزرگ و قادر ہی کہ جس حیلہ سے اور جس وسیلہ سے کہ نام کے لیے ہو جو چاہتا ہی اُسے پیدا فرماتا ہی اور وہ مخلوقات اور موجودات نہین ہین مگر پروردگار کی تاثیر ذاتی سے کہ وہ قادر و مختار ہی اور یہ وسائل نہین ہین مگر وسائل ظاہریہ نہ حقیقی وسایط اور نہ تحقیقی علتین بخلاف اسکے کہ ذوات جو ہر یہ مقربان حضرت احدی کے متوسط ہون کہ اِسوقت مین وہ محل اوہام اور محل خطرات خواص و عوام ہوگا کیونکہ ہرگاہ خوارق عادات جزیہ کو حق تعالیٰ نے اُنکے ہاتھ پر اور زبان پر جاری فرمایا ہی اسلیے کہ وہ سب خلق سے ممتاز و مباین ہون اور اِس سبب سے انھین بعض مخلوقات نے غلو کی راہ سے مرتبہ ربوبیت تک پہونچایا ہو پھر اگر اِسکے ساتھ تدبیر عالم اور نفوس

کارخانہ بنی آدم بھی اِس نشأۂ دنیویہ کے آنحضرات کو سپرد فرماتا تو اُسوقت مین کسکو شک اُنکے خدا ہونے مین نرہ جاتا بلکہ سب یقین کرتے کہ یہ ذوات مقدسہ خدا ہین اور یہ ضلال بعید ہی پھر کسطرح خداوند عالم کہ مصالح اور حکمتون کا عالم ہی ایسے کام کو اختیار فرماتا اور اپنے وجود ذی جود کو معطل کرتا بل کل یوم ہو فی شان پیدا کرتا ہی اور نا پیدا کرتا ہی زندہ کرتا ہی اور مردہ کرتا ہی اور وہ ایسا زندہ ہی جسے کبھی موت نہین ہی اور نہ کبھی وہ مرور زمانے کے گذرنے سے فانی ہوگا اور اُسکے ساتھ جواہر و جسام کا پیدا کرنا اور روزی اور طعام کا پیدا کرنا یہ کام خلاق علام کا ہی نہ ممکنات کا اگرچہ نبی اور امام کیون نہون جیسا کہ بعض نصوص ائمہ علیہم السلام سے اِسکی تصریح وارد ہوچکی ہی اور یہ بھی از جملہ متشابہات کے جنکی تاویل کی گئی ہی وجہ اللہ کا اطلاق حجۃ اللہ پر کرنا ہی اور وجہ بمعنی جہت ہی یا وہ چیز ہی جسکی طرف منہ کرین کتاب بصائر مین اُسکے مصنف کے اسناد سے ابی مغیرہ سے منقول ہی کہ کہا اُسنے کہ مین حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت مین حاضر تھا پس سوال کیا آنحضرت سے ایک مرد نے قول خدا تعالی سے کل شئی ھالک الا وجہہ پس فرمایا کہ یہ کہتے ہین اور سب کیا کہتے ہین اُس شخص نے عرض کیا کہ کہتے ہین کہ ہر چیز فانی ہی مگر منہ اُسکا اور یہ مقولہ مشبہ لعنہم اللہ کا ہی پس آنحضرت نے فرمایا بلکہ مراد اُس سے یہ ہی کہ ہر چیز معرض ہلاکت اور ضیاع مین ہی مگر وہ وجہ کہ جس سے خدا تک پہونچ سکین اور ورود وجہ بہم ہین اور آیہ کریمہ کی تفسیر مین وجوہ دیدہ احادیث و خبار مین و کلام علمائے اخبار مین وارد ہوے ہین از انجملہ وہ ہی جو جناب سید مرتضی علم الہدی علیہ الرحمہ نے اشارہ فرمایا وجہ الشئی ذاتہ ومنہ قولہم انما افعل ذلک لوجہک ومنہ قولہ تعالی وجوہ یومئذ ناعمہ لسعیہا راضیۃ وانما یضاف الی الجملۃ فمعنی قولہ کل شئی ھالک الا وجہہ الا ایاہ اور اسی جملہ سے وہ ہی جو کہا ہی کہ احتمال رکھتا ہی کہ دین خدا مراد ہو اور اُسکا مؤید یہ ہی کہ جو صدوق علیہ الرحمہ نے کتاب التوحید مین بذریعہ اپنی اسناد کے تفسیر مین اِس آیت کے ابو حمزہ سے نقل کیا ہی کہ اُسنے جناب ابو جعفر علیہ السلام سے روایت کی ہی کہ فرمایا آنحضرت نے ان اللہ تعالی من ان یوصف بالوجہ ولکن معناہ کل شئی ھالک الا دینہ الوجہ الذی یوتی منہ ولیکن کریمہ انما نطعمکم لوجہ اللہ پس کلام سید مرتضی وغیرہ سے جو ظاہر ہوتا ہی وہ یہ ہی کہ مراد اُس سے ثواب و رضائے الہی ہی اور لیکن قول اُسکا سبحانہ وتعالی اینما تولوا فثم وجہ اللہ فالمراد بہ ثم اللہ لا علی معنی الحلول ولکن علی معنی التدبیر والعلم اب بہت تعجب ہی مشبہہ سے کہ خدا تعالی کے واسطے اُس معنی باطل کے شبہہ سے کہ جو اُنکے خیال ناقص مین گذرتا ہی جسم و صورت کو ثابت کرتے ہین اور پھر بھی اکتفا نہین کرتے بلکہ کہتے ہین کہ سب چیزین فانی ہین محض وجہ خدا باقی ہی یہ کہکر اپنی سفاہت سب پر ظاہر کرتے ہین قاتلہم اللہ انی یوفکون اور غالیون سے تعجب ہی کہ امیر المومنین کو خدا جانتے ہین اور اُنکے جسم کو جسم خدا کا یا مظہر خدا کا قرار دیتے ہین اور یسی آیتون کو آنحضرت پر حمل کرتے ہین اور جسمیت و حلول کے نقائص کو اُسکے لیے ثابت کرتے جو ہر عیب و نقص سے بری ہی باوجود اسکے کہ امام انام نے کسقدر اہتمام اُسکی رد مین فرمایا ہی اور ابو الحسن اشعری سے بھی بہت تعجب ہی کہ بسبب اِسکے کہ معنی صحیح کو آیتہ کے نہ سمجھے اسلیے کبھی تو یہ کہا کہ وجہ ایک صفت ذات ہی جو ذات پر زائد ہی لیکن ہم اُسکی کنہ نہین جانتے اور اسی طرح ابو اسحاق اور اُنکے اسلاف نے بھی کہا ہی اور کبھی کہتے ہین کہ وجہ وجود کے لیے مرادف ہی پس

معنی یہ ہونگے کہ کل شئ ھالک الا وجہہ اللہ ای وجود اللہ جناب غفران مآب نے فرمایا ہی کہ ھذا کلہ بالاعراض حقیق اور یہی
سبب ہی کہ شارح مواقف باوجودیکہ پیروان ابوالحسن اشعری سے ہین مگر انھون نے کہا ہی کہ وجہ لغت مین ایک عضو خاص کے
واسطے موضوع ہی اور اسکا اثبات کرنا خدا کے واسطے روا نہین اور اور کسی صفت کے واسطے جو مجہول الکنہہ ہو وہ موضوع نہین ہی
بل لا یجوز وضعہ لما لا یعقلہ المخاطب فتعین المجاز والتجوز بہ عما یعقل ویثبت بالدلیل متعین انتہی پھر ایسی
روایات مین یا جو روایات کہ متشابہ ہون اُنہین حاملان کتاب الٰہی کی طرف جو اہلبیت نبی اور خطا سے معصوم ہین رجوع کرنا
چاہیے اور بیان اُنکے افادات کا اوپر ہو چکا ہی اور از جملہ متشابہات کے عین کا اثبات وجہ کے واسطے بلکہ اعین کے لفظ کی جمع
تصریح قرآن مین ہی اور اور روایات مین ہی لفظ اذن وقلب ولسان سے اُن سب کا خدا کے لیے اثبات از قسم متشابہات ہی
حق تعالیٰ قرآن مین بخصوص ذکر کشتی نوح فرماتا ہی تجری باعیننا اور حضرت موسیٰ کے حق مین فرماتا ہی لتصنع علی عینی
جناب غفران مآب نے فرمایا ہی کہ یہان بھی فرقہ اشعریہ سے کبھی کہتے ہین کہ عین ایک صفت ہی مجہولہ کہ ذات باری پر
زائد ہی اور کبھی کہتے ہین کہ مراد اُس سے دیکھنا ہی اور یہان بھی چاہیے کہ رجوع امام علیہ السلام کی طرف کیجاے کہ انھون نے
کلام خدا کی کیا تفسیر فرمائی ہی اُسی کے ساتھ اعتقاد ویقین کرنا چاہیے ابن بابویہ علیہ الرحمہ نے حضرت امام جعفر صادق
علیہ السلام سے روایت کی ہی کہ جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا ہی کہ انا علم اللہ وانا قلب اللہ الواعی ولسان اللہ
الناطق وعین اللہ وجنت اللہ وانا ید اللہ اور بعد اس حدیث کی نقل کے صدوق علیہ الرحمہ نے کہا ہی کہ انا علم اللہ کے معنی
یہ ہین کہ مین مہبط علم خدا ہون اور انا قلب اللہ الواعی کے معنی یہ ہین کہ مین ہون قلب خدا جسے خدا نے اپنے علم کا وعا یعنی
ظرف گردانا ہی اور منقلب اور متوجہ کیا ہی اُسے اپنی طاعت کی طرف اور وہ قلب ایک مخلوق ہی مخلوقات خدا سے کہ بسبب
اسکے کہ اُسے اختصاص زیادہ حاصل تھا اسلیے وہ منسوب ومضاف خدا کی طرف ہوا پس وہ قلب اللہ ہی جیسا کہ عبد اللہ اور
بیت اللہ اور جنۃ اللہ اور نار اللہ ہی اور عین اللہ سے مراد حفظ دین خدا ہی اور یہی معنی حفظ کے آیات سابقہ مین بھی مراد ہین ای
تجری بحفظنا ولتصنع علی حفظی انتہی محصل کلامہ اور اسی طرح ید کا اطلاق کرنا معنی قدرت وقوت پر قول خدا مین ہی جہان فرمایا ہی
وما منعک ان تسجد لما خلقت بیدی استکبرت ترجمہ اگرچہ دونون ہاتھون کو جو یدی کا ترجمہ ہی اس جگہ بھی دو صفت مجہولہ
قرار دیتے ہین اور اکثر فریقین سے علما کا یہ مختار ہی کہ اُس سے مراد قدرت کاملہ ہی اور آدم علیہ السلام کی تخصیص اس سے اُنکے شرف
بڑھانے کے واسطے ہی جناب امام رضا علیہ السلام سے اسکی تفسیر اسطرح منقول ہی کہ فرمایا خلقت بیدی یعنی پیدا فرمایا ایک قدرت و
قوت سے نہ اور کسی دوسری چیز سے کہ وہ عضو مخصوص ہو اور نہ کسی صفت مجہولہ سے اور نہ تعدد تثنیہ کا ہی والا لازم آے کہ
جہان قرآن مین فرمایا ہی والسماء بنیناھا باید وہان جمع کے معنی مراد لین اور ید نعمت کے معنی پر بھی آیا ہی اور یہ معنی بھی
ایک روایت مین وارد ہوے ہین اور بعض علماے شیعہ نے اسکی تصحیح کی ہی بشرطیکہ خلقت کی لفظ پر وقف کیا جاے لیکن
روایت مطلق ہی مشروط نہین ہی اور جو لفظ ید اللہ ید اللہ فوق ایدیھم وارد ہوا ہی وہان اظہر یہ ہی کہ اُس سے مراد عہد اللہ فوق

عہودھم ہی یعنی عہد ہی اور حدیث مین یداللہ محمول اوپر قوت اور قدرت خاصہ کے ہی جو خدا کی عطا کی ہوئی ہو جیساکہ جناب امیر کا قول ہی انما قلعت باب خیبرہ بالقوۃ ربانیۃ یا بمعنی سطوت و بطش کے دشمنان خدا پر محمول ہی یا معنی رحمت خدا پر محمول ہی جیساکہ فرمایا ہی انا یداللہ المبسوطۃ علی عبادہ بالرحمۃ والمغفرۃ وانا باب حطۃ یعنی مین ہون وہ ہاتھ خدا کا جو اسکے بندون پر رحمت و مغفرت کے ساتھ پھیلایا گیا ہی اور مین حطہ کا دروازہ ہون یعنی جیساکہ حضرت موسی کے زمانے مین باب حطہ تھا کہ جو اسمین داخل ہوکر اپنے قصورات کو بخشواتا تھا اسکی بخشش ہوتی تھی اسی طرح مین بھی مغفرت کا دروازہ ہون کہ جو کوئی میرے وسیلہ سے اپنی بخشش خدا سے چاہے وہ یقینی بخشا جائیگا اور اسی طرح جنب اللہ ہی کہ اس سے مراد لفظ جناب ہی جو بمعنی ساحت کے ہی یا امر الہی کے ہی اور اسکا اطلاق امام پر اسلیے ہی کہ انھین جناب احدیت سے اختصاص تام حاصل ہی اور یہ معانی ساتھ اس بات کے کہ مجازات شائعہ سے ہین لیکن سید مرتضی علیہ الرحمہ نے ہر معنی کے واسطے ایک شاہد کلام عرب اور انکے اشعار بھی سند کے لیے ذکر فرمائے ہین اور ان الفاظ کے معانی حقیقی کے ارادہ کا ممتنع ہونا جناب حکیم علیم سے بہت واضح قرینہ ہی اسکا کہ انسے مراد معانی مجازیہ ہین اور یہ استعارات محض اسلیے ہین کہ وہ دلالت کرتے ہین آنحضرت کے مزید فضل و کرامت پر اور زیادہ اختصاص پر جناب ملک علام کے ساتھ ابن بابویہ نے کتاب التوحید مین محمد ابن مسلم سے روایت کی ہی کہ کہا اسنے کہ سنا مین نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ فرماتے تھے کہ خدا کے واسطے چند مخلوقات ایسے ہین کہ انھین اپنے نور عظمت سے پیدا فرمایا ہی رحمت کرنے کو اوپر کہ جنکے لیے رحمت کرنا چاہا ہی بسبب اپنے ترحم فرمانے کے پس وہ مخلوقات خدا کی آنکھ ہین بسبب اسکے کہ انکی نظر رحمت و ہدایت سب پر واقع ہوتی ہی اور اسکے گوش شنوا ہین کہ رعایا کے کلام کو سنتے ہین اور زبان گویائی کی خدا کے ہین اسکے حکم سے اور اسکے امین ہین اسپر جو اسنے نازل فرمایا ہی اسباب خوف و رجا کے اور حجت و برہان سے پس بسبب انکے گناہون کے محو کرتا ہی کہ وہ شفعا اور مقربان خدا اور ہادیان خلق ہین اور بسبب اسکے ظلم و ستم کو خلق سے دفع کرتا ہی اور انکی برکت سے رحمت کو اپنی خلق پر نازل فرماتا ہی اور بسبب انکے مردے کو زندہ کرتا ہی اور زندہ کو مارتا ہی یعنی بسبب انکے کسی جاہل کو جو انکی وعظ و نصیحت فرمانے سے ہدایت قبول کرے اسے ہلاکت اور موت علی الکفر سے نجات دے کر حیات ابدی باقی عنایت فرماتا ہی اور زندے کو جو ظاہر مین زندہ ہی بعد اتمام حجت اسپر اسکے سوء اختیار سے اسے مارتا ہی لیہلک من ہلک عن بینۃ ویحیی من حی عن بینۃ اور انکے ذریعہ سے اپنے بندون کی آزمائش فرماتا ہی اور انکے واسطے سے اپنے احکام کو انمین جاری فرماتا ہی عرض کیا مین نے کہ وہ کون ہین فرمایا ہم الاوصیاء یعنی وہ پیغمبر کے نائب ہین یہ معنی حدیث صحیح کے ہین جو دلالت کرتی ہی حضرات کے فضائل پر اور انکی حجت خدا اور شفیع روز جزا اور پیشوائے خلق ہونے پر اور اسکے سوا اور کچھ نہین ہی اور ایسے الفاظ جو مزید اختصاص پر دلالت کرتے ہین زبان شرع مین اور عرب عرباکے بلکہ عجم زبان مین بہت واقع ہوئے ہین یہان تک کہ غیر ائمہ ہدی علیہم السلام مین بھی مثل اسکے وارد ہوا ہی جیساکہ حدیث نوافل مین وارد ہی کہ بدرستیکہ بندۂ مومن تقرب حاصل کرتا ہی نوافل کے بجالانے سے یہان تک کہ میرا محبوب ہوتا ہی پس جبکہ میرا محبوب

ہوا اسوقت مین بمنزلہ اسکے کان کے ہوتا ہون کہ مجھسے سنتا ہی اور بمنزلہ اسکی آنکھ کے ہوجاتا ہون کہ مجھسے دیکھتا ہی اور
بمنزلہ اسکے ہاتھ کے ہوجاتا ہون کہ مجھسے سب کام کرتا ہی اور اگر مجھے پکارتا ہی تو مین اُسے قبول کرتا ہون اور اگر مجھسے سوال کرتا ہی
تو مین اُسے عطا کرتا ہون اخوند ملا محمد تقی علیہ الرحمہ نے حدیقۃ المتقین مین اس روایت کو ذکر کرکے فرمایا ہی کہ ظاہر اس حدیث کا
یہ ہی کہ بندہ بسبب نوافل کے فنائی اللہ کے مرتبہ تک پہونچتا ہی کہ جو کچھ کرتا ہی خدا کے واسطے کرتا ہی اور بالکل دل کی مرادون سے
فانی ہوجاتا ہی یہان تک کہ بہشت و دوزخ اور کمال قرب سے بھی کچھ اُسے تعلق نہین رہتا اور ہر فقرے مین اس حدیث
معتبرہ کے فقرون مین خاصہ و عامہ کے بیچ مین بہت سے حقائق اور معارف مندرج ہین اور کتابین اس حدیث کی شرح
کرنے مین تصنیف کی ہین پوشیدہ نرہے کہ ایسی حدیثین محل آزمائش ہین خلق کے لیے کہ ایک جماعت کے پاؤن انہین سبب
تسویلات شیطانی کے لغزش کر گئے ہین جسے خدا بچائے وہی بچ سکتا ہی کیونکہ اگر فنافی اللہ کے یہ معنی ہین کہ بندہ خاص
ہر حال مین مرضات الٰہی کو اپنی مرضات پر مقدم رکھتا ہی اور اپنی فکر سے غافل رہتا ہی لیکن اپنے خدا سے غافل نہین ہوتا تو البتہ
یہ بات محمود و ممدوح ہی اور اگر اس سے حلول یا وحدت وجود و اتحاد خالق و مخلوق کی طرف راجع کرین تو اگرچہ حضرات صوفیہ کے
نزدیک وہ معرفت ہو لیکن فرقہ امامیہ کے نزدیک یہ عین کفر و زندقہ و الحاد ہوگا اعاذنا اللہ و جمیع المؤمنین منہا راقم رسالہ کہتا ہی
کہ واقع مین اس لفظ فنافی اللہ کا کہنا اچھا نہین ہی جیسا کہ مذکور ہوا لیکن چونکہ زمانہ ملا محمد تقی علیہ الرحمہ کا ایسا تھا کہ اکثر
اُسوقت مذہب صوفیہ کی طرف مائل تھے اور اُنکے اصطلاحات اکثر خلق کی زبان زد تھے اسلیے خلق کے جاننے کو اور سمجھانے کو
فرمایا ہوا اور حقیقت مین غرض اس سے یہ ہوگی کہ نوافل کے بجا لانے سے بندہ مستحق حصول مرتبہ تقرب کا ہوتا ہی فقط اسی
طرح فضائل اہلبیت علیہم السلام مین بھی جو خصائص وارد ہین اگر انہین معانی فاسدہ کی طرف کھینچین تو عین کفر و زندقہ
ہوگا اور اگر معانی حقہ کی طرف اُسے راجع کرین تو خطا و خطل اور فساد قول و عمل سے محفوظ رہینگے غلات و مفوضہ نے
حضرات کے لیے اور صوفیہ نے جملہ خلق کے لیے تنزلات و ظہور کے مراتب قرار دیے اور بہت خلق کو گمراہ کیا لیکن حق تعالیٰ ہر
زمانے مین ائمہ ہدیٰ علیہم السلام اور انکے اتباع و موالین سے ہمیشہ ایک جماعت کو اہل حق کی پیدا کرتا ہی تاکہ غالیون کی
تحریف اور مبطلین کے شبہات کو دین حق سے برطرف کرتے رہین کتاب احتجاج مین حضرت امام رضا علیہ السلام سے
منقول ہی کہ جو کوئی حضرت امیر المؤمنین کے حق مین مرتبہ عبودیت سے تجاوز کرے طبقہ مغضوب علیہم و لا الضالین مین
داخل ہی بعد اسکے آنحضرت نے جناب امیر علیہ السلام سے روایت کی کہ لاتجاوزوا بنا العبودیۃ ثم قولوا فینا ماشئتم ولن تبلغوا
یعنی تجاوز نہ کرو ہمارے بارے مین عبودیت و بندگی خدا سے بعد اسکے ہمارے حق مین جو چاہو وہ کہو فضائل تو ہم سے
اور نہین پہونچ سکتے ہمارے منتہاے فضائل کو یعنی ہمارے فضائل غیر محصور ہین اور جملہ مدائح انکے خارج از حد شمار ہین
پس کیونکر اُن سب تک پہونچ سکتے ہو نہ یہ کہ جو چاہو حق و باطل اور سچ اور جھوٹ پناہ بخدا زبان پر لاؤ یہ معنی صحیح کلام امام
علیہ السلام کے ہین نہ وہ کہ جو جاہلین اور فرقہ غالین نے تاویل کی ہی بعد اسکے پھر حضرت نے فرمایا ایاکم والغلو کغلو النصاریٰ

یعنی منع و تحذیر فرمائی حضرت نے اس سے کہ حد سے زیادہ تجاوز نہ کرو ہمارے بارے میں جیسا کہ نصاریٰ غلو کرتے ہیں فانی بری من الغالین پس تحقیق کہ میں غلو کرنے والوں سے بری ہوں بعد اسکے ایک شخص اٹھا اور عرض کیا اُنسے کہ یا ابن رسول اللہ صف لنا ربک یعنی ای فرزند رسول خدا وصف پروردگار کو ہمارے لیے بیان فرمائیے پس تحقیق کہ جو میرے ہمسایہ میں انھوں نے اختلاف کیا ہی یہ سنکر حضرت امام رضا علیہ السلام نے حق تعالیٰ کے اوصاف مجد و جلال کو اور اسکے تنزیہ اُن نقائص و اوصاف زوال سے کہ جو شان ذو الجلال کے لائق نہیں بیان فرمائے اُسوقت اُس شخص نے عرض کیا کہ میرے باپ وماں آپ پر سے قربان ہوں ایک جماعت کہ آپ کے موالات و تشیع کا دعویٰ کرتے ہیں یہ گمان کرتے ہیں کہ یہ سب صفات علی ابن ابیطالب کی ہیں وانہ ھو اللہ رب العالمین پس جب یہ کلام جناب امام رضا علیہ السلام نے سنا تو حضرت کے بدن شریف میں لرزہ آیا اور شدت غیظ سے پسینہ جاری ہوا اور فرمایا سبحان اللہ سبحان اللہ عما یقول الظالمون والکافرون علوا کبیرا اور اسکے بعد فرمایا کہ آیا نہ تھے علی ابن ابیطالب کہ کھانا کھاتے تھے جسطرح سب کھاتے ہیں آیا نہ پیتے تھے پانی جسطرح سب پیتے تھے آیا جسطرح سب نکاح و ازدواج کرتے ہیں اسطرح نکاح نہ کرتے تھے و مثل انہی کے اور باتیں سب نہ کرتے تھے اور پھر ان سب باتوں کے ساتھ آیا نماز نہ پڑھتے تھے اور خضوع و خشوع کے ساتھ اپنے پروردگار کے آگے طاعت پر قائم ہونے والے اور اپنی تقصیر پر خدا کی طرف رجوع کرنے والے نہ تھے یہ کہکر فرمایا افمن ھذہ صفاتہ یکون الٰھا فان کان ھذا الٰھا فلیس منکم احد الا و ھو الٰہ یعنی پس جو شخص کہ ایسے صفات کے ساتھ متصف ہوئے خدا کہہ سکتے ہیں بلکہ نہیں کہہ سکتے ہیں اور اگر ایسا ہی ہو تو تم میں سے بھی کوئی نہیں ہی مگر یہ کہ وہ بھی خدا ہی کیونکہ سب افراد انسانی ان صفات میں کہ جو حادث ہونے پر دلالت کرتے ہیں آپس میں شریک ہیں اور یہ نہیں ہو سکتا کہ یہ صفات بعض کے حادث ہونے پر دلالت کریں اور بعض پر نہیں یہ سنکر اُس شخص نے عرض کیا کہ وہ جماعت یہ گمان کرتی ہی کہ ہرگاہ علی ابن ابیطالب نے وہ معجزے ظاہر کیے کہ جو قدرت اور قوت بشری سے باہر تھے تو اُنسے دلالت کی اس امر پر کہ وہ خدا ہیں اور جب مخلوقین عاجزین کے صفات انمیں پائے گئے تو معلوم ہوا کہ خدا نے اپنے تئیں متلبس بہ لباس انسانی فرما کر خلق کا امتحان و آزمائش فرمائی ہی تاکہ بدقت نظر اُسے پہچانیں اور اُنکی معرفت خدا کے ساتھ اضطراری نہو یہ سنکر حضرت نے فرمایا کہ اُنکی تقریر میں اور جو اُنکی دلیل کو اُنپر الٹے کچھ فرق نہیں ہی پس چاہیے کہ اُنسے کہے کہ جب آنحضرت سے علامتیں فقر و حاجت کی ظاہر ہوئیں تو اُنسے دلالت کی اس امر پر کہ صاحب ان صفات کا جو ہیں اور سب ضعفا و محتاجین میں مشترک ہیں نہو گا مگر ایک بندہ بندگان خدا سے اور معجزات کا ظاہر کرنا اسکے خالق کا فعل ہوگا نہ اُس شخص کا فعلم بہذا ان الذی اظہرہ فعل القادر الذی لا یشبہ المخلوقین اور بھی جملہ تشابہات مادلہ سے وہ ہی جو دلالت کرتا ہی کہ حضرات ائمہ علیہم السلام مشیت الٰہی اور خدا کا ارادہ ہیں ایک فرقہ نے ابنائے زمان سے کہ جنھوں نے ایمان کو نام کے لیے انتحال کیا ہی یہ گمان کیا ہی کہ یہ حدیث کہ خلق اللہ المشیۃ لنفسہا ثم خلق بہا سائر الخلق دلالت اس بات پر کرتی ہی کہ اول مخلوقات مشیت ہی اور وہ جملہ کائنات کی علت واقع ہی اور مشیت کو جوہر مستقل قائم بذات جانتے ہیں اور ارادے کو فعل بندہ اور قدرت بندہ اور علم بندہ کہتے ہیں اور واقع میں یہ ہی کہ یہ گمان

انکا باطل ہی اسلیے کہ پیدا کرنے مین واسطہ کی نفی کرنا واجب ہی اور ضروریات دین سے ہی اور ظاہر ہی کہ مشیت نام عزم ارادے کا ہی اور وہ ماخوذ ہی شاء یشاء وشیئۃ سے اور اُسے کوئی جوہر نہین کہہ سکتا پس شبہہ کا حمل کرنا جوہر پر مجازی ہی اُسے کوئی حقیقی تجویز نہین کر سکتا اگرچہ کہ اپنے تئین مکابرۃً عنید بنا سے بلکہ حق تعالیٰ کا ارادہ بمعنی اُسکے علم کی مصلحت کے ساتھ کہ وہ عین ذات ہی اُسکی اور اُسکا ارادہ بمعنی فعل کے عین فعل ہی اور ارادہ بمعنی اقتران وتعلق علم کی مصلحت کے ساتھ ایک اضافی امر ہی اور موثر حقیقی خدا ہی نہ غیر اُسکے اور حدیث کے معنی یہ ہین کہ حق تعالیٰ نے مقدر فرمایا ہی کہ کوئی فعل اُسکے فعال سے بلا ارادہ واختیار نہو اور لفظ خلق تقدیر کے معنون پر بہت آیا ہی جیسا کہ کتاب التوحید مین جہان بیان صفات ہی بیان اُسکا ہو چکا ہی اور اگر فرض کرین کہ مشیت بندہ کو واسطہ گردانا حقیقی نہین ہی بلکہ مجازی تو جب مجازی ہی کو اختیار کرین تو ایک مجاز دوسرے مجاز سے اولیٰ نہین ہو سکتا پھر کیا وجہ ہی کہ لفظ مشیت مین مجاز کے احتمال کرنے کو اسے اولیٰ جانتے ہین کہ لفظ خلق مین مجاز کا احتمال کرین اور پھر کسطرح انکا استدلال کرنا اس حدیث سے جو متشابہ ہی اور بہت وجہون کی محتمل ہی مشیت کے جوہر ہونے پر صحیح ہوگا کیونکہ جب مجاز اور توسط ہوا تو اب متوسط کو جوہر کیونکر کہینگے حالانکہ مشہور ہی اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال اور قول حضرت کا کہ معنی مشیۃ اللہ یہ از قبیل مجاز فی النسبت ہی کہ صریحاً اختصاص پر آنحضرات کے دلالت کرتا ہی جیسا کہ اور نظائر مین اسکے ہی اور مذکور ہوا

اور جو بعض اُن مین سے بعضی روایات کو نقل کرتے ہین کہ فرمایا ہی نحن علمہ ونحن کلمتہ ونحن امرہ ونحن عینہ اذا شئنا شاء اللہ ویرید اللہ ما نرید یعنی ہم علم وحکم اُسکا ہین اور ہم علم وچشم اُسکی ہین جبکہ ہم چاہتے ہین کسی چیز کو تو چاہتا ہی خدا اور ارادہ کرتا ہی اُس چیز کا کہ جسکا ہم ارادہ کرتے ہین اور اسی سے وہ کہتے ہین کہ اس مقام سے یہ حضرات واسطہ صدور کا ہین اُن سب اُمور کے لیے جو مشیت وارادہ وقضا وقدر سے صادر ہوتا ہی اور یہ بعض کہتے ہین کہ امام مقام بندہ ہی یعنی محل صادر ہونے افعال خدا کا ہی اور یہ کہ حضرت نے فرمایا ہی فیھم سر اللہ المخزون واولیاؤہ المقربون وامرہ بین الکاف والنون لا بل ھم الکاف والنون اور یہ اشارہ اسکا ہی کہ حق تعالیٰ ائمہ دین سے اشیا کو پیدا کرتا ہی پس یہ کلام مشابہ اُس سے ہی جو بعض اہلسنت نے مثل شیخ عبد الحق دہلوی کے نور نبوی مین کہا ہی کہ حدیث صحیح مین آیا ہی کہ اول ما خلق اللہ نوری اور سب مکنونات علوی وسفلی اُس نور سے اور اُس جوہر سے پیدا ہوے مثل ارواح واشباہ وعرش وکرسی اور لوح وقلم اور بہشت ودوزخ اور فرشتے اور آسمان اور انسان اور بنی جان اور زمین اور دریا اور پہاڑ اور درخت اور سب مخلوقات کے اور کیفیت مین صادر ہونے کے اس کثرت کے اُس وحدت سے اور بروز وظہور مین اُن مخلوقات کے اُس جوہر سے عبارتین عجیب وتعبیرین غریب ذکر کرتے ہین پس سب یہ خرص وتخمین ہی العیاذ باللہ من ذلک ایسے کلمات جو بذریعۂ اخبار احاد منقول ہین وہ بر تقدیر ثبوت بھی مصداق محض مزید اختصاص کا ہی نہ معنی ظاہری کا کیونکہ پر ظاہر ہی کہ خدا کا ارادہ کسی کے تابع نہین ہی بلکہ حضرت کا ارادہ البتہ تابع ارادہ بندہ کا ہی اور بعض وقع مین اجماع قطعی کے علاوہ وہ روایت کافی ہی جسے شیخ صدوق نے زہری سے روایت کی ہی کہ کہا اُسنے کہ مین خدمت مین جناب امام زین العابدین علیہ السلام کی حاضر تھا کہ اُسوقت ایک شخص آنحضرت کے اصحابون سے حاضر ہوا پس آنحضرت نے

بطور حال پرسی اُس سے پوچھا کہ ماخیرک ایھا الرجل یہ سُنکر اُسنے عرض کیا کہ ای فرزند رسول خدا چارسو دینار طلائی کا مین قرضدار ہون کہ کسی طرح اپنی بے چیزی سے اُسے ادا نہین کرسکتا اور اُس سے علاوہ عیال کا بوجھ میرے ذمہ مین بہت ہی اور میرے پاس کچھ نہین ہی کہ اُس سے اُنکی کفالت کرون یہ سنکر حضرت روے اور بہت روے ایک شخص نے عرض کیا کہ ای فرزند رسول خدا آپ کیون روتے ہین حضرت نے فرمایا کہ رونے کا مقام نہین ہی مگر وہ کہ جب محنتہاے بزرگ اور مصائب کا وقت ہو اُسنے عرض کیا کہ درست ہی لیکن مین نہین جانتا کہ اِسوقت کون سی مصیبت واقع ہوئی ہی فرمایا کہ اِس سے زیادہ مصیبت کیا ہوگی مومن آزاد کے واسطے جو موصوف کرم و بخشش کے ساتھ ہو کہ اپنے برادر ایمانی کو کسی حاجت مین مبتلا دیکھے اور پھر اُس سے قضاے حاجت اُسکا ممکن نہو اور حالت فقر مین دیکھے اور دفع کی اُسکی طاقت نہ پاوے بعد اُسکے صحبت پراگندہ ہوئی پھر جب یہ حکایت بعض منافقین کے کان مین پہونچی تو آنحضرت پر اُنھون نے زبان طعن کھولکر کہا کہ تعجب ہی اہلبیت سے کہ ایکبار تو یہ ادعا کرتے ہین کہ آسمان و زمین و ہر چیز ہمارے کہنے مین ہی اور جو کچھ ہم خدا سے طلب کرین خدا اُسے رد نہ کریگا اور دوسری بار کہتے ہین کہ ہم عاجز ہین اور صلاح حال پر اپنے خوص صحاب کے قدرت نہین رکھتے ہین پس یہ خبر اُس مرد مومن کو پہونچی اور اُسکا دل جلا اُسی وقت وہ آنحضرت کی خدمت مین حاضر ہوا اور عرض کیا کہ فلان منافق سے مجھے یہ یہ خبر پہونچی اور یہ مجھپر اپنی محنت و مصیبت سے بھی زیادہ دشوار گذرا یہ سنکر حضرت نے فرمایا کہ وہ وقت پہونچا ہی کہ غیرت الٰہی تیری کارسازی کرے اور اب خدا نے تیری وسعت اور کشائش کے واسطے اجازت دی یہ فرماکر حضرت نے اپنی خادمہ کو آواز دی کہ احلی سحو دی فطوری یعنی میرا کھانا وقت افطار صوم اور وقت سحر کا حاضر کر یہ سنکر وہ دو روٹیان لائی اُسے لیکر اُس صحابی سے ارشاد فرمایا کہ اِسے لے کہ اِسکے سوا میرے پاس کچھ اور نہین ہی جو تجھے دون بدرستیکہ خداوند عالم اِن دونون روٹیون کی برکت سے تجھے تونگری عطا فرمائیگا یہ سنکر اُنھون نے وہ روٹیان حضرت سے لین اور بازار مین آے اور حیران تھے کہ قرض اسقدر زیادہ اور کثرت عیال ایک طرف خدایا سر انجام کار کیونکر ہوگا اور شیطان نے اُنکے دل مین یہ وسوسہ پیدا کیا کہ یہ دو روٹیان کارسازی کیونکر کرینگی اِسی حال مین ایک مچھلی بیچنے والے کے قریب سے گذرے کہ ایک ناقص مچھلی اُسکے ہاتھ مین تھی کہ وہ بدبو ہوگئی تھی اُس سے اُنھون نے کہا کہ آیا ہوسکتا ہی کہ تو ناقص اور خراب مچھلی مجھے دے اور اُسکے عوض مین ناقص خراب روٹی مجھسے لے یہ سُنکر اُسنے کہا کہ کچھ عیب نہین ہی پھر بعوض ایک روٹی کے وہ مچھلی کہ جو ظاہر مین ناقص تھی ماہی فروش نے اُنھین دی بعد اُسکے ایک نمک فروش پاس گئے کہ تھوڑا سا نمک ناقص اُسکے پاس رہ گیا تھا کہ کوئی اُسکی طرف رغبت نہ کرتا تھا اُس سے بھی اُنھون نے کہا کہ آیا تجھے یہ پسند ہی کہ یہ اپنا نمک جسپر کوئی رغبت نہین کرتا مجھے دے عوض مین اِس ایک روٹی کے جو کسی کے لینے کے قابل نہین ہی اُسنے کہا ہان پھر اُسنے اُنھین نمک دیا بعد اُسکے یہ اپنے گھر مین مچھلی اور نمک لیکر آئے اور اپنی بی بی سے کہا کہ اِس مچھلی کو اِس نمک کے ساتھ درست کر جب اُسنے مچھلی کا پیٹ صاف کرنے کو چاک کیا تو اُسمین دو موتی کہ قیمت اُنکی بہت سنگین تھی پاے اور حمد و شکر خدا مین مشغول ہوے اِسی حال خوش و خورم مین تھے کہ ناگاہ آواز کان مین آئی کہ کوئی دروازہ ہلاتا ہی

جب گھر سے باہر نکلے تو دیکھا کہ مچھلی والا اور نمک فروش دونون موجود ہین اور کہتے ہین کہ بندہ خدا ہمنے بہت کوشش کی کہ اسے کھائین اور اسی طرح ہمارے عیال نے بھی لیکن کسی کے دانت نے ان روٹیون مین اثر نہ کیا پس ہمنے تیری نسبت یہ گمان کیا کہ تیرا فقر و حاجت مرتبہ نہایت کو پہونچا ہوا ہی کہ ایسی خشک و سخت روٹی تیری غذا ہی اس لیے ان روٹیون کو تجھے پھیر دیتے ہین اور جو کچھ تونے ہمسے پایا اُسے ہمنے اپنے دل کی خوشی سے تجھے بخشا یہ سنکر اُنھون نے وہ روٹیان اُنسے لیین اور گھر مین گئے ہنوز گھر مین اپنے بیٹھنے نہ پاے تھے کہ پھر اُنھون نے آواز پائی کہ کوئی دروازہ ہلاتا ہی جب باہر آئے تو دیکھا کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا بھیجا ہوا کوئی شخص ہی آیا اور کہتا ہی کہ تیرے واسطے روزی کی کشائش حاصل ہوئی اب ہمارا کھانا ہمین پھیر دے کہ اُسے کوئی ہمارے سوا نہین کھا سکتا اور اُس مرد مومن نے اُن دونون موتیون کو بہت یا مال کے عوض مین فروخت کیا کہ جس سے قرض بھی اپنا ادا کیا اور تونگری بھی حاصل کی پھر دوبارہ منافقین نے زبان طعن اپنی کھولی اور کہا کہ کسقدر اُنکے کلام مین تفاوت ہی کہ کبھی اپنے تئین عاجز کہتے ہین اور کبھی اسطرح تونگری لوگون کو بخشدیتے ہین جب یہ خبر حضرت کے گوش مبارک تک پہونچی تو فرمایا ھکذا قالت قریش للنبی کیف یمضی الی البیت المقدس ویشاھد ما فیہ من اثار الانبیاء من مکۃ ویرجع الیھا فی لیلۃ واحدۃ من لا یقدر ان تبلغ من مکۃ الی المدینۃ الا فی اثنی عشر یوما وذلک حین ھاجر منھا جسکا حاصل یہ ہی کہ اسی طرح کا کلام مختل النظام کفار قریش بھی بہ نسبت جناب پیغمبر خدا کے بھی کہتے تھے کہ کیونکر ہو سکتا ہی کہ مکہ سے بیت المقدس تک جاے اور پیغمبرون کے آثار کو مشاہدہ کرکے پھر ایک ہی رات مین پھر آئے وہ شخص جو قادر نہو جانے پر مکہ سے مدینہ تک مگر بارہ دن مین ہجرت کے وقت مین بعد اُسکے حضرت نے فرمایا جھلوا واللہ امر اللہ وامر اولیائہ معہ ان المراتب الرفیعۃ لا تنال الا بالتسلیم للہ جل ثناؤہ وترک الاقتراح علیہ والرضا بما یدبرھم یعنی خدا کی قسم جہل کیا ہی اُنھون نے جاننے مین خدا کے امر کے اور اُسکے اولیا اور دوستون کے امر کے جاننے مین اور یہ کہ جو معاملہ خدا اور دوستان خدا کے بیچ مین ہی اُس سے بھی جاہل ہین بدرستیکہ مراتب رفیعہ عزیزۃ المنال نہین پاے جاتے مگر تسلیم کرنے سے رب کریم کے واسطے ہر اُس بات مین جو وہ چاہے اور چھوڑنے سے اور ترک کرنے سے اپنی خود رائی اور فرمائش کے خدا پر اور راضی ہونے سے ساتھ اُس بات کے کہ جو چاہے وہ اُنکے ساتھ نیکی کرے اولیاء اللہ صبروا علی المحن والمکارہ صبرا لم یساوھم فجازاھم اللہ تعالی جل جلالہ بان اوجب لھم نجح طلباتھم لکنھم مع ذلک لا یریدون منہ الا ما یریدہ لھم یعنی بدرستیکہ دوستان خدا نے محنتہاے بے انتہا اور مکروہات زمانہ بیوفا پر ایسا صبر کیا ہی کہ کوئی شخص اُنکے سوا اِس مرتبہ صبر نہین کر سکتا ہی پس حق تعالی نے اُسکے عوض مین اُنکی قضاے حوائج کو اپنے اوپر لازم فرمایا ہی لیکن معذالک وہ کبھی نہین چاہتے مگر اُسی چیز کو کہ جسکا خدا نے اُنکے لیے ارادہ فرمایا ہی اب اِس مقام سے صاف واضح ہوتا ہی کہ جسنے معاملہ حضرات کا جو خدا کے ساتھ ہی اسطرح پہچانا ہی جو حق معرفت ہی وہ جانتا ہی کہ یہ بزرگوار مرادات الہی کے تابع ہین نہ یہ کہ ارادہ الہی تابع اُنکے ارادے کا ہی و حضرات کی خواہشین مقصور بارادہ خالق ہین اور اُنکے ارادے سے موافق ہین اور یہ بات حقیقت مین از قبیل اُن نسبت کے ہی

ہو متکرر ہوتی ہی کہ اُنکے ارادے وہی ہین جو خدا کے ارادے ہین اور جو خدا کے ارادے ہین وہی اُنکے ارادے ہین لیکن
اگر بسبیل مجاز کہین کہ اُنکا ارادہ عین ارادہ خدا کا ہی اور ارادہ خدا کا موافق اُنکے ارادے کے ہی نہ اس راہ سے کہ تلازم کے قائل
ہو جائین اور نہ اس راہ سے کہ ارادہ عینیت مطلقہ کا اسے کرین اور یہ بھی اسطرح کہ اس مجاز پر قرینے قائم کرین اور دلائل
اور امارات واضحہ اسکے لیے نصب کرین تو کچھ مقام خوف کا نہین ہی اور اگر بسبیل حقیقت یہ بات زبان پر لائین تو اسکا
بطلان بہت واضح ہی کیونکہ کہان خدا کا ارادہ جو قدیم ہی اور کہان ارادہ بندے کا اور ان دونون مین بہت بڑا فرق ہی
اسی طرح یہ زعم کرنا بھی کہ حق تعالی نے بتوسط حضرات عالم کا ایجاد فرمایا اور کائنات کو پیدا کیا صحیح نہین ہی فاسد ہی کیونکہ
جناب صاحب العصر والزمان صلواۃ اللہ علیہ وعلی ابائہ الکرام نے فرمایا ان اللہ تعالی ھو الذی خلق الاجسام وقسم الارزاق
لانہ لیس بجسم ولا حال فی جسم و ھو السمیع البصیر فاما الائمہ فانہم یسئلون اللہ تعالی فیخلق ویسئلونہ فیرزق ایجابا لمسئلتہم
واعظاما لحقہم منہ حاصل ظاہر کلام امام علیہ السلام یہ ہی کہ بدرستیکہ خداوند بزرگ وہ ہی کہ جسنے جسمون کو پیدا فرمایا اور روزیون
کو تقسیم کیا اسلیے کہ وہ جسم نہین ہی اور نہ کسی جسم مین حلول فرمانے والا ہی اور وہ ہی عالم مسموعات کا اور مبصرات کا اور لیکن
حضرات ائمہ پس یہ بزرگوار خدا سے سوال کرتے ہین پس حق تعالی پیدا کرتا ہی اور طلب کرتے ہین پس حق تعالی روزی
دیتا ہی اور یہ اسلیے ہی کہ تا اُنکی دعا کو حق تعالی قبول فرماوے اور اُنکے حقوق کو اپنی طرف سے سب پر بزرگ کرے انتہی پھر
اب اس تصریح کے بعد کسی طرح گنجائش کسی تاویل کی باقی نہین ہی فتذکر اور اُسی جملہ سے جو ایضاح کے محتاج ہین وہ
اخبار ہین کہ جنمین بخصوص ائمہ علیہم السلام یہ وارد ہی کہ وہ حضرات امور غیب کو جانتے ہین اور جو کچھ کہ زمان گذشتہ مین واقع
ہوا ہی اور آئندہ مین واقع ہوگا روز قیامت تک وہ سب کو جانتے ہین اور حقیقت مین یہ ہی کہ یہ مقام بھی تفصیل چاہتا ہی
خصوصًا اکثر عوام شیعہ سے ان امور کی تعلیم کے زیادہ محتاج ہین اسلیے مین کہتا ہون کہ اولًا جناب آخوند صاحب نے کتاب
بحار مین جو فرمایا ہی اسکا حاصل یہ ہی کہ غلو پیغمبر و ائمہ علیہم السلام کے بارے مین یہ ہی کہ قائل ہون اس امر کے کہ یہ حضرات
خود خدا ہین یا انہین عبادت مین یا خلق کرنے مین یا روزی دینے مین خدا کا شریک گردانے یا کہے کوئی شخص کہ
حق تعالی نے انحضرات مین حلول فرمایا ہی یا اُنکے ساتھ ایک ہوگیا ہی یعنی وحدت کے اُنکے بارے مین قائل ہون یا یہ کہ وہ
حضرات امور غیب کو خود جانتے ہین یا یہ کہ ائمہ کو پیغمبر قرار دین یا اسکے قائل ہون کہ انحضرات کی ارواح مین تناسخ ہوتا ہی
یا اُنکی معرفت کو خدا کی طاعت سے مغنی جانین اور یہ سب باتین کفر و الحاد کی ہین اور دلائل عقلیہ و نقلیہ آیات و اخبار مین
اسکی نفی پر دلالت کرتے ہین اور ائمہ دین ایسے آدمیون سے ہمیشہ بیزاری فرماتے رہے اور اُنکے کافر ہونے کا اور قتل
کرنے کا حکم دیتے رہے اور جب تیرے کان مین ایسی بات پہونچے کہ ان امور کے موہم ہو تو یقینی تو جان کہ یا وہ ماول ہی
یا غالیون کا افترا کیا ہوا ہی لیکن بعض متکلمین اور بعض محدثین نے ایسی افراط کی ہی بسبب اسکے کہ جو مدارج ائمہ علیہم السلام کے ہین
اُنکی معرفت مین وہ قاصر اور عاجز ہوے ہین دیکھنے سے اُنکے حالات غریبہ کے پس اُنھون نے اکثر روات ثقات مین

قدح کیا ہی بسبب اسکے کہ انھون نے معجزات غریبہ کو نقل کیا ہی یہان تک کہ بعض نے انسے کہا ہی کہ یہ بھی از جملہ غلو ہی کہ پیغمبر و ائمہ علیہم السلام سے سہو کی نفی کوئی کرے یا اسکا قائل ہو جاے کہ انھین علم انکا جو زمان گذشتہ مین واقع ہوا اور جو امور کہ زمان آیندہ مین واقع ہونگے حاصل ہی اور سوا اسکے حالانکہ اخبار متعددہ مین وارد ہی کہ لاتقولوا فینا بالربوبیۃ وقولوا ما شئتم ولن تبلغوا اور وارد ہوا ہی ان امرنا صعب مستصعب لایحتملہ الا ملک مقرب و نبی مرسل و عبد امتحن اللہ قلبہ للایمان اور وارد ہوا ہی لو علم ابو ذر ما فی قلب سلمان لقتلہ اور اسکے سوا بھی روایات وارد ہوئی ہین فلا بد للمومن المتدین الا یبادر بزد ما ورد عنہم من فضائلہم و معجزاتہم الا اذا ثبت خلافہ بضرورۃ الدین و بقواطع البراھین او بالایات المحکمۃ والاخبار المتواترۃ اور جناب سید سند نے فرمایا ہی کہ بلکہ اس مقام کی تحقیق یہ ہی کہ جو غلو کہ منہی عنہ ہی وہ اسی مین منحصر نہین ہی جو اخوند مجلسی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہی بلکہ جتنے صفات کہ مختص خدا ئتعالی کے واسطے ہین مثل قدیم ہونے کے اور ازلی ہونے کے اور مجرد ہونا اور نفی مکان کی اور زمان کی اور نبوت اور رسالت کا اثبات اور جو کچھ کہ مخالف ضرورت دین اور براہین قاطعہ کی ہو ان سب کا اثبات حضرات معصومین کے لیے غلو و کفر ہی اور وہ مدارج رفیعہ اور مراتب عظیمہ کہ جہان حد ون تک نہ پہونچے ہون اور ادلہ قطعیہ اور احادیث متواترہ کے ذریعہ سے حضرات کے واسطے از قسم معجزات اور خوارق عادات کے ثابت ہون وہ عین ایمان اور واجب الاذعان ہی اور جو کچھ کہ احادیث فضائل سے کہ وہ موضوع ہین اور اصول قطعیہ کے مخالف ہین منقول و مشروع ہی اس سے انکار کرنا واجب و لازم ہی اور جو فضائل کہ بذریعہ اخبار احاد ماثور ہوے ہون اور وہ ضروریات و قطعیات کے مخالف نہون انھین محض استبعاد عقلی سے رد کرنا نہین چاہیے اسی طرح یقینًا اور جزمًا اعتقاد کرنا بھی اسے ضرور نہین ہی بلکہ اسکا علم حضرات کے ساتھ حوالہ کیا جاے اور کنارہ کشی اس سے نہ کرین اور انکار دنہ کرنا اسلیے ہی کہ استحالہ اسکا ثابت نہین تو ممکن ہی کہ ہوا اور اس جہت سے کہ انحضرات کے ذوات مقدسہ رحمات الہی کے مہبط ہین پس جو فیض اور فضیلت کی انکے لیے خدا کے خزائن فیوض و انعام سے جاری ہو تو عجب نہین ہی اور جو اخبار کہ اس امر کے تشدد مین وارد ہوے ہین وہ واقع مین اعداے دین کی رو مین ہین کہ وہ ہر فضیلت کے قبول کرنے مین فضائل ائمہ علیہم السلام کی محض استبعاد سے رد کرتے تھے اور کرتے ہین یہان تک کہ انکے افضل ہونے مین صحابہ سے کہ یہ امر ادلہ قطعیہ اور اخبار متواترہ کے ذریعہ سے جو متفق علیہا ہین بین الفریقین ہین ثابت ہی لیکن انکار کرتے ہین اور اسے بھی ایک درجہ غلو کے درجات سے قرار دیتے ہین پس مورد روایات تشنیع کے خصوص رد فضائل اہلبیت مین وہ ہین نہ شیعہ کہ جو فضائل ثابتہ حقیقہ کے سننے سے خوش ہوتے ہین اور انکی تصدیق کرتے ہین کتاب کافی مین ابان بن تغلب راوی سے منقول ہی قال سمعت ابا عبد اللہ علیہ السلام یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ من اراد ان یحیی حیاتی و یموت میتتی و یدخل جنۃ عدن التی غرسہا بیدہ فلیتول علی بن ابی طالب ولیتول ولیہ ولیعاد عدوہ ولیسلم للاوصیاء من بعدہ فانہم عترتی من لحمی و دمی اعطاہم اللہ فہمی و علمی الی اللہ اشکو من امتی المنکرین لفضلہم القاطعین منہم صلتی وایم اللہ لیقتلن ابنی لا انالہم اللہ شفاعتی

بیان علت ورود خبرانیکہ شخص ان فضائل کو ... ... مین ... ... اسکا قول ... ...

یعنی ابان بن تغلب کہتا ہی کہ سُنا مین نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ فرماتے تھے کہ فرمایا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ
کہ جو یہ چاہے کہ زندگانی مثل میری زندگانی کے کرے اور موت اُسکی مثل میری موت کے ہو اور اُس جنت عدن مین
کہ جسے خدا نے اپنے دست قدرت سے بنایا ہی داخل ہو تو اُسے چاہیے کہ دوست رکھے علی ابن ابیطالب کو اور اُنکے دوست کو
دوست رکھے اور اُنکے دشمن سے دشمنی کرے اور تسلیم کرے اور اعتقاد رکھے اُنکے اوصیاؤن کے ساتھ جو اُنکے بعد ہونگے
پس تحقیق کہ وہ سب میری عترت ہین اور میرے خون اور گوشت سے ہین اور خدا نے اُنھین میرا ادراک و علم عطا کیا ہی اور
مین شکوہ اپنے خدا کی طرف اُنکی امت سے کرونگا جو اُنکی فضیلتون کے منکر ہین اور میری قرابت وصلہ کو اُنکے حق مین قطع
کرنے والے ہین اور خدا جانتا ہی اور اُسکے علم مین ہی کہ وہ اشخاص قتل کرینگے میرے فرزند کو خدا کبھی اُنھین میری شفاعت نصیب
نکرے پس یقینی یہ ثابت ہی کہ آنحضرت کے اُن فضائل کا منکر جو ثابت ہین وہ دائرہ ایمان سے باہر ہی بلکہ منکر اور رد کرنے والا
ہر حکم کا اُنکے احکام ثابتہ سے بلکہ اُنکے شیعون کے بھی احکام سے جو اُنکے حکم سے حکم کرین اِس حکم مین مشارک ہی فضائل کے انکار کی
تخصیص بیکار ہی کیونکہ حدیث صحیح مین مروی ہی کہ فرمایا فاذا حکم بحکمنا فالراد علیہ کالراد علینا والراد علینا کالراد علی اللہ وھو علی
حد الشرک باللہ اور نہ انکار کرنا اُن فضائل سے جو مروی ہین اور اُنکے اثبات و یقین و تواتر کے پایہ تک نہین پہونچے از قبیل احتیاط
فی الدین ہی جیساکہ اخبار مین وارد ہی من ترک الشبہات نجی عن المحرمات اور جزم و یقین جو اُن خصوصیات سے نہین کرتے وہ
اِس جہت سے ہی کہ مسائل اصول اعتقادیہ مین علم قطعی درکار ہی اور اخبار احاد پر عمل کرنا اور اُنکے مفاد پر یقین کرنا بالاتفاق نہین چاہیے
خصوصًا جبکہ خبر ضعیف سے ماثور ہو لیکن کبھی ایسا ہوتا ہی کہ علماے دین مناقب و فضائل مین توسع کو کام مین لاتے ہین تواتر
معنوی کی امید پر اور اخبار اہل خلاف کو اپنی کتابون مین درج کرتے ہین تاکہ دلیل الزامی خصم پر قائم ہو نہ اِس راہ سے کہ اخبار احاد
اصول اعتقاد مین محل اعتماد ہین لیکن بعد تحقیق پس یہ ہی کہ فضائل سب احکام و مسائل کے ساتھ متساوی ہین اِس امر مین کہ
اُنکی بھی سندون سے تعرض کرین اور رجال کی تنقید اور احوال سند کی تحقیق کرین پس جو خبر واحد کہ متصل الاسناد نہو وہ
اصول اعتقادیہ مین کام نہین آتی اور جب اسکا یہ حال ہی تو جسمین ارسال اور اہمال ہو یا راوی غالی ہو یا قالی ہو جیساکہ بعض مدعیان
کمال سے ایسا ادعا ظاہر ہوتا ہی کیا کام آئیگا اور اِس جگہ پر ذکر کرنا اُس حدیث کا کافی ہی جو ابراہیم بن ابی محمود سے ماثور ہی کہ کہا اُنھون نے
کہ مین جناب امام رضا علیہ السلام کی خدمت مین گیا اور عرض کیا مین نے کہ یا ابن رسول اللہ بدرستیکہ ہم تک احادیث فضائل
مین امیر المومنین اور اہلبیت طاہرین علیہم السلام کی اُنکی مخالفین کی روایت سے پہونچتی ہین کہ ہمنے اُنھین حضرات سے نہین
پہونچایا ہی آیا اُسپر ہم اعتقاد کرین یہ سنکر حضرت نے فرمایا کہ ای ابن ابی محمود تحقیق کہ مجھے خبر دی ہی میرے والد بزرگوار نے اپنے
اباے طاہرین سے اور اُنھون نے اپنے نانا سے اِسطرح کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ من اصغی الی ناطق فقد عبدہ یعنی جو شخص کہ کسی کلام
کرنے والے کے کلام پر کان رکھے اُسنے تحقیق کہ اُسی کی عبادت کی ہی فان کان الناطق عن اللہ عز و جل فقد عبد اللہ وان کان الناطق عن
ابلیس فقد عبد ابلیس یعنی پس اگر وہ کلام کرنے والا خدا کی جانب سے کلام کرتا ہی اور کہتا ہی تو اُسنے خدا کی عبادت کی ہی اور اگر وہ

شیطان

شیطان کی طرف سے حکایت کرتا ہی تو بہ تحقیق کہ اُسنے ابلیس کی پرستش کی ہی بعد اُسکے جناب امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ ای ابن ابی محمود بدرستیکہ ہمارے مخالفین نے کتنی ہی حدیثین ہمارے فضائل مین بنائی ہین اور انھین تین قسم پر کیا ہی ایک قسم اُسمین سے وہ اخبار ہین جو غلو پر دلالت کرتے ہین دوسری قسم اُسمین سے وہ اخبار ہین جو ہمارے بارے مین تقصیر پر دلالت کرتے ہین تیسری وہ قسم ہی جسمین ہمارے دشمنون کے مطاعن کی تصریح ہی اور یہ اسلیے ہی کہ جب کلمات غلو کو لوگ سُنین تو ہمارے شیعون کی تکفیر کرین اور اُنکو نسبت دین طرف اِس بات کے کہ شیعہ ہمارے خدا ہونے کے قائل ہین اور جب تقصیر کے کلمات سُنین تو اُنکا اعتقاد اُسکے ساتھ مستحکم ہو اور جب ہمارے دشمنون کے مطاعن سُنین تو ہمکو بھی نام بنام بُرا کہین جیساکہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہی ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدوا بغیر علم ای ابن محمود جبکہ مردم راست و چپ چلین تو اُسوقت تو ہمارے طریقہ کو لازم پکڑ اور ہماری راہ پر چل بدرستیکہ جو ہماری راہ پر چلنا اپنے اوپر لازم کریگا ہم اُس سے جدا نہونگے اور جو ہمارے طریقے سے مخالفت کریگا ہم اُس سے جدائی کرتے ہین بدرستیکہ کم سے کم وہ چیز جسکے باعث سے آدمی دائرۂ ایمان سے باہر نکل جاتا ہی یہ ہی کہ سنگریزے کو لے اور کہے کہ یہ گٹھلی ہی اور اُسکے ساتھ یقین کرے اور جو اِس سے مخالفت کرے اُس سے وہ بیزار ہو یا ابن ابی محمود احفظ ما حدثتک فقد جمعت لک فیہ خیر الدنیا والاخرۃ یعنی ابن ابی محمود یاد رکھ اور محافظت کر اُسکی جو مین نے اُسوقت تیرے اوپر حدیث بیان کی ہی اور تقریر کی ہی پس بدرستیکہ مین نے اِس بیان مین تیرے لیے دنیا و آخرت کی نیکی کو جمع کر دیا ہی جناب اخوند صاحب نے اِس خبر کی نقل کرنے کے بعد فرمایا ہی کہ یہ بھی جو اعتقاد کرنے سے اُن فضائل کے جو مخالفین کی روایات منفردہ سے ماثور ہین وارد ہوئی ہی یہ منافی اِسکو نہین ہی کہ اُنکے رد کرنے مین اُن روایات سے احتجاج جائز ہی کیونکہ اُنکے شبہات کے رد کرنے مین اُنکی نقل کرنے کی طرف ضرورت داعی ہوتی ہی پس اس جگہ سے ظاہر ہوا کہ ہر چیز پر اعتماد اور اعتقاد کرنا نہین چاہیے اور اہمال و ارسال جو روایت کی سند مین جہل حال راوی اور رد روایت کا باعث ہوتا ہی وہ باوصف اِس احتمال کے کہ وہ مخالف ہی کسطرح اعتماد کا محل مخصوص اعتقاد مین ہو سکتا ہی اور اگر یہ حدیث کہ نزلونا عن الربوبیۃ وقولوا فینا ماشئتم اِسپر دلالت کرتی تو پھر یہ کیونکر ہوتا کہ مخالفین اور غالین کے روایات طرح کیے جاتے ولیکن جو اخوند صاحب نے فرمایا ہی کہ بعضے علمانے سہو کرنے کی نفی کو پیغمبر و امام سے غلو کے درجات سے جانا ہی پھر واقع مین تو یہ ہی کہ یہ بات بھی بسبب غفلت کرنے کے ادلہ عقلیہ و سمعیہ سے کہ جو معارض اُن روایات کی تعیین جنسے تجویز سہو کی معلوم ہوتی ہی سرزد ہوئی جیساکہ کتاب نبوت مین بمقام تنزیہ الانبیا اِسکا ذکر مفصلاً ہم کر چکے ہین ولیکن علم غیب اور علم ما کان و ما یکون کی نفی کرنا پس یہ مسئلہ بھی بسط کلام کا محتاج ہی اِسلیے یہان پر دفع اوہام اور تحقیق مرام کو جو جناب سید سند نے افادہ فرمایا ہی خلاصہ اُسکا نقل کیا جاتا ہی جاننا چاہیے کہ فاضل رشتی نے اپنے بعض معاصرین کی رد مین کہا ہی کہ انھون نے افراط کی ہی اور کہتے ہین کہ امام ایک لونڈی کو بھی نہین جانتے کہ گھر کے گوشون سے وہ کس گوشہ مین ہی اور جبل اور پاک پانی مین فرق نہین کر سکتے اور جب امام حسین علیہ السلام سرزمین کربلا پر وارد ہوے تو اُس زمین کا نام پوچھتے تھے کہ کیا ہی پس مین نے اُسکے جواب مین

کہا کہ اگر مجرد پوچھنا جہل وعدم علم کی دلیل ہو تو حق تعالی کا حضرت موسی سے یہ سوال فرمانا کہ ما تلک بیمینک یا موسی اور
فرمانا حضرت عیسی سے کہ یا عیسی انت قلت للناس اتخذونی وامی الٰہین العیاذ باللہ دلیل جہل کی ہو حالانکہ اسکے علم کی نسبت
کسی کو مجال انکار سے نہین ہے کہ وہ ہر چیز کو جانتا ہے اسی طرح وہ حضرات بھی کوئی چیز عالم تکوین مین نہین ہے مگر سب کو وہ جانتے ہین
خواہ وہ امور گذشتہ ہون یا آئندہ ہون مگر جو کچھ کہ عالم امکان مین ہے اسے البتہ جب تک خدا اسکا علم انہین عطا نہین فرماتا نہین
جانتے انتہی کلامہ واضح ہو کہ کلام فاضل رشتی مین حیف ومیل ہے یعنی مبالغہ سے خالی نہین ہے کیونکہ علم غیب کی نفی
ضروری ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ اگر بے اسکے کہ حق تعالی انحضرات کو تعلیم فرمائے خود یہ کسی چیز کو عالم تکوین یا عالم امکان سے جانتے ہین
تو محال ہے کیونکہ جناب صاحب العصر والزمان علیہ السلام کے فرمان واجب الاذعان مین جو محمد بن علی ابن ہلال کرخی کے لیے
تمالیون کی رد مین صادر ہوا ہے صاف وارد ہے یا محمد بن علی تعالی اللہ عزوجل عما یصفون سبحانہ وبحمدہ لیس نحن
شرکائہ فی علمہ ولا فی قدرتہ بل لا یعلم الغیب غیرہ کما قال فی محکم کتابہ تبارک وتعالی قل لا یعلم من فی السموات والارض
الغیب الا اللہ وانا وجمیع ابائی من الاولین آدم ونوح وابراھیم وموسی وغیرھم من النبیین ومن الآخرین محمد صلی اللہ علیہ
وآلہ وعلی ابن ابی طالب والحسن والحسین وغیرھم ممن مضی من الائمۃ صلوات اللہ علیہم اجمعین الی مبلغ ایامی ومنتہی عصری الی قولہ واشہد
کل من سمع کتابی ہذا انی بری الی اللہ والی رسولہ ممن یقول اننا نعلم الغیب او نشارک اللہ فی ملکہ او یحلنا محلا سوی المحل الذی رضیہ اللہ لنا وخلقنا لہ الحدیث
پھر علم غیب کا ثابت کرنا اس معنی سے کہ بدون تعلیم الٰہی کسی چیز کو جانتے ہین بالضرور باطل ہے ولیکن تعلیم الٰہی یا تعلیم منجانب
خدا الیس اگرچہ متعدد احادیث اس مضمون پر مشتمل کہ حضرات کو ماکان ومایکون کا علم حاصل تھا وارد ہوئی ہین اور ظاہر ان
احادیث کا یہ ہے کہ بالفعل جملہ علوم ہر وقت مین انحضرات کے لیے حاصل تھے لیکن یہ عموم البتہ محل نظر ہے جناب آخوند صاحب نے
کتاب بحار مین شیخ مفید علیہ الرحمہ سے بذریعہ کتاب المسائل نقل کیا ہے کہ انھون نے فرمایا اقول ان الائمۃ من آل محمد قد کانوا
یعرفون ضمایر بعض العباد ویعرفون ما یکون قبل کونہ اور یہ کلام شیخ مفید کا عموم علم کے لیے مفید نہین ہے اور ملا صالح نے ہر چند شرح
کافی مین بعض بعض مقام پر عموم علم کا ادعا کیا ہے لیکن غالب یہ ہے کہ وہ بھی ماول ہے اور از قبیل اسکے ہے کہ بیان مین مسامحہ کیا ہے
یا اجمال ہے کہ اسکی تفصیل کو محمول بعض گمان پر کیا ہے اور اسپر دلیل ہے کہ انھون نے شرح کافی مین فرمایا ہے وینبغی ان یعلم ان علمہ
تعالی ثلثۃ اقسام قسم مختص بہ سبحانہ ولا یطلع علیہ احد من عبادہ وقسم محتوم اظہرہ للانبیاء والاوصیاء لا مرد لہ ولا
تبدیل وقسم غیر محتوم یجری فیہ البداء وھذا کثیرا یظہرہ جل شانہ فی وقتہ لخلیفتہ فاذا اظہرہ صار محتوما یعنی سزاوار یہ ہے کہ
جانا جائے کہ حق تعالی کا علم تین قسم پر ہے ایک قسم اس سے وہ ہے جسکا علم خدا کے ساتھ مختص ہے اور اسپر کسی کو اسنے اپنے بندون
مین سے مطلع نہین کیا اور دوسری قسم وہ ہے کہ محتوم ہے اور اسے انبیا واوصیا پر ظاہر فرمایا ہے اور تغیر وتبدل کی اسمین گنجائش
نہین ہے اور ایک قسم اس سے غیر محتوم ہے کہ اسمین بداء جاری ہوتا ہے اور اس قسم کو اکثر حق تعالی ظاہر فرماتا ہے ہر چیز کو
اسکے وقت پر امام زمان کے اوپر اور یہ جب ظاہر ہو جاتا ہے تو محتوم کے حکم مین ہو جاتا ہے انتہی محصل کلامہ اور غرض انکے

کلام کی نقل کرنے سے اِس مقام پر یہ ہی کہ اس سے ظاہر ہی کہ عموم اُنکے نزدیک بھی ثابت نہین ہی اور جو روایات کہ علوم
ماکان ومایکون کی تصریح مین وارد ہوئی ہین اُنکے عموم کو بہت معارض موجود ہین پہلے یہ کہ شیخ محمد بن یعقوب کلینی
علیہ الرحمہ نے ایک باب کتاب کافی مین اور جناب اخوند مجلسی نے کتاب بحار مین اُسکے بیان مین معقود کیا ہی کہ ائمہ علیہم السلام
علوم ہر شب جمعہ کو زیادہ ہوتے ہین اور کلینی علیہ الرحمہ نے اپنی اسناد سے اُس باب مین ابو یحیی سے کہ اُنہنے جناب امام جعفر صادق
علیہ السلام سے روایت کی ہی کہ آنحضرت نے فرمایا کہ یا ابا یحیی ان لنا فی لیالی الجمعۃ لشانا من الشان یعنی ای ابو یحیی بدرستیکہ
خاص ہمارے واسطے شبہاے جمعہ کو ایک حالت ہوتی ہی حالات سے وہ کہتا ہی کہ مین نے عرض کیا ما ذلک الشان
یعنی وہ حالت اور شان کیا ہی فرمایا یہ سُنکر کہ پیغمبرون کی ارواح کو اور جو اوصیا گذر گئے ہین اُنکی ارواح اور جو وصی
کہ تم مین موجود ہی اُسکی روح کو خدا کی طرف سے اجازت دی جاتی ہی کہ اوپر آسمانون کی طرف جاوین یہان تک کہ
عرش پروردگار تک پہونچین اور عرش کے گرد سات شوط طواف کرین اور ہر قائمہ کے پاس عرش کے قائمون سے
دو رکعت نماز کی ادا کرین بعد اسکے پھر اُن بدنون کی طرف پھرین جسمین رہتے تھے پس صبح کرتے ہین انبیاء و اوصیا اُس
حال مین کہ اُنکے سینے سرور و خوشی سے بھرے ہوتے ہین ویصبح الوصی الذی بین ظہرانیکم وقد زید فی علمہ مثل الجم الغفیر
اور دوسری روایت مین آنحضرت سے وارد ہی کہ فرمایا فلا ترد ارواحنا الی ابداننا الا بعلم مستفاد ولولا ذلک لانفدنا
یعنی جو وصی رسول خدا کا کہ اپنے زمانے مین تم مین موجود ہوتا ہی وہ بھی صبح کرتا ہی اسطرح کہ بہت کچھ اُسکے علم مین زیادہ ہو جاتا ہی
اور دوسری روایت مین جو ہی اُسکا حاصل یہ ہی کہ بس نہین پھرتین روحین ہماری اپنے بدنون کی طرف مگر اُس علم کے ساتھ
جسکا شب جمعہ کو استفادہ کیا ہی اور اگر ایسا نہوتا تو ہمارے علوم بھی تمام ہو جاتے اور وجوہ علم حضرات کے بہت ہین
دوسرے وہ معارض ہی جو کلینی نے دوسرے باب مین جسے اس قول سے اپنے معنون کیا ہی لولا ان الائمۃ یزدادون
لنفد ما عندہم صفوان بن یحیی سے روایت کی ہی کہ کہا اُنہنے کہ سُنا مین نے حضرت ابی الحسن علیہ السلام سے کہ فرماتے تھے سنا مین نے
حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ فرماتے تھے لولا انا نزداد لانفدنا یعنی اگر ہمارے علوم روز بروز زیادہ ہوتے
نہ رہتے تو تمام ہو جاتے اسی طرح روایت صحیحہ ذریح محاربی کی حضرت صادق سے اور روایت صحیحہ زرارہ کی حضرت ابی جعفر سے
اسپر دلالت کرتی ہین اور اِس روایت کے آخر مین یہ بھی ہی کہ زرارہ کہتے ہین کہ مین نے عرض کیا کہ آیا یہ ہو سکتا ہی کہ آپکے
علم مین زیادہ کیا جاوے کچھ جو پیغمبر خدا کے علم مین نہ تھا فرمایا کہ آگاہ ہو کہ اگر ایسا اتفاق ہوتا ہی تو پہلے علم اُسکا پیغمبر خدا پر
عرض کیا جاتا ہی بعد اُسکے ائمہ ہادی پر واحداً بعد واحد عرض کیا جاتا ہی یہان تک کہ ہم تک پہونچتا ہی اور اسی طرح مرسلہ یونس
مین بھی اور اُسکے آخر مین بعد مضمون آخر حدیث زرارہ کے وارد ہی لکیلا یکون آخرنا اعلم من اولنا تیسرے وہ معارض ہی
جو کافی مین ماثور ہی قال قلت لابی عبد اللہ علیہ السلام متی یعرف الاخیر ما عند الاول قال فی آخر دقیقۃ یبقی من روحہ اور اسی مضمون کے
دو اور بھی حدیثین ہین چوتھے وہ معارض ہی جو کافی مین باب نادر مین ذکر غیب کے مذکور ہی قال سال ابا الحسن علیہ السلام

رجل من اهل فارس فقال العیب فقال قال ابوجعفر یبسط لنا العلم فنعلم و یقبض عنا العلم فلا نعلم
شارح قزوینی نے کہا ہی کہ فلا نعلم ما لا یحتاج الی علمہ پانچوین معارض وہ خبر ہی جسے فاضل رشتی نے طعن کی راہ سے
اپنے معاصرین زمانہ پر انکی طرف اسناد کرکے ذکر کیا ہی کہ وہ حضرت نہین جانتے تھے کہ انکی لونڈی کس گوشے مین گوشہ ہاے
خانہ کے ہی پھر یہ قول بعض معاصرین کا نہین ہی بلکہ وہ مضمون اُس حدیث کا ہی جسے ثقۃ الاسلام محمد بن یعقوب کلینی نے کتاب
کافی مین باسناد اپنے سُدیر راوی سے روایت کی ہی کہ اُسنے کہا مین اور ابو بصیر اور یحیٰی بزار اور داؤد بن کثیر حضرت امام
جعفر صادق علیہ السلام کی مجلس مین حاضر تھے کہ ناگہان محل سرا کے اندر سے وہ حضرت باہر ہماری طرف رونق افروز ہوے
اسطرح کہ آثار غضب و غصہ کے چہرۂ اقدس پر ظاہر تھے پس آنکر بیٹھے اور فرمایا یا عجباہ لاقوام یزعمون انا نعلم الغیب ما یعلم
الغیب الا اللہ عزوجل یعنی بڑے تعجب کا امر اُس قوم کا ہی جو یہ گمان کرتے ہین کہ ہم غیب کے جاننے والے ہین غیب کو کوئی خداے
عزوجل کے سواے نہین جانتا فاضل قزوینی نے اسکی شرح مین کہا ہو ھذا یبطل قول الزنادقۃ والملاحدۃ الصوفیۃ حیث زعموا
ان صاحب النفس القدسیہ و صاحب الریاضۃ والمکاشفۃ لعلم جمیع الاشیاء ضرورۃ یعنی یہ ارشاد فرمانا حضرت کا زندیقون کے اور جو
ملحدین صوفیہ سے ہین کہ وہ یہ گمان کرتے ہین کہ صاحب نفس قدسیہ یا صاحب ریاضت اور صاحب مکاشفہ ہر چیز کو بالضرور
جانتا ہی اُس سے بخوبی باطل کرتا ہی بالجملہ اُس ارشاد کے بعد فرمایا کہ لقد ھممت بضرب جاریتی فہربت منی فما علمت فی ای بیوت الدار ھی
یعنی مین نے اُسوقت قصد اس امر کا کیا کہ لونڈی کو مارون وہ مجھسے بھاگ گئی پھر مین نے نہ جانا کہ وہ کس گوشے مین گوشہ ہاے
خانہ سے ہی سُدیر کہتے ہین کہ جب وہ حضرت اپنے مقام سے اُٹھکر اپنے دولت خانہ مین داخل ہوے تو مین اور ابو بصیر حضرت کی
خدمت مین گئے اور عرض کیا کہ ہم آپ پر سے قربان ہون سنا ہمنے کہ آپ لونڈی کے لیے کیا کیا فرماتے تھے اور ہم یہ کہتے ہین
کہ آپ بہت علم رکھتے ہین اور ہم آپ کو علم غیب کے ساتھ نسبت دیتے ہین یہ سنکر فرمایا کہ اے سدیر تونے قرآن کو پڑھا ہی مین نے
عرض کیا ہان فرمایا کہ آیا کتاب الٰہی مین تو نے یہ آیہ پایا ہی کہ حق تعالیٰ فرماتا ہی قال الذی عندہ علم من الکتاب انا اتیک بہ قبل ان
یرتد الیک طرفک مین نے عرض کیا کہ فدا ہون آپ پر سے یقینی پڑھا ہی مین نے فرمایا کہ پھر پہچانا ہی تو نے اس قول کے کہنے والے کو
اور جانتا ہی تو کہ علم کتاب سے کسقدر اُسکے پاس تھا مین نے عرض کیا کہ آپ فرماوین فرمایا کہ بقدر ایک قطرے کے جو دریاے اخضر کے
پانی سے لیا جاے پھر کیا نسبت ہی اُسے علم کتاب سے سُدیر کہتے ہین کہ مین نے عرض کیا کہ بہت کم ہی بعد اُسکے فرمایا کہ یہ بھی تو نے
کتاب اللہ مین پڑھا ہی کہ حق تعالیٰ فرماتا ہی قال کفی باللہ شہیدا بینی و بینکم و من عندہ علم الکتاب مین نے عرض کیا کہ ہان مین قربان
ہون آپ پر سے پڑھا ہی فرمایا کہ جس پاس سب علم کتاب ہو وہ زیادہ جانتا ہی یا جسکے پاس بعض اُس علم سے ہو مین نے عرض کیا
کہ بلکہ جسکے پاس تمام علم کتاب ہوگا وہ زیادہ جانتا ہی یہ نسبت اُسکے کہ جس پاس جز علم ہو یہ سنکر اپنے سینہ مبارک کی طرف اشارہ
فرماکر ارشاد کیا کہ علم الکتاب واللہ کلہ عندنا اور بہت سی احادیث اسپر دلالت کرتی ہین کہ اختصاص علم تمام قرآن کا ائمہ
علیہم السلام کے ساتھ ہی نہ مطلق علم قرآن کا اختصاص ائمہ کے ساتھ جیسا کہ حضرات اخباریہ گمان کرتے ہین اور واضح ہو کہ ان

دونون باتون مین فرق ہی اختصاص علم تمام قرآن کا مطلب یہ ہی کہ جملہ قرآن کا علم مخصوص بائمہ علیہم السلام ہی یعنی بعد جناب
رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ کے کوئی شخص غیر ائمہ ایسا نہین ہی کہ جسے تمام قرآن کا علم ہو بلکہ جتنے جاننے والے ہین وہ کچھ کچھ جانتے
ہین سب نہین سمجھ سکتے اور ائمہ علیہم السلام سب کچھ جانتے ہین اور مدلول احادیث بھی یہی ہی اور مطلق علم قرآن کے اختصاص کے
معنی ائمہ علیہم السلام کے ساتھ جسکا ادعا حضرات اخباریہ فرماتے ہین یہ ہی کہ کوئی خبر قرآن سے خواہ آیات یا الفاظ و مجمل یا محکم
و متشابہ سے نکلے ہون ایسی نہین ہی کہ اسکے معنی کوئی غیر ائمہ علیہم السلام سے جانین مطلق علم قرآن کا مختص بائمہ ہی اور یہ بات
جیسی ہی وہ ظاہر ہی صاحب خبرت و فطنت پر پوشیدہ نہین ہی اور چاہیے کہ یہ بات یاد رکھی جائے فقط پوشیدہ نہ رہے
کہ ہرچند ملا صالح نے شرح کافی مین فرمایا ہی کہ غرض حضرت کی اس تعجب فرمانے سے بہ نسبت انکے جو مدعی غیب دانی کے
آنحضرت کے تھے یہ تھی کہ تا جو جاہل آنحضرت کے خدا ہونے کا وہم کرتے ہین اسے دفع فرماوین والا آن جناب کو جو نکہ
ماکان و مایکون کا علم حاصل تھا پھر یہ کیونکر ہو سکتا ہی کہ جہان لونڈی تھی اسے حضرت نہ جانتے پھر اگر اسپر کوئی شخص یہ کہے
کہ جو تمنے کہا ہی اس سے یہ لازم آتا ہی کہ العیاذ باللہ آنحضرت نے خلاف واقع فرمایا تو ہم اسکے جواب مین کہینگے کہ
کذب اسوقت لازم آتا کہ جب حضرت نے خود بھی توریہ کا ارادہ نہ فرمایا ہو اسطرح سے کہ ما علمت علما غیر مستفاد من اللہ تعالی
والعلم المستفاد فی الحقیقة لیس علما بالغیب کما اشرنا الیہ یعنی جو کچھ کہ مین جانتا ہون وہ غیر اس علم کے نہین ہی کہ جسکا مین نے خدا سے
استفادہ کیا ہی اور جو علم کہ خدا سے استفادہ ہوا ہی وہ حقیقت مین علم غیب نہین ہی جیسا کہ ہمنے اسکی طرف اشارہ کیا ہی اور سدیر کا
قول کہ فلما ان قام من مجلسہ یہ دلالت کرتا ہی اسپر کہ جو کچھ حضرت نے فرمایا وہ بعض حاضرین مجلس سے تقیہ کی راہ سے تھا
والا چاہیے تھا کہ سدیر وغیرہ اسی مجلس مین آنحضرت سے پوچھتے انتہی محصل کلامہ لیکن منافات اس حدیث کے علم ماکان
و مایکون سے مبنی اسپر ہی کہ مراد جمیع علوم کی فعلیت ہو یعنی ہر وقت ماکان و مایکون کا علم حاصل رہتا ہی اور وہ ممنوع ہی بلکہ مراد
قوت قریبہ من الفعل ہی یعنی جسوقت ضرورت ہو رجوع کی طرف علوم کے اسوقت ماکان و مایکون کو جان سکتے ہین کیونکہ انکے
علوم کی بہت جہتین ہین اور وہ متمکن ہین اسپر کہ جسقدر اور جو کچھ چاہین اور جسوقت چاہین اسے جان سکتے ہین اور اسی جگہ سے ہی
جو فاضل قزوینی نے شرح عربی مین ذیل فقرہ حدیث مین کہا ہی ولا ینافی ذلک کون مثل ہذا ممکن العلم بالاستنباط من
القرآن کما یجی فی احادیث الباب الآتی یعنی یہ جو حضرت نے فرمایا یہ ارشاد اسکے منافی نہین ہی کہ مثل ایسے شخص کے جو ہو اسے ممکن ہو
کہ علم کو قرآن سے استنباط کر سکے جیسا کہ آئندہ کی احادیث مین آتا ہی و لیکن حصر ثابت نہین ہی پھر تقیہ پر حمل کرنے کی کیا ضرورت ہی
ہان تقیہ کا حکم کرنا مطلقا علم غیب کی نفی مین اس حیثیت سے کہ علم مستفاد من اللہ کی بھی اس سے نفی لازم آئے یہ نظر
بعض فقرون کے سیاق کے عجب نہین ہی فتدبر اور اس مطلوب کو جو ملا صالح مرحوم نے خود کہا ہی وہ بھی مؤید ہی کیونکہ
انھون نے فرمایا ہی کہ خدا کا علم تین قسم پر ہی ایک وہ علم جو خدا کے ساتھ مختص ہی اور کسی بندے کو اسپر مطلع نہین فرمایا دوسرا
وہ جو محتوم ہی کہ اسمین بداء کو مجال نہین ہی اور اس سے انبیاء و اوصیا کو تعلیم فرمایا ہی اور اسمین تبدیل کی گنجائش نہین ہی اور ایک

قسم اُس سے غیر محتوم ہی کہ اُسمین بدا جاری ہوتا ہی اور اُسے ہر خبر لی اور ہر فرد کو اپنے خلیفہ زمین کے لیے اُنکے اوقات پر بیان فرماتا ہی اور ظاہر فرمانے کے بعد وہ بھی محتوم ہو جاتا ہی اور گویا کہ قسم اول سے اُنھون نے اشارہ کیا ہی مضمون کی طرف اُس روایت کے جسے بحار الانوار مین اخوند صاحب نے نقل کیا ہی اور صدر روایت مین اصبغ بن نباتہ کے کہ کہا اُسنے کہ سنا مین نے جناب امیر علیہ السلام سے کہ فرماتے تھے ان اللہ عندہ علم الساعۃ وینزل الغیث ویعلم ما فی الارحام ما تدری نفس ما ذا تکسب غدًا وما تدری نفس بای ارض تموت ولہ علم قد اطلع علیہ ملائکتہ فقد اطلع علیہ محمد وال ویعلمہ الکبیر فیہا والصغیر الی ان تقوم الساعۃ یعنی بدرستیکہ خدا کے پاس ہی علم قیامت کا اور وقت باران کا اور جانتا ہی وہ جو مان کے پیٹ مین ہی اور کوئی نفس نہین جانتا کہ کل کے روز وہ کیا بہم پہونچائیگا اور کوئی شخص نہین پہچانتا کہ کس زمین پر مریگا یہ آیت کے معنی کا محصل ہی بعد اسکے فرمایا کہ خدا کے واسطے وہ علم ہی کہ اُسپر فرشتون کو اپنے مطلع فرمایا ہی اور جو اُس سے مشابہ ہی پس بدرستیکہ اسپر محمد وآل محمد کو مطلع فرمایا ہی اور ہمارے بڑے اور چھوٹے اُسے جانتے ہین روز قیامت تک اور اس روایت کے اس مضمون پر چند روایات دلالت کرتی ہین لیکن وہ معارض اُن روایات سے ہی جو اس بات پر دلالت کرتی ہین کہ انحضرات کو بلاؤن کا اور موتون کا علم تھا اور ایسے مقام پر یقینی حکم کسی ایک جانب مین نہین کر سکتے مگر یہ کہ احتمال کی راہ سے کچھ کہین اسی لیے جناب اخوند صاحب نے اس مقام پر چند احتمال ذکر کیے ہین پہلے یہ کہ جو اس روایت مذکور مین یا اسکے امثال مین واقع ہی کہ خدا کے سوا کسی کو ان امور کا علم نہین اُس سے مراد یہ ہو کہ ان امور کی خصوصیت وقت کا علم خدا کے سوا اور کسی کو نہین ہی اور حضرات کو جب خدا کسی کے مرنے کی خبر دیتا ہی تو اُسوقت بھی وہ دقیقہ آخر ساعت حیات سے امام پر بھی ظاہر نہین ہوتا اور اسی طرح ملک الموت پر بھی دوسرے یہ کہ اُسکا علم حتمی خدا کے سوا دوسرے کو میسر نہین ہی اور جو کچھ کہ خبر دیتے ہین بدا کا احتمال اُسمین بھی ہی تیسرے یہ کہ مراد اُس سے یہ ہو کہ مرنے کے وقت کو بے خدا کے بتائے کوئی نہین جانتا اور اسکی تخصیص کی علت شاید یہ ہو کہ اُسمین امر ظاہر بہت ہی یا کوئی اور بات ہو چوتھے یہ ہی کہ حق تعالی نے کسی کو خلق سے اپنی ان امور پر بروجہ کلی اسطرح کہ اُسمین بدا کی گنجائش نہو مطلع نہین فرمایا بلکہ اُسکا علم بروجہ حتم وجزم کسی کو نہین دیتا مگر جبکہ اُسکے حاصل ہونے کا زمانہ قریب ہوتا ہی مثل شب قدر کے یا اُس سے بھی زیادہ قریب یہ کہکر اخوند صاحب نے فرمایا ہی کہ یہ ایسی توجیہ اور وجہ قریب ہی کہ بہت سی احادیث اُسپر دلالت کرتی ہین کیونکہ ضرور ہی کہ ملک الموت کو وقت خاص معلوم ہو جیساکہ اخبار مین وارد ہی اور اسی طرح جو فرشتے کہ ابر وباران پر مامور ہین ضرور ہی کہ اُنھین وقت خاص نزول باران کا معلوم ہو اور اسی طرح جو ملائکہ کہ مدبر ہین اُنھین اوقات وقوع معلوم ہوا انتہی ملخصًا اور حقیقت یہ ہی کہ یہ سب کلمات دلالت اسپر کرتے ہین کہ عموم علم کا معدوم ہی اور جسے حق تعالی نے صاحب نظر وتامل صحیح کیا ہی اُسپر یہ بات ثابت ہی اور حق تعالی اور اولیا اُسکے بڑے جاننے والے ہین اور یہ اختلاف جو شیعون مین بہ نسبت علم ائمہ علیہم السلام کے ہی اسی طرح حضرات اہلسنت مین بھی علم نبی کی نسبت اختلاف ہی چنانچہ مصنف مدارج النبوۃ نے اُسی کتاب مین کہا ہی کہ مشہود درمیان مردم یہ ہی کہ مراد قول خدا سے

قل الروح من امر ربی یہ ہی کہ پروردگار عالم تمہاری روح کو جانتا ہی کہ وہ کیا ہی اور اسکی حقیقت کو غیر خدا کوئی نہین جان سکتا
اور حق یہ ہی کہ اس آیت مین کوئی دلیل اسپر نہین ہی کہ حق تعالی نے اپنے حبیب صلعم کو بھی ماہیت روح پر مطلع نہین فرمایا بلکہ
محتمل یہ ہی کہ مطلع فرمایا ہو اور یہ حکم نہ فرمایا ہو کہ اور کسی کو آگاہ اسپر فرماوین اور بعضے علماے علم قیامت کی بہ نسبت بھی ایسا ہی
کہا ہی واللہ اعلم چھٹے معارض وہ ہی جو محمد بن یعقوب کلینی نے بذریعۂ اپنی رواۃ کے عمار ساباطی سے روایت کی ہی کہ کہا
اُسنے کہ مین نے امام علیہ السلام سے سوال کیا کہ آپ علم غیب رکھتے ہین فرمایا کہ نہین لیکن جب خداوند عالم چاہتا ہی کہ کسی
چیز سے اُسے مطلع فرماے تو اُسے اعلام فرماتا ہی الحدیث واضح ہو کہ غیب کے اخبار جو انبیا و اوصیا کے معجزات پر دلالت کرتے ہین
غرض اس سے وہ غیب ذاتی ہی جو باعتبار اعلام الٰہی ہوتی ہی پھر حقیقت مین وہ غیب اضافی ہی نہ حقیقی شیخ مفید فرماتے ہین
کہ ائمہ علیہم السلام بعض بندون کے ضمائر پر اور جو چیز کہ ہونے والی تھی اُسے جانتے تھے ولیس ذلک بواجب فی صفاتھم ولا شرطا فی
امامتھم ولیس کذلک بواجب عقلا اور سمعیہ کی راہ سے ہم قائل ہین لیکن بقول مطلق نہ کہنا چاہیے کہ انہم یعلمون الغیب کیونکہ یہ کلام اچھا
نہین ہی بلکہ مشتمل ہی فساد پر اسواسطے کہ اس عنوان کا مستحق نہین ہو سکتا حقیقت مین مگر وہ شخص کہ بذات خود اپنی اشیا کو جانتا ہو
نہ بذریعۂ علم کہ جو مستفاد ہو اور ایسا شخص نہین ہی مگر خداوند عالم اور اس قول پر اہل امامت کا اجماع ہی مگر مفوضہ یا غلات انتہی
محصلہ کلامہ اعلی اللہ مقامہ ساتوین وہ معارض ہی جو فریقین کی روایات مین استفاضہ کی حد کو پہونچا ہی کہ جناب پیغمبر خدا نے
حضرت امیر المومنین علی ابن ابیطالب کو ہزار باب علم سے تعلیم فرماے کہ جسکے ہر باب سے ہزار دروازہ علم کا اُن
جناب پر کھلا روی فی البصائر باسنادہ عن مرازم انہ قال قال ابو عبداللہ علیہ السلام علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ علیا الف
باب یفتح کل باب الف باب و عن امیر المومنین علیہ السلام انہ قال انی وسلک ھذا العلم انما علمنیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ پھر ظاہر ہی کہ اگر
جناب امیر علیہ السلام اول سے سب علمون کو جانتے ہوتے تو تعلیم کی حاجت کیون ہوتی آٹھوین معارض قول ہی
خدا تعالی کا جو فرماتا ہی ومن اھل المدینۃ مردوا علی النفاق لا تعلمھم نحن نعلمھم پھر اگر سب کا علم حضرت کو ہوتا تو حق تعالی
کیونکر فرماتا کہ تم اُسے نہین جانتے ہم جانتے ہین اور خود پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ فرماتے تھے جیسا اُس قول کے حضرت کی
حق تعالی حکایت فرماتا ہی کہ ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء اور اکثر اوقات مین حضرت وحی کے
منتظر رہتے تھے جیسا کہ قاضی نور اللہ مرحوم نے فرمایا ہی خلاصہ اُسکا یہ ہی کہ مخفی نہ رہے کہ حضرت پیغمبر خدا ہر شخص کے
دل کی بات پر جمیع احوال مین مطلع نہوتے تھے اور اُسپر دلیل یہ ہی کہ عارف شیرازی یعنی شیخ سعدی نے کہا ہی ؎ یکے
پرسید ازان گم کردہ فرزند ؎ کہ ای روشن روان پیر خردمند ؎ ز مصرش بوے پیراہن شمیدی ؎ چرا در چاہ
کنعانش ندیدی ؎ بگفت احوال ما برق جہان ست ؎ دمے پیدا و دمے دیگر نہان ست ؎ گہے بر طارم اعلی نشینم ؎
گہے بر پشت پاے خود نبینم ؎ اور اصول عقائد دینیہ مین یہ دعوی کسی نے نہین کیا ہی کہ انبیا ضمائر بشر پر جمیع احوال مین
مطلع ہوتے تھے بلکہ اسی کی تصریح کی ہی کہ انبیا علی الاتصال وحی ذو الجلال کے منتظر رہتے تھے اور جو کچھ کہ اُسکے

جواب مین میر یوسف علی نے لکھا ہی حاصل اُسکا تین امر ہین ایک یہ کہ شیخ سعدی مین قدح کی ہی کہ وہ متہم سے تھا دوسرے یہ
کہ وہ حضرت یعقوب کے بارے مین صادق آتا ہی ہمارے پیغمبر خدا کے بارے مین صادق نہین آتا تیسرے یہ کہ بحکم
انا اعلم بما کان وما یکون جیسا کہ خطبۃ البیان مین واقع ہی ظاہرا جو کچھ کہ معراج مین تھا اور ہوگا آنحضرت کو نہ پہونچا غایت
امر یہ ہی کہ مامور نہ تھے کہ بدون صدور وحی کے جو بواسطہ جبرئیل ہوتی تھی اُمت کو پہونچائین بلاشک انتظار وحی کا فرماتے تھے
اور پھر قاضی صاحب نے جو اسکے جواب مین لکھا ہی وہ یہ ہی کہ خطبۃ البیان وغیرہ کی عبارتون سے جو تمنے ثابت کیا ہی یہ حضرت
امیر کو اطلاع ضمائر پر تھی تو اس سے بطریق اولی یہ لازم آتا ہی کہ پیغمبر خدا بھی ایسے ہونگے اُسکا جواب یہ ہی کہ ثبت العرش
ثم النقش کلام اثبات مین ہی اور آپنے ابھی تک نہ اثبات خطبۃ البیان کی صحت کا حضرت امیر علیہ السلام کی طرف کیا
نہ اثبات عموم علم کے ارادے کا جمیع احوال و اوقات مین جو اسکے ظاہر سے آپ سمجھے ہین فرمایا اور مین سابق کے تعقون مین
دونون مقدمون کو منع کر چکا ہون پھر کیونکر اب کہتے ہین کہ خطبۃ البیان کی عبارتون سے اثبات مدعی کا کیا ہی اور جو کچھ
کہ اپنے مقصد الاقصی سے نقل کیا ہی اس سے بھی صلاحیت استدلال کی نہین ہی بلکہ اسکا مولف بھی مثل شیخ موصوف مجہول الحال ہی
حالانکہ فقیر کے اسناد شیخ سعدی کی طرف اس حیثیت سے ہی کہ اسکا شعر قصہ حضرت یوسف کو متضمن ہی کہ جو احسن القصص مین مذکور
ہوا ہی اور چونکہ حضرت یوسف کا جو قصہ قرآن مین مذکور ہی بہت طول رکھتا ہی اسلیے بطور تذکرہ اس شعر پر اقتصار کیا ہی پھر حقیقت مین
شیخ سعدی کے شعر کے ذریعہ سے مضمون کلام الہی سے استدلال کیا ہی پس جو تعجب کہ آپنے شیخ سعدی سے سند لانے پر
فرمایا ہی وہ خود محل تعجب ہی اور جناب سید سند نے فرمایا ہی کہ بڑے مقامات جو نزول وحی کے تھے وہان حضرت کا انتظار
وحی کے لیے علم حاصل کرنے کے لیے ہوتا تھا نہ اسلیے کہ تبلیغ رسالت کی اجازت ہولے تو فرماوین ورنہ یہ بات ایسی ہی کہ
جسکی حقیقت متتبع خبیر پر پوشیدہ نہین ہی لیکن بطور نمونہ و یاد دہانی بعض آیات و روایات اسکی اثبات کے لیے بیان ہوتی ہین
حق سبحانہ تعالی فرماتا ہی وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی علمہ شدید القوی مجالس مین ابن عباس سے منقول ہی کہ
انھون نے کہا کہ ایک شب ہمنے نماز عشا پیغمبر خدا کے ساتھ پڑھی جب حضرت سلام کہ چکے تو ہماری طرف متوجہ ہوے
اور فرمایا کہ بہت قریب ہی کہ تم مین سے ایک شخص کے گھر مین آسمان سے ایک ستارہ اُتریگا پس جسکے گھر مین یہ واقع
ہووے میرا وصی اور خلیفہ اور امام میرے بعد ہوگا پھر جب صبح قریب ہوئی تو ہر ایک اپنے گھر مین ستارے کے اُترنے کا
منتظر ہو کر بیٹھا اور سب سے زیادہ جسے اسکی طمع تھی وہ ابن عباس تھے پس صبح ہوئی تو ستارہ علی ابن ابیطالب کے گھر مین
اُترا یہان تک کہ ابو عباس نے کہا کہ فقال المنافقون مثل عبد اللہ بن ابی لقد ضل محمد فی محبۃ ابن عمہ وما ینطق فی شانہ
الا بالھوی وغوی فانزل اللہ تبارک وتعالی والنجم اذا ھوی ما ضل صاحبکم وما غوی وما ینطق عن الھوی
الا یا ب اور جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر مین منقول ہی کہ فرمایا ما ضل فی علی وما غوی وما ینطق
عن الھوی وما کان قالہ فیہ الا بالوحی الذی اوحی الیہ اور حق تعالی نے سورہ کہف مین فرمایا ہی ولا تقولن لشیء انی فاعل

ذلک غدًا الا ان یشاء اللہ کتاب تقیہ مین جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے اسکی تفسیر مین وارد ہی کہ ان رسول
اللہ علیہ وآلہ اتاہ ناس من الیہود فسألوہ عن اشیاء فقال لہم تعالوا غدًا احدثکم ولم یستثن فاحتبس جبرئیل عنہ اربعین
یومًا ثم اتاہ وفی روایۃ فاحتبس الوحی علیہ اربعین یومًا حتی اغتم وشک اصحابہ اور جناب سید ابن طاؤس نے
حدیقہ مین فرمایا ہی حافظ رجب نے مشارق الانوار مین ابن عباس سے روایت کی ہی قال جاء رجل الی رسول اللہ
فقال یا رسول اللہ ینفعنی حب علیؑ فی معادی فقال لہ النبی لا اعلم حتی اسأل جبرئیل فنزل جبرئیل مسرعًا فقال لہ النبی
یا جبرئیل ینفع ھذا حب علی فقال لا اعلم حتی اسأل اسرافیل ثم ارتفع نسأل اسرافیل لا اعلم حتی اناجی رب العزۃ فاوحی اللہ الی اسرافیل
قل لجبرئیل یقول لمحمد انت منی حیث شئت وانا وعلی منک حیث انت منی ومحبو علی منی حیث علی منک شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے
امالی مین باسناد اپنے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت کی ہی کہ حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ ایک دن
نماز صبح کے لیے تشریف لاے اور نماز کے بعد ارشاد فرمایا معاشر الناس ایکم ینھض الی ثلثۃ نفر آلوا باللات والعزی لیقتلونی
یعنی ای گروہ خلق کون ہی تم مین سے جو تین شخصون کی طرف کفار سے جاوے جنہون نے لات وعزیٰ کی قسم کھائی ہی میرے
مارنے کے لیے وقد کذبوا ورب الکعبۃ قال فاحجم الناس وما تکلم احد فقال ما احسب علی ابن ابیطالب فیکم یعنی بہ تحقیق کہ دروغ کہا ہی انہون نے
قسم ہی پروردگار کعبہ کی راوی کہتا ہی کہ اسکے بعد سب حاضرین خاموش رہے اور کسی نے جواب نہین دیا بعد اسکے فرمایا
کہ مین نہین گمان کرتا کہ علی ابن ابیطالب تم مین ہین فقام الیہ عامر ابن قتادۃ فقال انہ وعک فاستاذن فمضی صار الیہ فاخبر
فخرج کانہ نشط من عقال یعنی بعد اسکے عامر بن قتادہ اٹھکر قریب حضرت کے آیا اور عرض کیا کہ علی ابن ابیطالبؑ تپ شدید مین
مبتلا ہین یہ کہکر حضرت سے اجازت لی اور جناب امیرؑ کی خدمت مین گیا اور جو پیغمبر خدا سے سنا تھا وہ آنحضرت کی
خدمت مین خبر دی پس یہ سنتے ہی وہ حضرت بے تامل ایسے اٹھ کھڑے ہوے کہ گویا قید سے رہائی پائی اور بسرعت
تمام پیغمبر خدا کی خدمت مین اپنے تئین پہونچایا فقال یا رسول اللہ ما ھذا الخبر قال ھذا رسول ربی یخبرنی بکذا وکذا پس
عرض کیا کہ یہ کیا خبر ہی جو مین نے سنی ہی آنحضرت نے فرمایا کہ خدا کا بھیجا ہوا یہ خبر دیتا ہی فقال علیؑ انا لہم سریۃ وحدی
فلبسہ بدرعہ وعممہ وقلدہ سیفہ واکبہ فرسہ فمکث ثلثۃ ایام لا یاتیہ جبرئیل بخبرہ ولا خبر من اھل الارض یعنی حضرت امیرؑ نے
عرض کیا کہ تنہا لشکر کا کام انکے مقابلہ مین کرونگا یہ سننے کے بعد پیغمبر خدا نے اپنا عمامہ اور زرہ آنحضرت کو پہنائی اور اپنی
تلوار کو انکے حمائل فرمایا اور اپنے گھوڑے پر سوار کر کے روانہ کیا اسکے بعد تین روز گذر گئے کہ نہ آسمان سے جبرئیل کچھ خبر لائے
نہ اہل زمین سے کوئی خبر لایا فاقبلت فاطمۃ بالحسن والحسین علیہما السلام علی ورکیہما تقول بعد اسکے جناب سیدہ حسنین
علیہما السلام کو اپنی گود مین لیکر آئین ور پدر بزرگوار کی خدمت مین اپنے عرض کیا کہ اوشک ان یوتم ھذان الغلامان کہ قریب ہی
کہ یہ دونون فرزند میرے یتیم ہو جائین فاسبل النبی یبکی یہ سنکر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ رونے لگے اور آنسو حضرت کی آنکھون سے
گرے ثم قال معاشر الناس من یاتینی بخبر علی ابشرہ بالجنۃ وافترق الناس فی الطلب لعظم ما رأوا بالنبی وخرج العواتق فاقبل عامر

بن قتادہ بیشرہ بعلی بعد اسکے پیغمبر خدا نے فرمایا کہ ای گروہ مردم جو تم مین سے علی ابن ابیطالب کی خبر لاے مین اُسے
بہشت کے ساتھ بشارت دون یہ سنکر حاضرین خبر لانے کی فکر مین اُٹھے اور متفرق ہوے ہر ایک طلب مین خبر کی
سرگرم ہوا بسبب اسکے کہ پیغمبر خدا کو روتا دیکھا تھا یہان تک کہ دختران پردہ نشین بھی قلق کے مارے باہر نکل پڑین
بعد اسکے عامر بن قتادہ باہر گیا اور بہت جلد پھر آیا اور جناب امیر کے پھر کر تشریف لانے کی بشارت پیغمبر خدا کی خدمت
مین دی وھبط جبرئیل علی النبی فاخبرہ بما کان اور جبرئیل آے اور خبر مفصل حضرت کو پہونچائی واقبل امیر المومنین علیہ السلام
ومعہ اسیران وراس وثلثہ ابعرۃ وثلثۃ افراس اور جناب امیر علیہ السلام پہونچے اسطرح کہ دو قیدی اور ایک سر مقتول کا اور تین اونٹ
اور تین گھوڑے حضرت کے ساتھ تھے فقال النبی تحب ان اخبرک بما کنت فیہ یا ابا الحسن پھر حضرت پیغمبر خدا نے فرمایا کہ آیا تم دوست
رکھتے ہو ای علی ابن ابیطالب کہ مین جو کچھ کہ تم سے گذرا وہ سرگذشت تمھارے آگے بیان کر دون فقال المنافقون ھو
منذ ساعۃ واحدۃ قد اخذہ المخاض وھو الساعۃ یرید ان یحدثہ پھر یہ سنکر منافقین نے کہا کہ ابھی ایک گھنٹہ گذرا ہی کہ انکو درد زہ
تھا اب جانتے ہین کہ علی ابن ابیطالب کو سرگذشت کی خبر دین فقط انتہی محصل بعض احادیث پناہ بخدا ایسے کلمات بیہودہ
اور زبان درازی سے کہ جو پیغمبر خدا کی نسبت ظہور مین آے کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا بالجملہ ان روایات سے
یا جو اسکے مثل ہون یہ واضح ہوتا ہی کہ ہر چیز کا علم بالفعل حضرات کو حاصل نہ تھا اور وحی کا انتظار کرنا حقیقت امر کے
جاننے کو تھا نہ اسلیے کہ تبلیغ کے لیے اجازت چاہتے تھے اگرچہ بعض مقامون مین اسی قسم پر ہو لیکن ہر موضع مین عموما
انتظار وحی کا اسلیے نہین معلوم ہوتا شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے اپنے رسالہ اعتقادیہ مین فرمایا ہی کہ میرا اعتقاد کیفیت نزول
وحی مین یہ ہی کہ حضرت اسرافیل کی دونون آنکھون کے بیچ مین ایک لوح ہی کہ جب حق تعالی چاہتا ہی کہ وحی کے ساتھ
کلام فرماوے تو اس لوح کو حضرت اسرافیل کی پیشانی پر مارتا ہی پس وہ اس سے دیکھتے ہین اور میکائیل پر القا کرتے ہین
اور میکائیل جبرئیل پر اور وہ پیغمبرون پر پہونچاتے ہین اور شیخ مفید علیہ الرحمہ فرماتے ہین ھذا اخذہ الصدوق من شواذ الحدیث
وفیہ خلاف لما قدمہ من ان اللوح ملک من ملائکۃ اللہ والوحی فی الاصل ھو الکلام الخفی ثم یطلق علی کل شئی قصد بہ افہام
المخاطب علی الستر لہ عن غیرہ یعنی جو کچھ کہ صدوق نے وحی کی تصویر مین بیان کیا ہی یہ اخبار نادرہ غیر مشہورہ سے انھون نے اخذ کیا ہی
اور مخالف ہی اُس سے جو خود پہلے انھون نے کہا ہی کہ لوح ایک فرشتہ ہی فرشتگان الہی سے اور وحی اصل مین کلام
خفی اور پوشیدہ کو کہتے ہین اور اطلاق کرتے ہین اسکا ہر اُس چیز پر جس سے مخاطب کے افہام کا اُسے با خفا غیر اسکے کے ارادہ
کرین اور جسوقت کہ اسکی اضافت خدا کی طرف کرین تو اکثر وہ مختص ہو جاتی ہی اُس سے کہ جسکے ساتھ پیغمبران خدا اختصاص
رکھتے ہین انتہی ما افادہ اور تفسیر ولا تعجل بالقران من قبل ان یقضی الیک وحیہ کی ذیل وجوہ محتملہ مین اسکے کہا ہی کہ کوئی وجہ نہین
رکھتے کہ خداوند عالم اپنے پیغمبر کو منع فرماوے اُس قرآن کی عجلت کرنے سے جو چوتھے آسمان پر ہو کیونکہ آنحضرت کا علم
بیشتر اس سے کہ اسکی وحی حضرت کو پہونچے جو آسمان چہارم پر ہو اُسے احاطہ نہین کیے تھا لنہیہ عما لیس فی امکانہ اور

اگر کوئی کہنے والا یہ کہے یہان پر کہ وہ حضرت اُس قرآن کے جو آسمان چہارم پر مودع تھا عالم تھے تو اُس کہنے والے نے اپنے مذہب کا نقص خود کیا کہ تخصیص کی قرآن کی پہلے آسمان چہارم سے کیونکہ جو کچھ آنحضرت کے سینہ مین ہوگا وہ فی الارض ہی فلا معنی لاختصاصہ بالسماء الرابعہ انتہی محصل کلامہ دسوین وجہ معارض وہ ہی کہ احادیث مستفیضہ مین ہی کہ ان الائمۃ اذا شاؤا ان یعلموا اعلموا محمد بن یعقوب کلینی نے تین حدیثین اس مضمون سے باسانید مختلفہ ذکر کی ہین چنانچہ وہ پہلی حدیث حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کی ہین کہ فرمایا آنحضرت نے کہ ان الامام اذا شاء ان یعلم علم اور تیسری روایت جو آنحضرت سے روایت کی ہی اسمین ہی اذا اراد الامام ان یعلم شیئا اعلمہ اللہ ذلک اور جناب سید سند نے فرمایا ہی وبہ یجمع بین الاخبار احسن جمع وعلیہ یحمل احادیث علم ما کان وما یکون وما ورد فی دعاء الندبۃ اور کتاب کافی مین یہ مقولہ باب علم ما کان وما یکون وانہ لا یخفی علیہم شیء مین ہی اور چہ حدیثین آپ نے نقل کی ہین اور اور مواضع مین بھی یہ لفظ وارد ہوا ہی اور حدیث اول کے صدر مین وارد ہی کہ سیف تمار کہتا ہی کہ ایک جماعت شیعہ کے ساتھ مین خدمت مین حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی حاضر تھا کہ اسمین حضرت نے پوچھا کہ لیس علینا عین یعنی آیا کوئی جاسوس ہیرے اوپر ہی یہ سُنکر ہم سب نے داہنے اور بائین اپنے دیکھا اور عرض کیا کہ کوئی جاسوس ہمپر اسوقت نہین ہی یہ سُنکر فرمایا کہ قسم ہی پروردگار کعبہ کی اور یہ قسم تین بار فرمائی اور پھر فرمایا کہ اگر مین موسیٰ وخضر کے درمیان مین ہوتا تو ہر آئینہ کہتا کہ میرا علم تمھارے علم سے زیادہ ہی اور اُن دونون کو خبر دیتا اُن امرون سے کہ جنکا اُنھین علم نہ تھا موسیٰ وان خضر اعطیا علم ما کان ولم یعطیا علم ما یکون وما ہو کائن الی یوم القیامۃ یعنی تحقیق کہ موسیٰ اور خضر کو حق تعالیٰ نے علم امور گذشتہ کا عطا فرمایا تھا اور اُمور آیندہ کا اور جو قیامت تک ہونے والا تھا اُسکا علم نہین دیا تھا اب اس سے صاف ظاہر ہی کہ تفحص فرمانا حضرت کا جاسوس کی موجودگی سے یا اُسکے نہونے سے اسی بات کی دلیل ہی کہ جمیع علوم ہر وقت حاضر نہ رہتے تھے اور جب تک کہ قرینہ ظاہر اور ادلہ قطعیہ قائم نہون اس سوال کا حمل کرنا ایسی بات پر کہ جس سے یہ پیدا ہو کہ سوال بسبب عدم علم کے نہ تھا جائز نہین ہی جیسا کہ فاضل رشتی نے کہا ہی کہ اگر سوال عدم علم کے باعث سے ہو تو حق تعالیٰ نے بھی حضرت موسیٰ سے وما تلک بیمینک یا موسیٰ سوال فرمایا تھا کیونکہ قیاس سوال خدا پر کہ جسکی ساحت علم یقینی عدم علم سے معرا ہی قیاس مع الفارق ہی ومن لہ سبیل الی العلم وان لم یعلم بعد لا ینسب الی الجہل پس علم ما کان وما یکون کی نسبت اس اعتبار سے کہ بہ نسبت حضرات مقدسہ کے ابواب علم مفسد نہین ہین ادلہ شرعیہ کے اختلاف کو جمع کرنے کی راہ سے بُرا نہین ہی اور اسی پر محمول ہوگا جو حدیث شب قدر مین توجیہ عرض اعمال مین اُن حضرات پر اُس شب مین وارد ہوا ہی اور اسی طرح اعمال بندگان کا پیغمبر خدا پر عرض کرنا جاننا چاہیے جیسا کہ کتاب بصائر الدرجات مین مروی ہی کہ جناب ابو الحسن علیہ السلام سے تفسیر کریمہ اعملوا فسیری اللہ عملکم ورسولہ سے سوال کیا فرمایا کہ پیغمبر خدا پر اعمال بندون کے ہر صبح کو عرض کیے جاتے ہین خواہ ابرار ہون یا فجار ہون پس ڈرو بلکہ بہت سی احادیث سے معلوم ہوتا ہی کہ حق تعالیٰ نے حضرات کے لیے علم کی بہت سی جہتین قرار دین ہین کہ اُنسے علم حاصل فرماتے ہین جناب آخوند صاحب نے

فرمایا ہی کہ باب جہات علومھم وما عندھم من الکتب وانہ ینقر فی اذانھم وینکت فی قلوبھم اور دوسری جگہ فرمایا ہی کہ باب ان اللہ تعالی یرفع للامام عمودا ینظر بہ الی اعمال العباد اور جو احادیث کہ اس باب مین نقل کی ہین اُنمین وہ حدیث ہی جو ثمالی سے روایت کی ہی کہ حضرت ابوجعفر علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم مین سے امام ہر آئینہ فرشتہ کی آواز کو مان کے پیٹ مین سُنتا ہی یہان تک کہ جب پیدا ہوتا ہی تو فرشتہ اُسکے بازوے رست مین یہ آیہ لکھتا ہی وتمت کلمۃ ربک صدقا وعدلا لا مبدل لکلماتہ وھو السمیع العلیم یہان تک کہ جب امام جوان ہوتا ہی تو حق تعالی ایک نور کا عمود اُسکے لیے قرار دیتا ہی کہ اُسمین وہ دنیا و مافیہا کو دیکھتا اور کوئی خبر اُسپر پوشیدہ نہین رہتی پھر جو بعضے صاحبون نے یہ گمان کیا ہی کہ ہر حال مین اور ہر وقت مین حضرات کو ہر چیز کا علم حاصل رہتا ہی تحکم سے خالی نہین ہی بلکہ مراد وہی ہی کہ جو ہمنے اوپر کہا ہی کہ یہ حضرات ہر چیز کے جاننے پر متمکن ہین سوا اُسکے کہ جسکا استثنا ثابت ہوجاے فاضل قزوینی نے احادیث علم ماکان و مایکون کی شرح مین کہا ہی کہ مراد اُس سے علم قرآن ہی فانہ تبیان کل شئی الی قیام الساعۃ لا یخفی علیھم شئی اذا ارادوا ان یعلموا العلوم بالاستنباط من القرآن اور پیشتر جو ہمنے وجوہ علم حضرات کے بیان کیے ہین اُس سے بھی بخوبی یہ امر واضح ہوا ہی کہ علم حضرات کا اسمین منحصر نہین ہی کہ قرآن سے استنباط کرتے ہین بلکہ یہ بھی ایک وجہ انہین وجوہ سے ہی جو بہت ہین جیسا کہ شیخ محمد بن یعقوب کلینی نے پچاسوین باب مین حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام سے روایت کی ہی کہ فرمایا آنحضرت نے مبلغ علمنا علی ثلثۃ وجوہ ماض وغابر وحادث فاما الماضی فمفسر واما الغابر فمزبور واما الحادث فقذف فی القلوب ونقر فی الاسماع وھو افضل علمنا ولا نبی بعد نبینا یعنی ہمارے علمون کی سرحد تین چیزون کی طرف ہی اور فاضل قزوینی نے اُسکی شرح مین کہا ہی کہ ماضی سے مراد حوادث سابقہ کا استنباط ہی امام حی کی امامت کے زمانے مین اور غابر سے مراد وہ باقی ہی کہ جو قرآن کی لفظون سے اور اُسکے مدلول مطابقی اور تضمنی سے پاتے ہین اور حادث سے مراد استنباط اُن امور کا ہی جو ماضی کے بعد ہون اور جو حضرت نے فرمایا ہی اما الماضی فمفسر اُسکی تفسیر مین فاضل مذکور نے کہا ہی کہ ای ما یصرح بہ الامام السابق ویلقیہ الی الامام اللاحق فلا یحتاج الی استنباط علمہ اور حضرت نے فرمایا ہی واما الغابر فمزبور اُسے کہا ہی کہ المزبور المکتوب فی القران اور جو حضرت نے فرمایا ہی واما الحادث فقذف فی القلوب وھو عبارۃ عن الھام اللہ تعالی المقدمات المعلومۃ بترتیب منتج لاستنباط الحوادث بالملک فی لیلۃ القدر ونحوھا اور جو فرمایا ہی ونقر فی الاسماع بالنون فی القاف اُسے کہا ہی ولا المراد اسماع الملک النازل فی لیلۃ القدر وغیرھا اور جو فرمایا ہی ولا نبی بعد نبینا اُسکی شرح مین کہا ہی کہ دفع لتوھم کون العلم الحادث بالتحدیث مستلزما للنبوۃ اور دوسری روایت مین حضرت امام رضا علیہ السلام سے منقول ہی اما الغابر فما تقدم من علمنا واما المزبور فما یاتینا واما النکت فی القلوب فالھام واما النقر فی الاسماع فامر الملک اور یہ سب صریح ہین کہ سب کی فعلیت نہ تھی بلکہ انکا علم ماکان و مایکون سے بالقوۃ القریبۃ من الفعل حاصل تھا یعنی جب چاہین اور جسکا علم منظور ہو اُسوقت اُسے جان لین پس یہ علم انکی مشیت پر موکول تھا اور مشیت انکی تابع مشیت الہی تھی پھر کیا استغراب رکھتا ہی کہ علم انکا بعضے اوقات مین مثل سارے افراد انسانی کے

بعض جزئیات کا جو حکامیہ نہون حاصل نہو جیسا کہ لونڈی کا کسی گھر کے گوشے مین چھپ جانا یا کسی شی خاص
کی نجاست وطہارت کو جاننا جیسا کہ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا ہی لا ابالی ابول اصابنی ام ماء اذا لم اعلم اور مفاد
نہی تحکم بالظاہر کا ہی اور جب چاہین تو بڑی بڑی باتون کو سمجھ لیین اور جان جائین کیونکہ روایت سمکہ جاوید کو بھی
اسمین جناب امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا جہلوا والله امر الله اولیائه الخ الحدیث اور یہ ظاہر ہی کہ حال
حضرت کا علم کائنات مین ایک طرح پر نہین ہی پھر فعلیت کا دعوی جمیع علوم مین کرنا جو منافی ان اخبار سے اور جو غیر
انکے متواتر المعنی ہین افراط مراتب عالیہ مین آنحضرات کے ہی حاصل کلام یہ ہی کہ حضرات کے مدارج جو افراط و تفریط سے
خالی ہون اُنکا جاننا اکثر پر دشوار ہی اسی لیے آنحضرات نے خود فرمایا ہی امرنا صعب مستصعب لا یحتمله الا نبی مرسل او ملک
مقرب او مومن امتحن الله قلبه للایمان اور جو آنحضرات نے فرمایا ہی اذا اراد الامام ان یعلم شیئا اعلمه الله یعنی جب امام چاہتا ہی کہ کسی چیز کو
جانے تو حق تعالی اُس چیز کا علم اُسے دیتا ہی اسکی تخصیص کرنی ساتھ اس بات کے کہ جو عالم امکان مین ہی یا عرصہ عدم سے
عالم اکوان مین ابھی نہین آیا یہان اسکا جاننا مراد ہی یہ بیجا تحکم ہی کہ اسپر کوئی دلیل قائم نہین ہی اور اسکے منافیات صریحہ
موجود ہین اور جو حدیث لیلة القدر مین وارد ہی پس اسکا ظاہر یہی ہی کہ اعمال کا حضرات پر عرض کرنا انکے اعلام اور
اطلاع کے لیے ہی اگرچہ بعض مواضع مین انکی معلومات کی تصدیق اور کائنات پر اسکی تطبیق مطلوب ہو لیکن حصر کرنا اسی مین
ممنوع ہی اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہی کہ تفصیل اجمالی ہوتی ہی اور تفسیر مجملی ہوتی ہی جیسا کہ بعض روایات مین لیلة القدر کے
یہ وارد ہی اور جو قاضی نور الله علیہ الرحمہ کے مناظرہ مین میر یوسف علی نے یہ لکھا ہی کہ آپنے قلمی فرمایا ہی کہ کلام بلاغت نظام
حضرت امیر علیہ السلام اسپر دلالت نہین کرتا کہ جمیع احوال مین سب کے ضمائر پر ائمہ مطلع تھے اور اسی قدر دلالت ہی کہ
بعض وقتون مین ضمائر پر مطلع ہوتے تھے یہ مسلم ہی لیکن حضرت امیر علیہ السلام نے خطبة البیان مین فرمایا ہی انا الذی اعلم
ما یحدث فی اللیل شیئا بعد شئ الی یوم القیمة انا الذی اعلم با تحدث ساعة بعد انا الذی اعلم تغیرات الازمان وحدثانه انا
الذی اعلم اعمال الخلق فی مشارق الارض ومغاربها ولا یخفی علی منهم شئ انتہی اور پھر اسکے جواب مین قاضی صاحب نے
لکھا ہی کہ اس خطبہ کے اسناد آنحضرت کی طرف ثابت نہین ہوتے اور مکرر فقیر نے عرض کیا ہی کہ خطبة البیان کی عبارت
موافق اُس وجہ کے کہ اب اسکے معنی سمجھے ہین قرآن اور اصول کے موافق نہین ہی پھر ضرور ہوا کہ ان عبارتون کی نسبت
جناب امیر علیہ السلام کی طرف باطل ہو یا ایسی وجہ سے تاویل اسکی کیجائے کہ وہ وجہ اصول اعتقاد اور قرآن کے مخالف نہو
اور دوسرے پوشیدہ نہ رہے کہ شیعون سے جو فرقہ غلاة ہی انھون نے بہت سے دعوے بلند اور اکثر باتین ایسی اُن
حضرت کی طرف نسبت دے دی ہین یہان تک کہ بعضون نے آنحضرت کو خدا کہا اور چونکہ خطبة البیان کا راوی
مجہول تھا تو ہو سکتا ہی کہ انھین مین سے کسی نے اس خطبہ کو آنحضرت کی طرف منسوب کر دیا ہو انتہی ملخص جوابہ اور جو
قاضی صاحب نے فرمایا ہی اسکے بارے مین اُس سے مواد یہ ہی کہ اسی خطبہ مین اور باتین بھی اسی قسم کی ہین مثل اسکے انا ایاب الله

الذی التی الیہا فرعون وعصی وانا عصی الکلیم واخذ بناصیۃ الخلق جمیعاور ظاہر ہو کہ اگرچہ ائمہ علیہم السلام خدا کی آیات سے ہین
جیساکہ داؤد رقی سے منقول ہو کہ کہا مَینے سالت من الصادق علیہ السلام عن قول اللہ عزوجل وما تغنی الایات والنذر قال
الایات ھم الائمۃ والنذر ھم الانبیاء لیکن نھین بآیات تعبیر کرنا یا اس جہت سے ہو کہ امامت آیات بینات کا مدلول ہو
یا اس جہت سے ہو کہ وہ آیات قدرت الہی کے ہین نہ یہ کہ وہ عین آیات ہین اور وہ نفس خوارق عادات ہین کہ جنھین
حضرت موسی نے فرعون کو دکھایا تھا اور خود حضرت موسی کا عصا ہین اور اس سے زیادہ یہ ہو کہ اسکے بعد نقل کیا ہو
انا التوریۃ الذی قبس موسی فہدیہ انا صاحب موسی والخضر ومعلمہما انا جاوزت الکلیم فی البحر واغرقت الفراعنۃ
انا حملت نوحا فی السفینۃ انا صاحب نوح ومنجیہ انا الذی انجیت ابراھیم من نار نمرود انا موسی یوسف فی الجب
ومنجیہ انا الذی تاب علی داؤد الی اخر الفقرات الظاہرۃ فیما تعتقدہ الغلاۃ حاصل ان فقرات کا یہ ہو کہ مین وہ توریت ہون
موسی کی کہ جس سے موسی نے معارف کا اقتباس کیا تھا پس انھی راہ راست پر لایا ہین وہ نور ہون کہ جسسے موسی نے اقتباس
کیا پس انھین راہ راست پر لایا اور مین خضر وموسی کا مصاحب ہون اور انکا تعلیم کرنے والا ہون مین ہون جو دریا مین موسی کا
رفیق تھا اور مین وہ ہون جسنے فرعون کو اور فرعونیون کو غرق کیا مین وہ ہون جسنے نوح کو کشتی پر اٹھایا اور مین ہون
مصاحب نوح کا اور انکا نجات دینے والا اور مین وہ ہون کہ ابراہیم کو مین نے آتش نمرود سے نجات دی اور مین یوسف کا
مونس ہون چاہ کنعان ہین اور انکا نجات دینے والا اور مین ہون داؤد کی توبہ کا قبول کرنے والا اور یہ فقرے ظاہر ہین
کہ اقوال غالیون کے ہین کہ جنھین خدا کے افعال آنحضرت کی طرف منسوب ہین اور اسکا باطل ہونا واضح ہو مگر جبکہ بہت
تکلفات سے انکی تاویل کیجاے اور ایسی تاویل بنا اعتبار نہین ہو سکتی اور راقم رسالہ کہتا ہو کہ جسنے مذاق کلام بلاغت
نظام کا جناب امیر علیہ السلام کے پایا ہو اور بعض خطب سے آنحضرت کی کتاب التوحید مین اور بعض عبارات خطب کی
کتاب العدل مین اور بعض کتاب النبوۃ مین اور بعض صدر مین اس کتاب کے منقول ہوئے اگر سب دیکھنے والے نے
نہ دیکھی ہون اسی قدر جو مذکور ہوے انھین کو دیکھا ہو اور مذاق عربیت اور فصاحت وبلاغت کا رکھتا ہوگا تو اسپر
پوشیدہ نہ رہیگا کہ خطبۃ البیان کے جو فقرات کے لکھے گئے انکا مذاق ویسا نہین ہو رایحہ عطر عروس فصاحت جیسا
ان عبارتون مین ہو اور مشام جان کو معطر کرتا ہو اسطرح انمین نہین ہو اور جناب اخوند صاحب نے کتاب بحار الانوار مین
بعد نقل کرنے اس روایت کے جو ائمہ علیہم السلام کی نورانیت کی معرفت مین وارد ہو اور انکے والد آخوند ملا محمد تقی مرحوم نے
اسی کتاب قدیم مین درباب فضائل حضرات علیہم السلام پایا ہو اور اسمین بھی ایسے فقرون کی طرح وارد ہو انا الذی حملت
نوحا الخ فرمایا ہو کہ اس خبر کا صادر ہونا آنحضرت سے صحیح ہو تو اس تقدیر مین احتمال یہ ہو کہ مراد اس روایت سے اور
اسی طرح جو روایت کہ اس سے مشابہ ہو یہ ہوگا کہ انبیا حضرات کے توسل سے اور انکے انوار مقدسہ کی استشفاع سے
مکروہات سے نجات پاتے رہے ہین اور انسے فتنے دور ہوتے رہے ہین جیساکہ یہ مضمون روایات صحیحہ سے ثابت ہوتا ہو

انتہی ملخص کلامہ اور جناب سید سند نے فرمایا ہی کہ یہ تاویل اگرچہ صحیح ہی لیکن ان عبارتون کے سیاق سے منزلون دور ہی اور اگر ایسی تاویلات کی راہ کھل جاے تو کوئی کلام بے تاویل کے نہین ہو سکتا پھر ایسی تاویلات حسب ضرورت بعد صحت روایات کے اعتنا کے لائق ہوتی ہین نہ بدون اسکے واللہ اعلم بالجملہ سید یوسف علی نے قاضی صاحب کے جواب سابق کے بعد پھر لکھا کہ جو آپ نے بہ نسبت خطبۃ البیان کے لکھا ہی کہ اسکی نسبت کرنے مین جناب امیر علیہ السلام کی طرف دغدغہ ہی یہ کوئی وجہ نہین رکھتا کیونکہ عقل اس بات پر ناطق ہی کہ جس شخص کو ذرا بھر بھی ایمان سے ہوگا وہ ایسے سخنان بلند کو بے اسکے کہ جناب امیر علیہ السلام سے نہ سُنا ہو نقل نہ کریگا اسکے جواب مین قاضی صاحب نے لکھا ہی کہ دغدغہ اس خطبہ کی صحت کی نسبت مین جناب امیر علیہ السلام کی طرف اس راہ سے ہی کہ ہنوز اسکے راوی کا ایمان مجھپر ظاہر نہین ہوا اور ہرگاہ یہ حال ہی اور اصول مذہب اسکے خلاف پر دلالت کرتے ہین تو پھر اسکے عدم صحت پر یقینی حکم کرنا چاہیے چہ جاے دغدغہ نفی حاصل یہ ہی کہ اعتقاد کرنا اس امر کا کہ حضرات کان وما یکون کے خود عالم تھے اور محتاج اعلام الہی کے اس امر مین نہ تھے ضرور نہین ہی کیونکہ علم غیب مخصوص جناب باری کے ساتھ ہی اور یہ سمجھنا کہ کان وما یکون کا علم انھین بروقت ضرورت باعلام الہی ہوتا تھا اور رہوتا ہی اور یہ ایسی فضیلت ہی کہ اسمین انکا اختصاص اور مزید قرب جناب اقدس الہی سے ثابت ہوتا ہی اسمین کوئی قباحت نہین ہی اور کیونکر نہو کہ حق تعالی نے انھین اپنا خلیفہ زمین پر قرار دیا اور انکی اطاعت اپنی اطاعت اور انکی مخالفت کو اپنی مخالفت گردانا پھر اگر انھین اعلام علم ماکان ویکون سے مشرف نہ فرماتا تو کسطرح ہو سکتا ہی کہ ایسے حکیم علام کی خلافت کے سزاوار ہوتے اور اس سے کوئی منقصت رتبہ فضائل مین انحضرات کے نہین ہوتا کیونکہ انکے سوا اور کون ہی جو اس درجہ رفیعہ کے قابل ہو کہ بروقت ضرورت حق تعالی اُسے علم غیب تعلیم فرماے اور ماکان و مایکون کا علم عطا فرماے اور اس وجہ مین کوئی اعتراض وارد نہین ہو سکتا کیونکہ اگر عالم مستقل کہین تو فعل خدا کا منسوب انحضرات کی طرف ہوتا ہی اور جو جو خرابیان کہ مذکور ہوئین وہ پیش پا افتادہ ہین اور اگر انکے علم سے انکار کرین تو قصور معرفت ہمارا اس سے ظاہر ہوتا ہی اور اس توجیہ سے جو علم واقعی انکا ہی اس سے بھی اعتقاد صحیح رہتا ہی اور جو اعتراضات کہ مذہب غلاۃ پر وارد ہوتے ہین اُس سے بھی محفوظ رہتے ہین فتذکر لیکن جو بعض حضرات علماے اہلسنت نے مثل شاہ صاحب اس جگہ پر طعن و استہزا کیا ہی کہ خلاصہ اسکا یہ ہی کہ امام کے واسطے علماے شیعہ کے نزدیک ماکان و مایکون کا جاننا ضروری ہی پھر یہ جتنا اشتیاق شیعون کے فرقون کو بلاد عراقین مین اور خراسان مین اور ہند و سندہ مین خصوصًا پورب کے ملکون مین اور بنگالہ و دکن اور لکھنؤ اور فیض آباد مین ہی یہ انکے امام کو معلوم ہوگا اور جسقدر کہ پلٹنون کی فوجون کی کثرت ہی اور شیعون کو انگریزون سے ساخت و یکجہتی ہی اور جسقدر توپخانے اور آلات حرب انکے معتقدون کے پاس ہین یہ بھی انکے امام جانتے ہونگے پھر باوصف اسکے کہ یہ جانتے ہین پھر پوشیدہ رکھنا اپنے تئین اس توہم سے کہ مثل مرزا مظہر مرحوم کے کوئی دغا کی راہ سے انکے قتل کا ارادہ نہ کرے

گو مجھے مار نہ سکے گا کہ میرا قتل مقدر نہیں ہے کس چیز پر محمول ہو سکتا ہے ہر امت میں اور ہر دین میں صالحین اور انبیا اور اوصیا
گذرے ہیں اور اُنکے مخالفین اور معاندین اُنکے درپے ہلاکت کے ہوئے ہیں بلکہ اُنکی عزت اور بدن اور نفس کو نقصان و
تلف رسانی کا سبب ہوئے ہیں اور باوجود اسکے وہ بزرگوار بلاکشی اور طلب رضاے الٰہی میں صبر کو اختیار کرتے رہتے تھے
نہ یہ کہ استتار و پوشیدگی و فرار کو اختیار کرتے جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے وکاین من نبی قاتل معہ ربیون کثیر فما وھنوا لما اصابھم
فی سبیل اللہ وما ضعفوا وما استکانوا واللہ یحب الصابرین حالانکہ اُنکی موت اُنکے اختیار پر نہ تھی اور اپنے طول عمر اور تسلط و غلبہ کا
آخر کار میں یقین نہ رکھتے تھے انتہی ملخص کلامہ تو حقیقت میں یہ اعتراض اُس قسم سے نہیں ہے کہ جسپر کچھ توجہ کیجاے اور
یہ سمجھا جاے کہ منشا اسکا کوئی مخالفت ظاہری قول خدا اور رسول سے ہے یا منافی کسی اصل کے لیے اصول اعتقاد سے ہے
بلکہ یہ قول خود منافی کتاب و سنت سے ہے اور محض نفسانیت و عناد کہ جو ہمیشہ سے چلا آتا ہے اور عدم معرفت امام
زمان سے سبب اسکا ہوا ہے کہ یہ نسبت حجت خدا اور بضعہ رسول مجتبیٰ کے کہ جو مفترض الطاعت ہو ایسے کلمات پر استہزا اور
دراز نفسی اور زبان درازی شاہ صاحب سا فہمیدہ کرتا کیونکہ اصل کلام امامت اور غیبت امام زمان علیہ السلام میں ہے
جب شیعون نے کتاب و سنت سے امامت کو اور سلسلہ امامت کو ثابت کر دیا کہ بنص امام سابق لاحق امام ہوتا ہے
اور بذریعہ اخبار متواترہ جیسا اور امور گذشتہ کا علم حاصل ہوتا ہے اور ہوا اسکا بھی ہمین علم ہوا مثلاً جسطرح ہمنے بذریعہ اخبار
متواترہ یہ جانا کہ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ نبی آخر الزمان تھے اور وہ مکہ میں پیدا اور مبعوث ہوئے اور مدینہ منورہ میں
ظاہر اور حاکم ہوئے اور ترقی فرما کر وہین انتقال فرمایا اسی طرح بذریعہ اخبار اور شہادت شہود سے بھی جانا کہ جناب امام
حسن عسکری علیہ السلام کے ایک صاحبزادے بارھوین امام ہوئے اور یہ نسبت اُنکے نص امامت کی اُن جناب نے
فرمائی اور جسطرح ہر امام نے اپنے زمانے میں موافق امر مصالح الٰہی کے ایک روش خاص اختیار کی اسی طرح اُن جناب نے بھی
غیبت کو عین نظارے سے بحکم خدا اختیار فرمایا ہے ہمنے اس زمان غیبت میں نہ پیغمبر کو دیکھا نہ امام کو دونون کا علم ہمکو بذریعہ
اخبار ماضیہ حاصل ہوا پھر اگر اخبار متواترہ علم و اعتقاد نبوت کو جناب نبی آخر الزمان کے مفید ہین تو امامت امام زمان
علیہ السلام کے لیے بھی مفید علم و اعتقاد کو ہونگے اور اگر اول کے لیے مفید نہیں ہوئین تو آخر کے لیے بھی مفید نہونگی بالجملہ
اعتقاد امامت امام زمان علیہ السلام کا بھی مدار اخبار پر ہے پھر جو کچھ محل کلام ہے وہ یہ ہے کہ اخبار میں کلام کیا جاے
اور ناقلین و رواۃ کی کثرت دیکھی جاے نہ یہ کہ جو امر النور علی شاھق الطود ثابت ہو چکا اب اسکے بارے میں
کلام کرنا اور اسکے مصالح خفیہ سے متعرض ہونا اور اسکی جزئیات امور سے استغراب و استبعاد کرنا یہ کچھ کلام نہیں آتا
اور عقلا اسے پسند نہیں کرتے اور انشاء اللہ بیان شافی اس بارے میں آئندہ اسی کتاب میں ہم لکھینگے جس سے آفتاب
حقیقت درخشندہ اور چشم حق بین پر نور اور چشم شب پرہ صفتان کور ہو گی لیکن یہان پر چونکہ ذکر ایک کلام کا آگیا
اور جب بات کہی جاتی ہے تو کچھ جواب اسکا دینا ضرور ہوتا ہے والا سننے والون کو یہ اعتقاد ہو جاے کہ شاید یہ کلام

معترض لاجواب اور قوی ہی اور اُس سے اعتقاد امر حق مین سستی پیدا ہوتی ہی اسلیے مین کہتا ہون کہ جو اعتراض شاہ صاحب کا
مذکور ہوا وہ مشتمل حق پر نہین ہی اور اگر ایسی باتین حق ہون تو چاہیے کہ جو کفار بہت کلام سچا بہ نسبت پروردگار کے کہتے ہین
وہ بھی حق ہون پھر کیونکر وجود باری کا اعتقاد کیا جاے اور حقیقت مین یہ کلام اُس سے مشابہ ہی جو منکرین نبوت بنظر
استخفاف پیغمبر خدا کے زمانے مین یہ نسبت آنحضرت کے اور اور انبیا کے کہا کرتے تھے جیسا کہ حق تعالیٰ اُنکے کلام کی
نقل فرماتا ہی کہ کہتے تھے لولا انزل علیہ سورۃ من ذہب پہلے حضرات اہلسنت کی یہ بات خود مسلمات سے ہی کہ انبیا کے
بارے مین جو مقربان درگاہ الٰہی ہین سُنت ربانیہ اسطرح جاری ہو رہی ہی کہ پہلے انھین اُنکی موت سے خبر دیتا ہی بعد اسکے
اختیار دیتا ہی کہ موت و حیات سے جسے چاہین اختیار فرماوین جب وہ موت کو زندگی پر اپنی اختیار فرماتے ہین اُسوقت
اُنکی قبض ارواح کا حکم صادر فرماتا ہی جیسا کہ کتاب عصمۃ الانبیا مین شیخ عبد اللہ بن شمس الدین انصاری نے لکھا ہی اور
حاصل معنی اسکا یہ ہی کہ روایات معتبرۂ اہلسنت مین وارد ہی کہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ نے ملک الموت کو جو اُنکی روح قبض کرنے کو
بحکم خدا آئے تھے ایک طمانچہ ایسا مارا کہ اُنکی آنکھ کا ڈھیلا نکل پڑا اور اُنکے غصہ نے یہانتک ہلاک کر دیا ... اُنکی آنکھ کو اندھا کر دیا
الحدیث پھر اسکی تاویل مین شیخ مذکور نے کہا ہی کہ بعد ثابت ہونے اس امر کے کہ یہ حدیث یقینی ہی احتمال رکھتا ہی کہ بسبب
نے دیکھنے ملک الموت کے بظاہر حال موسیٰ علیہ السلام نے یہ گمان کیا ہو کہ بناہ بخدا یہ فرشتہ نہین ہی بلکہ شیطان ہی کہ
اپنے تئین راہ مکر سے فرشتہ بنا کر آیا ہی یا انسان ہی کوئی اشخاص فضول سے کہ میرے مارنے کے ارادے سے آیا ہی کیونکہ حضرت
جانتے تھے کہ حق تعالیٰ کی سُنت جاریہ دربارۂ موت انبیا یہ ہی کہ انھین نہین مارتا مگر یہ کہ پہلے مرنے سے انھین موت سے اُنکی
خبردار کرتا ہی اور مرنے اور جینے کے بیچ مین اختیار دیتا ہی کہ جو کچھ وہ چاہین اُسے بپسند خود اختیار کرین اور بعد اسکے کہ وہ اپنے
مرنے کو اختیار کرتے ہین ملک الموت کو اُنکی ارواح کے قبض فرمانے کو حکم دیتا ہی پس جبکہ فرشتہ نے خلاف ضابطہ بدون
سبق اطلاع و تقدیم تخییر کیا کہ داعی اجل کو قبول کیجیے تو بمفاد ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا حضرت موسیٰ نے یہ جانا کہ یہ ملک نہین ہی بلکہ
کوئی دشمن ہی کہ میرے مارنے کو فرشتہ بنکر بلا حکم پروردگار سوء ادب کی راہ سے آیا ہی پس اسکے دفع ضرر کے لیے طمانچہ مارا
اور وہ منجر اس امر کی طرف ہوا کہ ملک الموت کی آنکھ اندھی ہو گئی انتہی ملخص کلامہ اب پہلے یہ تاویل ہی لائق غور ہی کیونکہ یہ
چشم ملک کے اندھے ہونے کی تاویل یقینی گوش فلک نے بھی نہ سُنی ہوگی کتاب کا نام عصمۃ الانبیا رکھا اور تخطیۃ الانبیا سے
عدول کر کے دعوی عصمت انبیا کی نسبت کیا پھر یہ کیسی تاویل ہی اور کیا بات ہی جس سے لکھا معاذ اللہ اگر انبیا فرشتون مین
اور شیاطین و اشرار جن و انس مین تمیز نہ کر سکین تو پھر وحی مین اور وساوس مین کیونکر تمیز دے سکین اور وہ فرشتہ کہ جواز جملہ
ملائکہ مقربین بمصداق ہم بامرہ یعملون کا ہی وہ بدون حکم پروردگار کسی طرح سوء ادب پر اقدام کر سکتا ہی اور حق تعالیٰ خلاف
اپنی سُنت قدیمہ کے کیونکر فرمائیگا ان سب باتون کا جو حال ہی وہ ظاہر ہی مگر کیفما کان جب سُنت جاریہ خدا کی موت انبیا کے
بارے مین یہ ہی کہ پہلے انھین اُنکی روح مقدس کے قبض فرمانے کے ارادے سے خبر دے کر مخیر فرماتا ہی کہ چاہین حیات کو

اختیار کرین یا موت کو پسند فرماوین اور جب وہ موت کو اختیار کرتے ہین تو حاکم انکی روح قبض کرنیکو فرماتا ہو چہ اینکہ
سنت الہی سے جیسا کہ شیعون کے نزدیک ائمہ ہدی علیہم السلام آگاہ ہین تو بتصریح مصنف کتاب عصمۃ الانبیا
پیغمبرون کو بھی اس سے آگاہی ہوگی پھر بعد اس آگاہی کے حضرت موسی کا بھاگنا دست خدا نا ترس فرعونیون سے
جبکہ مومن آل فرعون نے انھین خبر دی جیسا کہ اسکی حکایت حق تعالی قرآن مین فرماتا ہی قل یا موسی ان الملا یاتمرون
بک لیقتلوک فاخرج انی لک من الناصحین فخرج منہا خائفا یترقب کسپر حمل ہوگا اور اسی طرح پیغمبر خدا کا شر کفار سے شعب ابو طالب مین
ایک مدت دراز تک اور غار مین کئی روز چھپنا بسبب اسکے کہ وہ فکر قتل و آزار مین آنحضرت کے تھے اور جناب امیر کو حکم فرمانا
کہ اُن جناب کے بستر مبارک پر سوئین جیسے خدا کی طرف سے اُن جناب کو خطاب من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ
کا حاصل ہوا کس چیز پر حمل کر سکتے ہین اور اسی طرح حضرت کا دیار یثرب کی طرف ہجرت فرمانا اور مدینہ مین سکونت کا اختیار
کرنا اور وطن اصلی جو مکہ معظمہ تھا اُسے ترک کرنا کس راہ سے تھا مگر یہ کہ وہ حضرت چونکہ افضل سب مرسلین سے تھے اور ساتھ
اس بات کے کہ شاہ عبد الحق دہلوی نے تصریح کی ہو کہ ایک جماعت کے نزدیک حضرات اہلسنت سے آنحضرت کو حقیقت
روح اور علم قیامت اور دیگر اسرار ربانیہ اور خصائص سبحانیہ پر اطلاع تھی ولیکن یا اس سنت ربانیہ پر جو جمیع انبیا کے ساتھ
قائم اور جاری تھی مطلع نہ تھے یا لن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا سے باخبر نہ تھے یا جو وعدہ حق تعالی نے انکی نصرت اور اظہار
شوکت کا اُنکے ساتھ فرمایا تھا اور یہ معنی اخبار و آثار متکثرہ سے ثابت ہی اسپر وثوق و اعتماد نہ تھا اور یہ سب امور مستحیلات سے ہین
پھر اس صورت مین اگر ائمہ دین علیہم السلام علم موت و حیات و ازمنہ و اوقات سے باعث اسکا ہو کہ انپر یہ واجب ہو کہ
اس جاننے کے سبب سے وہ اپنے تئین مہلکہ مین ڈالین تو انبیا کا یہ علم بطریق اولی اسکا موجب ہونا چاہیے اور اگر پیغمبرون کا
اپنی سلامتی کو جاننا اسطرح کہ وہ مشروط بتحرز ان مہالک سے ہی مگر جب حق تعالی اُنسے یہ ارادہ فرمائے کہ وہ اپنے تئین
ظاہر کرین اور مہلکہ سے نہ بچائین تھا تو اسی طرح ائمہ علیہم السلام بھی اپنی سلامتی کو مشروط بتحرز مہالک سے جانتے ہونگے
اور پھر کسطرح خلاف اُنکے بدون حکم الہی شاہ صاحب کے کہنے سے عمل مین لائین اور حضرت عبد المطلب کا پیغمبر خدا کے
نفس نفیس کا شر قریش سے حفاظت کرنا اور ہمیشہ اسمین بمرتبہ اہتمام سرگرم رہنا جیسا کہ مادر ابراہیم حضرت ابراہیم کی حراست
کرتی تھین اور مادر موسی حضرت موسی کی پرورش مین اہتمام کرتی تھین یہ سب اسکی رد مین کافی ہین اور اسنے بھی
زیادہ یہ تھی کہ کوئی مخلوقات سے ایسا صاحب علم و قدرت اور مالک افواج نہین ہی جیسا کہ حق تعالی ہی کہ اُسکے لشکرون کا
علم کسی کو معلوم نہین کہ کسقدر ہین وما یعلم جنود ربک الا ھو اور کوئی چیز غائب و حاضر نہین ہی مگر وہ سب کو جانتا ہی پھر
باوجود اسکے کہ وہ جانتا تھا کہ فرعون موسی علیہ السلام پر غالب نہ آسکے گا بلکہ اُنکے معجزے سے وہ غرق ہو جائیگا پھر کیا وجہ ہی
کہ مالک علام نے حضرت موسی علیہ السلام کی مان سے فرمایا ان اقذفیہ فی التابوت واقذفیہ فی الیم یعنی اے مادر موسی
موسی کو صندوق مین رکھ اور اُسے دریا مین ڈال دے پھر اُس سے غرض کوئی سوا اخفا کے اُسوقت اور بھی تھی اور یہ محض

اس خیال سے تھا کہ تا فرعون کوئی ضرر نہ پہونچا سکے ہر چند انحضرت کو قتل نہ کر سکے گا کیونکہ قتل اُسکا مین نے ابھی مقدر نہین فرمایا اور فرعون میرا ہمسر قدرت و قوت مین نہین ہی جو بار سکے پھر باوجود اس علم و قدرت اور کثرت افواج کے اپنے پیغمبر کو زندہ درگور کیا اور ماں کو اُنکی کس غم مین مفارقت فرزند صغیر کے بتلا فرمایا پھر اب جو محمل صحیح اس فعل الٰہی کے واسطے قرار دیا جاوے وہی شیعون کا جواب اس فعل امام علیہ السلام کے لیے کہ باوجود اسکے کہ اپنی سلامتی وحیات کو جانتے ہین پھر استتار و پوشیدگی کو کیون اختیار فرماتے ہین کافی ہوگا علاوہ اسکے جو شاہ صاحب نے کہا ہی وہ موافق اپنے فہم و علم ناقص کے جو علم انسانی ہی لکھا ہی اور اُسکا حال ظاہر ہی کیونکہ شیعون کی سلطنت سے مراد اگر سلطنت صفویہ کے خاندان کی مراد تھی تو اُسکا بھی حال انقراض ظاہر ہی اور اگر ہندوستان مین لکھنؤ کی سلطنت جو خاندان برہان الملک مین تھی یہ مراد ہی تو جو اُسکا حال ہوا وہ بھی ناظرین پر پوشیدہ نہین پھر اگر شاہ صاحب کے علم و صوابدید کے موافق امام زمان علیہ السلام قبل اُسوقت کے جو حق تعالیٰ نے اُنکے ظہور کے واسطے معین فرمایا ہی اپنے تئین اس عالم مین ظاہر فرماتے تو ساتھ اس بات کے کہ حضرت کے غلبہ و تسلط کی بشارتین مشہور ہین اور اسکے ساتھ جب سب اہل دنیا یہ جانتے کہ انھین بزرگ کو آخر مین زمین پر تسلط ہوگا اور سب کی بادشاہیان اپنے خراب و مضمحل ہونگی اور دفعہ اپنے تئین حفظ سلطنت کے لیے ارادہ اہلاک نفس نفیس پر آنحضرت کی مستعد ہوتے اور افواج و رعایا کو اپنی اسکے لیے جمع کرتے تو بمقابل جملہ سلاطین کے جنھین شاہ صاحب نے دشمن کے مال کی طرح زیادہ تصور فرمایا ہی یہ نفوس چند شیعون کے اور اُنکی فوجین کس شمار مین تھین اور اُنسے کیا ہو سکتا اور چونکہ حضرت امام زمان علیہ السلام کے لیے حق تعالیٰ نے طول عمر کرامت فرمائی ہی اور وقت غلبہ و تسلط کا حضرت کے اور تائید فرمانی افواج ملائکہ اور انبیا اور ائمہ و شہدا سے اُنکے آخر زمان مین مقرر فرمائی ہی پھر اس بیچ مین کیا ہوتا سوا اسکے کہ جو سیرت ایسی مواضع مین انبیا کے رہی ہی اُسی کے موافق اختفا و استتار پھر اختیار فرماتے پھر ایسے بزرگ کا ظہور ایسے حالات مین جنھین شاہ صاحب پسند فرماتے ہین بدون اقتران نصرت و اعانت الٰہی مورث فتنہ و فساد کے اور باعث غارت و قتل موالیان و شیعیان اور شماتت دشمنان کی ہوتے اب اس جگہ جو شاہ صاحب نے علم ماکان و مایکون پر اعتراض کیا ہی اُسی علم کو ہم پھر اپنی دلیل گردانتے ہین اور کہتے ہین کہ جو کچھ شاہ صاحب نے کہا ہی وہ موافق اپنے علم بشری کے کہا ہی اور اُنکا جاننا ماکان و مایکون کو خواہ بمعنی ظاہری ہو یا جیسا کہ اہل تحقیق کا مذہب ہی کہ اُس سے یہ مراد ہی کہ حتی شاؤا ان یعلموا اعلمو کہ وہ مشتمل اسپر ہی کہ جسقدر اس علم سے وافی اور ضروری اُسکی فعلیت آنحضرت کو حاصل ہی اور باقی سب بالقوۃ القریبہ من الفعل اُنکے واسطے حاصل ہی اسکا باعث نہین ہو سکتا کہ کوئی تحکم کرے کہ اجتماع اسباب ظہور کا ہی اور مدعیان نصرت بہت ہین اب چاہیے کہ ظاہر ہون کیونکہ ادعائے لسانی کہ ہم تمھارے دوست ہین اور تمھارے واسطے ہمارا مال اور لشکر اور جان حاضر ہی اور قربان ہین یہ امر جداگانہ ہی اور تہیا واقعی اور مال و جان کا حقیقت مین عزیز نہ کرنا اور سب کا مستعد و یکدل وقت پر ہو کر نصرت و مددگاری کرنا دوسرا

امر ہی یہ لشکر وکثرت جو مددگارون کے ظاہر بینون کی نظر مین ہی کہسان سے معلوم ہو کہ ان صاحب کے باطن کا بھی حال ایسا ہی ہو کہ خلاف ظاہر نہ کرینگے کیونکہ یہ بات جب تک عالم ماکان ومایکون کا نہو وہ حال ضمائر کو نہین جان سکتا بلکہ ہوسکتا ہی کہ وہ حضرت باعلام ملک علام اس علم سے جو حق تعالی نے انکے واسطے ماکان ومایکون کے جاننے کا عطا ومختص فرمایا ہی اسے بمفاد اللہ عقیدہ جانتے ہون کہ یہ اشخاص میرے ظاہر ہونے کے وقت پر جب اپنے مناصب اور عہدون سے جو انکے لیے مناسب نہین ہین معزول کیے جائینگے اور جب عدل واقعی کے اظہار کا وقت آئیگا کہ امین قوی وضعیف برابر رکھے جائین تو سب میرے دشمن ہو جائینگے جیساکہ بنی اُمیہ اور بنی عباس اور سب مدعیان خلافت کا حال رہا کہ باوجود اسکے کہ قرابت کا ادعا کرتے تھے اور جو حقیقت ومرتبہ حضرات کا تھا اسکے معترف تھے لیکن باوجود اسکے محض توہم ادعاے ریاست سے اور اس خیال سے کہ انکے ابقا اور ترقی کے ساتھ ہمارے مبانی حکومت کو خلل ونقصان پہونچیگا کوئی دقیقہ دشمنی کا قتل سے اور غارت سے اور ہتک حرمت سے نہ اٹھا رکھا اسی طرح جن مدعیان ریاست کو شاہ صاحب نے بتایا ہی کہ اسقدر آرزومند ملاقات اور مددگاری کو آمادہ ہین جب وہ اپنے مناصب جلیلہ سے بسبب اپنے فسق وفجور کے معزول ہوتے تو پھر اشتیاق اور ارادہ امداد ونصرت کہان باقی رہ جاتا بلکہ دشمنی کرتے اور وہ ہورہے ظاہر نہوتے جو اس ظاہر کے خلاف ہوتے پھر اس صورت مین یہ جاننا حضرت کا ایسے بادشاہ سبب ظہور کا آنحضرت کے ہی یا سبب عدم ظہور اور اختیار انزوا کا ہی اور چونکہ شاہ صاحب نے نہ خود ادعاے علم ضمائر اپنے فرمایا اور نہ کوئی روایت اسپر وارد ہوئی پھر علم ظاہری سے عالم ظاہر بین کو کب پہونچتا ہی کہ عالم ضمائر پر حجت لاے اور وہ حجت کب تمام ہوسکتی ہی خصوصًا جبکہ بنی امیہ اور بنی عباس کے بادشاہون کا تجربہ بھی ہوچکا اور امتحان کامل ہین سب برے نکلے بلکہ ایک کا علم دوسرے شخص پر الزام کا باعث نہین ہوسکتا خصوصًا جبکہ معترض ظاہر بین کا علم بہ نسبت حقیقت بین کے کچھ حقیقت نہ رکھتا ہو پھر کیونکہ ہوسکتا ہی کہ امام زمان علیہ السلام اپنے علم حقیقی سے قطع نظر کرکے انکے کہنے پر اعتماد کرکے ظہور فرماوین ہان جب باعلام علام حقیقی صدق لسان مدعیان نصرت پر وہ حضرت آگاہ ہونگے اسوقت ظہور فرمائینگے اور زمین کو عدل وانصاف سے بھر دینگے اللھم عجل فرجہ وسھل مخرجہ واجعلنا من انصارہ واعوانہ والقائلین لاعدائہ پھر ایسے توہم کے ذریعہ سے امام زمان پر زبان طعن کا کھولنا عقل حق بین کے نزدیک اچھا نہین ہی اور افواج پر اعتماد کا حال تو ایسا ہی کہ جسنے جنگ احد کے وقائع کو دیکھا ہی وہ جانتا ہو کہ جنکے حق مین فضائل کثیرہ ذکر کیے جاتے ہین اورنھون نے نبی کے معجزات واقعی دیکھے تھے اور اسکا یقین رکھتے تھے کہ پیغمبر خدا کا دین سب پر غالب آئیگا اور آنحضرت کو تسلط تام ہوگا مگر جب لڑائی کی شدت بڑھی اور جنگ دونون جانبون سے سخت ہوئی اسوقت کیسے کیسے اشخاص کہ قوم عرب سے تھے لیکن پیغمبر اور وصی پیغمبر کو تنہا اُس صعوبت مین چھوڑ کر چلے گئے پھر کیونکر ان افواج پر اعتماد کیا جاے علاوہ اسکے ابھی چند روز ہوے ہین کہ فوج دولت انگلشیہ ور ریاست برطانیہ نے جو ہندستان مین تھی کیسی بیوفائی

سرکار سے کی حالانکہ وہ سلطنت صنفی شخصی نہین ہی پھر کیا حال ہی اُسکا جو تنہا باوجود کثرت دشمنان ہو اور ہنوز حامی خدا ظہور کے
وسیطے اور طمینان تائید الٰہی سے نہ حاصل ہوا ہو پھر ایسی حالت مین جو کوئی بلا غور مصالح و حکمتہاے الٰہی مین و بلا تامل حکمت
سفیران درگاہ صمدی مین اعتراض ظاہر اعدا دشکر سے امام زمان پر کرے تو اُسکی مثال ویسی ہو گی جیسا بعض ہمراہیان
پیغمبر خدا نے خود آنحضرت کی نسبت بعد وقوع مصالحت جنگ حدیبیہ کہا تھا کہ محض نامردی سے ننگ مصالحت کو
اپنے لیے التزام فرماتے ہین نعوذ باللہ منہا اور اُسکی حکایت مشہور اور حدیقہ سلطانیہ مین مسطور ہی اور جو اعتراض مین گذشتہ
صالحین نیکوکارون کی سیرت لکھی ہی اور آیت وکاین من نبی قاتل معہ ربیون کثیرا الخ الآیہ نقل کیا ہی اور غرض اُس نقل آیت سے
تعریض بہ نسبت جناب امام زمان علیہ السلام کی منظور ہی یہ بھی کچھ چیز نہین ہی بلکہ یہ مشابہ اُس سے ہی جو مثل بولی جاتی ہی لقد
اضحکت بعد استعبادنی جب کوئی پہلے ایسی بات کہے کہ وہ بری ہو اور سننے والے کو برا معلوم ہو اور اُسکے سننے سے
رونا آئے اور پھر اُسکے بعد ایسی بات کہے کہ جسکے سننے سے ہنسی آئے تو وہان یہ کہتے ہین کہ رولا کے ہنسایا اسی طرح یہ تعریض بھی
ایسی ہی کہ جسپر ثکلی کو بھی ہنسی آئے سبحان اللہ ذریتہ طاہرہ پیغمبر خدا کی طرف کہ جنکی مودت اجر رسالت افضل پیغمبران ہی کمال
استخفاف سنادعیب جبن و نامردی کے کرنا کسطرح جائز ہو سکتا ہی حالانکہ اُنکے مراتب جلیلہ اور مقامات رفیعہ دوست و
دشمن کے آگے مثل روز روشن ظاہر و ہویدا ہین پہلے یہ تو کہیے کہ کسوقت اور کس معرکہ مین بنی ہاشم اور خاص کرکے بنی عبد المطلب
خصوصاً اولاد علی اور اولاد زہرا کو دلیرون کے معارضہ کے وقت لڑائی سے بھاگتے دیکھا ہی اُنکے مقامات ثبات اقدام
مرد آزما لڑائیون مین مصداق کم نزل فیہ قدم بعد ثبوتہا تھے جہان پر اکثر صحابہ ٹھہرے نہین وہان اُنھون نے میدان سے
بدون فتح کے منہ نہین موڑا اور ایسی بات ہی کہ اُس سے زیادہ کہنا نہین چاہیے کہ زبان جمہور پر مشہور ہی دیکھو یہ جد اعلی
اُنکے علی ابن ابیطالب شیر خدا ہین کہ جو ہمیشہ دشمنان خدا پر غالب اور توڑنے والے جماعت اہل عناد کی لڑائی کے وقت تھے
پیش رو مجاہدان اور مقدم مردمان معارک قتال مین رہتے تھے جبکہ اقران و امثال دل چوراتے تھے اور اپنا چارہ کار
کنارہ کشی مین دیکھتے تھے شجاعت اُنکی ضرب المثل ہی اور جلادت و بہادری اُنکی اہل جہان سے افضل ہی بلکہ ایک ضرب
اُنکی جن و انسان کی عبادت سے افضل ہی وھو الذی قاتل الابطال بما جری ذکرہ علی السن العالمین فجاھد بذی الفقار
مردۃ الکفار وعتاۃ الفجار من القاسطین والناکثین والمارقین قد عجبت من حملاتہ فی الوغا ملائکۃ السموات العلی روحی
لہ الفداء جاھد فی اللہ جہاداً فی سبیلہ ابان اللہ بہ فضلہ علی القاعدین بما ھو ظاہر مستبین اور اسی طرح اُنکی ذریتہ طاہرہ اور
عترت کریمہ نے اِس شجاعت و جلادت کو اور دواہی اور سختیون کی مقاساۃ کو اُن جناب سے وراثت مین پایا ہی
کیا یاد نہین ہی یا اہل اسلام نے معرکہ کربلا کو بھلا دیا کہ ابو الائمۃ التسعہ یعنی سبط رسول عربی امام حسین ابن علی صلوۃ اللہ
علیہم نے باوجود اسکے کہ روز عاشورہ کس کثرت اعدا مین اور کس حال کثرت مصائب و ضعف مین مبتلا تھے کیا داد جوانمردی
دی ہی اللہ اللہ کیف قاتل علی قلۃ من ناصر بہ حیث لا مغیث لہ ولا معین قتالاً شدیداً لبطے الرؤس والایدی

لاعداء الدین قاسی حدواھی الزمان وتحمل کل اذی نالہ من اید ی اھل الشان وھوا ربط جاشاً واشد باساً مع انہ قد جوھر بین الاعداء ومنع من الماء فجاء بنفسہ وجاء من معہ مجتہم من ولدہ وعشیرتہ حتی مضی بسبیلہ حتی قتل فی شانہ مارایت ملتو قط قد قتل عشیرتہ وولدہ اربط جاشا منہ فبعد طمت الحجتہ وصوابا بالصبر وسلوا ھذہ الحجتہ فما علیھم من لایہ ودبھم اعرف بمصالحھم ومصالح الاشیاء بعض اوقات میں جو انبیا و اوصیا باوجود مساعدت اسباب ظاہری کے مکارہ و شدیے متحمل نہیں ہوئے وہ اس جہت سے نہیں ہے کہ بناہ بجد انہوں نے اپنی زندگانی کو عزیز کیا ہو اور محنتوں کے اور مشقتوں کے گوارا کرنے میں نعمیں جبن مانع ہوا بلکہ یا مصالح واضحہ یا حکمتہاے پوشیدہ اسکا سبب ہوتے رہے ہیں اور یہ بات خود شاہ صاحب کے بھی کلام سے ظاہر ہے جو تاویل قصہ غار میں کہا ہے کہ پوشیدہ ہونا تدبیر کار اور مصالح روزگار کے لیے شرار کے خوف و جبن کے غیر ہی پھر اسی طرح امام زمان علیہ السلام کی پوشیدگی بحکم خدا مصالح اختیار حال روزگار کے لیے یا اس جہت سے ہے کہ آنحضرت کو اطلاع بواطن اسرار سے ہے خوف و ہراس کا اصلا اس سے شعار نہیں ہو سکتا زمانے کی زیادتی اور کمی کو اسمیں کیا دخل ہے اور اگر ایسا ہی ہو تو جیسا انہوں نے امام زمان علیہ السلام کے حق میں جو تابع فرمان حکیم علی الاطلاق میں کہا اس سے کے مقابل میں اور کفار اور منکرین نبوت انبیا بھی کہہ سکتے ہیں کہ کیا سبب ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے آسمان پر اٹھایا اور خوف اعدا کو انسے دفع کیا کسقدر انکی امت میں اب غلبہ و شوکت و زور و سطوت اور کثرت ہے لیکن ہدایت خلق کو نہ آئے اور اسی طرح حضرت ادریس اور حضرت خضر کہ خدا کی حجتیں تھے لیکن خلق میں ہدایت کرنے کو نہ پھر اور کنارہ کشی اختیار کی مجاہدہ اور لڑائی کو نہ اختیار کیا بلکہ خودداری کو پسند کیا پھر جو جواب اسکا ہوگا وہی شیعوں کا جواب ہو سکتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ سید الشہدا علیہ السلام کے مقابلہ اور مجاہدہ کے بعد اور جیسا آنحضرت کے ساتھ مدعیان نصرت کی طرف سے ظہور میں آیا اب بھی مقام اتمام حجت اور ہوس اس کہنے والے کی باقی ہے کہ کوئی کہے کہ فلان فلان لشکر اور بادشاہ ضرور امداد کرینگے اہل کوفہ کا بعد بیعت حضرت مسلم کنارہ کش ہونا اور پھر لشکر ابن زیاد میں قتل فرزند رسول کو آنا کافی نہیں ہے جو پھر اہل دنیا کی ادعاے نصرت کی توہم سے عالم ماکان و مایکون کو الزام دیا جاے اور انپر تعریض کیجاے اور عدم ظہور سے علم ماکان و مایکون کی انکی عموما نفی کیجاے یہ انصاف سے بعید ہے اور مخالف اخبار وارادہ کے ہے جو کثرت سے اسپر دلالت کرتے ہیں کہ حضرات اوصیاے دوازدہ امام علیہم السلام کو حق تعالیٰ نے علم ماکان و مایکون عطا فرمایا تھا ولیکن بہتر یہ ہے کہ علماے محققین نے جو اسکا اعتقاد کیا ہے اسی طرح جاننا چاہیے اور وہ ہمنے بہت صاف ذکر کر دیا ہے نہ وہ کہ اس سے خرابیاں عقلی اور نقلی پیدا ہوں اور قدم راہ کج میں جاتا رہے فتذکر الحمد للہ رب العالمین اولا واخرا اللھم اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین پہلا مقصد امامت ائمہ دوازدہ گانہ کے اثبات میں ہے اور اسمیں چند مطلب ہیں پہلا مطلب اثبات میں بارہ امام علیہم السلام کی امامت میں ہے بالاجمال جاننا چاہیے کہ شیعہ کا اطلاق اسپر ہوتا ہے جو اعتقاد یہ رکھتا ہو کہ بعد جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ کے بلا فصل خلیفہ و جانشین حقیقی

آنحضرت کے حضرت علی ابن ابیطالب ہین اور اثنا عشری شیعہ وہ ہی کہ جو جناب امیر علیہ السلام سے حضرت صاحب العصر
علیہ السلام تک جملہ حضرات ائمہ دوازدہ کو بترتیب خلفاے برحق اور پیشوایان مطلق جانین کہ اول انکے حضرت ابو الحسن
علی ابن ابیطالب حیدر کرار علیہ السلام بعد الملک الغفار و علی اولادہ الاطہار ہین اور بعد آنحضرت کے سردار جوانان اہل بہشت
بڑے بیٹے انکے ابو محمد امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام ہین اور انکے بعد بھائی انکے سردار جوانان اہل بہشت حضرت ابو عبد اللہ الحسین
سید الشہدا علیہ التحیہ والثنا ہین اور انکے بعد بیٹے انکے حضرت علی ابن الحسین امام زین العابدین علیہ السلام ہین اور انکے بعد بیٹے
انکے حضرت ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام ہین اور بعد انکے بیٹے انکے حضرت ابو عبد اللہ امام جعفر صادق علیہ السلام ہین اور
انکے بیٹے بعد انکے حضرت ابو الحسن اول امام موسی کاظم علیہ السلام ہین اور انکے بعد بیٹے انکے حضرت ابو الحسن ثانی امام علی ابن موسی الرضا
علیہ التحیہ والثنا ہین اور بعد ان جناب کے بیٹے انکے حضرت ابو جعفر محمد الجواد التقی علیہ السلام ہین اور انکے بعد بیٹے انکے حضرت امام
علی النقی علیہ السلام ہین اور انکے بعد بیٹے انکے ابو محمد حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام ہین اور انکے بعد بیٹے انکے حضرت صاحب العصر
والزمان قائم منتظر مہدی علیہ السلام جو ہمنام جناب خیر الانام اور مکنی بکنیت آنحضرت کے ہین امام ہین علیہ وعلیہم الاف التحیۃ والسلام
اور ان سب کو معصوم جانین اور جملہ رعایا سے انہین افضل سمجھے اور سب ضروریات دین و مذہب کا اقرار کرے اور انہی سے
یہ بات ہی کہ اسکا یقین کرے کہ بارھوین امام علیہ السلام موجود ہین اور اکثر خلق کی نظر سے غائب ہین اور یقینی ظاہر ہونگے
اور زمین کو داد و عدل سے بھر دینگے بعد اسکے کہ وہ ظلم و جور سے مملو ہو جاے عجل اللہ ظہورہ واتم نورہ ولو کرہ المشرکون
اور اقرار کرے ساتھ اسکے کہ یہ حضرات سب یا بعض انکے بالاجمال پھر دنیا مین تشریف لائینگے جیسا کہ اسکی تفصیل آیندہ
مذکور ہوگی انشاء اللہ تعالی اور اسکو زمان رجعت کہتے ہین اور موافق اصول مذہب امامیہ اثنا عشریہ کے یہ مذہب حق ہی اور
صاحب اسکا یقینی ناجی ہی اور سوا اسکے اور مذاہب باطل ہین خواہ وہ منسوب طرف تشیع کے ہون یا نہون جیسا کہ
مقدمہ کتاب مین ذکر مذاہب اسلامیہ کا ہوچکا ہی اور جو بعض حضرات اہلسنت نے مثل شاہ صاحب تشیع کا دعوی کیا ہی
وہ خلاف مصطلح اور بے حقیقت ہی اور آنحضرات کو یہ کہنا کسی طرح جائز نہین کیونکہ شیعہ ہونے مین اول یہ شرط ہی کہ اعتقاد کرے
اس امر کا کہ حضرت امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام خلیفہ اور وصی بلافصل بعد جناب پیغمبر خدا کے بنص ظاہر قرآن مجید اور
فرمان رسول حمید ہین اور وہ سب حضرات خلیفہ اول جناب ابوبکر بن ابی قحافہ کو جانتے ہین پھر جب پہلی ہی شرط مفقود ہوئی
تو یہ ادعا انکا کیونکر صحیح ہوسکتا ہی علاوہ اسکے تشیع مشایعت سے جو متابعت کے معنی پر ہی ماخوذ ہی اور چونکہ امامیہ کی متابعت
خاص جناب علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے واسطے اس مرتبہ کو پہونچی ہی کہ اسکا وضوح ظاہری یہان تک کہ حضرات اہلسنت بھی
اسکا اعتراف کرتے ہین اور یہی مناسب سے بطریق الیقین شیعون کو شیعہ کہتے ہین جیسا کہ فاضل شہرستانی نے ملل ونحل مین
کہا ہی الشیعۃ ہم الذین شایعوا علیا وقالوا بامامتہ وخلافتہ نصا جلیا او خفیا واعتقدوا ان الامامۃ لا تخرج من اولادہ
فان خرج فبظلم الی آخر ما قال اور کتاب غنیۃ الطالبین مین لکھا ہی اما الشیعۃ فلہا اسامی الشیعۃ والرافضۃ انما قیل لہا الشیعۃ لانہا تشیعت

علیہا وفضلوہ علی سائر الصحابۃ پس اس سے صاف واضح ہی کہ تشیع ماخوذ ہی اُس مشابعت سے جو متابعت کے معنون پر ہی
اور چونکہ حضرات اہلسنت کو آنحضرت کی متابعت سے علاقہ وبہرہ نہین ہی اور یہ بات ظاہر ہی کیونکہ ہر عہد مین جو حضرت
اپنا حق جو خلافت تھی طلب فرماتے رہے اور اہل روزگار سے تظلم فرماتے تھے لیکن اُنھون نے کچھ توجہ نہ کی اور ہمیشہ
یہ حضرات اورون کو اُن جناب پر تفضیل دیتے رہے ہین اور اگرچہ کریمہ اولئک ھم خیر البریۃ دارقطنی کی روایت کے
موافق آنحضرت کے اور اُنکے شیعون کے ساتھ مقرر ہی مگر کبھی کسی نے اُسے نہ سُنا پھر باوجود اسکے ادعاے تشیع کسی طرح
زیبا نہین ہی اور اسی لیے شاہ صاحب سے پہلے کسی نے آنحضرت سے ایسا ادعا نہین فرمایا اور فی الواقعی یہ کہنا
عوام کو غلطی مین ڈالنا ہی علاوہ اسکے شیعون کو شیعہ کہنے کی ایک اور بھی وجہ حدیث مفضل مین وارد ہی جو امام حضرت
صادق علیہ السلام سے ہی کہ فرمایا آنحضرت نے انا خلقنا انوار وخلقت شیعتنا من شعاع ذلک النور فلذلک سمیت شیعۃ پھر اُس
شعاع کی برکت سے بمناسبت لفظی ومعنوی شیعہ انوار ائمہ اثنا عشر کے اہلبیت علیہم السلام سے جو ایک دونون ثقلین مین سے ہین
مقتبس ہین اور بمفاد اُس روایت کے جو صاحب جواہر العقدین نے فی فضل الشرف ام سلمہ سے نقل کیا ہی کہ پیغمبر خدا نے
فرمایا شیعۃ علی ھم الفائزون فوز ونجات یقینی شیعون کے واسطے ہی اور زیادہ تر اس ادعاے تشیع مین لائق تعجب
یہ بات ہی کہ خود شاہ صاحب نے اپنی کتاب تحفہ کے پہلے باب مین تعریض کی راہ سے مذہب تشیع کے حادث ہونے مین
کہا ہی کہ مذہب تشیع نے ابتداے حدوث سے ظہورات رنگا رنگ کے اور کسوتہاے گوناگون پہنے اور ہر وقت مین
دوسرے رنگ سے ظاہر ہوا یہان تک کہ بادشاہان صفویہ نے عراق وخراسان مین اس مذہب کی ترویج مین اور
اسکے ضبط اصول اور حفظ قوانین مین کوشش کی اور علماے وقت نے بہت سعی کرکے اصول کی تمہید اور فروع کی تفریع
بجا لاکر کتابین اور رسالے مدون کیے اور اُس وقت سے اس مذہب کا تبدل اور تحول موقوف ہوا اور ایک روش پر
قرار پکڑا اور یہ تلون اور تبدل اسی مذہب کا خاصہ ہی اور بس انتہی محصل کلامہ اب اس تعریض وتصریح کے بعد پھر بھی
گنجائش ادعاے تشیع کی باقی ہی واضح ہو کہ یہان اس کلام کی نقل سے مطلب اسی قدر تھا کہ اُس سے معلوم ہو کہ آنحضرت ایسے
جو کوئی ایسا ادعا کرے تو وہ صحیح نہین ہی بلکہ کسی مصلحت سے یہ کہا ہوگا تاکہ عوام غلطی مین واقع ہون لیکن جب کوئی بات
سامنے مذکور ہوتی ہی تو اُسکا جواب دینا ضرور ہوتا ہی خصوصًا یہ کتاب تکمیل عقائد کے لیے ہی اور اس قول سے دیکھنے والے
اور سُننے والے کو البتہ جو عوام سے ہو سُستی اور ضعف اپنے مذہب کی نسبت عاید ہوتا ہی اسلیے اور بھی واجب ہوا کہ اُسکا
جواب بھی مختصر لکھ دیا جاے کہ جو اُسے دیکھے تو پھر اسکے دیکھنے سے اُس ضرر سے جو مذکور ہوا محفوظ رہے بالجملہ جواب
اُسکا یہ ہی کہ اسی کتاب کے مصنف نے اپنا اور اپنے طائفہ کا نام شیعہ مخلصین اور شیعہ اولی رکھا ہی پھر اسکے بعد پہلے
یہ تعریض کدھر جاتی ہی کیونکہ اگر مذہب تشیع کا حادث ہوگا تو اُس احداث کے بادی پہلے شیعہ اولی ہونگے اور اگر تشیع بادشاہان
صفویہ کے زمانے تک پختہ نہین ہوا تو یہ خامی پہلے شیعہ اولی مین جاری ہوگی اور اگر ظہورات رنگا رنگ کا مذہب

صوفیہ و فقرا مین خدا کے واسطے یہان تک کہ اُسکا ظاہر ہونا سگ و گربہ و انسان و شیطان مین جائز ہوگا تو مذاہب تشیع کے تطورات پھر اِس قوم کے مورد طعن و لوم کیونکر ہونگے اور اگر حادث ہونا عیب ہی تو ماسوا اللہ بنا بر مذہب حق کے سب حادث ہین مذہب تشیع کی تخصیص کیا ضرور ہی اور اگر کلام اضافی قدیم و حادث مین ہی تو قدیم ہونا مذہب تشیع کے لیے یقینی حق ہی اور اُنکے سوا جو ہین مذاہب اسلامیہ اُنکے واسطے حدوث زیبا ہی کیونکہ امامت نبوت کے واسطے بمشابہ جزو لاینفک ہی پیغمبر و امام دونون نور ہین جو ایک نور سے جدا ہوے ہین پھر مذہب تشیع تو یہ ہی کہ اعتقاد نبوت کے ساتھ امامت علی ابن ابیطالب علیہ السلام کا جو حقیقی امام اور وصی جناب خیر الانام ہین اعتقاد کرے اور وہ دونون بزرگوار ایک نور سے ہین اور جملہ مخلوقات سے پہلے پیدا ہوے ہین جیسا کہ علامہ حلی علیہ الرحمہ نے مسند احمد بن حنبل سے روایت کی ہی کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ مین اور علی ابن ابیطالب ایک نور تھے نزدیک خدا تعالی کے چودہ ہزار برس پہلے اِس سے کہ آدم علیہ السلام کو پیدا فرمائے الحدیث بعد اسکے ابن مغازلی شافعی سے روایت نقل کی ہی کہ جب حق تعالی نے آدم کو پیدا فرمایا تو اُس نور کو اُنکی پشت مین جگہ دی پھر ہم ایک سے دوسرے کی پشت مین منتقل ہوتے رہے یہان تک کہ پشت عبد المطلب سے ہم جدا ہوے پس مجھ مین نبوت آئی اور علی ابن ابیطالب مین خلافت و امامت گئی اور جو حدیث کہ جناب صادق علیہ السلام سے منقول ہو چکی ہی مضمون ہی کہ ہم خلق کیے گئے ہین درحالیکہ ہم سب نور تھے اور اُنکی شعاع سے ہمارے شیعون کا نور پیدا ہوا پھر علامہ حلی علیہ الرحمہ نے احمد بن حنبل اور طبرسی علیہ الرحمہ سے کہ انھون نے ثعلبی اور صاحب معالم التنزیل اور کتاب ریاض نضرہ اور محمد بن جریر طبری سے اور اور بھی علماے حضرات اہلسنت اور شیعون نے اپنی اپنی اسناد سے جناب علی ابن ابیطالب علیہ السلام سے روایت کی ہی کہ جب کریمہ و انذر عشیرتک الاقربین نازل ہوا تو پیغمبر خدا نے اولاد عبد المطلب کو جمع کیا او اُنکی دعوت کی اور وہ ایسی قوم تھی کہ ایک اُنمین سے سارے مینڈھے کا گوشت اور ایک مشک بھر پانی پیتا تھا بعد اسکے مجھسے فرمایا کہ کھانا تیار کرون چنانچہ ایک دست گوسفند اور ایک مد گندم یا جو مین نے پکاے اور ایک کاسہ شیر مین نے حاضر کیا برکت سے حضرت کے وہ سب اُس کھانے سے کھا پی کر سیر ہو گئے اور پھر کھانا ایسا باقی رہ گیا کہ گویا کسی نے اُنمین سے نہ کچھ کھایا تھا نہ پیا تھا بعد اسکے فرمایا کہ ای اولاد عبد المطلب مین خاص تمھاری طرف اور عموماً جملہ خلق کی طرف از جانب خدا بھیجا گیا ہون اور دیکھا تمنے مجھسے جو کچھ کہ دیکھا میرا اعجاز یعنی تھوڑے کھانے سے سب کا سیر ہو جانا پھر کون ہی تم سے کہ اِس عہد پر میرے ساتھ بیعت کرے کہ وہ میرا بھائی ہوگا اور میرے دین کا اور میرے وعدون کا ضامن ہوگا اور میرا خلیفہ ہوگا اور بہشت مین میرے ساتھ ہوگا اِس ارشاد کے بعد کسی نے مبادرت آنحضرت کے امتثال فرمان پر نہ کی مگر علی ابن ابیطالب نے چنانچہ حضرت فرماتے ہین کہ تین بار حضرت نے اِسی طرح فرمایا اور ہر بار مین اُٹھتا تھا اور عرض کرتا تھا کہ انا علی علی مانقلہ العلامہ اور فاضل روزبہان نے خلافت کے فقرے سے انکار کیا ہی اور کہا ہی کہ یہ روافض کی ملحقات سے ہی حالانکہ ایک جماعت نے مسند احمد بن حنبل سے اور ثعلبی سے اُسے نقل کیا ہی

پھر اگر الحاق ہی تو انکا ہوگا نہ شیعون کا اِس سے علاوہ یہ کہ حسبقدر طبری کی بھی روایت مین ہی وہ یہ ہی کہ پیغمبر خدا نے
فرمایا کہ علی ان یکون اخی وصاحبی ووارثی اور جناب شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی جو جناب شاہ عبد العزیز صاحب کے والد
بزرگوار ہین اپنے رسالہ ازالۃ الخفا مین کتاب خصائص سے روایت نقل کی ہی وہ بھی افادۂ مطلوب کو ہمارے کافی ہی اور
فی المعنی خلافت کا افادہ کرتی ہی کیونکہ یہ وراثت نبی کے مال کی وراثت نہ تھی جسکا وعدہ فرمایا بلکہ وراثت علم و نبوت
کی تھی اور روایات خلافت و وزارت کی اُسکی تفسیر کرتے ہین اور فریقین کی روایات اِس معنی مین ناطق ہین اور روہ
معاضد اسکے ہین سفینۃ النجات مین مرزا محمد بدخشی نے نقل کیا ہی اخرج الطبرانی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم قال الا
ارضیک یا علی انت اخی ووزیری تقضی دینی انجز وقال اخرج احمد عن بریدۃ قال قال رسول اللہ لکل نبی وصی ووارث وان وصیی ووارثی علی ابن ابیطالب
قال واخرج الطبرانی عن ابی ایوب ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ قال لفاطمۃ اما علمت ان اللہ اطلع علی اھل الارض
فاختار منھم اباک فبعثہ نبیا ثم اطلع الثانیۃ فاختار بعلک فاوحی الی فانکحتہ بک واتخذتہ وصیا اب ان روایات سے جو
بزبان خصم منقول ہین صاف واضح ہوتا ہی کہ جیسے نبوت کا جناب سید المرسلین کے اظہار ہوا امامت علی ابن ابیطالب کا بھی
اظہار ہوا بلکہ روز الست سے حق تعالی نے عہد و میثاق اپنی وحدانیت کا اور رسالت جناب ختم المرسلین اور وصایت
افضل الوصیین حضرت امیر المومنین علی ابن ابیطالب کا ساتھ ہی لیا جیسا کہ وہ نصوص مین منصوص ہی اور ہمیشہ و ہربار
اسکے اظہار کی تاسیس و تاکید فرماتا رہا یہان تک کہ حضرت رسالت پناہ جب بامر جلیل بلغ ما انزل الیک اس اظہار پر فورا
مامور ہوے تو روز غدیر عین حالت سفر مین کہ اُسوقت بسبب شدت گرما کے موقع ٹھہرنے کا اور کسی کام کے کرنے کا
نہ تھا کہ زمین کی گرمی سے ہمراہی اور رہنے کی چادر کو جب پاون پر لپیٹتے تھے تو زمین پر قدم رکھتے تھے لیکن بنا بر حکم خدا کے
وہین حضرت نے قیام فرمایا اور علی رؤس الاشہاد جناب امیر علیہ السلام کو منصوب و راہنما و وزیر فرمایا اور جملہ احمر و اسود و ابیض سے
عہد بیعت کا استیثاق فرمایا یہان تک کہ جملہ اصحاب نے بیعت کی اور ساتھ امارت مومنین کے اُن جناب پر سلام کیا
جیسا کہ یہ مضمون روایت نصب جناب امیر سے بخوبی واضح ہی اور آخر جلد نبوت مین بھی اُسکا ذکر ہوچکا اور آیندہ ہوگا
انشاء اللہ پھر یہان تک تو مذہب تشیع جیسا اب ہی تھا اور صدر زمان بعثت اور تبلیغ رسالت مین اسلام متفرق نہین ہوا
ہان جب جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ نے اِس عالم سے انتقال فرمایا اُسوقت جو جو دشمنان دین سے منتظر وقت
کمین مین رہتے تھے اُنھون نے اُس عہد و پیمان کو جو حق تعالی نے روز الست اور پیغمبر خدا نے روز غدیر لیا تھا توڑا اور
راہ اختلاف و افتراق کو اختیار کیا بلکہ پیغمبر کی بیماری ہی کے زمانے سے اِسکی پیش بندی ہوئی اور اوّل نزاع جو زمان مرض
نبی مین تمہید غصب خلافت کے لیے ہوئی وہ مقدمہ دوات و قرطاس ہی جیسے فاضل شہرستانی نے ملل و نحل مین ذکر
کیا ہی خلاصہ اُسکا یہ ہی کہ پہلی نزاع جو پیغمبر خدا کی بیماری مین موافق روایت محمد بن اسمٰعیل بخاری کے واقع ہوئی وہ ہی کہ
بخاری نے عبد اللہ ابن عباس سے نقل کیا ہی کہ جب حضرت رسالت پناہ کا مرض سخت ہوا تو فرمایا کہ میرے پاس دوات و

کاغذ کو لاؤ کہ تا مین تمہارے لیے ایسی کتاب لکھ دون کہ تم میرے بعد گمراہ نہو پس عمر نے کہا کہ آنحضرت پر درد و مرض غالب
ہوا ہی کتاب خدا ہمارے واسطے کافی ہی اسکے بعد شور و غل بلند ہوا یہ سنکر حضرت نے فرمایا کہ میرے پاس سے اٹھو کہ کسی کو میرے سامنے
نزاع کرنا زیبا نہین ہی اُس دن کے بعد سے ابن عباس کہتا تھا کہ مصیبت کل مصیبت وہ تھی کہ ہمارے اور کتاب ہونے کے
بیچ مین حائل ہوئی اور پھر نہ چھوڑا کہ پیغمبر خدا وقت آخر اپنے مکنون خاطر کو ظاہر فرمانے پاتے اور خلق کو ضلالت سے باز رکھتے
انتہی ملخص کلامہ اور سب سے زیادہ غریب امر وہ ہی کہ جناب سید رضی نے لکھا ہی کہ بعضے حضرات نے موافق حکایت شارح
مقاصد کہا ہی کہ پیغمبر خدا نے فرمایا الکتف لا بل کتابا حقیقت یہ ہی کہ ایسی بات کہی ہی کہ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہی کہ نہ خوف
اسکا ہی کہ حضرت نے فرمایا ہی کہ من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار اور نہ اندیشہ دنیا کی ذلت کا ہی کیونکہ ایسا سخن بے محل
کہنا موجب افتضاح اور عار کا ہوتا ہی یہان تک کہ حضرات اہلسنت سے بھی اکثر نے اس دروغ بے فروغ کو نہ قبول کیا
پھر اورون کو کیا کہنا ہی علاوہ اسکے ہم کہتے ہین کہ اِسکے کہنے کے بعد بھی تو وجہ مخالفت امر کی نبی کے ہوئی اُس سے تو گریز ممکن نہین ہی ہان شاید
اسی کے دفع کرنے کو صاحب بحر المذاہب نے کہا ہی کہ جو جو خلاف زمان اول مین ہوے وہ امور اجتہادیہ مین واقع ہوے جیسے
مثل اُس اختلاف کے جو مقدمہ دوات و قرطاس مین ہوا انتہی لیکن یہ تاویل بھی اُنکی لائق تعجب ہی سبحان اللہ اجتہاد نص کے
مقابل مین کیسا تجویز ہوتا ہی اور کہان روا ہی پیغمبر خدا فرماتے ہین کہ دوات و کاغذ لاؤ مین کتاب لکھون اور میری کتابت باعث
رفع ضلالت کا ہوگی اِس نص صریح کے مقابل مین مانعین کہتے ہین حسبنا کتاب اللہ اور تاویل کرنے والے ایسے قسم اختلاف
اجتہادی سے تعبیر دیتے ہین اور گمراہی کا سبب نہین جانتے اور اسی طرح تعجب کے قابل یہ امر ہی کہ جو اختلافات کہ درمیان امامت
و خلافت کے ظاہر ہوے اُسے بھی بُرا نہین کہتے بلکہ فروع سے جانتے ہین حالانکہ خود روایت کرتے ہین کہ پیغمبر خدا نے فرمایا
کہ جو اپنے امام زمان کو نہ پہچانے گا اُسکی موت موت جاہلیت پر ہوگی پھر اگر مخالفت امامت مین جو موت کفر کا باعث ہی
گمراہی کے قبیل سے نہو تو کس چیز سے ضلالت لازم آتی ہی کیونکہ وہ بڑا خلاف اصول اسلام مین ہی جیسا کہ فاضل شہرستانی نے
کہا ہی کہ عظیم تر اُس اختلاف کا جو اُمت مین ظاہر ہوا وہ خلاف مقدمہ امامت مین تھا کیونکہ ایسی شمشیر کشی کہ جو مقدمہ
امامت مین ہر زمانے مین ہوئی وہ کسی مقدمہ مین مقامات اسلام مین نہین واقع ہوئی مگر یہ کہ صدر اول مین خدا تعالی نے
اِس امر کو سہل کیا انتہی اور واقع مین تو یہ ہی کہ دنیا کا امر ایسا ہی کہ اسی کے لیے پیغمبر خدا کے جسد اطہر کو بستر موت پر
چھوڑا اور حقوق اہلبیت علیہم السلام پر دست برد کی اور اُسی دن کسوت گوناگون دین اسلام کو پہنائی انصار کہتے تھے کہ منا امیر
و منکم امیر اور ایک ایک اپنی طرف کھینچتا تھا اور کوئی صاحب حق سے نہ پوچھتا تھا اور وہ حضرت شغل تجہیز مین پیغمبر خدا کے
مشغول تھے اور کچھ پروا اور خلجان اُس غصب و منازعہ کی بابت جو اُنکے حق ثابت مین ہو رہا تھا نہ رکھتے تھے اور جو اشخاص
ہمیشہ انتظار وقت کا کرتے تھے انھون نے میدان صاف پاکر ہر طرف سے دوڑے اور بخوبی اپنے کام کو انجام دیا بالجملہ
اُسی روز سے جو طریقہ قویہ قدیمہ پر قائم رہا یعنی حسب ارشاد اور فعل نبی مشایعت و متابعت علی ابن ابیطالب علیہ السلام مین رہا

اُس سے شیعہ کہنے لگے اور جنہنے اُنکی اطاعت کو چھوڑ کر داخل اجماع ہوا وہ اہلسنت وجماعت سے موسوم ہوا پھر اصل مین
تو دو فرقے تھے جیساکہ تبصرۃ العوام مین ہی کہ اصل دو فرقے تھے باقی اُنکی فروع ہین انتہی ملخصہ اُسکے بعد جو ان دونون
فرقون سے شاخین پیدا ہوئین اُنکی ابتدا پہلی یہ ہی کہ حضرات اہلسنت نے اجتہاد پر بنا رکھکر خلفاے اربعہ کو مجتہد قرار دیا
اور اجتہاد کو تا حضرت عائشہ او معاویہ پہونچایا اور بعد اُسکے اپنے ائمہ اربعہ مین شافعی اور مالکی اور ابو حنیفہ وغیرہ مین اُسے منحصر کیا
اور پہلے اعتزال کا طریقہ نکالا یہان تک کہ ابو الحسن اشعری نے سنہ سہ صد و شصت و پنج مین اپنے اُستاد سے مخالفت کی
اور اُسکے مذہب کو چھوڑ کر سُنت اور طریقہ نبی اور جماعت کی طرف رجوع کی جیساکہ مقدمہ کتاب مین اُسکی تفصیل مین نقل
کر چکا ہون اور حقیقت مین یہ رجوع سُنت کی طرف بھی ادعاے بے دلیل ہی کیونکہ اوّل خود صاحب بحر المذاہب نے کہا ہی کہ
مصداق اہلسنت کا اختلاف ہی پس مشہور دیار خراسان و عراق و شام مین اور اکثر اقطار مین یہ ہی کہ وہ حضرات اشاعرہ ہین
یعنی اصحاب ابو الحسن اشعری ہین اور دیار ما وراء النہر مین مشہور یہ ہی کہ وہان والے ماتریدیہ اصحاب ابی منصور ماتریدی ہین جو
ابی نصر عیاض کا شاگرد تھا اور ماترید ایک قریہ ہی دیہات سمرقند سے اور ان دونون طائفون مین اختلاف بعض مسائل
اصول مین ہی جیساکہ مذکور ہوا اس کتاب کے مقدمہ مین اور دونون فریق کے محققین ایک دوسرے کو منسوب بہ
گمرہی کرتے ہین دوسرے یہ کہ معتزلہ اور غیر معتزلہ جو خلافت خلفاے اربعہ کا اعتقاد رکھتے ہین وہ سب اسی کے مدعی ہین
کہ ہم اہلسنت ہین پھر یہ سنن کلی مشکک ہوگا کہ اب تک اُسکا مصداق متعیّن نہین ہوا پھر اس صورت مین اشعری کا رجوع
کرنا سُنت کی طرف تحکم محض ہوگا صاحب تبصرہ نے جو کہا ہی خلاصہ اُسکا یہ ہی کہ تیرھوان باب بیان مقالات مین
اُس قوم کے ہی کہ جو اپنے تئین اہلسنت وجماعت سے مشہور کرتے ہین اور اصل اس قوم کے سات فرقے ہین پہلا فرقہ اُنکے
داؤدیان ہی اور ظاہر یہ ہی کہ اُنکے اصحاب سے کوئی نہین رہا دوسرے اصحاب ابو حنیفہ ہین اور یہ اعتقاد مین پانچ فرقے ہین
پہلے معتزلہ دوسرے نجاری اسی طرح سب کو ذکر کیا ہی اور صاحب مواقف کے بیان کے موافق معتزلہ بیس فرقے ہین اصلیہ
عمریہ نزیہیہ نظامیہ سواریہ اسکافیہ جعفریہ بشریہ مرواریہ ہشامیہ صالحیہ حالطیہ حدبیہ معمریہ ثمامیہ خیاطیہ جاحظیہ کعبیہ جبائیہ
بہشمیہ یہ سب اصحاب واصل بن عطا ہین جنھون نے مجلس حسن بصری سے اعتزال کیا تھا اور ابو الحسن پہلا وہ شخص ہی جسنے
ابو علی جبائی کی مخالفت کی بعد اُسکے اعتزال کی رنگا رنگ سے نوبت برنگ تازہ اشعریہ پہونچی کہ جنھون نے حسن و قبح عقلی سے
جو از قبیل بدیہی اولی ہی انکار کیا اور عقل کو بیکار جانا اور بہت سے اصول عقلیہ کو برہم و درہم کیا اور انھین اشعریہ سے ماتریدیہ کا
شعبہ پیدا ہوا کہ انھون نے پھر بطرز اعتزال حسن و قبح عقلی کی طرف رجوع کی لیکن وجوب و حرمت عقلی کو مسلم نہین جانا جناب
سید سند نے بعض افاضل سے نقل فرمایا ہی کہ اکثر ارباب طبائع سلیمہ و اصحاب اذہان مستقیمہ نے جو ضعف و سستی اصول
اشعریہ کی دیکھی تو اُنکے بعض اصول سے انکار کیا جیساکہ سید معین الدین نے اصول شافعی مین کہا ہی خلاصہ اُسکا یہ ہی کہ شیخ
اشعری کو کیا ہوا ہی کہ خداوند عالم کی صفت تکلم کو کلام نفسی جسکے کچھ معنی نہین قرار دیکر کہتا ہی کہ وہ نہ جنس حروف و اصوات سے ہی

نہ از قبیل انشاء و اخبار ہی اگر اُسنے کلام کے معنی نہ سمجھے تھے تو کاش یہ کہتا کہ اُسکا کلام ایک ایسی صفت ہی جو مجہولۃ الکیفیت ہی کہ ہم مجملاً اُسکا یقین کرتے ہین جیسا کہ بمقام صفت استوا مین جو کہ یہ علی العرش استوی مین وارد ہی اور جیسا کہ بعضے نزول مین جو بعض روایات مین آیا ہی انہ ینزل فی کل لیلۃ جمعہ اور لفظ ید مین جو قول خدا مین ہی ید اللہ فوق ایدیھم وارد ہوا ہی اور یہی طرح لفظ قدم وغیرہ مین خود کہا ہی کہ ہر ایک کے ساتھ اُنکے ایمان لانا لازم ہی اور اُسکی کیفیت ہم نہین جانتے تاکہ مجاز بعید کے ارتکاب سے تفسیر کلام رب مجید مین محفوظ رہتے اور دوسری جگہ پھر اُس سے فاضل نے کہا ہی کہ جان تو کہ شیخ اشعری کبھی ابداع و اختراع کرتا ہی عقیدہ جدیدہ کا مجرد استنباط کرنے قیاس بے اساس کے حالانکہ وہ اعتقاد منافی ہوتا ہی ساتھ نص قرآن اور احادیث صحاح و حسان کے مثل اسکے کہ وہ کہتا ہی کہ افعال خدا کے معلل باغراض و غایات نہین ہین اور یہ عقیدہ اُسکا مخالفت صریحہ نصوص کتاب اللہ اور سُنت سے رکھتا ہی خدا فرماتا ہی افحسبتم انما خلقنٰکم عبثا الآیہ پھر اب بہت تعجب کا مقام ہی کہ اِن باتون کے ساتھ اب سُنت سے مخالفت ہی یا اہلسنت ہین حقیقت مین نہ ادعاے تشیع اپنی جگہ پر پہونچتا ہی اور اہلسنت سے ہونے کا بھی حال دیکھنے والے کو جو بانصاف دیکھے واضح ہوگا اسی لیے صاحب تبصرہ نے جو کہا ہی خلاصہ اُسکا یہ ہی کہ اب تم جو اپنے تئین اہلسنت نام رکھتے ہو یہ اسم حقیقی ہی یا اصطلاحی اگر کہین حقیقی ہی تو محال ہی کیونکہ سنت وہ ہی جو پیغمبر نے کہا ہو یا عمل مین لاے ہون یا ترک فرمایا ہو اور اِس صورت مین وہ ترک مصداق سُنت کا ہوگا خود حضرات اہلسنت فرماتے ہین کہ پیغمبر خدا نے کسی کو خلیفہ نہین کیا نہ خلیفہ اول کے لیے اُنکی نص فرمائی پھر اُنحضرات نے جناب ابوبکر کو خلیفہ بنالیا پھر خلیفہ اول نے بھی طریقہ پیغمبر خدا جو موافق اُنکے نہ مقرر کرنا خلیفہ کا تھا چھوڑا اور جناب عمر ابن الخطاب کو خلیفہ کیا انھون نے بھی خلاف طریقہ رسول خدا اور سُنت خلیفہ اول بناے امر خلافت کو مشورہ و شورے پر چھوڑا پھر اب سنت نبی کا التزام کہان باقی رہا علاوہ اسکے خود جناب شیخین نے اکثر مقامون پر نص رسول کی مخالفت فرمائی ہی جیسا کہ خلیفہ ثانی نے بر سر منبر فرمایا کہ متعتان کانتا علی عہد رسول اللہ و انا انھی عنھما اور یہی طرح حی علی خیر العمل جو ایک فصل اذان کی فصول سے عہد جناب رسالت مآب مین تھی اُسے نماز صبح کی اذان مین موقوف فرما کر اُسکے عوض مین الصلوۃ خیر من النوم کو بڑھایا پھر اب کہان سب سُنت رسول کا مصداق ہی اسکے بعد فقہاے حضرات اہلسنت کا بھی حال جو کتب مین ہی اُس سے معلوم ہوتا ہی کہ بہت کچھ سنت رسول سے مخالفت واقع ہوئی ہی اور وہ اس کثرت کے ساتھ ہی کہ اب محل سُنت رسول کے کہنے کا باقی نہین ہی اور عقل متحیر ہی کہ کسکی سُنت کا ارادہ فرمانا صحیح ہی علاوہ اسکے عجائب امور سے یہ امر ہی کہ حضرات اہلسنت نے اتفاق اسپر کیا ہی کہ جواز اقتدا فروع مین منحصر ائمہ اربعہ مین ہی اور سوا اسکے ساقط ہی بلکہ حرام ہی کہ تمسک اور رجوع کتاب خدا اور سُنت ثابتہ کے ساتھ کیا جاے حالانکہ اُنکے فتاوے کی مخالفت کتاب و سنت سے ظاہر ہی اور اکثر احتجاج انکا راے اور قیاس کے ساتھ ہی پھر اپنے تئین اہلسنت کیونکر کہتے ہین اور جو ہمنے یہ کہا ہی کہ اُنکے فتاوے مین مخالفت کتاب و سنت کی ہی یہ بخوبی ثابت ہوتی ہی اُن قدح اور طعن سے جو اکثر علماے مشہور نے اور اُنکے ائمہ نے بہ نسبت فقہاے اربعہ کے

لکھی ہی بلکہ جو قدح کہ اُن چارون مین سے ایک نے بہ نسبت دوسرے کے کی ہی واضح ہوتا ہی اور اگرچہ یہ رسالہ گنجائش نقل
کرنے اختلاف فقہا کی نہین رکھتا لیکن چونکہ جواب دینے مین حوالہ قلم ہوچکا ہی کہ امام اشعری کا سنت رسول کی طرف رجوع کرنا
ادعاے محض اور زبانی ہی اسلیے تھوڑا سا بطور نمونہ لکھنا ضرور ہوا جانتا چاہیے کہ یہ حضرات اکثر قیاس کو دین مین زیادہ
دخل دیتے ہین اور اُسے جو اِنحضرات سے بھی منصف ہین وہ پسند نہین کرتے جیسا کہ حال مین امام حضرات اہلسنت
ابو حنیفہ کے صاحب تبصرہ نے حکایت کی ہی کہ احادیث کے سو جزو سے ایک جزو پر بھی کاربند نہوتے تھے اور کہتے تھے کہ قیاس
اخبار پر مقدم ہی اور خبر متواتر تھوڑی سی بات ہی اور کتاب مختصر مسند ابو حنیفہ مین مذکور ہی کہ ابو بکر بن احمد بن علی بن ثابت بن
خطیب نے تاریخ بغداد مین مطاعن ابو حنیفہ اور اُنکے قیاسات کے لکھنے مین اکثار کیا ہی اور خود اُسکے جواب مین لکھا ہی
کہ جو کثیر الغلط ہو اگرچہ پرہیزگار ہو لیکن اُسکی روایت مقبول نہین ہی اور خطیب ایسا ہی حال رکھتا تھا اور اِس مطلب کے
اثبات مین یہ کافی ہی کہ جو حافظ ابن جوزی نے اپنی کتاب مین جو موسوم بسہم مصیب فی الرد علی الخطیب ہی لکھا ہی کہ از
جملہ خطاہاے خطیب سے وہ چیز ہی کہ جو اُسنے اور اُسکے غیر نے تشنیع کی ہی ابو حنیفہ پر کہ وہ خبر پر عمل نہ کرتے تھے اور اُسکے
سوا نہین ہی کہ اپنی راے پر عمل کرتے تھے اور یہ قول اُنکا ہی جو اُنکی فقہ سے خبر دار نہ تھے تین وجہ سے پہلی یہ کہ ابو حنیفہ
روایات مرسلہ کو حجت مقدم قیاس پر جانتے ہین پھر کسطرح اخبار کو رد کرینگے دوسرے یہ کہ قیاس کے انواع چار ہین
قیاس موثر قیاس مناسب قیاس شبیہ قیاس طرد اور ابو حنیفہ ایک یا دو نوع کو اُن انواع سے استعمال مین لاتے ہین
اور شافعی چارون کو اور سب کو حجت جانتے ہین اگرچہ حاصل اِس کلام کا یہ ہی کہ خطیب ابو حنیفہ کو یہ سمجھتے تھے کہ وہ
قیاس بہت کرتے تھے اور مجیب کے نزدیک امام شافعی کا قیاس پر عمل زیادہ ہی اور ہمین دونون سے کام نہین ہی
لیکن روایت ابو حنیفہ کی افراط قیاس کی اور اخبار نبی کے رد کرنے کی مشہور زیادہ ہی جیسا کہ فاضل زمخشری نے
یوسف بن اسباط سے کتاب بیع کے ساٹھوین باب مین روایت کی ہی کہ ابو حنیفہ نے چار سو حدیث کو پیغمبر خدا کی
رد کیا اور یہ رد خبر کا نہ اِس جہت سے تھا کہ اُسکا مستند ضعیف تھا بلکہ بسبب اجتہاد کے جو بمقابل نص کے اُنھون نے
کیا تھا جیسا کہ متتبع خبر پر یہ پوشیدہ نہین ہی اور اُسی کتاب مین اُن احادیث سے چند حدیثون کو ذکر کیا ہی کہ منجملہ اُنکے
ایک دو حدیث کو مین لکھتا ہون از انجملہ حدیث نبوی مین وارد ہی سہمان للفرس و سہم للرجل اور ابو حنیفہ نے کہا کہ
مین جانور بہیمہ کے سہم سے مومن کے حصہ کو زیادہ کرتا ہون اور اُسی جملہ سے ہی کہ پیغمبرؐ نے فرمایا کہ البیعان بالخیار
ما لم یفترقا اور ابو حنیفہ نے کہا کہ بعد لازم ہو جانے بیع کے اُسکا اختیاری واقع ہونا کیا معنی رکھتا ہی اور کتاب لسان المیزان
عسقلانی مین مروی ہی کہ یوسف بن اسباط نے ابو حنیفہ کا تخطیہ کیا تھا حالانکہ وہ زاہد و عابد تھا اور یحیی بن معین نے اُسکی
توثیق کی ہی اور ابن عدی نے کہا ہی کہ میرے نزدیک یوسف بن اسباط اہل صدق سے ہی اور ابن جوزی نے تفسیر و خامس
مین کتاب منتظم فی تاریخ الملوک والامم کے کہا ہی کہ سب نے ابو حنیفہ کی طعن پر اتفاق کیا ہی اور اِس بارے مین غزالی کا رسالہ

از جملہ مشہورات کے ہی اور اسی کتاب مین ابن جوزی نے ابن اسحاق مرازی سے روایت کی ہی کہ کہا اُسنے کہ مین نے
ابو حنیفہ سے ایک مسئلہ مین پوچھا جب اُسنے جواب دیا تو مین نے کہا کہ پیغمبر سے اس بارے مین ایسی ایسی روایت منقول ہی
یہ سُنکر انھون نے کہا کہ اِسی سور کے لہو سے محو کرو اور اسی کتاب مین مذکور ہی کہ ابو حنیفہ رکوع کے قریب ہاتھ اُٹھانے کو
اور رکوع سے سر اُٹھانے کو مسنون نہ جانتے تھے اور حالانکہ صحیحین مین ابن عمر سے مروی ہی کہ انھون نے کہا ان رسول اللہ
کان اذا افتتح الصلوة رفع یدیہ حتی یحاذی منکبیہ و اذا اراد ان یرکع و عند ما یرفع راسہ من الرکوع اور اس روایت کو
بیس صحابی نے نقل کیا ہی اور ابن جوزی نے محبوب عیشی سے روایت کی ہی یوسف ابن اسباط سے سنا مین نے کہ وہ کہتا تھا
کہ مین نے ابو حنیفہ سے سنا کہ وہ کہتا تھا کہ اگر رسول خدا کو مین پاتا یا وہ میرے زمانے کو پاتے تو ہر آئینہ بہت سے میرے
اقوال کو اختیار کرتے اب دیکھنے اور سُننے والے کو اس خبر کے تیقنی واضح ہوگا کہ جنکا یہ حال ہی کہ نبی کو تعلیم کا ارادہ رکھتے تھے
اُنسے کیا امید ہی کہ اتباع اقوال و افعال کا نبی کے کیا ہوگا بلکہ اکثر اعتماد اپنے قیاسات و استحسانات پر احکام شرعی مین کرتے تھے
جیسا کہ بخوبی ظاہر ہی پھر انکی تقلید مین ادعائے اہلسنت جو بہ نسبت سُنت نبی کے کرتے ہین بیکار ہین بلکہ زیبا یہ ہی کہ سُنت
ابو حنیفہ کا ادعا کرین اور یہ بات جسنے کتب ابو حنیفہ کو دیکھا ہی پوشیدہ نہوگی کہ افراط قیاسون کی اُنکے یہان بہت ہی خواہ
ایک نوع ہو قیاس کے یا دونون عین ہو اور اور بھی اعتبارات عقلیہ بلکہ وہمیہ پر عمل کرنا ظاہر ہی اور ابن ابی الحدید معتزلی نے
شرح نہج البلاغہ مین کہا کہ بعضے بزرگون نے معتزلہ سے کہا ہی کہ ابو حنیفہ کا غلط احکام شرعیہ مین بہت بڑا ہی اسلیے کہ اُسنے خلق کو
گمراہ کیا اور حماد کا غلط ابو حنیفہ سے بھی زیادہ ہی اسلیے کہ وہ ابو حنیفہ کی اصل ہی انتہی بعض کلامہ اور ابو حنیفہ کی تنہا تخصیص نہین ہی
بلکہ جو نقص انکی نسبت کہا ہی وہی علقمہ کے حق مین لکھا ہی کہ غلط علقمہ اور اسود کا ابراہیم کی غلطی سے زیادہ ہی کہ یہ دونون
انکے اصل معتمد ہین اور ابن مسعود کا غلط اُن دونون سے زیادہ ہی اسلیے کہ وہ اول اُن سب سے ہی کہ جنھون نے اپنے لیے
دین کو وضع کیا اور وہ واضع ادیان ہی شیخ علی حزین نے رسالہ فتح السبیل مین لکھا ہی کہ مشہور ہی کہ شافعی نے کہا کہ
دیکھا مین نے کتب اصحاب ابی حنیفہ کو پس دیکھا مین نے کہ ایک سو تیس ورق خلاف کتاب خدا اور سُنت
رسول خدا تھا اور صاحب تاریخ بغداد نے اُنکے علماؤن سے شعبہ سے روایت کی ہی کہ کہا اُسنے کف من تراب خیر من
ابی حنیفة اور ابو بکر بن عیاشی کہتا تھا اسود اللہ وجہ ابن ادریس اور شافعی کہتا تھا کہ حلال نہین ہی مالک کو فتوی دے
اور حجة الاسلام اُنکے امام غزالی نے اپنی کتاب منخول فی الاصول مین کہا ہی کہ ان ابا حنیفة قلب الشریعة ظہرا لبطن و شوش
مسلکہا و غیر نظامہا اور جس شخص کو منظور ہو کہ ایک شمہ فضائح کا اور بدعتون کا ابی حنیفہ کے دیکھے تو اُسے چاہیے کہ رسالہ
موسومہ بمغیث الخلق کو جسے امام الحرمین ابو المعالی جوینی نے لکھا ہی تفضیل مذہب شافعی کے بارے مین اور اسی طرح
امام غزالی کا رسالہ جو مذہب شافعی کی تفضیل مین ہی اور امام فخر رازی کا رسالہ اور قاضی القضاة نظام الدین عبد الملک کا
رسالہ دیکھے کہ اُس سے قلت فہم اور فقر ابی حنیفہ کا حال بخوبی واضح ہوگا اب لائق ملاحظہ ہی کہ جب یہ حال آنحضرت کے

عمل کا فروع سنت پر ہو تو کسطرح سمجھا جاے کہ سنت نبوی پر رجوع کی اور جو شاہ صاحب نے فرمایا ہی کہ عہد سلاطین صفویہ مین مذہب تشیع نے اور انکے اصول نے ایک رنگ پر قرار پکڑا اسکا جواب تو بہت صاف ہی اور خدا جانے کس حالت مین یہ سخن سرزد ہوا ہی کیونکہ مولفات اور کتب علماے امامیہ جو قدیم وحدیث مین وہ موجود ہین پھر کسطرح یہ سخن سرائی قرین صدق ہو سکتی ہی صاحب جامع الاصول نے بہ نسبت محمد بن یعقوب کلینی کے لکھا ہی محمد بن یعقوب الرازی الفقیہ الامام علی مذہب اہل البیت علیہم السلام عالم فی مذہبہم کبیر فاضل عندہم مشہور له ذکر فیمن کان علی راس المائة الثالثة کتاب کافی انکی مولفات جو حاوی اصول و فروع کو مذہب شیعیان اثنا عشری کے ہی موجود ہی پھر کہان شیخ الاسلام محمد بن یعقوب کلینی علیہ الرحمہ کا زمانہ اور کہان عہد صفویہ علاوہ اسکے اور کتابین علماے شیعہ کی مثل جناب شیخ مفید اور سید مرتضی علم الہدی کے اور جو مناظرات ہر زمانے مین انسے اور علماے حضرات سنت سے ہوتے رہے ہین وہ معروف ہین اور سب کے ہاتھ مین موجود ہین پھر یہ کہنا تو ایسا ہی جیسا کہ کوئی روز روشن کو شب تیرہ نام رکھے جناب غفران مآب نے ابن اثیر سے جو حضرات اہلسنت سے بڑے فاضل ہین نقل فرمایا ہی کہ انہون نے حدیث ان اللہ سیبعث لہذہ الامة علی راس کل مائة سنة من یجدد لہا دینہا کی ذیل مین کہا ہی کہ لازم نہین ہی کہ مجدد دین کا ایک مرد ہو اور کہا ہی ونحن نذکر الان المذاہب المشہورة فی الاسلام التی علیہا مدار المسلمین فی اقطار الارضین وہی مذہب الشافعی و مالک و احمد و مذہب الامامیہ و من کان المشار الیہ من الطبقات کان من الفقہاء بالمذہب محمد بن علی الباقر علی راس المائة الاولی و علی راس المائة الثانیہ من اولی الامر المامون الرشید و من الامامیہ علی بن موسی الرضا و علی راس المائة الرابعة السید مرتضی علم الہدی اور جو نامہ کہ شاہ تیمور کے پیر ابو بکر طاساوی نے سلطان موصوف کو لکھا ہی اسکا خلاصہ یہ ہی کہ مروج دین و شریعت امیر تیمور ہمیشہ رکھے خدا عزت انکی جانے کہ ہر ناحیہ مین خداتعالی ایک ذی شوکت کو ہر سو برس کے اول مین برانگیختہ فرماتا ہی کہ وہ دین و شریعت الہی کو رواج دیتا ہی اور انکی مجلس مین خدا لاتا ہی اس شخص کو جو کتاب اور حدود الہی کا جاننے والا ہوتا ہی چنانچہ سنہ مائة اولی مین مجدد دین کا عمر بن عبد العزیز ہی اور اس مائة مین احکام الہی اور شریعت حضرت رسالت پناہی کے عالم حضرت امام محمد باقر علیہ السلام عارف کتاب اللہ اور مروج احکام دین تھے اور دوسری صدی کے اول سنہ مین دین کا مجدد مامون ہی اور مروج احکام شریعت امام موسی ابن جعفر ہین اور سنہ مائة ثالثہ مین مقتدر باللہ عباسی مروج شریعت ہی اور علماے دین مین سے ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی ہی اور ابو العباس علماے شافعی اور ابو جعفر علماے حنفیہ اور ابو بکر احمد بن ہارون علماے مالکیہ سے اور چوتھی صدی مین مروج دین و شریعت معز الدولہ دیلمی اور علماے فتوی سید مرتضی علم الہدی ہین اور پانچوین صدی مین مروج دین سلطان سنجر ملک شاہ ہی اور عارفین سے حکیم سنائی ہی اور چھٹی صدی مین دین و ملت کا مروج غازان خان ہی اور موحدین سے شیخ ابراہیم حموی ہی اور ساتوین صدی مین دین کا مجدد الجائتو خدابندہ ہی اور علما سے شیخ جمال الدین

ابن المطہر حلی ہین اور آٹھوین صدی مین کہ یہ زمانہ ہی مروج دین امر صاحب قرآن ہی اور علماء سے سید شریف علامہ جرجانی کہ
پھر جب یہ تصریح علماء سے حضرات اہلسنت سے ہو چکی جسکے دیکھنے سے بخوبی یہ ثابت ہوتا ہی کہ مجددان مذہب امامیہ کا
وجود اور اس طریقہ مرضیہ کا استقرار ایک روش پر اسقدر پہلے سے ہی کہ وہ زمانہ صدہا برس زمان سلاطین صفویہ سے
پہلے ہی پھر جو شاہ صاحب نے فرمایا ہی اسے کون عاقل صحیح جانیگا اور کیا ضرر اُسے اس مذہب کے حق ہونے کو
عارض ہوگا فقد کر اسی طرح شاہ صاحب نے متعلق اس مقام کے توہین مذہب شیعہ کے لیے تقریر عجیب لکھی ہی کہ حاصل
اسکا یہ ہی کہ بزرگتر اس گروہ کا عبد اللہ بن سبائی یہودی ہی کہ اُسنے برسون تک یہودی رہ کر تلبیس و ضلال کا علم نکالا اور خوب
گوٹین دغا و دغل کی کھیلین اور سرد و گرم فتنہ انگیزی کا چکھا اور اس صحرا کا نشیب و فراز سب پھر کر تجربہ کار نکلا پہلے اُسنے
محبت و اخلاص اپنا خاندان نبوی اور دودمان مصطفوی سے ظاہر کیا اور سب کو محبت اہلبیت علیہم السلام پر تحریص
شروع کی اور ان جناب کے مناقب مین جو احادیث کہ مروی تھین انھین باضافہ موضوعات و مخترعات اپنی کے منتشر کیا
جب اُسنے دیکھا کہ شاگرد اُسکے جناب مرتضوی کے اور صحابہ سے افضل ہونے کے قائل ہو چکے تو اُسنے ایک اور راز تعلیم کیا
کہ جناب مرتضوی پیغمبر کے وصی تھے اور انھین پیغمبر نے نص صریح کے ساتھ خلیفہ بنایا تھا اور اُنکی خلافت قرآن مجید سے
آیہ انما ولیکم اللہ ورسولہ سے مستنبط ہوتی ہی لیکن صحابہ نے غلبہ و مکاری کی راہ سے پیغمبر کی وصیت کو ضائع کیا اور حق
مرتضوی کو تلف کیا اور سب دنیا کی طمع سے دین سے پھر گئے اور جو مناقشہ کہ جناب سیدۃ النساء اور خلیفہ اول کے بیچ مین
درباب باغ فدک واقع ہوا تھا اور گو اُسکے انجام مین صلح و صفائی ہوئی اُسے اپنا دست آویز و مستمسک کیا اور ہر ایک سے
ان تینون وصیتون کے چھپانے کے لیے مبالغہ کیا اور کہا کہ اگر تم سے اور کسی سے ان باتون مین گفتگو اور بحث ہو تو میرا نام
نہ بتانا اور مجھسے بیزاری ظاہر کرنا اور مجھے اس نصیحت کرنے سے غرض محض بیان کرنا حق کا ہی نہ اپنا نام و نشان بالجملہ
اس وسوسہ کے سبب سے جو اُسنے یہ مقدمات کہے تھے سب و طعن لشکریان جناب امیر مین جاری ہوے و مناظرات
ہونے لگے یہان تک کہ حضرت امیر علیہ السلام منبر پر تشریف لیگئے اور اس جماعت سے تبرا اور بیزاری ظاہر فرمائی اور
ایک جماعت کو وعید اور ضرب شدید کے ذریعے سے تہدید فرمائی جب ابن سبا نے دیکھا کہ اُسکا یہ بھی تیر ہدف مدعا پر نہ بیٹھا
تو ایک جماعت کو جو اُسکے شاگردون سے مخصوص تھی خلوت مین طلب کرکے اُنسے عہد و پیمان لیکر ایک اور راز جو باریک تر تھا
وہ کہا کہ جناب مرتضوی سے وہ باتین صادر ہوتی ہین جو قدرت بشری سے خارج ہین مثل احیاے اموات اور خوارق
عادات کے پھر آیا جانتے ہو کہ اسکا بھید کیا ہی یہ سب الوہیت کے خواص ہین کہ وہ ظاہر ہوتے ہین کہ حق تعالی کسوت ناسوت
ولاہوت مین جلوہ فرماتا ہی پس تم سب کو جاننا چاہیے کہ بتحقیق علی وہی خدا ہی اور بعض کلمات مرتضوی کو کہ جو حالت
سکر و غلبہ مین کہ دوستان خدا کو ہوتا ہی صادر ہوے تھے مثل انا حی لا یموت انا باعث من فی القبور انا مقیم القیمۃ کے انھین اپنے
مقولہ کا اُسنے شاہد اور دلالت کرنے والا گردانا اور رفتہ رفتہ موافق اُسکے کہ جو راز دو تک پہونچا وہ شائع ہوا یہ مقالہ قبیحہ اُسکا

جناب امیر علیہ السلام کے گوش زد ہوا اور آنحضرت نے اُس جماعت کو ابن سبا کے ساتھ آگ مین جلانے سے ڈرایا اور حکم دیا کہ توبہ کرے بعد اُسکے اُسے شہر بدر فرمایا بعد اُسکے جناب امیر علیہ السلام کے لشکر مین بسبب اُس وسوسے کے رد و قبول کے چار فرقے ہوے پہلے شیعہ اولی اور شیعہ مخلصین جو پیشوایان اہلسنت وجماعت ہین کہ یہ گروہ بحکم ان عبادی لیس لک علیہم سلطان اُس ابلیس کی شر سے محفوظ رہے دوسرے وہ فرقہ شیعہ کا جنھون نے جناب مرتضوی کو جملہ صحابہ پر تفضیل دی اور یہ فرقہ ادناے شاگردان سے اُس لعین کے ہوے تیسرے وہ فرقہ شیعون کا کہ جنھین تبرائیہ بھی کہتے ہین یعنی تبرا اور بیزاری کرنے والے خلفاے ثلثہ سے اور جنھون نے جملہ صحابہ کو ظالم اور غاصب بلکہ کافر و منافق جانا اور یہ گروہ اُس خبیث کے اوسط شاگردان ہوے چوتھے وہ فرقہ شیعون کا جو غلات ہین اور وہ ارشد شاگردان اور اخص خواص سے اُس خبیث کے ہوے انتہی خلاصۃ کلامہ ناظرین محققین پر پوشیدہ نہوگا کہ یہ ایسی باتین ہین کہ جسپر کلّی کو بھی ہنسی آئے عوام کالانعام ایسے سنکر البتہ چپ رہینگے والّا یہ کیا طریقہ ہے کہ جو رطب و یابس چاہین وہ دوسرے کی بہ نسبت کہدین ذوی العقول اور اولوالالباب بھلا کب اسپر کان رکھتے ہین عبد اللہ بن سبائی ملعون ہرگز کلان تر شیعیان امیر المومنین سے نتھا جیساکہ اسی کتاب مین مکرر اُسکا حال بیان ہوچکا ہے اگر یہ لفظ بہ نسبت سلمان و ابی ذر وغیرہ اصحاب نبی کے جنھون نے خدا اور رسول کے حکم کے موافق ہمیشہ متابعت علی ابن ابیطالب علیہ السلام مین عمر بسر کی کہتے تو زیبا تھا عبد اللہ بن سبائی لعین کس مین ہے جیسے شاہ صاحب کلان تر کہتے ہین شیعیان امیر المومنین علیہ السلام تو ہمیشہ اُسکے برا کہتے ہین اور اُسپر لعن و طعن کرنے مین کبھی دریغ نہین کرتے باعلان مثل دیگر منافقان اُسے بھی برا کہتے ہین پھر ایسے شخص کی طرف شیعون کی نسبت کرنی جسکے وہ منکر ہین اور اُسکے تابعین کو رد جانتے ہین اور ہمیشہ انکی مذمت کرتے ہین اور مورد ملامت و طعن و لعن جانتے ہین بے اسکے کہ کوئی مستند اُسکا کلام علماے امامیہ سے نقل کرتے کیا معنی اور کب زیبا ہے سوا اسکے رجما بالغیب جو دل مین آیا وہ کہدیا شیخ صدوق محمد بن بابویہ جو قدماے شیعہ سے ہین انھون نے اپنے رسالہ اعتقادیہ مین فرمایا ہے کہ اعتقادنا فی الغلاۃ والمفوضۃ انھم کفار باللہ جل جلالہ وانھم شر من الیھود والنصاری والمجوس والقدریۃ اور شیخ مفید علیہ الرحمہ نے اُس رسالہ کی شرح مین کہا ہے کہ غالیان وہ فرقہ ہے جنھون نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کو اور ائمہ علیہم السلام کو انکی ذریت سے خدا ہونے کی طرف یا پیغمبر ہونے کی طرف منسوب کیا ہے یا ایسے وصف کرتے ہین فضائل کے جو حد میانہ روی سے خارج ہین اور بعد اسکے فرمایا ہے وھم ضلال کفار حکم فیھم امیر المومنین علیہ السلام بالقتل والتحریق وقضت الائمۃ علیھم السلام علیھم بالکفر والخروج عن الاسلام اور گویا کہ شیخ صدوق علیہ الرحمہ کا انکی تکفیر مین تشدد کرنا اور انھین کفار سے بھی زیادہ برا جاننا اسلیے ہے کہ دشمن خانگی سے احتراز بہت کرنا لازم ہے کیونکہ انکا شر بہت شدید ہے جیساکہ منافقین کا شر اُن کافرون کی شر سے جو ظاہر الکفر ہون زیادہ ہوتا ہے ابو حمزہ ثمالی سے منقول ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا لعنت فرمائے جو جھوٹ ہمپر تہمت کرے مین نے عبد اللہ بن سبا کو یاد کیا تو میرے

بدن کے بال کھڑے ہو گئے اسلیے کہ اُسنے ادعاے عظیم کیا تھا اُسے کیا ہوا تھا خدا لعنت کرے اُسے خدا کی قسم علی بندہ
صالح خدا تھے اور وہی پیغمبر خدا کے پیارے تھے ما نال الکرامۃ الا بطاعۃ اللہ ولرسولہ وما نال رسول اللہ الکرامۃ الا بطاعۃ اللہ
اور شخص کہ کتب احادیث اور کتب رجال شیعیون کی اطلاع رکھتا ہوگا وہ یہ باتین بخوبی جانتا ہوا اور بوجہ استبعاد کے لیے عبد اللہ
ابن سبا کی زبانی شاہ صاحب نے لکھا ہی کہ اُسنے شیعون پر خلفا کے مطاعن کو بیان کر کے کہا کہ میرا نام نہ لینا اور مجھسے تبرا
اور بیزاری ظاہر کرنا کہ میری غرض اس نصیحت سے فقط حق کا بیان ہی یہ بھی ایسی بات ہی کہ دل سے پیدا کی ہی والا
اسکا بھی کوئی ماخذ و مستند نہین ہی شائد اس سے غرض یہ ہوگی کہ سُننے والون کو یہ وہم پیدا ہو کہ شیعہ جو مذمت کرتے ہین
یہ فقط اُسکی وصیت کی راہ سے ہی نہ باعتبار حقیقت و استحقاق کے ہی حالانکہ اگر ابن سبا فقط ذکر مطاعن پر اکتفا کرتا تو پھر شیعہ
اُس سے بیزاری کیون کرتے وہ تو خود مطاعن کا اثبات کرتے ہین جو خود کرتے ہین اُس وجہ سے بیزار کیون ہوتے بیزاری
شیعون کی اُس سے اِسی وجہ سے ہی کہ اُسکا فساد اعتقاد توحید و تنزیہ مین حضرت باری کے ظاہر ہوا اور اِسی وجہ سے امیر المومنین
علیہ السلام بھی اس سے بیزار ہوے اثبات مطاعن کو اسمین کیا دخل ہی اور مطاعن کی حقیقت تو ایسی نہین ہی کہ اُسکے کہنے مین
وہ ایسا کچھ کہتا کیونکہ اُسوقت وہ تو زبانون پر مشہور تھے جیسا کہ اب کتب فریقین مین مسطور ہین چنانچہ اِسی بیان مین تحفہ و شاہ صاحب نے
بھی فرمایا ہی کہ جو مناقشہ فیما بین سیدۃ النسا اور خلیفہ اول کے درباب باغ فدک ہوا تھا اور انجام مین صلح اور صفائی ہوئی الخ
اب اس سے بھی یقیناً ظاہر ہوتا ہی کہ وجود مناقشہ کا اقرار ہی اور بالضرور جناب سیدہ کی مخالفت ہوئی تھی پھر اگر عبد اللہ
ابن سبا کہتا تو یہی تو کہتا یا کہا ہوا امر واقعی کسی طرح پوشیدہ نہین ہوتا اور اُسکے کہنے مین اِسقدر پوشیدگی کی کیا ضرور تھی بالجملہ
حضرات اہلسنت بھی اس امر کے معترف و مقر ہین کہ جناب امیر علیہ السلام عبد اللہ بن سبا کی بے پیرے بیزار تھے اور شاہ صاحب نے
بھی اِسی بیان مین اسکا اقرار کیا ہی اور یہ مقدمہ انکے بیان سے بھی ثابت و محقق ہی اور مقام ذکر ملل و نحل مین بھی علماے حضرات
اہلسنت نے تصریح اس بات کی کی ہی کہ شیعہ امیر المومنین علی ابن ابیطالب کے اتباع و فرمان بردار ہین جیسا کہ کہا ہی انہون نے
کہ ان الشیعۃ ہم الذین شایعوا علیا وقالوا بفرض امامتہ اور جب یہ دونون مقدمے ثابت ہو چکے تو اسکے بعد کوئی شک و شبہہ
اسمین باقی نہین ہی کہ شیعیان علی ابن ابیطالب مشایعت و متابعت آنحضرت کی کرتے ہین اور سر مو اُس سے تجاوز نہین کرتے
جو آنحضرت نے اور اُنکے جانشینون نے فرمایا ہی یا فرماوین اور یقینی ابن سبا کی متابعت سے بری ہین اور جو کچھ اُسنے غلو مین
سخنہاے زشت اور موجب فساد اعتقاد کے کہے اُس سے تبرا ہین پھر کسی طرح عبد اللہ ابن سبا صغار اور کبار شیعیان سے نہین
ہو سکتا جو اُسے شیعون سے کہے اُسنے شیعون پر تہمت کی ہی ہان شیعون کے نزدیک اسکا عجب نہین ہی کہ اس ملعون کو
اور اُسکے اتباع کو صوفیون سے شمار کرین کیونکہ وہ بھی علی بن ابیطالب علیہ السلام کو مظہر خدا کہتا ہی اور حضرات صوفیہ بھی
ہر کس و ناکس کو مظہر خدا جانتے ہین جیسا کہ ایک نقل میبدی نے شرح دیوان جناب امیر مین لکھی ہی کہ ایک متکلم اور صوفی سے مناظرہ
ہوا متکلم نے کہا کہ مین اُس خدا سے بیزار ہون جو کتے اور بلی مین ظاہر ہو مرد صوفی نے کہا کہ مین اُس خدا سے بیزار ہون

جو گئے اور باقی میں ظاہر ہو اور سبحان الذی اظہر الاشیاء وھو عینھا جو فصوص الحکم میں ہے یہ قول ان مطلب کے لیے شاہد
عادل ہے اور ابو الحسن بصری اور ابن عربی اور منصور حلاج اور بایزید بسطامی اور ملائے رومی ان سب بزرگواروں کا یہ
مسلک ہے اور حضرات اہلسنت طریقۂ تصوف کو ممدوح اور ان حضرات کو پیران طریقت سے شمار فرماتے ہیں اور احمد بن حنبل
اور عبد القادر جیلانی حنبلی اور اسی طرح حنابلہ کو جو یقینی مجسمہ ہیں اپنے فرقے سے سمجھتے ہیں پھر البتہ ان حضرات سے تعجب ہے کہ
باوجودیکہ اسقدر توسیع ہے کہ جو اسکا عقیدہ کرے کہ خدا ہر چیز کا عین ہے وہ بھی اچھا ہے پھر بھی اس شخص کی مذمت
کریں جو اسکا قائل ہو کہ علی ھو اللہ اور اسکی تکفیر کریں جسکا شیشے کا گھر ہو اسے پتھر مارنا نہیں چاہیے اور شیعوں کو تو
کچھ کام نہ عبد اللہ بن سبا سے اور نہ کسی فاسد المذہب سے ہے یہ خاص مطیع خدا اور رسول کے ہیں اور جنکی اطاعت کو
خدا و رسول نے واجب کیا ہے اور محبت کو انکی اجر رسالت قرار دیا ہے انکے مطیع ہیں جنھیں انھوں نے اچھا کہا ہے انھیں
اچھا سمجھتے ہیں اور جنھیں برا کہدیا ہے انسے دوری کرتے ہیں علی ابن ابیطالب علیہ السلام اور انکی ذریت طاہرہ جو
واجب الطاعت ہیں انکی طاعت اور متابعت سے سروکار ہے گردو عالم پر از ولی باشد ٭ پیر ما مرتضی علی باشد ٭
کیسا عبد اللہ بن سبا اور کیسے اور فرق باطلہ ہم بجز فرقہ شیعہ اثنا عشریہ کسی سے مطلب نہیں رکھتے اور ہمارا تو بعد خدا
و رسول کلاں تر کوئی بجز امیر المومنین علی ابن ابیطالب وصی و برادر رسول کے اور انکے جانشینوں کے جو انکی ذریت
طاہرہ سے ہیں اور کوئی بڑا نہیں ہے لیکن ایک بات اس کلام شاہ صاحب کے سننے سے البتہ خیال میں صاف
آتی ہے کہ یہ جو کچھ شاہ صاحب نے اس شقی کی نسبت فرمایا منشاء اسکا بھی نفسانیت ہے اور عداوت ہے نہ حق بیانی
والا بہت سے امور گذشتگان سے اس طبقہ اسلام میں ایسے ہوئے ہیں کہ وہ شنیع ہیں لیکن ان بدعات و مفاسد کو کوئی
نہیں کہتا جنھیں ابتدا خوارج کی اور بہت سے فرقوں کی اہلسنت کے اور ملاحدہ و متصوفین کی ہوئی انھیں بھی دیکھیں
اور انکا حال بھی بیان کریں تاکہ حق بیانی معلوم ہو اور وہ سب یقینی کلاں تر اور اس فرقے میں انکے اعتراف کے
موافق بہت بڑے ہیں بچشم انصاف شیعوں کی حق پسندی دیکھنی چاہیے کہ بمجرد اسکے کہ عبد اللہ بن سبا سے
ایک مخالفت امر توحید و تنزیہ میں جو خدا و رسول سے انکی دیکھی تو فوراً اس سے بیزاری ظاہر کی اور سب لعنت کی
لیکن حضرات اہلسنت نے کسی کی بدی اور مخالفت خدا و رسول پر کسی سے بیزاری نہ کی اور سوا شیعوں کے
کسی کو برا نہ کہا بلکہ ہر برائی کے اور مخالفت کے درپے اصلاح و تاویل ہوئے واقع ہیں وہ سچ ہے جو مولویصاحب نے
مثنوی میں انصاف فرمایا ہے ٭ چشم بکشائے بعیب دیگران ٭ چون بعیب خود رسی کوری دران ٭ بھلا اگر عبد اللہ
ابن سبا قبل اظہار اسلام یہودی مذہب اور اہل کتاب سے تھا تو جو سب سے بڑے اور دوسرے خلیفہ ہیں وہ
قبل اسلام تو بت پرست تھے اور برسوں جاہلیت میں بسر کی اور بہت سرد و گرم زمانے کا چکھا اور نشیب و فراز
دنیا کا دیکھکر کامل و پرکار ہوئے چنانچہ جب ترقی اسلام کی ہوئی تو بعد اظہار اسلام کیسا اخلاص پیغمبر خدا کے ساتھ ظاہر کیا

اور سب کو تحریص اسلام کے ساتھ کرتے تھے اور باطن اور تھا جیسا کہ ایک شمہ اسکا معرکہ صلح حدیبیہ مین ظاہر ہوا یہانتک
کہ اُسدن اُنھون نے کہا کہ ماشککت کشکی یوم الحدیبیہ اور اسی طرح جب حضرت نبوی نے سفر حج الوداع سے مراجعت
فرمائی اور راہ مین آنحضرت پر کُپے دھلکاے گئے اور پیغمبر خدا نے اُسوقت حذیفہ بن یمان کو جملہ منافقین کے نام بتائے
تو حال باطن سب پر ظاہر ہوا اور جو عداوت انھین اہلبیت امجاد کے ساتھ تھی جنکی مودت کو خدا نے اجر رسالت مقرر
فرمایا تھا اسکا اول ظہور سقیفہ اور شوری مین ظاہر ہوا کہ اہلبیت کا کام تمام کیا اور جو دو ثقلین سے ایک تھے انھین
رعایا کے مرتبہ مین لاے بلکہ خود پیغمبر خدا کی علالت کے زمانے سے اُس رنگ اخلاص کو بدلا اور دوات و قرطاس و
قلم کی طلب کے جواب مین پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و الہ سے حسبنا کتاب اللہ کہا اور آنحضرت کی طرف نسبت ہذیان کی اور
جو بہ نسبت اہلبیت علیہم السلام کے عداوت تھی اُسے ظاہر کیا اور صراحۃً مخالفت کو طریقہ رسول مختار کے اختیار کیا اور بروایت
مستفیضہ جو وہ حضرت مکرر فرماتے تھے انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی لن یفترقا حتی یردا علی الحوض اُن دونون مین
تفرقہ ڈالا اور بعد آنحضرت کے حقوق اہلبیت علیہم السلام کو غصب کیا اور رفتہ رفتہ وصی مطلق اور جملہ اہلبیت نبی کو مطلقاً
کس سختی اور تدبیر سے مضمحل کیا اور شوری مین کہ جو بدعات مخترعہ سے تھا ایسے چند شخصون کو اُن چند شرائط سے منتخب کیا
جو موجب حرمان ذوی الحقوق کا ہوا کہ اُنکے بعد بھی پھر اہل حق اپنے حق کے پہونچنے سے محروم رہے اور بنی اُمیہ جو قرآن مین
مفسر بہ شجرہ ملعونہ تھے اور بدترین خلق تھے اور مورد طعن و لعن نبی تھے انھین مسلمانون کی گردن پر مسلط کیا یہانتک کہ
اشقیاے امت نے کوئی دقیقہ دقائق استخفاف و اہانت و قتل و غارت اہلبیت رسالت سے نہ اُٹھا رکھا خصوصاً ماجراے
دشت کربلا جیسا کہ فاضل تفتازانی نے کہا ہے واما جری بعدھم من الظلم علی اھل بیت النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم
فمن الظھور بحیث لا مجال للاخفاء ومن الشناعۃ بحیث لا اشتباہ علی الآراء اذ کاد یشھد بہ الجماد والعجماء ویبکی لہ الارض والسماء
وتنھد منہ الجبال وتنشق الصخور ویبقی سوء عملہ علی کر الشھور ومر الدھور فلعنۃ اللہ علی من باشر او رضی وسعی ولعذاب الآخرۃ اشد وابقی فان قیل فمن علماء المذھب
من لم یجوز اللعن علی یزید مع علمھم بانہ یستحق ما یربو علی ذلک ویزید قلنا تحامیا من ان یرتقی الی الاعلی فالاعلی کما ھو شعار الروافض علی ما یروی فی ادعیتھم ویجری
فی اندیتھم فرای المعتنون بامر الدین الجام العوام بالکلیۃ طریقا الی الاقتصاد فی الاعتقاد یعنی جو کچھ کہ بعد خلفا کے اہلبیت رسالت پر ظلم ہوے وہ ایسے
ظاہر ہین کہ اُنھین چھپانے کی گنجائش نہین ہے اور شناعت اور بُرائیان اُنکی ایسی ہین کہ آراے مردم پر اُنمین کچھ اشتباہ نہین ہے
اسلیے کہ قریب ہے کہ گواہی دین اُسکی حیوانات جو بے شاخ و بے زبان ہین اور روئین اُن مصیبتون کے واقع ہونے سے
زمین و آسمان اور پارہ پارہ ہو جائین پہاڑ اور شگافتہ ہون سخت پتھر اور یہ بدی دعوے کی باقی رہیگی ہمیشہ بگذشتن
شہور و بمرور دہور پس لعنت خدا کی ہو اُسے جو اُن ظلمون کا مباشر ہوا یا اُس سے راضی ہوا یا اُسکے لیے سعی کی ہے اور عذاب
آخرت بہت شدید ہے اور بہت باقی رہنے والا ہے پس اگر کہا جاے کہ بعض علماے مذہب نے یزید پر لعنت کرنا جائز رکھا ہے
باوجود اسکے کہ وہ جانتے تھے کہ وہ لعنت کرنے سے بھی زیادہ کا مستحق ہے تو ہم جواب مین کہینگے کہ اُنکی ممانعت لعنت کرنے سے

نیزہ کے اسلیے تھی کہ تا یہ بلند ہوتے ہوتے بڑے بڑے شہرون پر پہونچے جیساکہ روافض کا طریقہ ہی کہ وہ اُنکی تعزیون مین مروی ہے
اور یہ طریقہ اُنہین جاری ہی کہ وہ ایسا ہی مجالس مین کرتے ہین پس جو علما کہ اُنہین امر دین مین توجہ زیادہ تھی اُنھون نے یہ
اسلیے کہا کہ تا عوام کے منہ پر لگام بالکلیہ چڑھا دین تاکہ اُنکے اعتقاد مین خرابی نہ واقع ہو اتفاقی خلاصہ کلام اب پوشیدہ نہ رہے
کہ جو اس فاضل نے بھی کہا ہی کہ جو کچھ کہ بعد خلفا کے اہلبیت رسول پر گذرا وہ ایسا ظاہر ہی کہ اُسمین گنجایش پوشیدہ کرنے کی
باقی نہین رہی اس طرز بیان سے بھی صاف نظر تحقیق بین مین معلوم ہوتا ہی کہ سابقین کے مظالم و معائب ایسے تھے کہ اُسمین پوشیدہ
کرنے کی مجال تھی اور یہ کاشف یقینی عیب کے ثابت ہونے کا ہی اگرچہ بمفاد حب الشئی یعمی ویصم دوستون کی نظر مین اُنکے
نہ معلوم ہوا اور گنجایش تاویل و تدلیس کی رکھتا ہوا اور یہ جو کہا ہی کہ شناعت ان امور کی اس مرتبہ پر ہی کہ آراے مردم پر کچھ
اشتباہ نہین ہی اُنکی حقیقت تو یہ ہی کہ جسنے دل سے متوجہ ہو کر دیکھا ہی اور سُنا ہی اُسکے نزدیک تو جو امور شنیعہ پیشتر والون سے بھی
سرزد ہوے اُنکی برائی بھی اُسپر پوشیدہ نہین ہو واللہ یحق ویہدی السبیل اور یہ جو کہا ہی کہ قریب ہی کہ گواہی دین اُن ظالمون کی
حیوانات جو بے شاخ و بے زبان ہین اور روئین اُسپر زمین و آسمان اور ٹکڑے ٹکڑے ہون اُسپر پہاڑ اور پھٹ جائین اُسپر
سخت پتھر اور باقی رہ جاے برائی ان اعمال کے گذرنے پر شہور کے اور منقضی ہونے پر دہور کے پس لعنت ہو خدا کی
اُس شخص پر جو ان ظلمون کا مباشر ہوا یا اُنپر راضی رہا یا اُنکے لیے سعی کی اُسمین یہ امر ہی کہ یہ فقرہ کہ قریب ہی روے اُسپر زمین و
آسمان اگرچہ حق سے یہ قریب ہی لیکن تاہم یہ بیان واقع سے دور ہی کیونکہ جو امور کہ واقع ہو چکے اُنھین قریب ہی کہ کے نہین کہتے
کیونکہ زمین سے لہو کا جوش مارنا اور آسمان سے خون کا برسنا یہی رونا زمین آسمان کا ہی وہ تو ہو چکا اور ظاہر ہونا آثار غضب
رحمان کا ہوا جیسا کہ روایات فریقین سے ظاہر ہی اور اہل بصیرت کی نظر مین واضح ہی پھر چاہیے کہ یہان یہ کہتے کہ
بکت علیہ السماء والارض وناحت علیہ الجن والانس والانبیاء والملئکۃ یعنی روے اُسپر آسمان و زمین اور نوحہ کیا اُسپر جن و انس نے
اور پیغمبرون نے اور فرشتگان نے جو رہنے والے آسمان کے ہین عبد القادر جیلانی نے کتاب غنیہ مین روایت کی ہی اور
جو ترجمہ اُسکا فاضل عبد الحکیم نے کیا ہی اُسکا ترجمہ فارسی بعینہ یہ ہی از ام سلمہ مرویست کہ گفت پیغمبر خدا مرا ہر گاہ خوشحال
شدم بحسین و حالانکہ بر سینہ من بازی میکرد آمد مرا جبرئیل و داد مرا پارہ از گلے کہ کشتہ میشود آن حسینؑ بر آن گل پس از
جہت آن گریستیم و خبر کردم ابو النصر از ابی اسامہ از جعفر ابن محمد گفت فرود آمد بر قبر حسینؑ روزیکہ کشتہ شد ہفتاد ہزار فرشتہ کہ
میگریند براو تا روز قیامت انتہی صاحب عناصر الشہادتین نے حدیث اپنی کتاب مین بیہقی سے نقل کی ہی کہ اُسنے نضرہ ازدیہ سے
روایت کی ہی کہا اُسنے کہ جس روز امام حسینؑ شہید ہوے آسمان سے اسقدر خون برسا کہ صبح کو جو دیکھا تو ہم لوگون کے
گھرون مین جو برتن اور جتنے مٹکے اور گھڑے تھے وہ سب کے سب خون سے لبالب بھرے تھے اور یہی طرح اُسی
کتاب مین سر اقدس پاس سید الشہدا علیہ السلام کے بحوالہ ابو مخنوق تشریف لانا حضرت آدم اور حضرت نوح اور حضرت
ابراہیم اور حضرت اسمعیل اور حضرت اسحاق اور جناب سید مرسلین کا اور رونا انحضرات کا اور اُس سر کو پیار کرنا اور فرشتہ کا

آنا بھی نقل کیا ہو من شاء فلیرجع الیہ فلعنۃ اللہ علی من ظلم اھل البیت وعلی من اسس ذلک الاساس واسس الامر علی الناس فی عذاب
الآخرۃ اشد وابقی اور جو فاضل تفتازانی نے توجیہ میں ترک لعنت یزید کی لکھی ہو کہ اس میں خوف ترقی مروم کا الی الا
علی فالاعلی اعنی ما ھو شعار الروافض ہی یہ دلیل انکی ہو کہ کمال عصبیت اور حق پوشی اور حمایت خلفاے جور کو عمل میں لاے اور
اس جہت سے خلق کو گمراہی اور شک میں ڈالا نہ یہ کہ خلق کی حفاظت کے لیے ترک لعنت عمل میں لاے فاعتبروا یا
اولی الابصار یہاں تک جو مذکور ہوا وہ شمہ حال پیشین تھا بعد اسکے حضرت عبدالقادر جیلانی صاحب حنبلی نے بھی اسی طرح
انکی پیروی کرکے انکی بدعات ومخالفات اہلبیت کو تازہ کیا اور روز عاشورہ کو روز عید قرار دیکر خوارج ونواصب اور
بنی امیہ کے طریقہ کو زندہ کیا اور جنکی مودت کو حق تعالی نے بمفاد قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی اجر رسالت قرار
دیا تھا اسے برباد کرکے اور مبدل بہ بغض وعناد کرکے اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں بہت سی روایات موضوعہ فضیلت روز عاشورہ میں
نقل کرکے وہ کہا ہو کہ جسکا ترجمہ فاضل عبدالحکیم سیالکوٹی نے یہ کیا ہی تحقیق کہ طعنہ کردند قومے بر کسے کہ روزہ داشت
درین روز بزرگ وجہے کہ وارد شدہ است درین روز از بزرگے وگمان بردند آن قوم بدرستیکہ شان این است کہ جائز نیست
روزہ گرفتن دران روز از جہت قتل حسین ابن علی رضی اللہ عنہما وگفتند آن قوم می باید اینکہ باشد مصیبت در آن روز عام ہمہ مردم
از جہت نایافت شدن حسین در آن روز وشما بگزیدان روز را وخوشی وخوشحالی بفرمائید در آن روز بفراخی طعام بر عیال
ونفقہ بسیار وصدقہ دادن بر فقیران وضعیفان ومسکینان ونیست این کار از حق حسین رضی اللہ عنہ بر جماعۃ مسلمانان
واین گوئندہ خطا کنندہ است ومذہب وے بد است وفاسد زیرا کہ بدرستیکہ حق تعالی اختیار کرد برای نبیرہ پیغمبر خود کہ نزد حق تعالے
نام پاک وے محمد است صلعم شہادت در بہترین روز ہا و بزرگترین روز ہا تا آنکہ زیادہ کند او را بان شہادت بلندی در مرتبہ ہاے
او و بزرگیہاے او واضافہ کردہ شد بسوے بزرگی او وتا برساند او را بمنزلہاے خلفاے راشدین کہ شہید شدند بشہادت
واگر جائز مے بود اینکہ گرفتہ شود در روز مرگ حسین روز ماتم ہر آئینہ روز دوشنبہ سزاوار تر مے بود بان ماتم از جہت آنکہ قبض کرد
خداے تعالی جان پیغمبر خود را کہ محمد است صلعم دران دوشنبہ وہمچنین ابوبکر صدیق قبض کردہ شد جان او دران دوشنبہ وآن خبرے
است کہ روایت کرد ہشام از عائشہ گفت ابوبکر مر اکدام روز میرانده شد پیغمبر دران روز گفتم روز دوشنبہ گفت ابوبکر من
امیدوارم اینکہ بمیرم در آن روز دوشنبہ پس مرد ابوبکر دران دوشنبہ وگم کردن رسول خدا صلعم وابابکر بزرگ تر
است از گم کردن غیر ایشان بہ تحقیق اتفاق کردہ اند مردم بر بزرگے روز دوشنبہ وفضیلت روزہ او وبدرستیکہ شان این است
کہ عرض کردہ میشود دران روز دوشنبہ عملہاے بندگان ودر روز دوشنبہ بالا بردہ میشود عملہاے بندہا وہمچنین
روز عاشورا گرفتہ شود روز ماتم از جہت اینکہ بدرستیکہ روز عاشورا گرفتہ شود روز ماتم نیست سزاوار تر از اینکہ گرفتہ شود
روز خوشی از جہت خبرے کہ بالا یاد کردم از فضل او انتہی ترجمۃ کلامہ اب ناظرین منصفین پر پوشیدہ نہ رہے کہ جو کچھ یہ مذکور
ومنقول ہوا اس سے صاف ظاہر ہوتا ہی کہ سنت معاویہ اور یزید کے موافق یہ فتوی دیا گیا ہی اور کمال بے دردی بہ نسبت

آل رسول کے قتل مین لائی گئی اور جو اخبار خاصہ مین بہ نسبت روز عاشورا کے وارد ہوا ہی کہ فرحت بہ آلِ زیاد و آلِ مروان
اسی طرح پردہ مین بیان مدارج شہادت کے اس مفتی نے بھی مثل بنی امیہ کے اظہار فرح و سرور کر کے قتل فرزند
رسول الثقلین پر شماتت کی ہی اور اس فرزند رسول کو جو سید شباب اہل جنۃ ہی ابی بکر سے مفضول اور کم رتبہ قرار دیکر
بہ نسبت انکی شان کے استخفاف کیا ہی سبحان اللہ پیر دستگیر حضرات اہلسنت نے پہلے قیاس کیا خوب کیا ہی کہ اگر
روز عاشورا کو روز مصیبت گرداننا بسبب شہادت امام حسین علیہ السلام کے جائز ہوتا تو روز دوشنبہ سزاوار تر تھا
اسلیے کہ روز ماتم گردانا جاے اسلیے کہ پیغمبر خدا نے اسدن انتقال فرمایا ہی روز عاشورا دہم محرم کا نام ہی کہ وہ دن
باعتبار تاریخہاے مشہور قمریہ عربیہ معین ہی اور دوشنبہ ایک دن باعتبار ایام سبعہ ہی اور ظاہر ہی کہ روز عاشورا ایسا روز ہی
کہ وہ کسی عہد مین اور روز سرور اہل اسلام مین واقع نہین ہو سکتا جس سے کوئی حرج لازم آے اور دوشنبہ ایسا دن ہی
کہ جملہ تاریخہاے شہور مین خواہ وہ تاریخین عید و خوشی کی اسلام کی ہون یا مصیبت کی سب مین واقع ہوتا ہی اور کسی
مہینے مین چار بار کسی مین پانچ بار ہر مہینے مین وہ مکرر واقع ہوتا ہی پھر اگر روز دوشنبہ کو ایسی تقویت ہو کہ برپا کرنے کو
مصیبت کے دی جاتی تو کسقدر مسلمانون کو تکلیف اور حرج کار و بار مین ہوتا بخلاف روز عاشورا کہ وہ سال بھر مین ایک
دن ہی علاوہ اسکے روز دوشنبہ کو بھی روز مصیبت اور روز شوم وہی نہین جانتے جنھین رسول و آل رسول سے محبت
نہین اور شیعہ تو ہمیشہ دوشنبہ کو بھی روز مشئوم سمجھتے ہین اور کسی سرور و فرحت کو اسدن ظاہر نہین کرتے و اس روز
اکثر امور کو ترک کرتے ہین بسبب اسکے کہ یہ روز مشئوم روز وفات جناب سید کائنات ہی اگر روز عاشورا کا قیاس
تاریخہاے وفات نبی پر کرتے تو البتہ زیبا تھا پھر تاریخ وفات نبی صلی اللہ علیہ و آلہ کو کون روز سرور و فرحت جانتا ہی مگر ان
جنھون نے اسدن حقوق اہلبیت کو لیا اور دنیا حاصل کی وہ یا اتباع انکے اسدن خوش ہوے اور ہوتے ہونگے ہم تو
روز وفات نبی مین بھی روتے ہین اور مصیبت برپا کرتے ہین اور انکی آل و اقربا کی بھی خوشی و مصیبت مین بلازمہ
اس مودت کے جو خدا نے ہمارے اوپر واجب کی ہی مسرور و محزون ہوتے ہین پھر ہمارے مذہب مین کیا بدی ہی
اور ہمنے ماتم فرزند رسول کر کے گناہ کیا جسے یہ مفتی خاطی قرار دیتا ہی اور وفات رسول بھی اگر اعظم فجائع دہور ہی کہ مسلمان کو
اسے یاد کر کے رونا ہمیشہ چاہیے لیکن آل رسول کی بھی مصیبت جو روز عاشورا ستمگرین بنی امیہ کے ہاتھ سے گذری بہت
عظیم ہی کہ جسنے قبل وقوع پیغمبر خدا کو رولایا جیسا کہ اخبار فریقین سے واضح ہی اور جسکے لیے پیغمبر نے فرمایا کہ من بکی علی
الحسین او ابکی او تباکی وجبت لہ الجنۃ اور یہ حدیث صحیح اور متفق علیہ بین الفریقین ہی اور ظاہر ہی کہ روز مصیبت اور وقت
مصیبت پر جیسا انسان کو خیال اور ملال یاد کر کے ہوتا ہی وہ اسکے سوا اور دنون مین نہین ہوتا پھر خود کامل اس
عمل کی بجالانے کو تو روز عاشورا تمام سال کے دنون کی بہ نسبت ہی اگر اسدن بھی اس حکم نبی کی تعمیل نہ کیجاے تو
کسب کرین اور اسکا ناسخ روز عاشورے کے لیے کہان ہی اب عجب نہین ہی کہ جسطرح خلفاے بنی امیہ کی خوشی کے لیے

احادیث فضائل عاشورا کی وضع کی گئی ہیں حلم کے بھی آخر مین کچھ بڑھایا جاے لیکن اسوقت تک تو ممانعت شرعی بکا و ابکا کے لیے وارد نہین ہی جیساکہ آئندہ اسکی گواہی قول ابن حجر سے دی جائیگی لیکن جو فتوی انھون نے اپنے تابعین کو دیا ہی کہ رونا نہین چاہیے کہ وہ جائز نہین ہی تو جو رونا کہ جناب سید المرسلین اور ملائکہ مقربین سے واقع ہوا اور سیکڑ اخبار فریقین دلالت کرتے ہین اسے فرح و سرور پر محمول کیا جائیگا یا رقت قلب پر اس مصیبت مین اور اسی طرح اصحاب کبار جو روز وفات پیغمبر خدا روتے تھے باوصف اسکے کہ یقینی حضرت نے مدارج عالیہ بہشت کی طرف انتقال فرمایا مگر سب جزع اور فزع اور بیقراری ظاہر کرتے تھے اسے کیا کہینگے خصوصا خلیفہ ثانی کا تو یہ حال تھا کہ آنحضرت کی وفات سے انکار فرماتے تھے یہان تک کہ جب بعض نے یہ آیہ پڑھا وما محمد الا رسول فان مات او قتل الخ تو کہنے لگے کہ مین نے گویا یہ آیہ سنا ہی نہ تھا اور بعضی روایت مین ہی کہ خلیفہ اول نے انکے جب آیہ انک میت و انھم میتون پڑھا تو آگاہ ہوے اور حضرات اہلسنت کہتے ہین کہ بہ سبب فرط غم والم کے انکے حواس درہم و برہم ہو گئے تھے اس جہت سے امر ضروری کا انکار زبان سے فرمایا تھا پھر یہ کاہے پر حمل کیا جائیگا اگر یہ کہین کہ حضرت کا انتقال فرمانا مدارج عالیہ بہشت کی طرف اور آرام و راحت ابدی کا پانا خلیفہ ثانی کو اور جملہ اصحاب کو ناگوار ہوا تھا اسلیے اس غم و ہم اور حزن و بکا کا اظہار کیا تھا تو پھر ایمان سے سب کا بے بہرہ ہونا یقینی ظاہر ہوگا کہ بدخواہ نبی تھے کہ پیغمبر خدا کی راحت سے دل تنگ ہوے اور انکی فرحت و سرور سے خوش نہوے اور مسلم نے تفسیر قول خدا مین فما بکت علیھم السماء والارض الآیہ مین سدی کی طرف اسناد کر کے لکھا ہی کہ سدی نے کہا لما قتل الحسین بن علی بکت السماء و بکاؤھا حمرتھا یعنی جب امام حسین علیہ السلام شہید کیے گئے تو آسمان رویا اور رونا آسمان کا اسکی سرخی ہی یہ روایات موافق طرق حضرات اہلسنت مین اور شیعون کے موافق تو بہت مفصل اور بتواتر ثابت ہی کہ روز عاشورا ایسے امور عالم مین ظاہر ہوے جس سے اس امر کا یقین ہی کہ وہ آثار غضب رحمان تھے پھر بڑے تعجب کی جگہ ہی کہ جو ایسا روز ہو کہ آسمان انبیا اور ملائکہ و زمین و آسمان روے ہون اور ہمیشہ آل رسول اسدن محزون و گریان رہتے آے ہون اس روز کو جو شیعہ روز حزن و ماتم گردانین اور مثل بنی امیہ سرور و خوشی نہ کرین تو اس مفتی کے نزدیک خاطی ہون اور اس رونے کو جسکے لیے نبی نے بہشت کے واجب ہونے کا وعدہ فرمایا بدعت قرار دیجاے اپنے ظلم و بدعت کو نہین دیکھتے کہ بربناے احادیث موضوعہ اپنے علما کے روز استیصال آل رسول کو روز عید و سرور گردانتے ہین سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون اور اگر یہ کہین کہ یہ رونا اسلیے تھا کہ درد مفارقت کا صحبت سے اور ناپید ہونا اسکا جسکا کوئی خلف اور بدل خدا کے سوا نہین ہو سکتا اسکا سبب تھا تو پھر کیا وجہ ہی کہ موالیان اہلبیت کے لیے روز عاشورا روز حزن و ماتم نہو کہ بسبب ظلم و تعدی طاغیان امت کے درجہ شہادت سے وہ حضرت اسدن فائز ہوے اور کیون داغ مفارقت کو آنحضرت کے اپنے دلون پر نہ رکھین اور اس مصیبت مین سینہ چاک نہون کہ اس روز آنحضرت کی صحبت سے محروم ہوے اور واقع مین اگر روز عاشورا متبرک ہو تو مقام عجب نہین ہی اور ہم کو اس سے کچھ ضرر نہین ہی کیونکہ اسکا پیشتر سے

متبرک ہونا منافی روز مصیبت ہونے کے نہیں ہے کیونکہ حق تعالیٰ نے اسے صاحب برکت فرمایا ہو مگر طاغیان امت نے آل رسول کو مبتلاے مصائب کرکے اُس دن مومنین کے لیے روز مصیبت کر دیا جیسا کہ تمام مہینا محرم کا شہر حرام تھا لیکن انھون نے قتل آل رسول سے حلال جانا اور حرمت نبی کی رعایت اس مہینے مین نہ کی کس طرح سید شباب اہل جنت کو مع اقربا و انصار شہید کیا اور جو زندہ رہے انکے ساتھ کیسی عداوتین ظاہر کین اور کیا کیا اذیتین اور دقتین پہونچائین جیسا کہ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہی شعر الا انہ لو الطف من آل ہاشم اذلت رقاب المسلمین فذلت یہ امر بدلیل ثابت ہی بروایت فریقین کہ بعد شہادت سید الشہدا آثار غضب رحمان کے ظاہر ہوئے ابو احمد مرحوم مصنف کتاب ہمین نے زہری سے کہ آپنے شرح وجیز مین اپنے مشائخ سے روایت کی ہو کہ ان یوم قتل الحسین قطرت السماء دما یعنی جس دن کہ امام حسین علیہ السلام شہید کیے گئے اُسدن آسمان سے لہو برسا اور یہی کتاب مین ابن سعد سے کہ اُسنے طبقات مین کہا ہی ان الحمرۃ ظہرت فی السماء منذ یوم قتل الحسین ولم تر قبل ذلک قال ایضا ما رفع حجر فی الدنیا الا وتحتہ دم عبیط ولقد قطرت السماء مطرا بقی اثرہ فی الثیاب مدۃ حتی تقطعت یعنی اوّل سرخی جو آسمان پر ظاہر ہوئی جسے شفق کہتے ہین وہ اُسی روز سے ہی جس دن سے کہ امام حسین علیہ السلام شہید کیے گئے اور اُس سے پیشتر کبھی دیکھی نہین گئی تھی اور کہا ہی کہ دنیا مین کوئی پتھر اُسدن نہ اٹھایا جاتا تھا زمین سے مگر یہ کہ اُسکے نیچے سے خون سرخ جوش مارتا تھا اور آسمان سے بوندین لہو کی ایسی برسین کہ جس کپڑے پر وہ گری پھر اُسکا اثر اُس سے نہ گیا جب تک وہ کپڑا رہا بالجملہ عاشورے کے متبرک ہونے مین ہمکو مقام انکار اور اقرار کا نہین لیکن جو روایتین کہ اُس دن کی فضیلت مین نقل کی ہین اور اُسکے اوپر اعتماد و استناد کرکے یہ فتویٰ دیا ہی وہ سب یقینی از جملہ موضوعات ہین اور موضوع ہونا انکا بقول فریقین ثابت ہی لیکن موافق طریقہ شیعیان پس وہ روایت جبلہ مکیہ کی ہو جسے ابن بابویہ علیہ الرحمہ نے کتاب امالی مین نقل کیا ہی اور حاصل مضمون اُسکا یہ ہی کہ روایت کی ہی جبلہ مکیہ نے کہا سنا مین نے میثم تمار سے کہ وہ کہتے تھے کہ خدا کی قسم ہر آئینہ قتل کرے گی یہ امت اپنے پیغمبر کے بیٹے کے فرزند کو ماہ محرم مین دسوین تاریخ کو اور ہر آئینہ دشمنان خدا اُس دن کو روز برکت قرار دینگے پس بدرستیکہ یہ امر واقع ہوگا کہ علم خدا مین اسی طرح گذرا ہی جانتا ہون مین اس امر کو اُس عہد سے کہ عہد کیا ہی اُسکا میری طرف میرے مولا امیر المومنین علیہ السلام نے اور تحقیق کہ ہر آئینہ خبر دی ہی مجھے کہ روئینگی اُسپر سب چیزین یہان تک کہ صحرا مین جانوران وحشی اور دریا مین مچھلیان اور زیر آسمان پرندے اور روئینگے اُسپر آفتاب و ماہتاب و ستارے و آسمان و زمین و مومنین جن و انس سے اور سب ملائکہ آسمانون کے و رضوان خزینہ دار بہشت و مالک خزینہ دار دوزخ اور حاملان عرش الہی اور روئیگا آسمان اُسپر لہو سے اور خاکستر سے بعد اُسکے کہا کہ واجب ہوئی لعنت خدا کی قاتلان حسین پر جیسا کہ واجب ہوئی ہی اُن مشرکون پر جنھون نے خدا کے ساتھ اور معبود قرار دیے اور جیسا کہ واجب ہوئی اور کافرون پر جبلہ راویہ کہتی ہی کہ یہ سنکر مین نے کہا کہ ای میثم کیونکر ہو سکتا ہی کہ مردم ایسے دن کو جسمین حسین علیہ السلام مارے جائین اُسے روز برکت ٹھہرائین یہ سنکر میثم رو دیے اور کہا کہ قریب ہی کہ گمان کرینگے ان

حدیثون پر جنھین وہ وضع کرینگے اور بنا ئینگے انھین اِسطرح کہ بدرستیکہ یہ وہ دن ہی کہ خدا تعالی نے اُس روز آدم کی توبہ کو قبول کیا اور بدرستیکہ خداوند عالم نے آدم کی توبہ کو قبول نہین کیا مگر ماہ ذی حجہ مین اور گمان کرینگے کہ یہ وہ دن ہی کہ اُسمین خدا نے داؤد کی توبہ کو قبول کیا اور بدرستیکہ خدا نے توبہ داؤد کو قبول نہین کیا مگر ماہ ذی حجہ مین اور گمان کرینگے کہ یہ وہ دن ہی جسمین یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ سے باہر آئے اور بدرستیکہ حق تعالی نے انھین بطن ماہی سے باہر نہین لایا مگر ماہ ذی القعدہ مین اور گمان کرینگے وہ کہ یہ وہ دن ہی کہ حضرت نوح کی کشتی اس دن مین پہاڑ پر جسکا جودی نام ہی ٹھہری اور بتحقیق کہ کشتی نوح کوہ جودی پر نہین ٹھہری مگر بیچ ماہ ذی حجہ کو اور گمان کرینگے وہ کہ حق تعالی نے اُس روز دریا کو بنی اسرائیل کے لیے شگافتہ فرمایا اور بتحقیق کہ یہ دریا کا شگافتہ فرمانا نہین ہوا مگر ماہ ربیع الاول مین بعد اسکے شمر نے کہا کہ ای جبلہ جان تو کہ بدرستیکہ حسین ابن علی علیہ السلام کے لیے یہ امر ہی کہ وہ حضرت سردار سب شہیدون کے ہونگے روز قیامت کو اور اُنکے اصحاب کے لیے ایک رفعت و بزرگی جملہ شہیدون کے اوپر ہی ای جبلہ جبکہ تو دیکھے کہ آفتاب سرخ رنگ ہو گیا مثل خون تازہ کے پس جاننا تو کہ بتحقیق سردار تیرا حسین ابن علی بتحقیق کہ مارا گیا جبلہ کہتی ہی کہ مین بعد اسکے ایک دن گھر سے باہر نکلی پس دیکھا مین نے آفتاب کو دیوارون پر کہ گویا سرخ رنگ لحاف برنگ کافشہ ہی پس اُس وقت مین نے نعرہ مارا اور روئی اور کہا مین نے کہ بتحقیق قسم ہی خدا کی کہ سردار میرا حسین ابن علی علیہما السلام مارا گیا فقط اور لیکن موافق مذاہب حضرات اہلسنت کے پس ان اخبار فضائل روز عاشورا کے موضوع ہونے کو اور ان روایات کی تکذیب کو اور ان مقالات کے رد کرنے کو بہت خوب کافی ہی جو مصنف صواعق نے کہ فضلاے معتبرین حضرات اہلسنت سے ہین کہا ہی اور خلاصہ اُنکے کلام کا علی ما نقلہ سیدی فی الحدیقہ یہ ہی کہ پرہیز کرتے ہیں سے کہ مشغول ہون روز ماتم کا ہو کہ وہ روافض کی بدعت ہی اور پرہیز کرتو صب کی بدعت سے جو اہلبیت کے ساتھ عصبیت کرتے ہین اور بدعت سے اُن جاہلون کی جو بدعت کو دوسری بدعت کی ظاہر اور پیدا کرتے ہین اظہار مین غایت فرح اور سرور کے اور روز عاشورا کے روز عید قرار دیتے ہین اور اظہار زینت مین اُس دن مثل خضاب کرنے کے اور آنکھون مین سرمہ کھینچنے کے اور نئے کپڑے پہننے کے اور نفقات عیال مین توسعہ کرینگے اور کھانے لذیذ پکانے کے اور خارج از عادت حبوب کا بریان کرنا اور گمان کرنا کہ یہ امور سنت ہین اور حالانکہ ان سب کا ترک کرنا سنت ہی نہ فعل اور عمل مین لانا انکا پس بدرستیکہ وارد نہین ہوئی بخصوص مین ان امور کی کوئی خبر کہ اُسپر اعتماد کیا جاے اور نہ کوئی حدیث صحیح کہ اسکی طرف رجوع کیجاے اور بعض ائمہ حدیث و فقہ سے پوچھا گیا در خصوص سرمہ کھینچنے کے اور غسل کرنے کے اور مہندی ملنے کے اور حبوب کے پکانے کے اور نئے کپڑے پہننے کے اور اظہار سرور کرنے کے عاشورے کے دن مین پس کہا انھون نے لم یرد فیہ حدیث صحیح عنہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ولا عن احد من الصحابہ ولا استحبہا احد من ائمۃ المسلمین الاربعۃ ولا غیرہم ولم یرد فی الکتاب المعتمد بذلک خبر صحیح ولا ضعیف اور جو کچھ کہ کہا گیا ہی کہ جو کوئی اُس دن سرمہ کھینچے تو اسکی آنکھ سال بھر مبتلاے رمد نہوگی اور جو کہ غسل کرے اس روز وہ سال بھر بیمار نہوگا اور جو کہ

اپنے عیال پر وسعت دے تو خدا تعالیٰ سال بھر اُسے وسعت دے گا اور اسی کے امثال نماز پڑھنے کی فضیلت مین جو وارد ہوئی ہین اور یہ کہ آدم کی توبہ اُس دن قبول ہوئی اور نوح کی کشتی اُس دن کوہ جودی پر ٹھہری اور ابراہیم نے آتش نمرود سے اُس دن نجات پائی اور اسمعیل کے لیے اُس دن گوسفند فدیہ آیا اور یوسف یعقوب سے اُس روز ملے فعل خدا کا مصنوعی یعنی یہ سب بنائی ہوئی ہین اور صدق و راستی سے بہرہ نہین رکھتین بعد اسکے کہا انہنے فصار ھولاء الجھلۃ یتخذونہ موسما اولئک لرفضہم یتخذ ومأتما کلاھما مخطی مخالف للسنۃ انتہی اب اِس سے ہمین تصدیق بخوبی اُس خبر کی ہوئی جو ہماری کتابون مین حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ماثور ہی کہ ایسی روائتین بنی اُمیہ کی خوش آمد کے واسطے اور اُس سے فائدۂ دنیا حاصل کرنے کے لیے انحضرات نے بنائین اور وضع کین پس موافق تصریح فاضل مذکور کے اگرچہ ماتم کا برپا کرنا روز عاشورا اُس مصیبت مین جسپر انبیا اور ملائکہ اور آسمان و زمین اور اکثر مخلوقات خدا روے ناروا ہو لیکن اقوال و افعال جناب عبد القادر جیلانی کے بھی اُسی سے برہم و درہم ہوگئے کیونکہ جن اخبار فضائل روز عاشورا پر انھون نے اعتماد کرکے فتویٰ دیا تھا وہ سب یقینی موضوع ٹھہرین اور جب یہ ہوا تو انھون نے عاشورے کے دن کو روز عید کرنے کا حکم دیا تھا اور اب تک وہ طریقہ اہال مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ مین مروج ہی اور اب اسکا تتبع حضرات اہلسنت ہندوستان مین بھی ہونے لگا ہی یہ سنت نبویہ سے بعید ہی اور بالضرور سنت بنی امیہ و یزید ہی اب مقام انصاف ہی کہ باوجود اسکے بھی پھر کسی نے ان صاحب کو جو اس حکم کے مفتی تھے اتنا بھی نہ کہا کہ ایسی مخالفت سے وہ قول انکا دلالت اسپر کرتا ہی کہ اسکا کہنے والا خوارج کے طائفے سے ہو نہ اہلسنت سے بلکہ جسطرح انھین پیر پیران جانتے تھے گنتے جاتے ہین اور اُنکے فتوے اور طریقہ کو قبول کرتے جاتے ہین اور اپنے نزدیک نحوست روز عاشورا کو مثل بنی امیہ اظہار سرور کرکے مٹاتے ہین اور اُس مصیبت بزرگ کو جو اُس روز شوم مین محمد و آل محمد کو پہونچی خیال مین نہین لاتے اور اپنے خیال مین یہ سمجھتے ہین کہ اس اظہار سرور کے ذریعہ سے ہم اُن مظالم کے ذکر کو جو آل رسول پر ہوے چھپا دینگے حالانکہ یہ کبھی نہین ہو سکتا عاشورا کی نحوست کالشمس فی غایۃ الاشراق ظاہر ہی اور تمام اہل تواریخ و سیر کا اتفاق ہی کہ حضرت امام حسین سبط رسول الثقلین اور اُنکے انصار و اعوان دسوین تاریخ کو ماہ محرم کی کہ اُسے عاشورا کہتے ہین کربلا مین فوج کوفہ و شام کے ہاتھ سے بحکم یزید شہید ہوے جب سے شیعیان اہلبیت علیہم السلام روز عاشورا کو نہایت شوم و منحوس جانتے ہین اور اُس مین کوئی کام سرور و شادی کا نہین کرتے بلکہ اُس دن کو روز ماتم و حزن و گریہ و بکا جانتے ہین اور شیعون مین یہ بات قدیم زمانے سے چلی آتی ہی کہ تباسی رسول مختار و آل اطہار اُنکے جو ائمہ ابرار ہین اُس دن کو وہ حزن و ماتم کے ساتھ بسر کرتے ہین اور مراثی اور اشعار مین بھی بکثرت یہ مضمون موزون ہی اور شعرا نے بہت کچھ اسمین نظم کیا ہی چنانچہ احمد بن منیر کے اشعار بھی اِس بات پر دلالت کرتے ہین اور اصل ماجرا اِس قصیدہ کا یہ ہی کہ سید علی خان مدنی بلاغت مصنف کتاب ریاض السالکین شرح صحیفہ سجادیہ نے کتاب انوار الربیع مین شرح قصیدہ بدیعہ مین لکھا ہی کہ قریب زمانہ غیبت صغریٰ کے احمد بن منیر ایک شاعر نے اپنے غلام تتر ہی کے ہاتھ کچھ تحفہ واسطے نقیب کے کہ نام اسکا

ابو الرضا ابن ابی مضر تھا بھیجا النقیب نے اُس غلام ترکی کو اپنے پاس رکھ لیا جب یہ خبر ابن احمد منیر کو پہونچی تو قصیدہ
لکھکر نقیب کو بھیجا اُس تمام قصیدہ کا حاصل یہ ہے کہ اگر نقیب میرے غلام کو مجھے نہ دینگے تو مین شیعہ سے سُنی ہوجاؤنگا
اور وہ قصیدہ یہ ہے روحی الفداء لشادن انا من ہواہ علی خطر یعنی جان میری فدا ہو ایسے معشوق پر کہ مین اُسکے عشق مین
خوفناک ہون ہو کالہلال ملثما والبدر حسانا سفر وہ معشوق مثل ہلال کے جب ڈھاٹا باندھے ہو اور مانند چودھوین رات کے
چاند کے ہے حسن مین جب نقاب اُٹھائے ہو ویلاہ ما احلاہ فی قلبی السقی وما امر اے ہو گیا شیرین ہے وہ میرے دل پریشان مین
اور کیا تلخ ہے وہ نومی الحرم بعدہ وربیع لذاتی صفر سو نا میرا حرام ہو گیا ہے بعد اُسکے اور ایام بہار میری لذتون کا مہینا بلاؤن کا
ہو گیا ہے بالمشعرین بالصفا والرکن اقسم بالحجر قسم کھاتا ہون مین مشعرین و صفا اور رکن اور حجر اسود کی وبحرمۃ البیت الحرام ومن
بناہ ثم اعتمر اور قسم کھاتا ہون مین حرمت خانہ کعبہ کی اور حرمت اُس شخص کی جسنے اُسے بنایا ہے اور اُسے آباد کیا ہے لان الشریف
الموسوی ابا الرضا ابی مضر ہر آئینہ اگر شریف موسوی کہ نام اُنکا ابو الرضا ابن ابی مضر ہے ابدی الجحود ولم یرد علی مملوکی نستر ہمیشہ
انکار کرینگے اور میرے غلام ترکی کو نہ پھیرینگے والیت آل امیۃ الطہر المیامین الغرد تو مین ولا اور دوستی آل امیہ کی
اختیار کرونگا ایسے آل امیہ کہ پاک اور مبارک اور روشن ہین وجحدت بیعۃ حیدر وعدلت عنہ الی عمر اور انکار کرونگا
بیعت امیر المومنین علی ابن ابیطالب کا اور چھوڑونگا مین اُنہین اور رجوع کرونگا طرف عمر کے والکذب بالراوی والطعن فی ظہور
المنتظر اور جھوٹا جانونگا روایت کرنے والے کو اور طعنہ زن ہونگا ظہور پر نور جناب صاحب العصر علیہ السلام مین جیسا کہ
اہلسنت کہتے ہین واذا رووا خبر الغدیر اقول ما صح الخبر اور جبکہ روایت کرینگے شیعہ خبر غدیر خم کو تو کہونگا کہ یہ خبر صحیح
نہین ہے جیسا کہ اہلسنت کہتے ہین واذا جری ذکر الصحابۃ بین قوم واشتہر اور جسوقت ذکر آویگا اصحاب کا لوگون مین
قلت المقدم شیخ تیم ثم صاحبہ عمر تو کہونگا مین پہلا خلیفہ ابوبکر ہے اور بعد اُسکے عمر ہے اُسکا عمر ہے واقول امۃ الفئۃ معاویۃ لا
عمر وفہدا اور کہونگا مین کہ نہین غدر و مکر کیا معاویہ اور عمرو عاص نے بطل سیوتہ یقال لا ابصار الذکر معاویہ پہلوان تھا
ایسا پہلوان کہ ساتھ عورت اپنی کے جنگ کرتا تھا نہ اپنی شمشیر کے ساتھ ایسی شمشیر کہ جو آہن خوب کی ہے واقول ما رفعوا
المصاحف فی ناوس الرماح اور کہونگا کہ نہین بلند کیا قرآن کو سرون پر نیزون پر وان الاشعری بما یئول الیہ امرہما شعر اور ابو موسی
اشعری مآل سے اُن دونون کے آگاہ ہوا قال انصبوا الی منبرا وانا البری من الخطر کہا ابو موسی اشعری نے کہ برپا کرو میرے لیے
ایک منبر اور مجھے کچھ اپنے لیے اندیشہ نہین ہے خطرہ سے فعلی وقال خلعت صاحبکم واوجز خطبۃ پس ابو موسی اشعری منبر پر
چڑھا اور کہا کہ معزول کیا مین نے تمھارے صاحب کو یعنی حضرت امیر المومنین علی ابن ابیطالب کو اور ایجاز و اختصار کیا
اور اُتر آیا منبر سے واقول ان اخطا معاویۃ فما اخطا القدر اور کہونگا مین اگر خطا کی معاویہ نے پس خطا نہین کی قضا و قدر نے
یعنی جو تقدیر مین تھا وہ ہوا واقول ذنب الخارجین علی علی مغتفر اور کہونگا کہ گناہ خروج کرنے والے کا علی پر بخشا گیا ہے
جیسا کہ سُنی لوگ کہتے ہین واقول ام المومنین عقوقہا احدی الکبر اور کہونگا مین عاق کرنا ام المومنین عائشہ کا گناہان

کبیرہ سے ہو رکبت علی جمل و زفت بین یدیہا نیز سوار ہو ئی ام المومنین اونٹ پر شتر کے اور جلد قریب ہوئی اپنے بیٹون سے
بیچ گروہ مردم کے واتت لتصلح بین جیش المسلمین علی زعمہا اور امی ام المومنین عائشہ تاکہ صلاح کرے درمیان لشکر مسلمین کے
عین لڑائی مین فابی ابوحسن و سل حسامہ وسطا وکن پس انکار کیا حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام نے اور کھینچا
تلوار کو اپنی اور بکر رحملہ کیے واذاق اخوتہ الردی وبعیرامہم عقاور جکھایا بھائیہان ام المومنین کو ذائقہ ہلاکت اور پاؤن اُس
اونٹ کے جسپر ام المومنین سوار تھین کاٹے واقول ان یزید ماشرب الخمر و لا فجر اور کہونگا مین کہ یزید نے نہین شراب پی
اور نہ گناہ کیا وبجیشہ باالکف عن اولاد فاطمہ امر اور اپنے لشکر کو واسطے باز رہنے کے قتل اولاد جناب فاطمہ سے حکم کیا
و قلوب سکان المدینہ ما اخاف فما ذعر اور یزید نے ساکنان مدینہ کے دلون کو نہین ڈرایا اور نہین خوف دلوایا اور یہ اشارہ ہے
طرف واقعہ حرہ واقم کے وعفی وما ھتک الحریم کمازعم ابن ستار و عفو کیا اور ہتک حرمت حرم رسول خدا نہین کی جیساکہ
شیعہ لوگ کہتے ہین بلکہ بچایا وابحہ ماء الفرات ماحماہ ولا خطر اور مباح کیا یعنی نہین منع کیا حضرت امام حسین علیہ السلام کو
آب فرات سے اور نہ بچایا اُس پانی کو اور نہ حرام کیا وخلقت فی عشر المحرم ما استطال من الشعر اور تراشونگا مین عاشور محرم کو
وہ بال جو بڑے ہین یعنی اپنی زینت کرونگا وسھرت فی طبخ الحبوب من العشاء الی السحر اور بیدار رہونگا مین شب عاشورا کو
کھانے پکانے مین شام سے صبح تک ونویت صوم نہارہ مع صوم ایام اخر اور روزہ رکھونگا روز عاشورا کو ساتھ اور ایام کے
ولبست فیہ اجل ثوب للملابس یذخر اور پہنونگا مین عاشورا کو نفیس کپڑے جو واسطے پہننے کے جمع کیے جاتے ہین وغدوت
مکتحلا اصافح من لقیت من البشر اور سرمہ لگاؤنگا مین صبح عاشورا کو اور خوشی سے مصافحہ کرونگا مین جن لوگون سے ملاقات
ہوگی ووقفت فی وسط الطریق اقص شارب من عبر اور کھڑا ہونگا مین شاہراہ مین اور تراشونگا مین شارب کو اُسکے جو گذرے گا
اُس راہ سے بسبب خوشی کے وبکیت عثمان الشہید بکاء نسوان الحضر اور روؤنگا عثمان شہید پر جسطرح سے کہ عورتین گھر مین بیٹھکر
روتی ہین وشرحت حسن عباءۃ شبح الظلام اذا اعتکر اور بیان کرونگا مین خوبی عبا کو اُسکے مثل تاریکی کے جبکہ زیادہ ہو
وقرأت من اوراق مصحفہ براۃ والزمر اور پڑھونگا مین اُس قرآن مین سے جسے عثمان نے جمع کیا ہے سورہ براۃ اور سورہ زمر کو
ورثیت طلحۃ والزبیر بکل شعر مستکبر اور مرثیہ کہونگا طلحہ اور زبیر کے غم مین ساتھ اشعار تازہ مضمون کے وازور قبرہما وازجر من
نہانی وازجر اور زیارت کرونگا مین اُن دونون کی قبرون کی اور ناخوش ہونگا مین اُس سے جو مجھے منع کریگا یا ناخوش
ہوگا انکی زیارت سے وجلیت من تمر النواصب ما انتشر واختمر اور چنونگا ثمرات نوصب سے یعنی دشمن اہلبیت سے خواہ کچا ہو
خواہ پکا ہو واعنت ضلال الشام علی ضلال المشتہر اور اعانت کرونگا مین گمراہان شام کی بنا بر گمراہی مشہور کے یعنی برا کہنا
حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کا وسکنت جلق واقتدیت بہم وان کانوا اخر اور رہنا اختیار کرونگا مین قوم جلق مین اور پیروی
کرونگا مین انکی اگرچہ وہ لوگ احمق ہین فقط اور مخفی نہ رہے کہ اکثر جگہ پر ان ابیات مین اشارات ہین طرف اُن وقائع کے
جو حضرت امیرالمومنین کے زمانہ مین واقع ہوئے ہین اور کتب تواریخ مین مشہور و مذکور ہین یہ دوسرے بڑے صاحب کا

حال تھا اب اس سے زیادہ یہ ہی کہ انحضرات کے بڑون نے فقط خاندان نبوت کی تخریب پر بھی اکتفا نہین کیا بلکہ اصل
اول جو اصول دین سے ہی اسکی بنیاد کے بھی گرانے مین کوششین کین اور معقولات مین دخل دے کر جو بات کہ اچھی
نہ تھی اُسکے کہنے والے ہوے اور اُس سے اعتقاد توحید مین فساد واقع ہوا اور اُسنے کیسا رواج پکڑا یہان تک کہ صاحب
تذکرة الاولیا نے اپنے پیر پیران حضرت شبلی سے جو انکے سلسلہ مشائخ مین منسلک ہین مسئلہ وحدت وجود کو جو اُنسے
اُنہین پہونچا تھا اِسطرح نقل کیا ہی کہ شبلی نے کہا کہ مین دیکھتا ہون اور مین سُنتا ہون دونون جہان مین میرے سوا
کون ہی اگر عبد اللہ بن سبا نے جناب علی مرتضی کے خدا ہونے کا دعوی کیا جیسا کہ امام شافعی کو بھی اسمین شک ہوا
اور انکا یہ شعر اسپر دلالت کرتا ہی کفی فی فضل مولنا علی وقوع الشک فیہ انہ اللہ مات الشافعی ولیس یدری علی ربہ ام ربہ اللہ
اور بسبب اس دعوی کرنے کے عبد اللہ بن سبا مورد طعن ولعن کا ہوا تو شیعون کے موافق تو وہ البتہ مورد ہسکا ہی
لیکن حضرات اہلسنت کے اصول کے موافق اُسکا کیا قصور ہوگا کیونکہ انکے پیر پیران اپنے خدا ہونے کی جب ندا کرتے ہین
اور اپنے الہ ہونے کی دونون جہان مین صدا دیتے ہین تو عبد اللہ بن سبا کا یہ دعوی اپنی نسبت نہ تھا بلکہ مظہر العجائب کی
نسبت تھا جنکی بہ نسبت امام شافعی بھی شک مین ہین اور اگر اُسنے لاہوت کا جلوہ فرمانا ایک جسم ناسوت مین کہا ہی تو
مقالات حضرت ابن عربی کچھ ذکر کیے جاتے ہین خاص لاہوت کے جلوہ فرمانے مین ہر فرد مین ناسوت کے اور وہ
اقوال مثل طشت از بام پیش پا افتادہ ہین کہ سُننے سے اُسکے معلوم ہوتا ہی کہ وہ خلاف شرع ہی جناب سید سند نے حاشیہ مین
فرمایا ہی کہ بعضے علما نے فرمایا ہی کہ محی الدین عربی اول اُس طائفہ سے ہین جنہون نے وحدت وجود کا اعتقاد کیا اور
اس مسئلہ کے قائل ہوے اور انسے پہلے حضرات صوفیہ یا اتحاد کے قائل تھے یا حلول کے اور شیخ محی الدین صاحب کا
اس مقولہ مین انہماک اس مرتبہ کو بڑھا ہوا ہی کہ اپنی کتاب فصوص مین فص حکمت اور تسمیہ مین تفسیر کریمہ یا ابت افعل ما تؤمر مین
لکھا ہی فما رای یذبح سوی نفسہ وفداہ بذبح عظیم فظہر بصورة کبش من ظہر بصورة انسان وظہر بصورة ولد لا بل بحکم من
ولد من ہو عین الوالد وخلق منہا زوجہا فما نکح سوی نفسہ فمنہ الصاحبة والولد الخ کہ اُسکا خلاصہ کلام یہ ہی کہ حضرت ابراہیم خلیل نے جو خواب مین اپنے
فرزند کو ذبح کرتے ہوے دیکھا وہ اُسکے سوا نہ تھا کہ انہون نے اپنے نفس اور خود اپنے تئین ذبح ہوتے دیکھا تھا اور جسنے
کہ گوسپند کا فدیہ بھیجا یا وہی شخص گوسپند کی صورت پر جلوہ گر ہوا کہ جو انسان کی صورت پر ظاہر ہوا تھا بلکہ پسر مین پدر تھا
اور عورت عین شوہر تھی پس وطی نہین کی مگر اپنے ساتھ پس اُسی سے ہی زن و فرزند انتہی خلاصہ کلامہ اب لائق غور ہی
کہ اس قول مین بدیہیات کا انکار ہی یہ البتہ وہ کلمات ہین کہ جنھین اُنکے تابعین کہتے ہین کہ اولیا سے شدت سکر و غلبہ کی
حالت مین صادر ہوتے ہین نہ کلمات طیبہ جناب امیر کے کہ وہ سب پُر از علم و حکمت اور موافق شریعت ہین اور جو شلہ صاحب نے
کلمات غلو کی نسبت انحضرت کی طرف کی وہ محض غلط ہی حاشا کبھی اُن جناب نے یہ نہین فرمایا کہ انا محی لا یموت انا باعث
من فی القبور انا مقیم القیامہ بلکہ ہمیشہ ہر امر مین قولاً و فعلاً انحضرت نے پیغمبر خدا کی پیروی اور تاسی فرمائی ہی اور

کیونکر یہ ہوتا کہ وہ حضرت مودب بہ آداب الہٰی اور معلم بتعلیم جناب رسالت پناہی تھے حقیقت یہ ہی کہ وہ کلمات جنھین
شاہ صاحب نے نقل کیا ہی وہ ماخوذ روایات غلات سے ہین جنکی تکذیب موافق روایات حقہ کے ثابت ہی شاید
شاہ صاحب نے بسبب مذاق تصوف کے اُسکے اسناد جناب امیرؑ کی طرف جائز رکھی لیکن واقع مین یہ فعل بھی اچھا
نہین ہی کیونکہ روایات غلات کے بارے مین حضرات اہلبیت علیہم السلام نے فرمایا ہی فمن صدقہم فقد کذبنا پھر اُسکی
نسبت ہرگز آنحضرت کی طرف جائز نہین ہی اور یہ نسبت شیخ محی الدین عربی کے حضرات اہلسنت سے جو محققین ہین
اُنھون نے اُنکی تکفیر کی ہی جیسا کہ صاحب بحر المذاہب نے کہا ہی ان الشیخ ابن العربی لیس من الصوفیۃ لمخالفۃ عقائدہ
عقائد اہل السنۃ والجماعۃ حیث کفرہ کثیر من العلماء انتہیٰ پس جب اکابر شیخ صوفیہ کا کفر بقول اکثر علماے حضرات
اہلسنت سے ثابت ہو چکا لیکن محل تعجب ہی کہ باوصف اسکے اب تک وہ حضرات اُنسے بھی بیزاری اپنی ظاہر نہین کرتے
اور اُنکی کتاب فصوص کو کہ جو مشتمل اکثر اُنھین کلمات پر ہی جنسے تکفیر کی گئی سر و چشم پر اپنی رکھتے ہین اب لائق تامل یہ امر ہی کہ
فاضل سہروردی کے قول کے موافق تسنن عین تصوف ہی جیسا کہ صاحب بحر المذاہب نے اُنکی حکایت کی ہی اور حاصل اُسکا
یہ ہی کہ شیخ نجیب الدین سہروردی نے کہا ہی کہ علماے مجاہدین متابعت سنت رسول ہین مین تین قسم پر ہین اصحاب
حدیث ہین اور فقہا ہین اور علماے صوفیہ صافیہ ہین اور ان علماے صوفیہ نے اُن دونون فرقون کے ساتھ اُنکے
معتقدات مین خلاف نہین کیا ہی اور معانی مین نہ رسوم مین مخالفت کی ہی لیکن بسبب علوم عالیہ و احوال سنیہ کے وہ
مخصوص کیے گئے ہین اور شرک خفی سے اُنھون نے اپنے تئین بچایا ہی انتہیٰ سبحان اللہ پھر پیران حضرات صوفیہ تو
منحصر ہوے حلولیہ اور اتحادیہ اور وحدتیہ مین اور اُنکے جو محققین تھے اُنھون نے اسی تیسرے طریقہ کو یعنی وحدت وجود کو
جو مستلزم اسکا ہی کہ واجب کا حمل ہر فرد ممکن پر ہو اختیار کیا پھر اگر ابن سبا کے تابعین نے حضرت علی ابن ابیطالبؑ کو
مظہر خدا جانا تو محققین نے حضرات اہلسنت کے بھی تو ہر کس و ناکس کو مظہر خدا جانا اور شرک خفی سے احتراز کرنے کے
پردے مین وجود غیر خدا کی نفی کر کے سب کو خدا قرار دے کر شرک جلی مین مبتلی ہوے ہین پھر اگر ان محققین کا اعتقاد
اور حضرات اہلسنت کا ایک ہی ہی اور ظاہر ہی کہ ایسا ہی ہی و الا شیخ محی الدین عربی اور شیخ عبد القادر جیلانی حنبلی کو اپنا
پیر و مرشد قرار نہ دیتے پھر ان صاحبون کی طعنہ زنی بہ نسبت فرقہ سبائیہ کے بیکار ہی اور کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی سوا اِسکے
کہ عبد اللہ بن سبا نے وحدت و اتحاد مین کمی کی ہی کہ فقط حضرت مرتضوی کو مظہر خدا کہتا ہی سب بندون کو عین خدا
اور مظہر اُسکا کیون نہین قرار دیتا اور اگر حضرات اہلسنت کا اعتقاد اور اُن صوفیون کا اعتقاد ایک نہین ہی اور جو فاضل سہروردی نے
کہا ہی وہ ان مشائخ صوفیہ کے غیر کے حق مین ہی اور حقیقت مین یہ حضرات جنکا حال پیشتر بیان ہوا انھین برا جانتے ہین
تو چاہیے کہ جسطرح فرقہ حقہ شیعہ عبد اللہ بن سبا اور اُسکے تابعین سے بیزاری اور دوری اپنی ظاہر کرتے ہین اسی طرح
یہ حضرات بھی شیخ محی الدین وغیرہ سے برملا تبرا و بیزاری ظاہر کرین اور اسمین کوئی عیب نہین ہی کیونکہ جیسا کہ اوپر نقل ہوا

اس سے ظاہر ہوتا ہی کہ انکے محققین بھی اپنے ان شیخ مشائخ کی تکفیر کر چکے ہین اور انکے کفر کے معترف ہوے ہین بالجملہ
تصوف بھی تسنن کی طرح رنگارنگ ہی اور کسی کی حقیقت مشخص نہین ہی اور جب یہ ثابت ہی تو شیعون کے اختلاف پر بعضی
اَعم طعنہ زنی سزاوار نہین ہی کیونکہ نوع بہ نوع ہونا کچھ خاصہ مذہب تشیع کا نہین ہی جیساکہ شاہ صاحب نے فرمایا ہی بلکہ
یہ عیب عامہ حضرات اہلسنت مین بطریق اولیٰ جاری وساری ہی جیساکہ ہمنے انھین کی کتب سے ثابت کر دیا ہی
فاعتبروا یا اولی الابصار علاوہ اسکے اگر ہر مذہب کا رنگارنگ ہونا باعث اسکا ہو کہ وہ مذہب بے اصل ہو جاے تو ملل اسلامیہ کے
تلونات جو موافق حدیث مستفیض متفق علیہ ثابت ہی کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ امت موسیٰ ہفتاد و یک ملت پر متفرق ہوئی اور
ایک فرقہ اُنمین ناجی تھا اور باقی سب آتش دوزخ مین داخل ہوے اور امت حضرت عیسیٰ علیہ السلام مین ہفتاد و دو فرقہ تھا
کہ ایک اُنمین ناجی تھا اور باقی سب ہالک تھے اور میری امت ہفتاد و سہ فرقہ کی طرف متفرق ہوگی کہ اُنمین ایک فرقہ
ناجی ہوگا اور باقی سب ناری ہونگے اور ایسے ہم اپنی آنکھ سے دیکھتے ہین کہ جو حضرت نے فرمایا تھا وہ ظاہر ہوا بلکہ فروع
و شعب بہت سے اُس سے بھی زیادہ ہوے پھر چاہیے کہ اگر شاہ صاحب کا مقولہ سچ ہو اور تلونات مذہب مورث
بے اصل ہونے مذہب کا ہو تو چاہیے کہ العیاذ باللہ یہ مذہب اسلام کی بھی اصل کو برہم کر دے اور اگر یہ اختلافات رنگارنگ
بنیاد مستحکم بیت اسلام مین رخنہ انداز نہونگے تو اختلافات رنگارنگ اُن فرقون کا جنھون نے اپنا نام شیعہ رکھ لیا ہی اور
واقع مین وہ شیعہ نہین ہین اُس اصل طریقہ تشیع کو جو اصلہا ثابت و فرعہا فی السماء کا مصداق ہی کسطرح مورد طعن و ایراد کر سکتا ہی
اور اسی طرح اگر یہ تلونات رنگارنگ تشیع کا عیب ہوگا تو حضرات اہلسنت کے تلونات اور انکا بہت سے فرقون کی طرف
متفرق ہونا جیساکہ اس کتاب کے مقدمہ مین وہ مفصل مذکور ہو چکا تسنن کا بھی عیب ہوگا جو اختلافات کہ حضرات
اہلسنت مین بہ نسبت اصول و فروع کے واقع ہوے ہین اور وہ سب اُنکی کتابون مین موجود ہین اور زبان جمہور پر
مشہور ہین دیکھنے کے لائق ہین یہان تک کہ ہر فرقہ اُنمین دوسرے فرقہ کو گمراہ اور گمراہ کرنے والا کہتا ہی معتزلہ اشاعرہ کو
اور اشاعرہ معتزلہ کو گمرہی کی نسبت دیتے ہین جیساکہ بحر المذاہب وغیرہ مین مصرح ہی حالانکہ یہ سب اپنے ائمہ اربعہ اور صحابہ
کبار کے تابعین سے ہین پھر اگر یہ اختلافات اور تلونات تسنن مین کچھ رخنہ انداز نہونگے تو جو تشیع کی بنیاد مستحکم ہی اُسے کیون ضرر
پہونچائینگے حضرات اہلسنت نے تو خود مسئلہ امامت کو فروع سے قرار دیا ہی اور اہل قبلہ کی تکفیر نہین کرتے اور جب یہ ہوا
تو پھر کیا وجہ ہی کہ امامت کے تخالف سے گمرہی لازم آئی چاہیے کہ شیعون کو بھی معذور رکھین اور آخر مدعیان تسنن کو تو معذور
رکھینگے اگر کہین کہ اشاعرہ کے سوا جو کوئی اپنے تئین اہلسنت وجماعت سے موسوم کرے وہ حقیقت مین جماعت اہلسنت سے
خارج ہی اور ہمارے طائفہ سے نہین ہی تو ہم کہینگے کہ برتقدیر تسلیم اسی طرح شیعہ بھی کہہ سکتے ہین کہ جو کوئی منتحلین تشیع اپنے تئین
شیعہ کہلاے وہ تشیع حقیقی سے خارج ہی اور زمرۂ شیعہ امامیہ سے جدا ہی اور اُسکا فساد اعتقاد اور قباحتین اُسکی اور گمرہی اُسکی
ہماری طرف متعدی نہین ہوسکتین وانہ لکذاب بالجملہ اس پانچ آرائی سے غرض یہ تھی کہ تا عوام شیعہ حقیقت امر سے

آگاہ ہون اور جو اقوال سخیفہ طرف ثانی کے ہین اُنکے سُننے سے اپنے اعتقادات کی بہ نسبت ضعف و سستی کو راہ نہ دین اور جانین کہ اُنکے جملہ اعتراضات اور شبہات ایسے ہی ہین اور علماے امامیہ رضوان اللہ علیہم نے کوئی اعتراض اور شبہ حضرات اہلسنت کا باقی نہین ہی کہ ہر ایک کے جوابات شافی اپنی کتابون مین لکھے ہین اگر کبھی کسی کو ایسی باتون کے سُننے سے کچھ خلجان پیدا ہو تو اُسے چاہیے کہ جو کتابین علماے امامیہ کے مناظرات کی ہین اُسے دیکھے اور اپنے دلکو مطمئن کرے یہ کتاب بیان اُصول عقائد شیعہ امامیہ مین ہی یہان زیادہ موقع مناظرات کا نہین ہی بحسب مقام بطور اختصار جواب دیا جاتا ہی اور حقیقت یہ ہی کہ علماے حضرات اہلسنت نے جب اِس خیال سے کہ کچھ شیعون کو الزام دینا چاہیے تاکہ کچھ تو مقابلہ اُنکے اُن الزامات کا ہو جو وہ بڑے بڑون پر وارد کرتے ہین کتب علماے شیعہ کو دیکھنا شروع کیا تو پایا تو اِس جہت سے کہ چونکہ اُنکی کتابین مشتمل اکثر مطاعن پر اور تبرا و بیزاری پران صحابہ کی ہوتی ہین جنھین وہ اچھا سمجھتے ہین اور اُسکے دیکھنے اور سُننے سے ملال و ہیجان ہوتا ہی یا اِسلیے کہ غرض تحقیق حق مطالعہ کتاب سے نہ تھی بلکہ عیب جوئی اور الزام دہی غایت مطالعہ تھی بس جو کچھ اپنے مفید سمجھے اُسے دیکھ لیا اور واقعیت امور سے بے خبر رہے اور وہ یہ ہی کہ بعض علماے امامیہ مثل جناب علامہ علیہ الرحمہ وغیرہ نے بنا بر اِس امر کے کہ باجماع اہل اسلام اور بمفاد احادیث متفق علیہ مثل اہل بیتی کمثل سفینۃ نوح اور حدیث اثنی عشر خلیفہ اور سوا اسکے موافق بہت سی حدیثون کے ساتھ ضمیمہ آیات قرآنی کے یہ امر ثابت ہی کہ اہلبیت نبوی سے تخلف اور اعراض و استنکاف ائمہ اثنا عشر کی تابعداری سے ہلاکت ابدی اور ندامت سرمدی کا موجب ہی اپنی بعض مصنفات مین بعضے اہل ملل فاسدہ اسلامیہ کے اقوال کو ذکر کیا ہی اور غرض اُنکی اُس سے یہ ہی کہ تاکہ صاحبان عقول سلیمہ پر اُسکے دیکھنے سے یہ ظاہر ہووے کہ اِن اہل مذاہب کی اِس نادانی کا اور ایسے اقوال سخیفہ کے ساتھ قائل ہونے کا سبب اور کچھ نہین ہی سوا اسکے کہ انھون نے سفینہ اہلبیت سے اور ائمہ معصومین علیہم السلام سے دوری اور تخلف کو اختیار کیا لیکن اسے غیر کون سمجھ سکتا ہی اہل البیت ادری بما فی البیت اِن علماے حضرات اہلسنت نے جو بعض مصنفات علماے شیعہ کو دیکھا تو بے اسکے کہ تامل کرین اور اصل مراد مصنفین کو سمجھین وہ اقوال سخیفہ جو بعض ارباب ہوایت باطلہ کے تھے کہ وہ زمرہ شیعیان سے محسوب تھے نہ فرقہ حقہ امامیہ اثنا عشریہ سے اور اثنا عشریہ انھین برا جانتے ہین اور کلاب ممطورہ اُنکا نام رکھتے ہین اور بسبب اِسکے کہ انھون نے بھی حکم کریمہ قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ سے عدول اور روگردانی کی انھین بحسب العین سمجھتے ہین بالجملہ اُن اقوال کو لائق اعتراض و دفع پاکر اپنی کتابون مین نقل کیا اور چاہا کہ اُس سے شیعیان امامیہ پر تہمت لائین اور الزامات وارد کرکے اُنسے دعویٰ ہمسری کرین اور اُنکی طرف مقابل ہون اور واقع مین یہ خیال محال ہی کیونکہ یہ معارضہ و ہمسری کا دعویٰ اُسوقت زیبا تھا کہ جب حضرات اہلسنت بھی مثل اجماع اہل اسلام کے اور احادیث متفق علیہ فریقین کی اپنے پاس شاہد اِس امر پر رکھتے ہوتے کہ جو فرقہ یا شخص سفینہ اصحاب ثلثہ سے تخلف کریگا وہ ہالک ہوگا تاکہ منشا اُن اقوال سخیفہ کا جو فرقہ اسماعیلیہ وغیرہ رکھتے ہین اِس تخلف کو سفینہ اصحاب ثلثہ سے قرار دیتے اور جب یہ فضیلت اُنکے ہاتھ مین نہین ہی تو پھر اور

الزامات سے شیعون کا مقابلہ اور ہمسری کہان ہوسکتی ہی ہان یہ بات علماے شیعہ کے واسطے حاصل ہی اور نہین پہونچتا ہی کہ وہ اقوال سخیفہ ارباب ہدایت باطلہ کے مقابل مین کہہ سکتے ہین کہ انکا منشاء ہی تخلف ہی سفینہ اہلبیت عصمت و طہارت سے کہ جو ائمہ اثنا عشر ہین علیہم الف التحیۃ والسلام اور جب یہ معلوم ہوچکا تو جاننا چاہیے کہ حقیقت مذہب حقہ امامیہ اثنا عشریہ کی بہت سے وجوہ صحیحہ سے ظاہر و واضح ہوتی ہی اور مقدمہ کتاب مین بھی اسے مین کچھ کچھ لکھ چکا ہون لیکن اب اس مقام پر کہ مقابلہ زیادہ ہی ضرور ہوا کہ پھر اُس مطلب کی تجدید کیجاے اسلیے پہلے اُن وجوہ سے چند وجہین بطور اجمال فصل فصل علیحدہ کرکے لکھتا ہون اور بعد اُسکے بیان اُن وجوہ کا مفصل آئندہ انشاء اللہ اپنے مقام پر ہوگا تاکہ لطف تفصیل بعد اجمال ناظرین کو معلوم ہو فصل اوّل اُن نصوص کے بیان مین ہی کہ جنسے یہ بات ثابت و ظاہر ہوتی ہی کہ امامت اور خلافت کا انحصار بعد جناب رسول مختار خاص عدد دوازدہ مین ہی اور یہ امامیہ کے نزدیک متواترات و صحیحہ جلیہ سے ہی کہ مخالف و موالف نے باسانید متعددہ اپنی کتب معتمدہ مین اُس سے روایت اور نقل کیا ہی چنانچہ سید ہاشم بحرانی مرحوم نے اپنی کتاب مین جسکا نام انھون نے غایت المرام و حجۃ الخصام فی تعیین الامام من طرق الخاص والعام رکھا ہی اور اُس مین التزام اسکا کیا ہی کہ ہر مطلب و دعوے پر احادیث طرق عامہ و خاصہ سے علیحدہ علیحدہ باب کرکے شاہد لائے ہین اُسکے چھبیسوین باب مین جو بیان مین اس امر کے ہی کہ ائمہ بعد جناب رسالتمآب کے بارہ ہین موافق نص رسول خدا کے اجمالاً و نشراً و تفصیلاً اور وہ علی ابن ابیطالب اور گیارہ اولاد سے آنحضرت کے کہ وہ ائمہ اثنا عشر ہین اور اُسکے ثابت کرنے کو اٹھاون حدیث طرق اہلسنت سے اور پچاس حدیث موافق طرق امامیہ کے نقل کی ہی اور جناب سید نعمت اللہ حدیقہ مین لکھا ہی کہ شیخ بزرگ علی بن محمد بن علی خراز قمی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب مین جسکا نام کفایت الاثر فی النصوص علی ائمۃ الاثنے عشر ہی اور اُس کتاب کو خاص جمع کرنے کے لیے نصوص مجملہ و مفصلہ کے جو امامت پر ائمہ اثنا عشر علیہم السلام کے دلالت کرتے ہین تالیف کی ہی اصحاب معروفین سے مثل عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن مسعود اور ابی سعید خدری اور ابی ذر غفاری اور سلمان فارسی اور جابر بن سمرہ اور جابر ابن عبداللہ انصاری اور انس بن مالک اور ابی ہریرہ اور عمر بن الخطاب اور زید بن مالک اور زید بن ارقم اور ابی امامہ اور واثلہ بن اسقع اور عمار بن یاسر اور حذیفہ بن اسید اور عمران بن الحصین اور سعد بن مالک اور حذیفہ بن یمان اور ابی قتادہ انصاری اور علی ابن ابیطالب علیہ الصلوٰۃ والسلام اور دو صاحبزادون سے آنحضرت کے جو امام حسن اور امام حسین سرداران جوانان اہل بہشت ہین اور اُن عورتون سے جو صحابیات ہین مثل ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور عائشہ بنت ابی بکر اور جناب سیدہ نساء عالمیان صلوٰۃ اللہ علیہا ان سب صحابہ اور صحابیات سے باسانید مستفیضہ روایات نقل کی ہین کہ اُنسے بخوبی واضح ہی کہ بارہ خلیفہ یا بارہ امیر موافق عدد نقباء بنی اسرائیل کے ہونگے اور جملہ کتب شیعہ مین اسی طرح بہت سی روایات موجود ہین اور کتب معتبرہ اہلسنت میں اور اُنکی صحاح مین بھی یہ روایات بہت ہین چنانچہ ابن اثیر نے اپنی کتاب جامع الاصول مین علماے حضرات اہلسنت سے

فصل اول بیان ان نصوص میں ...

اور بھی بخاری اور مسلم سے باسانید انکے جابر بن سمرہ سے روایت کی ہو قال سمعت النبی یقول یکون بعدی اثنا عشر امیرا فقال
کلمة لم اسمعها فقال ابی انه قال کلهم من قریش یعنی کہا راوی نے کہ سنا مین نے پیغمبر خدا سے کہ فرماتے تھے میرے بعد بارہ امیر
ہونگے بعد اسکے کلمہ ایک فرمایا کہ مین نے اُسے نہین سنا پھر میرے باپ نے کہا کہ فرمایا تھا کہ وہ سب قریش سے ہونگے
وقال فی روایة انه قال لایزال امر الناس ماضیا ما ولیهم اثنا عشر رجلا ثم تکلم النبی بکلمة خفیت علی فسالت ابی ماذا قال رسول
الله فقال کلهم من قریش قال هذه روایة البخاری ومسلم وفی اخری لمسلم قال انطلقت الی رسول الله ومعی ابی فسمعته یقول
لایزال هذا الدین عزیزا منیعا الی اثنی عشر خلیفة فقال کلمة صمنیها الناس فقلت لابی ما قال قال کلهم من قریش یعنی فاضل نحریر
ابن اثیر کہتے ہین کہ دوسری روایت مین آیا ہی کہ رسول خدا نے فرمایا کہ ہمیشہ امر مردم گذران رہیگا جسوقت تک کہ بارہ
مرد انکے والی اور امیر اور مقتدا ہونگے اسوقت ایک کلمہ پیغمبر خدا نے فرمایا اسطرح کہ وہ مجھپر پوشیدہ رہا بعد اسکے مین نے
اپنے باپ سے پوچھا کہ پیغمبر خدا نے کیا فرمایا تھا میرے باپ نے کہا کہ آنحضرت نے فرمایا تھا کہ سب قریش سے ہونگے
ابن اثیر کہتے ہین کہ یہ روایت بخاری اور مسلم دونون سے ہی اور مسلم نے تنہا دوسری سند سے روایت کی ہی جابر بن سمرہ سے
کہ اُسنے کہا کہ مین اپنے باپ کے ساتھ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کی خدمت مین گیا پس سنا مین نے کہ وہ حضرت فرماتے تھے
کہ یہ دین برابر عزیز و غالب اور منیع و محکم ہی جب تک کہ بارہ خلیفہ ہین بعد اسکے ایک کلمہ فرمایا کہ جسے مردمان حاضرین نے
مجھے اُسے سننے نہ دیا پھر مین نے اور سب سے پوچھا کہ حضرت نے کیا فرمایا میرے باپ نے کہا کہ کلهم من قریش فرمایا تھا
پھر ابن اثیر نے کہا و فی اخری له قال دخلت مع ابی الی النبی فسمعته یقول ان هذا الامر لا ینقضی حتی یمضی فیه اثنا عشر خلیفه
قال ثم تکلم بکلام خفی علی فقلت لابی ما قال قال کلهم من قریش وفی اخری لایزال الاسلام عزیزا الی اثنی عشر خلیفه ثم ذکر مثله
یعنی دوسری روایت مین مسلم سے اسطرح ہی کہ اُسنے کہا داخل ہوا مین اپنے باپ کے ساتھ پیغمبر خدا کی خدمت مین پس
سنا مین نے کہ وہ حضرت فرماتے ہین بدرستیکہ یہ کام منقضی نہوگا جب تک کہ آئین بارہ خلیفہ گذرین بعد اسکے ایک کلام
آنحضرت نے ایسا فرمایا کہ وہ مجھپر پوشیدہ و مخفی رہا پھر مین نے اپنے باپ سے کہا کہ رسول خدا نے کیا فرمایا تھا میرے
باپ نے کہا کہ فرمایا تھا کہ وہ سب قریش سے ہونگے اور دوسری روایت مین آیا ہی کہ ہمیشہ اسلام عزیز و غالب رہیگا بارہ
خلفا تک بعد اسکے مثل سابق کے ذکر کیا ہی یہ وہ ہی جو ابن اثیر نے بخاری و مسلم سے روایت کی ہی اور یہ پانچ روایتین ہوئین
اور فاضل لاہیجی نے کہا ہی کہ صحیح مسلم مین گیارہ حدیثین اور صحیح بخاری مین ایک حدیث ساتھ اس مضمون کے مروی ہی
بعد اسکے ابن اثیر نے کہا ہی کہ وفی روایة الترمذی قال قال النبی یکون من بعدی اثنا عشر امیرا قال ثم تکلم بشیء لم افهمه فسالت
الذی یلینی فقال کلهم من قریش وفی روایة ابی داؤد قال سمعت رسول الله یقول لایزال هذا الدین قائما حتی یکون علیکم اثنا عشر خلیفة
کلهم یجتمع علیه الامة فسمعت کلاما من النبی لم افهمه فقلت لابی ما یقول قال کلهم من قریش وفی اخری قال لایزال هذا الدین عزیزا الی اثنی عشر
خلیفة قال فکبر الناس وضجوا ثم قال کلمة خفیة وذکر الحدیث وفی اخری بهذا الحدیث وزاد فلما رجع الی منزله اتته قریش فقالوا ثم یکون ماذا قال ثم یکون الهرج

اور ترجمہ ان اخبار کا بھی وہی ہی جو اخبار سابقہ کا تھا اور اخیر کی حدیث مین اتنا مضمون زیادہ کیا ہی کہ جب پیغمبر خدا
تو لتخانہ پر پھر کر آئے تو قریش آنحضرت کی خدمت مین حاضر ہوے اور عرض کیا کہ بعد بارہ خلفا کے کیا ہوگا حضرت نے
فرمایا کہ ہرج ہوگا اور ہرج کے معنی اضطراب امر کے ہین اور فاضل لاہجی نے کہا ہی کہ تفسیر ثعلبی مین تین حدیثین اور جمع بین الصحیحین
اثمہ حدیثین اور جمع بین الصحاح الستہ مین دو حدیث اور مسند احمد مین اور سایر کتب معتبرہ مین بالفاظ متقارب وارد ہی کہ
پیغمبر خدا نے فرمایا لا یزال امر الدین باقیا ما ولیہم اثنا عشر خلیفہ کلہم من قریش اور بعضی احادیث اس عبارت کے ساتھ وارد ہین
لا یزال الدین قایما حتی تقوم الساعۃ ویکون علیہم اثنا عشر خلیفۃ کلہم من قریش اور یہ دوسری روایت ہی کہ فاضل شیرازی نے اس
حدیث کو مسلم سے کہ انھون نے سعد بن ابی وقاص سے روایت کیا ہی اور ترجمہ اسکا یہ ہی کہ فرمایا پیغمبر خدا نے کہ یہ دین ہمیشہ
برپا رہیگا جب تک قیامت قائم ہو اور ہونگے انپر بارہ خلیفہ کہ وہ سب قریش سے ہونگے اور ملا علی رضا نے سفینۃ النجات مین
سعد بن ابی وقاص سے اس طرح روایت کی ہی کہ لا یزال الدین قایما حتی یقوم الساعۃ وعلیہم اثنا عشر خلیفۃ کلہم من قریش یعنی دین ہمیشہ
برپا رہیگا روز حشر تک اور انپر امیر و حاکم ہونگے بارہ خلیفہ کہ وہ سب قریش سے ہونگے اور جناب سید سند نے بحوالہ فاضل لاہجی
فرمایا ہی کہ بعضی روایات مین اس لفظ کے ساتھ وارد ہوا لن یزال ہذا الدین قایما الی اثنی عشر خلیفہ کلہم من قریش فاذا مضوا ساخت
الارض باہلہا اور بعضی روایات مین لفظ دین کی جگہ لفظ امر اور بعض مین لفظ اسلام وارد ہی اور انکا ترجمہ یہ ہی کہ دین اسلام ہرگز
قیامت تک منقضی اور تمام نہوگا یہان تک کہ بارہ خلیفہ کہ وہ سب قریش سے ہون انمین نہ گذر لین اور جب یہ سب
گذر جائینگے تو زمین اور اہل زمین سب خراب و ہلاک ہو جائینگے اور مثل انہین اخبار کے ہی جو کچھ صحیح بخاری اور مسلم مین عبد اللہ
بن عمر سے مروی ہی کہ پیغمبر خدا نے فرمایا لا یزال ہذا الامر فی قریش ما بقی من الناس اثنان اور بعضی روایت مین ہی ما بقی منہم
اثنان یعنی ہمیشہ یہ امر خلافت قریش مین رہیگا جب تک کہ دو شخص بھی آدمیون سے باقی رہینگے اور مصنف صواعق
محرقہ نے ان اخبار کی ذیل مین جو اپنے خلیفہ اول کی خلافت کے لیے دلیل گردانتے ہین لکھا ہی اخرج ابو القاسم البغوی بسند
حسن عن عبد اللہ بن عمر قال سمعت رسول اللہ یقول تکون خلفی اثنا عشر خلیفۃ ابو بکر لا یلبث الا قلیلا وقال الائمۃ صدر ہذا الحدیث
مجمع علی صحتہ وارد من طرق عدۃ اخرجہ الشیخان وغیرہما فمن تلک الطرق لا یزال ہذا الامر عزیزا ینصرون علی من ناواہم علیہ الی
اثنی عشر خلیفۃ کلہم من قریش رواہ عبد اللہ بن احمد بسند صحیح ثم ذکر روایۃ مسلم وابی داؤد مثل ما مر ثم قال وعن ابن مسعود بسند حسن انہ
سئل کم یملک ہذہ الامۃ من خلیفۃ فقال سألنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ فقال اثنا عشر کعدۃ نقباء بنی اسرائیل واخرج السیوطی فی تاریخہ مثلہا
یعنی روایت کی ہی ابو القاسم بغوی نے بسند حسن عبد اللہ بن عمر سے کہ سنا مین نے رسول خدا سے کہ فرماتے تھے بعد میرے
بارہ خلیفہ ہونگے اور ابو بکر نہ ٹھہریگا مگر تھوڑے زمانہ تک بعد اسکے صاحب صواعق نے کہا ہی کہ ائمہ حدیث نے کہا ہی کہ
صحت صدر پر اس حدیث کے اجماع کیا گیا ہی اور وارد ہوئی ہی یہ بہت سے طریقون سے کہ دو شیخون نے حدیث کی
کہ بخاری اور مسلم وغیرہ ہین اس سے روایت کی ہی مصنف رسالہ کہتا ہی کہ اس سے بخوبی یہ بات ثابت ہی کہ اصل حدیث

مذکور کی ائمہ حضرات اہلسنت کے نزدیک ثابت اور اجماعی الصحتہ ہی اور ہماری بھی غرض اِس مقام پر اتنی ہی کہ یہ فرمانا حضرت کا اور عدد کا معین فرمانا صحیح ہی اب رہا وہ فقرہ کہ ابوبکر لا یلبث الا قلیلا یہ غیر مسلم اور مضافات لغوی سے ہی اور غیر معلوم الصحتہ ہی کیونکہ اِس سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ خلافت جناب ابی قحافہ بھی منصوص ہی اور یہ بات موافق تصریح فحول علمائے حضرات اہلسنت کی خود ثابت ہی کہ خلافت ابی بکر پر کوئی نص نہین ہوئی تھی بلکہ باتفاق صحابہ کہ جنھین اہل حل وعقد کہتے ہین واقع ہوئی پھر اِس خبر کو جو صاحب صواعق نے ذیل نصوص خلافت مین اپنے خلیفہ اوّل جو حقیقت مین غیر منصوص ہی ذکر کیا اُسے سوا اِسکے کہ حمایت مذہب اور عصبیت پر حمل کیا جاے اور کچھ مقام کہنے کا نہین ہی بعد اُسکے پھر صاحب صواعق نے کہا ہی کہ از جملہ اُن طریقون کے جن سے وہ حدیث مروی ہی ایک یہ ہی کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ ہمیشہ یہ دین عزیز و غالب ہی اور فتح و نصرت کی جائیگی اُنپر جو مسلمانون سے معادات امر دین مین کرین جب تک کہ بارہ خلیفہ کہ وہ سب قریش سے ہونگے اُن مین موجود ہین روایت کیا ہی اُسے ابن احمد نے بسند صحیح بعد اُسکے مصنف صواعق نے روایت کو مسلم و بخاری سے اُسی نہج پر جو گذرا نقل کر کے کہا ہی کہ ابن مسعود سے بسند حسن مروی ہی کہ پوچھا اُس سے کہ کتنے خلیفہ مالک امر اِس امت کے ہونگے پس کہا اُسنے کہ مین نے یہ امر پیغمبر خدا سے پوچھا تھا پس فرمایا کہ بارہ خلیفہ مثل نقبائے بنی اسرائیل عدد کے ہونگے اور اِسی طرح سیوطی کی روایتین جو تاریخ الخلفا مین ہین اُن مین ہی اور جناب اخوند صاحب نے کتاب حق الیقین مقصد ششم مین صحیح مسلم سے عامر بن سعد بن وقاص سے روایت کی ہی کہ لکھا مین نے جابر ابن سمرہ کو کہ خبر دے مجھے اُس خبر سے جو تو نے پیغمبر خدا سے سنا ہو اُسنے مجھے لکھا کہ سنا مین نے پیغمبر خدا سے جمعہ کے روز جبکہ وہ حضرت آخر روز اسلمی کو سنگسار فرما چکے تھے کہ یہ دین ہمیشہ برپا رہیگا اور ہین بارہ خلیفہ ہونگے قریش سے اور دوسری روایت مین اسی حدیث کا تتمہ یہ ہی کہ بعد اُسکے باہر آئینگے دروغ گو چند قریب قیامت کے اور اُنکی کتابون مین کتنی سندون سے شعبے کہ اُسنے مسروق سے روایت کی ہی کہ کہا اُسنے مین ابن مسعود پاس بیٹھا تھا اور قرآن ہمپر پڑھا جاتا تھا ہمین ایک شخص اُٹھا اور اُسنے پوچھا کہ آیا پیغمبر خدا سے پوچھا تھا تو نے کہ بعد آنحضرت کے کتنے خلیفہ ہونگے عبد اللہ نے کہا کہ جب تک مین عراق مین آیا کسی نے مجھسے یہ امر دریافت نہین کیا ہان مین نے پیغمبر خدا سے پوچھا تھا حضرت نے فرمایا تھا کہ بارہ شخص ہونگے عدد مین مثل نقبائے بنی اسرائیل کے اور وہ سب قریش سے ہونگے اور ابوجحیفہ سے روایت کی ہی کہ رسول خدا نے فرمایا کہ ہمیشہ میری امت کا امر اچھا رہیگا جب تک کہ بارہ نفر خلیفہ گذر جائین کہ وہ سب قریش سے ہونگے اور انس سے روایت کی ہی کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ ہمیشہ یہ دین برپا رہیگا جب تک بارہ خلیفہ قریش سے رہینگے پس جب یہ گذر جائینگے تو زمین اپنے اہل کے ساتھ تموج کرے گی یعنی موج مارے گی واضح ہو کہ بعض حدیث مین ملجت الا رض اور بعض مین تموج الا رض واقع ہی اور ظاہر اِس سے مراد یہ ہو کہ جیسا دریا کی موج مارنے کو لازم یہ ہی کہ اضطراب ہوتا ہی اور کوئی چیز ٹھہرنے نہین پاتی اِسی طرح زمین پر کوئی چیز نہ ٹھہرے گی اور اضطراب و زلازل جو آثار قیامت سے ہین وہ بعد تشریف لیجانے

ائمہ اثنا عشر علیہم السلام کے زمین پر واقع اور حادث ہونگے اور بعض مین ماحت الارض ہی یعنی بعد تشریف لیجانے ائمہ
اثنا عشر علیہم السلام کے زمین پر سے زمین محو اور فانی اور ناپید ہوجائیگی اور حاصل واحد ہی واضح ہو کہ یہ احادیث بھی
متعدد ہین اور خلاصہ سبکا یہ ہی کہ دین اسلام کا باقی رہنا اور زمین کا وابستہ ائمہ دوآزدہ گانہ کے وجود ذی جود کے ساتھ ہی
اور جب وہ سب بزرگوار زمین کو خالی فرماوینگے اور کوئی حجت خدا انمین سے زمین پر نہ رہیگا تو زمین بھی باقی نہ رہیگی اور
یہ شیعون کے دوآزدہ امام علیہم السلام کے سوا ائمہ دوازدہ گانہ حضرات اہلسنت مین کسی طرح نہین ہوسکتا کیونکہ انکے ائمہ
سب گذر گئے اور زمین باقی ہی فقط اور بھی روایت کی ہی عبداللہ بن عمر سے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ میرے بعد بارہ
خلیفہ ہونگے اور پھر عبداللہ بن عمر سے مروی ہی کہ انھون نے ابی طفیل سے کہا کہ بارہ خلیفہ گن لے بعد انکے ہرج ومرج اور قتل وقتال
ہوگا اور بھی جناب عائشہ صاحبہ سے پوچھا کہ کتنے خلیفہ ہونگے پیغمبر خدا کے واسطے مجھے خبر دیجئے انھون نے کہا کہ بارہ خلیفہ
ہونگے پوچھنے والون نے کہا وہ کون ہین انھون نے کہا کہ نام انکے میرے پاس پیغمبر خدا کے ہاتھ سے لکھے ہوے ہین اُن
پوچھنے والون نے کہا کہ اچھا کیسے بیان فرمائیے پس ام المومنین نے انکار کیا اور نام نہ بتاے اسی طرح بہت سی روایات اسپر
دلالت کرتی ہین انتہی خلاصہ کلامہ رحمہ اللہ ولیکن جناب سید سند نے فرمایا ہی کہ صاحب کفایۃ الاثر نے ایک روایت
جناب عائشہ سے اپنی کتاب مین نقل کی ہی کہ اسمین اسماے مقدسہ ائمہ اثنا عشر علیہم السلام کے تفصیل مذکور ہین اور جناب
علامہ حلی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب نہج الصدق مین فاضل سدی سے جو مشہور علماے حضرات اہلسنت سے ہی روایت کی ہی کہ
جب جناب سارہ زوجہ حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وآلہ وعلیہ السلام نے ہاجرہ اور اسمعیل علیہ السلام کے رہنے سے اپنی کراہت
ظاہر کی تو حق تعالی نے حضرت ابراہیم پر وحی بھیجی کہ اسمعیل علیٰ نبینا وآلہ وعلیہ السلام کو انکی مان کے ساتھ لیجاو اور انھین اتارو
میرے پیغمبر کے گھر مین جو تہامہ مین ہی یعنی مکہ معظمہ بدرستیکہ مین منتشر کرونگا ذریت اسمعیل کو اور انھین تفضیل دونگا اور بار گران
کرونگا انھین اُنپر جو کافر ہین اور گردانونگا انکی ذریت سے ایک بہت بڑا پیغمبر اور اسکے دین کو سب کے دینون پر ظاہر کرونگا
اور اسکی ذریت سے بارہ کو بزرگ گردانونگا اور اسکی ذریت کو موافق شمار ستارہ ہاے آسمان کے گردانونگا انتہی سواے اسکے
اشارت اس بشارت کی طرف آسمانی کتابون مین بھی واقع ہوئی جیسا کہ کتاب نبوت مین نبوت کی بشارتین لکھ چکا ہون
اور اسمین بھی اشعار ہوچکا ہی اسی طرح اب پھر کہتا ہون کہ صاحب جوبہ فاخرہ نے کہ یہ شخص مالکی مذہب ہی کتاب بشارات
محمدیہ مین سفر اول توریت سے اسکی فصل دہم سے روایت کی ہی کہ حق تعالی نے ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا کہ ایک فرزند
تیرے لیے جسکا اسحاق نام ہی اس سال مین پیدا ہوگا اسکے بعد ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا کہ مین یہ آرزو رکھتا ہون
کہ اسمعیل جو میرا فرزند ہی یہ درجہ تمجید اور طاعت سے تیری فائز ہو پس حق تعالی نے فرمایا کہ مین نے تیری دعا کو اسمعیل کے
بارے مین قبول و مستجاب کیا اور برکت دونگا اسے اور بزرگواری اسے کرامت فرماؤنگا جو بڑی بزرگواری ہی
اور ایک امت بزرگ کے لیے اسے گردانونگا اور ایک بزرگ شعبہ اسے دونگا اور قریب ہی کہ ہم پہونچین

اُس سے بارہ بزرگوار جناب غفران مآب نے اپنی کتاب عماد الاسلام مین فرمایا کہ ظاہر اشعب جلیل سے مراد حضرت رسول خدا ہین اور اثنا عشر عظیم سے مراد دوازدہ امام ہین علیہم السلام اور چونکہ یہ عبارت بشارت پر ائمہ اثنا عشر علیہم السلام کے مشتمل ہی اور نقل کرنے والا اُسکا وہ شخص ہی جسکا مذہب مالکی ہی کہ اُسے کوئی غرض اِن روایت کے ساتھ متعلق نہین ہی بلکہ اُنکے مذہب کی منافی ہی پھر حقیقت مین احتمال جعل و وضع کا اُسکے ساتھ باقی نہین ہی علاوہ اِسکے اور بھی ثقات نے مثل راوندی وغیرہ بعینہ اِسی عبارت کے ساتھ اِس بشارت کو روایت کیا ہی اور جواد ساباطی نے جو خفی مذہب ہین اپنی کتاب براہین مین مثل اُسکے نقل کیا ہی اور اُنکی عبارت اِسطرح ہی واما اسمعیل فانی قد سمعت دعائک له وها انا ذا قد بارکت فیه وجعلته مثمرا وساکثره تکثیرا وسیلد اثنی عشر عظیما وساصیرها امة عظیمة انتهت اور اِسی کے مثل اُس صحیفہ مین ہی جو بحکم حکام انگریزی ترجمہ عربی چھپا ہی فرق اسقدر ہی کہ اُسمین اثنا عشر عظیما کی جگہ پر اثنی عشر شریفا ہی اب اِن عبارتون اور بشارتون سے شیعون کے دعوے کی قوت جو وہ بہ نسبت اپنے ائمہ اثنا عشر کے خلیفہ رسول ہونے کی کرتے ہین بخوبی ثابت ہی لیکن اگر کوئی بیان پر یہ کہے کہ جو تمنے اپنی اثبات مرام پر بشارات صحف سماویہ کو نقل کیا ہی اُنمین یہ امر ضرور رہی کہ یہود و نصاری اُنکی تفسیر و بیان مین یہ کہتے ہین کہ مراد اثنا عشر سے بارہ بیٹے صلبی حضرت اسمٰعیل کے ہین پھر یہ استدلال کسطرح صحیح ہوگی تو وہ کہہ سکتے ہین جیسا کہ جناب غفران مآب نے فرمایا ہی کہ بر فرض تسلیم اِسکے کہ آنحضرت کے بارہ بیٹے ہون نہ اِس سے کم نہ زیادہ مگر حق تعالی نے بشارت مین مبشر بہم کا وصف بعظمت و بزرگی فرمایا ہی جیسا کہ جو بہ فاخرہ اور کلام ساباطی مین واقع ہی اور بشرافت اُنھین موصوف فرمایا ہی اُن صحف انبیا مین جو بحکم سلاطین ولایت انگلستان چھپے ہین موجود ہی پھر اِس صورت مین جو تفسیر اُنکی اولاد صلبی اسمٰعیل سے کرتے ہین اُنھین ضرور ہی کہ اِسکا اثبات دین کہ وہ بارہ بھی متصف اِس صفت کے ساتھ تھے تا زبان خدا سے بزرگ ممدوح و مبشر ہو سکین اور یہ اوصاف اُنمین مشتہر ہون اور ایسے ہون کہ بشارت کا انصراف اُنکے ساتھ ہو سکے پھر اگر اِسکے بعد کوئی یہ کہے کہ تمھارے ائمہ بھی تو ملک و ریاست نہین رکھتے تھے پھر کسطرح ہو سکتا ہی کہ اُنھین اِن عظمت و شرافت کے ساتھ جو خدا نے فرمایا ہی متصف جان سکین تو اُسکا جواب ہم یہ دینگے کہ بزرگی و شرافت امامت کی جو دین و دنیا کی ریاست ہی وہ خدا کی طرف سے ہی جیسا کہ انبیا کے واسطے ہوتی تھی اِسی طرح اُنکے لیے بھی تھی جیسا کہ اُسکا اثبات ہو چکا اور پھر انشاء اللہ ہوگا اور یہ سب بزرگوار ظاہر ہی کہ مدت العمر اپنے بظاہر اُسکا ادعا فرماتے رہے اور اُنکی کرامات اور مقامات دوست و دشمن سب پر ظاہر ہوے اگرچہ تسلط ظاہری اُنکے لیے حاصل نہین ہوا لیکن وہ امر اُنکے موصوف ہونے کو اُن بشارات سے کافی و وافی ہی پھر تسلط ظاہری کی کیا ضرورت ہی اور ایسا انبیاے سابق کے لیے بھی ہوا ہی دیکھو حضرت عیسی ابن مریم کو کہ اگرچہ تسلط ظاہری آنحضرت کو یہود پر نہین تھا لیکن چونکہ حق تعالی کی طرف سے یہ مرتبہ اُنکے لیے حاصل تھا اِسی لیے انجیل مین جہان کہ کہنتے ملک الیہود واقع ہی وہان یہ آنحضرت سے تعبیر ہی انجیل یوحنا مین ہی انه لما صلب الیهود عیسی کتب فیلاطس فی رقعه هذا

فصل دوسری تقریب استدلال مین ان احادیث سے

اليسوع الناصري ملك اليهود ضعوه على صليبه اور پھر اسکے ساتھ یہ بھی تو ہے کہ آنحضرت کی شان مین اخبار متواترہ اِس
مضمون سے وارد ہین کہ یہ سب وقت رجعت اپنی اپنی کرّت مین زمین پر بادشاہی اور حکومت کرینگے اور اولاد
اسمعیل کے حق مین یہ امر مروی نہین ہے پھر کیونکر ہوسکتا ہے کہ اُس بشارت سے وہ مراد ہون فصل دوسری تقریب
استدلال مین ان احادیث سے جاننا چاہیے کہ جو کوئی بنظر انصاف ان اخبار کو دیکھیگا اور غور کریگا تو بذریعہ
وجدان سلیم و عقل مستقیم اسے سمجھیگا کہ یہ احادیث مذہب حقہ امامیہ اثنا عشریہ کے سوا کسی مذہب پر منطبق نہین ہوسکتین
اور ان احادیث کا خلافت ائمہ اثنا عشر علیہم السلام پر دلالت کرنا اور اورون کا باطل ہونا اور ظالم ہونا نہایت ظاہر
اور بکمال واضح ہے کیونکہ کوئی فرقہ فرقہ ہاے اسلام سے اسکا قائل نہین ہے کہ خلفاے نبی کا بارہ ہونا از روے عدد کے
واجب ہے اور یہ کہ خلافت و امامت دوازدہ امام علیہم السلام مین محصور ہے انکے سوا کوئی اور خلیفہ و جانشین پیغمبر خدا کا
نہین ہوسکتا خصوصًا کہ وہ سب قریش ہون اور یہ کہ واجب ہے کہ خلافت انکی برابر مستمر رہے جب تک کہ خلق باقی ہے
مگر فرقہ اثنا عشریہ جو شیعون کے فرقون سے ہے پس انھین احادیث متواترہ سے جو کہ جمیع صحاح حضرات اہلسنت وغیرہ مین
استفاضہ کی اور تواتر کی حد کو پہونچکر وارد ہوئی ہین ہمارا مذہب ثابت ہوتا ہے اور سب مذاہب باطل ہوے والحمد للہ
وحده وحده ونصر عبده واعز جنده یہ روایات مین جو مجملًا عدد ائمہ پر دلالت کرتی ہین اور متتبع خبیر پر تفصیل اور تشخیص ائمہ
دوازدہ علیہم السلام کی پوشیدہ نہین ہے اور بذریعہ اجماع مرکب اور دیگر نصوص کے جو اپنے مقام پر مذکور ہون گی ثابت ہے
لیکن بعضی روائتین اور اشارتین یہان بھی ذکر کرنا ضرور ہے کہ تا قوت مذہب فرقہ حقہ کی ظاہر ہو اور استدلال تمام ہو اور
سب پر حجت ہو صاحب کفایۃ الاثر نے خلیفہ ثانی حضرات اہلسنت عمر بن الخطاب سے بسند اپنے روایت کی ہے کہ کہا
انھون نے کہ سنا مین نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ سے کہ فرماتے تھے کہ بعد میرے بارہ امام ہونگے اور بعد اسکے با آواز خفی
فرمایا کہ مین نے اُسے سنا کہ فرمایا کلہم من قریش ابو المفضل کہتا ہے کہ هذا حديث غريب لا اعرفه الا عن الحسن بن علي بن زكريا البصري بهذا الاسناد
یعنی یہ حدیث غریب ہے مین اُسے نہین پہچانتا مگر حسن ابن علی بن زکریا بصری سے اِس اسناد سے ہے لکھا ہے مین نے اِس
حدیث کو انکی زبان سے سنکر بخارا مین روز چہارشنبہ کو کہ اُس دن عاشورا تھا اور حسن بن علی مرد بور حدیث مین ثقہ تھا اور کثیر
فضائل اہلبیت علیہم السلام کو روایت کرتا تھا اور واقع مین یہ استغراب اُس فاضل کا بہ نسبت اِس حدیث کے بیجا ہے
کیونکہ یہ مضمون ایسا ہے کہ جس سے فریقین کی روایات بھری ہین پھر کیا جگہ استغراب کی ہے ہان شاید اِس راہ سے
استغراب کیا ہوگا کہ خلیفہ ثانی نے ایسے خطاب مستطاب کو کیونکر نقل کیا کیونکہ جو نسبت انھین اہلبیت علیہم السلام کے
ساتھ تھی وہ سب جانتے ہین یہ قدرت خدا ہے کہ اُنسے بھی کہین کہین حق کو کہوا دیا تاکہ اہل حق کے واسطے وقت استدلال
اور اتمام حجت معین ہو پھر صاحب کفایہ نے بسند اپنے عیسی ابن عبد اللہ بن مالک سے کہ انھون نے بھی حضرت
عمر ابن الخطاب سے روایت کی ہے کہ کہا انھون نے کہ مین نے سنا پیغمبر خدا سے کہ فرماتے تھے اگر گروہ مردم مین سے

پہلے جانے والا ہون اور تم میرے پاس حوض پر وارد ہوگے کیسا حوض کہ عرض اسکا مابین صنعا و بصری کے ہی اسمین
چاندی کے جام ہین موافق ستارون کے عدد کے اور مین تمسے پوچھنے والا ہون جبکہ تم میرے پاس آؤگے حال سے
دونون ثقلون کے پس نظر مین رکھو کہ کیا سلوک کرتے ہو ان دونون سبب اکبر کے ساتھ کہ ایک انمین خدا کی کتاب یعنی
قرآن ہی کہ جسکی ایک طرف خدا کے ہاتھ مین ہی اور دوسری طرف تمھارے ہاتھ مین ہی پس اسکے ساتھ چنگل مارو اور
بدلو نہ اسے اور دوسرے اہلبیت اور میری عترت ہین پس بدرستیکہ خبر دی ہی مجھے لطیف خبیر نے کہ یہ دونون جدا
نہونگے یہان تک کہ حوض پر میرے پاس وارد ہونگے بعد اسکے کہا مین نے کہ اے رسول خدا کون آپ کی عترت ہین فرمایا
عترت میری میرے اہلبیت ہین اولاد علیؑ فاطمہ سے کہ نو شخص انمین سے صلب حسین علیہ السلام سے باہر آئینگے ائمہ ابرار بھی
میری عترت ہین گوشت اور خون سے میرے جناب عائشہ سے نقل کیا ہی کہ کہا انھون نے کان لنا مشربۃ وکان النبی
اذا اراد لقاء جبرئیل لقیہا فیہا یعنی ایک میرا مقام خلوت تھا کہ جب پیغمبر خدا کو جبرئیل علیہ السلام سے ملاقات فرمانی منظور
ہوتی تھی تو اسی جگہہ حضرت انسے ملاقات فرماتے تھے پس ایک دن اسی جگہہ وہ حضرت ملاقات جبرئیلؑ کے لیے
تشریف لائے تھے پس امام حسین علیہ السلام بھی داخل ہوے جبرئیل نے پوچھا کہ یہ کون ہین حضرت نے فرمایا
کہ یہ میرا فرزند حسین ہی یہ فرما کر انحضرت کو اپنی ران پر بٹھایا جبرئیل نے کہا کہ آگاہ ہو جیے کہ یہ بہت جلد درجہ شہادت سے
فائز ہونگے حضرت پیغمبر خدا نے پوچھا کہ اسے کون قتل کریگا جبرئیل نے کہا کہ آپ کی امت حضرت نے پوچھا کہ میری امت
اسے قتل کرے گی جبرئیل نے عرض کیا کہ ہان اور اگر آپ چاہین تو مین خبر دون اس زمین کی ساتھ جہان یہ مارے جائینگے
اور اشارہ کیا طرف زمین کربلا کے کہ طف ہی عراق مین اور وہان سے سرخ خاک تھوڑی سی لیکر حضرت کی خدمت مین
حاضر کی اور عرض کیا کہ یہ مٹی انکی شہادت گاہ کی ہی پس حضرت رسول خدا روے اسکے بعد جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا
کہ آپ نہ روئیے کہ بہت قریب ہی کہ حق تعالی انسے انتقام فرمائیگا بذریعہ قائم علیہ السلام کے جو آپ کے اہلبیت سے ہین یہ
سنکر حضرت نے فرمایا کہ اے میرے حبیب جبرئیل ہمارے اہلبیت سے قائم کون ہی انھون نے عرض کیا کہ نوان اولاد
حسین علیہ السلام سے ہی اسی طرح خبر دی ہی مجھے میرے پروردگار نے کہ قریب ہی کہ پیدا فرماے صلب حسین علیہ السلام سے
ایک فرزند کو کہ اسکا نام اپنے نزدیک علی رکھے اور وہ خاضع و خاشع ہوگا اور بعد اسکے باہر لائیگا انکے صلب سے ایک فرزند کو
کہ اسے موسوم فرمایا ہی ساتھ محمد کے جن حالون کے وہ خدا کے واسطے قانت و ساجد ہوگا اور انکے صلب سے باہر لائیگا ایک
فرزند کو کہ اپنے نزدیک حق تعالی نے اسکا نام رکھا ہی جعفر ناطق عن اللہ صادق فی اللہ اور انکے صلب سے باہر لائیگا ایک فرزند
کہ اسکا نام نزدیک خدا کے موسی واثق باللہ محب فی اللہ ہی اور انکے صلب سے باہر لائیگا انکے فرزند کو کہ انکا نام حق تعالی نے
علی الراضی باللہ داعی الی اللہ رکھا ہی اور انکے صلب سے پیدا فرمائیگا انکے فرزند کو جنکا نام خدا کے نزدیک محمد راغب فی اللہ ذاب
عن حرم اللہ اور انکی پشت سے باہر لائیگا انکے فرزند کو جنکا نام حق تعالی نے اپنے نزدیک علی مکتفی باللہ ولی اللہ فرمایا ہی اسکے بعد

اُنکے صلب سے باہر لائیگا اُنکے فرزند کو جنکا نام خدا کے نزدیک حسن مومن باللہ مرشد الی اللہ ہی تخرج من صلبہ
کلمۃ الحق و لسان الصدق و مظہر الحق حجۃ اللہ علی بریتہ لہ غیبۃ طویلۃ یظہر اللہ بہ الاسلام و اہلہ و یخسف بہ الکفر و اہلہ
انتہی اور فاضل شیرازی نے خطیب خوارزم سے کہ اُسنے سلیمان راعی سے روایت کی ہی کہ کہا اُسنے سنا مین نے پیغمبر خدا سے
کہ فرماتے تھے لیلۃ اسری بی الی السماء قال لی الجلیل امن الرسول بما انزل الیہ یعنی اُس روایت کو کہ مجھے آسمان پر لیگئے کہا مجھسے
خدا ے بزرگ نے کہ ایمان لایا اور گرویدہ ہوا پیغمبر اُس چیز کے ساتھ جو اُسکی طرف نازل کی گئی تھی اُسکے پروردگار کی طرف سے
فقلت والمومنون اُسکے جواب مین مین نے عرض کیا کہ مومنین بھی گرویدہ ہوے ساتھ اُسکے جو نازل ہوئی قال صدقت
یا محمد من خلفت فی اُمتک قال خیرھا قال علی بن ابیطالب قلت نعم یعنی حق تعالی نے فرمایا کہ سچ کہا تو نے ای محمد کسے خلیفہ کیا اُمت مین
عرض کیا مین نے کہ بہترین اُمت کو فرمایا حق تعالی نے کہ علی ابن ابیطالب کو مین نے عرض کیا کہ ہان ای پروردگار میرے
قال یا محمد انی اطلعت علی الارض اطلاعۃ فاخترتک منہا فشققت لک من اسمائی فلا اذکر موضع الا ذکرت معی فانا المحمود
وانت محمد ثم اطلعت ثانیہ فاخترت منہا علیا فشققت لہ اسما من اسمائی فانا الاعلی وھو علی اُسکے بعد پیغمبر خدا نے فرمایا اُسکا حاصل یہ ہی
کہ فرمایا حق تعالی نے ای محمد مین نے نظر کی اور دیکھا اہل زمین کو جو حق نظر تھا پس برگزیدہ کیا تجھے اور باہر لایا اپنے نامون سے
ایک نام کو تیرے واسطے پس کوئی جگہ نہین ہی کہ مین وہان مذکور ہون مگر یہ کہ تو بھی وہان مذکور ہوتا ہی میرے ساتھ مین
محمود ہون اور تو محمد ہی بعد اُسکے دوبارہ مین نے زمین مین نظر کی اور دیکھا پس اختیار کیا مین نے علی کو اور باہر لایا مین اپنے
نامون سے ایک نام کو اُسکے واسطے پس مین اعلی ہون اور وہ علی ہی ای محمد بدرستیکہ مین نے تجھے اور علی کو اور فاطمہ کو اور حسن اور
حسین کو اور اُن امامون کو جو اُسکی اولاد سے ہونگے پیدا کیا ہی اپنے نور سے اور تمھاری ولایت کو عرض کیا مین نے اہل آسمان
و زمین پر جس کسی نے کہ قبول کیا یا قبول کریگا وہ میرے نزدیک مومنین سے ہوگا اور جسنے کہ انکار کیا یا انکار کرے وہ
میرے نزدیک کافرون سے ہوگا ای محمد اگر کوئی بندہ میرے بندون سے میری پرستش و عبادت کرے یہان تک کہ روح
اُسکے بدن سے مفارقت کرجاے یا مثل خشک پوست کے ہوجاے جیسے جانور کے بدن سے کھینچکر سوکھایا ہو اور میرے
پاس آے درحالیکہ تمھاری ولایت سے منکر ہو تو مین اُسے نہ بخشونگا جب تک کہ وہ تمھاری ولایت کا اقرار نہ کرلے ای محمد
آیا تم چاہتے ہو کہ اُنھین دیکھو مین نے عرض کیا کہ ہان ای پروردگار میرے اسکے بعد فرمایا کہ عرش کی جانب متوجہ ہو اور دیکھو
دیکھا مین نے کہ علی و فاطمہ اور حسن اور حسین اور علی بن الحسین اور محمد بن علی اور جعفر ابن محمد اور موسی ابن جعفر اور علی ابن موسی
اور محمد بن علی اور علی بن محمد اور حسن بن علی اور مہدی علیہم السلام ایک نور کے اندر کہ وہ مثل تھوڑے پانی کے ہو ہین اور نماز
پڑھتے ہین اور مہدی علیہ السلام سب کے بیچ مین جسطرح ستارہ چمکتا ہی اسطرح درخشندہ تھے فقال یا محمد ھولاء الحجج وھو الثائر
من عترتک وعزتی وجلالی انہ الحجۃ الواجبۃ لاولیائی وھو المنتقم من اعدائی علاوہ اِس حدیث کے علماے حضرات اہلسنت نے بھی
اسماے متبرکہ ائمہ اثنے عشر کے اور اُنکے فضائل و مناقب اپنی کتابون مین لکھے ہین جیسا کہ مصنف صواعق وغیرہ نے لکھا ہی بلکہ

ابن صباغ مالکی اور کمال الدین بن طلحہ شافعی اور ملا جامی اور مولوی مبین سہالوی ہندی نے مستقل کتابین تفصیل حالات مقدسہ ائمہ کرام علیہم السلام مین اور انکے ضبط حالات اور بیان کرامات مین اور مقامات مین تالیف کین ہین چنانچہ جناب سید سند نے حدیقہ مین فرمایا ہی ابن صباغ مالکی نے فصول مہمہ کے دیباچہ مین کہا ہی اما بعد فعن لی ان اذکر فی ھذا الکتاب فصولاً مہمہ فی معرفۃ الائمۃ اعنی الائمۃ الاثنی عشر الذین اولھم علی المرتضی و اٰخرھم المہدی المنتظر تتضمن شیئا من مناقبھم الشریفۃ ومراتبھم العالیۃ المنیفۃ الی قولہ وعقدت لکل امام منھم فصلا اور کمال الدین بن طلحہ کہتے ہین وبعد فاحسن ما نطقہ اقلام الافہام من اقسام الکلام فی الحسنات المستحسنات الی ان قال تالیف لآل محمد المصطفیٰ ائمۃ الہدی اہل المیامن والنھی ذوی الآیات والبینات الی ان قال والتزمت ایام الاعتراف تالیف کتاب یطلع مطالعہ علی فضیلتھم فشرعت فیہ ووصیت کیفیۃ ترتیبہ فی مبادیہ وجعلت عدۃ ابوابہ عدۃ ائمتھم فسطرتہ ورتبتہ وحررتہ وبوبتہ وقمت بفرض خدمتھم وسمیتہ زبدۃ المقال فی فضائل الآل اور ملا جامی نے شواہد النبوت مین لکھا ہی رکن سادس در بیان شواہد و دلایلی کہ از صحت کرام وائمہ عظام اہلبیت رضی اللہ عنہم بظہور آمدہ اور اسی طرح شیخ یوسف نے جو نواسے ہین شیخ ابو الفرج عبد الرحمن بن جوزی حنبلی کے اپنی تالیف مین جو مسمی بہ تذکرہ خواص الامۃ فی معرفۃ الائمۃ ہی حضرات کے نام اور فضائل کو لکھا ہی انتہی کلامہ اعلی اللہ مقامہ اور شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی نے بھی واقع مین اعتراف ائمہ طاہرین علیہم السلام کی امامت کا کیا ہی لیکن جسطرح انکی عادت ہر جگہہ ہی کہ کلمہ حق کے ساتھ کچھ اور بھی شریک کر دیتے ہین جیسا کہ مکر رمذکور ہوا اسی طرح یہان بھی اقرار امامت کیا ہی مگر دوسرے معنی سے تاویل کر کے چنانچہ تحفہ مین اپنے کہا ہی کہ جاننا چاہیئے کہ امامت اہلسنت کے نزدیک دین کی پیشوائی کے معنون پر بھی اطلاق کیجاتی ہی اور اسی معنی سے امام اعظم اور امام شافعی کو کہ فقہ مین پیشوا تھے اور امام غزالی اور امام رازی کو کہ عقائد و کلام اور نافع و عاصم کو کہ قرات مین امام تھے امام کہتے ہین اور ائمہ اطہار علیہم السلام کہ سب ان فنون مین پیشوا تھے خصوصاً ہدایت باطن اور ارشاد طریقت مین کہ یہ امر مخصوص انکے ساتھ تھا اس جہت سے اہلسنت انہین بھی علی الاطلاق امام جانتے ہین نہ وہ امامت کہ جو خلافت کے مرادف و ہم معنی ہی کیونکہ خلافت مین انکے نزدیک تصرف زمین مین باوصف استحقاق وغلبہ وشوکت ونفاذ حکم ضروری ہی ولہذا خلافت کو منحصر پانچ شخص مذکورین رکھا ہی انتہی ترجمہ کلامہ ناظرین منصفین پر پوشیدہ نہ رہے کہ اس کلام مین اگرچہ شاہ صاحب نے ائمہ اطہار علیہم السلام کی امامت کے واسطے یہ چاہا ہی کہ اپنے امام اعظم کی امامت سے تشبیہ دین بلکہ اورون کے نام کے بعد ذکر کیا ہی تاکہ دیکھنے والون کی نظرون سے مرتبہ گر جائے ولیکن یہ خیال خام تھا یہ وہ ہین کہ جنھون نے عرش الہی پر پردہ ہائے نوری مین تربیت اور پرورش پائی اور بتعلیم الہی علم و ادب الہی کو جانا اور انہین حق تعالی نے تمام عالم سے برگزیدہ کیا اور جسقدر انکے دشمنون نے انہین گرایا اور انکی قدر و منزلت کو کم کرنا چاہا اتنا ہی خدا نے انہین سب سے بر تر فرمایا یہ قیاس باطل الاساس شاہ صاحب کی زبان پر جاری ہوا ہی چہ نسبت خاک را با عالم پاک اور اسی جہت سے ہم

کہ حق تعالیٰ نے یہی مقام پر خود انکی زبان سے کہوا دیا کہ ائمہ اطہار جمیع اِن فنون میں پیشوا تھے خصوصًا ارشاد طریقت اور ہدایت باطن کہ وہ مخصوص انکے ساتھ تھے بھلا اب دعویٰ ہمسری کسے باقی ہو اُنسے جو جمیع فنون و علوم میں پیشوا ہون اور ہدایت باطن اور ارشاد طریقت اُنسے مخصوص ہو جیسا اُسکا اختصاص انبیا کے ساتھ تھا اور جب یہ ہوا تو پھر انکی ہدایت ظاہری کے پیشوا جانتے ہین اور کرتے ہین جو ہدایت باطن سے بہت سہل و آسان ہو کیا قصور ہی اگر بندگان اشرار اپنے سوء اختیار سے مانع نہوتے اس امر کو کہ ذوی الحقوق کو حق پہونچے تو بالضرور حق اپنے مرکز کے ساتھ قرار پکڑتا اور جو شاہ صاحب نے فرمایا ہو کہ اِسی جہت سے اہلسنت آنحضرت کو علی الاطلاق امام جانتے ہین اقع مین یہ بھی کچھ قرین صدق نہین کیونکہ اگر علی الاطلاق امام جانتے تو پھر تخصیص اِن فنون کی اور ہدایت باطن کی کیا ضرور تھی اور اگر اُنھین خاص علم فقہ مین بھی جو اِن فنون مین داخل ہو اور مندرج ہی علی الاطلاق امام جانتے جب بھی اورون کی تقلید کیون کرتے اور اپنے ائمہ کی متابعت کو انکی متابعت پر نہ اختیار کرتے بلکہ جملہ مسائل مین بمفاد فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون انھین حضرات کی طرف رجوع کرتے اس سے معلوم ہوا کہ یہ محض ادعاے لسانی ہی شاہ صاحب کا کہ بسبب آنحضرت کے حقیقت مین واجب الاتباع ہونے کے مجبور ہو کر کہہ دیا ہی بالجملہ حضرات ائمہ اطہار کا استحقاق امامت کے لیے اور امام ہونا قولاً از زبان خصم سے بھی ثابت ہوا اور حضرات اہلسنت کا ادعاے قولی درباب اُنکے اطاعت و متابعت کے اُنکے فعل سے واضح ہوتا ہی اور جو انھون نے کہا ہی کہ نہ امامت کہ مرادف خلافت کی ہی کیونکہ خلافت مین اُنکے نزدیک تصرف زمین مین باوصف استحقاق اور غلبہ و شوکت کے اور نفاذ حکم کا ضرور ہی یہ قول انکا اُس اعتراف سے اُنکے جو پہلے اُنھون نے بہ نسبت آنحضرات کی امامت کے علی الاطلاق کہا ہو منافی ہی کیونکہ اِس صورت مین پھر علی الاطلاق امامت کا اعتراف نہین ہو سکتا اور جو نفی کی انھون نے تعلیل کی ہی اِسطرح سے کہ خلافت مین اُنکے نزدیک زمین مین تصرف شرط ہی یہ خاص کی بنیاد فاسد پر ہی جیسا کہ مفصل اوپر ہم کہہ آئے ہین اور پھر بطور اختصار کہتے ہین کہ یہ شرط اول نزاع فریقین مین ہی اور ہم کسی طرح سے لائق تسلیم نہین جانتے بلکہ کوئی عاقل منصف اُسے تسلیم نہ کریگا کہ امامت مین تصرف و تسلط بالفعل معتبر ہی جیسا کہ قاضی سید نور اللہ نور اللہ مرقدہ نے فضل ابن روزبہان کے جواب مین فرمایا ہی کہ اگر حقیقت خلیفہ کے معنی یہی ہین کہ بالفعل وہ صاحب تصرف ہو زمین مین تو اُس سے لازم آتا ہی کہ جب اعراب نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا اور جناب ابوبکر خلیفہ اول حضرات اہلسنت کی طرف اپنا امتناع ظاہر کیا تھا تو اُس وقت وہ بہ نسبت اُنکے خلیفہ نہونگے وفیہ نظر لکنہ کلام فی السند لا اخصوا ور ہر آئینہ چاہیے کہ جب عثمان کا گھر گھیر لیا تھا تو ایام محاصرہ مین اُنھین خلفا مین شمار نہ کیا جاے بلکہ خلیفہ اور امام جو منصوص خدا اور رسول کی طرف سے ہو یا نص سابق کے لاحق کے واسطے ہوئی ہو جیسا کہ عمر بن الخطاب کے واسطے وہ حضرات کہتے ہین یا باختیار بعض امت کے ہو جیسا کہ سند اُنکی طرف کیا ہی خلیفہ اور امام بالفعل تا حاصل ہونے تصرف کے ہو رہین اور جاری ہونے احکام کے نہو انتہی محصل کلامہ بلکہ محض استحقاق تصرف کے لیے خدا کے نزدیک

ثابت ہونا امامت و خلافت بالفعل کے واسطے مثل نبوت بالفعل کے کافی ہو پس جسے حق تعالی اس مرتبہ کے لائق جانتا ہو اُسے پیغمبری پر بھیجتا ہو اور مامور فرماتا ہو کہ اظہار دعوت کرے اگر امت اس سے استنکاف کرے اور اطاعت و فرمان برداری سے اُسکی ہاتھ کھینچے تو اُسکی نبوت اور امامت مین خلل و اختلال نہین ہوسکتا یہ بات دیکھنے کے قابل ہو کہ حضرت ہارون یقینی حضرت موسی کے استخلاف کے ذریعہ سے اُنکی قوم مین خلیفہ تھے اور قوم نے اُنکی اطاعت نہ کی اور یہان تک نوبت پہونچی کہ اُنھون نے کہا یا ابن ام ان القوم استضعفونی وکادوا یقتلوننی پھر اگر خلافت اور امامت مین تسلط اور تصرف معتبر ہوتا تو چاہیے کہ حضرت ہارون بسبب عدم تسلط کے حضرت موسی کی خلافت سے باہر ہو جاتے اور جب یہ نہوا تو یہ شرط لائق اعتنا نہین ہو اگر حضرات اہلسنت کے نزدیک زمین کا تصرف خلافت مین معتبر ہوا اور خدا و رسول کے نزدیک معتبر نہو تو ہمین اور جملہ عقلا کو اُنکے مقولہ سے کام رکھنا نہین چاہیے بلکہ جو خدا اور رسول کے نزدیک معتبر ہو اُسے معتبر جاننا چاہیے اور وہ ہمنے ثابت کر دیا اور کہدیا کہ محض استحقاق تصرف خدا کے نزدیک کافی ہو اور اُسکا ثبوت بہ نص خدا اور رسول اور تعیین نبی سے یا تعیین امام سابق سے واسطے لاحق کے ہوتا ہو اور اسی طرح علماے کرام نے کہا ہو قال السید نور اللہ مرقدہ الخلافۃ والامامۃ ریاسۃ فی امور الدین والدنیا نیابۃ عن النبی و فعلیتہ انما یکون بالنص والتعیین لا بجریان وشیوع التصرف فی الامور کما قال النبی فی شان السبطین علیہما السلام ابنای ھذان امامان قاما او قعدا صاحب کشف الغمہ نے فرمایا ہو کہ ہمارے ائمہ طاہرین علیہم السلام کی امامت اور امارت مین اُنکا خلافت ظاہری سے ممنوع ہونا اور اُنکے غیرون کا اُسپر مسلط و مستقل ہونا کچھ قدح نہین کرتا جسطرح کہ انبیا کے نبی ہونے مین جو اُنکی تکذیب کرتے تھے اور نافرمانی اور عدوان کا اُنسے اعلان کرتے تھے اُنکی تکذیب قادح نہوئی جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہین وما علی المومن من غضاضۃ فی ان یکون مظلوما مالم یکن شاکا فی دینہ ولا مرتابا بیقینہ لیکن یہ توہم حضرات اہلسنت کا ہو کہ اِس صورت مین کہ جب تسلط ظاہری نہو تو فائدہ امامت کا باقی نہین رہتا بلکہ منتفی ہوجاتا ہو پس یہ معارض نبوت کے ساتھ ہو کیونکہ درصورت عدم اطاعت امت ظاہر بینون کی نظر مین نبوت کا فائدہ بھی منتفی ہوگا اور جواب اُسکا بطور حل وہ ہو جو جناب محقق طوسی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہو وجودہ لطف و تصرفہ لطف آخر کہ حاصل اُسکا یہ ہو کہ ایک لطف خدا کا امام کا وجود ہو اور دوسرا لطف اُنکا تصرف ہو زمین پر جیسا کہ جناب امیر علیہ السلام سے بھی منقول ہو کہ لا تخلو الارض من حجۃ اللہ اما ظاہر مشہور واما خائف مغمور لئلا یبطل حجج اللہ وبیناتہ فتصرفہ الظاہر لو عدم فانما ہو من جہۃ سوء اختیار العباد یعنی اگر تصرف ظاہر امام معدوم ہو جاے تو اُسکا معدوم ہونا نہین ہو مگر بندون کے سوء اختیار کی جہت سے نہ خدا کی طرف سے پھر اب نفی فائدہ کی مطلقاً کہان صحیح ہوسکتی ہو یہ البتہ کہ سکتے ہین کہ درصورت عدم تصرف ایک فائدہ امام کی امامت کا نہین ظاہر ہوتا اور ایک فائدہ کہ حجت خدا کا موجود ہونا ہو زمین پر یہ باقی رہتا ہو اور یہ جو شاہ صاحب نے قید لگائی ہو امامت و خلافت مین کہ باوصف استحقاق الخ پھر اسکا حال تو منصفین خوب سمجھے ہونگے کہ

اگر حقیقت مین استحقاق کی رعایت کرتے تو جو بیعتین کہ غیر ائمہ طاہرین علیہم السلام کے ساتھ ہوئین حتی کہ یزید و
معاویہ کے ساتھ یہ کبھی نہوتین یہ کہنے کی بات ہی کیونکہ ائمہ طاہرین کا استحقاق نبص قرآنی و احادیث نبوی بالکمل وجوہ
ثابت ہی اور یہ ثبوت شیعون کی زبان سے تو اظہر من الشمس ہی باقی رہا حضرات اہلسنت کی زبان سے بس
کافی ہی جو ابھی مقولہ شاہ صاحب کا ترجمہ مین مذکور ہوا اور اب بعینہ لفظ انکا نقل کرتا ہون اور وہ یہ ہی وائمہ
اطہار در جمیع این فنون پیشوابو دند خصوصاً در ہدایت باطن و ارشاد طریقت کہ مخصوص ایشان بودہ ایشان را اہلسنت
علی الاطلاق امام دانند انتہی پس اب کوئی کلام نہین باقی انکے ثبوت استحقاق مین مگر نہ حاصل ہونا تصرف زمین مین
اور وہ پایہ اعتبار سے ساقط ہی جیسا کہ ہمنے اسکی طرف اشارہ کر دیا ہی اور کسی طرح ہو استحقاق انحضرات کا باقرار
خصم ثابت ہو چکا یہ حال ہمارے بارہ اماموں کا ہی جو عترت اور خلفاے نبی اور معصومین ہین اور دوست اور دشمن
انکے معترف ہین اور یہ ہمارے ائمہ طاہرین ہین اب انکا مثل اگر کوئی اور ہو تو اسے بتاؤ اور دکھاؤ تا حقیقت امر
دیکھنے والون پر ظاہر ہو اب استحقاق اور خلفا کا ہی جنھین حضرات اہلسنت نے مستحق خلافت جانکر اپنا خلیفہ بنایا ہی
کچھ تھوڑا سا مجملاً لائق ذکر ہی اور مقام اسکے لیے مقتضی ہی کیونکہ اشیا کی معرفت باضداد انکے اچھی طرح ہوتی ہی اگرچہ انشاء اللہ
مشروحاً آیندہ بیان ہوگا پس کہتا ہون مین جیسا کہ علماے امامیہ نے کہا ہی کہ پہلے حضرات اہلسنت کے خلفاے
دوازدہ گانہ کو موافق کلام قاضی عیاض جیسے فاضل سیوطی نے تاریخ الخلفا مین اور مصنف صواعق محرقہ نے اپنی
کتاب مین نقل کیا ہی تشخیص کرنا چاہیے بعد اسکے انکا کچھ حال سننا چاہیے کہ کیسے تھے تاکہ استحقاق خلافت ہر کے لیے
معلوم ہو اور وجدان سلیم گواہی دے کہ آیا یہ حضرات لائق اسکے ہین کہ جو بشارات الٰہیہ کتب سماویہ مین اور اشارات
نبویہ مین احادیث مین بلفظ اثنا عشر خلیفہ یا امیر یا شریف واقع ہوے ہین اُس سے یہ مراد لیجا سکتے ہین پس جان تو کہ
قاضی مزبور نے جب دیکھا کہ اصل نصوص خلفاے اثنا عشر سے کسی طرح انکار ممکن نہین ہی تو ایک راہ دوسری کہ اسکی کجی
معلوم ہوگی اور اختیار کی اور کہا کہ لعل المراد بالاثنی عشر فی ہذہ الاحادیث وما شاکلہا انہم یکونون فی مدۃ عزۃ الخلافۃ و
قوۃ الاسلام واستقامۃ امورہ والاجتماع علی من یقوم بالخلافۃ انتہی یعنی شاید کہ مراد بارہ خلیفہ سے جو ان احادیث مین اور جو انکی
مشابہ مین وارد ہی اور مستفاد ہوتا ہی وہ ہونگے جو مدت عزت خلافت اور قوت اسلام اور اسکی استقامت امور مین ہونگے
اور اجتماع خلق کا انکی خلافت پر متحقق ہوا اسکے بعد اجمال کو انھون نے اختیار کیا اور اسکے کار بند ہو کر کہا کہ بتحقیق کہ جمع ہوا ہی
یہ حال انھین جنکی خلافت پر خلق جمع ہوئی یہان تک کہ بنی امیہ کا امر مرج ومرج مین واقع ہوا اور انکے درمیان مین فتنہ ہاے
کثیرہ ظاہر ہوے زمان ولید بن یزید مین یہان تک کہ دولت عباسیہ قائم ہوئی اور بنی امیہ کو انھون نے مستاصل کیا
انتہی ترجمہ کلامہ محصلاً لیکن شیخ الاسلام حضرات اہلسنت نے بیجا باتہ تھوڑی تفصیل کی اسکی یعنی اپنی کتاب مین
جو مسمی بہ فتح الباری ہی کہا کہ جو کچھ قاضی نے اس مقام پر کہا ہی وہ بہترین اقوال ہی ان احادیث کی تفسیرون اور ارجح اقوال ہی

کیونکہ تائید کرتا ہی اُس سے قول آنحضرت کا بعض طریقون مین اُن روایتون کے جو صحیح ہی کہ کلہم یجتمع الناس اور مراد اجتماع ناس سے اُنکا انقیاد ہی ہر ایک کے ساتھ بیعت پر اور وہ کہ جنپر بیعت کے لیے سب جمع ہوے وہ خلفاے ثلثہ ہین اور علی ابن ابیطالب ہین جب تک کہ امر حکمین صفین مین واقع ہوا اور اُس دن کے بعد سے معاویہ نے خلافت کا نام اپنے اوپر باندھا اور بعد اُسکے جمع ہوے اُسپر وقت صلح کرنے حسن کے اور اُسکے بعد جمع ہوے سب اُسکے بیٹے پر جسکا نام یزید اور منتظم نہوا حسین کے واسطے کوئی امر بلکہ وہ مارے گئے پہلے اس سے کہ اجتماع اُنکی بیعت پر مفقود ہو بعد اُسکے جب یزید مرا تو مردم مختلف ہوے یہان تک کہ جمع ہوے عبدالملک پر بعد قتل ہونے ابن زبیر کے بعد اُسکے اتفاق کیا سب نے اُسکے چارون بیٹون پر کہ پہلا اُنکا ولید تھا بعد اُسکے سلیمان بعد اُسکے یزید ثانی بعد اُسکے ہشام اور سلیمان و یزید کے درمیان مین عمر ابن عبدالعزیز ہوا پس یہ سات شخص سات امام حضرات اہلسنت کے ہین بعد خلفاے راشدین کے اور بارھوان ولید بن یزید بن عبدالملک ہی کہ مجتمع ہوئی خلق اُسپر جب تک کہ اُسکا چچا ہشام تھا پس اُسنے چند سال کے قریب حکومت کی اُسکے بعد خلق برہم و درہم ہوئی اور امام دوازدہم کو اپنے مارا اور بہت فتنے برپا ہوے انتہی خلاصۃ کلامہ اور بہت طرفہ کلام وہ ہی جو ملا علی قاری نے اپنی شرح مین جو فقہ اکبر ابی حنیفہ پر لکھی ہی کہا ہی کہ روافض عشرہ مبشرہ بالجنۃ کے بدلے اپنے بارہ امامون کے ساتھ دوستی اور موالات کرتے ہین حالانکہ ائمہ اثنا عشر کا ذکر احادیث مین وارد نہین ہی مگر اُس صفت کے ساتھ کہ اُنکے قول کی رد کرتا ہی اور وہ وہ خبر ہی کہ روایت کی ہی اُس سے دونون شیخون نے صحیحین مین جابر ابن سمرہ سے کہ اُسنے کہا کہ گیا مین خدمت مین حضرت رسول خدا کی اپنے باپ کے ساتھ پس سنا مین نے کہ وہ حضرت فرماتے تھے لایزال امر الناس ماضیا ما ولیہم اثنا عشر رجلا کلہم من قریش وفی لفظ لایزال الامر عزیزا الی اثنی عشر خلیفہ اور اسی طرح ظاہر ہوا کہ جو آنحضرت نے فرمایا تھا پس بارہ خلیفہ خلفاے راشدین چہارگانہ اور معاویہ اور اُسکا بیٹا یزید اور عبدالملک بن مروان اور اُسکے چارون بیٹے اور عمر بن عبدالعزیز ہوا اور اُسکے بعد امر خلافت مختل ہوا اور روافض کے نزدیک یہ ہی کہ امر امامت اُنکے ائمہ کے ایام مین فاسد و ناقص رہا اور ہمیشہ ظالمین بلکہ منافقین اور کافرین حکومت پر مستولی اور ائمہ پر متعدی اور ظلم کرنے والے رہے وا ہل الحق اذل من الیہود انتہی خلاصۃ کلامہ وبعض لفظہ حضرات منصفین اور ناظرین اس بے ادبی و فقرہ آخر کو ملاحظہ فرماوین اور روز قیامت خدا و رسول اِسکا انتقام فرماوینگے اُسوقت یہ اذل من الیہود کہنا بہ نسبت اُنکے جنکی مودت کو خدا نے اجر رسالت قرار دیا اور وہ سب عترت و آل رسول ہین معلوم ہو گا در طرفہ مضمون یہ ہی کہ نسبت اس مقولہ کی کسکی طرف کرتے ہین جو ائمہ ہین بعد رسول خدا اجمیع خلق سے افضل جانتے ہین اور کافی ہی دیکھنے والون کو اس عبارت کے ثبوت بغض و عناد ان اشخاص کا جو بہ نسبت خاندان رسالت کے وہ رکھتے ہین اور پردہ اسلام مین سنت طغاہ بدر کو زندہ کرتے ہین بالجملہ جب یہ بارہ ائمہ اہلسنت بھی مقرر اور مشخص ہو چکے تو پہلے بغیر از امیرالمومنین علی علیہ السلام کے باقی جو گیارہ اور ہین جنکی خلافتین اُنکے نزدیک صحیح ہین اور انھین عزت دینے والے دین کے جانتے ہین اور وجب الاتباع سمجھتے ہین اُنکے حال کو سنا او ر استحقاق خلافت

نبی کو انکی دیکھنا چاہیے اور مین انشاءاللہ گیارہ وجہین بمقابل انکے ائمہ یازدہ گانہ کے لکھتا ہون پہلی وجہ بیان احوال مین انکے جو متعلق بافعال شنیعہ انکے ہی تا صدق و کذب طرفین ظاہر اور دروغ گوئی باہر ہو جانا چاہیے کہ جو اس فاضل نے کہا ہی کہ امر اسلام کی عزت اور اسکے مہام کا خلق مین جاری ہونا امام دوازدہ گانہ حضرات اہلسنت تک تھا جنکے نام انھون نے لکھے ہین اور ہمنے اسسے نقل کیا ہی یہ بدیہی البطلان ہی کیونکہ ہمیشہ تازہ عیبین اور ظلم و بیداد بیجا انسے اور انکے اتباع سے انکے عہد بدعت عہد مین ظاہر ہوتے رہے ہین اور اسکا بیان تفصیلی یہ ہی کہ دوازدہ امام اور خلیفہ حضرات اہلسنت بنابر احتمال راجح کے جو انکے محققین کے نزدیک ہی اس ترتیب کے ساتھ ہین اور انکا حال وہ ہی جو مذکور ہوتا ہی پہلے خلیفہ انکے ابوبکر ہین اور وہ اول اسکے ہین جنکی خلافت بالانص شارع ہوئی بلکہ باختیار بعض خلق ہوئی پس وہ حقیقت مین خلیفہ تھے جیساکہ خود انکا اعتراف مشہور مصدق اسکا ہی بلکہ وہ اپنی قوم کے خلیفہ تھے یا خلیفہ گر تھے یا خالف تھے جیساکہ خود اقرار اسکا کیا ہی پس وہ باختیار اپنی قوم کے یا باختیار عمر بن الخطاب خلیفہ اول ہین جیساکہ صاحب مواقف نے کہا ہی کہ ایک شخص کی بیعت سے خلافت ثابت ہوتی ہی کیونکہ ابوبکر بیعت عمر سے خلیفہ ہوے پس اس جہت سے ابوبکر خلیفہ جانتے ہین ہرچند وہ خود کہتے تھے اقیلونی اقیلونی فلست بخیرکم وعلی فیکم یعنی مجھے اٹھا دو اٹھا دو اس عہدۂ خلافت سے کہ مین تمسے بہتر نہین ہون اور حالانکہ علی ابن ابیطالب جو بہترین خلق ہین وہ تم مین موجود ہین لیکن عمر ابن الخطاب نے کسی طرح انکے کہنے کی سماعت نہ کی اور پھر خود بھی باواز بلند کہتے تھے کہ کانت بیعۃ ابی بکر فلتۃ وقی اللہ شرھا فمن عاد الی مثلہ فاقتلوہ یعنی بیعت ابی بکر کی دفعتہً بلا فکر و رویہ واقع ہوئی اور خدا نے انکی شر سے محفوظ رکھا پس جو کوئی کہ عود کرے مثل اسکے پس اسے قتل کرو دوسرے خلیفہ عمر ابن الخطاب ہین جو بڑے شک کرنے والے نبوت جناب رسالتمآب مین اور مرتاب تھے جیساکہ انکے قول سے جو روز صلح حدیبیہ کہا تھا ما شککت کشکی یوم الحدیبیہ اور انکی خلافت بنص ابی بکر واقع ہوئی وہ اپنے اعتراف سے جو لولا علی لھلک عمر کہا تھا شاید سمجھتے ہون یا انکے اتباع اب بھی خیال کرتے ہون کہ وہ اس قول کی راہ سے ہالک نہین ہین لیکن اہل بصیرت اور اولو الالباب انھین بالضرور ہالک جانتے ہین کیونکہ انھون نے یقینی علی بن ابیطالب کے حق سے انکار کیا اور بہت بدسلوکی کے ساتھ آنحضرت سے پیش آئے کیا یہ حضرات نہین دیکھتے اور سنتے قرآن مین جو حق تعالی نے فرمایا ہی افمن یھدی الی الحق احق ان یتبع امن لا یھدی الا ان یھدی فما لکم کیف تحکمون یہ امر کالنور علی شاھق الطور ہی کہ علی ابن ابیطالب علی مع الحق والحق مع علی کا مصداق تھے اور موافق اعتراف عمر ابن الخطاب ابوبکر و عمر دونون صاحب آنحضرت کے نزدیک کاذب و غادر و خائن و آثم تھے جیساکہ انکے صحاح مین وارد ہی اور انکی دشمنی اور عدوان اہلبیت علیہم السلام پر اور انکے حقوق کا غصب کرنا جسکی ہمیشہ کمین مین رہتے تھے روز وفات جناب رسالتمآب سے بخوبی ظاہر ہوا اور تفصیل ان سب امور کی انشاءاللہ مذکور ہوگی تیسرے عثمان بن عفان محرق قرآن اور سارق فرقان بادی ظلم و عدوان قتیل دار حامل نبی امیہ اشرار کے خلق کی گردن پر کہ بسبب حکمت علی عمر ابن الخطاب کے جو انھون نے وقت شوری خلافت برپا کی

اہلبیت کے لیے کی تھی خلیفہ ہوے اور وہ حکمت یہ تھی کہ عمر بن الخطاب نے اپنے مرنے کے وقت ایک تازہ بدعت کی
وہ یہ کہ چھ شخصوں مین شوری قرار دیا اور علی بن ابیطالب کو اس جماعت مین داخل کیا جناب اخوند صاحب نے کتاب
حق الیقین مین فرمایا ہی کہ وہ ایسی تدبیر کی تھی کہ یا امیر المومنین علیہ السلام مارے جائین یا بہ لاچاری عثمان کی بیعت کرین
کیونکہ حضرت امیر علیہ السلام کو عثمان و زبیر و طلحہ و عبد الرحمن بن عوف و سعد بن ابی وقاص کے ساتھ شامل کیا تھا اور کہا تھا
کہ اگر سب ایک کے ساتھ اتفاق کرین تو وہ خلیفہ ہو اور اگر اختلاف کرین تو اگر ایک طرف زیادہ ہو تو وہ کم کو مار ڈالے اور
اگر مساوی ہون اور دو شخص ایک کو اختیار کرین اور دو نفر دوسرے کو تو وہ تین نفر کہ جنمین عبد الرحمن ہو انھین اختیار کرین
اور دوسرے تین نفر کو اگر اتفاق نہ کرین تو انھین قتل کرین جب جناب امیر باہر اس جلسہ سے تشریف لاے تو آنحضرت
علیہ السلام نے فرمایا کہ اسنے اپنی تدبیر کو میرے محروم رکھنے کے لیے تمام کیا کیونکہ عبد الرحمن سعد کے چچا کا بیٹا ہی اور عثمان
عبد الرحمن کا داماد ہی تو اسنے خوب جانا تھا کہ یہ تینون شخص آپس سے جدا نہونگے انتہا سے امر یہ ہی کہ طلحہ و زبیر میرے ساتھ
ہونگے پھر جب عبد الرحمن اسطرف ہی تو یا مین مارا جاؤنگا یا کسی ایک کے ساتھ اسنے بیعت کرونگا اور آخر کار روز شوری
وہی ہوا کہ جب حضرت امیر علیہ السلام نے جملہ مناقب اپنے اہل شوری کے سامنے شمار فرماے اور سب نے تصدیق کی
باوجود اسکے عبد الرحمن نے حضرت امیر سے کہا کہ ہم آپ کے ساتھ اس شرط سے بیعت کرتے ہین کہ عمل کتاب
و سنت اور سیرت ابو بکر و عمر پر کیجیے حضرت نے فرمایا کہ مین کتاب خدا اور سنت رسول پر عمل کرتا ہون سیرت شیخین پر
عمل نہین کرتا اور یہ بات عبد الرحمن نے اسلیے کہی تھی کہ وہ خوب جانتا تھا کہ وہ جناب بدعت کرنے والون کے
طریقے پر عمل ہرگز نہ فرماوینگے اور عمل فساق کو کبھی قبول نہ کرینگے بعد اسکے اسی کلمہ کو عثمان سے کہا اسنے اسے قبول کرلیا
بعد اسکے عبد الرحمن اور سعد دونون نے عثمان کے ساتھ بیعت کی اور پھر اورون نے بھی بجبر بیعت کی پھر انھین تیسرے
خلیفہ کہتے ہین جو محض عمر ابن الخطاب کی تدبیر سے خلیفہ کیے گئے حق علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے برباد کرنے کو اور جب
عثمان کے ظلم اور انواع فسوق اور بدعتین زیادہ از حد گذرین تو صحابہ نے اتفاق کر کے انھین مارا اور جناب امیر المومنین
علیہ السلام کے ساتھ کہ خلیفہ برحق تھے سب نے بیعت کی اسی لیے آنحضرت کو خلیفہ چہارم کہتے ہین چوتھے
اسد اللہ الغالب مفرق الکتائب علی ابن ابیطالب الصابر فی الکربات والمصائب صلواۃ اللہ وسلامہ علیہ وعلی الہ الاطائب
کہ وہ حضرت حقیقت مین ارشاد صدق بنیاد علی مع الحق معہ یدور حیث ما دار کا مصداق ہین اور واقع مین یہ
خلیفہ بنص خدا و رسول ہین اور جب سے کہ حق تعالی نے نبوت جناب رسالتمآب کی تقدیر فرمائی اسی دن سے
یہ خلافت بھی مقدر ہوئی لیکن حضرات اہلسنت نے بہ نسبت انکے اسقدر تاخیر فرمائی کہ چوتھی مرتبہ مین اسکا اظہار کیا
وہ بھی اسطرح کہ جو قول ملا علی قاری سے ظاہر ہوا اور طائفہ نواصب نے اس طبقہ سے توجہ کیا اور کہتے ہین وہ ظاہر ہی
اور مقدمہ مین اس کتاب کے مذکور ہی پانچوین خلیفہ انکے رئیس باغیان اور افسر طاغیان معاویہ بن ابی سفیان جو

علی المشہور بین الجمہور لکھتی ہی لڑائیان امیر مومنان سے لڑکر مصداق حدیث حرب علی حربی کے ہین جنکی نسبت وہ کہتے ہین کہ انه خلیفة حق بعد مصالحه الحسن و نزوله له علی اختلاف فیه و لیکن مصنف صواعق کی تحقیق جو موافق تحقیق فتح الباری اور ملا علی قاری کے ہی وہ یہ ہی کہ اُسنے کما ہو ان المجتہد اذا اخطا لا یلام فله اجر واحد و لعلی اجران فهو بعد مصالحة الحسن خلیفه حق امام صدق چھٹے خلیفہ و امام اُنکے سالک مسالک ہاویہ یزید ابن معاویہ ہین جنکے کفر و اسلام مین خود حضرات اہلسنت مین اختلاف ہی اِس شخص کو اُسکے باپ کی نص کے موافق اور بسبب اجماع اہل حل و عقد کے جو اُس اجماع سے بھی جو خلافت خلفائے اربعہ پر ہوا تھا بہت زیادہ ہی خلیفہ جانتے ہین ضوابط حضرات اہلسنت کا مقتضا یہی ہی کیونکہ اہلسنت کے یہان ثبوت خلافت حقہ تین طرح پر ہوتا ہی اول با جماع اہل حل و عقد جیسا جناب ابوبکر پر ہوا تھا دوسرے بنص خلیفہ سابق پر لاحق جیسا کہ حضرت عمر ابن الخطاب کے لیے ہوا تیسرے بشوکت و غلبہ جیسا کہ معاویہ کے لیے ہوا تھا اور تینون باتین یزید ابن معاویہ کو حاصل ہوئی تھین سو اسطے کہ معاویہ نے نص کیا تھا اُسکی خلافت پر اور مسلمین مہاجرین و انصار نے اجماع اُسکی بیعت پر کیا اور شوکت تو اُسکی ظاہر ہی کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کو مع اٹھارہ شخصون کے بنی ہاشم سے شہید کیا پس یزید سے کون شخص زیادہ تر خلیفہ بحق اہلسنت و جماعت کے واسطے ہوگا و لا ینبئك مثل خبیر اور اسی راہ سے عبد اللہ بن عمر نے موافق روایت صاحب جامع الاصول کے جب دیکھا کہ اہل مدینہ نے بیعت یزید بن معاویہ کو خلع کیا تو اپنے حشم اور اولاد کو جمع کیا اور کہا کہ مین نے پیغمبر خدا سے سنا تھا کہ فرماتے تھے کہ برپا کیا جاتا ہی ہر غدر کرنے والے کے لیے ایک علم روز قیامت کو اور بیشک ہمنے بیعت کی ہی اِس مرد کے لیے ساتھ بیعت خدا اور رسول خدا کے اور بدرستیکہ مین نہین جانتا کسی غدر کو زیادہ اِس سے کہ بیعت کیجاے کسی مرد کے ساتھ اوپر بیعت خدا اور اُسکے رسول کے اور بعد اُسکے پھر اُسکے لیے قتل و قتال برپا کیا جاے اور بتحقیق کہ مین نہین جانتا کسی ایک کو کہ خلع کرے اُس سے یا اُسکی متابعت اِس امر مین کرے الا کانت الفیصل بینی و بینه اخرجه البخاری جبکہ خلع کیا یزید کو اور مجتمع ہوے عبد اللہ بن مطیع پر تو آیا اُسکے پاس ابن عمر پس کہا عبد اللہ بن مطیع نے کہ بچھاؤ واسطے ابی عبد الرحمن کے فرش اور تکیہ رکھو پس کہا عبد اللہ ابن عمر نے کہ مین نہین آیا تیرے پاس اسلیے کہ بیٹھون آیا ہون تیرے پاس اسلیے کہ حدیث کرون تیرے پاس ساتھ اُس حدیث کے جو سنی ہی مین نے رسول خدا سے کہ فرماتے تھے کہ جو کوئی خلع کرے اپنے ہاتھ کو طاعت سے وہ ملاقات کریگا خدا سے روز قیامت کو حالانکہ کوئی حجت اُسکے واسطے نہوگی اور جو کوئی کہ مرجاے اور گردن مین اُسکے کوئی بیعت نہو وہ موت کفر پر مریگا اخرجه مسلم حضرات منصفین بنظر انصاف ذرا دیکھین کہ اسقدر حشم و اہتمام جو عبد اللہ بن عمر نے اُس شخص کی بیعت کے لیے کیا جسے اسلام سے بھی بہرہ نہ تھا چہ جاے اُس عدالت کے جسے حضرات اہلسنت عصمت کے عوض مین امام کے لیے براے نام اعتبار کرتے ہین اور پھر اُسکے ساتھ عقائد مین یہ بھی تصریح کرتے ہین کہ امام فسق کے باعث سے معزول نہین ہوسکتا پھر اگر اسلام نام کے لیے بھی رکھتا ہو اور اُسکے ساتھ جو کچھ قتل و غارت ذریت رسول کی جنکی مودت ضروریات اسلام سے ہی اُس سے ظاہر ہو تو وہ اگرچہ

واقع مین ایمان مین قادح ہو لیکن حضرات اہلسنت کے نزدیک خلافت کو مضر نہین ہو سکتی اسلیے انکے بڑے عالم
صاحب فتح الباری نے کہا ہے ولم ینتقط للحسین ما بلیق قبلغ لك اور بعض سے انکے منقول ہے کہ قتل الحسین بسیف جدہ
خدا پناہ مین رکھے ایسے اقوال باطلہ سے بالجملہ جو ظلم و بیداد کہ اُس سے اہل مدینہ پر گذرے اور استخفاف اُس شہر معظم کا
ہوا جسکا احترام اہل اسلام کو لازم ہے اور وہ حکایتین مشہور ہین لیکن یہ بھی خلیفہ ثانی کے صاحبزادے کے نزدیک کوئی
تہمت اسکے عزل کے لیے کافی نہوئی بلکہ اسکے منکر امامت کی موت کو موت جاہلیت قرار دیا سبحان اللہ کیا اچھا خلیفہ تھا
اور کیسا امام تھا جسکی شان مین علماے اعلام حضرات اہلسنت کے کیا کیا کلام ہین اور جناب خیر الانام علیہ و علی آلہ السلام نے
کیا کیا خبرین پیشتر سے فرمائین چنانچہ بطور نمونہ کچھ کلام علماے حضرات اہلسنت کو نقل کرتا ہون شیخ ابن حجر نے کہا ہے
اور خلاصہ کلام انکا یہ ہے کہ اہلسنت نے اختلاف کیا ہے یزید ابن معاویہ کے کفر مین جبکہ وہ ولیعہد اپنے باپ کا ہوا بعد اسکے
مرنے کے پس ایک طائفہ نے یہ اختیار کیا ہے کہ وہ کافر تھا بجہت قول سبط ابن جوزی وغیرہ کے جو مشہور ہے کہ جب
سر مبارک امام حسین علیہ السلام کا اسکے پاس لاے تو اُسنے اہل شام کو جمع کیا وکان ینکت بالخیزرانہ راسہ یعنی جو لکڑی
خیزران کی اسکے ہاتھ مین تھی اُس سے سر مبارک کو آنحضرت کے زخمی کرتا تھا اور ابن زبعری کے اشعار پڑھتا تھا جو
مشہور ہین لیت اشیاخی ببدر شہدوا الخ اور دو شعر آگے ہین اور اضافہ کیے تھے جن سے ظاہر ہوتا ہے کفر صریح اسکا اور وہ یہ ہین
علی ما رواہ مصنف کتاب المبین لعبت ہاشم بالملک فلا خبر جاء ولا وحی نزل لیت اشیاخی ببدر شہدوا جزع الخزرج من وقع
الاسل لاہلوا واستہلوا فرحا و لقالوا یا یزید لا تشل فجزیناہم ببدر مثلہا واقمنا مثل بدر فاعتدل لست من خندف ان لم انتقم من بنی احمد ما کان فعل
اور بعض روایات مین ہے کہ آخر مین جو زیادہ کیا اُسنے وہ یہ شعر تھا وکذاک الشیخ اوصانی بہ فاتبعت الشیخ فیما قد سال حل بعض
الفاظ کا جو ان اشعار کفار آثار مین ہے یہ ہے جزع صبر کی نقیض ہے اور خزرج قبیلہ کا نام ہے جو انصار کے دو قبیلہ تھے ایک
خزرج اور دوسرا اوس اور اسل کے معنی تیزی کے ہین اور خندف بخا معجمہ و نون و ذال معجمہ و فا الیاس بن مضر کی زوجہ کا
نام ہے کہ اُسے لیلی بھی کہتے تھے اولاد الیاس اُسکی طرف منسوب ہوئی ہے اور اصل خندفہ اُس راہ چلنے کو کہتے ہین جو ہرولہ کی طرح
راہ چلین یعنی زمین پر اچھلتے ہوے قدم رکھین چونکہ وہ اسطرح چلتے تھے اسلیے اُسے خندف کہا گیا اور وہ ان بنی امیہ
ملاعین کی مان تھی اور ترجمہ لفظی انکا یہ ہے لعبت ہاشم بالملک فلا خبر جاء ولا وحی نزل کھیل کیا تھا بنی ہاشم نے ملک کے ساتھ
نہ کوئی خبر آئی تھی اور نہ وحی نازل ہوئی تھی یعنی رسالت وغیرہ سب جھوٹ تھی لیت اشیاخی ببدر شہدوا جزع الخزرج
من وقع الاسل کاش کہ بزرگ ہمارے جو جنگ بدر مین مارے گیے آج ہوتے اور دیکھتے خوف و اضطراب بنی خزرج کا
نیزون کے پڑنے سے یعنی دیکھتے کہ کسطرح اصحاب امام حسین علیہ السلام مقتول ہوے لاہلوا واستہلوا فرحا و لقالوا یا
یزید لا تشل ہر آئینہ خوشی مین اگر شور کرتے اور کہتے کہ اے یزید تیرا ہاتھ کبھی شل نہو یعنی تو نے خوب بدلا لیا روز بدر کا
فجزیناہم ببدر مثلہا واقمنا مثل بدر فاعتدل بس پلٹا لیا ہمنے اُنسے عوض بدر کا مثل بدر کے اور برپا رہے ہم مثل بدر کے پس

برابر ہوے یعنی جسطرح وہ لوگ بدر مین غالب ہوے تھے اسی طرح آج ہم غالب ہوے اور وہ ہم برابر ہوگئے لست
من خندف انتقم من بنی احمد ماکان فعل نہون مین اولاد خندف سے اگر بدلا نہ لون مین آل محمد سے اُس چیز کا جو اُنھون نے
کیا تھا یعنی جسطرح سے اُنھون نے ہمارے آبا کو قتل کیا تھا اسی طرح اگر مین انکی اولاد کو قتل کرتا اور بدلا نہ لیتا تو مین
بنی خندف سے نہوتا وکذلک الشیخ اوصانی به فاتبعت الشیخ فیما قد سئل اور اسی طرح میرے شیخ و استاد نے مجھسے
وصیت کی تھی پس بجا لایا مین اس امر کو جسکے لیے اُسنے مجھسے فرمائش کی تھی فقط اور یہ شعر بھی اسکا مصداق ہی اس روایت کے
جو آئندہ اسکے حال مین لکھی جائیگی انشاء اللہ تعالی اور ابن جوزی سے انکے بیٹے نے حکایت کی ہی کہ وہ کہتے تھے کہ ابن زیاد نے
جو ظلم و بیداد اور قتل و قتال کیا اس سے کچھ تعجب نہین ہی لائق عجب یہ ہی کہ یزید نے اہلبیت رسالت کو کیونکر مخذول کیا
اور امام حسین علیہ السلام کے دانتون پر کیونکر وہ لکڑی جو اسکے ہاتھ مین تھی ماری اور آل رسول کو قید و اسیر کرکے
شتران بے کجاوہ پر سوار کیا اور اسی طرح اور اعمال قبیحہ اُس ملعون کے جو مشہور ہین اُنھین نقل کیا خصوصا یہ فقرہ ابن
جوزی کا دیکھنے کے قابل ہی ورده راس الحسین الی المدینة وقد تغیرت ریحه یعنی پھر بھجوانا اسکا سر شریف امام حسین علیہ السلام
کو مدینہ منورہ مین جن حالون کی بو اسکی متغیر ہوگئی تھی کیون حضرات یہ نواسے کا سر اس ہیئت نانا کے دیکھنے کو بھیجا تھا
اور ایک نسخہ مین الی مکہ ہی بالجملہ اسکے بعد ابن جوزی نے کہا ہی و ما کان مقصوده الا الفضیحة فی اظهار الراس افیجوز ان
یفعل هذا بالخوارج الیس باجماع المسلمین ان الخوارج والبغاة تکفنون ویصلی علیهم ویدفنون ولو لم یکن فی قلبه احقاد جاهلیة و
اضغان بدریة لاحترم الراس لما وصل الیه وکفنه ودفنه واحسن الی آل الرسول انتهی کلامه یعنی مقصود یزید پلید کو اس فعل زشت سے کچھ اور
نہ تھا مگر استخفاف و فضیحت اظہار راس شریف مین آیا جائز ہی کہ خوارج کے ساتھ بھی ایسا معاملہ کیا جاسکے آیا اتفاق نہین
کیا ہی مسلمانون نے اس امر پر کہ خوارج کو اور باغیون کو کفن کرتے ہین نماز اُنپر پڑھتے ہین اگر اسکے دل مین کینہ جاہلیت
اور روز بدر کی عداوتین نہوتین یعنی حال کفر قدیم پر نہوتا تو ہر آئینہ سر شریف کا احترام کرتا اور اُسے کفن کرتا اور دفن کرتا اور
آل رسول کے ساتھ حسن سلوک کے ساتھ پیش آتا پھر ابن حجر نے باین ہمہ کہا ہی کہ ایک جماعت نے اہلسنت سے کہا ہی
کہ یزید کافر نہ تھا اسلیے کہ کوئی چیز اُن اسباب سے جو کفر کا موجب ہوتے ہین اُس سے ثابت نہین ہوئی اور اصل اُسکا
باقی رہنا اسلام پر ہی انکی یہان تک کہ کہا ہی کہ اسی جگہ سے ہی کہ ایک جماعت نے محققین اہلسنت سے کہا ہی کہ انکا
طریقہ قویمہ درباب یزید وہ ہی کہ اسکے بارے مین توقف کرین اور اسکے امر کو سپرد بخدا کرین پھر یہ کہکر کہا ہی وعلی القول
بانه مسلم فهو فاسق شریر سکیر جائر کما اخبر به النبی فقد اخرج ابو یعلی فی مسنده عن ابی عبیدة قال قال رسول الله لا
یزال امر امتی قائما بالقسط حتی یکون اول من یثلمه رجل من بنی امیة یقال له یزید یعنی ابن حجر نے کہا ہی کہ جب اسکے اسلام کے بھی قول کو
صحیح جانین جب بھی وہ ایک فاسق شریر اور شراب خوار اور ستم کرنے والا تھا جیسا کہ خبر دی ہی اسکے ساتھ پیغمبر خدا نے
پس بدرستیکہ ابو یعلی نے اپنی مسند مین بسند ضعیف ابو عبیدہ سے روایت کی ہی کہ رسول خدا نے فرمایا کہ ہمیشہ میری

اُست کا امر راستی و استقامت اور عدل و انصاف کے ساتھ رہیگا یہان تک کہ اول وہ شخص جو رخنہ ڈالیگا وہ ایک شخص بنی امیہ سے ہوگا کہ اُسے یزید کہتے ہونگے اب اِس جگہ لائق غور ہی کہ جو فاضل مذکور نے اِس روایت کو مقید بہ ضعف کیا ہی اِس سے اگر مراد یہ ہی کہ ضعیف ہی تو پھر اُسے استدلال کی کیا وجہ ہی اور اگر احتجاج کے لائق ہی گو بانضمام اور قرینون کے ہو اور اِس جہت سے اُسے تمسک کیا تو پھر اِس فقرہ لایزال امر امتی کو جو اِس حدیث مین ہی اُسی فقرہ لایزال امر الاسلام قائما او مینحا سے جو احادیث صحیحہ مستفیضہ مین کہ متضمن اثنا عشر خلیفہ کو ہین وارد ہوا ہی انداز کرنا چاہیے اور اُس عدد شریف مین جو علماے حضرات اہلسنت نے اِس یزید کو بھی شمار کیا ہی جسکی نسبت خود انھین کے طریقے کے موافق وہ حدیث ابویعلی کی سند سے وارد ہوئی دیکھنا چاہیے کہ کسقدر ناانصافی ہی اور پھر ابن حجر نے اپنی تائید مذہب مختار کے لیے بہ نسبت اِس فاسق شراب خوار کے دوسری حدیث اپنے طریقہ سے نقل کی ہی واخرج الرویانی فی مسندہ عن ابی الدرداء قال سمعت النبی یقول اول من یبدل سنتی رجل من بنی امیة یقال له یزید انتھی کلامہ یعنی روایت کی رویانی نے اپنی مسند مین ابی درداء سے کہ کہا اُسنے سُنا مین نے پیغمبر کو کہ فرماتے تھے پہلے جو میری سُنت کو بدلیگا وہ ایک شخص بنی امیہ سے ہوگا کہ اُسے یزید کہتے ہین پوشیدہ نہ رہے کہ شیخ ابن حجر نے حدیث اوّل کو تو ضعیف السند بھی کہا تھا لیکن لائق احتجاج تھی جب تو اُسے احتجاج کیا تھا لیکن اِس روایت مین وہ ضعف سند بھی نہین ہی پھر اب غور کرنا چاہیے کہ جسے پیغمبر خدا مبدل سُنت فرماوین وہ اِس لائق ہی کہ عدد شریف اثنا عشر خلیفہ مین شمار کیا جاے اور ایسے ایسے امام و خلیفہ سے دوازدہ امام علیہم السّلام کا شیعون کے مقابلہ کیا جاے اور وہ نصوص اُن منافقین و فساق کے حق مین مراد لیجائین جنھین خود اُنکے علما بھی اچھا نہین کہہ سکتے اور مجبوری کفر و فسق کا اُنکے اقرار اور ظلم و بیداد کا اُنکے اعتراف کرتے ہین مبدل سُنت جو زبان نبی ہی سے خلیفہ و امام بناتے ہین اور پھر اپنے تئین اہلسنت جانتے ہین فاضل سعد الدین تفتازانی نے شرح مقاصد مین جو کہا ہی لفظ اُسکے یہ ہین ان ما وقع بین الصحابة من المحاربات والمشاجرات علی الوجه المسطور فی کتب التواریخ والمذکور علی السنة الثقات یدل بظاهره علی ان بعضهم قد حاد عن الحق وبلغ حد الظلم والفسق وکان الباعث علیه الحقد والعناد والحسد واللداد وطلب الملک والریاسة والمیل الی اللذات والشهوات اذ لیس کل صحابی معصوما ولا کل من لقی النبی بالخیر موسوما الا ان العلماء لحسن ظنهم باصحاب رسول اللّٰه ذکروا لها محامل وتاویلات بها یلیق وذهبوا الی انهم محفوظون عما یوجب التضلیل والتفسیق صونا لعقائد المسلمین من الزیغ والضلالة فی حق کبار الصحابة سیما المهاجرین منهم والانصار المبشرین بالثواب فی دار القرار واما ما جری بعدهم من الظلم علی اهل بیت النبی فمن الظهور بحیث لا مجال للاخفاء ومن الشناعة بحیث لا اشتباه علی الآراء ویکاد تشهد به الجماد والعجماء ویبکی له من فی الارض والسماء وتنهد منه الجبال وتنشق منه الصخور ویبقی سوء عمله علی کر الشهور ومر الدهور فلعنة اللّٰه علی من باشر او رضی او سعی ولعذاب الآخرة اشد وابقی فان قیل من علماء المذهب من لا یجوز اللعن علی یزید مع علمهم بانه یستحق ما یربو علی ذلک ویزید قلنا تحامیا علی ان یرتقی الی الاعلی فالاعلی کما هو شعار الروافض خذلهم اللّٰه حیث یروی فی ادعیتهم ویجری فی اندیتهم فرای المعتنون بامر الدین

انجام العوام بالکلیہ طریقا الی الاقتصاد فی الاعتقاد بحیث لا تزال الاقدام عن السواء ولا تضل الافہام بالاہواء والا فمن یخفی علیہ الجواز و الاستحقاق فکیف لا یخفی علیہما الاتفاق الخ یعنی جو کچھ کہ صحابہ رسول مین لڑائیان اور تکراریں اور نزاعین واقع ہوئین اس وجہ سے کہ تاریخون کی کتابون مین مسطور اور معتبرین و ثقات کی زبانون پر مذکور ہین وہ اپنے ظاہر حال سے دلالت کرتی ہین اس امر پر کہ بعض نے انمین سے حق سے تجاوز کیا اور ظلم و فسق کی حد کو پہونچے اور اسکا باعث یہ تھا کہ انمین کینہ اور دشمنی اور بعض حسد تھا اور ملک و ریاست کی طلب مین سرگرم تھے اور لذتون اور شہوتون کی طرف مائل و مفتون تھے اور یہ بات اسلیے کی گئی ہی کہ ہر صحابی معصوم نہ تھا اور نہ یہ بات ہی کہ جسنے پیغمبر سے ملاقات کی وہ موسوم بہ نیکی ہوجائے عاقل پر پوشیدہ نہوگا کہ حق اپنا جلوہ ہر جگہ دکھاتا ہی یہ فقرہ ولیس کل صحابی معصوما صاف مشعر ہی کہ بعض معصوم بھی تھے جیساکہ شیعہ کہتے ہین پھر فاضل مذکور نے کہا ہی مگر یہ کہ علمانے بسبب اپنے حسن ظن کے جو صحاب کے ساتھ تھا ذکر کیا افعال شنیعہ صحاب کے لیے محامل اور تاویلین انکی ایسی کین جو لائق تھین اور گئے علما سب اس طرف کہ صحاب محفوظ ہین ان امور سے جو موجب گمرہی اور فاسق گردانی کا ہی اور یہ اسلیے کہ تا عقائد کو مسلمانون کے شبہہ و ضلالت سے بچائین بڑے صحابون کے حق مین خصوصًا جو انمین سے مہاجرین و انصار تھے کہ وہ بشارت دیے گئے ہین ساتھ ثواب کے دار آخرت مین حقیقت امر دیکھنے والے پر پوشیدہ نہ رہے گی کہ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہی کہ واقع مین اصحاب کے افعال برے اور بد تھے مگر علمانے انمین تاویلات کرکے نیک بنا دیا ہی تاکہ مریدون کے آگے اپنا رنگ نہ پکڑے اور یہ خصوصیت چھوٹے صحابون کی نہین ہی بلکہ بڑے صحابون کے بھی افعال ایسے تھے کہ زیادہ انکی پردہ پوشی کے لیے اہتمام ہوا ہی والا اشتراک فعلی انمین بھی بری نہین ہونے دیتے تھے اب محل انصاف ہی کہ یہ فعل جو انکے علما سے ہوا یہ برے کو اچھا بناکے دکھاتا ہی اور ناحق کا حق بناتا ہی اور نفاق و فسق کا چھپاتا ہی اور گمراہ کرتا ہی خلق کا یا عقائد مسلمین کا بچاتا ہی فاعتبروا یا اولی الابصار پھر فاضل مذکور نے کہا ہی اور لیکن جو کچھ کہ بعد صحابہ کبار کے ظلم و ستم اہلبیت رسول پر گذرا پس وہ ظہور مین اس مرتبہ کو پہونچا ہوا ہی کہ اسکے چھپانے کی مجال باقی نہین ہی اور شناعت کا اسکی ایسا یقین سب کو ہی کہ اب خلق کے دلون مین مشتبہ نہین کر سکتے اس سے صاف ظاہر ہی کہ اگر اب بھی ممکن ہوتا تو علما اسے بھی چھپا ڈالتے اور دلون مین خلق کے مشتبہ کر دیتے جیساکہ بہ نسبت افعال شنیعہ اصحاب کے کیا اور کرتے ہین واقع مین یہ ہی کہ یہانتک فاضل تفتازانی کی تقریر مشتمل انصاف پر ہی جو کلمات حق کو حق تعالی نے انکی زبان پر جاری فرمایا ہی والا عبد القادر جیلانی کا عاشورے کی نسبت یہ حکم دینا کہ اسے روز عید و سرور گردانین نہ روز حزن و ماتم اور اسی طرح صاحب صواعق کا روز عاشورہ کو روز ماتم گردانسے سے منع کرنا یہ کہکر کہ بدعت ہی اور حضرات اہلسنت کا بے پروا ہونا مجالس عزائے خامس آل عبا سے اور اعماض عین ذکر مصائب سے اسی لیے ہی کہ تا رفتہ رفتہ ان ظلمون کو سب بھول جائین اور اس ظہور کو لباس خفا اور پوشیدگی پہنائین جیساکہ اگلے قصون کو مخفی و مشتبہ کر دیا پھر فاضل مذکور نے علت ظہور کے بیان مین

کہا ہی کہ یہ اسلیے ہی کہ قریب ہی کہ گواہی دین اُسکے ساتھ جمادات اور حیوانات بے زبان اور روئین اسلیے واسطے زمین و
آسمان اور پارہ پارہ ہو جائین اُس سے پہاڑ اور پھٹ جائین اس سے سخت پتھر اور باقی رہے بدی اُسکی عمل کے
گذرنے تک شہور کے اور منقضی ہونے دہور کے پس لعنت خدا ہو اُسپر کہ جو ان حرکتون کا مباشر ہوا یا اُنکے ساتھ راضی ہوا
یا اُسمین سعی کی اور ہر آئینہ عذاب آخرت بہت سخت ہی اور باقی رہنا اُسکا بہت ہی اب بہت مقام حیف و تاسف
کا ہی کہ آیا حضرات اہلسنت یہ سمجھتے ہین کہ اُمور دین کی استقامت اہلبیت رسول کے استیصال مین ہی اور جسقدر انھین
محروم کرین اور اُنکے حقوق اور مقامات کو مٹائین وہ باعث رضاے الٰہی کا ہوگا اور افضل عمل ملت اسلام مین
مخالفت اہلبیت ہی یا دیدہ و دانستہ اخفاے حق مین اور اتلاف حقوق مین اہلبیت رسالت کے کوشش کرتے ہین
کہ ایسے شخص کو پیغمبر خدا کے بارہ خلفا مین شمار کرتے ہین آخر کچھ خوف خدا یا خلق سے بھی کچھ شرم ضرور ہی
پھر فاضل مذکور نے بعد اس کلام کے ایک طرفہ سخن کہا ہی کہ اگر کوئی یہ کہے کہ بعض علماے مذہب سنی ہین
کہ جو یزید پر لعن کرنا تجویز نہین کرتے باوجود اسکے کہ وہ جانتے ہین کہ وہ مستحق اُن چیزون کا ہی جو لعن سے بھی بہت زیادہ ہی
تو ہم اُسکے جواب مین کہینگے کہ منع کرنا یزید پر لعنت کرنے سے از راہ احتراز ہی اُس ترقی سے کہ جو ادنی سے اعلی تک ہو جاے
یعنی بنابر سد باب لعن معاویہ اور اصحاب ثلثہ کے ہی بسبب حفاظت عرض صحابہ کبار کے جیساکہ روافض کا شعار ہی
کہ وہ اپنی دعاؤن مین لعن کو نقل کرتے ہین اور اپنی مجلسون مین اُس طریقے کو جاری رکھتے ہین پس جو اشخاص کہ امر
دین مین انھین توجہ زیادہ تھی انھون نے یہ مناسب دیکھا کہ بالکلیہ عوام کا منھ بند کیا جاے اسطرح کہ پاؤن راہ راست سے
زائل نہونے پائین اور افہام بسبب خواہشون کے گمراہ نہون والا وہ کون شخص ہی جسپر یہ پوشیدہ ہی کہ اُسپر لعنت کرنا جائز ہی
اور وہ مستحق لعن کا ہی اور کیونکر اُسکے جواز اور استحقاق لعن پر اتفاق نہ واقع ہو سبحان اللہ باوجود جواز و استحقاق لعن پھر لعنت
کی تجویز اسلیے نہین کرتے اور سب کا منھ بند کرتے ہین کہ تا ترقی کرتے کرتے لعن دور تک نہ پہونچ جاے کہ اس صورت مین یہ
خلاف اُس اعتقاد کے ہوگا جو بہ نسبت صحابہ کبار کے رکھتے ہین لیکن مبدل سنت اور مستحق لعن کے خلیفہ و امام گردانتے کی
بارہ خلفاے نبی مین شمار کرنے کی کیا ضرورت تھی ہان شائد سبب اسکا یہ ہوگا کہ اگر اسے خلیفہ و امام نہ کہین تو ایک
تو جو مقصود اس شمار سے یہ ہی کہ وہ نصوص مستفیضہ جو درباب ائمہ اثنا عشر علیہم السلام وارد ہین اور انھین بگاڑکر
اپنے مطلب کے موافق کرنا چاہتے ہین یہ فوت ہوگا دوسرے اگر بوجہ فسق و ظلم اُسے خلافت سے معزول کرین تو جیسا
تجویز لعن سے انکے خوف ترقی لعن کا ایک ادنی سے اور اعلاؤن تک تھا اُسی طرح اگر اُسے معزول کرین تو اور صحابون کو بھی
جنکا اشتراک ان افعال مین ثابت ہو معزول کرنا ہوگا اور وہ خلاف عصبیت اور حمیت مذہب ہی بنا وہ انکی تعصب و
عناد ہے کہ راہ حق کو نہین دیکھنے دیتے واضح ہو کہ جو ترقی کرنا شیعون کا اصحاب پر لعن کرنے مین فاضل مذکور نے لکھا ہی
وہ بے سبب نہین ہی بلکہ اُسکے اسباب وہی ہین جو فاضل مذکور نے انکا اعتراف خود کیا ہی کیونکہ شیعہ بھی یہ کہتے ہین کہ

سب صحابی پیغمبر خدا کے معصوم اور اچھے نہ تھے پھر جنکی عصمت ثابت ہوئی انھین معصوم کہتے ہین جنکی نیکیان واضح ہوئین انھین اچھا کہتے ہین جنکی برائیون کا یقین ہوا انھین برا کہتے ہین اور کیونکر برا نہ کہین کیونکہ جن ظلمون کے اور بیدادون کے باعث سے فاضل مذکور نے یزید پر لعن کو تجویز کیا اُسے شیعہ یہ سمجھتے ہین اور کہتے ہین کہ حقیقت مین یہ تخم فساد اُس دن بو یا گیا جس روز سقیفہ مین شوری خلافت کا ہوا ورنہ کسکی طاقت تھی کہ مسلمان ہوکر خلاف کتاب و سُنت کرتا لیکن جب دیکھا کہ اصحاب نبی نے بعد وفات اُن جناب کے وصیت پیغمبر کو اپنے پیٹ کے پیچھے ڈالا اور حقوق اہلبیت رسالت کو برباد کیا اور ظلم و بیداد کی بنیاد قائم کی تو روز بروز دشمنان دین کی جسارتین بڑھتی گئین یہان تک کہ بنی امیہ کو مالک رقاب مسلمین کیا جیسا کہ شیخ ابن حجر نے کہا ہی ولقد استعمل معاویۃ عمر وعثمان وکفاہ ذلک شرفا یعنی شرافت مین معاویہ کے کافی ہی یہ امر کہ عمر و عثمان نے اُسے کار حکومت کے لیے منتخب و مامور کیا تھا اور تفصیل اسکی فاضل مذکور نے اسطرح بیان کی ہی کہ جب ابو بکر نے فوجین شام کی طرف بھیجا ئین تو معاویہ اپنے بھائی یزید ابن ابی سفیان کے ساتھ گیا جب اُسکا بھائی مرا تو اُسنے اپنی جگہ پر اُسے شام کا حاکم کیا اور عمر نے اُسے اُس حکومت پر برقرار رکھا بعد اُسکے عثمان نے بھی عمر کی پیروی اور تاسی سے اُسے بحال رکھا اور سب ملک شام کو اُسکے لیے جمع کیا پس بیس برس تک وہ ملک نواحی شام کا امیر رہا اور بلا معارض سریر خلافت پر بیس برس بیٹھا کعب الاحبار نے کہا ہی کہ اِس اُمت سے کوئی اتنی مدت تک صاحب ملک نہین رہا پس اِس مدت دراز تک کہ اُسکی حکومت کی بنیاد مستحکم ہوئی بمفاد ان الانسان لیطغی ان راہ استغنی روز بروز اُسکی سرکشی اور طغیان زیادہ ہوا یہان تک کہ امام زمان سے جو وصی حقیقی پیغمبر کے تھے آمادہ جنگ ہوا اور مقابلہ کیا اور عثمان کے خون کا عوض لینے کے بہانے سے باوجود اسکے کہ وہ اُسکا ولی دم نہ تھا شوران و شورش مین انکو محاربات بیجا کیے کہ اُسے حضرات اہلسنت خطاے اجتہادی پر حمل کرکے اُسے اِس فاحش خطا مین ایک ثواب کا مستحق قرار دیتے ہین اور یہ بات کسقدر روا ہی اور صریح البطلان ہی کیونکہ پیغمبر نے علی ابن ابیطالب کے لیے نص حربک حربی فرمائی تھی اب نص کے مقابل اور امام کے ساتھ مقابلہ کرنے مین اجتہاد کو کہان گنجائش ہی ہرگز یہ اجتہاد نہین ہی بلکہ آتش فتنہ و فساد کا اشتعال ہی جو اُسکی خصومت اور عناد کامل کے باعث سے جو اُسے بہ نسبت اہلبیت رسالت کے حاصل تھا ہوا اور انھین محاربات مین سے جنگ صفین مین اُسنے عمار بن یاسر صحابی رسول خدا کو قتل کیا اور بمفاد یا عمار تقتلک الفئۃ الباغیۃ یعنی اے عمار تجھے قتل کریگا لشکر باغی اُسکی سرکشی اور بغاوت سب پر واضح و آشکار ہوئی پس اُس سے سرکشی یعنی اپنے بیٹے یزید پلید کے واسطے عقد خلافت باندھا اور انجام اُسکا وہی ہوا جو سب کو معلوم ہی کہ اہلبیت رسالت اور آل رسول کا ایسا استیصال ہوا کہ پھر انھون نے روے قوت نہ دیکھا جیسا کہ شاعر نے کہا ہی افسوس ہی کربلا مین گھر زہرا کا ایسا اُجڑا کہ پھر نہ آباد ہوا اب وہ اثر ظلم اب تک باقی ہی اور باقی رہیگا دنیا مین جب تک کہ حق تعالی صاحب العصر و الزمان علیہ السلام کو خلق مین ظاہر فرماوے اور وہ حضرت اِس ظلم کا انتقام ظلمہ سے

فرماوین اللھم عجل فرجه وسھل مخرجه واجعلنی من الطالبین بثار الحسین مع ولده صلوات الله علیه وانصره نصراً عزیزاً وافتح له فتحاً قریباً وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون
جناب سید سند نے مولانائے مجلسی سے کہ انھون نے دسوین جلد مین بحار کی اور مرزا محمد صاحب دہلوی سے کہ انھون نے
نصرت المومنین الابرار مین فاضل بلادری سے جو اعاظم محدثین اہلسنت سے ہی روایت کی ہے نقل کیا ہی حاصل اسکا
یہ ہی کہ جب حضرت ذبیح اللہ حسین ابن علیؑ درجہ شہادت سے فائز ہوے تو عبد اللہ بن عمر نے بھی باوجود اس
تعصب کے جو تعین یزید کی خلافت کے بارے مین تھا اور مذکور ہوا لیکن اظہار حمیت اسلام کے لیے گستاخی
اپنے امام کی خدمت مین اختیار کر کے یزید کو لکھا کہ اما بعد تحقیق کہ رزیت عظیم ہوئی اور بہت زیادہ ہوئی مصیبت
اور حادث ہوا رخنہ عظیم اسلام مین اور کوئی روز اس روز کی برابری شدت مصیبت مین نہین کر سکتا جو
روز قتل حسین ہی فقط یہ کتابت انکی دیکھکر انکے خلیفہ اور امام زادے کو عتاب اور غصہ آیا اور جواب مین اسکے اسطرح
پاسخ آرا ہوا کہ اما بعد ای احمق بدرستیکہ مین آیا ہون ان گھرون کی طرف جو برپا تھے اور بنی ہوے تھے اور فرش
انمین بچھے ہوے آراستہ تھے تکیے ان فرشون کے اوپر رکھے ہوے تھے پس مین نے مقاتلہ انکے واسطے کیا
پس اگر وہ حق ہمارا تھا تو ہمنے اپنے حق پر مقاتلہ کیا اور اگر وہ حق ہمارے غیر کا ہی تو تیرا باپ اول اسکا ہی جسنے
اس سنت کی بنا ڈالی اور اہل حق سے حق کو لیا پوشیدہ نہ رہے کہ جو شعر یزید بن معاویہ سے منقول ہو چکا ہی قتل اللہ
الشیخ او صانی بہ وہ بھی اسنے اشارہ اسی امر کی طرف کیا تھا اور مصدق اس روایت کو ہی بالجملہ اہی لیے کہا گیا ہی کہ
قتل الحسین یوم السقیفہ کرد شخصے سوال از دانا کہ بگو کشتہ شد حسین کجا گفت کاندر سقیفہ اش گشتند بہر دنیا چے حنیفہ اش
کشتند بالجملہ یہ حال ہی کہ انکے راوی اور علما کی شہادت سے یہ امور ثابت ہین تو پھر سد باب لعن کا اور شیعون کی
ترقی کرنے پر طعن کرنا نہین چاہیے فاعتبروا یا اولی الابصار اور اگر یہ سب کچھ مذکور ہوا وہ بھی حضرات اہلسنت کے
نزدیک بمقابل اس استحقاق کے جو یزید کے لیے خلافت کا حاصل ہی کچھ حقیقت اور وقعت نہین رکھتا تو مدینہ منورہ کا
ماجرا اور ہزارہا صحابی رسول کا قتل ہونا اور حرم محترم مدینہ منورہ کا استخفاف بھی کچھ اسکی خلافت مین قدح نہین کرتا
شاہ عبدالحق نے کتاب جذب القلوب الی دیار المحبوب مین لکھا ہی اسکا حاصل یہ ہی کہ بہت زیادہ فعل شنیع حرہ کا واقعہ ہے
کہ اسے حرہ واقم اور حرہ زہرہ کہتے ہین اور وہ ایک موضع ہی سواد مدینہ مطہرہ مین ایک میل کی مسافت سے جو کچھ کہ
جنس قتل وسفک دما اور فساد اور ہتک حرمت سے اس بہترین بلاد کے اس قصبہ مین ہوا اگرچہ اسکا ذکر باعث اسکا ہے
کہ صافی ضمیر کی بھی صفائی مین کدورت آجاے لیکن جو کہ وقوع اسکا مصداق قول کا مخبر صادق کے ہی جس سے
قبل از زمان وقوع خبر دی تھی اور مرجع ومال اسکا یہ تھا کہ تا فضائل وخصائص اس بلدۂ عظیم الشان کے ظاہر ہون
بمقتضائے مضمون حدیث نبوی کے جو کہ فرمایا تھا کہ جو ایذا اور تخویف اہل مدینہ کی کرے انجام کو حال اسکا دنیا اور
آخرت مین ساتھ عذاب ونکال کے عود کریگا چنانچہ قصے کے سیاق سے روشن ہوگا اسلیے لازم ہوا کہ اس مناسبت کیجیے لیے

کچھ تھوڑا سا اشارہ کیا جاے قرطبی کہتا ہو کہ جس زمانے مین کہ یہ شہر رونق و عمارت مین حسن و کمال کے مرتبہ کو پہونچا اور موجود
ہونے سے بقیہ مہاجرین و انصار اور علماے عالی مقدار کے تابعین و خیار سے بھرا تھا حوادث اور فتنہ ہاے کثیرہ بسبیل
توالی اور تواتر اسکی طرف منھ لاے اور اہل مدینہ نے ان فتنون کے خوف سے اس موضع سے کہ محل رحمت تھا رحلت اختیار
کرکے باہر نکل گئے اور یزید بن معاویہ نے ایک شخص کو کہ وہ مسلم بن عقبہ تھا بہت بڑے لشکر کے ہمراہ کہ وہ سب اہل شام سے
تھے اہل مدینہ سے لڑنے کو بھیجا یہان تک کہ اُسنے اہل مدینہ کو حرہ مدینہ تک بہت شناعت اور قباحت کے ساتھ پہونچا کر
قتل کیا اور تین روز تک ہتک حرمت حرم نبوی کی کرکے خوب اباحت الحاد کی داد دی اور اسی جہت سے اس قصہ کو
واقعہ حرہ کہتے ہین اور یہ واقعہ حرہ واقم مین واقع ہوا تھا کہ جو مسجد نبی سے ایک میل کی مسافت پر واقع ہی ایک ہزار سات سو
اشخاص بقیہ مہاجرین و انصار اور علماے تابعین و اخیار سے مارے گئے اور عموم ناس سے سوا عورتون اور بچون کے دس
ہزار کو مارا سات سو شخص مقتولین مین حاملان قرآن مجید تھے اور ستانوے شخص کو اقوام قریش سے زیر تیغ بے دریغ لایا گیا
اور زنا اسقدر بجبر ہوا کہ ہزار عورت اس واقعہ کے بعد زنا کے بچے جنین اور گھوڑون کو پیغمبر خدا کی مسجد مین اور اُس جگہ
جو موسوم بہ روضہ شریف درمیان قبر اور منبر منیف کے ہی دوڑایا اور باندھا اور حدیث صحیح مین وارد ہی کہ روضہ شریف
ایک روضہ ریاض جنت سے ہی وہان اس لشکر کے گھوڑے پیشاب کرتے تھے اور براز اپنا گراتے تھے اور اہل مدینہ سے
باکراہ و جبار بیعت یزید کی بعہد بندہ ہونے کے لیے کہ اگر چاہے وہ بیچ لے اور چاہے آزاد کرے اور چاہے خدا کی
طاعت کو حکم دے اور چاہے امر معصیت کرے اور اس بیعت و عہد مین جو یزید بن عبداللہ بن زمعہ نے بیعت کا
ذکر حکم قرآن و سنت پر اپنی زبان پر لایا تو اسی وقت اسکی گردن جدا کر ڈالی قرطبی کہتا ہی کہ اہل اخبار کہتے ہین کہ اُس وقت
مین مدینہ بالکل آدمیون سے خالی تھا اور پھل اور میوے شہر کے جانوران وحشی اور بہائم کھاتے تھے اور سور اور کتے
مسجد شریف مین پیغمبر خدا کی رہتے تھے اور جو مخبر صادق نے فرمایا تھا اسکا مصداق ظاہر ہوا تھا یہ ترجمہ قرطبی تھا
بعد اسکے پھر مصنف کتاب نے روایت طبرانی کو اسطرح شروع کیا کہ اور کہا کہ وہ بہت بڑا علماے حدیث سے ہی
اور قصہ کی حکایت کا اعادہ کیا ہو اور مین اُسے اتنا بارادہ اختصار نقل کرتا ہون ابن حجر کہتا ہو کہ بہت یزید کے افراط
کرنیکے معاصی مین اہل مدینہ نے اُسے خلع کیا اور واقدی نے چند طریقون سے ابن عبداللہ بن حنظلہ غسیل سے
روایت کی ہو کہ ہمنے یزید پر خروج نہین کیا یہان تک کہ ڈرے ہم کہ اب آسمان پر سے ہمپر پتھر برسینگے بدرستیکہ وہ
مرد محرمات نسبیہ کے ساتھ اپنی جو بیٹیان اور بہنین تھین زنا کرتا تھا اور شراب پیتا تھا اور تارک صلوۃ تھا نماز نہ پڑھتا تھا
اور ذہبی نے کہا ہی کہ جب یزید نے اہل مدینہ کے ساتھ کیا جو کچھ کہ کیا ساتھ شراب پینے کے اور اعمال شنیعہ کرنے کے تو
مردم نے اُسپر خروج کیا اور عمر اسکی کم ہو گئی اور اُس سے برکت جاتی رہی اور شیخ ابن حجر نے کہا ہو کہ نوفل بن ابی الفرات
کہتا ہو کہ مین عمر بن عبدالعزیز کے پاس تھا کہ ایک شخص نے حاضرین سے یزید بن معاویہ کا ذکر کیا اور تعبیر اُس سے یعنی کہنے مین

اُسے امیر المومنین یزید کہا یہ سنکر عمر بھی کہ ساتوان خلیفہ حضرات اہلسنت کا ہی غیض مین آیا اور بیس تازیانے بجہت اجرائے تعزیر کے اُسے مارے معلوم نہین کہ اب جو علما انھین خلیفہ کہتے ہین اور اپنے دوازدہ امام مین شمار کرتے ہین مثل ملا علی قاری اور شارح صحیح بخاری موسوم بہ فتح الباری یہ کس تعزیر کے واقع مین مستحق ہونگے کیونکہ باوجود ایسے اعمال شنیعہ کے اُسے خلیفہ زمان اور جھوٹ امیر مومنان قرار دیتے ہین لائق تو سزا ے چہار چند کے ہین جیسا کہ شاہ صاحب نے تحقیقی امیر مومنان سے روایت کی ہی کہ آنحضرت نے فرمایا کہ اگر کسی سے سنونگا کہ مجھے شیخین پر تفضیل دیتا ہی تو اُسے اسّی چابک مارونگا کہ وہ حد ہی افترا کی لیکن اگر یہ روایت صحیح ہو تو بہت سے اصحاب کبار اس حد کے مستحق ہو جائینگے جیسا کہ کتاب استیعاب مین موافق نقل بعض اصحاب کے مصرح ہی کہ حضرت سلمان فارسی اور مقداد اور ابوذر غفاری اور حباب و جابر ابن عبد اللہ انصاری اور ابو سعید خدری اور زید بن ارقم حضرت امیر المومنین علی بن ابیطالب ؑ کی تفضیل کے قائل تھے یہ عبارت اُس کتاب کی ہی روی عن سلمان وابی ذر والمقداد وحباب وجابر وابی سعید الخدری وزید ابن ارقم ان علیا اول من اسلم وفضله هولاء علی غیره بلکہ انکے خلیفہ ثانی عمر بن الخطاب سے بھی منقول ہی کہ جب مدائن کی فتح ہوئی اور اموال غنائم جمع ہوا تو امام حسن علیہ السلام کو ہزار درہم دیے اور اسی طرح امام حسین علیہ السلام کو ہزار درہم دیے اور اپنے بیٹے عبد اللہ کو پانچ سو درم دیے جب انکے صاحبزادے نے شکایت کی تو جواب مین کہا اذهب فاتنی باب کابیهما وام کامهما وجد کجدهما وعم کعمهما وخال کخالهما وخالة کخالتهما فانك لا تاتینی به اما ابوهما فعلی المرتضی واما امهما ففاطمة الزهراء واما جدهما فمحمد ن المصطفی وجدتهما خدیجة الکبری وعمهما جعفر ابن ابیطالب وخالهما ابراهیم بن رسول الله وخالتهما رقیه وام کلثوم ابنتا رسول الله یعنی جا اور لا میرے پاس ایسا باپ جیسے اُنکے باپ ہین اور ایسی مان جیسی اُنکی مان ہین اور ایسا نانا جیسا اُنکا نانا ہی اور ایسا چچا جیسا اُنکا چچا ہی اور ایسا ماموں جیسا اُنکا ماموں ہی اور ایسی خالہ جیسی اُنکی خالہ ہی پس تحقیق کہ ایسی تو نہین لا سکتا لیکن اُنکے والد بزرگوار پس وہ علی مرتضی ہین اور مادر معظمہ فاطمہ زہرا ہین اور نانا اُنکے محمد مصطفی ہین اور دادی اُنکی خدیجہ کبری ہین اور چچا اُنکے جعفر ابن ابیطالب ہین اور ماموں اُنکے ابراہیم فرزند رسول ہین اور خالائین اُنکی رقیہ اور اُم کلثوم ہین جو بیٹیان رسول خدا کی تھین اب اس سے صاف ظاہر ہی کہ صریحاً یہ روایت اس امر پر دلالت کرتی ہی کہ حضرت فاروق بھی جناب امیر کی تفضیل کے قائل تھے بلکہ اسی سے تفضیل آنحضرت کی خلیفہ اول پر بھی بہ کلام خلیفہ ثانی ثابت ہوتی ہی کیونکہ شیخین مرتبہ مین برابر ہین کوئی یہ نہین کہہ سکتا اور نہ کسی نے کہا ہی کہ ان دونون صاحبون مین بھی فاضل و مفضول تھے اور جب یہ ہوا تو جو احد المساوین سے افضل ہی وہ دوسرے سے بھی بالضرور افضل ہوگا فتدبر مصنف کتاب مبین نے لکھا ہی کہ مھنّی بن یحیی نے احمد بن حنبل سے بہ نسبت یزید ابن معاویہ کے پوچھا اُسنے جواب مین کہا هو الذی فعل ما فعل بال رسول الله ونهب المدینة یعنی وہ وہی شخص ہی کہ جسنے کیا اور برا کام کیا آل رسول کے ساتھ اور تاراج کرنا مدینہ کا اور ایک روز احمد بن حنبل کے بیٹے نے کہ صالح اُسکا نام تھا اپنے باپ سے کہا کہ ایک قوم ہمین منسوب کرتے ہین طرف اس امر کے کہ

یہ دوستداران یزید سے ہین یہ سنکر اُنسے کہا کہ ای فرزند آیا دوست رکھتا ہی یزید کو کوئی شخص جو ایمان بخدا اور روز جزا رکھتا ہو
اُنسے کہا کہ پھر اُسپر لعنت کیون نہین کرتے اُنسے کہا کہ کیونکر ہم لعنت نہ کرین اُسپر جسپر خدا نے لعنت فرمائی ہو اپنی کتاب مین
اُسنے کہا کہ خدا نے اپنی کتاب مین کہان یزید پر لعنت فرمائی ہی اُسنے کہا اپنے قول مین فہل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی
الارض و تقطعوا ارحامکم اولئک الذین لعنہم اللہ فاصمہم واعمی ابصارہم پس آیا کوئی اور بھی فساد عظیم و زیادہ اس سے ہی جو اُسنے
قتل کیا اور لوٹا اور تاراج کیا مدینہ کو اور اہل مدینہ کو قید کیا اور لوٹا اور وہان کے آدمیون سے جو تھے اُنھین اِسطرح مارا
کہ قریش و انصار و مہاجرین سے سات سو نفر کو قتل کیا اور جنکا حال معلوم نہین آزاد و غلام و عورات سے دس ہزار
شخص کو مارا اور خون مین نہلایا یہانتک کہ خون بہتے بہتے پیغمبر خدا کی قبر شریف تک پہونچا اور روضہ شریف اور مسجد
بھی خون سے بھر گئی اور کعبہ معظمہ کو منجنیق کے ذریعہ سے ضرب پہونچائی اور اُسے گرایا اور آگ سے جلایا اور پیغمبر خدا نے
فرمایا ہی ان قاتل الحسین فی تابوت من نار علیہ نصف عذاب الدنیا وقد شدت یداہ ورجلاہ بسلاسل من نار منکس فی النار
حتی یقع فی قعر جہنم ولہ ریح یتعوذ اہل النار الی ربہم من شدۃ نتن ریحہ وہو فیہا خالد ذائق العذاب الالیم کلما نضجت جلودہم بدل اللہ لہم الجلود
حتی یذوقوا العذاب لا یفتر عنہم ساعۃ ویسقی من حمیم جہنم الویل لہم من عذاب اللہ عزوجل یعنی حسین کا قاتل ایک آگ کے تابوت مین ہی کہ
اُسپر نصف عذاب تمام اہل دنیا کا ہی اور ہاتھ اور پاؤن اُسکے آگ کی زنجیرون مین بندھے ہوے ہین اور وہ لٹکایا جاتا ہی
اُسی آگ مین یہانتک کہ قعر جہنم تک پہونچکر گرتا ہی اور ایسی بدبو اُسکی ہی کہ جس سے اہل جہنم بھی خدا سے پناہ مانگتے ہین
اُسکی شدت بدبو سے اور وہ اُسی آگ مین ہمیشہ عذاب دردناک کو چکھتا ہی اور چکھیگا جب جلد بدن کی اُنکے قاتلون کی
جل جاتی ہی تو خدا اور جلدین پیدا کرتا ہی جسکے ذریعہ سے پھر عذاب کو چکھین اور کوئی گھڑی اُنپر سے عذاب کرنے مین
سستی عمل مین نہین آتی حمیم جہنم اُنھین پلایا جاتا ہی لعنت خدا اُنپر کہ جنپر یہ عذاب خدائے عزوجل ہوتا ہی پھر کہا اُسنے
بمقام استدلال جواز لعن یزید مین کہ پیغمبر نے فرمایا ہی کہ اشتد غضب اللہ علی اراق دم اہلی یعنی غضب خدا بہت شدید ہوا ہی
اُسپر جو میرے اہل کا خون گرائیگا انتہی کلامہ اب محل غور ہی کہ جسکی نسبت خود علمائے حضرات اہلسنت کا یہ حال ہی
کہ کیا کیا کہتے ہین اور کیسی کیسی احادیث اور آیات نقل کرتے ہین وہ اس لائق ہی کہ شمار اُسکا عدد اثنا عشر خلیفہ مین
بھی کیا جاے بالجملہ اگر یہ حضرات اُسے اس عدد مین شمار کرتے رہینگے تو جو دیکھنے والا صاحب بصیرت ہوگا اُسے اس
تجویز کی خرابیان دیکھنے سے اُسکے واضح ہونگی جو ہمنے لکھا ہی اور آیندہ اور بقیہ اثنا عشر کا اُنکے لکھینگے اور اگر انصاف کرکے
اس تاویل سے دست بردار ہون تو وہ احادیث اپنے حال پر بلا تاویل جنکی شان مین وارد ہین اُنھین کی خلافت پر
دلالت کرینگی اور گھیرتی ہین اور یقینی علما اُنکے بھی دل مین اُسکی حقیقت کو سمجھے ہونگے لیکن حمیت اور تعصب مذہب سے
راز دل کو زبان پر نہین لاسکتے بالجملہ جب اُنکا حال بیان ہو چکا تو اب اُنکے ساتوین خلیفہ و امام کا حال سُنئے جنکا نام
عبد الملک بن مروان بن حکم ہی جب اُسکی خلافت کی نوبت پہونچی تو تلاوت قرآن مین اُسوقت مشغول تھا بعد خلیفہ ہونے کے

قرآن کو بند کر دیا اور کہا کہ سلام علیک ہذا فراق بینی و بینک اور امر بالمعروف سے نہی کی اور اُسے بسبب افراط بخل کے
ابو الذباب کہتے تھے فاضل سیوطی نے اپنی تاریخ الخلفا مین ابن ابی عائشہ سے نقل کی ہی کہ جب امر خلافت عبد الملک تک
پہونچا تو اسوقت قرآن مجید اُسکی گود مین تھا پس بند کر کے کہا ہذا اخر العہد بک اور عسکری سے روایت کی ہی کہ پہلا خلیفہ
جسنے بخل اختیار کیا عبد الملک تھا وکان یسمّی رشح الحجارۃ لبخلہ وھو اول من غدر فی الاسلام واول من نہی عن الکلام بحضرۃ
الخلفا واول من نہی عن الامر بالمعروف بہت مقام تعجب حضرات اہلسنت سے ہی کہ ایسے شخص کو خلیفہ بحق جانین جو غادر اور ناہی
عن المعروف ہو بلکہ سیوطی نے کہا ہی کہ اگر کوئی عیب عبد الملک مین نہوتا تو یہی کہ حجاج سفاک کو صحابہ اور مسلمانون پر
متولی کرنا کہ وہ اُنھین ذلیل کرے اور خراب کرنے مین اُنکے قتل کرنے سے اور مارنے سے اور ناسزا کہنے سے
اور قید کرنے سے کوشش کرتا تھا یہانتک کہ صحابہ اور اکابر تابعین سے اسقدر مارے کہ اُنکا شمار نہین ہو سکتا پھر
سوا اُنکے جو اورون کو قتل کیا اُسکا کیا حساب ہی اور انس وغیرہ صحابیون کی گردن پر داغنا اہانت و تذلیل کی راہ سے
اُنکی ہر آئینہ اُسکی بدحالی کو کافی ہی فلا رحمہ اللہ ولا عفا عنہ پس جو شخص اسقدر عیب رکھتا ہو اور مستحق بددعا کا ہو وہ کسی طرح
سزاوار خلافت و امامت کے لیے نہین ہو سکتا بھلا ایسے خلفا کی شان مین اُن بشارات الٰہی اور جناب رسالت پناہی
کو وارد کرنا عقل سلیم کے نزدیک مستحسن ہی یا قبیح ہی ساتھوین خلیفہ سلیمان بن عبد الملک اعرج تھا جیسے صاحب
تاریخ الخلفا نے لکھا ہی کہ وہ بڑا کھانے والا تھا ایک مجلس مین سترہ سیر کھانا یعنی غلہ اور چھ مرغ خانگی اور ایک
کمرک زبیب طائفی کھا گیا اور یہ جانورون کی صفات سے بات ہی اور اُنھین خلفا سے یزید ابن الملک تھا کہ جو معروف
بفاسق تھا اپنی کثرت فسق و فجور کی راہ سے اور اُنہی عدد سے اُنکے خلفا کی ہشام بن عبد الملک احول مشوم تھا اور
اُنھین مین سے ولید بن عبد الملک تھا کہ اُس سے زیادہ بنی امیہ کے خلفا سے کوئی شراب خواری پر مواظب نہین ہوا
ایک دن قرآن سے اُسنے تفاؤل کیا پس یہ آیہ کریمہ برآمد ہوا واستفتحوا وخاب کل جبار عنید یہ دیکھکر استخفاف کی راہ سے
قرآن کو پھاڑ ڈالا اور یہ اشعار خطاب کر کے قرآن کی طرف پڑھے اور کہے اتہددنی بجبار عنید فہا انا ذاک جبار عنید اذا ما جئت
ربک یوم حشر فقل یا رب مزقنی الولید تاریخ الخلفا مین لکھا ہی کہ عبد الملک ایک روز غمناک اور فکر مین تھا کہ اپنے بعد
کسکو خلیفہ کرے روح ابن زنباع نے کہا کہ تو ولید کو کیون خلیفہ نہین کرتا اُسنے کہا کہ اُسے علم نحو مین دخل نہین ہی سبحان اللہ
کہان خلافت اور کہان نحویت بہرکیف جب یہ بات ولید نے سنی تو اُسی وقت اصحاب نحو کو اپنے پاس جمع کر کے اُنسے
سیکھنے لگا چنانچہ چھ مہینے تک ایک مکان مین نحویون سے ہم صحبت رہا لیکن جب وہان سے باہر آیا تو کچھ اِس اکتساب سے
فائدہ نہوا بلکہ اول سے بھی زیادہ جاہل ہو کر نکلا پس عبد الملک نے کہا کہ اما انہ قد اعذر اور ابو الزناد نے کہا ہی کہ
ولید بڑا لگانے والا تھا اور یہ بھی کہا ہی کہ کان الولید جبارا ظالما اور اُسی نے عمر ابن عبد العزیز سے نقل کی ہی کہ کہا اُسنے کہ
اِس جہت سے کہ ولید شام مین اور حجاج عراق مین اور عثمان حجاز مین اور قرہ بن شریک مصر مین سے زمین پر از جور ہو گئی

یعنی ہر طرف سے ایک ظالم مسلط ہی یہ حال ولید بن عبد الملک کا ہی اور جناب سید سند نے لکھا ہی کہ اسکے مارے جانیکا
سبب یہ ہوا کہ اسکے دل مین یہ بات آئی کہ خانہ کعبہ کے کوٹھے پر شراب خواری کرے یہ بات جب سب کو معلوم ہوئی
تو سب نے جمع ہو کر اسکی تفسیق کی اور اُسے مار ڈالا اور منجملہ خلفاے عمر بن عبد العزیز ہی جسے فاضل سیوطی نے بہترین
خلفاے بنی اُمیہ سے گردانا ہی اور اُسکی مدح کی ہی حالانکہ وہ بھی اُس مذمت مین جو عموماً بنی اُمیہ کے واسطے ہی اُسمین
داخل ہی علاوہ اِسکے بتصریح بعض علما کے وہ اوّل اُسکا ہی کہ جسنے اولاد جناب امام حسن علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنے
گھر سے جو جوار مسجد پیغمبر خدا مین تھا خالی کر کے باہر نکل جائین جب انھون نے اُسے خالی نہ کیا تو اُسنے حکم دیا کہ گھر کو
انپر گرا دین اور انکا اسباب نکال کر باہر گھر سے پھینکدین تاکہ وہ مضطر ہو کر مدینہ سے باہر نکل گئے یہ حال خلفاے
اہلسنت کا ہی کہ جو کوئی منصف اُسپر مطلع ہوگا وہ بالضرور اپنی بیزاری اُنسے اختیار و ظاہر کریگا اِسی سے علماے
حضرات اہلسنت نے بھی جو منصف تھے جب دیکھا کہ انکار کا مقام نہین ہی تو اُنکی بداعمالیون کا اعتراف کیا جیساکہ
مذکور ہوا فاعتبروا یا اولی الابصار اب عاقل ہشیار کو یہ لازم ہی کہ تامّل کی راہ سے دیکھے کہ آیا جائز ہی کہ رسول خدا
یہ فرماوین کہ ہمیشہ اسلام کا امر عزیز اور دین برپا رہیگا جب تک کہ بارہ خلیفہ اُنکے والے رہینگے اور اِس ارشاد مین
انھین ظالمون کو مراد لین اور یہ جو کچھ کہ فسق و فجور اور ظلم و جور اور بدعتین اور شرور اور قتل و غارت آل رسول اطہار اور
دیگر اہل اسلام اور تخریب و توہین شہر مدینہ اور روضہ شریف و مسجد اور قبر نبی اور تخریب و ہدم کعبہ اور احراق و تمزیق
قرآن اور جو کچھ کہ اہانت امور شرع انور کے اُنسے ظاہر ہوے وہ عین اعزاز دین اور قوام شرع متین ہو ماذا لله الظاہر یہ ایک
وجہ جو مذکور ہوئی اُسمین مجملاً احوال اُنکے بارہ امامون کا تھا جسکے دیکھنے سے صاحب عقل کو معلوم ہوتا ہی کہ وہ کسی طرح
سب لائق اِسکے نہین کہ مراد لفظ بشارت نبوی کی ہوسکین اور ملا علی رضاے شیرازی مرحوم نے ایک جماعت
حضرات اہلسنت کی تفصیل اُنکے ائمہ و امراء دوازدہ گانہ کی جو مراد اِن نصوص سے لیتے ہین یہ لکھی ہی کہ پہلے ابوبکر دوسرے
عمر بن الخطاب تیسرے عثمان چوتھے غالب کل غالب ابو الائمۃ الاطائب علی ابن ابیطالب پانچوین حسن ابن علی
علیہ السلام چھٹے عبد اللہ بن زبیر ساتوین عمر بن عبد العزیز اور پانچ اور شخص خلفاے بنی عباس سے اور پوشیدہ نہ رہے
کہ اِس سلسلہ مین بھی جنکا حال مذکور ہوچکا وہ ظاہر ہی اور باقی عبد اللہ بن زبیر کا بھی یہ حال ہی کہ وہ بھی افعال ناشائستہ
اور صفات ذمیمہ مین معاویہ و یزید پلید سے ہم پایہ و کم نہین ہی کیونکہ یہ ملعون تھے بہ نسبت جناب امیر علیہ السلام کے
اور اُنکی اولاد کرام کے نہایت دشمنی رکھتا تھا اور یہ امر اُس شخص پر جو سیر و تواریخ کا دیکھنے والا ہی پوشیدہ نہین ہوسکتا
جیساکہ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ مین کہا ہی کہ عبد اللہ بن زبیر جناب امیر المومنین علی بن ابیطالب کا بڑا دشمن تھا
یہان تک کہ ہمیشہ آنحضرت کو اپنی صحبت مین نا سزا کہا کرتا تھا اور اِسکے بعد کہا ہی کہ روایت کی ہی عمر بن شبیہ
اور ابن کلبی اور واقدی وغیرہ نے راویان اخبار سے کہ جن دنون مین عبد اللہ بن زبیر خلافت کا مدعی تھا تو چالیس

جمعہ مین اثنائے خطبہ مین اور نماز مین درود پیغمبر پر نہین بھیجی اور کہتا تھا کہ اُنکے اقربا کی مخالفت کے لیے اُنپر صلوٰۃ نہین بھیجتا راقم رسالہ کہتا ہو کہ یہ امر لائق غور اور قابل سوال آنحضرات سے ہو کہ آیا اعزاز اسلام اور دین کا برپا کرنا اسی کا نام ہو کہ خطبہ و نماز مین پیغمبر پر درود بھیجنا بند کیا جاے اور وصی حقیقی کو پیغمبر کے ناسزا کہا جاے اور صراحتہً مخالفت قرآن کی جو حق تعالیٰ نے فرمایا ہو یا ایّھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما خاص نماز مین اختیار کی جاے حیف ہو حال پر اُنکے جو ایسے فساق و اشرار کو اپنا امیر و امام قرار دین اور بشارات الٰہی اور نصوص جناب رسالت پناہی کو اُنکے حق مین نافذ سمجھین اسکے بعد پھر ابن ابی الحدید نے بروایت محمد ابن حبیب و ابو عبیدہ کہا ہو کہ عبداللہ بن زبیر بسبیل تحقیر کہتا تھا کہ پیغمبر کے اہلبیت بری ہین اسلیے اُنکے برخلاف درود پیغمبر پر نہین بھیجتا اب محل انصاف ہو کہ یہ حضرات خود دربارہ اہلبیت رسالت اثبات فضائل مین اُنکی زیادہ از حد شمار روایات نقل کرتے ہین اور اعتراف کرتے ہین کہ آل پیغمبر کا دشمن ملعون ہو اور سب کتب صحاح مین اُنکی یہ مضمون پیغمبر خدا سے مروی ہو کہ علی ابن ابیطالب کا دشمن منافق ہو اور علی ابن ابیطالب کو ناسزا کہنا میرے سب و ناسزا گوئی ہو اور علی بن ابیطالب کی آزار رسانی میری آزار رسانی ہو اور میری آزار رسانی خدا کی آزار رسانی ہو اور خدا کی آزار رسانی کفر ہو اور باوجود اسکے کہ یہ اقرار و اعتراف ہو پھر بھی ایسے کافر و منافق کی امامت کے قائل ہوتے ہین دیکھنے سے اخبار و اطوار سلف کے بخوبی معلوم ہوتا ہو کہ بنی عباس کے سلاطین صلاحیت اسکی بھی نہ رکھتے تھے کہ داروغہ یا شحنہ مقرر کیے جائین چہ جاے امامت اور پیغمبر کی جانشینی اور تصرف جملہ اشخاص و اموال اہل اسلام مین بلکہ ہمیشہ شراب پیتے تھے اور گاتے تھے اور حریر پہنتے تھے اور زنا اور لواطہ کرتے تھے اور خون ناحق کے زمین پر گرانے سے اور اموال مسلمین کے غصب کرنے سے اور انواع فسق و فجور کے عمل مین لانے سے کام رکھتے تھے اور عمر بن عبدالعزیز کو جو اچھا کہا ہو وہ اس معنی سے ہو کہ اُسکی بدی مثل اوروں کی بدی کے جو نہایت مرتبہ مین بدی کے ہو نہ تھی نہ یہ کہ وہ واقع مین خلافت رسول کا مستحق اور امارت مسلمین کی لیاقت رکھتا تھا واقع مین یہ ہو کہ سواے اہلبیت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے اور فراعین امت یا اُنکی آل کے اولی التصرف کسی طرح نہین ہو سکتے اور ایسے ائمہ کی امامت کا التزام کرنے کے بعد اب مورد ان الزامات کا ہونا ہوگا جیسے ہم ذکر کر بھی چکے اور پھر کرینگے انشاء اللہ تعالیٰ اور چونکہ یہ قول منقول ایک جماعت سے بطور مجمل ہو اسلیے اسی قدر اسکی بہ نسبت کہا گیا اور زیادہ مخاطب ہم اُنھین کو گردانتے ہین جنھون نے بارہ نام کمال تفصیل لکھے ہین اور ادعا اُنکی صحت کا کیا ہو اور جو کچھ کہ ہم لکھ چکے اور آیندہ ہم لکھینگے وہ دونون کہ بلکہ جو ناحق پسندی کریگا اسے کافی ہونگے اور طالب بصیرت کو ہدایت کا سبب ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ ومن لم یجعل اللہ لہ نورا فما لہ من نور دوسری وجہ مانع یہ ہو جو بارہ امام کہ اُنکا حال بیان ہوا اکثر اُنمین بنی اُمیہ سے ہین اور آیا کوئی صاحب عقل اسے تجویز کر سکتا ہو کہ مراد اثنا عشر خلیفہ سے جو اسلام و دین کی عزت کا سبب ہین یہ خلفا ہون جو قرآن مین شجرہ ملعونہ کے ساتھ معتبر ہین اور یہ فریقین کی تفسیرون مین اُنکو بجز(?)

دوسری وجہ

وصحیح ہی کہ مفسرین نے اپنی روایات سے شجرہ ملعونہ کی تفسیر بنی امیہ کے ساتھ کی ہی پھر کس طرح ہو سکتا ہی کہ جنھین
حق تعالی شجرۂ ملعونہ نام رکھے وہ اور اُنکی خلافت دین اسلام کی عزت کا سبب ہو تیسری وجہ یہ ہی کہ فاضل سیوطی نے
تاریخ الخلفا مین ایک فصل خاص اُن احادیث کے ذکر مین لکھی ہی جو بنی اُمیہ کی خلافت کے لیے منذرہ ہین یعنی ڈرانے
والی ہین اور بد خبر دیتے ہین جو بشارت کی ضد ہین پھر آیا ہو سکتا ہی کہ جو بنی اُمیہ کہ اُنکی بہ نسبت پیغمبر نے انذار فرمایا ہی اور
وہ انذار مین مراد ہو چکے ہین پھر وہی بشارت کی بھی مراد ہون اور اگر ایسا ہو تو مبشریہ اور منذریہ ایک ہو جائے ان هذا لشیء عجاب
چنانچہ اُسی فصل مین فاضل سیوطی نے یوسف ابن سعد سے روایت کی ہی کہ ایک شخص امام حسن علیہ السلام کی خدمت
مین آیا بعد اسکے کہ صلح اور بیعت معاویہ کے ساتھ ہو چکی اور کہا اُسنے کہ العیاذ باللہ آپنے خلق کے منھ کو کالا کر دیا یہ سُنکر حضرت نے
فرمایا کہ اپنی زبان کے نیزے سے مجھے ایذا نہ دے پس بدرستیکہ پیغمبر خدا کو خواب مین دکھایا گیا کہ بنی اُمیہ آنحضرت کے
منبر پر جاتے ہین پس یہ امر حضرت کو بہت بُرا معلوم ہوا اسکے بعد آنحضرت پر نازل ہوا انا اعطیناک الکوثر اور انا انزلناہ
فی لیلۃ القدر وما ادریک ما لیلۃ القدر لیلۃ القدر خیر من الف شہر یملکہا بعدک بنو امیہ یا محمد یعنی شب قدر جو ہزار مہینے سے
بہتر ہوگی وہ ہزار مہینہ جسمین بنو امیہ زمین پر بادشاہی کرینگے بعد تمھارے ای محمد قاسم کہتا ہی کہ مین نے شمار کیا تو انکی
بادشاہی کی مدت ہزار مہینے کی تھی نہ کم ہوئی نہ زیادہ ہوئی اب محل غور ہی کہ جسکے دیکھنے سے پیغمبر خدا کو رنج ہوا اور
حق تعالی نے اس رنج کے دفع کے لیے انا اعطینا اور انا انزلناہ بھیج کر تسکین خاطر اپنے پیغمبر کی فرمائی وہ اس لائق ہین کہ
اُنھین خلیفہ رسول بنائین یا پیغمبر خدا بہ نسبت اُنکے بشارت فرمائین اور جنکا خواب مین منبر پر جانا پیغمبر خدا کو ناگوار ہوا
اُنکا ظاہر مین جانا منبر پر اور حاکم ہونا گوارا ہوگا اور ایسون سے امید اعزاز دین اسلام اور دین کے برپا کرنے کی رکھی جا سکتی ہی
اگر مراد ایسے ہوتے تو پھر پیغمبر خدا کو کیون برا معلوم ہوتا اور جب یہ نہ تھا تو پھر مراد اُس اثنا عشر خلیفہ کی جنھین پیغمبر خدا نے
بلفظ بشارت فرمایا یہ کسطرح ہو سکتے ہین فتدبر اور فاضل سیوطی نے اُسی فصل مین سہیل بن سعد سے کہ اُسنے اپنے باپ سے
اور اُسنے دادا سے اپنے روایت کی ہی کہ رسول خدا نے خواب مین دیکھا کہ بنی حاکم بن عاص آنحضرت کے منبر پر چڑھتے ہین
جسطرح میمون اُچھلتے ہین اور جست کرتے ہین یہ امر خاطر مبارک پر برا معلوم ہوا فما استجمع ضاحکا حتی مات وانزل اللہ فی ذلک
وما جعلنا الرؤیا التی اریناک الا فتنۃ للناس یعنی آنحضرت کو اس خواب کے معائنہ فرمانے کے بعد پھر کسی نے کبھی باطمینان ہنستے
نہ دیکھا یہان تک کہ اس عالم سے رحلت فرمائی اور نازل ہوا اُنکی شان مین وہ آیہ کریمہ جسکا محصل یہ ہی کہ نہین گردانا
ہمنے اُس خواب کو جو تمھین دکھایا ہی مگر آزمائش واسطے مردم کے اب لائق ملاحظہ ہی کہ جسکے رنج مین پیغمبر خدا کی خوشی اور
ہنسنا زائل ہو گیا اور اُسے جب سے دیکھا پھر نہ ہنسے وہ اس لائق ہین کہ اُن بارہ خلفاے شمار کیے جائین جو دین کے
برپا کرنے والے ہین اور اعزاز اسلام کا سبب ہین اور یہ بھی لائق غور ہی کہ جسے حق تعالی نے آزمائش مردم آزمائی کی قرار
دیا تھا اُسمین کیون ثابت رہا اور کسکا پاؤن نہ ٹھہرا بحمداللہ کہ فرقہ حقہ شیعہ مین سے اس آزمائش مین بھی ٹھہر گئے لیکن دوسری

جانب مین سے عبد اللہ بن عمر کا حال اوپر لکھا جا چکا ہی کہ کسقدر خلافت یزید مین انھون نے کوشش کی ہی اور انکے والد بزرگوار نے تو معاویہ کو حکومت شام کے لیے مقرر ہی کیا تھا یہ بنیاد تو انھین کی ڈالی ہوئی تھی جسے صاحب دا دے نے انکے محکم و مضبوط کیا اور عثمان ہوی کے منصوب کرنے مین بھی کیا کیا فکرین نہ کی گئین یہان تک کے نوبت اسکی پہونچی کہ انکے علماؤن نے مثل صاحب فتح الباری اور قاضی عیاض نے بارہ خلفا مین جو مشہور تھے دس شخصون کو بنی امیہ سے انتخاب کرکے مراد بشارت کا لیا ہرچند کہ اس روایت کی نقل کے بعد فاضل سیوطی نے بھی اشارہ اسکے ضعف سند کی طرف کیا ہی جیسا کہ انکے علما کا حال ہی لیکن پھر اسکے بعد اسکی تقویت کے وجوہ بھی ذکر کر دیے ہین حیث قال اسنادہ ضعیف لکن لہ شواھد من حدیث عبد اللہ بن عمرو یعلی بن مرۃ و حسین ابن علی وغیرہ جناب سید سند نے سید باقر داماد علیہ الرحمہ سے نقل کیا ہی کہ محصل اسکا یہ ہی کہ جو متتبع اور متمہر فن حدیث مین ہوگا جسوقت وہ اچھی طرح تدبر اور تامل اخبار متواترہ اور آثار متناقلہ مین کریگا تو مثل سفیدی صبح صادق اسکے لیے ظاہر ہوگا کہ حدیث جناب رسالتماب کے خواب دیکھنے کی جسمین وارد ہی کہ حضرت نے منبر پر اپنے میمونون کو اچھلتے اور جست کرتے دیکھا جس سے حضرت کو ایسا ملال ہوا کہ مذکور ہوا حدیث سابق مین یہ خاص انھین مین نہین ہی کہ اس سے یزید اور جو اسکے بعد بنی امیہ مین ہوے مراد لیے جائین بلکہ وہ اُنسے ترقی کرکے بحق معاویہ ابن ابی سفیان بھی پہونچتی ہی اور وہ وہ شخص ہی کہ جسکے حق مین بصحت ثابت ہی کہ پیغمبر خدا نے اسکے لیے دعاے بد کے موقع پر فرمائی ہو بعض انھین مواقع سے وہ ہی جو صحیح مسلم مین اور دیگر صحاح مین انکے وارد ہی انہ لما دعاہ فقیل لہ یا رسول اللہ ھو یاکل قال لا اشبع اللہ بطنہ یعنی جب پیغمبر خدا نے اسے بلایا تو حضرت کی خدمت مین عرض کیا گیا کہ معاویہ کھانا کھاتا ہی حضرت نے فرمایا کہ حق تعالیٰ کبھی اسکے پیٹ کو سیر نہ کرے اور واضح رہے کہ جو حضرت نے یہ حق معاویہ مین فرمایا اسکا برا ہونا ظاہر ہی جیسا کہ بعض دعیہ مین اسے استعاذہ بھی فرمایا ہی واعوذ بک من بطن لا یشبع اور عقلاً بھی ظاہر ہی کہ دواعی و شہوات اپنے صاحب کو محتاج کرتے ہین اور زیادہ اشتہاے طعام سے بھی انسان مرتبہ انسانیت سے جو ایک مرتبہ متوسط ملائکہ اور حیوانات مین ہی تنزل کرکے چارپایون کے مرتبہ مین ہو جاتا ہی کہ ہر وقت اکل و شرب و دفع فضول و ریاح کے شغل مین مبتلا رہتا ہی اور لذات و عبادات و طاعات سے اور غور و فکر سے بدائع و صنائع نامتناہی الہی مین و تکمیل نفس سے بذریعہ اکتساب علوم اور ریاضات نفسانی محروم ہو جاتا ہی اور یہی سبب سے وہ امر اُس سے واقع ہوا جو مشہور ہی کہ اثناے خطبہ صلواۃ مین اُنسے ریح صادر ہوئی اور اپنی خفت مٹانے کو کہنے لگے کہ حمد و سپاس ثابت ہی اُس خدا کے واسطے جسنے انسان کے بدن مین روح و ریح کو پیدا کیا اور نکلنا ریح کا سبب صحت کا گردانا چنانچہ ایک بزرگ صحابہ امیر المؤمنین علی بن ابیطالب علیہ السلام سے وہان موجود تھے جب انھون نے دیکھا کہ اسکا کلام ختم ہوا تو اُٹھ کھڑے ہوے اور کہا کہ حمد و سپاس ثابت اور زیبا ہی تجھ اُس خداوند کے جسنے روح و ریح کو انسان کے بدن مین

پیدا کیا اور نکالنا ریح کا بیت الخلا مین موجب صحت کا گرداننا اور منبر پر بدعت قرار دیا یہ بر سر منبر جو اسے خفت ظاہر حاصل ہوئی یہ نتیجہ اُسی دعاے بد کا تھا جو پیغمبر خدا نے اُسکے لیے فرمائی تھی پھر جناب سید داماد نے فرمایا ہی کہ پھر یہ حدیث معاویہ سے تا عثمان بلند ہوتی ہی اور پہونچتی ہی اور وہ دونون اُسی سے ہین جسے حق تعالی نے شجرہ ملعونہ فرمایا ہی اور اُسی طرح اُن دونون شخصون کی طرف پہونچتی ہی جو نصوص خلافت اور سراق امامت تھے یعنی بُرے چُرانے والے خلافت کے تھے کیونکہ جو کچھ پہلے انھون نے افعال کیے وہ مثل تخم تھے کہ بوے گئے اور جو کچھ اُنکے بعد اُنپر مترتب ہوا قتل و غارت آل رسول اور ہتک اسلام و مسلمین اور بدعات و شرور سے زمین پر وہ مثل کھیتیون کے تھا جو اُنھین تخمون سے پیدا و سرسبز ہوئی انتھی فقط اور شاہد اس قول کو مثل شہد شاہد من اھلہ وہ قول فاضل تفتازانی کا ہی جو بیان مطاعن یزید پلید مین شرح مقاصد سے منقول ہوا ہی کیونکہ اُس سے صاف باقرار فاضل مذکور یہ امر ثابت ہی کہ صحابی معصوم نہ تھے مگر علماے حضرات اہلسنت نے اپنے حسن ظن سے جو انھین بہ نسبت اصحاب رسول کے ہی اُنکے افعال شنیعہ کے لیے محامل پیدا کیے اور تاویلین کر کے جہان تک بنایا گیا بنایا اور جتنا چھپایا گیا چھپایا اُسکے بعد پھر تو ایسے ظلم کھل کر ہوے کہ جس سے علما بھی مجبور ہو گئے اور اُسکا چھپانا حد امکان سے باہر ہوا انتہی ملخصاً اور منصف پر پوشیدہ نہوگا کہ یہ فعل علما کا بھی عجیب بات ہی کیونکہ مدعی عصمت کے بھی بہ نسبت اصحاب نبی کے نہین ہین تا کہ وہی ضرورت صارفہ ہو اور اُسکے لیے تاویل کے محتاج ہون پھر کیا وجہ ہی کہ باوجود اعلان و ظہور ظلم و فجور محض حسن ظن کے باعث سے تاویل علیل کر کے اخفاے حق کرتے ہین حق کوشی چاہیے نہ کہ ناحق کوشی چوتھی وجہ یہ ہی کہ حق تعالی نے سورۂ ابراہیم مین بنی اُمیہ کی شان مین فرمایا ہی۔ الم تر الی الذین بدلوا نعمۃ اللہ کفرا و احلوا قومھم دار البوار جھنم یصلونھا و بئس القرار علامہ زمخشری نے تفسیر کشاف مین اس آیت کی ذیل مین کہا ہی عن عمر فی تفسیر الذین بدلوا ھم الافجران من قریش بنو المغیرۃ و بنو امیہ و اما بنو المغیرۃ فکفیتموھم یوم بدر و اما بنو امیۃ فمتعوا الی حین حاصل معنی اُس آیت وافی ہدایہ اور روایت کے یہ ہین کہ حق تعالی فرماتا ہی آیا نہین دیکھا تو نے طرف اُن اشخاص کے جنھون نے بدل کیا ہی نعمت خدا کو کفر کے ساتھ اور نیچے اُتارا ہی اپنی قوم کو دار ہلاکت مین کہ وہ جہنم ہی داخل ہونگے اُسمین اور بُری جگہ ٹھہرنے کی جہنم ہی صاحب کشاف نے تفسیر مین اس آیت کے جناب عمر ابن الخطاب اپنے دوسرے خلیفہ سے روایت کی ہی کہ انھون نے کہا کہ اس آیہ سے مراد دو قوم ہین جو سب فاجر و بدکارون سے مدو گیر ہین ایک بنی مغیرہ اور اُنکی شر سے تم بدر مین کفایت کیے گئے ہو اور ایک بنی اُمیہ کہ وہ متمتع کیے گئے ہین متاع دنیا سے چند روز کے لیے یا وقت معلوم تک کے واسطے پس جب قاطبتہ بنی اُمیہ اس آیہ مین منسلک بشہادت خلیفہ ثانی و علامہ زمخشری ہوے تو ان دونون گواہون کی شہادت کے موافق لعن اللہ بنی امیۃ قاطبۃ صادق آیا اور عثمان اور غیر عثمان جو جو اُس قوم سے ہون وہ اُسمین داخل ہوے اور اب البتہ مذہب حضرات اہلسنت بھی اُنکے خلیفہ ثانی کی گواہی سے برہم و درہم ہو کر ٹوٹ گیا والحمد للہ علی ذلک پانچوین وجہ وہ ہی جو اس مقصود مین مؤید ہی شیخ ابن حجر کی

روایت صواعق محرقہ مین ہی جسے انھون نے ابن شیبہ سے کہ اُسنے سعید ابن جمہان سے نقل کیا ہی کہ وہ کہتا ہی مین نے
سفینہ سے کہا کہ بدرستیکہ بنی اُمیہ یہ گمان کرتے ہین کہ خلافت اُنہین ہی پس اُسنے کہا کہ جھوٹ کہتے ہین کہ بنی زرقاء
بادشاہ ہین بدترین ملوک پھر اب خلافت کا ثبوت موافق اِس حدیث اہلسنت کے بنی امیہ کے واسطے حتی کہ
عثمان بن عفان و معاویہ بن ابی سفیان اور عمر بن عبد العزیز بن عبد الملک بن مروان سب کے واسطے یکسر باطل ہوگیا
اگرچہ اسکی تاویل مین شیخ ابن حجر نے کہا ہی کہ معناہ ان خلافۃ معاویہ وان کانت صحیحۃ الا انہا غلب علیہا مشابہۃ الملک یعنی
اسکے معنی یہ ہین کہ معاویہ کی خلافت اگرچہ صحیح ہی لیکن باشاہی کی مشابہت اُسپر غالب ہوگئی تھی مگر یہ تاویل علیل ہی اور
المعنی فی بطن الشاعر کا مصداق ہی کیونکہ سفینہ گنجینہ علم تھا اور اُسنے سائل کے سوال کے مقابل مین جو اُسنے پوچھا تھا کہ بنی امیہ
گمان کرتے ہین کہ خلافت اُنہین ہی کہا تھا کذب بنو الزرقاء پھر اگر سفینہ کے نزدیک خلافت معاویہ کی صحیح ہوتی تو اُنکی
تکذیب سچ نہوتی حالانکہ اُنکا قول صریح ہی ملک و خلافت کے تقابل مین اور جو مقابل متقابل تضاد ہون یہ جمع
ہو نہین سکتے فتدبر چھٹی وجہ وہ ہی جو روایت حضرات اہلسنت مین مشہور ہی الخلافۃ بعدی ثلثون سنۃ لم یصیر
ملکا عضوضا یہ خود خلافت بنی اُمیہ کی نفی کو کافی ہی اور اِس جگہ سے یہ بات ضرور پیدا ہوتی ہی کہ جو شاہ صاحب نے
کہا ہی کہ اہلسنت کے نزدیک تصرف زمین مین باوصف استحقاق اور غلبہ و شوکت و نفاذ امر ضرور ہی یہ بے اصل ہی
کیونکہ استحقاق کا تحقق اِن اہل کفر و نفاق اور صحاب خلاف و شقاق مین تو بالاتفاق متحقق نہین تھا لیکن
نزدیک شیعون کے تو صاف ظاہر ہی کہ وہ بغیر از ائمہ معصومین کسی کو مستحق نہین جانتے اور لیکن اہلسنت کے موافق
پس شاہد اُسپر خود شاہ صاحب کا قول ہی جو انھون نے لکھا ہی کہ جناب امام حسن مجتبیٰ کا مصالحت معاویہ کے ساتھ کرنا
اور خلافت کا ترک فرمانا باوجود اسکے کہ اِس امر خلافت کا استحقاق اُسوقت ذات عالی صفات مین آنحضرت کی منحصر تھا
اور جانب مخالف مین بے استحقاقی محض تھی ظاہرا یہی وجہ تھا کہ حضرت امام علیہ السلام جانتے تھے کہ خلافت کا
زمانہ منقضی ہوگیا ہی اور بادشاہی گزندہ کا وقت اور دورہ ظلم و بیداد کا قریب پہونچا ہی اگر مین ریاست کے لینے کے
درپے ہونگا تو چونکہ مقدر نہین ہی اسلیے منتظم نہوگا اور فتنہ و فساد اور تعصب و عناد درمیان مین آئیگا انتہی ملخص کلامہ
لیکن اب اِس قول کے بعد شاہ صاحب اور اُنکے تابعین شیخ ابن حجر کو جو معاویہ بن ابی سفیان کو خلیفہ حق اور امام
صدق عند نزول المسیح لہ کہتے ہین اور اِسی طرح صاحب فتح الباری اور قاضی عیاض کو جو معاویہ اور اُسکے اذناب کو
خلیفہ برحق جانتے ہین یا اہلسنت سے خارج بلکہ خوارج سے سمجھین یا اپنے کہنے سے جو عیب پوشی اہل نحلہ کے لیے
اپنے کہا ہی کہ اہل سُنت کے نزدیک خلافت مین استحقاق شرط ہی دست بردار ہون کیونکہ عدم استحقاق کا اعتراف بھی
خود کر چکے ہین پھر اگر یہ کہین حضرات اہلسنت اِس جگہ ہر کہ شاہ جی نے تصریح کی ہی ساتھ اِس امر کے کہ خلافت
کبھی ریاست و بادشاہی کے معنون پر بھی اطلاق کی جاتی ہی اور جب یہ ہوا تو معاویہ کی خلافت اسی بابت کیون نہو

وجہ ششم

تو اُسکا جواب ہم یہ دینگے کہ اگر ایسا ہوتا تو شیخ ابن حجر روایت سفینہ کے جواب مین یہ کیون کہتے کہ خلافت بہ معاویہ
وان کانت حقہ الا انہا غلب علیہا مشابہۃ الملک کیونکہ خلافت بادشاہی و ریاست کے معنی پر عین ملک ہی مشابہ ہونا اُس سے
کیسا اور اگر یہ معنی مراد انکی ہوتی تو پھر یہ کیون کہتے کہ اہلسنت وجماعت کا اعتقاد یہ ہی کہ معاویہ ایام خلافت حضرت
علی ابن ابیطالب مین خلیفہ نہ تھا وانما کان من الملوک واختلفوا فی امامتہ لعد موت علی فقیل صار اماما وخلیفۃ لان البیعۃ قد تمت لہ وقیل
لم یصر اماما لحدیث ابی داؤد والترمذی والنسائی الخلافۃ بعدی ثلثون سنۃ ثم یصیر ملکا عضوضا وقد انقضت الثلثون
بوفات علی اور اگر امین معنون سے معاویہ کو خلیفہ جانتے تو احادیث کذوبہ کے ذریعہ سے مثل اُسکے جو پیغمبر خدا کی طرف
منسوب کیا ہی کہ آنحضرت نے فرمایا معاویہ کے حق مین اللّٰھم اجعلہ ھادیا مھدیا واذا ملکت فاحسن اُسکا استحقاق خلافت
کے لیے کیون ثابت کرتے اور اس عبارت کو ذکر کرکے کیون کہتے کہ فہو مایحتج بہ علی فضل معاویہ وانہ لا ذم یلحقہ بتلک
الحروب لانہا کانت من اجتہاد لا لمنازعۃ علی الخلافۃ انتہی ملخصا منصفین خوب سمجھینگے کہ جو اس فاضل نے کہا ہی کہ جو لڑائیان
معاویہ جناب امیر علیہ السلام سے لڑا اُس سے کچھ قباحت اور گناہ اُسکے ذمہ مین نہین عائد ہوسکتا کیونکہ یہ اجتہاد کی
راہ سے ہوا کچھ خلافت پر منازعت نہین ہوئی کیا واہی بات ہی سبحان اللہ اُس امام زمان سے محاربہ کرنا جو حکم
محاربہ پیغمبر خدا مین ہو فضیلت معاویہ مین قادح نہو اور محمول طمع خلافت پر نہ کیا جاے حالانکہ خود معاویہ کہتا تھا کہ
ما زلت اطمع فی الخلافۃ منذ قال رسول اللہ فی یامعویۃ اذا ملکت فاحسن اب اِس سے صاف ظاہر ہوتا ہی کہ ہمیشہ سے اُسکے دندان
طمع تیز تھے خود حدیث بنا کر خون عثمان کے طلب کرنے کے بہانے سے ہر چند کہ اُسکا وہ ولی نہ تھا امام زمان سے لڑا اور
مسلمانون کا خون ناحق صحابہ وتابعین سے زمین پر گرایا اور آتش فتنہ کو مشتعل کیا پھر ان سب فتنون کو اجتہاد کے
ساتھ موسوم کرکے فضیلت معاویہ کے لیے منافی نہ جاننا جان انصاف پر ظلم وستم کرنا ہی اور حق تو یہ ہی کہ جو شاہ صاحب نے
استحقاق کی نفی معاویہ سے یہان پر کی ہی جو حق تعالی نے کلمہ حق انکی زبان سے کہوا دیا ہی والا واقع مین آنحضرات کے
تعصب وعتساف سے نہ کبھی اِسکی توقع تھی نہ ہی ساتوین وجہ وہ ہی کہ یہ احادیث اثنا عشر خلیفہ جو متفق علیہ ہین
انہین بنظر تامل دیکھنا چاہیے کہ اُس سے صاف وصریح یہ امر ناطق وظاہر ہوتا ہی کو بعض کو بعض سے ملانے کے بعد
کہ بارہ خلیفہ مین امر مستمر رہیگا آخر زمانہ تک اور امر سلام روز قیامت تک انہین مین قائم رہیگا پھر یہ احادیث ان بارہ
خلفاے حضرات اہلسنت کی مصداق کیونکر ہوسکتی ہین کیونکہ وہ تو بہت تھوڑے زمانہ مین منقرض ہو گئی اِس
صفت کا انحصار نہین ہی مگر فرقہ اثنا عشریہ کے بارہ امام علیہم السلام مین اور وہ مطابق ہین اُس خبر کے لیے بھی جو
مجمع علیہ مین الانام ہی کہ آنحضرت نے فرمایا من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتۃ جاہلیۃ کیونکہ یہ بھی دلالت اِسی بات پر
کرتی ہی کہ امام ہر زمانے مین موجود ہون جب تو ہر شخص کو ضرور ہو کہ اپنے زمانے کے امام کی معرفت حاصل کرے اور
چونکہ اُنکے ائمہ اثنا عشر کو گذرے ہوے مدت ہوئی پھر اب اُنکا کون امام ہی شارح عقائد نے اس مقام پر ہاتھ پاؤن

بہت مارے لیکن حیرت کے سوا کچھ اُنکے ہاتھ نہین آیا حق یہ ہے کہ جب بنا فاسد ہو تو مکان خراب ہوتا ہے اسی طرح
جنکی شان مین یہ پیغمبر خدا نے فرمایا تھا جب اُسے جاری نہونے دیا اور چاہا کہ ناحق تاویلین کرکے باطل کو حق
کرین اور حق کو مٹائین اور چھپائین تو کسطرح انجام مین خسران و حیرت کے سوا اور کچھ ہاتھ آسکے اُسی کا مصداق یہ ہے
کہ فاضل مذکور نے کہا ہے کہ فان قیل علی ما ذکرتم ان مدۃ الخلافۃ ثلثون سنۃ یکون الزمان بعد الخلفاء الراشدین خالیا عن
الامام فتعصی الامۃ کلھم ویکون میتتھم میتۃ جاھلیۃ قلنا قد سبق ان المراد الخلافۃ الکاملۃ ولو سلم فلعل دور الخلافۃ ینقضی دون دور الامامۃ بناء علی ان
الامام اعم لکن ھذا الاصطلاح مما لم نجدہ للقوم بل من الشیعۃ من یزعم ان الخلیفۃ اعم ولھذا یقولون بخلافۃ الائمۃ الثلاثۃ دون امامتھم
واما بعد الخلفاء العباسیۃ فالامر مشکل پھر اب بنا بر اسکے اس مدت دراز مین جملہ حضرات اہلسنت کہ موافق اپنے زعم کے
خواہ عقلاً یا نقلاً وجوب نصب امام کے ساتھ جو مامور ہین تو اب گنہگار اور واجب کے تارک ہونگے اور اُنکی موت
میتۃ جاہلیت ہوگی اور اس اشکال سے تو کسی طرح چارہ کار نہین ہوسکتا فتدبر آٹھوین وجہ وہ ہے جو فاضل سیوطی نے
کتاب تاریخ الخلفا مین روایت ابی الخالد سے نقل کی ہے انہ قال لا تھلک ھذہ الامۃ حتی یکون منھا اثنا عشر خلیفۃ کلھم یعمل
بالھدی ودین الحق منھم رجلان من اھل بیت محمد صلعم علی ھذا فالمراد بقولہ ثم یکون الھرج ای الفتن المؤذنۃ بقیام الساعۃ من خروج دجال وما بعدہ
پھر اب لائق انصاف ہے کہ بنا بر اس روایت کے جو کچھ بنی اُمیہ سے فعال از قبیل استیصال اہلبیت و اہل مدینہ عمل مین
آئے اُسی کا نام اور یہ عین ہدیٰ تھا یا نہین اگر کوئی پہلی شق کو اختیار کرکے کہے کہ وہی ہدیٰ ہے تو یقینی اسکا کہنے والا
دین حق سے خارج ہوگا اور اگر شق دوسری اختیار کرینگے تو پھر یہ اشقیا کسی طرح اثنا عشر خلیفہ کا مصداق نہین ہوسکتے
اور نہ کوئی انھین خلیفہ حق جان سکتا ہے اور جب یہ نہوا تو پھر جنکے حق مین وہ اخبار وارد ہوے ہین انھین مین رہے اور
حق بمرکز قرار گرفت نوین وجہ وہ ہے کہ چونکہ علماے حضرات اہلسنت نے تشخیص دوازدہ امام و خلفا مین اپنے دو شخص
اہلبیت سے شمار نہین کیے پس اس روایت کے موافق اُنکی یہ تشخیص و تاویل باطل ہے دسوین وجہ یہ ہے کہ بنی اُمیہ پر
پیغمبر خدا کا لعنت فرمانا مکرر ثابت ہے جیسا کہ بعض روایات حضرات اہلسنت مین بھی وارد ہے کہ آنحضرت نے معاویہ
بن ابی سفیان کے حق مین فرمایا لعن اللہ الراکب والقاید والسایق اور سید سند نے لکھا ہے کہ حکم کی چارون اولاد پر لعنت
فرمائی جیسا کہ کتاب جمع الجوامع مین روایت سیوطی سے اور صاحب فردوس سے منقول ہے اور بھی سیوطی سے منقول ہے
کہ پیغمبر خدا نے لعنت فرمائی حکم پر اور جو کہ اُسکے صلب سے روز قیامت تک باہر آئے اُسپر لعنت فرمائی ہے اور
بھی بنی اُمیہ کے حق مین فرمایا ہے شر القبائل بنو امیہ پھر اب ان علماے حضرات اہلسنت کا کیا حال ہے کہ جو بدترین قبائل
عرب بزبان نبی ہین اور مورد طعن ہین انھین اپنا پیشوا اور امام قرار دیتے ہین خدا نفسانیت سے محفوظ رکھے کیا کتب سیر
واخبار کو نہین دیکھتے یا تاویل کے لیے اور استدلال فرقہ حق کی تضعیف کے لیے کچھ حسن و قبح پر نظر نہین کرتے اور
جو منہ مین آتا ہے کہہ دیتے ہین اُسی کا نام عزت اسلام و استقامت امور مومنین تھے جنکی بشارت پیغمبر خدا اُمت کو اپنی

دیتے تھے گیارھوین وجہ یہ ہی کہ بنی امیہ اپنے منبرون پر یقینی طعن اور سب و شتم نسبت امیر المومنین و امام المتقین کے
کرتے تھے جیسا کہ ملاحظ کتب سیر و اخبار سے واضح ہوتا ہی پس وہ بے شبہ کافر تھے اور کفار بالاتفاق امامت کی
لیاقت نہین رکھتے اور یہ بھی عجیب بات ہی کہ حضرات اہلسنت سب شیخین کو تو کفر جانتے ہین اور سب علی ابن ابیطالب
کو کفر نہین جانتے اور کچھ اسکی پروا نہین رکھتے بلکہ جو زیادہ سب و شتم کرنے والا بہ نسبت آنجناب کے ہوا سے اپنا خلیفہ و
پیشوا اقرار دیتے ہین اور جسقدر نور خدا کا بجھانا چاہا اُتنا ہی خدا نے اُسے روشن فرمایا ابن ابی الحدید نے کیا خوب
کہا ہی شرح نہج البلاغہ مین جسکا ترجمہ یہ ہی کہ مین کیا کہون اُس مرد کے بارے مین کہ جسکے لیے اُسکے دشمنون نے اُسکی
فضیلت کا اقرار کیا ہو اور کسی طرح نہوسکا اُنکے دشمنون سے کہ اُنکے مناقب سے انکار کرتے اور اُنکے فضائل کسی طرح
اُنسے نہ چھپ سکے پس بدرستیکہ تو جانتا ہی کہ مستولی ہوے بنی امیہ حکومت اسلام پر شرق اور مغرب مین پر اور ہر
حیلہ سے اطفاے نور مین اُنکے اُنھون نے کیسی کیسی کوششین کین اور اُنکے فضائل کی تحریف کرکے معائب اور مثالب
اُنکے لیے بناے اور اپنی زبانون کو اُنکی لعن کے ساتھ منبرون پر آلودہ کیا اور جو اُنکی مدح کرنے والے تھے اُنھین عذاب کے
ساتھ وعید و تہدید کی بلکہ اُنھین قید کیا اور قتل کیا اور مانع ہوے روایت کرنے سے اُس حدیث کے جو مشتمل کسی
فضیلت پر اُنکے فضائل کے ہو یا محتوی ایسے مضمون پر ہو جو اُنکے ذکر کو بلند کرے یہان تک کہ حرام کیا کہ کوئی اُنکے نام سے
اپنے فرزند کا نام رکھے پھر بھی اِن سب نے کسی چیز کو اُنکی فضیلت سے نہ گھٹایا بلکہ روز بروز درجے بلند اُنکے زیادہ سے یادہ
واضح ہوے اور اُنکے فضائل کا حال نہ تھا مگر مثل مشک کی خوشبوئی کے کہ جسقدر اُسے چھپائین وہ منتشر ہوتی ہی
اور مثل روشنی آفتاب کے تھا کہ جب اُسے کف دست سے چھپائین تو چھپا نہین سکتے اور مثل روز روشن کے تھے کہ اگر
ایک آنکھ کو بند کرین کہ نہ دیکھین اُسے تو یقینی بہت سی آنکھین اُسے دیکھینگی انتہی اور عجیب بات ہی کہ حق تعالیٰ
فرماتا ہی کہ ان اکرمکم عند اللہ اتقیکم پھر بنی امیہ جو بڑے فاسق اور شریر ترین ناس سے تھے باوجود موجود ہونے اشرف ناس کے
کسی طرح خلافت کے لائق نہین ہوسکتے جیسا کہ جناب امیر علیہ السلام نے خطاب باعتاب معاویہ کو لکھا تھا لیس امیہ
کہاشم ولا حرب کعبد المطلب ولا ابو سفیان کابیطالب ولا المہاجر کالطلیق ولا الصریح کاللصیق ولا المحق کالمبطل ولا المومن کالمدغل ولبئس الخلف خلف یتبع
سلفا ہوی فی نار جہنم یعنی نہ امیہ مثل ہاشم کے تھا اور نہ حرب مثل عبد المطلب تھا اور نہ ابوسفیان مثل ابوطالب تھا نہ مہاجر
مثل طلیق ہوسکتا ہی یعنی وہ اشخاص جو ایمان کے شوق مین دار الحرب سے اپنی بی بی اور بچے اور وطن کو اپنے چھوڑکر
بشوق اسلام و ایمان خدمت مین حضرت رسالتمآب کی آے وہ اُنکے مماثل نہین ہوسکتے کہ جو حالت کفر مین جہاد مین
مسلمانون کے ہاتھ پر اسیر و گرفتار ہوے اور بند سخت مین مبتلا ہوکر بعد منت یا فدیہ دینے کے اُنھون نے رہائی پائی
اور نہ صریح مثل لصیق ہوسکتا ہی یعنی وہ شخص کہ اُسکا نسب صریح اور واضح ہی وہ اُسکی طرح ہوجاے کہ جو داخل النسب ہو
اور اپنے تئین اپنے باپ کے سوا دوسرے سے ملصق و ملحق کرے ابو الفرج اصفہانی نے کتاب اغانی مین ہیثم بن عدی سے

گیارھوین وجہ

کتاب مثالب سے نقل کیا ہی کہ ابوعمرو بن امیہ امیہ کا غلام تھا اور اسکا نام ذکوان تھا پھر امیہ نے اسے اپنا جانشین کیا
ایک روز ذکوان دعیل نسابہ معاویہ کے پاس آیا پس معاویہ نے کہا کہ من رایت من اجلہ قریش یعنی کسی اجداد بزرگان قریش سے
تو نے دیکھا ہی اسنے کہا کہ مین نے عبد المطلب بن ہاشم کو اور امیہ بن عبد شمس کو دیکھا ہی معاویہ نے کہا کہ دونون کا حال
میرے آگے بیان کر ذکوان نے کہا کہ عبد المطلب سفید رنگ دراز قامت خوشرو تھے کہ انکی پیشانی سے نور نبوت
پیدا تھا اور عزت و ریاست و بادشاہی انکے بشرہ سے ظاہر ہوتی تھی اور دس بیٹے انکے گرد گویا شیر بیشہ شجاعت
بیٹھے تھے یہ سنکر اسنے کہا کہ امیہ کیسا تھا اسنے کہا مین نے اسے بھی دیکھا ہی ایک مرد پیر کوتاہ قامت نحیف الجسم نابینا تھا
کہ اسکا غلام ذکوان اسے کھینچتا پھرتا تھا معاویہ نے کہا ایسی بات نہ کہ ذکوان اسکا بیٹا تھا اور ابوعمر اسکا نام تھا یہ سنکر
اسنے کہا کہ یہ وہ بات ہی کہ جسے تمنے اسکے بعد دل سے تراشا ہی اور حقیقت حال وہی ہی جسکی مین نے خبر دی ہی اور
باب نبوت مین امیہ کا حال مفصل بیان ہو چکا ہی پھر ترجمہ کلام جناب امیر علیہ السلام یہ ہی نہ محق مثل مبطل ہو سکتا ہی
اور نہ مومن مثل مدغل ہی اور یہ اشارہ ہی طرف نفاق بنی امیہ کے اور یہ کہ انکا ایمان زبانی ہی کہ اسکی کچھ اصل نہین ہی پھر
فرمایا کہ اخلاف انکے اپنے اسلاف کے تابع ہین کہ ماوی و مقام انکا سب کا جہنم ہی یتبع بعضہم بعضا انتہی اور بعض مقام پر
ان جناب نے فرمایا ہی منا النبی ومنکم المکذب ومنا اسد اللہ ومنکم اسد الاحلاف ومنا سید شباب اھل الجنۃ ومنکم صبیۃ النار
ومنا خیر نساء العالمین ومنکم حمالۃ الحطب فاسلامنا قد سمع وجاھلیتکم لا تدفع یعنی ہم مین سے پیغمبر خدا ہین اور تم مین سے تکذیب
کرنے والا ہی اور ہمسے شیر خدا ہین اور ظاہرا اس سے مراد حمزہ بن عبد المطلب ہونگے جو پیغمبر خدا کے چچا تھے اور تم مین سے
شیر ہم قسمان کفار قریش ہی جو فتنہ برانگیختہ کرنے کو اور غارتگری کے لیے ہم قسم ہوا تھا جسکا نام اسد بن عبد العزی تھا اور
ہمسے سرداران جوانان اہل بہشت ہین یعنی حسن اور حسین علیہما السلام جو دونون فرزند انحضرت کے تھے اور تمسے صبیۃ النار
اولاد عتبہ بن ابی معیط اموی کافر کی ہی کہ جسنے پیغمبر خدا کو خنق کیا تھا اور خداتعالی نے انحضرت کو اسکے ہاتھ سے نجات
دی اور اسکے باپ کی عورت سے وہ پیدا ہوے تھے جیسا کہ ایام جاہلیت مین اس امر نے رواج پایا تھا اور یہ بدبخت
جنگ بدر مین مسلمانون کے ہاتھ پر گرفتار ہوئی پس پیغمبر خدا نے اسکے قتل کرنے کو حکم فرمایا قبل اسکے کہ وہ کشتہ ہو اسنے
کہا کہ یا محمد من خاصۃ قریش فمن البقیۃ بعدی قال النار فلذلک سموا بنی معیط صبیۃ النار اور ہمسے ہین بہترین زنان عالمیان اور تمسے ہی
لکڑی اٹھانے والی جو آتش فتنہ کو بھڑکاتی تھی اور اسے ام جمیل کہتے تھے کہ وہ حرب کی بیٹی تھی جو معاویہ کی پھوپی تھی
اور ابولہب کی جورو تھی خاردار لکڑیون کا پشتارہ شب کے وقت رسول خدا کے سر راہ لاکر ڈالتی تھی تاکہ انحضرت کے
پاؤن زخمی ہو جائین اور بعضون نے کہا ہی کہ حمالۃ الحطب کنایہ نمامی اور سخن چینی اور فتنہ پردازی سے ہی پس ہمارے مدایح
اسلام کے سب کے گوش ہوش مین پہونچے اور تمہاری جاہلیت مین کسی کو انکار کا مقام نہین ہی انتہی ترجمہ کلامہ الشریف
بہ حی لہ الفداء اب بتامل صادق سمجھنا چاہیے کہ صاحب فتح الباری کی حجت ان شرار کی خلافت پر اجماع ہی جیسا کہ اپنے

بارہ امامون کے بارے مین قاضی عیاض کی تخصیص کو نھون نے پسند کرکے کہا ہی ارجح الاقوال لتایئدہ بما فی بعض طرق الحدیث
کلہم یجتمع علیہم الناس اب حضرات اہلسنت سے لائق سوال یہ امر ہی کہ آیا معاویہ اور اسکے اذناب کو خلیفہ بحق جانتے ہین اور
جملہ برائیون سے انکے اغماض عین کرتے ہین جیساکہ قاضی عیاض اور صاحب فتح الباری نے کیا اور کہا ہی تو اس صورت
مین یہ سب حضرات اُسکے مورد ہونگے جو ہم اُنپر وارد کر آئے واگر معاویہ کو پایہ استحقاق خلافت سے گراتے ہین فضلا عن اذنابہ
جیساکہ شاہ صاحب نے بھی اُسکے استحقاق خلافت کی نفی کی ہی اپنے قول سے جو مذکور ہوا اور وہ یہ ہی دو جانب مخالف
بے استحقاقی ظاہر تو پھر اجماع کا جواب کیا ہوگا کیونکہ جب اجماع اہلسنت کا باطل پر ہونا ان مواضع مین ثابت ہوا
تو انکا اجماع اول سے باطل سمجھنا چاہیے کیونکہ جیسا اجماع معاویہ اور یزید ابن معاویہ اور دیگر طغاۃ بنی اُمیہ پر ہوا ایسا
اجماع اور یہ کثرت بیعت کی سقیفہ و شوریٰ مین بھی نہین ہوئی اور وہ اجماع اس اجماع سے یقینی پست تر ہی اور جب
قسم اعلیٰ اجماع کی ظاہر البطلان ہی تو پست تر کو کیا کہنا چاہیے فتدبر اب ہم بر تقدیر تسلیم اس روایت کے جسے صاحب
فتح الباری وغیرہ نے اپنے مذہب پر احتجاج کرکے اپنے پیرون کو گمراہی مین ڈالا اور اپنے تئین مورد اُن ایرادات کا کیا
کہتے ہین کہ مراد اجماع سے یہان استحقاق پر اجماع ہی اور اسمین مطلب صاف ہوتا ہی اور حق بجز قرار پکڑتا ہی کیونکہ
استحقاق ہمارے ائمہ اثنا عشر کا صلواۃ اللہ علیہم اجمعین خلافت مجمع علیہ بین الامت ہی پھر انکے سوا کوئی لائق امامت و
خلافت کے نہین ہی اور بندون کا سوء اختیار خود بقول شاہ صاحب ظاہر ہو چکا کیونکہ جب انھون نے اعتراف کیا کہ
امام حسن علیہ السلام کی ذات مین استحقاق منحصر تھا اور معاویہ مین بے استحقاقی ظاہر تھی پھر جب باوجود انحصار
استحقاق بھی سب نے اطاعت نہ کی تو اس سے لازم ہوا کہ خدا کی طرف سے مستحق خلافت امام حسین علیہ السلام تھے
مگر بندون نے اپنے سوء اختیار سے اطاعت غیر مستحق کی اختیار کی اسی طرح جملہ ائمہ دوازدہ گانہ مستحق تھے لیکن سوء اختیار
بندگان سے وہ خانہ نشین اور معطل رہے جیساکہ پیشتر سلام سے اور انبیا کا بھی یہی حال رہا پھر اب ان نصوص سے
جنکے حق مین وارد ہوئی ہین انھین کو مراد لینا چاہیے اور انکے غیر کو مورد اس بشارت کا نہونا چاہیے وھو المطلوب والحمد للہ
علی احسانہ قدح الحق اکملہ اما یہ امر کہ جو وہ حضرات کہتے ہین کہ نصرت و غلبہ اہلسنت کے نزدیک امامت مین شرط ہی
تو ہم یہ کہتے ہین کہ جو ہمنے کہا اس سے بخوبی واضح ہوا کہ یہ بات خدا کے نزدیک شرط نہین ہی اگر اہلسنت کے نزدیک
شرط ہو تو ہو ہمین انکی شرط سے کیا کام ہی اور وہ کس شرط پر عمل کرتے ہین انھین اتلاف حق سے کام ہی استحقاق بھی
تو شرط تھا پھر اسپر کیا عمل ہوا جنکے عدم استحقاق کے مقر و معترف خود ہین پھر انھین کو خلیفہ بنایا اور کس بارہ کے
مقابلہ مین انھین شمار کیا پھر اب کس شرط کے درپے ہونگے پھر جب معاویہ کے زمانے سے شرط استحقاق خلفا سے
مفقود ہوئی تو اب لائق غور ہی کہ اس زمانے تک حضرات اہلسنت کے ذمہ پر واجب تھا کہ ایسا امام جو عادل اور مستحق
خلافت ہو اُسے نصب کرتے اور جب اُسے نصب نہ کیا تو واجب کو ترک کیا اور ترک واجب پر اصرار کیا اور جب امام ہی نہین

تو امام زمان کی معرفت کس طرح ہوئی اور جب بے معرفت امام زمان موت آے تو یہ مرنا جاہلیت پر ہوگا انکی ایسی
شرائط ہین جنسے یہ خرابیان لازم آتی ہین فتدبر اب طالب بصیرت کو بچشم انصاف و بہ ترک اعتساف دیکھنا چاہیے
کہ فتح الباری کے مصنف نے قول قاضی عیاض کو ترجیح دیکر ایک روایت کے مضمون سے کہ اسکو بھی ہم بعد تسلیم
بشر اپنے ائمہ دوازدہ گانہ کے امامت کا کہتے ہین محض شیعون کی عداوت سے ناحق کوشی کو اختیار کرکے خلافت و
امامت خلفاے جور کے حق مین اُن نصوص نبی کو جو بلفظ اثنا عشر خلیفہ یا امیر یا ائمہ تعیین وارد اور نافذ جانا اور اپنے
یہان بھی بارہ خلیفہ و امام بمقابل شیعون کے ائمہ دوازدہ گانہ علیہم السلام کے مقرر کیے جنکا حال مذکور ہوا تاکہ
جو شیعہ استدلال ان نصوص سے صحت عدد ائمہ پر اپنے کرتے ہین اُسے ضعیف کرین اور یہی حال ان حضرات کا ہے کہ ہمیشہ
ابطال حق کے واسطے جنسے اخبار وضع کیے گئے انھون نے انمین بہت کچھ مناسب مقام اپنا کام کیا اور انکے بعد
والون نے بہت کچھ اُن احادیث مکذوبہ کی تصحیح و تقویت مین دست و پا مارے اور اخبار صادقہ کے الفاظ مین تصرف کیے
اور محامل غیر صحیحہ اُنکے الفاظ کے لیے پیدا کیے اور تاویلین بعید از کار اپنے مفید مرام کین یہی طرح ان نصوص کی نسبت بھی
اُنسے عمل مین آیا و الا کافی ہے تاویل و تفسیر صحیح کے لیے اُن نصوص کے جو اخبار ہمنے اصحاب و صحابیات نبی سے مع
اقوال علما پیشتر ذکر کیے اور وہ خبر جو اعمش اور زمخشری سے بطرق حضرات اہلسنت منقول ہے اور صحاح کی اُنکے خبر ہے
کہ فرمایا پیغمبر خدا نے فاطمۃ بہجۃ قلبی و ابناؤھا ثمرۃ فوادی و بعلھا نور بصری والائمۃ من ولدھا امناء ربی حبل ممدود بینہ و بین
خلقہ من اعتصم بہم نجی ومن تخلف عنہم ھوی یعنی فاطمہ میرے دل کی خوبی ہے اور فرزند اسکے میرے میوۂ دل ہین اور
شوہر اسکا میری آنکھون کا نور ہے اور جو ائمہ اسکی اولاد سے پیدا ہونگے وہ میرے پروردگار کے امین ہین اور ایک رسن
آویختہ ہین درمیان خدا اور اسکی خلق کے جس شخص نے اُنسے اعتصام کیا یعنی چنگل مارا اور تمسک اُنکے ساتھ کیا اور
یہ استعارہ ہے محبت و اطاعت و فرمان برداری سے یعنی انھین حجت خدا زمین پر جانا اور ہر امر مین انکی اطاعت کی
اُسنے نجات پائی اور جسنے کہ انھین چھوڑا اور انکی مخالفت کو اختیار کیا وہ گمراہ ہوا اور گر گیا اب حضرات اہلسنت
بانصاف فرماوین کہ جنکو اپنے ائمہ قرار دیتے ہین اور انکے حق مین اُن نصوص کو وارد سمجھتے ہین آیا وہ مصداق والائمۃ
من ولدھا کا جو اس حدیث مین وارد ہین ہو سکتے ہین یا نہین غالب ہے کہ شق اول تو کوئی اختیار ہی نہین کر سکتا اور
جب یہ نہوا تو پھر کیا وجہ ہے کہ ان نصوص کو ائمہ دوازدہ گانہ فرقہ حقہ کے حق مین وارد و نافذ نہین سمجھتے کیونکہ جو بزبان
نبی ائمہ اور امناء اللہ ہو چکے اور انکی اعتصام سے نجات اور تخلف سے خلق کے ہلاکت بزبان نبی ثابت ہوئی وہی
اس لائق ہین کہ مورد اثنا عشر خلیفہ کا ہون اور انھین کے وجود ذی جود سے بقاے اسلام اور اعزاز و اکرام اسکا سمجھا جاے
اور مؤید اسکے ہے وہ روایت جسے امام اہلسنت احمد نے اپنی مسند مین نقل کیا ہے اور طبری نے بھی عماد الدین حنفی سے اُسے
نقل کیا ہے کہ ایک روز پیغمبر خدا نے جناب امام حسین علیہ السلام سے فرمایا انت سید ابن السید ابو السادات انت امام ابن الامام

ابو الائمة انت حجة ابن الحجة ابو الحجج التسعة من صلبك تاسعهم قائمهم اور ملا علی رضا بن کمال الدین حسین مصنف سفینة النجاة نے اخطب سے اِس روایت کو نقل کیا ہی کہ کہا اُسنے کہ سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مین ایک دن پیغمبر خدا کی خدمت مین حاضر ہوا اُسوقت کہ امام حسین ابن علی علیہما السلام آنحضرت کے زانوے مبارک پر بیٹھے تھے اور وہ حضرت اُن جناب کی چشمان منور اور لبہاے نازک پر بوسے دیتے جاتے تھے اور یہ حدیث جو مذکور ہوئی فرماتے تھے جسکے معنی یہ ہین کہ اے حسین تو سردار ہی اور بیٹا ہی سردار کا اور باپ ہی سردارون کا تو امام ہی اور فرزند ہی امام کا اور باپ ہی امامون کا تو حجت خدا ہی اور بیٹا ہی حجت کا اور باپ ہی تو حجتون کا جو تیرے صلب سے ہونگے نوان انکا قائم آل محمد ہی صلواة اللہ علیہم اجمعین پھر اب خلاف شیعون کے کمنا اور سوا اُنکے ائمہ دوازدہ علیہم السلام کے جنکو تعیین پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے سادات اور ائمہ او صحیح فرمایا اور اشرار اور فساق کو موردان نصوص کا جو مشتمل بشارت کی خلافت و امامت کے واسطے ہین قرار دینا ستم بر جان انصاف کرنا ہی اور کسی طرح اب اُسکے سوا اُنکے ائمہ یازدہ عشر مراد نصوص مذکورہ کے نہین ہو سکتے فتم المطلوب بالحمد للہ اولا و اخرا گرچہ اِس جگہ فی الجملہ کلام کو بسط ہو گیا لیکن غرض ہماری جو اظہار حق اور بیان حقیقت اور اتمام حجت تھی وہ بحمد اللہ باکمل وجہ تمام ہوئی آیندہ اختیار ہی ناظرین کو چاہین بانصاف دیکھین یا صاحبان اعتساف سے رہین فمن شاء فلیومن و من شاء فلیکفر فصل دوسری بیان مین دوسری دلیل کے جو دلالت کرتی ہی وجوب تمسک پر اہلبیت علیہم السلام کے ساتھ جاننا چاہیے کہ جناب سید سند نے نور الدین علی بن حسام الدین سے جو مشہور متقی ہی نقل فرمایا ہی کہ اُنسے کتاب منہج العمال جامع صغیر مین کہ جمع الجوامع کا مختصر ہی باب ثانی مین کہ باب الاعتصام بالکتاب و السنة ہی ذکر کیا ہی اور ہم مین اِس جگہ لفظ حدیث اور ترجمہ اُسکا سمجھنے کے لیے لکھتا ہون عن مستدرک الحاکم عن ابی هریرة عن النبی صلعم خلفت فیکم شیئین ان تضلوا بعدهما ابدا ما تمسکتم بهما کتاب اللہ و سنتی و لن یتفرقا حتی یردا علی الحوض یعنی ابو ہریرہ نے کہا ہی کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ مین دو چیزین تم مین چھوڑتا ہون جس سے تم گمراہ نہوگے کتاب خدا اور اپنی سُنت اور وہ ہرگز جدا نہونگی یہان تک کہ حوض پر میرے وارد ہونگی قال و ابو بکر الشافعی فی الغیلانیات عن ابی هریرة ایها الناس قد ترکت فیکم ما ان اخذتم به لن تضلوا کتاب اللہ و عترتی اهل بیتی یعنی صاحب کتاب نے ابو ہریرہ سے بسند ابو بکر شافعی نقل کیا ہی کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ بہ تحقیق کہ مین چھوڑتا ہون تم مین ایسی چیز کو کہ اگر تم اُسے لیے رہوگے تو ہرگز گمراہ نہوگے وہ کتاب خدا اور میری عترت اور اہلبیت ہین الترمذی عن جابر انی تارک فیکم خلیفتین کتاب اللہ حبل ممدود ما بین السماء و الارض و عترتی اهل بیتی و انهما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض یعنی ترمذی نے جابر سے روایت کی ہی کہ فرمایا پیغمبر خدا نے کہ مین چھوڑتا ہون تم مین دو خلیفہ ایک کتاب خدا کہ وہ رسن آویختہ ہی درمیان آسمان و زمین کے اور دوسری عترت و اہلبیت میرے کہ وہ دونون ہرگز جدا نہونگے یہان تک کہ حوض پر میرے پاس پہونچین حم طب یعنی مسند احمد مین اور کتاب کبیر مین طبرانی کے

وفی سنن سعید ابن منصور عن زید بن ثابت رضی اللہ عنہ انی تارک فیکم ما ان تمسکتم بہ لن تضلوا بعدی احدھما اعظم من الاخر کتاب اللہ حبل ممدود من السماء الی الارض وعترتی اھل بیتی ولن یفترقا حتی یردا علی الحوض فانظروا کیف تخلفونی فیھما یعنی جن اسناد کا ذکر ہوا انکے ذریعہ سے زید بن ثابت سے منقول ہی کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ مین تم مین چھوڑتا ہون ایسی چیز کہ جب تک اُس سے متمسک رہوگے ہرگز میرے بعد گمراہ نہوگے اور انہین سے ایک دوسرے سے بڑا ہی اور وہ کتاب خدا ہی کہ رسن آویختہ ہی آسمان سے زمین تک اور میری عترت اور اہلبیت ہین اور یہ جدا نہونگے یہان تک کہ حوض پر میرے پاس پہونچین پس دیکھو تم میرے بعد کیا کرتے ہو اُن دونون کے ساتھ عن زید ابن ارقم اما بعد ایھا الناس فانما انا بشر یوشک ان یاتینی رسول ربی فاجیب وانا تارک فیکم ثقلین اولھما کتاب اللہ فیہ الھدی والنور من استمسک بہ واخذ بہ کان علی الھدی ومن اخطأ ضل فخذوا بکتاب اللہ واستمسکوا بہ واھل بیتی اذکرکم اللہ فی اھل بیتی اذکرکم اللہ فی اھل بیتی زید بن ارقم سے اُسی صاحب کتاب نے روایت کی ہی کہ فرمایا پیغمبر خدا نے کہ لیکن بعد حمد کے اے گروہ آدمیان مین نہین ہون مگر بشر قریب ہی کہ میرے پاس خدا کا بھیجا ہوا آئے یعنی ملک الموت میری طلب کو پس مین اُسے قبول کرون مین اور مین چھوڑتا ہون تم مین دو بزرگ چیزین پہلا اُن دونون سے کتاب خدا ہی کہ اُس سے نور وہدایت ہی جو شخص کہ اُسے متمسک کریگا اور اُسے لیگا وہ ہدایت پر رہیگا اور جو اُس سے خطا کریگا اور اُس سے نافرمانی کریگا وہ گمراہ ہوگا پس تمھین چاہیے کہ اُسکے متمسک ہو اور جو آئین ہی اُسکی مخالفت نکرو اور دوسرے میرے اہلبیت ہین مین خدا کو یاد دلاتا ہون اپنے اہلبیت کے لیے مین خدا کو یاد دلاتا ہون اپنے اہلبیت کے لیے اور جناب غفران مآب نے عماد الاسلام مین ابی داؤد و صحیح ترمذی سے نقل کیا ہی کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کیف تخلفونی فی عترتی یعنی میرے بعد میری عترت کے ساتھ کسطرح پیش آؤگے اور اسی مضمون کے موافق روایات تفسیر ثعلبی سے جو مفسر مذکور نے تفسیر کریمہ واعتصموا بحبل اللہ مین اپنی اسنادون سے لکھین ہین نقل کی ہین کہ بعض اُنسے یہ ہی کہ پیغمبر خدا نے فرمایا انی تارک فیکم الثقلین خلیفتین ان اخذتم بھما لن تضلوا بعدی احدھما اکبر من الاخر کتاب اللہ حبل ممدود بین السماء والارض وعترتی اھل بیتی الا وانھما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض اور ترجمہ اسکا اوپر مذکور ہوچکا ہی اور ملا علی رضا بن کمال الدین حسین مصنف سفینۃ النجات نے بھی اصل ششم مین اپنی کتاب کے ذکر و بیان مین حدیث تمسک بثقلین کے جو روایات کتب حضرات اہلسنت سے نقل کی ہین منجملہ اُسکے وہ روایت ہی کہ جسے احمد بن حنبل نے روایت کی ہی ابی سعید خدری سے کہ کہا انھون نے کہ فرمایا پیغمبر خدا نے صلی اللہ علیہ وآلہ انی تارک فیکم الثقلین ما ان تمسکتم بھما لن تضلوا بعدی احدھما اکبر من الاخر کتاب اللہ حبل ممدود من السماء الی الارض وعترتی اھل بیتی الا وانھما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض یعنی بدرستیکہ مین چھوڑتا ہون تم مین دو امر گرانمایہ ایسے دو امر کہ اگر تم انکے ساتھ متمسک ہوگے تو بعد میرے ہرگز ضلالت وگمرہی مین نہ پڑوگے ایک اُن دونون امرون سے زیادہ دوسرے سے ہی کتاب خدا

کہ وہ ایک نور ممتد اور کشیدہ ہی مثل رسن کے آسمان سے زمین تک اور دوسرے میری عترت اور اہلبیت ہین
آگاہ ہو اور جانو کہ یہ دونون امر جدا نہونگے یہان تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہون دوسری روایت کی ہی
زید بن ثابت سے کہ رسول خدا نے فرمایا انی تارک فیکم الخلیفتین کتاب اللہ حبل ممدود من السماء الی الارض وعترتی اهل بیتی
وانهما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض اور روایت کی ہی اسرائیل بن عثمان بن مغیرہ سے کہ کہا اُسنے ملاقات کی مین نے
زید بن ارقم سے درآن حالیکہ وہ مختار پاس جاتے تھے یا اُسکے پاس سے آتے تھے پس مین نے زید سے کہا کہ آیا تمنے
پیغمبر خدا سے سنا تھا کہ فرماتے تھے انی تارک فیکم الثقلین زید نے کہا کہ ہان سُنا تھا مین نے اور روایت کی ہی
زید بن حبان سے کہ اُسنے زید بن ارقم سے روایت کی ہی کہ پیغمبر خدا نے خطبہ غدیر خم مین فرمایا الا وانی تارک فیکم الثقلین احدهما
کتاب اللہ وهو حبل من اللہ من اتبعه کان علی الهدی ومن ترکه کان علی ضلالة بعد اسکے فرمایا والاخر اهل بیتی اذکرکم اللہ فی اهل بیتی
یعنی دوسرا اُن دونون گرانمایہ امرون سے میرے اہلبیت ہین مین خدا کو تمھین یاد دلاتا ہون اپنے اہلبیت کے بارے مین
اور مسلم نے اپنی صحیح مین زید بن ارقم سے چند طریق سے روایت کی ہی از انجملہ اپنی اسناد سے زید بن حبان سے روایت
کی ہی کہ کہا اُسنے مین حصین بن سبرہ اور عمر بن مسلم کے ساتھ زید بن ارقم کی طرف گیا جب مین بیٹھا تو حصین بن سبرہ نے
کہا کہ ای زید تم بہت نیکی سے فائز ہوے پیغمبر خدا کو دیکھا حضرت کی خدمت مین حاضر ہوے اور احادیث آنحضرت سے
سُنی اور اُنکے ساتھ جہاد مین گئے اور نماز آنحضرت کے ساتھ پڑھی اور بہ تحقیق کہ تمھین بہت نیکیان پہونچین میرے لیے
وہ حدیث بیان کرو جو تمنے پیغمبر خدا سے سُنی ہون زید نے کہا کہ ای فرزند میرے بہ تحقیق کہ مین بہت کہن سال ہوا اور
زمانہ مجھے بہت گذرا اور جو کچھ پیغمبر خدا سے مین نے یاد کیا تھا اُنمین سے بعض چیزین بسبب طول عہد کے بھول گئین
پس جو کچھ مین تمپر حدیث بیان کرون اُسے قبول کرو اور جو مین نہ کہون اُسکے لیے مجھے تکلیف نہ دو بعد اسکے کہا کہ پیغمبر خدا
کھڑے ہوے ہم مین درحالیکہ خطبہ فرماتے تھے اُس سراب پر کہ اُسے خم کہتے ہین اور مکہ و مدینہ کے بیچ مین وہ مقام ہی
پس حمد و ثناے الہی ادا فرمائی اور پند و نصیحت و تذکیر فرما کر اُسکے بعد فرمایا اما بعد ایها الناس انما انا بشر یوشک ان یاتینی
رسول ربی فاجیب وانا تارک فیکم الثقلین اولهما کتاب اللہ فیه النور فخذوا بکتاب اللہ واستمسکوا به یعنی لیکن
بعد حمد و ثناے الہی کے ای مردمان نہین ہون مین مگر ایک انسان قریب ہی کہ آے میرے پاس ایک فرستادہ پروردگار کا
میرے کہ مین اُسے قبول کرون یعنی نزدیک ہی کہ بارادہ خدا اس عالم سے انتقال کرون اور بہ تحقیق کہ مین چھوڑنے والا ہون
تم مین دو گرانمایہ چیزین پہلے اُنسے کتاب خدا ہی کہ اُسمین روشنی اور نور ہی پس تو کتاب خدا کو اور اُسکے ساتھ متمسک ہو یعنی
اُسکے زید سے روایت کی ہی اسطرح کہ پھر حضرت نے ترغیب و تحریص دربارہ کتاب الہی فرمائی اُسوقت فرمایا واهل بیتی و
اذکرکم اللہ فی اهل بیتی اور حمیدی نے بھی جمع بین الصحیحین مین اسی مضمون سے روایت کی ہی زید ابن ارقم سے اور کچھ
اُسمین تفاوت نہین ہی اور ترمذی نے اپنی صحیح مین جابر ابن عبد اللہ سے روایت کی ہی کہ کہا انھون نے دیکھا مین نے

پیغمبر خدا کو حجت الوداع مین روز عرفہ کہ ناقہ قصوا پر سوار تھے درحالیکہ خطبہ فرماتے تھے پس سنا مین نے کہ فرماتے تھے
یا ایھا الناس انی ترکت فیکم ما ان اخذتم بہ لن تضلوا کتاب اللہ و عترتی اھل بیتی اور مشکوۃ مین بھی مسلم اور ترمذی سے روایت کی ہے
اور جمع بین الصحاح الستہ مین صحیح ابی داؤد اور صحیح ترمذی سے بھی روایت ہوئی ہے رسول خدا سے سنا وہ کہتے کہ فرمایا
انی تارک فیکم الثقلین ما ان تمسکتم بھما لن تضلوا بعدی احدھما اعظم من الآخر وھو کتاب اللہ حبل ممدود من السماء و عترتی اھلبیتی لن یفترقا حتی یردا علی الحوض
بعد اسکے فرمایا آنحضرت نے فانظروا کیف تخلفونی فی عترتی یعنی پس چاہیے کہ احتیاط کے ساتھ رہو اور جانو کہ میرے بعد
کسطرح بسر کرو گے میرے اہلبیت کے ساتھ اور اخطب خوارزم نے زید بن ارقم سے روایت کی ہے کہ رسول خدا نے
مقام غدیر خم مین فرمایا تارک فیکم الثقلین احدھما اکبر من الآخر کتاب اللہ و عترتی لن یفترقا حتی یردا علی الحوض پھر فرمایا فانظروا کیف
تخلفونی فیھما یعنی با احتیاط رہو اور جانو کہ کیا کرتے ہو میرے بعد ان دونون بزرگ چیزون کے ساتھ اور کتاب مصباح مین بھی
یہ روایت زید ابن ارقم سے مذکور ہے اور زمیری نے زید ابن ارقم سے روایت کی ہے کہ غدیر خم مین رسول خدا نے
خطبہ مین فرمایا قد خلفت فیکم ما ان تمسکتم بہ لن تضلوا بعدی کتاب اللہ و اھل بیتی و ان اللطیف الخبیر اخبرنی انھما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض
اور ابن معازلی شافعی نے ابی سعید خدری سے روایت کی ہے کہ رسول خدا نے فرمایا انی اوشک ان ادعی فاجیب و انی
قد ترکت فیکم الثقلین کتاب اللہ حبل ممدود من السماء الی الارض و عترتی اھل بیتی و ان اللطیف الخبیر اخبرنی انھما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض فانظروا ما ذا
تخلفونی فیھما اور اورون نے زید بن ارقم سے موافق روایت آخر کے روایت کی ہے احمد بن حنبل نے زید بن ارقم سے موافق
حدیث مسلم کے روایت کی ہے اور ثعلبی نے سورۂ آل عمران مین بیان کریمہ واعتصموا بحبل اللہ مین ابی سعید خدری سے روایت
کی ہے کہ کہا سنا مین نے پیغمبر خدا سے کہ فرماتے تھے ایھا الناس انی قد ترکت فیکم الثقلین خلیفتین ان اخذتم بھما لن تضلوا بعدی
احدھما اکبر من الآخر کتاب اللہ حبل ممدود ما بین السماء الی الارض و عترتی اھل بیتی الا و انھما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض اور اسی جگہ پر مفسر مذکور نے جناب
امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ فرمایا نحن حبل اللہ الذی قال اللہ تعالیٰ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا اسکا حاصل یہ ہے کہ
ہم سب ایسے حبل خدا ہین کہ جنکے لیے اس آیت مین فرمایا ہے اور ظاہر معنی آیت کے یہ ہین کہ متمسک ہو ساتھ حبل خدا کے
اور جدا اور متفرق نہو شیخ ابن حجر نے صواعق مین چند روائتین احمد بن حنبل اور مسلم سے ذکر کر کے کہا ہے کہ ایک روایت
صحیح مین آیا ہے کہ رسول خدا نے فرمایا انی تارک فیکم امرین لن تضلوا ان اتبعتموھما وھما کتاب اللہ و اھل بیتی عترتی یعنی بدرستیکہ
مین نے چھوڑا ہے تمھارے درمیان مین دو چیزون کو کہ ہرگز گمراہ نہو گے اگر ان دونون کی متابعت کرتے رہو گے اور
وہ دونون امر کتاب خدا اور میرے اہلبیت و عترت ہین اور مسلم نے کہا ہے کہ طبرانی کی روایت مین اس سے
زیادہ اور بھی مضمون ہے اور یہ وہ کلمات ہین جو طبرانی کی حدیث مروی مین ہین کما نقلھا سید السند رحمہ اللہ انی سالت ذلک
لھما فلا تقدموھما فتھلکوا ولا تقصروا عنھما فتھلکوا ولا تعلموھم فانھم اعلم منکم اسکے حاصل معنی یہ ہین کہ مین نے ان دو چیزون کی متابعت
تمسے چاہی ہے اور اسے طلب کیا ہے پس ان دونون سے ہاتھ نہ اٹھاؤ اور ان پر پیشی نہ کرو کہ ہلاک ہو گے اور میرے اہلبیت کو

تعلیم نہ دو کہ یہ تحقیق تمسے زیادہ جاننے والے ہین اور طبرانی نے ابن عمر سے روایت کی ہی کہ جو پیغمبر خدا نے آخر کلام فرمایا وہ یہ تھا کہ فرمایا اخلفونی فی اھلبیتی اور مراد اُس سے یہ ہی کہ میرے اہلبیت کے ساتھ رہو میرے بعد اور بھی اس مقام پر کہا ہی کہ حدیث تمسک کو پیغمبر کے بیس صحابیون سے زیادہ نے روایت کیا ہی جناب سید سند نے فرمایا ہی کہ تقریب استدلال کو ان روایات سے وہ کافی ہی جو شیخ ابن حجر نے کچھ تھوڑا سا ان روایات کو ذکر کرکے خود کہا ہی کہ پیغمبر خدا نے قرآن کو اور اپنی عترت کو کہ اہل اور نسا اور رہط و اقارب آن جناب کے ہین ثقلین کے ساتھ تعبیر فرمایا اس وجہ سے کہ ثقل لغت مین عبارت ہی اُس نفیس شی سے جو صاحب خطر ہو یعنی صاحب قدر اور ایک عزت رکھتا ہو کہ نقائص اور اسباب دنائت سے محفوظ و مصئون ہوا اور یہ دونون چیزین ایسی ہی ہین اذ کل منھما معدن العلوم اللدنیۃ والاسرار والحکم العلیۃ والاحکام الشرعیۃ ولذا حث علی الاقتداء والتمسک بھم والتعلم منھم وقال الحمد للہ الذی جعل فینا الحکمۃ اھل البیت انتھی کلامہ لیکن لائق تعجب ہی حضرات اہلسنت سے جو اسکے بعد بھی اجماع اہلبیت کو حجت نہین جانتے جیسا کہ شرح سلم مین مولوی عبد العلی نے کہا ہی کہ اجماع اہل البیت لیس بحجۃ حالانکہ عترت کے ساتھ متمسک ہونا تمسک قرآنی کا عدیل ہی پھر جبکہ آیات قرآنی حجت ہون اور انکے ساتھ تمسک واجب ہو جیسا کہ حق تعالی نے فرمایا ہی لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ اسی طرح چاہیے کہ جو واقفان اسرار ربانی اور معادن علوم لدنی کے ہین اور واقع مین وہ قرآن ناطق ہین انکے اقوال بھی حجت ہون اور انسے بھی تمسک واجب ہو اور یہ بات محض قیاسی نہین ہی بلکہ فریقین مین اخبار وجوب کے انکے ساتھ وارد ہین حضرات اہلسنت کے بھی طریقون کے موافق اخبار مستفیضہ اس مضمون سے وارد ہوے ہین یہان تک کہ شیخ ابن حجر نے کہا ہی ثم اعلم ان لحدیث التمسک طرقا کثیرۃ وردت عن نیف وعشرین صحابیا ومر لہ طرق مبسوطۃ فی حادی عشر السنۃ فی بعض تلک الطرق انہ قال ذلک بحجۃ الوداع بعرفۃ وفی اخری انہ قال بالمدینۃ فی مرضہ وقد امتلاء الحجرۃ باصحابہ وفی روایۃ ابن عمر اخر ما تکلم بہ النبی اخلفونی فی اھل بیتی انتھی پھر باوجود اسکے اہلبیت علیہم السلام سے منحرف ہونا اور انسے خلاف و تخلف کرنا اور انکے اجماع کو یہ کہنا کہ حجت نہین ہی باوجود اسکے کہ پیغمبر خدا نے کسقدر تاکید و تذکیر فرمائی یہ کیسی مخالفت ظاہر احکام و اوامر رسول سے ہی اور واقع مین بمقابل نصوص کے ایک اجتہاد ہی اور بہت بڑا کام ہی خدا کا شکر ہی کہ یہ بھی شرف فرقہ حقہ امامیہ اثنا عشریہ کے سوا اور کسی فرقہ کو فرقہاے اسلام سے حاصل نہین ہی کیونکہ خاص یہ فرقہ اصول و فروع دونون مین ائمہ اہلبیت علیہم السلام کی طرف رجوع کرتے ہین اور یقینی شیعۃ علی ھم المفلحون کا یہی مصداق ہین کیونکہ تمسک کا بقول مطلق واجب ہونا دلیل اسکی ہی کہ متمسک بہم معصوم ہین اور باجماع دوازدہ امام اہلبیت علیہم السلام کے سوا کسی سے عصمت کی صفت نہین پائی گئی پس انکے سوا کوئی علی الاطلاق لائق تمسک و اتباع کے نہین ہوسکتا ہان شیخ ابن حجر نے نسوان و ازواج کو بھی اسمین شریک کیا ہی لیکن وہ خود انکی روایت سے جیسے خود انھون نے مسلم سے کہ اسنے زید بن ارقم سے نقل کیا ہی دفع ہوتا ہی کیونکہ اسمین ہی فقیل لزید نسائہ من اھل بیتہ قال بلی ان نسائہ اھل بیتہ ولکن اھل بیتہ

من حرم علیہم الصدقۃ بعدہ قال ومن ھم قال آل علی وآل جعفر وآل عقیل وآل عباس یعنی زید سے کہا گیا کہ ازواج پیغمبر خدا کے اہلبیت
آنحضرت کے ہین یہ سُنکر زید نے کہا کہ ہان ازواج آنحضرت کے اہلبیت یعنی گھر والیون سے ہین لیکن اہل اُنکے وہ ہین
جنپر صدقہ بعد آنحضرت کے حرام ہوا پوچھا وہ کون ہین کہا کہ وہ اولاد علی ابن ابیطالبؑ اور آل جعفر اور آل عقیل
اور آل عباس ہین اور گویا مراد زید کی اس سے یہ تھی کہ اہلبیت دو معنی مین آتا ہی اور اس مقام پر مراد دوسرے
معنی ہین اور اس سے بھی زیادہ واضح تر خبر اُسکے اخراج پر وہ ہی جسے پھر شیخ ابن حجر نے مسلم سے کہ اُسنے زید ابن ارقم سے
روایت کی ہی اور اُسمین یہ زیادہ ہی کہ پیغمبر نے فرمایا اذکرکم اللہ فی اھل بیتی قلنا لزید من اھل بیتہ نساؤہ قال لا وایم اللہ ان المرأۃ تکون
مع الرجل العصر من الدھر ثم یطلقھا فترجع الی ابیھا وقومھا اھل بیتہ اصلہ نعقبہ اب اِس سے زیادہ کون سی خبر ہوگی اور کیسے شخص متعصب نے
کی روایت ہی پھر اب ازواج کسطرح اہلبیت مین شامل ہو سکتے ہین اور زیادہ اِسکی تحقیق عنقریب ہم لکھینگے انشاء اللہ تعالی
بالجملہ اِسی جہت سے ملا علی شیرازی نے ان اخبار کی تقریب دلالت مین کہا ہی کہ مضمون متواتر سے اِس حدیث صحیح کے
بخوبی یہ امر لائح ہوتا ہی کہ علی مرتضی علیہ السلام کی امامت حق ہی اور جو دعوی خلافت اُنکے سوا اورون کے واسطے ہین
یہ باطل ہین کیونکہ رسول خدا نے اُمت کے واسطے بیان فرمایا کہ میرے بعد راہ حق اور نجات کی سبیل یہ ہی کہ تمسک
قرآن اور میرے اہلبیت کے ساتھ ہو اور وہ دونون ہمیشہ باہم رہینگے اور آپس سے جدا نہونگے اور جو ان دونون کا
تابع اور پیرو ہوگا وہ گمراہی مین واقع نہوگا اور جناب امیر المومنین علی مرتضی علیہ السلام بالاتفاق از جملہ اہلبیت رسالت ہین
بلکہ سائر اہلبیت سے اکمل اور افضل اور امامت کے لیے الیق ہین اور خلیفہ اول حضرات اہلسنت ابوبکر بالاتفاق اہلسنت ہین
داخل نہین پھر وہ جناب خدا اور رسول کے فرمان سے امام وجب الاطاعت ہونگے اب پھر باوجود اُنکے دوسرے کے تابع ہونا
اور بیگانہ اہلبیت کو اپنے اوپر اور آنحضرت پر اور آل رسول پر امیر مفترض الطاعت و مقتدا سمجھنا زندقہ و گمرہی ہوگا اور حق یہ ہی
کہ اگر کوئی تعصبات و تقلیدات سے اپنے تئین معرا کرے اور انصاف کی نظر سے دیکھے تو بھی حدیث تمسک ایک عالم
کی ہدایت کو کافی ہی صم بکم عمی فھم لا یعقلون اور پیغمبر خدا کے اِس خبر دینے سے کہ قرآن و اہلبیت آپس سے جدا نہونگے
یہان تک کہ قیامت ظاہر ہو یہ امر بخوبی ثابت ہی کہ ہر عصر اور زمانے مین چاہیے کہ ایک بزرگ اہلبیت سے موجود ہو
کہ وہ رہنمائے برحق اور مقتدائے مطلق ہو اور جمیع احکام الہی کا عالم اور جملہ آیات قرآنی کا عارف ہو یعنی ناسخ اور منسوخ اور
محکم اور متشابہ اور مجمل اور مفصل اور عام اور خاص کو اُسکے پہچانتا ہو اور یہ منطبق نہین ہوتا مگر مذہب فرقہ ناجیہ امامیہ اثنا عشریہ پر
جیسا کہ یہ بات ہر سلیم الفطرت پر ظاہر ہی اور اُس جماعت کا کلام جو خلاف و نزاع کی راہ سے کہتے ہین کہ رسول خدا کی
غرض اِن احادیث سے اُمت کی ترغیب ہی محبت پر اہلبیت کی اور جو جو کہ عشائر نبی سے ہون نہ اطاعت و پیروی اُنکی
یہ محض مکابرہ ہی اور اسقدر رکیک ہی کہ جواب کے لائق نہین ہی کیونکہ رسول خدا نے ہر حدیث مین اِن احادیث سے صاف
فرمایا ہی کہ توسل اور تمسک اِن دونون سے ہدایت ہی اور تخلف اُنسے ضلالت اور ہلاکت ہی نہ یہ کہ قرآن سے جدا ہوتے ہین

نہ قرآن اُنسے پھر اب دوسرا احتمال نہین سوا اسکے کہ متابعت کا حکم متصور ہی نہین ہوسکتا اور ایسے بے مغز خواب اور کلمات بیہودہ موجب اس بات کے ہوتے ہین کہ مکالمہ سے امان برطرف ہوجاے اور کوئی بات تخاطب کی راہ سے مجخروم ہو اور تیقن باقی نہ رہے کیونکہ جو ایک دوسرے سے بات کہے اور نہین امر یا نہی یا سوا اُسکے واقع کرے اور کہے تو دوسرے کو پہونچتا ہی کہ اس کلام کے مقتضا کے موافق وہ اُسکے کہنے پر عمل نہ کرے اور اُس سے کہدے کہ مین سمجھا تونے اس کلام سے کچھ اور قصد کیا ہوگا انتہی محصل کلامہ رحمہ اللہ راقم رسالہ کہتا ہی کہ جن حضرات نے تاویل مین ان احادیث کی یہ کہا کہ غرض رسول خدا کی اس بیان سے ترغیب مَحت ہی محبت پر اہلبیت اور عشائر نبی کی نہ اطاعت اور پیروی انکی تو بنا بر اسکے یہ لازم آتا ہی کہ اسی طرح قرآن سے بھی جو بحکم تمسک اور توسل کو فرمایا وہان بھی غرض محبت قرآن ہو نہ اطاعت و پیروی اسکے اوامر و نواہی کی کیونکہ کہنے والا ایک کلام ایک پیغمبر خدا نے کتاب اللہ و عترت کو ایک مرتبہ مین فرمایا ہی اور دونون سے تمسک اور توسل کو ہدایت کا سبب ساتھ ہی فرمایا ہو جو یہ معنی تمسک کے اہلبیت سے مراد لوگے وہی قرآن سے مراد لی جائیگی جیسا کہ پیغمبر نے فرمایا ہی کہ وہ دونون قیامت تک ملے رہینگے اور آپس سے جدا نہونگے اسی طرح تفرقہ معنی تمسک بین ثقلین سے کسی طرح نہین ہوسکتا اور جب یہ ہوا تو جیسا اتقاے اہلبیت کا فائدہ جو ہدایت خلق تھا تمنے برباد کیا اور اورون کو خلیفہ اور حاکم رقاب مسلمین پر گردان کر اہل حق کو معطل اور خانہ نشین کیا اسی طرح قرآن کو بھی معطل کرو اسپر بھی عمل نہ کرو فقط اسلیے کہ کلام خدا ہی اور نبی پر وارد ہوا تھا اُس سے محبت کرنی چاہیے زیادہ اس سے کہ گلے مین ڈالین یا بلند طاق پر رکھا رہے اور کچھ کام اسکے بھی اوامر و نواہی پر ضرور نہو گا لیکن یہ حضرات بھی لائق شکر گذاری ہین کہ ان معنون سے بھی قرآن و اہلبیت کو لائق محبت کرنے کے تو جانتے ہین خلفا نے انکے تو بالمرہ سب سے چشم پوشی کی جیسا اہلبیت علیہم السلام کو قتل کیا اور ہتک حرمت پہونچائی اسی طرح بعضون نے قرآن کو جلایا بعضون نے بجلاے تو وہ قرآن کو لٹکا کر تیر لگانے کا قصد کیا حق یہ ہی کہ شیخ ابن حجر نے بعد ذکر کرنے ان احادیث کے داد انصاف دمی ہی اور حق تعالیٰ نے کلمہ حق انکی زبان پر جاری فرمایا ہی حیث قال وفی حدیث الحث علی التمسک باھل البیت اشارۃ الی عدم انقطاع متاھل منھم للتمسک بہ الی یوم القیمۃ کما ان الکتاب العزیز کذلک ولذلک کانوا امانا لاھل الارض کما سیاتی ویشھد لذلک الخبر السابق فی کل خلف من امتی عدول من اھل بیتی اور جسطرح کہ حدیث تمسک ہدایت خلق کو کافی ہی اسی طرح اگر بنظر انصاف آجائین تو یہ قول شیخ ابن حجر کا حضرات اہلسنت کے واسطے کافی ہی اور کسقدر اس سے صاف ظاہر ہی حقیت فرقہ محقہ شیعہ اثنا عشریہ کی جو وہ خلافت و امامت کو بارہ امام علیہم السلام مین کہ وہ سب اہلبیت جناب خیر انام سے ہین منحصر کہتے ہین اور تا قیام قیامت انکے سلسلہ کو باقی سمجھتے ہین لکن من لم یجعل اللہ لہ نورا فما لہ من نور بالجملہ جیسا کہ ان احادیث متفق علیہا سے بطلان مذہب حضرات اہلسنت کا جو غیر اہلبیت کو خلفا اور ائمہ جانتے ہین واضح ہوا اسی طرح اور مذاہب منتحلین تشیع کے بھی باطل ہوے اسی لیے جناب اخوند صاحب نے حق الیقین مین فرمایا ہی کہ دوسری احادیث

ثقلین مین اور جو اُسکے امثال ہین اور دلالت اس امر پر کرتی ہین کہ حضرت رسول نے حکم متابعت کا قرآن اور اہلبیت سے فرمایا اور ارشاد کیا کہ یہ دونون ایک دوسرے سے جدا نہونگے روز قیامت تک اور چونکہ مخالفین شیعہ کے خلفا سب ہوگئے اور وہ اہلبیت کی خلافت کے قابل نہین اور اگر فرقہ اسماعیلیہ کے ائمہ موجود ہوے بھی تو وہ کیا ہین چند فاسق و ملحد ہین کہ ظاہر مین سلاطین شیعہ کے تابع ہین اور فسق و فجور و انواع معاصی سے معروف ہین اور کوئی عاقل ایسون کے امام ہونے کو تجویز نہین کرتا اور زیدیہ بھی اصول دین مین اپنے کسی حجت کے متمسک نہین ہین اُنکے اعتماد مین جو فاطمی نسب کہ تلوار کے ساتھ خروج کرے وہ امام ہی اور جو اُنکے ائمہ کہ اُنکی امامت کا دعوی کرتے ہین اگر اُنکا نسب اور نسبت جناب سیدہ کی طرف ثابت ہوجاے جب بھی چاہیے کہ عارف احکام الہی سے اور قرآن کے معانی سے ہون تاکہ اُنکی مقارنت قرآن کے ساتھ صادق ہو حالانکہ اکثر اُنکے جاہل ہین کتاب و سُنت سے اور اپنے فروع دین مین اکثر مسائل مین ابو حنیفہ کے مقلد ہین اور خاص اپنی امامت پر کوئی حجت و برہان نہین رکھتے نہ کوئی نص اُنکی امامت پر ہی نہ کوئی اجماع اُسپر منعقد ہوا ہی بلکہ مثل جملہ سلاطین جور کے غلبہ و استیلا کی راہ سے بادشاہ ہوگئے ہین اور اسی کا نام امامت رکھا ہی اور علماے اہلبیت علیہم السلام کو مثل حضرت امام محمد باقر اور جناب امام جعفر صادق صلواۃ اللہ علیہما کے سب کرتے تھے اور ناسزا کہتے تھے حالانکہ سب اُمت سوا اُنکے اور خوارج کے اُنحضرات کے فضل و جلالت اور عدالت کا اقرار رکھتی ہین اور اسی جہت سے یہ بھی مثل خوارج کے ہین اسی لیے احادیث مین اہلبیت علیہم السلام سے وارد ہوا ہی کہ زیدیہ مخالفین سے بدتر ہین کیونکہ مخالفین ہمارے شیعون کے دشمن ہین اور ہمسے عداوت نہین ظاہر کرتے اور زیدیہ ہمارے ساتھ عداوت رکھتے ہین انتہی کلامہ اعلی اللہ مقامہ لیکن چونکہ روایات حضرات اہلسنت مین لفظ اہلبیت عام ہی جتنے افراد من حرم علیہ الصدقہ کے ہین سب کے واسطے شامل تھا اسلیے شیخ ابن حجر اپنے کلام مین بیان احادیث تمسک کی طرف تقیید کے محتاج ہوے اور کہا ثم الذین وقع الحث علیہم منہم انما ہم العارفون بکتاب اللہ وسنۃ رسولہ اذ ہم الذین لا یفارقون الکتاب الی الحوض ویؤیدہ الخبر السابق ولا تعلموہم فانہم اعلم منکم وتمیزوا بذلک عن بقیۃ العلماء لان اللہ اذہب عنہم الرجس وطہرہم تطہیرا و شرفہم بالکرامات والمزایا المتکاثرۃ یعنی وہ اشخاص اہلبیت سے کہ جنکے اوپر قول نبی مین حث و ترغیب تمسک کی وارد ہوئی ہی نہین ہین مگر وہ حضرات کہ جو عارف قرآن اور جاننے والے سنت رسول کے ہین اسواسطے کہ وہی ایسے ہین جو کتاب خدا سے جدا نہونگے حوض کوثر تک اور موید ہی اس مطلب پر خبر گذشتہ جو پیغمبر خدا نے فرمایا تھا کہ اُنھین تم تعلیم نہ کرو کہ وہ تمسے زیادہ جانتے ہین اور بسبب اسکے وہ اور علما سے ممتاز ہین اسلیے کہ حق تعالی نے اُنسے گناہ و شک کو دور فرمایا ہی اور پاک و پاکیزہ فرمایا ہی جو حق پاکیزگی ہی اور اُنھین بہت سے فضائل اور کرامتون سے مشرف کیا ہی انتہی الحمد للہ کہ حق تعالی نے یہ کلمہ اُنکی زبان پر جاری فرماکر اپنی حجتون کے فضائل کو ظاہر فرمایا لیکن تعجب کا مقام ہی کہ شیخ مذکور یہ نہ سمجھے کہ اس تفضیل و تخصیص کا مصداق کون کون حضرات ہین اور اُنکے دامن دولت سے ہاتھ مارنے مین حضرات اہلسنت کس راہ سے

قاصر ہین اور کیون اُنسے تخلف ورو گردانی کرتے ہین آیا نہین پہچانتے کہ مصداق آیہ تطہیر کا بنص رسول بشیر ائمہ آل اطہار اُنکے ہین کیونکہ فاضل ثعلبی نے تفسیر مین اپنی جو لکھا ہے اُسکا حاصل یہ ہے پیغمبر خدا نے جناب علی مرتضیٰ اور حضرت فاطمہ زہرا اور حضرت امام حسن مجتبیٰ اور جناب امام حسین علیہم السلام کو اپنی عبا کے اندر داخل فرمایا اور کہا کہ اللّٰھم ھؤلاء اھل بیتی فاذھب عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا بعد اسکے نازل ہوا انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا اسکے بعد ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ اے رسول خدا کیا مین آپ کے اہلبیت سے نہین ہون حضرت نے فرمایا کہ نہین انت علی خیر یعنی تو بھی اچھی ہے لیکن اہلبیت سے نہین اور جناب سید سند نے حدیقہ مین کتاب مواہب سے بھی قریب اسی کے روایت بہ مضمون مفصل نقل فرمائی ہے پھر اب اہلسنت غیر اصحاب اور ازواج کو بھی اُنہین مین سمجھین مدخل نہین ہے اور خود شیخ ابن حجر نے کتاب صواعق مین لکھا ہے ومنہ قال ابوبکر علی عترۃ رسول اللہ ای الذی حث علی التمسک بھم فخصھم لما قد مناہ من مزید علمہ ودقائق مستنبطاتہ یعنی اسی جگہ سے ہے کہ ابوبکر نے کہا کہ علی علیہ السلام عترت پیغمبر خدا مین ایسے ہین کہ وہ حث وترغیب فرمائی پیغمبر خدا نے تمسک کرنے کو اُنکے ساتھ پس مخصوص فرمایا انھین اس جہت سے کہ جو ہمنے انکی زیادتی علم کی اور باریکیان استنباط احکام کی بیان کی ہین انتہی اور حافظ ابن مردویہ نے اپنی کتاب مناقب مین باسناد اپنی کہا ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ علی مع القرآن والقرآن مع علی لن یفترقا حتی یردا علی الحوض یعنی پیغمبر خدا نے فرمایا کہ علی علیہ السلام ساتھ قرآن کے ہین اور قرآن علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے ساتھ ہے اور وہ دونون جب انہونگے یہان تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس وارد ہونگے واضح ہو کہ اب مخالفین کو کسی طرح محل انکار سے باقی نہین کہ مراد اہلبیت سے ان احادیث مین علی ابن ابیطالب علیہ السلام اور انکی اولاد طاہرین ہین جو ایک دوسرے کے بعد بنص امام سابق بارہ امام وخلیفہ قیامت تک رہینگے کیونکہ غرض آنحضرت کی یہ تھی کہ اپنے بعد کے لیے فرمایا کہ قرآن سے اور اہلبیت سے تمسک کرو لیکن نہ اہلبیت بہ معنی عام یعنی ماحرم الصدقہ بلکہ وہ اہلبیت جنھین لیاقت ہمسری قرآن کی ہے کہ وہ افضل واکمل اہلبیت سے ہین اور جب یہ تصریح فرمائی کہ علی مع الحق تو معلوم ہوا کہ اُن احادیث مین بھی وہی جناب اور اُنکی اولاد جو معصوم ہین مراد اہلبیت سے ہین کیونکہ اُنکے فضائل اور مزایا سبب اس اختصاص کا ہوے کہ حق تعالیٰ نے انھین برگزیدہ کیا اور علم قرآن عطا فرمایا اور زمین پہ اپنی حجت قرار دیا اور اُنکی اطاعت کو اپنی اطاعت اور اُنکی نافرمانی کو اپنی معصیت قرار دیا اور اسی جہت سے پیغمبر خدا نے فرمایا ہے علی مع الحق والحق مع علی یدور حیثما دار اور حاکم نے اپنی مستدرک مین ابی ذر سے روایت کی ہے کہ پیغمبر خدا نے فرمایا من اطاعنی فقد اطاع اللہ عزوجل ومن عصانی فقد عصی اللہ ومن اطاع علیاً فقد اطاعنی ومن عصی علیاً فقد عصانی پھر جب یہ سب معلوم ہوا کہ پیغمبر نے قرآن واہلبیت کو اپنے برابر ہدایت امت کے لیے چھوڑا اور وہ دونون کبھی جدا نہونگے حوض کوثر تک اور اہلبیت سے مراد بھی سوا آنحضرات کے کوئی نہین ہے جیسا کہ حدیث چادر تطہیر مین پیغمبر خدا نے

نص فرمائی اور ابوبکر نے بھی اُنکی گواہی دی کہ علی عترت رسول سے ہین پھر کیا وجہ ہی کہ شیخ صاحب نے اُنسے
تخلف و روگردانی کو جائز رکھا بلکہ چاہیے کہ جناب امیر علیہ السلام اور جناب امام حسن و جناب امام حسین کو بنص حکم
رسول خدا و اقرار ابی بکر امام مفترض الطاعت جانین اور پہچانین و بعد اُنحضرات کے اور حضرات ائمہ کو اُنکے
نصوص کے ذریعے سے جو جو سابق لاحق کے لیے فرماتے گئے واجب الطاعت سمجھین اور اُنسے ہمیشہ تمسک
کرتے رہین اور اُنکے حکم کو حجت سمجھین جیسا آیات قرآنی کو حجت جانتے ہین کیونکہ ائمہ ہدیٰ علیہم السلام سے زمین
قیامت تک خالی نہوگی جیسا کہ خود شیخ ابن حجر نے اعتراف کیا ہی اپنے قول مین وفی احادیث الحث علی التمسک باهل البیت
شارة الی عدم انقطاع متاهل منهم للتمسک به الی یوم القیمه کما ان الکتاب العزیز کذلک ولذلک کانوا اماما لاهل الارض ویشهد
ذلک الخبر السابق فی کل خلف من امتی عدول من اهل بیتی ینفون عن هذا الدین تحریف الضالین وانتحال المبطلین وتاویل الجاهلین انتهی پھر اب اس
اقرار کے بعد مقام کلام کیا ہی کیونکہ ائمہ حضرات اہلسنت تو سب گذر گئے اور تمسک قرآن و اہلبیت کے ساتھ واجب
تا روز قیامت پھر اب کسکے امام کہوگے اور اس صورت مین سوائے ائمہ اثنا عشر علیہم السلام کے کہ آخر اور دوازدہم
اُنکے جناب صاحب العصر علیہ السلام ہین جو موجود قائم و منتظر ہین کون مراد ہوسکتا ہی اور اگر کہو کہ نہین جنپر صدقہ
حرام ہی وہ سب اہلبیت ہین اور اس حدیث تمسک کی مراد وہین تو جتنے زمانے اب تک جناب رسالتمآب کے
بعد سے گذرے اور ہمین سادات گذر گئے اور موجود ہین کہ صدقہ اُنپر حرام ہی اُنمین سے کون واجب التمسک سوائے ان
ائمہ کے تھا اور یہی حقیقت یہ ہی کہ اگر تعصب مذہب کو دور کرین تو حقیقت امر کبھی پوشیدہ نہ رہے فصل تیسری
بیان مین اُن احادیث کے ہی جو دلالت کرتی ہین اس امر پر کہ سفینہ طریقہ اہلبیت علیہم السلام پر رکوب
واجب ہی اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کا طریقہ کو سفینہ سے تشبیہ فرمانا اور نجات کا متفرع ہونا اُس رکوب پر اور ضلالت کا
اُس سے تخلف و روگردانی پر جناب غفرانمآب نے تفسیر ثعلبی سے نقل فرمایا ہی کہ اُسنے آیہ کریمہ اهدنا الصراط المستقیم کی
تفسیر مین مسلم بن حبان سے نقل کیا ہی کہ کہا اُسنے کہ مین نے ابو بریدہ سے سنا ہی کہ وہ کہتا تھا صراط مستقیم محمد اور آل اُنکی ہین
اور سید ہاشم نے کتاب غایت المرام و حجت الخصام مین گیارہ حدیثین بطریق اہلسنت موافق اس مضمون کے اور نو حدیثین
موافق طریق امامیہ کے شاہد اس مطلب پر نقل کی ہین کہ پیغمبر خدا نے فرمایا مثل اهل بیتی مثل سفینة نوح من رکبها نجی الخ
منجملہ اُنکے ایک حدیث وہ ہی جو ابن مغازلی شافعی نے کتاب مناقب مین موافق اپنے طریق کے لکھی ہی اور مضمون اُسکا یہ ہی
کہ بشر بن مفضل نے جو اُنکے مشائخ حدیث سے ہی کہا کہ سمعت الرشید یقول سمعت المهدی یقول سمعت المنصور یقول حدثنی
ابی عن ابیه عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ مثل اهل بیتی مثل سفینة نوح من رکبها نجی ومن تخلف عنها هلک یعنی راوی نے کہا کہ سنا
مین نے مامون رشید خلیفہ بنی عباس سے کہ وہ کہتا تھا سنا مین نے مہدی سے کہ وہ کہتا تھا کہ سنا مین نے کہ وہ
کہتا تھا حدیث کی مجھسے میرے باپ نے اپنے باپ سے اور اُسنے ابن عباس سے رض کہ کہا انھون نے فرمایا پیغمبر خدا نے

فصل تیسری

کہ میرے اہلبیت کی مثال کشتی نوح کی ہی جو اُسپر سوار ہوا اُسنے نجات پائی اور جسنے اُس سے تخلف و روگردانی کی
وہ ہلاک ہوا واضح ہو کہ بروآت اِس روایت کے خلفاے حضرات اہلسنت مین اِسی لیے شارح عقائد نسفی نے
تشخیص خلفا اور ائمہ مین کہا ہی والامر بعد بنی عباس مشکل اور پھر دوسرے طریقے سے ابن مغازلی نے ابن اکوع سے
نقل کیا ہی اور یہ ہی کہ قال رسول اللہ مثل اہل بیتی مثل سفینۃ نوح من رکبھا نجی اور اور طریق سے اُسنے ابن مغازلی شافعی نے ابی ذر سے
نقل کیا ہی یہ ہی قال قال رسول اللہ مثل اہل بیتی مثل سفینۃ نوح من رکب فیہا نجی ومن تخلف عنہا غرق اور ابن مغازلی نے باسناد
اپنے ابن عباس سے بعینہ اُنہین الفاظ کو نقل کیا ہی اور پھر ابن مغازلی نے دوسری سند سے اپنی ابی ذر سے نقل کی ہی
یہ ہی قال قال رسول اللہ مثل اہل بیتی مثل سفینۃ نوح من رکب فیہا نجی ومن تخلف عنہا غرق ومن قاتلنا فی آخر الزمان فکانما قاتل مع الدجال
یعنی کہا ابی ذر نے کہ فرمایا پیغمبر خدا نے کہ میرے اہلبیت کی مثال کشتی نوح کی ہی جو اُسمین بیٹھا اُسنے نجات پائی
اور جسنے اُس سفینہ سے روگردانی کی وہ بحر ضلالت مین غرق ہوا اور جسنے کہ آخر زمان مین ہمسے مقاتلہ کیا تو گویا اُسنے
دجال ملعون کے ساتھ مقاتلہ کیا واضح ہو کہ آخر زمان جو اِس حدیث مین وارد ہی اُس سے بخوبی لائح ہوتا ہی کہ مراد حضرت
کی حقیقی آخر زمان دنیا نہین ہی بلکہ وہ زمانہ ہی جو بعد آنحضرت کے واقع ہو کیونکہ زمان آخر حقیقی وہ ہی کہ جسمین دجال
ملعون ظاہر ہوگا اور رجعت ائمہ و رسول خدا کی ہوگی اور اسی طرح جو ضمیر قاتلنا مین ہی اُس سے بھی نفس متکلم مراد نہین
کیونکہ جو نبی سے حرب کرے اُسکا حکم سب جانتے تھے بیان کی کیا ضرورت تھی اور ابتداے زمان نبوت سے
آخر زمان نبوت تک وہ حکم بدلا نہین بلکہ مراد اُس سے اہلبیت رسول ہین یعنی جو میرے بعد مقاتلہ و جنگ و پیکار
میرے خلفا و اہلبیت سے کریگا اُسکا وہی حال ہی کہ جو دجال کے ساتھ تقویت بنیاد کفر کے لیے لڑیگا اور اِس
صورت مین معاویہ و یزید وغیرہ سے جو لڑائیاں ائمہ سے ہوئین اُسمین وہ مقاتلین اِسی حکم کے مصداق ہونگے اور
اس سے ائمہ اہلبیت علیہم السلام کا امام مفترض الطاعت ہونا کہ جس سے جنگ و سرکشی حرام ہی بخوبی ثابت ہوتا ہی
والا مقاتلین اِس حکم کا مصداق بزمان نبی نہوتے فافہم ارشدک اللہ اور یہی کتاب مین ہی ابراہیم بن محمد حموینی سے جو
بڑے علماے حضرات اہلسنت سے ہین کہ اُنھون نے باسناد اپنے ابو سعید خدری سے روایت کی ہی کہ کہا اُنھون نے
سنا مین نے پیغمبر خدا سے کہ فرماتے تھے مثل اہل بیتی فیکم کمثل سفینۃ نوح من رکبھا نجی ومن تخلف عنہا غرق وانما مثل اہل بیتی فیکم مثل باب
حطۃ فی بنی اسرائیل من دخلہ غفر لہ یعنی مثال میرے اہلبیت کے تم مین ویسی ہی جیسے کشتی نوح تھی کہ جو اُسپر سوار ہوا اُسنے نجات
پائی اور جسنے اُس سے روگردانی کی وہ غرق ہوا اور نہین ہی مثال میرے اہلبیت کی تم مین مگر مثال باب حطہ کی
جو دروازہ بنی اسرائیل مین تھا کہ جو اُسمین داخل ہوا وہ بخشا گیا راقم رسالہ کہتا ہی کہ اِس سے صاف ظاہر ہوتا ہی کہ غرض
آنحضرت کی یہ ہی کہ جسطرح روز طوفان نوح علیہ السلام جو شخص کہ کشتی پر آنحضرت کے گئے تھے وہ بچے اور غرق و ہلاکت سے
اُنھون نے نجات پائی اور جو اُس سے روگردان ہوے تھے وہ غرق و ہلاک ہوے اِسی طرح جو طوفان اختلاف کے

افتراق امت بعد پیغمبر خدا کے واقع ہونے والا تھا بہ نسبت اُسکے حضرت نے فرمایا کہ اِس طوفان مین جو شخص کہ متوسل میرے اہلبیت سے رہیگا اور اُنکا پیرو ہوگا وہ نجات پائیگا جہنم کے عذاب سے اور ہلاکت اُخروی سے اور جو شخص کہ ہاتھ اُنکے دامن دولت مین نہ ماریگا بلکہ اُنسے دوری کریگا اور روگردان ہوگا وہ عذاب آخرت اور ہلاکت اُخروی مین گرفتار ہوگا لیکن چونکہ کشتی نوح کی سوار ہونے والون کو نجات طوفان بحر سے اور نہ سوار ہونے والون کو ہلاکت اور غرق ہونا بہ نسبت حیات دنیا کے ہوا تھا یعنی جو سوار تھے وہ زندہ رہے اور جو نہ سوار تھے اُنکی زندگانی فانی ہوئی اور غرض حضرت کی اِس تشبیہ مین نجات اُخروی اور ہلاکت اُخروی تھی اسلیے مزید توضیح کے لیے فرمایا کہ میرے اہلبیت کی مثال تم مین نہین ہی مگر دروازۂ حطہ کی ہی کہ جو اُسمین داخل ہوتا تھا بنی اسرائیل سے وہ بخشا جاتا تھا اُسی طرح جو داخل اطاعت مین اہلبیت کی میرے ہوگا وہ بخشا جائیگا اور ہلاکت اُخروی سے نجات پائیگا اور جو اُنکی اطاعت سے روگردان ہوگا وہ غرق و ہلاک ہوگا اور نہ بخشا جائیگا اور منجملہ اُنھین اخبار کے ہی جو ابراہیم حموینی نے باسناد اپنے ابن عباس سے روایت کی ہی کہ فرمایا پیغمبر خدا نے جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب سے کہ یا علی انا مدینة الحکمة وانت بابها ولن توتی المدینة الا من قبل الباب وکذب من زعم انه یحبنی ویبغضک لانک منی وانا منک لحمک من لحمی ودمک دمی وروحک من روحی وسریرتک من سریرتی وعلانیتک من علانیتی وانت امام امتی وخلیفتی علیها بعدی سعد من اطاعک وشقی من عصاک وربح من تولاک وخسر من عاداک فاز من لزمک وهلک من فارقک مثلک ومثل الائمة من ولدک بعدی مثل سفینة نوح من رکب فیها نجی ومن تخلف عنها غرق ومثلکم مثل النجوم کلما غاب نجم طلع نجم الی یوم القیمة یعنی اے علی ابن ابیطالب مین شہر حکمت الٰہی کا ہون اور تم دروازہ اُس شہر کے ہو اور کوئی شہر مین داخل نہین ہو سکتا اور نہین آسکتا مگر دروازے کی طرف سے اسکے اور جھوٹ کہا ہی اُسنے جسنے یہ گمان کیا ہو کہ مجھے دوست رکھتا ہی اور تمسے بغض و عداوت رکھتا ہی کیونکہ تم مجھسے ہو اور مین تمسے گوشت تمھارا میرے گوشت سے ہی اور خون تمھارا میرے خون سے ہی اور روح تمھاری میری روح سے اور باطن تمھارا میرے باطن سے ہی اور ظاہر تمھارا میرے ظاہر سے ہی اور تم میری امت کے امام ہو اور میرے خلیفہ ہو اُنپر بعد میرے نیکوکار ہوا جسنے تمھاری اطاعت و پیروی کی اور بدکار و شقی ہوا جسنے تمھاری نافرمانی کی اور فائدہ مند ہوا وہ شخص جسنے تمھین دوست رکھا اور زیان کار ہوا وہ جسنے تمسے دشمنی کی رستگار ہوا جسنے تمھاری ملازمت اختیار کی اور ہلاک ہوا وہ جسنے تمسے جدائی چاہی تمھاری مثال اور اور ائمہ کی مثال جو تمھاری اولاد سے ہونگے بعد میرے مثال کشتی نوح کی ہی کہ جو اُسمین سوار ہوا اُسنے نجات پائی اور جسنے اُسے چھوڑا اور روگردان ہوا وہ غرق ہوا تمھاری مثال آسمان کے ستارون کی مثال ہی کہ جب کوئی ستارہ غائب ہوگا دوسرا ستارہ اُسکی جگہ پر طلوع کرتا رہیگا روز قیامت تک واضح ہو کہ یہ حدیث موافق طریق اہلسنت کے ہی اور جو مضامین کہ اِسمین وارد ہین وہ ایسے ہین کہ اُس مضمون کی احادیث اور بھی اُنکی کتب مین وارد ہین کہ اِس جہت سے بھی اُنھین اُسکی تصدیق سے انکار زیبا نہین ہو سکتا کیونکہ پہلا مضمون تو

مستفیض

متفق علیہ ہی انا مدینۃ العلم وعلی بابہا اور ثعلبی نے اپنی تفسیر مین باسناد اپنے لکھا ہی کہ پیغمبر خدا نے فرمایا انا مدینۃ
الجنۃ وعلی بابہا فمن اراد الجنۃ فلیاتہا من بابہا یعنی مین شہر ہون بہشت کا اور علی دروازہ اس شہر کے ہین پس
جو شخص بہشت مین داخل ہونا چاہے اُسے چاہیے کہ اُسکے دروازے سے داخل ہو بالجملہ جناب امیر علیہ السلام کے لیے
باب العلم اور باب الحکمۃ اور باب الجنۃ ہونا انکی احادیث مین اس کثرت سے وارد ہی جیسا پیغمبر خدا کے واسطے مدینۃ
العلم اور مدینۃ الحکمۃ اور مدینۃ الجنۃ وارد ہی اور بعد اسکے جو حضرت نے فرمایا کہ جو مجھسے دوستی کا گمان کرے
تیرے ساتھ دشمنی رکھکر وہ جھوٹا ہی یہ حضرت نے ایک دعوی فرمایا ہی جسکی دلیل اسکے بعد خود ارشاد فرمائی اور بطور عقلیات
اس دعوی کو قوت دی اور ثابت فرمایا ایسے بیان سے جو مشتمل ہی اوپر دلیل عقلی کے کہ وہ مناسبت واختصاص فرع کا اصل کے
ساتھ ہی اور ظاہر لفظ اس بیان کا موافق محاورہ عرب کے بھی ہی کہ ہو منی وانا منہ اور امثال اسکے وہ مقام کمال اتحاد و
اختصاص و یکجہتی مین کہتے ہین اور باطن مین حقیقت امر کا اظہار اور اشارہ طرف اصل فطرت کے ہی جیسا کہ صاحب الفردوس
اور ابن مغازلی سے مروی ہی کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کنت انا وعلی نورا بین یدی اللہ تعالی قبل ان یخلق ادم باربعۃ عشر
الف عام فلما خلق ادم رکب ذلک النور فی صلبہ فلم یزل فی شیء واحد بعدہ احد حتی افترقنا فی صلب عبد المطلب ففی النبوۃ وفی علی الخلافۃ یعنی مین اور
علی ابن ابیطالب ایک نور تھے سامنے خدا کے چودہ ہزار برس پہلے اس سے کہ آدم پیدا کیے جائین پھر جب آدم کو پیدا
فرمایا خدا نے تو اس نور کو انکی پشت مین رکھا اور ہمیشہ وہ نور ایک نبی کی پشت سے دوسرے نبی کی پشت مین منتقل
ہوتا آیا یہان تک کہ ہم دونون جدا ہوے پشت عبد المطلب مین پس مجھ مین نبوت آئی اور علی ابن ابیطالب مین خلافت گئی
اور اس سے صاف ظاہر ہوتا ہی کہ دونون نور ایک تھے اور جیسا کہ ظاہر مین امامت فرع نبوت ہی اسی طرح حقیقت فطری
بھی تھی کہ جناب رسالتمآب اصل تھے اور علی ابن ابیطالب فرع تھے اور جب اصلیت و فرعیت ثابت ہوئی تو اب واقع مین
ہر امر مین جناب رسالتمآب اصل آنحضرت کی واقع ہونگے اور مؤید ہی اس بیان کو وہ حدیث جو فاضل شیرازی نے اخطب خوارزمی سے
کہ اُسنے احمد سے نقل کی ہی کہ پیغمبر خدا نے فرمایا یا علی خلقت انا وانت من شجرۃ فانا اصلہا وانت فرعہا والحسن والحسین اغصانہا
فمن تعلق بغصن منہا ادخلہ اللہ الجنۃ اور جو فرمایا کہ تم میرے امام امت اور بعد میرے خلیفہ انپر ہو یہ مضمون بھی متعدد روایات مین
انکی موجود ہی ساتھ مضمون سابق کے جیسا کہ حافظ اسعد بن حسین نے کتاب اربعین مین لکھا ہی قال قال رسول اللہ ان الارض لا
تخلو امنی مادام علی حیا علی فی الدنیا عوض منی بعدی علی کجلدی علی کلحمی علی دمی فی عروقی علی اخی ووصی فی اہلی وخلیفتی من بعدی
فی قومی ومنجز عداتی وقاضی دینی یعنی فرمایا پیغمبر خدا نے کہ زمین خالی نہوگی مجھسے جب تک علی ابن ابیطالب زندہ ہین اور علی ابن ابیطالب
دنیا مین میرے بعد میرے عوض مین علی مثل میری جلد کے ہین اور علی مثل میرے گوشت کے ہین اور علی مثل میرے خون کے ہین
جو میری رگون مین ہی علی میرے بھائی ہین اور وصی ہین میرے اہلبیت مین یعنی میرے اہلبیت مین سے وصی علی ابن ابیطالب ہین
اور بعد میرے میرے خلیفہ ہین اور جانشین ہین میری قوم مین اور میرے وعدون کے پورا کرنے والے ہین اور میرا قرض ادا

کرنے والے ہین اور انس سے منقول ہی قال رایت رسول اللہ جالسا مع علی فقال انا و ہذا حجۃ اللہ علی خلقہ اور اس حدیث کو امام نے اپنی مسند مین اور دیلمی نے کتاب فردوس مین نقل کیا ہی یعنی انس نے کہا کہ دیکھا مین نے پیغمبر خدا کو کہ علی ابن ابیطالب کے ساتھ بیٹھے تھے اور فرمایا کہ مین اور یہ خدا کی حجت ہین اسکی خلق پر اور بیہقی اور امام رازی نے روایت کی ہی کہ پیغمبر خدا نے فرمایا جناب امیرالمومنین علی ابن ابیطالب سے کہ انت اخی ووصیی وقاضی دینی وخلیفتی من بعدی یعنی تم میرے بھائی ہو اور میرے وصی ہو اور میرا قرض ادا کرنے والے ہو اور میرے خلیفہ ہو بعد میرے اور امام نے اپنی مسند مین سلمان فارسی سے روایت کی ہی کہ انھون نے جناب رسالتمآب سے سوال کیا اسطرح کہ یا رسول اللہ من وصیک قال یا سلمان من کان وصی اخی موسی قال یوشع بن نون قال فان وصیی ووارثی من یقضی دینی وینجز موعدی علی بن ابی طالب یعنی ای رسول خدا آپ کا وصی کون ہی یہ سنکر آنحضرت نے فرمایا کہ ای سلمان کون وصی میرے بھائی موسی بن عمران کا تھا سلمان کہتے ہین کہ مین نے عرض کیا کہ یوشع بن نون حضرت نے فرمایا کہ بہ تحقیق کہ وصی اور وارث میرا اور جو قرض میرا ادا کریگا اور وعدون کو پورا کریگا وہ علی ابن ابیطالب ہی اور جو اس حدیث مین ہی سعد من اطاعک وشقی من عصاک وربح من تولاک وخسر من عاداک فاز من لزمک وہلک من فارقک اس مضمون کا حاصل یہ ہی کہ جسنے تمھارے ساتھ محبت کی اور تمھاری اطاعت اور پیروی اختیار کی اسنے نجات پائی اور جسنے مخالفت کی وہ ہلاک ہوا یعنی جو تمھارا شیعہ ہوا وہ رستگار ہوا پھر اس مضمون کے موافق بھی احادیث بہت کثرت سے انکی کتب معتبرہ مین وارد ہوئی ہین جیساکہ انکی صحاح مین ام سلمہ سے منقول ہی کہ پیغمبر خدا نے فرمایا علی وشیعتہ ہم الفائزون یوم القیمۃ یعنی علی ابن ابیطالب اور شیعہ انکے وہی روز قیامت کو رستگار ہونگے اور دوسری روایت مین ہی کہ فرمایا یا علی انت وشیعتک ہم الفائزون یعنی ای علی ابن ابیطالب تم اور شیعہ تمھارے وہی رستگار ہونگے روز قیامت کو اور پوشیدہ نرہے کہ یہ دونون حدیثین صاف دلالت کرتی ہین کہ فرقہ ناجیہ فرق اسلامیہ مین یہی فرقہ ہی کیونکہ پیغمبر خدا نے ہم الفائزون فرماکر تخصیص معرفت ظاہر فرمائی بہ نسبت اس فرقے کے الحمد للہ علی ما ہدانا اور معاذ ابن جبل سے روایت کی ہی حافظ ابن مغازلی اور دیلمی وغیرہ نے کہ پیغمبر خدا نے فرمایا علی ابن ابی طالب حسنۃ لا تضر معہا سیئۃ وبغضہ سیئۃ لا تنفع معہا حسنۃ یعنی دوستی اور محبت علی ابن ابیطالب کی ایسا حسنہ اور نیک عمل ہی جسکے ساتھ کوئی برائی ضرر نہین پہونچا سکتی اور بغض وعداوت علی ابن ابیطالب سے رکھنا ایسا بدعمل ہی کہ جسکے ساتھ کوئی حسنہ اور نیک عمل نفع نہین پہونچا سکتا اور جو اسکے بعد فرمایا مثلک ومثل الائمہ من ولدک بعدی مثل سفینۃ نوح من رکب فیہا نجی ومن تخلف عنہا غرق بہ سبب انکی اشال احادیث تو مذکور ہو ہی رہی ہین اور اصل غرض اس روایت کی نقل سے تو اسی کا ذکر ہی تاکہ ثابت ہو کہ یہ حدیث اور مضمون اسکا انکے طریقون کے موافق ہی حد استفاضہ اور تواتر کو پہونچی ہی اور لائق احتجاج ہی اور جو اسکے بعد فرمایا کہ ومثلکم مثل النجوم کلما غاب نجم طلع نجم الی یوم القیامۃ اسی کے مضمون کے مناسب اور روایات مین بھی انکی وارد ہی فاضل شیرازی نے احمد حنبل سے روایت کی ہی کہ لکھا ہی اسنے کہ پیغمبر خدا نے فرمایا النجوم امان لاہل السماء فاذا ذہبت ذہبوا واہل بیتی امان لاہل الارض فاذا

ذهب اهل بیتی ذهب اهل الارض یعنی ستارے آسمان کے اہل آسمان کے لیے امان ہین پس جب وہ جاتے رہینگے تو آسمان
بھی جاتا رہیگا اور میرے اہلبیت سبب امان اہل زمین ہین پس جب میرے اہلبیت زمین پر نہ باقی رہینگے تو اہل
زمین بھی پھر ہلاک ہو جائینگے اور کوئی نہ باقی رہیگا پوشیدہ نہ رہے کہ اس سے بھی بخوبی حقیت ائمہ ہدیٰ کی اور
انکا باقی رہنا تا قیامت جیسا کہ فرقہ حقہ اثنا عشریہ کہتے ہین اور اُسکے ساتھ اعتقاد رکھتے ہین ثابت ہی اور مناسب
اسکے ہی جو شیخ ابن حجر نے صواعق محرقہ مین حاکم سے روایت کی ہی کہ رسول خدا نے فرمایا النجوم امان لاهل الارض من
الغرق واهل بیتی امان لامتی من الاختلاف فاذا خالفتها قبیلة من العرب اختلفوا فصاروا حزب ابلیس حاصل معنی اُسکے یہ ہین کہ
ستارے آسمان کے اہل زمین کو غرق ہونے سے بچاتے ہین اور میرے اہلبیت میری اُمت کو نگاہ رکھتے ہین اختلاف سے
پس جبکہ مخالفت کریگا کوئی قبیلہ عرب میرے اہلبیت سے تو اُسوقت اختلاف میری اُمت مین پیدا ہو جائیگا اور وہ
لشکر شیطان ہو جائینگے انتہی اور اُسکے بعد صاحب صواعق نے لکھا ہی کہ حاکم نے اس حدیث کی تصحیح کی ہی بشرط
بخاری و مسلم راقم رسالہ کہتا ہی کہ صاحب خبرت پر پوشیدہ نہوگا کہ یہ حدیث بھی حدیث اول سے اس مضمون مین
کہ اہلبیت علیہم السلام سبب امان مثل ستارگان ہین قریب ہی اتنا فرق ہی کہ پہلی روایت مین ستارون کو سبب امان
اہل آسمان فرمایا عموماً اور اہلبیت کو سبب امان اہل زمین اسی طرح فرمایا اور اس حدیث مین ستارون کو بھی حافظ او
امان اہل زمین خاص غرق ہونے سے ارشاد کیا اور اہلبیت علیہم السلام کو حافظ امت کا خاص اختلاف کے واقع ہونے سے
فرمایا اور یہ تخصیص منافی تعمیم کی نہین کیونکہ ممکن ہی کہ ستارے امان اہل آسمان کے لیے عموماً ہون اور اہل زمین کے لیے فقط
غرق ہونے سے امان دیتے ہون اسی طرح اہلبیت علیہم السلام عموماً اہل زمین کے لیے امان اس سے ہون کہ انکی برکت
وجود سے حق تعالیٰ اپنی رحمت اور برکات کو زمین پر نازل فرماتا ہی اور خاص امت کے واسطے وقوع اختلاف سے
سبب امان اسلیے ہون کہ چونکہ وہ سب بزرگوار معلم بتعلیم الٰہی اور جناب رسالت پناہی اور معصوم خطا سے ہین اسلیے
انکے احکام اور ہدایات حق اور حقیقی اور موافق علم الٰہی ہین حق و باطل ملا نہین ہی اس جہت سے انکی پیروی اور اطاعت
مانع وقوع اختلاف سے ہی پس انکا اہل زمین کے لیے امان ہونا عموماً بنظر اسکے ہوگا کہ رحمت عام حق تعالیٰ کی
انکے ذریعہ سے زمین پر نازل ہوتی ہی اور سبب امان امت وقوع اختلاف سے بنظر انکی عظمت اور انکے علم حقیقی او
ہدایت کامل کے ہوگا لیکن اس حدیث مین علاوہ اسکے جو فائدہ تشبیہ اہلبیت علیہم السلام کا نجوم کے ساتھ ہی
اور بھی فوائد ہین اول یہ کہ طبیعیات مین مشہور ہی کہ ربع مسکون زمین سے بسبب حرارت شمس کے پانی سے باہر
آگیا ہی اور اپنے مرکز سے بسبب تخلخل کے دور ہو گیا ہی اُسکی تعضید و تقویت پہلے فقرے سے ہوتی ہی کیونکہ اگر ستارے
اور انکی روشنی نہو جسکی حرارت سے زمین پانی کے کرہ سے اوپر آگئی ہی اور بسبب اسی حرارت کے پانی پر قائم ہی یا
گرد آفتاب کے حرکت کرتی ہی تو زمین اپنے مرکز کی طرف بسبب اپنی برودت و کثافت کے سمٹ جاے اور اس صورت مین

جو اہل زمین ہین یہ پانی کے اندر ہو جائین اور سب مر جائین اور غرق ہو جائین دوسری خبر مخبر صادق علیہ السلام نے اس حدیث مین دی تھی وہی ہوا کہ جب قوم عرب نے مخالفت اہلبیت علیہم السلام کو اختیار کر کے اورون کی اطاعت اختیار کی اُسی سے کسقدر اختلاف اس امت مین بہم پہونچا کہ مختصر بیان اُسکا مقدمہ کتاب مین ہو چکا ہی تیسرے یہ کہ جو اختلاف کے بعد یہ نسبت مختلفین کے حکم فرمایا ہی اس حدیث مین کہ فصاروا حزب ابلیس اس سے خوب واضح ہوا کہ جتنے فرقے اسلام مین بحصول اختلاف پیدا ہوے ہین اور وہ طریقہ اہلبیت علیہم السلام سے مخالف ہین وہ سب اس حکم مین بزبان نبی صلی اللہ علیہ وآلہ داخل ہین سوا فرقہ امامیہ اثنا عشریہ کے کہ یہ یقینی ہر امر مین خواہ متعلق باصول ہو یا بفروع اہلبیت علیہم السلام کے سوا کسی کی پیروی اختیار نہین کرتے والحمد للہ علی ذلک صاحب فصول مہمہ نے رافع سے جو جناب ابی ذر صحابی رسول کا غلام ہی روایت کی ہی کہ کہا اُسنے کہ در کعبہ کی چوکھٹ پر ابو ذر کھڑے ہوے اور حلقہ کعبہ کو پکڑ کر کہا کہ اے گروہ مردمان جو کوئی مجھے پہچانتا ہی وہ پہچانتا ہی اور جو نہین پہچانتا وہ جانین کہ مین ہون ابو ذر مین نے سُنا ہی پیغمبر خدا سے کہ فرماتے تھے مثل اهل بیتی کمثل سفینة نوح من رکبها نجی ومن تخلف عنها زج فی النار اجعلوا اهل بیتی منکم مکان الراس ولا تهتدی الراس الا بالعینین یعنی حاصل معنی اسکے یہ ہین کہ جو کوئی میرے اہلبیت سے متمسک ہوا اُسنے نجات پائی اور جسنے کہ طاعت سے میرے اہلبیت کی روگردانی کی اور اپنے تئین اُنکی فرمان برداری سے باز رکھا وہ آگ مین معذب ہوگا میرے اہلبیت کو بمنزلہ سر کے بدن سے اور آنکھون کی سر سے گردانو اور جسطرح کہ سر بے آنکھون کے راہ راست کو نہین دیکھ سکتا اور اس سے باہر ہو جاتا ہی اُسی طرح میری امت بھی بے میرے اہلبیت کے ارشاد کے گمراہ ہو جائیگی انتہی خلاصة کلامه رضی اللہ عنه اب جاننا چاہیے کہ جب اِن روایات سے معلوم ہوا کہ اہلبیت علیہم السلام کی متابعت سبیل نجات ہی اور اُنکی مخالفت اور اُنکے دامن ہدایت کے تمسک کرنے سے اعراض کرنا گمراہی اور خزان کا باعث ہی پھر یہ سب دلیل اُسکی ہین کہ وہ حضرات صاحب عصمت ہین کہ اُنکا اتباع اقوال وافعال مین مامور بہ اور پسندیدہ خدا تعالیٰ کا ہی اور یہ بجز ہمارے غیر امامیہ اثنا عشریہ کے واسطے حاصل نہین ہی پس نجات کا انحصار اسی فرقے مین یقینی واضح ہی اور چونکہ یہ احادیث فریقین مین متفق علیہا اور مجمع علیہا ہین اور بقدرت خدا اُنکی روایت آنحضرت کے دشمنون کی بھی زبان پر جاری ہوگئی ہی اس جہت سے یہ اُن اخبار سے جو مخصوص طریقہ حضرات اہلسنت ہین صحت وقوت مین مقدم ہین حالانکہ اخبار مختلفہ کو قرآن پر عرض کرنا ضرور ہی تاکہ جو موافق قرآن ہو وہ لیجاے اور جو مخالف کتاب اللہ ہو وہ طرح اور رد کیجاے اور آیہ وافی ہدایہ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم سے بھی مراد اولی الامر سے بھی موافق اکثر مفسرین کے قول کے دونون فرقون سے ائمہ وخلفا ہین مطلقا اور جو جماعت کہ اُنکی اطاعت مثل اطاعت خدا اور رسول کی ہو اُنھین چاہیے کہ یقینی معصوم ہون اور ہمارے ائمہ دوازدہ گانہ کے سوا اور کسی کے حق مین ادعاے عصمت نہین ہوا پھر اگر دنیا مین کوئی معصوم ہی تو باجماع مرکب ہمارے ائمہ کے سوا نہین ہی اور امام رازی بھی اِسکا اعتراف کر گئے ہین کہ یہ آیت دلالت کرتی ہی عصمت پر اور عدم جواز خطا اولی الامر

لیکن پھر جب دیکھا کہ اِس سے امامت خلفاے اہلسنت کی باطل ہوتی ہو تو یہ کہا کہ مراد اولی الامر سے اجماع ہی اور
ہمنے بحمد بقدر بیان شرائط امامت مین غلطی اِس قول کی بہ دلائل ثابت کر دی ہی واضح ہو کہ حضرات اہلسنت نے
فرقہ حقہ کا معارضہ اِن احادیث کا ایک اپنی حدیث سے کہ خاص اُنکے طریقے کے موافق ہی کیا ہی اور وہ یہ ہی کہتے ہین کہ
پیغمبر خدا نے فرمایا کہ اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم یعنی میرے اصحاب مثل ستارون کے ہین جس کسی کے ساتھ
اُنمین سے پیروی کروگے تم ہدایت پاؤگے لیکن منصف خبیر پر پوشیدہ نرہے کہ معارضہ کی صحت کی شرائط یہان
مفقود ہین کیونکہ یہ حدیث مخصوص اُنکی ہی ہماری کتابون مین کہین اسکا نشان وارد نہین ہی اور ہمنے جو احادیث
نقل کین وہ متفق علیہما بین الفریقین اور مجمع علیہما ہین اور وہ حدیث اُنکے یہان بھی اُس قوت مین نہین ہی جیسا کہ وہ پہلی
حدیثین جو ہمنے انکی کتابون سے نقل کی ہین صحیح وقوی ہین پس جس خبر سے کہ ہمنے استدلال کیا ہی اور اُنکے علمانے بھی
اُسپر ہمارے ساتھ اتفاق کیا ہی وہ اپنی صحت مین اولی ہین اسلیے کہ جو ایک شخص اُسنے اُسے روایت کرے اُسے باطل
کردین کیونکہ خبر واحد متفق علیہ کی مخادمت نہین کرسکتی اسی طرح خبر ضعیف قوی کو باطل نہین کرسکتی اور جب اِن اخبار کا
صحیح وقوی ہونا ثابت ہی تو وہ خبر کہ لائق طرح کے ہی یا اُسے مقابل اپنے اِن اخبار کثیرہ متفق علیہا کی طرح کرین یا جمع کرین
ساتھ اِن اخبار کے اِسطرح کہ اصحاب سے اِس حدیث مین بھی اصحاب اہلبیت جو معصوم ہین اور اُنکی نسبت تشبیہ
نجوم کے ساتھ مکرر احادیث سابقہ مین وارد ہو چکی ہی مراد لین اور وہ علی ابن ابیطالب اور حسنین علیہما السلام ہین
اور جو اُنکی اولاد سے معصوم اور امام ہدی ہین تاکہ ندرت اور غرابت مضمون حدیث کی بھی دفع ہو جاے اور لائق
اعتقاد اور احتجاج کے ہو اور مخالفت اُسکی اخبار کثیرہ قویہ صحیحہ سے برطرف ہو نہ یہ کہ اصحاب کو بمعنی عام جملہ اُن اشخاص سے
مراد لین کہ جنھون نے نبی کو دیکھا تھا اور صحبت مین اُن جناب کی حاضر ہوے تھے اگرچہ اُنکا نفاق بلکہ کفر بھی ثابت
کیون نہو جاے کیونکہ اِس صورت مین مضمون اسکا نقل وعقل دونون سے مخالف ہوتا ہی لیکن نقل پس کسقدر نہین کی
روایات سے جو درباب تمسک بہ ثقلین اور وجوب رکوب بہ سفینۂ اہلبیت پر منقول ہوئین مخالفت اسکی ظاہر ہی اور
عقلاً پس کون عاقل اِس بات کو پسند کرسکتا ہی کہ پیغمبر فرمائین کہ پیروی سے قولاً اور فعلاً منافق اور کافر کی ہدایت
حاصل ہوسکتی ہی اور کتب سیر واخبار حال صحابہ سے معلوم ہین کہ اُنمین سب طرح کے اشخاص تھے اور کلام علامہ تفتازانی
بھی جو مکرر اوپر مذکور ہو چکا یہ امر ثابت ہی کہ سب معصوم نہ تھے بلکہ اچھے بھی نہ تھے پھر کسطرح سب سے اقتدا جائز ہو اور
اُنسے ہدایت حاصل ہوسکے اور جب یہ ثابت ہوا تو پھر حکم اقتدا اور حصول ہدایت اُنھین سے مخصوص ہوگا جو لائق
اُسکے ہین اور خطا سے معصوم ہین نہ غیر اُنکے اور اب معارضہ اِس سے کیسا بلکہ وہ بھی موافق اُنھین احادیث کے واقع
ہوگی فصل چہارم وہ حدیث متفق علیہ ہی کہ جسے روایت کیا ہی حمیدی نے جمع بین الصحیحین مین اور مسلم رکھا ہم
اُسے فریقین نے جیسا کہ شرح عقائد کے دیکھنے سے واضح ہوتا ہی اور وہ یہ حدیث ہی کہ لم یعرف امام زمانہ مات میتۃ

جاھلیۃ یعنی جو شخص کہ اپنے امام وقت کو نہ پہچانتا ہو اور مرجاے تو موت اُسکی حالت جاہلیت پر ہوگی اور وجہ
استدلال اِس سے حقیت مذہب امامیہ اثنا عشریہ پر یہ ہو کہ یہ حدیث سوا مذہب امامیہ کے اور کسی فرقہ کے فرقہاے اسلام کے
مذہب پر راست نہین آتی کیونکہ فقط فرقۂ امامیہ اِس بات کے قائل ہین کہ زمین حجت خدا سے خالی نہین رہ سکتی یا وہ حجت
ظاہر و مشہور ہو یا خائف و مستور ہو اور علماے حضرات اہلسنت نے اِس حدیث کے بیان مین کلمات غریبہ لکھے ہین ایک
جماعت کہتی ہو کہ مراد امام سے بادشاہ عصر ہو اور اُسپر یہ لازم آتا ہو کہ جو زمان یزید پلید مین کہ اُسکی بداعمالی ظاہر ہو مرگئے یا زمان
خلفاے بنی عباس مین کہ اُنکی بھی سرکشی اور بدعتین ظاہر ہین یا اور سلاطین جبابرہ کے زمانے مین مرگئے یا مرتے ہین اور
اُنھین امام جانتے تو چاہیے موت اُنکی بحالت کفر ہو اور یہ واضح البطلان ہو اور بعض نے کہا ہو کہ امام زمان سے مراد قرآن ہو اور
جب اُنھین سمجھایا گیا کہ تمام قرآن کی معرفت کے وجب ہونے کا ادعا ہر فرد انسان کے لیے خلاف اجماع ہو تو کہا کہ مراد وجوب
معرفت سے بعض قرآن کی معرفت ہو اور وہ اور مفاسد سے قطع نظر کرکے اُنکے امام اعظم ابوحنیفہ کے طریقے پر راست نہین آسکتا
کیونکہ وہ قرآن کا یاد کرنا سب قرآن کا نہ بعض کا اُسے وجب نہین جانتے بلکہ نماز مین بھی ترجمہ قرآن کو کہہ دینا کافی
سمجھتے ہین جیساکہ اگر کوئی شخص مدھامتان کے عوض مین دو برگ سبز کہہ دے تو مجزی ہوگا پھر اب یا ابوحنیفہ کے
اجماع اہلسنت سے مخالفت لازم آئیگی یا اجماع کا ادعا یان پر حیطہ صحت سے باہر سمجھا جائیگا جناب سید سند نے
اِس جگہ ایک حکایت بہت لطیف لکھی ہو کہ ابن ابی جمہور احسائی جو امامیہ کے متکلمین سے مشہور تھے اُنسے مشہد مقدس مین
ایک شخص سے کہ وہ بھی فضلاے حضرات اہلسنت سے اور رہنے والے ہرات کے تھے ایک شخص کے مکان مین کہ سید
محسن اُنکا نام تھا اور اُنکے یہان دعوت ضیافت کی مجلس تھی منجملہ اہل دعوت یہ دونون صاحب بھی تھے مناظرہ کا
اتفاق ہوا اور شیعہ متکلم نے خصوص خلافت خلفاے ثلثہ مین فاضل اہلسنت کو ملزم کیا یہان تک کہ جب دسترخوان
بچھا اور کھانا رکھا گیا اور سب کھانا کھانے مین مشغول ہوے تو پھر ابن جمہور نے کہا کہ ای ملا اجازہ ہو سب نے کہا کہ ہان
اجازت ہو یہ سُنکر فاضل ہروی کی طرف اُنھون نے خطاب کیا اور فرمایا کہ کیا کہتے ہو درباره اِس حدیث کے جو پیغمبر سے
مروی ہو من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتۃ جاھلیۃ آیا یہ صحیح ہو یا نہین فاضل ہروی نے کہا کہ ہان وہ صحیح متفق علیہ ہو اُسوقت
فاضل احسائی نے کہا کہ اِسوقت تمھارا امام کون ہو فاضل ہروی نے کہا کہ جو ظاہر حدیث کا ہو وہ اُسپر محمول نہین ہو
بلکہ لفظ امام سے مراد جو اِس حدیث مین وارد ہو قرآن شریف ہو اور تقدیر اُسکی یہ ہو من مات ولم یعرف امام زمانہ الذی
ھو القرآن مات میتۃ جاھلیۃ یعنی جو شخص مرجاے اور نہ پہچانے اپنے امام زمان کو جو قرآن ہو تو موت اُسکی بحال کفر ہوگی
یہ سُنکر فاضل احسائی نے کہا کہ اِسوقت لازم آتا ہو کہ ہر مکلف پر تعلیم قرآن کی وجب عینی ہو حالانکہ علماے کوئی اِسکا قائل نہین ہوا
یہ سُنکر فاضل ہروی نے کہا کہ مراد حدیث مین تمام قرآن نہین ہو بلکہ فاتحہ اور سورہ مراد ہو کیونکہ وہ دو شرط صحت نماز ہین اور
اِسقدر باجماع وجب عینی ہو پس جو کوئی کہ اِسقدر بھی نہ جانتا ہو اُسکے جاہل ہونے مین شک نہین ہو یہ سُنکر فاضل احسائی نے

کہا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے امام کو زمان کی طرف مضاف فرمایا ہی پھر امام کی تخصیص اہل زمان کے ساتھ جو حدیث مین ہی دلیل اسکی ہی کہ اہل زمان مخصوص ہون اُس امام کے ساتھ کہ جسکا پہچاننا اہل زمان کو واجب ہی اور جب قرارت نماز مراد ہوئی تو یہ تخصیص بیکار ہی پھر ایسی تاویل جو تمنے کی ہی وہ مقتضائے الفاظ حدیث سے مطابقت نہین رکھتی یہ تقریر سنکر جتنے حاضرین مجلس تھے سب نے شیخ حسائی کی تصدیق کی کہ البتہ ضعافت تمھاری تاویل سے مناسبت نہین رکھتی چونکہ بہت واضح امر تھا اسلیے فاضل ہروی نے سکوت کرکے دوسری تقریر اختیار کی اور کہا کہ اس تقدیر مین ہم اس زمانہ مین برابر ہین اس بات مین کہ کوئی امام نہین رکھتے یہ سنکر شیخ حسائی نے کہا کہ حاشا للہ یہ بات نہین ہی جو تمنے گمان کیا ہی بلکہ ہمارے واسطے امام ہین اس زمانے مین کہ ہم انکی امامت کا اعتقاد رکھتے ہین اور انھین بہ دلائل و براہین ایسا پہچانتے ہین کہ جو حق ہی پہچاننے کا اور تم ایسے نہین ہو پس ہمارا تمھارا حال یکسان نہوگا بہت فرق ہی یہ سنکر فاضل ہروی نے کہا کہ جو امام تم رکھتے ہو اور اُنسے اعتقاد رکھتے ہو انھین تم دیکھتے نہین اُنکے مکان کو نہین جانتے اپنے احکام کو اُنسے نہین لے سکتے پھر تمھارا ہمارا حال یکسان ہوگا شیخ حسائی نے فرمایا کہ ہرگز میرا تمھارا حال برابر نہین ہی حدیث سے اسی قدر مستفاد ہوتا ہی کہ امام کی معرفت واجب ہی یہ نہین ہی کہ اُنکے مکان کا پہچاننا بھی واجب ہی اور نہ یہ کہ فتوون کا اُنسے لینا ہر وقت میسر ہو جتنا حدیث سے امام کی معرفت واجب ہی الحمد للہ کہ وہ میرے لیے حاصل ہی اور مینے بدلائل قطعیہ انھین پہچانا ہی اور وہ موجود ہین اور انکی معرفت خلق پر واجب ہی اور انکے امام ہونے کا اعتقاد کرنا اور انکا اتباع کافۂ ناس پر لازم ہی اور ہم ہر زمانے مین امیدوار انکی ملاقات کے اور متوقع اُنکے ظاہر ہونے کے رہتے ہین اور تم یہ اعتقاد رکھتے ہو کہ یہ زمانہ امام سے خالی ہی پھر ہم اور تم برابر نہونگے یہ سنکر فاضل ہروی نے کہا کہ مین بھی انکی طلب مین ہون اور اس فکر مین ہون کہ انھین پہچانون اور مجھسے کہنے والون نے کہا ہی کہ ایک شخص یمن مین ہی کہ اُسنے امام ہونے کا دعوی کیا ہی اسلیے مین چاہتا ہون کہ اپنے تئین اُس تک پہونچاؤن تاکہ اُسکے دعوے کی صحت اور بطلان کو پہچانون شیخ حسائی نے کہا کہ تم اسوقت اس حال مین ہو کہ امام نہین رکھتے پس تمھاری موت موت جاہلیت ہی اور اسکے ساتھ تجسس امام کا تمھارے واسطے درست نہین مگر جبکہ اپنے مذہب سے دست بردار ہو اور اپنی غیر کی طرف رجوع کرو کیونکہ یہ مدعی امامت اہلسنت سے نہین ہی بلکہ زیدیہ سے ہی پھر اگر زیدی ہو جاؤ تو انکی امامت کا اعتقاد کر سکتے ہو اور اگر اہلسنت سے رہوگے تو اہلسنت وجود امام کا اعتقاد ہر زمانے مین نہین رکھتے یہ سنکر فاضل ہروی ساکت ہوا فصل پنجم

جان تو کہ جناب آخوند صاحب نے حق الیقین مین فرمایا ہی کہ ابن ابی الحدید نے صاحب حلیۃ الاولیا سے روایت کی ہی اور کتاب فضائل احمد حنبل اور خصائص نطنزی مین بھی مذکور ہی کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ جو چاہے کہ اسکی زندگانی مثل میری زندگانی کے ہو اور مرنا اسکا مثل میرے مرنے کے ہو اور جنت عدن مین جسے خدا نے اپنی دست قدرت سے بنایا ہی اور میرا وہ مقام اور منزل ہی ساکن ہو چاہیے کہ بعد میرے ولایت علی ابن ابیطالب کو اختیار کرے اور پیروی کرے

اماموں کی اور اوصیاؤں کی جو اُنکے فرزندوں سے ہونگے بارستیکہ وہ میری عترت ہین اور میری طینت سے خلق ہوئے ہین
اور میری فہم و علم کو حق تعالی نے اُنکی روزی کیا ہی پس وائے برحال اُس جماعت کا میری امت سے جو اُنکی تکذیب کرین
اور میرے اُنکے بیچ مین قطع کرین اور میری رعایت اُنکے حق مین نکرین خدا شفاعت میری اُنہین نہ پہونچاوے راقم رسالہ
کہتا ہی کہ صاف اِسکے معنی یہ ہین کہ بعد پیغمبر خدا کے علی ابن ابیطالب کو بلافصل امام و وصی و خلیفہ جاننا چاہیے اور بعد
اُن جناب کے پیروی اُنکی اولاد یازدہ گانہ کی اختیار کرنا چاہیے اور جو شخص کہ اس سلسلہ کو قطع کریگا یعنی بعد پیغمبر کے اور کسی کو
خلیفہ و امام جانیگا اور سلسلہ مین دوسرے کو شریک کریگا وہ موافق اِس روایت کے اُسی حکم مین جو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ
آلہ نے فرمایا ہی داخل ہوگا اور پھر فاضل زمخشری سے حدیث نقل کی ہی کہ حضرت رسالت پناہ نے فرمایا کہ فاطمہ بہجت
و سرور میری ہی اور دونون بیٹے اُسکے میوۂ دل میرے ہین اور شوہر اُنکے نور دیدہ میرے ہین اور اور امام جو اُنکی اولاد سے
ہونگے وہ میرے پروردگار کے امین ہین اور ایک ریسمان کشیدہ ہین درمیان خدا کے اور اُسکی خلق کے جو اُنکی متابعت مین
چنگل ماریگا نجات پائیگا اور جو اُنسے تخلف کریگا اور جدا ہوگا درک اسفل تک پہنچے گا بعد اِسکے اخوند صاحب نے فرمایا ہی کہ
ایسی احادیث اُنکی کتابون مین بہت ہین لیکن چونکہ اُنکی صحاح مین نہ تھین اِس سبب سے مین نے اُنہین ایراد کیا انتہی کلام اعلی اللہ مقامہ
واضح ہو کہ اِس ارشاد کا سبب جو اخوند صاحب نے فرمایا ہی کہ حضرات اہلسنت کے علما کا یہ طریقہ ہی کہ خود تو اپنی کتابون سے
جملہ احادیث نقل کرتے ہین اور اُنسے استدلال کرتے ہین لیکن جب علماے امامیہ اُنکی کتب سے احادیث اپنی احتجاج کے
وقت نقل کرتے ہین تو اُسوقت میدان حجت کے تنگ کرنے کو مجادلان مضمار کلام پر کہہ دیتے ہین کہ یہ روایت صحاح کی
نہین ہی لائق احتجاج نہین ہوسکتی حالانکہ اگر یہ سچ ہو تو چاہیے خود بھی اُن روایات کو نقل نکرین اور اُنپر اعتماد نہ رکھین
حالانکہ اُنکی کتابین موجود ہین اور اُنمین احادیث غیر صحاح کی بھی نقل کی ہوئی اُنکی موجود ہین جناب سید سند نے حدیقہ مین
فرمایا ہی کہ مولوی مبین سہالوی نے اپنی کتاب وسیلۃ النجات مین کتاب فصل الخطاب سے نقل کیا ہی کہ حدثنا عبد اللہ عن
محمد بن عبد اللہ بن خالد قال حدثنا محمد بن عثمان البصری قال محمد بن الفضل عن محمد بن سعید ابی طیبہ عن المقداد بن الاسود رض
قال قال رسول اللہ معرفۃ آل محمد براءۃ من النار و حب آل محمد جواز علی الصراط والولایۃ لآل محمد امان من العذاب اور
شاہ عبد الحق دہلوی نے مدارج النبوت مین اپنی لکھا ہی محصل اُسکا یہ ہی کہ پہچاننا آل محمد کا سبب بیزاری ہی آتش دوزخ سے
اور دوستی آل محمد کی سبب گذرنے کا صراط سے ہی اور ولایت آل محمد کی امان ہی عذاب الہی سے اور ظاہر مضمون سے اِسکے
یہ پیدا ہی کہ یہ ترجمہ ہی اُسی روایت کا جو وسیلۃ النجات سے منقول ہوئی لیکن لفظ براءت اُس روایت مین ہی تو اُسکا ترجمہ
بیزاری کے ساتھ آتش جہنم سے اچھا نہین ہی بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ باعث حراست کا ہی آتش دوزخ سے اور کتاب
صواعق سے نقل کیا ہی کہ شیخ ابن حجر نے کہا ہی اخرج ابو یعلی فی مسندہ وساق السند الی ابن منذر عن رافع مولی عایشہ عنوان
صحیفۃ المومن حب علی ابن ابی طالب فی الحدیث حب علی حسنۃ لا یضر معہا سیئۃ و بغضہ سیئۃ لا تنفع معہا حسنۃ فہذہ الحدیث

وما بمعناه صحیح انه لا یحبه الا مومن ولا یبغضه الا منافق حب علی یاکل الذنوب کما یاکل النار الحطب وھو صحیح بمعناه ھکذا فی مسند الفردوس للدیلمی عن معاذ ابن جبل اور یہی مولوی مزبور نے فاضل سیوطی کی درمنثور سے نقل کیا ہو کہ ابن عساکر نے جابر ابن عبد اللہ سے روایت کی ہو کہ کہا انسنے کہ مین پیغمبر خدا کی خدمت مین تھا کہ جناب امیر علیہ السلام تشریف لاے بعد اسکے فرمایا آنحضرت نے والذی نفسی بیدہ ان ھذا وشیعتہ ھم الفائزون یوم القیمۃ ونزلت ان الذین امنوا وعملوا الصالحات اولئک ھم خیر البریۃ فکان اصحاب النبی اذا اقبل علی تعالوا جاء خیر البریۃ یعنی فرمایا پیغمبر خدا نے کہ قسم ہی مجھے اسکی کہ جسکے دست قدرت مین میری جان ہو کہ یہ شخص یعنی علی ابن ابیطالب اور شیعہ انکے وہی رستگار ہین روز قیامت کو اور آیہ کریمہ نازل ہوا جسکے ظاہر معنی یہ ہین کہ بدرستیکہ وہ گروہ جو ایمان لاے ہین اور عمل صالح بجا لاتے ہین وہ گروہ وہی بہترین خلق ہین پھر اسکے بعد اصحاب رسول خدا کا یہ حال تھا کہ جب جناب امیر علیہ السلام کو آتے دیکھتے تھے تو کہتے تھے کہ خیر البریہ آتے ہین پھر اب محل انصاف ہو کہ جب وہ حضرت بہترین خلق پروردگار بعد جناب رسول مختار کے ہوے تو کسی کو دعوی ہمسری انکا زیبا نہین ہی پھر وہی امام بحق ہین اور کتاب نبویہ جامع سیوطی سے جناب سید سند نے نقل کیا ہو کہ علی باب حطۃ من دخل فیہ کان مومنا ومن خرج منہ کان کافرا اور جب ان سب سے خلافت ان جناب کی ثابت ہوئی تو حضرت امیر المومنین علی ابن ابیطالب کی نص امام حسن کی خلافت پر اور آنحضرت کی نص امام حسین علیہ السلام کی خلافت پر اور نص امام حسین علیہ السلام کی امامت پر جناب امام زین العابدین علی ابن الحسین کی اور اسی طرح ہر امام سابق کی نص امامت کے لیے دوسرے امام کی جو انکے بعد ہوتے گئے تا جناب صاحب العصر والزمان علیہ وعلی ابائہ الطاہرین صلوات اللہ المنان اثبات امامت کے لیے سب ائمہ کے کافی ہی اور وہ درمیان علماؤن کے فرقون کے اور امامیہ کے محدثین مین جو ہر زمانے مین ہزارہا آدمی ہر شہر وناحیہ مین تھے متواترات سے ہی اور انھون نے اپنی کتابون مین اور مصنفات مین اسے مثبت کیا ہی اور تصریح لکھا ہی اور یہ امر خوب معلوم ہی کہ ان علما اور محدثین کو اسکے لکھنے کی وجہ دیانت اور حقانیت کے سوا اور کچھ نہ تھی کیونکہ ملک وبادشاہی کبھی فرقہ شیعہ مین نہ تھی بلکہ صاحبان ملک ہمیشہ انکے مخالفین تھے اور وہ قاہر وغالب تھے باوجود اسکے ان علما نے کمال خوف کے ساتھ جو ان جبابرہ سے ہمیشہ انھین رہتا تھا ان اخبار وآثار کو انھون نے ضبط کیا ہی اور جانبازی کر کے لکھا ہی اگر کچھ بھی دنیا سے غرض ہوتی تو چاہیے کہ خلفاے جور اور مخالفان اہلبیت سے توسل اختیار کرتے اور انکے خوف سے نجات پاتے اور دنیا مین عزیز ومکرم رہتے اور مثل اورون کے براحت بسر کرتے اور اسکے سوا بذریعہ علم رجال خوب معلوم ہی کہ یہ بزرگوار بہت اہل صلاح وسداد سے تھے اور دروغ وافترا سے سب احتراز کرتے تھے اور جو شخص کہ ان قرینون کے ساتھ اور ان جہتون کے لحاظ کے ساتھ ان روایات کا ملاحظہ کریگا وہ جانے گا اور حقیقت امر کا علم اسے یقینی حاصل ہوگا اور شیعون کے طرق معتبرہ مین دوازدہ امام علیہم السلام کی حدیثین اور انکے اسماے مقدسہ جناب پیغمبر خدا سے اور اور حضرات ائمہ علیہم السلام سے متواتر منقول ہین اور وہ سب اعجاز سے مقرون ہین کیونکہ اسما اور صفات اور اباؤ امہات کو ہر ایک کی

اسمین قبل انکے پیدا ہونے کے بیان فرمایا ہی اور سب کی خبر دی ہی تا غیبت امام دوازدہم علیہ السلام اور احوال آنحضرت کا
اور پوشیدہ ہونا اور پیدا ہونا ان جناب کا سب کچھ انمین مذکور ہی اور وہ کتابین جو ان احادیث پر مشتمل ہین امام زین العابدین
علیہ السلام سے تا جناب قائم آل محمد صلواۃ اللہ علیہ وہ شیعہ و سنی دونون مین معروف و متداول اور مضبوط ہین پھر ان
احادیث مین شک کو دخل نہین لیکن ترک تعصب البتہ ضرور ہی فصل چھٹی بیان انحصار حق مین پیچ فرقہ واحد کے
واضح ہو کہ خبر متفق علیہ بین الفریقین ستفترق امتی بعدی علی ثلث و سبعین فرقہ کلہا فی النار الا واحدۃ صاف دلالت
کرتی ہی اس امر پر کہ حق منحصر ایک فرقہ مین فرقہ ہاے اسلام کے ہی اور مقدمہ کتاب مین بھی ہم اسے بخوبی لکھ چکے ہین اور
پھر بیان کرتے ہین کہ ابھی جو کچھ ہم کہہ آئے اس سے بخوبی ظاہر ہوتا ہی کہ سواے فرقہ حقہ امامیہ کے سب فرقہ ہاے اسلام کے
مذاہب باطل ہین اور مخالف کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ہین پس اب بالضرور حق منحصر مذہب ائمہ علیہم السلام مین
ہوگا کہ اول انکے وہ ہین جنکی شان مین پیغمبر خدا نے اور خطیب نے بھی اسے اپنی اسناد سے نقل کیا ہی قال قال رسول اللہ
علی مع الحق مع علی لن یفترقا حتی یردا علی الحوض یعنی فرمایا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ نے کہ علی حق کے ساتھ ہین
اور حق انکے ساتھ ہی اور وہ دونون یعنی علی ابن ابیطالب اور حق دونون جدا ہونگے یہان تک کہ وہ دونون ساتھ ہی
میرے پاس حوض کوثر پر حاضر ہونگے پس اس سے ظاہر ہی کہ اہل حق وہی ہین جو انکے مطیع و شیعہ ہین اور انکے
احکام کے موافق عمل کرتے ہین اور عمدہ حکم انکا وہ ہی جو متعلق بہ خلافت رسول و امامت ائمہ کرام علیہم السلام فرمایا کہ
اسمین مخالفت کرنے سے اصول اعتقاد کی مخالفت لازم آتی ہی اور سبب گمرہی اور خسران دارین کا ہوتا ہی اور چونکہ شیعون نے
باجمعہم اس حکم مین اور جملہ احکام مین انقیاد و اطاعت کو آنحضرت کی اختیار کیا ہی پس یقینی یہ فرقہ اہل حق سے ہی اور ناجی ہی
اور حق منحصر اسی مین ہی لاغیر والحمد للہ رب العالمین اور جب حقیت مذہب فرقہ امامیہ کی ثابت کر چکا تو اب مین ذکر فضائل
جناب سید الوصیین امام المتقین خلیفہ اول رسول رب العالمین امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام اور اثبات امامت
ان جناب کا مع دیگر احوال معجزات وغیرہ اور اسی طرح اور ائمہ کرام علیہم السلام کا بھی احوال لکھنا بترتیب شروع
کرتا ہون اگر خدا نے چاہا تو ائمہ دوازدہ عشر علیہم السلام کے فضائل و مناقب اور معجزات تھوڑے تھوڑے اور حال
ولادت و وفات اور حال رجعت امام زمان علیہ و علی ابائہ صلواۃ اللہ المنان موافق ترتیب کتاب نبوت کے
لکھونگا لکونہم فروع النبوت وما توفیقی الا باللہ العظیم و ہو حسبی ونعم الوکیل مطلب اول بیان مین فضائل جناب
مستطاب اول خلفاے معصومین حضرت امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ و علیہم السلام اور اثبات
امامت مین آنحضرت کی اور کچھ احوال معجزات و خوارق عادات کا اس سید السادات کی صلوات اللہ وسلامہ
علیہ و علی اولادہ الطاہرین المعصومین اور اس مطلب مین چند فصلین ہین فصل پہلی القاب شریفہ کے بیان مین
ان جناب کے جاننا چاہیے کہ آنحضرت کے القاب بہت ہین کہ وہ فضیلت اور علو منزلت پر آنحضرت کی

دلالت کرتے ہین جیساکہ شیخ عبدالحق دہلوی نے لکھا ہی مدارج النبوت مین کہ ابوطالب نے اُن جناب کا نام علی رکھا
اور پیغمبر خدا نے نام آنحضرت کا صدیق رکھا اور ملقب فرمایا انھین ساتھ امین اور شریف اور ہادی اور مہدی اور اذن
واعیہ اور یعسوب الامت کے اور کنیت اُن جناب کی ابوالحسن اور ابوالحسین اور ابوتراب اور ابوالسبطین اور ابوالریحانتین ہی
اور اشہر القاب اُن جناب کا مرتضی اور اسد اللہ الغالب اور حیدر اور وصی اور امیر المومنین اور سید المسلمین اور امام المتقین و
یعسوب الدین اور سید العرب اور امام البررہ اور قاتل الفجرہ وذی القرنین و قسیم النار والجنہ وغیرہ اتنے ہین کہ شرح اسکی
طویل ہی اور اسی طرح نقل کیا ہی اُسے مولوی مبین نے اور گویا کہ وہ محصل المعنی ہی عبارت مدارج النبوت کا اور عبارت
شیخ عبدالحق کی جو مدارج النبوت مین ہی اسکا یہ ترجمہ ہی علی مرتضی نام انکا علی ہی اور ابوالحسن اور ابوتراب اُنکی کنیت ہی اور
وہ ابن عم پیغمبر خدا کے ہین اور بسبب مواخات ایمانی کے بھائی آنحضرت کے ہین اور شوہر ہین فاطمہ بتول کے جو
سیدۃ النساء عالمیان ہین اور ابوالسبطین الحسن والحسین سیدی شباب اہل الجنہ تھے اور زمان جاہلیت و سلام مین نام
انکا علی تھا اور کہا ہی کہ انکی مان فاطمہ بنت اسد نے اپنے باپ کے نام پر انکا نام حیدرہ رکھا تھا کہ حیدرہ شیر کا نام ہی
جب ابوطالب آئے تو انھین یہ نام مکروہ معلوم ہوا اور انھون نے علی نام رکھا اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے انکا نام
صدیق رکھا تھا اور اس تحقیق کو اپنی صاحب کتاب نے حوالہ کیا تحقیق پر صاحب ریاض النضرت کے اور کنیت فرمائی
پیغمبر خدا نے اُن جناب کی ساتھ ابی الریحانتین کے اور بھی ملقب فرمایا ہی اُن جناب کو ساتھ بیضۃ البلد اور امین و شریف
و ہادی اور ذی الاذن الواعیہ اور یعسوب الامت کے انتہی اور ملا جامی نے شواہد النبوت مین اپنے مشایخ ثلثہ کے
ذکر کے بعد فضائل جناب علی ابن ابیطالب کو لکھنا شروع کیا ہی چنانچہ لکھا ہی کہ وہ ائمہ اثنا عشر سے امام اول ہین اور
کنیت انکی ابوالحسن اور ابوتراب ہی اور آنحضرت کو کوئی نام زیادہ ابوتراب سے خوش نہ آتا تھا اور جب آنحضرت کو اُس
نام سے کوئی یاد کرتا تھا تو وہ حضرت خوش ہوتے تھے مصنف رسالہ کہتا ہی کہ حقیقت مین وہ جناب تابع مرضات
الہی تھے جسمین خدا کی خوشی جانتے تھے اُس سے خوش ہوتے تھے اور کوئی شبہہ نہین ہی کہ مصداق ماینطق عن
الہوی ان ہو الا وحی یوحی نے جو جو نام اور القاب آنحضرت کے لیے فرمائے وہ سب بحکم خدا تھے کہ حق تعالی نے
بہ مزید اعزاز و اکرام اُن جناب کو اُن القاب سے مثل ابوتراب یا دابۃ الارض وغیرہ بحسب مقام بزبان اپنے پیغمبر کے
انھین یاد فرمایا جیساکہ پیغمبر خدا کو بھی بحسب مقام اسمائے متعددہ سے مثل یا ایہا المدثر و یا ایہا المزمل وغیرہ قرآن مین
یاد فرمایا اور معزز و مکرم گردانا اور جو جو القاب خدا کی طرف سے بزبان نبی آنحضرت کے واسطے حاصل ہوئے حضرت
سب پر مسرور و شکر گذار تھے لیکن ایسا معلوم ہوتا ہی کہ خود زمان خلافت مین جو حضرت نے عمال کو توقیعات لکھے اکثر
انمین ولی اللہ لکھتے تھے اس سے معلوم ہوتا ہی کہ زیادہ تر یہ نام حضرت کو مرغوب ہوگا دوسرے یہ کہ معاویہ اکثر اپنے
عمال کو حکمنامون مین حضرت کے القاب سے ابوتراب کو لکھا کرتا تھا اور غالبا اپنے جوش غرور و سرکشی مین بنظر تحقیر اسے

اُسنے اختیار کیا ہو وا لآ وہ کب اِس لقب کو اختیار کرتا جو شادمانی خاطر امیرالمومنین علی ابن ابیطالب کا سبب ہو
اور ممکن ہو کہ سبب حضرت کی شادمانی کا لقب ابوتراب کے سُننے سے یہ ہو کہ واقع مین لفظ اب اِس القاب مین معنی حقیقی پر
تو ہو نہین سکتا بلکہ یا بمعنی صاحب یا مالک یا بادشاہ کے ہوگا اور اِس صورت مین یہ دلالت کرتا ہی اِس امر پر کہ خدا کی
طرف سے خلافت و ملکیت زمین کی منحصر آنحضرت مین ہی اور وہ جناب حقیقی وصی نبی اور خلیفہ روے زمین ہین اور اور
ائمہ نے از روے وراثت اُنسے اِس خلافت کو پایا ہی اور حقیقت مین یہ اعزاز خدا کی طرف سے آنحضرت کے واسطے لائق
شادمانی ہی پھر لکھا ہی فاضل مذکور نے کہ ولادت اُن جناب کی مکہ معظمہ مین ہوئی ہی ستائیس برس بعد عام الفیل سے
اور بعضون نے کہا ہی کہ ولادت اُنکی خانہ کعبہ مین ہوئی تھی اور دوسری روایتون سے معلوم ہوتا ہی کہ تسمیہ آنحضرت کا
علی کے ساتھ علی اعلی کی طرف سے ہی جیسا کہ آئندہ آئیگا بالجملہ اسما و القاب ذاتی اور صفاتی آنحضرت کے بہت ہین
مگر یہان اسی قدر پر اکتفا ذکر فضائل مین کیا جاتا ہی جسکا اقرار بزبان مخالفین ثابت ہی اور یہ بھی تشخیص شخص کے لیے
مفید ہی خلیفہ اول رسول خدا کے واسطے جیسا کہ کتاب نبوت مین آنحضرت کے القاب و نسب کے لکھنے کی بھی ضرورت
اسی تشخیص کے لیے تھی فصل دوسری مشتمل ہی اُن جناب کے فضائل ولادت باسعادت پر شیخ عبد الحق
دہلوی نے کتاب مدارج النبوت مین لکھا ہی کہ کہا ہی کہ ولادت آنحضرت کی خانہ کعبہ کے اندر ہوئی ہی اور مولوی مبین نے
کتاب وسیلۃ النجاۃ مین لکھا ہی کہ ولادت باسعادت اُن معدن کرامت کی روز جمعہ رجب کی تیرھوین تاریخ
بعد اٹھائیس برس کے اور ایک جماعت کے نزدیک تیس برس بعد عام الفیل کے واقع ہوئی مکہ مین اور روایت
کی ہی کہ کعبہ کے اندر پیدا ہوے ہین اور کعبہ کے اندر اُنکے سوا کوئی پیدا نہین ہوا اور حق تعالی نے اُنھین اِس فضیلت کے
ساتھ مخصوص گردانا اور خانہ کعبہ کو اِس شرف سے مشرف فرمایا اور بھی بعض کتب سیر سے بریدہ سے نقل کیا ہی کہ
کہا اُسنے کہ مین اور عباس ایک جماعت کے ساتھ بنی ہاشم کے اور بنی عبد المطلب کے مسجد الحرام مین تھے کہ ناگاہ
فاطمہ علی حیدر کی والدہ آئین اور طواف مین مشغول ہوئین اثناے طواف مین اُنھین دردزہ عارض ہوا اور
ولادت کے آثار اور پیدا ہونے کی علامت ظاہر ہوئی اور طاقت اُنمین نہ رہی دیکھا مین نے کہ کعبہ کی
دیوار شق ہوئی اور فاطمہ اندر کعبہ کے گئین مین نے چاہا کہ مین بھی جاؤن لیکن مجھے اندر کعبہ کے جانا میسر نہوا چوتھے روز
علی علیہ السلام کو ہاتھ پر لیکر پھر کعبہ کے اندر سے باہر آئین ابو طالب نے چاہا کہ اُس مولود کا زید نام رکھین اور
اُنکی مان نے چاہا کہ اِس فرزند ارجمند کا نام حیدر رکھین آخر کو باپ مان نے حسب ایما و ارشاد جناب خیر البشر نام اُنکا
علی مقرر فرمایا اور بھی اِس مضمون کو ابن مغازلی شافعی نے باسناد اپنی کتاب مناقب مین اور مالکی نے کتاب
فصول مہمہ مین نقل کیا ہی اور باقرار عامہ و خاصہ محدثین و اہل اخبار و سیر یہ خبر حد تواتر کو پہونچی ہوئی ہی اور کتاب
امالی ابن بابویہ وغیرہ مین کتب خاصہ و عامہ سے مروی ہی یزید بن قعنب سے کہ کہا اُسنے کہ مین عباس پسر

فصل دوسری

عبد المطلب

عبد المطلب اور ایک گروہ کے ساتھ جو قبیلہ بنی عبد العزی سے تھے بیٹھا تھا برابر خانہ کعبہ کے ناگاہ بنت اسد مادر جناب امیر المومنین علیہ السلام آئین اور وہ اسوقت نو مہینے کے حمل سے حاملہ تھین اور یہ تحقیق کہ اسوقت انھین درد زہ شروع تھا پس کہا انھون نے کہ ای پروردگار میرے بدرستیکہ مین ایمان لائی ہون ساتھ تیرے اور ساتھ اسکے جو تیری طرف سے آیا کتاب اور پیغمبران سے اور تحقیق کہ مین تصدیق کرنے والی ہون اپنے دادا ابراہیم خلیل کے کلام کی اور یہ کہ خانہ کعبہ انہی نے بنایا تھا پس بحق اسکے کہ جسنے اس گھر کو بنایا اور بحق اس طفل کے جو میرے پیٹ مین ہی کہ ہر آیینہ بچہ کا ہونا مجھپر آسان کردے تعجب کہتا ہی کہ بدرستیکہ دیکھا مین نے کہ دیوار خانہ کعبہ کی شگافتہ ہوئی اسکے پشت کی طرف سے اور فاطمہ غائب ہوئین ہماری آنکھون سے اور شگاف دیوار برابر ہو گیا پھر ہمنے چاہا کہ دروازے کا قفل ہمارے لیے کھلے لیکن وہ نہ کھلا اسوقت ہمنے جانا کہ یہ امر خدا تعالی کی طرف سے ہے بعد اسکے چوتھے روز فاطمہ باہر آئین اور انکے ہاتھ مین جناب امیر المومنین علیہ السلام تھے پس کہا انھون نے کہ بدرستیکہ مین فضیلت دی گئی ان عورتون پر جو مجھسے پہلے تھین بسبب اسکے کہ آسیہ بنت مزاحم خداے عزوجل کی عبادت پوشیدہ اس جگہ کرتی تھی جہان یہ سزاوار نہ تھا کہ پرستش کی جاے خدا کی مگر ناچار اور مریم بنت عمران نے خشک درخت کو خرما کے حرکت دی یہان تک کہ رطب تازہ اس سے کھایا اور بدرستیکہ مین خانہ کعبہ کے اندر داخل ہوئی پس میوہ ہاے بہشت کو مین نے کھایا اور جب اس سے باہر آنے کا ارادہ مین نے کیا تو ایک ہاتف نے مجھے آواز دی کہ ای فاطمہ اس فرزند بزرگوار کا نام علی رکھنا پس وہ علی ہی اور خداے بزرگ و برتر حکم فرماتا ہی کہ بدرستیکہ مین باہر لایا ہون اسکے نام کو اپنے نام سے اور ادب دیا ہی اسے مین نے اپنے ادب سے اور اپنی مشکلات علم پر اسے مین نے واقف کیا ہی اور وہ وہی جو ان بتون کو جو میرے گھر مین ہین توڑیگا اور وہ وہی جو پشت خانہ پر میرے اذان دیگا اور میری تقدیس و تمجید کریگا پس خوشا حال اسکا جو اسے دوست رکھے اور اسکی اطاعت کرے اور واے بحال اسکے جو اس سے دشمنی کرین اور اسکی نافرمانی کرے واضح ہو کہ اس روایت مین چند فضیلتین آنحضرت کے واسطے ظاہر ہین پہلے شرف ولادت خانہ کعبہ اور بیت اللہ الحرام مین خاص انھین حضرت کے واسطے ظاہر ہوا اور دوسرے کے لیے نہ پہلے نہ بعد ان جناب کے میسر نہین ہوا دوسرے بتون کے توڑنے کی بشارت کا ان جناب کے دست حق پرست پر ظاہر ہونا جیسا کہ آیندہ انشاء اللہ اسکا بیان ہوگا تیسرے علی کے ساتھ ان جناب کا موسوم ہونا بحکم علی اعلی اور واضح ہو کہ فضائل ان جناب کے جو وقت ولادت اور اس سے پہلے ظاہر ہوے بہت ہین تھوڑے سے انسے بعد بیان کرنے وقت ولادت کے لکھونگا انشاء اللہ پوشیدہ نہ رہے کہ جب کاتب حروف کو اتفاق حج بیت اللہ الحرام کا ہوا تو اسوقت مجھے شوق اسکا ہوا کہ تحقیق روایت ولادت باسعادت جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام کی کرنا چاہیے کہ دیوار کعبہ کون اور کدھر سے شق ہوئی تھی چنانچہ بعض حق آگاہ نے مجھے لیجا کر دکھایا تو معلوم ہوا کہ رکن یمانی کے

عبد المطلب اور ایک گروہ کے ساتھ جو قبیلہ بنی عبد العزی سے تھے بیٹھا تھا برابر خانہ کعبہ کے ناگاہ بنت اسد مادر جناب
امیر المومنین علیہ السلام آئین اور وہ اُسوقت نو مہینے کے حمل سے حاملہ تھین اور بہ تحقیق کہ اُسوقت انھین درد زہ
شروع تھا پس کہا انھون نے کہ اے پروردگار میرے بدرستیکہ مین ایمان لائی ہون ساتھ تیرے اور ساتھ اُسکے
جو تیری طرف سے آیا کتاب اور پیغمبران سے اور بہ تحقیق کہ مین تصدیق کرنے والی ہون اپنے دادا ابراہیم خلیل کے
کلام کی اور یہ کہ خانہ کعبہ اُنہی نے بنایا تھا پس بحق اُسکے کہ جسنے اس گھر کو بنایا اور بحق اُس طفل کے جو میرے
پیٹ مین ہے کہ ہر آئینہ بچہ کا ہونا مجھپر آسان کردے عباس کہتا ہے کہ بدرستیکہ دیکھا مین نے کہ دیوار خانہ کعبہ کی
شگافتہ ہوئی اُسکے پشت کی طرف سے اور فاطمہ غائب ہوئین ہماری آنکھون سے اور شگاف دیوار برابر ہوگیا
پھر ہمنے چاہا کہ دروازے کا قفل ہمارے لیے کھلے لیکن وہ نہ کھلا اُسوقت ہمنے جانا کہ یہ امر خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے
بعد اُسکے چوتھے روز فاطمہ باہر آئین اور اُنکے ہاتھ مین جناب امیر المومنین علیہ السلام تھے پس کہا انھون نے کہ بدرستیکہ
مین فضیلت دی گئی اُن عورتون پر جو مجھسے پہلے تھین بسبب اسکے کہ آسیہ بنت مزاحم خدائے عز وجل کی عبادت پوشیدہ
اُس جگہ کرتی تھی جہان یہ سزاوار نہ تھا کہ پرستش کی جائے خدا کی مگر آشکارا اور مریم بنت عمران نے خشک درخت کو
خرما کے حرکت دی یہان تک کہ رطب تازہ اُس سے کھایا اور بدرستیکہ مین خانہ کعبہ کے اندر داخل ہوئی پس میوہ ہائے
بہشت کو مین نے کھایا اور جب اُس سے باہر آنے کا ارادہ مین نے کیا تو ایک ہاتف نے مجھے آواز دی کہ اے
فاطمہ اس فرزند بزرگوار کا نام علی رکھنا پس وہ علی ہے اور خدائے بزرگ و برتر حکم فرماتا ہے کہ بدرستیکہ مین باہر لایا ہون
اُسکے نام کو اپنے نام سے اور ادب دیا ہے اُسے مین نے اپنے ادب سے اور اپنی مشکلات علم پر اُسے مین نے واقف
کیا ہے اور وہ وہی ہے جو اُن بتون کو جو میرے گھر مین ہین توڑیگا اور وہ وہی ہے جو پشت خانہ پر میرے اذان دیگا اور
میری تقدیس و تمجید کریگا پس خوشا حال اُسکا جو اُسے دوست رکھے اور اُسکی اطاعت کرے اور وائے بحال
اُسکے جو اُس سے دشمنی کرین اور اُسکی نافرمانی کرے واضح ہو کہ اس روایت مین چند فضیلتین آنحضرت کے واسطے
ظاہر ہین پہلے شرف ولادت خانہ کعبہ اور بیت اللہ الحرام مین خاص انھین حضرت کے واسطے ظاہر ہوا اور دوسرے کے لیے
نہ پہلے نہ بعد اُن جناب کے میسر نہین ہوا دوسرے بتون کے توڑنے کی بشارت کا اُن جناب کے دست حق پرست پر
ظاہر ہونا جیسا کہ آیندہ انشاءاللہ اسکا بیان ہوگا تیسرے علی کے ساتھ اُن جناب کا موسوم ہونا بحکم علی اعلیٰ اور واضح ہو
کہ فضائل اُن جناب کے جو وقت ولادت اور اُس سے پہلے ظاہر ہوئے بہت ہین تھوڑے سے اُنمین سے بعد بیان
کرنے وقت ولادت کے لکھونگا انشاءاللہ پوشیدہ نہ رہے کہ جب کاتب حروف کو اتفاق حج بیت اللہ الحرام کا ہوا
تو اُسوقت مجھے شوق اسکا ہوا کہ تحقیق روایت ولادت باسعادت جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام کی کرنا
چاہیے کہ دیوار کعبہ کون اور کدھر سے شق ہوئی تھی چنانچہ بعض حق آگاہ نے مجھے لیجا کر دکھایا تو معلوم ہوا کہ رکن یمانی کے

پاس کی دیوار جو باعتبار دروازہ شمالی کعبہ کی پشت کعبہ ہی شق ہوئی تھی اور اُسی راہ سے جناب فاطمہ بنت اسد خانہ کعبہ مین داخل ہوئی تھین اور حق تعالی نے تکذیب منکرین کے لیے ایک درز اُس جگہ باقی رکھی ہی کہ ہر چند سیسہ گداختہ اُسمین ڈالا گیا لیکن ہنوز اُس درز کا اثر اوپر سے نیچے تک باقی ہی کہ حقیر نے بھی اپنی آنکھ سے اُسے دیکھا ہی جو شخص کہ حق تعالی اُسے مشرف فرماے بحج اُسے چاہیے کہ بعینہٖ امتحان کرلے یہ وہ دیوار ہی جسمین مستجار ہی رکن یمانی کے پاس سے یہ جدا ہوئی تھی اور بعد پھر بقدرت خدائی مقام پر متصل ہوئی فتذکر و تشکر اب جاننا چاہیے کہ جناب اخوند صاحب نے جلاء العیون مین فرمایا ہی کہ محدثین و مورخین خاصہ و عامہ مین مشہور یہ ہی کہ وہ حضرت جمعہ کے روز تیرھوین تاریخ کو ماہ رجب کی عام الفیل کے تیس برس بعد کعبہ معظمہ مین پیدا ہوے اور اُسوقت جناب رسالتماب کی عمر شریف اٹھائیس برس کی تھی اور موافق ایک قول کے بارہ برس اور ایک قول کے موافق دس برس بعثت نبی سے پہلے جناب امیر علیہ السلام پیدا ہوے ہین اور شیخ طبرسی علیہ الرحمہ نے کتاب مفتاح مین بسند صحیح حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہی کہ ولادت کثیر السعادت جناب امیر علیہ السلام کی روز یکشنبہ ہفتم ماہ شعبان مین واقع ہوئی ہی لیکن قول اول اشہر ہی اور اگر دونون کا احترام کرین تو بہتر ہی اور بعض نے کہا ہی کہ بست و سوم ماہ شعبان روز ولادت آنحضرت کا ہی اور والد بزرگوار اُن جناب کے جناب ابو طالب ہین جو حضرت عبد المطلب کے فرزند ہین اور یہ اور جناب عبد اللہ جو پیغمبر خدا کے والد ماجد تھے ایک مان کے پیٹ سے پیدا ہوے تھے اور والدہ ماجدہ آنحضرت کی فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف ہین اور وہ جناب اور انکے بھائی اول ہاشمی ہین کہ مان باپ انکے دونون بنی ہاشم سے تھے اور بہت سی احادیث معتبرہ مین خاصہ و عامہ کے طریقون سے وارد ہوا ہی کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ مین اور علی دونون ایک نور سے پیدا ہوے ہین اور ہم دونون ہمیشہ منظور انظار الہی رہتے تھے پہلے اسکے کہ آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا چوبیس ہزار برس اور دوسری روایت مین دو ہزار سال پہلے خلق آدم سے وارد ہی اور عرش الہی کی جانب رہتے ہم تسبیح و تقدیس حق تعالی کی کرتے تھے پھر جب خدا نے حضرت آدم کو پیدا فرمایا تو اُس نور مقدس کو دو جزو پر قسمت کیا اور دونون کو حضرت آدم کی پشت مین جگہ دی اور جب آدم زمین پر آے تو ہم انکی پشت مین تھے اور جب نوح کشتی پر بیٹھے تو ہم انکی پشت مین تھے اور جب حضرت ابراہیم کو آگ مین ڈالا تو ہم انکی پشت مین تھے اور اسی سبب سے آگ نے انھین ضرر نہ پہونچایا پھر ایک جزو سے اُس نور کے مین پیدا ہوا اور دوسرے جزو سے اُسکے علی ابن ابیطالب پیدا ہوے اور فاضل شیرازی نے کتاب مناقب ابن مغازلی سے نقل کیا ہی کہ سلمان فارسی نے کہا کہ مین نے پیغمبر خدا سے سنا کہ فرماتے تھے کنت انا و علی نورا بین یدی اللہ عز وجل یسبح اللہ ذالک النور و یقدسہ قبل ان یخلق ادم باربعۃ عشر الف عام یعنی مین اور علی ایک نور تھے نزدیک خداے عز وجل کے کہ تسبیح و تقدیس و تنزیہ اُسکی ہم کرتے تھے نقائص سے چودہ ہزار سال پہلے اِسکے کہ آدم پیدا ہووین فلما خلق اللہ ادم رکب ذلک النور فی صلبہ

فلم یزل فی شئی واحد حتی افترقا فی صلب عبد المطلب ففی النبوۃ وفی علی الخلافۃ یعنی پھر جب حق تعالی نے آدم کو پیدا
فرمایا تو اس نور کو انکی پشت مین جگہ دی اور ہمیشہ وہ نور ایک چلا آتا تھا یہان تک کہ صلب عبد المطلب مین جدا
ہوا پھر مجھ مین نبوت نے قرار پکڑا اور علی ابن ابیطالب مین خلافت نے اور جناب سید سند نے آقا محمد علی بیہانی طاب
ثراہ سے نقل کیا ہی کہ انھون نے ہدایت السنت مین فرمایا ہی کہ صحیح بخاری مین جابر انصاری سے مروی ہی کہ پیغمبر خدا نے فرمایا
ہے بتحقیق حق تعالی نے پیدا فرمایا مجھے اور علی کو ایک نور سے کہ عرش کے سامنے تسبیح و تقدیس خدا کی کرتے تھے
دو ہزار برس پہلے اس سے کہ آدم کو پیدا فرماتا پھر جب آدم پیدا ہو چکے تو ہم انکے صلب مین ساکن ہوے اور انکے بعد ہم
پشت طیب و بطن طاہر مین پھرتے پھرتے پشت نوح مین پہونچے اور اسکے بعد پھر پشت طیب و بطن طاہر مین
پھرتے پھرتے پشت ابراہیم تک پہونچے اور وہان سے اسی طرح پشت عبد المطلب تک پہونچے پھر وہ نور دو قسم ہوا
ایک قسم عبد اللہ مین آئی اور ایک قسم ابوطالب مین گئی پشت عبد اللہ سے مین باہر آیا اور پشت ابوطالب سے
علی ابن ابیطالب باہر آئے بعد اسکے پھر جمع ہوا ایک نور مجھ سے اور ایک نور علی سے فاطمہ مین پس حسن اور حسین انسے
پیدا ہوے پس حسن اور حسین دونون نور ہین نور رب العالمین سے اور اسی حدیث کو امام حنبلی نے مسند مین اور
خوارزمی نے مناقب مین اور شرف الدین شافعی نے کتاب نزل السائرین مین اور شیخ حسن ورمعانی نے
اربعین مین اور غیر انکے نے بھی نقل کیا ہی تھوڑے تغیر کے ساتھ کہ جو مضر نہین ہی اور اسمین دو ہزار کی جگہ چودہ ہزار
برس کو روایت کیا ہی اور جناب اخوند صاحب نے محمد بن عباس سے کہ انھون نے عباس سے روایت کی ہی کہ
کہا کہ ایک روز مین خدمت حضرت پیغمبر خدا مین حاضر تھا کہ جناب امیر علیہ السلام پیدا اور ظاہر ہوے جب نظر
پیغمبر خدا کی انحضرت پر پڑی تو فرمایا کہ مرحبا اسکو جسے خدا نے چالیس ہزار برس پہلے آدم کے پیدا ہونے سے خلق فرمایا
مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آیا ہو سکتا ہی کہ فرزند باپ سے پہلے پیدا ہو فرمایا کہ ہان حق تعالی نے پیدا فرمایا میرے
نور کو اور نور علی ابن ابیطالب کو اتنی مدت پیشتر اس سے کہ آدم کو پیدا فرماے پھر اس نور کے دو حصہ فرماے ایک
نصف سے مجھے پیدا کیا اور دوسرے نصف سے علی کو پیدا فرمایا پہلے اس سے کہ اور چیزون کو پیدا فرماتا اور ان
سب کو میرے اور علی کے نور سے روشن اور منور فرمایا پھر ہمین جانب راست مین اپنے عرش کے جگہ دی اور اسکے بعد
فرشتون کو پیدا کیا اور چونکہ ہم تسبیح و تہلیل و تکبیر و تحمید حق تعالی کی کرتے تھے اسلیے فرشتون نے تسبیح و تحمید و تہلیل و
تکبیر کو ہمسے سیکھا بعد اسکے حق تعالی نے یہ مقرر فرمایا کہ دوست میرا اور علی کا جہنم مین نہ داخل ہوگا اور دشمن میرا اور
علی کا بہشت مین نہ داخل ہوگا اور بدرستیکہ چند فرشتے ہین کہ انکے ہاتھون مین نقرۂ بہشت کے ابریق ہین کہ وہ ان
آفتابون کو اس آب حیات سے بھرے ہوے ہین کہ جو ایک چشمہ ہی جنت الفردوس سے پس جبکہ ارادہ کرتا ہی باپ
کسی شیعہ کا شیعیان علی سے کہ اسکی مان کے ساتھ مقاربت کرے اسوقت کہ حق تعالی چاہتا ہی کہ نطفہ اسکا منعقد ہو

تو ایک فرشتہ ان فرشتون سے آتا ہی اور اُس بہشت کے پانی سے تھوڑا سا اُس پانی مین ملاتا ہی جسے وہ وقت وہ
پیتا ہی اور وہ پانی اُسکے نطفہ مین مخلوط ہوتا ہی پھر اسی سبب سے اُسکے دل مین اُگتی ہی میری محبت اور علی کی اور
فاطمہ کی اور حسنین کی اور نواسون کی اُنکے فرزندون سے پھر حضرت نے فرمایا کہ مین شکر کرتا ہون اُس خداوند کا
جسنے علی کی محبت کو سبب ایمان کا اور بہشت مین داخل ہونے کا اور جہنم سے نجات پانے کا گردانا اور ابن طاوس نے
بسند معتبر روایت کی ہی کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ جناب امیر علیہ السلام جو سجدہ شکر
بجا لاے تھے اُسکا کیا سبب ہی یہ سُنکر حضرت نے فرمایا کہ میرے والد بزرگوار نے مجھے خبر دی کہ ایک روز پیغمبر خدا نے
جناب امیر کو کسی مہم پر بھیجا تھا اور وہ حضرت اُسے اچھی طرح عمل مین لاے اور جب پھر کر آے تو اُسوقت پیغمبر خدا
نماز کے لیے باہر تشریف لا چکے تھے آنحضرت نے نماز پیغمبر خدا کے ساتھ ادا فرمائی جب پیغمبر خدا نماز سے
فارغ ہوے تو علی ابن ابیطالب کو گلے لگایا اور اُس مہم کے حال سے پوچھا کہ کیا کیا تمنے حضرت نے حقیقت مہم کو
عرض کیا حضرت پیغمبر خدا خوش ہوے اور ہنسے اور فرمایا کہ تو چاہتا ہی کہ تجھے بشارت دون ای ابو الحسن حضرت
امیر نے عرض کیا کہ میرے باپ و مان آپ پر سے قربان ہون ہمیشہ آپ میرے بشارت دینے والے ہین ساتھ
نیکی کے حضرت نے فرمایا کہ جبرئیل مجھپر نازل ہوے زوال کے وقت مین اور کہا کہ ای محمد ابھی پسر عم تمھارے
علی ابن ابیطالب تمھارے پاس آتے ہین اور حق تعالی نے بسبب اُنکے منفعت عظیم مسلمانون کو پہونچانے کے اوپر
اِس مہم مین جو تمنے اُنہین بھیجا تھا یہ کیا اور تمنے کیا اُس سے اُنھون نے مجھے خبر دی اور کہا کہ ای محمد بدرستیکہ نجات نہین پائی
ذریت آدم سے مگر اُس شخص نے کہ جسنے شیث کی ولایت کو جو اُنکے وصی تھے اختیار کیا اور شیث نے اپنے باپ
آدم کے باعث سے نجات پائی اور آدم نے خداوند عالم کے باعث سے نجات پائی اور قوم نوح سے نجات
نہین پائی مگر اُسنے کہ جسنے سام کی ولایت کو جو اُنکے وصی تھے اختیار کیا اور سام نے بسبب نوح کے نجات پائی اور
نوح نے بسبب حق تعالی کے نجات پائی اور قوم ابراہیم سے کسی نے نجات نہین پائی مگر اُس شخص نے کہ جسنے ولایت
اسمعیل کو اختیار کیا اور اسمعیل نے ابراہیم سے اور ابراہیم نے خداوند کریم سے نجات پائی اور قوم موسی سے نجات
نہین پائی مگر جسنے ولایت کو اُنکے وصی کی جو یوشع تھے اختیار کیا اور یوشع کی نجات موسی سے اور موسی کی نجات
حق تعالی سے ہوئی اور قوم عیسی سے کسی نے نجات نہین پائی مگر اُس شخص نے کہ جسنے ولایت کو شمعون کی جو اُنکے
وصی تھے اختیار کیا اور شمعون نے عیسی سے اور عیسی نے حق تعالی سے نجات پائی اور تمھاری اُمت سے کوئی
نجات نہ پائیگا مگر جو ولایت کو علی کی اختیار کرے اور علی تمھارے وزیر ہین تمھاری حیات مین اور بعد وفات
تمھاری وہ تمھارے وصی ہین اور علی نجات تمسے پائینگے ای محمد حق تعالی نے تمھین سب پیغمبرون سے بہتر گردانا ہی
اور علی کو سب پیغمبرون کے اوصیاؤن سے بہتر گردانا ہی اور ائمہ اور پیشوایان دین کو اُنکی ذریت سے گردانا ہی روز قیامت

جب حضرت امیر المومنین نے یہ بشارتین سنین تو حق تعالی کے شکر کے سجدے مین گئے اور اپنے منہ کو زمین پر ملا اور
زمین کے بوسے لیے بدرستیکہ حق تعالی نے محمد و علی و فاطمہ و حسن و حسین علیہم السلام کو عالم ارواح مین خلق فرمایا اور
یہ تسبیح و تہلیل و تحمید حق تعالی کی عرش کے آگے کرتے تھے چودہ ہزار برس پیشتر آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے
پھر انھین ایک نور گردانا کہ منتقل ہوتے تھے پشتہاے برگزیدہ سے مردون کی طرف عورتون کے رحمہاے پاکیزہ کی
پس جب حق تعالی نے چاہا کہ فرشتون پر انکی فضیلت و منزلت کو ظاہر کرے اور انکے حق کو ہمپر واجب کرے تو
اُس نور مقدس کو دو قسم پر منقسم گردانا ایک قسم کو صلب عبد اللہ بن عبد المطلب مین قرار دیا کہ اس سے محمد سردار پیغمبران
اور خاتم مرسلان بہم پہونچے اور انمین پیغمبری کو قرار دیا اور دوسری قسم کو پشت ابو طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن
عبد مناف مین قرار دیا اور اس نور سے علی ابن ابیطالب پیدا ہوے جو امیر مومنان اور بہترین اوصیاے پیغمبران ہین
پھر حضرت رسول نے انھین وصی و خلیفہ و ولی و جانشین اپنا اور اپنی بیٹی کا شوہر اور اپنے قرض کا ادا کرنے والا
اور اپنے وعدون کا پورا کرنے والا اور اپنے دین پر یاری دینے والا اور اپنے غمون کا برطرف کرنے والا گردانا شیخ
طوسی رحمہ اللہ نے از طرف حضرات اہلسنت انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ ایک روز پیغمبر خدا اپنے اشتر پر
سوار ہوے اور ایک پہاڑ کے قریب پہونچے جب وہان اشتر سے اُترے تو فرمایا کہ اے انس اس اشتر کو لیکر جا
فلان موضع مین کہ وہان علی ابن ابیطالب کو پائیگا کہ وہ وہان سنگریزون پر حق تعالی کی تسبیح کرتے ہونگے جب
انھین دیکھنا تو میرا سلام انھین کہنا اور اس اشتر پر انھین سوار کرکے میرے پاس لا انس کہتا ہے کہ جب مین جناب امیر کی
خدمت مین پہونچا تو پیغمبر خدا کا سلام آنحضرت پر پہونچایا اور شتر پر سوار کرکے انکی رکاب سعادت مین روانہ ہوا جب
جناب امیر خدمت مین پیغمبر خدا کی پہونچے اور حضرت کو دیکھا تو کہا السلام علیک یا رسول اللہ پیغمبر خدا نے جواب سلام
ادا فرمایا کہ وعلیک السلام یا ابا الحسن آؤ اور میرے پاس بیٹھو کہ یہ وہ موضع ہے کہ ستر پیغمبر مرسل اس جگہ بیٹھا ہے کہ مین اُن
سب سے بہتر ہون اور ہر پیغمبر کی جگہ پر ایک بھائی انکا بیٹھا ہے کہ تو ان سب سے بہتر ہے انس کہتے ہین کہ ناگاہ دیکھا
مین نے کہ ایک ابر اُن بزرگوارون کے سر پر پیدا ہوا اور سر سے انکے قریب ہوا پس پیغمبر خدا نے ہاتھ بڑھا کر ایک خوشہ
انگور کا اُسی ابر سے لیا اور اُسے اپنے اور جناب علی ابن ابیطالب کے بیچ مین رکھا اور فرمایا کہ اے بھائی میرے کھاؤ کہ یہ ہدیہ
خدا کی طرف سے میرے لیے اور تمہارے لیے ہے انس کہتے ہین کہ مین نے اُسوقت عرض کیا یا رسول اللہ علی آپ کے
بھائی ہین فرمایا ہان مین نے عرض کیا کہ برادری کیونکر ہوئی اُسے بیان فرمائیے حضرت نے فرمایا کہ حق تعالی نے
تین ہزار برس پہلے آدم کے پیدا فرمانے کے ایک پانی کو زیر عرش خلق فرمایا اور اُس پانی کو ایک سبز موتی کے اندر
جگہ دی یہان تک کہ آدم کو پیدا فرمایا پھر اُس پانی کو انکی پشت مین جگہ دی اور جب آدم کو اپنی رحمت کی طرف
طلب فرمایا تو اُس پانی کو شیث کی پشت مین منتقل فرمایا اور ہمیشہ اسی طرح ایک پشت سے دوسری کی طرف منتقل فرماتا گیا

اصلاب طاہرہ انبیا و اوصیا مین یہان تک کہ عبدالمطلب کے صلب مین ہونچا پھر اُسکے دو جزو فرمائے ایک پشت عبداللہ مین
اور دوسرا پشت ابوطالب مین منتقل ہوا پھر ایک نصف سے اُسکے مین پیدا ہوا اور دوسرے نصف سے علی ابن ابیطالبؑ ہوے
اِس سبب سے علی میرے بھائی ہین دنیا و آخرت مین بعد اُسکے حضرت نے اِس آیت کی تلاوت فرمائی جو حق تعالیٰ فرماتا ہی
وھوالذی خلق من الماء بشرا فجعلہ نسبا وصہرا وکان ربک قدیرا یعنی وہ ہی کہ جسنے پیدا کیا پانی سے بشر کو اور اُس سے صاحب
نسب اور داماد گردانا اور تیرا پروردگار ہر چیز پر قادر ہی اور دوسری حدیث مین ہی کہ فرمایا اِس سبب سے علی مجھسے ہی اور
مین علی سے ہون اور گوشت اُسکا میرے گوشت سے ہی اور خون اُسکا میرے خون سے ہی پس جو کوئی کہ مجھے دوست رکھے
وہ میری دوستی سے علی کو دوست رکھتا ہی اور جو مجھے دشمن رکھتا ہی وہ میری دشمنی سے علی کا دشمن ہی اور شیخ طوسی نے
بسند معتبر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہی کہ پیغمبر خدا نے فرمایا جناب امیرؑ سے کہ چاہتے ہو تمھین بشارت
دون حضرت نے عرض کیا کہ ہان ای رسول خدا حضرت نے فرمایا کہ مین اور تم ایک طینت سے پیدا ہوے ہو اور جو
طینت کہ ہماری خلقت سے بچ رہی اور زیادہ ہوئی اُس سے ہمارے شیعہ پیدا ہوے ہین جب روز قیامت
ہوگا تو ساری خلق کو اُنکی ماؤن کے ساتھ طلب کرینگے مگر ہمارے شیعون کو اُنکے باپ کے نام سے بلائینگے اسلیے کہ وہ
حلال زادے ہین اور ابن بابویہ نے بسند معتبر حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہی کہ حضرت رسول خدا نے
فرمایا کہ یا علی حق تعالیٰ نے آدمیون کو مختلف درختون سے پیدا فرمایا ہی اور مین اور تم ایک درخت سے پیدا ہوے ہین اور مین
اُس درخت کی اصل یعنی جڑ ہون اور تم اُسکی فرع ہو اور حسن اور حسین اور وہ ائمہ جو اُنکے فرزندون سے ہونگے وہ اُسکی شاخین ہین اور
ہمارے شیعہ اُس درخت کے پتے ہین جو کوئی چنگل مار یگا کسی شاخ کے ساتھ اُسکی شاخون سے حق تعالیٰ اُسے بہشت مین
داخل کریگا اور کلینی علیہ الرحمہ نے بسند معتبر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہی کہ جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ
وآلہ پیدا ہوے تو ولادت کے وقت آنحضرت کے بہت سے معجزے ظاہر ہوے اور جناب آمنہ کے واسطے قصر ہاے
فارس و شام نمودار ہوے فاطمہ بنت اسد مادر امیر المومنین علیہ السلام جو وہان حاضر تھین اُن آیات کے مشاہدہ کرنے سے
بہت متعجب اور خوش ہوئین اور وہان سے بہت جلد حضرت ابوطالب کی خدمت مین آئین اور اُنھین جناب سالتمآب کی
ولادت سے بشارت دی اور جو امور غریبہ کا مشاہدہ کیا تھا اُسکا بھی ذکر کیا یہ سنکر جناب ابوطالبؑ نے کہا کہ صبر کرو تیس برس کے بعد
ایک فرزند تمھارے یہان بھی پیدا ہوگا جو پیغمبری کے سوا اور جملہ کمالات مین مانند آنحضرت کے ہوگا اور اُنکا وزیر اور وصی
ہوگا کتاب روضۃ الواعظین اور سب کتب معتبرہ مین جابر ابن عبداللہ انصاری سے مروی ہی کہ جابر کہتے ہین کہ مین نے
پیغمبر خدا سے ولادت باسعادت امیر المومنین کا حال پوچھا حضرت نے فرمایا کہ آہ آہ تو نے سوال کیا اُس سے جو میرے بعد
سب سے بہتر پیدا ہوا ہی اور حضرت مسیح کی سنت اُسمین جاری ہوئی ہی بدرستیکہ حق تعالیٰ نے مجھے اور علی کو ایک نور سے
خلق فرمایا ہی پیش اُسکے کہ خلق کو پیدا فرماتا پانچ سو ہزار برس پہلے پھر ہم عالم ملکوت مین تسبیح و تقدیس حی لا یموت کی

کہتے تھے کہ جب حق تعالی نے آدم کو پیدا فرمایا تو ہمین انکی پشت مین جگہ دی پھر مین نے جانب دست مین انکے
قرار پکڑا اور علی نے جانب چپ مین انکے پھر ہمکو نقل کرایا پشت آدم سے طرف پشتہاے طاہرہ اور رحم ہاے طاہرہ
پھر مجھے پشت پاکیزہ سے باہر لایا کہ وہ عبد اللہ بن عبد المطلب تھے اور بہترین رحم مین قرار دیا کہ وہ رحم آمنہ کا تھا اور
علی کو صلب طاہرہ سے باہر لایا کہ وہ ابو طالب تھے اور انھین بہترین رحم مین جگہ دی کہ وہ رحم فاطمہ بنت اسد کا تھا بعد
اسکے حضرت رسول خدا نے فرمایا کہ ای جابر پہلے اس سے کہ علی مان کے پیٹ مین قرار پکڑین ایک مرد عابد کہ وہ بھی
ایک راہب تھا کہ اسے مثرم بن دعب کہتے تھے اور اسکا زہد و عبادت مشہور آفاق تھا اور ایک سو نوے برس سے
حق تعالی کی عبادت بصد خلاص کرتا تھا اور کبھی حق سے اسنے کوئی حاجت اپنی طلب نہ کی تھی ایک دن اسنے
سوال کیا کہ اپنے دوستون مین سے کسی دوست کو اسے دکھاوے پس حق تعالی نے ابو طالب کو اسکے پاس بھیجا جب
مثرم نے ابو طالب کو دیکھا اور انوار جلالت کو انکی پیشانی مین مشاہدہ کیا تو اٹھا اور انکے سر کے بوسے دیے اور
اپنے سامنے بٹھایا اور کہا کہ تو کون ہی خدا تجھے رحمت فرماوے ابو طالب نے کہا کہ مین ایک شخص اہل تہامہ سے ہون
اسنے پوچھا کس تہامہ سے انھون نے کہا مکہ سے اسنے پوچھا کس قبیلہ سے ابو طالب نے کہا کہ فرزندان عبد مناف سے
اسنے پوچھا کہ کس شعبہ سے عبد مناف کے ابو طالب نے کہا کہ فرزندان ہاشم سے جب راہب نے اس نسب
بزرگوار کو سنا اٹھا اور دوبارہ سر انکے بوسے دیے اور کہا کہ حمد و سپاس کرتا ہون اس خداوند کا جسنے میری مسئلت کو
مجھے عطا فرمایا اور دنیا سے مجھے نہ اٹھایا مگر یہ کہ ایک دوست کو اپنے دوستون سے مجھے دکھایا پھر اسکے بعد کہا کہ
بشارت ہو تمھین کہ حق تعالی نے تمھارے باب مین بہت سی بشارتین اور الہام مجھے فرماے ہین ابو طالب نے کہا کہ
وہ بشارتین کیا ہین مثرم نے کہا کہ ایک فرزند تیرے صلب سے باہر آئیگا کہ وہ ولی خدا اور پیشواے متقیان اور
وصی رسول پروردگار عالمیان ہوگا جب تم اس فرزند کو پانا تو میرا سلام انھین پہونچانا اور انسے کہنا کہ مثرم تجھے سلام
پہونچاتا ہی اور گواہی دیتا ہی ساتھ خدا کی وحدانیت کے اور یہ کہ کوئی اسکا شریک نہین ہی اور گواہی دیتا ہی کہ محمد بندہ
اور رسول خدا کا ہی اور تو اسکا وصی بحق ہی اور محمد سے پیغمبری تمام ہوگی اور تیرے ساتھ وصیت تمام ہوگی جب ابو طالب نے
یہ بشارت سنی تو انکی آنکھون سے قطرات اشک ٹپکے اور کہا کہ کہو کہ اس مولود کا کیا نام ہی اسنے کہا علی ہی ابو طالب نے کہا کہ
حقیقت گفتار تیری مجھپر ظاہر نہین ہوتی مگر برہان ظاہر اور دلیل واضح سے جبکہ مین اسے دیکھون مثرم نے کہا کہ تم
کیا چاہتے ہو کہ مین اسوقت حق تعالی سے طلب کرون کہ وہ تمھارے لیے اسے عطا فرماے اور تم جانو کہ مین سچا ہون اپنی
گفتار مین ابو طالب نے کہا کہ کوئی کھانا بہشت کا مین چاہتا ہون کہ میرے لیے آئے پس راہب مشغول دعا ہوا ہنوز
اسکی دعا تمام نہوئی تھی کہ ایک طبق انکے پاس حاضر ہوا کہ اس طبق مین انگور اور رطب اور انار بہشت کے تھے پھر
ابو طالب نے انار اٹھا لیا اور خوش اور ہنستے ہوے اٹھے اور اسکے بعد اپنے گھر کی طرف مراجعت کی اور اس انار کو کھایا

حق تعالیٰ نے اس انار سے ایک پانی اُنکے صلب مین پیدا فرمایا اور اسی گھڑی فاطمہ بنت اسد کے ساتھ اُنھون نے مقاربت کی اور وہ جناب علی ابن ابیطالب سے حاملہ ہوئین اور جب وہ نطفۂ مبارک فاطمہ بنت اسد کے رحم مین ٹھہرا تو آنحضرت کے خوف وہیبت سے زمین حرکت مین آئی اور چند روز تک لرزہ کی اور قریش کو اِس سبب سے بہت دُکھ عارض ہوا اور کہنے لگے کہ اُٹھو اپنے بتون کو کوہ ابو قبیس پر لے چلین اور اُنسے سوال کرین کہ یہ زلزلہ ہم سے زائل ہو جب بتون کو ابو قبیس پہاڑ پر لیگئے تو زلزلہ اور زیادہ ہوا اور پہاڑ سے پتھر جدا ہونے لگے اور پہاڑ کے اجزا پھٹنے لگے اور بت اُنکے اُسپر گر پڑے جب یہ حالت اُنکی دیکھی تو متحیر ہوے اور کہنے لگے کہ یہ بلاے عظیم ہی کہ ہمین اس سے رہائی ممکن نہین ہی اسی حالت مین ابو طالب پہاڑ پر آے اور کچھ اِس حالت کی اُنھون نے پروا نہ کی پھر اُنسے کہا کہ ایہا الناس بدرستیکہ حق تعالیٰ نے اِس شب کو ایک حادثہ پیدا کیا ہی اور ایک مخلوق مبارک کو پیدا فرمایا ہی اگر تم اُسکی اطاعت نہ کروگے اور اُسکی ولایت کا اقرار نہ کروگے اور اُسکے امام ہونے کی گواہی نہ دوگے تو یہ زلزلہ ہرگز تمسے زائل نہوگا اور کوئی گھر تہامہ سے تمھارے لیے نہ رہ جائیگا قریش نے کہا کہ اے ابو طالب جو فرماؤ وہ ہم کہین اور اطاعت کرین پس ابو طالب روے اور ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیے اور کہا الٰھی و سیدی اسئلک بالمحمدیۃ المحمودۃ وبالعلویۃ العالیۃ وبالفاطمیۃ البیضاء الا تفضلت علی تہامۃ بالرافۃ والرحمۃ یعنی اے میرے خداوند اور اے سردار میرے مین تجھسے سوال کرتا ہون بحق ملت محمد جو پسندیدہ ہی اور طریقہ علی کے جو بلند مرتبہ ہی اور طریقہ فاطمہ کے جو روشن و نورانی ہی کہ البتہ تفضل کر اہل تہامہ پر ساتھ رافت و رحمت کے پھر پیغمبر خدا نے فرمایا کہ بحق اُس خداوند کے جسنے دانہ کو شگافتہ کیا اور جسنے زمین سے اُگنے والی چیزین گھانس کی اقسام کے باہر لایا اور خلائق کو پیدا کیا قسم یاد کرتا ہون مین کہ جمیع عرب نے اِن کلمات کو لکھا اور زمان جاہلیت مین جو شدت و سختی کہ اُنپر وارد ہوتی تھی آپس مین وہ اِن کلمات سے خدا سے دعا کرتے تھے اور اُنکی دعا مستجاب ہوتی تھی پھر جب شب ولادت حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی ہوئی تو بڑی روشنی آسمان پر پیدا ہوئی اور ستارون کا نور دو چند ہوا اس حال کے دیکھنے سے قریش متعجب ہوے اور کہنے لگے کہ آج کوئی عجیب حادثہ آسمان مین حادث ہوا ہی ابو طالب گھر سے باہر آئے اور کوچہ و بازار مکہ مین پھرتے تھے اور باواز بلند کہتے تھے کہ ایہا الناس حجت خدا کی تمام ہوئی جب سب نے ابو طالب کو دیکھا تو اُنکی طرف دوڑے اور کہنے لگے کہ کیا نور ہی جو آسمان مین ہم اُسکا مشاہدہ کرتے ہین ابو طالب نے کہا کہ تمھین بشارت ہو کہ اس رات مین ایک دوست دوستان خدا سے ظاہر ہوا ہی کہ اُسمین حق تعالیٰ نے اچھی خصلتون کو کامل فرمایا ہی اور اُسکے ساتھ اوصیائی کو پیغمبرون کی ختم فرماویگا اور وہ متقیون کا اور پرہیزگارون کا پیشوا اور دین خدا کا مدد دینے والا ہوگا اور شیطان کا گرانے والا ہی اور منافقین کو غصہ مین لانے والا ہی اور عبادت کرنے والون کی زینت ہی اور پیغمبر آخر الزمان کا وصی ہی اور ہدایت کا پیشوا ہی اور فلک رفعت کا ستارہ ہی اور علم و حکمت کی

گنجی ہی اور شرک و شبہات کا ہلاک کرنے والا ہی اور نقیبون کی جان ہی اور دین کا سردار ہی اور پھر ابو طالب برابر ان کلمات کو
کہتے تھے یہان تک کہ صبح ہوئی بعد اسکے چالیس روز تک اپنی قوم سے غائب رہے جابر نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ابو طالب
کہان گئے تھے حضرت نے فرمایا کہ شرم کے ڈھونڈھنے کو گئے تھے اور وہ کوہ لکام مین وفات پا چکے تھے بعد اسکے حضرت نے
فرمایا کہ ای جابر اس حدیث کو جو اسکا اہل نہو اور بیان کی اور سننے کی اسکی طاقت نہ رکھتا ہو اس سے چھپا کہ وہ اسرار مکنونہ اور
علوم مخزونہ سے حق تعالی کے ہی اور بدرستیکہ شرم نے ابو طالب کے لیے بیان کیا تھا اس غار کا جو کوہ لکام پر ہی اور کہدیا تھا
کہ اگر چاہنا تم کہ مجھے پاؤ تو اس جگہ آنا کہ مجھے وہان پر زندہ یا مردہ پاؤ گے جب ابو طالب اس غار کی طرف گئے اور اسمین داخل ہوے
تو شرم کو دیکھا کہ وہ مر گیا ہی اور ایک کپڑے مین لپٹا ہوا رو بقبلہ سوتا ہی اور دو سانپ ایک سیاہ اور ایک سفید اسکے پاس ہین کہ
وہ کسی جانور کو نہین چھوڑتے کہ شرم کو آسیب اور ضرر پہونچا سکے اور اسکی حفاظت کرتے ہین جب سانپون نے ابو طالب کو
دیکھا تو غار مین چھپ گئے اور ابو طالب شرم کے نزدیک گئے اور کہا انھون نے کہ السلام علیک یا ولی اللہ و رحمۃ اللہ و برکاتہ پس
حق تعالی نے اپنی قدرت کاملہ سے شرم کو زندہ کیا اور وہ اٹھا اور ہاتھ کو اپنے منہ پر پھیرا اور کہا کہ اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک
لہ و اشہد ان محمدا عبدہ و رسولہ و ان علیا ولی اللہ والامام بعد نبی اللہ بعد اسکے ابو طالب نے کہا کہ تجھے بشارت ہو کہ علی زمین پر آے
شرم نے کہا کہ کیا علامت ظاہر ہوئی جس شب کو وہ پیدا ہوے ابو طالب نے کہا کہ جب ایک ثلث رات سے گذری تو فاطمہ
بنت اسد کو درد بچا ہونے کا شروع ہوا مین نے کہا کہ کیا ہوا ہی ای بہترین زنان انھون نے کہا کہ ایک اضطراب و گھبراہٹ کو اپنے مین
پاتی ہون پس اسپر مین نے اس اسم اعظم الہی کو پڑھا کہ جسمین نجات سب دردون سے ہی یہان تک کہ اضطراب انکا ساکن ہوا پھر انسے
مین نے کہا کہ مین جاؤن اور ایک جماعت کو عورات سے لاؤن کہ تمھین اس امر مین آج کی رات وہ معاونت کرین انھون نے
کہا کہ جو چاہو وہ کرو ای ابو طالب پھر جب مین اٹھا تو گھر کے ایک کنارے سے آواز آئی ہاتف کی کہ مین نے اسے سنا کہ وہ کہتا تھا
کہ ای ابو طالب ٹھہر جا کہ آلودہ بگناہ ہاتھ اسکے بدن کو نہ پہونچین ناگاہ دیکھا مین نے کہ چار عورتین پیدا ہوئین کہ وہ کپڑے مثل
حریر سفید کے پہنے ہوے تھین اور انکی بو مشک و زعفران سے زیادہ خوشبو تھی جب داخل ہوئین تو کہا انھون نے السلام علیک ای
وہ عورت جو دوست خدا ہی پھر فاطمہ نے انھین جواب دیا اور وہ فاطمہ کے سامنے بیٹھین اور ایک غالیہ دکالا کہ وہ چاندی کا تھا
اور وہ دلداری اور مددگاری فاطمہ کی کرتی رہین یہان تک کہ حضرت امیر المومنین پیدا ہوے پس مین بیتابانہ اسکے پاس گیا
دیکھا مین نے کہ وہ سجدہ مین گیا ہی اور مثل خورشید تابان کے اس سے نور ساطع ہی اور وہ کہتا ہی اشہد ان لا الہ الا اللہ و ان محمدا
رسول اللہ و ان علیا وصی محمد رسول اللہ بمحمد یختم اللہ النبوۃ و بعلی تتم الوصیۃ و انا امیر المومنین پس ان عورتون مین ایک نے ہاتھ بڑھایا اور اسے
زمین سے اٹھایا اور اپنی گود مین لیا جب آنحضرت کی نظر ان عورت پر پڑی تو بزبان فصیح و بلیغ کہا کہ السلام علیک ای مادر
اسنے جواب مین کہا کہ علیک السلام ای فرزند گرامی حضرت امیر نے پوچھا کہ کیا خبر رکھتی ہو میرے باپ سے ان بی بی نے کہا
کہ نعمتہاے حق تعالی مین پھرتے ہین اور قرب وصال مین اسکے تنعم کرتے ہین جب اس بات کو مین نے سنا تو مین بیتاب ہو گیا

اور کہا میں نے کہ ای فرزند گرامی اگرچہ میں تیرا باپ نہیں ہون کہا ہان آپ میرے باپ ہین اور میں اور تم دونون پشت آدم سے
ہم ہوئے ہین اور یہ میری مان حوا ہین جب اس بات کو سنا تو مین نے حوا سے شرما کر اپنے سر کو اپنی چادر سے پوشیدہ کیا اور
گھر کے ایک کونہ مین چھپ گیا بعد اسکے دوسری عورت انکے پاس آئین اور غالیہ کا برتن ہاتھ مین لیے ہوئی تھین اور
انھون نے علی کو لیا جب نظر آنحضرت کی اُنپر پڑی تو فرمایا کہ السلام علیک ای بہن میری اُن بی بی نے کہا کہ علیک السلام
ای بھائی میرے پس حضرت نے فرمایا کہ میرے چچا کی کیا خبر رکھتی ہو انھون نے کہا کہ انکا حال اچھا ہی اور تمھین سلام پہونچاتے ہین
اسوقت مین نے پوچھا کہ ای فرزند یہ بہن کون ہین اور وہ چچا کون ہین حضرت نے فرمایا کہ یہ مریم بنت عمران ہین اور چچا میرے
عیسیٰ بن مریم ہین پھر اُن بی بی نے بوے خوش کو ظرف غالیہ سے باہر نکالا اور اُس بو لو و طیب کو اُس سے خوشبو کیا
پھر تیسری بی بی نے انھین لیا اور جو کپڑا کہ اپنے ساتھ لائی تھین انھین لپیٹا ابو طالب نے کہا کہ اسی حال مین مین نے کہا کہ
اگر اسوقت اسکا مین ختنہ کرتا تو مجھپر بہت آسان ہوتا اسلیے کہ عرب کی سنت اسوقت یہ تھی کہ اپنے فرزند کو ختنہ کرتے تھے پس اُن
بی بی نے کہا کہ ای ابو طالب یہ فرزند طاہر و مطہر ہی یہ دنیا مین لوہے کی گرمی کو نہ چکھیگا مگر اس نامرد کے ہاتھ سے جسکے خدا
و رسول اور فرشتے آسمانون کے اور پہاڑون کے اور دریاؤن کے دشمن رکھتے ہین اور لعنت کرتے ہین اور آتش جہنم اسکی
مشتاق ہی ابو طالب نے کہا کہ وہ کون شخص ہی اُن بیبیون نے کہا کہ وہ ابن ملجم مرادی ہی لعنۃ اللہ علیہ کہ اُسے کوفہ مین تیس برس کے
بعد وفات پیغمبر سے شہید کریگا ابو طالب کہتے ہین کہ اسی حال مین پیغمبر خدا گھر مین آئے اور آنحضرت نے اُن بیبیون کے ہاتھ سے
انھین لیا اور انکا ہاتھ اپنے ہاتھ مین پکڑا اور بہت سی باتین جناب امیر سے فرمائین اور جناب امیر علیہ السلام نے بھی بہت سے
اسرار آنحضرت سے عرض کیے پھر وہ بیبیان غائب ہوگئین اور مین نے انھین جاتے نہ دیکھا اور میرے دل مین گذرا کہ کاش
اُن دونون عورتون کو بھی مین پہچانتا اسوقت حضرت امیر نے بالہام پروردگار فرمایا کہ ای باپ میرے پہلی بی بی سب
آدمیون کی مان حوا تھین اور دوسری بی بی مریم دختر عمران تھین اور وہ عورت جسنے مجھے کپڑے پہنائے وہ زن فرعون تھی
اور جسنے مجھے خوشبو کیا وہ موسیٰ بن عمران کی مان تھین پھر اب شرم کی طرف جائیے اور میرے پیدا ہونے کی بشارت دیجیے
اور جو کچھ آپ نے دیکھا ہی اور سنا ہی وہ اُنسے کہیے اور انھین فلان موضع مین پائیے گا اور ان سانپون کی بھی خبر جنسے کہی تھی
پھر انکے فرمانے سے مین تمھارے پاس آیا ہون اور انکا احوال یہ تھا جو تمسے کہا اور جب پیغمبر خدا سے اپنی باتین کر چکے تو پھر
حال طفولیت کی طرف رجوع کی اور چپکے ہوے جب شرم نے یہ باتین سنین تو اُسنے سجدہ کیا اور خدا کا شکر بجا لایا اور
کہا کہ میرا کپڑا میرے منہ پر اُڑھا دو جب کپڑا اُسکے منہ پر ڈالا تو سراے باقی کی طرف اور اپنی حالت پر پھر گیا ابو طالب
کہتے ہین کہ مین تین دن وہان اور رہا اور ہر چند اُس سے باتین کہین لیکن کچھ جواب نہ پایا پھر وہ دونون سانپ نکلے
اور گویا ہوے کہا انھون نے کہ السلام علیک یا اباطالب جب مین نے سلام کا جواب دیا تو انھون نے کہا کہ اب تم جاؤ اور دوست
خدا سے جا کر ملو کہ تم سب سے زیادہ حرمت و حفاظت کے لیے سزاوار و لائق ہو انکے لیے مین نے اُنسے کہا کہ تم کون ہو

انھون نے کہا کہ ہاتھ انکے عمل شائستہ ہین حق تعالی نے ہین انکے نیک عملون سے پیدا فرمایا ہی تاکہ اس حربہ سے انکی اذیتون کو
دفع کرتے ہین قیامت تک اور جب روز قیامت کو یہ زندہ ہوگا تو ایک ہم مین سے انکے آگے اور دوسرا انکے پیچھے ہوگا
اور انکی راہ بتانے والے ہونگے طرف بہشت کے پھر ابو طالب مکہ کی طرف پھرے جابر کہتے ہین کہ جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ
و آلہ انتقال کو فرما چکے تو مین نے عرض کیا کہ بہت اکبر لوگ کہتے ہین کہ ابو طالب کافر تھے حضرت نے فرمایا کہ ای جابر پروردگار
تیرا غیب کا بڑا جاننے والا ہی شب معراج کو جب مین عرش کے نیچے پہونچا تو وہان چار نور دیکھے مین نے اسوقت عرض کیا
کہ خداوندا یہ نور کیا ہین پھر مجھے خدا کی طرف سے ندا آئی کہ ای محمد ایک عبد المطلب ہی دوسرا ابو طالب ہی تیسرا تیرا باپ
عبد اللہ ہی چوتھا بھائی تیرا علی ابن ابیطالب ہی مین نے عرض کیا کہ انھون نے یہ درجہ کس چیز سے پایا حق تعالی نے فرمایا کہ
سبب اسکا یہ ہی کہ یہ ایمان پوشیدہ رکھتے تھے اور اپنی قوم سے تقیہ کرتے تھے اور انکی اذیتون پر صبر کرتے تھے یہان تک
کہ دنیا سے گئے بعد اس روایت کے نقل کرنے کے جناب آخوند صاحب نے فرمایا ہی کہ ہوسکتا ہی کہ یہ سوال کعبہ کے اندر
واقع ہوا کہ تولد آنحضرت کا کعبہ مین ہوا ہی اور یہ جو روایت مذکورہ مین واقع ہوا ہی کہ حرارت آہن دنیا مین انھین نہ پہونچے گی
مگر ابن ملجم ملعون کے ہاتھ سے شاید اس سے مراد یہ ہی کہ وہ زخم کو جو بحالت بے اختیاری اپنی اور اپنے دوستون کی ہووہ نہ
پہونچے گا مگر ضرب آخر سے کیونکہ اور زخم جو جہاد مین حضرت کے بدن پر پہونچے انکے باعث حضرت خود ہوتے تھے کہ
خدا کے واسطے اپنے تئین لڑائیون مین ڈالتے تھے اور یہ بھی محتمل ہی کہ ان زخمون مین کوئی الم حضرت کو نہ پہونچا ہو اور بھی طالب
حضرت کے بھائی کا ذکر اس حدیث مین غریب ہی اور محتمل ہی کہ برادر حضرت امیر اس سے مراد ہون کیونکہ بعض اخبار مین
وارد ہی کہ وہ دنیا سے مسلمان گئے اور بعضی کتابون مین انکے مقام پر جعفر ابن ابو طالب مذکور ہی انتہی خلاصۃ کلامہ اور جناب
سید سند نے فرمایا ہی کہ محتمل ہی کہ مراد ہر حدید سے صدمہ ہلاکت ہو پس جو زخم کہ منجر بہ ہلاکت ہوئے انکا وجود حکم عدم مین
ہوگا اور اخوک ابو طالب یہ مجاز کی راہ سے ہو کہ ابن عم کو بھی اخ اور بھائی کہتے ہین جیسا کہ جناب امیر علیہ السلام پیغمبر خدا کو
اخی فرماتے تھے اگرچہ موافق حدیث مواخات کے بھی جو متفق علیہ مین الفریقین ہی ممکن ہی کہ یہ اطلاق حقیقی ہو مجاز کی ضرورت
نہوا فقیر اقل رسالہ کہتا ہی کہ یہ حدیث فی الواقع مشتمل ہی اوپر مضامین و معانی غریبہ کے لیکن جب خود جناب رسالتمآب صلی اللہ
علیہ و آلہ نے فرمایا جابر سے کہ اسے غیر اہل پر اسکے نہ کہنا اور پوشیدہ کرنا کہ اسرار مکنونہ حق تعالی سے ہی تو اب کیا ضرور ہی کہ
اسمین خوض و فکر زیادہ کیجائے بلکہ اسکا علم مخزن آئین کے حوالہ کرنا چاہیے جو واقف اور عالم اسرار الہی ہین اور اذعان
و تصدیق کرنی چاہیے ان فضیلتون کی جو اس سے آنحضرت کی ثابت ہوتی ہین مثل اسکے کہ پیشتر ولادت سے ورعلمای
امم سابقہ کا جاننا اور علم ممکن نہین ہی کہ بے بشارات کتب سماویہ کے انھین حاصل ہوا ہو یا وقت ولادت باسعادت
حوا و مریم و آسیہ و مادر موسی کا آنا اور خدمت گذاری آنحضرت کی کرنا اور بعد ولادت سجدہ کرنا اور مشغول یاد الہی ہین
ہونا اور ان سب سے کلام کرنا اور حضرت ابو طالب سے کلام کرنا اور بتانا اور پیغمبر خدا سے ہمراز ہونا اور کلام کرنا اور

حضرت ابوطالب کو مردے پاس بھجوانا اور اُس مردے کو باعجاز زندہ کرنا اِسکا جاننا اور سمجھنا ہمارا کیا کم ہی جسکی گواہی اوّل سب سے موافق اِس حدیث کے علی ابن ابیطالبؑ نے دی حق تعالیٰ اُس اقرار پر ہمین اور جملہ مومنین کو ثابت رکھے باقی ہر متشابہ قرآن کی تاویل کب ہوسکتی اسی طرح کلام نبی کے متشابہات سب لائق تاویل نہین ہین اور اُس سے ہمین ضرر نہین ہی کیونکہ ہمارا علم کجا اور کجا علم مدینۃ العلم اُنکی تاویل اُنھین کو معلوم ہی اور اللہ اعلم بحقیقۃ الحال اب بیان ولادت سے فارغ ہوکر شروع کرتا ہون اثبات امامت مین اور ابتدا کرنا اِس استدلال مین پہلے بہتر ہی کتاب اللہ سے لانہ لایاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ اور بعد اُسکے سنت ثابتہ سے اثبات کرونگا انشاء اللہ تعالیٰ

خاتمة الطبع

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ علی رسولہ وحبیبہ محمد وآلہ الطاہرین اما بعد طالبان راہ خدا اور جویندگان طریقہ ائمہ ہدا علیہم التحیۃ والثنا کو مبارک ہو کہ درخشندہ چراغ راہ دین نجم فلک شرع مبین ہادی دارین مجموعہ ارشادات حضرت رسول الثقلین رونق محفل عظمت و برتری گل سر سبد مذہب حقہ اثنا عشری ہدایت ذخائر مسمیٰ بہ انارۃ البصائر وکشف السرائر مصنفہ ابلغ علماء الزمان المحمود بالسنۃ الاکابر والاعیان مرجع اعاظم العلماء الفحول رأس فقہاء الفروع والاصول حبر العلوم العقلیۃ والنقلیۃ بحر الفنون الفرعیۃ والاصلیۃ جناب شفاء الدولہ ذکاء الملک حکیم سید فضل علی خان بہادر مدبر جنگ اِس کتاب لاجواب مین اصول دین مذہب حقہ اثنا عشری کا بڑی شرح وبسط سے بیان ہی تکمیل عقائد حقہ ہر ہر فقرہ سے عیان ہی۔ ایک مقدمہ اور پانچ باب در ایک خاتمہ مین کل اُمور متعلق اصول دین کو بدلائل قاطعہ بیان فرمایا ہی۔ اسپر بھی دیکھنے والا یہی کہیگا کہ گویا دریا کوزے مین سمایا ہی۔ اِس رتبہ کی کتاب جسمین سراپا براہین ساطعہ سے مطالب کو ثابت کیا ہو اگر کسی نے دیکھی ہو تو بتاوے۔ عبارت اُردو عام فہم ہی اسلیے لکھا تاکہ کم استعدادون کے بھی کام آوے شکراً اللہ کہ یہ کتاب ہدایت انتساب مطبع عالی و ناموَر مشہور نزدیک و دور جناب منشی نولکشور لازال بالفرح والسرور واقع لکھنؤ محلہ حضرت گنج مین حسب تحریک وخواہش جناب مصنف عالی مقام بماہ دسمبر ۱۸۸۷ء مطابق ماہ ربیع الاوّل ۱۳۰۵ ہجری حلیہ طبع سے آراستہ و پیراستہ ہوکر دست آویز مشتاقان ہوئی